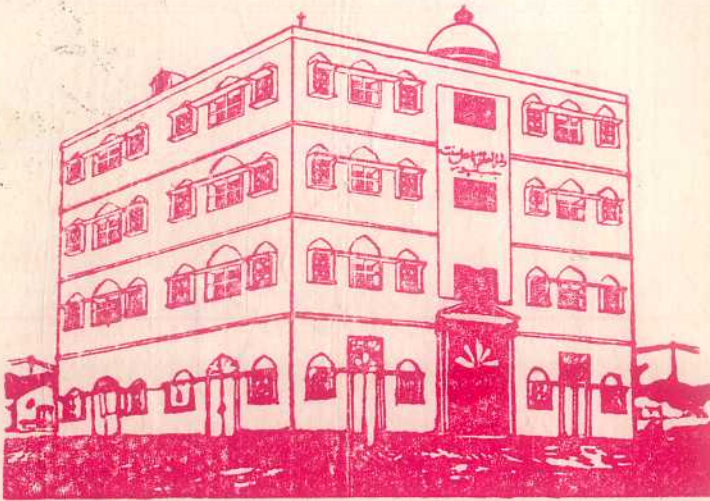


امام خمینی رضی الله عنه

فروغ دو علم دین کو

دارالعلوم اہلسنت جمیلپور

اکابرین خانوادہ اشرفیہ کی رہنمائی میں



مجوزہ پلان دارالعلوم اہلسنت

دارالعلوم اہلسنت شیخ طریقت حضرت مولانا سید تنویر اشرف

کے جاندار اور بے لوث قیادت میں رواں دواں ہے

علوم اسلامیہ کے تحفظ و بقا کا خاطر آئے ہم سب ملکر دارالعلوم کو تکمیل کی منزل پر نہ جائیں

منجانب :

اراکین: دارالعلوم اہلسنت جمیلپور

ترسیل زرکاپتہ: چودھری عبدالحمید اشرفی اسکن مرچنٹ جھوٹی مدرٹیکری جمیلپور ایم پی

اور قائم رکھو وزن کو انصاف سے اور نہ گھٹاؤ میزان کو (قرآن مجید)

بیادگار: مخدوم الملت محمد ث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ المیزان مبینی

سرپرستہ: شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں
ایڈیٹر: سید محمد حبیب اللہ میاں



ماہنامہ المیزان

جلد ۲۰ شماره ۷-۸-۹، اپریل، مئی، جون۔ تاریخ اشاعت ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء۔ قیمت ۱۰ روپے

المیزان

مہینہ

ماہنامہ

کا

امام احمد رضا نمبر

مجلس مشاہدہ

سید حسن مثنیٰ النور ایم۔ اے علیہ
سید عبدالکریم ہاشمی ایم۔ اے کارمارے
مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپورے
ڈاکٹر سید وحید اشرف ایم۔ بی۔ ایچ ڈی
منظور حسین بہادری جے۔ اے علیہ

عام شمارہ : ————— دور

امام احمد رضا نمبر : ————— پچیس

قیمت

ہندوستان سے بیس روپے

غیر مالک سے چار پاونڈ

مطبوع : ————— اردو پریس زیر نگرانی اردو مٹائز ممبئی

منیجر سے

ماہنامہ "المیزان"

57/E سالانہ اسٹریٹ جونی مسجد کپاؤنڈ ممبئی



ایڈیٹر سے

دارالعلوم دیوان شاہ اشرف نگر

درگاہ روڈ - بمبئی - بھٹانہ -

منور سے نوٹ : ————— امام احمد رضا نمبر کے مسامین شائع کئے جاسکتے ہیں لیکن تحریری احسانت لینا لازمی ہے

پیمنا پیامات

حضور مفتی اعظم ہند — سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کلاں
شیخ الاسلام سید محمد مدنی میان
چیف سٹر آف راجستھان

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
سجادہ نشین اجیمیر شریف
سید اوصاف علی
مولانا شاہ سید عزیز احمد ابوالعلائی
مولانا محمد صادق
خلیفہ ضیاء الدین
خواجہ سید پیر ضامن نظامی
سید شاہ عون احمد قادری
مولانا سید شاہ انوار الدین حسینی

اداریہ

دود و باتیں
امام احمد رضا ایک نظر میں
سید محمد حیلانی محامد
(ادارہ)

امام احمد رضا کا شجرہ نسب

امام احمد رضا کا شجرہ بیعت

امام احمد رضا کا شجرہ بیعت بشکل درود

امام احمد رضا کی کہانی تصویروں کی زبانی

قرآن فہمی

امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ
امام احمد رضا اور محاسن کنز الایمان
امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں
امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات
کنز الایمان اور معارف القرآن

شیخ الاسلام علامہ سید محمد بنی میاں
ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا بارغ
علامہ اختر رضا خان ازہری
مولانا حکیم الرحمن رضوی (پاکستان)
مجدد اعظم اور محدث اعظم

فقیہیات

امام احمد رضا کی پیاری پیاری باتیں
امام احمد رضا اور سراج الفقہاء
امام احمد رضا اور صدر الافاضل
امام احمد رضا کی فقہیت
امام احمد رضا کا فقہی مقام
امام احمد رضا اور سہولیات شریعیہ
امام احمد رضا فقیہ ہندوستان

امام احمد رضا
ادارہ
مفتی غلام معین الدین نعیمی
مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری
مولانا غلام رسول سعیدی
الحاج محمد علی رضا قادری ایم اے سی ٹی
مولانا عبد القدوس مصباحی

روحانیات

امام احمد رضا اور تعلیمات تصوف
امام احمد رضا اور روحانی قدریں
امام احمد رضا کا حزم و اتقا
امام احمد رضا چشم و چراغ خاندان برکاتیتہ
امام احمد رضا خاندان برکاتیتہ کا روحانی فرزند

جناب اعجاز دینی ایم اے ڈی لب بی لب
مولانا شبینم کمالی مظفر پوری
مولانا عبد الباقی نعمانی بنارس
صاحبزادہ سید ابوالرسول حسین
صاحبزادہ سید محمد امین برکاتی

تجدید و احیاء دین

امام احمد رضا مجدد اعظم
امام احمد رضا ایک مظلوم اسلامی مفکر

مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند
حضرت سید حسن مثنیٰ انور ایم اے

۲۶۰	جناب منظور حسین بہادری بی اے	امام احمد رضا اور احیاء دین
۲۶۲	مولانا عبد الجبار رہبر اعظمی	امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت
۲۷۲	مولانا صوفی سلیم اللہ بنارس	امام احمد رضا اور اصلاح عقائد
۲۷۳	صاحبزادہ سید محمد حسینی اشرفی	امام احمد رضا اور تجدید و احیاء دین
۲۸۰	مولانا عزیز احمد اشرفی بستی	امام احمد رضا حدیث نبوی کی روشنی میں
۲۸۲	محترمہ خدیجہ نشاط اشرفی	امام احمد رضا اور دینی خدمات
۲۸۳	مولانا سید شمس الضعی غازی پوری	امام احمد رضا اور شان تجدید
۲۸۶	مولوی خواجہ محمد اویس	امام احمد رضا مجدد ملت

علوم جدیدہ

۲۹۱	جناب ایم حن امام ملک پوری	امام احمد رضا جدید سائنس کی روشنی میں
۲۹۸	مولانا شبیر حن بستی	امام احمد رضا بحیثیت منطقی و فلسفی

تالیفات

۳۰۵	ادارہ	امام احمد رضا کی تصنیفات
۳۲۵	ڈاکٹر محمد اسد	امام احمد رضا پر کتبیں

سوانحیات

۳۳۱	ڈاکٹر مختار الدین آرزو	امام احمد رضا ایک شخصیات جانی
۳۳۷	مقبول جہانگیر (لندن)	امام احمد رضا علوم و فنون کا ہمالہ
۳۴۱	خواجہ ابراہیم حسین داروقی	امام احمد رضا اور ان کی خصوصیات
۳۵۳	علامہ قتیبہ دانا پوری ایم اے	امام احمد رضا نائب رسول اعظم
۳۵۷	مولانا عبد الکرم نعیمی (بنگلہ دیش)	امام احمد رضا ایشیا کا عظیم محقق
۳۶۵	مولانا محمود احمد رضوی (پاکستان)	امام احمد رضا دین کا امام
۳۶۷	حافظ موسیٰ اسماعیل (برطانیہ)	امام احمد رضا سوانحی خاکہ
۳۶۹	مولانا عبید اللہ خاں رضوی اعظمی	امام احمد رضا اور محبت سادات

سیاسیات

امام احمد رضا کی دینی و سیاسی بصیرت

علامہ سید الزماں حمزوی

امام احمد رضا اور جنگ آزادی

علامہ سید محمد ہاشمی میاں

امام احمد رضا اور قومی و شرعی ایم جتسی

سید ایوب اشرف ایم اے این ایل بی

امام احمد رضا کا آفاقی پیغام

ایڈوکیٹ حیدر پٹھان

تنقیدات

امام احمد رضا کی بارگاہ میں

حکیم خلیل احمد جانی

مولانا ندوی کا دوہرا کردار

مولانا محمد احمد مصباحی

امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

مولانا شکیب ارسلان مصباحی

امام احمد رضا کی طرف منسوب تین اشعار

مولانا مرغوب حسن قادری

امام احمد رضا ایک مظلوم مصلح

شعروادب

امام احمد رضا کی عربی شاعری

ڈاکٹر حامد علی خاں

امام احمد رضا کی اردو اور فارسی شاعری

ڈاکٹر وحید اشرف

امام احمد رضا کی مذہبی شاعری میں صداقت کے عناصر

ڈاکٹر سلام سندیلوی

امام احمد رضا کی مذہبی شاعری

ڈاکٹر امانت

امام احمد رضا اور نعت رسول

جناب عظیم الحق جنیدی

امام احمد رضا بحیثیت شاعر

جناب کالید اس گپتا رضا

دیوان رضا عرفان و وجدان کا قلموس

سید شمیم اشرف بی اے علیگ

امام احمد رضا اور اصناف سخن

ڈاکٹر ملک زادہ منظور

امام احمد رضا و اصف شاہ ہمدی

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر

پروفیسر فاروق احمد صدیقی

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری تحقیق کے آئینے میں

جناب اشفاق احمد رضوی بی اے

امام احمد رضا ایک مکمل شاعر

جناب طارق سیدی بی اے

۵۰۷	مولانا شاہد رضا ایم اے	امام احمد رضا اور اردو ادب
۵۱۱	مولانا سید شمیم گوہر	امام احمد رضا کی نعت گوئی
۵۱۵	مولانا وارث جمال بستی	امام احمد رضا امام شعر و سخن
۵۲۵	مولانا بدر القادری مصباحی	امام احمد رضا کا ذوق سخن

تاثرات

۵۳۹	ڈاکٹر نسیم قریشی	امام احمد رضا قبلہ اہل دل
۵۵۰	مولانا سید عباس رضوی	امام احمد رضا عالم باعلیٰ
۵۵۱	پروفیسر محی الدین الوانی	امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں
۵۵۷	ڈاکٹر محمد اسد اکھیرطوی	امام احمد رضا اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں

ارشادات

۵۶۷	مولانا مصطفیٰ علی خاں مہتاب انجاری	امام احمد رضا مکتوبات کے آئینے میں
۵۷۱	ملاقات بمبئی	امام احمد رضا ایک یادگار انٹرویو
۵۷۷	سید حسن مثنیٰ انور ایم اے	کلام الامام امام الکلام (تلخیص)

تجلیات حرمین

۵۸۹	سید عبدالکریم ہاشمی ایم اے	الامام احمد رضا اور مفتی الملک السید احمد زینی دحلان
۶۰۸	مولانا محمد حسین اختر ندوی	امام احمد رضا اور مفتی مکسید احمد زینی دحلان
۶۲۰		امام احمد رضا علمائے عرب و عجم کی نظر میں

ہمارے معاونین ایک نظر میں

مرتبیت

جنہوں نے امام احمد رضا ممبر کی تدوین و ترتیب میں دن و رات وقف کر دے

منتظمین

جنہوں نے امام احمد رضا ممبر کی طباعت و اشاعت میں رضا کارانہ خدمات پیش کیں۔

کاتبین

جنہوں نے امام احمد رضا ممبر کی میں فن خوشنویسی کا شاندار

مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری

شمس الدین قادری قسم مولانا شمس الحق

مولانا سید شمس الضحیٰ غازی پوری

شمس الحق خان شمس

مولانا محمد ایوب رنوی جد اشاہی بٹوری

علیم الشیر

مولانا عبید اللہ خاں رضوی اعظمی

محمد اسد خاں

مولانا مصطفیٰ علی خان ہتھابا فتھاری

جلال الدین خاں

مولانا شاہد رضا ایم اے

سعید احمد انصاری

منظور حسین بہادری

شبیر احمد خاں

قاری جنید عالم اشرفی

سید مشتاق علی فر

وحید احمد انصاری

مولانا حفظ الرحمن خاں

محمد خلیل اشرفی رامپوری

اخلاق احمد خاں

محمد ہارون انصاری

افتخار احمد اثر

تذکرہ کار:

ہندوستان کے مشہور آدمی

عالمی جناب ظفر محمد خاں بھوپالی



مفتی اعظم ہند
مدظلہ

آستانہ اودہ علی حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں

الجمادہ الثانیہ آستانہ عالیہ رضویہ دارالمرکز بریلی شریف

تاریخ ۷ دسمبر ۱۹۷۵ء مطابق ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

حضرت سید محمد حبیبی سیاح صاحب ایڈیٹر ماہنامہ المیزان بمبئی
اور جناب محمد یونس الفزاری رضوی جنرل سکریٹری آل انڈیائی لیگ
آستانہ عالیہ رضویہ پر تشریف لائے اور المیزان کی خاص اشاعت امام احمد رضا خان
کا ذکر کیا سکریٹریات دلی مسرت ہوئی۔ بصحتم طلب دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بظہیر
بنی اہرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس اہم تاریخی تحقیقی اور علمی کام کو کامیاب
و کامران فرمائے اور ہر مسلمان کو فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان
سے استفادہ کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین۔ فقیر دعا گو ہے کہ المیزان کو مولائے کریم یومافہوم
ترقیوں کی منزل پر گامزن فرمائے۔ میری نیک تمنائیں اور پرخوص دعائیں
ماہنامہ المیزان اور آل انڈیائی لیگ و رفقاء اہلسنت کے لئے ہیں۔

شیر علی رضا خان
۳۰ دسمبر ۱۹۷۵ء



ابوالمسود سید محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی
بجاء نشین کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد

bul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashraf Ashrafi-ul-Jilani

SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD. (U.P.)

Date _____

No. _____

۷۸۶
۹۷

خدمتہ و نفعی علی حبیبہ الکریم

مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت یوں تو محتاج تعارف
ہیں لیکن انکی فکر و نظر کے فیضان سے ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقا اور اسلامی شعور
کی صالحیت پر جو تاریخی اثرات مرتب ہوئے ہیں انکا تعارف ابھی تک نہیں ہو سکا
ہے۔ مجھے بچہ مسرت ہے کہ وقت کی اس اہم ترین دینی و ملی ضرورت
کو پورا کرنے کے لئے ماہنامہ "المیزان" بجہی "امام احمد رضا خاں" شائع
کر رہا ہے۔

ماہنامہ "المیزان" کی یہ عظیم پیشکش اور "آل انڈیا سٹی لیگ" کے زیر اہتمام
منعقد ہونے والی "امام احمد رضا کانفرنس" میں اسکی رسم اجراء ہماری جماعت
میں بیداری کی ایک نئی لہر کا اشاریہ ہے۔ اور قومی سطح پر ہمارے جماعتی وجود
کی اہمیت کے احساس و اعتراف کی بنیاد کو استوار کرنے کی ایک زبردست
علامت ہے۔ ہر بے شمار دعائیں اور نیک خواہشات ان تمام حضرات
کیا تھیں جو اسی تاریخی و تحقیقی کارنامہ میں کسی بھی طرح حصہ لے رہے ہیں۔

سید محمد مختار اشرف سہارنوی
کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد
۳ صفر ۱۳۹۶ھ
۴ فروری ۱۹۷۶ء



SYED MOHAMMED MADNI

ASHRAFI JILANI

Patron:- **AL MEEZAN**

P. O. Kichhochha Sharif

Dist. FAIZABAD U.P

سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی

سریسٹ البیانات
پوسٹ کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد یو. پی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میریں دیرینہ تمنا تھی کہ امام احمد رضا جیسی عمیقی شخصیت پر ایک اہم
دستاویز منظر عام پر آئے جو نئی نسل کو امام احمد رضا کی نہایت شخصیت سے
حقیقی معنوں میں متعارف کرانے کا باعث ہو۔ — ماہنامہ المیزان کا
امام احمد رضا مخبر صرف یہی نہیں کہ میری دیرینہ تمناؤں کا مظہر ہوگا بلکہ ملت اسلامیہ
کا ایک عظیم سرمایہ بھی ہوگا۔ — امام احمد رضا فخری رشاعت برسرِ دلی
مبارک باد۔ — آل انڈیا سنی لیگ کی جانب سے ۲۶/۲۷/۲۸ مارچ ۱۹۶۶ء
جب تک میں منعقد ہونے والی عظیم الشان امام احمد رضا کانفرنس امام احمد رضا
کے تجویزی، تحقیقی، علمی اور دینی کارناموں کی رشاعت کیلئے ایک
اہم مستحسن اقدام ہے۔ میں امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت
کیلئے اپنے سفرِ برطانیہ پر روزنگی کی تاریخ کو ایک ہفتہ کیلئے مٹھا دیا
انشاء المولى تعالى میں زس کانفرنس میں شرکت کی سعادت حاصل کر سکا تھا

درسلام

محمد مدنی

اشرفی جیلانی غفرلہ
یکم مارچ ۱۹۶۶ء

RD NO 1357/60.

GOVERNOR, ORISSA.

اکبر علی خان



گورنر اڑیسہ

RAJ BHAVAN
BHUBANESWAR

14 February 1976

Dear Syed Mohamed Jilani Muhamid Sahib,

I have received your letter intimating to me that you propose to have a Special Number in the name of Janab Hazrat Ahmed Reza Khan Sahib (May his soul rest in peace!), depicting different aspects of his contribution to Islamic literature. I have had the privilege of meeting him in my student days when I was staying at Aligarh from 1917 to 1920. Let me confess - I do not know much about many books that he has written. I would like your Special Number to highlight the essential ^{of his work} ~~prices~~ which would unite not only all sections of the Muslim community, but also all sections of Indian society and even the whole world. The great saying of our Holy Prophet that "The whole human race, ~~which~~ is a family, irrespective of different caste, creed, religion and country ~~and it~~ should be fully respected in thought and in deed. Any community will be judged not by theological processes but by the conduct of the people professing that religion in relation to their services to humanity. I join with you in paying my respects to the great personality ^{of Janab A. Reza Sahib} who has also been in the fore-front of Independence struggle, ^{as} ~~as~~ indicated in your letter. I would end this letter with a couplet of ^{Hafiz} Maulana Rumi -

وحي آدم شومسي از خدا = بندہ دارا مار کردی خدا
تو برائے وصل کردن آدمی = نے برائے فصل کردن آدمی

With best wishes, and my profound respects for the great soul
Yours Sincerely,

Akbar Ali Khan
(Akbar Ali Khan)

Janab Syed Mohamed Jilani Muhamid,
Editor, The Almeezan Monthly,
57-E, Sankli Street, Juni Masjid Compound,
BOMBAY-400 008 (Maharashtra)

Press Secretary
to the Chief Minister

وزیر اعلیٰ راجستھان

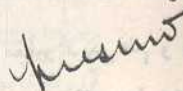
February 19, 1976

Dear Shri Muhamid,

Thank you for your circular letter of February 12, 1976, addressed to the Hon. Chief Minister, Shri Harideo Joshi.

The Hon. Chief Minister sends his good wishes to "Almeezan" on the occasion of publication of a souvenir in the memory of Imam Ahmedreza Khan Saheb.

Yours sincerely,



(L. M. Eshwar)

Syed Mohamed Jilani Muhamid,
Editor,
ALMEEZAN,
57-E, Sankli Street,
Juni Masjid Compound,
BOMBAY.

امام احمد رضا کے متعلق

مودودی صاحب کی رائے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوالاعلیٰ مودودی

اسے ذیلدار پارتی - اجہرہ
لاہور - ۱۲۰ (پاکستان)

نمبر ۵۲۵۰۴

حوالہ ۳۸۲

مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

محترمی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ ملا - مجھے ٹھیک یاد نہیں کہ آپ کا پہلا عنایت نامہ آیا
اور میں نے کیا جواب دیا - پھر کب مجھے مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم کی
ہائے میں کچھ لکھنے سے گریز نہیں ہے ، بلکہ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے ملائت کے باعث
میرا لکھنے پڑھنے کا کام بالکل محدود ہو کر رہ گیا ہے -
میری شاہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت
حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کے قابل احترام مقتدا تھے - اگرچہ ان کے بعض
نقائص و آراء سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں ان کی دینی خدمت کا معترف بھی ہوں -
آپ نے مسلمانوں کی تمام جماعتوں کے مابین اتحاد کی جہر فضا کا ذکر کیا ہے ،
میں اس کا دل سے خواہاں ہوں - میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے صلہ مکاتب فکر
اگر ایک دوسرے کی تکبر و تعصب سے اجتناب کریں ، باہمی اختلافات کا اظہار ضروری
تو اس میں دل آزاری سے پہلو بچائیں اور ہر دماغی مسئلے کو فکر و اسلام کا مسئلہ
تو اختلافات کے موتے ہوئے بھی اشاء اللہ ہم مل جل کر دیں و ملت کی خدمت انجام دے

خاکسار

محمد رفیع

ترجمان اہلسنت کراچی - مئی جون ۱۹۶۵ء (۱۳)

۱۴ دسمبر ۱۹۷۵ء

محمد صادق قسوری
حسین خان والا شہار براہ قسور
ضلع لاہور (پاکستان)

برادر عزیز ڈاکٹر محمد اسد پٹی بھٹی کے خط سے یہ معلوم کر کے اذہن نشی ہوئی ہے کہ آپ کا اہنامہ
”المیزان“ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی یاد میں ”امام احمد رضا خاں“
کے نام سے ایک خاص اشاعت پیش کر رہا ہے۔ اس اہم اور نیک فرض کی ادائیگی کے لئے
مبارکباد قبول فرمائیے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ اپنے وقت کے ولی کامل
فقیر اعظم اور بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ فرقہ رائے باطلہ کی سرکوبی کے لئے
آپ کے کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ اور باعث فخر ہیں۔ میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم امر ملت
پرسیدہ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر مولانا احمد رضا خان نہ ہوتے
تو یونہی سارے ہندوستان کو دہائی بنا دیتے“

الحمد للہ! آج برصغیر میں اگر سنی پائے جاتے ہیں تو صرف آپ کے طفیل ہی۔ ع

احمد رضا کے فیض کا درس کھلا ہوا

ہے سنی فقیروں کا جھنڈا گرٹا ہوا

محمد صادق قسوری

۱۴ دسمبر ۱۹۷۵ء

شیخ المشائخ حضرت یوان سید شاہ زین العابدین علی خان
سجادہ نشین درگاہ ولی الہند خواجہ غریب نواز، اجیر شریف

ہوالمصین

ہاں گروہ کہ از ساغودفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجاہ مستند

مکرمی جناب سید محمد جیلانی صاحب، ایڈیٹر انعام المیزان ممبئی

آپ کا مکتوب ۱۹ فروری فقیر کو ۲۸ فروری کو موصول ہوا۔ یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ
آپ اپنے موفراہنامہ کا امام احمد رضا بنیر عنقریب شائع کر رہے ہیں۔ شائع ہوجانے پر مذکورہ
اشاعت کی ایک نقل بذریعہ وی پی پی ضرور بھیج دیجئے۔

بیشک حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات
کا شمار چودھویں صدی ہجری کے عالم اسلام کے اکابر علماء و مبلغین میں ہوتا ہے۔ اپنے نامور سلاف
کی تبلیغی مساعی کا اعتراف و اعادہ بار بار کرنا اخلاف کا مذہبی فریضہ ہے۔

فقیر دست بدعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہندوستان کے ہادی اعظم جد بزرگوار
حضرت خواجہ عین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیزہ کے صدقہ میں آپ کی مساعی جمیدہ کو
شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو
مفتی زین العابدین عفی عنہ

۲۰ مارچ ۱۹۷۶ء

عالی جناب خلیفہ ضیاء الدین صاحب
ریٹائرڈ پرنسپل انجمن اسلام ہائی اسکول، ممبئی

عالی جناب سید محمد جیلانی صاحب
اڈیٹر ماہنامہ المیزان، ممبئی

سلام مسنون

آل انڈیا سنی لیگ کے ایک دفتر سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ آل انڈیا سنی لیگ کے زیر اہتمام
امام احمد رضا کا نفرنس ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ مارچ ۱۹۷۶ء کو ممبئی میں منعقد ہوگی جس میں المیزان کے امام احمد رضا
ممبر کی رسم اجرا بھی انجام پائے گی۔ مجھے بھی امام مرحوم سے ایک خاص تعلق ہے کیونکہ ان کے شاگرد رشید اور فرید
و خلیفہ مولانا دیدار علی کی شاگردی کی سعادت حاصل ہے۔

مذکورہ بالا دفتر سے جو باتیں مجھے معلوم ہوئیں تقریباً پچاس سال کے عرصے میں کسی اور سے نہیں سنیں۔ امام صاحب
موصوف جن انداز سے پیش کئے جاتے رہے ہیں اس سے ان کی شکل ہمارے سامنے دھندلی ہو کر آئی ہے۔ اس سے
بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ نزاعی مسائل نے ان کے تبحر علمی کو بالکل دبا رکھا ہے۔ مجھے مسرت ہوئی کہ انفرنس
میں ان کے علمی تحقیقی اور تجدیدی کارناموں کو نئے انداز سے واقف کرانے کی جانب قدم اٹھایا جا رہا ہے
خدا اس خدمت کو قبول کرے۔

مجھے امید ہے کہ المیزان کا امام احمد رضا نے علمی و تحقیقی دنیا میں نئی راہیں پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔
میری نیک تمنائیں اور پرخلاص دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ والسلام

دعا گو
ضیاء الدین

عالی جناب سید اوصاف علی
ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی رحلت کو کم و بیش نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوا۔ انہوں نے
اس قلیل مدت میں ہم نے ایسے باکمال عالم ادب نے مثل شخصیت کو بھلا دیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ غالباً
ان کی راسخ الاعتقاد ہے جس کے آگے کسی مخالف کے اوکار کا چراغ نہ جل سکا۔
بہر حال ان کے علم و فضل کے معترف ان کے موافقین اور مخالفین سبھی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد
بعض لوگوں کے نزدیک پانچ سو اور بعض کے ایک ہزار تک ہے۔ جن علوم میں انہوں نے دسترس حاصل کی ان
کی تعداد پچاس بتائی جاتی ہے۔ نزہۃ النحواط میں بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ مولانا احمد
رضا کو فقہ حنفی کی باریکیوں کا ایسا علم تھا کہ اس کی نظیر ان کے زمانے میں نہیں ملتی۔ اس کی شہادت ان کے
فتوؤں کا مجموعہ ہے اور ان کی کتاب کفیل الفقیہ الفاضل فی احکام قرطاس المداہم ہے جو
انہوں نے کمزیر ۱۳۲۳ھ میں لکھی تھی۔ ریاضیات، ہیئت و نجوم سے وہ اچھی طرح شناسا تھے اور ریل
وجہ سے بھی واقف تھے۔

مولانا احمد رضا نے لمبی عمر نہ پائی۔ وہ ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس
۶۵ برس کے عرصے میں انہوں نے علم کی ایسی خدمت انجام دی جسے بھلایا نہیں جاسکتا۔
مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہے کہ سید محمد جیلانی حامد صاحب نے المیزان کا ایک خصوصی شمارہ مولانا
احمد رضا خان پر نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امید ہے یہ شمارہ براعظم ارض میں بلند پایہ اور بطور یادگار نکلے گا۔
نہایت اہم ہوگا۔

سید اوصاف علی
ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

قدوة المشائخ حضرت خواجہ سید پیر ضامن نظامی سید بخاری

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "المیزان" بمبئی

سلام منون دے غیر

دعا گو کہ یہ جان کر خوش ہوئی کہ ماہنامہ المیزان بمبئی نے امام احمد رضا نمبر کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ایک نیک قدم ہے۔ اور آج کل کے دور کے لئے اس قدر ضروری ہے کہ ملک کی عظیم ہستیوں کی زندگی کے روشن پہلو عوام و خواص کے سامنے اجاگر کئے جائیں تاکہ ہر کس و ناکس انکی مثالی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کی برگزیدہ شخصیت تھے۔ انکی ذات مجمع الصفات تھی مختلف علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک شاعر بے بدل بلند پایہ ادیب۔ مفسر قرآن اور محدث اعظم تھے۔ وہ جنگ آزادی کے مجاہد بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے انھوں نے بے شمار خلق اللہ کو نیکی کے راستہ کی طرف گامزن کیا۔ ان کی عالمانہ شخصیت اور بے مثال خدمات کا اعتراف ہندوستان کی اعلیٰ شخصیتوں نے کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نمبر کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کی مدد کرے۔ مجھے امید ہے کہ ادارہ المیزان کی یہ کوشش حضرت احمد رضا خاں صاحب کی زندگی اور ان کے کارنامے اور ملک و قوم کے لئے ان کی لافانی خدمات کی مکمل تصویر عوام کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوگا۔

دعا گو

پیر ضامن نظامی سید بخاری

سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین اولیا درگاہی مرکز

نئی دہلی

عون احمد قادری
خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف
پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”داستانِ فصلِ گلِ خوش می سراید عند لیب“

فاضلے بریلے، محققِ دوراں مولانا احمد رضا خاں علیہ رحمۃ کی یاد و تذکار میں رسالہ المیزان مجیبیہ
”امام احمد رضا نمبر“ شائع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بندہ عاجز سے کچھ عرض کرنے اور پیام بھیجنے کی خواہش
ظاہر کی گئی ہے۔

بمصادقہ ”نامِ نیکِ رنگاں مناعِ سخن“ عرض ہے۔

انہی شخصیتوں کے کارنامے، ان کے محاسن و کمالات سے اس دور کے لوگوں کو روشناس
کرتا بہت مفید اور اہم کام ہے۔ بلاشبہ وہ ایک محققِ فاضل اور شاعرِ ادیب تھے
بہت سے علمی مسائل کی تحقیق فاضلانہ انداز میں کی ہے اور شعر و ادب کے میدان
میں صفِ اول میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں۔ اور نعت گوئی میں ان کا مخصوص رنگ
ہے جس سے ذاتِ اقدسِ نبوی سے ان کی عقیدت اور محبت و شغف ملتا ہے۔
ادارۃ المیزان کے مساعی مشکور ہوں۔ اس میں صاحبِ تذکرہ کی حیات کے
انسانی پہلوؤں کو اجاگر کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔

ماہ ربیع الاول شریف کا آمد آمد ہے، اس مناسبت سے آخر میں حضرت موصوف
کا ایک مطلع عرض ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن لے ہمار بھرتے ہیں

عبدعاجز عون احمد قادری غفرلہ

پھلواری شریف

(پٹنہ)

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ سید عزیز احمد صاحب قبلہ سجادہ نشین خالقہ حلیمیہ ابوالعلائیہ الہ آباد

یکم ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
3.3.76

مکرمی اور محترمی جناب سکرٹری صاحب زادہ لطفہ

امام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم روحانی شخصیت کے سلسلے میں ماہنامہ "المیزان" نے جس گراں قدر جدوجہد اور خلوص محبت کا ثبوت پیش کیا ہے اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ آج امام احمد رضا نمبر کی ہر طرف دھوم مچ کر رہ گئی ہے۔

المیزان کے ذریعہ آپ حضرات کے پود گرام کی برابر خبر ملتی رہی ہو۔ میں رضا کانفرنس میں شریک ہونے پر فخر محسوس کر دوں گا۔ اگرچہ ماہ ربیع الاول کے موقع پر بے پناہ مصروفیات کا سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ مگر آپ کے پر خلوص دعوت نامہ کو نظر انداز نہ کیا جاسکا لہذا میں ۲۶ مارچ کو بمبئی میں سے حاضر ہو رہا ہوں۔ فقط

نیازمند

حکیم سید عزیز احمد ابوالعلائی

۱۲ چک نیا جگرہ
الہ آباد

صاحبزادہ حضرت سید شاہ انوار اللہ حسینی

افتخاری چشتی القادری - حیدرآباد

یکم مارچ ۱۹۷۶ء

گرامی مرتبت مخدوم زادہ مولانا سید محمد جمیلانی عماد شرفی الجیلانی مدظلہ ایدہ بطنامہ المیزان ممبئی
وعلیکم السلام والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ نظر ناز ہوا۔ المیزان کے امام احمد رضا مبرک انشاعت کی اطلاع سے بیدار ہوئی۔ امام احمد رضا مبرک کے لئے پیغام ارسال کرنے کی آنحضرت نے ہدایت فرمائی ہے۔ خود نوازی پر مشحور ہوں۔

مجددائے حاضرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات کا چند جملوں میں احاطہ کرنا قطعی ناممکن ہے۔ مجدد دین و ملت امام احمد رضا کی جامع الصفات شخصیت سطحی نظر سے مطالعہ کی حامل نہیں۔ مجدد دین و ملت کا احاطہ کر کے قلم اٹھانے کی جرات دہی شخص کر سکے گا جو قد آور نگاہ کا مالک ہو کر ان پچاس سے زیادہ علوم و فنون کا ماہر جو جن علوم و فنون پر مجدد دین و ملت نے اپنی پوری زندگی کی ذہنی ریاضت صرف کی ہے۔

مجدد دین و ملت کے تعلق سے حضرت والد صاحب قبلہ خطیب الملت مولانا الحاج سید شاہ نور اللہ حسینی افتخاری چشتی القادری قدس سرہ و حضرت مخدوم الملت محمد شافعہ اعظم مہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان فیض نرجان سے جو کچھ سناس کی ہو شرابالذلت سے آج تک سرشار ہوں۔

مجدد دین و ملت امام احمد رضا کی تاریخ ساز شخصیت کے ہر پہلو سے واقفیت کے لئے ابھی تک کوئی اطر پھر سامنے نہیں آسکا۔ المیزان کا امام احمد رضا مبرک عقل و نظر کے اس درخشاں دور میں نئے دور کی پُر آشوب دہی کشمکش میں مبتلا نوجوان کو مجدد دین و ملت کی عہد آفرین شخصیت کی رہنمائی میں منزل آشنا کر سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آل انڈیا سنی لیگ امام احمد رضا کانفرنس کے ذریعہ اور ماہنامہ المیزان امام احمد رضا مبرک کے ذریعہ مجدد دین و ملت کی اجتہادی فراست سے نئی نسل کو آگاہ کرنے کی تیاریوں اور تفصیلات سے عزیز القدر برادر طریقت محمد علیم الدین عارف افتخاری بی ایس سی دہقانہ نے اپنے حالیہ سفر ممبئی سے واپسی پر مجھے واقف کر دیا۔ تفصیلات سن کر بیدار ہوئی۔ اس عظیم خدمت کے انجام دینے والے تمام محبین اہلسنت کو اللہ عزوجل اپنے اکرام خصوصی سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی میاں مدظلہ صدر آل انڈیا سنی لیگ و عالجیناب مجاہد سنی محمد حسین انصاری صاحب کی خدمت میں میری جانب سے اور حاضر الوقت برادر طریقت حضرت خواجہ قادیان کوڈر شاہی و برادر طریقت حضرت خواجہ ڈاکر کوڈر شاہی و مولانا الحاج غلام محمد صاحب اطر شرفی جنرل سکرٹری آل انڈیا سنی لیگ آنڈھرا پردیش کی جانب سے سلام مسنون عرض فرمائیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آل انڈیا سنی لیگ کے زیر اہتمام ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۷۶ء کو ممبئی میں منعقد ہونیوالی امام احمد رضا کانفرنس میں میرے علاوہ برادران طریقت دآل انڈیا سنی لیگ آنڈھرا پردیش کے عہدیداران دارکان و کارکنان کا ایک بڑا قافلہ شرکت کی سعادت حاصل کرے گا۔ والسلام
خبر انڈیش: سید شاہ انوار اللہ حسینی افتخاری بجاؤشین، طریقت منزل، جلیہ پوڑہ آباد ۵۰۰۰۲۔ (آنڈھرا پردیش)

ملک قوم کی آزادی کیلئے جدوجہد کرنے والے
عظیم المرتبت مجاہد آزادی

امام احمد رضا

یاد منانے والوں کے لئے

نیک تمنائیں

لاکھم سی گرین مرچنٹ

باریا بلڈنگ، سیفی جوبلی اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

آل انڈیا سنی لیگ اور ادارہ ماہنامہ المیزان کیلئے

نیک تمنائیں

پیش کرتے ہیں

سراجینک گرین اسٹور

سیفی جوبلی اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

مدنی پبلی کیشنز کی دو فخریہ پیش کش

(۱) خطبات برطانیہ

از شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ

سرپوسٹ المیزان

(۲)

مناظرہ بھونڈی

از سید محمد جیلانی محامد ایڈیٹر المیزان

بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے

منیجر مدنی پبلیکیشنز ۷/۴ سائیکل اسٹریٹ جونی مچاکیاؤڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

پیکر عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد رضا

کی خدمت میں

لاکھوں سلام

تاج کو لٹنک ہاؤس

کھاراٹنک روڈ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

ملت اسلامیہ ہند کے محسن اعظم محافظ دین و ملت مجدد مائتہ حاضر

امام احمد رضا

کے بارگاہ بیگم پناہ میں گلمسائے عقیدت پیش کرتے ہیں

این حسن ٹیلر

لیڈیز اینڈ جینٹس ایکسپورٹ کوالٹی گارمنٹس اسپیشلسٹ

۱۷۹ - مولانا آزاد روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

امام احمد رضا کالفرنس کے انعقاد اور
امام احمد رضا نمبر کی اشاعت کے لئے

عالمی جناب محمد حسین انصاری رضوی جرنل سکریٹری آل انڈیا سنی لیگ
عالمی جناب عبدالرزاق منشی اختر اشرفی سکریٹری آل انڈیا سنی لیگ

کے خدمت میں

برہیہ خلوص

ایک نیازمند

دو دو باتیں

ایڈیٹر:

سید محمد حبیلانی بن سید محمد اشرف

• آج دنیا کو احمد رضا چاہیے۔ تہمتوں کے انبار
• بیگانوں کا ظلم۔ الزامات کے ثبوت
• نرم رویے کے واضح ہدایت۔ تکفیر مسلمانین میں
• بیباکے؟ • امام احمد رضا کے احتیاط۔ اتمام
• حجت کے منزلے۔ امام احمد رضا دیار
• قدس میں۔ رضا مخالف مشن۔ امام
• احمد رضا پر تیسرا الزام۔ غیر خدا کیلئے سجدہ
• رواجانتے تھے؟ • اپنوں کا ظلم۔ یہ بھی ظلم
• ہے۔ • اپنوں کا ظلم پر ظلم۔ بے دخل
• کرنے کا منصوبہ۔ امام احمد رضا پر
• کام کے طریقہ۔ خیال آیا تو کیوں آیا
• بات پر بات نکلے آتے ہیں۔ باتیں ایک
• سال کے۔ شیخ الاسلام کے غیر معمولی حسبی
• شکریہ کیوں ادا کروں۔ خانوادہ کبر کا تہا
• کا تعاد۔ جب ہم بریلے پہنچے۔ بکھرے
• ذروں کو اجتماعیت۔ ندامت کے آنسو
• آخری بات۔

آج دنیا کو احمد رضا چاہیے

امام احمد رضا کا مخفّر ترین تعارف یہ ہے کہ افغان نسل کے ایک خوشحال

متمول گھرانے میں بریلی کی سرزمین پر ۱۲ جون ۱۸۵۶ء کو ولادت ہوئی، اپنے والد سے تعلیم پائی، صلاحیتوں نے چودہ سال کی عمر میں (۱۸۶۹ء) میں مسند افتاء کا ذمہ دار بنادیا۔ ۱۸۷۷ء میں خانوادہ کے ارادت کیشوں میں شامل ہوئے، ۱۸۷۷ء میں حج کی سعادت حاصل کی، جہاں علماء حرمین و طیبہ سند و اجازت سے نوازا، دوسری بار ۱۸۷۹ء میں حج و زیارت کو گئے، مکہ معظمہ میں ۸ گھنٹے کے الدولۃ المکیہ تصنیف فرمائی۔ جسے دیکھ کر علماء حرمین نے اپنا امام تسلیم کیا۔ اسی سفر میں ہند کے علماء سور کی وریدہ و مہنیوں پر علماء عرب سے آخری فیصلہ حاصل کیا۔ جسے "حمام الحرمین" کے نام سے جاننا۔ ۱۸۷۷ء میں قرآن عظیم کا شاندار ترجمہ (کنز الایمان) کیا۔ ۱۸۷۲ء میں وصال ہوا۔ ۱۸۷۷ء سے ۱۸۷۹ء کی ۶۵ سالہ حیات میں امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل فرمائیں، عشق و ایمان سے بھرپور ترجمہ قرآن دیا۔ ۱۲ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزائن "فتاویٰ کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۶ سالہ زندگی کے حساب سے

۹۹
دراپ

تو برہ گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب بھی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تنہا انجام دیکر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے لیکن انہیں کہ اس جاندار حقیقت کی معرفت دلے اب تک اپنا حق ادا نہ کر سکے، آج ہم سن عیسوی چھترہویں سال میں داخل ہو چکے ہیں اور امام احمد رضا کو پروردہ فرمائے، ۵۵ برس گزر گئے، ہمارا فرض تھا کہ ہم اپنے محبوب قائد کے علمی کا زاموں سے اسلامیان ہند اور عالم اسلام کو متعارف کراتے، تحقیقات و تصنیفات کے جوہر پارے بکھر دیتے۔ انہیں کہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں ہم ۵۵ برس کے بعد ۵۵ کتابیں بھی نہ پیش کر سکے۔ اب تک جو کچھ لکھا وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں، اگرچہ بعض حضرات نے جردی کوششیں کیں، لیکن وہ تحقیقی و سوانحی معیار کی مطابقت نہیں زندہ تواریخ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی خدمات اور قربانیوں کو جاگر کرے، اور ان کی شہرت کو چار چاند لگائے مگر اجاگر کرنا تو بڑی بات امام احمد رضا کو اب تک صحیح انداز میں پیش بھی نہ کر سکے۔ ابن عبکد الوہاب سے لیکر ابوالاعلیٰ مودودی تک جتنے قابل ذکر مخالفین ہیں سب کی سوانحیات پر بے شمار کتابیں ان کے اپنوں نے لکھیں اور احسان مندی کا ثبوت دیا۔ یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کیا جاسکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔ امام احمد رضا کے گیت ہمارے ہر

اسٹیج پر گائے جلتے ہیں لیکن یہ دھولی کرنا مشکل ہوگا کہ امام تمام یونیورسٹیوں، کالجوں، دانش گاہوں اور لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کی سچی، صحیح، مستند، مدلل و مکمل اور جدید سوانح نگاری کے تقاضوں پر سوانح حیات لکھی جائے، آپ کے علمی کارناموں پر تحقیقات کی جائے، غرض کہ آپ کو انہوں سے نکل کر بیگانوں تک پہنچایا جائے، آل انڈیا سنی لیگ کی مرکزی مجلسِ رضا نے انہیں خطوط پر کام کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

تہمتوں کے انبار

ایک طرف ہماری سردمہری کا یہ عالم کہ ان پر کتابیں لکھنا تو ایک طرف خود ان کی بہت سی کتابیں اب تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکیں جبکہ دوسری جانب مسلسل تقریر و تحریر کے ذریعہ امام احمد رضا کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا رہا ہے، ان کی گزرا نمایہ خدمات کا اعتراف تو بڑی بات ان پر تہمتوں کے انبار ہیں۔ یہ سلسلہ برس دس برس سے نہیں نصف صدی سے جاری ہے، غیر شعوری نہیں منظم طریقہ پر، ہند ہی میں نہیں ایشیا و یورپ کے تمام ممالک میں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے بھیجتا ہے، غام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کفرِ مسلمین

مسلمانوں کو کافر گرداننے والے، بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی، آج ایشیا میں جتنے بھی تحقیقاتی ادارے ہیں، وہاں امام احمد رضا پر کام تو درکنار نام بھی نہیں ملے گا، سوانح نگاری اور تاریخ نگاری تعصب و تنگ نظری کی بھٹی پر چڑھا دی گئی ہے، امام احمد رضا سے اختلاف کے جذبے نے ان کے سارے کارناموں پر پانی پھیر دیا۔ امام احمد رضا اس ہیرے کے مانند ہیں جو اپنی تانک شعا عوں سے عالم کو منور کرنا چاہ رہا ہو لیکن اس پر غلط فہمیوں، الزام تراشیوں کی خاک ڈال کر چھپانے کی کوشش کی جاتی رہی ہو۔ وقت کا یہ کتنا عظیم المیہ ہے کہ ایک فریق کے چہروں پر تاریخ و تذکرہ کی بھرپور روشنی پھانسی کی جائے اور دوسرے فریق کا ذکر ضمناً بھی نہ آنے دیا جائے؟ کاش! ہمارے مصنفین اور اصحاب دانش فراہمی و اعلیٰ ظرفی سے کام لیتے ہوئے امام احمد رضا کے موقف کا تجزیہ کرتے اور اساطینِ دیوبند سے اختلاف کی بے لاگ پھان بین کرتے تو آج بہت سی تلخوئوں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ ضرورت ہے اختلاف کی اہمیت کو ٹھیک انداز سے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی جائے تاکہ موجودہ نئی نسل بلا جھجک امام احمد رضا کے قریب آئے۔

بیگانوں کا ظلم

۵۵ سال کا عرصہ کچھ کم نہیں ہے، افراد ہوں کو پھیلانے میں، بدگمانیوں کی اشاعت میں، اہتمام افزار کو وسیع کرنے میں دوچار سال بھی بہت ہوتے ہیں اور جبکہ مخالفت کا محور صرف ایک ذات ہو، اس وقت اور آسانی ہو جاتی ہے، ایک طرف مخالفت کا پچپن سالہ تسلسل دوسری جانب تھا امام احمد رضا وہ کون سے حربے ہیں جنہیں امام احمد رضا کو مجروح کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا گیا، اس وقت میرا خطاب ان سے نہیں ہے جو پہلے ہی سے امام احمد رضا کی بارگاہ میں نذر عقیدت پیش کرنا باعث سعادت سمجھتے ہیں ان سے ہے جو غلط فہمیوں کے شکار بنائے گئے ہیں اور جنہیں مولیٰ عزوجل نے کسی بھی تک شعور و آگاہی عطا فرمائی ہے، ان حضرات سے مجھے امید ہے کہ امام احمد رضا کی شخصیت کے صحیح خدوخال دیکھنے کی کوشش کریں گے، امام احمد رضا کے متعلق زمانہ دراز سے عوام و خواجہ میں جو بدگمانیاں پھیلانی جاتی رہی ہیں ان کا ایک سرسری جائزہ بھی لیتے چلیں۔

۱۔ وہ بہت سخت مزاج اور شدت پسند تھے،

۲۔ مسلمانوں کو کافر کہنے میں بے حد بے باک تھے۔

۳۔ رسول اللہ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر جانتے تھے،

۴۔ غیر خدا کے سجدہ کو حلال جانتے تھے۔

محاسبہ آخرت سے بے نیاز ہو کر بے بنیاد الزامات کسی پر بھی لگائے جاسکتے ہیں۔ چودہ سو سال کی تاریخ کے اور قیام شاہد ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا محقق درمنا نہیں ہے، جسے الزامات کی وادیوں سے نہیں گذرنا پڑا۔ لیکن عدل پسندوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ الزامات کو ثبوت کی روشنی میں نہ جانتے۔ ثابت ہونے پر ملزم کو مجرم سمجھا عدم ثبوت پر مظلوم گردانا، امام احمد رضا کو مجرم ثابت کرنے یا مظلوم ثابت کرنے کیلئے اس وقت کون سے ذرائع ہیں؟ بالکل سامنے کی بات ہے کہ ان کی خود کی تصنیفات و تالیفات ہی مخالف دموافق کے لئے ذریعہ بن سکتی ہیں۔ لہذا ہمارے مخالفین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ امام احمد رضا کی کتب سے اپنے الزامات کا ثبوت پیش کریں۔

الزامات کے ثبوت

(۱) امام احمد رضا بہت سخت مزاج تھے، شدت پسندی ان میں زیادہ تھی، یہ الزام اس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ امام احمد رضا ایک جذباتی اور ہیجانی کیفیت کا نام ہے۔ یہ شریعتی ہے جب ہم دیکھتے

ہیں کہ یہ بدگمانی مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد محترم عبدالحی لکھنؤی کو بھی تھی، اپنی کتاب نزہۃ النواظر میں امام احمد رضا کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ

”دشمنی و خصومت میں بہت ہی سحت تھے، اپنی ذات اور

اپنے علم پر گھمنڈ کرتے تھے، ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے پڑ

جاتے تھے“

(نزہۃ النواظر کا مدلل اور مکمل جواب بڑے ستھرے اور معقول انداز میں عالیجناب محترم حکیم خلیل صاحب لکچر رطبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے تحریر فرمایا ہے جس کی پہلی قسط امام احمد رضا ممبر میں شریک اشاعت ہے)

مولانا لکھنؤی کی اس بیزاری کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں جب امدۃ العلماء کی تاسیس کے لئے علماء کا اجتماع ہوا تو امام احمد رضا نے بھی شرکت فرمائی تھی، بعد میں جب امام کے حکم و سازش نے انگریز سامراجیت کو بھانپ لیا جو علماء ہی کے ہاتھوں رسول دشمنی کا بیج بونا چاہتی تھی تو فروری اس سے علاحدہ ہونے کا اعلان فرمایا اور اس سلسلے میں اپنے موقف کے اظہار کے لئے ضروری واہم رسائل تصنیف فرمائے جس نے بہت سارے علماء کی آنکھوں سے فریب کا پردہ اٹھایا۔ امام احمد رضا کے اس موصافہ اختلاف

کو دشمنی و خصومت، غرور، اور سحت گیری سے تعبیر کیا جانے لگا، غور کرنے کی بات ہے کہ اگر امام احمد رضا سخت غیر جمہوری و گھبرائی ہوئے تو تاسیس نذہ کی ٹینگ میں شرکت ہی نہ کرتے، امام احمد رضا کی شرکت ان کے خلاف اقدار کا بین ثبوت ہے، اور سازشوں کی اطلاع کے بعد مذکورہ کی کھلی مخالفت جرات موصافہ کی واضح دلیل ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ فی نفسہ مزاج میں شدت کیا مذموم ہے؟ بتایا جائے کہ اشیاء علی الکفار کس کے لئے ارشاد ہے؟ البغض للہم کا مخاطب کون ہے؟

بیشک امام احمد رضا کے مزاج میں شدت و جدت تھی ایک سوال کے جواب میں امام نے فرمایا کہ

حدیث میں ہے کہ میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی،

قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔ (المفوظ ۲)

نرم روی کی واضح ہدایت!

امام احمد رضا شدید تھے ان لوگوں کے لئے جو قوم و ملت کو ٹٹانے کا سازشی ذہن رکھتے تھے، دہ

نرم مزاجی اور سنجیدہ ذہنی کا یہ عالم تھا کہ اپنے تو اپنے صلح کی اور مذہب قسم کے لوگوں کے ساتھ بھی نرم رویہ

اختیار کرنے کی ہدایت فرماتے تھے،

دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل

ہو سکتے۔ جن لوگوں کے عقاید مذہب ہوں ان سے

نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ (المفوظ ط)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آگے بڑھکر امام احمد رضا کے موقف پر مزید روشنی ڈالیں۔ انہوں نے نہ صرف مذہب و متنازل عقائد والوں ہی کے تعلق سے میانہ روی کی ہدایت فرمائی بلکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی ابتداء برتی، انہام تقہیم کے ذریعہ اصلاح کی کوشش فرمائی، غلط روی سے انہیں آگاہ کیا، لیکن جب کے اکابرین نے ایک نہ سنی تو ان پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے شدت اختیار فرمائی، ایسی شدت کہ حکم قرآن عظیم نے دیا، اب خود امام احمد رضا کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں۔ ان سے بھی ابتدا، بہت نرمی کی

گئی مگر چونکہ ان کے دلوں میں وہابیت راسخ ہو گئی تھی اور مصداق

شمر لایعصون حق نہ مانا اس پر سختی کی گئی کہ اللہ عزوجل فرماتا

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔

اے نبی جہاد کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کر و اور مسلمانوں کو

ارشاد فرماتا ہے وَتَسْجُدْ وَتَسْكَنُ غُلْظَةً لَّازِمَةً کہ وہ (کفار و منافقین)

تم میں دشتی (سختی) پائیں۔ (المفوظ ط)

دیانتداری سے یہیں تسلیم کر لینا چاہئے کہ بے گانوں کے ساتھ نرم مزاجی کی واضح ہدایت فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے سختی امام احمد رضا کی پیداوار نہیں ہے بلکہ قرآنی مزانج ہے، اب جس کے سینے میں قرآن کی عظمت بسی ہو گئی اسی کے ذہن و دماغ اور فکر و شعور میں اسلام دشمنوں کے بارے میں تصلب فی الدین ہوگا۔ لہذا مولوی عبدالحی لکھنوی اور ان کے سہواریوں کو امام احمد رضا پر الزام لگانے سے پہلے قرآن عظیم کے حکم پر غور کرنا چاہئے تھا جس کا اعلام یہ ہے کہ دشمنوں اور منافقوں پر شدت برتی جائے، کیا امام احمد رضا کو قرآنی حکم کی بجا آوری پر مطعون کرنا ظلم نہیں ہے؟ غالباً امام احمد رضا نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا گوش بدمرے نہ مرا ہوش ز بے

انہ لوگوں کی تحسین کا لطف لیتا ہوں، نہ ان کی طعن و تشنیع سے جل اٹھتا ہوں

میکر کان مدحت سرائی کے منتظر نہیں رہتے، اور نہ ہی مجھے
زمت سننے کا ہوش ہے)

تکفیر مسلمین میں بیباکی ؟

(۲) اہل احمد رضا بریہ الزام کہ وہ تکفیر مسلمین میں بے باک تھے ایسے اسے بھی حقائق کی کسوٹی پر
پرکھیں، کیا واقعی امام احمد رضا بغیر سوچے سمجھے کسی کو بھی کافر کہہ دیا کرتے تھے؟ کیا امام احمد رضا
کے سامنے شریعت کا یہ اصول نہ تھا کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے، آخر امام احمد رضا کو کیا
ہو گیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے لوگوں کو کافر و مرتد گردانا کرتے تھے، ہم جب اس الزام کو ان کے اقوال و ارشادات
کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ایک فیصلہ بھی سچائی نظر نہیں آتی۔ سچائی ہے تو یہ کہ امام احمد رضا موجودہ صدی
کے ایک انتہائی محتاط اور بااخلاص وجود کا نام ہے۔ بشری فیصلے صادر کرنے میں امام احمد رضا جیسا محتاط
فی الشریعہ ہم کو نظر نہیں آتا، میری مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ تا نا بل انکار حقیقت ہے۔ ایک مرتبہ سوال ہوا کہ کسی مسلمان
کو کافر کہہ دیا تو کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا نے کیا جواب دیا ملاحظہ کیجئے۔

بطور سب و شتم کہا تو کافر نہ ہوا گنہگار رہا اور

اگر کافر جان کر کہا تو کافر ہو گیا۔ (الملفوظات)

سب جانتے ہیں کہ ہند میں گروہ دہاویہ کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی پر تیرہویں صدی ہجری کے تمام علماء اسلام
نے بالاتفاق کفر و ارتداد کا شرعی حکم نافذ فرمایا تھا، امام احمد رضا سے پہلے جن اخباری امت نے دہاویہ
اور دہاوی سربراہوں کے خلاف جہاد بالقلم فرمایا ان کی مختصر فہرست ذیل میں ہے۔

۱۔ حضرت علامہ منور الدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے پرانا)

۲۔ حضرت علامہ سید اشرف علی مدعو گلشن آبادی (ناسک)

۳۔ حضرت علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی۔ ۴۔ حضرت علامہ مخصوص اللہ محدث دہلوی (حضرت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے)۔ ۵۔ حضرت علامہ محمد موسیٰ دہلوی (شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے)

۶۔ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (تحریر ایک آزادی کے سالار)۔ ۷۔ حضرت علامہ خیر الدین مکی (مولانا

آزاد کے والد)۔ ۸۔ حضرت علامہ عبدالحق خیر آبادی (علامہ فضل حق کے صاحبزادے)۔ ۹۔ حضرت علامہ

شاہ سید ابوالحسن احمد نوری مارہرہ شریف)۔ ۱۰۔ حضرت علامہ نقی علی خاں (امام احمد رضا کے والد)

۱۱۔ حضرت علامہ سید آل رسول مارہروی (امام احمد رضا کے مرشد)۔ ۱۲۔ حضرت علامہ عبدالعلی رامپوری۔

- ۱۳:- حضرت علامہ نور فرنگی محلی لکھنؤی ۱۲:- حضرت علامہ شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی۔
 ۱۵:- حضرت علامہ محمد حسن کانپوری۔ ۱۶:- حضرت علامہ محمد حسین الہ آبادی۔ ۱۷:- حضرت علامہ عبدالحق لکھنؤی۔ ۱۸:- حضرت علامہ قاضی شہاب الدین المہری بمبئی۔ ۱۹:- حضرت علامہ سید محمد ابراہیم بنیاد بمبئی، ۲۰:- حضرت علامہ غلام محمد حیدر اسلام آبادی (بھیمپڑی)
 یہ وہ دینی رہنما ہیں جنہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ امام ابوہامیہ کا رد و تبلیغ فرمایا مولوی اسماعیل دہلوی کافر و مرتد ثابت کیا، سیکڑوں کتابیں لکھ کر طوفانِ دہا بیت کی روک تھام کی، مذکورہ علما میں وہ لوگ بھی جو مولوی اسماعیل دہلوی سے خوبی رشتہ رکھتے ہیں۔ لیکن جادہ حق پر چلنے والوں کی نظر میں قربت داری کسمپرسی نہیں رکھتی، اصل ایمان اور صوفی ایمان ہے۔

امام احمد رضا کی احتیاط!

آئیے ہم دیکھیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں امام احمد رضا کا کیا موقف رہا ہے
 ”علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے“ (سجل السجود)
 ”ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کفار (کافر کہنے) سے کف لسان

ماخوذ و محتار و مناسب ہے“ (الکوکتہ الشہابیہ)

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کے بہت سے اقوال پر کفر و مرتد ثابت فرمایا ہے، لیکن تکفیر کلامی سے زبان کو بند کر لیا جس کی ایک وجہ یہ اطلاع کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اقوال کفریہ سے توبہ کر لی مگر شرعی ثبوت نہ ہونے سے انہیں مسلمان بھی نہیں کہا جائے گا، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ زبان کو کھجائے۔ ایک جگہ امام فرماتے ہیں کہ

لزم و التزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور

بات اور تالی کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتنگے

سکوت کریں گے جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ہے

سکا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے (زل السیون ہندیہ)

کافر کہنے میں اب اس سے زیادہ اور کتنی احتیاط ہو سکتی ہے، اتنے محتاط موقف کے باوجود ہمارے کرم فرما

امام احمد رضا کی ذات پر تکفیر مسلم کا الزام لگانے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں

کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابو جہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر

اکفر سمجھتے تھے۔

(ذکر آزاد مرتبہ عبدالرزاق یلع آبادی)

قارئین اندازہ لگائیں کہ امام احمد رضا کے مخالفین تعصب و تنگ نظری میں کس قدر تجاذر کر چکے ہیں۔ ذکر آزاد ہوا جناب رئیس احمد ندوی کی آزادی ہند ہو، مولوی عبدالحی کھنوی کی نزہۃ الخواطر ہو یا الہند الشہاب الثاقب ہو یا اشد العذاب کسی جگہ بھی عدل و دیانت کا وجود دکھائی نہیں دیتا۔

اتمام حجت کی منزل!

امام احمد رضا نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ ہاں جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں کفری عبارات کو جگہ دی۔ متنبہ کرنے اور توجہ دلانے پر بھی رجوع نہیں کیا، اور ان کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا انہم تفہیم کیلئے مراسلت کی مگر اس کا منفی جواب دیا گیا تو شریعت اسلامیہ کے ایک ذمہ دار ہونے کے ناطے امام احمد رضا کو آخری فیصلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا جن علماء کے بارے میں امام احمد رضا نے عرب و عجم مشاہیر سے شرعی فیصلہ حاصل کیا ان کے اسماء مع کتب حسب ذیل ہیں۔

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی اعجاز احمدی وغیرہ

(۲) مولانا رشید احمد گنگوہی	فقیر رشید احمد گنگوہی
(۳) مولانا قاسم نانوتوی	تخذیر الناس
(۴) مولانا خلیل احمد امینٹھوی	براہین قاطعہ
(۵) مولانا اشرف علی تھانوی	حفظ الایمان

کمال احتیاط کو ملاحظہ کیجئے کہ امام احمد رضا نے مذکورہ بالا علماء خمسہ سے براہ راست مراسلت کی قابل اعتراض کفری عبارتوں پر بار بار انتباہ دیا۔ حالانکہ یہ علماء اپنے ہاتھوں کو کافر ہو چکے تھے، مگر امام احمد رضا شریعت کے ایک مخلص اور ذمہ دار خادم تھے۔ اتمام حجت کے تمام شرعی امور کو اختیار فرمایا آخر میں حجت شرعیہ قائم کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ

یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا، آئندہ کسی غوغا پر التفات نہ ہوگا، منوادینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔

(دافع الفساد عن مراد آبادی)

امام احمد رضا دیار قدس میں!

جیف صدیقی نے امام احمد رضا کی صلح جو یا نہ جدوجہد کا ذرا بھی پاس نہ کیا، بار بار انہماک کے باوجود توجہ نہ دی اور معترضہ نہ کیا، برابر چھاپی جاتی رہیں، امام احمد رضا نے جب دیکھا کہ پندرہ بیس برس گزر جانے کے بعد بھی یہ لوگ اپنی بات پر اٹل ہیں، توبہ و استغفار تو بڑی بات اُن ایمانداروں کی اشاعت بھی نہیں بند کر رہے ہیں تو مجبوراً حکم شرعی کا نفاذ کرنا پڑا۔ اور ۱۹۰۲ء میں المعتدلات عالم وجود میں آئی، پھر کیا تھا مخالف کیمپ میں آگ سی لگ گئی، اور امام احمد رضا کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی گئی، امام احمد رضا شانِ تجدیدی لیکر پیدا ہوئے تھے، ان کے ہاتھوں اسلام اور باقی اسلام علیہ السلام کی عظمت و حرمت کا تحفظ مقدر تھا، لہذا حالات نے نئی کرپٹ لی، امام احمد رضا کو اپنے شرعی فیصلے کی تصدیق و توثیق کے لئے اس سرزمین کو منتخب کرنا پڑا جس کی تقدیس کی گواہی قرآن و حدیث نے دی ہے ۱۹۰۵ء میں حرمین طیبین جا کر امام احمد رضا نے مذکورہ بالا پانچوں علماء کی قابلِ اعتراض عبارتوں کو دہاں کے اجلہ علماء، روزگار کی خدمت میں پیش کیا۔ جن کے شرعی احکامات عالم اسلام کی عدالت عالیہ میں چیلنج نہیں کئے جاسکتے تھے، امام احمد رضا نے پورے شرح و بسط کے ساتھ ان تمام کتابوں

کو علماء مکہ و مدینہ کے حضور پیش کیا، اور انہیں کئی ماہ ان عبارتوں کے سمجھنے اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کا موقع دیا، ہفتے دو ہفتے یا بیس پچیس دن کی مدت نہیں پورے چار ماہ حرمین طیبین میں امام احمد رضا کا قیام رہا۔ آخر کار اکابرین اسلام نے امام احمد رضا کے شرعی فیصلے پر ہر تصدیق ثبت کر کے گستاخانِ ختمیہ پر صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر و ارتداد پر آخری کیل ٹھونک دی جن میں مکہ معظمہ کے ۲۰ مدینہ طیبہ کے ۱۳ علماء فضلاء ان قدسی صفات حضرات نے صرف ”الجواب صحیح“ پر اکتفا نہیں بلکہ امام احمد رضا کی تبحر علمی، تجدیدی تہ اور فضل و کرم کے سامنے عقیدت کے پھول برسائے، کسی نے سلطان العلماء المحققین و علماء محققین کے بادشاہ، کہا تو کسی نے ارشاد العباد بندوں کی رہنمائی کرنے والا، فرمایا کوئی کہہ رہا ہے، المجدد لہذا الامۃ (امت مسلمہ کے مجدد) اور کوئی ”کشاف مشکلات العلوم فی الباطن والظاہر“ (علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا) کوئی گویا ہوا تو یوں انہ محب و دہذا القرن (بیشک اس صدی کے مجدد تھے) اور کوئی یوں عصا الموحدين و عصا المہتدین (موحدین کا مطلع اور ہدایت یابوں کا نگران) آخر میں ملاحظہ کیجئے، حضرت علامہ شیخ عبدالرحمن دھان مئی کے خیالات کا اردو ترجمہ:

وہ جسکے لئے مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ

سرداروں میں بیکتا دیگانہ ہے، امام وقت، میسر سردار، میری بیکتا
پناہ حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں
کو اس کی زندگی سے بہرہ در فرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب
کرے کہ اس کی روش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش ہے۔ (حسام الحرمین)

حرمین کے اساطین کا اماہر احمد رضا کی بارگاہ میں خراج عقیدت دیکھنا ہے تو "حسام الحرمین" کا
مطالعہ کیجئے، مخالفین کے پانچ اکابرین پر آخری اور قطعی فیصلے کا نام ہے "حسام الحرمین" جس میں علماء مکہ و مدینہ
نے انشراح صدر کے ساتھ علماء خمسہ کے کفر کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے، یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ اب حجت
شرعیہ قائم ہو جانے کے بعد اطلاق شرعی کے باوجود جو ان پانچوں کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے،
من شاك في كفره وعذابه فقد كفر، جواب دیا جائے! کیا علماء حرمین بھی مکفر المسلمین ہیں؟
کیا ان مقامات مقدسہ میں بھی کفر ساز مشین نصب تھی؟ حسام الحرمین کی روشنی میں اگر مخالفین اپنا احتساب کرتے
اور حرمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے عزت نفس کا پاس دلحاظ نہ کرتے تو بات اس وقت بھی بن جاتی
وقت گذرتا گیا، بات بڑھتی گئی غالباً ان حضرات نے اپنی عبارتوں کو غیر متبدل اور ناقابل تنسیخ سمجھ رکھا تھا
عبارتوں میں توجیہ بھی کی کہ بات الجھ کر رہ گئی، رجوع و توبہ نہ بن سکی۔ ان حالات کو جوں کا توں دکھ کر

وہ پانچوں تو دنیا سے رخصت ہو گئے مگر امت مسلمہ کو ایک زخیم ہونے والا فتنہ دیکھ کر۔

رضا مخالف مشن!

چودھویں صدی کے ابتدائی دور میں مذہبی اختلاف کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ایک جانب عرب عجم
کی مسلمہ شخصیتیں ہیں دوسری جانب صرف پانچ علماء ہیں اور ان کے چند مؤیدین۔ اس تاریخی حقیقت کے باوجود تنہا
اماہر احمد رضا پر عصیت کے گولے برسنا ناکہاں کا عدل ہے، آج اماہر احمد رضا ہمارے درمیان نہیں
ہیں لیکن ان کے علمی شہ پاروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ "رضا مخالف مشن" نے ابتدائی دور ہی سے افواہوں، ہن گھڑت
باتوں اور بے بنیاد الزامات کا سلسلہ جاری رکھا گیا، آئیے خود اماہر احمد رضا کی زبانی سنیے!

عوام مسلمین کو بغیر کانے اور دن دھاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں
کہ علماء اہلسنت کے فتاویٰ تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا اسی بات پر کافر کہتے

ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ (حسام الحرمین)

مخالفین نے ابتدا میں من گھڑت الزامات کے لئے جو راہ اپنائی تھی، ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی عبدالرزاق طبع آبادی

اور مولوی رئیس احمد ندوی بھی اسی پر گامزن ہیں، حد تو یہ کہ مشہور صحافی مولانا عثمان فارغیہ بھی اسی راہ کے راہ نظر کرتے ہیں (تفصیل کے لئے ماہ نومبر ۱۹۷۷ء کا سبستان ڈائجسٹ دہلی اور غزنی کا ماہنامہ المیزان) امام احمد رضا تکفیر مسلم کے الزام کے جواب میں آگے یوں رقم طراز ہیں۔

اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا مولوی عبدالصالح صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے، وہ اور ملتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز کو کہہ دیا شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، حاجی املا اللہ کو کہہ دیا اور شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا۔ یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھے ہیں عیاذ اللہ عیاذ اللہ حضرت شیخ محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اسکے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض بزرگواروں نے مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جبر دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ (حسام الحرمین)

امام احمد رضا کے اس وضاحتی بیان کے بعد مولوی عبدالرزاق طبع آبادی کا یہ الزام ایک بار پھر

ملاحظہ کریں کہ

یاد رہے مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں

کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل والوبلب سے بھی

بڑھکر اکفر سمجھتے تھے۔ (ذکر آزاد)

ہم جانتے ہیں کہ ہر مرد حق نگاہ کو مخالفت کے طوفانوں سے گزرنا پڑا ہے لیکن امام احمد رضا ایک ایسی منظم ذات کا نام ہے جسے اہل دانش و بینش کی بزم سے دور پھینک دینے کی منظم سازش کی جاتی رہی ہے جس کا رد عمل یہ ہے کہ تمام تر حقائق کے باوجود اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں، ان کا اسم گرامی ایک مذہبی کالی سمجھا جاتا ہے، اس میں نیک اور افسوسناک صورتحال کی ذمہ داری ہم پر بھی عائد ہوتی ہے تاریخ کا ظالم علم جب دیکھے گا کہ مسلسل ستر سال سے "رضا مخالف مشن" کی جارحیت جاری ہے۔ لیکن امام احمد رضا زندہ باد کا نلک شگاف نمرہ لگانے والے کسی اور تن آسانی میں مبتلا رہے تو بیگانوں کو بے گناہ نہ کہہ کر آگے بڑھ سکتا ہے مگر اپنوں کی ناکردگی کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

امام احمد رضا پر تیسرا الزام!

(۳) امام احمد رضا پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ذاتی علم مانتے ہیں، علم الہی کے مساوی جانتے ہیں۔ مخالفین کا یہ الزام بھی گزشتہ الزامات کی طرح اخراجی ہے، اس ضمن میں جتنے بھی اعتراضات ہیں امام احمد رضا کی روشن تحریرات اور مخزنِ نشریات سے بے بنیاد اور خود ساختہ ثابت ہو جاتے ہیں۔ علم غیب کے مسئلے میں امام احمد رضا کا عقیدہ انہیں کے ارشادات کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔



علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے، اس کے غیر کے لئے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کتر سے کتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔ (خالص الاعتقاد)
علم الہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن وہ قدیم یہ حادث وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقاء یہ جائز النصار وہ ممتنع الغیر یہ ممکن التبدل۔ (ابن المصطفیٰ)

اگر تمام اہل علم اگلے پھلوں، سب کے علوم جمع کئے جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندر سے۔ (خالص الاعتقاد)
ہم نہ علم الہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطا الہی سے بھی بعض علم ہی لمانا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔ (خالص الاعتقاد)

امام احمد رضا نے علم غیب کے مسئلے پر دو لوگ اپنا نظریہ پیش فرمایا ہے، پھر بھی مخالفین کی کوریجی بیچھائے ہوئے ہے، مخالف عناصر اپنے اسلاف کی دھج سے ایک اپنے بھی مٹانا نہیں چاہتے، آج بھی ان کے کیمپ سے جتنی کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں ان میں ان الزامات کو شاہ سرخوں سے سجایا جاتا ہے، گویا، امام احمد رضا اور سواد اعظم لاکھ اپنے نظریات کی وضاحت کرے ہم تو وہی کہیں گے جو ہمارے پیشروں نے کہا ہے لکھا ہے اور لکھ کر چھاپا ہے۔ جبکہ امام احمد رضا نے آج سے پچھتر سال قبل بے گانوں کی افترا پر دازی پر علم الہی کے تعلق سے اپنے نظریے کو ظاہر کر ہوئے اپنا معاملہ منتقم حقیقی کے حضور یوں پیش کر دیا تھا۔
اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے،

مفتی کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب (خالص الاعتقاد)

غیر خدا کیلئے سجدہ روا جانتے تھے؟

(۴) امام احمد رضا پر یہ بھی الزام ہے کہ وہ غیر خدا کے لئے سجدہ نہ صرف روا جانتے تھے بلکہ اس کا بھی فرماتے تھے، الزام اسی وقت قابل قبول ہوتا ہے جب اس کا وجود کسی ٹھوس بنیاد پر ہو، دستاویز ہو ہی الزام کے وقار کو نکھارتے ہیں، الزام گناہ آسان ہے ثابت کرنا مشکل ہوتا ہے، اور پھر زہم گاہ تنقید و تحقیق جہاں کوئی بات بلا دلیل نہیں مانی جاتی کسی الزام کو بغیر ثبوت کے کس طرح مقبولیت حاصل ہو سکتی ہے۔ لوگوں کے نزدیک محض الزام ہی گواہیت دی جاتی ہو اور مخالفت بڑی مخالفت ہی پسندیدہ مشغلہ ہو ان کے ذہن سے غلط فہمیوں کے ازلے کے لئے امام احمد رضا کے اقوال پیش خدمت کر رہا ہوں ممکن ہے کہ انہیں ذہنی اور دلچسپان باطنی کیلئے یہ اقوال پسند آجائیں۔

”مسلمان اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزوجل کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً، اجماعاً شرک نہیں و کفر مبین۔ اور سجدہ تحت حرام و گناہ کبیرہ

بالبین۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین۔ ایک جماعت فقہاء سے

تکفیر منقول ہے۔ (الزبدۃ الزکیۃ)

امام احمد رضا نے غیر خدا کے لئے سجدہ تعبدی کفر و شرک سے تعبیر کر کے کتنے کھلے الفاظ میں تردید فرمادی۔ امام احمد رضا نے نہ صرف اپنے عقیدے کا انہار کیا بلکہ عقیدے کی تائید میں چہل حدیث بھی پیش فرمائی،

”علمائے رنگ رنگ کی چہل حدیث لکھی ہیں، ہم بتوفیقہ تعالیٰ یہاں غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی چہل حدیث لکھتے ہیں۔۔۔

(تفصیل کے لئے الزبدۃ الزکیۃ کا مطالعہ کیجئے)

امام احمد رضا پر الزامات کا ایک انبار ہے، افتراء پر وازی کا ایک نہ رکھے والا سلسلہ ہے، اتہامات کی ایک طویل فہرست ہے، میں نے اختصار کے پیش نظر محض چند بھیانک اور افسوس ناک الزامات کو امام احمد رضا کے ارشادات کی روشنی میں بے بنیاد اور ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ گذشتہ اوراق میں میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اسلوب بیان میں جارحیت نہ آنے پائے، نہ ہی احساس کتری شامل ہو، حقیقت پسندانہ طرز نگارش اختیار کرنے میں میرا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امام احمد رضا کو اپنے اور بیگانے دیکھیں، پڑھیں، پرکھیں

اور کہیں، اپنے اپنی عقیدت کی دنیا میں اچھی طرح بسائیں اور نیگائے قریب آئیں، آنکھوں سے بدگمانیوں کے پردے
ٹھا کر امام احمد رضا کے ان تجدیدی کارناموں سے جانکاری حاصل کریں جس کے لئے انہیں موجودہ صدی
کا مجدد بنا کر پروردگار عالم نے بھیجا تھا۔

اپنیوں کا ظلم :

بات دہیں پر ختم ہو چکی تھی جہاں بے گانوں کے مظالم کا بیان ختم ہوا تھا، لیکن امام احمد رضا پر مظالم
کا وہ مرت ایک رخ تھا ظلم کا وہ رخ سامنے نہیں آسکا جسکے ذمہ دار اپنے ہی میں، ہوش و حواس کی درستگی کے
ساتھ مخالفین کے سارے اعتراضات کا مطالعہ کیجئے آپ کو اکثر اعتراضات کی بنیاد وہ کتابیں ملیں گی جو امام احمد رضا کی تصنیف نہیں ہیں۔
مخالفین کے اسلاف کی کتابیں دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے الزامات کا مقصد امام احمد رضا کی شخصیت کو مجروح کرنے کا کچھ نہ تھا۔
انہوں نے جیب دیکھا کہ عالم اسلام کی نابغہ روزگار شخصیتیں امام احمد رضا کی سائے
میں نیاز بھگتے کھڑی ہیں تو معاصرانہ حسد میں جل ہن کر جو دل میں آیا نکھا اور شائع کیا۔ ۱۹۷۱ء سے پہلے
کی ان کتابوں کو پڑھ جائیے جو امام احمد رضا کی مخالفت میں لکھی گئی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ اعتراضات
والزامات میں غلطی، نیا سی اور آخری باتوں کی بھڑکار ہے، دجریہ تھی کہ ساری کوششوں کے باوجود امام احمد رضا

کی تصنیفات کے انہیں وہ مواد ہی دمل سکا جو ان کی سوزش فکری کے لئے مرہم ثابت ہوتا۔ لیکن امام
احمد رضا کے پردہ فرار کے بعد چند کتابیں ایسی شائع ہوئیں، جنہیں نہ شائع کرنے سے امام احمد رضا
کا کوئی نقصان نہ تھا، نعمۃ الروح ہرگز امام احمد رضا کی تصنیف نہیں ہے، لیکن کچھ کہا نہیں جاتا
اہل عقیدت کی اس نذر عقیدت کے بارے میں اور بن کہے رہا نہیں جاتا۔ نذر عقیدت کے طور پر پیش کی جانے
والی یہ چند ورق کتاب نعمۃ الروح خدا معلوم امام احمد رضا نے قبول فرمایا کہ نہیں لیکن ان کے مخالفین
نے نہ صرف اسے آنکھوں سے لگایا بلکہ امام پر جارحانہ حملے کیلئے اسے ہتھیار کی حیثیت دے رکھی ہے، مخالفین
نمائندہ دراز سے منتظر تھا کہ امام احمد رضا کو بائی مذہب بنانے کیلئے کچھ تو حاصل ہو، امام کی کتابوں نے انہیں
ہمیشہ بالواس کیا، اگر کسی نے جرأت بھی کی تو آفتاب پر غصے والوں جیسا حشر ہوا۔ نعمۃ الروح جو امام احمد
رضا کی رحمت و تعریف میں ایک عقیدہ مند کی جانب سے شائع کی گئی، اس سے امام احمد رضا کو نشانہ بنایا جا
کہاں کا انصاف ہے، ہم جس سراج میں رہتے ہیں اور جس شریعت کو مانتے ہیں اس کا اصول یہ ہے کہ قائل کے قول
سے اس کے عقیدے و نظریے کو پرکھا جائے گا۔ مصنف کی تصنیف سے اس کی تحریک کو سمجھا جائے گا یہ کون سا
سراج و دھرم ہے کہ کہے کوئی مورد الزام ٹھرے کوئی غلطی کرے کوئی سزا بھگتے کوئی

خدا را! اپنوں پر میری اس تنقید کو مخالفین کے اعتراضات کا رد عمل ہرگز نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی احساس کمتری میں یہ سب کچھ کہے جا رہا ہوں، ہمارے علمائے نفعۃ الروح پر کئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات دئے ہیں لیکن کیا ہی بہتر ہوتا کہ عقیدت کے یہ گل دکھلائے گئے ہوتے، ایسے ہی عقیدت والوں کے درمیان ایک سے ایک عبقری شخصیتیں دب کر رہ جاتی ہیں، شعوری یا غیر شعوری طور پر نذر کئے جانے والے انہیں نفیوں کا ظلم و زیادتی سے تعبیر کرنے کو بھی چاہتا ہے۔ میرا یہ ذہن ہے کہ امام احمد رضا پر کئے گئے حملوں کا ہمچم کر کریں اور مخالفین کی جارحیت سے امام احمد رضا کو محفوظ رکھنے کا فریضہ ادا کریں، چاہے اس کے لئے ہم اپنی جماعت کی اہم شخصیت کے بچاؤ سے معذور ہی کیوں نہ ہونا پڑے، دفاعی جنگ میں کچھ تو خسارہ برداشت ہی کرنا پڑے گا۔

یہ بھی ظلم ہی ہے!

سب جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ حقائق بخشش دو حصوں میں منقسم اور یہ دونوں حصے امام احمد رضا کی حیات مبارکہ میں ۱۳۲۵ھ میں اشاعت پذیر ہو چکے تھے، اس کے بعد انہوں نے اردو شاعری کو ایک نئی راہ دکھائی، صنف نعت کو ایک ستھرا شعور دیا، مسلمانوں کے قلوب کو مصطفیٰ

رحمت کی طرف پھیر دیا، حقائق بخشش نعتوں کا ایک مجموعہ ہی نہیں ہے، سیکڑوں آیات و احادیث کا تشریحی گلدستہ ہے۔ حقائق بخشش کے دونوں حصے پھپھتے رہے اور فیض رسانی کا ذریعہ بنتے رہے، لیکن ۶۶ سال کے بعد اس وقت ملت اسلامیہ کو ایک دھماکہ خیز صورت حال سے دوچار ہونا، جب ۱۳۶۶ھ میں ہماری ہی جماعت کے ایک سربراہ نے نعتیہ کلام کے ایک مجموعہ کو "حقائق بخشش" کا نام دیکر شائع کیا، طر ف یہ کہ اسے تیسرا حصہ بھی قرار دیا۔ اس خود ساختہ تیسرے حصے کے بارے میں مرتب نے بھی اقرار کیا ہے کہ امام احمد رضا کے وصال کے بعد انہیں کچھ کلام مختلف جگہوں سے دستیاب ہوئے ہیں جسے "حقائق بخشش حصہ سوم کی شکل و صورت میں پیش کیا جا رہا ہے کیا اب بھی اس وضاحت کی ضرورت باقی ہے کہ امام احمد رضا کا مرتب کیا ہوا یہ تیسرا حصہ نہیں ہے؟ یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ یہ تیسرا حصہ امام احمد رضا کے ایک عقیدہ مند کی خوش عقیدگی کا نادر نمونہ ہے۔ جس سے صاحب حقائق بخشش کا دور دور سے واسطہ نہیں ہے۔

علم و تحقیق کی دنیا والوں کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ جب بھی کسی ذات کے علمی شاہکار اور منتشر فکری آثار کو جمع کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے براہ راست صاحب تذکرہ کی تخلیق قرار نہیں دیتے، مثلاً غالب و اقبال کے دور میں جو کچھ بھی مواد چھپے وہ انہیں کی مرضی کے مطابق تھے لیکن بعد کے آنے والوں کو ان حضرات کے جو بھی تخلیقی شاہکار

میر ہوئے اسے "باقیات غالب"، اور "باقیات اقبال" کا نام دیکھ کر شائع کیا، تاکہ اگر اس میں کچھ رطب و یابس شامل ہو جائے کو صاحب تذکرہ کی شخصیت مضروب نہ ہو، "باقیات" کے مدوں کو ذمہ دار قرار دیا جائے۔ افسوس کہ امام احمد رضا کے ساتھ ایسا نہ ہو سکا، اپنی مرضی اور اپنی صوابدید پر ایک ایسا قدم اٹھا دیا، جس کی بہت خود امام احمد رضا کے صاحبزادوں میں بھی نہ تھی اگر محبوب الملت مولانا محبوب علی خاں رضا محنت شاقہ سے حاصل ہونے والے "مجموعہ کلام"، کو "باقیات رضا"، کے نام سے طبع کراتے تو آج وہ صورتحال ہمارے سامنے نہ آتی، جس کے نہ آنے میں امام احمد رضا اور سواد اعظم کی مہمبائی تھی، مجھے محبوب الملت کے خلوص سے انکار نہیں ہے، اور نہ ہی میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی تعلیم بخشش کے بنا پر ایسا کیلئے۔ لیکن میں اس حقیقت کے انہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کئے بغیر حدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا اسراج کیا ہے، ایک ایسا اسراج جس کی نظیر نہیں ملتی، ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچانہ سکی، سوچ کر بتائیے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو آنے والا مورخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا۔

اپنوں کا ظلم پر ظلم!

محبوب الملت کی مرتبہ حدائق بخشش کس طرح اور کہاں اشاعت پذیر ہوئی، مذہبی حلقہ بخوبی واقف ہے، لیکن پس پردہ مبہمی اور بیرون مبہمی جو کچھ فتنے اٹھائے گئے، وہ "رضا مخالف مشن" ہی کی کارفرمائی کا نتیجہ تھے حالانکہ مرتب علیہ الرحمۃ نے احساس غلطی کا اظہار کیا اور ۱۹۵۵ء میں بالاعلان توبہ و استغفار کی سعادت حاصل کی، بارگاہ خداوندی میں توبہ و ندامت کا اظہار "مرد مومن" کی شان بندگی ہے۔ لیکن جب ہمیں معلوم ہوا کہ اس پردہ زنگاری میں ایک معشوق چھپا ہے تو سر دھننے کو جی چاہتا ہے، دل کی دھڑکن اور تیز ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مخالفین کے پردہ زنگاری میں چھپا ہوا معشوق ہمارا ہی ہے، جو ملت اسلامیہ کی پاسبانی کے بجائے جاسوسی کے فرائض انجام دیتا نظر آ رہا تھا، اسے پہلی نہ سمجھتے یہ ایک سچا حادثہ ہے، جس نے "خانہ ساز تیسری جلد" کو مخالف کیسپ تک پہنچانے میں اپنا خطرناک رول ادا کیا۔ اور جس کے اس کردار نے امام احمد رضا اور سواد اعظم دونوں کو قصداً یا سہواً خسران کی منزل سے گزارا، اسے اپنوں کا ظلم پر ظلم نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ آج وہ دقت نہیں ہے، دقت آئے گا تو ہم امام احمد رضا کی عظمت کے لئے ایسے پھروں کو پیش کرنے میں ذرا بھی ہنسی جھجکیں گے۔

وقت گذرتا گیا، مخالفین کا وہ زور بھی ماند پڑتا گیا جسے "اہانت صدیقہ" کا نام لیکر اٹھا لیا تھا لیکن عرصہ
کہ خدائے واسطے اب کوئی بھی کام ہو تو آنکھ بند کر کے نہ ہو، جو اس ختمہ کیساتھ ساتھ چھٹی حس کو بھی بیدار کر
امام احمد رضا اور دوسرے اکابرین اسلام پر کام کیا جائے، تدریعی طور پر پیش کرتے وقت جوشِ عقیدت
کیساتھ ہوشی شریعت کی بھی شمولیت ضروری ہے، اختصار اجازت نہیں دے رہا ہے ورنہ اس مضمون
کے دوسرے بھی کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالتا، لہذا اسے یہیں پر بس کرتا ہوں۔

بے دخل کرنے کا منصوبہ!

امام احمد رضا کی قد آور اور کثیر الحشیات ذات کی گیرائی اور تنہائی دیکھ کر ہمیں ایک خاص تشویش
احساس ہوتا ہے کہ آج کے ترقی پسندانہ اور عقلی دور میں بھی حقائق کو حقائق کی نظر سے دیکھنے کا حوصلہ کم
لوگوں میں ملتا ہے جس نے بھی قلم اٹھایا آنکھ بند کر کے الزامات کی بوچھا کرتا رہا۔ ذکر آزاد سے لیکر اشد الظہ
اور ان جیسی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں یہ نظریہ کار فرمانظر آتا ہے کہ امام احمد رضا کو علماء
ساتھ ساتھ خواص کی بھی بزم سے دور بہت دور کر دیا جائے۔
ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے رہے ہیں کہ مدبرین و دانشوروں کی لائبریریوں سے

لیکچر لیا وریس پرچ اسکالر س کی میزوں تک اگر نظر آئیں گی تو بیگانوں کی کتب ہی نظر آئیں گی۔ نصف صدی کے طویل ترین
عرے میں امام احمد رضا کی یہ تصویر پیش کی جاتی رہی کہ تکفیر کی تلوار لیکر ہر کسی کو قابلِ گردن زدنی قرار دینے
والے فرد کا نام ہے۔ امام احمد رضا۔ گویا امام احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک عنصر کے دو
نام ہیں، حرکت و عمل کی اسی توانائی کے ساتھ امام احمد رضا کو علمی حلقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا
جو اپنے نقطہ عروج کو پہنچا ہوا ہے۔ جو ردِ جفل کے اس ناروا معاملے میں مجھے یقین ہے کہ دورِ حاضر کے محققین و مدبرین امام
احمد رضا پر لگائے گئے الزامات کے پس منظر اور پیش منظر کا اور اک کریں گے تحقیق و تنقید کے ذریعہ امام
احمد رضا کی بے داغ و بے ریا شخصیت کی مختلف معاذ آرائی میں عدل و دیانت کا ساتھ دیں گے کیونکہ ان حالات
سے پرے ہو کر سمجھنے والوں کو کشاں کشاں امام احمد رضا کے قدموں میں جلتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے، روی
ہو یا مصری، ہاشمی، ہویا، یمنی، افغانی، ہویا ترکی، مکی، ہمدانی، چینی، ہوروسی، یورپین، ہویا ایشین، عربی، ہویا بلجی جس نے
امام احمد رضا کی تحریرات انیقہ دیکھا امام احمد رضا کا ہو گیا۔

امام احمد رضا پر کام کے طریقے!

بات تلخ ہے مگر سچ کہ ہم نے امام احمد رضا کو "جذباتی عقیدت" کے دبیز غلاف میں پلیٹ رکھا ہے جسے بغیر گویا امام احمد رضا کی سیرت کا حسن بکھر ہی نہیں سکتا، آہ! موجودہ صدی کا مجدد محض خوش عقیدگی کے خوبصورت پردے میں ڈھک کر رہ گیا ہے، آج ہم جس دنیا میں سانس لے رہے ہیں وہ نفسی اور تحقیقی دنیا ہے۔ یہاں ہمیں یاد رکھنا ہوگا کہ ہمارے امام نے ملت کی حفاظت و صیانت کیسا عمدہ قوم و ملک کے فلاح و صلاح کے لئے کون سے امنٹ نقوش بھوڑے ہیں، کون سے لائحہ عمل کے ذریعہ انہوں نے قوم کی ترقی اور ملک کی تعمیر کا شانہ متعین فرمایا ہے: ملک کی آزادی کے لئے بیرونی تسلط کیخلاف انہوں نے ادران کے رفقار نے کون سی راہ عمل اختیار فرمائی ہے۔

از بس ضروری ہے کہ امام احمد رضا کی انقلاب آفرین شخصیت کے تمام پہلوؤں کو ٹوٹل ٹوٹل کر دریافت کی لڑی میں پروردیا جائے۔ علمی تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی اصولوں کے سامنے ہیں امام احمد رضا کے تمام فکری اثاثے کو جانچا جائے، کھلے ذہن و فکر کے ساتھ مطالعہ کیا جائے بصیرت و بصارت کی رہنمائی میں امام احمد رضا کی عہد ساز زندگی پر ریسرچ کیا جائے، محض جذباتیت ہی کو اڑھنا بھونانا بنایا جائے، ایشیائے کاڈن اور سعی سیم کے ذریعہ ان کے علم حدیث اور علم فقہ و فنون پر کئے ہوئے کام کو اس طریقے سے منظر عام پر لایا جائے جس سے امام احمد رضا کی پاکباز اور جانناز، باعمل و پرکردار

متحرک اور بادقاریات اپنی عبقریت کا لوہا منوا سکے۔ انہیں خطوط پر چل کر ہم ایک عظیم قائد کے مٹن کیسا تصحیح و اب تک کی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

خیال آیا تو کیوں آیا!

زمانہ طالب علمی سے ہی میرا دل مسرتا تھا کہ آخر امام احمد رضا پر تحقیقات کیوں نہیں کی جاتی، ہند کے کسی بھی سرکاری، نیم سرکاری یا غیر سرکاری تعلیمی اداروں، دانش گاہوں اور فلاحی تربیت گاہوں میں جاؤ تو صرف انہیں کی تخلیقات سامنے آتی ہیں جنہیں ہم "وہابی کی جگہ لہانی، مودودی کی جگہ مردودی، تبلیغی کی جگہ تبلیہی، ہکیم مطین جو جایا کرتے ہیں، کاش ہم اپنے قیمتی اوقات اور فکری صلاحیتیں اختلافی باتوں کے سوا اپنے امام سیکلے بھی صرف کرتے، تقسیم ہند کے پانچ صدی کے بعد غیر ملک میں امام احمد رضا پر تحقیقاتی کام شروع کیا گیا ہے، لیکن عبارت میں ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ کی مرتبہ "حیات العظمت" اور حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کی مولفہ "ملفوظات العظمیٰ حضرت" کے بعد امام احمد رضا پر کوئی قابل ذکر کام ہی نہیں کیا گیا۔ کچھ کیا گیا تو انہیں دونوں کتابوں کا چربہ بنا کر آخر وہ کون سے عوامل تھے جس نے ہمیں امام احمد رضا پر کام کرنے کی جانب متوجہ کیا، آج سے دو سال قبل

”علماء اہلسنت کے نام گشتی مراسلہ پڑھ کر جہاں مجھے خوشی ہوئی وہیں حیرت بھی۔ خوشی اس لئے کہ جو کام آج سے پچاس سال قبل ہونا چاہئے تھا اسے آج سوچا جا رہا ہے اور حیرت لڑیوں کہ جو لوگ پچاس سال کے عرصے میں کچھ نہ کر سکے آپ ان سے نقادوں کی آس نکائے بیٹھے ہیں؟ ممکن ہے کہ آپ میری اس بیباکی کو پسند نہ کریں لیکن یہ سچ ہی ہے کہ جن علماء کرام کے نام گشتی مراسلہ آپ نے جاری فرمایا ہے وہ یا تو آرام پسند ہو چکے ہیں یا گوشہ تنہائی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ یا۔ پھر اہل احمد رضا کا نام لیکر شکم پر دری میں مبتلا ہیں۔ امام کی عبقری ذات، تاریخ ساز اور انقلابی شخصیت پر ریسرچ کرنے کی توفیق نہ انہیں مل سکتی تھی، نہ آج ہے اور نہ کل ہوگی **إلا ما شاء اللہ!** بارگاہ امام میں عقیدت و محبت کے پھول پھل چھادر کرنے والوں کی کمی گڑ نہیں ہے، لیکن کیا ان کی علمی، ادبی، قومی، ملکی اور بین الاقوامی خدمات سے اقوام عالم کو روشناس کرانے کیلئے ایک بھی قدم اٹھایا گیا؟ ایک عرض سماعت فرماتے چلیں کہ جس قوم کے نام بحترم

نے گشتی مراسلہ جاری فرمایا ہے اسکے علاوہ اہلسنت کے اس دھڑ کی جانب بھی توجہ دیں جو کالج و یونیورسٹی میں تحقیقاتی ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں۔ اہل احمد رضا کی سعودی زندگی پر بھی عناصر و وسعت مطالعہ، دقت نظر اور اضافہ فکر کے ساتھ مباحثہ کام کر سکتے ہیں۔ **المیزان** نے اہل احمد رضا نمبر نکالنے کا جو پروگرام ترتیب دیا اور سنی لیگ نے مجلس رضا کے قیام میں جو نقشہ تشکیل دیا اس میں ہم انہیں ارباب فکر و نظر کو مخاطب کر رہے ہیں **الفرج** جماعت کے تمامی صاحب زبان و بیان کی فکری و علمی توانائی حاصل کرنے کا ایک جامع منصوبہ مرتب کیا گیا ہے۔ سات ہند پڑا آپ نے بھی اس کا عظیم کا اعلان فرما کر ہمارے عزائم کو زبردست حوصلگی عطا فرمائی۔

مذکورہ بالا تاثرات المیزان اگست ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئے تھے ممکن ہے کہ میرے ان تاثرات ”کو دیا“ نے کسی بڑے سے تعبیر کیا جائے، لیکن اہل احمد رضا نمبر کے لئے اکابر ملت کے تین جن حوصلہ شکن اور ہوشربا حالات سے گزرا پڑا ہے اس کے مطالعہ کے بغیر **اللہ! میرے تاثرات** ”پر آخری رائے“ قائم نہ

کی بات ہے کہ جب شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں برطانیہ کے تبلیغی دورے پر تھے تو بلجیم بھی جانا ہوا، مگر زبان نے جو شیخ الاسلام کا نیا زمند تھا اپنے فرزند سے کہا کہ وہ کتاب حضرت کو دکھاؤ جو تمہارے مطالعہ میں ہے۔ صاحب زادہ نے فریخ زبان میں ہشتی زیور لاکر سامنے رکھ دی، جسکے ٹائٹل پر نام نہاد حکیم الامتہ کو امام اہلسنت لکھا، تجرّد تاسف کے طے جلے جذبات کے ساتھ شیخ الاسلام دیر تک عالم خیال میں گم ہو گئے، آہ اجوامام اہلسنت ہے، اُسے نہ جانا جلے اور جو گستاخ رسول ہے اسے امام اہلسنت لکھ کر متعارف کرایا جائے، وہ بھی ایک پر دسی زبان میں، اس کا ذمہ دار کون، مخالفین یا ہم؟ شیخ الاسلام نے یہی آکر اگست ۱۸۸۷ء کے المیزان کا اجراء کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ طاغوتی طاقتوں اور رسول دشمنوں کی سرگرمیوں کا نقطہ عروج یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ اور ہم ہیں کہ اردو زبان میں بھی کما حقہ لٹریچر سر نہ پہنچا سکے، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مختلف زبانوں میں بین الاقوامی سطح پر ہم اپنے لٹریچر سر پھیلادیں۔ ورنہ ہمارے اکابرین اور ان کی قلمی خدمات تاریخ کی بھول بھلیاں بن کر رہ جائیں گی۔ شیخ الاسلام نے زعماء اسلام پر کام کرنے کی جانب خصوصی توجہ دلائی اور اپنے ہر طرح کی تعاون کا یقین دلایا۔

یہیں سے ہم نے عزم کیا کہ اب اگر ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہ گئے تو یہ ماضی سے بھی زیادہ بھیاں تک غلطی ہوگی اس طرح شیخ الاسلام کی دکھائی راہ پر چلتے ہوئے سب سے پہلے "امام اہلسنت"، ہی پر کام کا فیصلہ کیا گیا۔

بات پہ بات نکل آتی ہے!

امام احمد رضا پر تحقیقاتی کام کیلئے ضروری تھا کہ کوئی متحرک تنظیم آگے آدر اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے، میں اسے اسلامیان ہند کی فیروز بختی سمجھتا ہوں کہ آل انڈیا سنی لیگ کے حوصلہ مند اراکین نے تیزی کے ساتھ ضرورت کا احساس کیا۔ الحمد للہ سایہ احساس "مرکزی مجلس رضا"، کا وجود لیکر ابھرا، ۱۹ مارچ ۱۸۸۷ء کو آل انڈیا سنی لیگ کی "مجموعہ عظیم کانفرنس" میں ایک متفقہ ریزولیشن کے ذریعہ مجلس کی تشکیل کی گئی۔ اور پھر دوسرے دن سے "امام احمد رضا مجلہ" کی تیاریوں میں ہم سب لگ گئے۔ بات پر بات نکل ہی آتی ہے۔ مجھے آج وہ گشتی مراسلہ یاد آرہا ہے، جسے ورلڈ اسلامک مشن کے دائرۃ المعارفۃ الرضویہ کی جانب سے علامہ اہلسنت کی خدمات بابرکات میں ارسال کیا گیا تھا، مئی ۱۸۸۷ء کے اس مراسلے میں ۱۵ دفعات کی روشنی میں امام احمد رضا پر کام کرنے کے لئے اکابرین جماعت سے درخواست پیش کی گئی۔ ورلڈ اسلامک مشن کو پھر پورا اشتراک کا یقین دلاتے ہوئے گشتی مراسلے کے جواب میں نے "دوم" کے سکرٹری جنرل کو لکھا تھا۔

کی جائے۔ اہل احمد رضا انہیں کے لئے ملک کے تقریباً تمام اکابرین امت اور اصحابِ علم سے رابطہ قائم
مضامین کے لئے گزارش کی گئی، کم سے کم درجے میں پیغام ہی ارسال فرمانے کی درخواست پیش کی گئی،
ذمہ داری ہی تھی کہ ان حضرات کو ہم نے خطوط لکھے، یا براہ راست ملاقات کر کے معروضہ پیش کیا۔
مذکورہ ذیل حضرات نے وعدہ فرمایا۔

- ۱: حضرت مولانا مفتی برہان الحق صاحب جیلپوری ۲: حضرت مولانا قاضی شمس الدین جوپوری ۳: حضرت مولانا ارشد القادری صاحب ۴: حضرت مولانا تاج الدین مٹوی ۵: حضرت مولانا اسرار الحق کوٹوی ۶: حضرت مولانا مشتاق نظامی صاحب ۷: حضرت مولانا شمیم اشرف خاں ازہری صاحب ۸: حضرت مولانا محمد قاسم ۹: حضرت مولانا شمیم اشرف خاں حبیبی ۱۰: حضرت مولانا نسیم بستی صاحب ۱۱: حضرت مولانا محمد میاں کابلی صاحب ۱۲: حضرت مولانا اصغر امام ابھری۔

حسب ذیل علماء عظام نے علالت اور عدم فرصت کی بنا پر عذر نامے سے سرفراز فرمایا۔
۱: حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب اعظمی ۲: حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب براؤں شریف
۳: حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مبارکپوری ۴: حضرت مولانا حبیب اشرف سنبھلی ۵: حضرت مولانا محمد محبوب اشرفی کاپٹوری۔ اور حضرت مولانا سید حسین صاحب۔

مندرجہ ذیل علماء کرام کے جواب سے ہم محروم رہے۔

- ۱: حضرت مولانا عبدالصطفی اعظمی صاحب ۲: حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی ۳: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی ۴: حضرت مولانا حسین خاں صاحب ۵: حضرت مولانا نور الدین نظامی بریلوی ۶: حضرت مولانا سخاوت علی بستی ۷: حضرت مولانا عبداللہ عزیز گوٹھی ۸: حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی ۹: حضرت مولانا غلام ربانی فاضل اعظمی ۱۰: حضرت مولانا بدر الدین قادری ۱۱: حضرت مولانا محمد احمد بھیروی ۱۲: حضرت مولانا عاشق الرحمن صاحب الہ آبادی ۱۳: حضرت مولانا مفتی مقبول حسین صاحب الہ آبادی ۱۴: حضرت مولانا محمود احمد کاپٹوری ۱۵: حضرت مولانا محمد احمد اشرفی کاپٹوری ۱۶: حضرت مولانا سید کلیم اشرف جاسی۔

جن حضرات نے مضامین یا پیغامات سے لازماً ان کا تذکرہ زمینت نہیں ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علماء کرام اگر دل پر لیں تو کیا نہیں ہو سکتا۔ مجھے دل کی گہرائیوں سے اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ علماء کی جماعت میں ایک سے ایک نادر و نادر گار صاحب نکر و نکر اور قلم کے بادشاہ موجود ہیں جن کی تحریریں اپنی مثال آپ ہیں۔ لیکن نہ جانے کب وہ ساعت آئے گی جب ہمارے علماء "تن آسانی" کی دادیوں سے باہر آئیں گے، اور موجودہ دور

بات ہے ایک سال کی!

حب ۹ مارچ ۱۹۵۷ء کو بمبئی میں آل انڈیا سنی لیگ کی "مجدد اعظم کانفرنس" میں "مرکزی مجلس رضا" کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ آزادی ہند کے بعد غالباً یہ پہلی سنی کانفرنس ہے جس نے صرف ایک تجویز پاس کی اور مسلسل ۳۶ سالوں تک تجویز کی روشنی میں کام کرتی رہی، سنی لیگ اگر اپنی تجویز کو عملی روپ نہ دیتی تو ہم اس کا بھی کیا سکتے تھے، آجکل جاویزیں پاس کر کے روٹی کی ٹوکری میں پھینک دینا فیشن بن چکا ہے، سنی لیگ بھی تو اسی ماحول کی پیداوار ہے۔ جتنے ضروری امور ہیں۔ اسے بھی انجام دے دینا چاہئے تھا، مثلاً کانفرنس کرنا ضروری، کانفرنس کا انعقاد ہوا، تجویزیں پاس کرنا ضروری، تجویز بھی پاس ہو گئی، پاس شدہ تجویز کو طاق ^{نسیان} کے سپرد کرنا ضروری؟ یہی ضروری کام نہ ہو سکا؟ سارے ضروری کام انجام دیجے سنی لیگ نے آخری کام ذکر کے دیگر تنظیموں کی موجودہ روش سے اپنے کو غلط کر لیا۔ اس کی یہ علمدگی لائق مذمت ہے یا قابل تحسین اس کا فیصلہ تارین کریں۔ لیکن میں اس بولتی حقیقت کو کیسے چھپا سکتا ہوں جو ایک کلوڈزن کے ساتھ بشکل امانہ احمد رضا خان آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ آپ کا بیدار ضمیر یہ بولنے پر مجبور ہو گا کہ ایسی کانفرنس براہ منقذ

کی جائے تو ہم اس کی حوصلہ افزائی کریں گے، کوئی بھی تنظیم ہوا اسکے کچھ رہنا اصول ہوتے ہیں، اصولوں پر چلنا جہاں اس تنظیم کو رشتہ حیات سے منسلک کر رہتا ہے وہیں اصولوں سے صرف نظری پیغام موت لایا کرتی ہے، اور ہاں جو تنظیم "کام" کو عزت رکھتی ہے، اسے ابرو مندانہ مقام ملتا ہے۔ "کام" کسی تنظیم کے لئے "دو آتش" کی حیثیت رکھتا ہے، یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ سنی لیگ نے صحت مند قیادت کے لئے "دو آتش" حاصل کر لیا ہے، قوم کا سنجیدہ طبقہ اس وقت تک سنی لیگ کے ساتھ رہے گا۔ جب تک سنی لیگ علمی سرگرمیوں سے دلچسپی لے گی جس دن بے حسی اور مرونی کی کیفیت نے آگھیرا، سنی لیگ بھی دوسری جماعتوں کی قطار میں نظر آئے گی۔

شیخ الاسلام کی غیر معمولی دلچسپی!

ادارہ المیزان اور آل انڈیا سنی لیگ کی ایک سالہ بھاگ دوڑ اور تگ و دو نے ہمیں کام کرنے کا آہنی شعور بخشلے، کیونکہ آج ہم جس تباہ کن منزل میں نظر آ رہے ہیں۔ یہاں آنے تک محبت و نفرت، شفقت و عداوت، تباہی و سرگرمی، فتنہ شناسی و فتنہ شناسی حسن ظن و بدگمانی، بغض و الفت، فرائد و حوصلہ شکنی، اعلیٰ ظرفی و تنگ نظری، قرار دے چینی، خوشگوار اور ناخوشگوار حالات سے ہمیں گذرنا پڑا۔

یہ حالات کچھ تو ہمارے اور کچھ بے گانوں کے پیدا کردہ ہیں، جی چاہتا ہے اس روشنی حقیقت کے انظار کا کہ امام احمد رضا نہیں کو تاریخ ساز نمبر بنانے میں اگر سب سے زیادہ کسی دینی رہنمائے دلچسپی دکھائی تو وہ ہیں شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں (جانشین حضور محدث اعظم ہند) انہیں کی متعینہ راہ پر امام احمد رضا نمبر کا کام شروع کیا گیا ان کا بے لوث تعاون ہر ہر قدم پر ملتا رہا۔ ملک کے طول و عرض کا دورہ کرتے ہوئے بھی شیخ الاسلام ہماری کارکردگیوں سے مطلع ہوتے رہے۔ تاکید و خطوط، ضروری مشورے اور اہم ہدایتوں کا تانتا بندھا رہا۔ شیخ الاسلام کی غیر معمولی دلچسپی ایک مکتوب کے اقتباس سے واضح ہے

”امام احمد رضا نمبر کو ایک تاریخی اور مثالی نمبر بنانے کے لئے جس قدر جدوجہد کی ضرورت ہے اس سے دریغ نہ کیا جائے اپنے عہد کے ایک عظیم امام اور عبقری شخصیت کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا ارغوانِ خلوص پیش کرنا صرف اس کی عظیم اسلامی خدمات کا اعتراف ہی نہیں ہے بلکہ اس میں دینی اور ملی خدمت بھی ہے۔“

شیخ الاسلام نے اہم ہدایتوں اور اعانتوں سے جس طرح قوت عطا فرمائی ہے۔ اسے میزان کے روشن صفحات کی ضمانت سمجھنا چاہیے۔ سچ جانئے شیخ الاسلام کی کھلی حمایت اور بھرپور اعانت ہمیں حاصل نہ ہوتی تو وہ

کے شامیانے تلے نہیں بیٹھتی آجاقی اور حرارتِ عمل نامیدی کے سرد خولنے کا زینت بن جاتی۔ خدا بھلا کرے شیخ الاسلام کا جنہوں نے میزان اور سنی لیگ دونوں کے منصوبوں کو نئی اسپرٹ عطا کی۔

شکر یہ کیوں ادا کروں ؟

کوئی بھی کام ہو چاہے سماجی یا سیاسی، قومی یا مذہبی شکر یہ ادا کرنا ایک رسم سی بن گئی ہے، اور یہ ایسی رسم ہے جس کی ادائیگی ہر رسم کے بعد ہی انجام پذیر ہوتی ہے، آج کل پرانی رسموں سے گلو خلاصی کی ہوا چل رہی ہے، میں بھی متاثر ہوا چاہتا تھا کہ اچانک حدیثِ پاک کے ان الفاظ نے مجھے سنبھالا۔

”جس نے لوگوں کا شکر یہ ادا نہ کیا اس نے خدا

کا شکر ادا نہ کیا۔“

شکر الہی کہ ناشکر جاننے سے بال بال بچ گیا، رسم شکر یہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہوئے سب سے پہلے محبِ کرمی عالی جناب محمد یلین انصاری کو اتنا دن شکر کا گلدستہ پیش کرتا ہوں، جن کے سینے میں چھپے مجاہد نے ہر لمحہ ہمارا ساتھ دیا۔ بی بی ”میں میزان“ کا قدم جانے میں انصاری صاحب کی رضا کارانہ خدمات کبھی بھلائی نہیں جاسکتی۔

ان کا زندگی کا یہ کوئی نیا کام نہیں ہے، ۵۰ سالہ فعال زندگی قومی، سیاسی اور مذہبی امور کی انجام دہی سے بھری پڑی ہے، ناموری اور شہرت پسندی سے گھبرانے کا یہی نتیجہ ہے کہ آج سنی دنیا اس حقیقت سے نا آشنا ہے کہ یسین انصاری صاحب آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کے بانیوں میں سے ہیں، بزرگ رہنما الحاج نصرت اللہ عباسی سنی جمعیت کے بانی اور انصاری صاحب اس کے پہلے سونیدار اور پھر ”لوگ ساتھ ہوتے گئے اور کارواں بنتا گیا“

دارالعلوم دیوان شاہ آل انڈیا سنی جمعیت، آل انڈیا سنی لیگ، امام احمد رضا بنوری اور اہل حدیث رضا کانفرنس میں محترم یسین کا خون جگر شارب ہے، خدا سے تعالیٰ انصاری صاحب کو صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اراکین سنی لیگ، سنی لیگ کی مجلس رضا، امام احمد رضا کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کا شکریہ جن الفاظ میں بھی ادا کروں کم ہے، مضامین کی فراہمی میں گرامی قدر محترم سید امین اشرف ایم اے علیگ، مکتی ڈاکٹر محمد اسد، غازی ملت حضرت ہاشمی بیان حضرت العلامة سید الزمان حمدی، محب گرامی محب الحق رضوی علیگ، عزیز طارقی سعید بی اے (دکنہ) محب محترم مولانا محمد احمد مصباحی نے جس نکتے سے کام لیا ہے اسے نظر انداز کرنا حکیم تشکر کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔ ملک کے موثر اخبار ”روزنامہ اردو ٹائمز“ کے اسٹاف نعتیہ محرمی منظور احمد مالک اردو ٹائمز نے پرنٹنگ اور نیا ض

بائسٹنگ در کس کے مالک محمد الیاس صاحب نے بائسٹنگ میں اپنا مکمل خلوص پیش کیا، اس خلوص کا بھرپور فائدہ محرم عبدالرزاق منشی اختر اشرفی کی قیادت میں ہم نے حاصل کیا۔ اشتہارات کو جمع کرنے میں، جناب محمد ابراہیم حاجی عبدالغفار مبین، جناب شفیع اللہ خاں غازی پوری، صاحبزادہ صوفی سید جاگیر اشرف، جناب عبدالقدیر چوہدری جلیپوری، میسرز اے عتیٰ انڈیا برادرین پٹنہ، عزیز عارف اور جلال میاں، محترمی منیر اشرفی، قاری جنید عالم اشرفی، الحاج جسیم سزار، محبی سرسبز نقیہ، ایڈوکیٹ حیدر پٹھان، عزیز عبدالباقیوم عطرا والا، محترم یوسف تریشی اشرفی، محکم ثار احمد ثار، جناب یوسف منہار محبی محمد ابراہیم سہیل، محب گرامی محمد یوسف تاثیر اور عزیز محترم مصطفیٰ علی خاں تہاب انخاری نے جس محنت و لگن کا مظاہرہ کیا ہے، اس کا نتیجہ ہمارے مطالعہ کے بعد ہی نکالا جاسکتا ہے۔

قوم کا تب کی ہر بایں سے جن کا پالا پڑا ہے، انہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے، ایک مجلس میں کسی نے کہا تھا کہ اگر کسی کو سزا دینا ہو تو کاتب بنا دیا جائے، اس پر کسی نے برجستہ جواب دیا کہ کسی کو عبرتناک سزا دینی ہو تو کاتب کے پاس پہنچا دیا جائے، لیکن کیا آپ یقین کریں گے کہ المیزان کے کاتبوں نے ہماری راہ میں خلوص و محبت کے پھول برسا دیے ہیں، اتنا ضخیم نمبر اور اس قدر مہین کتابت وہ بھی انتہائی خوبصورت اور ایک جیسی پھر بھی دقت سے پہلے ہمارے

سپر دکر دینا کسی کے لئے حیرت ناک ہو سکتی ہے لیکن میرے لئے حقیقی روپ دھارنے کے ہوئے ہیں۔ دل سے
نکل رہی ہے کہ اہام احمد رضا نمبر کا تبو کے چہروں کو روشن کرے اور کتابت کے تعلق سے ان کا
میں چار چاند لگائے، آمین

مارہرہ، بریلی، کچھوچھا، جلیپور، علی گڑھ، کلان، بھیمڑی اور بھئی، غلطی کے ان تمام محسنین کا بھی ممنون ہوں
نے انتہائی خاموشی کے ساتھ المیزان نوازی کا ثبوت دیا ہے۔

خاندانہ برکاتہ کا تعاون

احسن العلماء حضرت علامہ شاہ سید حسن میاں صاحب زبیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا
شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بنا مانگے وہ شاہکار عطا فرمائے جسے خاندانہ برکاتیہ تقریباً ایک صدی سے
لگائے ہوئے ہیں، اہام احمد رضا کی عربی تحریر کا عکس، اس مقدس تخت کا فوٹو جس پر خاتم الامام
امام احمد رضا کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا تھا اور دیگر ضروری عکسی تصاویر ارسال فرما کر
حوصلے کو پذیرائی بخشی۔ حضور سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور
مخدوم زادہ حضرت حسنین میاں صاحب مارہرہ دی نے بھی مہر میں شامل ہو کر ہمارا تعاون فرمایا۔ حضرت

کے صاحبزادوں اعزیزان گرامی اشرف میاں اور امین میاں نے بھی مضامین کے ذریعہ ہمیں حوصلگی دی۔

امام احمد رضا نمبر کیلئے ضروری مواد کی حصول یابی کے لئے جب راقم الحروف اور مستم لمبین انصاری کو
بریلی جانا ہوا تو وہاں حضرت علامہ ریحان رضا صاحب زید عنایتیہ نے ایک بزرگ رہنما حضرت سید فاروق احمد کو
ہمارے سپرد کیا تاکہ آباد و اجداد تمام خاندانی حالات سے آگہی حاصل کی جاسکے انہوں نے مسلسل ۸ گھنٹے بریلی کے ام
مقامات کی سیر کرائی اور خاندانہ رضویہ کے تاریخی حالات و واقعات سے ہمیں آگہی دی اور ہر قدم پر ہماری رہنمائی کی،
محترم سید فاروق خاندان برکاتیہ کے متعلقین میں سے تھے، اور حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف
بیعت حاصل تھی، سید صاحب موصوف نے مجھے چند نایاب تحفے بھی دئے، جس کی حفاظت وہ ہر بار سر سے کرتے
چلے آ رہے تھے، سید فاروق صاحب پوسٹ گریجویٹ اور بریلی میونسپلٹی کے ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ تھے، انیسویں
صد انیسویں! محترم سید صاحب نے ۲۰ فروری ۱۹۹۷ء کو اچانک راہ بقا کو کوچ کیا، خدائے تعالیٰ ان کی مغفرت
فرمائے۔ آمین

جب ہم بریلی پہنچے!

بریلی شریف میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ان کے ذکر کیا تھا ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ شہزادہ اہام

احمد رضا سرکار مفتی اعظم ہند باوجود شدید علالت کے، شرف ملاقات سے نوازا، ہم نے ان کی خدمت میں آل انڈیا سنی لیگ کے منصوبوں کو پیش کیا، حوصلہ افزائی کے لئے اپنے لٹر پیڈ پر پیغام مبارکبادی اور دعائے کلمات تحریر کر کے اپنا دستخط ثبت فرمایا۔ اور پھر آخر میں سنی لیگ کی ترقی و بقا اور المیزان کے فروغ و ارتقاء کے لئے تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ بالہارا اسرکار مفتی اعظم ہند کے سایہ عاطفت کو سنت کے لئے تادیر قائم رکھ آمین۔ نبرۃ زادگان اماہرا احمد رضا حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں ایم ایل سی، حضرت العلامة اختر رضا خاں ازہری، صاحبزادہ حضرت قمر رضا خاں ایم اے علیگ نے بھی ہمارے حوصلے کو بڑھا دیا، رضوی خاندان سادات کے احترام و اکرام میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان حضرات نے بھی سادات نوازی کا سکل ثبوت دیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان شہزادوں کو اپنے خاندانی بزرگوں کی روش پر ہمیشہ چلاتا رہے۔ آمین!

اماہرا احمد رضا کی تحریروں کا عکس لینے میں حضرت ساجد علی خان نے بھی ہماری معاونت کی۔ ان کی ہدایت پر محب گروائی مولانا محمد اعظم صاحب نے جس دلچسپی کا ثبوت دیا ہم اسے فراموش نہ کر سکیں گے۔ اماہرا احمد رضا نے کتب احادیث و فقہ وغیرہ پر جو حاشیہ لکھا ہے، اس کی نشاندہی کرنے، اور اس کے فوٹو لینے میں مولانا اعظم نے کافی وقت صرف کیا، اور تندرستی سے یکام انجام دیا۔ بریلی شہر کا گشت لگا کر تعداد و آثار کے بارے میں اسٹوڈیو کی خدمات بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ اسٹوڈیو کے جواں سال مالک جناب شکیل انصاری

نے فوٹو گرافی کی اچھی مثال تمام کی۔ تجارتی انداز نمک سے الگ ہو کر انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ کیوں کر نہ ہم ان کا بھی شکریہ ادا کریں۔

مذکورہ بالا حضرات کے لئے اظہار تشکر کسی رسم کی تکمیل کے طور پر ہرگز نہ سمجھا جائے، حق تو یہ ہے اگر یہ تمام حضرات ہوش و جوش کے حسین امتزاج کے ساتھ مدد فرماتے تو، اماہرا احمد رضا ہمیں ”موجودہ شکل و صورت کے ساتھ پیش کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا“

بکھرے ذروں کو اجتماعیت

سنی لیگ کی مرکزی مجلس رضا امداد ادارۃ المیزان کی ایک سالہ محنت و کوشش اماہرا احمد رضا خاں کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں بنے، ایک سال قبل آل انڈیا سنی لیگ نے ایک جوت جلائی تھی جس کی تیز رو نے بکھرے ذروں کو اجتماعیت دی، کام کا شعور دیا، آگے بڑھنے کا ڈھنگ سکھایا جس کی نشاندہی مجدد اعظم کا نفر منعقدہ ۹ مارچ ۱۹۷۷ء میں جس کی صدارت جواں سال خطیب مجاہد سنت حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی رضوی سکرٹری آل انڈیا سنی لیگ کر رہے تھے، صدر نشین آل انڈیا سنی لیگ غازی ملت حضرت مولانا سید

ہاشمی میاں شہزادہ حضور محدث اعظم ہند نے ان الفاظ میں کی تھی، ہمارے لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ

- ۱۔ ہم مجدد اعظم کے حالات زندگی معلوم کریں۔
- ۲۔ ان کے مجاہدانہ طرز حیات سے استفادہ کریں۔
- ۳۔ ان کی مقدس فکر و نظر سے ایمان کی شمعیں جلا لیں۔
- ۴۔ ان کے حالات و کوائف کو جان کر ہم نہ صرف یہ کہ ایک تاریخی تعارف پورا کریں بلکہ اپنی نلاح و بجات کے تمام ممکنہ وسائل بھی ہیا کریں۔

(ماخوذ امام احمد رضا ایک نظر میں) مجدد اعظم کا نقشہ

ندامت کے آنسو!

بیچتے امام احمد رضا جیسی مبقری اسلام شخصیت کے حضور ہمارے پہلا نذرانہ عقیدت ہے، کون ہے جو اپنے اس کارنامے پر فخر نہیں کرے گا۔ سرور و انبساط میں مست ہیں ہوگا۔ خوشی و مسرت کے شادیاں نہیں کھا۔ سرانجامی کہے نہیں چلے گا، لیکن خدا گواہ ہے، ہماری آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہیں، ہم نے اپنے امام کی بارگاہ میں جو کچھ بھی ہدیہ کیا ہے اس کی حیثیت شیخ الاسلام کے ان الفاظ سے زیادہ نہیں کہ

”المیزان کا یہ تاریخی اور تحقیقی نذرانہ امام احمد رضا پر احسان نہیں ہے بلکہ ہم

پر عائد ملی اور دینی فریضہ کی ادائیگی کا ایک حقیر سا حصہ ہے۔“

امام احمد رضا نے ملت اسلامیہ کی حفاظت و صیانت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دے دیے ہیں، ان کے ساتھ یہ بزرگ حقیر سا تحفہ ہے، خراج عقیدت کی ایک، لکھی سی جھلک ہے، ایسے نازک وقت جبکہ ایک طرف کاغذ کی ہو شرب گراہی طاعت و کتابت کے مشکل ترین مراحل و دوسری طرف مادی وسائل کی کمیابی، پھر بھی اسے فیض رضا کا منظر کے لئے کہ امید و بیم کے احوال سے گذر کر اطمینان بخش منزل میں پہنچ ہی گئے۔ امام احمد رضا کو اب صرف دینی مدارس اور مذہبی جلسوں تک گیر کر نہیں رکھا جاسکے گا۔ اب کوئی بھی امام احمد رضا کو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جانے سے روک نہیں سکتا۔

انشاء اللہ تعالیٰ اب ریسرچ کی راہیں داہو کر رہیں گی۔

امام احمد رضا خاں ایک گلدستے کی شکل میں پیش خدمت ہے، اس گلدستے کو سجانے اور سنوارنے میں ہم کہاں تک کامیاب رہے، اس کا فیصلہ تاریخین ہی کر سکتے ہیں، بزرگ مختلف انجیل حضرات کے رشحات قلم شامل ہیں، کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ ان سے اتفاق رکھیں، اختلاف کا جمہوری حق آپ کو حاصل ہے

سبغہ تنقید کو المیزان میں جگہ دیکر ہم صحافتی دیانتداری کا ثبوت دیں گے۔ اس بزرگی تمام خوبیاں مرکز مجلس رضا اور حسن تدوین کے تمام خاص محب محترم مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری کو بخشنا ہوں، جو خامیاں کمزوریاں اور کوتاہیاں نظر آئیں انہیں میں اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔

حبیب الرحمن

آپ کا:

ایک نظر میں

ولادت (بریلی میں)

۱۲ جون ۱۸۵۶ء

۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ

ختم ناظرہ قرآن

۱۸۶۰ء

۱۲۷۶ھ

پہلا خطاب

۱۸۶۲ء

ربیع الاول ۱۲۷۸ھ

پہلی تصنیف شرح ہدایتہ النور

۱۸۶۴ء

۱۲۸۰ھ

مسلم الثبوت پر حاشیہ

۱۸۶۶ء

۱۲۸۲ھ

دستار فضیلت

۱۸۶۹ء

۱۲۸۶ھ

مسند افتاء کی ذمہ داری

۱۸۶۹ء

۴ شعبان العظم ۱۲۸۶ھ

از دواجی زندگی کا آغاز

۱۸۷۴ء

۱۲۹۱ھ

پہلے صاحبزادے کی ولادت (حجۃ الاسلام)

۱۸۷۵ء

ربیع الاول ۱۲۹۲ھ

شرف بیعت

۱۸۷۷ء

جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

پہلا حج

۱۸۷۸ء

۱۲۹۶ھ

ضیاء الدین احمد کا لقب (مکہ معظمہ میں)

۱۸۷۸ء

۱۲۹۶ھ

نزول فرنگی محل (لکھنؤ)

۱۸۹۱ء

۱۳۰۹ھ

دوسرے صاحبزادے کی ولادت (مفتی اعظم ہند)

۱۸۹۲ء

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ

جلسہ تاسیس ندوہ میں شرکت

تحریک ندوہ سے علیحدگی

المعتمد المستند کی تصنیف

فتویٰ رضویہ

دارالعلوم منظر اسلام کی بناء

دوسرا ج

تصنیف الدولۃ المکیہ (مکہ معظمہ میں)

حسام الحرمین

نزول بمبئی (والیسی حج پر)

نزول احمد آباد

پوتے کی ولادت (مفسر عظیم ہند)

ترجمہ قرآن کنز الایمان

نزول جلیپور

قیام کوہ بھوالی (بینی نال)

وصال

۱۸۹۳ء

۱۸۹۴ء

۱۹۰۲ء

۱۹۰۴ء

۱۹۰۴ء

۱۹۰۵ء

۱۹۰۶ء

۱۹۰۶ء

۱۹۰۶ء

۱۹۰۶ء

۱۹۰۷ء

۱۹۱۱ء

۱۹۱۸ء

۱۹۲۱ء

۱۹۲۱ء

۱۳۱۱ھ

۱۳۱۵ھ

۱۳۲۰ھ

۱۳۲۲ھ

۱۳۲۲ھ

۱۳۲۳ھ

۱۳۲۴ھ

۱۳۲۴ھ

۱۳۲۴ھ

۱۳۲۴ھ

۱۳۲۵ھ

۱۳۳۰ھ

۱۳۳۷ھ

۱۳۳۹ھ

۱۳۴۰ھ

۱۳۴۰ھ

۱۳۴۰ھ

۱۳۴۰ھ

۱۳۴۰ھ

نہایت واضح ہے کہ امام احمد رضا کی عمر باقبار سن عیسوی ۶۵ سال اور باقبار سن ہجری ۱۲۸۱ سال ہوتی ہے۔ (ایڈیٹر)

امام احمد رضا کا شجرہ نسب ایکے نظر میں

ذیل میں امام احمد رضا کا شجرہ نسب پیش کیا جا رہا ہے جس کی ابتداء حضرت سعید اللہ خان صاحب سے کی جا رہی ہے۔ جو عالیجاہ شجاعت جنگ بہادر کے لقب سے مشہور تھے اور ننڈھار سے سلطان شاہ محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے، اٹلی انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے حکومت وقت نے انہیں "شش ہزار" کے منصب جلیلہ سے سرفراز کیا تھا، لاہور کا "شیش محل"، انہیں کا تھا، حضرت سعید اللہ کے صاحبزادے حضرت سعادت یار خاں، سلطان وقت کی حکومت کے "وزیر مالیات" تھے، ان کی امانتداری اور دیانتداری کا یہ عالم تھا کہ سلطان محمد شاہ نے ضلع بدایوں کے کئی مواضع انہیں عطا کئے جو آج بھی اس خاندان کے حصے میں ہیں۔ ان کے صاحبزادے حضرت محمد اعظم خاں صاحب بھی وزارت اعلیٰ کے عہدے پر فائز تھے۔ مگر کچھ برسوں کے بعد سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کی، اور زہد و اتقا و ریاضت و روحانیت کی جانب مکمل طور پر مائل ہو گئے، حضرت محمد اعظم ہی کی ذات والا تبار سے ننڈھار کے دس خاندانوں میں علم و فضل، درد و وظائف زہد و تقویٰ کا بول بالا شروع ہوا۔ ان سے حضرت حافظ کاظم علی خاں تولد ہوئے، ان سے امام العلماء حضرت رضا علی خاں، ان سے رئیس الاقرب حضرت نفی علی خاں صاحب، حضرت نفی علی خاں سے مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا تولد ہوئے، مذکورہ ذیل شجرہ کے لئے "حیات العلماء" مولفہ ملک العلماء حضرت علامہ طفیر الدین بہاری علیہ الرحمہ سے مدد لی گئی ہے، آخر میں جو اضافہ کیا گیا ہے اسے ہم نے بریلی شریف جا کر حضرت علامہ ریحان خاں صاحب کی مدد سے حاصل کیا ہے، جس کے بموجب "خاندان رضویہ" کے اولاد ذکر کا کوئی ایسا بچہ نہیں رہ گیا ہے جسے شامل شجرہ نہ کر لیا گیا ہو۔

(زایدیٹر)

سعید اللہ خان (شجاعت جنگ بہادر)

سعادت یار خان (وزیر مالیات)

محمد معظم خان

محمد اعظم خان

محمد مکرم خان

چار صاحبزادیاں

حافظ کاظم علی خان

تین صاحبزادیاں

امام العلماء رضا علی خان

حکیم نقی علی خان

جعفر علی خان

رئیس الانقیاء نقی علی خان

تین صاحبزادیاں

محمد رضا خان

امام احمد رضا

حسن رضا خان

دو صاحبزادیاں

ایک صاحبزادی
(ابلیہ حضور مفتی اعظم ہند)

حسین رضا خان

حسین رضا خان

سبطین رضا خان

تحتین رضا خان

حبیب رضا خان

دو صاحبزادیاں

امام احمد رضا

پانچ صاحبزادیاں

حجتہ الاسلام حامد رضا خان

مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان

چھ صاحبزادیاں

انوار رضا خان
دو سال کی عمر میں انتقال ہو گیا

حماد رضا خان عرف لغمانی میاں
(جن کا خاندان پاکستان میں ہے)

ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں

چار صاحبزادیاں

تین صاحبزادیاں

نورانی میاں

رضوانی میاں

یزدانی میاں

تین صاحبزادیاں

منان رضا خان

قمر رضا خان

اختر رضا خان

تنویر رضا خان
(مفقود البحر)

ریحان رضا خان

اسجد رضا خان

دو صاحبزادیاں

تسلیم رضا خان

توصیف رضا خان

توقیر رضا خان

عثمان رضا خان

فیضان رضا خان

برکاتِ رضویہ

شجرہ عالیہ قادریہ

سر رکائات صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا ام زین العابدین

سیدنا امام حسین

مولائے کائنات

سیدنا امام باقر

سیدنا امام جعفر

سیدنا امام موسیٰ کاظم

سیدنا امام علی رضا

سیدنا جنید بغدادی

سیدنا شیخ سری سقطی

سیدنا شیخ معروف کرخی

سیدنا ابو بکر شبلی

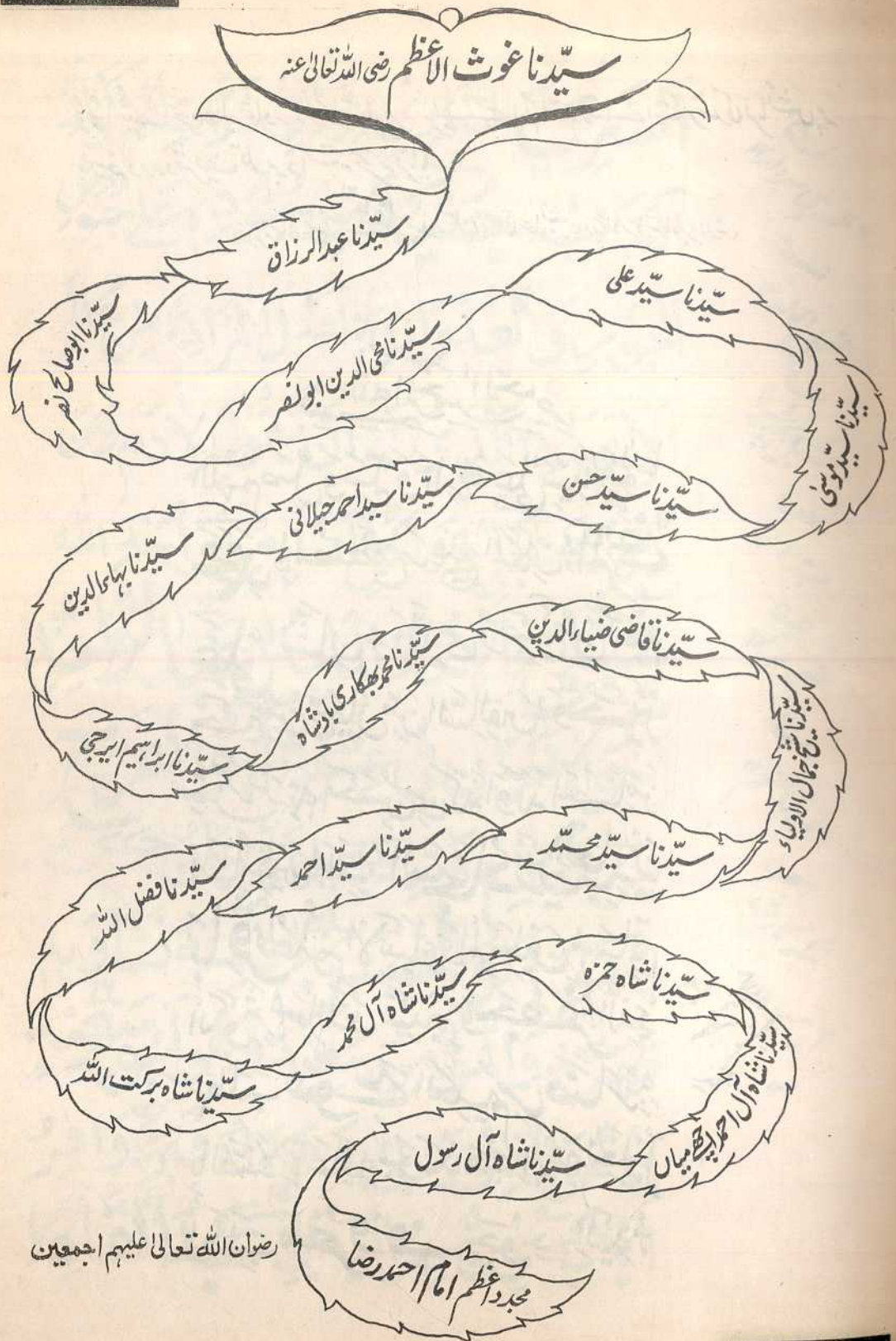
سیدنا عبدالواحد متقی

سیدنا ابوسعید خدری

سیدنا ابوالحسن علی ہرکاری

سیدنا ابوالفرح طروش

سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی



رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

فوٹو اسٹیٹ شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ ماہرہ شریف جسے امام احمد رضا نے اپنے مرشد کی فرمائش پر
بڑھینہ درود شریف قلم برداشتہ تحریر فرمایا

فقیر برکاتی: مصطفیٰ احمد حسن برکاتی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ ماہرہ (ایبٹ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَالصُّطْفَى رَفِيعِ الْمَكَانِ وَالْمُرْتَضَى
عَلَى الشَّانِ هُوَ الَّذِي رُحِبَّ مِنْ أُمَّتِهِ
خَيْرٌ مِنْ رِجَالِ مَنْ السَّالِفِينَ وَخَيْرٌ
مِنْ مُرْتَبِهِ أَحْسَنُ مِنْ كَذِّهِ أَوْ كَذِّ أَحْسَنٍ مِزْ
السَّابِقِينَ هُوَ السَّيِّدُ السَّجَّادُ زَيْنُ الْعَابِدِينَ
بِأَقْرَبِ عِلْمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ هُوَ سَاقِي
الْكُؤُوشِ مَالِكُ تَسْنِيمٍ وَجَعْفَرُ الْكَذِي
يَطْلُبُ مُوسَى الْكَلِيمِ صَارِيهِ
بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ هُوَ يَذْهَبُ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ
يَطْلُبُ مَعْرُوفَ جُودٍ هُوَ إِلَهُهُ

عبد
جعفر
احمد رضا

السَّيِّئُ السَّارِي سِرَّةً فِي ذَرَاتِ الْكَوَاكِبِ
 الْغَالِبُ جَنِيْدٌ مِّنْ جُنُودِ عَلَاجِيْشِ
 الْجَوْرِ وَالْعُدُوَانِ اَصْلُ الْمُرَادِ مِنْ عَالَمِ
 الْاِيْتِمَادِ الَّذِي لَهُ اَنْ يَقُوْلَ لَا دَمَ مِنْ
 دَوْنِهِ نَجَلِيْ وَلِكُلِّ اَسَدٍ مِّنْ اَسَدِ اللهِ
 شَيْبَلِيْ الْاَحَدُ الْمَلِيْحُ عَبْدُ الْوَلِيْحِ
 اَخُو الْاَحْرَانِ فِي عَشِيْقَةِ اَبُو الْفَرَحِ
 مِنْ لُّطْفِهِ وَرَفِيْقِهِ الْاِيْمَانُ حَسَنُ
 وَهُوَ اَبُو الْحَسَنِ اَذِيْنَهُ نَشَاوِيْهِ
 ظَهَرَ وَالْمَوْءُوْنِ سَعِيْدٌ وَهُوَ اَبُو سَعِيْدِ
 اِذْ هُوَ الَّذِي رَسَمِيْ وَمَدَاهُ فَبَرِّيْ وَافِرُ
 الْاَيْدِيْ وَرَالِيْدِيْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ

ع
 السري سوار
 ع
 انجل الولد
 ع
 شبنم
 ع
 سينا
 ع
 خبر
 ع
 ابي النعمان
 ع
 نيكو كاش
 ع
 ان ميلان

غوث الثقلين عبد الرزاق
 قاسم الأرزاق أبو صالح
 المؤمن بن نصر الإسلام محي الدين
 علي المرتضى والمدايح موسى
 طور المعارج حسن الخلق أحمد
 الخلق بها والدين الكريم سنا
 شريعة ابراهيم الأبي القاسم
 نظام دين الباري العرب والفرس
 والهند كلهم له سائل وكد او بهكاري
 ضياء الأنبياء جمال الأولياء محمد
 الذات أحمد الصفات فضل الله
 وبركة الله وعلى آل محمد الأئمة

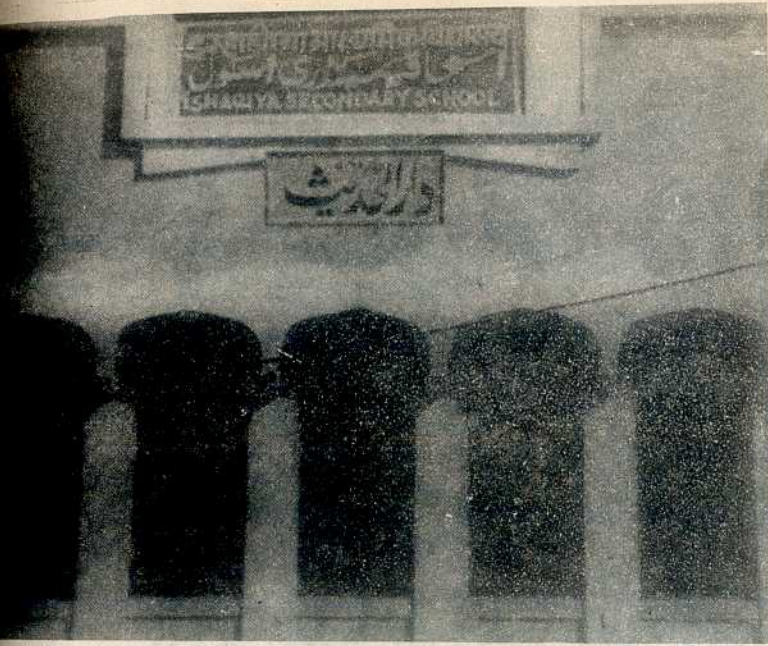
حسين

العارفين نص الشرع المطهر و فرقة
 الصباغ الممحلين شدة الجهاد الاكبر
 حزنهم الالحاد العظيم الكريم
 الارسول الرؤوف الرحيم اللهم و
 على اصحابه العظام وشايعنا الكرام
 وعلينا معهم ياذ الجلال والاكرام
 ما رهرة اقرار اليقين في ممة صرة
 العارفين امين امين يا ارحم الراحمين
 اللهم ومن انشأ هذه الصيغة المباركة
 فاعف له يا عظيم وارض عنه جيبك
 احمد رضا المولى العفو الكريم امين
 كتبه الفقير احمد رضا القادر غفر له في ليلة المظفر ١٢١٠ يوم الجمعة

طبع في دار
 المصنوع في
 دار
 المصنوع في
 دار
 المصنوع في

صحرائے راجستھان میں
امام احمد رضا
کا علمبردار

پیر احمد علی
قائم شدہ: ۱۳۳۳ھ



بانی: شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمہ

معمار:-

حضرت اشفاق حسین نفیسی
مفتی اعظم راجستھان

اساتذہ ۲۳۴ طلبا ۱۰۰۰

کورس ۱۰ سالہ - پرائیویٹ ۸

سالانہ خرچ تقریباً پونے دو لاکھ

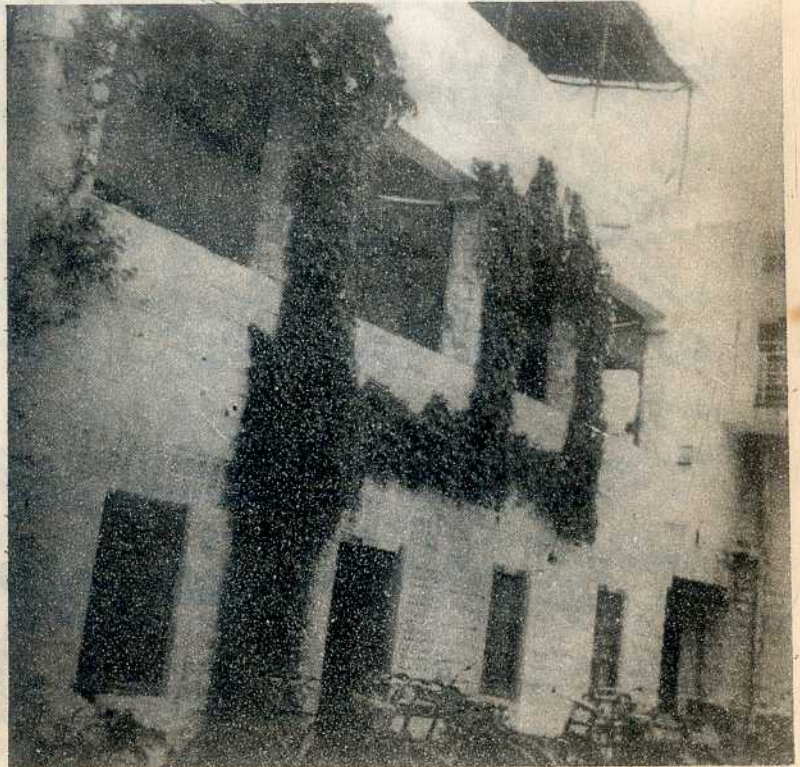
اسحاقیہ سنکڈری اسکول

ہم سے رابطہ قائم کیجئے

دارالعلوم اسحاقیہ

خزادان - جودھپور (راجستھان)

(اشتہار)



امام احمد رضا

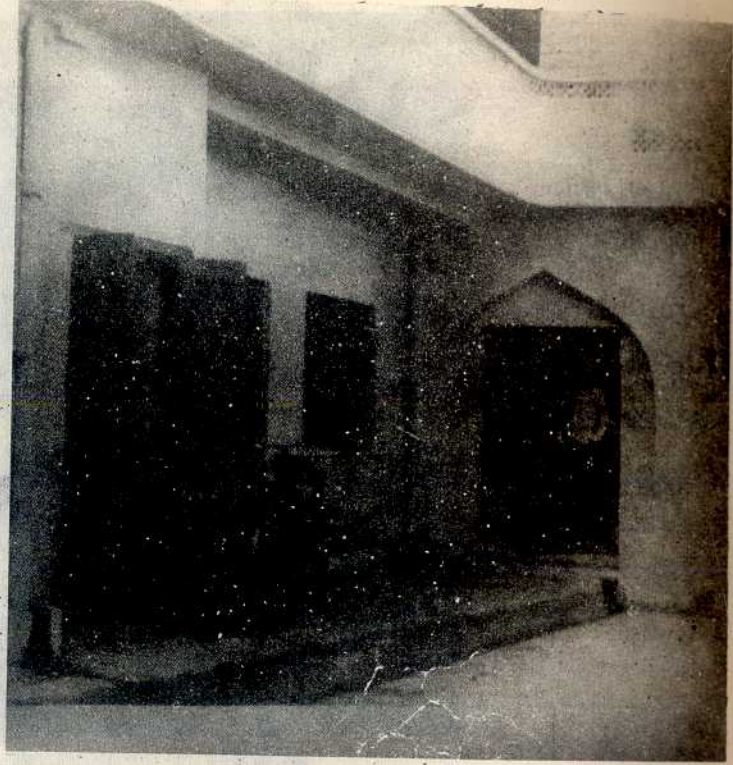
کے کہانی تصویروں
کے زبانی

(۱)

◀ محلہ جسولے میں

امام احمد رضا

کی جائے پیدائش جو اس وقت
بریلی کے ایڈوکیٹ ازدر حسین
کی ملکیت میں ہے۔



(۲)

محلہ سوداگران
بریلی کا وہ مکان
جہاں سے امام احمد
رضانے علوم و
فنون کے دریا بہا۔
آج کل یہ مکان ایک
غیر مسلم کے قبضے
میں ہے۔ وہ جگہ
آج بھی احترام کے
ساتھ محفوظ ہے۔

(۳)

دارالافتاء جہاں سے
فتویٰ نویسی کا کام کیا
جاتا تھا۔ الماری میں وہ
کتابیں نظر آرہی ہیں
پر امام احمد رضا نے
حاشیے لکھے ہیں



لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَحْيَا نَك
الْحَيُّ كُنْتَ مِنَ الظَّالِمِينَ

(۴)

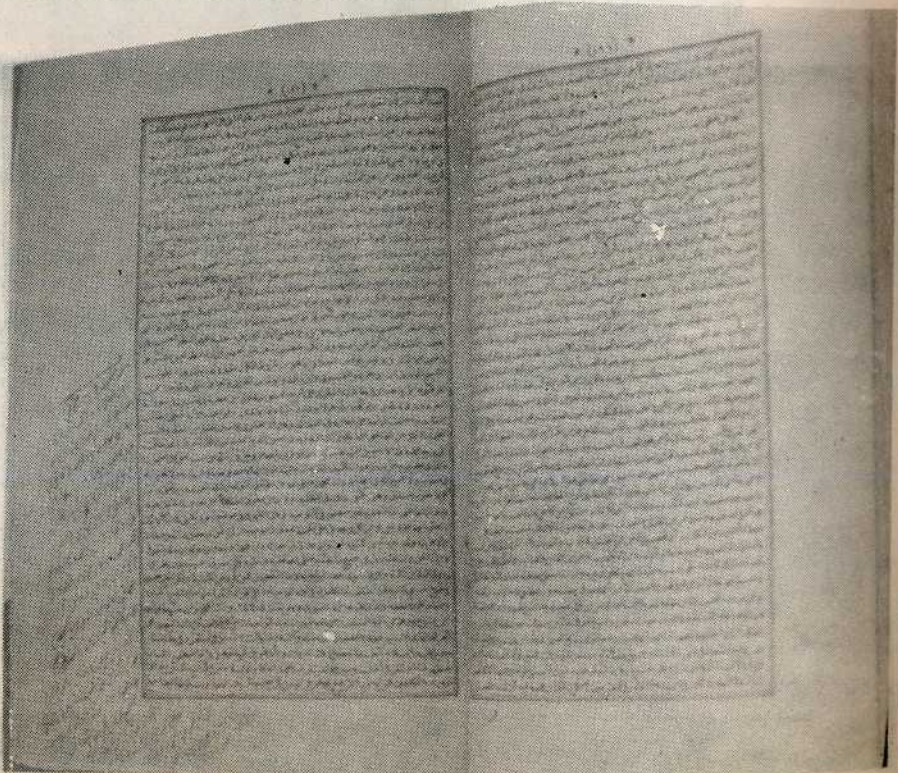
مسجد رضا
سامنے وہ نمبر بھی ہے
جن پر امام احمد رضا
خطبہ دیا کرتے تھے
یہ مسجد روضہ امام
کے سامنے ہے





(۵)

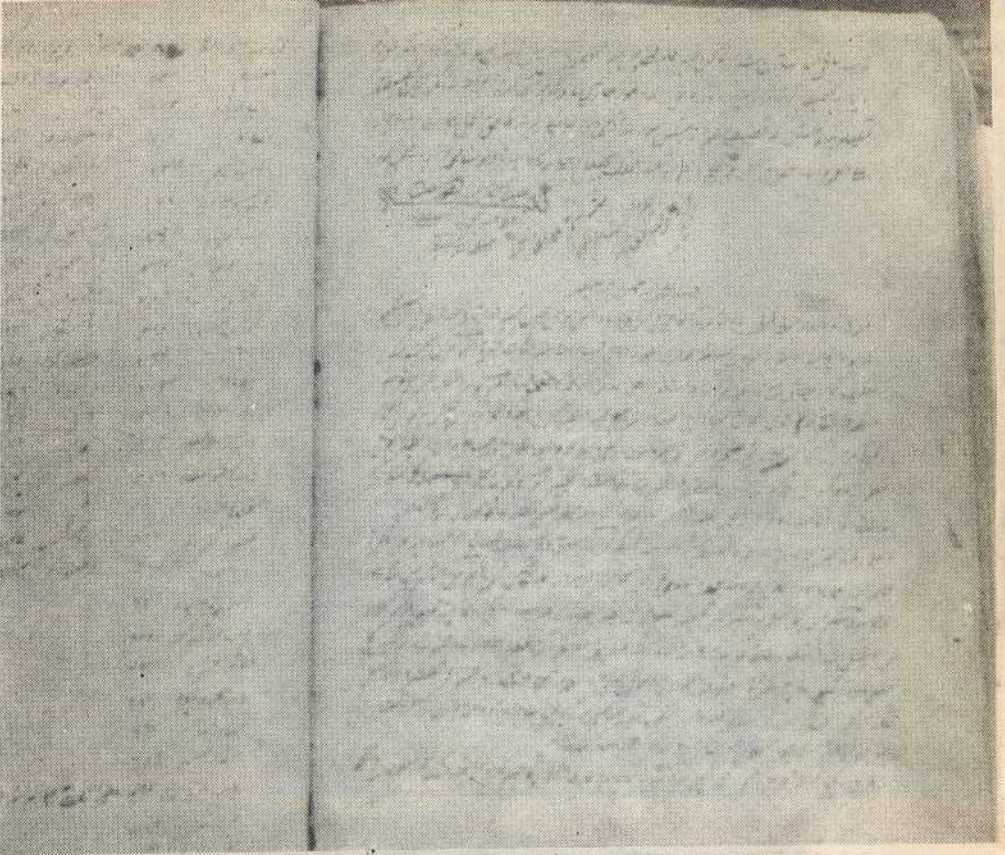
امام احمد رضا
کی غیر مطبوعہ کتابیں۔ جسے اس
الماری میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ خدا
کرے وہ وقت آئے کہ زیورِ طباعت
سے آراستہ ہو کر زینتِ بنم
کائنات بنیں۔



۶
حاشیہ الحدیقۃ
الندیہ شرح الطریقۃ
المحمدیہ جز
اول موضوع
بحث ایمان

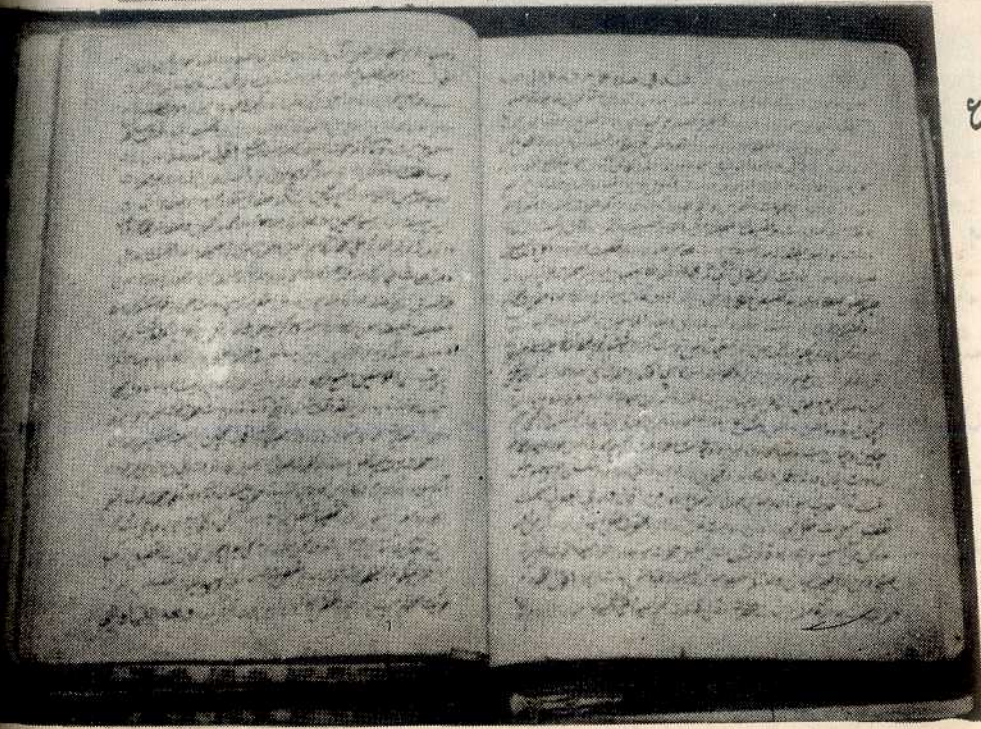
(۷)

شان غوث الاعظم
بر حجتہ ایک رسالہ
تحریر فرمایا۔
موضوع !
قدم ہند علی رقبہ
شامی جلد دوم کے
آخر میں یہ رسالہ تحریر
ہے۔



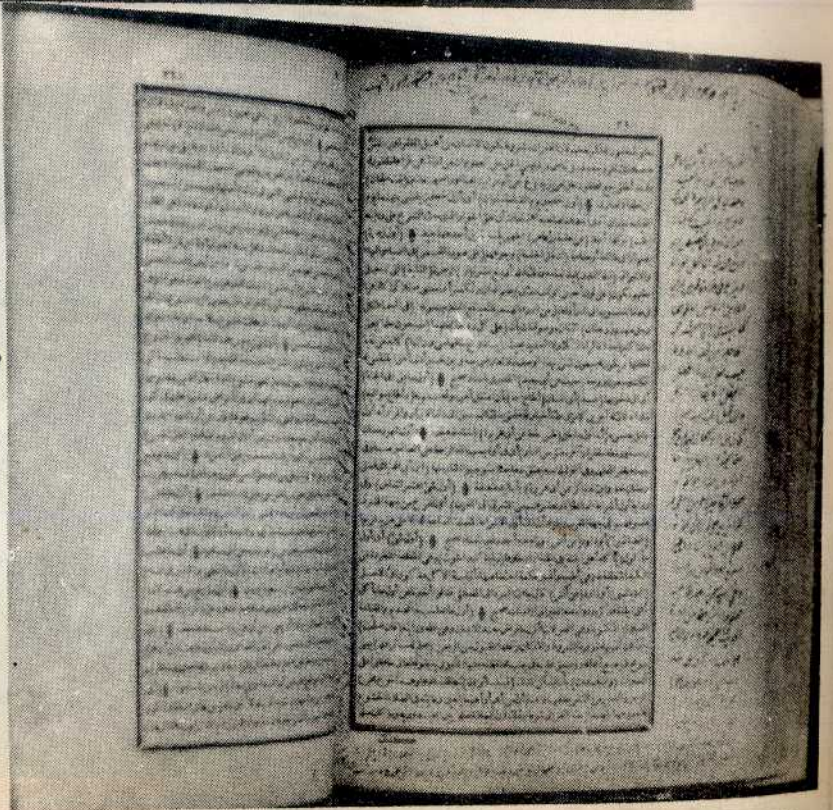
(۸)

مذکورہ بالا موضوع
پر یکم سالہ
بھی ہے۔





(۹)
شامی کی پانچ
جلدوں پر
امام احمد رضا
نے جو حاشیہ
لکھ ہے اس کا
نام جد الممتار
ہے، یہ حاشیہ
شامی جلد پنجم کا
ہے۔ موضوع:
دراشت برائے
اولاد



(۱۰)
تیسرے شرح جامع صغیر پر حاشیہ
موضوع: حدیث مغفرت برائے
یزید۔ امام احمد رضا نے ٹھوس
دلائل سے اس کا رد فرمایا۔

(۱۱)

فتاویٰ عالمگیری پر حاشیہ

موضوع !

مسلم اور غیر مسلم میت جب مخلوط ہو جاتے تو
کیا کیا جاتے ۔

(۱۲)

تیسیر شرح جامع صغیر لامام محمد

پر حاشیہ

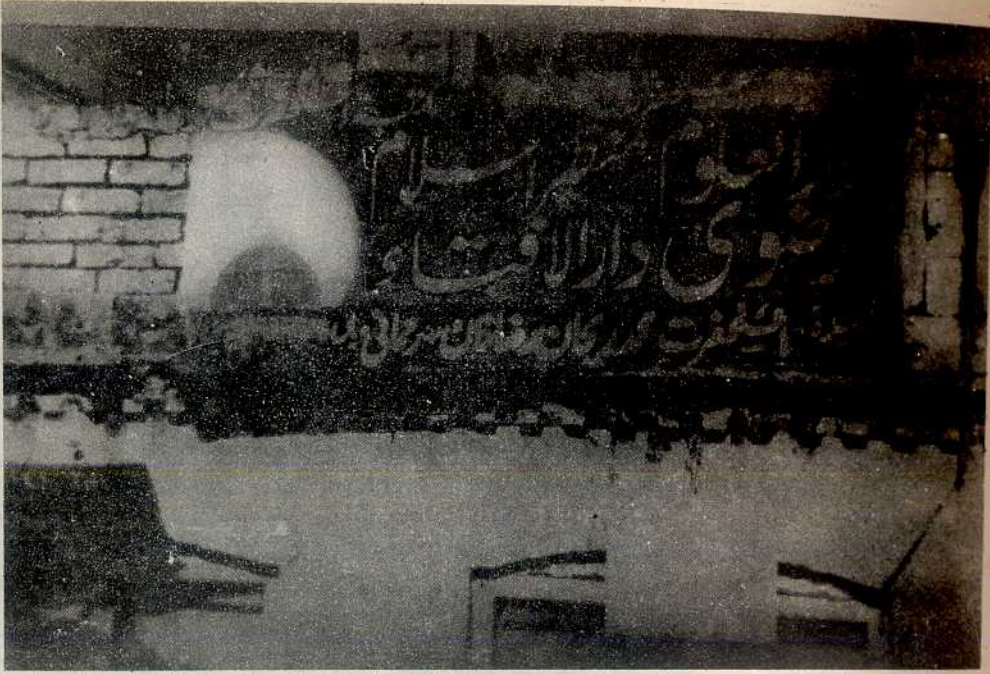
موضوع !

حدیث منکر پر افادہ فرمایا ہے اور
شاندار تحقیق فرمائی ہے

(۱۳)

دارالعلوم
منظر اسلام
(بریلی)

جسے امام احمد
رضانے اپنی
حیات میں تمام
فرمایا تھا۔



(۱۴)

دارالعلوم
منظر اسلام
کا
رضوی دارالافتار



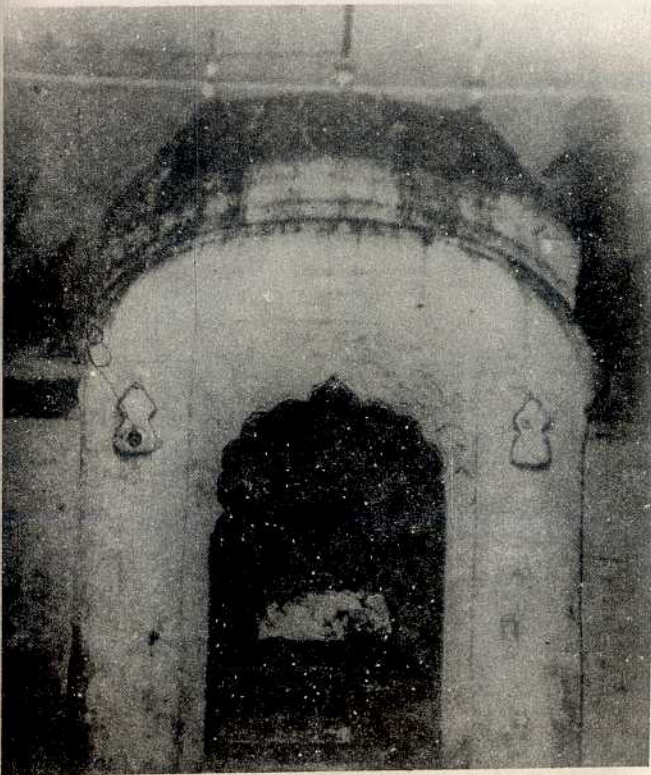
(۱۵)

شاہی اکبری مسجد
المشہور برزائی
علہ گھبر جعفر خان
بریلی
امام احمد رضا سالار
دوبار اسمین عظیم
کرتے تھے۔
شہنشاہ اکبر کے حکم
یہ مسجد ۹۸۶ھ میں
بنائی گئی۔



(۱۶)

مزار حضرت شاہ قلندر بخش مبین پر خاندانہ
اشرفیہ کے شہزادے قیام کرتے تھے۔
امام احمد رضا بنفس نفیس مزار پر
حاضری دیا کرتے تھے۔



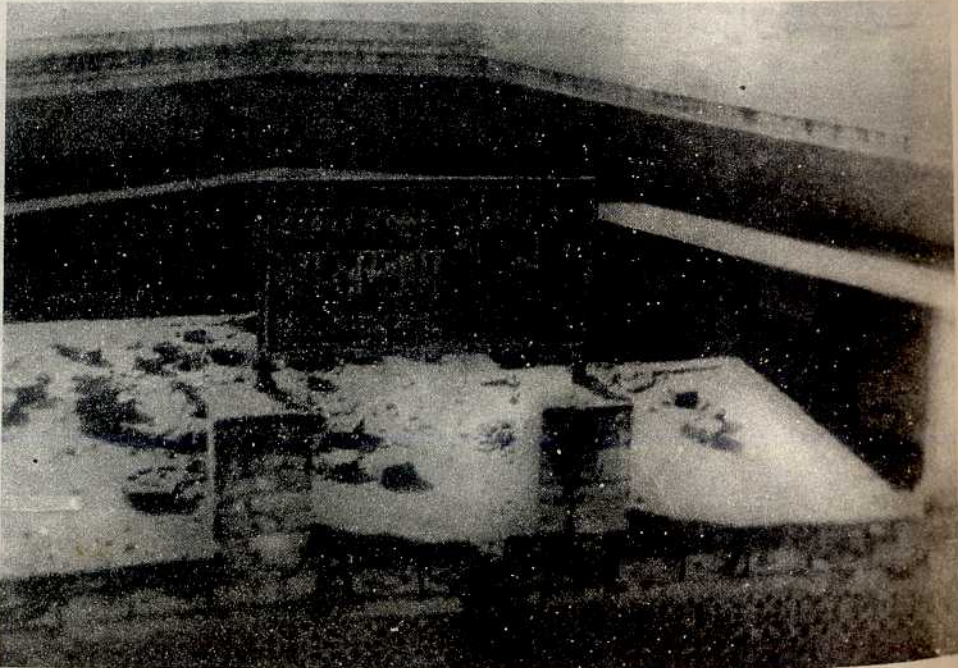
(۱۷)



خانقاہ اشرفیہ محلہ ذخیرہ
بریلی، جہاں امام احمد رضا
تشریف لایا کرتے اور
اکابرین اشرفیہ کو اپنے
دولت کدے پر لے
جاتے تھے۔

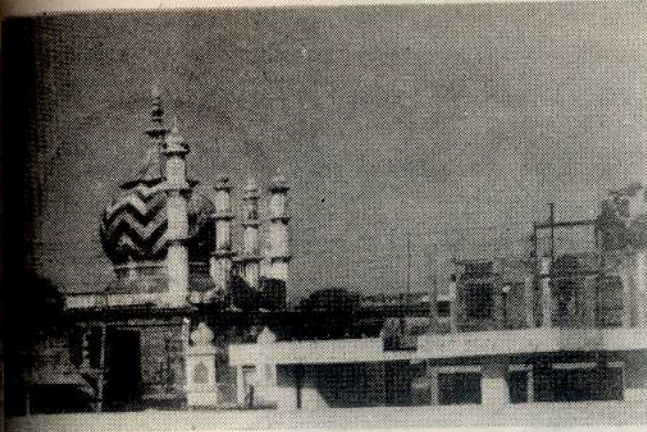
(۱۸)

دارالعلوم
منظہر اسلام
جو مسجد بی بی جی
(محلہ بہاری پور)
جسے حضور
مفتی اعظم ہند نے قائم
فرمایا ہے۔



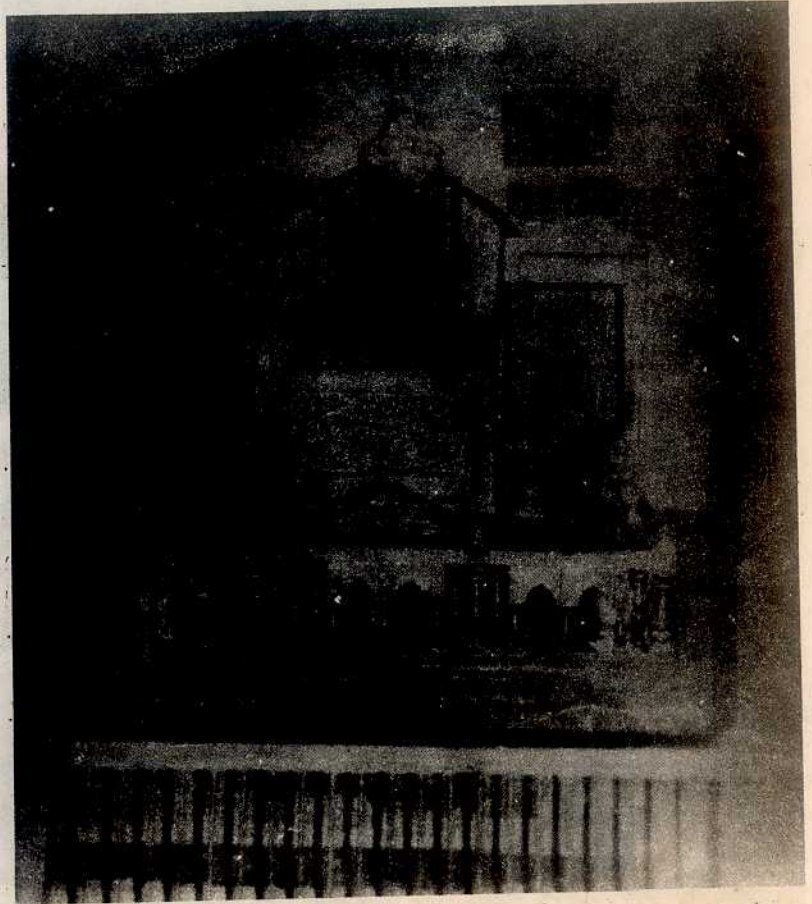
(۲۵)

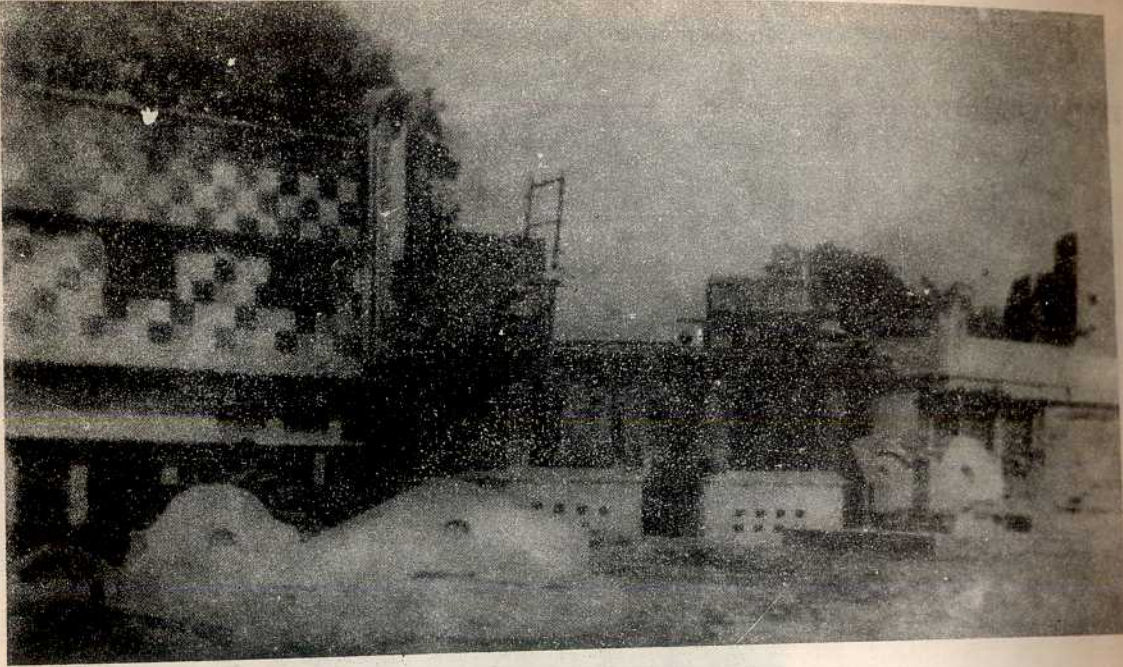
روضہ امام احمد رضا کا دلکش نظارہ
جس کی تصویر رضوی ہماں خان نے کی
چھت سے لی گئی ہے۔



(۲۶)

روضے کے اندر
امام احمد رضا
کا
مزار مبارک





(۲۱)

امام احمد رضا کی والدہ محترمہ اور اہلیہ محترمہ کے مزارات واقع سٹی قبرستان بریلی

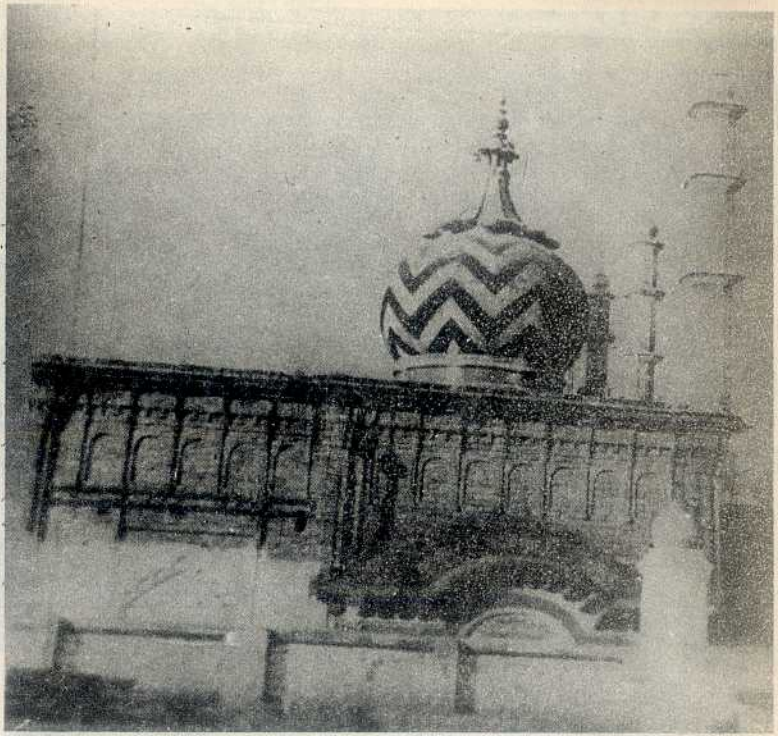
(۲۲)

مسجد نوری جس کی زمین امام احمد رضا کے چچا محترم نے انگریزوں سے لڑ کر خریدا۔ اور
خطیر رقم لگا کر خود تعمیر کرائی۔ یہ مسجد بریلی اسٹیشن کے سامنے آج بھی شوکت اسلامی کا
مظاہرہ گھر رہی ہے۔



(۲۳)

امام احمد رضا کی آخری آرام گاہ
روضہ کابیر و فی حصہ



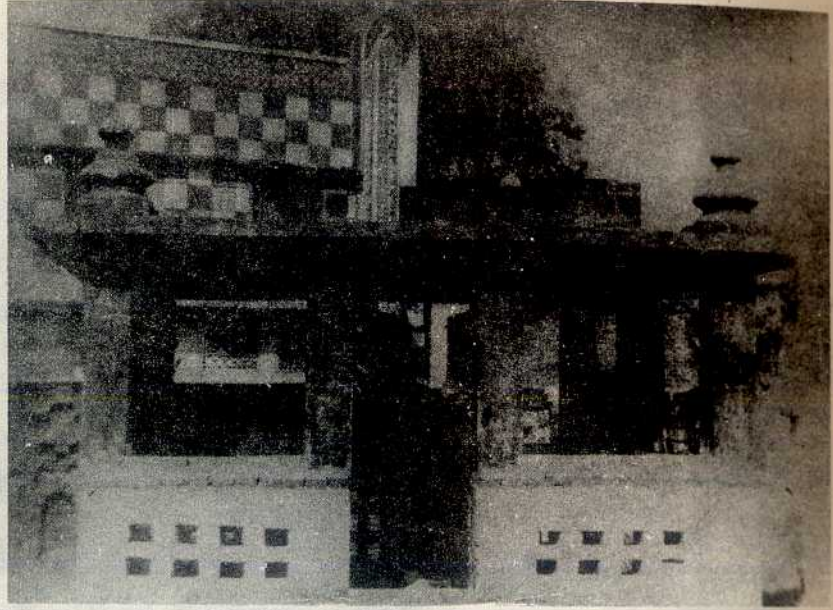
(۲۴)

روضہ امام احمد رضا
کے سامنے کا حصہ



(۱۹)

امام احمد رضا کے دادا مولانا
رضا علی خان اور والد مولانا
نقی علی خان کے مزارات
اسی چار دیواری میں ہیں۔
واقعہ سٹی قبرستان
بریلی



(۲۰)

امام احمد رضا کے
بھائی مولانا
محمد رضا اور
مولانا حسن رضا
کے مزارات۔
واقعہ سٹی قبرستان
بریلی



(۲۷)

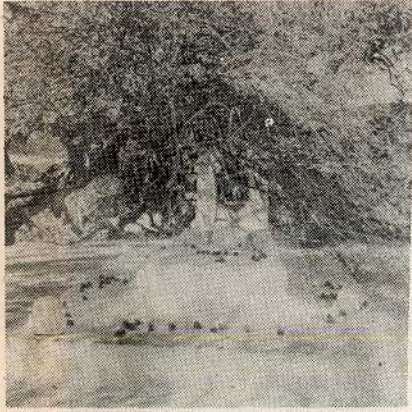
امام احمد رضا کے صاحبزادے
حجۃ الاسلام علامہ
خال علیہ الرحمہ کی آخری آرامگاہ
روضہ
امام احمد رضا میں



(۲۸)

امام احمد رضا کے
پوتے مفسر اعظم علامہ
ابراہیم رضا خاں کی آخری
آرامگاہ
روضہ امام احمد رضا
میں





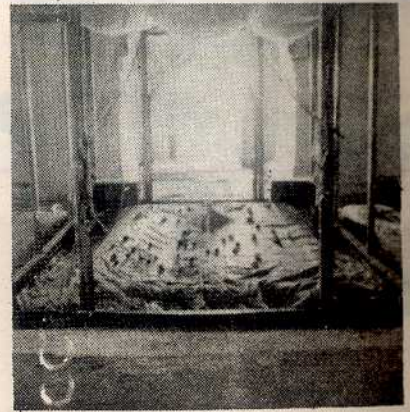
(۲۹)

سادات مادرہ کے مورت اعلیٰ
حضرت سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ
کا مزار مبارک



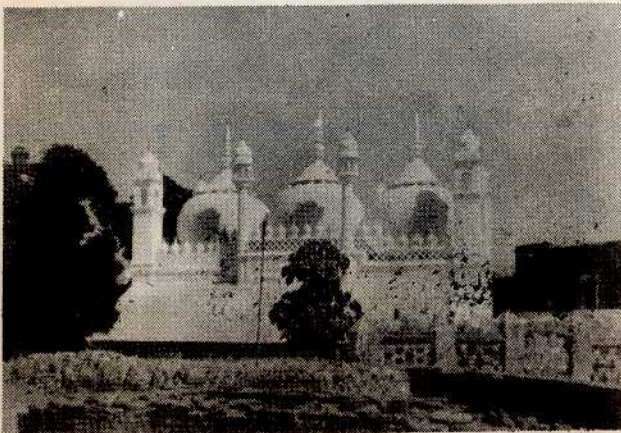
(۳۰)

امام السلسلہ برکاتیہ
مخدوم شاہ برکت اللہ رضی اللہ عنہ
کا مزار پاک



(۳۱)

مسجد برکاتی خانقاہ برکاتیہ
مادرہ مطہرہ



(۳۲)

مسند پاک سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ
حضور خاتم الاکابر نے اسی مسند پر بیٹھ کر
امام احمد رضا کو مرید کیا اور خلافت سے نوازا



(۳۳)

درگاہ برکاتیہ مارہرہ
مقدسہ کا صدر دروازہ



(۳۴)

درگاہ برکاتیہ مارہرہ
شریفے کا روح پرور منظر



حق سمجھ یا حق فرمایا حق کے علاوہ سب ٹھکرایا
حق کی عزت حق کی رفعت حق کی نصرت اعلیٰ حضرت

قرآن مہفی



۱
امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کا نقابلی مطالعہ

۲
امام احمد رضا اور محاسن کنز الایمان

۳
امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں

۴
امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن کی خصوصیات

۵
کنز الایمان اور معارف القرآن

اُردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
جانشین مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی ہمگیر اصلاحی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود عام فہم اور آسان اسلوب بیان کے ساتھ قرآن عظیم کا ترجمہ فرما کر اردو خوان افراد ملت پر عظیم احسان فرمایا ہے جو اردو کے جملہ قرائی تراجم میں زبردست افادیت و اہمیت ہے۔ بھرپور منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

اس پیش ہوا ترجمہ پر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند سہارن پور نے بشکل پروگنڈہ مسلکی عصیت سے مملو جھوٹوں پر مشتمل ایک تنقیدی مضمون شائع کیا تھا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں قبلہ شہزادہ و جانشین مخدوم الملت علیہ الرحمہ نے ہماری گزارش پر اس شش سطری مضمون کا حقائق و معلومات کے جائے میں تحلیل و تجزیہ فرمایا ہے جس سے شک کیہ کے ساتھ ہم یہ طویل و بیسٹ مضمون شامل آگاہ احمد رضا نمبر کر رہے ہیں۔

(۴) امام احمد رضا کو اپنا "نیا ترجمہ" پیش کرنے کی اسلئے ضرورت پڑی تاکہ لوگ اپنے صفحہ دل سے عقیدت کا وہ نقش مٹنے نہ دیں جسے بڑی مشکل سے انھوں نے ان کے دلوں کی سادہ تختیوں پر قلم کیا ہے۔

(۵) ان کا یہ نیا ترجمہ آیات قرآنی کے نظم و اسلوب اور منشاء و خداوندی کو نظر انداز کر کے ان آیتوں میں تاویل و تحریف معنوی کا دروازہ کھولنے میں مدد و معاون ثابت ہوگا جو ان کے مخصوص فکر و عقیدہ کے خلاف ہیں۔

یہ پانچ نکات وہ ہیں جو مقالہ نگار کی تہمدی گفتگو کا خلاصہ ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ امام احمد رضا فرمائے باطلہ میں سے ایک باطل فرقہ کے امام اور چند نئے نظریات و خیالات اور باطل عقائد کے بانی و موجد ہیں لہذا انھوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں اپنے اپنی غیر اسلامی عقائد کی پیش کش کی ہے۔ مقالہ نگار کا مذکورہ بالا خیال اس عظیم شخصیت سے متعلق ہے اعلیٰ علماء کے ان روشنی میں گذشتہ دو صدی ۱۲۰۰ء و ۱۳۰۰ء کے اندر جیسے کوئی مکتبہ جامع عالم ہستی نظر نہیں آتی چنانچہ تفسیر حدیث، عقائد و کلام، فقہ، ملوک، تصوف، اذکار، اوقاف، تاریخ، سیر، مناقب، جفر، تفسیر، ادب، نحو، لغت، عروض، زیجات، علم مثلث، جبر و مقابلہ، لوگاتھم، ازشماطی، ہیئت، ہندسہ، ریاضی، توحید، نجوم، منطق، فلسفہ اور حساب وغیرہ علوم و فنون میں آپ کی بے مثل تصانیف و جواشی آپ کے کمال تجوید و جامعیت پر شاہد عدل ہیں۔ مقالہ نگار کو فکر و شعور کا اگرچہ البتہ حصہ بھی ملا ہوتا تو اس کیلئے اتنا سمجھ لینا دشوار نہ ہوتا کہ اگر وہی عصیت کے نشے میں چومر ہو کر جو ترجمہ

دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور سے ایک ماہنامہ نکلتا ہے اس کا نام بھی "دارالعلوم" ہی ہے اس کے چند شمارے اس وقت میرے پیش نظر ہیں ان شماروں کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں جھوٹوں پر مشتمل ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے "مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ قرآن کا تقابلی مطالعہ" مقالہ نگار دارالعلوم دیوبند کے شعبہ علوم قرآنی سے تعلق رکھنے والے مولوی محمد محفوظ الرحمن قاسمی ہیں۔ مقالہ نگار نے پوری فنی چابکدستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عام قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ

(۱) امام احمد رضا کی ذہنی ساخت ان گراہ فرقوں کی ذہنی بناوٹ سے مختلف نہیں جو اپنے مخصوص نظریات و عقائد کی تائید میں اور چیزوں کے ساتھ قرآن حکیم کو بھی بطور دلیل استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور ان الفاظ قرآنی کو جو ان کے مفروضہ عقائد و نظریات کے خلاف تھے اپنے رجحان و افکار کا ایسا جامہ پہنانے کی سعی کرتے رہے ہیں جو اسلامی حقائق کے نہ صرف معارض تھے بلکہ قرآن پاک ہم کو جو علم دینا چاہتا تھا اس سے اس کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔

(۲) ممکن تلاش و جستجو کے بعد بھی اس حقیقت کا سراغ نہیں لگایا جاسکا جس نے امام احمد رضا کے دل میں ترجمہ قرآن کا داعیہ برپا کیا سوال ہے اس کے کہ انھوں نے قرآن حکیم کو اپنے عقیدہ کے اظہار کا ذریعہ بنانا چاہا تاکہ اس طرح ذمہ و عقیدہ تمدن میں اپنی نگرانی قیادت و امامت کیلئے دلیل فراہم ہو جائے۔

(۳) امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں نہ انداز زبان کی سنگینی ہے نہ مطالب قرآن کی عمدہ وضاحت اور نہ کسی طرح کی کوئی فنی خوبی۔

صفحہ قرطاس پر منتقل کی جائے گی وہ دین و دیانت اور علم و تحقیق کے تقاضے نہیں پوری کر سکتا
اگر مقالہ نگار نصف مزاج ہوتا تو اس حقیقت کو سمجھنے میں اسے شوق
پیش نہ آتی جس نے فاضل بریلوی کو اردو تراجم قرآن کی موجودگی میں نیا ترجمہ کرنے پر آمادہ کیا۔
میں جو کتابوں کبات پہلے ہی میں سے شروع کی جائے گا آخر وہ کون سی ضرورت تھی
جس نے فاضل بریلوی کو مجبور کیا کہ جہاں انھوں نے تقریباً پچاس فنون میں کم و بیش ایک ہزار
کتابیں تحریر کر ڈالی ہیں وہیں اردو میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی فرمادیں۔ امام
احمد رضا کا ترجمہ قرآن اردو کا کوئی پہلا ترجمہ تھا اس کے منظر پر آنے سے پہلے ہی بہت
سے تراجم قرآن ملاؤں کے گھر گھر پہنچائے جا چکے تھے اور اس کے بعد بھی ترجمہ نگاری کا کام
ہوتا رہا۔ بعض نے مکمل قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور بعض نے اس کے بعض کلمات و آیات کی تشریح
پیش کی۔ اس مقام پر ان حضرات کے چند ترجمے بطور نمونہ نقل کر دینا مناسب خیال کرتا
ہوں تاکہ ناظرین کوئی اندازہ کر لیں کہ یہ معروف و مشہور مترجمین مطاب قرآن کی وضاحت اور تفسیر
ہدایت کو ادا کرنے والی برجستہ و بزرگ تفسیر پیش کرنے میں کس درجہ ناکام رہے ہیں۔

(۱) ارشاد قرآنی ہے اللہ یُسْتَحْضَرُیْ بِحُجْمِ اس آیت کا ترجمہ مختلف مترجمین یہ
کہتے ہیں۔

”اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے“ (سرسید)

”اللہ ان کو بتاتا ہے“ (ڈپٹی نذیر احمد)

”ان منافقوں سے خدا ہمیں کرتا ہے“ (فتح محمد جالندھری)

”اللہ ہمیں ادا کرتا ہے ان کی“ (مرزا حیرت)

”اللہ ہمیں کرتا ہے ان سے“ (شیخ دیوبند محمود حسن)

”اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے“ (ذو اب وحید الزماں)

دیکھئے اگر ان مترجمین کو تائید ربانی حاصل ہوتی تو ادران کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی
عظمت و جلال کا سچا تصور ہوتا تو وہ اس سبوح و قدوس کے حق میں دل لگی کرنا، ٹھٹھا کرنا،
بتانا، ہمیں ادا وغیرہ بات داری محاذ دے کر استعمال نہ کرتے۔ یہ جاننا کہ
رب العزہ وجل جلالہ کی بارگاہ عظمت ٹھٹھا کرنے، ہمیں ادا لانے وغیرہ محبوب سے
پاک ہے صرف مرد عوام میں اللہ ہی کا کام ہے۔ ان ترجموں کو دیکھنے کے بعد
کیا کسی ایسے کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جو عارف قرآن کا ماہر اداں ہو؟ عظمت و
جلال الہی کے اس کے سر جھکنا والے جواب دو۔

(۲) ارشاد قرآنی ہے وَمَا عَلَّمْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنُعَلِّمَ
مَنْ يَشَاءُ الرَّسُولُ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰی عَقْبَيْهِ ط اس کے
ترجمے یہ کئے گئے ہیں

”اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو بعض اس کے لئے تھا
کہ ہم کو (یعنی اللہ کی) معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع
اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹا جاتا ہے“ (مولوی اشرف علی تھانوی)

آیت مذکورہ بالا میں لِنُعَلِّمَ کا ترجمہ دیگر مترجمین نے یہ کیا ہے
”ہم جان لیں“ (سرسید علی گڑھی)۔ (اخلاق میں قاضی اعجاز دارالعلوم مظاہر
”ہم معلوم کر لیں“ (ڈپٹی نذیر احمد)
”ہمیں معلوم ہو جائے“ (مرزا حیرت)

دیکھئے ان مترجمین نے عربی اردو کشمیری میں الجملہ کا ترجمہ جانا پڑھا تھا اس کے
مطابق آیت میں لِنُعَلِّمَ کا ترجمہ ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے، لکھ دیا لیکن بصیرت ایمان
سے محرومی کے باعث اتنا نہ سوچ سکے کہ ”معلوم ہو جائے“ کا محاذ وہ اس کے لئے استعمال
جائے گا جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازل وابدی طور پر عالم ہے تو پھر
کے حق میں معلوم ہو جائے گا کیا معنی؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کیلئے صرف عربی دلائل
نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو بھی لانا آیات
محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ان ترجموں کو دیکھ کر کیا
کسی ایسے مؤید من اللہ کے ترجمے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی تو ارشیں بطور خاص ہر
سایہ گسٹروں؟ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب و الشہادہ ماننے والے جواب دو۔

(۳) ارشاد ربانی ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَلُوْا مِنْكُمْ وَكَلَّمَ

الصّٰبِرِيْنَ۔ اس آیت کا ترجمہ شیخ دیوبند مولوی محمد حسن نے یہ کیا ہے
”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لوگ نہ دالے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا
ثابت رہنے والوں کو“

فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے
”حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو ابھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور ابھی
ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے“

دیکھئے تائید ربانی سے محرومی کے باعث یہ نادار مترجمین کتنی بری طرح ہچکچے کا
رہے ہیں۔ ملاؤں کے ایمان کو عبادت کر دینے والے ترجموں کو دیکھ کر کیا ایسے
ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو ایمان کو روشنی بخشنے؟ دین و دیانت والوں کو۔

(۴) ارشاد قرآنی ہے اَفَاٰمَنُوْا مَكَرَ اللّٰهِ فَلَا يَمُوكُ مَكَرَ اللّٰهِ اِكْلَ الْفَوَاحِشِ
اَلْحُسْرٰوْنَ ۝ اس کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیمات حصہ اول میں اس
طرح کیا ہے

”اور کیا وہ اللہ کی چال سے بے خوف ہو گئے؟ سو اللہ کی چال سے وہی لوگ بے خوف
ہوتے ہیں جن کو ہمارا ہونا ہے“

اللہ رب العزہ جل مجدہ کی شان پاک میں ”چال“ کا لفظ استعمال کرنا بتا رہا ہے کہ
مترجم بالکل غیر مہذب اور بارگاہ خداوندی کے آداب سے تاواقف ہے۔

ان حالات میں کیا ایسے ترجمے کی تلاش نہ ہوگی جو ایسے کے قلم سے نکلا ہو جو
کی بارگاہ عظمت کے آداب سے بے بہرہ نہ ہو۔

(۵) ارشاد ربانی ہے وَعَصٰی اٰدَمُ سَبَّحَ فَعَوٰی۔ اس کا ترجمہ مولوی

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے“

مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ امام احمد رضا نے اس ترجمہ میں آیت کو میرے مفہوم و منشا کو غلط کر دیا ہے نیز نظم قرآن کی ترتیب کے اعتبار سے یہ ترجمہ صحیح نہیں اس لئے کہ مقالہ نگار کے خیال میں اس ارشاد قرآنی کا منشا یہ ہے کہ اس خیال کی تردید کر دی جائے کہ جو نبی ہو گا وہ بشر نہیں ہو سکتا۔ مقالہ نگار نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اگر ارشاد قرآنی کا منشا صرف اتنا ہوتا کہ نبی کی بشریت داخل کر دی جائے تو پھر اس کیلئے ”انما انما بشر“ فرمانا کافی تھا ”مملک“ کے اضافے کی ضرورت نہ تھی۔ قرآن مجید کا اصل منشا اپنی طبیعت سے گڑھنا اور پھر اس پر احکام مرتب کرنا اگر انصاف ہے تو یہ وہ انصاف ہے جو دارالعلوم دیوبند کی جہاد دیواری ہی کو مارا رک ہو۔ اچھا آئیے مقالہ نگار کے پسندیدہ د معدودہ ترجموں میں سے مولوی عبدالحق حقانی (جو مقالہ نگار کے نزدیک جید عالم تھے اور جن کا ترجمہ اس کے نزدیک تمام معنوی خوبوں کا حامل ہے) انہی کے ترجمہ پر گفتگو کی بنیاد رکھی جائے۔ ان کے ترجمے کی عبادت یہ ہے۔

”اے نبی! کہد کہ میں بھی تمھارے جیسا ایک آدمی ہوں
یہی ہے کہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے“

اس ترجمے کی خامیوں پر غور نہ کیجئے بلکہ مقالہ نگار سے دریافت کیجئے کہ اچھا چلو کوئی بشر مملک کا ترجمہ تمھاری طرح بشر، مگر اب واضح کر دو کہ کس بات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں؟ ذہن نشین رہے کہ آیت کریمہ میں غالب کفار و مشرکین ہیں نہ کہ یومنین و مطہعین (دیکھو ابن کثیر و ابن جریر وغیرہ) تو ظاہر ہے کہ آیت میں مذکور ضمیر ”کفر“ کا جو اپنے کو غالبی طبع سمجھے گا تو وہ دانستہ و نادانستہ اپنے کو اسی زمرے میں شامل کر دے گا۔ ہر جہاں غیر خطاب کے مخاطبین کا ذکر ہے۔ اسی صورت میں کوئی ایمان والا ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ اپنے کو اس ضمیر خطاب کا مخاطب قرار ہی نہیں دے سکتا۔ کفار و مشرکین کی آگاہی رسول کو یومنین و مطہعین کی طرح کیا جائے جب بھی وہ تشبیہ کی تلاش میں عقل حیران ہو جاتی ہے کہ اگر رسول ہمارے مثل ہیں تو کس بات میں۔ معاملت کلیہ کا دعویٰ تو بالکل بھی نہیں کر سکتا۔ خود مقالہ نگار بھی نبی و غیر نبی کی بالکل معاملت کا قائل نہیں تو اب صرف بعض امور میں معاملت کا مسئلہ زیر بحث نہ کیا تو آخر وہ امور کون سے ہیں؟ ایمان، اعمال، احکام اور معاملات کسی میں بھی ہم کو ان سے معاملت و مشابہت نہیں۔ غور کیجئے رسول کریم کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ اتی رسول اللہ نہیں ہے کوئی معبود برحق اللہ کے سوا اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر یہی کلمہ ہم پڑھیں تو کافر ہو جائیں۔ ہم پر پانچ وقت کی نمازیں فرض اور حضور پر پانچ وقت کی نمازیں فرض تہجد بھی آپ پر فرض ہے۔ ہمارے لئے ارکان

اسلام پانچ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد۔ اور آپ کے لئے جاہ اس لئے کڑواؤ آپ پر فرض نہیں۔ ہم کو صرف چار بیویوں کی اجازت ہے اور آپ جس قدر چاہیں۔ ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں لیکن آپ کی ازواج پاک مسلمانوں کی مائیں ہیں کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ہمارے بعد تہاری میراث تقسیم ہوگی اور آپ کی میراث نہ بیٹے کی۔ ہمارا ایمان ایمان بالغیب آپ کا ایمان ایمان بالمشاہدہ۔ ہم بیٹھ کر نفل پڑھیں تو اب نصف ہو جائے اور آپ بیٹھ کر بھی پڑھیں جب بھی اگر میں کی نہیں ہوتی۔ ابتداء میں صحابہ نے یہی سمجھ لکھا تھا کہ وہ شرعی احکام جو نبی و غیر نبی کے لئے عام ہیں اس میں نبی تہادی طرح ہیں لیکن رسول کریم نے ایک موقع پر بسنت کا حد منکر فرما کر ان کے خیال کی اصلاح فرمادی۔ ہم اسلامی قانون پر عمل کرنے والے ہیں اور رسول کریم اسلامی قوانین کو نافذ کرنے والے ہیں اس منصب رفیع کے ساتھ کہ جس کو چاہیں اور جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں یہ اختیار کسی امتی کو تاقیامت حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ کیلئے مستثنا یہ بکری کی قربانی جائز فرمادی، ایک بار حضرت عقبہ ابن عامر کو بھی مستثنا یہ بکری کی قربانی کی اجازت عطا فرمادی ایک بار حضرت ام عطیہ کو ٹوہ کرنے کی رخصت بخش دی، ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت عیسٰی کو عدت و فاق کا سوگ معاف فرمادیا، ایک صاحب کو ہر جگہ صرف سورت قرآن سکھانا کافی کر دیا، حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کی تہاگو ای کی شہادت کا نصاب کامل کر دیا ایک صحابی کے لئے روزہ کا کفارہ خود ہی کھانا جائز فرمادیا، ایک صاحب کو جوانی میں ایک بانی کا دودھ پینے کی اجازت دی اور اس سے حرمت رضاء ثابت فرمادی، دو صاحب کو تہیٰ کپڑے پہننے کی اجازت دیدی، مولیٰ علیؓ کی بحالت جناب مسجد اقدس میں رہنا مبارک فرمادیا، عذرات الہیہ کو بحالت عارضہ ماہانہ مسجد مبارک میں آنا جائز فرمادیا، حضرت براءؓ ابن عازبؓ کو سونے کی انگوٹھی پہننے جائز فرمادی، حضرت سراقہؓ کو سونے کے کنگن حضور کی اجازت سے پہننے لگئے، حضرت عثمان غنیؓ کو بے جا فری جہاد ہم غنیمت کا مستحق فرمادیا اور عطا کیا، حضرت معاذؓ بن جبلؓ کو اپنی رعیت سے تحائف لینا حلال فرمادیا، ام المومنین حضرت عائشہؓ کو کھمر کے بعد روزہ رکعت نفل جائز فرمادی، ایک شخص سے اس شرط پر اسلام قبول فرمایا کہ وہ دو نماز سے زیادہ نہ پڑھے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ صحافت کتب احادیث پر پھیلے ہوئے یہ سارے واقعات و حقائق واضح کرتے ہیں کہ رسول کریم کی ذات گرامی ایمان و احکام معاملات و عبادات میں بھی بے مثل و بے نظیر ہے ہم جیسی نہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ کا سر سے لیکر پیر تک ہر ہر عضو بدن بے مثل و بے نظیر ہے اللہ عزوجل نے آپ کو اپنی ذات و صفات کا مظہر اتم حقیقت و معرفت کے تمام ظاہری و باطنی کمالات کا مخزن اور روحانیت کے تمام محاسن و اوصاف کا معدن بنایا تھا آپ کے حسن و جمال کا عالم یہ تھا کہ نگاہیں دیکھ کر خیرہ ہو جاتیں جس کا مشاہدہ کر کے زبان کو عالم حیرت میں کہنا پڑتا تھا اس قبلہ و بعد کے مشابہ ایسا حسین و جمیل نہ آپ کے قبل دیکھا نہ آپ کے بعد خود حضرت علیؓ نے آپ کے سر سے پاؤں لگے

اصناف بیل بیان کرنے کے بعد فرمایا بقول ناعتہ لہ اذ قبلہ ولا بعدہ
مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جو حضور کی نعت بیان کرے گا وہ فرد رکھے گا کہ
میں نے حضور کے مثل نہیں دیکھا حضرت مولائے کائنات نے فیصلہ فرمادیا کہ یہ ممکن نہیں کہ
حضور کی مدح و ثناء کرنے والا حضور کو بے مثل نہ کہے اسلئے کہ جب تک وہ حضور کو بے مثل
نہ کہے گا اور نہ کہہ سکے گا اللہ تعالیٰ کا، حقیقۃً کا، افتراء نہ کرے گا اس کی مدح و ثناء
مکمل نہیں ہو سکتی حضرت علی کا ارشاد اس بات کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے کہ حضور شعلیت
کا دعویٰ وہی کرے گا جو حضور کا ناعت (ثناء خواں) نہ ہوگا بلکہ حضور کی توہین و تمقیت کا قصد
لکھتا ہوگا۔ حضرت حسان فرماتے ہیں۔

خاقت مبرا عن کل عیب (اے میرے محبوب) آپ ہر عیب پاک صاف پر لکے گئے
کانک قد خفت کما تشاء (گویا آپ کی تخلیق آپ کی مرضی سے کی گئی)
واجمل مثلی لہ توقط عینی (آپ سے زیادہ میں وہیں میری آنکھوں نے نہیں دیکھا)
واکمل منک لہ قتل النساء (آپ سے زیادہ بالکل کسی عورت نے جہاں نہیں)
صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے ما ساریت شیئاً احب من رسول اللہ
سوی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے حضور سے زیادہ خوبصورت کسی انسان ہی نہیں
بلکہ (کائنات) کی کسی چیز کو بھی نہیں دیکھا۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ
چہرہ نبوی کے سن کا یہ عالم تھا کہ کائنات الشمس تجس فی دجہ۔ گویا سورج آپ کے
چہرے میں برقعات ہے۔ عارض پاک کا عالم یہ تھا کائنات ماء الذهب، تج فی صحنۃ
خندہ گویا صدف و رخسار پر سونے کا بانی جھلک رہے ہندوانہ مبارک جو تیوں کی طرح سفید
چمکدے تھے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اذ اصحابی یبتلا لاجلاس جب آپ
تیم فرماتے تو ندان مبارک کے دوسرے دیواروں پر پردہ نشینی چھا جاتی۔ لب مبارک کے بارے
میں موابہ خرافین میں ہے احسن عباد اللہ شفعین اللہ کے تمام بندوں سے
اچھے تھے۔ اللہ الشکر! اعجاز تھا آپ کے لہائے مبارک کا کہ ایک بار حضرت علی
شدید بیمار ہوئے آپ نے دیکھ کر فرمایا اللہ عاذہ ادا شفعا الہی اے عافیت
دے یا شفا دے۔ لب جان بخشی کے ہلاتے ہی شفا ہو گئی اور پھر اس کے بعد حاجات اس مرض
میں گرفتار نہ ہوئے۔ زبان مبارک کا یہ عالم کہ خود ارشاد فرماتے ہیں انا انصم الحرب
میں عرب میں سب سے زیادہ فیصیح و بلیغ ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر کے اس استفاد
پر کہ حضور میں نے عرب کا درد کیا بڑے بڑے فصحاء سے ملاقات کی مگر آپ جیسی فصاحت
کسی میں نہ پائی آپ نے ارشاد فرمایا اذ بنی سب جی مجھے میرے رب نے ادب سکھایا۔
ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام نے نزول احلال فرمایا ایک چشمے کے متعلق صحابہ نے عرض کیا
کہ حضور اس چشمہ کا نام بیسان ہے اس کا پانی کھا رہے حضور علیہ السلام نے فرمایا
”بل ہونعنا، دھوا لطیب“ نہیں اس کا نام نعمان ہے اس کا پانی میٹھا ہے
صحابہ فرماتے ہیں کہ حضور نے چشمہ کا نام بدل دیا تو اللہ نے اس کا ذائقہ بدل دیا۔
حضور علیہ السلام کی زبان کی عظمت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ

دہی زبان مبارک ہے جو حرم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر رب العالمین سے شرف کلامی ماحر
کوتی ہے۔ ایک بار آپ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں ”خوالی فی نفس
بیدہ ما یدخوج منہ الاحقاق“ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلے گا وہ حق ہی نکلتا ہے۔ قرآن نے اعلان فرمایا ”ما یبصر
عن الہوی ان ہوا الا دحی یوحی“ یہ اپنی طرف سے نہیں بولتے ان کا بولنا
اسی ہے۔ ایک مرتبہ شدت تشنگی میں حضرت امام حسن کے منہ میں آپ نے
دکھری انھوں نے چوس لی اور میرا بوجھے۔ آپ کی مقدس آنکھوں کے
اندر ابھی حجاب نہ تھا حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور رات کے اندر
میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے آجائے میں“ حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور
نے خود ہی فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تم کو اپنی طرف
کی جانب سے بھی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے سامنے کی جانب سے۔ بلکہ
حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کی قسم تمہارے رگوں اور خورش مجھ پر پوشیدہ نہیں
خورش دل کی کیفیت یا نہا کا نام ہے مگر نگاہ احمدی کے قربان جو نمازی کے خورش کا
ادراک رکھتی ہے۔ مدینہ میں وہ کفرزدہ موتہ کے حالات کو
فرمانا اور پھر عابدین کی دلبی پر خود ہی تمام حالات کو سن دینا کر دینا حدیثوں میں
مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ چشم نبوت اندر ہے، آجائے درود و نذر کے قانون سے
ہے یہ قانون، دوسروں کی آنکھوں کیلئے ہے۔ آپ کے منے مبارک بھی ایک ممتاز حیثیت کا
ہیں اسلام کے مشہور ترین حضرت خالد کو میدان کا زار میں فتح و نصرت الہی شجاک بالان
برکت سے حاصل ہوتی تھی۔ امام بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت خالد کی ٹوپی میں حضور
کے جذبات تھے اور انھیں بالوں کی برکت سے انھیں ہر موقع پر فتح ہوتی تھی۔
حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ایک بال ہمیں دنیا و ماورائے دنیا
ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حلاق حضور کے بال اتار
اور صحابہ کرام پر روانہ وار مونے مبارک حاصل کرنے کیلئے حضور کا طواف کر رہے
تاکہ ایک بال بھی زمین پر نہ گرے اور ان کے ہاتھوں میں آجائے۔ حضرت علی
ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک میں اپنا ایک بال لے ہوئے فرمایا ہے
جس نے میری ایک بال کی توہین کی اس پر جنت حرام ہے۔ آپ کی قوت سامعہ
بے نظیر ہے حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ”میں وہ دیکھتا ہوں جو کلام
دیکھتا اور وہ سنتا ہوں جو کوئی نہیں سنتا“۔ خود حضور نے فرمایا کہ
قوت سامعہ و باصرہ عام انسانوں کی طرح نہیں۔ آسمان کی چڑچڑاہٹ
فرمانہ غلاب قبر کو سنتا وغیرہ وغیرہ آپ کی سماعت کی بے مثل کی نشاندہی کر رہے
آپ کا سمجھنا بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا اور آپ کا زمانہ غلبہ
عام بچوں کی طرح نہ تھا۔ حضرت امام ابن سبغ فرماتے ہیں کہ آپ نے صبی عالم پر
توپہلا کلام یہ فرمایا ”اللہ اکبر کیو الحمد للہ کثیرا“ معلوم ہوا کہ حضور

کسی میں بھی اور ایک دشواری در علم و فہم حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ نے تمام اخلاق حمیدہ اور آداب مرغیہ آپ میں جمع فرمادے تھے۔ امام ابن سین فرماتے ہیں کہ حضرت حلیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفت آپ کے دائیں طرف کا دودھ نوش فرماتے اور بائیں طرف کا وہ بلانا بھی چاہتیں تو نوش فرماتے علماء فرماتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ تھی "وذا اللات من عدل لہ لائے یعلم ان لہ مشا یکافی الرضا عتہ" یہ آپ کا عدل تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ میرا ایک دشنامی شرک بھی ہے یعنی حضرت حلیہ ایک اور بچے کو دودھ بلاتی تھیں جن کے لئے آپ نے بائیں طرف کا حصہ مخصوص فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام شیر خوارگی کے عالم میں عدل و مساوات کا یہ اہتمام فرمانا آپ کی مثلے کو ظاہر فرما رہا ہے اسلئے کہ اس عمر میں وہ بابت دشواری میں ہوتا ہے؟ کئے دست رسول کے بھی جلوسے ملاحظہ فرمائیے۔ جنگ احد میں حضرت عبداللہ ابن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انھیں ایک کھجور کی ٹہنی دی جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ لکھی گویا باریا اور حقیقت کو بدل دیا اسی کو قلب اعیان کہتے ہیں۔

حضرت سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا حضور کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے فرمایا ان میں سے عقیق سائب ابن یزید ہوں پھر آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ برکت دے جس کا اتنی ہولک میرے بال ہمیشہ سیاہ رہے۔

بم شہان مبارک سے پانی کا چتر جاری ہونا، ایک اشارے پر چاند کے دھڑلے ہونا، ایک اشارہ سے مدینہ طیبہ سے جٹ کے بادلوں کا اطراف کا رخ کر لینا، دست مبارک میں شفاء سے خاصیت ہونا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا دست مبارک بے مثل و بے نظیر تھا۔

آپ کی قوت ذائقہ کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ صحابہ کے ساتھ ایک میت کی تدفین کے بعد واپس ہوئے تھے کہ ایک خاتون نے آپ سب کو کھانے پر مدعو کیا صحابہ نے آپ کے بعد کھانے کے لئے ہاتھ پڑھایا اور کھانا شروع کر دیا مگر آپ کے دہن مبارک میں جیسے ہی غرہ پہنچا آپ نے فرمادیا کہ یہ گوشت کسی ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل ناگئی ہے چنانچہ آپ نے اس لقمے کو نوش نہیں فرمایا۔ بات بھی صحیح تھی اسلئے مردہ بکری اصل مالک کے بجائے اس کی بوی کی اجازت سے حاصل کی گئی تھی۔

خیال کیجئے کہ تلخ و شیرین کا احساس تو عام بشر کی ذہان بھی کریتی ہیں مگر نبی و رسول کی ذہان حلال و حرام کا بھی احساس فرمالتی ہے۔ آپ کی مبارک آواز کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جبکہ وہ دن جب آپ حجاز پر خطبہ کیلئے بیٹھ کر لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ آپ کی یہ آواز حضرت عبداللہ ابن رواحہ کے کان میں بھی پہنچی وہ اسوقت بکریوں میں تھے آپ کی آواز سن کر فریاد اٹھیں بیٹھ گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن معاذ کی روایت ہے کہ رسول کریم نے منیٰ میں ہمارے سامنے خطبہ دیا تو اللہ نے ہمارے کان اس طرح کھول دئے تھے کہ ہم تمام حجاج جہاں جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے آپ کی آواز سن رہے تھے۔ منیٰ کی سرزمین شاہد ہے کہ نبی کریم کے بعد اس فضل سے کسی کو نوازنا نہیں کیا تاکہ اس خاص موقع کا یہ واقعہ آپ کے خدائوں میں شمار ہوا۔

آپ اس رفیع الصوتی کا پر تو ایک عاشق رسول پر پڑا تھا جس نے مدینہ طیبہ میں آواز بلند کر دیا آواز نہادند کی فوج میں سن گئی۔ المختصر۔ منی والا واقعہ اپنے جانے وقوع اور کیفیات کے لحاظ سے جدا گانہ ہے۔ آپ کے لعاب دہن کا یہ حال رکھا۔ پانی میں پڑے تو پانی کو میٹھا کر دے، پائے مدنی میں لگے تو تریاق بن جائے، چشم علی میں لگے تو کل الجواہر کا کام دے، عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں لگ جائے تو ہڈیوں کو جوڑ دے۔ آپ کی نیند کا یہ عالم کہ خود فرمیں "ان عینی قنمان ولا ینام قلبی" میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ نیز۔ ارشاد فرمایا کہ ہم انبیاء صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے۔

انبیاء کرام کو وفات سے پہلے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو دنیا ہی میں رہیں اور چاہیں تو آخرت کو پسند فرمائیں۔ نیز۔ کسی نبی کی وفات طاری نہیں کی جاتی جب تک جنت میں اسکا مقام اُسے دکھائی نہیں دیا جاتا اور اُسے دنیا و آخرت میں ایک کو پسند کر لینے کا اختیار نہیں دیدیا جاتا۔ احادیث سے یہ حقائق ثابت ہیں۔ ان امور کے علاوہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کے کپڑوں میں غسل دینے کی غیبی ہدایت، غسل میں فرشتوں کی بھی غائبانہ شرکت، حضور کی ناز جازہ پڑھنے کے لئے آؤ لا حضرت جبرائیل پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل پھر حضرت عزرائیل کا بہت سارے فرشتوں کے ساتھ حاضر ہونا۔ پھر اہلبیت اطہار کا ناز کھیلے حاضر ہونا ان سب کے بعد دوسرے لوگوں کا تنہا تنہا بغیر امام کے ناز پڑھنا۔ قبر میں اتار دینے وقت ملائکہ کا بھی شرکت کا ہونا۔ آپ کی وفات کے بعد ملائکہ کا اہلبیت کے پاس آکر تعزیتی کلمات غائبانہ طور پر پیش کرنا اس طرح کہ وہ نظر نہیں آتے تھے مگر ان کی آواز سنی جاتی تھی، عام بشر کی تعزیت عام بشر کر لیتے ہیں مگر رسول وہ ہیں جن کے گھر والوں کی تعزیت میں خدا کے مقدر فرشتے بھی شرکت رہتے ہیں۔ یوں ہی ہر نبی کا اسی جگہ پر وفات پانا جہاں اُسے دفن ہونا محبوب ہو، دفن کے بعد زمین کے تحریکی اثرات سے انکا محفوظ رہنا اور قبروں میں نازیں پڑھنا حقیقت میں نگاہوں میں مدینے میں آپ کے آنے سے روشنی اور وفات سے تاریکی پھیل جانا، اور حضور سے جدا ہوجانے کے نتیجے میں صحابہ کا اپنے قلوب کی حالت و گھر کو پانا، حیات طیبہ میں رسول کی محبت سے الگ ہوتے ہی صحابہ کا اپنی قلبی کیفیت میں تبدیلی کا احساس ہونا، فرشتوں سے ہیکلام ہونا فرشتوں کا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا شرف محبت سے مستفیض ہونا، آپ کے ناز پڑھنے سے میت کے قبر کا روشن و منور ہوجانا، جنت، دوزخ کا حالات نماز میں آپ کے سامنے منظر ہو کر حاضر ہونا، اس حیات دنیوی میں رہتے ہوئے بار بار بنفس نفیس جنت میں تشریف لیجانا، یہ سارے حقائق وہ ہیں جو احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ طوالت تحریر کا اندیشہ کلمات احادیث کو نقل کرنے سے مانع ہے۔ یہی وہ حقائق ہیں جن کے پیش نظر امام رازنی نے سات صاف فرمادیا کہ انبیاء کرام جس طرح عام بشر سے اپنی روحانی قوتوں میں ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح جہاں طاقتوں میں بھی ممتاز ہوتے ہیں یعنی اپنی سامعہ، بامرہ، شامہ اور ذائقہ سمیٹنا

طاقتوں میں — امام رازی کا یہ قول مولوی بدر عالم میرٹھی نے ترجمان السنۃ جلد سوم ۲۵۱ پر نقل کیا ہے — علامہ ذوقانی نے تو یہاں تک فرمادیا کہ حضور پر ایمان لانے کی تکمیل یہ ہے کہ آدمی اس پر ایمان لائے، یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نہ الشیخ علی وجہ اسی حال و ہیئتہ لہد یطہر قبلہ ولا یجلد کہ خلق آدمی مثله اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے بعد شریف کو اس شان کا پیدا فرمایا کہ کوئی انسان آپ پہلے اور آپ کے بعد ایسا نہ ہوا، حکیم ترمذی حضرت ذوقانی سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ چاند کی چاندنی میں دکھائی دیتا تھا نہ سورج کی روشنی میں، حضرت ابن سیع فرماتے ہیں کہ جسم اطر پر کبھی نہ بیٹھتی تھی۔ حضرت حارث ابن اسامہ حضرت عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس مہینے جتانوں سے زیادہ توانائی رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کے چہرہ اقدس پر پسینہ موتی کی طرح نظر آتا تھا اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ تھی، آپ کا قد مبارک نہ بہت دراز تھا نہ بہت کوتاہ جس سے یہ مجروحہ ظاہر ہوتا تھا کہ جب آپ قوم درمیان تشریف رکھتے تو آپ کے موٹھے سے کبھی بلند رہتے۔ عقل و دانائی کا عالم کہ امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضور تمام دنیا کے انسانوں میں عقل و دانے کے لحاظ سے بڑی رکھتے تھے۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر آسمانی کتابوں اور چوبیس کتابوں کا مطالعہ کیا سب میں بھی لکھا پایا کہ ابتداء آفرینش سے لیکر انتہائے عالم تک حادثہ عقلاء کی عقلیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل دیت کا ایک ذرہ نظر آتی ہیں۔ قدوں کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن بکر فرماتے ہیں کہ آپ کے قدم مبارک تمام انسانوں کے قدوں سے زیادہ حسین تھے۔ قدوں کی ٹھوک سے پانی کا پتھر جاری کر دینا اور پتھر ٹھوکہ مار کر اس چٹخے کو بنگر کر دینا اور اپنی ٹھوکوں سے عصائے موسیٰ کا کام لینا حدیث سے ثابت ہے —

انتہیہ ہے کہ آپ کے تمام فضائل مبارک امت کے حق میں طیب و طاهر باعث برکت و رحمت ہیں لیکن خود آپ کے حق میں آپ کی عظمت شان کے سبب حکم اصلی باقی ہے۔ فتادی اسد میں ان کی ہمارت کی صراحت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور علیہ السلام کے پیچھے لگائے جسم اقدس سے جو خون نکلا وہ انھوں نے پی لیا اس پر حضور نے ارشاد فرمایا جاتو اپنے نفس پر آتش دوزخ حرام کوئی حضرت ابن زبیر نے خون مبارک بطور تبرک پیا کسی نے پوچھا خون کا ذائقہ کیا تھا فرمایا ذائقہ نہ لکھتا تھا اور خوشبو مشک وغیرہ بھی تھی — حضرت ام ایمن نے ایک مرتبہ آپ کا دل مبارک پی لیا اور پھر جب آپ سے عرض کیا تو آپ مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ آج سے تجھے بھی بیٹ کی بھاری نہ ہوگی — روحانی کمالات کو الگ رکھتے ہیں جہاں فی حیرات کمالات پکارا پکار کر کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم کی طرح مومنین صالحین تک نہیں نہ روحانی درجات میں نہ روحانی کمالات اور ظاہری عضو کے حصے میں — پھر کفار و مشرکین کا آپ کی طرح ہونا یا آپ کا ان کی طرح ہونا کس قدر بعید از قیاس ہے — اب رہ گیا — حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا کھلنے، پینے، سونے، جاگنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے اپنا کام اپنے ہاتھوں سے دینے، ذبحی ہونے، بیمار پڑنے وغیرہ میں ہمارا شریک نظر آتا تو اس سے بھی آپ کی طرح نہیں ہوتے اسلئے کہ نبی کے افعال امت کی تعلیم کیلئے ہوتے ہیں اُن کی ہر ادا عمل رکھتی ہے پھر ان کے افعال کی حقیقت کو امتی کے افعال کی حقیقت سے کیا نسبت غور کیجئے — بیت عند ربی یطعمنی ربی ویسقینی میں رب کے یہاں مشہور گزارتا ہو مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے — بلقذ ویکر — انی لست بکافی اطحی و اسقی میں تمھاری ہیئت و ماہیت کے مثل نہیں میں کھلا پاتا ہوں اور پلا جاتا ہوں — بروایت دیگر — انی لست مثکم میں تمھارے مثل نہیں — تیسری روایت میں ہے — اکیور مثلی میں کون میرے مثل ہے — ان ظاہر المراد کلمات کے ذریعہ اپنی بے مثل و بے نظیری کا اظہار فرماتے والد اولاد اگر بھوکا، پیاسا، زخم خوردہ و مجروح، بطن اقدس پر پتھر یا ندھہ وغیرہ وغیرہ نظر آئے تو کیا اس کے ان افعال کی وہی حقیقت ہوگی جو مجبورون اور بیکر کے افعال کی ہوتی ہے؟ یا عائشہؓ نے دوشنبہ لسانت معی جبال اللہ — اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کر ان ارشاد فرماتے والدے دولت کے لئے سے دھواں نہ اٹھے تو کیا اسے اسکی بے بسی و مجبوری پر محمول کیا جائے گا؟ کیا انبیاء پر بشری احوال کو انکاف کا ظہور اسلئے ہوتا ہے کہ غیر نبی کو انھیں اپنا جیسا کہ ہوا ذیل جائے؟ — یا یہ کہ — انبیاء کے یہ سارے اعمال امت کی تعلیم اور انھیں فقر و زہد، صبر و شکر، توکل و استغناء، عجز و انکسار نیز اللہ کی رضا و احسنی رہ کر ہر شہ جیات میں پاکیزہ زندگی گزارنے کا سبق سکھانے کے لئے نبی کریمؐ کی حدیث سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نبی کریمؐ کی شان تو فراموش ہے آپ کی طرف سے کون ہو گئی وہ بے مثل ہو گیا — جیسی تو — نبی کی ازواج عورتوں میں بے مثل، نبی کے امتی دیگر امتوں میں بے مثل، نبی کا شہر شہروں میں بے مثل، نبی کے تبار و زبیر زبیر میں بے مثل، نبی پر نازل شدہ کتاب آسمانی کتابوں میں بے مثل، نبی کا لایا ہوا دین ایران میں بے مثل، نبی کا قبیلہ قبیلوں میں بے مثل، نبی کا خاندان خاندانوں میں بے مثل، نبی کا گھرا نا گھراؤں میں بے مثل وغیرہ و غیرہ جو جب آثار و مشروبات کا یہ حال ہے یہ پھر غسوب الیہ کی بے مثل و بے نظیری سمجھانے کے لئے کسی دلیل کی کیا ضرورت شیخ محقق نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صفات صاف فرمادیا کہ — دلکنی لست کا احد متکبر کہ میں تمھاری طرح نہیں ہوں حضور کا اپنے اس کلام سے مقصد یہ ہے کہ تمھیں غار پڑھنا اور پورا پورا ثواب ملنا میرے خصائص سے ہے فلا تقیسو فی علی احد ولا تقیسو علی احد — لہذا جو کسی کو قیاس نہ کر داور نہ مجھ پر کسی کو قیاس نہ — یہاں تک میں نے احادیث کریمہ اور ارشادات علیہ السلام کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ ہر نبی اپنی ذات و صفات، اعضا

سے "مماثلت فی البشریتہ" مقصود ہونے پر ساری تفسیریں متفق ہیں تو پھر اسی وجہ مماثلت کو قرآن کی ترجمانی میں اگر رکھ دیا جائے اور ذہنوں کو ادھر ادھر بھٹکنے سے بچا لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؟ مقصود قرآن کو ترجمہ قرآن کی صورت دیدنیائیوں غلط ہے؟ — امام احمد رضا نے اسی وجہ مماثلت کو کہیں ظاہر صورت بشریٰ اور کہیں "آدمی ہونے" کے لفظوں سے ظاہر کیا ہے دونوں فرقوں کا حاصل و ناکل ایک ہے — مقالہ نگار کے چوبیس برس پہلے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کا جس مکتب فکر سے تعلق ہے اس میں نبی کی حیثیت ایک معمولی انسان کی ہے چنانچہ اپنے عہد میں خارجیت اور وہابیت کے مسلک امام مولوی عبد الشکور کا کوریڈر ایڈیٹر الخیم آیت نہایت کا ترجمہ کرتے ہوئے باقاعدہ الخیم مورخہ الراجون ۱۳۲۷ء ۵۷ء کالم ۳ میں لکھتے ہیں "نبی کریم نے فرمایا انا انابشر مثلكم وحي الی میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدا سے تعالیٰ کا پیام لایا ہوں"

آج تک دیوبند کے کسی پوت و سپوت کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ باادگار نبوت کے اس گستاخ سے سوال کرے کہ "تو نبی معمولی انسان" آیت کریمہ کے کس لفظ کا ترجمہ ہے مقالہ نگار نے اگر گروہی عصبيت سے ہٹ کر اس مگرہ کوئی ترجمہ پر اعتراض کیا تو میں اُسے ضرورتاً چاہوں گا مگر کچھ یقین ہے کہ نہ مقالہ نگار نے ایسا کیا ہوگا اور نہ کبھی ایسا کر سکے گا اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ جس مکتب فکر سے وابستہ ہے وہاں بڑے بڑے سورا پیدا ہو چکے ہیں جو نبی کریم کی ذات کیلئے معمولی بشریٰ بڑبھائی، گاؤں کا چودھری، فقط ایک اچھی کا لفظ احتمال کرنے والے نبی کیلئے اپنی اخوت سے بے خبر اور رگڑ میں مل جانے کا خیال ظاہر کرنے والے علم نبوی کو جانوروں اور پالگوں کے علم سے تشبیہ دینے والے۔ علم نبوی کو شیطان کے علم سے کم سمجھنے والے نبی کریم کو اگر دوسرے کھانے کا دعویٰ رکھنے والے۔ نبی کریم کیلئے ذرہ بے مقدار اور چار سے زیادہ ذلیل کا لفظ استعمال کرنے والے۔ نبی کے فضل و کمال، جاہ و جلال، حسن و جمال، جو دروہاں کی احادیث کو ضعیف، کمزور ناقابل پذیرائی قرار دینے والے۔ اور جس کلام میں، بظاہر کچھ شان اقدس کی منقصت نظر آئے اس پر رنگ و عن چڑھا کر قرینہ بستی بستی اسے بیان کرنے والے المحقر تقدیس رسالت کی نفی کو توحید الہی سمجھنے والے ہیں بھلا ایسوں سے کیا امید کی جائے کہ وہ بھی دین دینا کے تقاضوں کو کبھی پورا کر سکیں گے — مقالہ نگار کی علمی خیانت کو تو ملاحظہ فرمائیے اس نے امام احمد رضا کے ترجمے کی نقل مطابق اصل نہیں کی نہ تو سورہ کہف والی آیت کا ترجمہ مطابق اصل نقل کیا اور نہ ہی سورہ سجدہ والی آیت کا ترجمہ میں نقل کیا دونوں مقامات کی آیات کے ترجموں کو اصل کے مطابق ملاحظہ فرمائیے۔

جوراح میں غیر نبی نماز ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب حقیقت مماثلت میں مماثلت نہ رہ گئی تو اب ذات و صفات اور اعمال و افعال نیز اعضا و جوارح کی جو ظاہری صورت ہے اسی میں مماثلت ہو سکتی ہے — امام احمد رضا کی بصیرت اور ان کی بے پناہ فہم و فراست پر قربان جائے کہ انھوں نے قل انما البشر مثلكم کے ترجمے میں لفظ کے نیچے لفظ رکھ دینا پسند نہیں فرمایا بلکہ اسی وجہ تشبیہ کو ترجمے کی صورت دیدنی جس کے سوا کوئی اور مماثلت کی وجہ نہ ہو سکے تاکہ عام ذہن وجہ تشبیہ کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان نہ ہو نیز غفلت و لاعلمی کے سبب کسی ایسی چیز کو وجہ تشبیہ نہ سمجھ لے جس سے وہ خارج از اسلام ہی ہو جائے — مقالہ نگار اگر ذرا بھی منصف مزاج ہوتا تو امام احمد رضا کے ترجموں کو آنکھوں سے لگاتا اور ان کی فراست ایمانی کے حضور سر نہایت جھکا کر ایک فقرہ میں طویل و عریض تحقیقات کا عطر پیش کر دیتا اور بے غبار لفظوں میں اسلامی عقیدے کی وضاحت کر دیتا تا ئیدر بات ہی پر موقوف رہے — یہاں اس نکتے کو بھی ذہن میں رکھ لیجئے کہ "انابشر مثلكم"

(میں تمہاری طرح بشر ہوں) کی ترجمانی کی دو صورتیں ہیں ۱۔ میں تمہاری طرح انسان ہوں یعنی جیسے تم انسان ہو (فرشتہ و جن نہیں) اسی طرح میں بھی انسان ہوں (فرشتہ و جن نہیں) اس ترجمانی میں وجہ مماثلت انسانیت اور بشریت ہے یعنی انسان دبشر ہونے میں تمہاری طرح ہوں۔ ۲۔ میں تمہاری طرح انسان ہوں یعنی جس طرح کے انسان تم ہو اسی طرح کا انسان میں بھی ہوں یعنی تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔

ظاہر ہے کہ پہلی ترجمانی ہی اسلامی عقائد و نظریات کے مطابق ہے جس سے واضح ہے کہ مماثلت صرف آدمی ہونے میں ہے نہ کہ دوسرے صفات وغیرہ کی حقیقت و ماہیت میں۔ خود مقالہ نگار نے فح القدیر، بحر المحیط اور درج المعانی سے جو عباراتیں نقل کی ہیں ان سے بھی یہی ثابت ہے کہ وجہ مماثلت صرف بشریت (یعنی آدمی ہونا) ہے۔ فح القدیر کی عبارت مقالہ نگار نے نقل کی ہے اُس نے تو یہاں تک واضح کر دیا کہ اپنے لئے بشریت ثابت فرما کر رسول کریم اپنی ذات سے ملکیت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا حال یہ ہے کہ میں بشر ہوں ملک نہیں ہوں جیسے تم بشر ہو ملک نہیں ہو۔ یہی پوچھ لیجئے کہ بشریت کا تو ترجمہ بحر المحیط کی عبارت منقولہ کا ترجمہ کرتے ہوئے خود مقالہ نگار نے "آدمی ہونا" ہی کیا ہے — اسی وجہ مماثلت کو امام احمد رضا نے جب سورہ سجدہ کے کورنہ کی آیت قل انما انابشر مثلكم کی ترجمانی کرتے ہوئے رکھ دیا اور یہ ترجمانی فرمائی

"تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں"

اس پر مقالہ نگار بول پڑا کہ بشر کا معنی "آدمی ہونا" کہا ہے میں پوچھتا ہوں کہ بشر کا معنی آدمی ہونا نہیں لیکن بشریت کا معنی تو آدمی ہونا ہے اور پھر جب بشر مثلكم

”ہیں“ کا لفظ مقالہ نگار نے نقل ہی نہیں کیا تاکہ اندک محاورے میں وہ حضرت آکے جو آئی آیت سے مستفاد ہے

تم فرماؤ کہ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں،

(سورہ سجدہ)

یہاں ”تمہیں“ کو مقالہ نگار نے ”تم“ کر دیا تاکہ یہ بھی اپنے اندر کوئی حصر کا مفہوم نہ رکھے مقالہ نگار نے یہ سب کچھ اسلئے کیا ہے تاکہ اُسے یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ دونوں میں امتا کے معنی تحقیق و صحر کو چھوڑ دینے کی زبردست کمی پائی جاتی ہے مقالہ نگار کو یہ شکایت ہے کہ امام احمد رضا نے بشر متکلم کا ترجمہ دیا ہے جو انا متکلم فی البشریۃ کا ترجمہ ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب خود مقالہ نگار نے بحر الحیط کے حوالے سے یہ واضح کر دیا ہے کہ بشر متکلم میں ممانلت فی البشریۃ مراد ہے یعنی بشر متکلم کا مطلب انا متکلم فی البشریۃ ہی ہے تو پھر بشر متکلم کے ترجمہ میں اسی معنی مراد کو رکھنا اصول ترجمانی سے کیسے باہر ہو گیا؟ بشر لول کہ انسان اور آدمی ضرور مراد لیا جاتا ہے مگر سوچنا یہ ہے کہ انسان کو بشر کیوں کہتے ہیں۔ مفردات امام راغب میں ہے کہ بشر بشرۃ سے ماخوذ ہے اور بشرۃ انسان کی جلد کی اوپری سطح کو کہتے ہیں چونکہ انسان کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے (اس کے برعکس دیگر حیوانات کی کھال پر اون، بال اور پشم ہوتی ہے) اسی لئے اسکو بشر کہتے ہیں۔ اس صورت میں بشر کا لفظی معنی ”صاحب بشرۃ“ ہوا یعنی

چہرہ، ہجرہ اور صاف جلدوں والا اور ظاہر ہے کہ ہرے ہرے اور اوپری جلدوں کا تعلق ظاہر صورت ہی سے ہے۔ اس تحقیق نے امام احمد رضا کے فطری گہرائی کو اور بھروسہ روشن کر دیا ہے۔ یقیناً انھوں نے اپنے ترجمے میں لفظ بشر کے ماخذ کے بنیادی معنی کی خاص رعایت رکھی ہے۔ مقالہ نگار نے انوی تحقیق کے نام پر لفظ بشر کی جو تشریح کی ہے وہ ناقص ہے اور غیر ضروری بھی۔ یوں ہی لفظ انا کے تعلق سے تشریحی عباراتیں بلا ضرورت اظہار یادت کی ایک کوشش ہے۔ حصر کے تعلق سے آگے کو تحقیقی مباحث آ رہے ہیں۔

مقالہ نگار کی یہ کوشش بھی غیر ضروری تھی کہ وہ نبی و رسول کے اصطلاحی معنی کی تشریح میں وقت صرف کرے۔ نیز۔ بشریت انبیاء و کثابت کرنے کیلئے اپنے قلم کی روشنائی ضائع کرے اسلئے کہ امام احمد رضا تو بشریت انبیاء کے منکر تھے اور نہ نبی و رسول کی معروف توفیق پر مقرر تھے اور نہ ہی ان کے ترجموں سے ان میں سے کسی امر کا انکار ملتا ہے۔ خود امام احمد رضا کے ترجموں پر غور کیجئے ایک جگہ ظاہر صورت بشری میں اور دوسری جگہ آدمی ہونے میں حضور کو مخاطب طین کے معاشقہ قرار دے رہے ہیں اور صاف لفظوں میں آپ کو صاحب صورت بشری اور آدمی ظاہر کر رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بجز صورت بشری کے بشر ہو جائے۔ یا۔ صورت بشری ہو اور بشر نہ ہو۔ یا بلفظ دیگر کوئی کسی سے ظاہر صورت بشری میں ممان ہو لیکن خود بشر نہ ہو۔ یا بلفظ دیگر کوئی کسی سے آدمی ہونے میں ممان ہو لیکن خود آدمی نہ ہو۔ آخر امام احمد رضا کے ترجموں کے کسی گوشے سے بشریت کا انکار ملتا ہے؟ مقالہ نگار جب امام احمد رضا

کے اردو ترجموں کو نہ کچھ سکا تو پھر قرآن وحدیث سے براہ راست اکتساب فیض کی اور کیا اصلاحیت ہوگی۔ مقالہ نگار رقم طراز ہے کہ

”مترجم (امام احمد رضا) یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آپ کا یہ اعلان

لفظ ظاہری صورت میں تھا اظہار حقیقت کے طور پر نہیں تھا،“

مقالہ نگار کو جب فہم و فراست کا کوئی حصہ نہیں ملا تھا تو ”تقابل مطالبات“ کیوں پڑ گیا۔ ذرا مقالہ نگار اپنی خود ساختہ اس وضاحت کو دیکھے اور بتائے کہ کیا مقالہ نگار کا فاضل بریلوی کے بے داغ ترجمے سے؟ فاضل بریلوی نے ظاہر صورت بشری میں رسول کو جو مخاطب کا ممان قرار دیا ہے یہ تو عین حقیقت ہے۔ فاضل بریلوی کے ترجمے کو مقالہ نگار نے کچھ سکا تو پھر اس پر یہ کب لازم تھا کہ وہ قرآن کے لئے فاضل بریلوی پر ایک عظیم بہتان چڑھے۔ امام احمد رضا تو قرآن کی بشریت کے منکر ہیں اور نہ قرآن میں ذکر کردہ ممانلت سے۔ بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم بشر بھی ہیں اور مخاطب طین کے معاش بھی مگر وہ ممانلت ہے جو شاتمان رسول کی تحریروں سے ظاہر ہے بلکہ وہ ممانلت صرف وہی ہے جو امام احمد رضا کے ترجمے سے ظاہر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کریم بشر ہیں مگر بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے جو بری اور تحقیق فرق رکھتی ہے۔ بالکل امام احمد رضا سے پہلے علامہ امام داسطی ید اللہ فوق ایحد یحیدر کا تفسیر فراچکے ہیں کہ

اخبر الله بهذا الاية ان البشرية اس آیت سے اللہ نے بخبر کر ہے کہ فی نبیہ عاریۃ و اضافیۃ لاحقیقۃ کی بشریت عارضی اور اضافی ہے بشریت ذہن نشین رہے کہ بشریت کی ابتدا حضرت آدم سے ہوئی آپ سب سے امام سارے بشر آپ ہی کی اولاد ہیں اسلئے آپ ابو البشر کہلائے۔ معلوم ہو گا کہ آدم پہلے بشر ہیں پھر نبی اور اللہ کے خلیفہ وغیرہ ایسے ہی ہر نبی اور ہر انسان پہلے بشر دوسری صفات والا۔ مگر جاسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی ہیں پھر بشر جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد یعنی آدم کی تخلیق بھی نہ کی گئی لیکن نبی نہیں تھا۔ بلفظ دیگر۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطين۔ یا۔ کنت نبیا و آدم علی فی طینتمہ میں نبی تھا در اسحاق لیکہ حضرت آدم آب دکل کی منزلیں طے کر کے حضور سے دریافت کیا گیا ”متی وجبت لك النبوۃ“ آپ کو نبوت کب ملی ارشاد فرمایا و آدم بین الروح والجسد اور روح و جسد کی منزلیں طے کر رہے تھے یعنی نبی پیدا نہیں کئے گئے تھے بشریت مقدم ہے ان کے جملہ صفات پر بشریت ہی انکی حقیقت و ماہیت ہے جس سے جاتے قوان کے پاس کچھ نہ بچے۔ مگر۔ جبکہ نبوت مقدم ہے بشریت اس کے لئے ایک عارضی اضافی چیز ہے جسے اگر اس سے

رب تبارک و تعالیٰ مالک السموات والارض وخالق کل شئی ہے۔ ہے کوئی کائنات میں ایسی چیز جس کا وہ خالق و مالک نہ ہو؟ رب تعالیٰ کو ذرہ ذرہ پتہ پتہ قطرہ قطرہ دریا دیا صحرا صحرا کو شہ کو شہ محفل محفل الغرض ہر چیز کا خالق و مالک ماننا ضروری ہے۔

بایں ہمہ۔۔۔۔۔ اس کی مخلوقات و مخلوقات میں بعض چیزیں ایسی ہیں اگر صراحتہً خدا کو ان کا خالق و مالک کہا جائے تو کفر ہو جائے۔۔۔۔۔ خالق و مالک نہ مانو تو کافر اور مان کر کھدو تو کافر کو دونوں کے کفر کی وجہ الگ الگ ہے۔۔۔۔۔ مثلاً۔۔۔۔۔ اگر کوئی نادان بک دے کہ خدا میرے سٹڈاس کا مالک ہے۔۔۔۔۔ یا۔۔۔۔۔ ”خدا خنزیر کا خالق ہے۔۔۔۔۔“ تو وہ کافر ہو جائے گا۔۔۔۔۔ دیکھا آپ نے بعض الامم میں ان باتوں کی صحت کا کوئی بھی مقام ہو کر ایک ذلیل ملک و مخلوق کی طرف نسبت میں جو شاعت و قیاحت ہے اس نے اس قول کو کفر نہ اور فائل کو کافر نہ دیا۔۔۔۔۔ معلوم ہوا ماننا اور ہے کہنا اور ہے۔۔۔۔۔ یوں ہی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان قطرہ ناپاک سے پیدا ہوا۔۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔ جو برأت و کھدیجے کہ کسی انسان کو ”اے قطرہ ناپاک سے پیدا ہونے والے“ پھر آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ ماننا اور ہے کہنا اور ہے۔۔۔۔۔ اختلاف رسول کریم کو بشر ماننے میں نہیں ہے بلکہ آپ کو بشر کہنے اور آپ کی بشریت کو بالکل اپنی بشریت کی طرح سمجھنے میں ہے۔۔۔۔۔ مقالہ نگار فقرآن و حدیث سے نکال کر کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا جس میں رسول کریم نے یا کسی نبی نے اپنے ماننے والوں سے کہا ہو کہ میں تمھاری طرح بشر ہوں۔۔۔۔۔ یا۔۔۔۔۔ کسی ماننے والے نے اپنے نبی سے کہا ہو کہ آپ میری طرح یا میں آپ کی طرح بشر ہوں۔۔۔۔۔ ہاں اس طرح کہ بے شمار مثالیں ہیں کہ انبیاء نے کفار سے کہا کہ آدمی جو میں تمھاری طرح ہی اور کفار نے انبیاء سے کہا کہ آپ ہماری طرح ہی بشر ہیں۔۔۔۔۔ اس کے برعکس نبی کریم نے جب مومنین کو مخاطب فرمایا تو ”اتکمہ منی“ تم میں ہم جیسا کون ہے۔۔۔۔۔ لست کا احد متکلم ہم تمھاری طرح نہیں فرما کر انہیں سے شکایت ہی کا اظہار فرمایا اور صحابہ کرام بہت سے موقعوں پر ایسا مثلاً ہم میں حضور کی طرح کون ہے ہر حضور کے لیے مثلاً کا غلبہ پڑھتے رہے اور کبھی آیت زیر بحث کو بہانہ بنا کر رسول کو کسی بات میں بھی اپنی طرح۔۔۔۔۔ یا۔۔۔۔۔ اپنے کو رسول کی طرح کہنا کوارا نہ کیا۔۔۔۔۔ انت دیابنہ کو صحابہ کرام کے اس طرز عمل سے عبرت حاصل کرن چاہئے۔۔۔۔۔

لفظ کی بات تو یہ ہے کہ آپ خود یقین و بندہ مولوی بھی حضرات علماء و اہلسنت کے موقع کی محنت کو تسلیم کر چکے ہیں چنانچہ مولوی مفتی محمد شفیع سرگودھی اپنی کتاب کلمۃ الایمان کے صفحہ ۲۲ پر رقم طراز ہیں۔

”انبیاء علیہم السلام کو خصوصاً مرد و انبیاء کو معرفت لفظ بشر سے یاد دیا جائے بلکہ فی البشر یا افضل البشر سے ذکر کرے زیادہ بہتر ہی ہو کہ سنت اللہ کے مطابق حضور علیہ السلام کو القاب عالیہ سے یاد کرے“

ارشاد قرآنی ”اتما اتنا بش مثلمکم“ میں مذکور لفظ اتما سے جو معرفت مفاد پہنچتا ہے مقالہ نگار نے اسے حصر حقیقی سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے

یہ تفصیل پیش نظر ہے۔ حصر کی دو قسمیں ہیں ایک حصر حقیقی اور دوسرا حصر امری ان دونوں حصر کی دو۔ دو صورتیں ہیں ایک حصر الموصوف علی الصفہ دوسری حصر الموصوف علی الموصوف۔ اب اگر ہم ارشاد قرآنی کے حصر کو حصر مان کر حصر الموصوف علی الصفہ کا گوشہ اختیار کریں تو آیت کا معنی یہ ہوگا ”محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صرف بشر ہیں“ حالانکہ یہ بات غلط ہے اسلئے کہ آپ بھی ہیں رحمتہ للعالمین بھی ہیں اور خاتم النبیین وغیرہ بھی۔۔۔۔۔ اور حصر حقیقی مانتے ہوئے حصر الصفہ علی الموصوف کی صورت اختیار کریں تو حصر ارشاد یہ ہوگا کہ

نہیں ہے کوئی بشر مگر رسول

یہ بھی باطل ہے۔ الغرض بشریت کو ذات رسول کریم میں بطور حصر حقیقی مقصور کر دینا تو یہ بھی غلط اور اسی حصر حقیقی کے بنیاد پر ذات رسول کریم کو بشریت میں مقصور کر دینا بھی باطل۔۔۔۔۔ لہذا امتیعی ہو گیا کہ یہاں حصر سے حصر اضافی صرف کسی غری کی نسبت سے حق کرنا۔ مراد ہے اور چونکہ حصر کے قریب موصوف ہے صفت نہیں ہے۔ لہذا حصر اضافی کی حصر الموصوف علی الصفہ والی صورت ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں حاصل ارشاد یہ ہوگا

”بہ نسبت الوہیت و ملکیت کے نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مگر صرف بشرہ والے مخاطبین کی طرح یعنی جن طرح مخاطبین خدا یا فرشتہ نہیں ہوں ہی آنحضرت بھی خدا یا فرشتہ نہیں ہیں“

تفسیر نوح القدیر کی یہ عبارت کہ ”حالی مقصور علی البشریۃ لا علی الملکیۃ“ یعنی میرا حال تو صرف بشریت میں منحصر ہے بشریت کو عبود کے ملکیت میں داخل نہیں۔۔۔۔۔ نیز۔۔۔۔۔ تفسیر نیشاپوری کا یہ جملہ کہ حالہ مقصور علی البشریۃ لا متحصلا علی الملکیۃ یعنی آپ کا حال بشریت میں منحصر ہے اسے عبود کے ملکیت میں داخل نہیں۔ اس بات پر نص مریج ہے کہ یہاں حصر بالنسبۃ الی اللہ ہے یعنی حصر اضافی ہے اور اگر آیت ”یوحی الی“ کو پیش نظر رکھ کر حصر بالنسبۃ الی اللہ لہوۃ ہو۔۔۔۔۔ یا۔۔۔۔۔ الوہیت و ملکیت دونوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب بھی کوئی مضائقہ نہیں

قل انما اتنا بش مثلمکم کا مطلب روح البیان میں حضرت علامہ شیخ اسماعیل حق نے یہ فرمایا ہے

قل یا محمد ما اتنا الا آدمی مثلمکم فی الصورۃ دوسرا ویکم فی بعض الصفات البشریۃ اے محمد فرما دو میں نہیں ہوں مگر تم جیسا آدمی میں (نہ کہ حقیقت و کمال میں)

(میں) اور بعض صفات بشری (نہ کہ کل صفات بشری) کے ظہور میں تم جیسا ہوں

ہو جا تا ہے۔ شیخ عبدالحی محدث دہلوی نے مدارج النبوة جلد اول باب سوم وصل
ازالہ شبہات میں واضح طور پر قتل ائمہ اہل البشیر متذکرہ کو مشابہت میں شمار کر لیا ہے
اب مقالہ نگار کا اس آیت کریمہ کے ظاہر سے دلیل پڑنا اصولاً غلط اور اس
کے کمال جہالت کی دلیل ہے۔ اس آیت کو مشابہت میں شمار کرنے کی ایک دفع
دلیل یہ بھی ہے کہ بقول جہود مفسرین وسیاق کلام الہی ”مثلاً“ کا خطاب کفار سے ہے
پھر تو کوئی ناپاک انسان بھی حضور کو کفار کی طرح کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لہذا اس کے ظاہر
کا مراد نہ ہونا اور مراد کا ظاہر نہ ہونا ہی صحیح و درست ہے۔ مگر جو انہیں ہیں اور
اپنے دل میں کبھی رکھتے ہیں وہ کیوں مسلک سالم یا راہ اسلام کو اپنانے لگے انھیں تو وہی کہنا ہے
مقالہ نگار جسے ثابت کرنے کے درپے ہے۔ مقالہ نگار کے طرز استدلال کو اگر بے نظر اسحاق دیکھا
گیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ آگے بڑھ کر یہ دعویٰ نہ کر دے کہ ”اللہ ہماری طرح موجود ہے۔
یا کہ کہ“ ”اللہ ہماری طرح ہیج و بیہوش ہے“ اسلئے کہ کلمہ ”وجود“ یوں ہی لفظ ہیج و بیہوش کے
بول جاتا ہے۔ حالانکہ۔۔۔ ہماری موجودیت و سماعت و بصارت اور رب کی موجودیت
غیر باین کوئی نسبت ہی نہیں۔ اسی طرح یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ بول پڑے ”میری
کتاب قرآن کی طرح ہے“ کیوں کہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک ہی طرح کے کلمے پر ایک
ہی تم کے حروف تہجی سے تیار ہوئیں ایک ہی پیر میں چھپیں، دونوں کے اوراق و صفحات کی
تعداد بھی ایک ہی ہے اگر تیرا زور پر وزن کیا جائے تو وزن بھی ایک ہی ہے۔ طول و عرض و عمق
سب میں برابر ہیں دونوں کا کتاب بھی ایک ہی ہے۔ ایک ہی جلد سنانے اور ایک ہی طرح
کی جلد باندھنے سے اور اس وقت ایک ہی طرح کے جزدان میں ایک ہی الماری کے ایک ہی خانہ
میں رکھی ہوئی ہیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے؟ حالانکہ۔۔۔ یہ حقیقت اپنی
جگہ ثابت ہے کہ ان ظاہری باتوں کو دیکھ کر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ہماری کتاب
قرآن کی طرح ہو گئی۔ پھر خود کہہ کہ ہم صاحب قرآن کے مثل کس طرح ہو سکتے ہیں۔
اس مقام پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن شریف ہی میں ہے ”وہا من درجۃ
فی الارض ولا طائر یطیر ولا حیوان یمشی الا اھم امثالکم“ انہیں ہے کوئی جانور
زمین میں اور نہ کوئی پرندہ جو کہ اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر تمھاری طرح امتیں ہیں۔
دیکھئے یہاں بھی لفظ ”امثالکم“ ”موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ ہر انسان کہہ اور
اٹو کی طرح ہے؟ کیا مقالہ نگار اس بات کی اجازت دیکھا کہ اھم امثالکم“
کے پیش نظر اسکو اور اسکی پوری جماعت دیوبندیہ کو جماعتی اعتبار سے گدھوں اور اوٹوں
کی طرح کہا جائے؟ اور اگر نہیں اجازت دیکھا تو جواب دے کہ کیا اسکی اور اس کی
جماعت کی ناموس و عزت اللہ کے محبوب، خلیفہ اللہ الاعظم کی ناموس و عزت سے
بھی بڑھ گئی کہ البشیر مثلاًکم“ کا لفظ دیکھا اور رسول کو اپنی طرح کہنا شروع کر دیا۔
اے نادان انسان اور دیگر جو ان میں صرف ایک درجے کا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ
انسان ناطق ہے اور دوسرے حیوان ناطق نہیں اس کے سوا جو ہریت، جسمیت،
قوت، نحو، احسان، حیوانی ضروریات تمام باتوں میں انسان دوسرے حیوانوں کا شریک

یعنی تم جن صفات بشریہ کے حامل ہو ان میں سے بعض کا ظہور میری
ذات سے بھی ہوتا ہے گو دونوں کی حقیقت و ماہیت میں فرق ہے مگر بظاہر دیکھنے میں
دونوں ایک طرح ہیں۔ صاحب تفسیر روح البیان سورۃ مریم میں کھد حص
کے تحت صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں صورت بشری،
صورت ملکی اور صورت حقہ صورت بشری کا ذکر انما انما بشر میں ہے اور صورت ملکی کا ذکر
فی مع اللہ وقت لایسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی موصول میں ہے یعنی
یعنی وقت ہمکو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ اس میں نہ مقرب فرستے کی گنجائش ہے اور
نہی موصول کی۔ وہ گئی صورت حقہ تو اسکا ذکر من سرائی فقد سرائی الحق میں
ہے یعنی جس نے ہمکو دیکھا حق کو دیکھا۔ اس وضاحت کی روشنی میں ترجمہ
آیت زیر بحث میں رسول کریم کی موت ایک صورت کا ذکر ہے۔۔۔ وہ گئی آپ
کی خاموشی سے مماثلت تو وہ تو اسی صورت بشری کے ظاہر میں ہے نہ کہ حقیقت
ماہیت میں اسلئے کہ رسول کریم کی بشریت وہ ہے جو ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ
اے ہزاراں جبریل اندلش۔۔۔ بہر حق سوئے غریبان یک نظر
معراج میں سدرہ کے اوپر جانے سے سید الملائکہ کو اپنا بازو وصل جانے کا اندیشہ
ہوا لیکن رسول کی بشریت مقام قاب قوسین اور ادنیٰ تک پہنچ گئی اور اسکی ہلک بھی نہ
جھیک۔۔۔ غور کرو سدرہ کے اوپر جانے سے سید الملائکہ، حامل وحی
الہی، مصدوم فرشتہ، نوری مخلوق کے بازو وصل جائیں اور کہہ کی سرزمین پر چلنے والے جا
بشری میں لمبوس رسول کے دامن پر دارغ نہ لگے کیا اس سے یہ واقعہ نہیں ہوتا کہ میرے
رسول کی بشریت کی وہ حقیقت نہیں جو عام انسانوں کی بشریت کی ہے۔
نولانا دم نے اس سلسلے میں خوب فیصلہ فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ ”کفار نے کہا کہ ہم اور
پیغمبر ایک جیسے بشر ہیں ہم اور وہ دونوں کھلنے اور سونے سے وابستہ ہیں انھوں
نے یہ نہ جانا کہ انجام میں بہت فرق ہے۔ نہ خود اور نہ شہد کی کبھی ایک ہی پھل جوستی ہے
مگر اس سے نہرا اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دو طرح کے ہرن ایک ہی دانہ دپانی کھاتے ہیں
لیکے سے غلاغت اور دوسرے سے شگ بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی
ہے۔ نبی کے کھانے سے نور خدا بنتا ہے“۔۔۔ قل انما انما بشر مثلاًکم کے مفہوم
و معنی کی وضاحت کے سلسلے میں اب تک جو کچھ کہا گیا ہے نیز امام احمد رضا نے جو اس کا ترجمہ
فرمایا ہے اس میں اصحاب تاویل کے مسلک سالم کی رعایت ہے۔۔۔ وہ گیا
اہل تعویض کا مسلک اسلام تو اگر اس پر گفتگو کی بنیاد رکھی جائے پھر تو اتنا ہی کہہ دینا کافی
ہے کہ چونکہ آیت زیر بحث مشابہت میں سے ہے اسلئے جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں
اور جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں خدا یا اس کے بتانے سے رسول ہی اسکی مراد کو جانیں۔
جس طرح کہ میل اللہ فوق ایسیدھ اور مثل نودہ کشکواۃ فیہا مصباح
سے جو ظاہر ہے وہ مراد نہیں اور جو مراد ہے وہ ظاہر نہیں۔۔۔ جب کسی ارشاد کا
ظاہر اراد لینے سے شان والے کی شان گھٹ رہی ہو تو اسکا مشابہت سے غرض متعین

مکرم فاعل ہونے میں اور دیگر حیوان میں جوہری اور ذاتی فرق ڈال دیا۔ اور
ایسا فرق کیا کہ اس قدر جوہر ممالک کے باوجود نہ کوئی حیوان اپنے کو انسان کی طرح
کہہ سکتا ہے اور نہ کوئی انسان اپنے کو حیوان کی طرح کہنا گوارا کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ
لگنا ہوتا تو مقالہ نگار اپنے دارالعلوم کی کسی ادنیٰ چیراسی کو بھی گندے اور آؤ، کتا اور خنزیر
کی طرح کو سمجھ لے۔ جب ادنیٰ انسان ان تشبیہات کا تحمل نہ ہوگا پھر تو دارالعلوم کے
مہتمم صاحب کی شان تو بڑی ہے وہ بھلا کیسے گوارا کریں گے کہ انھیں جاؤ دوں کی طرح
کہا جائے۔ جب معاملہ یہ ہے کہ صرف ایک درجہ کے فرق کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے پھر تو
نبی کو امتی کی طرح یا عام بشر کی طرح کہنے کا سوال یہ کیا پیدا ہوتا ہے اسلئے کہ نبی و امتی کے
مابین بے شمار تفرقات ہیں پھر عام بشر اور مدعی علیہ اسلام میں شرکت کیسی؟ شرکت
تو ایسی بھی نہیں ہے کہ جس میں کسی خاص عرق یا کسی خاص ممالک کے افراد کو انسان سے ہے۔ المختصر
جس طرح لفظ موجودہ کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور ہمارے لئے بھی حالانکہ دونوں کی موجودیت
کی حقیقت جدا گانہ ہے۔ یوں ہی۔ لفظ بشری کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے
اور ہمارے لئے بھی مگر دونوں کی بشریت کی ماہیت علمدہ ہے۔ میں تو مقالہ نگار کو
اس کی جماعت میں اس وقت سوراہا بھیجوں جبکہ وہ نفس بشریت کے لحاظ سے اپنے کو ابوجہل، قبیہ
شبیہ، ویدیا بنی وغیرہ اور فرعون وغیرہ کی طرح قرار دے۔ اور اُسے ایسا کرنا ہی چاہئے اس لئے
کہ اس کے خیال میں جوہر ممالک رسول کو اپنی طرح کہنے کیلئے ہے بالکل دی ویر ممالک اس کو
فرعون وغیرہ اور ابوجہل وغیرہ کی طرح بناتی ہے۔ اب اگر اس کو ابوجہل کی طرح
آدمی کہنا اس کو تو یہ ہے تو پھر سید المرسلین کو اس کی طرح بشر کہنے میں آپ کی توہین کیوں نہیں؟
امت دینا جس میں بنیاد پر رسول کو بنا گاہے دل اپنی طرح بشر کہنے کی عادی ہے اسی بنیاد کے وجود رہنے
کے باوجود اس کا اپنے کو ابوجہل کی طرح نہ کہنا بتا رہا ہے۔ ان کا سادہ اھنگڑا رسول کریم کی عزت
و ناموس سے ہے اور تقدس رسالت کو مسلسل مجروح کرنے کی جدوجہد کرنا ان کا مشن ہے۔
کیا ان نادانوں کو یہ نہیں معلوم کہ ان کی خفیف الحار کاتیاں تقدس رسالت کے دامن کو داغدار
نہ کر سکیں گے اسلئے کہ ناموس رسالت کا محافظ خدائے عزوجل ہے۔ اس بحث کو
ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا خالی اندازہ نہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے بعض وقت حضرت
جبرائیل کو بھی بشری صورت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حضرت جبرائیل جب حضرت مریم کے پاس آئے تھے تو
بشری ہی کی صورت میں تھے قرآن نے ان کے لئے ”بشر! سوکھا“ کا لفظ بھی استعمال فرمایا
یوں ہی۔ حدیث جبرائیل سے بہرہ چلتا ہے کہ صحابہ کی موجودگی میں
بارگاہ رسول میں حضرت جبرائیل آدمی کی صورت میں آئے حضرت عمر نے لفظ رجل کا انھیں
مصدق قرار دیتے ہوئے فرمایا ”طلع علينا رجل“۔ اور جب جب آپ نے بشری صورت
اختیار کر لیا آپ کی ذات سے بعض بشری آداب و خصائص اور بشری انداز و اداب کا ظہور بھی
ہوا اور آپ کو بشر و رجل کے لفظ کا مصداق بھی ٹھہرا گیا اور بالغرض اگر حضرت جبرائیل
لاکھ برس اسی صورت بشری میں رہتے تو لاکھ برس تک بشر ہی کہا جاتا۔ اس کے

باوجود انکی بشریت کی حقیقت وہ نہ ہوتی جو ہم انسانوں کی بشریت کی حقیقت جو شیطان کو بھی انسانی
میں کی کوئی عطا فرمائی ہو اور اس کا جامہ بشری میں آیا بھی مگر جب آیا اس کے لئے لازم ہوگا کہ کچھ
صورت میں رہے بشریت کے بعض تقاضوں کو اپنالے رہے چنانچہ وہ اس پر ہمیشہ مجبور
شیطان کو خوب معلوم ہے کہ جب بشر کی ہدایت کے لئے بشری لباس ہی میں بادلوں کا آئینہ
ہو تو پھر ان کو گمراہ کرنے کے لئے بھی اسی لباس کا اختیار کرنا زیادہ سودمند ہے۔
اس کے لباس بشری میں آنے کا ایک واقعہ بہت ہی شہرہ ہے جبکہ اس نے اپنی پسند کے مطابق
شیخ نجدی کا روپ دھارنا کیا تھا یہ وہ موقع تھا جب کہ مکہ کے دارالاندوہ میں سارا
بڑے بڑے ندوی جمع ہو کر باہمی شرارے کر رہے تھے۔ چونکہ شیطان نے انسان کی صورت اختیار
کر لی تھی اسلئے اب وہ دہان اس طرح نہیں جاسکتا تھا جس طرح وہ ہر جگہ پہنچ کر کہے کہ
اے انسانیت کے تقاضے کو اپنالے ہوئے انسانوں ہی کی طرح جانا ہے، دروازہ کھٹکنا
ہے اور جب دروازہ کھل جائے جب ہی اندر داخل ہونا ہے اور چونکہ اس نے بولنے کا
صورت اختیار کی تھی تو اُسے لاشعری بھی ٹیکنا پڑ گیا اور اگر بالغرض وہ اسی لباس کو ہزار برس
تک اپنانے رچتا تو اس کو ہزار برس تک شیخ نجدی ہی کہا جاتا اور اُسے بعض انسانی تقاضوں
اور انسانی آداب و اطوار کو اپنانے رکھنا ضروری ہوتا۔ بایں ہمہ۔ ہزار برس تک
بھی اسکی بشریت کی وہ حقیقت نہ ہوتی جو دوسرے انسانوں کی بشریت کی ہے۔
خدا کا صیب جو خلقت میں اول ہے بشت میں آخر ہے نبوت میں ظاہر ہے اور حقیقت میں باطن
جس کو فواصل کائنات ہے جو نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا اور جو نہ ہوگا تو کچھ نہ ہوگا جس نے خود
”یا ایہا بکو لہ یعنی حقیقتہ غیور دینی“ اے ابو بکر میری حقیقت کو میرے
کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ اگر صرف ترسٹھ برس تک بشری صورت میں ہمارے سامنے
چلے پھرے کھلے پئے بعض بشری آداب و اطوار کو اپنالے وغیرہ تو اس کی بشریت
کی حقیقت دوسرے ہم جیسے انسانوں کی بشریت کی حقیقت کی طرح کیسے ہوگی؟
ان تمام مباحث کو بغور دیکھ لینے کے بعد امام احمد رضا کے ترجمے کی اہمیت کا اندازہ
لگتا ہے کہ اس قدر طویل بحث و تمحیص کے بعد جو حقیقت سامنے آئی اس کو امام احمد رضا
اپنے ترجموں کے مختصر فقرہ میں سموریا ہے اور اس احتیاط سے یہ کام انجام دیا کہ
اسلامی عقیدے پر پرجہ آئی، نہ بارگاہ رسالت کے آداب میں کوئی فرق ہوا نہ
کی پیشانی پر کوئی شکن پڑی، نہ اصحاب تادل کی روش پر ارشاد ربانی کے مقصود کا
ہاتھ سے چھوٹا نہ اصولی اور لغوی حقائق سے روگردانی کی اور نہ ہی اولیاء کا ملین اور
مقتدی کے دستے سے ہٹے۔ بے شک این سعادت بنور باد و نیست تانہ بخند
بخندہ۔ ترجمہ میں عقیدے کی بیشک ”کی مرضی لگا کر کلام نگار نے جو دعوے
اس میں ایک دعوے کا تفصیل جائزہ لینے کے بعد اب آئیے دوسرے دعوے
کی طرف توجہ کیجئے دوسرے دعوے کا حاصل یہ ہے

”فاضل بریلوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر عالم الغیب
کا اطلاق کیا ہے اور آپ کیلئے جینے کا مان دمایکون کے علوم کائنات

کیا ہے

یہ دعویٰ درشتوں میں بٹ جاتا ہے ایک کا تعلق لفظ عالم الغیب کے اطلاق سے ہے اور دوسرے کا تعلق جمیع ماکان و مایکون کے علوم کے اثبات سے ہے۔ پہلی شق کا جواب تو بہت مختصر ہے اور وہ یہ کہ یہ امام احمد رضا پر بہتان عظیم اور افتراء میں ہے کہ انھوں نے آنحضرت کی ذات پر مطلقاً عالم الغیب کے لفظ کا اطلاق کیا ہے یا اس اطلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ خود فاضل بریلوی اپنی بے نظیر تصنیف الامین والعلیٰ مطبوعہ اقبال الیکٹرک پریس بریلی کے صفحہ ۱۶۵ پر ارشاد فرماتے ہیں

”وہ ممانعت علم غیب کی اسناد مطلق بے ذکر تعلیم

الہی عزوجل ہے شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لغات

میں اس طرف ایما فرمایا“

اسی صفحہ پر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

علم غیب بالذات اللہ عزوجل کیلئے خاص ہے کفار اپنے مہمودان

باطل وغیرہم کیلئے مانتے تھے لہذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں

کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے امور غیب پر انھیں اطلاع

ہے“

مذکورہ بالا دونوں تحریروں سے واضح ہو گیا کہ غیر خدا کی طرف علم غیب کی اسناد مطلق

نیز ان پر عالم الغیب کے لفظ کا اطلاق ممنوع و مکروہ ہے۔ اسی صورت میں امام احمد رضا کی

طرف اس اطلاق کرنے کی نسبت کرنا مقالہ نگار کی بددیانتی کی نشان دہی کر رہا ہے

اب آئیے دوسرے شق (یعنی اثبات علوم ماکان و مایکون) پر غور فرمائیے اس سلسلے میں

مقالہ نگار سے دو غلطیاں ہوئی ہیں

پہلی غلطی یہ کہ وہ خدا کے لئے صرف جمیع ماکان و مایکون کا علم بتاتا ہے اسی

لئے کسی غیر خدا کے لئے جمیع ماکان و مایکون کے علوم کے اثبات میں اسے اس غیر خدا کی خدائے

سادات و ہمہی نظر آتی ہے۔ حالانکہ جمیع ماکان و مایکون کے علوم علم الہی

کے سامنے وحیثیت بھی نہیں رکھتے جو سات سمندر کے سامنے ایک قطرے کو حاصل ہے

علم الہی کو گھٹا کر ماکان و مایکون کے حدود میں محدود کر دینا اتنی بڑی جسارت

ہے دین و ایمان کی سلامتی کے ساتھ جس کا امکان نہیں۔ مقالہ نگار اتنا

بھی نہ سمجھ سکا کہ کائنات میں جو ہر جگہ اور ہر جگہ ہوتا ہے گا وہ بھی محدود اور

جو ہر جگہ اور ہر جگہ ان سب کا کلی بھی محدود۔ تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان میں

واحصی کل شیء عدل ڈاکے تحت واضح لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ کل شیء غیر متناہی

نہیں ہے بلکہ متناہی ہے۔ لفظ جمیع بھی کل ہی کے معنی میں ہے۔ لہذا خدا کیلئے صرف کل شیء

کا علم ماننا اس کے لامحدود اور غیر متناہی علوم کو محدود و متناہی قرار دینا ہے۔ تو پھر

اگر کوئی کسی غیر خدا کیلئے صرف کل شیء بلفظ دیگر جمیع ماکان و مایکون کا علم مان لے تو اس سے

غیر خدا کی خدا سے ہمہی کہاں لازم آتی ہے؟ دوسری غلطی۔ یا۔

دانستہ طور پر بددیانتی مقالہ نگار سے یہ ہوئی ہے کہ اس نے علوم ماکان و مایکون کو ذات رسالت مآب کے لئے اثبات کو خود فاضل بریلوی کا اپنا ذاتی اختراع قرار دیا ہے حالانکہ اس سلسلے میں فاضل بریلوی نے جو کچھ کہا ہے وہ آیات قرآنیہ کی کھلی تصریحات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور محققین علماء اسلام کی تحقیقات کے عین مطابق ہے بلکہ انھیں کی تصحیح و تشریح ہے۔ مقالہ نگار نے امام احمد رضا کی عظیم المرتبت تصنیف المروۃ المکتبہ کی ایک عبارت نقل کر دی اور اس کے سارے مباحث سے آنکھیں پھولی۔ الدولہ المکتبہ کو اگر وہ سمجھ کے پڑھ لیتا تو علم غیب نبوی، علم ماکان و مایکون، علوم لوح محفوظ، علم قرآنی اور علم خمسہ کے تعلق سے اس پر ہر گوشہ واضح ہو جاتا۔ امام احمد رضا کی دوسری

تصنیف ”ابناء المصطفیٰ“ سے بھی اس نے جو عبارت نقل کی ہیں وہ تو محض دعویٰ ہیں ان وجودوں کی

دلیل میں قرآن و حدیث اور ارشادات علماء سے جو کچھ پیش کیا گیا ہے مقالہ نگار نے اس سے

کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے سب سے چپ پوشی کر لی اور اپنی ہی راگ اپنے لگا چ

ہے ”بے حیا باش ہر جہ خودا ہی کن“ مختلف ترجموں کے مابین تقابلی مطالعے کیلئے صرف تراجم و تفسیر

کے اُن حصوں کو سامنے رکھنا کافی تھا جس کا براہ راست ترجمہ قرآن کی محنت و عدم محنت سے تعلق ہو

مگر مقالہ نگار نے سوچا کہ قرآن کریم کی تفسیر میں ہم امام احمد رضا کے ترجمے کو غلط نہ

ثابت کر سکیں گے تو اس نے بطور تمہید ایک غیر ضروری بحث چھیڑ دی اور اس کو کافی طول دیا مسند

علم غیب مصطفیٰ میں دیوبندی اور وہابی مکتبہ فکر سے علماء و اہلسنت و جماعت کی تحریری و تقریری

ممبر کر آریاں ہوتی رہی ہیں۔ دیوبند ہر ممبر کے عین ذلت و رسوائی سے دوچار ہوتے رہے ہیں

مگر جن جن سوالات کے جوابات باریاد تجویز اور تقریر دے گئے اور جن جن شبہات کو بار بار اُٹ

کیا انھیں سوالات و شبہات کو بار بار مقالہ نگار کے مکتبہ فکر کے علماء دہراتے بہتے ہیں اور یہی

کو اپنے علم و فضل کا نشان تصور کرتے ہیں۔ الدولہ المکتبہ اور ابن المصطفیٰ

کے حوالے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقالہ نگار نے ان کتابوں کو ضرور دیکھا ہے پھر کسی قدر حرکت کی

بات ہے کہ جن کتابوں میں اس کے تمام سوالات و شبہات کے واضح جوابات موجود ہوں ان کا

مطالعہ کر لینے کے بعد بھی اس نے اپنے ذہن و فکر کی اصلاح نہیں کر لی بلکہ انھیں سوالات و

شبہات کو اس طرح بیان کرنے لگا گویا اس کو اب تک اس کا جواب ہی نہیں ملا۔ اس کا یہ

طرز عمل جو سکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی چار دیواری میں داد کے قابل ہو کر ارباب علم اور

اصحاب دیانت اس کو بے نظر استحسان نہیں دیکھ سکتے۔ جو علم غیب مصطفیٰ

کے تعلق سے تمام ممالد و ماحلیہ کو جاننا چاہے اس سے میری گزارش ہے کہ اگر زیادہ نہیں

تو کم از کم مندرجہ ذیل کتابوں کا ضرور مطالعہ کرے۔ ۱۔ الدولة المملکیہ (عربی) مصنف امام

احمد رضا۔ ۲۔ انباء المصطفیٰ مصنف امام احمد رضا (اردو) ۳۔ خالص الاعتقاد (اردو) مصنف

امام احمد رضا علیہ (اردو) المکتبہ العلیا (اردو) مصنف صدر الافاضل مراد آبادی۔ ۴۔ جوار الحق حقیقتہ

(اردو) مصنف مفتی احمد یار خان صاحب۔ اس سلسلے میں علمائے اہلسنت کی

اور بھی کتابیں ہیں مگر تحقیق حق کے لئے اسی قدر کافی ہیں۔ بلکہ ان میں کا ہر ایک کافی

ہے۔ المکتبہ العلیا اور جوار الحق کا طرز بیان نہایت آسان ہے۔ عام قارئین بھی اسے

خوبی سمجھ سکتے ہیں۔ علم غیب کے سلسلے میں مقالہ نگار نے جو تجویری کاوش کی ہے اس پر نقد و نظر کے بجائے میں سوچتا ہوں کہ چند اصولی باتیں عرض کر دوں تاکہ علم غیب کے سلسلے میں اسلامی موقف واضح طور پر سامنے آجائے۔ علم غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علاوہ علاحدہ احکام ہیں۔

(۱)۔ (۱) اللہ عز و جل عالم بالذات ہے اُس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(ج) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(ج) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے حضرت آدم حضرت خلیل، حضرت ملک الموت علیہم السلام اور شیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں انکا انکار کفر ہے۔

(۲)۔ (۱) اولیاء کرام کو بھی بواسطہ انبیاء کرام کچھ علوم غیب ملتے ہیں۔ (ج) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔

جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے کہ حدیث کا انکار کرتا ہے۔

(۳)۔ (۱) حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔ (ج) تمام گذشتہ اور آئندہ واقعات جو کہ لوح محفوظ میں ہیں ان کا بھی بلکل اُن سے بھی زیادہ علم دیا گیا۔

(ج) حضور علیہ السلام حقیقت روح اور قرآن کے سارے منشاء بہات کا علم دیا گیا۔ اس تیسری قسم میں علماء اہلسنت کا اختلاف رہا ہے اس کے منکر کو کافر تو کیا اگر بھی نہیں کہہ سکتے۔ ہاں جو حقیقتاً نہیں بلکہ عناداً انکار کرے وہ یقیناً گمراہ و بے دین ہے۔ جس طرح اس تیسری قسم کے منکر کو کافر و گمراہ نہیں کہہ سکتے اسی طرح اس کے تائیلین کو بھی کافر و گمراہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے تو اُسے چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱)۔ وہ آیت قطعی الدلالہ ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں نیز وہ نسخ نہ ہو۔ اور حدیث جو تو متواتر ہو۔

(۲)۔ اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

(۳)۔ صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں کہ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو۔ اسی طرح۔

حضور علیہ السلام کا فرمانا خدا ہی جانے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا۔ مجھے کیا معلوم۔ یا یہ کہ۔ اگر مجھے معلوم تو میں یہ کام انجام دیتا وغیرہ کافی نہیں اسلئے کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کا اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔

(۳)۔ جس کے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو ورنہ صفات اللہ اور بعید قیامت کے تمام واقعات کے علم کا بھی دعویٰ نہیں کرتے۔

اس مقام پر چند باتیں اور ذہن نشیں کر لی جائیں رب تبارک و تعالیٰ کی جملہ صفات ذاتی، مستقل، ابدی ہیں۔ جو خدا کی جملہ صفات کو ذاتی نہ مانے وہ کافر ہے۔ لہذا اب جس صفت کو خدا کے لئے ثابت کریں گے اس کا ذاتی ہونا ضروری ہے۔ ذاتی کی قید لفظوں میں بیان کی جائے نہ کی جائے مگر معنوی طور پر اُسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر علم کو لے لیجئے چونکہ خدا کا علم ذاتی ہے اس لئے اب جہاں جہاں خدا کے لئے ثابت یا تخصیص کیا جائے گا وہ یہی ذاتی علم ہوگا پس اسی علم ذاتی ہی کی نسبت کی طرف کیجا سکتی ہے۔

(۲)۔ غیر خدا کے اگر کسی شے کے علم کی نفی کی جائے اور پھر اُس علم کو خدا کے لئے ثابت کیا جائے علم ہوگا جو خدا کے لئے ثابت ہو سکے یعنی علم ذاتی چنانچہ غیر خدا کے اسی علم ذاتی کا اور خدا کیلئے اسی کا ثبوت ہوگا۔ ایسا نہیں۔ کہ غیر خدا کے عطائی کی نفی کی جائے اور اُسی علم عطائی کو خدا کے لئے ثابت کر دیا جائے کہ علم ہی کیا خدا کی کسی صفت کو بھی عطائی قرار دینا کفر ہے۔ کہ غیر خدا کی کسی صفت کو ذاتی سمجھنا کفر ہے۔

(۳)۔ غیر خدا سے علم ذاتی کی نفی سے۔ یا۔ خدا کے لئے علم ذاتی کے اثبات و تخصیص سے غیر خدا کے علم عطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

(۴)۔ کسی چیز کا نفس علم برا نہیں۔ ہاں۔ میری باتوں کو کرنا۔ یا۔ ان کو کرنے کے لئے سیکھنا برا ہے۔ ہاں۔ بعض علوم بعض دوسرے علوم افضل ہیں مگر فی نفسہ کوئی علم برا نہیں۔ اگر بری چیزوں کا علم برا ہوگا اور اس علم سے کوئی عیب دار ہو جاتا پھر تو خدا کو بھی ان باتوں کا علم نہ تھا لہذا کہ خدا کی تقدیریں و تدریج نہ تو وحدہ لا شریک ہے۔

(۵)۔ رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور لون ناک سے سونگھی جاتی ہے اور لذت زبان سے منلوم کی جاتی ہے اور آواز کان سے محسوس ہوتی ہے تو رنگت زبان و کان کے غیب ہے اور آواز آنکھ کے لئے غیب تو اگر کوئی اللہ کا بندہ ہو اور لذت کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھے کہ تو وہ بھی علم غیب ہے جیسے کہ قیامت میں شکلوں میں اعمال نظر آئیں گے اگر کوئی اُن شکلوں میں یہاں دیکھے کہ تو

غیب ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح جو چیز فی الحال موجود نہ ہونے کی وجہ سے یا بہت دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آسکے وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح اگر کوئی ہندوستان کے کسی شہر میں رہ کر مکہ معظمہ یا دور دراز ملکوں کو مثل کھٹ دسرت دیکھے یہ سب علم غیب میں داخل ہیں۔

(۶) علم غیب کی ذکر کردہ تین صورتوں میں چونکہ ہر صورت کے احکام الگ الگ ہیں لہذا ہر صورت کے ثابت کرنے والے دلائل کا معیار بھی الگ الگ ہے مثلاً وہ عقیدہ جو پہلی صورت کے ضمن میں آتا ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالة نصوص کی ضرورت ہے۔

اس کے برعکس وہ عقائد جو دوسری صورت کے ضمن میں ہیں۔ ان کو ثابت کرنے کے لئے قوی دلائل کی ضرورت نہیں بلکہ دلائل ظنیہ اور احادیث صحیحہ سے وہ ثابت ہو جائیں گے۔ رہ گئے تیسری صورت کے ضمن میں ذکر کردہ عقائد ان کا تعلق سراسر فضائل سے ہے جن کو ثابت کرنے کے لئے ضعیف حدیثیں بھی کافی ہیں۔ مثلاً رسول کریم کے علم قیامت، علم حقیقت روح اور قرآنی متشابہات نیز روح محفوظ کے تمام مندرجات کے علوم کا تعلق آپ کے فضائل سے ہے لہذا ان کے ثبوت کے لئے ایسے دلائل کا مطالبہ جو پہلی صورت یا دوسری صورت کے ضمن میں آنے والے عقائد کے لئے ضروری ہیں غایت جہل کی دلیل ہوگی۔ اور چونکہ اس تیسری قسم کے بعض عقائد میں جو علمائے حق کے مابین اپنی اپنی تحقیقات کی روشنی میں اختلاف ہو سکتا ہے لہذا اس پر بحث کرتے وقت صرف منکرین کے اقوال کو چھانٹنا چھانٹ کے پیش کر دینا اور قائلین کے ارشادات سے چٹوڑی کر لینا دیانت تحقیق کے خلاف ہے۔ عقائد نگار نے جس کا بڑا ہی شان دار مظاہرہ کیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام اصولی باتوں کو سامنے رکھ کر جو کتب تفاسیر و احادیث نیز ارشادات علماء کی چھان بین کرے گا وہ انشاد المولیٰ نقی شاہراہ اعتدالی پر رہے گا اہل عقائد نگار جیسے شاطروں کی شاطرانہ اداؤں کا شکار نہ ہوگا۔

عقائد نگار نے رسول کریم کے لئے بے مثال بشارت اور علم ماکان و مایکون ماننے کو آپ کو آپ کی قدر و منزلت سے بڑھا دینا سمجھ لیا ہے اور اس عقیدے کی تعبیر رسول کریم کو خدا اعتدال سے بڑھا دینے سے کہے۔ اور اس سلسلے میں چند ارشادات کو بھی پیش کیے ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ تیسری تعریف میں اتنا مبالغہ نہ کرو جتنا کہ نصائے نبی علیہ السلام کی تعریف میں کیا نیز مجھے میرے حقیقی مرتبے سے اونچا مت اٹھاؤ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی رسول بنانے سے پہلے جبرئیل علیہ السلام کو اس کا ارشاد فرمایا تھا۔ اگر عقائد نگار غور کرنا تو ارشاد مذکور کا مطلب بہت واضح طور پر سمجھ لیتا کہ سرکار رسالت امت کو اس مبالغہ آرائی سے منع فرما رہے ہیں جو

عبد کو معبود کا شریک بنادے بلفظ دیگر عبد اللہ کہ اللہ یا ابن اللہ بنادے یہی وہ مبالغہ آرائی اور حد اعتدال سے تجاوز تھا جو عیسائیوں نے کیا اور اُس سے سرکارِ عربی اپنے ماننے والوں کو روک رہے ہیں۔ رسول کریم کا اپنی عبدیت پر امر اور انہیت ہی کی نفی کے لئے ہے کہ جو عبد اللہ ہو گا وہ ابن اللہ نہیں ہو سکتا اور چونکہ صرف لفظ عبد اللہ کے ذکر سے بظاہر دوسرے عام بندوں سے اشتراک و مساوات کا داہمہ ہو سکتا تھا اسلئے عبد اللہ کے ساتھ رسول اللہ کی بھی قید لگا دی تاکہ جہاں آپ کو عبد اللہ کہنے والا آپ کو ابن اللہ نہ کہہ سکے وہیں رسول اللہ کہنے والا اپنا جیسا بھی نہ سمجھ سکے۔ کاش کہ مقالہ نگار میرے رسول کی شان عبدیت کو سمجھ سکتا اس سلسلے میں مولوی بدر عالم مدنی نے ترجمان السنۃ جلد سوم ۲۳۵ میں امام العارنین شیخ الکبریٰ الدین ابن عربی کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ

”تمام عبدیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقام ہے ایک مرتبہ چھ برسوں کے ناکہ کے برابر منکشف ہوا تھا تو میں اس کی بھی تاب نہ لاسکا اور قریب تھا کہ جل گیا ہوتا“

اللہ اکبر کیا شان عبدیت ہے۔ بھلا کیا نسبت ہے اس رفیع المنزلت عبدیت کا ملہ سے ہم جھڑکیوں کی عبدیت کو۔ مقالہ نگار نے اس سلسلے میں جو حدیثیں نقل کی ہیں ان پر غور نہیں کیا وہ حدیثیں خود سرکارِ عربی کی شان عبدیت کے امتیاز کرنا یاں کر رہی ہیں۔ چنانچہ انھیں منقولہ روایات میں سے ایک روایت میں ہے۔

فان الله قد اتخذني عبداً کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنانے سے پہلے قبل ان یختلج فی ذبیحاً اپنا عبد بنایا ہے۔ حدیث نے واضح کر دیا کہ عبدیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت پر مقدم تھی اور بشریت کی بحث میں یہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ آپ کی نبوت آپ کی بشریت پر مقدم تھی اس لئے کہ اس کا وجود ابوالبشر کے وجود سے پہلے ہی ہو چکا تھا چنانچہ جب حضور سے دریافت کیا گیا متی وجبت لک البتہ حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی آپ نے فرمایا و آدم بین الروح والجسد جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔ اس حدیث کو حاکم، بیہقی، الوعیم، اور ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔ الفاظ روایت ترمذی کے ہیں جنھوں نے افادہ تحسین کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ نیز اسی حدیث کو امام احمد نے مسند میں امام بخاری نے تاریخ میں، ابن سعد و حاکم اور بیہقی و الوعیم نے حضرت میسرہ سے اور طبرانی و بزار و الوعیم نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے اور ابو نعیم نے حضرت فاروق اعظم سے نیز ابن سعد نے حضرت ابن ابی الجداوہ و حضرت مطرف بن عبد اللہ بن النخوع اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آسانید متبانیہ و الفاظ متعارفہ روایت کیا ہے۔ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث میسرہ کی نسبت فرمایا ہے ”سننہ قوی“ اس کی سند قوی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی مدارج النبوة ص ۱۱ میں محل استناد میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ کننہ بنیاد آدم

بنانے والے نے آپ کو صرف دہی علم نہیں عطا فرماتے جن کا تعلق آپ کے مقصد بعثت و رسالت سے ہے بلکہ ایسے علم بھی دے جن کا تعلق آپ کی شان رحمت، مرتبہ شفاعت اور رتبہ شہادت وغیرہ سے ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر مقالہ نگار کی ایک خیانت اور ملاحظہ کیجئے وہ ایک تغیر کی کتاب ہے ایک مفصل حوالہ نقل کرتا ہے اسی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول بھی موجود ہے

وقال ابن مسعود اوتی نبیؐ کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مفاہیم غیب صلی اللہ علیہ وسلم کل شیء کے علاوہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو الامقائیم الغیب ہر چیز کا علم دیا گیا۔

مقالہ نگار نے مذکورہ بالا عبارات کا ترجمہ کیا ہے ”ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمھارے نبی صلعم کو نبوت کے شایان شان ہر چیز کا علم مفاہیم غیب کے علاوہ دیا گیا“

ذرا کوئی مقالہ نگار سے پوچھے کہ ”نبوت کے شایان کس لفظ کا ترجمہ ہے حضرت ابن مسعود کے کلام میں منویٰ تعریف کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کل قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اپنے کرو تون کا جواب دینا ہے۔

مقالہ نگار نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیئے جانے کا عقیدہ امام احمد رضا کا اپنا ذاتی اختراع ہے۔ مقالہ نگار کی تحریر کے اس قسم کو توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ میں بعض اکابرین ملت اور اولیاء امت کے نام پیش کر دوں جو رسول کریم کے لئے جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے بخوبی وضاحت ہو جائے گی امام احمد رضا اس عقیدہ کو اپنانے میں متبع ہیں نہ کہ مبتدع۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ جمیع علم لوح محفوظ رسول کریم کے لئے ماننا نہ کفر و شرک ہے نہ ضلالت و گمراہی اس لئے کہ اگر بالفرض یہ کفر و شرک یا ضلالت و گمراہی ہوتا تو اس کو صحیح ماننے والے کافر و مشرک اور مخالف و گمراہ ہوتے اور انھیں لوگ اولیاء ملت اور بزرگان امت کے نام سے نہ یاد کرتے۔ انتخاب میں کو شش کردن کا کہ ایسے حضرات کے اسماء سامنے آئیں جن کو کافر و مشرک یا مخالف و گمراہ کہتے ہوئے مقالہ نگار کو بھی ہزار بار سوجنا پڑے۔

(۱) — قصیدہ بردہ شریف میں سلطان العارفين علامہ بیہری فرماتے ہیں

فان من جودك الدنيا وضوتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

دینا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔

(۲) — علامہ ابراہیم بیہری شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں فان قيل اذا كان علم اللوح اگر کہا جائے کہ جب لوح و قلم کا علم حضور

والقلم بعض علومه عليه السلام
فما البعض الآخر احيب
بان البعض الآخر هو ما اخبى
الله تعالى من احوال الآخرة
لان القلم انما كتب في اللوح
ما هو كائن الى يوم القيامة

عليه السلام کے علوم کا بعض ہوا تو دوسرے
بعض کون سے ہیں جواب دیا جائے گا کہ
وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے
جسکی اللہ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی
کیونکہ قلم نے تو لوح میں ہی لکھا ہے جو
قیامت تک ہونے والا ہے۔

(۳) — ملا علی قاری صلی العقیدہ شرح قصیدہ بردہ میں اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وكون علومها من علومه
عليه السلام ان علومه متنوع
ان الكليات والجزئيات
وحقائق ومعارف وعوارف
تتعلق بالذات والصفات
وعلمها يكون فها من نحو
علمه وحرف من سطوره
علمه حضور کے علم کی سطروں کا ایک حرف ہے

(۴) — حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ و دید نقوش
از بعضے اولیاء و تواتر مقبول است
دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بطریق تواتر مقبول

(۵) — شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار میں حضور غوث پاک کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قال رضى الله تعالى عنه يا بطل
يا اطفال هلموا وخذوا عن
هذا البحر الذي لا ساحل له
وعرة مربي ان السعداء مع
والاشقياء يعرضون على واد
بولوة عيني في اللوح المحفوظ
وانا غائص في بحار علم الله
اے بہادر و! افسر زندہ! آؤ
اور اُس دریا سے کچھ لے لو جسکا
کنارہ ہی نہیں قسم ہے اپنے رب کی
کہ بے شک نیک بخت اور بد بخت
لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور
ہمارا گوشت جسم لوح محفوظ میں رہتا
ہے اور میں اللہ کے لوگوں سمندر میں غوطہ
لگا رہا ہوں۔

(۶) — بحر العلوم مولانا عبدالحق کھنوی حاشیہ رسالہ میرزا ابید کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

علمه علوم ما احتوى عليه العلم الاعلى وما استطاع على احاطتها
الوح الا ان لم يلد الدهر مثله من الازل ولم يولد الى الابد
فليس له من في السموات والارض كفوا احد

یعنی حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور جن کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو ازل سے آپ کے مثل پیدا ہوا اور نہ ابد تک ہوگا

پس آسمانوں اور زمین میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

اس مختصر سے انتخاب نے ظاہر کر دیا کہ نبی کریم کی توہی شان ہے آپ کے سچے غلاموں

یعنی آپ کی امت کے بعض اولیاء کی نگاہیں لوح محفوظ سے لگی ہوئی ہیں۔ اب

مقالہ نگار جواب دے کہ وہ آیات و احادیث جس میں وہ غیر خدا کے لئے علم غیب کی مطلقاً

نفی سمجھ رہا ہے نیز اس کی روشنی میں غیر خدا کے لئے جمیع مندرجات لوح محفوظ کے علوم تسلیم

کرنے کو باطل قرار دے رہا کیونکہ ان کا برہین ملت کے سامنے نہ تھیں؟ کیا یہ حضرات اس کے

مطالب و مقاصد کو سمجھنے سے قاصر رہے؟ کیا انہوں نے مندرجات لوح محفوظ کا علوم نبی کریم علیہ

بعض اولیاء امت کے لئے ثابت کر کے ان کو خدا کے ہر ایک فرد یا جلدی فیصلہ کروندہ کو وہ بالا

عقائد کی وجہ سے یہ حضرات کا فرد متحرک ہونے یا ضال و گمراہ؟ مقالہ نگار اب

امام احمد رضا کے متعلق کچھ کہنے سے پہلے کم از کم ان افراد کے بارے میں اپنی رائے ضرور

ظاہر کرے۔ مقالہ نگار نے چلتے چلتے ایک بڑی ہی عاقلانہ بات کہہ دی ہے

وہ یہ کہ روافض اپنے امام کو عالم ماکان و مایکون مانتے ہیں تو نبی کریم کو عالم ماکان و مایکون

ماننا روافض کے اسی خیال کی بازگشت ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ

گمراہ گھٹنا پھوٹے آنکھ

مقالہ نگار کا اگر یہی طرز فکر رہا تو جو مسئلے کہ وہ نبی کریم کی عصمت کا منکر ہو جائے

اور قائلین عصمت سے بحث کرے کہ روافض اپنے انہ کو معصوم مانتے ہیں تو تم جو نبی

کو معصوم قرار دیتے ہو یہ انہی کے باطل خیال کی بازگشت ہے۔

آگے چل کر مقالہ نگار نے ”اظهار عقیدہ کی دوسری مثال“

کی سرخی لگا کر ایک مختصری تمہیدی گفتگو کی ہے اور امام احمد رضا نے سورہ رحمن کی ابتدائی

آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس پر اعتراض کیا۔ اولاً مناسب معلوم ہوئے کہ امام احمد رضا

کے ترجمے کو تفاسیر و اشادات علماء و محققین کی روشنی میں دیکھا جائے۔

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان اس کا ترجمہ امام

احمد رضا نے یہ کیا ہے۔

”رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان

محمد کو پیدا کیا ماکان و مایکون کا بیان انھیں سکھایا“

مقالہ نگار نے جو ترجمہ نقل کیا ہے وہ مطابق اصل نہیں اس لئے کہ اس نے

اپنی نقل میں اصل ترجمہ کے ”کا بیان“ کا لفظ اڑا دیا ہے۔ اس آیت

کے شان نزول سے متعلق دو باتیں منقول ہیں

۱۔ جب آیت (سجد والرحمن نازل ہوئی تو کفار مکہ نے کہا رحمن کیا

ہے ہم نہیں جانتے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمن نازل فرمائی کہ رحمن

جس کا تم انکار کرتے ہو وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔

۲۔ اہل مکہ نے جب کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت

نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رحمن نے قرآن اپنے حبیب کو سکھایا۔ (فانز)

تفسیر معالم حسنی میں ہے۔

خلق الانسان ای محمد علیہ السلام اللہ نے انسان یعنی محمد

علیہ السلام کو سکھایا یعنی بیان ماکان علیہ وسلم کو پیدا کیا اور ان کو

وما یکون ماکان وما یکن کا بیان سکھایا

نیز تفسیر معالم التنزیل ہی میں ہے وقیل الانسان شہتا محمد

علیہ السلام و بیانہ علمہ ما لم تکن تعلم۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت

سے انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں

سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے۔ نیز تفسیر حسنی میں ہے۔ یا وجود محمد

بیا نور اندوے را آنچه بود ہست و باشد۔ یا مراد ہے کہ پیدا فرمایا

حضور علیہ السلام کو اور انکو سکھایا جو ہر جگہ کہا ہے یا ہر جگہ۔

تفسیر فغان میں ہے

قیل اسرار بالانسان محمداً ایک قول کے مطابق انسان سے

صلی اللہ علیہ وسلم علیہ مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ

البیان یعنی بیان ماکان و مایکون کا بیان

سکھایا گیا کیوں کہ حضور

نبی عن خیر الاولین علیہ السلام کو اگلوں اور

والاخرین وعن یوم پچھلوں اور قیامت کے دن

الددین کی خبر دے دی گئی۔

روح البیان میں ہے

(علمہ) محمد اُصلی اللہ علیہ رحمن نے حضور علیہ السلام کو بواسطہ

وسلہ (القرآن) بواسطہ جبریل علیہ السلام کو بواسطہ

جبریل علیہ السلام و بواسطہ محمد علیہ السلام کو بواسطہ

محمد علیہ السلام غیرہ من الامة..... اور ہمارے نبی علیہ السلام

قرآن اور اپنی روایت کے بھید سکھائے

القرآن واسرار الاوہیۃ جیسا کہ خود آپ نے فرمایا کہ آپ کو سکھایا

لما قال و علمہ ما لم تکن تعلم وہ باتیں جو کہ آپ نہ جانتے تھے۔

تفسیر مرآۃ میں ہے۔

(الرحمن علم القرآن خلق الانسان) (رحمن نے قرآن سکھایا انسان کو

ای الجنس او آدم او محمد علیہما السلام پیدا کیا) انسان سے مراد جنس

انسان ہے یا حضرت آدم بن یا

حضور علیہ السلام ہیں۔

تفسیر عادی میں ہے

وقیل ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ ایک قول ہے کہ انسان سے مراد حضور علیہ السلام

الانسان الكامل والمراد بالبيان
علمه ما كان وما يكون وما هو
كائن

ہیں اسلئے کہ آپ انسان کامل ہیں اور بیان
سے مراد ”جو ہو چکا ہو گا اور جو ہے ان سب
کا علم ہے۔“

تفریح میں ہے۔

قل ادرك الانسان محمد صلى الله عليه
وسلم عليه البيان يعني بيان ما كان
وما يكون الانه صلى الله عليه وسلم
ينبئ عن خبر الاولين والاخرين
وعن يوم الدين
تقر حملى میں ہے

ایک قول کے مطابق انسان سے حضور
علیہ السلام مراد ہیں آپ کو بیان کھچا یا
یعنی ماکان دیا کیون کا علم دیا کیوں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین
اور لوم قیامت سے باخبر کر دیا گیا ہے۔

(قرآن سکھایا).... کہا گیا کہ حضرت
 جبریل کو سکھایا ایک قول کے مطابق
 حضور علیہ السلام کو سکھایا اور ایک
 قول کے مطابق انسان کو سکھایا۔ اپنے
 علوم کے لحاظ سے یہ زیادہ بہتر ہے اور
 یہ اس لئے بھی اولیٰ ہے حتیٰ الانسان
 سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

تفریق قریبی میں ہے

(علیہ السلام) ای علیہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قرآن سکھا یہاں تک کہ
 آیت تمام انسانوں تک
 (خلق الانسان)
 حتی اذا جاء الی جمیع الناس

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا وَابْنُ كَيْسَانَ
الْإِنْسَانُ هَهْنَا بِرَأْدِهِ حَمْدُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبَيَانُ
بَيَانُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْهُدَى
مِنَ الضَّلَالِ وَقِيلَ مَا كَانَ وَمَا
يَكُونُ لِأَنَّهُ جَبِينٌ عَنِ الْأَوَّلِينَ
وَالْآخِرِينَ وَيَوْمَ الدِّينِ
كَابَيَانُ هُوَ أَوَّلُ قَوْلٍ كَقَوْلِهِ
كَرَّحُورٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَوَّلِينَ

تفسیر روح المعانی میں ہے۔

قال ابن کيسان الانسان محمد
صلى الله تعالى عليه وسلم

.....ولعل ابن کیسان
یقدر مفعول علم الانسان
مراحا بیه النبی صلی اللہ علیہ
تفسر نیشاوردی میں ہے

کے نزدیک الانسان علیہ السلام مقدر
ہو اور اس سے بھی وہ نبی کریم ہی کی
ذات کریم مراد لیتے ہوں۔

(علم القرآن)..... وقیل ہو (قرآن سکھایا)..... ایک قول کے مطابق
جبرائیل اسی علم جبرائیل القرآن
حتیٰ نزل بہ علیٰ محمد وقیل علم محمد
او الانسان القرآن کما یدلیق
بقہم محمد علی حسب استعدادہم
..... وقد نقل عن ابن عباس
ان الانسان آدم علیہ الاسماء
کلہا او محمد صلی اللہ علیہ وسلم
والبيان القرآن فیہ بیان
ما کانت وما سیکون الی یوم
القیامۃ
قرآن سے جس میں جو ہوا اور جو قیامت تک ہوگا سب کا بیان ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے۔

ما المراد من الانسان نقول هو الجنس
وقيل المراد محمد صلى الله عليه وسلم
وقيل المراد آدم
انسان سے کیا مراد؟ میں کہتا ہوں جنس
انسان اور ایک قول کے مطابق حضور
علیہ السلام مراد ہیں اور ایک قول کے
مطابق حضرت آدم۔

تفسیر کے مذکورہ بالا جواہر نے اتنا ثابت ہی کر دیا کہ علیہ السلام کا مقول مجدد
حضور علیہ السلام کو کھڑا کرنا اور خلق الانسان میں انسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
بتانا نیز الیاء سے ماکان و ما کن کا بیان مراد لینا فاضل بریلوی کا اپنا ذہنی اعتراض نہیں
ان تفسیری احوال کا وجود اسی وقت ہو چکا تھا جبکہ امام احمد رضا پیدا بھی نہیں ہوئے تھے
_____ ہند _____ آیت زیر بحث کے ترجمے کی روشنی میں امام احمد رضا کو کسی
عقیدے کی پیش کش کرنے والا اثر دینا محال لگا رہا جیسے فن کا وہی سے ممکن ہے۔
_____ کتب تفسیر کا تفصیلی جائزہ لینے کی صورت میں آیت زیر بحث
متعلقہ سوال سامنے آتے ہیں۔

۱۔ علم القرآن قرآن سکھایا۔ کس کو سکھایا؟

۲۔ خلق الانسان انسان کو پیدا کیا۔ انسان سے مراد کیا ہے؟

۳۱. عِلْمُ الدَّانِ اِسے جان سکھانا۔ جان سے مراد کلمہ ہے ۹

پہلے سوال کے جواب میں چار قول ملتے ہیں

اول جبرائیل علیہ السلام دوم حضور علیہ السلام سوم امت محمدیہ چہارم جنس انسان
تفسیر جمل میں جنس انسان مراد لینے کو اولیٰ کہلے ہے۔ تفسیر قرطبی اور تفسیر روح البیان
نے علم القرآن کا معنی یہ کیلے کہ رحلے نے نبی کریم کو قرآن سکھایا۔ صاحب روح المعانی نے
یہ امکان ظاہر کیلے کہ ممکن ہے علامہ ابن کیسان نے بھی علم القرآن کا معقول انسان
کو قرار دیکر اس سے نبی کریم کی ذات مرادی ہو۔ اس سلسلے میں حضرت
عبداللہ ابن عباس سے جو تفسیر منقول ہے اس میں امت محمدیہ کو قرآن سکھایا جانے اور
ظاہر کیا کیلے اور ارشاد کا حاصل یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو
قرآن دیکر حضور علیہ السلام کی طرف بھیجا اور آپ کو اپنی امت کی طرف مبعوث کیا۔

دوسرے سوال کے جواب میں تین قول ملتے ہیں

۱۔ انسان سے مراد حضرت آدم ہیں یہ حضرت ابن عباس و قتادہ اور حسن سے منقول ہو
(قرطبی، روح البیان ناقلان بحر العلوم)
۲۔ انسان سے مراد نبی کریم ہیں یہ علامہ ابن کیسان سے نیز حضرت ابن عباس سے بھی
منقول ہے (قرطبی، روح المعانی، نیشاپوری)

۳۔ انسان سے مراد جنس انسان ہے۔ جلالین، تفسیر طبری، تفسیر کبیر روح المعانی وغیرہ
میں اسی معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔ تفسیر صہادی، تفسیر قرطبی، تفسیر مدارک
تفسیر معالم التنزیل، تفسیر حسینی، تفسیر خازن وغیرہ نے صرف نقل اقوال کیا ہے
اور کسی کو راجع و مرجع نہیں قرار دیا ہے۔ اور اگر ذکر میں
تقدیم کو راجع قرار دینا تسلیم کیا جائے۔ تو خازن، قرطبی کے نزدیک انسان سے
حضرت آدم مراد لینا راجح ہوگا۔ حالانکہ تفسیر جمل میں علم القرآن
کے معقول سے متعلق جن تین اقوال کا ذکر ہے اس میں اذروئے ذکر جس قول کو آئین
لکھا ہے اسی کو اولیٰ قرار دیا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ میں قول کو لفظ
”قیل“ کہہ کر بیان کیا جائے وہ مرجح ہے تو پھر تفسیر خازن اور تفسیر قرطبی کی روشنی میں راجح
صرف پہلا قول ہے باقی دونوں قول یعنی نبی کریم۔ یا جنس انسان مراد لینا
مرجوح ہے یہ اصول بھی اسلئے غلط ہے کہ تفسیر جمل میں جس قول کا ذکر لفظ قیل کے ذریعہ کیا ہے
اُسے خود ہی راجح بھی قرار دیا ہے۔ الغرض ہر جگہ لفظ قیل کو رجحیت
ہی کے اظہار کے لئے نہیں استعمال کیا جاتا لہذا لفظ قیل کسی قول کی مرجحیت کی دلیل نہیں
اس کی بہت سی نظیریں پیش کی جاسکتی ہیں۔

تیسرے سوال کے جواب میں بہت سے اقوال ملتے ہیں۔ اگر انسان سے مراد
جنس انسان ہے تو۔

۱۔ بیان سے مراد قوت گوئی ہے جس سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے (طبری)
خازن، جمل، ابن کثیر، قرطبی، روح المعانی وغیرہ)

۲۔ بیان سے مراد کتابت اور سمجھنے بھانسنے کی قوت ہے (جمل، قرطبی)
۳۔ بیان سے مراد ہر قوم کی زبان ہے جس میں وہ کلام کرتی ہے۔ (بقول سعدی)

۴۔ بیان سے مراد حال و حرام اور ہدایت و گمراہی ہے۔ (طبری)
۵۔ بیان سے مراد دنیا و آخرت ہے۔ (طبری)
۶۔ بیان سے مراد فسخ بخش اور نقصان دہ امور (قتادہ و ربیع ابن انس)
۷۔ بیان سے مراد خیر و شر ہے (ضحاک و قتادہ)
۸۔ بیان سے مراد کسی چیز کو واضح کر دینا یہ لفظ سے عام ہے۔ (امام داغوب)
۹۔ بیان سے مراد دین و دنیا کے وہ جملہ امور ہیں جن کی انسان کو حاجت ہو
یعنی حلال و حرام، زندگی کے سامان خورد و نوش اور گویائی وغیرہ (طبری)
البیان کا تشریح کرنے والے جملہ اقوال میں سے امام طبری نے قول ۱ کو ترجیح
دیا ہے بلکہ اسی کو درست قرار دیا ہے اور وہ بھی ان لفظوں میں۔

والصواب من القول فی ذالک اور ان تمام اقوال میں درست بات یہ
ان یقال ان اللہ علیہ الانسان
ما بہ الحاجة الیہ الخ اس کی ضرورت کی چیزیں سکھادیں الخ
اپنے مذکورہ خیال کے درست ہونے اور دوسرے اقوال کے نادرست ہونے کی وجہ یہ
کہ ہے کہ درجے میں اپنے قول کے مابج ہونے کا سبب امام طبری نے یہ بتایا ہے۔
لان اللہ عزوجل لم یخصص اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں تخصیص
فی خبر ذالک انه علمہ پیدا کر کے یہ نہیں فرمایا کہ اس نے بیان سے
من البیان بعضا دون بعض متعلق بعض باتیں سکھادی ہیں اور بعض نہیں
بل عہد فقال علمہ البیان بلکہ اُسے عام لکھا ہے پھر علیہ البیان
فہو کما عہد فرمایا ہے پس بیان ایسا ہی عام رہے گا
کہ اللہ نے عام لکھا۔

مذکورہ وجہ صواب۔ یا۔ وجہ ترجیح منقول نہیں بلکہ معقول ہے عقلا
نے بھی طبری کی مذکورہ عبارتوں کو نقل کیا ہے اور اس پر یہ لکھا کہ دیا ہے
”امام طبری کی مذکورہ تحریر سے ثابت ہوا کہ بیان کے
معنی میں تخصیص پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ عموم کو
ختم کرنا ہے۔“

امام طبری کی تحریر اور مقالہ نگار کے تبصرہ دونوں نے قول ۱ کے سوا باقی اقوال
مرجوح بلکہ نادرست قرار دیدیا ہے اور ان کے قائلین پر یہ الزام لگا دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ
کے قائم کردہ عموم کو ختم کرنے والے ہیں۔ اب اور آگے آئے اور ایسا
تائید ملاحظہ کیجئے۔ حضرت حسن نے بیان کی تشریح نطق سے کی ہے۔ ذکر کردہ اقوال میں
اسے پہلے نمبر میں لکھا ہے اسی قول ۱ کے بارے میں ابن کثیر میں ہے۔
وقول الحسن ھذا احسن حضرت حسن کا قول اس جگہ زیادہ
داتوی اور قوی تر ہے۔
قول حسن کے حسن و قوی تر ہونے کی انھوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ سیاق

سید المفسرین سے منقول بھی تھے۔ امام طبری نے تو جس نبی کو ترجیح دی بلکہ

درست ٹھہرایا وہ تو ان کی اپنی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

پھر ورق الٹ کر دیکھئے اس صفحے کو جس میں بیان سے متعلق ۹ اقوال پیش کئے

گئے ہیں یہ سب اس وقت مراد ہیں جب انسان سے مراد جنس انسان ہو اور اگر انسان سے مراد حضرت آدم ہوں تو بیان سے مراد مذکورہ ذیل امور منقول ہیں۔

۱۔ تمام اشیاء اور زمین پر پڑنے پھرنے والے جانوروں کے نام۔ (ابن عباس)

۲۔ دنیا بھر کی زبانیں۔ (قرطبی، خازن، روح البیان وغیرہ)

اور اگر انسان سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں تو بیان سے مراد یہ بتائی گئی ہے

۱۔ ماکان وما یکون کا بیان (تفسیر معالم، تفسیر خازن، تفسیر حسینی، تفسیر صادی، تفسیر جمل، تفسیر قرطبی)

۲۔ کتاب منزل کی مراد کو واضح کر دینا (روح المعانی)

۳۔ قرآنی جملات و مہمات کی شرح کر دینے والا کلام (روح المعانی)

۴۔ قرآن (روح المعانی، تفسیر نیشاپوری)

۵۔ جنس انسان مراد ہونے کی صورت میں بیان سے جو جو مراد ظاہر کی گئی ہے

ان میں سے وہ سارے معانی جو سرکار رسالت کی شان اقدس

کے مناسب ہوں (روح المعانی)

مذکورہ بالا تمام اقوال میں سے کسی قول کو بھی کسی مفسر نے بھی مراد نہیں قرار دیا۔

نیز ان اقوال میں سے کسی بھی قول کے قائل کو کسی مفسر نے نہ کافر و منکر قرار دیا نہ ضال و گمراہ

اور نہ ہی جادہ حق و صواب سے ہٹا ہوا۔ اور نہ ایسا ہی ہوا کہ ان میں

سے کسی قول کے قائل دوسرے قول کے قائلین قرآن کے اسلوب بیان، فطری اغراض تربیت

اور قرآن ہی کے لئے ضروری علوم و فنون، ادب، لغت، نحو، صرف، معانی و بلاغت عقائد

و کلام اہل حدیث و فقہ سے یہی دامن و بے بہرہ ظاہر کر دیتے اور ان کی دینی اور سرآئی

خدمات کا انکار کر بیٹھتے۔ ناظرین کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ جو کام سارے مفسرین

نہ کر سکے مقالہ نگار نے اس کے لئے اپنے کو تیار کر لیا اور صرف تیار ہی نہیں کر لیا بلکہ عمل

کمر کے دکھایا اور اپنے قلم کو ایک لازوال رسوائی کا شکار بنا دیا۔ خدا کی شاکہ

دیکھو مقالہ نگار اپنے گھر کے سارے الزامات دینی رسول کے ان سچے وفاداروں کے سر

ڈالنا چاہتا ہے جنھوں نے ناموس رسالت کی حفاظت میں اپنی متاع حیات قربان کر دی

اور زندگی کے ایک ایک لمحے کو جہاد بالقلم کے لئے وقف کر دیا تاکہ اسلام کے نام پر اسلام

کی صورت بدلے کہ کو شش کرنے والے منافقین کی ریشہ دانیوں سے اہل اسلام باخبر

رہیں۔ میں نے دیوبندی تراجم کا مختصر سا اقتباس شروع میں پیش کر دیا ہے

کیا اس سے انما نہ نہیں لگتا کہ قرآن کریم کو اپنے عقائد و نظریات کا شکار کس نے بنایا

ہے؟ اسے اپنے ذہنی سانچے میں ڈھال کر منظر عام پر لانے کی جرأت و جسارت کس نے

کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قرآن کا تعلیم دے رہا ہے اور ظاہر ہے کہ تعلیم تلاوت کی ادائیگی کا نام

ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ لفظ یعنی کلامی کو مخلوق پر آسان فرمادے اور اس کے تمام

خارج حلق، زبان، ہونٹ وغیرہ جگہوں سے حروف کے نکلنے کو آسان کر دے کہ وہ اپنے خامخا

سے حسب قاعدہ نکلے دیں۔ مقالہ نگار نے قول حسن یعنی ہادی ذکر کردہ ترتیب

کے مطابق قول علی کی تائید کرنے والے بہت سارے مفسرین کی فہرست پیش کی ہے اور

پھر آگے چل کر الجواہر المسان اور بحر المحیط کے حوالے سے یہ واضح کر دیا کہ جمہور مفسرین محققین

کا مسلک یہ ہے کہ البیان سے مراد النطق ہے۔ لہذا امام طبری

کے ارشاد کی روشنی میں نیز جو مقالہ نگار کے اس تبصرے کے دوسرے جواس نے امام طبری

کے ارشاد کو نقل کرنے کے بعد کیا ہے حضرت حسن (وجلیل القدر تابعی اور بے مثال

حدیث و مفسرین) نیز ان کی اتباع کرنے والے جمہور مفسرین راہ صواب سے ہٹے ہوئے ہیں

اور بقول مقالہ نگار یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ عمل کو ختم کرنے والے ہیں

اور ان جمہور مفسرین کے خیال کی روشنی میں علامہ طبری کا اپنے قول کے بارے میں ادعا محول

کون ورنہ نہیں رکھتا۔ اب مقالہ نگار فیصلہ کرے کہ کون راہ صواب پر

ہے اور کون جادہ خطا، پر؟ کس کا قول راجح ہے اور کس کا مرجوح؟

اس مقام پر پہنچ کر مقالہ نگار کو بھی کہنا پڑے گا کہ کسی مفسر کا اپنے قول کے لئے صواب،

اقرب الی الصواب، راجح، اقوی، اولی کا لفظ استعمال کرنا دوسرے مفسر کے قول کو لازمی

طوریٰ نقصان دہ و درست، صواب سے دور، غیر صحیح کر دے اور خلاف اولیٰ نہیں قرار

دیتا۔ اس لئے کہ۔ ممکن ہے کہ ہر مفسر قول مختلف اعتبار و حیثیت سے

اپنی اپنی ترجیح کی الگ الگ وجہیں رکھتے ہوں۔ اب اگر ایک مفسر کی قول کو

راجح سمجھتا ہے اور اس کے سوا دوسرے قول کو راجح نہیں قرار دیتا تو اس سے فی فیض

دوسرا قول ترجیح نہیں ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے قول کے قائل کے

نزدیک ہی دوسرا قول ہی لائق ترجیح ہو۔ المختصر۔ اپنے علم و یقین کی

روشنی ہر عالم دینی کو اپنے قول کو راجح، اقوی وغیرہ کہنے کا پورا حق ہے۔ اسی

حق کو امام طبری نے استعمال کیا بھی تھا جمہور مفسرین کی رائے کے خلاف پورے گھن گرج

کے ساتھ اپنا نظریہ پیش کر دیا۔ جمہور مفسرین کی رائے کے خلاف ہونے کے

باوجود مقالہ نگار نے امام طبری کے ارشاد کو نہ ترجیح کہا اور نہ مقابلہ رد۔ اور نہ اُسے

سمندر کے گھونگے اور سیپ سے تشبیہ دی۔ مقالہ نگار کا سارا بانیاد

تو امام احمد رضا ہی پر اتارنے کے لئے ہے اور اس کی ساری دلچسپی ان اقوال کو ترجیح

قابل رد بتانے اور انھیں سمندر کے گھونگے اور سیپ سے تشبیہ دینے سے وابستہ ہے

جن سے عظمت مصطفیٰ اور رفعت محمدیہ کا تہ چلے۔ غور کیجئے امام احمد رضا نے

اپنے علم و یقین کی روشنی میں جن اقوال کو لائق ترجیح سمجھا وہ کچھ ان کے اپنے ذہن کے

بیدار نہ تھے بلکہ معتبر تفسیر میں موجود تھے نیز حضرت ابن کسبان اور ایک قول کے

مطابق حضرت عبداللہ ابن عباس سے جلیل القدر صحابی رسول، فقہ امت اور

کی ہے؟ انسانی ہدایت کا یہ آسمانی حقیقہ جس چیز کا مستحق تھا کیا علمائے دیوبند نے اُسے پیش کیا؟
بانی دارالعلوم دیوبند نے جب قرآنی لفظ خاتم النبیین کے اجماعی معنی کو جھلا دکھا یا خیال بجا کر اس کے
صحابہ و تابعین اور تمام علمائے متقدمین و متاخرین حتیٰ کہ ذات رسالت تک کو عوام کے زمرے
میں شامل کر دیا تھا تو اس وقت قرآن کی تیر خواہی کا دم بھرنے والی مقالہ نگار کی حمیت کہاں
تھی؟ اور آج بھی تحذیر الناس کی اشاعت ہو رہی ہے آج بھی تقویت الایمان، حفظ الایمان
براہین قاطعہ اور بہشتی زبور کی خلافت بستی جی صحرا کو گوشہ محفل محفل اپنی تارکیاں
پھیلا رہی ہے۔ اسے اسلام کا اداء کرنے والو کیا بانی اسلام کی توہین ہی سے تمھاری توجہ
چمکتی ہے؟ کیا بانی اسلام کی عزت و ناموس سے کھینٹے ہی کا نام اسلام کی وفاداری ہے؟

اس مقام پر امام احمد رضا کے ترجمے کی وجہ ترجیح ظاہر
کرنے سے پہلے مناسب لگتا ہے کہ ذات رسول کریم کے لئے ماکان و مایکون کے علوم
کے اثبات کرنے والے چند علمائے ملت اسلامیہ اور عارفین کرام نیز شراہین اتحاد
نبویہ کے ارشادات سے تعارف کرادوں تاکہ ذات نبوی کے لئے علم ماکان و مایکون
کے اثبات کو امام احمد رضا کا خود ساختہ عقیدہ نہ کہا جاسکے۔

(۱) — مرقات شرح مشکوٰۃ، شرح شفا الملاحی قاری، زرقانی شرح مواہب اور
نسیم الریاض شرح شفا میں ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد ہے
و حاصلہ انہ طوی لہ الارض وجعلھا مجموعہ کھینٹ کف فیہ مرقۃ ینظر
الی جمعھا و طرھا بتقریب سیمت دی گئی اور اس کو ایسا
بعیدۃ الی قریبھا حتی اطلعت جمع فرمادیا گیا ہے کہ ایک ہاتھ
علی ما فیھا میں آئینہ ہو اور وہ شخص اُس پورے
آئینہ کو دیکھتا ہو اور زمین کو اس طرح سمجھا کہ دور والی کو قریب کر دیا اس کے قریب کی طرف
پہاں تک کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

(۲) — مرقات شرح مشکوٰۃ میں ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے ہے۔
فعلمت بسبب وصول ذالک فیض مافی السموات والارض
یعنی ما علمہ اللہ تعالیٰ ما فیہما زمین میں ہیں لیکن اُن زمین میں
من الملائکۃ والاشجار وغیرھا وہ چیزیں جو اللہ نے بتائیں فرشتے اور
وہو عبارة عن سعة علمہ الذی درخت وغیرہ یہ آپ کے اُس وسیع
فتح اللہ علیہ وقال ابن حجر ای علم کا بیان ہے بالذات آپ پر ظاہر
جميع الکائنات التی فی السموات فرمایا ابن حجر نے فرما کر حضور نے ان
بل وما فوقھا تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں بلکہ
..... وجميع مافی الارضیں اس کے اوپر ہے..... اور ان تمام
السبع بل وما تحتھا چیزوں کو بھی جان لیا جو انوں زمینوں بلکہ

اس کے نیچے ہے۔
(۳) — اشعۃ المبعات شرح مشکوٰۃ میں ہے (حضور فرماتے ہیں کہ) ہم پر مرقوم کا علم
پس ظاہر شد ہر اہر چہ از علوم ظاہر ہو گیا اور ہم نے سب کو سچا ہوا
و شفا مہمدا
(۴) — اشعۃ المبعات شرح مشکوٰۃ ہی میں ہے۔
عبادت است از حصول علم جزوی (یہ حدیث) تمام جزئی و کلی علوم کے
و کلی و احاطہ آں حصول اور اس کے احاطہ کی نشانی
کرتی ہے

(۵) علامہ زرقانی شرح مواہب میں ہے
ای اظہر و کشف فی الدنیا بحیث (یعنی حضور فرماتے ہیں کہ) ہمارے علم
احطت بجمیع ما فیہا فانما انظر الیہا ظاہر کی اور کشف کی گئی تو ہم نے اُن کو
والی ماہو کاٹن فیہا الی یوم القیۃ کا احاطہ کر لیا پس ہم اُس دنیا کو اُن
کانہا انظر الی کفی ہذہ اشارۃ جو کچھ اس میں قیامت تک ہوئے
الی انہ نظر حقیقۃ خرّع یہ انہ والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں
اس ید بالنظر العلم جیسے کہ اپنے اس ہاتھ کو۔ اس میں
اس طرف اشارہ ہے کہ حضور نے
حقیقۃً ملاحظہ فرمایا تو یہ احتمال و
ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

(۶) — امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں
ولاشک ان اللہ قد اطلعہ علی اس میں شک نہیں کہ اللہ نے
امر ید من ذالک والقی علیہ حضور علیہ السلام کو اس سے
علم الاولین والآخرین آبادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کے
سے اگلے اور پچھلے جنات
کا علم دے دیا۔

(۷) — ملا علی قاری ایک حدیث کی شرح فرماتے ہوئے مرقات میں فرماتے ہیں۔
فیہ مع کونہ من اس حدیث میں ہمزہ ہونے کے ساتھ ساتھ
المجربات دلالة علی ان بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم
علمہ علیہ السلام محط کے کلیات و جزئیات وغیرہ کو گھیرے ہوا
بالکلیات والمجربیات ہے۔
من الکائنات وغیرھا

(۸) — شیخ عبدالحی محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں
و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داناست حضور علیہ السلام تمام چیزوں کو جاننے والے
بہمہ چیز از حیثونات و احکام الہی اور انھوں نے، خدا نے پاک کی شافی

الاولین والاخرین جہاں پر خبردار فرمایا پس آپ نے اولین و
وماکان وما یکون آخرین اور ماکان وما یکون کو جان لیا۔

(۱۳) — حافظ سلیمان ابریز شریف میں فرماتے ہیں

یعلم علیہ السلام من العرش الی الفرش ویطلع علی جمیع ما فیہا ان میں جو کچھ ہے سب کو جانتے ہیں۔

(۱۴) — امام بصری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں

وکلہم من رسول اللہ ملتس تمام رسول علیہ السلام سے ہی لینے والے ہیں سمندر
غمر فامین البحر ورشقا من الدیم سے ایک چلو یا تیز بارش سے چھینٹا

علامہ خرقوی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے تحت فرماتے ہیں

ان جمیع الانبیاء کل واحد متہم طلبوا و اخذوا العلم من مانگا اور دیا جو کہ دست میں سمندر کا طرح ہے

علمہ علیہ السلام الذی کالجہم اور سب کے کرم حضور علیہ السلام کے اُس کرم
فی السعة والکرم من کرمہ سے حاصل کیا جو کہ تیز بارش کی طرح ہے

علیہ السلام الذی ہوکا لدریم کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے
لانہ علیہ السلام فیض وہم ہیں اور وہ نبی فیض لینے والے ہیں کیونکہ

مستفاضون لانہ تعالیٰ خلق رب تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کو

ابتداءً روحہ علیہ السلام پیدا فرمائی اور پھر اُس روح میں نبیوں
وضع علوم الانبیاء و علمہ ماکان کے اور ماکان و ما یکون کے علم دیکھ پھر

وما یکون ثم خلقہم فاخذوا ان رسولوں کو پیدا فرمایا پس ان سب
علومہم منہ علیہ السلام نے اپنے علوم کو حضور علیہ السلام سے

حاصل فرمائے۔

(۱۵) — امام بصری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں

وکل ای اتی الوسل الکلم دجھا انبیاء کرام جو معجزات ام سابقہ پر لائے
فانما اتصلت من نوره بھم وہ سب حضور پاک کی لمعات و تاباوت
سے انہیں حاصل ہوئے۔

چنانچہ حضرت امام قسطلانی موابب لدیہ میں فرماتے ہیں

فجمیع ما طهر علی ایدی الوسل علیہ السلام انبیاء کرام اور اس عطا کے جو معجزات ظاہر
من الاذراقناھی من نوره الفاضل ہوتے وہ سب حضور کے فیض کا مظہر ہوتا۔

(۱۶) — تفسیر روح البیان میں سورہ فتح میں انا ارسلناک شاہداً کے تحت ہے۔

فانہ لماکان اول مخلوق خلقہ اللہ چونکہ حضور علیہ السلام ہی اللہ کی پہلی مخلوق
کان شاہداً لوحدا نیۃ الحق و ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے شہید

شاہداً بما اخرج من العدم گواہ ہیں اور ان تمام چیزوں کا مشاہدہ
الی الوجود من الارواح والنفس فرماتے والے ہیں جو کہ عدم سے وجود

واحکام وصفات حق و اما و افعال احکام اور حق تعالیٰ کے صفات و افعال
و آثار و جمیع علم ظاہر و باطن اور سارے ظاہر و باطن اول و آخر

د اول و آخر احاطہ نمودہ فوق کل ذی ظم کے علوم کا احاطہ فرمایا اور پھر ہر ذی ظم
کے اوپر علم کے معداق ہو گئے۔

(۱۷) — اسی مدارج میں ہے

از زمان آدم تا نوح اولی بروے علیہ السلام حضرت آدم سے ہو پھر نوح تک
مکشف ما خفیہ تاہم احوال اور ان تمام کو حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمایا

اول و آخر معلوم گردد و یا در ان خود را تاکہ اول سے آخر تک کے سارے
حالات آپ کو معلوم ہو جائیں

اور حضور نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

(۱۸) — شفا شریف میں قاضی عیاض فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو
حق اللہ تعالیٰ جس علیہ السلام دینی اور دنیاوی مصیحتوں اپنی

بالاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا امت کے مصالح گذشتہ امتوں
والدین و مصالح امتہ و ماکان کے واقعات اور اپنی امت کے

فی الامم و ما سیکون فی امتہ من ادنی سے ادنی واقعات پر خبردار فرمایا تاکہ
النقیب و القطب و علی جمیع فنون نیز تمامی معرفت کے فنون مثلاً

المعادف کا محال اقلیہ القرائن دل کے حالات اور انھن عبادات
والعبادة والحساب (ماخوذ از خرقوی) و علم حساب پر مطلع فرما کر امت

شرح قصیدہ بردہ) و مخفیوں فرمادیا۔

(۱۹) — امام بصری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ ام القریظ میں فرماتے ہیں
و مع العالمین علما و حلما حضور علیہ السلام نے اپنے علم و اخلاق سے

فھو بحر لہم تعیھا الاعیاء جہانوں کو گھیر لیا پس آپ ایسے سمندر ہیں جسے
گھیرنے والے نہ گھیر سکے

اسی شعر کی شرح میں شیخ سلیمان جمل قیحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ای وسیع علمہ علوم العالمین یعنی آپ کا علم تمام جہانوں یعنی جن و
الانس والجن والملائکۃ لان انسان اور فرشتوں کے علوم کو گھیرے

ہوئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر خبردار فرمایا اور اولین
و آخرین اور ماکان و ما یکون کا علم عطا فرمادیا۔

(۱۲) — امام ابن حجر کی اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔
لان اللہ اطلعہ علی العالم فعلم کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام

نے ذات نبوی کو معلوم عطا فرمائے ہیں وہ سب کے سب بلا واسطہ عطا فرمائے ہیں۔ اور آپ کے سوا کو معلوم عطا فرمائے ہیں وہ اسے برزخ کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اتنی بات تو سمجھی پروانچ ہے کہ انسا فون کو معلوم انبیاء و مرسلین کے ذریعہ عطا کئے گئے اور میرے نفقہ کردہ اقتباسات میں سے اقتباس لے لیا اور اقتباس لے لیا یہ بھی خارج کر دیا کہ انبیاء و مرسلین کو امام الانبیاء اور سید المرسلین کی بادگاہ فیض سے معلوم ملے پھر اس بات کی صداقت میں کیا احتمال ہو سکتا ہے کہ نور محمدی بلفظ دیگر حقیقت محمدی یہی مارا جائے گا ثبات کے لئے واسطہ فیضان الہی ہے۔ اب جب یہ کہا جائے کہ ”اللہ نے رسول کو سکھایا“ تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ بلا واسطہ سکھایا اور جب یہ کہا کہ اللہ نے آدم کو یا جبرائیل وغیرہ کو سکھایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حقیقت محمدیہ کے ذریعہ اپنے علم کا فیض پہنچایا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی استاد یہ کہتا ہو کہ میں نے فلاں کتاب سکھائی۔ تو اس سوال کے جواب میں ”کہ کس کو سکھائی؟“ عقل کا یہی فیصلہ اور صرف کا یہ کہنا ہے کہ اسی کا نام لیا جائے جس نے اس استاد سے براہ راست سیکھا۔ ہمارا عرف ہے کہ جب ہم اپنے اساتذہ کی فہرست مرتب کرتے ہیں تو استاد کے استاد کا نام نہیں لکھتے بلکہ اسی کا نام لکھتے ہیں جس سے براہ راست بلا واسطہ علم حاصل کیا ہو اسی طرح جب کوئی استاذ اپنے شاگردوں کی لسٹ مرتب کرتا ہے تو انھیں کا نام لکھتا ہے جن کو بغیر واسطہ پڑھایا ہو۔ شاگردوں کے شاگرد کا ذکر نہیں کرتا۔ گو استاد کے استاد کو بھی بلا واسطہ اپنا استاد اور شاگرد کے شاگرد کو بھی بلا واسطہ اپنا شاگرد سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر۔۔۔ یہاں تو عرف و اطلاق اور تبادر ذہنی کی بات ہے۔ تو اب جن مفسرین کو امام نے علیہ القرآن کا مطلب یہ لیا ہے کہ ”اللہ نے اپنے نبی کو قرآن سکھایا“ یہ زیادہ قرین قیاس اور اولیٰ ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن خدا سے سیکھا۔ مقالہ نگار کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ حضرت جبریل حضور علیہ السلام کے استاد تھے اور حضرت جبریل نے حضور کو قرآن سکھایا خدا نے براہ راست (بلا واسطہ) نہیں سکھایا۔ و علیہ السلام حالہ تکن تعلیم کی مراحات بتا رہی ہے کہ آپ کو تعلیم دینے والا خدا ہے اور جہاں بلا واسطہ معلوم دینے کا مفہوم نکل سکے وہاں بلا واسطہ معلوم دینے کا معنی نکالنا عرف و تبادر کے خلاف ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں کو سکھایا تو اس کا مطلب لینا عرف و تبادر کے بالکل خلاف ہے کہ اُسے بلا واسطہ سکھایا۔ اسی لئے بعض علما نے تصریح کی ہے کہ ”علمہ شدید القوی“ میں اگر شدید القوی سے حضرت جبریل مراد ہیں تو تعلیم سے مراد تبلیغ ہے یعنی حضرت جبریل پہنچانے آتے تھے نہ کہ پڑھانے۔ پہنچایا اور ہے پڑھانا اور ہے۔ معلم پڑھانے والا اور سکھانے والا ہوتا ہے نہ کہ پیغام پہنچانے والا۔ حضرت جبرائیل کا پہنچانا تو محض ایک سنت الہیہ و ضابطہ خداوندی کے تحت تھا۔

غیر کیجئے سدرہ پر پھر جانے والا غلوت گاہ قدس اور مقام قاب تو میں اودانی تک پہنچ جانے والے کا معلوم ہو کہ کس قدر مستبعد ہے۔ بعض علما نے سنن میں القوی کو صفت باری تعالیٰ قرار دیا ہے۔ کسی کلام کے رخ کو اس کے متبادر مفہوم سے اسی وقت پھر اجاتا ہے جب اس مفہوم کو مراد لینے میں کوئی شرعی یا عقلی احتمال پیش آجائے اور اگر شرعی یا عقلی احتمال پیش نہ آئے تو پھر متبادر معنی مراد دنیا یقیناً خلاف اولیٰ ہے۔ الحاصل۔۔۔ علیہ القرآن کا یہ ترجمہ کہ ”میں نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا“ اقرب الی الصواب، اولیٰ اور راجح ترین ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ قرآن کریم بتیانا لکھی شئی ہر شے کا واضح بیان ہے اور بقول حضرت مجاہد مامون شئی فی العالمہ الاھو فی کتاب اللہ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کریم نزلنا علیہ کتاب بتیانا لکھی شئی ہم نے تم پر قرآن انا اور ہر چیز کا روشنی بیان ہے دلیل ہے کہ قرآن کریم صرف اس کے لئے ہر چیز کا روشنی بیان ہے جس پر وہ براہ راست نازل کیا گیا ہے اور وہ میں حضور آید رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تو اب قرآنی مقطعات، تشابہات، مہمات، حکمات اور جمیع مافی القرآن کو واضح طور پر جاننے والے صرف رب تعالیٰ سے براہ راست قرآن سیکھنے والے منطبق آیات قرآنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ باقی کو حضور علیہ السلام نے اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق جو دیا اُسے وہی ملا۔ خود سید الملائکہ حضرت جبریل بھی قرآنی مقطعات، تشابہات وغیرہ کے دوز و امرا کو سمجھنے سے قاصر ہیں معلوم ہو کہ پیغام کا پہنچانا اور ہے اور اس کا سمجھنا اور ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ جو پورے طور پر قرآن کا عالم ہوگا وہ یقیناً عالم ہاگا و مایکون ہوگا تو اب اولیٰ اور اقرب الی الصواب یہی ہے علیہ القرآن میں مفعول ثانی اسی کو قرار دیا جائے جو قرآن کا حقیقی معنوں میں پورے طور پر عالم ہو اور وہ ہی اللہ کے محبوب دانائے غیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ مقالہ نگار نے علیہ القرآن کا مفعول ثانی جبرائیل کو قرار دینا اولیٰ کہا ہے۔ تو اب اگر کوئی اپنے علم و یقین کی روشنی میں نبی کریم کو مفعول ثانی قرار دے اور اسی کو اقرب الی الصواب اور اولیٰ قرار دے تو وہ مجرم کیسے ہو گیا؟ اب ارشاد کے دوسرے حصے پر غور کیجئے خلق الانسان و علمہ البیان۔ چونکہ اس آیت میں بھی سکھانے کی نسبت رب تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے لہذا سیکھنے والا بھی اُسی کو قرار دینا چاہئے جس سے براہ راست رب تعالیٰ سے تعلیم حاصل کی ہو اور وہ حضور علیہ السلام ہیں تو پھر الانسان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا راجح و اولیٰ ہے۔ ویسے بھی یہ اصول اپنی جگہ مسلم ہے کہ ”المطلق اذا اطلق فی ادبہ الفرد الکامل“ اطلاق کی صورت میں مطلق سے اس کا فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسانوں میں فرد کامل ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے انسان کامل ہونے میں کیا شک ہے تفسیر صادی نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ چونکہ حضور علیہ السلام

ادارات علماء ملت سے یہ نظریہ فاضل بریلوی کے وجود کے پہلے ہی سے مدلل و مبرہن چلا آ رہا ہے۔ مقالہ نگار کی پیش کردہ تفسیروں میں کوئی تفسیر ایسی نہیں جس نے اپنے مرجوح کردہ اقوال کو اس لئے مرجوح قرار دیا ہو کہ وہ غیر اسلامی نظریات کے حامل ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اقوال مردود ہوتے نہ کہ صرف مرجوح و خلاف اولیٰ۔ بلکہ صرف مرجوح قرار دیکر مرجوح قرار دینے والے مفسرین نے بھی مقالہ نگار کے اس خیال کی تردید کر دی کہ رسول کریم کو ماکان و مایکون کا عالم ماننا غیر اسلامی عقیدہ ہے۔

الغرض۔۔۔۔۔ اپنے جس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مقالہ نگار نے خواہ مخواہ کیلئے تعاقب مطالعہ کا سہانہ نکالا تھا اس میں وہ بہر حال ناکام رہا۔
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الہی وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

روایت کو حضرت شیخ کے حوالے سے بیان کر کے بحث قرار دینا کسی گڑبگ بار اور ویدہ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ آخر یہ کس نے ایسا کیا؟ میرے خیال میں مقالہ نگار کو اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ یہ اشارہ میں نے صرف اس لئے کر دیا ہے تاکہ مقالہ نگار کچھ تو عبرت حاصل کرے کہ رسول کریم کی متقیص و تقیل شان کے لئے مردود و رد بھی حجت اور اگر عظمت مصطفیٰ کا اظہار ہو رہا ہو تو کھانا خوش مرجوح قول بھی صلی کے نیچے نہ اترے۔۔۔۔۔ آخر میں مقالہ نگار یہ بھی سمجھ لے کہ جن مفسرین کے اقوال کی روشنی میں امام احمد رضا کا ترجمہ مرجوح اقوال پر مشتمل ہے انہوں نے صرف اس ترجمے کو مرجوح قرار دیا ہے اُس عقیدے کو مرجوح نہیں قرار دیا ہے جو ترجمہ کی عبادت سے ظاہر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ناکہ وہ عقیدہ آیت زیر بحث سے ثابت نہ ہوگا۔۔۔۔۔ اور اس سے نقصان ہی کیا جبکہ آیات و احادیث اور

امام احمد رضا خاں
کی اشاعت پر ہدیہ خلوص اور

حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے
فضل و کرم کا طلب گار

حاجی غلام حسین رحمان بھانی

راہنہ پور۔۔۔ بناس کٹھا
گجرات

آستانہ مخدوم الملّت حضور محدث اعظم ہند کے

امیدوار کرم

فتح سنگھ

این جی رانا اشرفی

آمود۔ بھڑوچ

گجرات

محارسن کنز الایمان



عالیجناب ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ
(پاکستان)

برس پہلے دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ ان کا کام فقط یہ تھا کہ میر عثمان علی خاں زبانی پیغام بھیجتا جا رہا ہے۔ اس طرح پنجاب میں جس طرح میر عثمان علی خاں نے پیغام دیا ہے۔ پیغام سناتے وقت پیغام پہنچنے والے صاحب پر ان کیفیات کا طاری ہونا ضروری تھا جو پیغام سمجھتے وقت میر عثمان علی خاں پر طاری ہوتی تھیں۔ میر عثمان علی خاں خوش ہو کر کوئی بات کہتے تو وہ بھی خوش ہو کر اسے نقل کرتے۔ میر عثمان علی خاں کو کوئی تیسری چیز چھڑا کر بات کرتے تو وہ بھی بگڑتے اور تیسری چڑھاتے۔ الفاظ کا بدلنا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ اچھے اور غلط کام بھی میر عثمان علی خاں کا رہتا تھا۔ مخاطب جان جاتا تھا کہ مجھ پر عنایت ہوئی ہے یا عتاب ہوا ہے۔

ایک انسان کی بات دوسرے انسان کو سن کر وہ بھی اپنی کسی قدر مشکل سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا پیغام اپنے الفاظ اور اپنے لہجے میں محفوظ کر دیا اور اس کی دائمی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ جو لوگ قرآن مجید کو قرآن مجید کی اصل زبان عربی میں سمجھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کے ترجمے اصل زبان عربی کا بدل نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی عربی میں بھی تعلیم کی جائے۔ یہی قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب کوئی عربی زبان میں بھی بیان کرے تو وہ کیفیت باقی نہیں رہے گی جو قرآن مجید کی عربی میں ہے۔ دوسری زبان میں ترجمہ تو اصل کیفیت کو بالکل کھو دیتا ہے۔ لیکن جاہد ہی کیلئے۔

جب ہمارے ہاں ہندوستان میں عربی جاننے والے ختم ہو گئے تو مولانا شاہ دہلوی محدث دہلوی کو قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کرنا پڑا۔ ہندوستان کے دیگر علماء و توجہ رکھنے والے کے خلاف تھے مولانا شاہ ولی اللہ دور اندیش تھے انہوں نے اچھا کیا کہ قرآن مجید کے سمجھنے کا کچھ تو سامان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ خدمت انجام دلادی۔ ان کے بیٹوں شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر نے دیکھا کہ فارسی بھی ہندوستان میں چند دن کی مہمان ہے۔ لہذا مولانا شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا اردو میں لفظی ترجمہ کر ڈالا۔ (لفظ کے نیچے لفظ) اور مولانا شاہ عبدالقادر نے باجمادہ ترجمہ کیا۔ ان کے برس قبل کی باجمادہ اردو میں، لیکن زبان کی قدامت کے باعث ان کے

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز قرآن حکیم ہے باقی تمام عقائد و اعمال اسی اصل سے ماخوذ ہیں اور جتنے اخلاقی احکام اور معاشرتی و معاشرتی ضوابط ہیں سب اسی مرکز سے ہدایات حاصل کرتے ہیں یہ وہی کتاب کی شکل میں آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے قرآن حکیم کا فضیلت زمان و مکان کے اندر محدود نہیں اس سے ہر شخص خواہ وہ کون سا دین کے کسی حصہ پر آباد ہو کسی دور میں زندگی بسر کرے یکساں طور پر ہدایت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے اور حقائق و معارف سے مستفیض ہو سکتا ہے اس لئے قرآن کا سمجھنا اور سمجھ کر اس سے اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں رہنمائی حاصل کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ قرآن نے اپنے نزول کی غرض و غایت یہ بتلائی ہے:

كُنْتُ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكًا ۚ لَيْسَ بَرُوءًا اٰیٰتِهٖ وَ لَيْسَ تَنْكِهًا ۚ اَوْ لَوْ اَلَّا بُرَءًا ۚ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۲)
”یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری، برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سرچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔“

ایک دوسری جگہ فرمایا ہے:
اَفَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَفْقَاھَا ۝ (پارہ ۲۶ رکوع ۷)
”تو کیا وہ قرآن کو، سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں۔“
اس مضمون کی بے شمار آیات ہیں جو قرآن میں تدریجاً فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کا فرض اولین ہے کہ قرآن کریم کو خود پڑھے اور دلوں کو بڑھائے، خود سمجھے دوسروں کو سمجھائے، خود عمل کرے دوسروں سے عمل کرنے کی جدوجہد کرے قرآن حکیم جو نیکو عربی مبین میں ہے اور ہر آدمی عربی کا فاضل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنا ناگزیر ہے اور پھر ترجمہ کی مشکلات کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ جناب ملا وادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”سلطنت حیدر آباد دکن کے آخری سلطان نظام الملک ہفتم میر عثمان علی خاں کے پاس ایک صاحب تھے جنہیں آج سے چالیس پچاس

تعارف صاحب کثر الایمان

عمراد رکبہ ویت خانہ فی نالہ حیات
تا نہیزم عشق یک دانالے راز یاد برون

زمین سیکڑوں مرتبہ آفتاب عالم کس کے گرد چکر لگاتی ہے۔ چاند لاکھوں بار گہ ارض کا طواف کرتا ہے اور سورج کو ڈرون مرتبہ جگہ مشرق سے جھانکنا اور خلوت کدہ مغرب کی کاہلی تاریکیوں میں اپنا چہرہ چھپا لیتا ہے۔ تب کہیں تاریک کے صفحات میں کوئی ایسی شخصیت ابھرتی ہے جس پر کائنات کے پردہ رنگارنگی میں بیٹھا ہوا مجب اپنی اعجاز آگین نوازشیں بکھیر دیتا ہے اور اس محبوب دلخواہ کے ساحل حرم کس کے فدا کی اسی شخصیت کے قدروں پر عقیدوں کے نذرانے بچھا دیتے ہیں۔ بلاشبہ تاریک ایسی شخصیتوں کو پیش کرنے میں بالکل ہی دامن اور مفلح نہیں رہی لیکن یہ بھی ایک بہتر حقیقت ہے کہ اس کے پاس ایسا سرمایہ نادر دنیا اب کی حد تک قلیل ہے۔ بیسیوں صدی عیسوی کی پوری تاریخ چھان ڈالئے۔ آپ کو صرف ایک ہی شخصیت نظر آئے گی جس نے فقیہی فضیلت اور علمی کمال کے ساتھ ساتھ دینی و ملی خدمات کی سرانجام دہی میں موثر ترین کردار ادا کیا اور یہ شخصیت امام احمد رضا کی تھی سلف صالحین کا دواؤ آفتاب و مانتاب کا دور تھا لیکن مآخروین کا دور بھی مولانا احمد رضا کے علمی کارنامے نمایاں پیش کر کے اپنے ماتھے سے کم مائیگی کا داغ دھو سکتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانانِ ہندوستان میدانِ جنگ میں ہی نہیں بلکہ میدانِ علم و حکمت میں بھی انگریزی علوم سے شکست کھا چکے تھے اس وقت مغربی علوم سے مرعوب ذہنیتیں جنم لے رہی تھیں مغربی علوم کا سیل بلا حصار اسلام کی بنیادوں سے ٹکرا رہا تھا اور ادھر صورت حال یہ تھی کہ جن لوگوں کا فریضہ مدافعت تھی وہ خود بے بس تنہا کی طرح اس سیلاب کے تندریلوں کے ساتھ بہہ رہے تھے اور دوسروں کو بھی یہ تلقین کر رہے تھے کہ:-

”دُمَعَ اللّٰہُ ہِیَ کَیْفَ یُدَارُ“
”چلو تم ادھر کو ہوا ہو چدھر کی“

اس وقت امام احمد رضا کے علم و دانش نے زبانِ دقلم کے ہتھیاروں سے تجدیدِ فتنہ انگیز تحریک کے خلاف صف آرائی کی اور تاریخ آج تک شہادت دے رہی ہے کہ اس منہ زور تحریک نے علم کے اسی بحرِ فساد کے ساحلے دم توڑ دیا۔ وہ معارفِ قلب و روح کے ساتھ علم عقلی و نقلی میں بے مثال مہارت کے حامل تھے مسلمانانِ پاک و ہند کے سوادِ علم کو ۱۵۰ سالوں میں مولانا افضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اہل سنت کے فتویٰ جہاد کے بعد آپ ہی کی تحریک عرفانِ رسالت نے مجتمع کیا تھا۔ ہدایتِ اجتماعِ اسلامیہ کی از سر نو تنظیم کا صلہ وہ تاجِ عظمت و کرامت ہے جو امام احمد رضا کے لقب کی صورت میں آپ کے فرق مبارک پر زینت افزا ہوا۔

مستم حقیقہ نے انتہائی فیاضی سے انہیں بے مثال قابلیت فہم و ذکا، بے نظیر حافظہ

اور ذوقانِ طبقہ کے لئے استفادہ ممکن نہیں تھا۔ علاوہ ازیں تقویتِ الایمان کے کثیرہ فکر کے علاوہ اپنے عقائد کے مطابق ان ترجموں میں کہیں کہیں تصرف بھی کر دیا تھا۔

ان ترجموں کے بعد ڈیڑھ نایرا احمد بدوی کا ترجمہ قرآن مجید شائع ہوا۔ لیکن انہوں نے ترجمہ میں جا بجا عاداتِ گھسیٹ کر قرآن حکیم کے مطالب کو بھی گم کر دیا اور اکثر مقامات پر اپنے بچہ خیالات کو بھی داخل کر دیا۔ اندیشی حالات ملتِ اسلامیہ کے لئے قرآن مجید کے ایک صحیح سلیس اور جامع اور ترجمہ کی اشد ضرورت تھی۔ آخر اس ضرورت کو احسن طور پر پورا کرنے کی سعادت امام احمد رضا کو نصیب ہوئی۔ امام احمد رضا نے ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۱ء میں قرآن مجید کا جتنا جگہ اردو ترجمہ پیش کیا۔ مولانا محمود الحسن کا ترجمہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا۔ اور ۱۳۳۲ھ/۱۹۲۲ء میں منظرِ عام پر آیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالمجید دریا بادی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تراجم (مع تفسیر قرآن) کو بہت بعد کی چیزیں ہیں۔

امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کس طرح عالم وجود میں آیا۔ (اس کی تفصیل امام احمد رضا کے سوانح نگار مولانا بدر الدین احمد رضوی کی زبان سے سنتے:

”صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔ آپ نے وعدہ فرمایا۔ لیکن دوسرے مشاغلِ دیرینہ کثیرہ کے بوجھ کے باعث تاخیر ہوئی رہی جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے امر ابڑھا تو امام احمد رضا نے فرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یاد میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔ ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ امام احمد رضا ذہانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے۔ ہوتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت کو مطالعہ فرماتے بعد آیت کے معنی کو سمجھتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ ترجمہ ذہانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی بچہ یادداشت کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریفِ دوائی سے پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین امام احمد رضا کے ترجمے کا کتب تفسیر سے تقابلی کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ امام احمد رضا کا یہ ترجمہ فی البدیہہ ترجمہ تھامیر معبرہ کے بالکل مطابق ہے الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ ایک ساعت بھی اکٹھے کہ حضرت صدر الشریعہ نے امام احمد رضا سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کر لیا اور آپ کی کوششِ بلیغ کی بدولت دنیا نے سنیت کو کثر الایمان کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہوئی۔“

(سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا صفحہ ۲۷۴/۲۷۵)

فصاحت و بلاغت اور سرورِ قلم و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دینی علوم میں آپ کی سلسلہ ہمارے تو حیران کن حقیقت ثابت شدہ کی حاتی ہے، لیکن ریاضی، فکیر اور نجوم وغیرہ علوم دنیوی میں بھی آپ کو وہ تبحر حاصل تھا کہ ان علوم کے ماہرین اپنے اشکال کا جواب حاصل کرنے کے لئے اس منبع علم و حکمت کی بارگاہ دانش کے محتاج رہتے تھے۔

مسلم و سنیوں کی علمی گڑھ کے سابق و انس چانسٹر ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم ریاضی کے معروف و مسلم ماہر شمار کئے جاتے تھے۔ وہ بعض مسائل ریاضی کے سلسلہ میں بہت سی الجھنوں میں مبتلا تھے۔ انہوں نے مولانا سید سلیمان اثر کے توسط سے امام احمد رضا کے حضور میں شرفِ باریابی حاصل کیا۔ نمازِ عصر کے بعد سلسلہ گفتگو کی ابتدا ہوئی۔ آپ نے اپنا ایک قلمی راجس میں مثلث اور دائرے کے مختلف اشکال کے اذق مسائل تحریر کئے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ وہ انگشت بدندان ہو کر کہنے لگے کہ میں نے ان چیزوں کے حصول کے لئے بارہا مشرق و مغرب کے ماہرین ریاضی سے ملاقاتیں کیں مگر یہ چیزیں کہیں بھی حاصل نہ ہو سکیں۔ آخر آپ نے یہ سب کچھ کس استاد سے پڑھا آپ نے فرمایا میں نے اپنے والد صاحب سے (عوض) حج، تفریق، قریب، تقسیم کے قواعد عین اس لئے سیکھے تھے کہ علم میراث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغینی شروع کی تھی کہ والد المکرم نے منع کر دیا اور کہا کہ ان میں کیوں وقت صرف کرتے ہو۔ یہ ناکا علم بادگاہ رسالت میں ہمیں خود بخود سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ سب کچھ جو آپ دیکھ رہے ہیں اس بادگاہ اقدس و اعظم کا فیضان ہے۔ میں اپنے مکان کی چار دیواری میں بیٹھا خود ہی یہ اشکال بناتا اور اس کی حل کرتا رہتا ہوں۔

یہ گونا گوں صلاحیتیں اور بے مثال قابلیت منہج تحقیق نے ایک مخصوص مقصد کی تکمیل کے لئے آپ کو ودیعت فرمائی تھیں۔ فہم و فراست کا یہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ نے پورے چودہ سال کی عمر میں علم متداول میں مکمل دستگاہ حاصل کر لی اور پھر درس و تدریس، وعظ و ایشاد اور عبادات و ریاضات کو اپنا معمول بنالیا اور آخری سائنس تک زبان و قلم سے حقیقی اسلام کی اشاعت اور سیلِ الحاد و تجدد کی مخالفت اور اسلام کی مدافعت میں مصروف رہے۔ بادگاہ رسالت کو نشانہ بنا کر جو تیر بھی چلایا گیا اس دیوانہ رسالت نے سینہ سپر کر دیا۔ توہین رسالت کے لئے کہیں کوئی زبان حرکت میں آئی اس فدائے مصطفیٰ کا قلم برقِ خاطر بن کر اس پر گرا اور اسے بھسم کر کے رکھ دیا مخالفت کے تندہ سے اس نے الزام تراشیوں کے طوفان اٹھتے رہے۔ عداوت کی بلاخر موجیں ٹھوکتی رہیں مگر رسالت کا یہ عاشق پہاڑ کی طرح ان کے سامنے ٹٹا رہا اور زمانے کے کالہ سننے رہے کہ وہ کہہ رہا تھا۔

اگر ایک ذرہ کم کر دو نہ انگیز وجود میں
بایں قیمت نمی گیرم حیات جاودانی را
آج اگر عصمتِ انبیاء کا چراغ روشن ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ امام احمد رضا کا

دامن اس کا فائوس بنا ہوا ہے آج سوادِ اعظم کے تحفے بھی علمائے کرام ہیں انہیں اس بات پر حاصل ہے کہ وہ امام احمد رضا کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد اور عقیدت کیش ہیں۔
بجائے آج علم کا جو سرد و ستو
یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

انگریزی علوم کے مقابل میں آپ نے ایک ایسے علم کلام کی بنیاد ڈالی جس نے ملک اذنیاب کی تاریک ادیوں میں بھٹکتے ہوئے اذیان کو مینارِ نور بن کر راہِ ہدایت دکھائی۔ آپ نے ہندوستان میں نیچریت وغیرہ کی سعی اعتراضی تحریکوں کو غیر اسلامی ثابت کر کے اسلامی پر حقیقت واضح کر دی کہ امکانِ نظیر رسالت یا امکانِ کذب باری تعالیٰ کی کلونِ تکرار علمی بحثیں نہیں بلکہ فرضِ فتنی کی فقیر و روہِ ذہنیت کی اڑائی ہوئی ایسی جنگِ باریاں ہیں۔ مسلمانوں کے قلوب سے روحِ جہاد فدا کرنے کے لئے کسی وقت بھی آتشِ بارشعلوں سے بدل سکتی ہیں۔

تقدیس رسالت کی جو تحریک آپ نے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۱ء تک جاری رکھی
محافلِ میلاد کے انعقاد کی جو شعلیں آپ نے روشن رکھیں وہ آج سکتے ہوئے ستاروں میں تبدیل ہو کر ظلمتِ کدہ دہریت و الحاد میں ضیاء و بکیر ہو چکی ہیں۔ آپ نے مختصر کلام جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ اس بات کے شاہدِ عادل ہیں کہ آپ کا وہ آیاتِ خداوندی میں سے ایک حکمتِ آیت کا درجہ رکھتا تھا۔

احمد رضا خاں کسی فردِ واحد کا نام نہیں۔ تقدیس رسالت کی تحریک کا نام عامۃ المسلمین کے زندہ ضمیر کا نام تھا۔ عشقِ مصطفیٰ میں ڈوب کر دھڑکنے والے پاک، باہرکت اور پُر سوز دل کا نام تھا اور جب تک یہ سب چیزیں زندہ رہیں
احمد رضا کا نام زندہ رہے گا۔ اس نام کو خدائے قدوس نے سورۃ بقرہ کے ساتھ آسمان کی وسیع البسط چھاتی پر ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے اور جتنی حیات کا کوئی بیدار جھونکا اور زمانے کی کوئی سنگِ دل ٹھوکر اسے مٹا نہیں سکتا
ہرگز تیرا نہ کہ دلش زندہ شد بقیق
ثبت است بر جبریدہ عالم دوام ما

آپ نے عشقِ کوئی زندگی عطا کر دی۔ جنوںِ محبت کو دوام عطا کر دیا اور
قلب و روح میں محبت کی وہ سرمدی مستی اور لافانی سرور و خوار بھر دیا جسے
تو کجا اس کی حدت کا کم ہونا بھی ابد تک ممکن نہیں۔

امام احمد رضا کے مخالفین ان کے اپنے دور میں بھی ہتھیار تھے اور آج بھی لاقعد
مگر کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ زندہ اس وقت اس کا کچھ بگاڑ سکتے تھے اور نہ آج تک
منور نام کی درخشندگی کم کر سکے ہیں۔ وہ حُبِ رسالت کا قاسم تھا۔ اس نے تقدیس
رسالت کا درس دیا۔ محبوبِ اقدس و اعظم کی شانِ محبوبیت سمجھائی۔ انہوں نے تفسیر
موضوع پر لکھا اور ہر موضوع پر ادھ تحقیق دی۔ لیکن اگر وہ اتنی پُر عظمت کتابیں نہ لکھتے
تب بھی صرف ان کا نتیجہ کلام ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی تھا۔ ان کا

اور دوستی میں ڈوبا ہوا کلام اقبال کے اس شعری حسین تفسیر ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں دیوی آدل دیوی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی لیں وہی ظہر اور آپ کے کلام کا اس سے زیادہ اور کیا اعجاز ہو گا کہ آج تک آپ کے نغماتِ لغت بے مثال سمجھے جاتے ہیں اور آپ ہی کے لکھے ہوئے درود و سلام سے ہنر و محراب کو بخیر رہے ہیں۔ آپ نے بے مثل دلبے مثال کی مدح سرائی میں زبان کھولی تھی اس نے خدا کے دروس نے آپ کے کلام کو بھی لیکھا دے لفظ کر دیا۔ احمد رضا خاں کی شاعری عشق و مستی کے نئے نئے جہانوں کی نوید بن رہی ہے اور ان نور سیدہ جہانوں کے انقبیہ برکت کے ایسے آفتابِ مہتاب روشن ہیں جو بیچ و در بیچ صدیوں کی تاریکیوں میں ہمیشہ فروزا رہیں گے۔

امام احمد رضا کا ایک عظیم ترین کارنامہ اور علمی شاہکار قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے جو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے موسوم ہے۔ تمام اردو تراجم قرآن سائنس دیکھ لیجئے۔ اور امام احمد رضا کے ترجمہ کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ کیجئے آپ واضح ترین فرق و امتیاز محسوس کریں گے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ لغوی، معنوی، ادبی اور علمی کمالات کا جامع ترین فرقہ ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن فہمی کا کس قدر ملکہ حاصل تھا۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے محاسن

ترجمہ قرآن میں جنہوں نے انتہائی کد و کاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روح قرآن کی حقیقت بھیجھلک ہو جو ہے۔ مقامِ حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور با محاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق چار اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و دعائے کے وہ اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور روان ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و وعظمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔ ان کے ترجمہ قرآن کے جملہ محاسن بیان کرنے کے لئے تو ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح ان تمام مقامات کو زیر بحث لانا پڑے گا جنہیں دوسرے تراجم کے مقابل میں امتیاز حاصل ہے بخوف طوالت "مشتے نمونہ افروز وارے" کے طور پر صرف چند مقامات کے ترجمہ کا دوسرے تراجم سے موازنہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اہل بصیرت پر اس ترجمہ کی اہمیت واضح ہو جائے۔

میں یہاں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا مقصد متقدمین کی سامع کی عیب جوئی نہیں۔ اس موازنہ کا مقصد صرف امام احمد رضا کے فہم قرآن حقیقت

پسندانہ اعتراف ہے اور بس۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین میرے اسی جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مضمون کا مطالعہ کریں گے۔ آئیے اب ذرا وہ چند مقامات دیکھ لیں جہاں امام احمد رضا کے ترجمہ کو میں نے نمایاں حیثیت کا حامل پایا ہے:

آیت نمبر ایک: **ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ** (پارہ ۱)
ترجمہ محمود الحسن: "اس کتاب میں کچھ شک نہیں"
ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی:

"یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں"

عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ریب کی نفی ہے اور لفظی کا مدلول طرف ہوتا ہے کبھی زمان اور کبھی مکان تو اب معنی یہ ہو گا کہ قرآن مجید جنس ریب کا حامل نہیں بنا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی نے شک نہیں کیا، حالانکہ دوسرے مقام پر ہے **وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا** اور اس سے واضح ہے کہ قرآن عمل ریب بنا اور لوگوں نے اس میں ریب کیا ہے یہی وہ اشکال تھا جسے رفع کرنے کے لئے علامہ تفتازانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں طویل عبارات لکھی ہیں لیکن امام احمد رضا خاں نے ترجمہ کے چند الفاظ میں اشکال رفع کر دیا۔ ذرا ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

"وہ بلند و تہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں"

ذرا **ذَٰلِكَ** کے ترجمہ کا تقابلی مطالعہ بھی کیجئے۔ مولوی عربی دان بھی یہ جانتے ہیں کہ **ذَٰلِكَ** "اشادہ قریب نہیں اشارہ بعید ہے مگر افسوس ہے کہ اکثر مترجمین اس کا ترجمہ "یہ" کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اسے اپنے اصل معنوں میں لے کر اس کا ترجمہ "وہ" کیا ہے اور عبارت کا حسن بھی قائم رکھا ہے۔

آیت نمبر دو: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ**
وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
(پارہ ۱ رکوع ۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: "اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہدایت کا رہنما جاوے"

سب مترجمین اس طرف گئے ہیں کہ لفظ **لَعَلَّ** "بمخنی لکنی ہے یعنی تاکہ تم پر ہدایت کا رہنما بن جاوے۔ لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا:-

"لَمْ يَشَيْءُ فِي اللُّغَةِ مِثْلَهُ"

"یعنی لغت میں اس کی مثال ثابت نہیں"

پھر علامہ مدوح نے فرمایا کہ یہ حال ہے ضمیر اعباد واسے مطلب یہ ہو گا:

"اعبدوا واداسحیبن ان یخضر طوافی سلاط المتقین۔"

"یعنی عبادت کرو، یہ امید کرتے ہوئے کہ تم متقیوں کی صف میں شامل ہو جاؤ"
امام احمد رضا نے اسی استدلال کو اختیار فرمایا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

ترجمہ امام احمد رضا :-

”اے لوگو اپنے رب کو چاہو جس نے تمہیں اور تم سے انگوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگار دی ملے“

آیت نمبر ۳: ————— وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا

اِلَّا لِنُعَلِّمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ

يَنْقَلِبُ عَلٰی عَقْدَيْهِ (پارہ ۲ د کو ۱۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن :- ”اور ہمیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر

اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جانے لگے پاؤں“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی :- ”اور جس سمت قبلہ پر آپ رکھے ہیں (یعنی

بیت المقدس) وہ تو عین اس لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے

کہ کون رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع اختیار کرتا

ہے اور کون پیچھے کو ہٹا جاتا ہے“

دونوں مترجمین نے ”لِنُعَلِّمَ“ کے لغوی مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا

ترجمہ کیا ہے ”معلوم کریں“ اور ہم کو معلوم ہو جائے“ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لفظی ترجمہ اپنی

جگہ درست ہے۔ مگر اس سے یہ عجیب تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک چیز خدا نے

علم وغیرہ کو معلوم نہ تھی اور اس آدائش میں دل کو وہ اسے معلوم کرنا چاہتا تھا ہمارے

کہ ”معلوم ہو جائے“ کی نسبت خدا سے کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔ قرآن کے منشاء

اور انداز بیان کی تفہیم کے لئے لفظی ترجمہ کی بجائے کہیں کہیں ترجمانی کا رنگ اختیار کرنا پڑتا

ہے۔ اب دیکھئے کہ امام احمد رضا مترجم کے اس اہم فرض سے کس طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا نے متذکرہ آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے :-

”اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ

دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے“

آیت نمبر ۴: ————— اِنَّمَا سَخَّرَہُمْ عَلَیْکُمْ اَلْیَمِیْنَتَہٗ وَالذِّہْنَ وَحُمَہٗ

اَلْخَنَزِیْرَ وَمَا اَھْلَ بِہٖ لَیْغِیْرَ اللّٰہِ

(پارہ ۲ د کو ۵)

آیہ زیر نظر میں اَھْلَ بِہٖ لَیْغِیْرَ اللّٰہِ کے الفاظ پر صغیر پاک و

ہند کے دو مکاتیب فکر (بریلی اور دیوبند) کے دو میان مابہ النزاع بن کر رہ گئے

ہیں اس سے دیوبندی مکتبہ فکر یہ مطلب اخذ کرتا ہے کہ جس جانور کو بھی غیر اللہ کے

نام سے شرب کر دیا جائے پھر چاہے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام بھی پڑھا جائے

وہ جانور حرام ہو جائے گا۔

یہ مکتبہ فکر اس معاملہ میں انتہائی متشدد ہو گیا ہے۔ بریلی مکتبہ فکر یہ دعویٰ

کرتا ہے کہ آیت صرف اسی مذکورہ جانور کو حرام کہتی ہے جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کی

جگہ سے غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اصل میں سارا نزاع لفظ ”اَھْلَ“ سے پیدا ہوا۔

بریلی حضرات کے نزدیک اھلال کے معنی ہیں رفع الصوت عند الذبح جبکہ دیوبندی حضرات اسے مطلق منسوب کرنے کے معنوں میں لیتے ہیں۔ میرے خیال میں نزاع مولانا اشرف علی تھانوی کی ہدایت سے پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے آیت زیر نظر کا ترجمہ یوں کیا ہے :-

”اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیلئے مردار کو اور خون کو (جو

بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء

کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد

کر دیا گیا ہو۔“

اس ”اھلال“ کے لئے صفات نامزد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لغت جس کی تائید

کر سکتی۔ مولانا تھانوی کے بعد ان کے گروہ فکر کے تمام مترجمین حتیٰ کہ مولانا عبد المساب

دریابادی بھی ”اھلال“ کے لئے یہی نامزد کا لفظ ایسے استعمال کرتے ہیں جیسے

لغت کا مستند ترجمہ ہے۔ میں نے اس سلسلے میں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کا ترجمہ دیکھا آپ جانتے ہیں کہ قرآن کا دوسری زبانوں میں ترجمہ پیش کرنے والوں میں

حضرت شاہ ولی اللہ کو اولیت کا شرف حاصل ہے آپ بھی زیر بحث آیت میں ان

کا ترجمہ دیکھئے اور پھر خود ہی اندازہ کیجئے کہ ان کے اور مولانا تھانوی کے تراجم میں

کتنا واضح اختلاف ہے۔ شاہ صاحب کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

”جزایں نیست کہ حرام کردہ است بر شا مردار دا

و خون دا و گوشت خوک دا و آنچہ آوازہ بلند کردہ

شود در ذبح دے بغیر خدا“

آپ دیکھ رہے ہیں کہ شاہ صاحب نے ”اھلال“ کا ترجمہ نامزد وغیرہ نہیں کیا

بلکہ صاف الفاظ میں آواز بلند کردہ شود در ذبح دے لکھا ہے اور یہ ترجمہ بالکل درست ہے

جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلی نے پیش کیا ہے ان کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے

”اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور

وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔“

آیت نمبر ۵: ————— وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّا يَكُونُونَ

(پارہ ۳ د کو ۱۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن :- ”اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اللہ

اللہ کا دواؤ سب سے بہتر ہے۔“

مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب سے

مبتدل صفات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ سوچئے کہ خدا کی ذات سے ”مکر“

اور دواؤ جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی کا حامل ہے۔ اب ذرا اعلیٰ حضرت

ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور وہ بھی داد کرتے تھے اور اللہ بھی داد کرتا

تھا اور اللہ کا دوسرے بہتر ہے۔“

مولانا محمود الحسن نے یہاں بھی ”مگر“ کو ”دوسرے“ معنوں میں استعمال کیا ہے مگر امام احمد رضا نے صحیح لغوی مفہوم کو ترجمہ میں شامل کر کے سارے شکوک و شبہات دور کر دیئے امام احمد رضا کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

”اور وہ اپنا سا مگر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا

اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر“

آیت نمبر ۱: نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ط (پارہ ۱۰ رکوع ۱۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ”انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا۔ پس خدا نے ان کا

خیال نہ کیا“

”نَسُوا“ کے معنی بالارادہ اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں اور نظر انداز کرنے اور چھوڑ دینے کے بھی مترجم کا بھی فرض ہے کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے خدا کی شان اور عظمت کو ضرور پیش نظر رکھے۔ مولانا محمود الحسن نے ”بھول جانے“ کے الفاظ خدا سے منسوب کئے ہیں۔ جن سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کو بھی نسیان لاحق ہو سکتا ہے اس کے برعکس امام احمد رضا کا ترجمہ زیادہ واضح ہے انہوں نے لغت سے اس مفہوم لیا ہے جو شان خداوندی کے خلاف نہیں۔

امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

”وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا“

آیت نمبر ۱۱: قُلِ اللَّهُ أَمْسَخُ مَكَرَ ط (پارہ ۱۱ رکوع ۸)

ترجمہ مولانا محمود الحسن:- ”کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد نیا سکتا ہے جیلے“

آیت زیر نظر میں مولانا محمود الحسن نے مکر کے معنی ”جیلے“ کئے ہیں۔ جن کی خدا سے نسبت کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ان کے برعکس امام احمد رضا نے صحیح لغوی مفہوم استعمال کیا ہے اور معترض ذہنوں کے اشکالات رفع کر دیئے ہیں۔ ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

”تم فرمادو، اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔“

آیت نمبر ۱۲: وَلَقَدْ هَمَّتْ بَنَةُ وَهْمٌ دِيهَا (پارہ ۱۲ رکوع ۱۳)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ”اور اس عورت کے دل میں تو ان کا

خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا“

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا

عورت کا“

زیر نظر آیت کے تراجم پر غور کیجئے ایک تو تھانوی صاحب کا ترجمہ ترجمہ نہیں، ترجمانی

کارنگ اختیار کر گیا ہے دوسرے تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب کے تراجم سے صاف

ظاہر ہوتا ہے کہ نہ لٹریچر اور نہ کلامی پر آمادہ تھی ہی معاذ اللہ یوسف علیہ السلام بھی آمادہ

اللہ سب سے بہتر بھی تدبیر والا ہے۔“

آیت نمبر ۱: وَكُنَّا يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَ

يَعْلَمُ الضَّالِّينَ ۝ (پارہ ۴ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے

ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔“

ترجمہ سے یوں ظاہر ہوتا ہے جیسے خدا کو پہلے کسی بات کا علم نہیں تھا اور یہ چیز خدا کے عالم الغیب ہونے کے سراسر منافی ہے۔ اسلئے امام احمد رضا نے ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے کہ کسی ذہن میں کسی قسم کا اعتراض پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ امام احمد رضا مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:-

”اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ

صبر والوں کی آزمائش کی“

آیت نمبر ۲: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخِلُّونَ اللَّهُ وَهُوَ

خَارِجٌ عَنْهُمْ ۝ (پارہ ۵ رکوع ۱۸)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی

ان کو دغا دے گا۔“

”دغا“ کا لفظ کس قدر رکیک لفظ ہے؟ اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں اور جب اس لفظ کو خدا کی ذات اقدس سے منسوب کیا جائے تو اعدائے دین کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے کس احتیاط سے یہاں ترجمانی کے فرائض نبھائے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:-

”یہ شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو

زیب دیا جاتے ہیں اور وہی انہیں غافل

کر کے مارے گا۔“

آیت نمبر ۳: ”أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ

إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (پارہ ۹ رکوع ۲)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤے سے جو نہیں ہوتے

اللہ کے داؤے مگر فریب میں پڑے والے“

اس آیت کے ترجمہ میں بھی مگر کو داؤے سے تعبیر کیا گیا ہے جو نہ صرف اس کے لغوی مفہوم کے خلاف ہے بلکہ اس سے شکوک و شبہات اور اعتراضات کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کا محتاط اور متدکمانہ ترجمہ ملاحظہ کیجئے:-

”کیا اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں

ہوتے مگر تباہی والے“

آیت نمبر ۴: ”وَيَسْأَلُكَ اللَّهُ لَوْلَا اللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝

(پارہ ۹ رکوع ۱۸)

ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ اجتماعی عقیدہ عصمت انبیاء کی صریح مخالفت ہے ان حضرات نے ترجمہ کرتے ہوئے ”ھُتْمَ بَھَا“ کے بعد آنے والے ”لَوْ“ کے حرف شرط کو منقطع کر دیا ہے حالانکہ یہ متصل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ میں بھی خوبی ہے کہ انہوں نے حرف شرط کو متصل کر کے عصمت انبیاء کے اجتماعی عقیدہ کی تائید بھی کر دی ہے۔ ترجمہ لفظی بھی ہے اور کوئی لفظ زائد استعمال نہیں ہوا مگر دشمنان اسلام کو اعتراض کا موقع بھی نہیں ملا۔

امام احمد رضا کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

”اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔“

آیت نمبر ۱۳: كَذَٰلِكَ يَكْفُرُ النَّاسُ بِمَا يُسِفُّ (پارہ ۱۳ دکوع ۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”یوں دَاؤ بتایا ہم نے یوسف کو“

ترجمہ امام احمد رضا: ”ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی“

”کیونکہ کالفاظ عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اسے دَاؤ اور فرب کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے مگر جب اس کی نسبت خدائے قدوس کی طرف ہو تو اس کا ترجمہ دَاؤ یا فرب کو ناسر امر تو بہن بادی تعالیٰ ہے۔ اب دیکھئے کہ اول الذکر ترجمہ سے کتنے دریدہ و منوں کو قرآن کریم پر زبان اعتراض در آئے کہ نہ کا موقع مل جاتا ہے اور ثانی الذکر ترجمہ ایسا حسین ہے کہ کسی قسم کے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۱۴: قَاوَا۟تِ اللّٰہِ اِنَّکُمْ لَیْحِیُّ صَلَّیْکَ الْفَقْدِیْمِ ۝

(پارہ ۱۴ دکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”لوگ بولے قسم اللہ کی تو اپنی اس قدیم غلطی میں ہے“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ”وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو

اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔“

ترجمہ امام احمد رضا: ”بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اپنی خود رفتگی میں ہیں“

حضرت یعقوب علیہ السلام جب کہتے ہیں کہ انہیں پیرا ہن یوسف کی خوشبو

آ رہی ہے تو جواب میں جو کچھ کہا جاتا ہے اس کے سلسلہ کلام سے پوری مراحات ہو جاتی ہے کہ

”قَاوَا“ کا اشارہ ان کے بیٹوں کی طرف ہے اور یہ الفاظ ان کے بیٹوں نے ہی کہے تھے

سیات میں کہیں کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ اس وقت بیٹوں

کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے لیکن مولانا محمود الحسن نے نہ معلوم کس خیال کے تحت اس

قول کو دوسرے لوگوں سے منسوب کر دیا۔ ان کی اتباع میں تھا وہی صاحب نے بھی ”وہ

پاس والے“ کہنے لگے کہ اس قول کو بیٹوں نے ہی دکر لوگوں سے منسوب کر دیا (پاس والے) کا اضافہ معلوم نہیں ہوئی کہ

سمجھا گیا ان حضرات کے برعکس امام احمد رضا نے قرآن مجید میں کس طرح ”قَاوَا“ کا ترجمہ ”بیٹے بولے کیا ہو۔

علاوہ ازین آیت زیر لفظ ”صَلَّیْکَ“ کا لفظ آیا ہے جس کے ترجمہ میں واضح

اختلاف ہے۔ مولانا محمود الحسن نے اس کا ترجمہ غلطی کیا ہے۔ تھانوی صاحب نے اسے

”غلط خیال“ لکھ دیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ ”صَلَّاتِ“ کو ”غلطی“ کے معنوں میں استعمال کرنے

کی کوئی نظیر بھی ملتی ہے یہ ٹھیک ہے کہ ان حضرات نے ”مگر ابھی“ کی بجائے ”غلطی“ لکھ کر محض اس لئے لکھا ہے کہ پیغمبر کو گراہنا اس کی شان کے شایان نہیں۔ مگر ترجمہ لغت کی تائید بھی ضروری ہے۔ ان کے مقابلے میں امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے ”انہوں نے اس کا ترجمہ ”خود رفتگی“ کیا ہے۔ لفظ ”خود رفتگی“ ایک طرف تو ادبی محاسن کا مرقع ہے دوسری طرف اس سے محبت و شفقت کے تمام جذبات کا اظہار ہو جاتا ہے اور بیٹے یہ لفظ اگر یعقوب علیہ السلام کے حق میں استعمال کرتے ہیں تو ناہنیا بھی نہیں پھر لغت بھی مکمل تائید کرتی ہے خود قرآن حکیم میں اس کی نظیر موجود ہے۔ خدائے قدوس نے حضور پر کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی اس آیت میں حضور کو ”ضَالًّا“ کہا گیا ہے جو حضرت آیت قرآن بحث میں ”ضالّات“ کے معنی غلطی کرتے ہیں اس طرح اس جگہ بھی ان کے یہاں اس کا ترجمہ ہوگا آپ جانتے ہیں کہ نبی مصدوم کے حق میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال کتنی بڑی سوء ادبی ہے مگر اس چیز کی پروا کئے بغیر مولانا محمود الحسن نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

”اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی“

گویا معاذ اللہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھٹکے ہوئے تھے حالانکہ یہ اُمت کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ امام احمد رضا نے یہاں بھی وہی ترجمہ کیا ہے جو شان نبوت کے شایان ہے اور آپ نے لکھا ہے کہ:۔

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

چونکہ مذکورہ بالا دونوں آیات میں ”ضالّات“ کی نسبت انبیاء کی طرف تھی اس لئے

نے اس کا ترجمہ خود رفتگی کیا ہے جو محبت کے انتہائی مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ اس آیت

(وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی) سے متعلق مستقل بحث اگلے صفحہ

میں ملاحظہ فرمائیں:۔

آیت نمبر ۱۵: حَتّٰی اِذَا اسْتَأْیَسَ السُّوْسُ وَذَلَّتْ اَکْھَدُ قَدْ

کُنْ بُؤَا (پارہ ۱۳ دکوع ۶)

ترجمہ مولانا اشرف علی: ”یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) یائوس ہو گئے اور ان

پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے ہم نے غلطی کی“

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے

لگے کہ ان سے بھڑک کہا گیا تھا۔“

زیر نظر تراجم پر نظر ڈالیے سب پہلو جو زیر ابھر کر سامنے آتی ہے وہ

اِذَا اسْتَأْیَسَ السُّوْسُ کا ترجمہ مولانا تھانوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ پیغمبر

تائید ربانی سے یائوس ہو گئے حالانکہ انبیاء و کرام کا تائید خداوندی سے یائوس ہونے

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین ہوتا ہے اور یہ

ایسا بچتہ ہوتا ہے کہ کوئی قوت اسے متزلزل نہیں کر سکتی۔ مولانا محمود الحسن نے یائوس

کی تذکرہ بالا صورت سے بچنے کے لئے ناامید ہونے لگے“ لکھا ہے گویا ناامیدی

موجود ہیں اگر تم (میرا کہنا) کرو۔
ترجمہ امام احمد رضا: ”کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں
کو ناہے۔“

آیت کا یہ منظر یہ ہے کہ جب فرشتے تو بصورت لوگوں کی شکل میں حضرت
لوط علیہ السلام کے پاس آتے ہیں اور کفار اپنے شوق لواطت میں ان کے پیچھے دوڑے
آتے ہیں اور ان کے حصول کا تعاضا کرتے ہیں تو حضرت لوط علیہ السلام ارشاد فرماتے
ہیں ”هُوَ لَا بَنِيَّ اِنْ كُنْتُمْ فِجْلَيْنِ“ اب ذرا اس آیت مقدسہ کے ان
تراجم پر غور کیجئے۔ پہلے دونوں تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب لوط علیہ السلام نے اپنے
بھانوں کو بچانے کے لئے اپنی بیٹیاں پیش کر دی تھیں حالانکہ یہ بات ایک اولوالعزم پیغمبرؐ کی
کسی بھی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی۔ بھانوں کو بچانے کے لئے جان تو قربان کر دی
جاسکتی ہے لیکن عزت اور غیرت کی قربانی گوارا نہیں کی جاسکتی۔ ان تراجم کے برعکس
ذرا امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے آپ نے کس صحنہ اداسے تمام اعتراضات صرف ترجمہ
میں ہی ختم کر دیئے ہیں۔ قوم کا مردار تو ہم کے تمام افراد کا باپ ہوتا ہے اس طرح انہیں
شرم دلانے کے لئے یہ فرما رہے ہیں کہ تمہاری اپنی بیویاں موجود ہیں جو جنسی خواہش کی
تسکین کا جائز ذریعہ ہیں۔ ان کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کلام میں انتہائی زور پیدا
کیا تھا لیکن مترجمین نے نزاکت الفاظ اور بلاغت بیان کو نظر انداز کرتے ہوئے
ایسا ترجمہ کیا کہ خود رامن نبوت پر اعتراضات کے چھینٹے پڑ گئے۔
آیت نمبر ۱۸: وَهَمِيْ اَدْمُ دَسِيْهَ فَخَوٰى ۝

(پارہ ۱۶ رکوع ۱۶)

ترجمہ مولانا عاشق الہی میرٹھی: ”اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کا
پس گمراہ ہوئے“

مولانا عاشق الہی میرٹھی کے ترجمہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں
منسوب ہو گئی ہیں (۱) نافرمانی (۲) گمراہی۔ اور یہ دونوں افعال عصمت انبیاء کے
تقیض ہیں۔ اس کے مقابلہ میں امام احمد رضا نے قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ لعنت کے
خلاف بھی نہیں گئے اور عصمت انبیاء پر بھی حرف نہیں آنے دیا۔ امام احمد رضا کا
ترجمہ پڑھئے:-

”اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب

چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی“

آیت نمبر ۱۹: فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ (پارہ ۱۷ رکوع ۱۶)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”پھر سمجھا کہ ہم نہ کمزور کیس کے اس کو“

اس آیت میں مولانا محمود الحسن نے ”نہ کمزور کیس کے اس کو“ کے جو الفاظ لکھ
دیئے ہیں اُن سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ غالباً لوہن علیہ السلام کا خیال تھا کہ خدا کی
ذات ان پر قابو نہ پاسکے گی۔ ان جیسے جلیل القدر پیغمبر کے متعلق تو کیا کسی عام مسلمان

مرد تو نہ ہوا لیکن نا امید ہونے والے ضرور تھے اس میں بھی پیغمبروں کی تائید ربانی سے بالوس
ہونے کا امکان بڑا واضح ہے۔

اب ذرا امام احمد رضا خان کے ترجمہ کو دیکھئے انہوں نے لکھا ہے:-

”یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی
اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا“

ترجمہ کننا قرب حقیقت ہے۔ عربیت بھی برقرار رہی اور منشاء خداوندی

کا بھی اظہار ہو گیا کہ اس کی تائید ایسے وقت نمودار ہو جاتی ہے جب ظاہری اسباب

منقطع ہو جاتے ہیں۔ مولانا تھانوی اور مولانا محمود الحسن کے تراجم سے عدلئے اسلام

کو یہ بچ نکالنے کا موقع ملتا ہے کہ جب انبیاء کو بھی تائید خداوندی پر یقین نہیں تھا تو

عام مسلمان کیسے اس پر یقین رکھ سکتے ہیں لیکن امام احمد رضا کے ترجمہ نے یہ اشکال

پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔

اس آیت کے ترجمہ میں دوسری قابل غور بات ”ظَنُّوا اَنْهُمْ قَدْ كَذَبُوا“

کا ترجمہ ہے۔ مولانا محمود الحسن اور مولانا تھانوی کے تراجم سے صاف عیاں ہے کہ انبیاء

باؤسی کے عالم میں یہ خیال کرنے لگے کہ ان سے خدا نے تائید و نصرت کے جو وعدے فرمائے

تھے وہ معاذ اللہ سب جھوٹے تھے۔ اور یہ چیزیں شان نبوت کے صریح خلاف ہے

انبیاء کو اگر وعدہ خداوندی کی صداقت پر یقین نہیں تھا تو پھر اور کسے ہوگا۔ یہاں بھی

امام احمد رضا کا ترجمہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے انہوں نے ”ظَنُّوا“ کی ضمیر جمع غائب

کا مرجع انبیاء کو نہیں بلکہ ”لوگوں“ کو ٹھہرایا ہے۔ اس طرح ہر قسم کے اشکالات ترجمہ میں

ہی دغ ہو گئے۔

آیت نمبر ۱۶: وَقَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ

فَلِلّٰہِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا ط

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے

سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب“

اس آیت میں کمزور فریب کے معنی میں لے کر سارا فریب خدا کے ہاتھ میں

دیدیا گیا ہے۔ اس طرح عام لوگ یہ مفہوم اخذ کر سکتے ہیں کہ الیاء ذالہ اللہ سب سے بڑے فریب کار

خود خدا سے قدس ہے لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ہر شبہ کا مسکت جواب ہے۔ امام

احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

”اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا

مالک تو اللہ ہی ہے۔“

آیت نمبر ۱۷: قَالَ هُوَ لِاَنَّ بَنِيَّ اِنْ كُنْتُمْ فِجْلَيْنِ ط

(پارہ ۱۳ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”بولایا ہے حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی: ”لوط نے فرمایا کہ یہ میری (ہو) بیٹیاں

کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے مقابلہ میں خدا کی گرفت کو عاجز اور درماندہ خیال کرے مگر امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :

”تو کمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔“ امام احمد رضا کے الفاظ دیکھئے۔ ”ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔“ کتنے حسین الفاظ میں حقیقی مفہوم ادا کیا ہے ایک حجت اپنی حجت کے ذمہ میں یقیناً یہ خیال کر سکتا ہے کہ محبوب اذل اسے کسی تنگی میں مبتلا نہیں کر لیکا پھر یہ خیال کیجئے کہ امام احمد رضا نے اپنی زبان قرآن کے مندرجہ لکھ کر یہ ترجمہ کر دیا ہے کہ خود قرآن ان کے ترجمہ کی صحت کا ثبوت ہمایا کرتا ہے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ

(پارہ ۲۰ - رکوع ۱۱)

”اللہ رزق دیتے کرتا ہے اپنے بندوں میں جن کے لئے چاہے اور تنگی نہ کرتا“
آیت نمبر ۲: ————— قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا أَوَّاتَا مِنَ الْقَنَاطِينِ ۝

(پارہ ۱۹ - رکوع ۶)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی : ————— موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی تھی۔
”ضلالیت“ کے ایک معنی راہ سے بے خبر ہونے کے بھی ہیں۔ آیت زیر لفظ ”ضالین“ کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر مولانا اشرف علی تھانوی نے اسے بڑی غلطی کا مفہوم دے دیا۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام کی عصمت پر بحرف آگیا۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ پڑھیے :-

”موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔“

آیت نمبر ۲۱: ————— وَ مَكَرُوا مَكْرًا أَشْهَرًا نَّامُورًا (پارہ ۱۹ - رکوع ۱۱)
ترجمہ مولانا محمود الحسن : ————— اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم

نے بنایا ایک فریب۔“

آیت زیر لفظ میں بھی مولانا محمود الحسن نے ”مکر“ کو فریب کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور پھر اسے اللہ کی ذات سے نسبت دی ہے ان کے مقابلہ میں امام احمد رضا نے مکر کو خفیہ تدبیر کے معنوں میں لے کر خدا کی تشریح بہت کمزور قرار دیا۔ امام احمد رضا کا ترجمہ درج ذیل ہے :-

”اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔“

آیت نمبر ۲۲: ————— وَ اسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَ لِدُنْيَا مَنِيَّتِكَ
وَ لِدُنْيَا مَنِيَّتِكَ ۝

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ————— اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور

ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لئے۔“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی : ————— ”اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہے“

اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی۔“

مولانا محمود الحسن اور مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے ترجموں میں ایسے

الفاظ استعمال کئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خطا کا رونا دھونا اور غریبہ کی غیر محتاط تراجم کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ خود حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن بھی خطا میں پاک نہ تھا۔ کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے حلال ایک مضبوط ہتھیار تھا دینے کے موجب نہیں ہوں گے۔ کیا ان تراجم سے عصمت کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا۔ ان تراجم کے مقابلہ میں امام احمد رضا کا ترجمہ ایمان عرفان اور علم و تحقیق کا ایک حسین مرتع ہے۔ انہوں نے خدا سے قدوس کے کلام پاک شایان شان ترجمہ کر کے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محبوبیت اور مصطفویت کو کتنے عمدہ پیرایہ میں اجاگر کیا ہے اور کسی طویل تفسیر کے بغیر ترجمہ میں بات واضح کر دی ہے کہ ”مومنین و مومنات“ سے عام مسلمان مرد و زن مراد ہیں اور ان میں امت مسلمہ کے خواص کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے لئے حضور کو شفاعت و مغفرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں معاذ اللہ حضور کی خطا کا ذکر نہیں کیونکہ آپ کی ذات صمد اور پاک ہے جن کی زبان وحی ترجمان اور جن کا سینہ انشراح کا تجنیہ ہو جو شیعہ المذہب جن کے معاملہ کو خدا خدا معاملہ اور جن کے ہاتھ کو پانا ہاتھ فرمائے ان کے متعلق گناہ و غنہ نسبت کا تصور بھی گناہ اور خطا ہے :-

”یہ سو غنہ ہے ساتی کوثر کے باب میں

اب امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”اور اسے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور

عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔“

آیت نمبر ۲۳: ————— اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ يٰعِصْمَةَ لَكَ اللّٰهُ مَا لَقَدْ كَرَّمْنَاكَ مِنْ دُنْيَاكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (پارہ ۲۰ - رکوع ۱۱)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی : ————— بیشک ہم نے آپ کو ایک حکم کھلا دی تاکہ اللہ

آپ کی سب اگلی جھپٹ خطائیں معاف فرمادے۔“

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ————— ”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے مرح فیصلہ کرنا

کہ جسے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکا تیرے گناہ اور جو پیچھے ہے۔“

یہاں بھی مترجمین نے خطا کو حضور کی ذات سے منسوب کر دیا۔ ان غیر محتاط تراجم

کے تراجم سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور سے پہلے بھی گناہ مزد ہوتے رہے اور

میں بھی اور خدا نے اس آیت میں ان کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے لیکن امام احمد رضا کے عظیم

قلم نے عصمت و انبیا کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا ایمان افروز ترجمہ کیا ہے جو ان کے عظیم

قرآن پر ولادت کرتا ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب

سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پیچلوں کے۔“

اس آیت کے تفسیری حاشیوں میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی، تفسیر خازن اور

مولانا محمود الحسن کے ترجمہ میں لفظ ”بھگتا“ قابل غور ہے۔ اردو زبان کی سب سے بڑی لغت ”جامع اللغات“ میں اس لفظ کے یہ معنی لکھے ہیں۔ ”گراہ ہونا“ ”آوارہ پھرنا“ ایک طرف خدا کا ارشاد ہے۔ ”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ (پارہ ۲، رکوع ۵) (تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ راہ بھٹے) پھر ان کے متعلق یہ فرمانا کہ ”ہم نے تجھے بھگتا پایا“ مترجم نے ایک لفظی معنی کے پیچھے بڑ کر رہ کر سوچا کہ ان کے قلم سے کس عظیم القدر تہذیب کا دامن عصمت چاک ہو رہا ہے۔ ایک لفظ کے ہر حکم ایک ہی معنی نہیں ہوتے۔ اس آیت میں ”ضال“ کے معنی بے پناہ محبت کرنے اور محبت میں غویا خود گرفتہ ہونے کے ہیں قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام سے متعلق ”تو ضال“ کا لفظ آیا ہے ”إِنَّا كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ“ (پارہ ۱۳، رکوع ۵) اس کا بھی دراصل یہی مفہوم ہے کہ آپ بڑے عرصہ سے یوسف علیہ السلام کی محبت میں برگشتہ اور خود گرفتہ رہے حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا نے آیت زیر بحث کے ترجمہ میں اپنی بے مثال لغت دانی اور حب رسول کا عظیم ترین ثبوت دیا ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود گرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

گزرا ایمان کے ادبی کمالات

پچھلے صفحات میں انتہائی اختصار سے تراجم قرآن کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں چند آیات کے تراجم بطور نمونہ ازخود ارے پیش کئے گئے ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمہ علمی، لغوی اور اعتقادی لحاظ سے باقی تراجم پر فوقیت رکھتا ہے۔ اب ذرا امام احمد رضا کے ترجمہ کے ادبی کمالات پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے اور یہ ذہن میں رکھئیے کہ جن حضرات کے تراجم تقابلی کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، امام احمد رضا نے ان سے بہت پہلے یہ ترجمہ تحریر کیا ہے۔ اس دور میں اردو اس قدر ترقی یافتہ زبان نہیں تھی جتنی آج ہے مگر انہوں نے جو کچھ برسوں پیش نظر رکھا ہے اسے پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی آج کا ادیب ترجمہ تحریر کر رہا ہے۔

بجوف طوالت صرف چند آیات کے تراجم پیش کئے جاتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ امام احمد رضا کے ترجمہ میں کتنے ادبی اوصاف موجود ہیں اور انہوں نے اپنے کوثر و نسیم سے دھپے ہوئے قلم سے کتنا پاکیزہ ترجمہ قرآن اردو کے حوالے کر کے اس کے احساس تہی مائیکم کو شرم کر دیا ہے اور اس طرح مشہور صوفی شاعر اور عارف باللہ جناب خواجہ میر درد دہلوی علیہ الرحمۃ کی درج ذیل بیشکونی کا صحیح مصداق ثابت ہوئے۔

”اے اردو گھبراہٹ میں تو فقیروں کا لگا یا ہوا پڑا ہے

خوب پھلے پھولے گی تو بردان چڑھے گی۔ ایک زمانہ

ایسا آئے گا کہ سر آں حدیث تیری آغوش میں آکر آرام

کریں گے“

(مختار در صفحہ ۱۵۳ مولف سید ناصر نذیر فراق دہلوی)

روح البیان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:-

”یعنی تمہاری بدولت امت کی مغفرت فرمائے“

آیت نمبر ۱: وَاللّٰهُ جَدُّ اِهْوٰی (پارہ ۲، رکوع ۴)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”قسم ہے تارے کے جب گرسے“

مولانا محمود الحسن کے ترجمہ میں تارے گرسے کا بیان ہے جس کی کنہ اور حقیقت نمک پینیا عام تارے کے لئے ناممکن کی حد تک شکل ہے

یہ اس ترجمہ سے کلام خداوندی کی جامعیت و بلاغت اور مقام مصطفیٰ کی عظمت و عظمت بھی واضح نہیں ہوتی لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ایسا جامع، واضح اور لطیف ہے کہ کوئی انصاف پسند اہل ذوق اس کی داد دے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ترجمہ انتہادیر کی عقیدت و محبت کا مرتع نظر آتا ہے۔ ”خیم“ کے مطلب کے ساتھ اس کی مراد بھی واضح کر دی گئی ہے چونکہ سورہ النجم حضور کی پرستاشی (معراج جہانی) کا ذکر ہے۔ اس لئے (مذکرہ ترجمہ کے مطابق) ذکر معراج سے ہی ابتداء کی گئی ہے اس طرح حضور کی جلالت و عظمت نمایاں ہو جاتی ہے جسے ایک عام قاری بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے اور یہی تفسیر حضرت امام جعفر سے منقول ہے (کافی المظہر والمعاذ وغیرہا) مذکرہ آیت کا ترجمہ امام احمد رضا بریلوی نے اس طرح کیا ہے:-

”اس پیارے بچے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے“

آیت نمبر ۲۵: وَهَرَيْمُ ابْنْتُ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ

فَرْجَهَا (پارہ ۲۸، رکوع ۲۰)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور مریم بیٹی عمران کی جن نے روک رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو“

ترجمہ امام احمد رضا: ”اور عمران کی بیٹی مریم جن نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی“

یہ آیت حضرت مریم کی عصمت و تقدس کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ اب دونوں تراجم پر نظر ڈالئے۔ مولانا محمود الحسن کا ترجمہ بلاشبہ درست لفظی ترجمہ ہے لیکن ہر زبان کا اپنا اپنا انداز و اسلوب بیان ہوتا ہے۔ مترجم کا فرض یہ ہے کہ وہ اصل زبان کا صحیح مفہوم سمجھ کر اسے اس زبان کے اسلوب بیان میں ڈھالے جس میں وہ عبارت کو منتقل کر رہا ہے۔ عربی زبان میں ”حصن“ کا لفظ محفوظ کرنے، روکے اور قلعہ کے معنیوں میں آیا ہے لیکن یہ تمام معانی اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے بنیادی معنی حفاظت کے ہیں۔ امام احمد رضا نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے ”فرج“ کے لفظی معنی بلاشبہ جلتے شہوت ہیں لیکن اردو میں یہ لفظی ترجمہ کچھ ذہیب نہیں دیتا۔ امام احمد رضا نے جو مراد یہ ترجمہ کیا ہے اس میں عربی کی اصل روح بھی برقرار ہے اور اردو زبان کا احترام پسندانہ اسلوب بھی قائم ہے۔

آیت نمبر ۲۶: وَوَجَدَ رَحْمًا لَّا تَعْدٰی (پارہ ۳۰، رکوع ۲۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن: ”اور پایا تجھ کو بھگتا بھر راہ سمجھائی“

ترجمہ قرآن کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں ذیل میں چند آیات کے ترجمے ملاحظہ فرمائیے :-

آیت نمبر ۱ :- وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط
(پارہ ۱ رکوع ۳)

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی : ”اور ہم براہ تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ بحمداً و تہلیل و تہلیل کرتے رہتے ہیں۔“

ترجمہ امام احمد رضا : ”ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی دلتے ہیں“

آیت نمبر ۲ :- يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ
(پارہ ۱۲ رکوع ۱۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا اتوں کا۔“
ترجمہ امام احمد رضا : ”تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔“

آیت نمبر ۳ :- سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ
(پارہ ۱۸ رکوع ۷)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ذکر پر لازم کی اور اتاریں اس میں باتیں صاف“

ترجمہ امام احمد رضا : ”یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں۔“

آیت نمبر ۴ :- وَقَالَ الرَّسُولُ يُذَبِّحُ بِذُنُوبِي
اتَّخِذْ هَذَا الْقُرْآنَ مِثْرًا فَهَذَا أَجْرُكَ

(پارہ ۱۹ رکوع ۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرا لیا ہے اس قرآن کو بھک بھک“

ترجمہ امام احمد رضا : ”اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا“

آیت نمبر ۵ :- فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (پارہ ۱۹ رکوع ۲)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”اب آگے کو پہنچے گا“

ترجمہ امام احمد رضا : ”تو اب ہو گا وہ عذاب کہ لپٹ رہے گا“
آیت نمبر ۶ :- وَذِكْرُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَابْنِ مَرْيَمَ
وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَنْصَارِ
(پارہ ۲۳ رکوع ۱۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”اور یاد کرو ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسمٰعیل اور یحییٰ ہاتھوں والے اور انکھوں والے۔“

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی : ”اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور یحییٰ یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔“

ترجمہ امام احمد رضا : ”اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور یحییٰ قدرت اور علم والوں کو“

آیت نمبر ۷ :- رَأَى الْإِنْسَانَ خَلْقًا هَلُوعًا (پارہ ۲۰ رکوع ۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”بے شک آدمی بنا ہے جی کا کچا۔“

ترجمہ امام احمد رضا : ”بے شک آدمی بنا یا گیا ہے برا بے برائی“

آیت نمبر ۸ :- وَحَدَّثَ الْتَّقَىٰ عَلِيًّا (پارہ ۳۰ رکوع ۵)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”اور گھن کے باغ“

ترجمہ امام احمد رضا : ”اور گھنے باغیچے“

آیت نمبر ۹ :- وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ط (پارہ ۳۰ رکوع ۱)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں۔“

آیت نمبر ۱۰ :- فِيهَا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الَّتِي هِيَ ط (پارہ ۳۰ رکوع ۱۳)

ترجمہ مولانا محمود الحسن : ”اس میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط“

ترجمہ امام احمد رضا : ”ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔“

جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا ہے یہ ایک وسیع موضوع ہے جس پر تفصیلی بحث کسی آئندہ فرصت میں ہو سکتی ہے

دکھاؤں کا تماشا دی اگر فرصت نہ مانے
میرا ہر درخ دل اک نخل ہے سرو چراغاں کا

بہر حال ان چند مثالوں سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے۔ امام احمد رضا کا شمار عالم اسلامی کے ان خواص میں ہوتا ہے جن کی قیامت پر ”سورخ فی العلم“ کی قیامت آتی ہے۔ قرآن کریم سے ان کا غیر معمولی شغف تھا۔ انہوں نے اللہ کے کلام میں بوسوں تدبر کر لیا۔ اسی سلسلہ تدریس کا نتیجہ تھا کہ امام احمد رضا قرآن پاک سے خاص مناسبت رکھتے تھے۔ ان کا ترجمہ قرآن ان کے برسوں کے فکر و تدبر کا پتہ چڑھتا ہے۔ جس کا چند جھلکیاں پچھلے صفحات میں پیش کی گئی ہیں۔

ہزاروں سال تو گزرا اپنی بے توری یہ روزی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وریدا

————— ۱۲۴ —————

ماہنامہ المیزان

ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں

نیرۂ زادہ امام احمد رضا حضرت مولانا اختر رضا خاں اذہری
ایم اے ازہر یونیورسٹی متحدہ عرب جمہوریہ (مصر)

رضوی انگلستان کے ایک شاداب پھول کا نام ہے اختر رضا خاں، جو مفسر عظیم حضرت العلامہ ابراہیم رضا خاں عوف جلیلی میاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں بزمِ حصولِ علم جامعہ انہر مصر گئے۔ مسلسل تین سال وہاں قیام پذیر رہ کر علومِ احادیث و فقہائے میں مہارت پیدا کی۔ اور الاجازۃ العالیہ کی سند حاصل کی جسے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ایم اے کے مساوی تسلیم کرتی ہے۔ نومبر ۱۹۶۶ء میں مصر سے واپس ہوئے اور دارالعلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات پر مامور ہو گئے۔

ادھر جب انھوں نے دیکھا کہ دیانہ کی نگاہیں امام احمد رضا کے ترجمہ پر پڑ رہی ہیں جس کا مقصد عوام الناس میں کفر الایمان سے سو ڈھکی پھیلانے کے سوا کچھ نہیں تو حضرت اختر رضا سے نہ دبا گیا اور اپنے پُرہادا کی مدافعت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ دراصل اس مدافعت میں اسلام کے جلیل القدر مفسرین و محدثین کی ذواتِ قدسیہ بھی شامل ہیں۔ یہ مدافعت اُس محلے کا نتیجہ ہے جسے مولوی امام علی قاسمی رائے پوری فاضل دیوبند وغیرہ کی گراہ ذہنیت نے انجام دیا ہے، مدرسہ رئیس العلوم رائے پور ضلع لکھنؤ یونیورسٹی کے "قرآن پر ظلم" نامی کتاب شائع کر کے جس فتنے کا دروازہ فرزندِ ان دیوبند نے کھولنا چاہا تھا حضرت علامہ اختر رضا اذہری کے دلائل و براہین نے اسے اکھڑ پھینکا۔

ذیل کے محرکۃ الآراء تحقیقی سطور اس حقیقت کے بے ثبوت ہیں۔ امام احمد رضا قلم کیلئے اس مضمون کو عنایت فرما کر حضرت اذہری نے ہماری جو حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہم ان کے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بسم الله الرحمن الرحيم

اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس مختصری تمہید کے بعد کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں سکون و راحت اور آخرت میں نجات و مغفرت حاصل کرنے کا ذریعہ اس دین کی پروا ہے جسے اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا قاسمی صاحب یوں شعلہ افشانی کرتے ہیں "اس کے ساتھ یہ ایک تکلیف دہ اور افسوس ناک حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں اپنے کو مسلمان کہنے والوں میں ایسے گمراہ لوگ بھی پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ہیں جو نبی کے کتاب و سنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی غلط تفسیر اور ہادوث کی بھل تاویل کرتے ہیں ایسے ہی گمراہ لوگوں میں نام نہاد بریلوی مکتب فکر کے لوگ ہیں" الخ فاقول اپنے دوسروں کو تو دل کھول کر گمراہ کہا قرآن و حدیث کی غلط تفسیر وہ نہیں تاویل کرنے اپنی طرف سے عقیدے اور احکام نکالنا کی الزام دیا قطع نظر اس کے کہ یہ الزام ہرگز صحیح نہیں یہاں آپس آپ ہی کے امام کی عبارتیں پیش کر کے پوچھنا یہ ہے کہ کیا آپ اور آپ کے امام الطائفہ پر یہ الزام عاید نہیں ہوتے۔ اب ہم دہ

عبادتیں ذکر کرتے ہیں جن سے بغیر تو تعالےٰ یہ ثابت ہو کہ یہ الزام انہیں پر عاید ہیں اور بزور زبان انہوں نے ہمارے اوپر تہ پہ پے ہیں۔ امام الطائفہ اپنی کتاب تقویت الایمان میں رقمطراز ہیں :-

"جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا عقائد نہیں" نیز کہتے ہیں "اللہ صاحب کسی کو عالم میں تصرف کر سکی قدرت نہیں دی" مگر اور اسے آیت سے ثابت بتایا ہے دریافت طلب یہ ارہے کہ امام الطائفہ کا یہ دعویٰ اس آیت مذکورہ سے کس طرح ثابت ہو جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فالمد برأت احرا یعنی قسم ان کی جو کاموں کی تدبیر کریں جہود و مفسرین کے نزدیک اس جگہ قسم سے مراد ملکہ ہیں اور علامہ بیضاوی نے بطور احتمال فرمایا کہ اس قسم سے مراد کا طین کی رو میں ہیں جو شدت کے ساتھ جھوموں سے جدا ہوتی ہیں اور جلد عالم ملکوت میں پہنچتی اور خطائے تقدس کی طرف بڑھ کر تدبیر امور کرتی ہیں۔ ان کی عبارت تدبیر کریمۃ والنازعات یہ ہے۔ أو صفات النفوس الفاضلہ حال المفاہرۃ فانھا تنزع عن الابدان غرقاً أي نزعاً شديداً من اغراق النازع فی القوس فتنتقل إلى عالم الملوک وتسمی فیہ

فتسبغ اِلی خطایہ القدس فتصیر بشی فہا وقوتہا من المد براتہ
ملتقطاً۔ اقول دونوں توجہوں پر (خواہ ملنگم ادبوں خواہ ارواح کاملین) تصرف
غیر اللہ ثابت اور امام الطائفہ کا دعویٰ باطل واللہ الحمد نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
حکایت فرماتا ہے کہ انھوں نے فرمایا اُنّی اُخْلِیْتُ لَکُم مِّنَ الطَّيِّبِیْنَ کَہْنِیۃَ الطَّيِّبِ
فَاَنْفَخَ فِیْہِ فِیْکُمْ طَیْبًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَابْرَئِیْ الْاَکْمَہِ وَالْاَبْرَصِ
وَ اُحْیِ الْمَوْتِی بِاِذْنِ اللّٰہِ الْاَیۃ یعنی میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت
بناتا ہوں پھر اس میں پھونک داتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور
میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں
اللہ کے حکم سے۔ اب بتاؤ غلط تفسیر کا الزام کس کے سر ہے؟ امام الطائفہ کے اس
قول سے ان آیات و احادیث کی جن میں انبیاء و اولیاء کے تصرف کی تعظیم
لازم آتی ہے کہ نہیں قرآن و سنت کا نام لیں اور قرآن و سنت کو جھٹلائیں۔ پر کہا
”زبان سے کتاب و سنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں“ اگر کسی کے لئے تصرف کی قدرت
ثابت کرنا ترک ہے جیسا کہ اس کی مذکورہ عبارتوں کا مفاد ہے کلاً یُخْفٰی بَلْکَ خُودِ
اس نے تصرف کر کے کہ جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل کچھ کرے
اس کو مانے سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس
کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے۔ تو بتائیے ان ائمہ اعلام اساطین دین و
فقہاء و محدثین کے لئے کیا حکم ہو گا جو تصرف ثابت کر گئے اگر وہ شرک ہیں (تہا کہ
ذم پر تو شرک کی خبر دیات میں نامعتبر تو قرآن و سنت (جو دین کی اصل ہیں اور میں
انہیں سے پہنچے ہیں) کا اعتبار کیوں کر ہو گا اور جب یہ نامعتبر ٹھہرے تو دین کس
چیز کا نام رہ گیا وَ کَا حَوْلَ وَ کَا قُوۃَ الْاَلْبَاہِ الْعَلِی الْعَظِیْمِ۔ جانے دو
اپنے مستبدان تمیہ کو کیا ہو گئے جو یہ تصرف کر گئے وَلَآ اِنِ الْاُمۃُ لَا یَصْلُوْنَ مَا
بَیْنَهُمْ وَ بَیْنِ رِجْلَہِمُ الْاَبْوَابُ سَطَ الرَّسُوْلُ لَیْسَ لَاحِدٌ طَرِیْقُ
غَیْرَہِ وَ لَا سَبَبُ سِوَاہِ وَ قَدْ اَقَامَہُ اللّٰہُ مَقَامَ نَفْسِہِ فِی
اُمۃ وَ ذَہَبِہِ وَ اَخْبَارَہِ وَ بَیَانِہِ فَلَا یَجُوزُ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنِ اللّٰہِ
وَ رَسُوْلِہِ فِی شَیْءٍ مِّنْ ہٰذِہِ الْاُمُوْر وَ اَلْاَصَارِمُ الْمَسْلُوْل۔ کتنا عظیم مرتب
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت کیا کہ ساری امت کا واسطہ عظمیٰ خدا کے دیوار
میں انہیں قرار دیا بلکہ خدا کے امر و نہی و خبر و بیان میں خدا کا نائب ٹھہرایا۔ بڑا کتنا بڑا
شرک اسے کیا۔ رہا حدیثوں کی جمل تائید کا الزام تو سنو۔ امام الوہاب میرے شفاعت کی
تین قسمیں لکھیں اور میری کجا مانا کہتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ جو پر جوری ثابت
ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کاجور نہیں اور جو دوی کو اسے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی
شامت سے قصور ہو گیا سو اس پر مشر مندہ ہے آگے کہتا ہے ”سواس کا یہ حال
دیکھ کہ بادشاہ کے دل میں اس پر توڑیں آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے
بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گہٹ نہ چلی

آگے لکھا ”سواس اللہ کی جناب میں اسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و رسول
کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سواس کے معنی یہی ہیں“ مثلاً ۱۔ وَاُولٰٓئِکَ
کَے ذم پر اس قسم کی شفاعت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ وہ تو کہہ چکا ”سو کوئی کسی
معاذ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سوا ابولہول اور وہ شرک میں رہا
صحت ملتقطاً تانیا اس کا یہ کہنا“ اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث
میں مذکور ہے اھم اپنے منہ آپ قرآن و سنت کو جھٹلانے کا اقرار ہے کہ نہیں
پرچہ ہے اپنی طرف سے عقیدے و احکام نکال لیتے ہیں“ اھم شفاعت کا بالباب
معنی اپنی طرف سے گڑھ کہ اس کا انکار کرتے اور بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑ
ہونے خود کہا“ اس کے تو حق ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے
سامان اور اسباب جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں“ للہ انصاف تو یہاں کیوں
کی حاجت ہو گئی مَا قَدَّرَ اللّٰہُ حَقِّ قَدَرِہِ اللّٰہِ کی قدر ہی نہ جانی۔ امام الوہاب
الوہاب کے کلام سے ظاہر ہے کہ جس نے چوری کو اپنا پیشہ بنالیا اللہ اس سے دُعا
فرمائیکا تو قصور شفاعت کی طرح قصور عفو و درگزر بھی مخصوص ہو گئی
بھی اسمعیل و جی باطنی میں اتری ہے یا اس پر کوئی دلیل ہے؟ جب گناہ کے کچھ
سے درگزر نہیں تو لَاجَرَمٍ وہ بھی مثل شفاعت اس کے ذمہ اس کے لئے
جس نے گناہ کو اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا
دنیا ہی میں ہو گئی اسلئے کہ مٹسادی گناہ پر توبہ ہے اور توبہ دنیا ہی میں نہیں
لَا یُخْفٰی۔ احادیث شاہد کہ اللہ کی رحمت بڑے بڑے گناہوں کو بزرگ میں
اور قیامت میں بھی وہ عفو و رحیم ہے چاہے طفیل نبی رحیم و کریم صلی اللہ علیہ
و علیہ وسلم جنت میں داخل فرمائے گا۔ شرح الصدور میں وہ احادیث بکثرت
ایک طویل حدیث کا کچھ حصہ ذکر کریں اُخْرِجَ الطَّابِرَانِی فِی الْکَبِیْر وَالْاَصْغَرِ
الترمذی فی فَوَادِرِ الْاُصُوْل وَالْاُصْبَہَانِی فِی الْاُتْرُغِیْبِ
عَیْدِ الْحِجْلِیْنِ بَنِ سَمْرَۃ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
عَلِیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ذَاتَ یَوْمٍ قَالَ اِنِّیْ مَرَّیْتُ الْبَارِحَۃَ فَجَعَلْتُ رَاۤیَ
مِنْ اُمِّیْ جَاہَہُ مَلٰٓئِکَ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ رُوْحَہُ فِجَاہَہُ بَرَّہُ
فَرَدَہُ عَنْہُ وَ رَاۤیْتُ رَجُلًا مِّنْ اُمِّیْ یَسْطُ عَلَیْہِ عَذَابُ
فِجَاہَہُ وَضُوْہ۔ فَاَسْتَقْذَہُ مِنْ ذٰلِکَ وَ رَاۤیْتُ رَجُلًا مِّنْ
قَدِ احْتَوَشْتِہُ مَلَا ثَکَلُ الْعَذَابِ فِجَاہَہُ تَہْ صَلَاتُہُ فَاسْتَقْذَہُ
مِنْ اَیْدِیْہِمُ وَ رَاۤیْتُ رَجُلًا مِّنْ اُمِّیْ یَلْهَثُ عَطْشًا
حَوْضًا مِّنْہُ فِجَاہَہُ صِیَامُہُ فَسَقَاہُ وَ اُرَوَّہُ وَ رَاۤیْتُ
مِّنْ اُمِّیْ تَقِیْ وَ حِجَّ النَّارِ وَ شَوَّہَا بَیْدَہُ عَنْ وَجْہِہُ
صَدَقْتِہُ فِصَارَتِ تَرَوُّا عَلٰی وَجْہِہُ وَ ظَلَّ عَلٰی سَرَّ
رَاۤیْتُ رَجُلًا مِّنْ اُمِّیْ قَدْ هَوَتْ بِہُ صَیْقَظَہُ مِنْ قَدَرِہُ

فجاءه خوف من الله فأخذ صحيفته فجعلها في مینه ورايت رجلاً
من امتي قائماً على شفيع جهنم فجاءه وجله من الله فاستنقذه
من ذلك ومضى ولم ايت رجلاً من امتي على الصلوة تحرف
لحيانا ويجوا احباً ناجياً ته صلاته على فأخذت بيده
فأقامته ومضى على الصلوة ورايت رجلاً من امتي انتهي
إلى ابواب الجنة فغلقت الأبواب دونه فجاءه شهاده
أن لا اله الا الله ففتحت له الأبواب وادخلته الجنة الخ
ملخصاً يعني طرائق كبريا وكم تزدني نوادر الامور من اواب صباهي ترغيب في عبد الرحمن
بن سمره سے راوی کہ انھوں نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایک دن تشریف لائے اور فرمایا آج رات میں نے عجیب منظر دیکھا میں نے اپنے ایک
امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح کھینچنے کو آیا ہے تو اس کے
والدین کے ساتھ اس کے حسن سلوک نے اسے روک دیا (یعنی علم الہی میں اس کی موت مطلق
تھی تو حق متناہی نے مطلق نہ تھی) اور میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جس پر عذاب قبر
بجھایا گیا تو اس کے دمنہ نے آکر اسے بچا لیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس سے بانیپ
رہا ہے جب کسی کو حق پر جانا ہے روکا جاتا ہے تو اس کا روزہ آیا اور اسے اس نے سراپ
کیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ آگ کی گرمی اور لپٹ کو اپنے چہرے سے ہاتھ کے ذریعہ بچانا
چاہتا ہے تو اس کا صدقہ آیا جو اس کے چہرے کی آڑ اور کساہ بن گیا اور ایک امتی کو دیکھا
کہ اس کے نامہ اعمال نے اسے بائیں جانب گرا دیا ہے تو اس کا خوف خدا آیا اور اس نے
اپنے نامہ اعمال کو دائیں ہاتھ میں لیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑا
ہے تو اس کے پاس اس کا اللہ سے لڑنا آیا جس نے اسے بچا لیا اور میں نے ایک امتی کو
دیکھا کہ بل مراط پر کھڑی گھنٹیوں کے بل اور کبھی کو لھوں کے بل چل رہا ہے تو اس کا رب
اور پھر بھی ہوا درود آیا جس نے اس کی دستگیری کی اور اسے کھڑک دیا تو وہ بل پر گدہ لگیا اور
میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ جنت کے دروازوں پر پہنچا ہے تو دروازے اس پر بند
ہو گئے ہیں تو کلمہ طیبہ آیا اور اس کے لئے دروازے کھول کر اسے جنت میں لے گیا
یہ حدیث ذکر کر کے علامہ سیوطی نے فرمایا قال القرطبی هذا احادیث عظیم
ذکر فیہ اعمالاً خاصۃ تنجی من احوال خاصۃ یعنی یہ حدیث عظیم ہے جس
میں خاص اعمال کا ذکر ہے جو خاص مصیبتوں سے بچاتے ہیں الحمد للہ یہ حدیث بزرگ
دقیقت میں معبود گدہ لگ کر کی جاتی ہے ان احادیث کا کیا جواب ہو گا وہ ایک سوال اور دیکھو
آگے چل کر خود کہا وہ خود بڑا غفور و رحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول لگا
اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخشت لگا۔ یہ کہلا افراس ہے کہ اللہ ہرگز نہ کار کو بخشے
پر قادر ہے خواہ وہ ہمیشہ کا گناہ گکار ہو یا تو بھلا یہ گناہ گاروں کی تفصیل اور یہ
میں مورث پھر شفاعت کا تیری صورت میں حصہ سب پاؤں کیوں بیلے اپنے
من پر خود طمانچہ مار لیا کہ بے دلیل تخصیص کی تھی واللہ الحمد کفی اللہ المؤمنین

الغالب اس پر پس کروں۔ ورنہ امام الطایفہ کے کلام میں عجاہ متناہی بہت ہے۔ اور
اسی طرح اس کے پیردان امام کے کلام میں۔ تاہم نصف اسی کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ واقعی بزرگ
اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لئے قرآن کی
غلط تفسیر اور مردوں کی ہنر تامل کرتے ہیں۔ آخر میں عام عثمانی مدبر ماہنامہ تجلی دیوبند
کی بھی سننے چلے۔ مولانا رشید القادی صاحب کی کتاب ذکر لڑکھ پر تبصرہ کرتے
ہوئے لکھتے ہیں کتاب کی ترتیب یوں ہے کہ مصنف ایک طرف توصیف استیغنی شہید کی
تقویۃ الایمان اور بعض اور علمائے دیوبند کی کتابوں سے یہ دکھلاتے جاتے ہیں کہ انبیاء
و اولیاء حق میں علم غیب اور تصرف وغیرہ کے عقیدے کو علمائے دیوبند نے شریک
و بدعت اور خلاف توحید کہا ہے اور دوسری طرف یہ دکھلاتے ہیں کہ خود اپنے
بزرگوں کے حق میں یہ سارے عقاید علمائے دیوبند کے یہاں موجود ہیں آگے لکھا
”ہم اگرچہ حلقہ دیوبند ہی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ
اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا اور ہم صریحاً
رہ گئے کہ ہم دفاع کریں تو کیسے۔ دفاع کا سوال پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی بڑے سے بڑا منطقی
اور علامہ الدہری بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کر سکتا۔ آگے چل کر کہا ہم اپنا دینا لڑنا
فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ مستند علماء دیوبند پر تضاد پسندی کا
جو الزام دلیل و شہادت کے ساتھ اس کتاب میں عاید کیا گیا ہے وہ اٹل ہے عام عثمانی
کا یہ مشورہ بھی ملاحظہ ہو کہ ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو
تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور ہستی زور اور حفظ الایمان
جیسی کتابوں کو چھوڑ دے پر کہہ کر آگ دیدی جائے اور صفات اعلان کر دیا جائے کہ
ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں“ انھ آگے چل کر قاتمی و قطرانی ہیں کہ
”قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم کی ضرورت ہے جنہیں تفسیر لیکنے والے علماء نے
بیان فرمایا ہے الخ

بعد میں ان علوم کا ذکر کیا ہے جو قرآن فیہ میں شرط ہیں پھر قرآن مجید سمجھنے کا غلط
طریقہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ آدمی میں شرطیں موجود نہ ہوں اور محض ترجمہ کی مدد سے مفسر
بن جائے یا ہوں مگر وہ غلط عقیدہ و نظریہ کیلئے شرطوں کی مخالفت کرے ایسے کو
تفسیر بالرائے کا مرتکب بتایا ہے اور اس پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کا ذکر کیا ہے
أقول آپ تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے بہت سے علوم کی ضرورت
ہے مگر کچھ نہیں ہے امام الطائفہ الوہاب یہ کیا کہتا ہے سنئے وہ صاف کہتا ہے کہ
”اللہ و رسول کے کلام کو سمجھنے کیلئے بہت علم نہیں چاہئے“ الخ

الحمد للہ آپ نے اپنے امام کے کلام کو دہی رو کر دیا اور اپنے کلام سے
اسے ان سب وعیدوں کا مستحق بھی بتا دیا کہ یہ وعیدیں علم تفسیر بالرائے کے
مرتکب پر ہے بدرجہ اولیٰ اس پر بھی ہے جو اسے جائز بتائے۔ ہمیں تو خوشی ہے
کہ چاہہ کن را چاہہ در پیش کی مثل صادق آئی رہا یہ کہ کوں چاہے آپ یا آپ کا امام

اس کا فیصلہ کسی دہائی سے کرائیے۔ رہا آپ کا امام احمد رضا مولانا نعیم الدین علیہما الرحمۃ والرضوان کے بارے میں یہ کہنا مگر ان کے ترجمہ کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی اعتقاد و نظریے کو اصل قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اور جو کچھ کی روٹی تھی اسے ان کے معتقد مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے حاشیہ چڑھا کر پوری کر دی ہے "مخرج اثر" و بہتان ہے یہاں بھی آپ نے اپنے الزام کو دوسروں کے سر تھوپا ہے۔ ابھی ابھی خوب برہن ہو چکا ہے کہ امام الطائفہ نے اپنے دل سے کیسے کیسے عقاید گڑھے ہیں اور انبیاء و اولیاء اور اپنے پیروں کے ساتھ کسی دورنگی چلا ہے اور غلط تفسیر و مہمل تاویل کے نمونے بھی گزر چکے ہیں اور آیات و احادیث کی تفسیر کی مثالیں بھی دی جا چکی ہیں۔ اگلے کچل کے مترجم ترجمہ رضویہ و تفسیر نعیمی کی خامی بیان کرنے چلا ہے کہتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر کی بنیادی خامی یہی ہے کہ مولوی احمد رضا خاں اور مولوی نعیم الدین نے قرآن مجید کے اس ترجمہ و مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے جسے مستند مفسرین کہتے آئے ہیں "چلے" ابھی کھلا جاتا ہے کہ اس دعوے میں کتنی صداقت ہے۔ اب ہم چونکہ تعالیٰ نے مترجم کے پہلے اعتراف کا جواب دیں جو اسے شاہد ا کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنے پر کیا ہے۔ فنقول وبالله التوفیق مناسب کہ پہلے شہادۃ و شہاد وغیرہ جو معانی لغت میں بیان ہوئے ذکر کئے جائیں کہ مشاہد کی حقیقت آشکار ہو جائے تاہم میں ہے

الشہادۃ خبر قاطع وقد شہد کعلم و کرم وقد تسکن ہاؤ و شہدۃ کسمعہ شہود احضو فہو شہاد شہد لزید بکذا اذی ما عندہ من الشہادۃ فہو شہاد واستشہدہ سألہ ان یشہد والشہید و تسویشہ الشہاد والأیمن فی شہادۃ والذی لا یغیب عن علمہ شیء والقبتیل فی سبیل اللہ لأن ملئکۃ اکثرہ شہدہ اولات اللہ تعالیٰ وملئکۃ شہود لہ بالجنتہ أو لأنہ ممن یشہد یوم القیامۃ علی الأمم الخالیۃ أو لسقوط علی الشاہدۃ ای الارض أو لأنہ حی عند ربہ حاضر أو لأنہ یشہد ملکوت اللہ و ملکہ وأشہد بکذا ای أحلف وشاہدہ عاینہ وامرأۃ مشہد حضور زوجہا والتشہد فی الصلاۃ والشاہد من أسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم واللسان والملک و یوم الجمعة والنجہ وما یشہد علی جودۃ الفرس من جویہ ومن الأمور السریع وصلاۃ الشاہد صلوۃ المغرب والمشہود یوم الجمعة أو یوم القیامۃ أو یوم عرفۃ وشہد اللہ أنه لا یلہ الا اللہ ای علم اللہ وقال اللہ وکتب اللہ واشہد ان لا الہ الا اللہ ای علم وأبین وأشہدہ أحضو والمجادیۃ حاضۃ وادریک وأشہد مجهولاً قتل فی سبیل اللہ کاستشہد والمشہدۃ والمشہدۃ محضر

الناس وشہود الناقۃ آثار موضع منجھا من دم أو سائل ملقطاً من القاموس۔ ناظر دیکھئے۔ شہادت رشود۔ شاہد۔ شہید۔ میں حضور غالب ہے۔ ہم ان معانی کو ذیل میں درج کریں شہد و شہد حاضر ہوا۔ شاہد حاضر شہد لزید بکذا زید کے لئے گواہی شہادت کیلئے حضور ضروری۔ فقہاء و کرام کی عبادتیں اس پر شاہد ہیں۔ متروک مختار کی عبادتیں مغرب آتی ہیں۔ شہید شاہد شہادت میں امانت والا ہے علم کے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا (اسے شہید یا شہید ہیں کہ ملئکۃ رحمت اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا اس نے لے کر اللہ اور اس کے لئے اس کیلئے جنتی ہونے کے گواہ ہیں یا اسلئے کہ وہ انکی امتوں پر قیامت کے دن گواہ اس لئے کہ وہ شاہدہ (زمین) پر گرتا ہے (زمین کو شاہدہ کہا گیا اسلئے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دے گی کہ اللہ تعالیٰ یومئذ تحدت ابحارہا اس کے تفسیر غریبی میں ہے آن روز باوجود شدت نزول و کمال بے تاب و بیقراری میں گواہی از خبر یعنی خود یعنی اعلیٰ بنی آدم را انفراد کند و بگوید کہ فلاں کس بر من نماز گذارد و فلاں دعا کا رہائے نیک کرد و فلاں کس خون ناحق کر دنا بھلی آورد و دزدی نمود الخ یا اس لئے کہ وہ اللہ کی ملکوت و ملک کا شاہدہ کرتا ہے شہادۃ عاینہ کسی چیز کا مشاہدہ و معاینہ کرنا اھراً مشہد وہ عورت جس کا شوہر حاضر ہو شہاد حضور لہ علیہ وسلم کا نام (اسی میں تمہیں نذر ہے) نیز فرشتہ یوم جہ ستارہ۔ گھوڑے جودت کی علامت جسے مجاہد ا شاہد کہا گیا۔ جلد ہونے والا کام اسے بھی مجاہد ا یعنی حاضر ہے تفسیر کیا گیا گویا وہ جلد ہونے کے وجہ سے حاضر ہے۔ صلوۃ الشہد مغرب کی نماز۔ المشہود۔ جمعاً یا قیامت کا دن۔ وأشہدہ۔ کسی کو گواہ کرنا۔ أشہدت المجادیۃ لڑکی کا بلوغ کو پہنچنا۔ المشہدۃ۔ لوگوں کو ہونے کی جگہ۔ دیکھو ان تمام معانی میں حضور ملحوظ ہے اور یہ معانی لغت میں قابل تو لاجہم شہود کا حقیقی معنی حضور صہرا اس لئے کہ یہی معنی عند الاطلاق مستعمل ہوتے ہیں اور تبادر امارات حقیقت سے ہے جیسا کہ فتح القدیر اور رد المحتار مستفاد ہے اور نسمات الاسماح شہد منار للشافعی میں ہے۔ الشہاد من امارات الحقیقۃ ملقطاً لہذا کہنے دو کہ شاہد ا کا ترجمہ حاضر و ناظر لغوی معنی کے مطابق ہے بلکہ شرعاً بھی یہ اس کا حقیقی معنی ہے۔ اسی لئے قرآن عظیم شہود کے مشتقات بمعنی حضور وارد ہیں۔ فمئ شہد (حضی) منکم الشہود جو رمضان کو پائے تو اس مہینے کے روزے رکھے و یشہد عذابہما الا یہ زانی مرد و عورت کے کوڑے مارے جانے کو مسلمانوں کی ایک جماعت آکر کرے کنتم شہد اء اذ حضی یعقوب المودت۔ کیا تم اس وقت حاضر جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی و کنت شہید ا علیہم (الایہ) رقیباً افسانہ یقولون جلالین میں یعنی علیہ السلام ان پر نگہبان تھا جب تک ان میں تھا۔ اللہ

ثالثاً یہ ایک ہی رہی کہ نبی اکرم اس معنی میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ
بتاتے ہیں "کیوں صاحب گواہ بایں معنی کسی لغت میں آپ نے دیکھا۔ آیا کسی عالم
کا یہ قول ہے یا بات یہ ہے کہ آپ خود ہی جلیق پھر لی لغت ہیں یا بات یہ ہے کہ گواہ
جانب نے حضور ضروری سمجھا تو اندر ہے یہ یہ دور کی سوجھی کہ کسی طرح سرکار کے
حاضر ہونے کا انکار ہو جائے مگر یہ تو بتائیے کہ جس نے راستہ دیکھا ہی نہ ہو
وہ کیا راستہ بتائے گا۔ ایمان والے تو یہی سمجھتے ہیں کہ سرکار راہ دیدہ منزل
شناس ہیں۔ ہاں کوئی کسی اندسے کے پیچھے ہوئے کل حزب بمال دیھم
فوحون۔ پھر آپ نے بیضاوی و خازن و ابن کثیر و لغنی کے ارشادات کو
نہ کر کے یوں منہ کھولا ہے "مسلمان سو سچ بلند پایہ مفسرین شاہد کے معنی گواہ
رہے ہیں دوسری آیتوں سے مطابقت بھی اسی معنی کے مراد لینے میں ہے مگر
فاضل بریلوی سب کے خلاف محض اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے شاہد
کا ترجمہ حاضر و ناظر کر رہے ہیں "الحج ہذا یا نہ۔" اقول۔ یہ سادہ اوایلہ بیکار
ہے "اولا اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ شاہد اسے محض گواہ بلا ملاطفت معنی دیکھ رہا ہے تو
تہیں کیا مفید اور ہمیں کیا مضر۔ اہی گواہ کے لئے بھی تو حضور ضروری۔ فقہاء کرام کے
ارشادات دیکھنے کی فرصت نہ ملے ہو تو ہم سے سنو۔ تنویر الابصار و درر غما میں ہے
وشرائط التحمل ثلاثة۔ العقل الكامل وقت التحمل والبصر
معاینة المشهود به اسی میں ہے و ذکر کھنا لفظ اشہد لا غیر
لقتضیہ معنی مشاہدہ۔ رد المحتار میں اس کے تحت ہے وھی الاطلاع علی الشئ
عیاناً۔ نیز آگے اسی میں ہے ولا یشہد احد بما لہ یعاینہ بالاجماع الخ
دیکھو یہ عبارتیں تصریح فرما رہی ہیں کہ شہادت میں بینائی اور امر مشہود بہ کو آنکھوں دیکھنا شرط
ہے اور صاف بتا رہی ہیں کہ معاینہ مشہود بہ اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل
جائز نہیں۔ اسی لئے اس کا دکن لفظ اشہد بھڑک رہا کہ مشاہدہ و معاینہ کو متضمن ہے
لا جرم ثابت کہ شاہد و حاضر میں منافات نہیں تو جو شاہد ملنے کا وہ ضرور حاضر مانے گا
اور تم نہیں مانتے تو بولو کہ مشاہدہ کے منکر ہوئے کہ نہیں ضرور ہوئے تو پھر کس منسے
لے گناہوں پر مخالفت کی ہمت دھرتے ہو کیا قرآن کو ماننا اسی کا نام رہ گیا ہے کہ نام
کو لفظ بولے جاؤ اور معنی کا انکار کیسے جاؤ یہیں سے ثابت ہو گیا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ
پر مفسرین کی مخالفت کا الزام محض بہتان ہے واللہ الحمد۔ ثانیاً تمہاری ہی منقولہ
جہاد توں سے ظاہر کہ یہاں شاہد اعلیٰ الناس علی من یدحت الیھم
محض گواہ کے معنی میں نہیں اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن و کافر دونوں کے اعمال
کے گواہ ہیں تو باعتبار مؤمنین شاہد ا کاملہ لھم اور باعتبار کفار کے کفار کے علیہم
ہونا چاہئے اور یہاں علی من یدحت الیھم مطلق فرمایا لا جرم یہاں
دقیباً کے معنی کی تفسیر ماننا پڑے گی کہ سب کے لحاظ سے شاہد
کا علی کے ذریعہ متعدی ہونا صحیح ہو جائے۔ تمہاری ہی مبلغ علم تفسیر بیضاوی

ان آیات کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ مشہود بمعنی حضور حقیقت لغویہ ہی نہیں بلکہ شرعیہ بھی ہے بلکہ
پچھلی آیت نے تو خاص شاہد کا فیصلہ کر دیا کہ جب شاہد ا بمعنی نگہبان ٹھہرا
اور اس کیلئے حضور ضروری اور وہ ام فاعل کے معنی میں ہے مگر لا یمحقی تو شاہد ا بھی
معنی نگہبان و حاضر ہے۔ یہیں سے ظاہر کہ حاضر شاہد کا اسلامی معنی ہے اور عبارات
علماء کرام سے مغرب زید ظاہر ہو جائیگا۔ اب درایہ بتائیے کہ آپ کا اسے امام احمد رضا
کا ذاتی نظریہ قرار دے کر ان پر کھلی خیانت کا الزام لگانا اور اس کے اسلامی معنی
ہونے سے انکار کرنا کس درجہ کی بدترین خیانت ہے جسے آپ نے اس کے سر دھر رہے
جس کا دامن بجمہ ہر خیانت سے پاک ہے یہ تو ہمیں اور تمہارے امام ہی کو مبارک
ہو جس نے اپنے گمراہ ہونے کے عقاید کے لئے کتنی آیات و احادیث کو جھٹلایا اور اپنے
ہماخان ہونے کا ثبوت دیا۔ آگے آپ یوں گویا ہوئے ہیں "اس ترجمے میں لفظ شاہد
کا ترجمہ حاضر و ناظر لکھا ہے جبکہ یہ تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے" یہ آپ نے کیسے
کہہ دیا کیا جانب نے تمام تفاسیر دیکھی ہیں اگر ایسا ہے تو دلیل خیانت مبارک ہو کہ
جانب نے ان تفسیروں کی عباراتوں کو نظر انداز کر دیا جس سے آپ کا مطلب نہیں نکلتا
اور پھر منہ بھر کے یہ جھوٹ بول دیا کہ "تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے" تمام مفسرین
تو امام مفسرین کسی ایک متحدہ معنی صحیح العقیدہ مفسر کی تفسیر کی خلاف ثابت کر دیا
اور اگر نہیں دیکھیں تو یہ قرآنی فتوے مبارک ہوں لا لعنة الله علی الکاذبین
پھر یہ امر کس قدر دلچسپ ہے کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دو ترجمے ترجمہ
شاہد رفیع الدین و ترجمہ شاہ عبدالقادر پیش کیے ہیں کیا جانب کے نزدیک ترجمہ تفسیر کا فہم
ایک ہی ہے اور اس سے زیادہ برہم لطف آپ کا یہ کہنا کہ "شاہد صاحب نے بھی شاہد کا ترجمہ
حاضر و ناظر نہیں کیا ہے بلکہ گواہ کے مراد بتایا اور کہ یہ سمجھا یا ہے کہ نبی اکرم اس
معنی میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں" اور آج تانے والا گواہ کے
مراد ہرگز نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بتانے والا عام ہے گواہ وغیرہ گواہ دونوں
کو شامل ہے اور گواہ خاص ہے تو یہاں وحدت معنی کل وجہ تحقیق نہیں اور
مترادفین میں وحدت معنی من کل وجہ کا اعتبار ہے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی علیہ
الرحمہ شرح مفاتیح میں فرماتے ہیں المعنی فیہما واحدۃ المعنی
من کل وجہ فالمتحد ان لا من کل وجہ کالناطق والفصیح
لیسا متواد قین مگر شاہ صاحب علیہ الرحمہ چونکہ امام الطایفہ کے بزرگوں
میں ہیں اس لئے ان کی بات بنانے کے لئے اپنے مبلغ علم کے مطابق کچھ کہنا ضرور
تھا ثانیاً بتانے والا گواہ کے مراد ہے اس پر کسی مستند کی شہادت اگر نہ
لا سکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہرگز نہ لا سکو گے تو یہ سنے چلو کہ تم تو
امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مستند تفسیروں کی مخالفت کا الزام دیتے تھے اپنے گہری تو
فرلو کہ تمہارے زعم پر تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا دامن بھی اس سے داغدار ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

میں ہے۔ وھذہ الشھادۃ وان کانت لھم لکن لما کان الرسول علیہ السلام کالترقیب المھیم علیہم عدی بعلی اور تفسیر نفی میں ہے لما کان الشھید کالترقیب جی بکلمۃ الاستعلاء کھولہ تعالیٰ کنت انت الترقیب علیہم۔ دیکھو یہ دونوں علماء صاف بتا رہے ہیں کہ اگرچہ شہادت مؤمنین کے لئے ہے تو صلہ لام ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر رقیب و نگہبان ہیں اسلئے علی سے متعدی کیا گیا لہذا کہتے ہو کہ اسی لئے مفسرین کرام نے نگہبانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مطلقاً علی من بعثت الیہم فرادیا کہ جو کرم علامہ ابوالسود نے نے اسی لئے فرمایا ترجمہ :- یعنی ہم نے بھیجا گواہ ان لوگوں پر جی کے لئے تجھے نبی بنایا گیا کہ تو ان کی حالتوں پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب و ہدایت و نگرانی کی شہادت کا حامل ہے اور قیامت کے دن تو اس شہادت کو ادا فرمائے گا مجھہ تعالیٰ یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہیں اور اپنی امت پر نگہبان و رقیب بھی ہیں اور دونوں وجوہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ظاہر و باہر واللہ الحمد اسی لئے تفسیر کبیر میں فرمایا ثالثھا ائمنہ مشاہد فی الدنیا باحوال الآخرۃ من الجنۃ والنار والصراط والمیزان وشاہد فی الآخرۃ بأحوال الدنیا من الطاعۃ والمعصیۃ والصلاح والفساد یعنی قسری توجیہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آخرت کے احوال پر یعنی جنت و دوزخ و صراط و میزان حاضر ہیں اور آخرت میں دنیا کے احوال طاعت و معصیت و صلاح و فساد پر حاضر ہیں۔ دیکھو کیسی مرید عبارتیں ہیں کہ ہر کار حاضر و ناظر ہیں یہیں سے ظاہر کر جسے تم اپنی دلیل سمجھتے تھے وہ تو ہماری دلیل ہے واللہ المنة اب بتائیے جن نصوص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا اثبات ہوا انہیں اس کی نفی کی دلیل بنانا ختم کامال مچھینا ہے نہیں تو پھر اور کیا ہے پھر اسی کے سرخیانت کا الزام چوری اور سینہ زداری ہی تو ہے۔ کہنے کو کہہ دیا مگر یہ نہ سچا کہ یہ الزام کسے کسے لپیٹے گا اور سنو علامہ طاہر قفنی مجمع بحار الانوار میں انا فخر ظمک فانا شھید کی توجیہ میں فرماتے ہیں۔ اے اے شھد علیکمہ بأعمالکم فکانی باق معکم یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو میں تمہارے ساتھ باقی ہوں۔ نیز اسی میں ہے۔ میں ان شہدوں کے لئے لگا گواہی دوں گا یعنی ان کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا کہ انہوں نے اپنی جانیں اللہ کے لئے دیں مطلب یہ ہے کہ میں ان کا نگہبان ہوں کہ ان کے احوال پر نظر رکھتا ہوں اور انہیں معاصی سے بچاتا ہوں۔ نیز اسی میں ہے۔ والشاہد من أسماء صلے اللہ علیہ وسلم لآئمنہ یشھد للأنبیاء بالتبلیغ ویشھد علی أمتہ ویرکیہم اُوھو بمعنی الشاہد للحال

کأنہ الناظر الیہا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شاہد ہے اس لئے کہ قیامت انبیاء کے لئے تبلیغ کی گواہی دیں گے اور اپنی امت کے لئے گواہی دیں گے اور انہیں عدل (صالح شہادت) فرمائیں گے یا اس معنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ بلو کہ کس کا عقیدہ غلط بتاؤ گے ادا اگر یہ خیانت ہے تو بلو کہ کے لئے بتاؤ گے اور سنو علامہ اسمعیل حقوی تفسیر روح البیان میں ویکون الرسول علیک شھیداً کے تحت فرماتے ہیں۔ ومعنی شھادۃ الرسول علیکم اطلاعت علی مرتبۃ کل متدین بدینہ وحقیقتہ الیٰی ہو علیہا من دینہ وحجۃ الذی ہو محجوب عن کمال دینہ فھو لیرف ذنوبہ حقیقۃ ایمانہم وأعمالہم وحسناتہم وسیئاتہم واخلاصہم ونفائتہم وغیر ذلک بنور الحق۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فتح الموعوظین بعینہ یہی فرما رہے ہیں ترجمہ یعنی قیامت میں تمہارے رسول کو یہ گواہ ہوں گے اسلئے کہ مطلع ہیں تو رتوت سے اپنے دین سے ہر متدین کے رتبہ پر کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ حجاب جن کی بدولت وہ حق سے محجوب رہا کیسا ہے تو وہ جانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجات اعلیٰ اور تمہارے اچھے برے اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو لہذا ان کی شہادت امت کے حق میں دنیا و آخرت میں بحکم شرع مقبول و واجب العمل ہے۔ اب بتاؤ شاہد کے عقیدہ و دیانت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ مجھہ تعالیٰ نے عبادات علماء و کرام سے مسر خوب روشن ہو گیا اور اذنا ان کی کسی عبارت میں خلاف کی حکایت نہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء کے درمیان اجتماعی ہے ہم نے جو عبارتیں لکھیں وہ مترقن کی عبادتوں کے خلاف ہیں۔ مجھہ تعالیٰ ہم نے ثابت کیا کہ وہ تمام جارتیں ہمارے مدعی کی واضح دلیل ہیں ناظر کرام دیکھیں کہ مترقن ایسے مسند میں خلاف کرتا ہے اور بے گناہ پر خیانت اور جہود کے عقیدہ کی مخالفت کا الزام دھرتا ہے اور خود ہی فیصلہ کر لیں کہ یہ الزام کس کے سہا رہی یہ بات کہ یہ مسند اجماعی ہے اگر اس میں اب بھی مترقن کو شک باقی ہے تو شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی یہ شہادت بھی سنا چلے۔ وہ اقرب السبل میں فرماتے ہیں و باجہدین اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس دریں مسند خلافت نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و قیوم ہوں دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مرطابان حقیقت را و متوجہاں اختلاف را مضیف و مرئی است۔ اب آنکھوں کی پٹی اتار کر بغور آنکھیں کھلا کر دیکھو کہ یہ شیخ محقق کیسا صاف تحریر فرما رہے ہیں کہ اس میں کسی کو خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقہ کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ نہ تاویل کا دھم دھماکا باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں کہ ان کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان درگاہ کیلئے فیض رسان و مرئی ہیں۔ مگر تم سے

مساد سنا کوئی دور نہیں کہ کہہ بیٹھو کہ یہ قول ہمارا مستند کیوں ہوگا اسے
(قبیل) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس قول کو قبیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہوتا
ہے اقول۔ یہ کوئی کلیہ نہیں کہ جس قول کو قبیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہی ہو
بعض مرتبہ عدم شہرت کی بنا پر قبیل کہہ دیتے ہیں حالانکہ قول ضعیف نہیں ہوتا جلالین
آیت کہ یرحمہ من کان یظن ان لن ینصوہ اللہ فلیمد بسبب اذی
السماء ثم لیقطع الآية کے معنی یہ بتائے کہ جس کا یہ گمان ہو کہ اللہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی مدد پر گرنے نہ فرمائے گا تو وہ اپنے گھر کی چھت میں رہی ٹھکائے اور اسے اپنی
گردن میں باندھ کر خود کو بھانسی دے لے اس پر صادی نے فرمایا ترجمہ: یعنی پہلا
طریقہ آیت کی تفسیر میں مشہور ہے اسی لئے مفسر اسی پر چلے اور کہا گیا ہے کہ جسے
گمان ہو کہ اللہ ہرگز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا تو کوئی تدبیر کرے کہ
آسمان تک پہنچ جائے پھر ان سے نصرت کو بند کر دے اور دیکھ لے کیا اس کی تدبیر
اس کے غیظ کو دور کر دے گی کسی عاقل کے نزدیک یہ تعبیر ضعیف نہیں بلکہ بہت
مناسب ہے اسی لئے علامہ صادی نے صرف یہی اسناد کیا کہ یہ معنی مشہور نہیں ہیں
اور اسے ضعیف نہیں بتایا اور کبھی قول احسن کو بھی قبیل سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اکی
صادی میں ہے۔ قوله (زائدة) الحاصل ان من الاولیٰ ابتداءً والثانیة
والثانیة فیہا ثلثة اوجه قبیل زائدة وقیل ابتداءً وقیل تبعیضیة وهو الاحسن۔ دیکھو یہاں اقوال مختلفہ قبیل سے تعبیر کیا اور
قول آخر کو احسن بتایا جس سے صاف ظاہر کہ اس کا مقابل قول ضعیف نہیں اس لئے
کہ احسن کا مقابل حسن ہوتا ہے نہ کہ ضعیف معلوم ہوگا کہ یہ کلیہ نہیں کہ جس قول کو
قبیل سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہو۔ تو محقق بلا دلیل قبیل سے تسک کر کے
اس قول کو ضعیف نہیں کہا جاسکتا۔ اور وہ کیوں کہ ضعیف ہوگا جب کہ اجلہ علماء
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گرا اور اپنی
روحانیت مقدسہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ علامہ صادی و سراج صانیہ کی
تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یمحتمل ان المراد بالسراج الشمس وهو ظاہر
ویمحتمل ان المراد به المصباح وحیت یند یقال انما مشبہ
بالسراج ولیمشبه بالشمس مع ان نورھا اتم لان السراج یسهل اقتباس الازرار منه وھو
صلی اللہ علیہ وسلم یقبس هذه الازرار الحمیة والمعنویة۔ یعنی احتمال ہے کہ سراج سے
مراد آفتاب ہو اور یہ ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد چراغ ہو۔ اس
وقت یہ کہا جائے گا کہ سراج سے تشبیہ دی اور آفتاب سے نہ دی حالانکہ اس
کا نور اتم ہے اس لئے کہ چراغ سے انوار لینا آسان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے انوار صبی و معنوی لئے جاتے ہیں، علامہ علی قادی شرح شفا میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔
یعنی چمکتا آفتاب اسمیں یہ عظیم تنبیہ ہے کہ سورج انوار صبیہ میں سب سے بلند ہے
اور تمام اس سے مستفیض ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام سب انوار معنویہ سے افضل

نہیں کہ یہ سب دیکھ کر بھی اوندھے ہوجاؤ کہ آخر تمہارا امام الطایفہ تعزیت الایمان
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جھوٹ دھر چکا یعنی میں بھی ایک درکنار مٹی میں
ملنے والا ہوں۔ مسد۔ خیانت اسے کہتے ہیں کہ احادیث و ارشادات علماء کو کہہ مضم
کر کے یہ کہا اور اسے جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا، ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اچھا۔ اگر عارف و ناظر تمہاری چڑھے تو یہی ہے تمہاری
ہی مقولہ عبارت اخیرہ میں یہ فقرہ وارد ہے وقیل مشاہد علی الخلق اور کہا گیا
کہ خلق پر حاضر ہیں۔ اس فقرہ کے بارے میں کچھ اور یہی۔ دل اعداؤ کو رہنما نہ نکال دین؟
اک ذرا اور چھڑکنا ہے خامہ تیرا۔ سگ رضا انہیں سے اکتساب فیض کر کے کہتا ہے۔
اؤلا۔ فقرہ جناب کے نزدیک لائق استناد ہے کہ میں ثانیاً مستند ہے تو سبحان اللہ
چشم مارو شوق دل ماساد اور مستند نہیں ہے تو کیوں جبکہ آپ یہ تمام عبارات اس
دعویٰ پر لائے ہیں کہ آیت میں مشاہد اعمیٰ گواہ وارد ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ
اپنی نیاقت علی سے جناب نے گواہ کو حاضر کے معنی سمجھ لیا اور آئینہ نظر کا جلا بھی پرکھ لیا
مثلاً مستند ہونے کی تقدیر پر یہ بتائے چلو کہ مخلوق پر سرکار کے شاہد ہونے کے کیا معنی
ہیں والہا حاضر تو چڑھے تو لائحہ گواہ کہو گے اور مخلوق پر گواہ ہونے کے کیا معنی ہیں یا
کہ سرکار گواہ ہیں کہ ہر شے سرکار کی رسالت کا اقرار کرتی ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت
اور گواہ میں حضور اصل اور اصل سے بے دلیل عدول ناجائز تو اب مخلوق پر گواہ
ماننے سے لائحہ حاضر علی الخلق ماننا لازم۔ اب بتائیے کہ جس سے بھگے وہیں پلٹے
کہ نہیں۔ اسی کو کہتے ہیں القواد علی ما منه الفراء واللہ الحمد والمنة علی
التمام الخلة والکمال النعمة۔ خامساً عجیب نہیں کہ اصل سے عدول کر جائیں
اور یوں نہ کہ لو کہ حضور کوئی ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ سرکار دور ہی سے سن لیں یا
اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آپ شاہد ہوں۔ میں کہوں گا کہ دور ہی سے سن لینے کی
ظہر انکے تو وہ دیکھو سر پر تعزیت الایمان شرک سواد ہوتا ہے جو بعض لوگ اگلے
بزدلوں کو پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا
کو کرکہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے
کچھ شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے کوئی حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کر رہے ہیں سو یہ بات
غلط ہے اس واسطے کہ گواہ مانگنے کی راہ شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے
ثابت ہوجاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے نزدیک سے برابر سن لینے میں جی بھی ان کو
اس طرح سے پکارا۔ اور حضور کی نفی جب بھی نہ ہوگی کہ دور سے سننے کے لئے
لاحالہ روح کا اتصال ضروری اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی نورانیت اور روحانیت سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں دوسری شق یعنی اعلام
ابھی سے شاہد ہونا اقول حاضر کر دینا بھی تو اعلام الہی کی ایک شکل ہے تو اعلام
الہی کو اس حضور کے ماسوا میں حصر کرنا کیا معنی حالانکہ شاہد ہونے کے لئے حاضر ہونا
اصل ہے

میں اور باقی ان سے مستفید ہیں اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل کا واسطہ اور دائرہ کائنات کے مرکز ہونے کا حکم رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث اول ما خلق اللہ نوری (اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا) سے مستفاد ہے۔ شفا و مطالع المرات میں کعب اجاد و معین جبریل و جبریل بن عبد اللہ تشری سے مروی کہ مثل نورہ الخ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں و اللفظ المطالع قال کعب و ابن جبریل و سہل بن عبد اللہ المرادی بالنور الثانی ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقوله تعالیٰ مثل نورہ ای نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و حقیقۃ النور ہوا ظاہر بنفسہ المظہر لغيرہ۔ یعنی اللہ کے قول میں نورہ کا معنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی مثال الخ اور نور کی حقیقت یہ ہے کہ خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔ اسی مطالع المرات میں ہے ترجمہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہی سے تمام انوار خراہ آپ کی صورت ظاہری سے سابق ہوں یا اس سے لاحق ہوں گے بغیر مانع و بے حجاب و بے کلفت اور جتنی چاہیں نور انقباس کیا جائے اتنا دیا نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ہر سابق و لاحق میں وہ فضل کے چراغ ہیں تو ہر دنیا ان کی ضیاء صادر ہوتی ہے۔ تیسرے شرح شفا ملاحظہ علی قاری میں ہے وقد انکشف بہ الحقایق الالہیۃ والأسماء الاحدیۃ والانتظامات۔ یعنی حضور کے دم سے حقایق الہیہ و اسماء ربانیہ و انتظامات ظاہر ہوئے اور انہیں کے نور سے کائنات روشن ہوئی اور عدم کی ظلمتوں سے نکلی۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ یہ خیالات علماء کرام صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرے ذرے میں ساری دجاری ہے اور اس کی ادنی مثال محرمات میں آفتاب ہے کہ وہ تمام اجرام نیر میں اعلیٰ ہے اور چاند ستارے سب اسی سے روشن ہوتے ہیں سب میں اسی کا نور جاری ہے اور اسی کی روشنی معتد جگہ یک وقت حاضر ہو جاتی ہے۔ پھر اس ذات مقدسہ کے حاضر و ناظر ہونے میں کسی شک ہو سکتا ہے جس کے نور منوٰی سے نہ صرف سورج بلکہ کائنات ظاہر ہوئی کیا ان بصیرت کے اندھوں کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج سے بھی کم ہیں یا سورج ان کے نزدیک خدا ہے۔ والعیاذ باللہ العلی العظیم بھلا جس کے نور سے کائنات پیدا ہوا اور جس کا نور سارے جہاں میں جلوہ گر ہوئے روح کا کائنات کے سوا اور کیا کہا جائے اسی لئے تو اس کے اسماء طیبہ میں روح الحق وارد ہوا۔ اس پر امام علام محمد بن ہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی کا کلام سننے کے قابل ہے۔ و روحہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو انسان عین الارواح و اروھا و اس وجودھا و اول صادر عن اللہ عن وجل و ایضا ہو صلی اللہ علیہ وسلم روح اللہ الموضوع فی الوجود الذی لوبہ قوامہ و

تبادلہ و ولولہ لا ضمحل و ذہب۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ان رگوں کی آنکھ کی پتی اور ان کی اصل اور ان کے وجود کی بنیاد اور اللہ کی روح ہے اور نیز حضور علیہ السلام اللہ کی روح ہیں جو وجود میں وضع کی گئی ہے جس سے اس کی بقائے اگر حضور نہ ہوں تو عالم فنا ہو جائے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے بھلا جب وہ کائنات کی روح بھرے اور قالب کی زندگی کے لئے روح کا نور ہوا تو ضروری تو عالم الودود و راجع و ناظر ہیں بلکہ افراد ممکنات میں ان کی حقیقت جان ساری ہے جیسا کہ غفر رب شیخ عقیق کی شہادت اس پر گزری تو اب کوئی پا کر کہہ کہ مرے جسم میں میری جان نہیں۔ علماء کرام شارع علیہ السلام کے امین ہیں۔ میرا حضور میں ہے۔ العلماء أمتاء الشارع اور بظاہر کہ ان ارشادات میں رائے کو دخل نہیں لاجرم یہ ارشادات اقوال صحابہ کا مفاد ہوئے۔ اور اصول حدیث میں مقرر ہوا کہ ان کے وہ قول جس میں رائے کو دخل نہ ہو وہ حدیث مرفوع (حدیث رسول) کے حکم میں ہے اب ایک صحابی جلیل کی تصریح بھی سنئے چلتے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور کی مدح میں آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

من قبلها طبت في الظلال
ثم هبطت البلاد لا بشر
أنت ولا مضغة ولا علق
ألمج نسر أو أهله الغر
إذا مضى عالم البدن
الأمم و ذات بنور الأن
فحن في ذلك الضياء

یعنی حضور آپ دنیا سے پہلے جنت کے سایوں میں اور صلب آدم میں طیب و طاهر تھے حضور دنیا میں آئے۔ اس وقت حضور نے بشر تھے نہ مضغہ گوشت نہ جہا ہوا خون بلکہ صلب آدم علیہ السلام میں نطفہ تھے جوشتی میں ان کے ساتھ سوار ہوا جبکہ نسر حرم اور اس کے بچے کو طوفان نے گھیر لیا تھا۔ حضور آپ منتقل ہوتے ہیں صلب سے رحم میں۔ جب ایک نسل گذرے تو ظاہر ہوتی اور جب آپ پیدا ہوئے زمین آپ کے نور سے جگہ کا اٹھی اور آسمان منور ہوئے نور اسی ضیاء اور اسی نور اور شد و ہدایت کے رستے میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ ارشاد و درجہ حدیث مرفوعہ کا حکم رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس میں رائے کو دخل نہیں اور صحابی کا لایا قول حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ اشعار حضور کے سامنے حضور کی اجازت سے پڑھے شرح شفا میں ہے ترجمہ یعنی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اشعار کو ابوبکر شافعی اور بطریق نے روایت کیا۔ خزیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ تو میں ان کے حضور میں آیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس تشریف لائے تھے۔ میں اسلام لایا اور میں نے حضرت عباس رضی اللہ

ہو المقتدی بہ والمتسلک بہ باسبابہ فی الوصول الی محل
قربک و مشاہدتک والحضرة ماخوذة من الحضور والاضافة
علی معنی فی کا مام المسجل الخ یعنی جویرے عمل قرب و شہادہ تک پہنچنے کے لئے
مقتد ہیں اور جن کا دامن پکڑا جاتا ہے اور حضرت ماخوذة ہے حضور سے اور افاضتاً
یعنی "فی" ہے جیسے امام المجدین "یزعلمانہ نفسی فرماتے ہیں و سوا حاد و حجة فاهوة
لحضرتنا یعنی ہم نے تجھے اپنی بارگاہ کا چراغ چمکا اور رہنما بنا کر بھیجا۔ مجد اللہ اتو
علامہ نسفی کی ارشاد فرمائی ہوئی اس دیر پر آیت مبارکہ سے بھی ثابت ہوگا کہ وہ روح پر فروع
حاضر بارگاہ الہی ہے اور اس بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کی امام و پیشوا ہے۔ حدیث ابن عباس
میں گذرنا حضور کی روح حضرت اہی میں نور تھی جو نور تسبیح کو تا اور ملنے اس کی تسبیح پر
تسبیح کرتے اور ملا علی قاری کے کلام میں حدیث گذری "أول ما خلق الله نودی اللہ
نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا تو لا جہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ پر
"امام حضرة اللہ" ہوئے اور قرآن اپنی تجسّد و جوہ پر تجت ہے۔ وجوب سرکار سب
کے حق میں سر اج حضرة اللہ و امام حضرة اللہ باذن اللہ ٹھہرے تو فرور
عالم ارواح کے شاہد و رقیب و مربی و نقیب ہوئے اور جب عالم ارواح کے مربی ہوئے
تو بالضرورة عالم اجساد و اشباح کے بھی مربی قرار پائے۔ اسی لئے تو ان کے حق میں
فرمایا گیا و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین ہم نے تمہیں سب جہانوں
کی رحمت بنا کر بھیجا۔ اس معنی پر سرکار کے ہجرات شاہد ہیں۔ لا جہم اسی لئے شیخ محقق
جو معترض کے بھی مستند ہیں فرماتے ہیں۔ ہجرتا کہ احادیث و تفسیر آباء قلیل کثیر آمدہ
در تفسیر طوم لیسیر نہ کثیر است و این ہر دو اثر تربیت و ولی یعنی آن سید کائنات
است کہ ہجرتا کہ بحسب روحانیت مربی و مکمل قلوب و ارواح است در عالم حیات
نیز پرورندہ و خورش و دہندہ ابدان و اشباح است اہ مدارج النبوة یعنی جس طرح
کہ تھوڑے سے پانی کی افزائش کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اسی طرح
تھوڑے کھانے کو بڑھانے کی حدیثیں بہت ہیں اور یہ دونوں اُس سید کائنات
کی تربیت کا اثر ہیں کہ جو روحانیت کے اعتبار سے قلوب و ارواح کے مربی ہیں اور عالم
جسمانیت میں اجساد و اشباح کے پالنے پڑھانے والے بھی ہیں۔ اور جو عالم ارواح و
اشباح کامری ہو بھلا وہ شاہد علی الخلق کیوں نہ ہوگا۔ کہنے اب بھی اس قول
کے ضعف پر مجھے گا اور جب شاہد اُسے اور سوا اجا امتی و اُسے بھلا اللہ
سرکار علی مددا علیہ التقیہ و الشاہد و ناظر ہونا ثابت ہو گیا تو اب بتائیے کہ خدا کو
معاذ اللہ کیا کیا الزام نہ دیجے گا، نے فروعت حکم آمدنے اصول شریعت و اذ
خدا و از رسول۔ اجماع یہ تو کہو کہ محمود حسن دیوبندی کو کیا کہو کہ جو گنگوہی کے بارے میں
کہہ گئے "خدا ان کامری وہ مربی تھے خلائق کے حدیث میں آیا ان اللہ لیؤید
ہذا الدین یا کو جل الفاجر۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فرما کر
بھی فرماتا ہے یہ سرکار ابدت و اصل اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جسے تم ترک کہتے ہو

کہتے سنایا رسول اللہ میں حضور کی مدح سرائی کی اجازت چاہتا ہوں حضور نے فرمایا کہو
اللہ تمہارے مذکور سلامت رکھے۔ معلوم ہوگا کہ یہ ارشاد حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھے
گئے اور جو قول و فعل حضور کے عہد مبارک میں ہو پھر حضور اسے مقرر رکھیں وہ محدثین کے
نزدیک حضور علیہ السلام کی حدیث قرار پاتا ہے کما ستر حواہ فی اصول الحدیث
تو لاجرم یہ ارشاد عباسی حدیث نبوی ہوگا جس سے صاف معلوم ہوگا کہ وہی نور دنیا
سے پہلے جنت میں تھا پھر اسی نور کا لمحہ اپنے آبا و اجداد و اہمات عظام کے اصحاب و اہل
میں چمکا اور اسی نور کے جلوہ نے آسمان و زمین کو جگمگایا مجھہ تعالیٰ اب تو حضور
علیہ السلام کی حدیث تقریری سے ثابت ہو گیا کہ سرکار اپنی روحانیت سے حاضر و ناظر
اور اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں۔ تم تو امام احمد رضا کو خیانت کا الزام دیتے
تھے اب بناؤ یہ درپردہ دہنی کہاں تک پہنچی ہوگی کوئی عجب نہیں کہ تمہارے امام کا
مشرک بھی تمہارے الزام کی طرح خدا و رسول کو بھی نہیں چھوڑتا چنانچہ ہم اس کی مثالیں
دے چکے ابھی آپ کہاں ہیں۔ حضور کی روحانیت مقدسہ تو اس مقام کے اعلیٰ مرتبہ پر
فائز ہے جسے شیخ عقیق عبداللہ محدث دہلوی اور دیگر ائمہ اعلام مرتبہ جمع و فرق سے
تعبیر کرتے ہیں۔ شیخ عقیق مدارج النبوة میں فرمایا۔ "و انزل صدر مقامیست عالی کہ
تمام و کمال جز و ذات با برکات آنحضرت سید السادات علیہ افضل الصلوٰت و
الکلیات و وجود و نبوت تدار و کمال اولیا و ائیر از اباب تمکین بقدر ادراک
بہ شرف متابعت دے نصیبہ اذان حاصل است و ازینجا گفتہ اند کہ الصوفی
کاشی جانی نہ از فرق درجہ ایشاں غلط چنانکہ محجوبانرا باشد و نہ جمع را برقی
غلبہ چنانکہ مجز بانرا بود اہ یعنی شرح صدر وہ مقام عالی ہے کہ یہ تمام کمال حضور ہی
کی ذات میں موجود ہے اور اولیاء کمالین اباب تمکین کو بھی حضور کے شرف پیروی سے
اس مرتبہ سے بہرہ حاصل ہے اسی لئے علمائے کبار نے کوفی شال و خلیق و اصل بغلق
ہوئے نہ ان کے ثبوت سے ان کے وصول میں خلل ہو جیسا کہ محرموں کے لئے ہوتا ہے
نہ وصول کو ثبوت پر غلبہ جیسا کہ مجزوں کے لئے ہوتا ہے۔ دیکھو کیا صاف ارشاد
کہ سرکار بوجہ اتم و کمال بارگاہ الہی میں حضور سے موصوف ہیں اور حضور کی روح
پاک مخلوق میں بھی حاضر ہے۔ ہم اس قول کی تائید میں شفا سے حدیث ذکر کریں و عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان روحہ نوراً بین یدیم اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم
بالفی عام یسیح خلقت النور و تسبیح الملائکة بتسبیح الخ یعنی حضرت
ابن عباس سے مروی کہ حضور علیہ السلام کی روح اللہ کے حضرت قربت میں نور بھی آدم
کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے یہ نور تسبیح کرتا اور ملنے اس کی تسبیح کرتے
اسی لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۹ مام حضرة اللہ کہا گیا۔ عارف جزوی
نے دلائل الخیرات میں فرمایا و امام حضرة تلخ یعنی درود بھیجے اے اللہ اپنی بارگاہ
کے امام پر۔ اس پر علامہ قاسمی مطالعہ المراتب میں فرماتے ہیں (وامام حضرت) اللہ

تھارے اکابر کے منہ سے اپنوں کے حق میں وہی کہلو کے ظاہر فرمایا کہ حق وہی ہے جسے یہ
چھپا رہے ہیں اور باطل وہی ہے جسے یہ کارہے ہیں بلکہ خود ہم سے شہادت اعلیٰ الخلق
کہہوالیا۔ اب تم اپنے ہی لکھ کر دیکھ کے اپنے آپ کو جھٹلاؤ تو جھٹلاؤ۔ کذلک العذاب
وَلَعَذَابُ الْأَخْوَۃِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ اب ہم سرکار کے حاضر بارگاہ ہونے پر
نیز ان کی حقیقت کے جامی و ساری ہونے پر میزان و مدارج النبوة اشعہ اللغات کی
عبادتیں مزید وضاحت کے لئے لکھیں وہ التوفیق۔ میزان میں سیدی علی خواجہ سے
افادہ فرمایا کہ انبیاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم اس لئے ہوا کہ غافل
کو اللہ متنبہ فرمادے کہ ان کا نبی حضرت ابی میں حاضر ہے وہ حضرت الہیہ سے کبھی جدا
نہیں ہوتا وہ بالمشافہ اسے سلام سے مخاطب کریں میزان کی عبادت یہ ہے۔ سمعت
سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول انہا امور السارِع
المصلیٰ بالصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لینبہ الغافلین علی شہود دینہم فی تلک الحضور فانہ
لا یفارق حضور اللہ تعالیٰ ابدًا فیحیطونہ بالسلام مشافہۃ اھ
مدارج النبوة میں فرمایا ودر بعضی کلام بعضی عرفا واقع شدہ کہ خطاب از مصلیٰ بلایہ
روح مقدس و سریان دے در درازی موجودات خصوصاً در ارواح مصلحین
است وبالجمہ درین حالت از شہود وجود و حضور اندر آنحضرت غافل و ذاہل نہ باید
بود بامیر و درویشی از روح پر نور حق و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اھ اشعہ اللغات
میں قدرے تفصیل کے ساتھ فرمایا۔ و نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و
قرۃ العین عابدان است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر ان
کہ وجود نورانیت و انکشاف دین احوال بیشتر و قوی تر است و بعضی از عرفا و کفۃ اندر کہ
این خطاب بجهت مریان حقیقت محمدیہ است در ذرا اثر موجودات و افراد ممکنات
پس آنحضرت در ذوات مصلحان موجود و حاضر است پس مصلیٰ را باید کہ ازین مثنیٰ آگاہ
باشد و ازین شہود غافل نہود تا با فردا قرب و امراد معرفت مشور و قائم گردد اھ
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کے نصب العین اور عابدوں کے قرۃ العین
ہیں تمام احوال و اوقات خصوصاً حالت نماز میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت و انکشاف
ان احوال میں بیشتر و قوی تر ہوتے ہیں اور بعض عرفا نے کہا ہے کہ یہ خطاب یعنی (السلام
علیک الخ) حقیقت محمدیہ کے ذرات موجودات و افراد ممکنات میں ساری ہونے کی وجہ سے
ہے و حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان کی ذات میں حاضر ہیں تو مصلیٰ کو چاہئے کہ اس معنی سے
آگاہ رہے اور اس کے مشاہدے سے کبھی غافل نہ ہوتا کہ امراد قرب و انوار معرفت سے مشور
و فائز ہو۔ نیز شیخ محقق نے تحصیل البرکات میں یہی مضمون افادہ فرمایا ہے، فلیمر
اجمع۔ یہی وجہ ہے کہ در مختار و عالمگیری و مدارق الفلاح میں فرمایا کہ ضروری
ہے کہ نمازی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ کو تحیت
کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر رہا ہے اور خود پر اور

اولیاء پر سلام بھیج رہا ہے ترجمہ! یعنی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے
کہ بطور انشا وہی اس کی مراد ہوں گویا کہ وہ اللہ کو تحیت کرتا ہے اور اپنے نبی
خود پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے نہ کہ اس کی خبر دینے کا قصد کرے
اس واقعہ کی خبر و حکایت کا قصد نہ کرے جو مراح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سبحنہ و تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے واقع ہوا رد المحتار) اسے ذکر کیا جتنی میں
ظاہر اس کا یہ ہے (علینا) کی ضمیر حاضرین کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سلام
نہیں ہے اھ ترجمہ در مختار نیز مسلک متوسط علامہ رحمۃ اللہ سندھی و مشک
متنقط ملا علی قاری میں ہے ترجمہ! یعنی ذاتہ مدینہ پاک میں داخل ہونے کے
سے روح پاک میں پہنچنے تک اپنے ظاہر و باطن سے متواضع رہے اور اس میں
حرمت کی تعظیم کرے اور اس میں جلوہ گر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و ہیبت
سے مملو ہو اور ان کی عظمت کا لحاظ رکھے گویا کہ وہ (نسی اللہ علیہ وسلم) لے خدا
مراتب و مرتبہ مشاہدہ میں دیکھ رہے ہیں نیز اسی میں ہے (متمثلًا صورت
الکرمیۃ فی خیالک مستشعرًا بأنہ علیہ الصلاۃ والسلام
عالمہ محض و در مقام و قیامک و سلامک) اسی بل بجمیع افعال
و احوالک و مقامک و احوالک و کائنہ حاضر جالس یا ناظر
یعنی اسے ذاتہ حضور کی بارگاہ میں یوں کھڑا ہو کہ ان کی صورت کو کمر تیرے خیال میں
ہو اور تیرے مجھ رہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے سلام و دعا
دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں بلکہ وہ تیرے تمام افعال و احوال و اقامت و رحلت
کو دیکھ رہے ہیں اور وہ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔ ہم نے عالم کا ترجمہ دیکھا ہے
ہیں گویا اسے کو علم یہاں علم مشاہدہ ہے اور اس پر قرینہ فقرہ سابقہ ہے کائنہ عبادہ
کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اور کائنہ حاضر انہی کے مملو یعنی اب کلام اس میں
مخبر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بیداری میں جائز ہے کہ نہیں فاقول
بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بمسطر خواب میں ہوتی ہے اسی طرح بیداری
میں ممکن بلکہ واقع ہے اور علماء کی ایک جماعت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ میں
دیکھنا اور بعض مشکلات کے بارے میں ان سے سوال اور ان کی کشور کے طریقے دیکھنا
کرنا اور احادیث کی تصحیح کرنا ثابت ہے بلکہ عرفا کی ایک جماعت کو فرماتی ہے کہ اگر
لحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت ہم سے محجوب ہو جائے ہم اپنے کو مسلمانوں میں
گنیں۔ المتعبد علامہ فضل رسول میں شرح منظومہ بحرے نقل کیا ترجمہ یعنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بیداری میں بالاتفاق ممکن ہے اور واقع ہے۔ اس کے
ابلی جبر نے ایک جماعت سے ذکر کیا کہ انہوں نے اسی پر معمول کیلئے اس روایت
جئے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں دیکھا اور انہوں نے بعض اشیاء سے اپنی
کو خواب میں دیکھا پھر جاگئے جن دیکھا اور انہوں نے بعض اشیاء سے اپنی
بارے میں حضور سے عرض کیا تو حضور نے انہیں ان کی کشور کے طریقے بتائے تو انہوں نے

یعنی ہیں شیخ ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابو العباس مرسی وغیرہ سے خبر پہنچی کہ وہ کہتے تھے کہ اگر ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت پلک جھپکنے بھر کو محبوب ہو جاتے ہیں خود کو مسلمانوں میں نہ شمار کریں۔ دیکھو کیسی تقریر ہے کہ بعض اللہ والے انھیں ہر جگہ حاضر و ناظر دیکھتے ہیں۔ واللہ الحجة المزاہرة۔ اس مقام پر اگر اسماعیل دہلوی کی مراعات مستقیم کی شہادت نہ دوں تو مزہ ہی کیا۔ الفضل ماشہدات جسد الأعداء۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گو اہی تیری۔ پھر سنو۔ وہ اپنے بیروں کیلئے کیا گارہی ہے۔ "بالجلہ ائمہ اہل طریق و اکابر اہل فریق در ذمہ ملئکہ مدبرات الامم کہ در تدبیر امور از جانب ملائکہ اعلیٰ ملہم شدہ در اجرائے ان کی کو کثرت نہیں احوال اس کو ابراہیم بر احوال ملئکہ عظام قیاس باید کرد۔ دیکھو کیسا صاف کہہ رہی ہے اور بیکہ دست میاں اسماعیل اور تمام وہاں کے منہ پر طمانچہ مار رہی ہے کہ میاں تم کیسے رسول اللہ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے جب کہ تمہارے بیروں کی یہ حالت ہے کہ وہ ملئکہ کی طرح مدبر عالم ہیں۔ اسے جب وہ مثل ملئکہ ٹھہرے اور ملئکہ اپنے امور کی تدبیر کے لئے متعدد جگہ حاضر ہو جاتے ہیں تو وہ بھی ضرور ان کی طرح حاضر ٹھہرے۔ پھر یہ کیسا دھرم ہے کہ امتی کے لئے یہ فضیلت مافوق انسانی کے لئے شرک کا ذوق و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیمہ۔

فیقر عاجر مراعات مستقیم کی عبادت لکھنے کے بعد یہ قصد ہی کر رہا تھا کہ اب مقرر کی باقی شوکانیوں کی خبر لی جائے کہ اچانک حاشیہ نور الایضاح مصنف اعوان علی مدرس دارالعلوم دیوبند کی دقت گردانی کرتے ہوئے ان کی اس عبادت پر نظر ڈال گئی۔ لکھتے ہیں قولہ (حج) فمثلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ تمثیل شیع فی حجرۃ اُغلیٰ با جہا فھو مستور عنہم ھو خارج الحجرۃ و لکن نورہ کما کان بل اُزید و لھذا احرم نکاح اُزواجہ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یجسی احکام المیراث فیھا تحرمہ لانھما من احکام الموت اھ حاشیہ نور الایضاح ملّا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بعد وصال ایک شیع کی ہے جو کہ میں ہوا اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستور ہیں جو حجرہ شریف کے باہر ہیں لیکن ان کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے نکاح حضور کے بعد حرام ہوا اور آپ کے مال میں میراث کے احکام جاری نہ ہوئے اسلئے کہ یہ دونوں تو احکام موت سے ہیں۔ دیکھو کیسی کملی تقریر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرد اور عورتیں جم اہل کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے۔ یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اس نور کا ظہور جیسے کل تھا ویسے آج بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں واللہ الحجة السامیۃ۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گو اہی تیری۔ الفضل ماشہدات جسد الأعداء۔ کوئی دور نہیں کہ مقررین کو یہ شبہ گذرے کہ اعزاز اہل کی عبادت سے

نہ کم نہ زیادہ۔ شارح بحر نے کہا کہ اس امر کا حتمی اگر کرامات اولیاء کو جھٹلانے والا ہے تو اس سے بحث نہیں اسلئے کہ وہ اسے جھٹلاتا ہے جسے سنت نے ثابت فرمایا اور اگر کرامات اولیاء کو اتنا ہے تو یہ روایت بھی اسی سے ہے۔ اس لئے کہ ان کے لئے خلاف عادت عالم علی و صفی میں بہت سی اشیاء وے پردہ اٹھادیا جاتا ہے۔ عدا بوج النبوة میں شیخ محقق نے من ذانی فی المناہج فیسأل فی البقیۃ کی توضیحات میں ایک توجہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ بنا نہایت بعض مقرران درگاہ و سالکان راہ کے لئے ہو جو گاہ و بیگاہ نعمت دیدار سے مشرف ہوتے ہیں حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جگہ جگہ میں بھی اس سعادت سے بھی بہرہ مند ہوتے ہیں و ھذا الفتۃ "تو اند کہ اس بنا نہایت باشد بعض مستعدان و مقرران درگاہ و سالکان راہ و اکگاہ و بیگاہ بایں نعمت مشرف شدہ اند حال بجائے رسد کہ در یقظ نیز بایں سعادت مشرف شدہ پھر آخر میں اس بحث کا ذکر آیا ہے روایت عنایت حسن و غلبہ حال و بخودی میں ہوتی ہے اور دیکھنے والے اس کی بیداری گمان کرتے ہیں (یا حقیقۃ بیداری میں ہوتی ہے) تصفیہ فرماتے ہوئے فرمایا دیا بلکہ دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعد از موت مثال است چنانکہ در فہم مری می شود در یقظ نیز می نماید و آن شخص شریف کہ در مدینہ در قبر اسودہ می است ہماں متش می گرد و در یک آن متصور یصور مستعدہ عوام را در نام و خواص را در یقظ الخ یعنی بالجلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بعد وصال مثال ہے جس طرح سوتے میں نظر آتی ہے جاگتے میں بھی جلوہ فرما ہوتی ہے اور وہ شخص شریف جو مدینہ میں قبر میں زندہ و اسودہ ہے وہی ایک آن میں متعدد صورتوں کے ساتھ متشمل ہو جاتا ہے عوام کے لئے سوتے میں اور خواص کے لئے جاگتے میں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ شیخ محقق نے کتنا صاف فرمایا کہ وہ روح پاک آن واحد میں عوام و خواص سب کے لئے خواب و بیداری میں حاضر ہو جاتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ شیخ نے جو مقررین کے بھی مستند ہیں ہمارے حق میں فیصلہ فرمایا۔ نیز اسی مدارج النبوة میں فرمایا "ویسا ہے از حدیثین نصیح احادیث کہ مروی است از حضرت دے نمودہ و عرض کردہ یا رسول اللہ فلاں این حدیث از حضرت تو روایت کردہ است پس فرمود آنحضرت نعم اولادہ روایت کردہ در یقظ است بعضے مشایخ نیز ہم چنین استفادہ علوم نمودہ اند اللہ اعلم یعنی بہت سے محدثین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان احادیث کی تصحیح کی جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہیں اور عرض کیا یا رسول اللہ فلاں آپسے یہ حدیث روایت کی ہے تو حضور نے ہاں یا نہ فرمایا یہ سب کچھ اس روایت میں ہو جائے گیں انہیں نصیب ہوئی۔ بعض مشایخ نے بھی اسی طرح حضور سے علوم کا استفادہ فرمایا ہے۔ نیز میزان شمرانی میں ہے۔ وقد بلغنا عن الشیخ اُبی الحسن الشاذلی و تلمیذہ الشیخ اُبی العباس المرسی وغیرہما انھم کاوا یقولون لو جئت عن ادویۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ماعدونا انفسنا من جملۃ المسلمین عالم۔

ہمارا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے توجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک شخص سے دی جو حجرہ میں بند ہے توجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہر جگہ ظاہر کیوں ہوگا بلکہ وہ تو ای حجرہ شریف میں بند ہو گیا۔ یہ شبہ معترض ہی کی عقل کے لائق و شایان اقول اولاً پیر ظاہر کہ لیکن دفعہ دوم استدراک کے لئے آئے ہیں چونکہ عینی تمثیل سے یہ دم ہونا تھا کہ وہ نور انہر اب ستور ہو گیا جیسا کہ حجرہ میں بند شخص کا نور پوشیدہ ہو جاتا ہے اس لئے عینی نے الکن نورہ کما کانت الخ لیکن حضور کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے کہہ کر اس دم کو رد کر دیا اور صفات بتا دیا کہ وہ نور ایسا نہیں کہ حجابات کشیفہ سے رک جائے۔ ثانیاً اگر یہ نہ ہو تو مستدرک بہ اور مستدرک علیہ میں فرق نہ ہوگا نیز عینی پر یہ الزام آئے گا کہ صاحب نور الایضاح نے فرمایا تھا کہ (عین کو اندھ جب عن القاصحین الخ) یعنی حضور قبر شریف میں تمام نعمتوں اور عبادتوں سے لطف ناز ہیں مگر قاصدوں کی نظر سے پوشیدہ ہیں اس قول پر عینی کی وہ تمثیل صحیح نہ ہوگی کہ جب تمہارے طور پر یہ نور حجرہ شریف میں بند ہے اور ظاہر نہیں ہے۔ تو اب قاصر نظروں کی کیا تفصیل رہی۔ ومن ہنا ظہر ان التشبیہ فی قوله ولکن نورہ کما کانت الخ فی الظہور والبقا معال البقا وخبس فسقط ما اور دہ البعض عن المعارض ولله الحمد۔ ثالثاً عینی کا قول ابل انید اس مشبہ کا کافی رہے کہ وہ نور جب قبر شریف میں محصور ہو گیا تو اندک بربا بلکہ انقص ہو گیا ہذا اخلف۔ یہ تو عینی کے مفروضے کے خلاف ہے۔ مجملہ ما لغبین کے مستند کی عبادت سے استدلال تام ہوا واللہ الخ لجنۃ القاہرۃ اب معترض صاحب کی بقیہ موشگافیوں کی خبریں واللہ المستعان وعلیہ التکلیل۔ لکھتے ہیں ”سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ فتح سورہ مزمل سورہ احزاب میں شہد اور سورہ بقرہ سورہ نساء میں شہید کہا گیا ہے اصول تفسیر کا تقاضا ہے کہ تمام مقامات پر شہد اور شہید کے ایسے معنی بیان کئے جائیں جو ایک دوسرے کے خلاف نہ ہوں کیوں کہ اللہ کا کلام تضاد سے پاک ہے مگر ترجمہ رضویہ میں سورہ احزاب اور سورہ فتح میں مشاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر لکھا ہے اور سورہ بقرہ میں شہید کا ترجمہ نگہبان آؤں۔ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ شاہد و حاضر میں منافات نہیں اور جو شاہد مانے گا وہ ضرور حاضر مانے گا اس لئے کہ شہادت میں حضور شرط ہے اور وہی اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل جائز نہیں۔ نیز ہم یہ دکھا آئے کہ شہید میں نگہبان و گواہ معترض کی ملحق علم تفسیر بیضادی و تفسیر نفسی میں فرمایا گیا ہے اور یہ بھی گذر چکا کہ اسی طرح شاہد میں س قیدی کی تفصیل ضروری ہے جس طرح شہید میں مانی گئی۔ اس پر تفسیر ابوالسود و جمل کی عبارات گذریں۔ اب اگر یہی لیاقت علی ہے کہ حاضر و گواہ کو ایک دوسرے کے خلاف سمجھ لیا جائے تو قرآن میں تضاد کا الزام محض امام احمد رضا کے سر نہ رہے گا بلکہ نسفی و بیضادی و دیگر مفسرین کے سر بھی جائے گا۔ معترض صاحب بتائیں کہ ان مفسرین کرام کو کیسے کیسے الزاموں سے خراج تحسین پیش کریں گے

پھر اس میں کون سی آفت ہے کہ ایک شخص شاہد بھی ہو حاضر بھی ہو نگہبان بھی ہو شاہد و نگہبان کے لئے حضور ضروری ہے ارے صاحب آپ جیسے گستاخان رسول کے حق میں قرآن فرماتا ہے ”مکم عی الایۃ کونے بہرے اندھے۔ کہنے یہاں بھی تضاد کا گئے گا۔ آگے آپ نے آیت کریمہ کو ذکر لکھ کر جعلنا کم امۃ و احدا لکونوا شہدا علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً کا ترجمہ رضویہ لکھا ہے جو یہ ہے ”اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کرتے ہو کہ گواہ ہو اور یہ رسول تمہارا ہے نگہبان و گواہ“ پھر لکھتے ہیں ”یہاں شہید کا ترجمہ نگہبان و گواہ لکھا ہے اور شہداء کا ترجمہ گواہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نگہبان کا لفظ عینی اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے بڑھایا ہے۔ ورنہ جب شہید کا ترجمہ گواہ ہو گیا تو پھر نگہبان کس کا ترجمہ ہے“ جی ہاں بیضادی و نسفی سے بھی بڑے کر آپ نے س قیدی کی تفصیل کیوں مانی ہے اور انہیں بھی ہی الزام دیتے کہ انہوں نے ایسا عینی اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے کیا ہے ورنہ جب شہید کا معنی صرف گواہ ہو گیا تو رقیب و نگہبان کس کا معنی ہے۔ بلکہ شاہد عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز سے رونا روئے کہ حضرت آپ تو ہمارے امام الطایفہ کے ہر رنگوں میں ہیں۔ آپ نے ہمارے امام الطایفہ کی ایک نہ کی ہائے آپ نے کیا کہہ دیا کہ بلکہ یوں تو ان گفت کر شہادت دینا بخیر گواہی نیست بلکہ بخیر اطلاع و نگہبانی است تا از حق بیرون نہ روید چنانچہ واللہ علی کل شیء شہید و در مقولہ حضرت عیسیٰ کہ کنت علیہم شہیداً ا ما دمت فیہم ظلما تو فیئتی کنت ائت المر قیب علیہم وانت علی کل شیء شہید و چون این نگہبانی و اطلاع طریق تحمل شہادت است و تحمل شہادت برائے ارائے شہادت کا باشد در احادیث این شہادت را اگر ہاوی و اوقات تغیر فرمودہ اند بیاننا حاصل المعنی لا تفسیر اللفظ یعنی کہا جاسکتا ہے کہ شہادت یہاں بخیر گواہی نہیں بلکہ بخیر اطلاع و نگہبانی ہے تاکہ راہ حق سے باہر نہ جاؤ جیسا کہ واللہ علی کل شیء شہید (اللہ ہر شے پر نگہبان ہے) میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقول کنت علیہم شہیداً میں (یعنی میں ان پر نگہبان تھا) اور جبکہ اطلاع و نگہبانی تحمل شہادت کا وسیلہ ہے اس لئے احادیث میں شہادت کو گواہی سے تفسیر فرما دیا حاصل معنی کے بیان کے لئے نہ کہ لفظ کی تفسیر کے لئے۔ آگے چل کر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں ذکر کرنے کے بعد یوں مذکور ہیں گے ”جب حدیث سے شہید کے معنی گواہ متعین ہو گئے تو پھر کسی دوسرے معنی کو مایلینا رسول دشمنی نہیں تو کیا ہے“ شاہ صاحب کی عبارات سے خصوصاً فقرہ مذکورہ بیاننا حاصل المعنی لا تفسیر اللفظ سے اپنی سادی تقریر پر جواب پیش کیجئے اور یہ بتاتے چلئے کہ جب حدیث سے شہید کے معنی گواہ متعین ہو گئے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کیونکر فرمایا بلکہ ہی تو ان گفت الخ“ کیوں جی اپنے ہی منہ سے شاہ صاحب کو رسول دشمن کہنے سے پہلے کہیں کلیہ تو مہذو کو نہ آئے گا۔ آگے فرما کرتے ہیں ”پھر شہداء میں نگہبان اس لئے نہ بڑھایا کہ پوری امت کو حاضر و ناظر مانا

کہیں۔ ”جوہوں یہ خدا کی لعنت“ اور سنے لکھتے ہیں ”لعنت میں شاہد کا ترجمہ حاضر بھی لکھا گیا ہے اس لئے آیت میں اگر شاہد کا ترجمہ حاضر لکھا گیا تو لعنت کے اعتبار سے صحیح ہو جاتا چاہے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جب لفظ دو معنوں میں مشترک ہو ”انہ“ اقول ”تم ثابت کر آئے کہ شاہد کا معنی حقیقت لغویہ بلکہ شرعیہ ہے تو حاضر و گواہ“ میں شاہد کے مشترک ہونے کا دعویٰ باطل اور فقہاء کرام کی عبارتوں سے ثابت ہوگا کہ شہادت میں حضور شرط و اصل ہے تو شاہد بھی گواہ حاضر کا ایک فرد ہوگا نہ کہ شاہد و حاضر متانی ہوئے غرضیکہ آپ کی اگلی اور پچھلی دونوں راہیں بند ہیں۔

قولہ ”اسلئے شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کر کے اللہ کی صفت خاص میں پیغمبر کو شریک ماننا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا“

اُقول جس طرح اللہ کی صفت میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے اسی طرح مخلوق کی صفت میں اللہ کی شرکت ماننا کفر ہے مجھہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا کہ حاضر و ناظر کے معانی حقیقۃ اللہ کے شایان شان نہیں اسلئے کہ وہ تمام معانی لازم اجسام ہیں تو وہ اس کیلئے ہو سکتے ہیں جو جسم ہو تو اسے ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا اس جسم کے کہنے سے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً یہاں سے ظاہر کہ اہلسنت پر اللہ کی صفت خاص میں پیغمبر کو شریک ماننے کا الزام محض بہتان ہے بلکہ درحقیقت آپ نے خود اللہ کے لئے مخلوق کی صفت ثابت کی ہے اور یہ آپ کی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ آپ کے امام الطالیف نے بھی خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر کہہ کر اس کی توہین کی ہے پھر اس منہ سے تو حد یہ درست بنتے ہو اور دوسروں کو مشترک بتاتے ہو۔ ع شرع محکم کلمہ نہیں آتی اور اگر تمہارے نزدیک یہ اللہ کی صفت خاصہ ہے تو ان سے پوچھو جنہیں تم بھی امام و مقتدا مانتے ہو جو تمہارے امام الطالیف کے بزرگوں میں ہیں کہ یا حضرت آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امت کے مراتب پر مطلع مانی اور انہیں تمام امت پر نگہبان بنا کر شریک کیوں کیا اور ہمیں بتاؤ کہ جب تمہارے اور تمہارے امام الطالیف کے فتوے سے وہ مشترک ہوئے تو تم انہیں امام و مقتدا مان کر کافر ہوئے کہ نہیں قولہ ”یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین شاہد کے معنی گواہ لے رہے ہیں“ پھر وہی رٹ۔ ہم پھر کہیں گے کہ مفسرین صرف گواہ مراد نہیں لے رہے ہیں بلکہ رقیب کی تفسیر مان رہے ہیں جیسا کہ گذرا اور اگر وہ صرف گواہ ہی مراد لے رہے ہیں تو تمہیں کیا مفید ہے ہم نے مجھہ ثابت کیا کہ دونوں طرح ہمارا مدعی ثابت ہے گواہ کہو یا نگہبان واللہ الحجة البارعة

قولہ ”اور ترکان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد و شہید کہا گیا ہے اور امت مجتہد کو شہدا و کہا گیا ہے جو شہاد کی جمع ہے تو اگر شاہد کے معنی حاضر و ناظر ہوں تو تمام امت کو حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے جو عقل و نقل کی خلاف ہے“ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور امت کی شہادت میں فرق بتا آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت میں حضور و شاہد بطوطہ ہے تو حضور کی شہادت بہ معانی ہے اور امت کی شہادت بمعانی نہیں بلکہ حضور کی شہادت پر شہادت بالتامع ہے اسی لئے مفسرین کرام نے شہید میں

فرمایا اقول اولاً یہ اعتراض بھی حسب سابق بیضادی و لسانی و دیگر مفسرین بلکہ خود شاہ صفیاء پر لگا کر انہوں نے بھی شہداء میں نگہبان کی تفسیر نہ مانی ثانیاً اس کا جواب اپنی مین علم بیضادی و لسانی ہی سے لیجئے۔ بیضادی ہی کے ترجمہ ”یعنی تاکثر ان دلائل سمیعین جو تمہارے لئے نصب کی گئیں اور اس کتاب میں خود کر کے جو تمہارے اوپر اتاری جان لو کہ اللہ کسی کے حق میں نہ نکل کیا نہ ظلم فرمایا بلکہ راہیں آشکارا فرمادیں اور اصول بھی تو انہیں تبلیغ فرمائی اور نصیحت کی۔ لسانی میں ہے والشہادة قد تكون بسلامة مشاهدة كالشهادة بالتسامع في الأشياء المعروفة الخ اور شہادت کہی بغیر شاہد کے ہوتی ہے جیسے سن کر شہادت دینا جانی پہچانی ہوئی باتوں میں۔ خود شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ ”وہذا اجماع دیگر در مقام رد شہادت ایشتا خواہند گفت کہ شہادتہ رد شہادت ہی دہید حالانکہ در وقت مابودید و حاضر واقع نہ شد دید ایشتا جواب خواہند گفت کہ مارا خبر خدا بواسطت پیغمبر خود رسید و نہ ما بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم یقینی بہ مشہود علیہ می باید بھر طریق کہ حاصل شود۔ ویکو علامہ بیضادی و علامہ لسانی و شاہ صاحب سبب کسی قدر صاف فرما رہے ہیں کہ امت کی شہادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہے۔ ان کی اخبار و احادیث سن کر یہ شاہد ہوں گے اور شاہ صاحب نے تو یہ بھی فرمایا کہ یہاں حضور سے سن لینا شاہدہ و معاینہ سے امت کے حق میں بہتر قرار پایا بلکہ خود حدیث میں اس امر پر دلالت موجود کہ امت کی شہادت شہادت بالتامع ہے۔ انوس کہ یہی معنی کو حضور کی شہادت اور امت کی شہادت میں فرق نہ سوچا نیز آپ تحریر کرتے ہیں سورۃ نسا کی آیت وَجَدْنَا بَاطِلًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا میں بھی یہی حرکت کی ہے اقول یہ اگر نازیبا حرکت ہے تو آپ کے ذم پر بیضادی و لسانی اور خود شاہ صاحب نے بھی سورۃ بقرہ میں یہی حرکت کی ہے کہ گواہ کے معنی میں نگہبان کی تفسیر کر دی ہے بلکہ شاہ صاحب نے تو یوں فرمایا ہے ”بلکہ یہی تو ان گفت کہ شہادت درجیا یعنی گواہی نیست بلکہ معنی اطلاع و نگہبانی است“۔ تو تمہارے ذم پر تو شاہ صاحب کی بات اور زیادہ سخت ہوگی کہ انہوں نے شہادت کو معنی گواہی نہ لکھا بلکہ معنی نگہبانی معنی فرمایا تو پھر کسی دوسرے معنی کو مراد لینا رسول دشمنی نہیں تو کیا ہے تو آپ کے ذم پر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ خدا و اللہ زیادہ مجرم ہوئے کہ انہوں نے اس معنی کا انکار فرمادیا جو آپ کے ذم پر حدیث سے متعین ہو گئے بخلاف دوسروں کے کہ انہوں نے اس معنی کو مقبول کیا یا نگہبان کی تفسیر اس میں کر دی جو آپ کو ناکارہ ہے۔ اب اگر آپ واقعی منصف مزاج ہیں تو بیضادی و لسانی اور خصوصاً شاہ صاحب پر بھی نفس کیجئے فقرہ سابقہ کے متصل ہی آپ یوں منہ کھولتے ہیں جبکہ دوسرے مفسرین و ترمیمین صرف گواہ مراد لے رہے ہیں ”مفسرین کرام نے کامر ادلیا وہ تو پہلے ہی کہل گیا۔ شیخ محقق کی شہاد اور سننے بلوغ فرماتے ہیں“ و ان حضرت دا نیز شاہد و شہید خواندہ و ما ادسلناک الا شہاداً یعنی عالم و حاضر بحال امت اجماع مدارج النبوة۔ ہم کہیں اور سب

یقین کی تفہیم مانی اور شاہد کی تفسیر مراقبہ و مشاہدہ سے کی ہے جیسا کہ تفسیر ابوالسود
وہل سے گذر علامہ صاوی کا فرمان اور سننے چلو کہ باذن اللہ سہ ماہی دعویٰ مزید مؤکد ہو
اور ذہن متفرق میں ابھرنے والے سوال کا پیشگی جواب بھی ہو جائے آیت کریمہ و ما انت
بجانب الغریبی اذ قضینا الی موسیٰ الا مروت ما انت من الشاہدین (یعنی
جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف دعویٰ رسالت فرمائی تو آپ سینا کی جانب غریبی میں نہ تھے
اور آپ شاہدین میں سے نہ تھے) کے تحت فرماتے ہیں۔ و ہذا بالنظر الی العالم
الجسمی فی الاقامۃ الحجۃ للحصم و اما ینظر الی العالم المروحانی فہو
حاضر رسالۃ کل مؤسک و ما وقع فیہ من لدن آدم (یعنی اُن ظہر بحسبہ
الشریف و لکن لا یخاطب بہ اهل العناد۔ خلاصہ یہ کہ ارسال رسول اور ان کے
زائجہ واقعات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر وجود نہ ہونا عام جہانی کے اعتبار سے جو کچھ ان واقعات پر ہی کا
جہانی حضور تھا اور عالم الخانی کے اعتبار سے نظریاتی و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر
اپنے زمانے تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں یہاں تک کہ حضور
اپنی جہانیت منظر کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہل
غنا کو خطاب نہیں کیا جا سکتا۔ بھیجی اگر اپنے دعویٰ پر رجحان تو میں کہوں گا کہ تمام امت
کی شہادت اگرچہ بالتسامع ہے مگر فضل الہی سے اولیاء کے لئے شہادت بالملحانہ کچھ
دور نہیں اور ان کیلئے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حضور منہ المشاہد
مانا جائے تو یہ ہمارے دعویٰ کا عین مؤید ہوگا کہ ان کا یہ کمال کمال مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وحبہ وسلم کی دلیل ہے بلکہ عین کمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وحبہ وسلم ہی
علما و فرماتے ہیں الکرامۃ من جنس المجنۃ کرامت معجزہ ہی کی جنس سے
ہو اور بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے طفیل بہت سے اولیاء کو حضور
مع المشاہدہ کی فضیلت حاصل ہے۔ صاوی میں علامہ شرنائی کی القوا احد
الکشفیۃ سے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت سہل تستری رضی اللہ عنہما کی بابت نقل فرمایا
۔ و کان علی کرم اللہ وجہہ یقول انہ لا اعرف العهد الذی عہد
الی ربی و کان، شہد التستری یقول انہ لا اعرف تلامذتی من ذلک
الیوم و کم اذل امر بیہم فی الاصلاب حتی و صلوا الی یعنی حضرت علی رضی
کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ مجھے وہ عہد یاد ہے جو اللہ نے مجھ سے عالم ادراج میں فرمایا تھا
اور حضرت سہل تستری فرماتے کہ اس دن سے اپنے شاگردوں کو پہچانتا ہوں اور ان کی
تربیت اصلا بآباء میں کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچے

روح البیان میں ہے قال الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ والرسول الخیاخ
طواف العالم مع ام و اح الصحابۃ رضی اللہ عنہم لقد مر اہ کثیر من
الاولیاء یعنی غزالی نے نمازوں کو صحابہ کی روئے عالم کے طواف کا اختیار بہت سے اولیاء
نے حضور کو صحابہ کیساتھ دیکھا ہے۔ سچے الامر اشریف میں سرکا دعوت اعظم سے نقل کیا کہ
آپ فرماتے ہیں پروردگار تعالیٰ و تقدس کی قسم نیک بخت و بد بخت سب جمہور میں ہوتے

ہیں اور میری نظر لوح محفوظ میں ہے۔ میں دیکھتا ہوں علم و مشاہدہ الہی کا غوطہ خورد ہوں۔ میری
پہر اللہ کی محبت و نائب رسول اللہ اور ان کا وادہ ہوں۔

ان السعداء و الاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ و انما
فہی علم اللہ و مشاہدہ تہ ان حاجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و واسرۃ فی الارض۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الانبیاء
اس عبادت کا فائدہ ہی ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔ بعزت پروردگار کہ نیک بختان و بد بختان
میں شوق برمن و نظر میں درج محفوظ است تم خواص دیکھتے علم و مشاہدہ الہی میں جو کچھ
بر تمامہ شہاد و نائب رسول اللہ و وارث اویم اہ۔ شیخ عتیق کی عبادت اگرچہ بعینہ ترجمہ الامام
عبادت کا ترجمہ ہے مگر سمجھ بھر بھی اسے پیش کیا اسلئے کہ شیخ عتیق متفرق سے بھی مستفید
یہی شیخ عتیق ترجمہ الامام اس سے اخذ و استناد فرماتے ہیں جیسا کہ مدارج النبوة میں نقل
سے ظاہر ہے۔

ہر چند کہ ہمیں امت کے حضور منہ المشاہدہ ثابت کر نیکی چنداں ضرورت تھی اسلئے
کہ خود متفرق کی مقولہ روایات سے اور اقوال علما سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امت
شہادت میں فرق خود روشن ہو گیا تاہم علمے متفرق صاحب کی یہ بالک ہٹ بھی ہوئی کہ
وللہ الحمد۔ اب متفرق صاحب نے یہ بولکھا کہ تمام امت کو حاضر و ناظر ماننا بڑا بے
عقل و نقل و کلام ہے "اوکا اس دعویٰ کے متعلق یہ بتائے جلیں کہ انہوں نے اس دعویٰ
پر قرآن و حدیث و اقوال علما سے دلیل کیوں قائم نہ کی نیز وہ کونسی دلیل عقلی ہے
سے یہ دعویٰ ثابت ہے؟ کیوں نہ بتایا۔ خاتما جبکہ یہ دعویٰ مسلمات سے نہیں تو اس دعویٰ
دلیل نہ قائم کرنا اور ختم کر دینا کہ یہ امر مسلمہ ہے جیسی تو دلیل نہ قائم کی بدترین حکمت
مرحہ فریب اور امانت علی میں خیانت ہے کہ نہیں؟ ثالث اپنا چاک کر گیاں تو دیکھئے
مرط مستقیم میاں امجد دہلوی کے بیرون کیلئے کیا کہہ سکی۔ وہ تو انہیں ملنگہ دیوانہ
کے زمرہ میں گناہی اللہ تیرا مود کیلئے ملنگہ بیک وقت ہر جگہ حاضر ہوجاتے ہیں اور تمام
ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کیلئے خاص بتا چکے اور اس طرح اپنی توحید و عزیمت میں روافض
مل چکے جو حضرت علی کی نسبت حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ مترکین کے بھی مشابہ ہو گئے
جو رام کوہر شے میں رہا ہو اجالتے ہیں والعیاذ باللہ العلی العظیم و بکونقیۃ الامام
صا کا جرم اپنے مشائخ طریقت اور ملاک کو خود ہی معاذ اللہ خدا کے برابر گردا گیا۔
متفرق صاحب یہ توقع و نقل کے خلاف نہیں بلکہ عین اسلام ہوگا۔ اسی منہ سے
کو شرک گردانتے ہو۔

نے فروعت حکم آمد نے اصول

شرم باد از خدا و از رسول

قولہ اور حدیث میں بھی رسول اکرم اور ان کی امت کو گواہ کہا گیا ہے جیسا کہ
کیا جا چکا ہے اس لئے شاہد کا ترجمہ گواہ متین ہو گیا اُفقول جی ہاں اور شاہد صاحب
بلکہ می توان گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہ نیست کہہ کر آپ کے اس مقین کا انکار

انصاف کے پکے شاہ صاحب کو اپنے زعم پر کا ذکر ادا کہیں تو ہم جانیں۔ قولہ شاهد
کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنے میں قرآن وحدیث اور اقوال سلف کی مخالفت لازم ہوتی ہے جس
پنجافرض ہے۔ اول۔ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنے میں مراط مستقیم کی زیر صحت
نفس کا سامنے نہ کرنا شرط لیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھا دیا اور کرنے میں تم سب
پر تقویت الایمان کا شرک سوا دہوتے جس سے پنجافرض ہے۔ پنج نکلو تو جانیں ولا حول ولا
قوة الا باللہ العلی العظیم
بجہ تعلق شاہد کے ترجمہ تمام اعتراضات مترض کا جواب شافی ہو گیا۔

قل انما ابشر مثلم کے ترجمہ پر اعتراض

مترض صاحب نے قل انما ابشر مثلم کے ترجمہ رضویہ پر بھی اعتراض کا منہ
کھولا ہے۔ ترجمہ رضویہ درج ذیل ہے

”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں“

مترض صاحب کو لفظ ظاہر صورت بشری پر اعتراض ہے۔ ان کی مترض صاحب نے
مترض صاحب کے لئے۔ مردست ہمیں ان کلمات سے کام ہے جو مترض نے بطور تہسبہ ہیں مترض
نے کہا ”بشری لفظ قرآن کی طرف سے علماء اہل سنت کے بارے میں یہ یاد رکھا جاتا ہے کہ
وہ پیغمبروں کی بشر اور بھائی کہہ کر تو نہیں کرتے ہیں“ اقول وباللہ التوفیق چہ خوش۔ اپنی پردہ پوشی
کا خوب انداز ہے۔ عبارت ایسی اختیار کی جو ناظر کو خواہ مخواہ یہ سوچ دلائے کہ یہ بیجا علمائے
دوبینا الزام سے بری ہیں۔ جی ہاں بے شک تو ہیں رسول تمہارا اور تمہارے اکابر کا
شیوہ ہے۔ بیخلاف تعین شان رسالت کے یہ بھی ہے کہ تمہارے امام الطایفہ نے کل اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات صفات بھائی کہا ہے اور حکم عمو بان خدا کو تمام انسانوں کیساتھ
عبر و نادات میں شریک بنا کر اپنا جیسا بشر قرار دیا ہے تقویت الایمان میں کہا ”ان کو اللہ
نے بڑی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم چھوٹے“ خدا سو بڑے بھائی کی کسی تعظیم کہیے“
مترض نے کہا ”جو بشر کی کسی تعریف ہے سو دیکھو اس میں بھی اختصار ہی کہہ دے“

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار سے تشبیہ دیا اس
کی عبارت یہ ہے ”جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار اسی طرح سے ہمارے
پیغمبر ہمارے جہان کے سردار ہیں“ ص ۵۰ نیز اسی تقویت الایمان میں ہے
”ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں خبر ہیں اور نادان“ نیز سب
انبیاء کے لئے لکھ مارا ”سب انبیاء اس کے در و درۃ بنی جنسے کرتے ہیں“ محمد تعالیٰ
مترض نے جیسے یہ کہہ کر بریلوی فرقہ کی طرف سے الخ چھپا نا چھا تھا ہم نے اسے بے نقاب
کر دیا۔ خود مترض کی پردہ پوشی ان عبارتوں کی قباحت کی کھلی دلیل ہے ع کچھ تو ہے
جس کی پردہ داری ہے۔ لہذا ہمیں ان کے رد کی چنداں حاجت نہیں ولہ الحمد۔ اسی منہ
سے اپنے کو علمائے اہل سنت کہتے ہو یہ منہ اور سو کی دال قولہ لیکن جب بریلویوں
کے مجدد ترجمہ کرتے کرتے ان آیتوں پر پہنچتے جن میں پیغمبروں کو بشر اور بھائی کہا گیا ہے

تو عجیب کش مکش اور الجھن میں پڑ گئے کہ اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام الٹ کر اپنی طرف
آتا ہے اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے اس لئے درمیان چال چلی
کہ ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھائے، الخ ہذا یا ذات۔ اقول اولاً مترض صاحب
کی یہ عادت بن گئی ہے کہ دعویٰ کر دیتے ہیں اور دلیل نہیں دیتے جیسے ان کا دعویٰ مسلمات
میں ہے۔ ہو یہاں بھی یہی کیلئے کہ دعویٰ کر دیا کہ الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے اور وجہ
بتائی۔ ہم بتائیں مترض صاحب کی یہ لیاقت علمی ہے کہ انہوں نے آیہ کریمہ قل انما ابشر
بشر مثلم کے اپنے دعوے کی دلیل سمجھ لیا ہے۔ جیسے تو چمک کے کہا کہ اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو
الزام الخ حالانکہ آیہ کریمہ میں حضور سے فرمایا گیا کہ تم تو انصاف فرما دو میں تم جیسا ہوں نہ کہ
ہمیں حکم ہو کہ ہم کہیں کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں اور ہمیں یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ ہم یہ کہیں جبکہ
اللہ عزوجل حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرماتا ہے یا نساء النبی
لستن کا احد من النساء اے نبی کی بیویوں تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے فرماتے ہیں تم میں کوئی مجھ جیسا ہے لست کا احد منکم
میں تم میں کسی کی طرح نہیں تو یہ خوش فہمی مترض صاحب پر الزام کی بشری کر رہی ہے واللہ اعلم
ثانیاً مترض نے کہا ”اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے“ مجدد تعلق مترض
نے خود اپنے منہ قبول دیا کہ یہ ترجمہ رضویہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے اس لئے کہ ناظرین کرام پر یہ
روشن کر دینا کہ اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ترجمہ غلط نہ ہو اور
ہر سمجھو اے پڑا پڑا غلط اور صحیح کے درمیان واسطہ نہیں تو جو غلط نہ ہو گا ضرور صحیح ہو گا جواب
ناظرین کرام خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مترض نے یہ کہہ کر اس لئے درمیان چال چلی الخ اپنا رد خود ہی کیا
اور اپنی سمجھ دانی سب کو کول کر دکھادی ع خدا جب دینی قیاسے خود بھی چھین لیتا ہے

کذ لک العذاب ولعذاب الآخرة اکبر لو کاذبا لعلہم

اب مترض صاحب بہادر ترجمہ رضویہ لکھنے کے بعد یوں منہ کھولتے ہیں اس ترجمہ پر
کئی اعتراض واقع ہوتے ہیں اول یہ کہ قرآن مجید میں انما ابشر مثلم اصل عبارت ہے۔
معمولی عربی جاننے والا سمجھتا ہے کہ انما صرح کر لئے ہے اور بشر کے معنی آدمی اور مثل کے معنی
جیسے اور کم کے معنی تم ہیں اس لئے صحیح ترجمہ ہوا میں تمہارے جیسا آدمی ہوں اسی لئے
شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ سو اسے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں
ماند تمہارے اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ یہ ہے ”میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے
تم“ ان حضرات کے علاوہ اردو ترجمہ کرنے والوں نے اسی جیسا ترجمہ کیا ہے۔ اس لئے
فاضل بریلوی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا اور وہ بھی بریکٹ کے بغیر بہر حال غلط ہے
اقول اولاً آپ کا یہ زعم کہ فاضل بریلوی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا بہر حال غلط
ہے بالکل غلط اور مہول ہے آپ پہلے یہ کہہ کر کہ اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا
منہ دکھائیں گے“ اپنے منہ آپ قبول چکے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط نہیں ہے۔ ہاں اپنی لیاقت
علمی سے اسے درمیان بتا رہے ہیں تو آپ کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ یہ ترجمہ نہ غلط ہے
نہ صحیح بلکہ درمیان ہے۔ ہمیں سے آپ کے اعتراض کی حقیقت ظاہر کر خود ہی کچھ

کہتے ہیں اور خود ہی اسے جھٹلا دیتے ہیں۔ ثانیاً جناب کا تراج کو ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے پر بدیل بنانا صحیح نہیں یوں کہنے کے ترجمہ رضویہ ان دو مشہور تراج کو مختلف ہے تو ایک بات بھی ہوتی مگر صاحب بہادر ہر مشہور کا غلط ہونا ضروری نہیں ہم صاوی سے اس کی مثال دے چکے فتد کو شہ۔ ثالثاً ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دئے اور اس کی دلیل آیت کریمہ کے مفردات کے معانی بیان کر کے دی جو بحسن الشائبہ عربی بھی بڑھانے لگے یہ منہ اور مسوکی دال پھر اس عربی بڑھانے میں کسی عربی غلطی کی کوئی کمی نہ تھی اگر کم کا معنی تم ہے تو (تمہارے) کس کا ترجمہ ہے۔ یہیں سے ظاہر کہ جناب کو معلوم عربی بھی نہیں آتی کہ کچھ لینے کہ کچھ نہیں لیں عربی میں مضاف الیہ ہے تو اس کا ترجمہ تمہارے ہوا نہ کہ تم اقول وباللہ التوفیق۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ظاہر صورت بترتی کلام پر زائد ہے اسلئے کہ یہ ظاہر کہ انما انباشتو متکلم (میں تم جیسا بشر ہوں میں تشبیہ ہے اور تشبیہ کے ارکان چار ہیں۔ مشبہ۔ مشبہ بہ۔ اداء تشبیہ اور وجہ تشبیہ۔ اب میں تم جیسا بشر ہوں میں بشریت حضور مشبہ اور لوگوں کی بشریت مشبہ بہ اور جیسا اداء تشبیہ ہے یہی وجہ تشبیہ تو وہ لفظ میں موجود نہیں بلکہ محذوف ہے اور محذوف میں حقیقت میں لفظ ہے۔ شرح جانا میں ہے۔ والحدوف لفظ حقیقۃً اتم اور محذوف حقیقۃً لفظ ہے معترض صاحب۔

اب بتائیں کہ ترجمہ میں زیادتی ہوئی۔ یا اس محذوف وجہ تشبیہ کا اظہار ہوا جو ترجمہ تشبیہ ہے اور جسکے بغیر کلام صحیح نہیں۔ اسی منہ سے عربی بڑھانے چلے گئے پھر یہ کہ آیت کریمہ میں بشر متکلم خود اس وجہ تشبیہ کے محذوف ہونے پر قرینہ ہے جو یہ سمجھا رہا ہے کہ تشبیہ ظاہر بشریت میں ہے نہ کہ باطن و روح میں مگر کچھ کا قرینہ تو چھلے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ جبکہ وجہ تشبیہ یہاں ضروری اور اس پر بخود قرینہ لفظیہ موجود تو شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر علیہما الرحمۃ کے ترجمے میں اور ترجمہ رضویہ میں سوائے اس خصوصیت کے کہ ترجمہ رضویہ میں وجہ تشبیہ مراحتہ مذکور ہے اور ان دو میں نہیں کیا فرق ہوا و لکن الواہابیہ قوم بچھلون۔

یہ تو اس صورت پر تھا جب بشریت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشبہ بنائیں اب اگر کہو کہ خود معنی وجہ تشبیہ ہے تو اس صورت میں ظاہر صورت بشری اس وجہ تشبیہ کی تفسیر ہوگی کہ یہاں بشریت میں تشبیہ محض باعتبار طوایر اور احوال بشری کے ہے نہ کہ باعتبار اصل وجہ کے بلکہ ذہین و فطین پر روشن کر یہ بشر کے وجہ تشبیہ ہونے کی طرف اشارہ کیا تھا اس کے معنی کا بطور لطیف بیان بھی ہے اس لئے کہ بشر میں طوایر و طوایف ہے شرح شفاء میں ہے و سموا بشر الطھور و حیو دھم لأن البشرۃ ظاہر الجلال۔ یعنی انسان کو بشر اس کے جملہ ظاہر ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں اس لئے کہ بشر ظاہر جلیل ہے تو اسے زیادتی کہنا زیادتی ہے۔ کوئی موقول کوئی ہونا تو امام احمد رضا کا شکر گزار ہوتا کہ ایسا ترجمہ فرمایا کہ جسے مشہات کا اندازہ کر دیا اور اس خصوصیت کو سمجھتا کہ ان کا ترجمہ ترجمہ ہی نہیں بلکہ محقر اور جات تفسیر بھی ہے جو اس کے دیکھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں دیدہ و بینہ کی مشقت سے بچا لیتی ہے مگر محقر متن

سے اس کی کیا امید ہے دیدہ و بینہ کو کیا اسے نظر کیا دیکھے۔ اب جلیوں تمہارا جی رکھنے کو یہ کر لوں کہ تمہارے بقول ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دئے مگر اسے عقلمند ہر زیادتی کا نہیں ہوتی۔ زیادتی وہ ناجائز ہوتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس پر صحت کلام کو قیود نہ ہو حقیقت میں زیادتی ہی نہیں پر جائزہ ناجائز ہو۔ اور یہاں تم جسے زیادتی سمجھے ہو وہ زیادتی ضروری ہے اور خود اس کی ضرورت اس کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما البشر مثکم یعنی تم فرادو میں تم جیسا بشر ہوں اور حضور کی ازواج مطہرات سے فرمایا یا نساء النبی لستن کا حد من النساء۔ اسے نبی کی بیویوں تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو بھلا کوئی ایمان والا کہہ سکتا ہے کہ نبی تو ہم جیسے بشر ہوں اور نساء نبی جنہیں ساری فضیلت و برتری نساء نبی ہو کوئی وہ کسی کی طرح نہوں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لست کھیتکم میں تمہاری ہنریت پر نہیں۔ لست کا حد منکم۔ میں کسی جیسا نہیں۔ ایک مثنوی۔ تم میں کون مجھ جیسا ہے۔ تو کیا کوئی ہے کہ کا کہہ کر بشریت کا انکار فرمادیا والحبیاء باللہ۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس تعارض کا کیا تدارک ہوگا ظاہر کہ یہاں ترجیح کی طرف راہ نہیں تو لامی لاطیق ضروری اور وہ اسی طرح ہوگی کہ مشیت کا اثر ابابا ظاہر حقیقت و احوال کے ہے اور مشیت کا انکار باعتبار باطن و درجہ محمدی کے ہو۔ دور یوں جانو۔ اسی آیت کو دلیل ہے تم لوگ بشر کہنے کی دلیل نہ لے ہوئے ہو خود اس میں اس پر دلیل وجود ہے ہم سے سنو۔ قل انما انما بشر مثکم کے متصل فرمایا گیا۔ یوحی ایلہ انما البشرکم لہ و احد۔ میری طرف دھی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ یہ ارشاد خود فرق کی روشنی دلیل ہے۔ اور اس وجہ لطیف کی طرف راہ ہے جو امام احمد رضا نے ظاہر صورت بشری فرما کر افادہ فرمائی اسلئے کہ یہ ظاہر کہ دھی ایسا باطنی امر ہے کہ اس کا بغیر دانشا کو تو کیا ہوتی صحابہ کرام نے بھی اس کے نزول کو نہ دیکھا بلکہ منزل دنی میں جو وحی ہوئی اس سے تو خود دھی لانے والے جبریل امین بھی لے خبر میں قال تعالیٰ فادھی ایلہ عبدہ ما اوحی۔ تو اللہ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دھی کی جو وحی کی۔ آیت کہ میں عبدہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اوحی کی تفسیر اسم جلال کی طرف دھی ہے کما افادہ فی الشفاء عن جماعت من المفسرین و ایدہ وجوب دھی ایسا باطنی امر ہے تو لامی کہ اس باطن کیلئے اسی جیسا باطنی امر کا کیلئے ضروری جو تمام بشر کے باطن سے اعلیٰ ہو اور جب وہ باطنی امر کا کیلئے ثابت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے اس باطن و درجہ کے اعتبار سے بشر سے جدا ہونا ضروری امر ہوگا اور تشبیہ محض باعتبار ظہر کے رہ گئی اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربی کن فی مطاع المسرات۔ یعنی اے ابوبکر میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا اور یہی مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فرمائے سے جو ارشاد ہوا کہ ربی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اللہ کیسا تھا میرا ایک وہ وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش نہ کسی نبی مرسل کی مجال اس پر شرح شفاء میں طاعی قادی علیہ الرحمۃ کا فرمان واجب الاذعان سننے کے قابل ہے

کی صفات سے متصف ہوئے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر بشری ہے اور باطن ملکوتی ہے اسی لئے علماء نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند ناقص و ضو نہیں اور آپ پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ کسی کو دم ہوا اور نیند سے حضور کا وضو فرمایا استنجائی امر ہے یا امت کو قلم کے لئے ہے یا کسی ایسے امر کا عارض ہو جسے جو وضو کا مقتضی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر میں بشری ہیں باطن میں ملکوتی ہیں اور آپ بشری احوال سے اسی وقت متصف ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے تاکہ امت ان کی ریت پکڑے اور ان خصال حمیدہ سے مشرف ہو جو اللہ نے حضور کیلئے پسند فرمائے جو حضور کو بشر میں شمار کرنا ایسے جیسا کہ یا قوت کو پتھر میں گننا یا طیر میں کرام دیکھیں کہ ان عبادوں سے کیسا روشن کہ تشبیہ محض ظاہر کے اعتبار سے ہو سکتی ہے اور باطن کے اعتبار سے نہیں ہو سکتی۔ مگر عرض بہادریہ سے چلیں کہ امام احمد رضا کا وہ ترجمہ جسے انہوں نے اردو کے ترجموں کی بنا پر غلط بتایا تھا وہ علماء کے نزدیک نہ صرف یہ کہ صحیح ہے بلکہ ایسا مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں تو وہ جو ہم نے کہا تھا کہ مگر غلط نہیں ہوتا محض تخیل تھا اور اردو کے ترجموں کی ہی حد تک تھا نیز ان ارشادات کے پیش نظر ترجمہ رضویہ کو دیگر تراجم پر وقت ظاہر جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تو اس کے مقابل دیگر تراجم کو ناجاہل ہے ولا حول ولا قوت الا باللہ العلی العظیم، مگر عرض میں ہمت ہے تو اب ان علماء کو وہ الزام دے جو سرکار امام احمد رضا کو دئے۔ کوئی بعد نہیں کہ انہیں بھی کہنے کی جرأت کر بھاگوں مگر پہلے انہوں کی توجہ فرمادیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کے تحت تفسیر عربی میں فرماتے ہیں "یعنی البشر حالت آخر بہتر باشد ترا از معاملات اول تا آنکہ بشریت ترا اصلاً وجود نہ ماند و غلبہ نور حق بر تو علی السبیل الدوام حاصل شود" اہ یعنی ہر آئندہ حالت تیرے لئے معاملہ گذشتہ سے بہتر ہوگی یہاں تک کہ تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے اور ہمیشہ کے لئے تیرے ادب نور حق کا غلبہ ہو مگر عرض صاحب یہ تو بہت ادبی ہو گئی۔ آپ نے تو امام احمد رضا کو محض اتنی سی بات پر کہ انھوں نے ظاہر صورت بشری "فرمایا یہ الزام دے دیا کہ معاذ اللہ سرکار ابدار علیہ الخیرۃ والثناء امام احمد رضا کے نزدیک خدا ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں دوسرے ظاہر صورت بشری میں تو پیارے پیغمبر دوسرے انسانوں کی مانند انسان ہیں حقیقت میں کیا ہیں یہ نہیں بتلایا اگر انسان کے علاوہ فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق مانا جائے تو تو ہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان تمام مخلوقات سے درجہ میں بلند ہے اس لئے سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر میں بشر ہیں حقیقت میں خدا ہیں الخ

سادوں کے اندر سے ہر اسی ہر نظر آئے کہ کافر سب کو کافر ہی سمجھتا ہے۔ مگر شاہ صاحب تو مومن کے طور پر بشریت حضور ہی سے منکر ہو گئے۔ اب انہیں بھی یہی الزام دے دینا ان کے بجاؤ کی کیا تدبیر ہے بتائے۔

یہی نظر دوسرے نہ بھی مانی کہ - ایسا بیان نہ ذرا پہچانی کہ ابھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو اور سنئے۔ یہ مولوی ذوالفقار علی دیوبند کی قصیدہ بردہ کی شرح عطر الوردۃ میں

فرمایا۔ والحقائق ان المواد بالنبي الموصلة ذاتہ الا کل قانہ فی مقام جمع الجملۃ یعنی عن ذاتہ ومقاماتہ ولست غرق فی مشاہدہ ذات اللہ وصفاتہ اھ۔ یعنی تحقیق یہ ہے کہ اگر آدمی سرسگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا لہو لے کر تمام جمیع الخلیج میں اپنی ذات ومقامات سے فنا ہو کر اللہ کی ذات وصفات کے مشاہدہ میں غرق ہو جائے ہیں۔ علامہ علی قاری کے اس ارشاد سے معلوم ہو کہ سرکار ابدار علیہ افضل الصلاۃ والکل السلام کیلئے ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں خود انہیں کی بشریت حاضر نہیں ہوتی بھلا جس کا باطن ایسا رفیع و اعلیٰ ہو اس میں سوائے مشابہت ظاہری کے اور کیا متصور ہو۔ لاجرم اسی لئے علماء کرام نے مشابہت صرف حضور علیہ السلام کے ظاہر میں رکھی وہ بھی باطنی نہیں کہ حضور بعض احوال و احوال بشری طاری ہوتے ہیں نہ کہ حسن و صورت میں لکڑہ و سب سے اعلیٰ ہے اور جس طرح ان کا باطن سب سے رفیع ہے اسی طرح تمام انبیاء کے باطن تمام بشر سے اعلیٰ ہیں، شفا میں ہے فقط اھرہم واجسادہم ویدہم متصفۃ باوصاف البشر طاری علیہا مایطری اعلیٰ البشر من الاعراض المقام والموت والفناء ولعوت الانسانیۃ واما واحہم ولبواظہم متصفۃ باعلیٰ من اوصاف البشر متعلقۃ بالملا الاعلیٰ متشبہۃ بصفات المملکۃ سلیمۃ من التخیروالافات لا یحقہا غالباً بحجۃ بشریۃ ولا ضعف الانسانیۃ الخ یعنی انبیاء کے ظواہر اور ان کے اجسام اوصاف بشری سے متصف ہیں ان پر وہ طاری ہوتا ہے جو بشر پر طاری ہوتا ہے یعنی احوال و احوال و صورت اور انسانی احوال اور ان کی ارواح و لبواظہ ان اوصاف سے متصف ہیں جو بشر کے اوصاف سے اعلیٰ ہیں اور صفات مملکہ کے مشابہت میں تفرقات سے محفوظ ہیں کہ انہیں مگر بشریت اور ضعف انانیت نہیں لاحق ہوتا۔ نسیم الریان میں شرح شفا میں ہے (تجمعوا من جہۃ الاجسام والطواہر مع البشر) اے مومنین! ہم نے صورت (و من جہۃ الارواح واللبواظہ) مع الملائکۃ اے متصفین بصفاتہم وھذا دلیل علی ان ظاہرہ صلی اللہ علیہ وسلم بشری و باطنہ ملک و لہذا قالوا ان نوسہ علیہ الصلاۃ والسلام لا ینقص وضوہ کما صرحوا بہ ولا یقاس علیہ غیرہ من الامۃ کما توھم وتوضوہ صلی اللہ علیہ وسلم استجباً باو تعلیم الامۃ اول ورضی ما یقتضیہ

نیز اسی میں ہے لانه صلی اللہ علیہ وسلم بشری الظاہر ملکوتی لا یجلی باحوال البشر الا اذا ہرہ اللہ تعالیٰ بھا لناسی بہ امتہ وتشرق بما رضیہ لہ فعدہ صلی اللہ علیہ وسلم من البشر کعد الیافات من الاجار۔ یعنی انبیاء کرام اپنے ظواہر و اجسام کی جہت سے بشر کے ساتھ گئے یعنی ظاہر صورت بشری میں بشر کے مشابہ ہوئے اور اپنی ارواح و لبواظہ کی جہت سے مملکہ کیسا تھ کر رکھے گئے یعنی ان

(منزہ عن شریک فی خاکسہ - فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم)
 (تقریب) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس عیب سے پاک ہیں کہ ان کی خوبیوں میں بالذات
 اور کوئی ان کا شریک ہو بلکہ تمام خوبیوں کے آپ متعلق مالک ہیں اور ان میں جو خوبیاں ہیں آپ
 کی خوبیوں کا نقل ہے کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں "المنزہ عن صاحب یہ تو ہمیں اور کونسا
 لگتی چاہئے کہ اس میں دوسرے سے تشبیہ ہی کی نفی ہے مگر دیوبندی کی شرم رکھنے کو کچھ فتویٰ صادر
 نہ کر دے گی ذوالفقار علی اس کتاب کے آخر میں اپنے قصیدہ نعتیہ میں کہتے ہیں ع ما مثل
 أحمد فی الوجود کما یجا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ و جود میں کوئی کریم نہیں۔
 ظاہر ہے کہ کرم ایک باطنی وصف ہے جس میں حضور کے مثل کی نفی کی ہے۔ لہذا انصاف جب
 حضور کے وصف باطنی میں کوئی آپ کا مثل نہیں تو اب شذیت سوائے ظاہر کے کلمہ میں
 رہ گئی کیونکہ متعرض بہادریاب کیا ہی مٹھرائی ہے کہ ہم کہیں تم نہ کہو ولا حول ولا قوۃ الا
 باللہ العلی العظیم۔ آجھیلا دواہر کے اشتعال نقل کرنے کے بعد فرم کر گئے ہیں کہ "ان
 شہروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا ادا رہا کر کیا گیا ہے اگر امام احمد رضا
 اس کو تسلیم نہیں کرتے تو انہوں نے تو جرمین ظاہر صورت کے الفاظ کیوں بڑھا دیے؟
 مجھہ تعلق نے ثابت کیا کہ ظاہر صورت کی قید ضروری ہے ہیجھت کلام موقوف اور اسی
 سے آیات و احادیث کے درمیان تطبیق حاصل اور اپنے مفید مطلب عبادت
 خصوصاً شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا فرمان واجب الاذعان اور آخر میں ذوالفقار علیہ السلام
 کی عبارت پیش کی کسی کے خلاف شرع ہے امام احمد رضا پر کیا الزام۔ نہ اس ظاہر صورت
 سے اس شر کو تسلیم کرنا لازم اور اگر متعرض کے نزدیک یہ ہے ظاہر صورت کی قید سے مذکورہ
 اشتداد کا تسلیم کرنا لازم ہے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور اس دیوبندی سے بھی پوچھے کہ
 اسے شاہ صاحب اگر تم ان کو تسلیم نہیں کرتے تو تم نے کیوں کہا کہ تری بشریت کا اصلاً وجود نہ ہے
 اور اسے دیوبندی صاحب تم نے حضور کے مثل کی نفی کیوں کی۔ متعرض بہادریاب بڑھے دیکھے
 تیر جلا گئے۔ تشبیہ۔ میلاد گوہر سے متعرض نے یہ شعر بھی نقل کیا
 ادب سے زبان تھام کہ وہ کیا میں۔ حبیب خدا کو خدا کہتے تھے اس شعر میں کوئی حرج
 نہیں اس متعرض کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو اسے ذکر کو ناظر ذہمات ہے نیز اس شعر کو بھی
 متعرض نے جلتے اعتراف میں کہا ہے جو یہ ہے

نذا حقہ کہ سرکار قشرف لاؤ۔ دو عالم کے مختار قشرف لاؤ۔ یہ شعر ہمارے
 نزدیک ہے امین کوئی حرج نہیں۔ دبا یہ نہ ماین تو ہمارے بلا سے جہنم میں جا میں۔ پھر
 لکھتے ہیں "اگر کوئی صاحب کہیں کہ ظاہر صورت اس لئے بڑھایا گیا ہے تاکہ کوئی دھوکہ نہ
 کھا جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی پناہ بالکل دوسرے انسانوں کی مانند کمالات سے
 خالی ہیں یہ کہا جاتا ہے کیونکہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے وہ آپ کے فضائل بھی
 ایمان رکھتے ہیں اور جن کا ایمان نہیں ان کیلئے یہ وضاحت بیکار ہے "اقول اولاً۔
 اگر گوہر کا نہیں اسلئے کہ ایمان والوں میں زیرک و نادان بھی ہیں اور نادان کے لئے یہ

وضاحت ضروری اگرچہ زیرک کیلئے ضروری نہیں اور بے ایمان کے لئے یہ قید اس کے لئے
 لگام لگانے کے لئے ہے۔ ثانیاً متعرض نے خود ہی صاف کدیا کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے
 والے دیوبندی ہیں جن کا نقصان حضور پر ایمان ہے متعرض بہادریاب اسیں دیوبندی و سب دیوبندی
 یا جو ملے مجر و نادانی میں برابر ہر یک کے اور یہ کہہ کر نقصان ہی سے بچ کر گئے اور تم خود قبول کیا
 جس کا قرآن مجید پر ایمان ہے الخ تو یوتم اور تمہارا امام بے ایمان ہوئے کہ نہیں پھر کہیں
 کہتے ہو کہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے الخ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
 کہتے ہیں کہ "سوال ہو تا ہے کہ اگر ترجمہ میں صرف بشر لے گئے تو حرج کیا تھا اس کا جواب ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگنا کافروں کا طریقہ بتلا چکے ہیں الخ اولاً علما
 کا طریقہ نہیں تو آپ کے نزدیک ہونوں کا طریقہ ہوگا۔ ذرا بتائیے کوئی ہی آیت کہ ان کو نقصان
 میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے سرا کر کیا یا جیسا بشر کا نقل تھا تو ابراہیم انکم ان کنتم صادقیں
 پھر لکھا "سوال کرو کہ صفات خداوندی کا منظر اور کائنات و جنت و دوزخ و رزق و غیرہ کا
 وقایم بتا چکے ہیں اور حضور کو اپنا مجاہد اب اور اپنے کو ان کا بندہ کہ چکے ہیں الخ قول
 اور رسول اکرم کو صفات خداوندی کا منظر اللہ اللہ بقل خود تو چند ہر شے کو حضور کے کلام
 ہونے پر بھی اعتراف ہے جن کی یہ شان ہے کہ من رآنی فقد رآی الخ جتنے بھی
 اس نے اپنے اللہ کا جلوہ دیکھا متعرض بہادریاب اگر بندے کا منظر صفات الہی ہونا جائز
 ہے تو تخلیق و باخلاق اللہ۔ اللہ کے اخلاق مجیدہ سے آراستہ ہو جاؤ گا کیا صاحب
 اور مشکوٰۃ اس شہور حدیث کا مسمی بیان کبھی گام میں میں وارد ہوا ولا یزال عبدی
 یتقرب الی بالنوازل حتی اُجبه فاذا اُجبتہ کنت سمعہ الذی یسمع
 بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یمس بہ و جہاد و جہاد الخ جتنے
 جہا۔ یعنی بندہ مجھ سے نوازل کے ذریعہ نزدیک جاتا رہتا ہے یہاں تک میں اسے جانتا ہوں
 جب میں اسے جانتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ
 ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور اسے
 ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اللہ کے کان آنکھ ہاتھ نہیں تو پھر حدیث کا کیا منظر
 ہے متعرض صاحب بتائیں۔ متعرض بہادریاب جب اللہ کے کان آنکھ ہاتھ نہیں تو رسول
 اس کے کیا کہے گا کہ بندہ اللہ کے صفات سمع و بصر و قدرت کا منظر ہو جاتا ہے۔ اچھا
 بہادریاب ہمارے ذمہ تو اپنے امام کی سنو۔ وہ مراط مستقیم میں رقم طراز ہیں کہ "پس صفات
 اگرچہ فی حد ذاتہ متعنی از مظاہر است لیکن بابر اقتضائے حکمت المیہ باوجود استغناء
 در مظاہر مختلفہ عبارت از مخلوقات است ظہور نمود الخ" ملقطاً تو تم حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اللہ کے صفات کا منظر کہنے پر متعرض ہو امام الطایفہ نے تو ساری مخلوق کو اللہ
 صفات کہہ دیا۔ ہمارے تا یہ ہوئی۔ واللہ الحمد۔ متعرض بہادریاب امام الطایفہ کو کیا کہنا
 ہیں۔ کن لک العذاب و اعد اب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون
 اور کائنات و جنت و دوزخ و رزق و غیرہ کا مالک و قائم بتا چکے ہیں الخ جب تک کہ
 علیہ وسلم مالک و قائم ہیں۔ ان کے رب نے انہیں مالک بنایا قال تعالیٰ ان

کہہ رہے ہیں ع۔ عبید سود کا انکے لقب تھا یوسف ثانی (شریک گنگوہی یعنی رشید احمد گنگوہی کے کالے غلام بھی یوسف ثانی ہیں۔ ان کیلئے بھی جواب سوچ رکھیں۔ آگے متعرض صاحب بہادر منہ کھولتے ہیں۔ اور بعض معتقد تو کھلے طور پر بشریت سے انکار کر چکے ہیں۔ اسی گروہ کے ہتھیار اذالہ آبادی کہتے ہیں شیعہ

تجھے کہہ سکوں بشریت یہ کہاں مری حقیقت ۔ میں نہیں پیر مر رہا ہوں تری عشق ملک لکائی بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضور کی بشریت سے منکر ہیں۔ خارج اذ اسلام ہیں۔ وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں۔ ہم الحسنات نہ بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور تمہاری طرح نہ انہیں ایسا بشر کہنے کے قائل جو مجرد نادانی میں دوسروں کے برابر ہو۔ ہمارے نزدیک دووں مردود جو ان کی بشریت کا منکر ہو وہ بھی اور جو انہیں اپنا جیسا کہتے وہ بھی۔ لیکن متعرض بہادر آپ نے دعویٰ پر بطور سند جو تشریح کیا ہے اس کے بارے میں صرف اتنا کہنا ہے کہ اگر یہ انکار بشریت ہے تو شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کہ تیری بشریت کا اصلا وجود نہ رہے بدرجہ اولیٰ انکار ہوگا۔ حالانکہ وہی گویند علماء و ملت دیوبندیہ۔ آگے پھر جواب نے ماہر القادری کے دو شعر نقل کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

محمد مصطفیٰ کی شان رفعت اور ہی کچھ ہے ۔ بظاہر تو بشر ہیں اور حقیقت اور ہی کچھ ہے
پیر مدہیم ہٹ گیا وصل حبیب ہو گیا ۔ نور سے نور جاملا صل علی محمد
پہلا شعر ہمارے نزدیک بالکل درست ہے اور اقوال علماء کا جو ابھی گزرے عین مفاد ہے۔ ہاں دوسرا شعر البتہ اسہام سے خالی نہیں مگر خلافت احتیاط ہے جس سے بچنا فروری واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ پھر لکھتے ہیں ”ان لوگوں نے ذاتی وعطائی کی منطق کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات خداوندی کے درجہ تک پہنچا دیا ہے“ الخ

متعرض بہادر شروع سے آخر تک یہی الزام طرح طرح سے دہرائے جا رہے ہیں کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے نزدیک خدا ہیں اور ہر مرتبہ ناکام ہوئے اور وہ الزام خود اپنوں کے سر لا دیتے ہیں۔ اب کہی صورت میں یہ الزام دیا ہے اور اس مرتبہ بھی عقل کو ماتحت سے دیا ہے۔ صاحب بہادر۔ اللہ کی کوئی صفت عطائی نہیں کہ کسی کی دین ہو اس کی ہر صفت ذاتی ہے تو عطائی تو بھی اللہ کی صفت کہنا یہ وہ شرک ہے جس سے تم اپنے زعم میں بھاگے تھے یہ دیکھو وہ تمہارے سر پر کہہ رہا ہے کہ جب اللہ کی صفت بھی عطائی ٹھہری اور عطائی غیر کی دین ہوتا ہے تو لازم ہوگا کہ اللہ سے اوپر بھی کوئی ہو جسے اسے صفات بخشنے والی عباد باللہ العلیٰ العظیم اور یہ عین شرک اور قاطع توحید ہے۔ اپنے ہی دام میں میاں داکیا و کلا حول و کلا قوۃ بالہ باللہ العلیٰ العظیم ذاتی اور عطائی کی تقسیم تو بے شک صحیح ہے اور اس کا اعتبار اجلہ علماء نے کیا ہے بلکہ خود متعرض صاحب بہادر سے ہم قبول اداں کے کہ یہ تقسیم صحیح ہے انشاء الکریم۔

ناظرین کرام انتظار کریں۔

اعطیناں الکوثر۔ بے شک اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں غیر کثیر عطا فرمایا۔ مدارج النبوۃ میں فرمایا۔ مراد بیان غیر کثیر است ورنہ یاد آخرت الخ۔ مراد اس سے زیادہ آخرت کی کثیر نعمتیں ہیں

یہی بات کہ امام احمد رضا اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ کہہ چکے ہیں تو بے شک صحیح ہے۔ یقیناً ہر اہل ایمان کے لئے بندہ مرکب مدینہ ہونا فرض ہے مگر اس سے یہ تخریک لانا کہ خود کو ان کا بندہ کہنا معاذ اللہ انہیں خدا کہنا ہے یہ متعرض اور اس کی جانتا کی عقل کے شایاں ہے قرآن میں ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا گیا۔ وانکھو الایامی امنکم والصلاحین من عبادکم واما عکم یعنی تم میں جو عورتیں بے زور ہیں ان کو یہاد دو اور تمہارے بندوں اور باندیوں میں جو لائق ہیں ان کا نکاح کر دو متعرض بہادر اب یہی الزام خدا کو دروالحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فی سہ صدقۃ مسلمان پر اس کے بندے اور اس کے گھوڑے پر زکوۃ نہیں یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ پر مقرر فرمایا ائت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت عبدہ و خادمہ۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمت گزار تھا۔ یہ حدیث واپس کے امام الطایفہ اسمعیل دہلوی کے دادا اور زعم فیقا میں پرورداد جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفایں بحوالہ المنیف و کتاب المریاض المفترکہ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی۔ مشہور شریف میں فقہ حنفی زیدی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کی شخص گفت ما دیندگان کوئے تو کہ دشمن آزادیم ہر دے تو اللہ عزوجل فرمائی ہے۔ قل یعبادی الدین اسر فوا علی انفسکم لا تقنطو من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ اِنَّہُ ہُوَ الْغَفُورُ الرَّحِیْمُ اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخشتے رہا ہے۔ بے شک وہی ہے بخشنے والا

مہربان۔ حضرت مولوی مخدوم قدس سرہ مشہور شریف میں فرماتے ہیں شیعہ بندہ خود خواند احمد درر شاد۔ جملہ عالم را بنحواں قتل لیعباد

طرفہ کہ واپس کے حکیم الامت اشرف ذلی تھا وہی حاشیہ شہنام امدادی میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہو نیکی تاکید کر کے کہ تمام جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ ہے متعرض بہادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق اعظم اور مولینار و ام علیہ الرحمۃ کو بھی کیا شرک کا الزام دینے کے نیز شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہیں گے۔ اور اپنے حکیم الامت تھا وہی صاحب کیلئے کیا کہیں گے۔ اور سنیں محمود حسن دیوبندی رشید احمد گنگوہی کیلئے

اخ کے ترجمہ پر اعتراض

اب معترض صاحب بہادر آیت کریمہ کذبت قوم فوح المسلمین (ذوال) لہم اُخوہم فوح الاثقون کا ترجمہ فرمادے ہوئے ہے (روح کی قوم نے پیغمبروں کو کھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم روح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں) لکھ کر یوں منہ کھولتے ہیں اُخ کا ترجمہ بھائی ہے جسے تمام ترجمہ کرنے والوں نے لکھا ہے، الخ اقول شاید معترض بیچارے کی نظر اردو کے ترجموں کی حد تک ہے جن میں اُخ کا ترجمہ بھائی کر دیا گیا ہے۔ انہیں کیا خبر کہ اُخ اور معانی کیلئے بھی آتا ہے۔ مثلاً صدیق دوست اور صاحب کے معنی میں بھی آتا ہے کافی القاموس والقولاح۔ عالم کو اُخوال العلم کہتے ہیں قال الشاعرو اُخوال العلمی خالد بعد موتہ۔ یعنی علم والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے اپنی موت کے بعد کیوں معترض صاحب اُخ کا ترجمہ بھائی ہے تو یہ ترجمہ تو آپ کے نزدیک صحیح ہوگا کہ علم کا بھائی کہا جائے۔ کبھی کسی شے پر اُخ یا اُخت کا اطلاق اس شے کے شے دیکر کیسا کھنسی امر میں مثلاً رکت کیو جسے بھی کرتے ہیں۔ علی کتابوں میں اس قسم کے اطلاقات بکثرت ہیں۔ کما لا یخفی۔ اور اسی قبیل سے عرب کا محاورہ ہے کہ وہ عربی کو اُخوال العرب کہتے ہیں جن کا محاورہ ترجمہ یوں کا ہم قوم ہی ہے یہاں لازم نہیں کہ اُخوال العرب تمام عرب کا بھائی ہو معلوم ہوگا کہ ہر جگہ اُخ کا ترجمہ بھائی نہیں ہو تا مگر بہادر پنداری کے پاس سوائے ہلدی کی ایک گمہ کے اور ہے ہی کیا۔ وہ ہلدی کی گمہ ہے کہ اُخ کا ترجمہ بھائی ہے الخ مگر انہیں کون سمجھے کہ اُخوہم یہاں بھائی کے معنی میں نہیں۔ اس لئے کہ یہ امر ہر شخص پر ظاہر ہے کہ حضرت روح اپنی قوم میں ہر شخص کے بھائی نہ تھے اور یہاں آیت کریمہ میں اُخوہم فرمایا گیا جو معنی بھائی تمام قوم کی نسبت صحیح نہیں تو لاجورہ اُخوہم اُخوال العرب کا اُخ اور اس کی نظیر ظہر اور اس لفظ سے الواحد منہم ان میں کا ایک مراد ہوگا۔ عام اذین کہ قوم میں وہ فرد کسی کا نسب بھائی ہو یا نہ ہو مگر معترض بہادر خجاء خواہ روح علیہ السلام کو سب کا بھائی بنانے پر تلے ہوئے۔ آفران کے امام الطایفہ کے دھرم پر پڑے بھائی جو پھٹے معترض صاحب میری نہ مائیں۔ اپنی مبلغ علم بیضاوی کی تو مائیں۔ اسی بیضاوی میں والی عا د اُخاھم ہودا کے تحت ہے۔ (ہودا) عطف بیان لاخاھم والموا د بہ الواحد منہم کقولہم یا اُخا العرب للواحد منہم الخ یعنی اُخاھم سے مراد ان میں کا ایک ہے جیسے عرب کہتے ہیں اے برا در عرب اپنے میں سے ایک کے لئے معترض بہادر نصیر کا اپنے حقیقی معنی پر چھوڑنا واجب ہے کما قد صرفتہ فتنہ محلۃ تاہم علامہ بیضاوی یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ مراد اس سے ان میں کا ایک ہے آخر یہ کہنے کی کیا ضرورت دیدیش ہوئی۔ یہی ناکہ یہاں اُخ بمعنی بھائی سب کی نسبت صحیح نہیں معترض بہادر اب اپنا اعتراض قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ پر بھی بڑھائے کہ اُخ کا معنی تو بھائی ہے آپ نے یہ کیا کہہ دیا کہ الموا د بہ الواحد منہم الخ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اب معترض صاحب آگے لکھتے ہیں مگر بیرونی کے مجدد پیغمبروں کو بھائی کہنا تو ہیں فرمادے چکے ہیں الخ یہ شک پیغمبروں کو بھائی کہنا

تو نہیں ہے۔ یہ بات ہر ذوق ایمانی والا جانتا سمجھتا ہے۔ امام احمد رضا کوئی بات اپنے دل سے گڑھ کر نہیں فرماتے۔ وہ جو کچھ فرمادے ہیں ان سے پہلے ان کے پیشرو علماء و دیوبند چکے ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی ان کے سلف موجود ہیں سنو یہ علامہ طاہر فتنی جمیع جلد الاوار میں فرمادے ہیں روح اعبد واللہ دیکھو واکرموا اُخاکم اذ انفسہم صلی اللہ علیہ وسلم ہضما لنفسہ اُی اکرموا میں ہُو بئس مثلاً کہ لا کرمہ اللہ تعالیٰ بالوحی یعنی اللہ کو پوجو اور اپنے بھائی کی تعظیم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو تواضع اور ادب یعنی اس کی تعظیم کو جو بشریت میں تم جیسے اس لئے اللہ نے اس کو وحی سے عظمت بخشی ہے۔ دیکھو کیسا صاف بیان ہے کہ حضور نے تواضع اور ادب کو خود فرمایا اور ایمان والا جانتا ہے کہ اُخا اپنے لئے جو چاہے تواضع کے بطور فرمائے۔ غلام کا مالک میں دخل کرنے کی کیا جال۔ لاجرم مدارج النبوة میں فرمایا ترجمہ یہاں ادب کا ایک اصول ہے جسے بعض اصفا و اہل تحقیق نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر جناب فرمودت سے نبی کی شان میں کوئی خطاب یا عتاب یا سطوت و سلطنت و استغناء و تعلی کا اظہار یا جانب نبوت سے عبودیت و انکسار و مسکین و افتقار کا مظاہرہ ہو تو نہیں نہ چاہئے کہ اس میں دخل کریں اور اشتراک ڈھونڈیں بلکہ حد ادب پر دم بخود ٹھہریں۔ آقا کو بوجہ تہا ہے کہ بندہ جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے اور استعلاء و استیلا فرمائے اور بندہ بھی آقا کے حضور فروتنی و بندگی کر تا ہے دوسرے کی کیا مجال کہ اس مقام میں دخل کرے اور حد ادب سے باہر جائے اور یہ مقام بہت سے ضعیف افغان اور جاہلوں کی لغزش اور ان کے ہر کا سبب ہے اور اللہ ہی سے حفاظت و اعانت ہے۔ معترض بہادر یہ عجیبے ہم نے علامہ طاہر فتنی کی جمیع بحار الاوارہ دکھا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو صحابہ کا بھائی کہنا تواضع اور مدارج النبوة سے ثابت کیا کہ انبیاء و جو کچھ تواضع فرمائیں ان میں ہیں دخل جائز نہیں۔ بحمدہ تعالیٰ حدیث سے آپ کے استدلال کی راہ مدد دے گا اب معترض صاحب بہادر کسی معتبر کتاب سے علامہ طاہر فتنی کی خلافات ایک عبارت لاکر دکھائیں اور اگر نہ لاسکیں تو اپنا معجز مان کر اس مسئلہ کا اجماعی ہونا تسلیم کر لیں اور یہ بتاتے چلیں کہ خارق اجماع کا حکم کیا ہے؟ اب سابقہ عبارت کے متصل لکھتے ہیں اس لئے قرآن مجید میں اُخ کا ترجمہ ہم قوم کیا ہے جو محض جاہلوں اور کلموں کو دینا ہے ورنہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ اگر پیغمبر کو بھائی کہنا تو ہیں ہم قوم یعنی اپنی قوم بتلانا بھی تو ہیں ہونا چاہئے الخ ہم نے ثابت کیا کہ نبی کو بھائی صرف امام احمد رضا ہی کے نزدیک نہیں بلکہ متقدمین کے نزدیک بھی تو ہیں ہے۔ قاضی بیضاوی پر جنہوں نے اُخوہم سے ہم قوم فرمادیا ہے اور ان علماء و پڑھوروں نے بیضاوی کے قول کو محقر کیا یہی اعتراض جرطے اور انہیں بھی دھوکہ بازی دیکھئے۔ نہیں بلکہ خدا سے بھی کہنے کہ اسے نبی کا کاروں کا ہم قوم بن کر نبی کی کیوں کی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ معترض بہادر کو ابھی

ہیں کہ مضاف مخدوف ہے اور کچھ نے کہا کہ مراد اس سے آدم علیہ السلام کی سابعہ لغزش
اور آپ کی اُمت کے گناہ ہیں اس بنیاد پر کہ اضافت ادنیٰ مناسبت کو جس سے یہی دلائل
مسنی لاجلہ ہے (یعنی تمہارے سبب) (۱) اس قول کی حکایت فقہ امام ابو الیث
سمرقندی جو اکابر حنفیہ میں سے ہیں اور امام عبدالرحمن سلمیٰ صوفی صاحب طبقات الصوفیہ اور
تصوف میں تفسیر کے مؤلف نے ابن عطاء سے کہ امام علی نے فرمایا کہ یہاں جو خطاب ہی علیہ السلام
سے ہے وہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ہے اضافت میں ادنیٰ مناسبت کی
علامہ جہ سے یا مضاف کے مخدوف ہونے کی وجہ سے مترفع صاحب بہادریہ دیکھئے علامہ قاضی
عیاض رحمہ اللہ علیہ سمرقندی سلمیٰ ابن عطاء اور علی سے کیا نقل فرماتے ہیں اور یہ علماء
مذکورین کیس طرح اسے وجہ قرآن میں سے ایک وجہ بنا رہے ہیں۔ اور علامہ قاضی عیاض
اور علی قادی دیگر وجوہ کی طرح کیوں کر اس وجہ کو بھی مقرر کر رہے ہیں۔ اور اپنے اس ضمیمہ
جملہ سے بنا رہے ہیں قرآن اپنی جیسے وجوہ پر تحت ہے۔ کافی التفسیر الکبیر والذرائع
علیٰ المواہب وغیرہما۔ مترفع صاحب بہادریہ اب تو کھل گیا کہ آپ نے یہ کہہ کر
رد کر دیا تھا کہ الفاظ کا ترجمہ بھی نہیں ہو سکتا وہ وجہ قرآن میں سے ایک وجہ ہے جسے
ایسے حلیل القدر علماء نے انادہ فرمایا ہے۔ مترفع صاحب بہادریہ اب کہیے یہ اعتراض تو
امام احمد رضا پر نہیں علماء پر نہیں بلکہ خود قرآن پر ہو گیا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم اور آپ کی قرآن فہمی اور پیروی سلف کا بھرم کھل گیا۔ مگر یہ کہ ع بدنام اگر
ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا۔ اب مترفع صاحب بہادریہ اپنے دعوے کی مذکورہ دلیل دے رہے ہیں
کیوں کہ جب سب اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف ہی ہو گئے تو سب جنتی ہو گئے کسی کی
تخصیص بھی مترجم نے نہیں کی ہے۔ پھر جنتی کوئی نہ ہو گا۔ اس لئے صحیح ترجمہ مفہوم دی ہے
جو دوسرے مترجمین و مفسرین نے اختیار کیا ہے "اھ اقول بحمدہ تعالیٰ ہم نے دکھا
دی کہ قول مفسرین کرام کی ایک جماعت کا ہے سے امام علام ابو القاسم حبیب اللہ بن سلامۃ
اور امام قاضی عیاض اور علامہ علی قادی نے منقول دیگر اقوال کے مقرر کیا۔ مترفع صاحب بہادریہ ان پر
بھی اعتراض جڑو اور انھیں بھی پڑھاؤ کہ صحیح مفہوم دی ہے جو دوسرے مفسرین نے اختیار
کیا ہے۔ مترفع صاحب بہادریہ آپ سے یہ کہہ کر کیا کہ یہ حکم سب اگلوں اور پچھلوں کے لئے ہے
خواہ مومن و کافر ہوں یا کافر و ملحد ہوں۔ اچھی یہ حکم انہیں کے لئے ہے جو کفر و شرک سے
دور ہوں بیشک ان کا مال کا مغفرت ہے جیسا کہ تمام علماء اہل سنت نے اس کی تصریح فرمائی ہے
اور وہ مغفرت سرکار کے طفیل میں ہے آگے مترفع صاحب بہادریہ اپنی پرانی عادت کی مطابق شاہ
رفیع الدین علیہ الرحمۃ کا ترجمہ لکھ کر کہتے ہیں "دیکھئے شاہ صاحب نزولام کو سببہ مان
رہے ہیں اور ان اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لے رہے ہیں جی ہاں ابن عطاء سمرقندی
سلمیٰ علی ابن سلامۃ قاضی عیاض ملا علی قادی ایک ایک کو شاہ صاحب کا ترجمہ دکھائے
اور کہئے۔ دیکھئے شاہ صاحب نزولام کو سببہ مان رہے ہیں اور انہی پھر شاہ
عبد القادر علیہ الرحمۃ کا ترجمہ لکھ کر کہتے ہیں کہ "اس جیسا ترجمہ اور دوسرے حضرات نے بھی کیا
ہے" ہاں ان سب علماء کو ان حضرات کے ترجمے دیکھائیے اور ان سے کہئے کہ آپ سب

ہیں کہ بعض بات خود تو میں ہوتی ہے اور اس کا اطلاق جائز نہیں ہوتا اور بغیر کو کھائی
کہنا ایسا ہے کہ اس کا اطلاق ہی کیا جائز نہیں جیسا کہ مجمع بحوالہ اذکار سے
مستفاد ہوا اور بعض بات خود تو میں نہیں ہوتی بلکہ اگر معرض تو میں میں کہی جائے تو
تو میں ہوتی ہے اور یہاں انھوں میں جس سے قطعاً ہم مراد ہے جیسا کہ ہم نے ثابت
کیا اور قاضی میضادی کی شہادت اس پر ہی معرض تو میں میں نہیں کہا گیا بلکہ اس سے
کافروں پر ہی طعن مقصود کہ انہوں نے اپنے ہی قوم کے ایک جلتے پہچانے ہوئے کی جسے
اللہ نے رسول بنا کر بھیجا مگر سب کی معرض بہادری یہ البغیر ہی دینی ہے کہ انہوں نے
ایسی بات کو جو تو میں نہیں ہے اپنی بات بنانے کے لئے اسے بھی تو میں بنالیا

ذنب کے ترجمہ پر اعتراض

مترفع صاحب اب سورۃ فتح کی آیت کریمہ **إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيُغْفِرَ**
لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وستم نعت علیہ السلام کا ترجمہ
مترفع جو ہے (بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرادی تاکہ اللہ تمہارے سبب
سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے)
إِنَّمَا مُخَصَّصًا بَعْدَ الْحَاجَةِ لَكُمُورُونَ مَرَكُوهُونَ ہین اس ترجمہ میں کلام کو سببہ مان کر تمہارے
سبب سے کہنا درست ہو سکتا ہے مگر ما تقدم من ذنبك وما تاخر من ذنبك
تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے اور مفہوم بھی نہیں ہو سکتا
جی ہاں الفاظ انہی ہی ہیں جتنے آپ کو جو ہیں اور مفہوم دی ہے جو آپ کی سمجھ دانی میں سما جائے
اور اس میں نہ آئے نہ مفہوم ہو ہی نہیں سکتا۔ مترفع صاحب بہادریہ امام احمد رضا کی دشمنی سلف کی
دشمنی ہے۔ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سلف کا ارشاد ہو سکتا ہے علامہ بہار ابن سلامۃ النافع
والمستوفی میں فرماتے ہیں۔ وقد اختلف المفسرون فی قول تعالیٰ **لِيُغْفِرَ**
لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قال جماعت ما تقدم من ذنبك قبل الوصال
وما تاخر بعدھا وقال الآخرون ما تقدم من ذنبك وما تاخر من
ذنبك امتك لانه یتب به علی آدم وهو الشافع لامته فیمتن بذلك
علیہ وقال آخرون ما تقدم من ذنبك ابیک ابراہیم وما تاخر
من ذنبك البنین فیہ یتب (ایضاً علیہم) الخ یعنی مفسرین کرام کا آئینہ کریم
لیغفر اللہ الخ کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ رسالت سے پہلے اور اس
کے بعد کے خلاف ادنیٰ امور مراد ہیں۔ اور دوسروں نے کہا کہ خدا آپ کے اگلوں اور آپ کے
پچھلوں کے گناہ بخشے۔ اس لئے کہ آپ کے سبب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
اور آپ اپنی امت کے شیعی ہیں تو اللہ اس فضیلت سے آپ پر احسان فرما رہا ہے اور دوسروں
نے کہا کہ آپ کے باپ ابراہیم اور ان کے بعد کے نبیوں کے خلاف ادنیٰ امور بخشے۔
اس لئے کہ حضور کے طفیل ان کی توبہ قبول ہوئی۔ شفاء و شفاء ملا علی قادی میں ہے
ترجمہ یعنی کہا گیا کہ مراد اس سے خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو ہے اس بنیاد

ہم ہمارے حضرات کی پیروی لازم ہے، یہ منہ اور پیروی سلف کا دعویٰ ع شہم کم کو
مگر نہیں آتی۔ آگے کہتے ہیں "اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے پیغمبر گناہوں سے پاک اور
معصوم ہوتے ہیں پھر تمام پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ فرمایا کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخشدیے گئے کہ اس نے اس کا جواب دینے کے لئے
وہ طریقہ غلط ہے جو طریقہ امام احمد رضا نے اختیار کیا ہے، ترجمہ میں تبدیلی کر دی الخ ملحقاً
ان مفسرین کو ام سے بھی فرمائیے کہ اس اعتراض کا جواب دینے کیلئے وہ طریقہ غلط ہے جو تم
نے اختیار کیا۔ قرآن میں حذف مضاف مان کر الفاظ بڑھائے اور تحریف کا الزام انھیں
بھی دیکھے جو امام احمد رضا کو دے چکے آگے متعرض بہادر نے تفسیر بیضاوی سے
آیت کریمہ کی دوسری توجیہ نقل کی ہے جو ہمارے مذکورہ توجیہ کے منافی نہیں ہے۔

نبی کے ترجمہ پر اعتراض!

اب بابتہ تعالیٰ متعرض بہادر کے دوسرے اعتراض کی تحریریں جو انھوں نے لفظ
نبی کے ترجمہ رضویہ پر کیا ہے۔ علم غیب کی بحث چھیڑی ہے۔ کہتے ہیں نبی کا ترجمہ جاننا صحاب
نے ہر جگہ غیب کی خبر دینے والے ہی کیا ہے ہو سکتا ہے کہ کسی لغت میں نبی کے معنی غیب
کی خبر دینے والا لکھے ہوں۔ "متعرض بہادر کسی لغت میں لکھا ہو کیا مطلب لغت کی کتابوں
میں ہی لکھا ہے مگر آپ کو لغات دیکھنے کی فرصت کہاں ہے۔ ہم سے سینے۔ قاموس
میں ہے النبیؐ والمخبرون اللہ تعالیٰ و ترکہ الھمن المتخاد صراح میں ہے
نبیؐ یخفا مبر الخ قاموس اور صراح کی مبارکوں کا حاصل یہ ہے کہ نبی اللہ کی طرف
سے خبر دینے والے اسکے پیغام کو کہتے ہیں نیز المعجم الوسیط میں ہے النبیؐ المخبرون
عن اللہ عزوجل مدی یہ بات کہ نبی اللہ کی طرف سے کسی خبر دیتا ہے۔ متعرض بہادر
سوچو تو نبی جو کچھ فرماتا ہے وہ شرک ہو تو نبی کے آنے اور اس کے بتانے کی حاجت ہے۔
بھلا بتاؤ و صحیح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ۔ جنت و دوزخ تمام امور دین اگر غیب نہیں ہو سکتے
پھر کس چیز کا نام ہے۔ بے شک یہ غیب ہے اور بے شک نبی اللہ کی طرف سے غیب ہی
لا تا ہے۔ لاجرم المجدد میں اسی لئے کہا (النبوۃ والنبوۃ) الاخبار عن
الغیب او المستقبل بالھام من اللہ۔ الاخبار عن اللہ وما یتعلق بہ تعالیٰ
(النبیؐ والنبیؐ) المخبرون عن الغیب او المستقبل بالھام من اللہ۔ المخبرون
عن اللہ وما یتعلق عن اللہ تعالیٰ اس کا ترجمہ اپنے ہی مستند عبد الحفیظ بلیادی
سے سینے وہ مصباح اللغات میں رقم طراز ہیں۔ (النبوۃ والنبوۃ) اللہ تعالیٰ کے الھام
سے غیب کی باتیں بتانا۔ پیشین گوئی کرنا خدا کی طرف سے پیغام کو کہ متعرض بہادر کا ش اپنے
بلیادی صاحب کی مصباح اللغات ہی دیکھ لیتے متعرض صاحب اب اس کا ثبوت لئے چلے کہ
وہ معنی جو لغت میں بیان ہوئے شرعاً بھی معتبر ہیں۔ سنے علامہ طبر قنی مجمع بحال الاوار
میں فرماتے ہیں وہ بمعنی فاعل من النبیؐ الخ لہ لانہ انباء عن اللہ یعنی بمعنی فاعل
کے بنا و بمعنی خبر ہے۔ اس لئے نبی اللہ سے غیب کی خبر دیتا ہے۔ اور سنے علامہ

ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں والنبیؐ بالھمزۃ المغرب عن اللہ
یعنی معقول ای اخبرہ اللہ تعالیٰ بامرہ وقیل اشتق من النبیؐ لورفعۃ منازلہ
وقیل النبیؐ طریق شتی بذلک لانہ المطریق الخی اللہ تعالیٰ الخ ملحقاً
بالھمزۃ اللہ سے خبر دینے والا اور کہا گیا کہ معقول کے معنی ہیں ہو یعنی اللہ نے اسے
ماذکی خبر دی اور کہا گیا کہ نبی یعنی نبی سے مشتق ہے انبیاء کے بلند منازل و مراتب
و جسے اور کہا گیا کہ نبی داسرہ ہے نبی کا نبی نام اس لئے لکھا گیا کہ وہ اللہ کا راستہ
ہے۔ کیوں متعرض بہادر تمہارے نزدیک تو نبی موٹی موٹی باتیں بتانا ہو گا جو سب کو معلوم ہوں
اللہ نے اسے ایسی ہی باتیں بتائی ہوں گی کبھی تو وہ اور سب عجز و نادانی میں شریک ہو گئے
اور انھیں محمول باتوں کی بنا پر اللہ کے یہاں نبی کی منزل بلند ہو گئی اور عاذا اللہ وہ
بایں نادانی اللہ کا راستہ ہو گیا۔ ماقد روا اللہ حق قدرہ۔ اور سنے شفاء
تھا و میں ہے۔ فالنبوۃ فی لغة من ہزمأخوۃ من النبا و هو الخبر وقد
لا تھجن علی هذا التأویل والمعنی ان اللہ اطلعہ علی غیبہ الخ
مغبیاتہ وغیبہ المقتضی بہ من عند ربہ الخ ملحقاً یعنی نبوۃ یا
یعنی خبر سے اس کی لغت میں جو اسے مہموز پڑے۔ اور کبھی ہمزہ کے ساتھ نہیں پڑے
جاتی اسی معنی میں اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو غیب پر مطلع فرمایا بعض غیب پر
مطلع فرمایا ان غیوب پر مطلع فرمایا جو نبی کا اسکے لب کی طرف سے خاصہ ہے اور
میں ہے۔ النبوة ہی الاطلاع علی الغیب نبوت غیب پر اطلاع ہے۔ آگے لکھے
ہیں "مگر شریعت کی اصطلاح میں نبی اللہ کے ایسے بندے کو کہتے ہیں جس پر وحی آتی
ہو" الخ اس کا جواب اب لئے چلے کہ نبی بمعنی غیب کی خبر دینے والا غیب جاننے والا
یہ معنی بھی شرعی ہے جیسا کہ عبارت علماء و بلکہ خود قرآن سے روشن ہوا، ثانیاً آپ
کلام سے صاف ظاہر ہو کہ آپ معنی مذکور کے شرعی ہونے کے منکر ہیں حالانکہ علامہ
فرما رہے ہیں بلکہ خود قرآن اس میں کافی اثبات فرما رہا ہے۔ متعرض بہادر اپنے
پر دم کھینچے۔ لا لعنة اللہ علی الکاذبین۔ ثالثاً۔ ذالک من انباء اللہ
توحیدہ الیک الایۃ سے روشن ہے کہ وحی غیب کی ہوئی اور وحی خود غیب سے
جسے حاضر ان بالا کا ہر رسالت نے بھی اتنے نہ دیکھا۔ تو وہ تحریف جو نبی کی کتاب
بلے سوچے مجھے کھ دے ہے۔ وہ نبی کے معنی مذکور کے کیا مانتی ہوئی بلکہ نبی اللہ
کی دونوں تعریفوں سے صاف ظاہر کہ غیب جاننا دونوں کا مفہوم دما ہوتا ہے
کہ نبی اور رسول وہ ہوتے نہیں سکتا جو غیب نہ جانے میں خود ظاہر ہے مگر آپ
مجھ کہاں (شجر) ویسی یصم فی الاعیان شیء اذا احتاج الھدای
دلیل۔ آگے لکھتے ہیں "اب خاصاً صاحب کو شرعی اصطلاح سے مدد تھی
ترجمہ نبی ہی کر دیتے" الخ۔ مذکورہ بالا بیان سے خوب روشن ہو گیا کہ شرعی
مذکور کہ ہے۔ اپنا الزام دوسرے کے سر دھرتے ہوئے ذرا بھی تو فرمائیے
یوں کہنے کہ امام احمد رضا کو آپ کی گڑھی ہوئی شرعی اصطلاح جس سے نبی کی

ہی نہیں رہتی۔ ایسی اصطلاح سے مراد ضد ہے، پھر لکھتے ہیں ”جب نبی کا ترجمہ غیب کی خبر دینے والا ہے پھر اصل لفظ کی کیا ضرورت باقی رہی“ (قول۔ نبی کے مقدمہ فیج الباری میں یہ معنی بیان ہوئے۔ اللہ کی طرف سے غیب کی خبر دینے والا اللہ ہے اپنے ذاتی خبری بلند رہے والا۔ اللہ کا راستہ اور ان معانی میں باہم منافات نہیں تو یہ سب نبی سے مراد ہو سکتے ہیں۔ لہذا امام احمد رضا نے آپ کے بقول آپ کی شرعی اصطلاح سے مذکور بناء پر ایک معنی کی تصریح فرمادی اور باقی معانی مداخلے امام احمد رضا کے کلام کو سمجھنے کی قابلیت بھی نہیں اور چلتے ہیں اعتراض کرنے والا حول ولا لاقۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ آگے لکھا مگر یہاں بھی اپنا مضمون عقیقہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر ذرہ ہر ایک کے پیش نظر متساوی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم ماکان و مایکون ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہر نبی کو علم ماکان و مایکون عطا ہوا اور محمد اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے وہی قرآن و حدیث کا ارشاد ہے۔ وہی اسے اعلام فرمان واجب الانقیاء ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ونزلنا علیہ الکتاب بتیانا لکن شیئاً وھدی ورحمۃ وبشری للمؤمنین۔ ترجمہ۔ امانی ہم نے تم کو کتاب جو چیز کا روشنی بیان ہے یہاں اور مسطور کیلئے ہدایت و رحمت و بشارت وقال اللہ تعالیٰ ماکان حدیثاً یفتویٰ و لکن تصدیق الذی ینبئ یدیدہ و تفصیل لکل شیئ۔ قرآن وہ بات نہیں جو بتائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شی کا صاف صاف جدا جدا بیان وقال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ اقول وباللہ التوفیق۔ جب قرآن مجید ہر شی کا بیان ہے اور میان بھی کیسا روشن ہے بھی کس درجہ کا مفصل اور الحسن کے مذہب میں شیئی ہر موجود کو کہتے ہیں۔ اور ش کا فرض تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطہ میں داخل ہوئے اور مجملہ موجودات کتاب لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورة یہ بیانات محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتحقیق شامل ہوئے اب یہ بھی قرآن عظیم ہی ہے پوچھتے دیکھتے کہ لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وکل صغیر وکبیر مستطیر۔ چھٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔ وقال اللہ تعالیٰ احصیتا فی امام مبیین۔ ہر شی ہم نے ایک روشنی بنا دی میں جمع فرمادی وقال اللہ تعالیٰ ولا حبیۃ فی ظلمات الا ضیاء ولا طب و لا یاس الا فی کتاب مبیین۔ کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیروں میں اور نہ کوئی تر نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشنی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اور اصول میں ہر شی جو حکما کہ کفرہ غیر فی نفس مفید عموم ہے اور لفظ کو تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے۔ اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے۔ تو محمد اللہ تعالیٰ کیسے نفس قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور و صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم الرواۃ اصحابہ و بارک وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان و مایکون اور جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق و غرب و سما و ارض

اور عرض و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ واللہ اعلم بحجۃ السامیۃ اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے تبتاً نا لکل شیئی ہونے نے دیا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام قرآن مجید کا ہے نہ ہر آیت نہ ہر سورہ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو کہ نقص علیہم یا منافقین کے بارے میں فرمایا جائے گا تو انہم ہر گز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفیٰ کا کافی نہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما صحیح و سنن و مسانید و معانی کی احادیث صحیحہ کثیرہ شہیرہ اس عموم و اطلاق کی اور تاکید و تائید فرما رہے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قام فینار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً لیکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعت الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیۃ من نسیۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی یاد رہا جسے یاد رہا بھول گیا جو بھول گیا۔ صحیح بخاری و شریف میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما خیر ناعن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة من اذلہم و اهل النار من اذلہم حفظ ذلک من حفظہ ونسیۃ من نسیۃ۔ ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ابتداء آفرینش سے لے کر جنتوں کے جنت میں اور روزخون کے روزخون میں جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا۔ بھول گیا جو بھول گیا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا۔ بیچ میں ظہر و عصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا۔ ناخبر ہونا ہمارا کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا حفظنا۔ اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا۔ ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ ائمہ حدیث میں باسانید عیدۃ و طرق متنوعہ اس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ہے۔ اور حدیث ترمذی معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرأی نسیۃ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت جوداً ناملاً یعنی ثدی فنجلی فی کئی شیء و عرفت۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اس وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن صحیح سأل محمد بن اسمعیل عن هذا الحديث فقال صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔ اسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسی معراج منامی کے

بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعلمت مافی السموات والأرض۔ جو کچھ آسمان زمین میں ہے سب کچھ میرے علم میں آگیا۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔ "پس والدہم ہر جہ در آسمان ہا ہر جہ در زمین ہا بود عبادت است از حصول عامہ علم جزوی و کلی و احاطہ آن" امام احمد مستدر اور ابن سعد طبعات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو یعلیٰ و ابن مثنیٰ و طبرانی ابوذر را و رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی لفظ تو کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما یحکم کث طائر و جناحہ فی السماء الخ لا کسر لنا منہ علماء۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال پر بچھڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پرمانے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان الله قد رفع لی الشک فیما فانا انظر الیہا والی ما هو کائن فیہا الی القیامۃ کافی انظر الی کفی ہذہ حلیانا من الله جلّہ وعلّہ لنبیہ کما جلّہ للنبیین من قبلہ۔ بے شک اللہ عزوجل نے مجھے سامنے دنیا اٹھائی تو میں اسے اور جو کچھ اُن میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کے ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنے اس ہتھیل کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسے مجھے پہلے انبیاء کیلئے روشن کی تھی اس حدیث سے روشن کہ جو کچھ زمین میں اور سموات وارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا ان سب کا علم الیکہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی عطا کیا گیا۔ اور حضرت عزوجل نے اس عالم کا ان و مایکون کو اپنے عبودیت کے پیش نظر فرمادیا مثلاً مشرق سے غروب تک، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہر ادا میں پہلے ان سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں یہ قدرت الہی کے اوپر ڈنکار نہ عزت و جاہلیت انبیاء کے مقابل بسیار مگر وہابی پیارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ وہ الکی بیڑے کپتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور علماء و اعلام اور ائمہ کرام ان سے سندیں لائیں انھیں مقبول و مسلم کہتے آئیں جیسے امام خاتم الحقاظ جلالات الملوۃ والدين علامہ سیوطی مصنف خصائص کبری و امام شہاب الدین محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ و امام ابو الفضل شہاب الدین بن حجر مشیخی کی شارح و علامہ شہاب احمد محمد عمری خفاجی صاحب نسیم الریاض، شرح شفاء قاضی عیاض و علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی صاحب شرح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ انھیں مشرک نہ کہیں تو اپنی ہر توحید کیونکر تباہیں الخ میں یہ کلام امام احمد رضا کی کتاب کامل النصاب ابناء المصطفیٰ بحال ستر و اشقی سے اقتباس کر لایا کہ امام احمد رضا اعتراف معترف کا خود جواب دیں اور سنیوں کا منہ آجلا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو معترف صاحب بہادر تباہیں لکھیں کہ

کا عقیدہ مضبوطی تباہیں گے۔ ذرا قرآن و حدیث کے ارشادات آنکھوں کے لئے رکھ کر کہتے خدا و رسول کو کیا کیا نہ سنا میں گے۔ اور سنتے چلیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیض الحرمین میں لکھتے ہیں۔ فاضل علی میں جنابہ المقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیفیت ترقی الجسد من حیثۃ الی حیثۃ القدس من یجئ لہ کمال کما أخبر عن ہذا البشہد فی قصۃ المعراج المناخی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے اوپر اس حالت کا علم فائز ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام تک کیوں کر ترقی کرے کہ اس کیلئے ہر شئی روشن ہو جاتی جیسا کہ حضور نے اس مقام معراج خواب کے قصہ میں خبر دی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ارشاد اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت سے ہر دیندار کے درجہ پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور وہ حجاب کیا ہے جس سے وہ ترقی سے محجوب رہا۔ معترف بہادر ان بندہ لوگوں کے لئے کیا فتویٰ ہے۔ اور سنیہ امام الطائفہ قزلباشہ کی خبریں۔ وہ امام سنیہ میں اپنے پیر کے لئے رقم طراز ہے۔ پارہ از مضامین ہدایت الکلین از زبان غیب ترخان حضرت ایثار شہیدہ الخ ملقطاً۔ للدر انصاف ایبر کی زبان تو زبان غیب ترخان پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبر دینے والا کہہ دیا جائے تو شرک ترک کیا۔ نیز اسی نام بہادر اطمینان میں اپنے پیر کی نسبت لکھا۔ "تا انکہ روزے حضرت جل و علا دست راست ایثار را بدست قدرت خاص خود گرفتہ چیز ہر ادا امور قدسیہ کہ سر رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایثار کردہ فرمود کہ ترا میں چنین دادہ ام جیسے ہر خواہم داد" یعنی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس تحلیل کے پر کا دینہ ہاتھ اپنی دست قدرت میں لیا اور امور قدسیہ کی کوئی مشنی جو نہایت رفیع و بدیع تھی انکے روبرو کی اور فرمایا کہ میں تمہیں (تاریخ) دیا اور بھی کچھ دوں گا۔ معاذ اللہ رب العالمین! کیوں معترف بہادر امام اپنے پیر کیلئے اللہ سے حقیقی مکالمہ ثابت کرنا تو عین ایمان ہے۔ پیر کا عالم قدس کی ایثار غیبہ کا اپنی آنکھوں سے دیکھنا یہ تو تمہارے امام کے نزدیک شرک نہیں ہاں مگر وہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر جانا بھی شرک ہے۔ عہ اللہ سے خواستہ خالقہ کا نیرنگ۔ جو بات کہیں فرمادی بات کہیں ننگ۔

پیر کا یہ مرتبہ کیوں نہ تباہیں کہ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے مکر کے اوپر انھیں ذرہ ناچڑے بھی کتر گردان کے انکی نبوت سے منکر ہو چکے ہیں۔ اور امام بہادر اطمینان میں پیر کی نبوت کی تہمید چاچکے اور اسیر ایمان لاچکے لکھتے ہیں۔ اللہ افضل آن معاملات اینست کہ حضرت ایثار جناب رسالت مآب صلوات اللہ علیہ وعلیہ وسلم در مقام دیدنہ و آنجناب سرخرم بدست مبارک خود حضرت ایثار را خود انید بوضیہ یک کمر خرم بدست مبارک خود گرفتہ در دہن حضرت ایثار ہی ہما دند و بعد از ان کہ میدارند در نفس خود اثری از ان رویائے حقہ ظاہر و باہر یا فتنہ و ہمیں واقعہ ابتدا و سلوک طریق نبوت حاصل شد بعد از ان روزی جناب ولایت مآب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا را آنجناب دیدند پس جناب علی

حضرت ایشا زہرا بدست مبارک خود غسل دادند و خوب شست و شو کر دینے میں مشغول ہو گئے۔
 آباد اطفال خود را جناب حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام سے بیس فاخرہ بدست مبارک خود
 ایشا زہرا و شامہ ندین پس بسبب ہمیں واقعہ کمالات طریق نبوت نہایت جلوہ گر و دیدنی
 و زور و عنایت و رحمت و تربیت یزدانی بلا واسطہ احدی متکفل حال ایشا شد۔
 تاخرین کرام و دیکھیں یہ وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہی علی رضی
 عنہ ہیں۔ تو یہ تو ایمان میں کہا تھا۔ جس کا نام محمدی علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و
 خزانہ نہیں لیکن جب اپنے پیر کی بات آتی تو وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ایسے تعجب دالے ہو گئے کہ خواب میں تشریف لاکر لکھو یہ بھی کھلائیں اور انجیل
 کے پیر کو راہ نبوت کا سالک بھی بنائیں اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ الزہراء ایسی محتاج و
 کمبریج نہ کہنے لگے اور بلکہ اس فاخرہ پہنائے گئے تو ان کے اوپر طریق نبوت کے کمالات
 نہایت جلوہ گر ہو گئے۔ اور براہ راست عنایت رحمانی ان کی کفیل حال ہو گئی۔
 اور نبوت کس چیز کا نام ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ مترعن بہادر
 ایسے امام کرام بھر و اور پھر دوسروں کا عقیدہ معنوی متاثر و شرم تو کر گئے ہیں۔ آتی۔
 رہا آپ کا مجاہدی نسبت یہ کہنا کہ حضور عالم الغیب میں بالکل اقرا ہے۔ عالم غیب
 مثل رحمن قدیم و قدوس وغیرہ اسماء و صفات باری میں سے ہے اس کا اطلاق
 غیر خدا کے لئے ہم اہلسنت کے نزدیک حرام و ناجائز ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں
 کہ انبیاء و اولیاء کے لئے علم غیب کا حکم ہی ثابت نہ ہو، بیشک وہ بے طوائف و انبیاء
 کرام کے لئے اور ان کے فیض متابعت سے اولیاء کرام کے لئے ثابت ہے۔ بحمد
 ہم نے اس کا ثبوت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی
 کے کلمات سے دیکھا کہ خود امام الطائفتہ کے اپنے پیر کے حق اس قول بذرا دل سے
 بھی دیا۔ مترعن بہادر ابھی اگر کچھ چاہتے ہیں تو پھر میں مترعن مجاہد کہنا کہ "بہ فرق
 ہے کہ اس کا علم غیب ذاتی ہے اور حضور کا علم غیب عطائی ہے"۔ اقول و بحول
 اللہ احوال۔ بس یہی فرق ہرگز نہیں بلکہ بہت سارے فرق ہیں میں باذن اللہ
 امام احمد رضا کی کتاب مستطاب ابتداء المصطفیٰ سے نقل کروں۔ فرماتے ہیں
 افسوس ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سمجھتا کہ علم الہی ذاتی ہے اور علم خلق
 عطائی وہ واجب ہے ممکن وہ قدیم ہے حادث وہ ناممکن و نامعلوم وہ نامقدور
 یہ مقدور وہ مزبور البتہ یہ جائز و اقنا وہ متنع التبع یہ ممکن التبدل ان عظیم
 نفروں کے باوجود امکان شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو اھ مترعن صاحب بہادر یہ پورے
 جودہ فرق ہوئے مجملہ ان کے ایک فرق یہ بھی ہے مگر آپ بھی گاہے ہیں کہ میں یہی
 فرق ہے کہ اس کا علم ذاتی ہے اور حضور کا علم غیب عطائی ہے اور وہ خود پھر کے
 مجبوت ہوتے شرم نہیں آتی۔ ثانیاً یہی فرق قاطع شرک ہے اور ساری مذکورہ تفویض
 کا جامع ہے اس لئے علم الہی عطائے غیر سے نہیں اور غیر کا علم اس کی عطائے جواکف
 ہے تو علم الہی نہ ہوگا کہ ذاتی اور ذاتی نہ ہوگا کہ لا یخلف الخ اور غیر کا علم نہ ہوگا مگر عطائی اور عطائی

نہ ہوگا کہ حادث تو اس تصرف کو جناب نہ مانا اور اس کے متعلق یہ کہنا کہ "اس سے شرک ہے
 دروازے کھلتے ہیں" اس کے متعلق سوا اس کے کیا کہوں کہ اس تقسیم نے تو شرک کے دروازے
 نہیں کھولے بلکہ توڑ دیئے۔ ہاں مترعن بہادر آپ حضرات کے علم عطائی ماننے پر انکھیں
 میچ کر شرک کا ستارہ گیت گا کر کفر و ضلالت کے لئے سب رستے کھول دیئے۔ والعیاذ
 باللہ العلی العظیم۔ مترعن صاحب بہادر ذرا قرآن تو اٹھا کر دیکھئے اللہ عزوجل کا
 عطا کے جلوے نظر آئیں گے۔ وقال تعالیٰ و ملک ما مکن تکملہ نہیں وہ سب کھلا
 جہنم نہ جانتے تھے۔ وقال عزوجل الرحمن علما القرآن خلق الانسان علمہ
 البیان الرحمن نے قرآن سکھایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا انہیں گزشتہ
 و آئندہ کا بیان بتایا۔ و علما آدم الاسماء کلہا۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام مخلوق
 کے نام سکھا دیئے۔ نیز فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احد الا من
 ارقتی من الرسول۔ غیب جاننے والا تو اپنے غیب پر سوا اپنے پسندیدہ رسول کے
 کسی کو قابو نہیں دیتا۔ ان آیاتوں سے اللہ کے بندوں کے لئے علم عطائی ثابت اور علم الہی کا
 کسی کی عطا سے نہ ہونا نفس قطعی دلیل عقلی سے ظاہر۔ تو بھرا اللہ عطائی و ذاتی کی تقسیم خود
 قرآن پاک سے مستفاد ہوئی۔ مترعن صاحب آپ کے شرک کی بعضیں کو دھڑکے ہیں۔
 لاجرم اسی لئے علامہ نووی و ابن حجر ریشی مکی نے فرمایا واللہ لا ینفعنا العلم
 ذلک استقلالاً و علم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ اما المعجزات
 والکرامات فبا علم اللہ لھم علمت و کذلک ما علم باجراء العادة۔
 یعنی آیت سے غیر خدا کے نفی علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے
 جاتا اور ایسا علم کے جسے معلومات الہیہ کو محیط ہو جائے یہ اللہ کے سوا کسی کو نہیں رہتے
 انبیاء کے معجزات و اولیاء کے کرامات یہاں تو اللہ کے بتائے سے علم ہوا ہے یہی وہ
 باتیں کے عادات کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔ مترعن صاحب اب اپنے شرک کا
 الزام ان جلیل القدر علماء کو بھی دے دیکھئے۔ آگے لکھتے ہیں۔ کوئی ان سر بھر دلسے
 پوچھے کہ ذاتی علم غیب تو غیر خدا کو ہو ہی نہیں سکتا پھر قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ مضمون
 کیوں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں رکھتا۔ جی ہاں مذکور الصدر
 علماء کرام کو بھی سر بھر اکیٹے اور ان سے بھی پوچھئے کہ ذاتی علم غیب تو غیر خدا کو ہو ہی نہیں سکتا
 الخ اور ذرا آپ عقلمند اپنی قرآن فہمی کا پھر رکھتے ہوئے ہمیں یہ بتا دیجئے کہ علم عطائی
 پر آپ سے توحید پرست شرک کاتے ہیں تو ذکر وہ بالآیتوں پر آپ حضرات کا ایمان رہا۔
 آگے لکھتے ہیں کہ اصل حقیقت یہ کہ عالم الغیب اللہ کی صفت ہے۔ سبحان اللہ یہ کیفیت
 علمی ملاحظہ ہو کہ عالم الغیب اللہ کی صفت ہے۔ اسی صاحب بہادر عالم الغیب صفت
 محض ہیں ذات موصوفت بعلم کا نام ہے۔ پھر لکھتے ہیں کسی دوسرے کے لئے اس
 صفت کا استعمال درست نہیں صفت کے استعمال کا کیا مطلب ہاں یوں کہنے کسی ذکر
 کے لئے اسکی صفت کا استعمال درست نہیں

بشرک عالم الغیب

کا استعمال غیر الہی کے اور انہیں جو علم غیب بطواء الہی اللہ کے بندوں کے لئے ثابت اور اشرف علی نے تو حفظ الایمان میں حضور جیسا علم ہر صبی و مجنون و تمام حیوانات و بہائم کے لئے مانا اور رشید و ضلیل نے براہین قاطعہ میں شیطن و ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا و الیاذ باللہ۔ معترض صاحب اپنے ان برادر کو کیا کہئے گا۔ آگے لکھتے ہیں "اور فی خبر و کادینا یہ ایک الگ مسئلہ ہے" جی اس مسئلہ کا کیا نام ہے کیا علم عطائی نہیں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ اب تو معترض صاحب بھی ان کہی بولتے نظر آ رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر بطور معجزہ نبی خیرین اللہ کے حکم و اجازت سے بتلاتے ہیں اور معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے الخ۔ ناظرین کرام اس فقرہ پر غور فرمائیں کہ اللہ کے پیغمبر بطور معجزہ نبی خیرین اللہ کے حکم سے الخ آیا یہ علم عطائی کا اقتراہ نہیں مرد رہے کہ بتلا علم کو مستلزم ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر اللہ کی عطا سے غیب جانتے غیب بتاتے ہیں۔ اور یہ غیب جانتا بتاتا ان کا معجزہ ہوتا ہے۔ حق وہ ہے جو سرچرھ کر بولے۔ معترض نے علم عطائی کو خود قبول دیا و للہ الحمد۔ رہا معترض کا یہ کہنا کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا "میں کہتا ہوں کہ ایک معجزہ ہی پر کیا موقوف کوئی فعل کسی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ سب کے افعال کا خالق اللہ ہی ہے خلقکم و ما تعملون۔ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کاموں کو۔ پھر جناب نے خود ہی کہا کہ غیبی خبریں اللہ کے حکم و اجازت سے بتلاتے ہیں۔ آپ ہی بتائیں جب معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ غیبی خبریں بتلاتے ہیں اس فعل کی ان کی طرف نسبت کس موعنی کی ہے۔ نیز اللہ صمد و جل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرماتا ہے و لعلمکم الکتاب و الحکمت۔ رسول انھیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھا تا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تعلیم کو ہی کا فعل بتایا آپ فرما رہے ہیں کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا کہ جناب نے قرآن عظیم کو جھٹلایا کہ ہمیں اب بتائیے اپنے حق میں کیا فتویٰ ہے جناب کا اور سنتے چلئے قاسم ناؤ قویٰ متحدینا الناس میں رقم طراز ہے "معجزہ خاص جو ہر نبی کو مل پڑا نہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے" مثل عنایات خاصہ کہ ویرکا کا قبضہ نہیں ہوتا۔ یہ لیجئے آپ تو فرماتے ہیں کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے۔ اور آپ کے قاسم العلوم و الخیرات معجزہ کی نسبت یہ لکھ رہے ہیں کہ وہ بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے، تو آپ کے طور پر قاسم ناؤ قویٰ نے اللہ کے فعل کو نبی کے قبضہ میں بتایا۔ کہئے حالاً چہی کوئند علماء و ملت و ربوبندیہ "اس لئے معجزہ کی وہ کسی پیغمبر میں خدائی صفت ماننا صحیح نہیں ہو سکتا" علم عطائی کو خدائی صفت پاگئی ہے کہ کچھ فرماتے ہیں "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بطور معجزہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی الموتی یعنی مردوں کو زندہ کرنے والا نہیں کہیں گے" جی نہ کہنے کی کیا دلیل! آپ نے ابھی خود کہا کہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اجاء (زندہ کرنے) کی طرف نسبت کی

جب مبادا اشتقاق ثابت تو اس مشتق کے اطلاق سے کون سی چیز مانے ہوگی۔ اب اگر اس اسم کے خاص بذات باری ہونے کا دعویٰ کیجئے تو اگلے اسمین نظر کر دو کہ بعض علماء علیہ وسلم کے اسما میں بھی وارد ہوا ہے، لکن فی دلائل الخیارات و شرح جملہ المسرات للقاضی عیاض اور اگر خصوصیت مان لی جائے تو حاصل یہی ہوگا کہ اچھی موتی کا اطلاق خدا کے غیر کیلئے نہ کیا جائے نہ یہ کہ حکم احیاء و بطلان الہی کسی کے لئے ثابت نہ ہو۔ خود آپ بھی تو کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے حکم سے بطور معجزہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے پھر یہ کسی جہالت بے خود کہ اطلاق کو نفی حکم کی دلیل بنایا چاہتے ہیں۔ و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ پھر لکھتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کرنا اللہ کا کام "جی ہاں جگہ اور اس حکم سے انبیاء و اولیاء بھی مردے کو زندہ فرمایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت صلی علیہ السلام کیلئے فرمایا و اخبرنی الاکھ و الاب و زوج و یحیی الموتی باذن ربہ انہم اور کوٹھی کا کچھاکھاتے ہو اور مرے ارادے سے دوسروں کو زندہ کر دیتے ہو کہ آپ نے یہی پتھر اٹھائے کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا" قرآن عظیم کو جھٹلاتے کہاں نہیں لکھ کر آخر تو تمہارے نزدیک جھوٹے مموکا کلام ہے معاذ اللہ رب العالمین۔ لیکن خود حسن و بوندی کی تو سنتے۔ وہ گنگوہی جی کو رو رہے ہیں اور اپنے دل سے ایمان کو دھو رہے ہیں۔ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا۔ اس سیمائی کو دیکھیں ذریعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پھر لکھتے ہیں کہ علم غیب بھی بطور معجزہ کسی وقت کسی کو جزوی طور پر دے دیا جاتا ہے" جی اس وقت آپ اپنی پچھلی کھوے بیٹھے رہتے ہوں اور اسمین وقت درج کرتے رہتے ہو گئے جی تو یہ غیب کی خبر لا رہے ہیں۔ و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ پھر لکھتے ہیں "اس سے علم غیب کلی دائی ہمہ وقت مستقل دعویٰ کو نا عقل و نقل کے صریح خلاف ہے" (اولا کلی سے مراد کلمہ محیط حقیقی تفصیلی غیر متناہی بالفعل ہے تو یہ ہم پر صریح اقتراہ ہے۔ ہم بطلان الہی حضور علیہ السلام اور انبیاء و اولیاء کے لئے بعض علم غیب ہی ثابت کرتے ہیں مگر ایسا بعض نہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تحقیق نہ ہو بلکہ انھیں حضور جیسا علم ہر صبی و مجنون کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہو جیسا کہ فرقہ علی نے کہا ہے ایسا بعض حضور علیہ السلام کے لئے جا میں جو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہو جیسا کہ رشید احمد گنگوہی نے مانا ایسا جیسا تم نے لکھا مادہ کہ کسی کو کسی پیغمبر کو جزوی طور پر دے دیا جاتا ہے" یعنی بڑے پیغمبر کو نہیں ملتا کسی کو دیا جاتا ہے کسی کو نہیں دے بھی کسی وقت وہ بھی جزوی طور پر۔ ہاں ہاں معترض بہادر سنو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علوم غیبی ہی مانتے ہیں مگر وہ بعض الہی وسیع ہے کہ روز اول سے روز آخر تک شوق سے لیکر غرب تک فرس سے لیکر تک سب کو شامل ہے اور تمام مخلوق کے علوم اس وسیع سمندر سے گویا ایک قطرہ ہے فان من جودث الدنیا و اخرتھا ومن علم مدح و علم اللوح و القلم۔

اب اس شعر کا ترجمہ آپ کے ذہن دردی کیلئے ذوالفقار علی دہلوی کی
عطر الوردۃ سے پیش کروں۔ وہ لکھتے ہیں ”مجھے سے محتاج کی شفاعت آپ کو
اس لئے دشوار نہیں ہے کہ بے شک دنیا اور اس کا سوت جس کا دنیا کے ساتھ
جمع ہونا محال ہے مجملہ آپ کی عطا کے ہے نہ آپ ہوتے نہ دنیا آخرت پیدا ہوتی۔
قال اللہ تعالیٰ لولا کہ لہما اظهرت المریوبیۃ ولولا کہ لما خلقت
الافلاک اور مجملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح و قلم ہے جیب آپ کی
وسعت جاہ کا یہ حال ہے تو مجھ جیسے قدر کی شفاعت آپ کو کیا دشوار ہے اہ
بایں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام خلق کے علوم و کلام الہی سے وہ نسبت بھی
نہیں جو قلم و کلمہ سے ہوتی ہے کہ علم خلق متناہی اور علم الہی غیر متناہی اور متناہی
کو غیر متناہی سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔ بالجلد ہم علم ذاتی محیط حقیقی تفصیلی غیر متناہی
بالفعل کا الہ کے ساتھ خاص جانتے ہیں اور علم عطائی و اجائی و انبیاء و اولیاء کے لئے
ثابت مانتے ہیں۔ اس کی تصریح اہل بناء المصطفیٰ و خاص الاعتقاد والد
ولہ الملیکۃ وغیرہا رسائل امام احمد رضا دیگر کتب اہل سنت میں ہے، اہی
بعض علم پر وہ ایہ کو کل علوم غیبیہ کا دھوکہ ہوتا ہے اور شور مچاتے ہیں کہ اللہ سے
سادات کر دی۔ پس ان کے نزدیک کل علم الہی علم ماکان وما یکون ہی ہے
کیونکہ وہ ان کو تفسیر کے پتے تک نہ دینے کا نام خدائی ہے۔ ماقدر واللہ حق
قدہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ثانیاً۔ دہلی ہمدانی سے
کیا مراد ہے۔ اگر اس سے مراد قییم ہے تو حاشا للہ ہم انبیاء کے علم کو قییم نہیں کہتے
اور اس الزام سے برکات کو بھی کانٹے پر ہم انبیاء کیلئے علم عطائی مانتے ہیں اور جو عطائی
ہو گا حادث ہو گا۔ ہاں یہ علم ان کے قبضہ میں رہتے ہیں۔ ان سے سلب نہیں کئے جاتے۔
اس پر خود قاسم تاقی لکھتے ہیں ”وہی کہہ کر بھی و اللہ الحمد۔ آگے لکھتے ہیں ”اس لئے ایسا دعویٰ
کرنے والوں کے دعویٰ میں تضاد پایا جاتا ہے“ ناظرین کرام آپ نے مقرر کے کلام میں
اب تک جتنے تضاد دیئے ہیں گے وہ محتاج بیان نہیں۔ اب خود ہی غور فرمایا کیجئے
بہم مقرر کو لکھتے ہیں ”دھوکہ دھونے کے شرم نہیں آتی۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم۔ مثال کے طور پر لکھتے ہیں سورۃ الصفا کی ترجمہ رضویہ صفحہ ۹۔
مولیٰ نعیم الدین کے حاشیہ پر لکھا ہے ”اور غیب کے امرار آپ پر کھول دیئے
یہ سورۃ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی جب اس کی تفسیر میں بیان
کیا کہ علوم غیب آپ کو دے دیئے گئے تھے اس سے معلوم ہو کہ آپ مکہ معظمہ ہی میں
عالم الغیب ہو چکے تھے مگر ارشاد القادری رضوی کا بیان ہے کہ آپ کو ۲۳ سال
کدورت میں بتدریج علم غیب کھلی حاصل ہوا۔ مقرر صاحب بہادر آپ کیا سمجھے۔
ہم سے سنے۔ عطر تفسیر کو وہ ہے جو امام احمد رضا نے بطور ترجمہ لکھا کہ ”اور تمہیں
اپنی محبت میں خود رقتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“ یہ توجیہ مجملہ ان دس توجیہوں کے
بے جہتیں شرح محقق عبدالحی محمد دہلوی نے مفسرین کرام سے نقل فرمایا ہے۔

یوں ہی ست عبد العزیز محمد دہلوی نے اسے مجملہ توجیہات دیگر سے نقل کیا ہے
صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے اس پر بطور نتیجہ جو مرتب ہوا اسے بیان فرمایا ہے۔ اس میں
کون سا ایسا نقطہ ہے جس سے معلوم ہو کہ معاً سارے علوم آپ کو عطا ہو گئے کہ آپ تضاد
لگانے لگے۔ اپنے اور اپنے اکابر کے اوپر سے تضاد اٹھا لیجئے پھر دوسروں کی فکر
کیجئے۔ امام احمد رضا الدولۃ الملیکۃ میں فرماتے ہیں۔ أحاطۃ احدہما الخلق
معلومات اللہ تعالیٰ علی جہتہ التخصیص التام محال شرعاً وعقلاً
بل لو جمع علوم جمیع العالَمین اولاً و آخرالما کانت لہ نسبت ما
اصلاً الی علوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ حتی کتسبہ حصۃ من الف الف حصص
قطرۃ الی الف الف حصہ۔ الخ کسی مخلوق کا معلومات الہیہ کو تفصیل تام محیط ہونا
شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ اگر تمام اہل عالم اٹکے پچھلے سب کے حملہ
علوم جمع کدے جائیں تو ان کو علم الہیہ سے وہ نسبت بھی نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ
حصوں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے۔

مقرر بہادر اب ”پسب لطیفہ کے عنوان سے پھر لطیفہ چھوڑ رہے ہیں۔
لکھتے ہیں ”بیرہوی حلقہ کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان وما یکون اور عالم غیب
کلی عطائی ماننے کو تعریف سمجھتے ہیں اور دوسروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ خدا کی
صفت عالم الغیب رسول اکرم کیلئے استعمال نہ کرے تو ہیں رسالت کر رہے ہیں
الخ بے شک ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان وما یکون جانتے ہیں اور اس پر
قرآن و حدیث کے روشن دلائل اور علماء کرام کے اقوال بینات رکھتے ہیں۔ ان میں
چند بطور نمونہ گزروں اور انہیں کے ساتھ ساتھ مستند ان مقرر کے اور خود امام
مقرر کے اقوال گزروں۔ فتذکر۔ رہی یہ بات کہ عالم الغیب کلی عطائی الخ اولاً
مقرر بہادر اپنی اردو ملاحظہ کیجئے۔ اسی جناب یہ جملہ غلط ہے۔ آپ کو یہ کہنا چاہیے
تھا کہ حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب کلی عطائی الخ۔ اسی پر آپ حضرات کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو پڑھنا پڑکا اور ان کا استاد دینے کا خواب سوچنا کہ ایک
صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں شرف ہوئے تو آپ کو اردو میں
کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی۔ آپ تو عربی ہیں فرمایا جیب
سے علماء مدد سے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا کہ کو یہ زبان آگئی، سبھی اللہ اس
سے عزت اس مدد سے کا معلوم ہوا۔ ملاحظہ ہو یہاں قاطعہ ۲۔ ناظرین کرام اس
خباثت بھرے خواب کو سن کر انصاف کریں کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلم الخلق نے دیوبندوں سے اردو سیکھی اور ذرا احتیاط
جلد آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی کو بھی بخیر و بد کہیں کتنی اچھی اردو ہے۔ اسی مرے
یہ مسلمان بنتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ثانیاً بالکل جھوٹ۔
ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فقط عالم الغیب کا اطلاق نہیں کرتے۔ ہاں بے طائے
الہی علم غیب جمیع ماکان وما یکون کا ثابت کرتے ہیں اور جمیع ماکان وما یکون کو علم

الغیر متناہی بالفعل سے کوئی نسبت نہیں جیسا کہ گذر آئے تھے اے امام کے نزدیک خدائی تو یہ ہے کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے تو تم آپ ہی سارا علم الہی اتنا سمجھو اور دوسروں کو الزام دو کہ عالم الغیب کلی ماننے کو تعریف سمجھتے ہیں "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ" ناشائستہ معترض بہادر رہا تھا مادیہ کہنا کہ اور دوسروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ رسول اکرم کے لئے خدائی صفت عالم الغیب الخ بھی ہم لوگوں نے کون سی کتاب میں یہ الزام لگایا ہے۔ آپ نے کس مصحف سے کتاب کا ذکر کیا قرآن مجید سہی۔ ہمارے کسی کتاب سے اسکا ثبوت دیکھئے اور اگر نہ دے سکیں اور ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دے سکیں گے تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرنا کہہ کر داد انصاف دیجئے اَللّٰهُمَّ الْعَلَى الْكَافِرِينَ۔ معترض بہادر ہم بتائیں کہ خدائی صفت غیر کیلئے کس نے ثابت کی۔ سنو براہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی میں خلیل احمد اینٹھوی نے لکھا "الحاصل غور کو ناچاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط روئے زمین کا فخر عالم و خلافت نفی قطعہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہونی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نفیوں کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ معترض بہادر یہ دیکھو قطعی عالم جناب رشید احمد گنگوہی شیطان و ملک الموت کیلئے وسعت علمی جسے تم شرک کہتے ہو اور کلی سمجھتے ہو نص سے ثابت مان رہے ہیں اور اسی منہ سے مرکا کہ لئے اسی وسعت علم ماننے کو شرک بتا رہے ہیں، کیوں جناب دنیا و جہان میں کہیں ایسا شرک دیکھ لے جو ایک کے لئے شرک ہو اور دوسرے کے لئے ایمان ہو۔ ہاں ہاں وہ شرک گنگوہ و دیوبند کے بازوؤں میں ملتا ہے۔ اب ذرا بتائیے جتنی وسعت علم مرکا کہ لئے شرک بتائی با بقصور وہ خدا کے لئے خاص ہوئی کہ نہیں۔ ضرور ہوئی۔ اور اسی منہ سے وہ شیطان اور ملک الموت کے لئے ثابت کی تو لا حول و لا قوۃ شیطان و ملک الموت کے لئے خود ہی خدا کی صفت مافی والعیاذ باللہ العلی العظیم۔ معترض بہادر۔ اپنا غیب دوسرے کو لگاتے شرم نہیں آتی مگر بے حیاباش و ہرج و مرج خواہی کن۔ آگے خود ہی کہتے ہیں مگر خود ہی ان کے مولوی نعیم الدین صاحب ہر مومن کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔ ترجمہ رضویہ کے حاشیہ صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں

”غیب وہ ہے جو واسد عقل سے بدرجہی طور پر

معلوم نہ ہو سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ یہ علم غیب ذاتی ہے اور یہی مراد ہے آیت عندہ مفاتح الغیب الخ میں اور ان تمام آیات میں جن میں علم غیب کی غیر خدا سے نفی کی گئی ہے اس قسم کا علم غیب یعنی ذاتی جس پر کوئی دلیل نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ غیب کی دو قسم

قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے صانع عالم اور اس کے صفات اور نبوت اور اس کے متعلقات احکام و شرائع اور روز آخر اور اس کے احوال۔ بحث فخر صاحب جزا وغیرہ کا علم جس پر دلیل قائم نہیں اور جو تعلیم الہی سے حاصل ہوتا ہے یہاں بھی مراد ہے اس دوسری قسم کے غیب سے جو ایمان سے علا قد رکھتے ہیں کہ ان کا علم یقین ہر مومن کو حاصل ہے اگر نہ ہو آدمی مومن نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں اولیاء انبیاء پر جو غیب کے دروازے کھولتا ہے وہ اسی قسم کا غیب ہے“

اس عبادت میں جس قسم کے علم غیب کو انبیاء اولیاء کیلئے مانا گیا ہے اسے ہر مومن کیلئے عام کیا گیا ہے جو کہ ایک امر واقعہ ہے اس کا انکار کون کرتا ہے۔ اگر کہا ہی علم غیب عالم الغیب کہہ کر ثابت کیا جاتا ہے پھر تو نزاع محض لفظی و دہی رہ جاتا ہے الخ الہدیان۔ اولاً۔ معترض بہادر۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ۔ مومن کیلئے علم غیب مان رہے ہیں تو اس میں کیا قباحیت ہے مگر ان میں آپ کے نزدیک کچھ قباحیت شرک ہے تو خدا کے تعالیٰ پر اعتراض کیجئے۔ وہ فرماتا یؤمنون بالغیب الخ۔ پر ظاہر کہ ایمان بے علم کے ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ ایمان تصدیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مع التسليم کا نام ہے اور تصدیق خبر کے افعال یقین کو کہتے ہیں اور خبر کا یقین بے علم خبر نہ ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے یؤمنون بالغیب الخ مومن کے لئے بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غیبی خبروں کا علم عطا فرمایا اور بتایا کہ بے علم غیب عطائی ایمان محقق ہی نہیں ہو گا مگر معترض بہادر عطائی تو تمہاری طرف تو بتاؤ تمہارا ایمان کہاں رہا۔ ثانیاً۔ آپ کا کہنا کہ اس عبارت میں جس قسم کے علم غیب کو انبیاء و اولیاء کے لئے مانا گیا ہے اسے ہر مومن کے لئے عام کیا گیا ہے جو کہ ایک امر واقعہ ہے اسکا انکار انکار کرنا ہے الخ الحمد للہ حق وہ ہے جو سہرچرچہ کر رہے اب تو آپ نے بھی علم عطائی کو تسلیم کر لیا اور انبیاء و اولیاء کیلئے اس کے علم کو مان لیا اب ذرا یہ بتائیے کہ وہ جو آپ نے کہا تھا کہ اس ذاتی و عطائی کے علم نے کیا ہی دروازہ کھولے ہیں اس کے بیش نظر جناب کا کیا فتویٰ ہے۔ آپ بقول خود اپنے ظلم کو تسلیم کر کے شرک ہوئے کہ نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ اسکا انکار انکار کرنا ہے اس کا جواب آپ ہی کے مقولہ سے ظاہر کہ اس کا انکار وہ کرتا ہے جو ذاتی و عطائی کے فرق کو نہیں مانتا ظالم کو بھی شرک کہتا ہے اور وہ آپ حضرات ہیں اور آپ کا امام الطائیفہ جو کہ اپنی تقویت الایمان میں عطائی پر بھی حکم شرک جڑا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ دروازہ را حافظہ نباشد۔ پھر یہ کہ ابھی ابھی ہر مومن کیلئے علم غیب ماننے پر آپ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ پر اعتراض کر چکے ہیں اور اسی کو آگے چل کر امر واقعہ بنا چکے ہیں۔ یہ خوش۔ جس بات کا انکار کیجئے اسی پر اعتراض جڑے۔ کیا اب بھی نہ ہو گا انکار کون کرتا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ آگے معترض

کرام سے معذور و مجبور نہل فرماتے ہیں ترجمہ! یعنی کہا گیا (ضلالاً) کی تفسیر میں کہ ان کو نبوت سے خبر پایا تو نبوت کی طرف راہ دی یہ بڑی ناقول ہے۔ اور کہا گیا کہ اللہ نے ان کو کلمہ ایمان میں پایا تو ان کی نگرانی سے محفوظ رکھا اور امت کے ایمان اور ان کے رشد و ہدایت کی راہ دکھائی یہ سدی سے اور بہت سادوں سے منقول ہوئے۔ اور کہا گیا کہ آپ اپنی شریعت سے بے خبر تھے تو اللہ نے آپ کو اپنی شریعت بتائی اور ضلال یہاں بھی حیرت ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت گزین ہو کر گئے اس طریقے کی طلب میں جس پر وہ اپنے رب کی عبادت کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اسلام کی طرف ہدایت دی۔ یہ قریشی کے قول کا منہرہ ہے۔ اور کہا گیا کہ آپ حق کو اجمالاً جانتے تھے تو اللہ نے آپ کو اس کی تفصیل بتائی۔ یہ قول علی بن عیسیٰ کا ہے اور کہا گیا کہ اللہ نے آپ کے امربوت کو آشکار کیا قطعی دلیلوں سے۔ اور کہا گیا کہ آپ کو مکہ میں اقامت اور مدینہ کو ہجرت کے بارے میں متردد پایا تو آپ کو مدینہ کو ہجرت کا حکم فرمایا اور کہا گیا کہ اللہ نے آپ کو ہادی پایا تو آپ کے دل پر گم ہوں کو ہدایت دی۔ اور حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ میں نے اے محبوب تمہیں اپنی محبت انی سے بے خبر پایا تو تمہارے اوپر اپنی معرفت کی منت رکھی تاکہ تم میری محبت کو جانو اور ابن عطاء نے فرمایا کہ میں (اللہ) نے تجھے اپنی معرفت کا محب و مطلب گار پایا تو اپنی طرف راہ دی (یہ وہ توجیہ ہے جو امام احمد رضا نے ترجمہ میں اختیار فرمائی) اور ضلال محب کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ کے قول اِنَّا لَنُفِی ضَلَالًا لِّلْعَذِیْمِ میں یعنی آپ یوسف کی پرانی محبت میں مبتلا ہیں اور اس بات میں برادران یوسف نے دین کی گراہی کر ادنیٰ اس لئے کہ اگر یہ بات اللہ کے نبی کے لئے کہتے کار ہو جاتے اور ایسا ہی ہے ان کے (ابن عطاء کے) نزدیک اللہ کے قول اِنَّا لَنُفِی ضَلَالًا مِیْنِیْنِ میں یعنی ہم نے ان کو یوسف کی پہلی محبت میں گرفتار دیکھتے ہیں اور جید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اس قرآن کے بیان میں متحیر پایا جو آپ پر اترا تو آپ سے بیان فرمادیا اور کہا گیا کہ آپ کو اللہ نے کنز مخفی پایا کہ آپ کی نبوت کو کوئی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو ظاہر فرمایا تو نیک بختوں کو آپ کی معرفت بخش اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشکل ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں نے وہ کام بغیر قصد کیا کہ یعنی قبط کو کھوسہ مادر مرقس کرنے کا قصد نہ تھا) یہ قول ہے ابن عربہ کا اور انہی نے فرمایا کہ منیٰ یہ ہے کہ میں نے بجز خود میں سے تھا معترض بہادریہ دیکھئے ضلالاً میں امام علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے دس توجیہات نقل فرمائیں بخلاف ان کے وہ توجیہ بھی ہے جو امام احمد رضا نے اختیار فرمائی اور سورہ شعراء کی آیت کریمہ فعلتھا اذاً وانا من الضالین میں صرف دو توجیہیں نقل فرمائیں جس سے ظاہر کہ وہ رائے جو آپ نے دی ہے کہ یہی توجیہ سورہ شعراء میں کیوں نہ کی اور درختی کیوں اختیار کی وہ رائے کسی کی نہیں ورنہ امام قاضی عیاض جیسے کثیر الاطلاع ضرور اسے نقل فرماتے۔ مزید اطمینان کیلئے مدارک۔ جلالین۔ ہادی کی شہادت دیتا ہوں۔ مدارک میں فرمایا (فعلتھا اذاً)

صاحب لکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہی علم غیب عالم الغیب کہہ کر ثابت کیا جاتا ہے پھر تو نزاع عقلی و دینی رہ جاتا ہے اقول۔ بالکل سفید جھوٹ اور صریح فریب ہے اذلاً تم تو ذاتی و عطائی کے فرق ہی کے منکر ہو اور اسے شرک کہتے ہو پھر تمہارا علم عطائی تسلیم کرنا کیا منیٰ۔ ثانیاً تمہیں علم کا مان دیا کیوں کہ جو معلومات الہیہ غیر متاثرہ بالغفل کا قطعاً بعض ہے علم کی کاد ہو کہ ہے ابھی کہہ چکے کہ عالم الغیب کلی الخ اور اس سے پہلے بھی کہہ چکے ہو اور یہی سادہ اطلاق تمہارا ہے اور اسی پر خدا سے مساوات کا الزام دیتا ہے۔ ثالثاً علم ثابت بھی کرتے ہو تو ایسا جس میں حضور علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں ایسا علم تو عسی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے جیسا کہ حفظ الایمان میں اشرف علی نے کہا اور جو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہو جیسا کہ براہین قاطعہ میں لکھا اور لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیّ اعظم باہمہ کو نکر آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو اور کہتے ہو کہ پھر تو نزاع عقلی الخ اِنَّا لَنُفِی ضَلَالًا مِیْنِیْنِ اللہ خاتم کے منکر کہ راہ نہیں دیتا محمد اللہ نبی کے ترجمہ رضویہ اور مسئلہ علم غیب میں معترض کی تمام دہائیات کا جواب کافی تمام ہوا واللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک و دکر م

آیت دوہدک ضالا فہدی کے ترجمہ پر اعتراض

معترض بہادریہ اب پھر لطیفہ چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کہتے ہیں مولوی احمد رضا خان بریلوی سورہ الضحیٰ کی آیت وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی کا ترجمہ کرتے ہیں اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور سورہ شعراء و کوثر کی آیت ۲۰۱۹ کا ترجمہ کرتے ہیں مولوی نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جبکہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی ضلال کے ردوں میں معنی میں محبت کی وارفتگی اور راہ سے بیخبری یہیں یہاں دکھانا یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضلالاً کا ترجمہ محبت کی وارفتگی کر کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضلالین کا ترجمہ راہ سے بیخبری کر کے درختی کیوں اختیار کی ہے۔ ملاحظہ ہو مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہ شعراء کی اس آیت کی تفسیر لیں فرماتے ہیں آیت مع تفسیر نقل ہوئی ہے۔ (فعلتھا اذاً وانا من الضالین) من الجاہلین بنحمتک علی۔ یعنی میں نے وہ کام کیا جبکہ مجھے ترے احسان کی خبر نہ تھی۔ اور یہی ابن عباس والضحیٰ کی آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ (ووجدک یا محمد ضالاً) بین قوم ضلال (فہدی) فہد اکت بالنبوۃ الخ کذا۔ فتویر المقیاس میں تفسیر ابن عباس یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو گمراہیوں میں پایا تو نبوت سے ہدایت دی۔ معترض بہادریہ دیکھو یہاں بین قوم ضلال فرمایا اور وہاں یوں نہ فرمایا۔ اور سنو ملام قاضی عیاض و شفاء میں انیت کریمہ و وجدک ضالاً میں مفسرین

ای ماخذ (وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ) اے الجاہلین! باندھا تبلیغ القتل والصال عن الشئ هو الذاهب عن معرفت أد الناس من قوله أن تضل أحديهما فتذكر أحديهما الآخرى قد نفع و الكفر عن نفسه و وضع الضالین موضع الکافرین جلالین میں فرمایا (فعلتها إذا) اے حینڈ! (وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ) عمارانی اللہ بعد من العلم والمراسلة۔ صادی میں فرمایا اے فلیس علی فیما فعلتے فلک الحاله لوم کا شفاء التکلیف حینڈ! أو المعنى من المخطئين ک من المتعبدین۔ یہ دیکھو مدارک پھر جلالین و صادی میں اس آیت میں انہیں دوجوہ کا تہ چلتے جو شفاء میں ان عرفہ اور انہی سے نقل ہوئی البتہ ان عباد رضی اللہ عنہ سے ایک وہ اور مستفاد ہوئی۔ اسی لئے مدارج النبوة تفسیر عزیزی میں مجملہ دیکھو توجہات کے وہی ابن عطاء والی توجہ ہے امام احمد رضا نے اختیار فرمایا ہے جب ذکر فرمائی تو اسکی نظیر میں ایک کریمہ اِنْتُ لَقِي ضَلَالًا الْقَدِيمِ اور ایک کریمہ اِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ انہیں دو آیتوں کا ذکر فرمایا (تفسیر عزیزی میں آیہ اول الذکر پر اکتفا فرمایا ہے) جیسا کہ شفاء میں انہیں دو آیتوں سے نظیر پیش کی بھلا سورہ شوریٰ کی آیت میں وہ توجہ منقول ہوتی تو کوئی تو اس کو نظیر میں پیش کرتا موقوف بہاد باب ہی اعتراض حضرت ابن عباس حضرت جعفر صادق ابن عطاء وغیرہم ائمہ کرام پر کہ بھاگو کر توجہات ضلال میں ان ائمہ نے فرمائی ان میں سے اکثر شرا کی آیت میں انے منقول ہیں۔ یہاں بس وہی دو تین وجوہ منقول ہیں بلکہ شفاء و مدارج النبوة و تفسیر عزیزی کے مصنفین پر بھی اعتراض کرو کہ انہوں نے اس توجہ کو برقرار رکھا جس سے تمہاری موعودہ درجی لازم آئی۔ آگے لکھتے ہیں۔ تمام پیغمبروں کی محبت و عظمت فرض ہے اور امانت کفر ہے۔ درجوں کا فرق الگ چیز ہے۔ مگر ایسا نہیں کہا جاسکتا کہ ایک جملہ ایک پیغمبر کے حق میں تو ہیں ہو۔ دوسرے کے حق میں تعریف ہو۔ محبت و ایمان کا تقاضا تو یہ تھا کہ دونوں جگہ یکسانیت اختیار کرتے۔ الخ۔ آپ امام احمد رضا پر موسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی جناب امام احمد رضا نے جو کچھ فرمایا وہی مفسرین کرام کا ارتداد ہے ان کے فرمان کی روشنی میں اپنی بات تو لے کجوت کلمتہ تخریج میں اُو اھم إن يقولون إلا کذباً بڑی ہے وہ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ یہ براہیوٹ بولتے ہیں۔ رشید و خلیل و اشرف علی و قاسم نالوفی کی عبادتیں تو توہین نہ ہوں او امام احمد رضا کا قول جو مفسرین کرام کے ارشاد کا عین مفاد ہے وہ تمہارے نزدیک توہین قرار پائے۔ رع مزم تم کو لکھ نہیں آتی۔ منہ بھر کے امام امام احمد رضا کو توہین کا الزام دیدیا مگر حسب سابق یہ نہ سوچا کہ یہ الزام کس کس سے سر گیا۔ اور کچھ نہ سہی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بچاؤ کی تدبیر بھی نہ سوچی۔

شعرو۔

یوں نظر دوڑے نہ پرچی تان کر۔ اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر۔ لیکن ثبوت پرشہ شاہ صاحب نے بھی درجی اختیار کیا ہے۔ تفسیر عزیزی میں سورہ والناسات کفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا تہم لوں بیان کرتے ہیں ”و درختی تہمہ قصہ مخدوف است یعنی پس حضرت موسیٰ بسنے فرعون رفتند اور فرمان الہی رسانیدند و فرعون در جواب ایشان اول چنین گفت آیا تو ہماں شخص تیری کہ در حالت یحییٰ ماتو پرورش کردہ بودم و عمر با در گذشتہ یاد آن کار خود کردہ رفتی کہ میدانی و نا سپاس نغبتائے ما شدی ترا این روز از کجا حاصل شد کہ خود را ہادی و مرشد من قرار دادہ آندی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام در جواب فرمودند کہ اے من ہماں کم و کاریکہ کردہ بودم در آن وقت نادان بودم الخ مقررین بہاد ذرا اس خط کشیدہ فقرہ کو آنکسین کول کر خوب غور ہے اور سنو سورہ والفحیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ و بعضی گفتہ اند کہ مراد از ضلال محبت مرتبہ عشق است چنانکہ پیران حضرت یعقوب علیہ السلام فرط عشق ایشان را حضرت یوسف علیہ السلام بایں لفظ تعبیر کردہ اند اِنْتُ لَقِي ضَلَالًا الْقَدِيمِ و مراد از ہدایت آنست کہ طریق و محل محبوب را بتوشناس دایم اھم دیکھئے صاحب ضلال میں بھی وجہ نقل فرما رہے ہیں اور اسے مقرر کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ قرآن اپنی جمیع وجوہ پر محبت ہے کافی الشرح قافی علی المباح وغیرہ۔ مقررین بہاد رشید آپ کا اب تک امام الطائفہ کے نزد گوار خاندان دیکھنے کا موقع نہ ملا تھا اب شاید دیکھیں تو یوں جلاشیں کہ انھوں نے کب اس کو مقرر کھلا ہے وہ تو یوں فرما رہے ہیں۔ ”و ارباب تفسیر کہ ایتمنی راکما شیعی نہ اند در تفسیر این کراہی در دور در رفتہ اند“ اولاً یہ کہہ کر شاہ صاحب نے کہ توجہات علاوہ توجہہ مذکور ذکر کی ہیں کیا یہ سب غلط و نامقرر ہیں؟ ثانیاً شاہ صاحب نے یوں فرمایا ہے کہ ارباب تفسیر کہ ایتمنی راکما شیعی نہ اند الخ اور یہ توجہہ مذکور معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان فرمودہ ہے کیا انکے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ ایتمنی راکما شیعی نہ اند؟ یا یوں کہا جائیگا کہ شاہ صاحب نے جو معنی بیان فرمائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پرستی اور رسوم جاہلیت سے بیزار اور رب ابراہیم علیہ السلام کی طرف رجحان تھے اور ملت ابراہیمی کی تلاش میں بیتاب تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ابراہیمی کے اصول سے آگاہ کیا وہ حضرت ابی عطاء رضی اللہ عنہ کو ضرور معلوم ہے پس پسند اپنی اپنی۔ انھیں یہ توجہہ پسند آئی و للناہ فیما یعشقون مذاہبنا و ہ کہتے ہیں در تفسیر ان کراہی در دور در رفتہ اند جن کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہماری مختار توجہہ وہ ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی باقی دوجو دور کی ہیں وہ مراد ہو سکتی ہیں کیوں مقررین بہاد تمہارے طور پر شاہ صاحب نے دور اختیار کرنے کی اجازت دی کہ نہیں۔ (بقیہ ۱۵۶ پر)

ترجمہ قرآن کی خصوصیات

از: مولانا حکیم خلیل الرحمن صاحب رضوی ایسٹ آباد پاکستان

ترجمہ قرآن

حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ "ترجمہ قرآن" ہے کاش الیام تو کہ آپ نے جس حد تک کے ساتھ ترجمہ فرمایا اس پر حواشی بھی لکھتے لیکن قدرت کو یہ منظور تھا۔ اب میں آپ کے ترجمہ قرآن سے چند خصوصیات کا ذکر کروں گا جن کو ترجمہ قرآن بین السطور میں ادا کرنا حضرت کا ہی حق ہے اور حق یہ ہے کہ آپ نے ترجمہ قرآن کا حق ادا کر دیا ہے۔ جبکہ میں اور عرض کر چکا ہوں کہ امام احمد رضا کو سر در کائنات علیہ التحیہ والتسلیمات کی ذات پاک سے واہمہ عقیدہ و محبت تھی۔ آپ نے محبت بنوی کو ترجمہ قرآن میں بھی پورا پورا ملحوظ رکھا ہے۔ اور جہاں کہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوا ہے۔ ترجمہ میں ادب و محبت کو سمودیا ہے مثلاً "اَلَمْ تَرَ سُوْرَةَ نَبِیْلِیْ" کے پہلے الفاظ کا ترجمہ عام طور پر ترجمین حضرات نے کیا ہے۔ "کیا تو نے نہ دیکھا"۔ لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ "اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا" اسی طرح قرآن مقدس میں لفظ "قل" کا ترجمہ عام طور پر "کہو" سے کیا گیا ہے مگر امام احمد رضا نے شان مضاحت و بلاغت قرآن کا پورا خیال رکھ کر ادب نبوی کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔ ترجمہ کرتے ہیں تم فرماؤ: "پڑ جو تھا سورہ آل عمران کے ان الفاظ: "اِذْ تَقُوْلُ لَیْسَ لَیْسَ" کا ترجمہ کتنا صمیم اور دلکش ہے "جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے: یہ اور اس طرح کی بیشمار آیات کے ترجمہ کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اور ہر مسلمان پر آنحضرت کی توقیر کا خیال رکھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز روزہ فرض ہے۔ بلکہ یہ فرض تمام فرماؤں سے زیادہ اہم ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" جو کسی نے کہا ہے تو اس کا مفہوم صرف کسی ایک وصف میں ہی نہیں بلکہ جمیع اوصاف عالیہ میں آنحضرت کا مقام یہی ہے مثلاً علم میں "بعد از خدا" اگر کسی کا علم جامع اور کامل ہے۔ تو وہ حضور کا علم ہے۔ خدا کے بعد اگر کوئی سب سے زیادہ قابل تعظیم ہے تو وہ آپ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ خدا کے کلام کے بعد اگر کسی کے کلام کا مرتبہ ہے تو وہ آپ

امام احمد رضا اپنے وقت کے جید عالم تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں بیک وقت بہت سی خصوصیات کو جمع فرمادیا تھا، ایک طرف آپ بہترین فقیہ تھے۔ تو ساتھ ہی آپ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ آپ کی نظر علم تفسیر و تاویل ادا احادیث نبوی پر بہت گہری تھی۔ اور آپ کی طلیت اور اصابت رائے کے اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی قائل تھے۔ آپ کی سب سے بڑی اور ادا قیازی خصوصیت "عشق رسول" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ باری زندہ کی آپ نے "مدح رسول" میں صرف کی اور اس کا زندہ ثبوت آپ کا وہ نغمہ کلام ہے جو حالات غمش "کے نام سے کتابی شکل میں طبع ہوا ہے۔ آپ مدح رسول کو اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں اور اصحاب شہادت کی مدح سرالی کو فضول فرماتے ہیں۔

کردن مدح اہل دودل رفتار طے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں لینے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

آپ کی ساری زندگی جہاد بالقلم میں صرف ہوئی اور جس مسئلہ پر قلم اٹھایا۔ اس کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا۔ اور بغیر کسی ک پر دل کے جس بات کو حق سمجھا اس کو برا کہا۔ مقدمہ ہندوستان میں وہی مکتب فکر طے کرتے۔ دیوبندی یا اہلسنت۔ آپ علامہ اہلسنت کے قائد تھے۔ چونکہ جابنیں سے تنقید ہوتی تھی۔ اس واسطے امام احمد رضا کا قلم بھی اس میدان میں خوب چلنا تھا۔ آپ نے دیوبندیوں کے جواب میں کثیر تعداد میں رسائل لکھے اور خوب لکھے۔

آپ کی تصانیف میں بعض کتابیں عربی میں ہیں اور ان میں "دولت مکہ" بہترین کتاب ہے اور اکثر اردو میں ہیں۔ فقہ میں "فتاویٰ رضویہ" اپنا جواب آپ کے اور اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کی نظر فقہی جزئیات پر کتنی دیکھن تھی۔ اسی طرح جب کسی اخلاقی مسئلہ پر بحث کی ہے۔ تو خوب دل کھول کر دلائل دیئے ہیں سبحن السبور "الامن والاعلیٰ" خاص الاعتقاد "خیرہ قابل تائید ہیں۔ اور حضرت کی علمیت پر بہترین شاہد علی ہیں۔

(حقائق کی روشنی میں - کا بقیہ)

راہنما سوچو سمجھ میں آئے کہ اس توجہ میں اور شاہ صاحب کی توجہ میں علت و معلول کا ارتباض ہے اسے محبت نہ ہوتی تو طریقہ عبادت کی طلب کہاں ہوتی۔ اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ یہ توجہ دور کی ہرگز نہیں۔ واللہ العلیٰ السامیۃ علیہ وجہ دیگر سے پہلے جو توجہ خود انھوں نے بیان فرمائی اور جس کا مختصر ترجمہ اب گزرا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو اس طریقہ کا طلب گار پایا جس پر آپ کی عبادت کریں یہاں تو یہ معنی تبتلے اور وہاں قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یوں کہ کہ دران وقت نادان و جاہل بودم اب کہو کہ محبت و ایمان کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس کیسانیت اختیار کرتے ورنہ الخ۔ اس کے معترض یہاں در لکھتے ہیں کہ ترجمہ عربیہ قسم کی تلمیحات سے بھرا پڑا ہے الخ اور اس کا فیصلہ معترض نے پڑھنے والوں پر ہے ہم بھی انھیں پر چھوڑتے ہیں ناظرین کرام خود فیصلہ کر لیں کہ میں شخص کو اعتراض کی ہوس میں ائمہ کرام اساطین دین اور خود اپنے بزرگوں کا کلام نظر نہ کرتے اور آنکھیں میچ کر نہ کھول سب پر اعتراض کر بیٹھے اس کا کیا ٹھکانہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

امام احمد رضا نمبر پر مبارک بادیاں

جانبی محی الدین محمد حسین

گوٹ اسکن مرچنٹ

مدار ٹیکری - جب پور

کا کلام ہے کتاب الہی کے بعد اگر کوئی تبحر حجت اور سند دین میں ہو تو وہ صرف آپ کی سنت ملکہ ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو صرف شریک فی اللات نہیں مقرر کیا۔ باقی کمالات عطایہ جتنے تھے۔ وہ سب آپ کو دئے گئے۔

امام احمد رضائے "عشق رسول" وصلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مقام پر بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اور آپ کی جمیع تصانیف خاص کر ترجمہ قرآن کا مطالعہ ہی بظہر عاثر کا کافی ہے۔ اور اس دعوے کے ثبوت کے لئے سب سے بڑا شاہد ہے۔ سورۃ النجم کی پہلی آیت "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ" کا ترجمہ کیلئے "اسم پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اتر آئے" حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے حاشیہ میں ان احتمالات کو بیان کر دیا۔ جو الحکم کے لفظ سے نکلے تھے مثلاً بعض نے ثریا بعض نے نجوم اور بعض مفسرین نے قرآن مراد لیا ہے۔ لیکن امام احمد رضائے ان مفسرین کی تاویل کو اختیار فرمایا جنہوں نے نجم سے مراد سرور انبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو لیا ہے سورۃ الرحمن کی پہلی آیات کے معانی پر غور کیجئے۔ وجمہ ترجمین نے عام ترجمہ کیلئے لیکن امام احمد رضا کی بصیرت علمی کہاں پہنچی اور دیا ہے علم سے کیسے ہوتی ہے کرائی۔ آیات اور ان کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ "أَلَمْ نَخْلُقْ عَنْ أُنثَىٰ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ عَلَقَہُ الْبَیِّنَاتُ"۔ رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ النایتہا جان محمد کو پیدا کیا۔ مَا كَانُوا يَكُونُونَ كَمَا بَانَ انہیں سکھایا ہے۔ کس خوش اسلوبی سے ترجمہ کیلئے۔ چونکہ عام ترجموں سے یہ ترجمہ ذرا اپنے رنگ میں ادا کیا گیا ہے۔ لیکن ہے کسی کو شک ہو۔ اس لئے میں چند اشارات کئے دیتا ہوں۔ "خَلَقْنَا الْإِنسَانَ" میں الف لام عہد غار جمی ہے اور اس سے فرد کا مل مراد ہوتا ہے اور ذریعہ ان میں فرد کا مل چونکہ سرور انبیاء ہیں اس لئے انسان سے مراد آنحضرت کی ذات کو لینا عین اصول گر المزمع بطلان ہے۔ اسی البیان پر الف لام استغراق ہے اور استغراق کا عموم "بیان" کی جمیع اقسام کو حاوی ہوگا۔ اور اسی اصولی وجہ کو سامنے رکھ کر امام احمد رضائے ترجمہ میں ما کان وما یکون کے الفاظ کا اضافہ کیلئے میں آئندہ کسی دو سے مضمون میں انشاء اللہ مزید روشنی ڈالوں گا۔ لیکن ان مختصر گزارشات سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ امام احمد رضا بہترین مفسر اور اعلیٰ درجہ کے محدث اور فقیہ تھے۔ اور ان کا سینہ "عشق رسول" سے منور تھا۔ اور اگر یہ عربی مقولہ سچ ہے۔ اور بظاہر کوئی وجہ بھی اس کے غلط ہونے کی نظر نہیں آتی کہ میں شیخ من الانشاء ما فیضہ یعنی برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے۔ جو اس میں ہو۔ تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ امام احمد رضا کی جمیع تصانیف "محبت رسول" کی آئینہ دار ہیں۔ اور جو شخص بھی امام احمد رضا کی تصنیفات کا مطالعہ العالی الذہن ہو کر کرے گا۔ میرے اس دعوے کی انشاء اللہ تائید کرے گا۔



کنز الایمان اور معارف القرآن

(محدث اعظم) (مجدد اعظم)

المیزان میں ہر ماہ ترجمہ محدث اعظم چند معارف القرآن شائع ہوتا ہے، امام احمد رضا خاں میں "معارف القرآن" کیساتھ ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان" بھی ہدیہ ناظرین ہے۔ معارف القرآن کو دیکھ کر امام احمد رضا نے فرمایا تھا کہ شہزادے اپنے لئے اردو میں قرآن لکھا ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ جملہ محدث اعظم سند علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن کی اعلیٰ خصوصیات کی گواہی دے رہا ہے، کاش وہ وقت جلد آئے جب معارف القرآن بھی تفسیر سے مزید و مکمل نظر آئے۔ ذیل میں سورتہ آل عمران کی بارہ آیتوں کے ابتدائی پانچ رکوع کے دونوں تراجم پیش کرنے کی ہم سعادت حاصل کر رہے ہیں (ایڈیٹر)

محدث اعظم

ہرگز نہ پاؤ گے نیکی کو یہاں تک کہ فرج کر داسے جو کو پسند کرتے ہو اور جو فرج کر دے تم کچھ تو بے شک الداس کا جاننے والا ہے۔ سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کے لئے۔ مگر وہ جس کو حرام کر لیا تھا خود یعقوب نے اپنے اوپر قبل اسکے کہ او تادی جائے تو دیت۔ کھدو کہ لاؤ تو دیت پھر اس کو پڑھو۔ اگر سچے ہو۔

تو جس نے جھوٹ اتر کیا اللہ پر اس کے بعد تو وہی ظالم لوگ ہیں۔

کھدو کہ پر فرمایا اللہ نے قیام دی کہ وہ بنی اسرائیل کی پرست بانیوں کی دہ مشرک تھے۔ بیشک سب پہلا گھر جو بنایا گیا لوگوں کو عبادت کرنے کے لئے ضرور وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ یہاں پر اللہ نے ان کو رہنے کی ہدایت کی۔ ان کی نشانیاں میں تھا ابراہیم اور جو اس میں داخل ہوا امان میں ہو گیا۔

اور اللہ کی پرستش کیلئے لوگوں پر اس بیت المسک کج کرنا کہ جو مسکت رکھے اس تک راہ پانے کی اور جس نے انکار کیا تو اللہ نے پرواہ ہے دنیا بھر سے

مجدد اعظم

تم اگر بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ فحش اپنی پیادہ چیز فرج کر دے تم جو کچھ فرج کر دو گے۔ اللہ کو معلوم ہے۔ سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے۔ مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ تو دیت اترنے سے پہلے۔ تم سر ماؤ۔ تو دیت لا کر پڑھو۔ اگر سچے ہو۔

تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ بات دے۔ تو وہی ظالم ہیں

تم فرماؤ اللہ پر ہے۔ تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر رات سے جرات ہے اور مشرک والوں میں نہ تھے۔ بیشک سب میں پہلا جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ جو مکہ میں ہے۔ والا اور سارے جہان کا راہنما الہی کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے گھر کے ہونے کی اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔

اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس کا گھر کج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پروا ہے

آل عمران ۳

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ كُلُّ اطْعَامٍ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلَى نَفْسِهِ ۝ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۝ قُلْ فَأَتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلَوْهَا ۝ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ ثُمَّ أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۝ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا أَمْرًا بَرًّا هُمْ حَتِيفًا ۝ مَا كَانَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِمَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ فَمِمَّا زَيَّنَّا لِبَنِي إِسْرَءِيلَ مَقَامَ اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا ۝ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجَابُ الْبَيْتِ ۝ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَنِيٌّ ۝)

تو جس نے جھوٹ اتر کیا اللہ پر اس کے بعد تو وہی ظالم لوگ ہیں۔ تم فرماؤ اللہ پر ہے۔ تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر رات سے جرات ہے اور مشرک والوں میں نہ تھے۔ بیشک سب میں پہلا جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ جو مکہ میں ہے۔ والا اور سارے جہان کا راہنما الہی کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے گھر کے ہونے کی اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس کا گھر کج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پروا ہے

قُلْ يَا هَلَالِ الْكِتَابِ لَمْ تَكْفُرْ وَنَبَايَةُ اللَّهِ
وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ ۝

قُلْ يَا هَلَالِ الْكِتَابِ لَمْ تَكْفُرْ وَنَبَايَةُ اللَّهِ
مَنْ آمَنَ تَبَخَّرُوا بِهَا وَعِوَجًا وَأَنْتُمْ شَهِدَاءُ ۝

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَطِيعُوا أَمْرًا
مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ۝
وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُنْفِلُ عَلَيْهِمْ آيَاتِ اللَّهِ

وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۝ وَمَنْ يَعْتَصِمِ بِاللَّهِ
فَقَدْ هَمَّ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَتَّى تَقْضِيَهُ
وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

وَأَعِصُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
وَأَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَالَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْوَةٍ مِّنَ النَّارِ
فَنَالِقَازِكُمْ مِّنْهَا ۝

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ

وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا
وَأُخْلِفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۝

وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۝

تم فرماؤ اے کتابیوں الٰہیوں کیوں نہیں مانتے
اور تمہارے کام الٰہ کے سامنے ہیں

تم فرماؤ اے کتابیوں الٰہ کی راہ سے روکتے ہو
اے جو ایمان لائے اے بیٹھ کر کیا چاہتے ہو اور تم خود اس

پر گواہ ہو۔
اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔

اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں
کے کہے پر چلے۔

تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر چھوڑیں گے۔
اور تم کہو کہ کفر کر کے تم پر الٰہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔

اور تم میں اس کا رسول تشریف لایا اور جس نے الٰہ کا سہارا لیا
تو فروردہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے
اور ہرگز نہ مرنے تک مسلمان

اور الٰہ کی رسی مضبوط تھام اور سب لے کر اور آپس میں
پھٹ نہ جانا

اور الٰہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو
جب تم میں میرا تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا

تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔
اور تم ایک خاندان دوزخ کے کنارے پر تھے

تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا
الٰہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم

ہدایت پاؤ
اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلا لیں

اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں۔
اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے
اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں

انہیں آپس کی تھیں۔
اور ان کے لئے عذاب ہے۔
جس دن کچھ منہ ادا جلائے ہوئے اور کچھ منہ کالے۔
ہوں گے کچھ منہ

کھدو کہ اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو الٰہ کی آیتوں کا
حالانکہ الٰہ شاہد جو تم کہہ رہے ہو۔

کہو کہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو الٰہ کی راہ سے
اسکو جو ایمان لا چکا تم راہ خدا کو ٹیڑھا کرنا چاہتے

حالانکہ تم خود گواہ ہو۔
اور نہیں ہے الٰہ بے خبر تمہارے کرتوتوں سے

اے ایمان والو اگر تم کہنے پر چلے تم کسی کے
جس کو کتاب دی گئی ہے

پھر کر دیں گے تمکو تمہارے ایمان کے بعد کافر۔
تم کیسے کفر کرو گے حالانکہ تم ہوا کی تلاوت بھائی ہو

اور تم میں الٰہ کا رسول ہے اور جو مضبوط پکڑے الٰہ کو
تو بے شک اس کو سیدھی راہ کی ہدایت دی گئی ہے

اے ایمان والو اللہ کو درود جو اس سے ڈرنے کا حق ہے
اور مت مرو مگر اس حال میں کہ تم لوگ مسلمان ہو۔

اور مضبوط پکڑ لو الٰہ کی رسی سب کے سب اور الٰہ
الک نہ ہو

اور یاد کرو اپنے اوپر الٰہ کی نعمت کو
جبکہ تم باہم دشمن تھے تو الفت پیدا کی تمہارے دلوں

تو ہو گئے تم الٰہ کے فضل سے بھائی بھائی۔
اور تم تھے تم کنارے پر ایک خاندان جہنم کے

تو نکالنا تمکو اس سے
اسی طرح بیان فرماتا ہے الٰہ تمہارے لئے اپنی آیتیں

کہ اب تو ہدایت پا جاؤ۔
اور تمہارا ہی ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بلا لیں

بھلائی کی طرف
اور حکم دیں نیکی کا اور دیکھیں بُرائی سے

اور وہی کامیاب لوگ ہیں۔
اور مت ہوان کی طرح جو الٰہ الگ ہو گئے۔

اور جھگڑ پڑے بعد اس کے کہ آپس کی تھیں ان کے
کھلی نشانیاں
اور وہی ہیں جنکے لئے عذاب ہے۔
جس دن کورسے ہوں گے کچھ چہرے اور کالے
ہوں گے کچھ منہ

فَاَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ فَاَكْفُرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝
وَاَمَّا الَّذِينَ اَبْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَاِنِّي رَحِمَةُ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

تِلْكَ اٰيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ يَا حَقِّقْ ط
وَمَا اللَّهُ بِرَبِّدُ ظُلُمَاتِ اللَّعَالِيْنَ ۝
وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

وَالِی اللہ تَرْجِعُ الْأُمُورَ ۝
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذُنُوبُهُمْ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۝
لَکَانَ حَبِیْرُ الْهَدْمِ ط
بَنَّهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَاکْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

لَنْ یَضُرَّ وَکُمْ الْاِذَای ط

وَاِنْ یُقَاتِلْکُمْ یُؤْتِکُمْ الْاِذَا بَارَ

تُمْ لَا یَنْصُرُونَ ۝
صَدِّقَتْ عَلَیْهِمُ الدِّیْنُ اَیْنَ مَا یَقِفُوا
اَلَا یَحْجِبُ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٌ مِنَ النَّاسِ
وَبَاءَ وَالْغَضَبِ مِنَ اللَّهِ
وَصَدِّقَتْ عَلَیْهِمُ الْمُسْکَنَةُ ط
ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یُکْفِرُوْنَ بِآیَاتِ اللَّهِ
وَلِیَقْتُلُوْا الْاَنْبِیَاءَ بِخَیْرِ حَقِّ
خِلَافٍ بِمَا عَصَوْا وَکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝
لَبِسُوا سَوَآءً ط مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ

یُتْلُوْنَ اٰیَاتِ اللَّهِ اِنَّا اِلَیْلُیْ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ ۝
یُؤْمِنُوْنَ بِاللَّهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

تو وہ جنکے منہ کالے ہوئے۔

کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے۔

تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

اور وہ جن کے منہ اوجھلے ہوئے

وہ الہ کی رحمت میں ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

یہ الہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں۔

اور الہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

اور الہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین

میں ہے

اور الہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں

بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو

اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر کتابی ایمان لاتے

تو ان کا بھلا تھا۔

ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر

وہ تمہارا کچھ نہ لگا دیں گے مگر یہی ستانا

اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر

جائیں گے

پھر ان کی مدد نہ ہوگی

ان پہ جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نپائیں۔

مگر الہ کی دُور اور آدمیوں کی دُور سے

اور غضب الہی کے سزاوار ہوئے

اور ان پر جمادی گئی محتاجی

یہ اس لئے کہ وہ الہ کی آیتوں سے کفر کرتے

اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے

یہ اس لئے کہ نافرمانی دار اور سرکش تھے

سب ایک سے نہیں کتابوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں

الہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں

الہ اور پچھلے دن پہ ایمان لاتے ہیں۔

تو جنکے منہ کالے ہیں

کیا تم نے کفر کیا تھا ایمان لانے کے بعد

تو کچھ عذاب بدلہ اس کا جو کفر کرتے تھے۔

اور وہ جنکے چہرے گورے ہو گئے۔

وہ الہ کی رحمت میں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

والے ہیں

یہ الہ کی آیتیں ہیں کہ ہم جسکو چاہتے ہیں تم پر بالکل

اور الہ نہیں چاہتا ظلم اہل دنیا پر

اور الہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین

میں ہے

اور الہ ہی کی طرف رجوع کرائے جاتے ہیں ساد کام

تم ان ساری امتوں میں بہتر ہو جو لوگوں کے ظاہر ہوئیں

کہ بھلائی کا تو تم حکم دو اور بُرائی سے روکو

اور الہ پر یقین رکھو اور اگر ایمان لے آئے اہل کتاب

تو ضرور ان کے لئے بہتر تھا۔

ان میں کچھ ایمان لانے والے ہوئے اور ان کے زیادہ

لوگ سب نافرمان ہیں

یہ لوگ تم لوگوں کا کوئی نقصان نہ کر سکیں گے مگر

بس ستانا

اور اگر لڑیں تم سے تو پھیر لیں گے تم سے پیٹھ

پھر کوئی مدد نہ دیئے جائیں گے۔

سوار کر دی گئی ان پر ذلت غلامی جہاں بھی رہیں۔

مگر یہ کہ تمہاں لیں رسمی الہ کی اور لوگوں کی رسمی

اور لوٹ گئے وہ الہ کے غضب میں

اور چھاپ دی گئی ان پر لے سکتی

یہ اس لئے کہ وہ انکار کرتے تھے الہ کی آیتوں کا

اور شہید کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق

یہ سزا ہے اسکی جو نافرمانی کی اور سرکشی کرتے تھے

سب برابر نہیں ہیں کہ اہل کتاب ہی میں ایک دہر کہہ رہے

جماعت ہے

جو تلاوت کریں الہ کی آیتوں کا رات کی گھڑیوں میں اور وہ سجدہ کریں

مابین الہ کو اور پچھلے دن کو

وَيَا مُرْدُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيَسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ط
وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ه
وَمَا يَتَّقُوا مِنَ خَيْرٍ فَلَنْ يَكْفُرُوهُ ط
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ه
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ تَغْيِي عَنْهُمْ أَمْوَالَهُمْ

وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط
وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
مِثْلُ بَرِّيحٍ فِيهَا صَوَائِرُ صَابَتْ حَرْثُ قَوْمٍ ط
ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَاهْلَكَتْ ط

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ه

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
بِطَانَةِ مَنْ دُونَكُمْ ط لَا يَأْتِيَنَّكُمْ خَبْرٌ لَّا
وَدُّوهُمَا عَيْنُهُمْ
قَدْ بَدَّتِ الْبُغْضَاءُ مِنْ أَقْوَاهِهِمْ
دَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ الْكِبْرُ ط
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ه

هَآئِنْتُمْ أَوْلَاءُ مُحِبِّوهُمْ وَلَا يُحِبُّوكُمْ ط

وَلَوْ مُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ
وَإِذَا لَقُوا كَرِهُوا أَلْفَآفًا
وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلَيْهِمْ لَأَن تَامِلَ
مِنَ الْغَيْظِ ط

قُلْ مُؤْمِنُوا بِغَضَبِ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ه
إِنْ تَسْتَسْأَلُوا حَسَنَةً تَسْأَلُوا سَوَاءً هُمْ
وَإِنْ تُبْشِرُوا بِسُوءٍ يُبْشِرُوا بِسُوءٍ هَآ

اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں
اور نیک کاموں پہ دوڑتے ہیں
اور یہ لوگ لائق ہیں۔
اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا
اور اللہ کو معلوم ہیں ڈروالے
اور وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور

اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے۔
اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا
کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرے
اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہوا ایک ایسی قوم کی کھیتی
پر پڑی
جو اپنا ہی بُرا کرتے تھے تو اسے بالکل مالدگی

اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جانوں
پر ظلم کرتے ہیں۔

اے ایمان والو! تمہیں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔
وہ تمہاری بُرائی میں کمی نہیں کرتے
ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے
بیر انکی باتوں سے جھلک اٹھا۔

اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور پڑا ہے
ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں
عقل ہو۔

سنئے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں
نہیں چاہتے۔

اور حال یہ ہے کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو
اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔
اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چپائیں غصہ سے

تم فرما دو کہ میرا ذاتی گھٹن میں
اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات
تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُرا لگے
اور تم کو بُرائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں

اور حکم دیں نیکی کا اور روکیں بُرائی سے
اور تیزی کریں نیک کاموں میں
اور وہی لوگ نیکو کار ہیں
یہ لوگ جو بھلائی کریں تو ہرگز اس سے محروم نہ کیے جائیں
اور اللہ بہترین گاروں کو جاننے والا ہے
بے شک جنہوں نے کفر کیا تو نہ بے پردہ کرے گا
ان کا مال
اور نہ انکی اولاد اللہ سے کچھ بھی۔

اور وہی جہنم والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے
مثال اس کی جو خرچ کریں دنیاوی زندگی کے بارے میں
جیسے ہوا جس میں پالا ہے وہ پہنچی ایک قوم کی
کھیتی پر
جنہوں نے خود اپنا بگاڑ رکھا تھا تو اس کی کھیتی کو
تباہ کر دیا اس ہوائے۔

ان پر اللہ نے ظلم نہیں فرمایا لیکن وہ خود اپنے
اوپر ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! نہ بناؤ
راز دار کسی غیر کو نہ نہ چھپو رکھیں گے کچھ بد قول
ان کی تو آرزو ہے جتنی دشواری تمہیں ہو
ان کے منہ سے انکا بغض ظاہر ہو چکا
اور وہ جو انکے سینے میں چھپائے ہیں بہت بُرا ہے
ہم نے ساری نشانیاں تمہارے لئے بیان کر دی
اگر تم عقل سے کام لو

سنو کہ ایک تو تم ہو تو تم ان کی دوستی رکھتے ہو
وہ تمکو دوست نہیں رکھتے۔

اور تم کلی کتاب کو مانتے ہو
اور وہ جب تم سے ملے تو کہدیا کہ ہم بھی مان بکے
اور جب الگ ہوئے تو چپا ڈالا تم پر انگلیوں
غصہ سے

کہہ دو کہ میرا ذاتی جہنم میں
بیشک اللہ جانتا ہے سینوں والی باتوں کو
اگر تم کو فائدہ ہو تو بُرا لگے انکو۔
اور اگر تم کو کوئی نقصان پہنچے تو اس سے وہ خوش ہوں

وَأَنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

شَيْئًا

إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ ۳

وَإِذْ غَدَدَتْ مِنْ أَهْلِهَا

يَتَوَقَّى الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ

وَاللَّهُ يَسْمِعُ عَلِيمٌ ۝

رَدَّ هَمَّتْ طَائِفَتَيْنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا

وَاللَّهُ وَلِيُّمَا وَعَلَى اللَّهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَنِي إِدْرِيسَ إِذْ لَاحَظَ ۝

فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ۝

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ

أَنْ يَمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آفٍ

مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُتَوَلِّينَ ۝

بَلَى أَنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا

ذِيَا قُوَّةٍ مِنْ قُدْرَةِ هَذِهِ الْأَيْدِ ۝

رَبَّائِكُمْ بِخَمْسَةِ آفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُتَوَلِّينَ

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ

وَلِتُحْمِلُنَّ أَثْقَالَكُمْ بِهِ

وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝

لِيَنْقُطَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَآئِبِينَ ۝

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ

فَالَهُمْ ظِلْمُونَ ۝

وَاللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۝

اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کئے رہو تو ان کا داؤں

تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا

بیشک انکے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔

اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ

سے برآمد ہوئے۔

مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے

اور اللہ سننا جانتا ہے

جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہو کہ نامردی

کمر جائیں

اور اللہ ان کا سمجھانے والا ہے

اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم

بالکل بے سروسامان تھے۔

تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار نہ ہو۔

جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں

یہ کافی نہیں

کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار

فرشتہ اتار کر

ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر کرو و تقویٰ کرو

اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری

مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا

اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لئے

اور اسی لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے۔

اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس

سے

اس لئے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے

یا انہیں ذلیل کر دے کہ نامراد پھر جائیں۔

یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں۔

یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے

کہ وہ ظالم ہیں۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

زمین میں ہے

اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری سے کام لیتے رہو تو نہ بگاڑ

سکے گا تمہارا ان کا کچھ۔

بے شک اللہ انکے کوتاہوں کو گھیرنے والا ہے

اور یاد کرو جب تم صبح کو نکلے اپنے گھر سے

کہ تمہارا مسلمانوں کو جنگ کے مورچوں پر

اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

جبکہ قصد کر لیا تھا تمہارے دو گروہوں نے کہ نزدیکی

کمر جائیں

جبکہ اللہ ان دونوں کا مددگار ہے

اور اللہ ہی پہ ایمان والے بھروسہ رکھیں

اور بے شک مدد دی تم کو اللہ نے بدر میں جبکہ تم

بے سروسامان ہو

تو ڈرو اللہ کو کہ اب شکر گزار ہو جاؤ

جب تم کہہ رہے تھے مسلمانوں کو کہ کیا تمہیں کافی

نہیں

کہ مدد فرمائے تمہاری تمہارا رب پروردگار تین ہزار

فرشتوں سے جو اتارے سکے ہوں

ہاں ہاں اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو

اور سب دشمن آپڑیں تم پر اسی دم تو مدد کر لگا

تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں والے فرشتوں

سے

اور نہیں کیا اس کو اللہ نے مگر خوش کر نہ کیا تمہیں۔

اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔

اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کے پاس سے غلبہ والا

حکمت والا

تاکہ کاٹ دے ایک کمانہ ان کا جنہوں نے کفر کیا۔

یا ان کو ذلیل و خوار کر دے تو وہ لوٹیں نامراد ہو کر

نہیں ہے تمہاری ذمہ داری اس بارے میں کچھ

کہ یا اللہ توبہ کرائے ان سے یا عذاب دے انکو

کیونکہ وہ سب ظالم ہیں۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو

کچھ زمین میں ہے

يَغْفِرُ مَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا
أَصْعَاقًا مَضَعَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
وَسَادِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ
وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ
أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ
وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝
وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً
أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ
فَاسْتَغْفَرُوا وَلَمْ يُؤْخِذْ بِهِمْ
وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ
وَلَمْ يُصِرُّ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝
أُولَٰئِكَ جِزَاءُ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّهِمْ
وَجَنَّتُجْرَىٰ مِنْ خَيْرِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَلَهُمْ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ لَا
فِيهِ رُفُو الْأَرْضِ فَانظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝
هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى
وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا
وَلَا تَحْزَنُوا إِنَّمَا الْأَعْلَىٰ
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَسْكُمُ قَرْحُ
فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۝
وَتَلَا الْأَيَّامُ نَدَا وَلَهَا بَيْنَ النَّاسِ

جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے
اے ایمان والو! سو دونا دون نہ
کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں نلاح ملے
اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے
اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم
رحم کئے جاؤ
اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف
اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان
و زمین آجائیں
پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔
وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور
رنج میں
اور غصہ پہنے والے اور لوگوں سے دگڑ کر گئے والے
اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں
اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی
یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے
اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔
اور گناہ کون بخشنے سوا اللہ کے
اور اپنے کئے پر حیا نہ لاجھ کر اٹھ جائیں۔
ایسوں کو بدلہ ان کے رب کی بخشش
اور جنتیں ہیں۔ جسکے نیچے نہر ہیں روان
ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں کا کیا اچھا نیک ہے
تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں
تو زمین میں چل کر دیکھو۔
کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا
یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا
اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے اور نہ سستی کرو
اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے
اگر ایمان رکھتے ہو اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی
تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں۔
اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے بائیاں رکھی ہیں

بخشنے چاہے اور عذاب دے جس کو چاہے
اور اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔
اے ایمان والو! موت کھاؤ سو
دونا دون اور اللہ کو ڈرو کہ اب مراد کیا جاؤ
اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے
اور فرمانبردار رہی کرو اللہ اور رسول کی کہ اب تم
کئے جاؤ
اور تیزی کرو بخشش کی طرف اپنے رب کی
اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی ہے سارے آسمان
و زمین کی
تیار رکھی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے
جو خرچ کریں خوشحالی میں اور تنگدستی میں
اور پی جانے والے غصہ کو اور معافی دینے والے لوگوں کو
اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو
اور وہ جو کر گزرے کوئی بیحیائی
یا ظلم کر بیٹھے اپنے اوپر تو یاد کیا اللہ کو
پھر بخشش چاہیں اپنے گناہوں کی
اور کون بخشنے سوا اللہ کے۔
اور امر اور نہ کیا اس پر جو کر گزرے دیدہ و دانستہ
وہ ہیں کہ بدلہ انکا بخشش ہے انکے پروردگار کی
اور جنتیں ہیں۔ جہتی ہیں جسکے نیچے نہر ہیں۔
اسیں ہمیشہ رہنے والے اور کیا خوب اجر ملے گا
کار گزاروں کا
ہو چکے ہیں تم سے پہلے بھی کچھ طریقے
تو زمین کی سیر کو پھر دیکھو۔
کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا
یہ صاف بات ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت
اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے اور نہ سستی
اور نہ رنج کرو تمہیں بلند اور غالب ہو۔
اگر ہو تم ایمان والے۔ اگر لگے تم کو دشمن
تو بے شک لگ چکا ہے تو دشمن کو بھی اس طرح
اور یہ ایام ہماری باری پھیرنے والے لوگوں میں

وَلْيَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِحَسَبِ
أَعْمَالِهِمْ ۝ لَا يُجِبُ الظَّالِمِينَ ۝
وَلْيَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِحَسَبِ
أَعْمَالِهِمْ ۝
إِنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمْ يَكُنْ لِلَّهِ الدِّينُ جَاهِدُوا
مُتَلَابِعًا وَلِيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝
وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَتُّونَ الْمَوْتَ
مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ ۝
فَقَدْ مَرَّ أَيْمُونُهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝

اور اس لئے کہ اللہ پہچان کر دے ایمان والوں کی
اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے
اور اللہ درست نہیں رکھتا ظالموں کو
اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے
اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ
جنت میں چلے جاؤ گے۔
اور ابھی اللہ نے تمہارے عاڈوں کا امتحان نہ لیا
اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔
اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔
اس کے ملنے سے پہلے
تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے ساتھ

تاکہ معلوم کر دے اللہ انکو جو ایمان لائے
اور بنائے تم میں سے کچھ شہادت والے
اور اللہ نہیں پسند فرماتا ظالموں کو
اور تاکہ خالص کھرا کر دے اللہ انکو جو ایمان لائے
اور مٹا دے کافروں کو۔ کیا تم نے خیال کر رکھا ہے
کہ جنت میں جاؤ گے۔
اور ابھی معلوم کر اے اللہ انہیں جنہوں نے تم سے جہاد کیا
اور ابھی معلوم کر ایمان کا صبر کرنے والوں کو
اور تم بڑی آرزو رکھتے تھے مرنے کی
قبل اسکے کہ موت سے ملو
تو اب تو تم نے اسکو دیکھ لیا اپنی نظر سے

خانوادہ اشرفیہ سربراہ عالی شیخ المشائخ قدوة السالکین حضرت علامہ شاہ سید مختار اشرف صاحب سجادہ سرکار کا خانقاہ اشرفیہ
اور شاہزادگان محمد و الملت حضور محدث اعظم ہند

* مفکر ملت حضرت سید حسن مثنیٰ انور ایدہ اے علیگ * شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں جانشین مخدم الملت
* غازی ملت حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں صدر آل انڈیا سنی لیگ * حضرت سید محمد عربی اشرف ایم اے ایل ایل بی (ٹیلیفک پریزنٹیشن آف اریڈیشن گریجویٹ)
* رئیس التحریر حضرت مولانا سید محمد جیلانی میاں ایڈیٹر المیزان ممبئی، جنرل سکرٹری دارالعلوم دیوان شاہ بھیڑی
* شیخ طریقت حضرت مولانا سید تنویر میاں ناظم اعلیٰ دارالعلوم اہلسنت جیلپور * حضرت صوفی سید جہانگیر میاں خلیفہ کچھوچھو
خاندان اہل بیت کے ان چمکتے ستاروں کو ایک رضوی کا خراج تحسین جنھوں نے المیزان کے ذریعہ
مجید اسلام امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا نئی نسل میں تعارف کرانے کا منصوبہ بنا کر اہل جزاء الاحسان والا الاحسان
کو عملی روپ دیا ہے

سنگ بارگاہ رضویہ

نصرت اللہ عباسی میوٹھی رضوی بانی آل انڈیا سنی جمعیتہ العلماء
شکر بیلڈنگ۔ مستان تالاب کمراس لین بسبی 8

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

امام احمد رضا

امام احمد رضا علیہ الرحمہ

کے اس شہد پر ہمارا کامل یقین ہے، اور اسی
یقین کو سینے میں دبائے ہم وابستگان سلسلہ
اشرفیہ آگے بڑھ رہے ہیں۔

میسرز اے حق ایتد برادر س

اشوک راج پتھ پٹنہ (بہار)

فقیہ اعظم ہندوستان احمد رضا تم ہو
مقام فقہ میں عرش آستان احمد رضا تم ہو

فقیہیات



امام احمد رضا کی پیاری پیاری باتیں

امام احمد رضا اور ^۲سراج الفقہاء

امام احمد رضا اور ^۳صدر الافاضل

امام احمد رضا کی فقہانیت

امام احمد رضا کا ^۵فقہی مقام

امام احمد رضا اور ^۶تسهولیات شرعیہ

امام احمد رضا ^۷فقیہ ہندوستان

امام احمد رضا کی

پیاری پیاری باتیں

از اقادات عالیہ امام احمد رضا فاضل بریلوی

سوال۔ کیا دعا عطا کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد۔ غیر عالم کو دعا عطا کب تک حرام ہے

سوال۔ سفر کے لئے کون کون دن مخصوص ہیں۔

ارشاد۔ پنجشنبہ، شنبہ، دو شنبہ۔ حدیث شریف میں ہے بروز شنبہ قبل طلوع آفتاب

جو کسی حاجت کی طلب میں نکلے اس کا خاص میں ہوں۔ اسی سلسلہ تقریر میں

فرمایا بخدا اللہ دوسرے بار کی حاضری حرمین طہین یہاں سے جانے اور وہاں سے

واپس آنے میں انھیں تین دنوں میں سے ایک دن میں روانگی ہوئی تھی۔ اور

بفضل قائلے غیر کا یوم ولادت بھی شنبہ ہے۔

سوال۔ حضور میرے بھتیجے پیدا ہوا ہے۔ اس کا کوئی تاریخی نام تجویز فرمائیں۔

ارشاد۔ تاریخی نام سے کیا ناندہ نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔

میرے اور میرے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام

محمد رکھا ہے اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہو جائے۔ حامد رضا خاں کا

نام محمد ہے اور ان کی ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ اور اس نام مبارک کے

عند بھی ہاتھ ہیں۔ ایک وقت تاریخی نام میں یہ ہے کہ اسمائے حسنی سے

ایک یا دو جن کے اعداد موافق عدد نام تادری ہوں عدد نام در چند کر کے پیسے

جاستے ہیں وہ تادری کو اسم اعظم کا ناندہ دیتے ہیں۔ تاریخی نام سے مقدار

بہت زیادہ ہو جائے گی۔

مثلاً اگر کسی کی ولادت اس ۱۲۹۵ھ میں ہوئی تو اس کے مطابق عدد کے

اسم حسنی ۲۷۵۸ بار پڑھے جائیں گے اور محمد نام ہوتا تو ایک سو چوراسی

بار دونوں میں کس قدر فرق ہوا۔ پھر اس نام اقدس کے فضائل میں یہ چند

حدیثیں ذکر فرمائیں

ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو میری محبت کی

وجہ سے اپنے لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ باپ اور بیٹے دونوں

کو بخشے گا۔ ایک روایت میں ہے قیامت کے دن ملائکہ کہیں گے کہ جن کا

نام محمد یا احمد ہے جنت میں چلے جاؤ۔ ایک روایت میں ملائکہ اس گھر

کی زیارت کو آتے ہیں جس میں کسی کا نام محمد یا احمد ہے۔ ایک روایت میں

ہے جس مشورے میں اس نام کا آدمی شریک ہو اس میں برکت رکھی جاتی

ہے۔ ایک روایت میں ہے تمہارا کیا نقصان ہے کہ تمہارے گھروں میں دو

یا تین محمد ہوں۔

سوال۔ غورتوں کی نماز بایک کپڑوں سے ہوتی ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ آزاد غورتوں کو سر سے پاؤں تک تمام بدن کا چھپا نافرض ہے مگر چہرہ منی

پیشانی سے تھوڑی اور ایک کپٹی سے دوسری کپٹی تک وجس میں سر کے

بالوں کا کون کوئی حصہ داخل نہیں نہ تھوڑی کے نیچے کا) یہ تو بالاتفاق نماز

میں چھپا نافرض ہے اور گٹھوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں

ان میں اختلاف روایت ہے ان کے سوا اگر کسی عضو کا چوٹھاں حصہ نماز

میں تعدا کھولے اگرچہ ایک آن کو یا بالاعد بقدر ادا سے رکن یعنی تین بار

سبحان اللہ کہنے کی دین تک کھلا ہے تو نماز نہ ہوگی۔ اور بایک کپڑے

جن سے بدن نظر آئے یا رنگ دکھائی دے یا سر کے بالوں کی سیاہی

چمکے نماز نہ ہوگی۔

سوال۔ اس وقت وہ حافظ صاحب حاضر ہیں جنھوں نے اس دہائی خیال کا شخص

کو پیش کیا تھا۔ علم غیب میں کچھ دریافت کیا تھا۔ حضور وہ شخص حبیب مہاں

سے کیا تو راستہ ہی میں کہنے لگا کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم کی باتیں میرے دل سے بول

کیں اور اب میں انشاء اللہ قائلے ان کا مرید ہوں گا۔

ارشاد۔ دیکھو نرمی میں جو نوآمد ہیں وہ سختی میں ہرگز حامل نہیں ہو سکتے اگر اس شخص کو

سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہیں ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مذہب

ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ یہ جو دہابیہ میں پڑے

ہوئے ہیں اس سے بھی ابتدا بہت نرمی کی گئی ہے مگر چونکہ ان کے دلوں میں
بہت راسخ ہو گئی تھی۔ اور مدعا ان شہ لایعودون ہو چکے تھے اس
لئے حق نہ مانا اس وقت سختی کی گئی کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔ یا ایہا النبی
جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم۔ اے نبی جہاد فرما کافروں
اور منافقوں پر اور ان پر سختی کر دو اور سافوں کو ارشاد فرماتا ہے۔ وایچہ
واذیکم غلظ الانم ہے کہ وہ تم میں دشمنی پائیں۔ ایک شخص خدمت اقدس
حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے زنا
حلال فرمادیجئے۔ صحابہ کرام نے انھیں قتل کر چاہا کہ خدمت اقدس میں سخت
گستاخی کے الفاظ کہے۔ حضور نے فرمایا امدان سے فرمایا قریب آؤ۔ وہ قریب
ہوئے اور قریب فرمایا۔ یہاں تک کہ ان کے زانو زانو سے اندر سے مل
گئے۔ اس وقت ارشاد فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے
عرض کی نہ فرمایا تیری بیٹی سے عرض کی نہ فرمایا تیری بہن سے عرض کی نہ فرمایا تیری
بھوپھی سے عرض کی نہ فرمایا تیری خالہ سے عرض کی نہ فرمایا جس سے تو زنا کرے
نہ آئو وہ بھی کسی کی ماں یا بیٹی یا بہن یا بھوپھی یا خالہ ہوگی یعنی جو بات۔ اپنے
لئے نہیں پسند کرتا دوسروں کے لئے کیوں پسند کرنا ہے۔

دست اقدس۔ ان کے سینے پر مار کر دعا فرمائی کہ اہلبی زنا کی محبت اس
کے دل سے نکال دے۔ وہ صاحب کہتے ہیں جب میں حاضر ہوا تھا تو زنا
سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی چیز نہ تھی اور اب اس سے زیادہ کوئی
چیز مجھے نہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمھاری
مثال ایسی ہے جیسے کسی کا اونٹ بھاگ گیا۔ لوگ اس کو پکڑنے لگے۔ اس
کے پیچھے دوڑتے ہیں جتنا دوڑتے ہیں وہ زیادہ بھاگتا ہے۔ اس کے مالک
نے کہا کہ تم لوگ ٹھہر جاؤ۔ اس کی راہ میں جانتا ہوں۔ بڑھکھاس کا ایک سٹھا
لے کر چکا زنا ہوا اونٹ کے قریب گیا اور اسے پکڑ لیا اور بٹھا کہ اس
پر سوار ہو لیا۔

فرمایا اگر اس وقت تم اس کو قتل کر دیتے تو جہنم میں جاتا۔

سوال۔ حضور میرے کچھ روپے ایک صاحب پر ہیں وہ نہیں دیتے۔
ارشاد۔ اس زمانہ میں قرض دینا اور یہ خیال کرنا کہ وصول ہو جائے گا۔ ایک شک خیال
ہے۔ میرے پندرہ سو روپے لوگوں پر قرض ہیں۔ جب قرض دیا یہ خیال کیا
کہ وہ دے گا تو خیر ورنہ طلب نہ کروں گا۔ جن حاجیوں نے قرض لیا دینے کا نام
نہ لیا۔ پھر خود ہی فرمایا جب یوں قرض دینا ہوں تو ہرگز نہ کروں گا۔ اس کی وجہ
یہ ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔ جب کسی کا دوسرے پر دین ہو
اور اس کی سیادت نہ کر جائے تو ہر روز اسی قدر روپیہ کی خیرات کا ثواب ملتا
ہے۔ جتنا دین ہے۔ اس ثواب عظیم کے لئے میں نے قرض دیئے بہت نہ کئے

کر پندرہ سو روپے روز میں کہاں سے خیرات کرتا۔
سوال۔ حضور حافظ کتنوں کی شفاعت کرے گا سنا گیا ہے کہ اپنے اہل سے
شخصوں کی۔

ارشاد۔ ہاں اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس سے
مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے۔ اور شہید پچاس شخصوں کی، حاجیوں کی
اور علما کے گنتی لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ سنی کہ عالم کے ساتھ میں لوگ
کو کچھ بھی تلقین ہوگا اس کی شفاعت کریں گے۔ کوئی کہے گا میں نے وفات
پائی دیا تھا۔ کوئی کہے گا میں نے غلام کام کیا تھا۔ لوگوں کا حساب ہونا
اور وہ جنت میں بھیجے جائیں گے۔

علما کا حساب کب کا ہو چکا ہوگا۔ اور وہ روکے جائیں گے عرض کریں گے
لوگ جارہے ہیں ہم کیوں روکے گئے ہیں۔ فرمایا جائے گا تم آج میرے
فرشتوں کی مانند ہو۔ شفاعت کرو کہ تمھاری شفاعت سے لوگ بخشے جائیں
ہر سنی عالم سے فرمایا جائے گا اپنے شاگردوں کی شفاعت کر اگرچہ آسمان
کے ستاروں کے برابر ہوں۔

سوال۔ حقیقہ کا گوشت بچ کے ماں، باپ، تانا، نانی، دادی، دادا، ماموں، چچا، بھائی
کھائیں یا نہیں

ارشاد۔ سب کھا سکتے ہیں کھانا تو اوجہ والعقود الدریہ میں
احکامہا احکام الاھیہ

سوال۔ کیا عدت کے اندر بھی نکاح ہو سکتا ہے

ارشاد۔ عدت میں نکاح تو نکاح کا پابان بھی دینا حرام ہے

سوال۔ حضور قریب کا وقت نکاح ہم ابابندھنا نیز باجے کا ہے جس کے ماں
نکاح کو جاننا شرعاً کیا رکھتا ہے۔

ارشاد۔ خالی پھولوں کا ہر اجازت ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں
حرام و ناجائز ہیں

سوال۔ حضور ولیہ کا کھانا شریعت کے کس حکم میں داخل ہے اور اس کا تادک کرنا

ارشاد۔ ولیہ بعد زفاف سنت اور اس میں صیغہ آم بھی دار ہے عبدالرحمن
عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا اؤ لکھو ولیہ بشاکہ ولیہ کرنا
ایک ہی ذنبہ یا اگرچہ ایک ذنبہ دونوں معنی معنی ہیں اور اول اہم

سوال۔ جس شہر کے لوگوں میں سے ایک بھی ولیہ نہ کرنا تو ہر بلکہ نکاح سے پہلے
روز جیسا رواج ہے کھلا دیتا ہے تو ان سب کیلئے کیا حکم ہے

ارشاد۔ تارکان سنت ہیں مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے۔ تاوگ گدگارتہ ہوگا۔ اگر
حق نہ جانے۔

سوال۔ کیا حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں ایک ہزار برس قیام فرمایا

اندھ لیا کر فرمایا کہ جو شخص میں نے غیر خدا کیلئے روشنی کیں۔ بجھا دیجئے۔ کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شے ٹھنڈی نہ ہوئی۔

سوال۔ تیجہ الوضو کی کیا فضیلت ہے۔

ارشاد۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا۔ اے بلال کیا سبب ہے کہ میں جنت میں تشریف لے گیا تو تم کو آگے آگے جاتے دیکھا۔ عرض کی یا رسول اللہ جب میں وضو کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل پڑھ لیتا ہوں فرمایا یہی سبب ہے۔

سوال۔ حضور ایک بی بی تنہا حج کرنا چاہتی ہیں اور سفر خرچ قلیل اور خود علیل اس صورت میں کیا حکم ہے۔

ارشاد۔ عورت کو بغیر محرم حج کو جانا جائز نہیں

سوال۔ حضور طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے

ارشاد۔ طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور سے بلکہ بیعت اس شخص سے کرنا چاہئے جس میں یہ جاریا تیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اولا سنی صحیح العقیدہ ہونا یا کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔ ثانیاً اس کو سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ کہیں منقطع نہ ہو ورنہ الیاً فاستق معلن نہ ہو۔ (اسی سلسلہ بیان میں ارشاد ہوا کہ) لوگ بیعت بطور دم بخت ہیں بیعت کے معنی نہیں جانتے بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ میزی کے ایک عزیز دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔ ان زید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ میزی کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ میزی ظاہر ہوئے۔ اور ان کو نکال لیا۔

سوال۔ آمدنی کی قلت اور اہل وعیال کی کثرت تحت کلفت ہے

ارشاد۔ یا مسبب الاسباب۔۔۔ ہا واول و آخر الابرار درود شریف بعد نماز عشاء قبلہ رو با وضو، ننگے سر ایسی جگہ کہ جہاں سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو پڑھا کرو

سوال۔ قبرستان میں جو تہہ پہن کر جانے کا کیا حکم ہے

ارشاد۔ حدیث میں فرمایا تو اڑکی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ دوسری حدیث میں فرمایا اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تالاؤ کہ میرے تلے تک پہنچ جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ یہ وہ

ارشاد۔ نہیں بلکہ تقریباً سو برس تک تشریف فرما ہے۔

سوال۔ اس شخص پر جو قصاص میں قتل کیا گیا نماز پڑھی جائے

ارشاد۔ ہاں! خود کشی کرنے والے اور اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکو میں مارا گیا ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔

سوال۔ کھانا کھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔

ارشاد۔ داہن پاؤں کھڑا ہوا اور بائیں بچھا اور دہلی بائیں ہاتھ میں لیکر داہنے ہاتھ سے توڑنا چاہئے۔ ایک ہاتھ سے توڑ کر کھانا اور دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادت متکبرین ہے۔

سوال۔ قیامت کب ہوگی اور ظہور امام مہدی کب

ارشاد۔ قیامت کب ہوگی اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے بتائے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے

فَالْحَقُّ غَابَ الْغَيْبُ فَلَا يَظْهَرُ عَلٰی غَيْبِهِمْ أَحَدٌ إِلَّا مِنْ أَمْرِ نَضِيٍّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ غَيْبٌ كَاجْلِسِنَا دَالِہِ وَہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بعض علماء کرام نے ملاحظہ احادیث صحابہ لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بٹھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا الکشف عن تجا و زہدہ الامۃ الالف اس سے ثابت کیا کہ یہ امت ایک ہزار ستھ سے آگے ضرور بڑھے گی امام جلال الدین کی وفات ۸۰۰ھ میں ہے۔ اپنے حساب سے خیال فرمایا کہ سن ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا محمد اللہ تعالیٰ اسے بھی ۲۶ برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشتراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرنا ہے کہ شاید ۱۳۰۰ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور سن ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں

سوال۔ میلاد شریف میں جھارٹا فائوس فروش وغیرہ سے زیب و زینت اسراف ہے یا نہیں

ارشاد۔ غلام فرماتے ہیں لاخر فی الاسراف ولا اسراف فی الخیر جس شے سے تعظیم ذکر تشریف مقصود ہو ہرگز منوع نہیں ہو سکتی۔ امام غزالی نے ایضاً العلوم شریف میں سید ابوالعزیز دہبازی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار اشعین روشن کیں ایک شخص ظاہر میں بیہوشی اور یہ کیفیت دیکھ کر دایس جانے لگے۔ بائی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور

فرما ہے جن کو والدہ اگر مسلمان کے سر اور سینے اور آنکھ پر قدم اقدس رکھ دیں تو اسے دونوں جہان کا چین بخش دیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح القدیہ اور طحاوی اور رد المحتار میں ہے المرور فی سکتہ حادثہ فی المقابر حرام۔

قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے کہ وہ ضرور قبروں پر ہو گا۔ بخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب قبرستان میں جو نیا پھنکے فرمایا یا صاحب السبتین النبی سبتیہ کما توخذ صاحب القبر ولا یؤذیک۔ اے بال صاف کہے ہوئے جوتے والے اپنے جوتے پھینک نہ تو صاحب قبر کو ستانہ وہ تجھے ستائے ایک شخص کو لوگ دفن کر کے چلے گئے مگر نیکر نے سوال شروع کیا ایک شخص جو تاپنے اس طرف سے نکلا اس کے جوتے کی آواز سن کر مردہ اس طرف متوجہ ہوا اور قریب تھا کہ جو سوال منکر نکیر کر رہے تھے اس کے جواب سے قاصر رہتا جرنے کے بعد زندگی سے کہیں زاید ادراک ہو جاتا ہے

غزوہ بدر شریف میں مسلمانوں نے کفاری نخسین جح کے ایک کونٹ میں پاٹ دیں حضور کی عادت کہ یہ کبھی جب کسی مقام کو فتح فرماتے تو درمیان میں دن قیام فرماتے تھے۔ یہاں سے تشریف لیا آئے اس کونٹ پر تشریف لے گئے جس میں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں اور انھیں نام بنام آواز دے کر فرمایا۔ ہٹنے تو پایا جو ہم سے ہمارے رب نے سچا وعدہ (یعنی نصرت کا) فرمایا تھا کیون تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ (یعنی ناکار) تم سے تھا ہمارے رب نے کیا تھا۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ احبنا والاسواح فیھا یا رسول اللہ کیا حضور بے جان جنوں سے کلام فرماتے ہیں فرمایا ما اهتم باصباح منہم کچھ ان سے زیادہ ہمیں سننے مگر انھیں طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں تو کافر تک سنتے ہیں تو من تو من ہے اور پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے (پھر فرمایا) روح ایک پرندہ ہے اور جہم بیخوہ۔ پرندہ جس وقت تک بیخوہ میں ہے اس کی پرواز اسی قدر ہے جب بیخوہ سے نکل جائے اس وقت اس کی قوت پرواز دیکھئے (فرمایا) اپنے مردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ ان کی برکت کے سبب ان پر عذاب نہیں کیا جاتا ہمد القوم لا یشتی جھم جلیسہم وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سبب ان کا ہم نشین بھی بد بخت نہیں ہوتا۔ ولہذا حدیث میں فرمایا ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین اپنے مردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو۔ میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو فرماتے سنا

ایک جگہ کوئی قبر کھلی گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نچھوڑ پر رکھے ہیں اس کے عزت بزدوں نے اس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمے سے کھل گئی۔ دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں لکھیں۔ اب جو دیکھیں تو دو اثر دے اس کے بدن

سے لیٹے اپنے پھتوں سے اس کا منہ بھنجھوڑ رہے ہیں۔ حیران ہوئے کسی نے دل سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا وہاں بھی یہ اثر دھا ہی تھے مگر ایک دلی اللہ کے مزا کا قرب تھا۔ اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گا عذاب اثر دے درخت گل کی شکل ہوئے تھے اور ان کے پھن گلاب کے پھول۔ اس کی غیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کر دو۔ وہیں لیجا کر دکھا بھرو وہی گلاب کے پھول۔

ایک بار حضرت سیدی اسماعیل حضرتی قدس سرہ العزیزہ کا اجل اولیا دراکر سے ہیں ایک قبرستان میں گزرے امام حب الدین طبری کہ اکابر محدثین سے ہیں ان کا رب تھے۔ حضرت سیدی اسماعیل نے ان سے فرمایا تو من رکلام الموتی کیا اس پر آپ ایمان لاتے ہو کہ مردے زندہ سے کلام کرتے ہیں عرض کی ہاں فسر ماہ اس قبر والا مجھ سے کہہ رہے انا من حبیب الجنۃ میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں آگے چلے وہاں جالین قبریں تھیں۔ آپ بہت دیر تک رستے رہے پھر ہمارے تک کہ دھوپ چڑھ گئی۔ اس کے بعد آپ ہٹنے اور فرمایا تو بھی انھیں میں سے ہے لوگوں نے یہ کیفیت دیکھا کہ عرض کی حضرت یہ کیا رہا ہے ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ فرمایا ان قبور پر عذاب ہو رہا تھا مجھے دیکھ کر میں روتا رہا اور حضرت عت میں میں نے شفاعت کی۔ مولیٰ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی۔ اور ان سے عذاب اٹھایا ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا اس میں سے آواز آئی یا سیدی انا منہم انا فلانۃ المغنیہ اے میرے آقا میں بھی انھیں میں سے ہوں میں فلاں دومی ہوں مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آگئی۔ اور میں نے کہا انت منہم تو بھی ان میں سے اس پر سے عذاب اٹھایا گیا تو یہ حضرات مر یا رحمت ہیں جس طرح گدا ہو رحمت مانتھ ہے۔

سوال۔ یہ صحیح ہے کہ شب مزاج مبارک جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خورشید پر پہنچے۔ نعلین پاک اتارنا چاہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی الیمین میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی اے حبیب تھااب مع نعلین شریف روق افروز ہونے سے عرش کی زینت و عزت زیادہ ہوگی۔ ارشاد۔ یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔

سوال۔ شب مزاج جب براق حاضر کیا گیا۔ حضور اکبر علیہ السلام کو وادی الیمین میں سبب پوچھا فرمایا آج میں براق پر جا رہا ہوں کل قیامت کے دن میری امت پر پل مرا طکی را طے کرے گی یہ تقاضائے محبت و شفقت امت کے مولیٰ نہیں ارشاد باری ہوا۔ یوں ایک ایک براق پر حضرت تمہارے ہر امتی کی قبر پر بھیجیں یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ بالکل بے اصل ہے ایسی ہی اور بھی بہت سی روایات بالکل بے اصل بلے ہو رہے ہیں کیا کہا جائے۔

سوال۔ حضور اگر اذیت پی کر بال سیاہ ہو جائیں تو یہ بھی غضاب کے حکم میں ہے

ارشاد۔ اس میں کچھ حرج نہیں دو اکھانے سے سپید پال سیاہ نہ ہو جائیگی بلکہ وہ قوت پیدا ہوگی کہ آئندہ سیاہ نکلیں گے تو کوئی دھوکا نہ دیا گیا نہ خلق اللہ کی تبدیلی کی گئی۔

سوال۔ حضور تانے یا لوہے کی انگوٹھی کا کیا حکم ہے۔

ارشاد۔ مرد و عورت دونوں کے لئے مکروہ ہے

سوال۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ چاندنی کی انگوٹھی جائز رکھی جائے جو اس سے بیش بہا ہے اور تانے وغیرہ کی مکروہ۔

ارشاد۔ چاندنی کی انگوٹھی مذکر آخرت کے لئے جائز رکھی گئی ہے کہ سونا چاندنی جنہوں کا زیور ہے۔ تانے وغیرہ کا دل کیا کام (پھر فرمایا) ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں پتل کی انگوٹھی تھی۔ ارشاد فرمایا مانی اس می فی یدک حلیۃ الاضنام کیا ہو اگر میں تمہارے ہاتھ میں توں کا زیور دیکھتا ہوں۔ انہوں نے انارک پھینک دی۔ دوسرے دن لہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا مانی ادی فی یدک حلیۃ اهل النار کیا ہو اگر تمہارے ہاتھ میں دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں۔ انھوں نے انارک پھینک دی اور عرض کیا یا رسول اللہ کسی چیز کی انگوٹھی بناؤں ارشاد فرمایا اتخذہ من الورق دلائمتہ مثقالا چاندنی کی بناؤ اور ایک مثقال پوری نہ کر دو۔

سوال۔ انگوٹھی کو کس ہاتھ میں پہننا چاہئے

ارشاد۔ بائیں ہاتھ میں آیا ہے اور داہنے میں بھی لیکن بہتر یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہنجر (وہ انگلی جو پھنک گیا کے پاس ہے) میں پہننے

سوال۔ کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قیادہ پڑھنا چاہئے

ارشاد۔ ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قبلہ رو ہونا کچھ ضرور نہیں سامعین کی طرف منہ ہونا چاہئے خطبہ جمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پشت کر کے پڑھا جاتا شروع ہے۔

سوال۔ نوشہ کے اٹن ملنا جائز ہے یا نہیں

ارشاد۔ خوبصورت ہونا جائز ہے۔

سوال۔ نکاح کے بعد چھوڑے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کہیں ثابت ہے یا نہیں

ارشاد۔ حدیث شریف میں لٹنے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث دارقطنی و بیہقی مطاوی سے مروی ہے

سوال۔ اگر جو ان عورت سے مروی ضعیف نکاح کرنا چاہے تو غضاب سے بال سیاہ

کر سکتا ہے یا نہیں

ارشاد۔ بڑھاپا سینک کاٹنے سے پھیرا نہیں ہو سکتا۔

سوال۔ حضور کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں

ارشاد۔ نہیں

سوال۔ قسم حضور کی کھانا جائز ہے

ارشاد۔ نہیں

سوال۔ کیا بے ادبی ہے

ارشاد۔ ہاں

سوال۔ جوان غیر محرم عورت کے سلام کا جواب دینا چاہئے یا نہیں

ارشاد۔ دل میں جواب دے

سوال۔ وضو کی حالت میں جھوٹ بولایا غیبت کی یا فحش بکا تو وضو میں کوئی خرابی تو نہیں ہے

ارشاد۔ مستحب یہ ہے کہ پھر وضو کرے اگر نازا اسی وضو سے پڑھ لی خلاف مستحب کیا۔

سوال۔ حضور یہ مشہور ہے الایۃ افضل من النبوۃ

ارشاد۔ یوں نہیں بلکہ یوں ہے دلایۃ النبی افضل من نبوتہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے کہ ولایت کی وجہ الی اللہ ہے اور نبوت کی وجہ الی الخلق

سوال۔ حضور قرب قیامت کی علامات احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں

ارشاد۔ ان کے بارے میں صحیح حدیث بھی آئی ہیں اور حسن و ضعیف و موضوع بھی

مگر رجال کا خروج امام ہمدانی رضی اللہ عنہ کا طور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، آفتاب کا مغرب سے طلوع یہ سب احادیث متواترہ سے

ثابت ہے۔ جس روز آفتاب مغرب سے نکلے گا وہی وقت درتوبہ بند ہونے کا ہوگا۔ انھیں ایام میں دلائل الارض کعبہ مدینہ کے قرب میں زمین سے نکلے گا اور گھوڑے کی طرح پھر پھر لیکن غائب ہو جائے گا تیسری مرتبہ جب نکلے گا تو

دہنے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور بائیں ہاتھ میں مسدنا سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی جو علم الہی میں مسلمان ہوگا۔ اس کی پیشانی پر عصا سے نورانی نشان کرے گا اور جو کافر ہوگا انگشتری سے کالا داغ لگا دے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے ایک دسترخوان پر چند آدمی بیٹھے ہوئے کھانا کھاتے ہوں گے یہ کھانہ کافر ہے کہ کافر یہ مسلمان پھر نہ کوئی مسلمان کافر ہو سکے

گا اور نہ کافر مسلمان (پھر فرمایا) قیامت تین قسم ہے۔ قیامت سنی بہ موت ہے۔

موت مات فقد قامت قیامتہ جو مرگا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ دوسری قیامت وسطی وہ ہے کہ ایک قرن کے تمام لوگ فنا ہو جائیں گے اور دوسرے قرن کے

نئے لوگ پیدا ہو جائیں تیسری قیامت کبریٰ وہ ہے کہ آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے۔

سوال۔ سید کے لڑکے کو اس کا استاد تادیباً مار سکتا ہے یا نہیں

ارشاد۔ قاضی جو حدود الہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو یا وجودیکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا۔ لیکن حکم ہے سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں نیت یہ رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کچھ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے تا بہ معلم چہ رسد۔

سوال۔ شبان میں نکاح کرنا کیسا ہے۔

ارشاد۔ کوئی حرج نہیں ہاں یہ آیا ہے لکن احکام بین العیدین دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے دن اگر عید پڑھے تو ظاہر ہے کہ جمعہ وعیدین کے درمیان فرصت کہاں ہو سکتی۔

سوال۔ جاویدوں کو کھلانے پلانے سے ثواب ملتا ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ ہاں حدیث میں ارشاد ہوا۔ فی کل ذات کبد سربطہ اجس ہر رنگہ میں اجہ ہے۔ ہر جاندار کو آرام پہنچانے میں ثواب ہے۔

سوال۔ حضور ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص دو سو برس تک فن و فہم میں مبتلا رہا اور بعد انتقال اس کی مغفرت فرمادی گئی اس وجہ سے کہ اس نے تورات شریف میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہر چوم کیا تھا۔

ارشاد۔ ہاں صحیح ہے ان کا نام ملے تھا۔ پھر فرمایا اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں اس کی رحمت چاہے تو کروڑوں برس کے گناہ دھو دے۔ غلامی ہوتا چاہے۔ سرکار کی ایک نیکی سے معاف فرمادے بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے اور اگر عدل فرمائے تو کروڑوں برس کی نیکیاں ایک صغیرہ کے عوض رد فرمادے۔ حدیث میں ارشاد ہوا کہ کوئی بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جاسکتا صحابہ نے عرض کیا ولانت یا رسول اللہ۔ آپ بھی نہیں یا رسول اللہ ارشاد فرمایا ولا انا انت یتحدنی رحمۃ اور میں بھی جب تک میرا رب رحمت نہ فرمائے گناہ نہ سہی۔ استحقاق کس بات کا ہے۔ دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اجیر ہے مزدوری کو دے گا۔ اجرت یا ینگا اور اگر عبد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا۔ ہم سب تو اسی کی مخلوق و مملوک ہیں۔ اسکی رحمت ہی رحمت ہے۔ آپ ہی بندوں کو توفیق دی۔ آپ ہی ان کو اسباب دئے آپ ہی آسان فرمایا اور فرماتا ہے بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا نیک العبد کیا۔ اچھا بندہ ہے۔ ایوب علیہ السلام کتنے عرصہ تک بلا میں مبتلا رہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا جب اس سے نجات

ملی عرض کیا الہی میں نے کیسا صبر کیا ارشاد ہوا اور توفیق کسی کو ملے لایا ایوب علیہ السلام اپنے سر پر خاک اڑائی عرض کیا بے شک اگر توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا۔

سوال۔ فاسق اگر مصافحہ کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں

ارشاد۔ اگر وہ کرنا چاہے تو جائز ہے ابتداء نہ چاہئے

سوال۔ زہم شریف بھی تین سالوں میں پینا چاہئے

ارشاد۔ ہاں ہر چیز کا یہی حکم ہے حدیث میں ارشاد ہوا مصوۃ مصادۃ تعبوا عبادان منہ الکبار۔ جس چوڑی کپڑا غٹ کر کے بڑے بڑے گھونٹ نہ لگاؤ۔

سوال۔ حضور میں آجکل بہت پریشان ہوں گزراوقات مشکل سے ہوتی ہیں

ارشاد۔ اللہم اکفی بحلالک عن حرامک واغنی بفضلك عن سوائک ہر نماز کے بعد اے ابارادربیع و شام سو سو بار دو آواز اے اللہ آتمزد و شریف اسی دعا کی نسبت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ و علیہ الرحمۃ فرمایا کہ اگر تجھ پر مثل پہاڑ کے بھی قرض ہوگا تو اسے ادا کر دے گا۔

سوال۔ حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں

ارشاد۔ نہیں جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے رجال پر خیال نہیں ملائکہ پاک ہیں رجال اور نساء ہونے سے

سوال۔ رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں

ارشاد۔ غائب رہتے ہیں اس وجہ سے

سوال۔ عربی زبان مرنے کے وقت سے ہو جاتی ہے

ارشاد۔ اس کی بابت تو کچھ حدیث میں ارشاد نہیں ہوا۔ حضرت سیدی بن طاہر داغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب کتاب ایمونہ کے شیخ فرماتے ہیں کہ کلمہ کا سوال سریانی میں ہوگا اور کچھ لفظ بھی بتائے

سوال۔ عبرانی اور سریانی ایک ہی ہیں

ارشاد۔ عبرانی اور یہ سریانی اور یہ۔ عبرانی میں انجیل نازل ہوئی اندر میں تو ریت ہے۔

سوال۔ کھانا کھاتے وقت بولنا کیسا ہے

ارشاد۔ کھانا کھاتے وقت التزام کر لینا نہ بولنے کا یہ عادت ہے محسوس کی جاتی ہے اور لغو باتیں کرنا یہ ہر وقت مکروہ اور ذکر خیر کرنا یہ جائز ہے

سوال۔ ذکر نماز پڑھے تو آقا پر مواخذہ ہے یا نہیں

ارشاد۔ جتنی تاکید کر سکتا ہے اتنی نہ کرے تو مواخذہ ورنہ نہیں

ارشاد۔ روضۂ اقدس افضل ہے یا کعبہ

سوال۔ روضۂ اقدس

ارشاد۔ پھر جب مفضول ہو جائے گا تو افضل کے جانے میں کیا شبہ صرف روضۂ اقدس ہی نہیں بلکہ ترتیب انبیاء کرام علیہم السلام کی۔

سوال۔ حضور قبرستان میں باؤ از بلند قرآن عظیم پڑھنا کیسا ہے

ارشاد۔ ایسی آواز سے پڑھنا مستحسن ہے کہ اموات سنیں اور ان کا دل پہلے نہ آتی کہ یہ وہ آواز سے کہ مردے کو بھی پریشان کرے۔

سوال۔ وقت دفن اذان کیوں کہی جاتی ہے

ارشاد۔ دفع شیطان کے لئے حدیث میں ہے۔ اذان جب ہوتی ہے۔ شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے۔ الفاظ حدیث میں یہ ہے کہ روح تک بھاگتا ہے اور درجا

درجہ طبع سے ۳۶ میل ہے اور وہ وقت ہوتا ہے دخل شیطان کا جس وقت منکر نکیر سوال کرتے ہیں من ربا یراب کون ہے۔ یہ یعنی دور سے

اشارہ کرتا ہے اپنی طرف کہ مجھ کو کہہ دے جب اذان ہوتی ہے بھاگ جاتا ہے دوسرے نہیں ہوتا۔ پھر سوال کرتے ہیں ما دینک تیرا دین کیا

ہے۔ اس کے بعد سوال کرتے ہیں ما تقول فی ہذا الرجل ان کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اب نہ معلوم سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ

مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی اولہ چونکہ امتحان کا وقت ہے۔ اس لئے ہذا انبی نہ کہیں گے ہذا الرجل کہیں گے۔

سوال۔ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں

ارشاد۔ جہور کا نہ سب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں۔ زندہ ہیں خدا بحر انھیں سے متعلق ہے اور الیاس علیہ السلام بر (مشکی) میں ہیں (پھر

فرمایا) چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الہی ابھی کیا نہیں۔ یوں تو ہر نبی زندہ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّہُ عَلٰی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

فَلَنْبِیِّ اللّٰہِ سَحْجٌ یَّرْزُقُ۔ بے شک اللہ نے حرام کیا زمین پر کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سمیوں کو خراب کرے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں

روزی دے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر ایک آن کو محض تصدیق وعدہ الہیہ کے لئے موت طاری ہوتی ہے۔ بعد اس کے پھر ان کو حیات

حقیقی حسی دوسری عطا ہوتی ہے۔ خیر ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر خضر و الیاس علیہما السلام زمینی پر ہیں اور ادریس علیہما السلام آسمان پر

سوال۔ حضور ان پر بھی موت طاری ہوگی

ارشاد۔ ضرور مگر نفی ذائقۃ الموت (پھر فرمایا) جب یہ آیت نازل ہوگی اَنْ مِّنْ

اگر لڑکی نابالغ ہو تو اس کا ولی نکاح میں کون ہو سکتا ہے

ارشاد۔ باپ اور باپ کے بعد دادا اور دادا نہ ہو تو بھائی بھائی نہ ہو تو بھتیجی بھتیجی نہ ہو تو چچا پھر چچا کا بیٹا الخ

سوال۔ نابالغ لڑکے کا باپ طلاق دے تو ہوگی یا نہیں

ارشاد۔ نہیں ہو سکتی۔

سوال۔ حضور جب اس کا نکاح کا اختیار ہے تو طلاق کا بھی ہونا چاہئے۔

ارشاد۔ نکاح کر دینے کا مالک ہے کہ وہ نفع ہے طلاق کا نہیں کہ وہ ضرر ہے۔

سوال۔ فتاویٰ عالمگیریہ کس کی تصنیف ہے۔

ارشاد۔ مولانا نظام الدین صاحب کی جو سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کو جمع کر کے تصنیف کرائی اور اس میں کئی لاکھ روپیہ صرف کیا کثیر کتب خانہ

جمع کیا تمام کتابوں میں دیکھ دیکھ کر یہ فتاویٰ تصنیف ہوا۔

سوال۔ قیامت اور حشر کا فرق۔

قیامت وہ ہے جس میں سب موجودات فکے جائیں گے۔ اور حشر میں پھر از سر نو پیدا کئے جائیں گے اگر بزرگ کا زمانہ قیامت حشر تک کے زمانہ کا کوئی نام ہے یا نہیں اور قیامت کے کتنے عرصہ بعد حشر ہوگا۔

ارشاد۔ وہ ساعت ہے کبھی اسے بھی قیامت کہتے ہیں ورنہ قیامت و حشر ایک ہیں ساعت و حشر کے درمیان جو زمانہ ہے اسے مابین النخبتین کہتے ہیں حشر چالیس برس بعد ہوگا۔

سوال۔ درجات فقر ترتیب دار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا۔

ارشاد۔ صغاء۔ سالکین۔ فائزین واصلین اب ان واصلوں کے مراتب ہیں نجباء۔ نقباء ابدال بدلا۔ اوتاد۔ امینین۔ غوث۔ صدیق۔ نبی۔ رسول۔ تین پہلے

سیرالمدکے ہیں۔ باقی سیر فی المدکے اور ولی ان سب کو شامل ہے

سوال۔ فقر۔ محض بھولا بھولا کیسا ہے

ارشاد۔ شارع عام پر نہ ہو مکان میں ہو کچھ خرچ نہیں یہ تو بدن کی ریاضت ہے بعض امراض میں الہا و مفید بتاتے ہیں

سوال۔ حضور عورتوں کو بھی جائز ہے

ارشاد۔ کوئی ناخرم نہ ہو اور گھر کے اندر ہوں اور کانا نہ گائیں تو ان کے واسطے بھی جائز ام المؤمنینہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ مجھے اپنے نکاح کی کوئی خبر نہ تھی۔ میں اپنے مکان میں جھولا بھولا رہی تھی کہ میری ماں مجھ کو اٹھا کر گئیں۔

سوال۔ حضور والا یہ صحیح ہے کہ کعبہ منورہ جنت میں جائیگا

ارشاد۔ ہاں کعبہ منورہ اور تمام مساجد

سوال۔ اور حضور روضۂ اقدس

عَلَيْهَا قَائِمٌ جَنَّةٌ زَيْنٌ بِرَبِّهِمْ سَبَّحْنَا بِهَا وَنُحْمَا يُوقَدُ مِنْهَا نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَلَهُمْ فِيهَا زَوْجَاتٌ مُطَهَّرَاتٌ
ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں ہیں جیسا کہ آیت نازل ہوئی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔
ملکت کے کہا اب ہم بھی گئے۔

سوال۔ حضور بسم اللہ کرانے کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے

ارشاد۔ شرعاً کچھ مقرر نہیں۔ ہاں شیعہ کرام کے یہاں چار برس چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی تقریباً بسم اللہ مقرر ہوئی۔ لوگ بلائے گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔ بسم اللہ پڑھا ناچا ہی۔ مگر اگر ہوا کہ پھر وحید الدین ناگوری آتا ہے وہ پڑھائے گا۔ ادھر ناگوریں قاضی حیدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ جلد جا

میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا۔ قاضی صاحب فوراً تشریف لائے اور آپ سے فرمایا صاحبزادے پڑھئے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم آپ نے پڑھا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اور شروع سے لیکر پندرہ بارے تک حفظ سنا دئے۔ حضرت قاضی صاحب اور حضرت خواجہ صاحب سے فرمایا میں نے اپنی ماں کے شکم میں اتنے ہی سنے تھے اور اسی قدر ان کو یاد تھے وہ مجھے بھی یاد ہو گئے

سوال۔ مسمر ترم کیا ہے۔

ارشاد۔ اصل اسکی تصحیح تصور ہے۔ روح کی قوتوں کو ظاہر کرنا و روح کی بہت قوتیں

ہیں۔ سب سے متاثر تشریف یحییٰ تین صاحب جا رہے تھے دوسرے ایک جنگلی میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے۔ ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے جواری حاضر ہیں ایک فاختہ ناچ رہی ہے۔ شمع روشن ہے۔ یہ صاحب تیر انداز

میں مشاق تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہئے کیا تدبیر کی جائے۔ ایک نے کہا کہ راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیلے دوسرے نے کہا اس ناچنے والی عورت کو قتل کر دو تیسرے صاحب نے کہا

اے بھی قتل نہ کر دو کہ وہ خود نہیں آئی۔ راجہ کے حکم سے آئی ہے۔ اپنی بیوی تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے۔ اس شخص کو گھل کر دو۔ یہ داسے پسند ہوئی۔ انھوں نے تاک کر شمع کی لپو پر تیر مارا شمع بجھ گئی اب تیرہ راجہ ہوا اور نہ وہ فاختہ

نہ مجمع نہ ہایت تعجب ہوا۔ بقیہ رات وہیں گزار دی جب صبح ہوئی تو دیکھا ایک الومرا پڑا ہے اور اس کی چوڑی میں دہری تیر لگا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب اسی الومرا کی روح کر رہی تھی۔ (پھر فرمایا) عمرو کے دروازے پر

ایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا جب ایک شخص اس کے نیچے آتا اس کے لائق سایہ ہو جاتا۔ دوسرا آتا تو دو کے لائق ہو جاتا عرض ایک لاکھ تک آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا

سب دھوپ میں

اسی کا ایک عرض تھا صبح کو لوگ آتے کوئی اس میں پیالہ بھر دو درود پڑھا شریعت کوئی شہید جس کو چو پختہ آہاں تک کہ وہ بھر جاتا۔ اور سب چیزیں ملتا ہوا جاتیں۔ اب جس کو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا جوتے جس نے ڈالی ہوتی ہوتی کے جام میں آجاتی۔

یہ کافروہ بھی کیسے بڑے کافر کا استدراج تھا۔ اسی واسطے کرام فرماتے ہیں کشف و کرامت نہ دیکھ استقامت دیکھ کہ شریعت کی کیا ہے حضرت خواجہ شیخ بہاؤ الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلاطین

نفس بندہ کے امام ہیں آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیا سے کو امتیں ظاہر ہوتی ہیں حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہیکہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر برہے گا

میں دھنس نہیں جاتا۔

مرال۔ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے اور شوہر اس کا اسکو میں کرے کسی عذر سے نہ

ہے بجز اجازت شوہر کے یا نہیں

ارشاد۔ اگر حرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو حاجت کی ذمہ داری

شوہر کی کام کرنے کا حکم کرے اور وقت نماز اتنا ہیکہ اگر اس کے علم کی قیادت

پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا نہ پڑھے شوہر بحال لائے۔

ارشاد۔ نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے

سوال۔ ایام حمل میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو عدت اسکی کیا ہے؟

ارشاد۔ حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دیکھا ہو جائے گی۔ عدت وضع حمل ہے۔

سوال۔ صفحہ کے آخر چار شبہ کے متعلق عوام میں شور ہے کہ اس روز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض ہے صحت پائی تھی بنا بر اس کے اس روز کھانا و شراب نہیں کھاتے ہیں اور

میر کو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف عموالات ہیں کہیں اس دن کھانا و شراب نہ کھاتے ہیں بلکہ صرف صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رضیوں کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ جملہ امور برائے صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لائق ہیں

ہیں لہذا اصل اس شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اسکا برائے نہیں علم ثبوت گرفتار مصیبت ہوگا یا قابل ملامت و تادیب۔

ارشاد۔ آخری چار شبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی ثبوت بلکہ عرض اقدس جس دن وفات مبارک ہوئی اس کا ابتدا و انتہا اس دن بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث شریف سے آجیابہ آخر اربعہ و من الشہر لہم عذر اور مردی ہوا ابتدا سے ابتدا سے سینا ابوب علی بنیاد علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسی دن تھی اور اسے جس شخص کی بیوی توڑ دیا گناہ اضاغت لایہ کہ چل کر بیٹیاں بے اہل لے مئی ہیں سوال۔ سنت جو اگر خطیہ سے ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو بعد نماز پڑھے یا نہیں ارشاد۔ پڑھے اور دوسرے۔

سوال۔ عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں ارشاد۔ مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ وہ ذبیحہ کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبح کرے۔

سوال۔ عورت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ارشاد۔ جائز ہے۔

سوال۔ لڑکے کے حقیقہ کا گوشت لڑکے کے والدین اور دادا دادی کو کھانا چاہئے یا نہیں۔ ارشاد۔ سب کو درست ہے۔

سوال۔ عید الاضحیٰ کے روز حقیقہ چاہئے یا نہیں

ارشاد۔ جائز ہے

سوال۔ مچھلی اور مڈی ذبح کیوں نہیں کی جاتی

ارشاد۔ ذبح کرنے سے خون نکالنا مقصود ہوتا ہے اور مچھلی و مڈی میں خون نہیں

سوال۔ دفعہ دو یا کیلئے اذان درست ہے یا نہیں

ارشاد۔ درست ہے فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان بحول الہیہ لکھا ہے۔

سوال۔ اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں

ارشاد۔ درست ہے اذ لا خطیہ من المشرع اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) ایک شخص نے چالیس یا پچاس ہزار کے مکانات اپنی حاجت سے زیادہ صرف کر لیا یہ غرض سے خرید کر لیا اس صورت میں حاجت سے زیادہ مکانات میں انکی قیمت کے اوپر نہ کوہ غرض ہے یا جو کرایہ آتا ہو اس کے اوپر (۲) جو مکانات کی زینت کیلئے مانے، پیتل، چینی وغیرہ کے برتن خرید کر کے مکان سما لے اور کبھی وہ برتن استعمال میں بھی آتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے

ارشاد۔ مکانات پر نہ کوہ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں کرایہ پر جو سال تمام پر پڑا ہوں اس پر نہ کوہ آئے گی اگر خود یا اور سے ملکر قدر نصیب ہو (۲) برتن وغیرہ اسباب خاندانی میں نہ کوہ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں۔ نہ کوہ ہفت تین چیزوں پر ہے سو بنا چاندی کیسے ہی ہوں پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا رکھنے کے سکھ ہوتا ہوتا یا دوق دوسرے جہاں پر چھوڑے جانور تیسرے تجارت کا مال باقی کسی چیز پر نہ کوہ نہیں

سوال۔ ایک عورت لڑکا جنی اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوگئی۔ اب اس کے وسط روزے نماز کا کیا حکم ہے اور چوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا دھوا پانی یا مانگا پاک ہوا یا ناپاک یا چالیس دن کی لگانا جائے گی۔

ارشاد۔

یہ جو حرام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چل نہ ہو جائے نہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک دیکر نماز روزے چھوڑ کر سخت کیر و گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں۔ مردوں پر فرض ہے کہ انھیں اس سے باز رکھیں نفاس کی زیادہ حد کیلئے چالیس دن رکھنے کے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہیں ہوا اس کے کم کیلئے کوئی حد نہیں اگرچہ بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہو گیا عورت اسی وقت پاک ہوگئی۔ نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے اگر چالیس دن کے اندر اسے خون خود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چوڑیاں، چادر پائی، مرکاں سب پاک ہے فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کا ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے

سوال۔ کھانا جھینگا کا درست ہے یا نہیں مکروہ ہے یا حرام

ارشاد۔ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں تو جن بعض کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چلے سکتا فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم الحيوان میں بالاتفاق اس کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے قافوس میں ہے الا و بیان بالکسر سمک کالذو صحاح و تاج العروس میں ہے الا و بیان بیض من السمک کالذو و دیکھو بالبعورہ مراجع میں ہے و بیان نوعی ازماہی۔ منتهی الادب میں ہوا و بیان نوعی ازماہی است کہ انما ہندی جھینگہ می گویند۔ مخزن میں ہے و بیان و اربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی و بیان و ماہی لیک وہ ہندی جھینگہ مچھلی نامند۔ تحفۃ المومنین میں ہے بفارسی ماہی و بیان نامند۔ تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے۔ و بیان اسم لغزب من السمک یکن بحر العراق و القام احمر کثیر الارجل نحو اسرطان لکن اکثر الخا۔ حیوۃ الطوائف الکبریٰ میں ہے و اربیان صومک صغیر جدا امر و اس تقدیر پر حسب اطلاق متون تقریر مراجع الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ موتوں میں بھیجے اذاع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے۔ و الطائی لیس نوعاً براسہ بل وصف تفسیری کل نوع اولہ مورتج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں۔ امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں۔ رد المحتار میں ہے و فی مراجع الدرایہ و لو وجد سمکۃ فی حوصلہ طائر توکل عبداللہ الشافعی و لا توکل لانہ کا حوصلیہ و رجیع الطائر عندہ نجس و قلنا انما لغير وجبعا اذا تغیر و فی السمک الصفا و النقی لعل من غیر ان یشق حوفہ فقال اصحابہ لا یحل کل کان رجیعۃ نجس و عند سائر الائمۃ یحل مگر فقیر نے جوہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔ حیرت قال

سوال۔

بعض لوگ بعد دفن میت کے حافظ قرآن کو اس کی قبر پر واسطے تلاوت مسمیٰ تک یا کچھ و بیش پڑھاتے ہیں اور وہ حافظ اپنی اجرت لیتے ہیں پس اس طرح کی اجرت دیکر قبروں پر پڑھونا چاہئے یا نہیں

ارشاد۔

تلاوت قرآن عظیم براجرت لینا دنیا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے ذکر ثواب پہنچنے کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اسنے دلوں کے لئے معین دلوں پر کام کاج کیلئے نوکر رکھ لیں پھر اس سے کہیں ایک کام یہ کہ وہ اتنی دیر قبر پر ٹھہر کر آیا کر دیے جائز ہے جس جانور کو ذبح کیا اور پسیم الدالہ اکبر کہنے کے ساتھ یہ پہلی دفعہ میں اس کی گردن اس کے جسے علاحدہ ہوئی اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اسکی کھال اس کے سر سے کچھ لگی رہی تو کیا حکم ہے۔

ارشاد۔

دووں صورتوں میں جائز ہے۔
سوال۔ جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا پچودہ سال کی پورہ شخص کس طریقہ سے نماز قضا پھرے جو طریقہ آسان ہو اور تمام فرامیے مع نیت اور وتر کے کرنا نہ دیر پڑھی جائے گی یا نہیں جواب عام نہیں ہو۔

ارشاد۔

قضا ہر روز کی نماز کی میں رکعتیں ہوتی ہیں روز قضا فرما کر چاروں طرف چار رخساروں کے اور تین وتر اور قضا میں یوں نیت کرنی ضروری ہے نیت کی میں نے سب میں پہلی بار یا سب میں پھیل کر فرما کر پھر قضا ہوئی یا پہلی یا پھیل کر فرما کر مجھے قضا ہوئی اور پھر تک میں نے اسے ادا کیا اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازین کثرت سے ہیں وہ آسانی کیلئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین مرتب کرے اور جب عظیم کا مسمیٰ ختم کرے اس رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح سجدہ میں ایک تخفیف کثرت قضا دالہ کیلئے یہ ہو سکتی ہے۔ دوسری تخفیف یہ کہ قضا کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحن الدین بار کہہ کر رکوع کے مگر توروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورۃ دووں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف یہ کہ پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی حکم صرف اللہ صلی محمد وال کہہ کر سلام پھر دے۔ چوتھی تخفیف یہ کہ توروں کی تیسری رکعت میں دعا و توت کی جگہ المد اکبر کہہ کر فقط ایک تین بار رب اغفر لی مردہ کے نام کا کھانا جو امیر وغیرہ کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلیٰ امیر وغیرہ سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں

سوال۔

مردہ کا کھانا صرف فقرا کیلئے عام طور پر دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے فقیہ نہ کھائے کمائی فح القدر بردمجع البرکات

ارشاد۔

مردہ کا کھانا صرف فقرا کیلئے عام طور پر دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے فقیہ نہ کھائے کمائی فح القدر بردمجع البرکات

راہ پروردگار کے لئے بھی یہ نقشہ بحسب زیادتی یا کمی وقت پر موقوف ہے جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کے لئے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اہل دین کا آؤ بڑھکا نماز ظہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں مگر نصف النہار کے بعد نماز ہوگی اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہوگی ۲۸ نومبر کو بریلی میں ریوے نام سے ٹھیک بارہ بجے نصف النہار ہے پھر بعد کو ہوا کرے گا یہاں تک یکم فروری کو ۱۲ صبح ۲۶ منٹ پر ہوگا گھنٹا مشہور ہو گا حتیٰ کہ ۸ بجے کو ۱۲ صبح ۸ منٹ پر ہوگا پھر گھنٹے گھنٹے ۴۸ منٹ پر ہوگا ٹھیک ۱۲ بجے ہو کر گھنٹا بارہ یہاں تک کہ ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہو جائے گا یہاں تک کہ ۲۳ منٹ پر ہوگا پھر گھنٹا ۵۶ منٹ پر آکر گھنٹا شروع ہوگا اور ۲۸ نومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے ذوال ہوگا تو ۴۸ منٹ پر ہوگا ۲۸ نومبر تک جن شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی نماز ہوگئی ان جن نے وقت سے پہلے پڑھی اس کی نہ ہوگی

سوال۔

آجکل عداوت و لگ مساجد میں دنیوی باتیں کرتے بلکہ بعض بعض بے باک تو قہقہہ آپس میں دل لگی کرتے ہیں اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے کہ یہ غایت خدا ہے ان کے واسطے کیا حکم ہے اور مسجد میں باتیں کرنے کی خدمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے تاکہ ایسے لوگ عبرت حاصل کریں۔
ارشاد۔ مسجد میں دنیا کی باتیں نہ کریں کو ایسا کھاتی ہیں جیسا کہ لکڑی کو اور مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیری لانا ہے اسکی حدیثیں بار بار بیان ہوئیں مگر کون سنتا ہے اللہ ہدایت دے

سوال۔

نیا ذوال قاحین کیا فرق ہے اور نیا ذوال قاحہ کے دینے کا منتخب طریقہ اور یہ کہ جن کی نیا ذوال قاحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے اور سوائے اسکے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے

ارشاد۔

مسلمان کو دینے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تھا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچانے صرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اولیاء اکرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر دینا نہ کہتے ہیں۔ سورہ فاتحہ و آیت الکرسی اور تین بار یا ایہا سات بار یا گیا رہ بار سورہ اخلاص اول وآخر سورہ بار یا نذر بار درود شریف پڑھیں اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کریں کہ اے میرے اس پڑھنے اور کھانا کپڑا جو بھی ہوں تو ان کے نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر جو ثواب مجھے عطا ہو اسے میرے عمل کے لائق نہ دے اپنے کم کے لائق عطا فرما اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نذر رسید ناغوش اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذر پہنچا اور ان کے آباؤ اکرام اور مشائخ عظام و اولاد الحیہ و الامین و حمین و امیر سے باپ ماں اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو کر رہے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو

امام احمد رضا اور

سراج الفقہاء

(ماخوذ)

سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب قصبہ بکھن پور میں ۱۳۰۳ھ کو پیدا ہوئے۔ تعلیم کی تکمیل ۱۳۱۶ھ میں فرمائی۔ اسی وقت سے تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سکولوں و علمائے آپ سے استفادہ کیا۔ خاص خاص شاگردوں کے سامنے یہ ہیں (۱) مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب (۲) پیر سید مفتاح قادری (۳) خواجہ فیض فرید صاحب (۴) مولانا عبد السبحان صاحب (۵) مولانا حافظ سراج احمد صاحب (۶) مولانا فیض احمد اویسی صاحب (۷) مولانا حسن الدین صاحب ہاشمی (۸) مولانا محمد مختار احمد صاحب (۹) مولانا محمد مقصود احمد صاحب (۱۰) مولانا محمد عبدالواحد صاحب (۱۱) مولانا سید محمد مظفر صاحب (۱۲) مولانا محمد امین صاحب (۱۳) مولانا خورشید احمد صاحب (۱۴) مولانا محمد اکرم صاحب (۱۵) مولانا عبد الغفور صاحب (۱۶) مولانا محمد افضل صاحب (۱۷) مولانا عطا محمد صاحب۔

تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ہی افتادہ نویسی کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ ویسے تو آپ کو تمام علوم دینیہ پر عبور تام حاصل ہے لیکن میراث و وصیت، میقات اور ریاضی وغیرہ میں ایسی بے مثال و حیرت حاصل ہے کہ آپ کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے۔ حضرت سراج الفقہاء مع علمائے دور دراز کے لوگ حل مشکلات کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی میراث کے شکل تین مسائل کے حل کے لئے آپ سے استفتاء اور رابطہ قائم کرتے رہے۔ یہاں ایک واقعہ کا ذکر بھی سے خالی نہ ہوگا۔ مولانا غلام رسول سعیدی غالباً ۱۳۵۸ھ میں مولانا عبد المجید سے ابتدائی کتابیں پڑھنے تھے۔ انھیں دنوں مولانا عبدالمکرر درخوشتی دیوبند کی زیرلادارت نکلنے والے ایک رسالے مخزن العلوم میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں امام احمد رضا بلوی پر تنقید کی گئی تھی اور اس میں ایک جملہ اس قسم کا تھا۔ ”مولانا احمد رضا کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعزفات ذاتیہ مان لینے سے شرک لازم نہیں آتا اور نہ کے لئے الامن والعلی ص ۱۱۹ کی عبارت پیش کی گئی تھی۔ اس مضمون کو پڑھ کر مولانا سعیدی کو سخت تعجب ہوا۔ استاد محترم کو یہ عبارت دکھائی انھوں نے فرمایا اہل کتاب نکال کر دیکھنی چاہئے۔ اس سے آگے مولانا سعیدی کی زبانی سینے۔ ”جب اہل کتاب کو دیکھا تو میں دباہتہ کی ایما بازی، راست گوئی اور عصمتِ قلم پر حیران رہ گیا اصل معاملہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت مولوی امین الدین دہلوی کی تعقیرت الایمان کی ایک عبارت کا رد فرما رہے ہیں۔ رد کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اور“ اور“ ”پھر“ کے فرق سے شرک مندرجہ نہیں ہوتا۔“ جب حق واضح ہو گیا تو سخت رنج و غصہ لاحق ہوا، اور میں نے سوچا کہ مخزن العلوم جاکر مولوی درخوشتی صاحب سے گفتگو کروں کہ انھوں نے خائن، بددیانت اور عصمتِ قلم کی تحریک سے کبھی ہرگز ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ مخزن العلوم پہنچا۔ وہاں درخوشتی صاحب حدیث شریف کا سبق پڑھا رہے تھے فائدہ ہوئے تو ہم ان سے اے مضمون نویس کی خیانت بیان کی اور ثبوت میں الامن والعلی پیش کی کہ سننے لگے تم مضمون نویس کو خط لکھو۔ میں نے کہا وہ نہ جلنے کہاں میں ہم اس سے کیسے رابطہ قائم کریں اور دراصلت میں نہ جانے کتنا وقت لگے۔ آپ یہاں موجود ہیں آپ اس مضمون کے بارے میں ہیں کیوں مطمئن نہیں کر دیتے، پھر وہی جواب ملا۔ میں نے کہا آپ اپنی زیرلادارت شائع ہونے والے مضامین کے ذمہ دار نہیں ہوتے؟ جواب دیا۔ کیوں نہیں ذمہ دار ہوتے، ابھی وہ مرتب نہیں کیا۔ اسے لکھو اس نے جواب نہ دیا تو ہم دیں گے۔ پھر پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ بتلایا کہ سراج العلوم سے، پھر عرض اور کمال تکبر سے کہا تمہارے مدرسے کے ہستم کا تو یہ حال ہے کہ میں نے اس سے لاحق موقوف اور مدرک کی تعریف پوچھی تو وہ نہ آئی۔ میں نے جواب دیا کہ تو مجھے علم نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ آپ کے ہاں جو میراث کے مسائل حل نہیں ہوتے وہ سراج الفقہاء مولانا سراج احمد صاحب کے پاس بھیج کر حل کرائے جاتے ہیں۔ کہنے لگے کیا ہوا۔ آدمی کا جوا ٹوٹ جاتا ہے تو وہ کوچی کے پاس مرمت کراتے چلا جاتا ہے۔ میں نے کہا، یہ بتلایا کہ عالم کے لئے میراث کے مسائل جاننا ضروری ہے یا جو مرمت کرنے کا فن جاننا مطلب یہ تھا کہ اگر اول شق تسلیم ہے تو آپ کے مدرسین جاہل ہیں اور اگر ثانی تسلیم ہے تو آپ کو حق مدرسین کے اس فن میں اہر ہونا چاہیے) میری یہ جواب سنتے ہی غصہ میں آئے سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے میرے سامنے اجتہاد کرتے ہو جو نہ نکلو یہاں سے۔ (مکتوب مولانا سعید بنام مولانا

ہر کیف حقیقت یہ ہے کہ آپ تحریر علی کے اعتبار سے نادر روزگار شخصیت ہیں۔ آپ ابتداءً امام احمد رضا بریلوی کے عقائد و نظریات کے بالکل برعکس تھے بلکہ سخت متضاد تھے جس سبب کی بنا پر آپ امام موصوف کے مباح دہم مسلک ہو گئے۔ ملاحظہ ہوں۔ (ایڈیٹر)

رد المحتار عند اختلاف اہل الجہت بھی ولایت سے ترجیح منصوص مذکور اور قوت قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی۔ صنف رابع میں قاعدہ مفتی بہ تحریر فرما دیں تاکہ رسالہ میں لکھوں۔ بیذاقہ ہوا۔

تفصیل سوال از مرتب

ذوی الفروض وہ رشتے دار ہیں جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کی تعداد ۱۲ ہے۔ خصبات وہ رشتے دار ہیں جو ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال میں اور تنہا ہوں تو سب مال لے لیں۔ ذوی الارحام وہ قریبی ہیں جو نہ تو ذوی الفروض ہوں اور نہ خصبات۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں چوتھی قسم وہ افراد ہیں جو میت کے دادا، دادی، نانا، نانی کی طرف منسوب ہوں مثلاً چچا، بھوپھی، ماموں خالہ اور جو افراد ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوں۔ سوال مذکور اسی چوتھی قسم کی اولادیں تقسیم میراث سے متعلق ہے۔

سراجی میں ہے (۱) جو شخص میت کے زیادہ قریب ہو خواہ اس کا تعلق باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے زیادہ حقدار ہے۔

(۲) کسی شخص قرب میں مساوی ہوں اور نیز قرابت بھی متبی ہو یعنی سب باپ کی طرف سے متعلق ہوں یا سب ماں کی طرف سے تو قوی قرابت والی استحقاق ہوگا مثلاً میت کی تین بھوپھیوں کی اولاد تھی۔ ایک بھوپھی اس کے والد کی سگی بہن تھی دوسری پردی تیسری مادری اگرچہ یہ تمام اولاد درجے میں برابر ہے اور جہت بھی ایک ہے لیکن پہلی بھوپھی کی اولاد کی قرابت قوی ہے اس لئے صرف وہی وارث ہوگا۔ (۳) کسی شخص قرب درجہ اور قوت میں برابر ہوں جہت بھی ایک ہو تو عصبہ کی اولاد استحقاق ہوگی مثلاً سگے چچا کی بیٹی اور سگی بھوپھی کا بیٹا باقی ہو تو کل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا کہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

(۴) چچا اور بھوپھی میں سے کسی ایک کا تعلق قوی ہو تو اس کی اولاد ظاہر الاولاد میں وارث ہوگی۔ مثلاً بھوپھی باپ کی سگی بہن ہے اور چچا باپ کی طرف سے بھائی ہے تو وارث بھوپھی کی اولاد کو ملے گی۔ سوال مذکور کے الفاظ "بعد ترجیح بقرب الدرہجہ اولاد قوت قرابت ثم الولدیت عند اتحاد اہل الجہت سے ترجیح" اسی تفصیل کی طرف تشریح ہیں۔

(۵) متعدد اشخاص قرب درجہ میں مساوی ہوں لیکن ان کی جہت قرابت مختلف ہو یعنی بعض باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں مثلاً چچا کی اولاد اور بعض

قدرة الفقہاء سراج الفقہاء بیان فرماتے ہیں کہ ذوی الطالب علی میں یہ بات ہمارے ذہن میں بٹھا دی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (قدس سرہ العزیز) کی کتاب میں پڑھنا ناچار ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا وہ تو صرف چند مروجہ رسومات و بدعات کے مجوز ہیں۔ ان کی علیت کا ملاریہ اور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیام میلاد، فاتحہ، عرس، گیارہویں، نذر و نیاز اور تملایا وغیرہ سے متعلق ہیں۔ چنانچہ عام طلباء کی طرح میں بھی ان کے نام تک سے متغیر تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے تحریر علی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کی حقیقت اور غلطی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت شامل حال تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے سراج الفقہاء پر ایک شخصیت کے ذہن میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اس کی تفصیل خود ان کی زبان سے سنئے۔

حسن اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (ذوی الارحام کی صنف رابع کے حکم) میں انھیں پیدا ہوئی۔ میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارن پور، دہلی، اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا میرے "سراجی" پر یہی اکتفا کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے وہ سوال مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھی بھیج دیا ایک ہفتے کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آ گیا۔ انھوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استفتاء اور فتیہ اجل اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا وہ انقلاب آفرین نادر و غیر بطور قوی ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی ایمان بخشا بلکہ ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔

سوال

بسم الله الرحمن الرحيم

بخدمت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بعد ترجیح بقرب الدرہجہ اولاد قوت قرابت ثم الولدیت عند اتحاد اہل الجہت سے ترجیح۔ مگر

ماں کی طرف سے مثلاً ماموں یا خالہ کی اولاد تو درمجمیع کے مطابق "فلا اعتبار لقوة القرابة ولا لولد العصبه في ظاهر الرواية" ص ۴۴ مطبع سعیدی کراچی، یعنی اب نہ تو قوت قرابت کا اعتبار ہے اور نہ ولد عصبہ کا۔

لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ قول مذکور نقل کر کے فرماتے ہیں۔

لکن ذکر بعدہ فی معراج الدراریۃ عن شمس الأئمة ان ظاہر الروایۃ ان ولد العصبۃ اولی، اتحاد الحیث و اختلاف فہت العم لابوین اولی من بنت الخال وانہ و افقہ المتراشی شہ قال و فی ضوء السراج الاخذ بروایۃ شمس الأئمة اولی اھ (رد المحتار جلد ۵ ص ۲۶ مطبع کبری مصر ۱۳۲۲ھ) معراج الدراریۃ میں شمس الأئمة سے روئے ہے کہ ظاہر الروایۃ میں ولد عصبہ اولی ہے جہت متحد ہو یا مختلف لہذا گئے چچا کی لڑکی ماموں کی لڑکی سے اولی ہے۔ تراشی نے اس کی موافقت کی۔ ضوء السراج میں ہے کہ شمس الأئمة کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ اس کے علاوہ علامہ شامی نے اور بہت سی کتابوں کے حوالے ذکر کئے۔

سوال مذکور میں "مگر رد المحتار میں عند اختلاف ابھتہ بھی ولایت عصبہ سے ترجیح منحوس" کے الفاظ سے تفصیل سابق کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ شامی نے "العقود الدریتہ فی استخراج الفتاویٰ اکادمیہ" میں فرمایا۔ فمن قال یرجع ولد العصبۃ علی ولد ذی الرحم یلزم ان یرجع بقوة القرابة ایضاً لانہا اقوی فتامل وراجع ان یرجع بحسب کوہذی رحم پر ترجیح دی اسے لازم ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دے۔ سوال مذکور کے الفاظ "اور قوت قرابت سے بھی ترجیح عقود میں بحث فرمائی" کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

الجواب

یہاں دو مسئلے ہیں اول بجات اختلاف خیر بھی ولد وارث کو ترجیح ہے یا نہیں۔ دوم اگر بہت تو قوت قرابت مرجع ہے یا نہیں۔

مسئلہ اولیٰ کو علامہ خیر الدین رکتی نے فتاویٰ خیرہ نفع البریتہ پھر علامہ شامی نے عقود الدریتہ میں صاف فرمایا ہے کہ دونوں کو ظاہر الروایۃ فرمایا گیا اور ترجیح متون کی التزامی ہے اور جواب اثبات، ترجیح تصحیحات تو معتمد ہی ہے کہ ولد وارث مرجع ہے اگرچہ چیز مختلف ہو۔ عقود الدریتہ سائل فاضل ہادہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہے اور فقیر نے خیرہ سے مقابلہ کیا۔ اس کی عبارات تمام عقود میں منقول ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے مستفاد کہ قول

اول یعنی عدم ترجیح کو کو اکب مضیہ نے ظاہر الروایۃ کہا اور سراجی و صاوی ہادیہ و متن گز و ملتقی داکثر خرد و گز و ہادیہ نے اس پیش کی اور اس بنا پر کہ وضع متون نقل مذہب کے لئے ہے علامہ حاتم آفندی عالم متاخر نے اسکو اختیار کیا اقوال اسی برنائل شجاع بن ذوالقدر و دی مدرس اورد نے اپنی کتاب حل المشكلات "تصیف ۱۲۹۹ھ میں مشی کی حیث قال بنت عم لابوین و بنت خال لام یقسم اثلاً خالان لقوة القرابة و ولد العصبۃ غیر معتبرۃ بین فریق الاب و فریق الام اھ بالتحلیص۔ (گئے چچا کی بیٹی کو بیٹے اور (والدہ کے مادر زادیوں) ماموں کی بیٹی کو بیٹے دیا جائے گا۔ کیونکہ والد اور والدہ کے فریقین میں قرابت کی قوت اولاد عصبہ ہونا معتبر نہیں۔)

بعد کے بہت متاخر سائل مثل مختصر الفرائض مولوی نجات حسین بن عبداللہ الصدیق البریلوی تصنیف ۱۳۱۳ھ و زیۃ الفرائض مولوی عبدالباسط بن علی بن علی اصغر قزوچی اس طرف ہی جانا چاہیں کہ ان کا مذہب اجماع ہے اولیٰ عبارت یہ ہے وان کان واسطۃ قرابت ہم مختلفۃ قلنا المال لقربة الاب و ثلثه لقربة الام ولا اعتبار لقوة القرابة و ولدۃ العصبۃ "اگر قرابت کا واسطہ مختلف ہو تو دو تہائی باپ کی قرابت کو اور ایک تہائی ماں کی قرابت کو دیا جائے۔ قوت قرابت اور ولد عصبہ کا اعتبار نہیں۔)

عبارت دوم کی یہ ہے۔ و اگر ہم بدرجہ قرابت برابر باشند و درجہ قرابت مختلف کہ بعض از جانب آب یوند و بعض از جانب ام دریں ہنگام مقام الروایت مرقوت قرابت و ولد عصبہ را اعتبار نہ باشد۔ میں ولد عم اعمیٰ از ولد خال یا خالہ علائی، اخیانی اولیٰ بود کہ قوت قرابت و ولد عم را اعتبار نیست و ہم چنین بنت عم اعمیٰ از بنت خال یا خالہ اعمیٰانی اولیٰ بنات کہ ولد عصبہ را اعتبار نیست برقیاس آنکہ عمرہ اعمیٰانی از خالہ علائی یا اخیانی اولیٰ بود باوجود آنکہ عمرہ اعمیٰانی دو قرابتیں است۔ و ولد وارث از جہتین اب و ام ہا کہ پدر او جد صحیح است، ام او جدہ صحیح است۔

اسے ظاہر الروایۃ کہنا اور یہ دلیل کہ ان دونوں کتابوں میں نے بیہودہ سے مانو نہ ہے اور علامہ سید شریف نے اسے مقرر رکھا۔ مدق علائی نے در مختار میں اس کو مختار رکھا یوں کہ قول متن "وإذا استوفیٰ درجۃ قدم و ولد الوارث" میں واتحاد الجہۃ کی قید بڑھادی اولیٰ فرمایا فلواختلف فلقرابة الاب الثلثان و لقرابة الام الثلث "علامہ سید محمد مصری طحاوی نے اسے مقرر رکھا بلکہ تصریح کی کہ ان اختلاف حین القرابة فلا عبرۃ للاقوی ولا لولد

رابعاً مختصر امام اجل قدوری پس صاف فرمایا ذوی الارحام کے نسام بیان کر کے حکم عام ارشاد فرماتے ہیں۔ واذا استوى وارثان في درجة واحدة فالأقرب لهما من ادنى الوارث واقربهم ادنى من ابعدهم۔ (جب دو قریبی ایک دوسرے میں برابر ہوں تو وارث کے ذریعے (میت کی طرف) منسوب ہونے والا ادنیٰ ہوگا اور ذوی الارحام) میں سے اقرب کو ابعد ترجیح ہوگی۔)

خامساً اسی طرح تین تنویلاً بصاریں تمام تمام ذکر کر کے فرمایا واذا استوى في درجة قدم ولد الوارث واذا اختلف الفروع والاصول اعتبر محمد في ذالک الاصول وقسم علیہم اطلاقاً فالخ اس نے بھی صاف کر دیا کہ بعد استواء درجہ تقدیم ولد وارث کا حکم عام ہے۔ اس کے بعد مسئلہ اختلاف جہت نہ لائے جس سے اشتباہ ہو بلکہ مسئلہ اختلاف اصول ذکورۃ وانوشتہ ہی مکتبہ ہے کہ ان تینوں متون اعمیٰ قدوری، کسز، وتنویس نے یہاں قوت قرابت کی ترجیح ذکر نہ فرمائی و منظور افادہ قوا عد عامہ ہے اور وہ عام نہ تھی بلکہ اتحاد (جہت) سے خاص حکن این بنی ان یفہم کلام الکام۔

اور یہیں سے ظاہر ہو کہ "واذا استوى في درجة" کے بعد درجہ اختیار کا "واستخرجت الجہت" زائد کرنا قول اول کی طرف انکامیل خلاف تین سادہ ہدایہ، وقایہ، نقایہ و اصلاح غرر ان متون میں مسئلہ کا ذکر ہی نہیں۔ قدوری، کسز، تنویس کا حال معلوم ہوا۔ مراجعہ ابتدائی کتاب ہے مگر اصطلاح فقہ پر متین نہیں۔ اس کا مرتبہ فتویٰ غایت درجہ شروع کا ہے جیسے متنیہ و اشتباہ بھی ابتدائی کتب میں اور مرتبہ متون میں ہرگز نہیں بلکہ نشتادلی ہیں کما بیتناہ فی فتاوانا متون وہ مختصرات ہیں کہ ائمہ نے حفظ مذہب کے لئے لکھے جیسے مختصرات طحاوی و کریمی و قدوری۔ مراجعہ میں بکثرت روایات نادرہ بلکہ محض اقوال مشائخ کے ذکر تک تزلزل ہے لاجرم علامہ سید شریف نے نقل فرمایا کہ مراجعہ در حقیقت فرائض امام احمد علاء الملت والدین عمر قندی کی شرح ہے۔ ان المصنف لما خرج من فرغانہ الى بخارا وجد فيها الفرائض المنسوبة الى القاضي الامام

علاء الدين السمرقندي في ورقتين فاستحسنها واخذ في تصنيف هذا الكتاب شرحاً لها۔ مصنف جب فرغانہ سے بخارا گئے وہاں دو ورق میں "فرائض" قاضی علاء الدین سمرقندی پائے مصنف نے انھیں پسند کیا اور ان کی شرح کے طور پر مراجعہ کو مشاعر و معانی (باب ذوی الارحام شریفیہ شرح مراجعہ مطبعہ یوسفی کھنڈو ۱۹۰۵ء) تو نہ رہی مگر ایک مفتی اس میں بے شک یہ قول مصرح ہے حیث قال "یرجحون بقوا"

العصبة" علامہ شیخی زادہ نے مجمع الانہر میں نص مفتی پر تقریر کی۔ یہ عبارت ہیں جو اس قول پر نظر حاضر میں اور یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں۔ ناقل ظاہر عبارت خیر یہ سے متوہم ہوتا ہے کہ یہ قول ہدایہ و کسز میں ہے اور ان دونوں کے اکثر شارح نے اس پر مبنی کی پھر مفتی و مراجعہ میں ہیں۔ فلہذا علامہ عابد افندی نے اسے مسئلہ متون قرار دیا۔ مگر اولاً وہ ہدایہ میں نہیں بلکہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب "فرائض عثمانی" میں کہ رسالہ فرائض شیخ عثمانی کا مکتبہ ہے۔ ذکر فرمایا۔ ہدایہ میں سر سے کتاب الفرائض ہے ہی نہیں حالانکہ اس کے نام عثمانی مختصر قدوری میں فرائض ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ ہذا ظاہر الروایۃ کہ فی المسئلۃ والفرائض عثمانیۃ لصاحب الہدایۃ۔

ثانیاً شرح ہدایہ سے کفایہ امام کوٹائی و عنایہ امام اکت و بنیاد امام عیسیٰ و نایہ ابیان اتفاقی و نتائج الافکار قاضی زادہ مکتبہ فتح القدر پیش نظر ہے۔ ان میں مثل ہدایہ کے فرائض نہیں اور معراج الدرایہ میں قول دوم کی تصریح نقل کی غالباً یہ زیادت کتاب الفرائض میں ہو جس طرح نہایت سلف سے مکملاً اضافہ کیا و محقق باقی نے اس کی تحلیس میں پھر خلاف فرمادیا تو ظاہراً غالب شروع ہدایہ کہنا خیر کیا مگر قلم ہی و اللہ تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً کسز کی عبارت یہ ہے۔ و ذورحم وهو قریب لیس بذی سهم و عصبة (الی ان قال) و ترتیبہم مکتبہ تیب العصبۃ والترجیح بقرب الدرجة ضم یكون الاصل وارثا وعند اختلاف جهة القرابة فلقرابة الاب ضعف قرابة الام۔ (ذورحم وہ قریبی ہے جو صاحب فرض اور نصیب نہ ہوا ان کی ترتیب عصبات کی طرح ہے اور ترجیح قرب درجہ سے ہوگی پھر اول کے وارث ہونے سے اور جہت قرابت مختلف ہوئی تو باپ کی قرابت کو ماں کی قرابت کی نسبت دو گنا حصہ ملے گا۔) حضرت شامی نے اس میں محل استدلال جملہ اخیرہ کا اطلاق اولیٰ پر لے کر متون و شروع کی طرف نسبت کیا جانا بتایا ہے۔ رد المحتار میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے۔ و هو ظاہر اطلاق المتون والشدوح حیث قالوا وعند اختلاف جهة القرابة فلقرابة الاب ضعف قرابة الام فلم یفرقوا بین ولد العصبة وغیرہ۔

اقول یہ جملہ دو قاعدہ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قوا عد عامہ تھے کہ جمیع اصناف و احوال ذوی الارحام کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے متعین ہے و مگر نہ اختلاف کے وقت قرب درجہ سے بھی ترجیح نہ ہوا اور وہ بالا جماع باطل ہے۔ و علی التزلزل وہ دونوں قاعدہ بھی مطلق ہیں وہاں بھی اختلاف و اتحاد جہت سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق اس اطلاق کے معارض ہے۔

الدرجة ثم بقوة القرابة ثم بكون الاصل
وارشاً عند اتحاد الجهات " تو اس مسئلہ متون مقرر کر کے ثانی پر
ترجیح دینی ہے بلکہ اکثر متون قول ثانی پر ہی ہیں۔

سابقاً۔ شرع ہدایہ کا حال معلوم ہوا۔ اور شرع کے مسئلہ متون مقرر
رکھا اور اس کا مفاد ظاہر ہو گیا۔ و قد الحمد

قول دوم کو مبسوط امام شمس الامم سرخسی فتاویٰ امام ترمذی و مجمع الفتاویٰ
و فتاویٰ خلاصہ میں ظاہر الروایت و مذہب کہا۔ موارث الملتقط للامام نصر قنار
خانی میں اسی پر مشکی کی ضرور السراج میں ہے علیہ الفتویٰ، جامع المضمرات میں ہے
ہو البصیح، معراج الدراية میں ہے ہوا لا ولی بالآخذ، علامہ محقق خیر الدین رملی
نے اس پر فتویٰ دیا۔

اقول بلکہ مبسوط سرخسی جلد ثلاثین ص ۱۷۱ میں ہے :-

"اجمعنا انه لو كان احد هما ولد لعصبة او
صاحب فرض كان اولی من الاخر انتهي (اسی یقدم
علی من لیس بعصبة ولا صاحب فرض)

اور پھر مبسوط امام سرخسی اس کافی امام حاکم شیبہ کی شرح حال المتن ہے جس
میں انھوں نے تمام کتب ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے اس میں انہوں نے صرف
ظاہر الروایت ہی نہ فرمایا بلکہ قول اول کے روایت نادرہ جو نے بھی تصریح فرمائی
اسی طرح تکتلہ البحر للعلامة الطوری میں ہے ہند یہ میں اسے مقرر رکھا۔ مبسوط کی
عبارت یہ ہے۔

ان كان احد هما ولد لعصبة او ولد صاحب
فرض فعند اتحاد الجهة يقدم ولد العصبة
وصاحب الفرض وعند اختلاف الجهة لا يقع الترجيح
بهذا ابل تعتبر المساواة في الاتصال بالميت وبیانہ
فما اذا ترك ابنة عم لای و ام اولاد ابنة عمه
فالمال كله لابنة العم لانها ولد لعصبة ولو ترك
ابنة عم وابنة خال او خالة فلا ابنة العم الثلثان
ولابنة الخال او الخالة الثلث لان الجهة مختلفة
لهما ولا يترجح احد هما بكون ولد لعصبة وهذا
في رواية ابي عمران عن ابي يوسف فاما في ظاهر المذهب
ولد العصبة اولی سواء اختلفت الجهة او اختلفت لان
ولد العصبة اقرب اتصالا بوارث الميت فكان اقرب
اتصالا بالميت۔

فان قيل فعلى هذا ينبغي ان العمة تكون احق

بجميع المال من الخالة لان العمة ولد للعصبة و
اب الاب والخالة ليست ولد لعصبة ولا ولد صاحب
فرض لانها ولد اب الام قلنا لا كذا لك فان الخالة ولد
ام الام وهي صاحبة فرض فمن هذه الجهة يتحقق الاتصال
بينهما في الاتصال بوارث الميت الا ان اتصال الخالة
بوارث هو ام فتستحق فريضة الام واتصال العمة بوارث
هو اب فتستحق نصيب الاب فلهذا كان المال بينهما انفراداً
و اگر دونوں میں سے ایک عصبہ یا صاحب فرض کی اولاد ہے تو اتحاد جہت کی صورت
میں عصبہ اور صاحب فرض کی اولاد کو تقدیم حاصل ہوگی۔ اختلاف جہت کی صورت میں
سے ترجیح نہیں ہوگی بلکہ میت سے تعلق میں مساوی معتبر ہوں گے مثلاً ایک شخص کے چچا یا
علاقہ چچا باپ کے پدی بھائی کی بیٹی اور چچو کی بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا۔ تمام مال چچا کی
بیٹی کو ملے گا کیونکہ وہ عصبہ کی بیٹی ہے اور اگر ایک چچا کی بیٹی اور ایک ماموں یا خالہ کی بیٹی
چھوڑ گیا تو چچا کی بیٹی کو دو تہائی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی کو ایک تہائی ملے گا کیونکہ
یہاں جہت مختلف ہے دونوں میں سے ایک کو ولد عصبہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہ ملے گی
یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ابو عمر ان کی روایت ہے لیکن ظاہر مذہب میں امام
عصبہ والی ہے خواہ جہت مختلف ہو یا متحد کیونکہ ولد عصبہ کا میت کے وارث سے
زیادہ قریبی تعلق ہے گویا میت سے اقرب ہے۔

سوال اس بنا پر چاہئے کہ چچو بھی خالہ کی نسبت تمام مال کی زیادہ حق دار ہو کہ نہ
چچو بھی و اما ایسے عصبہ کی اولاد ہے جب کہ خالہ نہ عصبہ کی اولاد ہے نہ صاحب فرض
کی کیوں کہ وہ نانا کی اولاد ہے۔ جواب اس طرح نہیں کیونکہ خالہ نانی کی اولاد ہے
اور وہ ذات فرض ہے۔ اس اعتبار سے چچو بھی اور خالہ میں میت کے وارث سے
متصل ہونے میں مساوات باقی جائے گی مگر خالہ کا جس وارث کے ذریعے تعلق ہے
وہ ماں (نانی) ہے لہذا مال کے حصے کی تسبیح ہوگی اور چچو بھی کا تعلق اس وارث کے ذریعے ہو گا
(دادا) لہذا مال کے حصے کی تسبیح ہوگی۔ اسی لئے ان میں ماں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے
(دو حصے چچو بھی کے لئے ایک حصہ خالہ کے لئے) یعنی یہی مضمون تمام تکتلہ بحر میں ہے اور
میں لفظ اتصالا بالمیت تک اس میں امام جلیل نے دلیل قول اول کے جواب کا بھی افادہ فرمایا۔
اقول ولا یقدم مع تحقق المساواة ان العمة اذا كانت
لاب وام كانت ولد الوارث من كلا الجهتين ويستعمل
هذا في الخالة لان هذا قوة القرابة ولا نظراً لیا
عند اختلاف الحيز كما صرحوا به قاطبة نعم رأيي
کتبت علی هامش تکتلہ البحر ما نصه۔

اقول لا یمشی اذا كانت الخالة اخت الام لاب
لاحظ لهما من ولدیه وارث اصلاً لا يقال انها

من الخالة لام فاذا مات عن خالة الاب واخرى الام احزت الاولى جميع المال ولاشي للآخرى والخالة لام لا يحجبها العمه لاستواؤها معها في ولدية الوارث فاذا اسم تحجب الاضعف وجب ان لا تحجب الاقوى لاني اقول انما قوتها قوة قرابتها فان الانتماء بالاب اقوى من الانتما بالام وهذه قوة لانظر اليها عند اختلاف الجهة فتبقى ولدية العمه للوارث قوة بلا معاض فيلزم ان تحجب الخالة لاب وهو باطل فعلم ان ولدية الوارث ايضا لا تلاخط في الجهات المختلفة۔

اقول وبالله التوفيق توريث الخالة مع العمه اثلاً فاعلم عند الفقهاء رحمهم الله تعالى لاقامة العمه مقام العم والخالة مكان الام قال شمس الائمة اعلم بان العمه بمنزلة العم والخالة بمنزلة الام وقال اهدالتنزيل العم بمنزلة الاب والخالة بمنزلة الام ووجه قولهم ان الصحابة رضي الله تعالى عنهم اجتمعوا على ان للعمه الثلثين وللخالة الثلث اذا اجتمعتا ولا وجه لذلك الا ان يجعل العمه كالاب باعتبار ان قرابتها قرابة الاب للخالة كالا باعتبار ان قرابتها قرابة الام ووجه قول علماء ان الاصل ان الانثى متى اقيمت مقام ذكر فانها تقوم مقام ذكر في درجاتها۔ والذكر الذي في درجاتها هو العم وهو الوارث فتجعل العمه بمنزلة العم۔ والخالة لو اقيمت مقام ذكر في درجاتها وهو الخال لم ترث مع العمه فلهم هذه الضرورة اقمنا مقام الام فالعمه ترث الثلثين والخالة الثلث بهذا الطريق بمنزلة ما لو ترك اماً وعماراً مختصراً فاذا كان الامر على هذا سقط تقدم العمه لولدية العمه فانها قد اقيمت مقام العمه فضلاً على الولدية ولم تحجب الخالة لاقامتها مقام الام والام لا تحجب بالعم وفي هذه الحالات كلهم سواء۔ قدرائنا ان مثل الاقامة تمنع الحجب بما هو اقوى اسبابه وهو اقرب درجة الاترى ان من خلف بنت ابناك ابن فلمن السدس تكملة للثلثين لا قامتهم مقام البنت لا يحجبهم بعد درجاتهم عن درجة البنت وكذا لك اذا مات عن بنتين وبنت ابن وبنت ابن وابن

ابن ابن لا شهما اقيمتا في درجة الذكرى تتعصب به فهذه هو السدس في وراثه الخالة لاب مع العمات والله تعالى اعلم ثم اقول لا يذم من عنك ان هذه الاقامة تقتصر على الذوات ولا تتعدى الى الاولاد فاو لااد الخالة لا يجعلون كاولاد الام الاترى ان ذكورهم لا يساؤون انثاهم بل للذكور مثل خط الانثيين وهذا كولدية العمه لا تسرى من الولد الى ولد الولد كما في رد المحتار وغيره عن سكب الانهر وغيره فان بنت العم لا يقدم على بنت ابن العمه او الخال او الخالة فاحفظ۔

دا قول مساوات کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کچھ بچہ کی دو بہنوں سے وارث (دادا اور دادی) کی اولاد ہے یہ بات خالہ میں نہیں ہو سکتی ورنہ کوئیکو وہ صرف ایک وارث نالی کی اولاد ہے اس کے لیے یہ قوت قرابت ہے جس کا اختلاف جہت کی صورت میں اعتبار نہیں ہوتا۔ جیسکہ تمام ارباب فرائض نے تصریح کی۔ میں نے مکملہ بحر کے حاشیہ پر کھلے کہ

اقول یہ جواب اس وقت نہیں بن سکتا جب خالہ ماں کے والد کی طرف سے بہن ہو کیونکہ وہ قطعاً وارث کی اولاد نہیں (لہذا کچھ بچہ کے مقابل یہ خالہ محروم ہونی چاہیے) سوال :- یہ خالہ اس خالہ سے اقویٰ ہے جو ماں کی ماں کی طرف سے بہن ہو چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی دو خالائیں بھڑ کر فوت ہو جائے تو ماں پہلی کو ملے گا اور دوسری محروم ہوگی کچھ بچہ دوسری خالہ کو محروم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس کے ساتھ ولد وارث ہونے میں شریک ہے۔ کچھ بچہ جب اضعف کو محروم نہیں کر سکتی تو ضروری ہے کہ اقویٰ پہلی خالہ کو بھی محروم نہ کرے۔ جواب :- پہلی خالہ کی قوت قرابت ہے کیونکہ باپ کے ذریعے سے منسوب ہونا ماں کے توسط سے منسوب ہونے سے زیادہ قوی ہے لیکن اختلاف جہت کے وقت اس قوت کا اعتبار نہیں۔ لہذا کچھ بچہ کے ولد وارث ہونے والی قوت معارض کیے بغیر باقی رہے گی اور لازم آئے گا کہ کچھ بچہ خالہ کو محروم کر دے حالانکہ یہ غلط ہے معلوم ہوا کہ جہات مختلفہ میں ولایت وارث بھی متبر نہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتابوں کے نمائے کام کے نزدیک خالہ کو کچھ بچہ کی موجودگی میں اس نے تہائی حصہ مناسپ ہے کچھ بچہ کو بچا کے اور خالہ کو ماں کے قائم مقام رکھا جاتا ہے شمس الاسمر نے فرمایا کہ کچھ بچہ چچا اور خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے اور اہل منزل نے کہا چچا بمنزلہ باپ کے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہ بھی کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت کے نزدیک اجتماع کے وقت کچھ بچہ کے لئے دو تہائی اور خالہ کے لئے ایک تہائی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ کچھ بچہ کو باپ کی طرح قرار دیا جائے اس اعتبار سے کہ اس کی قرابت باپ سے ہے اور خالہ کو ماں کی طرح کہ اس کی قرابت ماں سے ہے ہمارے علم کے قول (کہ خالہ ماں کی طرح ہے) کی وجہ یہ ہے کہ قاعدے کی رو سے عورت

کو جب کسی مرتبہ کے قائم مقام کیا جائے تو اسے ہم مرتبہ مرد کے قائم مقام ہوگا
پھر بھی کا ہم مرتبہ مرد چچا وارث ہے لہذا اسے چچا کے قائم مقام کیا جائے گا اور خالہ کو
اس کے ہم مرتبہ مرد کے قائم مقام کیا جائے تو پھر بھی کے ساتھ وارث نہیں بن سکتی اس
ضرورت کے پیش نظر ہم نے اسے ماں کے قائم مقام کیا۔ لہذا اس طریقے سے پھر بھی کو دو
تہائی اور خالہ کو ایک تہائی مال ملے گا۔ جیسا کہ ماں اور چچا وارث ہوتے (مختصر) جب
معاملہ اس طرح ہے تو پھر بھی کو ولایت عصبہ کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوگی کیونکہ اسے ولایت
کی بجائے عصبہ کی جگہ قرار دیا گیا ہے۔ پھر بھی خالہ کو عمر و مہین کر کے گی۔ کیونکہ خالہ کو ماں کی
جگہ رکھا گیا ہے اور ماں چچا سے محروم نہیں ہوتی۔ ان حالات میں تمام برابر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں
کہ اقامت کے وجہ سے قرب درجہ ایسا قوی سبب بھی محروم نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک شخص ایک
ڑاکی اور چند پوتیاں چھوڑ گیا (نصف مال ڑاکی کو) اور چھٹا حصہ پوتیوں کو ملے گا تاکہ دو
ثلث پورے ہو جائیں۔ کیونکہ انھیں ڑاکی کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔ ڑاکی کے درجے
سے دوری انھیں محروم نہیں کرے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دو لڑکیاں ایک پوتی ایک
پوتے کی ڑاکی اور ایک پوتے کا لڑکا چھوڑ گیا۔ پوتی اور پوتے کی ڑاکی کو مرد کے درجے میں رکھا
جائے گا تاکہ اس کے ذریعے عصبہ بن جائیں یہ وجہ ہے کہ خالہ (ماں کی سوتیلی بہن یا پکی
کی طرف سے) پھر بھی کے ساتھ وارث بنتی ہے۔

شم اقول۔ قائم مقام قرار دینا صرف ذوات تک محدود ہوگا۔ اولاد کا یہ حکم نہیں
ہے چنانچہ خالہ کی اولاد۔ ماں کی اولاد کی طرح نہیں ہوگی۔ دیکھئے خالہ کی اولاد میں مرد اور
عورتیں برابر نہیں بلکہ مرد کو عورت کی نسبت دو گنا حصہ ملے گا جب کہ اولاد اس میں مذکر
و مؤنث برابر ہوتے ہیں) اس کی مثال ولایت عصبہ ہے کہ اولاد سے اولاد کی طرف منتقل
ہوگی جیسے کہ رد اختیار وغیرہ سبب الہنر وغیرہ سے ہے۔ بنا بریں چچا کی ڑاکی کا لڑکا پھر بھی
ماں یا خالہ کے بیٹے کی بیٹی سے مقدم نہ ہوگا۔

بالجملہ قول دوم پر ہی اکثر متون ہیں اور اسی کو اکثر نے ظاہر روایت اور مذہب
فرمایا اور تصریحات مصرحہ صرف اس کے لئے ہیں خصوصاً اکثر تصحیحات علیہ الفتویٰ تو
اسی پر اعتماد واجب ہے اور اس سے عدول ماقط و ذامب، رد مختار و فیج علامہ
قاسم میں ہے۔ اما نحن فعلمنا اتباع ما رجحوا و صححوہ کما لو
فتونا فی حیاتہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثانیہ جب کہ یہاں اختلاف بہت کے وقت فریب صحیح و مفتی بہ
میں ولایت دارث متبر ہے۔ آیا قوت قرابت متبر ہوگی یا نہیں؟ علامہ شامی نے
فتیٰ کو مفاد اطلاق روایت بنایا اور دو اثبات کا استظهار کیا کہ قوت قرابت ولایت
وارث سے قوی ہے۔ جب یہ متبر ہے تو اس کا اعتبار بدرجہ اولیٰ ہے۔ عبارت عقود
سائل فاضل کے پیش نظر ہے۔ فقیر نے اپنے نسخہ عقود پر یہاں پر حاشیہ لکھا تھا۔
قولہ بیلز ان میں صحیح بقوۃ القرابۃ ایضاً وانہا اقویٰ

اقول قد اجمعت فی الروایات الظاہرۃ ان لا نظیر
القرابۃ عند اختلاف الحین فلا تقدم العمة الشقیقۃ
على الخالۃ لام ولا الخالۃ العینیۃ على العمة لام۔ وکذا
قوة القرابۃ اقویٰ من ولدیۃ الوارث فی حین ولہ
لا یوجب اعتبارہا عند اختلاف الحین وحی ساقط
الاعتبار فیہ فحریان الاضعف فی محل لکونہ محل
لا یستلزم جریان الاقویٰ فیہ مع اخذ ام المحلیۃ
والحق ان لا معنی لقوة القرابۃ فی حین الا کون قریب
ذاجہتین کالعینی او ذاجہۃ اقویٰ کالعلاقۃ مع الاخیا
وظاھران اجتماع الجہتین فی حین لا یشی الحین الآخر
واذا کان نفس احد الحین اعنی الابوی اقویٰ من الآخر
اعنی الاعم شہدہ ثورث قوتۃ الغاء الحین الآخر
فکیف ثورث قوتۃ جہتہ الغاء الاخدر وتعلیل قوتۃ القرابۃ
انما هو فی الحین الواحد لا تقدم ذی حین علی ذی حین
لقوة قرابۃ فی حینہ والایقدم الحین الابوی مطلقاً
على الامی مطلقاً وایضاً لولایت قوتۃ القرابۃ لعدا
تقضاء علی المقصود فان الاقویٰ غیر معتبر عند افت
الحین بالجماع الروایات الظاہرۃ فکیف تعتبر ورو
فیہ الاضعف ویؤول الامر الی الغاء کلا الی ترجیح
وهو خلاف ما قدرتم انہ صحیح مفتی بہ وانہا الجواب
ما قدمت الاقویٰ لم یعتبر لعدم المحل فلا یلیق
مع حصول المحلیۃ وذاک لان ولدیۃ العصبۃ تنفی
من العصبۃ تقضی علی غیرہا مطلقاً وان کان من
حینہا کالعم یجب الخال فکذا ولدیۃ العصبۃ
وبہذا تنحل الشہتان معا عنی وجوب اعتبار الاولیٰ
کما ذهب الیہ العلامة الشامی وجوب اسقاط
الاضعف بسقوط الاقویٰ کما قدرنا فی الالزام واللہ
تعالیٰ اعلم۔

ضروری ہے کہ قوت قرابت سے بھی ترجیح دی جائے جب کہ وہ ولد عصبہ
سے (زیادہ قوی ہے) عقود) اقول روایات ظاہرہ متفق ہیں کہ اختلاف جز کے
وقت قوت قرابت متبر نہیں۔ لہذا سگی پھر بھی کو اس خالہ پر ترجیح نہ ہوگی جو مال
ماں کی طرف سے ہیں ہے۔ اسی طرح سگی خالہ کو اس پھر بھی پر ترجیح نہیں جو مال
ماں کی طرف سے ہیں ہے۔ ایک بہت میں قوت قرابت کے ولایت دارث سے

فیما بینہم یترجح جهة ذی قداستین علی ذی قرابة ولقد
ظاہر مذہب میں ولد عصبة ولی ہے خواہ جہت مختلف ہو یا متحدہ اگر ان کی جانب
سے ایک جماعت ہو مثلاً مامول یا خالاول کی لڑکیاں، اور ایک جماعت باپ کی طرف سے
مثلاً چچو بچوں یا سوتیلے چچا باپ کے، ادنی بھائی کی لڑکیاں تو مال فریقین میں ہیں حصوں
میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ پہلے فریق کو اور دوسرے دوسرے فریق کو دیے جائیں گے
خواہ ہر جانب دو دو فرقا ہیں ہوں یا ایک ایک جانب صرف ایک، قرابت ہو۔ پھر ہر فریق کا حصہ
ان میں تقسیم کیا جائے گا۔ ذوقرابتین کو ایک قرابت والے پر ترجیح ہوگی۔

یہ نص صریح ہے و لہذا محمد کہ اختلاف جہت کے وقت ولایت وراثت سے
ترجیح ہے اور قوت قرابت سے نہیں تو اولاد نصف راہ کا قانون صحیح و معتبر ہے۔
یقدم الاقرب مطلقاً ثم ان اختلاف الحیز فولد الواث
لان اتفق فالاقوی قرابة ثم ولد الوارث وبعدہ ذہ
الشراط ان استحق الفریقان فلفریق الاب الثلثان وفریق
الام الثلث۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

اگر ہر حال مقدم ہے پھر اگر جہت مختلف ہو تو ولد وراثت کو اور اگر متحد ہو تو
اقوی پھر ولد وراثت کو ترجیح ہوگی ان شرائط کے بعد اگر دونوں فریق متفق ہوں
تو باپ کے فریق کو دو تہائی اور ماں کے فریق کو ایک تہائی ملے گا۔

محمد بن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتبہ
(عبدہ المذنب احمد رضا الفاء درعی عفی عنہ)

حضرت سراج الفقہاء

مولانا سراج احمد صاحب

فرماتے ہیں کہ:

اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے متعلق میلر انڈیا
فکر کمر بدل گیا۔ اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود
بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگو کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ
میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔

اسی دور میں احمد پور کے ایک مشہور فقیہ مولوی نظام الدین سے میری گفتگو ہوئی
یہ مولانا تافتہ میں اپنے ہم عصر علما سے ممتاز تھے اور کسی کو اپنا ہم تصور نہیں کرتے تھے
عقیدہ کے اعتبار سے غیر مقلد تھے۔ فتاویٰ رشید، یہ کہ اس نکتے پر
گفتگو ہوئی کہ حدیث صحیح کے مقابل قول فقہاء پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت کے
رسالہ الفضل الموهبی فی معنی اذا صحیح الحدیث فقلو
مذہبی کے ابتدائی اوراق منازل حدیث کے انھیں سالانہ تو کتنے

زیادہ قوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اختلاف جہت کے وقت بھی معتبر ہو کہوں کہ
قوت قرابت اس صورت میں ناقابل اعتبار ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اضعف
اگر عمل معتبر ہو تو ضروری نہیں کہ اقویٰ بے محل بھی معتبر ہو۔

حق یہ ہے کہ ایک جہت میں قوت قرابت کا معنی یہ ہے کہ ایک قریب دو جہتین
رکتا ہوا باپ کی طرف سے بھی متعلق ہوں یا کی طرف سے بھی، جیسے سگائے دار یا ایک قوی
جہت رکھتا ہو۔ جیسے باپ کی طرف کا رشتہ دار یاں کی طرف کے رشتے دار سے قوی ہے
ظاہر ہے کہ ایک جانب دو جہتوں کا اجتماع دوسری جانب کو محروم نہیں کر سکتا۔ جب
باپ جانب قوی ہونے کے باوجود دوسری جانب ماں کو محروم نہیں کرنا تو اس کی جانب
سے حاصل ہونے والی قوت دوسری جانب کو کیسے محروم کر سکے گی۔ قوت قرابت ایک
ایک جانب میں معتبر ہے۔ اس کی وجہ سے ایک جانب کو دوسری جانب پر تقدیم حاصل
نہ ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ باپ کی جانب کو ماں کی جانب پر مطلقاً تقدیم حاصل ہو ورنہ باطل
نیز قوت قرابت کا اعتبار مقصود کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاف جہت کے
وقت تمام روایات ظاہرہ کے مطابق اقویٰ معتبر نہیں۔ تو آپ حضرات اضعف اولیٰ تہ
عصبہ کا یوں اعتبار کرتے ہیں۔ نتیجتاً دونوں ترجیحیں (قوت قرابت، اور ولد عصبہ
کے لحاظ سے) انہو پر جائیں گی۔ اور یہ بات خود تمہاری تقریر کے خلاف ہے کہ ولد عصبہ
کو ترجیح ہے کہ وہ صحیح اور مفتی بہ ہے۔ جواب وہی ہے جو میں نے اس سے پہلے
ذکر کیا کہ اقویٰ کا اس لئے اعتبار نہیں کہ اس کا عمل نہیں لہذا دوسری ترجیح پر عمل ہوتے
ہوئے لغو نہ ہوگی یہ اس لئے کہ ولد عصبہ کو مصوبت سے حصہ ملتا ہے اور عصبہ کو غیر
بمطلقاً ترجیح ہوتی ہے مثلاً چچا (عصبہ ہے) مامول (غیر عصبہ) کو محروم کر دے گا۔
اسی امرت ولد عصبہ سے فقرہ سے دونوں شعبے مندرج ہو جاتے ہیں (۱) اقویٰ کا اعتبار ضروری
ہے جیسے علامہ شامی نے کہا (۲) اقویٰ سا قاطع ہے تو اضعف کا سا قاطع ہونا ضروری ہے
جس طرح ہم نے الزام کی تقریر میں بیان کیا۔

اس حاشیہ نے مجھہ تعالیٰ کشف مشید کر دیا۔ اس وقت بمبئی شمس الابرار
شرعی فقیر کے پاس نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ وہ صرف اطلاق روایت
شرعی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے بحث علامہ شامی مصادم نص واقع ہوئی اور بحث
فقیر محمد انصاری فقیر نص کے موافق آئی و لہذا محمد۔
بمبئی کا نص لخص یہ ہے:-

”فی ذہ الام المذہب ولد العصبہ اولیٰ سواء اختلفت
الجهة او التحدت (الحی قال) فان کان قوم من ہوء لاء من
قبل الام من نبات الاخوان او الخالات وقوم من قبل الاب
من نبات الاعمام او العمت لام فالمال مقسوم بین الفریقین
انثلاثاً سواء کان من کل بجانب ذوقرابتین او من احد
الحانبین ذوقرابة واحدة۔ ثم ما اصاب کل فریق

بھی مرج ماننا پڑے گا۔ کیونکہ یہ زیادہ قوی ہے۔

اس کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں میں نے استفتا کیا تو آپ نے فرمایا کہ تصدیق حامد پر میں نے اس کے برخلاف تحقیق لکھی مگر اس وقت مبسوط سرخی میرے پاس نہ تھی۔ اکملہ لنس صریح ظاہر الہ وایہی تفتیق کے علامہ ای میں آئی ہے۔ یہ ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کافرودہ۔ جس پر ہر محقق اعلاہ را سکتا ہے کہ نقاہت میں کتنے رفیع القدر تھے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی قلم کار ان کی موبد تھی۔

آپ نے جس فن میں قلم اٹھایا اس کے ائمہ کو مبہوت کر دیا۔ دیکھو رسالہ حجاز البحرین "روندہ رحیمین دہلوی امام اہل حدیث و رسالہ فوز بہین روح زکریا وغیرہ میں قوی میراث میں مجھے سائل فاضل ہوا اللہ کا خطاب دے کر دکان میری ہدایت کا باعث بنی کہ وہایت جو وہابی استنادوں کی شاگردی سے ملی تھی اس وقت سے جاتی رہی۔ اکملہ لکھی اللہ

مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۶۹ء حرہ سراج احمد کھن بلیو مفتی سراج العلوم خان پور

مکتوب

میں نے تصنیف رسالہ کے وقت صنف رابع ذوی الارحام کا مسئلہ جو مسئلہ تھا ہر ادارہ دیوبند، سہارن پور، دہلی وغیرہ کی طرف ارسال کیا کسی سے جواب نہ آیا۔ آخر کمال اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا پتہ ان کے رسائل سے معلوم ہوا حضرت میں وہ مسئلہ پیش کیا۔ سبحان اللہ حضرت کی وسعت علم و فہم پر قربان ہوا کہ مسئلہ کا ایسا حل فرمایا کہ تمام اختلافات کتب اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے اور دیگر فوائد علیہ کثیرہ پیش کر پائے جس سے علمائے متقدمین کی یاد تازہ ہوئی اور قلم کو مورد آکھوں کو کھٹکھٹک حاصل ہوئی۔ وہ مسئلہ ذیل ہے۔

مسئلہ اولیٰ ترجیح ولد العقبہ عند اختلاف البجہ میں دو قول بیان فرما کر اول عدم ترجیح کا ظاہر اطلاق متون و شرح ہونا علامہ شامی سے نقل فرمایا کہ کنز کی عبارت و الترجیح بقرب الدرجہ ثم بكون الاصل وادنا و اختلاف جہتہ القرابتہ فلقرابتہ الاب ضعف قرابتہ الام میں جملہ افراد ہے کہ ولد لعقبہ ہو یا نہ ہو عند اختلاف البجہ قرابت اب کو ضعف قرارا ہے بقولہ و ہوا ظاہر اطلاق المتون و الشرح حیث قالوا و عند اختلاف جہتہ القرابتہ فلقرابتہ الاب ضعف قرابتہ الام فلم یفرق بین ولد العقبہ یعنی ترجیح ولد العقبہ کو ہوگی۔ اسی طرح درختار نے فرمایا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمایا۔ اقول یہ جملہ ان دو قاعدہ ترجیح کے بعد مذکور ہے وہ قواعد عامہ تھے کہ جمیع اصناف و احوال کو شامل تھے تو یہ قطعاً ان سے

گئے۔ یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے! انہوں نے ان کے زمانے میں رکھ کر بے غرو بے فیض رہا۔" پھر فقہ کے چند مسائل کے جوابات رسالہ رضویہ سے منائے تو کہنے لگے علامہ شامی اور صاحب فہم القیدی مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثنائی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سراج الفقا فرماتے ہیں میں اس کے قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ علامہ شامی کی بحث کو بیان فرما کر اپنی بحث کا اظہار کر کے فرمایا الحمد للہ میرا فہم ظاہر الہ وایہ آیا۔ بقولہ اس وقت میرے پاس مبسوط نہ تھی۔ اب اس کے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ صرف اطلاق سرخی نہیں بلکہ خاص نص صریح ہے بحث علامہ شامی مصاد نص واقع ہوئی اور بحث فقیر جھکا امثال القیدی نص کے موافق آئی۔ واللہ اعلم

ناظرین اب حضرت سراج الفقا کے دو مکتوب ملاحظہ فرمائیں جن سے ان کے خیالات کی واضح نشانہ می ہوتی ہے۔ یہ دونوں مکتوب کرمی جناب حکیم محمد علی امرتسری نا۔

مکتوب

مکرم و محترم مولانا صاحب زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ توازن نامہ لا شکریہ! اعلیٰ حضرت مجددائے حاضرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طیت و نقاہت پر مجھ سے مضمون لکھوانا

عز چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب تک سارے علوم عقلیہ و نقلیہ میں بکمال نہ ہو فقہ میں ناقص ہے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہر علم میں کمال تھا مولوی نظام الدین فقیر احمد پوری وہابی جو تفتہ میں اپنے ہم عصر علما دیوبندی وغیرہ سے (پلٹے) آپ جیسا فائق کسی کو نہ جانتا تھا۔ توادای رشیدیہ کے اس فتویٰ پر کہ حدیث صحیح کے مقابل قول فقہا پر عمل کرنا نہ چاہیے۔ میں نے رسالہ "افضل الوہبی فی منی اذامح" کی تحدیث نمونہ بھی "مفسرہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی اوراق منازل حدیث کے منائے تو کہا یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے! انہوں نے ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔ پھر چند مسائل فقہ کے جوابات رسائل رضویہ سے منائے تو کہنے لگا کہ علامہ شامی اور صاحب فہم القیدی مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثنائی معلوم ہوتا ہے۔

میں اس کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں کہ شامی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں میں نے جب رسالہ زبدہ لرحیم فی علم المیراث و المیقات و الوصیۃ تصنیف کیا تو صنف رابع ذوی الارحام میں رسائل میراث جو سراجی کے خوشہ میں ہیں سب نے کھانکا اختلاف جہت کے وقت قوت قرابت اور ولدیت عصبہ سے ترجیح نہیں ہے مگر شامی نے فتویٰ دیا کہ علم کی جہت سے ولد العقبہ حال نکالہ کی جہت، ولد غیر عصبہ کے ولد کو محروم کرنا ہے۔ علامہ شامی نے العقود السدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامد بیتہ فرمایا جس کے نزدیک ولد عصبہ کو ترجیح ہے انہیں قوت قرابت کو

ذوی الاحام ان سے مل نہ کر سکا۔ ان کے بعد صنف ثالث کا فتویٰ خود کی تصدیق و تردید کے لئے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور مولانا محمد علی صاحب سے مراسلات کرا تا رہا۔ اب تک کوئی جواب مل نہ آیا۔ لہذا اپنے رسالہ میراث میں اپنا فتویٰ لکھ کر فلیج کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت کے ائمہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کی نعمت عظمیٰ سے نوازا تھا جس پر ان کا فتاویٰ رضویہ پر عدل اور برہان قوی ہے آج ہیں ایسا عالم دین نظر نہیں آتا جس سے ہم علمی کچھ دور کرائیں۔ اب ان کا فتاویٰ رضویہ ہے وہ بھی مکمل نہیں پھپھا صرف چار جلدیں بھی ہیں اور باقی کے لئے آنکھیں ترس ہی رہی ہیں اگر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی علم حدیث میں وسعت علمی کچھنی ہو تو مسائل ”تقییل الہامیین“ و ”حاجز البحرین الواقعین“ جمع الصلوٰتین “ نذیر حسین دہلوی امام اہل حدیث کے رد میں ملاحظہ کریں جس سے لوی نذیر حسین فضل مکتب نظر آتا ہے۔ اسی طرح وسعت علمی علوم معقولات فلسفہ، ریاضی وغیرہ میں رسالہ ”خود مبین“ حرکت زمین کے رد میں دیکھو کہ نظام بطلمیوسی فیثا غوری کی اپنی طبیعت دی کہ نیوٹن جو فلسفہٴ حال کا امام مانا جاتا ہے شاگرد نظر آتا ہے۔

سراج احمد مفتی

صدر سہ دارالعلوم خاںپور

مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۶۹ء

تغیر ہے ورنہ اختلاف جہنم کے وقت قرب درجہ کو بھی ترجیح نہ ہوا ورنہ بالاجماع باطل و علی الترتیل وہ دونوں قاعدے بھی مطلق ہیں۔ وہاں بھی اختلاف و اتحاد سے فرق نہ فرمایا تو یہ اطلاق کے سارے ہیں۔

مسلک ثانیہ میں علامہ شامی کی بحث کو بیان فرما کر اپنی بحث کا اظہار کر کے فرمایا احمد شہید پر ہم مطابق ظاہر الروایتہ آیا۔ بقولہ اس وقت میرے پاس مہبوط نہ تھی اب اسکے مطالعہ نے واضح کر دیا کہ صرف اطلاق مرخصی نہیں بلکہ خاص نفس مرتکب ہے۔ بحث علامہ شامی مصادر نفس واقع ہوئی اور بحث فقیر محمد راشد القدر نفس کے موافق آئی۔ واللہ اعلم۔

نیز ذوی الاحام میں جب تخلص الطوائف بمعنی شکل کام تھا میں نے قاعدہ طائفہ بندی کے آسان کر دیا۔ جہاں میر سید شریف نے شرح طریقی میں صرف ایک بطن کے اختلاف میں ایسی لغزش کھائی کہ عبارت شرح میں غلط تشریح کی۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا کمال فہم دیکھو کہ فتاویٰ رضویہ میں بطون کثیرہ کی مثال بمعنی تخلص الطوائف تقسیم بمعنی تفریق کرتے ہوئے جواب نکالا۔ اس کو میں نے اپنے قاعدہ طائفہ بندی سے مل کر جواب صحیح کیا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی مدعی اس مثال کو بغیر دیکھے میرے قاعدہ طائفہ بندی کے نہیں نکال سکتا۔

انوس صد انوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ معلوم ہوا۔ صرف ایک مسند رابع ذوی الاحام مذکور کو مل کر اسکا ادراہق نصف ثانی

احمد آباد میں تشریف آوری کے بعد

بسم اللہ پورٹنگ

یاد رکھیں

جہاں پوری نزاکت و نفاست کے ساتھ آپ کے قیام کا معقول انتظام ہے

بسم اللہ پورٹنگ

احمد آباد

خاص بازار۔ نیر سٹوری گیٹ۔

صدر الافاضل

از مولانا مفتی حکیم غلام معین الدین نعیمی

لاہور

یاد وصف اپنی بے بسا عظمت کے اُن کے کمالات تک میرے ناقص فہم کو کتنی رسائی ہوئی ہے اور اُن کو جیسے الفاظ میں تعبیر کر سکا ہوں وہ عاجزی لیکن یہ اس امام جلیل کی رفعت و منزلت کی بڑی تدبیر نہیں ہو سکتی بلکہ خداوند ایک دہی فیض تھا جس کو سمجھنے سے عقل حیران ہے۔

(افاضات صدر الافاضل)

فقاہت

سیدی و استاد حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہ کی فقاہت کے بارے میں "ولی دا ولی محاشناس" کے طور پر فرمایا:

"علم فقہ میں جو تبحر و کمال حضرت مدظلہ کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم مشرق و مغرب کے علماء نے گردن جھکا کر تسلیم کیا۔ تفصیل: اُن کے فتاویٰ دیکھنے پر جو خوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دونوں طرفوں میں یوں سمجھ کر موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم کے حوادث و واقعات استغناء کے لیے ہر جگہ کے جاتے تھے۔ ایک تلمیذ ابو دنیا بھر کو فقہ کی فیصلے دے رہا تھا وہی تمام بد مذہبوں کے جواب میں لکھا تھا۔ اہل باطن کی تصانیف کے بالغ رد بھی کرتا تھا اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم کر دیتے تھے ان کا نظیر آنکھوں میں نہیں دیکھا۔" (افادات صدر الافاضل)

علم حدیث و دیگر علوم

علم حدیث کے سلسلہ میں سیدی صدر الافاضل قدس سرہ نے فرمایا:

"علم حدیث میں بھی مجھے (اعلیٰ حضرت) فروغ تھا، اپنا ہستانہ رکھتے تھے۔ علم رجال میں اُن کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوک و زبان پر تھے اور جمعی میں بحث، مانع و منسوخ کی تیز متنازعیت کی توفیق یہ تو ان کا خاص حصہ تھا۔... علم تفسیر و اصول

(تفسیر صفحہ ۵۰)

بسملا و محمد او مصلیا و مسلما۔ اعلیٰ حضرت امام ابن سنت مجددانہ حاضرہ مفتی شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، دین برحق کے ایسے امام ہیں جن کے کمالات علم و عمل عرب و عجم میں اہل دین کے قلوب پر اپنا سنگہ جھانکے ہیں۔ موجودہ صدی کے نصف تک عرب و عجم، ایشیا و افریقہ وغیرہ بڑے علمبرداروں کے دینی معاملات آستانہ رضویہ سے فیصلہ ہوتے رہے ہیں۔ آپ کا فتاویٰ جم و تحقیق میں علمائے مابین کے مجموعات فتاویٰ سے کہیں زیادہ ہے اور دیگر تصانیف و شروح کی تعداد تو ہزار کے لگ بھگ ہے۔

میرے استاد و مرشد سیدی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ بحث اور قوتِ کلام کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ:

آپ (یعنی اعلیٰ حضرت) کا اندازِ بحث بالکل عتقانہ ہے منطقہ مضامین اور مسطوروں سے آپ کا کلام بالکل پاک ہوتا ہے۔ تدقیق اس قدر کہ علماء کو مخاطب تک پہنچنے کے لیے بسا اوقات عربی زبانی اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ احتمالاتِ مخالفہ کی تمام راہیں زبردست دلائل سے اول بند کر دی جاتی ہیں۔ جس بحث میں قلم اٹھایا ہے ممکن نہیں کہ مخالف کو جواب دہم و ذلیل باقی رہی ہو۔ معاندانہ مکالمے اور سفہات سب و شتم تو علمی تحقیق کا جواب نہیں ہو سکتے اور اس کا انجام دنیا ہر زبان دار ذرا، عظیم المروت والیا کو آسان بھی ہے مگر علمی معادک میں ہر ذہن سرائی کیا یاد پانے کے قابل ہے؟ مگر نہ دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کسی شخص کو اس امام المتکلمین کسلافے

ب کشائی کی جرات ہوئی ہو؟" (افاضات صدر الافاضل)

میرے بگناہ روزگار مرشد، علمائے معاصر میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے لیکن بھی اعلیٰ حضرت کی بلند ترین فضیلت علمیہ کیوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

فتاویٰ پر نظر ڈالنے والا اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے بہت سے علوم عطا فرمائے تھے جس سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں۔ مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں ان کی دستِ مہربانی، دقتِ نظر و علوٰ مضامین، بلند تحقیق، جودِ کلام کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔

مقاہت

مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری پاکستان

وہائے کلمات کے بغیر کسی نہ کہنا، اپنے اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا غلط بتایا اور سمجھایا کہ درود شریف کا صلہ ۵۰ (علیہ) وغیرہ اشارات سے اختصار کرنا صلیو علیہ وسلم تسلیما کے خلاف فہم کے الذین ظلموا اقوالا غیر الذی قیل لہم کے قبیل سے ہونے کی بنا پر دلیل محرومی ہے۔

آپ کے نزدیک صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے رضا اور دیگر بزرگوں کے ناموں پر رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ رح لکھنا ناپسندیدہ تھا کیونکہ یہ بدعت قبیحہ اور بزرگوں کی شان گھٹانے والوں کی ایجاد ہے۔

اگر آپ فرق باطلہ کے علمبرداروں کو نہ کہتے، مقدس اسلام کے مخصوص عقائد و فطریات کی من مانی تعبیریں کرنے والوں کا محاسبہ و محاکمہ نہ کرتے تو تمام فرقوں کے نامور علماء اس عبقری اسلام کی علمی عظمت کو بر ملا تسلیم کرتے لیکن کسی بھی جڑ کو ایسی جھوٹی عزت کی کبھی خواہش نہیں ہوتی چونکہ آپ بھی عظمت خداوندی اور ناموس مصطفویٰ کے سچے نگہبان تھے اسی لیے لعن و تشنیع اور تحقیر و آفرین سے بے نیاز ہو کر یہ حالات میں اپنا فرقہ ادا کرتے رہے۔

کسی زندہ قوم میں اس مرتبے کا کوئی عالم پیدا ہو جاتا تو وہ قوم اسے علم و فنون نہ صرف خود سفید ہوئی بلکہ تمام دنیا کو اسے اذکار و فطریات پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور کر دیتی مٹلاتے اہلسنت کی بے حی کا اندازہ کوں کر سکا جو جبکہ اس یگانہ روزگار و نابینا عصر کے اکثر علمی شاہکار و یوٹیس سے محروم اور زیر ست طاق نسیان بنے ہوئے ہیں ہم اس فقیر اعظم کے قادی بعض جھگڑا پیش کرتے ہیں جن کے فقہی عقائد اور درجہ امامت کو سمجھنے میں کچھ مدد مل سکتی ہے۔ ۱۳۰۱ھ میں اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت سے

مسئلہ تقییل الالبہامین

دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ "انشہد ان محمد رسول اللہ" سن کر انکو کھٹے چومنا، آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت کہ آپ کی عمر انیس سال تھی، ایسا جواب تحریر فرمایا کہ چشم فلک نے ایسا جامع جواب اس مسئلے کا نہ دیکھا ہو گا۔ "اولا مقامہ المذنب، مسئلہ موجبات الرحۃ، تاریخ شمس الدین محمد بن صالح مدنی، شرح نقایہ، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور منکملہ مجمع سجا لوار اور وغیرہ کے حوالوں سے اس فعل کا استحباب ثابت کیا۔

اس مسئلہ تقییل الالبہامین میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علم اصول حدیث کو جس طرح بیان

عمر ہادری کیسہ و ثبت خانہ محامد حیات

تا زہر عشق یک دانہ سے دانہ زائد ہر دوس

ذیل میں دنیا سے اسلام کے بطلان جلیل، جو دہویں صدی کے مجدد و فقیہ اعظم یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مقام پر کچھ عرض کرنا ہے کیونکہ آپ سچی و حید و رسالت کے حقیقی علمبردار اور اسلام کی سچی ترین تصویر یعنی مقدس حقیقت کے سرگرم مبلغ و دیباک ترجمان تھے۔ مگر انھوں نے انھیں خود نے اپنے اس عمن کے علمی کارناموں کو نہ کما حقہ محفوظ کیا اور نہ دنیا والوں کو اس نائنو بھر کی علمی عظمت سے آشنا کرنے کی زحمت بھی ادا کی۔ دوسری بات یہ حقائق نے اس آسمان علم و عرفان کی طرف دوسروں کو بلانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، مذکورہ حقائق کے باوجود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا نام ان کے عظیم علمی کارناموں کی وجہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ہرگز میرا دمک دلش زندہ شد بشت

ثبت است بر جہدہ سام دوام ما

آپ نے مقدس شجر اسلام میں خیر اسلامی فطریات کی پیوندکاری کرنے والوں سے قلبی جہاد کیا نہ مٹائے حق و علمائے سوء میں سپرد کرانی اور ایسے صلیطین کے نقاب میں ہمیشہ سرگرم مل رہے جنھوں نے نئے نئے فرقے بنا کر مسلمانوں کے اتحاد کو بارہ بارہ کیا اور جو بیانات پر پکے اور سچے مسلمانوں کو بھی مشرک اور بدعتی وغیرہ ٹھہراتے رہے تھے آپ نے براہین قاطعہ سے ان کے سارے مزعومہ دلائل کے تار و پود بکھر کر دکھ دیے۔

خانہ کائنات جتن جلائے کی صفات کو جب علما نے اپنے غلط عقلی بیانیوں سے مایاں فرمود کر دیا اور مرد و کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلمات عالیہ کی حدود و اسی معین کرنے لگے جن کی ایک انتہی کہلاتے دلائل ہر جہاں نہیں کر سکتا تو اعلیٰ حضرت نے عظمت خداوندی اور شان مصطفویٰ کا علم بلند کیا اور کسر شان کرنے والوں کے دلائل فاسدہ و خیالات کا سدھ کا عرصہ رتبہ بلیغ کرتے رہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہی ہم ہے جس کی یاد ایشی وہ درج تک بعض حلقوں میں سب و شتم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

آپ بزرگوں کے اس درجہ موقبیت سے کہ چند سال کی عمر میں بغداد شریف کی سمت معلوم ہونے پر ہا بکھر بھی اس طرف پادری نہیں پھیلے کسی بزرگ کا نام مناسب القاب اور

کہ رکھ دیا اور تقبیل الہی میں کلبے کا انکار کرنے والوں کی ہر راہ فرار بند کی ہے، اور انہوں نے اس موضوع پر جو رد یا پہلے ہیں اس سے ان کی فضیلت علی کا صحیح اندازہ اصل کتاب "میزان العین" میں حکم تقبیل الہی میں ہے ہی ہو سکتا ہے کہ یہ اتنی سال مفتی، گویا علم کا ایک بحرِ بحرِ بحر، مکتبہ مسطوفی کا بانی، فقیر خواں اور محققین کے حق میں برہان الہی کی تیغ بران تھا اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ مجتہد دران جو تھا۔

ابن سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشنده

۲۔ سماع موتی

بعض علمائے دیوبند نے، اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے اور حقیقت کا دم بھرتے ہوئے، معتزلہ کے اتباع میں ادراک سماع موتی کا انکار کا شروع کر دیا۔ اسی زمانے میں اُن کے ایک مولوی صاحب کا فتویٰ سیرا علی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر امان سے گزرا۔ بزرگانِ دین کو اینٹ پتھروں کی طرح پھرتے جانے پر مجبور دین و ملت نے جب کہ آپ کی عمر شریف تینتیس سال تھی ایسا مسکت جواب تحریر فرمایا کہ بزرگانِ دین یعنی اولیائے عظام اور علمائے اسلام کی مقدس ارواح کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، اُن کے ناموس کا وہ دفاع کیا کہ مسلمانوں کے گلوں میں احسان کی ہر کیلیں ڈال دیں۔ اس محرکہ آثارِ اربعہ جاتی فتوے کا تاریخی نام حیات الموات فی بیان سماع الاموات ہے۔ اس تحریر پر اہل سنت کے بے مثل مفتی نے تصانیف علمائے اہل سنت کی روشنی میں پیشینہ ایسے اعتراضات کئے جو محققین کے کسی عالم سے آج تک رفع نہ کیے جاسکے۔ پھر اکابر خاندانِ عربی کے اقوال سے ان کے خیالات کا رد کیا ساتھ ہی منکرین جو انٹ لاسمع الموتی سے غلط استدلال کرنے بیٹھ جاتے تھے اُن کے بیانات پر مفصل و مدلل تبصرہ کر کے اُن کے دعوے کو دلیل سے بیگانہ ثابت کیا۔

منکرین سماع موتی، مسئلہ عین کو لای فہال نہاتے تھے لیکن اس وادع علوم پیمر نے "الوفات المیتین میں سماع الدین و جواب الیمین" کے نام سے جواب دے کر اسے رسالہ "حیات الموات" کا گویا تملک بنادیا۔ اس میں منکرین کے تمام پیش کردہ دلائل کو دعوے سے لاقول ثابت کیا، کتب حدیث، فقہ، تفسیر اور اصول کے حوالہ جات کی روشنی میں پچاس سے زائد دلیلوں اور سو سے زائد قہر اعتراضوں سے وہ ردِ تبلیغ فرمایا کہ لب کشائی کی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ الحمد للہ کچھ دین و ملت کا یہ مبارک رسالہ اولیائے کرام کی کرامتوں، عقلمندیوں کا مظہر تقریباً چار سو سال سے لاجواب ہے اور قیامت لاجواب رہے گا۔ ذلالت فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

۳۔ جمع بین الصلوٰتین

۱۳۱۳ھ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سوال کیا گیا کہ سفر و حضر میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غیر مقلد حضرت اس کے قائل اور عامل ہیں نیز میانِ ندیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "میاں الحق" میں بلند بانگ دعووں کے ساتھ اس مسئلے

پیموش کی اور حنفی ملک کو احادیث کے خلاف قرار دیا تھا لہذا حضرت فاضل بریلوی نے آپ صرف آٹا لیس برس کے تھے، محدث کہلانے دہلے میں صاحب کے دلائل کا جواب دینا ضروری سمجھا اور ایسا عالمانہ، مجددانہ رد کیا کہ میان صاحب اور ان کے کلام میں سے آج تک کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ ان روشنی و واضح دلائل کا جواب دے۔ قادیانوی جلد دوم میں یہ مبارک فتویٰ ۳۵۰ سے ۳۵۵ تک "حاجز الجہنم" عن جمع الصلوٰتین کے نام سے بڑے سائز کے اٹھارے صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ نوٹ کی حقیقت اور متعلقہ مسائل

زمانے میں نوٹ بالکل نوا بجا چیز تھی۔ مفتیانِ عظام سے اس کے بابے میں شرعی حکم دریافت کیا جاتا تو تسلی بخش جواب بن نہ پڑتا تھا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کے مفتی اُحسان مولانا جمال بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جوڑیہ کا کا حق، حکم شرعی بیان کرنے اپنا عذر اَلْعِلْمُ مَا مَاتَ فِی اَعْدَاقِ الْعُلَمَاءِ کہہ کر پیش کیا۔

اعلیٰ حضرت کا یہ پوری دنیا کے اسلام پر عظیم احسان ہے کہ آپ نے اس مسئلے کا اس صورت میں دنیا کے سامنے بدلائلِ قاہرہ و باہرہ مع حکمِ بزرگیاں واضح فرمایا۔ آپ جب دہلی دفعہ ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہ مطہرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ میں حاضر دے رہے تھے ان دنوں وہاں "الدورۃ المکیہ" کا آفتاب عالم جلوہ گر ہو چکا تھا۔ آپ کی علمیت کے پیش نظر موقعِ غنیمت جان کر ایک روز مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جمال جردادی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء پیش کر دیا، جس میں بارہ سوالات تھے جو مولانا "کفیل الفقیر الفاہم" کے نام سے شائع ہوئے۔ علمائے مکہ آنکشت بدنار وہ گئے پوری دنیا کے اسلام کے علمائے کرام عیش عشق گرٹھے، خدا کا شکر ادا کیا کہ ایسے کاغذ سے حصہ پایا۔ ۴ صفر ۱۳۲۳ھ کو اعلیٰ حضرت "کفیل الفقیر" کے بیٹھنے کی تصدیق کے لیے کتب خانہ محرم میں پہنچے، دیکھا کہ ایک جید عالم بیٹھے مسودہ کفیل الفقیر کا مطالعہ کر رہے (یعنی مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ) جب وہ اُس مقام پر پہنچے جہاں اعلیٰ حضرت نے نوح القدر سے یہ عبادتِ نقی فرمائی کہ لو باع کاغذہ بالفتح وجوزہ لای یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بارگاہِ نبویؐ پر چھڑک لے اور اپنی زبان پر تہما کر کہے اَیْنُ جَعَلَ اَبْنُ عَبْدِ اللّٰہِ مِنْ ہٰذَا النِّصِّ الْمَصْرُوعِ حضرت جمال بن عبداللہ اس نصِ مصرع سے کہاں غافل رہ گئے؟ جب کزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر علیہ الرحمۃ حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہم علماء گردوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جوڑیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دون۔ جو مولانا جمال بن عبداللہ بن صدیق کا اشارہ اُنھیں کی جانب تھا۔

۱۱۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

ہ تیمم کی تعریف ماہیت شرعیہ

۱۹۰

علمائے اہل سنت اور خاندان عزیزی کے خوشہ میں اہل علم حضرات نے تصنیف تالیف اور مباحثوں مناظروں کے ذریعے، مصنفت مکروری اور ان کے ہم خیال علماء کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ یہ نظریہ نیم سہل کی طرح تڑپتا ہوا نظر آنے لگا اور مکذبین باری تعالیٰ نے مجبور ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے زبان وقلم کو روک لیا۔

سالہا سال بعد اگر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیشی (المتوفی ۱۳۲۵ھ) اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”براہین قاطعہ“ میں اس مسئلہ کو دوبارہ زیر بحث نہ لائے اور اس کی علمبر داری نہ کرتے تو یہ غیر اسلامی عقیدہ بھی اپنے ہندوستانی موجدوں کے ساتھ ہی زندہ درگور ہو گیا ہوتا اور ایک زبردست فتنہ کا دروازہ بند ہو جاتا۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس میدان میں مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئے۔ اپنے ایک ہری دستخطی فتوے میں صاف تصریح کر دی کہ وقوع کذب کے قائل کو تفسیق و تفسیل سے مامون رکھنا چاہئے۔ والہاذا باللہ تعالیٰ۔ چونکہ شریعت محمدیہ میں امکان کذب کی قطعاً کئی قسمیں ہیں ہذا عوام کو مغالطہ دینے کی غرض سے دین مصطفیٰ پر یوں غضب ڈھایا کہ خلف و عید کو امکان کذب کی نوع ٹھہرایا حالانکہ محققین نے خلف و عید کا بھی انکار کیا ہے اور جن حملات کرام نے اسے جائز ٹھہرایا ہے وہ اس کا عرف امکان نہیں بلکہ وقوع مانتے ہیں۔ یوں گنگوہی اور انبیشی صاحبان وقوع کذب باری کے قائل ٹھہرتے ہیں۔

جب یہ مسئلہ مکذبین باری تعالیٰ، شانِ خداوندی میں جھوٹ جیسے عیب کا دھبہ لگا رہے تھے تو چاروں طرف سے علمائے اہلسنت نے ان کا محاسبہ کیا مگر یہ توقع برکے دولہ منکرین، تمزین و تقدیس باری تعالیٰ شانہ کی تردید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۱۳۴۴ھ میں شہر ٹھٹہ سے جناب ابو محمد صادق علی مداح صاحب نے اس مسئلہ کی صحیح صورت حال معلوم کرنے کی غرض سے امام اہل سنت مجدد دین و ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں استغاثہ بھیجا۔ اُس وقت مولانا احمد رضا خاں دہلوی قدس سرہ کی عمر صرف پینتیس سال تھی آپ نے جو محرکات اور جواب دیا وہ تراسی سال سے لاجواب اور سبجان السبوح عن عیب کذب مقبول ”کے تاریخی نام سے مشہور و معروف ہے جس نے اس خلاف اسلام عقیدہ کے اگلے پچھلے سارے علمبرداروں کے سبب جیلے حوالے یلما میٹ کر دیئے اور مکذبین تقدیس باری کے بلند بانگ دعاوی کاشیش محلی، اس کے منہ پر شہود برآئے ہیں بلکہ کی طرح مٹ گیا قرآن وحدیث کی تعلیمات کے پیچھے کا نام فقہ ہے۔ فقہ پر

فقہ کا مقام

اُسی کو عبور حاصل ہو سکتا ہے جو تمام اسلامی علوم سے بہرہ مند ہو۔ اگر ایک عالم دین اعلیٰ درجے کا مفسر یا محدث ہے تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ بلند پایہ فقیہ بھی ہو لیکن اس کے برعکس جو بلند پایہ اور وسیع النظر فقیہ ہے وہ لازمی طور پر بہترین مفسر، اعلیٰ درجے کا محدث اور لاجواب متکلم بھی ہوگا۔

اعلمت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: ”تیم کی تعریف و ماہیت شرعیہ کیلئے، علوم شرعیہ کے اس بحر یکساں نے وہ جواب دیا جو فتاویٰ مغویہ شریف کی جلد اول کے صفحہ ۵۵ سے صفحہ ۵۸ تک چہادی سائنس کے (دوست و چوٹھی) صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر دلائل کے انبار، حوالے قطار اندر قطار، غرضیکہ علم فقہ کا ایک اتھاہ سمندر ٹھٹھائیں اور اہل علم کے پہلے تیم کی سات تعریفیں بیان فرمائیں۔

مسئلہ تیم کے متعلق تمام کتب فقہ کی متعلقہ عبارات، ان پر سر حاصل ترمیم کے مطابق و موافقت دکھانا، اجمال کی تفصیل اور اہم کی ترجیح پر ایسے محققانہ انداز سے کرنا جس سے ظاہر ہو رہے کہ یہ سب تائید باری کی کرشمہ سازیاں و گھر باریاں ہیں۔ ائمہ دین و علمائے امت کی متعلقہ جملہ تصدیحات کے پیش نظر مفتی نے اپنے کمال اور زور استدلال سے میدانِ فقہ میں نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا جس کو دیکھتے ہوئے ماننا پڑے کہ کسٹورٹ الاول للآخر۔

جلیل اللہ رفیع اللہ کی تصانیف میں تیم صحیح ہونے کے لیے بانی نہ ملنے کی دس بیس سے زیادہ صورتیں نہ دیکھی گئیں جن میں عذر عند الشرع مقبول ہو گیا مگر ایک ناگزیر تھا جس میں ایک جگہ ایسے عذر چالیس پچاس سے تجاوز نہ کر سکے لیکن امام اہلسنت فاضل دہلوی کی باری آئی اور آپ نے پانی سے عجز کی صورتیں گناہیں تو ترتیب وار پورے دسویں بتائیں۔ والحمد للہ علیٰ خلائق۔

اعلمت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس ایک مسئلہ میں جن قدر دلائل پیش کیے تمام کتب فقہ کی روشنی میں جو سر حاصل ترمیم فرمایا اور اس سے جواب کی علییت ثابت ہوتی ہے اس کے لحاظ سے ہر مصنف مزاج پر دیکھتے ہوئے عجز ہو جائے گا کہ اے شک اعلیٰ حضرت مرکز دارالک تحقیق اور اہل سنت کے امام ہیں۔ موافقین و مخالفین کی نفی تصانیف موجود ہیں انہیں سامنے رکھ کر دیکھیے، تجویز صاف ظاہر ہے بغض و عناد کی ناپرا اعلیٰ حضرت کے لیے کوئی فائدہ کچھ بھی کہتا پھرے لیکن اس چودھویں صدی میں کسی عالم کا آپ سے سبقت لے جانا یا سادی ہونا تو درگاہ بات ہے حقیقتاً کوئی بلحاظ علییت آپ کی گرد راہ کو بھی نہ پاسکا۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ سنی مسلمان جو امام اہل سنت، مجدد مائتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو دشمنی میں ملک اسلاف کو اپنا کر خسرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں، ان کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ بڑے بڑے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤْخَرْ فُلُوبُنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ وَصَلَّى اللہُ تَعَالَى عَلٰی حَبِيبِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ۵

۶۔ مسئلہ امکان کذب

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۹ھ) کے بڑے مولوی محمد انیس دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) نے معتزلہ، کرامیہ، حوزہ دارالعلوم دیوبند وغیرہ فرقہ خدائے اتباع میں، امکان کذب باری کا نظریہ اپنے رسالہ ”مکروری“ میں لکھ کر ایک کفریہ بدعت کو رواج دیا۔ جو رواج اسلام اور شریعت محمدیہ کے بالکل خلاف ہے۔

سب ان کے مداح ہیں۔

آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک امت محمدیہ کے اکثر مفسرین، محدثین، متکلمین اور فقہاء نے جو خوشبین اور متفاد ہیں، اور بہت قصور سے حضرات و کرام اللہ ثلاثہ کے یہ مداحی وضاحت محض اس وجہ سے کی کہ یہ نادر و نایاب ہو جائے کہ فقہانہ علی مقام، محض ایک مفسر یا محدث سے بہت یاد ہو جائے۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی علیت نیز علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف پر آپ کا عبور اور زبردست طرز استدلال کی ہلکی سی جھلک، ان کی عربی و تصانیف کی روشنی میں دکھائی ہے۔ ان کے علاوہ ان کی سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں فتوے اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فقیہی مقام، حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا تھا کوئی مواہر آپ کا اس میدان میں قدم قابل نہیں، نہ اس ملک میں نہ بیرون ملک۔

جن چھ کتب کا اجمالی خاکہ، قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے ان میں سے حیات الموات، میزان المیزان، اور حاشیہ البحرین سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تقرری الحدیث کا بخوبی پتہ لگ جاتا ہے۔ حیات الموات کے ذریعے، حکمیں، سماعی، کوئی کی کہان ہر ایک دلیل کا مسکت جواب دیا وہاں میزان العین کے ذریعے آپ نے احادیث کا ضعیف و ضعیف ہے کی رٹ لگا کر رد کرنے والوں کو بھی ہمیشہ کے لیے ساکت و صامت کر دیا۔

”حاشیہ البحرین“ کو پڑھتے تو غیر مقلدوں کے شیخ النکس، میان نذر حسین صاحب دہلوی بھی اعلیٰ حضرت کے سامنے کس نظر آ رہے ہیں جیسے کوئی چڑیا ان کے بخون میں گرفتار ہو۔ سبحان السبوح سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے سب سے بڑے متکلم تھے۔

”حسن التعمیم“ میں جو مسئلہ تیم کے متعلق، متقدمین و متاخرین فقہاء کے اکثر اقوال جمع کر کے فاضلہ اور حقائق بحث کیے آپ سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہے کہ فقہی آپ کی پروانہ، نادر و نادر نگار معاصرین کے فہم و ادراک سے بھی بلند و بالا تھی۔

مکہ مکرمہ کے ایک فاضل جلیل، عالم نبیل، محافظ کتب، حرم سید اسماعیل بن سید غلیل رحمۃ اللہ علیہ نے مجددانہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ دیکھ کر فرمایا تھا: ”واللہ اقول والحق اقول انہ لوداھا ابو حنیفۃ النعمان لا قدرت عینہ ليجعل مولفہا من جملة الاصحاح“، یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم کہ اگر کھانا کھانا کہ اگر اس فتوے کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس مولف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب (امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ) کے درجے میں شامل فرماتے۔

ابھی تک ہم نے اس مقالے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا تجر، جو ان کی بعض تصانیف سے ظاہر و باہر ہے۔ دکھانے کی غرض سے اجمالی خاکہ پیش کیا ہے مگر جو توفیق تعالیٰ ہم اس سے آگے قدم بڑھانا چاہتے ہیں یعنی اب دکھانا یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین فقہاء کے درمیان،

امام ابو حنیفہ کے سردار اسرار، ابی اعظم اعظمی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم فقیہی مقام سے کون نکر ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آپ کی علیت کو جملہ ماہرین علم و فنون یعنی علمائے امت و سادات ملت نے سراہا اور آپ کے تاریخ فضیلت کی گواہی دی ہے مثلاً:

۱۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”الناس علیہم عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ“ یعنی تمام لوگ فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال بچے ہیں۔

(صَدَقْتُ يَا سَيِّدِي)

۲۔ خاتم الحقا ط علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”من مناقب ابی حنیفۃ التي انصرف بها ائمة اول من حردن، علم الشیعة ورتبہ ابا یوسف تبعہ مالک ابن انس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق ابا حنیفۃ احد“ (تبیح الحقیقہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ) یعنی امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم ترویج کو مدون کیا اور اسے (ابواب پر) ترتیب دیا۔ پھر امام مالک بن انس (رحمۃ اللہ علیہ) نے موطا کی ترتیب میں ان ہی کی پیروی کی۔ اس میدان میں ابو حنیفہ سے سبقت بجا نہ والا کوئی نہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”سبحان اللہ هو من العلم والوع وایثار الدار الاخرۃ بمحمد لا یدرکہ احد (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی)۔ سبحان اللہ اوہ (امام اعظم) تو علم و دین اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں۔

۳۔ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: ”ما مقلت عینی مثل ابی حنیفۃ“ (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی) میری آنکھ نے ابو حنیفہ کی مثل نہیں دیکھا۔

۵۔ جرح و تعدیل کے امام، بحلی بن سید القطان رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت دی: ”انہ واللہ لاعلمہ ہذا الامامۃ بھا جاء عن اللہ وعن رسولہ“ (تاریخ امام طحاوی) بیشک خدائی قسم، امام ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور رسول سے جو کچھ وارد ہوا اس کے (قرآن و حدیث کے) سب سے بڑے عالم ہیں۔

تمام فقہاء و مجتہدین کے بادشاہ، جناب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ ان سرمایہ روزگار ہستیوں کے ہزاروں میں سے چند بیانات پیش کیے ہیں جو آج آسمان علم کے شمس و قمر ہیں۔ ان میں مفسر، محدث، فقیہ، جرح و تعدیل کے امام اور عابد کامل وغیرہم شامل ہیں لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ فقیہ اعظم ہیں اسی جامعیت کے پیش نظر

ان مذکورہ چھ طبقوں کے علاوہ باقی سب، مقلدین معنی ہیں۔ اب ہم رکبہ چاہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے، کس طبقے میں شامل ہو یا مقلد معنی؟ وباللہ التوفیق۔

۸۔ گنا، مثل خنزیر نجس عین ہے یا نہیں؟

بنارس سے مولوی عبدالمجید صاحب نے کتے کے نجس ہونے، نہ ہونے کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے تصفیہ طلب کیا۔ فقیر اعظم کا جواب اذ قلم ایسا حرکت میں آیا کہ میدان تحقیق میں سرپٹ دوڑنا ہی چلا گیا۔ نفس مسئلہ ابتدا میں یوں بیان فرمایا: فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں یہ جائز (کتا) سائیس یا سب سے کتا ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر۔ یہی مذہب صحیح اجماع و متعدد دلائل قرآن و حدیث و مجتہدین و مآخذ للفتویٰ عند جمہور مشائخ القدامی و الحدیث ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم مطبوعہ میرٹھ ص ۳۹) اس کے بعد بقدر کفایت، احادیث سے دعویٰ کو ناسک کر کے میدان فقہ میں قدم رکھتے ہیں۔ فقہائے قدیم و جدید کی تصانیف سے پچاس ستون و شرح، فتاویٰ و محققین عبارات نقل فرمایا۔ چونکہ اس مسئلے میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے، لہذا فرق ثانی کی طرف توجہ فرمائی اور کشف حقائق و شرح دقائق کی غرض سے متعدد کتب کی عبارات کو پیش فرما کر مختلف وجوہ اپنے دعویٰ کو برسر کیا

۹۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

اچھ ستاد عشق کے بولوں میں، اے رفا مشتاق طبع لذت سوز جگر کی ہے

صحیح احادیث کے مطابق کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منوع ہے، ادبی اور خلاف سنت ہے لیکن بھائی و مسلم میں حضرت خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ایک دفعہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مروی ہے۔ علمائے کرام نے اس کی تاویل کرتے ہوئے مختلف جواب دیے ہیں جو یکجا کرنے پر آٹھ بنتے ہیں۔ ان جوابات پر امام اہلسنت و جماعت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح فرمائی، ہمیں امید ہے کہ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۱۳۳) مطالعہ کے بعد قارئین کے سامنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علم حدیث میں وسعت نظر، صحیح انداز فکر اور تائید ربانی کی بھرپور جھلک آجائیگی۔

۱۰۔ قوانین العلماء

ایک شخص تیم کے کتا پر پڑھ رہا ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں دوسرے کے پانی پر مطلع ہوا۔ اس مسئلے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالے کی طرح ڈالی، جس کو قوانین العلماء اتنی تیم علم عند زید الماد کے نام سے موسوم کیا۔ اس میں علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف سے متعلقہ عبارات نقل کر کے، ان کی آپس میں مطابقت اور مخالفت وغیرہ

اعلمت کا مقام کیا ہے؟ چونکہ یہ مقام بہت اہم اور نازک ہے لہذا علمائے کرام سے درخواست ہے کہ جہاں احقر اپنی علمی بے مائیگی کے سبب ٹھوکر کھاجائے تو اصلاح فرمادیں۔ پہلے فتویٰ تحریر، اور فقہاء کے درجے بیان کر دینا ضروری ہے۔

فقہ: "العلم بالاحکام الشرعیۃ المکتسب من ادلتها التفصیلہ" (تورالابصار) یعنی احکام شرعیہ کا جاننا و اپنے تفصیلی دلائل سے اخذ کیے گئے ہوں

اصول فقہ: "النظر فی ادلة الشریعة من حیث توخذ الاحکام والتکالیف۔" (مقدمہ ابن خلدون) یعنی دلائل شرعیہ میں اس طرح غور و خوض کرنا کہ ان کے ذریعہ احکام و تکالیف معلوم ہو سکیں۔

فقہ: "یس الفقیہ الالامجتہد عند ہر و اطلاق علمی المقلد ایحافظ للامسائل مجاز" (رد المحتار جلد اول) یعنی امور ان کے نزدیک فقہ بھی مجتہد ہوتا ہے اور مسائل کے یاد کرنے والے مقلد پر فقہ کا اطلاق مجازی ہے مسلم ہوتا ہے کہ فقہائے کرام کے حسب ذیل چھ طبقے ہیں:

۱۔ مجتہدین فی الشرع: جو احکام شرعیہ کی روشنی میں، اصول و قواعد مقرر فرماتے ہیں، جیسے امیر اہل بیت رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۲۔ مجتہدین فی المسائل: جو اصول و قواعد میں مجتہد فی المذہب، کے تابع ہوتے ہیں لیکن استخراج مسائل کی اہلیت رکھنے کے سبب بعض مسائل اپنے امام سے اختلاف بھی کر جاتے ہیں جیسے امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳۔ مجتہدین فی المسائل: یہ اصول و فروع میں اپنے امام کے تابع ہوتے ہیں اور کسی مسئلے میں امام کی مخالفت کے بجائے انہیں جس مسئلے کے متعلق امام تفصیل نہ پایا جائے وہ ان اپنے امام کے مقرر کردہ اصول و قواعد کے تحت اس کا استخراج کرتے ہیں۔

۴۔ اصحاب تخریج: انھیں اصول اور اس کے قواعد و ضوابط پر توجہ اور غور ہوتا ہے لیکن اجتہاد کی قدرت نہیں ہوتی۔ اس لیے انھیں صرف جملہ قول کی تفصیل کا اختیار ہوتا ہے جیسے جصاص، ابوبکر رازی اور کرنی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ

۵۔ اصحاب ترمیم: یہ حضرات بھی ہر قسم کے دلائل پر گہری نظر رکھتے ہیں لیکن اجتہاد کی قدرت نہیں رکھتے۔ بلحاظ قوت، دلائل کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے صاحب قدوری و صاحب ہدایہ وغیرہ۔

۶۔ ترمیم: یہ حضرات بھی اجتہاد کی قدرت بالکل نہیں رکھتے۔ بلحاظ قوت، دلائل پر گہری نظر ہوتی ہے اور بلحاظ قوت و وضاحت کے، دلائل میں تیز کرنے، اہلیت رکھتے ہیں جیسے صاحب کنز و صدر الشریعہ وغیرہ

ظاہر کر کے ہر ایک پر مکمل بحث فرمائی اور صدر اموہا کا اضافہ فرمایا، جس سے تمام مختصر اور مفصل فقہی کتابوں یعنی متون و شروح کا ادما خالی ہے۔

ترغیب فیض خدا عطاے مصطفیٰ (جل جلالہ) و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امام اہل سنت نے میدانی تحقیق میں وہ بے نظیر کمال دکھایا ہے کہ ایسے چھوٹے سے مسئلہ پر اتنا جامع اور مکمل و مدلل بیان، چشم فلک نے آج تک نہ دیکھا ہوگا۔

اس مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے نظریات کی جو نشان دہی فرمائی گئی، اس کا بیان ضروری نظر آتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہے دوسرے کے پاس پانی ہے، اس کے متعلق علمائے کرام نے کیا حکم دیا ہے؟ چنانچہ کافی، خانیہ، خزائنہ، المغنیین، نہایہ، چلبی، خزائنہ اور برجندی میں ہے: "لا یجوز التیمم قبل الطلب" خواہ امید نہ تھی یا بعد نماز طلب کا جواب نفی میں ملا، کسی صورت کا استثنیٰ نہیں کیا۔

علاوہ بریں امام شافعی، قندری، ہدایہ، بتیین، منیہ، غنیۃ اور سرحدی کے متون میں ہے: "صلی یا التیمم قبل الطلب لا یجوز"۔ یہ اس سے بھی صریح تر بیان ہوا اسی طرح، مبسوط، شرح وقایہ اور جواہر اخلاعی وغیرہ میں ہے ان لم یطلب و صلی لم یجوز و لفظ الجواہر بشرح فی الصلوٰۃ قبل الطلب لا یجوز یعنی پانی مانگے بغیر پڑھ لی تو نماز نہ ہوئی

مذکورہ احکام کہ نماز نہ ہوئی یا تیمم نہ ہوا، دونوں مقدم ہیں کیونکہ تیمم نہ ہونے کی صورت میں بھی نماز نہ ہوئی، اسی طرح حلیہ میں ہے: "لا یصح التیمم الا بعد الاستنجاء"

لیکن صحیح، معتاد اور ظاہر الروایت وہ حکم ہے جو امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ تیمم کے تحت، زیادات، جامعہ کفری، محیط شری، خلاصہ، وجہ، شرح وقایہ، حلیہ، عالمگیری، بحر اودعیۃ کی عبادتوں سے ثابت کیا کہ لہان نماز کا مذکورہ حکم صحیح نہیں کیونکہ صرف غلیظ ظنی عطل سے تیمم باطل نہ نماز لیکن اگر بعد میں ظن عطا کی خطا طار ہر ہو جائے تو تیمم و نماز دونوں صحیح و تام ہیں۔ اس صریح قیاس کی نشاندہی کر کے، مؤخر الذکر حکم کو بدلائل ترجیح دینا اور اول الذکر کی حقیقت نہ اصلاح فرمانا، صرف اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء کے قوانین پیش فرماتے جو قابل اصلاح تھے۔ مثلاً:

- ۱۔ سب سے پہلے امام صدر الشریعہ کا قانون پیش کیا اور اس پر تین وجہ کلام کیا۔
- ۲۔ پھر صاحب بحر الرائق کا قانون نقل کر کے اس پر گیارہ وجہ سے کلام کیا۔
- ۳۔ بعد علامہ حلی کا قانون پیش کر کے اُس پر نو وجہ سے کلام کیا۔
- ۴۔ آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "قوانین رضوی" کے عنوان سے

ایسا قانون پیش فرمایا کہ ذیل سے اسلام کی مائے ماہ علی مسلمان انگشت زدہ گئیں اور شکر خدا بجالائے کہ ایسے عظیم الشان امام کے فیوض برکات سے مستفید و مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ اعلیٰ حضرت نے ان کا قانون ۴۲۶ اقسام پر منقسم کیا یعنی باسوال عطا ۲۴ اور مبدوہ ۳۹۲

۱۔ باسوال وعدہ ۷۲ اور مبدوہ وعدہ ۹۶
۲۔ مجموعہ وعدہ ۱۶۸ ہوا۔ باسوال سکوت ۹۹۔ باسوال منع ۹۹۔ خاموشی مبدوہ ۶۔ جملہ اقسام کا مجموعہ ۴۲۶ ہوا۔ ان سب کو انیس قاعدوں کے تحت دس اقسام میں محصور کر دکھایا۔ (سبحان اللہ)

۱۔ الطیۃ البدیع

اگر کوئی جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو ضرور واجب کرے تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور ضرور اگرچہ مضر نہیں اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت میں بھی اس کی وسعت ہے لیکن املا و ضو نہ کرے کیونکہ وہی تیمم ہوگا کہ لیے کرے گا وہ حدث کے لیے بھی کافی ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۸۰)
امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ میں یوں فرمایا ہے: اذا کان للجنب ما یکنفی للوضو لا للغسل یتیمم ولا یجب علیہ التوضؤ عند ما خلا فالشافعی اما اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضو یجب علیہ الوضو فالتیمم للجنابة بالاتفاق واذا کان للموثر ما یکنفی لغسل بعض اعضائه فایضا لا یثبت ایضا۔
چونکہ یہ عبادت ظاہر فرہم کے خلاف معلوم ہوتی ہے لہذا علمائے بعد از انبی صلی علیہم السلام میں اس پر بحث کرتے آئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کا خاتمہ کر کے کہ غرض سے، ایک رسالہ "الطیۃ البدیع" فی قول صدر الشریعہ کے نام سے لکھا اور مدخل، حلیہ شامی، ملک العلماء، کافی، الطحطاوی، فتح، حلیہ، بحر، شریانی، چلبی اور طحاوی وغیرہ متعدد کتب کی روشنی میں ثابت کیا کہ جناب کے ساتھ حدث بھی ہوا و غسل نہ کر سکا بولہ وضو کر سکے تو وضو بھی نہ کرے، دونوں کے لیے تیمم کافی ہے، احناف کا یہی مسلک امام اہلسنت نے اس دعویٰ پر اسات دلائل قائم کیے اور انھیں شریعت حلیہ، احتیاج و شرح مختار، کنز الدقائق، تنویر الاظہار، جواہر المفہمات، نوائل، خزائنہ، المغنیین، خلاصہ، کافی، غنیۃ، فتح القدیر، شرح نفاہ، برجندی، بحر الرائق، مبسوط، بدائع، در مختار اور در المحتار وغیرہ ملکہ خود شرح وقایہ کے متعدد جواہر سے حقیقتاً انرا زیور و تحقیق دی اور جس جودت طبع کا مظاہرہ کیا وہ صرف اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے بعد ملک احناف کی تائید میں بعض نصوص پیش کئے پھر علمائے کرام نے اپنی تصانیف میں حضرت الشریعہ کے اس قول پر جو کلام کیا یا دیالات و توضیحات فرمائی ہیں ان کو نیز واداف کے پرچہ

لہذا اٹھاؤں صورتوں کے احکام کی تعداد میں بیان فرمائی۔

توجہ یہ تصریحات علمائے کرام اور خواندہ کی تصانیف کی روشنی میں کلام کیا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کے جو اختلافات و اضطرابات ہیں، متعلقہ عبارتیں نقل کر کے انھیں رفع کیا گیا۔ پھر مصنف نے تمام فقہائے بہتر اور جامع، اپنا ضابطہ کلیہ بھی بیان کر دیا ہے۔ علاوہ انہیں ”جب“ ناسبت حکم کے اور حقیقہ کا اجتماع ہو جائے اور پانی صرف ایک کے لیے بقدر کفایت موجود ہو نیز ”جب“ حدیث اکبر اور حدیث اصغر دونوں کا اجتماع ہو جائے اور پانی اتنا ہے کہ صرف ایک حدیث کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں سے متعلق عبارتیں نقل کر کے، ان پر کلام کیا اور واضح فرمایا کہ اس مسئلہ میں ترجیح، حرر مذہب، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ہے۔

آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت واقعہ کا یوں اظہار فرمایا ہے جو خاصہ غور طلب اور فکر انگیز ہے:-

”الحمد للہ کتاب مستطاب من اتم لیبان حد التیم، مسودہ فقیر سے اٹھا ہوا جزو سے زاید میں باسن و وجہ تمام ہوئی جس میں مدد و اہل احباب جلیلہں کو قطعاً طاقت فقیر بدرجہا وراہ ہیں مگر فیض قدر، عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حد سے پاک ہوں نا خواستہ کہہ اٹھیں۔“

ترکیب الاول للاخیر

کتے مسائل جلیلہ معرکہ الاراء و مجہدہ تعالیٰ کیسے خوبی و خوش اسلوبی سے طے ہوئے و اللہ الحمد۔ کتاب میں اصل مقنون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں..... بہر حال جو کچھ ہے، میری طاقت سے دراء اور محض فضل میرے رب کیسے میرے نبی رفوف و رحیم کہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۸۹)

وقت و سیلان کی فقہی ترویج اور احکام کے بارے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ”الدقة والتبيين لعلم الرقعة والسيلان“ کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس میں بھی تحقیق کے وہ نمونے جو ہر دکھائے گئے ہیں کہ امت مسلمہ کو زیبا و احسان کرنے دنیا کے اسلام کے تمام اہل علم حضرات کو درطرحیرت میں ڈال دیا۔ اس مسئلہ کا ایسا حقیقی تفصیلی اور جامع بیان دیگر کسی بھی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

بخوف طرالت ذیل میں ہم صرف ان امور کے عنوان ہی پیش کرتے ہیں جو پراکھتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادات علمائے کرام کے تحت معرکہ الاراء و بحث کی ہے۔ معنی طبیعت پانی کی طبیعت، رقت و سیلان ہے۔ معنی رقت و سیلان

مذکورہ امور پر بحث کرنے کے بعد وضاحت سے ثابت کیا کہ رقت و قسم کی ہوتی ہے: (۱) رقت بالفعل (۲) رقت بالقوة۔ پھر ان کے متعلق احکام پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

شرع میں جن حد کی رقت معتبر ہے اس کے متعلق عبادات و عین قسم کی ہیں۔ آپ نے تین مقدمات پیش کر کے ان عبادتوں کی محققانہ اصلاح فرمائی۔ مندرجہ ذیل عنوانات

جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤ نے اسی قول صدر الشریعہ کی ترمیم کرتے ہوئے نرالی تحقیق پیش کی، جس کا چٹھیں وجہ سے امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے رد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت صدر الشریعہ کے مذکورہ قول کی صحیح تاویلات پیش کر کے عبارت کو اس طرح موضح کیا کہ اس سے کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہو۔

فقہائے کرام کے درمیان حضرت صدر الشریعہ کا مذکورہ قول ایک مدت سے موضوع بحث اور ناقابل قبول بنا ہوا تھا لیکن بارگاہ ضوی سے اس کی وہ حقائق تشریح ہوئی کہ انگشت نمائی کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ اس قول کے اجمال کی وہ تفصیل کہ کہ اب یہ احناف کے فقہی مسئلہ کے مطابق ہو گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ الفاظ، خاص طور پر قابل غور ہیں و ہذا کما تری بحمد اللہ تعالیٰ احوق یا سہم الشرح من اسمہ التاویل اذلیں فیہ صوف لفظ من معناه اصلا و اناجلہ ہدیۃ لروح الامام صدر الشریعۃ جعلہ اللہ تعالیٰ لاصلاح احوالی و مغضرة ذوقی ذریعة“ اھ

اس قول کے زیر بحث آنے سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے:

۱۔ اعلیٰ حضرت کی خداداد طلیت، محققانہ شان اور تائید بانی منظر عام پر آگئی۔

۲۔ مذکورہ بحث کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

۳۔ مذکورہ مسئلہ کی بعض ایسی صورتیں مع احکام بھی مذکور ہو گئیں، جن کے بیان سے دیگر فقہی کتابوں کا دامن تہی ہے۔

۴۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جناب و حدیث کی حالت میں تیم کرنے کی جملہ صورتوں کو سولہ مسائل کی صورت میں بطور خلاصہ بیان کر دیا، جنہیں ”ضابطہ رضوی“ کے نام سے موسوم کرنا ہے ہو گا۔

۱۲۔ مسئلہ معہ

جنب نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی ختم ہو گیا پھر حدیث ہو کہ موجب وضو ہے۔ اب جو پانی ملے اسے وضو اور رفق حدیث میں صرف کرے یا بقیہ حیاتیات کے دھوئے۔ یہ مسئلہ معہ ہے امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وہ تفصیلی تحقیق مع وجوہ الدجابت بیان فرمائی کہ فقہ کی کسی کتاب میں اس کا جو کچھ بھی حصہ بھی نہیں ملے گا۔ خلاصہ فضل اللہ یکتیہ من شاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

فقہ کہ ہر ایک کتاب میں لمعہ کی صورتیں مع احکام مندرج ہیں۔ سب سے زیادہ صورتیں شریعت و تبار کے اندر بیان ہوئی ہیں، جن کا شمار پندرہ ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ میں نے اپنے کرم سے امام اہلسنت کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجرم کی شکل میں ظاہر کیا، جس نے علیحدہ علیحدہ گن کر لمعہ کی اٹھائیس صورتیں بیان فرمائیں اور ہر ایک صورت کا مدلل شرعی حکم واضح کیا۔ چونکہ بعض صورتوں کا حکم ایک ہی جیسا

کے تحت، مسئلہ کی صورت کو واضح کیا یعنی:-

رتیق بے حرم ہے اور کشف ذی حرم — بے حرم سے مراد — تحقیق منیٰ رتیق۔
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رتیق کی جو بے مثل تعریف بیان کی اس سے علمائے کرام کی
کتنی ہی عارتوں کا اختلاف مٹ گیا۔ غرضیکہ اس تعریف سے شیخ فائدے حاصل
ہوئے جن کی تفصیل اصل رسالے میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

رقت کا کثافت میں تبدل ہونا غلبہ غیر سے ہوتا ہے لیکن — غلبہ کس ام
میں مراد ہے — غلبہ اجزا سے مراد — مذکورہ معانی میں کس کو ترجیح ہے؟
تمام اہل ضابطہ اور ائمہ الشراح کے ارشاد انتہائی روشنی میں محققانہ
و فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔

پھر واضح کیا کہ: — طبع کی حقیقت کیا ہے؟ — طبع میں منع کس وجہ
سے ہے؟ — مختلف کتابوں کی روشنی میں بے مثال تحقیق فرمائی۔

”تیز ادوات کے متعلق متون کی مبادیان کرنے میں شروع کا اختلاف
ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کے بیانات نقل کرنے کے بعد ان کی اصلاح
فرمائی اور متون کی اصل مراد ظاہر کی۔

اظہار حقیقت

قارئین کرام! منذرجہ بالا مختصر و تعارفی سطور
سے آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہوا کہ
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت، مجددائے حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ فقر
کے ہر درخشائیں ہیں۔ ماہرین پریمہ اعر بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگرچہ
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجتہد نہیں بلکہ امام اعظم، سرلوحہ امت محمدیہ، البصیفہ
رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے لیکن ان کے بعض فتوے تحقیق و تدقیق کے ایسے اعلیٰ
مقام پر فائز ہیں جن سے اجتماع کا رنگ جھلکتا ہے۔

بعض نئے مسائل یا ایسے مسئلے جن پر تصانیف علمائے کرام کے متون و
شروح میں تفصیلی بحث نہیں کی گئی، جب وہ آپ کے سامنے پیش ہوتے تو اس
شان سے داد تحقیق دی کہ تسبیح کے دانوں کی طرح دلائل کو ایک لڑی میں
پروتے چلے گئے اور آپ کی تحقیقات کے مطالعہ کے دوران یہ واضح ہوتا ہے
کہ جملہ مندرجات ہر وقت پیش نظر رہتے تھے اور اصل طلب مسائل پر ان سب
کی روشنی میں تبصرہ اور بحث فرمائی جاتی تھی جن مسائل یا دلائل میں فقہاء کا
اختلاف ہے وہاں مدلل طور پر ایک کی اصلاح اور دوسرے کی ترجیح یا صحت کو
ثابت کیا ہے۔

غرضیکہ جب اور جس سلسلے میں امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کا قلم میدانِ تحقیق میں اُترتا تو اس کی برق رفتاری اور سلامت روی کے پیش نظر
آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عجیب میں اجتہاد و استنباط مسائل کی پوری پوری
قدرت تھی اور اس مقام رقیع پر متمکن ہونے کی ان میں بہت حد تک صلاحیت

پائی جاتی تھی، اگرچہ میں کل الوجہ آپ مجتہد نہیں تھے اور نہ انھیں مجتہد ہونے کا دعویٰ تھا
بلکہ وہ اجتہاد کے دروازے کو بالکل بند رکھتے تھے۔

امام احمد رضا اور صدر الافاضل کا بقیہ

فقہ و اصولی حدیث و عقائد و کلام و ادب و عرفین میں آپ اپنا
جواب نہ رکھتے تھے اور اگر آپ کی فیض تلاش کی جائے تو آج سے دو
صدی قبل کے علماء و کتب کو ترجیح دینا پڑے گی۔ بہت سے علوم وہ ہیں جو
آپ کے ساتھ ہی دفن ہو گئے اور آپ کے زمانہ میں کوئی ان علوم میں
کامل تو کیا ناقص بھی نہ پایا گیا۔ (افاضات صدر الافاضل)

مجھ جیسے پیچھے رہنے والے اس سے زیادہ وسیع و عموماً الفاظ میں اعلیٰ حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف اور اظہار حقیقت کیسے ممکن ہے؟ علاوہ بریں حرمینہ
طیبین اور دیگر بلاد اسلامیہ کی رنگارنگ روزگار علمی ہستیوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو
نابغہ روزگار اور عظیم النہی محقق تسلیم کیا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر اعلیٰ حضرت کا اظہار
تصانیف اور خصوصاً فتاویٰ رضویہ اس امر کی واضح شہادت دے رہا ہے کہ اس
کا مصنف و قارئین کا خزینہ، حقائق کا گنجینہ اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں منصب
امامت پر فائز تھا۔

المیتوان کی خصوصیت پیش کش
امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر مبارکباد

حاجی محمد سید محمد

ہول سیل کو کوٹلہ کھرچنٹل

۳۰ صرافہ وارڈ کوٹ والی بازار

جلیپور ۲

فون 4315 گرام ٹریل والا

فقہی مقام

از: مولانا غلام رسول سعیدی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَمْدُہٗ وَ تَصْلٰی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فقہی مقام پیش کرنا حقیقتہً اس شخص کا کام ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کارناموں، آپ کے معاصرین اور متقدمین فقہاء کی کوششوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ مجھ جیسے بیچ مداح شخص کو جسے اپنی علمی بے بقا حق کا مکمل اعتراف ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فقہی مقام پر لکھنے کا مکلف کرنا یقیناً زیادتی ہے۔ تاہم محسن اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ سے جو مجھے عقیدت و محبت ہے۔ اس کے اقتضائے مجھے یہ جرات دینا نہ عطا کی۔ کہ میں اپنی محبت عقیدت کو صفحاتِ قرآن پر لکھوں یا اس پر چلے کر عقلِ غرور کی دیو کی عینِ زنجیروں میں کبھی پکڑا نہیں کیا اور ہوش کا جبب و دامن کبھی شوق کے ہاتھوں سلامت نہیں رہا۔

اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام پر کچھ تعریفی قلم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اقتضائے اعلیٰ حضرت کا ایک ادنیٰ خاکہ تحریر کیا جائے پھر فقہی کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کیا جائے تاکہ قارئین کو ائمہ اور طبقات فقہاء کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی فقہی بیعت کا اندازہ ہو سکے۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت۔ ارشوال ۱۲۶۲ھ

مختصر سوانح

مطابق ۱۳ جون ۱۲۶۲ھ بروز اتوار شہر بریلی کے محلہ جھولی میں ہوئی۔ پیدائشی نام محمد ادرابا خاں نام اختیار ہے۔ جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خاں نے آپ کا نام احمد رضا رکھا۔ خود اعلیٰ حضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے منسب کیا ہے
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَھُمْ بِرُوحٍ مُّقْدَسٍ ۚ يَهْدِيۤہُمْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
نقش فرما دیا۔ اور اپنی پسندیدہ روح سے انکی مدد فرمائی

چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔ چھ سال کی عمر میں ربیع الاول کا تقریباً میں منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور ایک مجمعِ عظیم میں میلاد شریف پڑھا۔ اردو فارسی کی کتب پڑھنے کے بعد میزانِ منشعب وغیرہ کی تعلیم مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل

کی۔ پھر تمام دینیات کی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا مفتی علیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکمل کی۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تفسیر، حدیث، کلام، فقہ وغیرہ کا تمام علوم دینیہ کی تکمیل کر لی۔ اور چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں دستارِ فضیلت کو اعزاز بخشا۔ اور اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد صاحب نے جو مدتِ ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔ تمام عمر درس و تدریس، افتاء و تصنیف میں بسر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دواہنام عشق تھا۔ ذکر و فکر کی ہر مجلس میں تصورِ رسالت سے ذہن شاداب رہتا تھا۔ اپنے دینِ تین کے ہر گوشہ کو محبتِ رسول میں سودیا۔ عشق و محبت کی پاکیزہ لطافتوں کو جن لوگوں نے بدعت کا نام دیا۔ انہیں سنت و بدعت کا فرق سمجھا یا عظمتِ رسول میں تنقیص کرنے والوں کا عاشقانہ غرت سے احتساب کیا علم و عمل کے ہر پہلو میں عظمتِ رسول کو اجاگر کیا عرب و عجم کے علماء نے آپ کی تکریم کی۔ ریاضی اور جفر کے بڑے بڑے ماہرین نے آپ کی علمی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور شرق و غرب میں آپ کا علمی اور روحانی فیض جاری ہو گیا۔

۲۵ صفر ۱۳۱۲ھ بروز جمعۃ المبارک دو بجے ۳ منٹ پر آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ ادھر مؤذن نے حُجَّی عَلٰی الْقَلَّاح کی صدا بلند کی۔ ادھر آپ نے جانِ جاں فرس کے سپرد کر دی جس وقت آپ کا وصال ہوا۔ اسی وقت بیت المقدس کے ایک شاہی بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور آتا رہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے منظر میں نہ ہوں نے عرض کیا۔ حضور کسی کا انتقال ہے؟ فرمایا احمد رضا کا۔

فقہ کی تحریفات
تقریباً ۱۲۰ صوفیوں نے فقہاء اور متوفیوں میں از طبقوں نے فقہ کی تحریفات کی ہیں۔ ہم قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے یہ تینوں تقریبات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اصولیین کی تحریف | فقہ احکام شرعیہ فریقہ کے اس علم کو کہتے ہیں۔ جو دلائل تفصیلیہ سے مکتب ہو۔ اور اس تعریف کے اعتبار سے فقہ مجتہدین کا خاصہ ہے۔
۲۔ فقہاء کی تحریف | فقہ مسائل شرعیہ کے حفظ کو کہتے ہیں۔ عام ائینہ کار

مسائل کا انساب دلائل تفصیلی سے کیا گیا ہو۔ یا اقوال مجتہدین سے۔ اس تعریف کے اعتبار سے مقلدین کے علم کو بھی فقہ کہہ سکیں گے۔

مقصودین کی تعریف

فقہ دنیا سے اعراض کرنا، آخرت کی طرف رغبت کرنا۔ دین پر بصیرت رکھنا عبادت پر موانعت کرنا اور خلافت کو نصیحت کرنا ہے۔ اس تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف عالم باعمل اور متقی کامل پر صادق آئے گی۔ (محصلا از شاہ)

فقہ اصولیین کے آئینہ میں

اصولیین کی تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف صرف مجتہدین پر صادق آتی ہے۔ ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اجتہاد مطلق کا دعویٰ تو نہیں کرتے

لیکن یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کی شخصیت میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ نے بیشمار ایسے قواعد مقرر فرمائے۔ کہ اگر وہ مسیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کئے جاتے۔ تو وہ یقیناً انکی تحسین فرماتے۔ آپ نے متعدد رضو ابلا ارقام فرمائے۔ جو کتب فقہ میں کہیں نہیں ملتے لیکن ان کا وجود ناگزیر ہے۔ کیونکہ فقہ کی بیشمار جزئیات اپنے انطباق کے لئے ان قواعد اصولی کی ہون منت ہیں ہم افتاء اللہ عنہم میں ان قواعد رضو ابلا کی نشاندہی کرینگے۔ چونکہ

اعلیٰ حضرت الشاہ محمد علی انصاری نے تمام قواعد کاتب سنت کے کتاب کیلئے۔ اس لئے یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی۔ اور جس شخص نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اس کے لئے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے۔ ہم آپ کے سامنے ایسی روشنائیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقہانہ عظمت کا اندازہ ہو سکے گا اور آفتاب زیادہ روشن طریقہ پر ثابت ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ مجتہد فی الشریعہ یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن آپ کی تحریروں میں اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور آپ کی تحریروں سے استنباط کی ہرک آتی ہے۔

رنگ اجتہاد

عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ فرض، واجب، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ جن کی تفصیل ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ فرض

جن فعل کا لزوم ثبوتاً اور دلالت قطعی ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ ترک دائم ہو یا نادائم

۲۔ واجب

جن فعل کا لزوم ثبوتاً یا دلالت قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر نہ ہو لیکن اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو خواہ ترک دائم ہو یا نادائم۔

۳۔ سنت مؤکدہ

جن فعل کا تاکد موانعت رسول سے ثابت ہو جس کا مادہ ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادائم ترک کرنا موجب استحقاق عذاب خواہ یہ ترک عادت ہو یا نادائم۔

۴۔ سنت غیر مؤکدہ

جن کام کا ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو خواہ ترک عادت ہو یا نادائم۔

۵۔ مستحب

جن کام کے کرنے پر ثواب ہو۔ اور ترک کرنے پر ثواب ہو نہ عذاب خواہ ترک عادت ہو یا نادائم۔

۶۔ مباح

جن کام کا کرنا نہ کرنا برابر ہو۔ نہ فعل پر عذاب نہ ترک پر ثواب عادت ہو یا نادائم۔

۷۔ حرام

جن کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً و دلالت قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر ہو۔ اور اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو خواہ دائم ہو یا نادائم۔

۸۔ مکروہ تحریمی

جن کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالت قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر نہیں۔ لیکن اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ فعل دائم ہو یا نادائم۔

۹۔ اساءت

جن کام کا عادت کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادائم کرنا موجب عذاب ہو۔

۱۰۔ مکروہ تنزیہی

جن کام کا کرنا مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو خواہ عادت کیا جائے یا نادائم۔

۱۱۔ خلاف اولیٰ

جن کام نہ کرنا موجب استحقاق عذاب ہو نہ عذاب خواہ عادت کیا جائے یا نادائم۔

یہ وہ تقیم ہے جس کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس تقریر میں کو حلف کر لیجئے کہ ان سطور کے بغیر میں نے ملے گی۔ اور ہر آدمی ہر مسلمان میں کام دے گی اور خدا عقدوں کو حل کرے گی۔ کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحوالہ اللہ تعالیٰ حق اس سے بجاوڑ نہیں۔ فقیر طبع رکھتا ہے۔ کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم و کرامہ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی۔ ضرور ارشاد فرماتے۔ کہ یہ عطر مذہب و طہر مذہب ہے۔ انتہی کلام الشریف

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱۳، ج اول تا صفحہ ۱۵) اسی طرح تیمم کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے تین سو گیارہ امور بیان فرمائے ہیں جن سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے۔ اور ان ایک سو اکیاسی میں سے چوتھوڑہ ہیں جنہیں فقہاء و متقدمین نے بیان فرمایا۔ اور ایک سو سات وہ ہیں جن کو اعلیٰ حضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ اسی طرح

نقل فرمائی۔ اور دوسرے باب میں جو اکیس آیتیں اور دوسوا اٹھارہ حدیثیں ذکر فرمائی۔ جو از استدلال پر تیسریں حدیثیں اور مستند و قلیل ذکر فرمائے۔ اور الانبیاء میں ندائے یا رسول اللہ کے جو از پر احادیث کے علاوہ پندرہ اٹھ اقول علماء سے استہادہ فرمایا۔ غرضیکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حجت تصنیفات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ فقہ میں ایک عظیم مقام رکھتے تھے۔ اور آپ نے مسائل کا استنباط اور استخراج دلائل شرعیہ اور اقوال ائمہ سے یکساں طور پر کیا ہے۔

متصفین فقہی تعریف میں لکھتے ہیں:-
فقہ صوفیاء کے آئینہ میں
دنیا سے اعراض کرنا، آخرت کی طرف رغبت کرنا، دین پر بصیرت رکھنا، عبادت پر مداومت کرنا، اوقاف خدا کو وعظ و نصیحت کرنا۔ ایسے اب اس تعریف کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت میں عکس فقہ دیکھئے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر علم و حکمت سے نوازا تھا، اتنا ہی استغناء کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا جس وقت نام نہاد علماء اپنے علم و فضل کو جنس تجارت بنا کر حکام برطانیہ سے نذرانے وصول کر رہے تھے۔ اور اہل ثروت و حضرت سے رابطہ قائم کر کے اپنی تصانیف کو کثیر تعداد میں چھپوا کر اپنے مندرج عقائد کی ترویج و اشاعت کر رہے تھے اس وقت اعلیٰ حضرت کی حیثیت دینی کا عالم تھا کہ حکام برطانیہ تو بوجہ خود رہے اپنے ہم مسلک متعقدوں کو اور رئیسوں کی مسلسل درخواستوں اور شدید تقاضوں کے باوجود کبھی ان سے ملاقات کے لئے جانا منظور نہیں اور یہی فرمایا۔

کردن مدح اہل دول و رضا پڑے اس بلا میں میری بلا میں گدا ہوں اپنے کیم کا میرا دین پارہ ناں نہیں
آپ کے استغناء پر عظیم ترین شہادت یہ ہے کہ آپ کے شاہد اعلیٰ تصانیف اور دینی تحقیقات آپ کی حیات مبارکہ میں طبع نہ ہو سکیں۔ حالانکہ بڑے بڑے رئیس آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ اگر آپ ارکان دولت کی طرف ذرا بھی توجہ اور التفات فرماتے تو کوئی دہریہ نہ تھی کہ آپ کی تمام تصانیف زیر طبع سے راستہ نہ ہوتیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے منصب کے شایان شان کوئی وسیع دارالعلوم بھی تعمیر نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے فرقہ والوں نے رئیسوں کے تعاون سے قلعہ نامہ درس بنائے۔ کیونکہ اس کام کیلئے نوابوں اور رئیسوں سے ملاقات، ان سے مروت و محبت، ان کی خاطر مدارات، عزت و تکریم ضروری ہی اور ان لوگوں میں فساد و فحار اور نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج و فطرت میں اللہ تعالیٰ نے زہد اور استغناء رکھا تھا۔ آپ سے یہ متصور ہی نہ تھا۔ کہ کسی پاک باز دولت مند کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے چہ جائیکہ ہر کسی و ناکس کی طرف۔ صرف مالی دولت ہی

ایک سو تیس اشیا سے تیم کے عدم جواز کو بیان فرمایا۔ جس میں سے اٹھاون اشیا فقہاء متقدمین نے بیان فرمائی ہیں۔ اور بہتر اشیا کا عدم جواز اعلیٰ حضرت نے اپنے استنباط سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔
(محصل از فتاویٰ رضویہ صفحہ ۹۶ و ۹۷ تا ص ۱۰۱)

ہم نے یہ دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں اور وہ بھی انتہائی اختصار اور اجمال کے ساتھ ورنہ فتاویٰ رضویہ کے جہازی ساز کے بارہ ضخیم جلدات اس قسم کی تحقیقات سے بھرے پڑے ہیں۔ اور جن کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان میں غرور بیکار اٹھتا ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت کے دماغ میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ ذہانت ہے۔ آنکھوں میں خصاف کی ضیاء ہے۔ عقل ابوبکر ادا کی گئی ہے۔ اور حافظ قاضی خاں کا معلوم ہوتا ہے۔

فقہاء کے پیمانے سے
فقہاء کی تعریف کے اعتبار سے فقہی تعریف اس شخص پر صادق آتی ہے جسے کم از کم تین ذمی مسائل حفظ ہوں۔ خواہ اس کے پیش نظر ان مسائل کے دلائل بھی ہوں یا ان کی بنا صرف اقوال مجتہدین پر ہو۔ اس اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا فقہ میں بہت اونچا مقام ہے۔ تمام مسائل فرعیہ مع دلائل شریعہ آپ کا ہمیشہ مستحضر رہتے تھے چنانچہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی فتویٰ نویسی املا کی صورت میں ہوتی تھی تمام سوالات ایک ہی بار پڑھ کر سنا دیئے جاتے اور پھر آپ ان کا نمبر دار جواب لکھواتے۔

(مخلص از دیباچہ فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۱)
مولوی محمد حسین بریلوی کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ اعلیٰ حضرت کی عبادت گاہ آپ بستر علات پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت گرد اگر دچا لکھنے والے بیٹھے ہوئے تھے چاروں نے سوالات منائے پھر آپ نے چاروں کو بیک وقت جواب املا کرنا شروع کیا۔ باوجود کہ ایک جملہ پہلے کے لئے بولتے پھر دوسرے کے لئے پھر تیسرے کے لئے اور پھر چوتھے کے لئے چاروں اپنا اپنا جواب لکھتے رہتے جب تک باقی تینوں کو املا کر لیتے۔ پہلا لکھ چکا پھر اس سے ابتدا و فرماتے۔ علیٰ ہذا البقیاس چاروں کو بیک وقت جوابات لکھواتے۔

(محصل دیباچہ فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۱)
آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ بشیاء علی تحقیقات کا نمبر ہے۔ اس میں بشیاء ایسے فتاویٰ موجود ہیں جن میں آپ نے مسئلہ کو نہ صرف دلائل سے مہربن کیا بلکہ اقوال ائمہ سے بھی مزین کیا۔ مثلاً حرم متبہ سجدہ خیمہ کے ثبوت میں اپنے متعدد آیات، چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ پیش فرمائی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو داغ البلاء کہنے کے جواز پر ایک مستقل رسالہ لکھا۔ اور اس کو دو بابوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلے باب میں آیات اور سناٹہ حدیثیں

وعظ و نصیحت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وعظ و ارشاد سے اللہ تعالیٰ نے بے شمار لوگوں کو ہدایت فرمائی۔ کئی کم کردار آپ کے پند و نصائح سے صراطِ مستقیم اور جہادِ استقامت پر آگئے۔ عقائد و اعمال ہر باب میں آپ نے خلق کی ہدایت فرمائی۔ ہم آپ کے سامنے صرف ایک مجلس کی تبلیغ کا اثر پیش کر رہے ہیں۔ صرف اسی سے آپ کی ساری عمر کے مواعظ و نصائح کی تاثیرات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ۲۸ رجب ۱۳۳۷ھ بروز جمعہ بوقتِ عصر آپ لوگوں کو بد مذہبوں کی محبت سے احتراز کرنے پر وعظ فرما رہے تھے۔ اور آپ کے ارشادات سن کر کئی ہی آدمی اپنے انفعال بد پر لعنت ملامت کر رہے تھے۔ اور کبھی کبھی گوشہ سے توبہ و استغفار کی بھی آواز آجاتی تھی۔ اس وقت کسی صاحب نے اٹھ کر اپنے مجلس سے کہا کہ آپ کو بد مذہبوں کی محبت میں اکثر دیکھا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت خوش قسمتی سے تشریف فرما ہیں، مناسب توبہ کر لیجئے۔ یہ سنتے ہی وہ قدموں پر آگئے۔ اور صدقِ دل سے تائب ہوئے۔ اس پر ارشاد فرمایا بھائیو! یہ نذولِ رحمت کا وقت ہے۔ سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ جن کے گناہ خفیہ ہوں وہ خفیہ اور جہی کے اعلانیہ ہوں وہ علانیہ، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقامت باکرامت عطا فرمائے جو لوگ ڈاڑھی منڈواتے ہوں یا کڑھتے ہوں

اس پر غضابِ سیاہ لگاتے ہوں۔ اور جو لوگ اسی قسم کے دوسرے اعلانیہ گناہ کرتے ہوں وہ اسی کی پوشیدہ توبہ کریں۔ نجانے اعلیٰ حضرت کے ان چند فقرات میں خدائے کیا تاثیر رکھتی کہ تمام لوگ دعا میں ارا مار کر رونے لگے۔ اور ایک کرام سا بچ گیا۔ لوگ آنسوؤں کی بارش سے اپنے گناہ کی سبائی کو دھو رہے تھے۔ اور بے تابانہ اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر گر کر اپنے ظاہری باطنی گناہوں سے توبہ کر رہے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت خود بھی گریہ و زاری سے بے حال ان لوگوں کیلئے دلعنہٴ مغفرت فرما رہے تھے۔ بعد میں اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ اس دن اٹھائیس لوگوں نے اپنے ظاہری گناہوں سے توبہ کی۔ اور اکثر آدمیوں نے اپنے باطنی گناہوں سے توبہ کی (محصلہ الملقوۃ ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۲)

محمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت میں اخوانِ دنیا و رغبتِ آخرت و باعزت، عبادت پر روابطیت اور رشد و ہدایت تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ اور انہیں اوصاف کے حامل شخص کو صوفیاء کی اصطلاح میں فقیہ کہتے ہیں۔ اور ان اوصاف کے کمال سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو اصطلاح تصوف کے اعتبار سے بھی فقہ میں بہت اونچی مقام حاصل تھا خاصہ یہ کہ فقہ کی تین تعریفیں ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت تینوں اعتبار سے فقہ میں فائق مقام رکھتے ہیں۔ حضرت مسائل کے علیٰ وجہ الکمال حاصل ہیں۔ علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے بہترین جامع ہیں۔ حاصل

کلام یہ کہ اہل علم نے کسی معنی کے اعتبار سے فقہ کا اطلاق نہیں کیا۔ مگر اعلیٰ حضرت میں وہ معنی محقق ہے واللہ الحمد علی ذلک

طبقات فقہاء

فقہ کی تعریف کے بعد اب ہم آپ کے سامنے طبقات فقہاء پیش کرتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام پر مزید روشنی پڑے گی۔

۱۔ مجتہد فی الشرع

یہ وہ لوگ ہیں۔ جو قواعد و اصول مقرر فرماتے ہیں۔ اور احکام فرعیہ کو اصولِ اربعہ سے مستنبط کرتے ہیں۔ اور اصول و فرع میں کسی کے تابع نہیں ہوتے۔ جیسے ائمہ اربعہ ہیں۔

۲۔ مجتہدین فی المذہب

یہ صرف اصول میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ اور اولہ اربعہ سے فرع کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں۔ اور مسائل فرعیہ میں بعض جگہ امام کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ جیسے اصحاب ابی حنیفہ وغیرہم

۳۔ مجتہدین فی المسائل

یہ اصول و فرع میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جن مسائل میں امام سے کوئی روایت نہیں ہوتی۔ ان میں امام کے اصول کے مطابق استخراج کرتے ہیں۔

۴۔ اصحاب تخریج

انہیں اجتہاد پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔ لیکن اصول اور اسکے ماخذ پر مکمل عبور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ قولِ جمل کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوبکر رازی، جصاص، اور کرخی وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ)

۵۔ اصحاب ترجیح

یہ بعض روایتوں کو دوسری بعض روایتوں پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوالحسن قدوری، اور صاحب ہدایہ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

۶۔ مبینین

یہ وہ لوگ ہیں جو روایات میں سے صحیح، اصح، قوی، ضعیف اور ظواہر و زوادر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اور ان میں روایات کو باہم تمیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جیسے صاحب کنز اور صاحب وقایہ وغیرہما

محض تقلیدین

یعنی وہ لوگ جنہیں امور مذکورہ میں سے کسی پر قدرت نہیں ہوتی۔ (ماخوذ از عقد رم المفتی لاشی ص ۵۶ تا ص ۵۷)

طبقات فقہاء کی روشنی میں امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

لہ اصحاب ابی حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے مراد امام ابیوسف، امام محمد اور امام زہری وغیرہ ہیں (رحمہم اللہ)

میں پہلے چھ طبقوں میں سے ہر طبقہ کی بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں

بنظر فائز دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت میں مجتہدین فی المسائل کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں جو ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی روایت موجود نہ تھی۔ آپ نے اصول و فروع میں اتباع امام اعظم کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا، فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں اس کی بکثرت اشد موجود ہیں۔

امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات

نفی کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات کی چند مثالیں پیش کی جائیں جن سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی ایک جھلک سامنے آجائے۔ آپ کی فقہی تحقیقات مختلف انواع پر منقسم ہیں۔ بعض مسائل میں انہوں نے فقہاء متقدمین کی عباراتوں میں اضطراب کو رفع کر کے تطبیق بین الاقوال فرمائی ہے۔ بعض مواقع پر جو کچھ متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے ہیں۔ انہیں اجاگر کر کے حق کو آشکارا کیا ہے۔ معارف فقہاء میں جن حضرات نے فقہی مسائل میں لغزشیں کھائی ہیں ان پر ان کثرت وجوہ سے متنبہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بیشمار (عنوان) ہیں۔ جن کی وقت اجازت نہیں دیتا۔ فی الحالی ہم زیر نظر تین عنوانوں پر گفتگو کرتے ہیں۔

تطبیق بین الاقوال

وضو میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاء متقدمین کی عباراتوں میں زبردست

اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حلبی نے غنیہ میں اور علامہ طحاوی نے شرح در مختار میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کو حرام قرار دیا۔ مرق عیالی نے در مختار میں مکروہ تحریمی بتایا۔ بحر الرائق نے اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلاف اولیٰ ہونے پر حرم کیا غرضیکہ اسراف فی الوضو کے بارے میں فقہاء کے چار قول ہیں۔ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ۔ اور بظاہر یہ چاروں متضاد اقوال ہیں، اعلیٰ حضرت نے کمال تحقیق سے ان چاروں اقوال کے علیحدہ علیحدہ محمل بیان کئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

حرام:۔ وضو میں سنت کچھ کہ بلا ضرورت پانی خرچ کیا جائے۔

مکروہ تحریمی:۔ بلا اعتقاد سنیت و بلا ضرورت وضو میں پانی اس طرح خرچ کرے کہ وہ پانی ضائع ہو۔

مکروہ تنزیہی:۔ نہ تو سنیت کا عقیدہ ہو نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ۔ لیکن عادتاً بلا ضرورت پانی خرچ کر لیا ہو۔ خلاف اولیٰ:۔ نہ اعتقاد سنیت ہو نہ اضاعت ہو نہ بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو بلکہ ناداناً بلا ضرورت پانی

خرچ کرے۔

اس تحقیق کے بعد مزید اضافہ کے طور پر فرمایا کہ اگر ان چاروں وجوہات کسی غرض صحیحہ سے وضو میں تین تین دفعہ سے زیادہ پانی خرچ کیا، تو وہ بلا ضرر جائز اور صحیح ہے۔ اور اس کی چار صورتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنطیف کی خاطر تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے۔

۲۔ شدت گرمی سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے تین بار میں زیادتی کی جائے۔

۳۔ دو یا تین بار میں شک پڑ جائے تو ازالہ ریب کی خاطر مقدار اقل پر ہلکا سا ایک بار اور دھوئے۔

۴۔ وضو نور علی نور کے قصد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔

الغرض تطہیر کے قصد سے اگر تین مرتبہ دھوئے پر زیادتی کرے تو اس کا چار صورتیں ہیں۔ اور وہ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کا نام رکھتی ہیں۔ اور ان صورتوں کے بغیر اگر غرض صحیح سے مطابق مؤخر الذکر چار صورتوں کے زیادتی کی جائے۔ تو بلا کراہت جائز اور بلا ریب صحیح ہے۔

(عصفا دی رضویہ ص ۱۶۶ تا ص ۲۰۸)

علامہ سید محمد طحاوی اور امام احمد رضا

فقہاء کرام کا ضابطہ کار جین بھاری کے سبب ہے

خارج ہو۔ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے۔

و کذا کل ما یخرج من فو ارض وضو میں سے ہر وہ شے ہے۔ کسی بیماری وجع و لو من اذن او شدمی او سرة کے سبب خارج ہو۔ اگرچہ کان، پستان یا سہ سے ہی خارج ہو۔

اس قاعدہ پر علامہ سید محمد طحاوی نے یہ مسئلہ متفرع کیا کہ کد کد سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ کد میں بیماری کے سبب پانی ناکس خارج ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ درخت کے شامیہ میں فرماتے ہیں۔

ظاہراً یعد الا نف اذا اس عارت کا ظاہر ناک کو بھی شامل ہے

سراکم جب کہ کد کد ہو جائے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کد کد سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور سید احمد طحاوی پر یہ بات غلطی رہ گئی کہ فقہاء کا مذکورہ قاعدہ مطلقاً

نہیں ہے۔ بلکہ اس صورت میں ہے کہ جب بیماری کے سبب جو چیز بدن سے خارج ہوئی اس میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو۔ چنانچہ منیہ، غنیہ، حلیہ، کد کانی، بحر الرائق، تبیین الحقائق، خلاصہ وجہ، فتح القدیر، وغیرہ کتب فقہ میں اس تفسیر پر تصریح موجود ہے۔ قاعدہ مذکورہ کی وضاحت کے علاوہ، اعلیٰ حضرت نے

..... کیونکہ تحفہ امام ابن حجر مکی میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اصحاب پر
ایک مرتبہ سفر میں اذان دی، اور اذان کے قہقہہ میں فرمایا کہ اَشْهَدُ اَنْيَ رَسُولُ اللّٰهِ
(میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور یہ نص مفسر ہے کہ جو کسی تاویل کی
گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ اگر آپ نے اذان خود نہ فرمائی ہوتی تو اَشْهَدُ اَنْيَ رَسُولُ اللّٰهِ
کے بجائے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کے الفاظ وارد ہوتے۔ اور علامہ شامی نے
خود ص ۳۴ پر تحفہ کی اس روایت کو ذکر کر کے اسکی صحت کو بیان کیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۳۴۲ مع توضیح)

مولانا عبدالحی لکھنوی اور امام احمد رضا
علماء احناف کے نزدیک
سود کے تحقق کے لئے اتحاد

قدرو جنس شرط ہے۔ یعنی دو چیزیں جب بیمانہ یا وزن میں برابر ہوں، اور ان کی جنس ایک ہو
تو ان میں تفاضل حرام ہے اور جو چیزیں مکمل عوزوں کے قبیل سے نہ ہوں بلکہ عددی ہوں
مثلاً انڈے یا پیسے تو ان میں تفاضل جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سود کی علت یعنی قدر نہ ہو
محقق نہیں ہے۔ بناء پر جس نوٹ بھی چونکہ فلوس (پیسوں) کی طرح عددی ہے۔ لہذا
اس میں بھی تفاضل جائز قرار پایا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اس اصول سے تو متفق ہیں۔
کہ عددی چیزوں میں سود نہیں ہوتا۔ چنانچہ فلوس (پیسوں) میں وہ بھی کہتے ہیں کہ
تفاضل جائز ہے۔ لیکن نوٹ میں ان کا اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نوٹ میں تفاضل
حرام ہے۔ اور سود خالص ہے۔ چنانچہ انہوں نے نوٹ میں سود کے تحقق پر ایک فتویٰ
تحریر کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب یہ فتویٰ آیا تو آپ
نے اسے فتوے کو ایک ٹکڑی میں وجہ سے رد کر دیا۔ ہم آپ کے سامنے مولوی عبدالحی کا
فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے ایک ٹکڑی میں وجہ ابطال میں سے چند وجہ پیش
کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کا فقہی تدبر اور وسعت نظر قارئین کے
سامنے آجائیگی

فتویٰ

(ہو المصوب)

”نوٹ ہر چیز کہ خلق کے متین نہیں، مگر عرفا حکم متین ہے بلکہ عین متین سمجھا
جاتا ہے۔ اسوجہ سے کہ اگر نوٹ تنور سپہ کا کوئی ہلاک کر دے تو اصل مالک پر دپیم
تاوان لیتا ہے۔ اور سو روپے کا نوٹ جب بچا جاتا ہے۔ تو مقصود اس سے قیمت
ملنا اُس کا غنہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ روپیے کا بھی نہیں ہے
بلکہ مقصود سو روپے کا بیٹھا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے۔ اور نوٹ سو روپیہ
کا اگر کوئی شخص قرض لے۔ تو بوقت ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے، یا سو روپے
دیوے۔ دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں۔ اور دان کو کسی کے لینے میں
مدیوں سے عار نہیں ہوتا۔ حالانکہ اگر مدیوں غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دان

زکام سے وضو نہ ٹوٹے پر دو مستحق دلیل ارقام فرمائیں۔ ہم ان کی تلیص ہر یہ ناظرین
کرتے ہیں۔

۱۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ بلقی رطوبات خواہ دماغ سے نازل ہوں
یا پیٹ سے صادر ہوں، ظاہر ہیں۔ ان کا خروج ناقض وضو نہیں ہے۔ اور زکام
میں ناک کے راستے سے بلقی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے پس اُن کا خروج نقض
وضو کا سبب نہیں ہے۔

۲۔ فقہاء کرام کا قاعدہ ہے۔ کہ نجاست کا خروج موجب حدش ہے۔ اور جو
جنس بافروج نہ ہو۔ وہ حدش نہیں ہے۔ اور زکام کی رطوبات چونکہ جنس بافروج
نہیں ہیں۔ اس لئے وہ موجب حدش نہیں ہیں۔

(خلاصہ فتاویٰ رضویہ ص ۳۴۲، ص ۳۰۳)

علامہ شامی امام احمد رضا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات
مبارک میں اذان دی ہے یا کہ نہیں،
بعض علماء نے کہا کہ آپ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ کیونکہ امام ترمذی کی
روایت سے اسی طرح ثابت ہے اور بعض علماء نے اس استدلال کو رد کر دیا۔ کیونکہ
طریق ترمذی سے امام احمد نے روایت کیا کہ حضور نے حضرت بلال کو اذان کا سکھ
دیا تھا۔ پس روایت ترمذی میں حضور کی طرف اذان کا اسناد الی السبک کے قبیل
سے ہے۔ لہذا آپ کا اذان دینا ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ علامہ شامی رد المحتار ص ۳۴۲ پر
فرماتے ہیں۔

وَمَا يَكُنْ السُّؤَالُ عَنْهُ هَلْ
بَاشَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْأَذَانَ بِنَفْسِهِ وَقَدْ اخْرَجَ
التِّرْمِذِيُّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَذَّنَ فِي سَفَرٍ وَصَلَّى بِأَصْحَابِهِ
وَجَزَّ مِثْلَهُ النَّوَوِيُّ وَلَكِنْ وَجَدَ
فِي مَسْنَدِ أَحْمَدَ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ
فَافْهَرُ بِلَا فَاذَنْ فَعَلِمَ أَنَّ فِي
رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اخْتِصَارًا
وَأَنَّ مَعْنَى قَوْلِهِ أَذَّنَ أَهْرَ
بِلَا

اس مقام پر علامہ شامی نے ملا علی قاری اور دوسرے علماء کی
طرح اس پر جزم کیا کہ حضور نے اذان نہیں دی۔ اور ترمذی کی روایت میں اسناد
غازی ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر
میں ایک مرتبہ اذان دی ہے۔ اور اسکو اسناد غازی پر محمول نہیں کیا جاسکتا

نہیں لیتا۔ بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں ہے۔ اگر ایک روپے کے عوض میں کوئی چیز خرید لے۔ یا ایک روپیہ کسی سے فرض لے، اور وقت ادا پیسے ایک روپے کے دیوے۔ تو دوائی اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے۔ اور حکام کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا کہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے۔ پس پیسے اگرچہ عرفاً ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں۔ بخلاف ٹوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے۔ گو عینیت خلقیہ نہیں بلکہ عینیت عرفیہ ہے۔ پس تفاضل بیع خلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ ٹوٹ میں بھی جائز ہو جائے کیونکہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں۔ حقیقت بھی اور عرفاً بھی۔ گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں صفت ثمنیت آگئی ہو۔ پس ہر گاہ ٹوٹ عرفاً جمیع احکام میں ثمن خلقی سمجھا گیا، باب تفاضل میں اسی بنا پر حکم دیا جائیگا اور تفاضل اس میں اس حرام ہوگا،

(فتاویٰ عبدالحی مجدد دوم فتویٰ ۱۷۱)

علامہ عبدالحی کی دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ ثمن خلقی یعنی سونا چاندی میں بوجہ موزوں ہونے کے تفاضل حرام ہے۔ اور ٹوٹ بھی ثمن خلقی یا اس کے حکم میں ہیں اس وجہ سے اس میں بھی تفاضل حرام ہے۔ ٹوٹ کے ثمن خلقی (سونا چاندی) ہونے پر انہوں نے یہ دلیل دی کہ سو کا ٹوٹ ہلاک کر دینے پر سونا چاندی کے روپے دیتے پڑتے ہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ٹوٹ ثمن خلقی یعنی عین چاندی ہے۔ نیز انہوں نے کہا کہ پیسے ثمن عرفی ہیں۔ ان میں تفاضل جائز ہے۔ اور پیسوں کے ثمن عرفی ہونے پر یہ دلیل دی کہ کوئی شخص کسی کو ایک چاندی کا روپیہ ادا دے دیتا ہے۔ تو ادائیگی کے وقت اگر اسے ایک روپیہ کے بجائے، ایک روپیہ کے پیسے دیتے جائیں تو وہ اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنے ردوں کے بجائے ان پیسوں کو قبول نہ کرے۔

مولانا عبدالحی صاحب کی دلیل کا دکن اول یہ ہے کہ ٹوٹ ثمن خلقی (سونا چاندی) یا اس کے حکم میں ہے۔ ہر حال ٹوٹ کا بعینہ سونا چاندی ہونا تو بیدار ہے باطل ہے۔ کیونکہ ٹوٹ اور سونا چاندی دونوں میں ذاتیات اور خواص کے اعتبار سے تباہ ہے۔ دبا اس کے حکم میں ہونا تو اس پر اعلیٰ حضرت نے کثرت وجوہ سے کلام کیا۔ اذ ان جملہ یہ ہے کہ ٹوٹ کے لئے سونے چاندی کے جمیع احکام ثابت ہیں یا فی الجملہ مثلاً متول وغیرہ اگر جمیع احکام مراد ہوں، تو قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ سونے چاندی کے زیورات برتن اور لباس ہائے فخر وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ اور ٹوٹ کا نہ کوئی لباس بنتا ہے، نہ زیور، نہ برتن اور اگر بعض احکام کے اعتبار سے یہ سونے چاندی کے حکم میں ہے، کہ جس طرح سونا چاندی مال دولت ہے۔ اسی طرح ٹوٹ بھی مال دولت ہے۔ تو یہ حکم پیسوں میں بھی مشترک ہے۔ کیونکہ پیسے بھی مال دولت ہیں۔ پھر ٹوٹ میں تفاضل کا حرام ہونا۔ اور پیسوں میں جائز ہونا یہ ترجیح بلامرجح ہے۔ دلیل کا دکن ثانی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا سو روپیہ کا ٹوٹ پھاڑ دے تو اسے سو روپے (چاندی کے) دیتے پڑیں گے، معلوم ہوا کہ ٹوٹ بعینہ ثمن خلقی یعنی چاندی ہے۔

(یہ اس وقت کی بات ہے جب چاندی کا روپیہ ڈھلتا تھا، اب تو اس دلیل کا دلالت اور واضح ہو گیا ہے۔) (سیدی)

پس معلوم ہوا کہ ٹوٹ چاندی کا عین ہے۔ کیونکہ وہ تادان میں ٹوٹ کے عوض چاندی کے روپیہ لے رہا ہے۔ الجواب اس طرح تو کوئی شخص کہ مسئلہ کہ ٹوٹ گھوڑے کا بھی عین ہے۔ کیونکہ اگر کوئی کسی کا سو روپیہ کا گھوڑا ہلاک کرے تو مالک تادان میں اس سے سو کا ٹوٹ لے گا معلوم ہوا کہ ٹوٹ گھوڑے کا عین ہے کیونکہ وہ تادان میں گھوڑے کے عوض ٹوٹ لے رہا ہے۔ ثانیاً یہ اصول ہی غلط ہے کہ سو کا ٹوٹ ضائع کر دینے پر سو (چاندی کے روپے) دینے واجب ہوں گے۔ کیونکہ جائز ہے کہ وہ اسے تادان کی صورت میں سو کا دوسرا ٹوٹ ہی دے دے۔ یا ایک ایک کے سو ٹوٹ دے یا اٹھنی، چونی اور پیسوں کی شکل میں اسے سو روپیہ دے کر دے۔ دلیل کا دکن ثالث یہ ہے کہ پیسے ثمن عرفی ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کا ایک روپیہ ادا دے تو اسے حق ہے کہ وہ اس کے بدلے میں ایک روپے کے پیسے قبول نہ کرے۔

(الجواب، مولوی عبدالحی صاحب کی خیالی دنیا میں ممکن ہے بدولت ورنہ واقع اور نفس الامری ایسا کوئی قانون رائج نہیں ہے۔ ایک روپیہ اور سونے پیسے کی مالیت میں فرق کرنا نہ صرف یہ کہ بجاہش باطل ہے بلکہ انتہائی معتمد غرض اند کو دین میں مولانا عبدالحی صاحب کو ایک اور شبہ لاحق ہوا ہے کہ اگر ٹوٹ میں تفاضل جائز رکھا جائے۔ تو لوگ سود کے کاروبار کے لئے ٹوٹ میں تفاضل کے جواز کو بجا بنالیں گے۔ اور ٹوٹ کے حیلے سے سود کھانا، شروع کریں گے۔

(الجواب۔ یہ شبہ مشترک ہے۔ کیونکہ پیسوں میں تفاضل کے جواز کا اب بھی مانتے ہیں۔ پس جنہیں سود کھانا ہوگا وہ پیسوں کے حیلے سے سود کھانا شروع کر دیں گے۔) (ماخوذ از کفیل الفقہ ص ۱۳ تا ص ۱۷)

جناب مولوی عبدالحی لکھنوی کے زیر نظر فتویٰ پراعلیٰ حضرت نے ایک خط لکھا کہ گرفت کہ ہے۔ ہم نے ان میں سے کل پانچ وجوہ پیش کی ہیں۔ تفصیل کے لئے اس خط کا مطالعہ فرمائیں۔ ہم نے یہاں پر اس کی ایک جھلک دکھائی ہے جس سے آپ کی نفی غلط کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام معامروں پر آپ کی زبردست مہبت طاری تھی۔ کیونکہ اس رسالہ کی اسی وقت طباعت ہوئی تھی۔ اور آج تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور امام احمد رضا

کہ ٹوٹ اس سونے چاندی کی رسید ہے۔ جو حکومت کے پاس محفوظ ہے اور یہ ٹوٹ سونا چاندی بھی ہے۔ نیز ٹوٹ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ یہ بیع نہیں ہے۔ اسی اعلیٰ حضرت صاحب نے ایک فتویٰ میں بیان کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی اصل کا بین وجوہ سے رد کیا ہے۔ ہم قارئین کی ضیافت طبع کے لئے مولوی رشید احمد

کاتبی اور اس پر اعلیٰ حضرت کے کلام کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

نوٹ و ثقفہ اس روئے کا ہے جو عزائم حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے۔ اس واسطے نوٹ میں نقصان آجائے۔ تو سرکار سے بدلہ لے سکتے ہیں۔ اور اگر کم ہو جائے بشرط ثبوت اس کا بدلہ لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ میں بیع ہوتا۔ تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد فیض مشتری کے نقصان یا فائدہ ہو جائے تو بالعموم بدلے لے سکیں پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائیگا کہ نوٹ میں غلوں کے نہیں ہوتے۔ غلوں میں ہے۔ اور نوٹ نقدین۔ ان میں زکوٰۃ نہیں، اگر نہایت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہوگی، اکثر لوگوں کو مشہور ہے کہ نوٹ کو بیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے، کاغذ کو بیع سمجھ رہے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ فقط

بندہ رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۶)

اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ پر کلام کیا ہے۔ اس کا مختصر یہ ہے۔ اولاً نوٹ کو رسید قرار دینا بدعت باطل ہے۔ کیونکہ رسید کسی معین، شخص یا ادارہ کی طرف سے کسی معین شخص یا ادارے کیلئے ہوتی ہے مثلاً زید نے مال کی رسید دی ہے۔ تو اب اس رسید کی رو سے صرف مال دینے کا ذمہ دار ہے، ناکہ ہر کسی دنا کسی کو بھی رسید دی جائے وہ اس رسید پر مال ادا کر دے۔ بخلاف نوٹ کے کہ ہر ملک، ہر شہر ہر قصبہ و دیہات میں اس کے عوض اسکی مالیت کے مطابق رائج ہو سکے مل جائے گا۔ جس طرح مال کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ اسی طرح نوٹ کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نوٹ مال کی رسید نہیں۔ بلکہ خود مال متقوم ہے۔ بیجا اور خریداجا ہے۔

ثانیاً۔ یہ فتویٰ خود مناقض بنفسہ ہے۔ کیونکہ پہلے کہا کہ یہ نقدین (سونا چاندی) کی رسید ہے۔ چند سطر بعد کہا کہ یہ خود نقدین ہے (ہم نے ان متضاد عبارات پر خط کھینچ دیا ہے۔) (سعیدی)

ثالثاً۔ نوٹ کو تمسک قرار دیا اور اس پر زکوٰۃ بھی لازم کر دی حالانکہ زکوٰۃ مال پر ہوتی ہے۔ اور تمسک مال نہیں ہے۔

رابعاً۔ نوٹ کے بیع میں ہونے پر زکوٰۃ کی بنا کی ہے۔ گویا بیع پر زکوٰۃ نہیں ہوتی؟ لہذا تمام تجار جن کے پاس لاکھوں روپے کا لکڑا مال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو گئے۔

خامساً۔ کاغذ کو بیع ہونے کے منافی قرار دیا۔ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے۔ (ماخوذ از کشف الفقہ ص ۱۲۳ تا ص ۱۳۳)

مولوی اشرف علی تھانوی اور امام احمد رضا اشرف علی

تھانوی صاحب کے کسی نے پوچھا کہ جس طرح اذان میں نام مقدس پر انگوٹھے چومے جلتے ہیں۔ کیا اس طرح اقامت میں بھی نام اقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اقامت تو بجائے خود اذان میں بھی انگوٹھے چومنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا۔ ہم ذیل میں تھانوی صاحب کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے تعاقب کی ایک جھلکی پیش کرتے ہیں۔

فتویٰ

اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے۔ وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں۔ چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں۔ و ذکر ذل الجراحی و اطال شد قال و لم یصح فی المرفوع من کل هذا الشیء انتہی ۲۶۷ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶۷)

مگر اقامت میں تو کوئی کوئی روایت بھی موجود ہیں۔ پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت دیے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہار نے اس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کی ہے۔ ونقل بعضہم ان القہستانی ہامش نسخۃ ان هذا مختص بالاذان و ما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام ص ۲۶۷ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶۷)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) تقبیل اہبام میں حدیث موقوف سے ثابت ہے۔ اور اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں۔ اور جب تقبیل اہبام میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے۔ تو یہ عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔

۲۔ صحیح حدیث کی نفعی سے معتبر حدیث کی نفعی سمجھ لینا، جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ غرض حدیث سے جہالت پر مبنی ہے۔ کتب رجال میں جا بجا مذکور ہے۔ یعنی بدعت و لا یلتجئ بہ اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالا جماع کافی ہیں۔ اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

۳۔ تھانوی صاحب نے اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دیا۔ حالانکہ جس حکم کی عبارت نقل کی ہے۔ اس سے متصل شامی نے بیان کیا کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب ہے۔ اور استحباب کو ہستانی نے فتاویٰ صوفیہ اور کنز العباد سے بھی نقل کیا۔ ملاحظہ ہو۔

یستحب ان یقال عند سماع،
الاولی من الشہادۃ صلی اللہ،
علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ
یہا قمرۃ عینی بل یا رسول اللہ
ثم یقول اللہم متعنی بالسمع

جب اذان میں پہلی بار اشہد ان
محمد رسول اللہ سے کہے صلی اللہ
علیک یا رسول اللہ اور جب دومی
بار سے کہے قرۃ عینی بل یا رسول اللہ
پھر دونوں انگوٹھے آنکھوں پر

والبصر بعد وضع ظفر الابهامین
علی العینین فانہ علیہ السلاہ
قائد الہ الی الجنة۔ کذا فی کنز
العبادۃ تہستانی ونحوہ فی
الفناوی لصفویہ
اور فتاویٰ صفویہ میں ہے۔

اس عبارت کو تھانوی صاحب صاف گول کر کے: تاکہ اذان میں انگوٹھے
چومنے کو بدعت قرار دینے کا جواز پیدا ہو سکے۔ اور تہستانی کی وہ جھول
نقل ذکر کر دی جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا۔ کہ مجھے اقامت میں انگوٹھے
چومنے کی روایت نہیں ملی۔

۴۔ تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا۔ کہ اذان میں تقبیل کسی مجہول روایت
سے ثابت نہیں۔ حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روایت
موجود ہے۔

۵۔ تہستانی کی نقل جھول ہے۔ اور خود شامی نے ص ۱۲۶ پر تصریح کی جو:
نقل جھول مقبول نہیں ہوتی لایکفی فی النقل لجمہالہ

۶۔ علی التثزول اگر اس نقل کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ نفی روایت ہے۔
روایت نفی تو نہیں ہے۔ اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ
نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی ضرورت ہے۔ نفی روایت
کی نہیں۔

۷۔ کسی فعل کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس فعل پر یہی حال
موجود ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

لا یلزم منہ ان یکون مکروہا
الابنہمی خاص لان الکراہتہ
حکم شرعی فلا یدلہ من دلیل
بغیر خبری خاص کے کوئی فعل مکروہ نہیں
ہوتا کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے۔
اس کیلئے دلیل خاص ضروری ہے۔

رد المحتار ج ۱ ص ۶۸۴

پس اقامت میں تقبیل سے روکنے کے لئے نہیں بالخصوص ضروری ہے۔
وہ دونہ۔ خطوط القتلہ محض ثبوت کی روایت کا نہ ملنا۔ اسکی کراہت کیلئے
کافی نہیں۔ صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں۔ لایلزم من ترک المستحب
ثبوت الکراہتہ اذ لا یدلہما من دلیل خاص ترک مستحب کراہت
لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اس کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے پس نفی روایت
سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک کہ روایت نفی نہ ہو۔

(بحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۶)

۸۔ اقامت میں نام اقدس سنکر انگوٹھے چومنا نام اقدس کی تعظیم ہے۔ اور اسکا
منشاء بھی موجود ہے۔ پس اقامت میں نام اقدس سنکر انگوٹھے چومنا

ادب و تعظیم کے قبیل سے ہے۔

محقق علی الاطلاق ابن ہمام فرماتے ہیں۔

کل ما کان ادخل من الادب
والاجلال کان حسناً
امام ابن حجر مکی جو ہر منظم میں فرماتے ہیں۔

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مجملع انواع التعظیم الی لیس فیہا
مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الاوہیۃ
اھم متضمن عند من نور اللہ
تمام انواع تعظیم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم کرنا۔ جن میں اللہ تعالیٰ
الوہیت میں مشارکت نہ ہو۔ بلکہ
بصیرت کے نزدیک امر متضمن ہے۔

ابصارہم ط

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ اذان میں تقبیل مذکور ثابت ہے۔ اور اقامت میں
جائز اور مستحسن ہے۔ جائز اس لئے ہے کہ اسکی نفی ثابت نہیں ہے۔ اور مستحسن
وجہ سے ہے کہ یہ تعظیم رسول کا ایک فرد ہے اور تعظیم رسول اکرم تسبیح ہے۔
(محصلہ فتاویٰ رضویہ ص ۳۸۲ تا ۳۹۱)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور امام احمد رضا

قاطعہ مصدقہ لنگوی میں سنت اور بدعت کا ایک فقہی ضابطہ بڑے فخر کے ساتھ
کتاب میں درج کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی ضابطہ کا کئی وجہ سے اعتبار کیا ہے۔
انبیٹھوی صاحب کا ضابطہ بیان کر نیکی بعد اعلیٰ حضرت کے اعتبار کا کچھ غلط
کریں گے۔

مولوی انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں۔

حاصل یہ ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ ہو خواہ
ان قرون میں ہو یا نہ ہو خواہ اس کی جس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو وہ سب
ہے۔ اور وہ بوجہ شرعی ان قرون میں موجود ہے۔ اور جس کے جواز کی دلیل نہیں ملتی
ان قرون میں بوجہ خارج ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالہ ہے۔ اس قاطعہ کے
سمجھ لینا ضروری ہے۔ مؤلف اور اس کے شیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس
عاجز کو اپنے اساتذہ جہانہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہ کو اس کتاب
مردورہ رکھتا ہوں۔ کہ مؤلفین کو نفع اور خالقین کو شاہد ہدایت حاصل ہو۔
ملخصاً (برائین قاطعہ ص ۲ تا ۲۹)

امام احمد رضا کا تعاقب

مولوی انبیٹھوی صاحب نے اپنے اس
جواز شرعی کی دلیل کے، وجود عدم
و بدعت میں حصر عقلی کر دیا۔ پس استحباب اباحت اور کراہت تنزیہی ان کا
کی نفی ہوگئی۔ کیونکہ جس امر کے وجود کی دلیل شرعی پائی گئی وہ سنت ہے۔ استحباب

قواعد مزعوبہ وضع کرنے کو جس سے آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ غیر منصوص مسائل کو قواعد امام سے استخراج کرنے کی وجہ سے خفائے اور طحاوی کی طرح طبقہ ثالثہ میں قدم رائج رکھتے ہیں۔ روایات میں ترجیح اور تفصیل کے سببے طبقہ رابعہ اور خامسہ کے فقہاء سے کسی طرح کم نہیں۔ فقہ کا کوئی باب ایسا نہیں جس میں فقہاء سابقین کی تصریحات سے زیادہ مسائل متفرع کئے ہوں جو امور متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے۔ انہیں انتہائی لطافت کے ساتھ واضح کر کے دلائل و براہین سے مزین کیا۔ معاصرین فقہاء کی غلطیوں پر انہیں انکسار وجہ سے متنبہ فرمایا۔ فقہی مباحث میں جو طبیعی و ریاضی کے مسائل آ گئے۔ تو ان پر ایسے اچھوتے انداز میں بحث کہ ہے۔ کہ فارابی اور شیخ بھی دبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انصاف اور دیانت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فقہ میں وہ مقام حاصل کیا۔ جس کی نظیر صدیوں پہلے نہیں ملتی۔

وَاجْزِدْ عَوَاثًا اَنَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

اباحت کے ثبوت کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ اور جس امر کے جواز کی دلیل شرعی نہ پائی گئی وہ بدعت و ضلالت ہوگا۔ پس کراہت متزہی کا دفع ہو گیا۔

(محصلہ فتاویٰ رضویہ ص ۲۵۵ تا ۲۵۷)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی جس قدر انواع پر کام کیا ہے۔ اگر ان تمام کا احصاء کیا جائے تو اس کے لئے بھی ایک عظیم دفتر کی ضرورت ہے۔ یہ مختصر مقالہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں کی تمام فقہی خصوصیات کو پیش کرنے سے یقیناً قاصر ہے۔ تاہم اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات میں سے چند انواع کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے تاکہ اس کا مطالعہ قارئین کو اعلیٰ حضرت کے فقہی تجربے ایک حد تک روشناس کر سکے۔

امام احمد رضا کا فقہی مقام

جن امور کو اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوا تھا ہے کہ اعلیٰ حضرت میں اصولیین فقہاء اور متقدمین تینوں کی تعریضات کے اعتبار سے فقہ کی معنویت پائی جاتی ہے۔ طبقات فقہاء کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا موازنہ کریں، تو یہ چلتا ہے کہ

دیانت داری نے ہی آل انڈیا سنی لیگ کو عروج بخشتا ہے

دیانت داری سے عروج کھ

اے جی پلاسٹکس

والے بھی دیانت داری کو اولیت دیتے چلے آئے ہیں۔ نیت نئے، خوبصورت ڈیٹر اسٹون والے اعلیٰ ترین پلاسٹک کچھیلوں کو بنانے والے اور اکسپورٹ کھانے والے



امام احمد رضا اور

سہولیات شرعیہ

از - الحاج محمد علی رضا قادری ایم اے سی ٹی

انسپیکٹر آف اسکولس مظفر پور

محترم الحاج محمد علی رضا صاحب قادری، ضلع مظفر پور بہار کے انسپیکٹر آف اسکولس ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں بخدا شریف، کربلا سے معنی، نجف اشرف کی زیارتوں سے مشرف ہو کر براہ تبوک مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اس کے بعد فریضہ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر واپس وطن لوٹے۔ مذہبی دلچسپی بے پناہ ہے بلکہ صورتِ دسیرتِ ادرتِ طلبا و طالبات سنی مسلمان ہیں۔ ایڈیٹر

اسلام کے احکام و عقائد ہر دور میں یسرو تسہیل کے حامل رہے ہیں۔ ہر آسانی کتابوں میں معجزہ نصیحت کا تذکرہ ضرور ہوا ہے۔ جب اسلام اپنے منازلِ مراحل سے گزرتا ہوا آخری منزل تکمیل میں داخل ہوا اور "اليوم اكملت لكم دينكم" الحج کے خروہ جات فرما کر اسے دنیا کو لوٹا اور آخر الانبیاء علیہ السلام کی ذاتِ قدسی صفات سے دنیا کے سامنے "تحفہ قرآن" پیش فرمایا۔ پھر اپنے کلامِ بلاغت نظام "انما حمتہ مہدۃ" سے دنیا والوں کو رحمت و رافت کا شرف سنایا۔ یعنی میں دنیا میں رب رحیم کی طرف سے بندوں کیلئے "ہدیہ رحمت" ہوں۔ اسی ارشادِ رحمت کا فطری تقاضہ و منطقی نتیجہ ہے کہ اسلامی شریعت کی بنیاد تسہیل پر رکھی گئی ہے۔ اس دعویٰ کا ثبوت قرآنِ عظیم میں بھی ہے اور احادیثِ کریمہ میں بھی۔

قرآن کریم میں شرعی سہولتیں - سورہ بقرہ سراسر پارہ سے قول کے اندر روزہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے "يَسِّرُ اللَّهُ لَكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُعَذِّبُكُمْ الْعُسْرَ" اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ اس آیت کریمہ کے سابق و سیاق شاہد ہیں کہ روزہ کے سلسلہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ روزہ صرف اسی امت پر فرض نہیں کیا گیا، روزہ کی فریضت کوئی الوہکی دینی چیز نہیں ہے بلکہ اس امت مرحومہ کے پہلے یعنی امتیں گزری ہیں ان پر بھی روزہ فرض کیا گیا تھا۔ یہ اسلوب و بیان و طرزِ ادا شرعی آسانی و دینی تسہیر کا غماز ہے کیوں کہ عطا ہر اس فرض کی ادائیگی شقتِ غیر ہے۔ بھوک و پیاس کی سوزش یقیناً عسرو سختی کا پہلو رکھتی ہے۔ اس احساسِ مشقت کو یکجہانہ انانیت سے دفع کیا گیا ہے کہ تنہا تم ہی پر تو روزہ فرض نہیں ہوا بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ آخر وہ بھی اولادِ آدمِ ای قہیں، انھوں نے اس فرض کو کس طرح ادا کیا۔ اگر واقعی اس کی ادائیگی ناقابلِ برداشت مشقت ہوتی تو وہ امتیں کبھی اس فریضہ سے عہدہ

برائے نہ ہوتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فریضہ صیام کو شقتِ آفریں سمجھنا غریبِ نفس ہے جو مسلمانوں کو اس عظیم تر جہنم کی شقت میں دھکیل دینا چاہتا ہے۔ گوں کو بھی انہی چاہیئے کہ جس ملک نے سال بھر انواع و اقسام کے کھانے پکھانے ہیں اگر اس نے انھیں ادا نہ کر کے شکر کے لئے گنتی کے چند دن کھانا پینا چھوڑ دینے کا حکم صادر فرمایا ہے تو گوارہ چھینے کے عیش کے مقابل ایک ہیضہ کا روزہ رکھ لینا وہ بھی صرف دن بھر کوئی شقت کی چیز نہیں بلکہ آخرت کے لحاظ سے آسانی ہی آسانی ہے۔

۲۔ اس ضمن میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ روزہ تو فرض کیا گیا ہے لیکن اس فریضت کے ساتھ آسانی بھی عطا کی گئی ہے کہ جب تم مریض ہو یا مسافر اور اس حالت میں روزہ رکھنا دشوار ہو تو روزہ نہ رکھو پھر جب صحت یاب ہو جاؤ یا مقیم تو چھوڑے ہوئے روزہ رکھ لو۔ اس بیان کے بعد ہی آیت تیسیر ہے۔ سطور بالا میں جس کی تلاوت کی گئی ہے مقصود بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مطلق ہے احکام علی الاطلاق ہے، بادشاہِ ذوالجلال دے نیاز ہے وہ جو چاہے حکم دے کوئی روکے والا نہیں۔ اس کا ذکر و احکام نشان کے باوجود اس اندازِ تلفظ سے فریضتِ صیام کو پیش کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ بندوں کے ذہن میں شریعتِ اسلامی کے تیسیری پہلو کو جا کر دن کرنا ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں کو پیش کر رہا ہوں وہ سورہ حج سترہویں پارہ میں "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ لگاؤ گی (بلکہ خدوت کے موقوف بہر تہارے لئے سہولت کر دی جیسا کہ سفر میں نماز کا قصر روزے کے انطار کی اجازت اور پانی نہ پانے یا پانی کے ضرر کرنے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ تیمم - تو تم دین کی پیروی کرو۔) (تفسیر خزانہ فی القرآن کی تفسیری عبارتیں ہیں۔)

اس طرح سورہ توبہ اور سورہ نور میں غدر مندوں، بیادوں

اور جس کے پاس ہے وہ روپے مانگتا ہے۔ جیسے زیادہ نہ دو اور تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔
ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو کڑھنا یا شامت نفس سے بچنا نہ لانا کسی ہنسبوی
مذہب جاتی ہے۔ مولیٰ عزوجل صدقہ معظمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر عاجز
اور سب اہل سنت کو کامل اتباع شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت سے قبول فرمائے
آمین و علی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

تیسرا اقتباس صفحہ ۱۱۵

مشہد لیلیٰ زادی پردہ نشین کہ باہر نکلتی قطعاً عادی نہیں۔ اگر گھر میں پانی نہ ہے
نہ باہر سے کوئی لادینے والا ہو تو روف۔ رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت سے امید ہے کہ اسے
اجازت تیمم ہو اور پانی پانے پر عادی کی بھی حاجت نہ ہو۔

عادت پردہ میں عورات کے اقسام اور دوبارہ تیمم ان کے احکام

تفصیل اس کی یہ کہ عورات چند قسم ہیں ایک وہ کہ دن دھارے موٹھ کھولے
بے تکلف بازوؤں میں پھرتی ہیں۔ یہ مطلقاً مردوں کی مثل ہیں گر چادر نہ پاتیں۔

اقول اگر عیبہ خود بد حالائی سے پھرنے کی عادی ہوں کہ وہ حرام ہے اور شرع
حرام کا حکم نہیں دیتی۔ دوسری وہ کہ برقعہ اوڑھ کر نکلتی جاتی ہیں یہ بھی مفسدین
ہو سکتیں مگر ایسی حالت میں کہ برقعہ یا چادر نہ پاتیں۔ تیسری وہ کہ رات کو چادر اوڑھ کر دوسرے
محلوں تک جاتی ہیں، جس طرح رام پور و بریلویں کہ بہت گھروں کی رسم سنی گئی ان کیلئے دن
میں شاید عذر ہو سکے۔ شب میں ہرگز نہیں۔ مگر کہ کنوئیں پر مردوں کا مجمع ہو اور جمعہ میں چادر
اور عکر شب کو بھی نہ جاسکتی ہو۔

جو کوئی وہ کہ شب کو چادر کے ساتھ بھی دودھ نہ جاسکے۔ صرف اس کی عادی ہو
کو گھر سے نکل کر سامنے کے دروازے میں دو قدم رکھ کر چلی جائے۔ اس کیلئے اگر کو ان
ایسا ہی قریب ہے اور اس پر مرد نہیں تو عذر نہیں اور اگر کو ان دور ہے اور وہاں
مردوں کا اجتماع ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ عذر ہے۔

پانچویں وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقاً عادی نہیں جس طرح محمد اللہ
تعالیٰ بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے۔ یہ ہر طرح معذور ہے اور کیوں کہ اسے
مجبور کیا جائے گا حالانکہ اس نے کو ان دیکھا نہ کہہ سکتے ہیں نہ اس تک راہ جاتی ہے
نہ کسی سے پوچھ سکے گی نہ اس کے قدم اٹھیں گے۔ ولا تکلف اللہ نفساً الا وسعہا
عادت پھرنے میں حرج ہے خصوصاً وہ نیک عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا
جتنی زائد ہو اسی قدر بہتر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "الحیا خیر من کلہ"

جیسا سر بہتر ہے۔ رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی عن عمران بن حصین رضی
اللہ تعالیٰ عنہ و عن الصمہ بن عقیبہ

اور نگذا کہ شریعت مطہرہ نے ہمارے ایک پیسے کا لحاظ فرمایا۔
کہ پانی بچنے والا پیسہ کی جگہ دو مانگتا ہو نہ دو اور تیمم کر لو۔ ان شریف زادیوں کو
اگر کوئی دس روپے بلکہ باعتبار حیثیت ہزار روپے دے اور کہے کنوئین سے

پانی بھر لاؤ۔ ان سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ ولد احمد تو یہ اس پر کیوں کر مجبور کی جائیں
یہ ہے وہ جو براہ فقہہ ذہن فقیر ہیں آیا۔

ولا اقول انہ حکم اللہ عزوجل بل ارجو ان یکون حکمہم
فلینظر فیہ العلماء الذین لہم عین بصیرت و بہادریہم
قلوب یفتقرون بہا واللہ یہدی السبیل و هو حسی و نعم الذکر
شریعت مطہرہ نے جو بھی سہولتیں، رحمتیں غایت کی ہیں اس میں رحمت
بالائے رحمت، رحم بالائے کرم ہے کہ شتی دعا صی اطاعت گزار عیاض شارب کے
لئے باب رحمت کشادہ ہے۔ سب کیلئے عام ہے۔ استفادہ سے کسی کو بھی لگا
نہیں لگا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی فتاویٰ رضویہ باب التیمم "کے حواشی و تراجم کی
عبارتیں نقل کی جا رہی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۶ کا حاشیہ جو اصل کتاب کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ ہے
شریعت مطہرہ نے جو رحمتیں غایت فرمائی ہیں، مثلاً ما فرودہ تھا کر سکتا ہے چادر
رکھیں فرض کی دو پڑے گا۔ پانی سیل بھر دو ہو تو نمازی تیمم کرے۔ ان میں مطیع وہ مای سب
شریک ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے کسی اجازت کو کام کیلئے سفر کیا ہو وہ بھی فقہ کرے گا، اور
روزہ تھا کر سکے گا۔ اور جو عاز اللہ زنا سے جب ہو اور پانی نہ پایا تیمم کر لے گا۔
اسی طرح کا دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو صفحہ ۶۱۵ پر ہے جس میں ایک
ظالم و غاصب کیلئے بھی دی رعایت ہے جو ایک نیک شہار۔ انقلاب پرور کیلئے ہے۔
پانی پینے کی سبیل سے وضو کی اجازت نہیں اگر صرف دی پانی جو تیمم
اور اگر کوئی شخص نظم و ضبط کا عادی ہو تو اسے بھی تیمم ہی کا حکم ہوگا۔ نہ فرمایا جائے گا
کہ تو تو غاصب ہے اسے غصائے کر و فو کر۔

شرعی سہولت کی کچھ اور نظریں

۱۔ مسافر ایسی جگہ ہے کہ ساری زمین بھیگی ہوئی اور ناپاک ہے، کہیں نماز پڑھنے
کی جگہ نہیں۔ اگر جلدی کر کے وہاں سے نکل سکتا اور پاک زمین نماز کیلئے پاسکتا ہو
ایسا ہی کرے۔ اور اگر دیکھے کہ جب تک وقت جاتا رہے گا تو وہیں اٹھائے سے
پڑھ لے اور اس نماز کا پھر ناجی ضرور نہیں۔

۲۔ جو ایسی جگہ ہو جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت اور
حقیقتاً نماز کی نیت ہو۔ پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔

۳۔ اگر کچھ کے سوا تیمم کو کچھ نلے تو اگر وقت میں وسعت ہے، پکڑا یا اپنا پاؤں
مثلاً اس سے سان لے جب خشک ہو جائے تو اس سے تیمم کرے۔

یہ جزیئے۔ باب التیمم فتاویٰ رضویہ کے حاشیائی ترجمہ میں صفحہ ۶۲
وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد رضا کی افتائی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ پونے دو سو مرتبہ
سے عمر کی گادیں جن کے بعد تیمم رول ہے، اس کے علاوہ ایک سو کیا ہی ایسی
کرادیں جن سے تیمم کرنا جائز ہے اور ایک سو ۲۰ ایسی چیزیں بتا دیں جن میں تیمم ناجائز ہے

فقیہ ہندوستان

از: مولانا عبدالقدوس مصباحی نائب صدر مدرس
دارالعلوم اسحاقیہ جوڈھپور، راجستھان۔

ابتدائے آئین سے سنت الہیہ جاری ہے کہ جب بھی اس خاکدانِ گیتی پر کفر و شرک کا گھناہور گھٹا چھائی، الحاد دے دیں گا دور دورہ ہوا تو اس نے اپنے ایسے مقرب اور برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے کفر و شرک کی دھجیاں اڑا دیں اور الحاد دے دیں کی جگہ کلمہ توحید بلند فرما کر ظلماتِ کفرہ عالم کو بقعرِ نور دنیا دیے!

ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں میں انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی با عصمت ذات والا صفات ہیں جو حسب تقاضا و ضرورت مطلع رسالت و نبوت پر طوع ہوئی اور تیرہ قمار یک دفعہ میں افواہ کھیرتی رہیں۔ لیکن جب بابِ نبوت و رسالت پر آجی قفل ڈال دیا گیا اور کفر و شرک، الحاد دے دیئے سر اٹھایا تو حضراتِ معجزہ کرام، تابعینِ عظام، ائمہ دین اور فقہائے کرام اس کی سرکوبی فرماتے رہے۔

فقہائے کرام میں ائمہ اربعہ حضرت امام اعظم حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم افاق قضا بہت پر طوع ہوئے۔ ظلم و عدوان ہمہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن بڑی بیباکی، بلا لحاظ لومۃ لائم کلمہ حق بلند فرماتے رہے اور ان کی زبان پکار پکار کر کہتی رہی۔

دارِ ہوسولی ہو پہاڑوں کی نظیر

نعرہ اپنا ہر بلند سے سانسکتے ہیں ہم

انیسویں صدی اپنے نصفِ مراحل طے کر چکی تھی۔ سرزمینِ ہندو مت کٹاں اور ٹکٹاں تھی۔ اس کی فضائیں لپیٹیں آہ و فغاں کے نالے بلند تھے۔ ذرہ ذرہ رحمت باری کا منظر، شمال و جنوب کا کوہِ نہر سسک رہا تھا۔ مشرق و مغرب کا گوشہ گوشہ سوگوار تھا۔ عقیدت مند بے چین دے تزار تھے۔ حق پرستوں کی صدائے حق جبر و اکراہ کے ہنگام میں دبا جاتی رہی تھی۔ ناموس رسالت پر مٹنے والے ماہی بے آب تھے۔ اکبرؒ غنی یا رسول اللہؐ، المددِ دیوخت کے دل ملا دینے والے نعرے حرمتِ نبوت پر بازی لگا دینے والوں کے دلوں میں بیجان برپا کر رہے تھے تو دوسری لہرِ شرک و بدعت، الحاد و کفر کی گودی میں پیچ کر تیر و کمان کی مشق جاری تھی!

غرض ایسی ہولناک فضا میں حق پرستوں کی صدائے حق رنگ لائی۔ آہ و فغاں بابِ اجابت سے ٹکرائی۔ سرزمینِ بریلی رشکِ ثریا بنی، اقبالِ مندی کا ستارہ چمکا، مشب و بجور کے تازنار کھیر گئے۔ پوچھی، خورشیدِ ولایت اور ماہتابِ مجتبیٰ و نقاہتِ افقِ بریلی پر نمودار ہوا اور اعلیٰ حضرت مجیدِ دین و ملت فقیہ المثل الفقیہ مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی علیہ الرحمۃ۔ ارشاد المکرم ۱۲۸۷ھ روزِ شنبہ بوقتِ ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۷۱ء کو مطلعِ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

اعلا حضرت کے آبا و اجداد فضل و کمال کے تاجدار اور علم و عمل کے شہنشاہ تھے آپ کی پانچویں پشت میں حضرت مولانا محمد اعظم خاں صاحب علیہ الرحمۃ زہد و اتقائے میں بیگانہ روزگار اور سیکٹائے زمانہ تھے۔ شاہزادہ کا تکیہ محلہ معماران بریلی میں قیام پذیر تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ کاظم علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ ہر جہالت کو آپ کے در پر حاضری دیتے اور اگر انقدر رقوم قدوں پر نثار کر دیتے۔

ایک مرتبہ موسمِ سرما میں حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں علیہ الرحمۃ کڑا لکے کی سردی میں آگ کے پاس رونقِ افزا رہے۔ سردی کی کوئی سرمایِ پوشاک نہیں۔ حضرت مولانا حافظ کاظم علی خاں علیہ الرحمۃ نے اپنا بیش بہا دوشالا انا کر دالہ ماجد کے جسمِ اطہر پر ڈال دیا حضرت نے انتہائی استغنا اور بے پرواہی سے انا کر آگ میں رکھ دیا۔ حضرت حافظ صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کاش یہ دوشالا کسی اور کو عطا کر دیا جاتا۔ ادھر چیمہ ولایت نے دوسرے کو دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحب نے بھڑک کر آگ سے دوشالا نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کاظم! افیض کے یہاں دھک دھک کا معاملہ نہیں۔ لے اپنا دوشالا۔ دیکھا تو دوشالا صاف شگاف جوں کا توں نکلا۔ ایک تاز بھی متاثر نہیں ہوا۔

یکرامتِ ظہر ہے اس حجرہ نبوی علیہ التحیۃ و التسلیم کا جبکہ خمارِ دو عالم علیہ السلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دعوت میں کھانا تناول فرما کر دستِ اختیاری حضرت انس کے دسترخوان میں مس فرمایا تو اس کی اثر پذیرائی یہ ہوئی کہ حضرت انس کا وہی دسترخوان جو کثرتِ استعمال سے میلا ہو گیا تھا ایک مرتبہ سی دعوت میں حضرت

نیز رسالہ الہادی الحاجب عن جاذبہ الغائب، میں غائب کی نماز جنازہ کے حکم جو ان کو چھپا سی معتبر و مستند کتب فقہیہ متون و شروح کی ۲۳۰ عبارتوں سے آراستہ فرمایا پھر احادیث مبارکہ سے مدلل فرما کر نجاشی بادشاہ پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھانے کی ایسی نفیس تاویلات کیں کہ مستند واضح و منقح ہو جاتے ہیں اور مجال دم و دن اور گناہ گار شکوک و شبہات نہیں رہ جاتی ہیں۔

حضرات فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ درحالت قیام دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی اور درحالت رکوع انگلیوں کا بسنے قلم ہونا نیز رکوع میں المصاف کعبین (دونوں ٹخنوں کا ملانا) مسنون ہے۔ مگر صاحب مفتاح الصلوٰۃ نے فرمایا کہ اگر رکوع میں حقیقتہً المصاف کعبین ہو تو پاؤں کی انگلیاں کا قبلہ سے انحراف اور قیام میں چار انگلیوں سے زیادہ کشادگی لازم آئے گی جس سے دو فعل مسنون فوت ہو جائے گا اور نیز دونوں ٹخنوں کو حقیقتہً ملاسنے میں حرکت کثیر لازم آئے گی۔ لہذا انھوں نے المصاف کعبین کو مجاز پر محمول فرمایا یعنی ہر ٹخنہ کو دوسرے کی جانب ہٹکا دینا۔ اور ایک دوسرے کے مقابل کر دینا۔

اس پر اعلیٰ حضرت ابنی فقہی بصیرت سے ایسی تحقیق انین فرماتے ہیں کہ المصاف کعبین کو اس کے معنی حقیقی پر محمول کرنے کے باوجود درحالت قیام دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی اور رکوع میں انگلیوں کے قلم رہ ہونی مسنون علیٰ حالہ باقی رہتی ہے اور حرکت کثیر نہیں لازم آتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ پاؤں کو فعلی حالت پر رکھا جائے اور سببوں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی ہو تو پاؤں کے درمیان کم اور ٹخنوں کے مابین بہت کم فاصلہ رہ جاتا ہے اور پھر یہ کہ ٹخنے ابھرے ہوئے ہیں تو پھر رکوع میں ہٹوڑی حرکت اور ہٹوڑے سے جھکاؤ سے ایک ٹخنہ دوسرے سے مل جائے گا اور انگلیوں کا انحراف قبلہ سے بالکل نہ ہوگا۔ ان اگر کوئی بہت موٹا ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ نہ رکھ سکے اور اس نے بالشت بھر فاصلہ رکھا تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے لہذا اس کے لئے المصاف کعبین مسنون نہیں۔ اگر المصاف کعبین کرے گا تو حرکت کثیر کے ساتھ ساتھ انگلیوں کا قبلہ سے انحراف لازم آئے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہی صورت خاص صاحب مفتاح الصلوٰۃ کے خیال مبارک میں ہو جس پر انھوں نے المصاف کعبین کو معنی مجازی پر محمول فرمایا ہو۔

کتبی فقہی باریک بینی سے اعلیٰ حضرت نے صاحب مفتاح الصلوٰۃ کے اقوال کی بھی تاویل فرمادی اور اصل مسائل کو منقح فرمادیا کہ مجال شکوک و شبہات نہیں رہ جاتا ہے۔

اسی طرح غسل میت کے باب میں مسئلہ ہے کہ بعد موت بسبب انفاد محل مسلک نکاح ختم ہو جاتا ہے اور شوہر باجہبی ہو جاتا ہے لہذا شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ اس پر لغت رضیہ داغ ہو کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت

انس نے وسترخان کو دیکھتے ہوئے توروں ڈال دیا۔ دیکھتے آگ نے وسترخان کا ایک ریشہ بھی نہیں جلایا بلکہ ابی صاف و شفاف ہو کر نکلا کہ میل کا نام و نشان بھی باقی نہ تھا۔ یہ آبا کی فیضان تھا اعلیٰ حضرت پر کافی تجدید پر مامتاب اور مطلق فقہانیت پر آفتاب بکھر چکے۔ اعلیٰ حضرت جب اپنے استاد سے نافہ کلام پاک تعلیم حاصل کر رہے تھے استاد زبردتے اور آپ زیر پڑھ رہے تھے۔ آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ نے یہ کیفیت دیکھ کر آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور قرآن پاک کے اور ان اہل کمال کا حفظ فرمایا تو واقعی کتابت کی غلطی سے بجائے زیر پڑھ لکھا ہوا تھا اور صحیح وہی تھا جب اعلیٰ حضرت پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ کے جد امجد نے ارشاد فرمایا بیٹا! مولوی صاحب جو پڑھا رہے تھے اسے تم نے کیوں نہیں پڑھا۔ عرض کی! ارادہ کرتا تھا کہ استاد کی تعلیم کے مطابق پڑھوں لیکن جملے زبرد زبانی نہ ہو جاتا تھا۔

یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایام طفولیت ہی سے غلط روی سے محافظت کی گئی۔ اور صحت و صراط مستقیم پہچاننا و دلچست کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ دوست و دشمن نے دیکھا کہ آپ ارشد و ہدایت کے بدر کمال بکھر چکے اور ہزاروں کھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر گامزن فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی فقہانیت پر اولین شہادت اور مستند ثبوت یہ ہے کہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے فارغین عموماً اور عادتہً افتاء کے فرائض منصبی سے نا آشنا ہوتے ہیں لیکن آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا تقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر بعد ۱۱ سال مسند افتاء پر روئی افزود ہوئے اور سب سے پہلے مسئلہ رضا عنیت پر تحریر فرمایا جو بالکل صحیح اور درست تھا۔ ذہن میں مسائل فقہیہ کا اختصار اس قدر تھا کہ مسائل عرض خدمت کرتا اور آپ برجستہ محقق اور مدلل جواب باصواب عنایت فرمادیتے بلکہ بیک وقت کئی سوالات عرض خدمت کر دیتے جاتے اور آپ ہر ایک سوال کا جواب بالترتیب وافی و کافی مرحمت فرمادیتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی فقہانیت کا انمول ذخیرہ اور بے مثال تجدید و تادیبی رضوی ہے جو بارہ جلدوں میں ہیں اور ہر جلد قریب چار صفحات اور ہزار مسائل فقہیہ پر مشتمل ہے۔ جس کا ہر مسئلہ فقہانیت اعلیٰ حضرت کا منظر اتم ہے اور ایک بحر ذخار ہے جو ٹھکانے میں رہا ہے۔ قادی رضوی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد دوسری کتب فقہیہ متون و شروح کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔ مثلاً قادی رضوی جلد سوم و دیگر کتابت کے اعضا و کوثر ثابت کرتا ہے کہ آپ کی فقروانی پر لایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ درخشاں اور تابانہ ہے۔ چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب فقہیہ اور فتاویٰ کے حوالے کر کے اعضا و کوثر کو مدلل و محقق فرمایا پھر ترقی نظر سے ایک عضو شرکاء پر مدلل ثبوت فرما کر ثابت کیا کہ شرکاء کے اعضا نہیں جو کہ کتب فقہ میں نویں کا ذکر نہ آنا ذکر عدم کو مستلزم نہیں اور دریاں میں استیجاب کا ذکر اور یہ تجدید و تادیب کو قوی دلیل موجود۔

اعلیٰ حضرت کی رفعت و تقاہت کے سامنے غیروں نے بھی سر ٹیک دے اور کہنے پر مجبور ہو گئے ”مولانا احمد رضا خاں الفاضل قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھایا وہ موافق گو ضرورت افزائش اور نہ مخالفت کو دم زدوں کی گنجائش“ اختلاف مسلک کا وجود آپ کا فقاہت کا اعتراف بر ملا کیا چنانچہ مآثر اعظم گدھ رقمطراز ہے۔

مولانا احمد رضا خاں الفاضل اپنے وقت کے زبردست عالم مصنف اور فقیہ تھے انھوں نے چھوٹے بڑے سیکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں قرآن کا ایک تیس ترجیم بھی کیا ہے۔ ان علمی کا ناموں کے ساتھ ساتھ ہزار ہا فتوؤں کے جوابات بھی انھوں نے دیے ہیں۔ ان کے بعض فتوے کئی کئی صفحوں کے ہیں۔ ان کی نظر بڑی وسیع ہے۔ دو جلدیں پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اب تیسری جلد سنی دارالاشاعت مبارکپور نے شائع کی ہے۔ اس جلد میں ۸۴۲ مسائل ہیں۔ ابھی ان کے خاتمہ کے کی آٹھ جلدیں ادبائی ہیں۔ ان خاتمہ میں بعض پیدا شدہ مسائل کے متعلق بھی فتوے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعت نظری سے دیا ہے۔ بہر حال مولانا کے مخصوص خیالات (مسئلہ تکفیر سے قطع نظر) ان کے خاتمہ میں قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مآثر اعظم گڑھ فردی علاوہ) داعی مآثریت بہ الاعداء۔ ختم دہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیدیں۔

سہولیات شرعیہ کا بقیہ

اس کے علاوہ ان چیزوں کا بھی بیان ہے جس سے عیسم کے جائز و ناجائز ہونے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ جن حضرات کو دینی ذوق ہے اور مذہبی علوم کی اچھی سے دلچسپی انھیں میرا مشورہ ہے کہ غیر جانب داری اور انصاف کی نگاہ سے فتویٰ رضویہ کا براہ راست مطالعہ فرمائیں تو ہم سے زیادہ مستفید و شری مسائل سے بہرہ ور ہوں گے۔ میں قطعاً عربی دان نہیں ہوں۔ صرف مختصر فارسی شناس وارد دآموڑ ہوں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ برو شعور سے علاقہ، بستی، محلہ، اہل خانہ کو قدیم مسلک اہل سنت و عقیدہ و عمل میں ”سبیل مومنین“ کا پابند پایا۔ دینی پابندی میں نے کبھی اختیار کیا۔ اور اسی پر مجھ قائلی جب تک قائم ہوں۔ اور اسی پر قائم رہنے کی دعا کرتا ہوں۔ عرصہ دراز سے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے ترجمہ قرآن کو حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی اردو تفسیر کے ساتھ برابر پڑھ رہا ہوں۔ اور یہ سعادت بھی اس لئے حاصل ہے کہ میں اسی کلام پاک میں تلاوت کرتا ہوں جو رضوی ترجمہ دینی تفسیر سے مترجم و مفسر ہے۔ یہی دیر ہے کہ تائیں کی خدمات میں قدر قلیل اپنے تاثر کو پیش کیا ہے در نہ میری علم بغضات ہی کی تائیں کہ اس منفرد اپنے زلمے کے یکتا و در بے بہا و گہر نایاب سزاوار امت پر اپنے قسم خاتم کو بخش دیتا۔ جن کی جناب ملک رکاب کے سامنے عرب و عجم۔ حل و حرم کے بڑے بڑے علماء عہد کا قلم سرگرم ہے۔ میری زندگی اسکول دکالچ کی زندگی رہی ہے اور آج بھی ہے جو کچھ ہو سکا ہے مولیٰ قائل قبول فرمائے اور غلیظوں کو محاف فرمائے عین اور تائیں بھی صرف نظر سے کام لیں۔

خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو غسل دیا جس سے شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی کا حضرت خاتون جنت کو غسل دینا صحیح ہے یعنی غسل کو حقیقتہً حضرت ام المین رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی نے دیا تھا اور حضرت مولیٰ علی نے چونکہ غسل دینے کا حکم دیا اسباب غسل مہیا فرمایا اس لئے مجازاً غسل کی نسبت حضرت مولیٰ علی کی طرف درجہ گئی مثلاً کہا جاتا ہے۔ قتل الامیر و قتلانا و قاتل الملک السقوم السفانی۔ عین حقیقتاً قتلانا کو جلا دینے قتل کیلئے لیکن چونکہ امیر قتل کا حکم دیتا ہے اس لئے قتل کی نسبت امیر کی طرف کر دی گئی۔ اسی طرح کسی قوم سے قتال و جنگ بادشاہ وقت کے سپاہی اور اس کی فوج کرتی ہے لیکن چونکہ بادشاہ کے حکم سے کرتی ہے لہذا قتال کو بادشاہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ نیز حضرت بی ام المین صلی اللہ علیہ وسلم ای امر بالتأذین بحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان بھی کہی چونکہ اذان کا حکم حضور نے دیا لہذا اذان کا کہنا حضور کی جانب منسوب ہو گیا اور اگر غسل کی نسبت حقیقتاً مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی طرف تو بھی قاضی سے رفع ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کی تحقیق یوں فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ابدال آباد تک باقی ہے کبھی ختم نہ ہو گا لہذا حضرت مولیٰ علی نے داعی حضرت خاتون جنت کو غسل دیا۔ اسی لئے منقول ہے کہ جب مولیٰ علی پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعتراض فرمایا تو حضرت مولیٰ علی نے جواباً ارشاد فرمایا اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فاطمة زوجتنا في الدنيا والآخرة۔ اے ابن مسعود! میں اس میں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ فاطمہ دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو گیا کہ حضرت خاتون جنت کے دھال کے بعد بھی مولیٰ علی ان کے لئے اجنبی نہ ہوئے اور رشتہ رویت منقطع نہیں ہوا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کے نزدیک بھی بیوی کو شوہر کا غسل دینا ناجائز نہ تھا۔

اسی لئے حضرت مولیٰ علی نے عین بین فرمایا کہ شوہر بیوی کو غسل دے سکتا ہے بلکہ اپنی خصوصیت کی جانب اشارہ فرمایا۔

یہ ہے اعلیٰ حضرت کی تقاہت اور فقی بصیرت و تحقیق کی چند مثالیں جن کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آگے ہو سکے بٹھا دے میں

اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کو خوف طوالت کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے

لہذا میں در خواہی پر اکتفا کر رہا ہوں۔

اپنے مرشد شیخ الاسلام کی دعاؤں کے سائے تلے
دین و دنیا کی ترقیوں کا امیدوار

حکیم کبیر النوی

ہیئر ڈسیر کی حیثیت سے میری بین الاقوامی شہرت
میرے مرشد کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے

حکیم کبیر النوی

ماہنامہ جیسکس - سوسائٹی ہیئر ڈسیر

تاج محل ہوٹل ممبئی ۳۹-۴۰۰۰

فون: ۲۹۲۵۰۹ - ۲۹۴۴۵۵

صرف اربابِ نظر ہی کے وہ رہبر تو نہیں
مرجعِ اہلِ طریقت بھی ہیں اعلیٰ حضرت

روحانیات



(۱)

امام احمد رضا اور تعلیمات تصوف

(۲)

امام احمد رضا اور روحانی قدس

(۳)

امام احمد رضا اور حزم و انقیاد

(۴)

امام احمد رضا خانوادہ برکاتیہ کا روحانی فرزند

(۵)

امام احمد رضا چہم و چراغ خاندان برکاتیہ

تعلیمات تصوف

جناب عجاز مدنی، ایم اے ڈیپ، ایل بی ایس ایس
لاہور بریلی برہانی کالج، ممبئی

و مکاشفہ میں ادلائل و گفتگو میں تقریر و تحریر میں اپنائی انہیں رکھتے تھے امام احمد رضا ان گنت جتنے صاحب علم و فضل میں تھے جن پر پروردگار عالم نے اپنے رسول مقرر و مقرر کے صدقے میں آپ پر اپنی عنایات و مہربانی عزت و منفعت تمام کی تھی۔ جیسے جی آپ کی بڑی عزت ہوئی اور بعد پروردگار نے بھی آپ کا روضہ پر انوار مرجع خلائق و بخشش حقائق بنا ہوا ہے مزار اقدس پر بھی درعب علی و جلال خسروی ہے کہ پیر کا بننے لگتا ہے مگر افسوس ہے سوا سراج نگاروں پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی صونیا نہ زندگی، عشق رسول و سوزِ جگر، حزن و دلاں و کیفیت قلبی، سرفراہی احتیاط ظاہری کا کہیں پر کو ترک نہ کیا۔ جہاں علماء کا اجتماع، فتویٰ کی بھراڑ علیٰ موشگافیاں خواہ مخواہ کی لڑائیاں عشوہ طرائیاں اور وہاں ہی نہیں جہاں کو دیکھنے کو آنکھیں تڑپتی ہیں۔ مولانا کے محترم کی زندگی کا سب سے زیادہ اہم پہلو عاشق رسول ہونا ہے تاکہ ایک ظاہر دار نظر میں عالم ہونا اور اپنے معصروں سے معاشرت جتنک کر کے داد حاصل کرنا تھا۔ میرے خیال میں مولانا کے جتنے بھی پرستار آج تک پیدا ہوئے سب کے سب مدارس کے فارغ علماء دین تھے ان میں کوئی مجدد نہیں، عشاق سرگرداں و پریشان نہیں تھا۔ ایسا صاحب جلال و جمال آقا و مولا نقی الدین نہیں تھا جو اپنے پیرو مشدک اندرونی کیفیات، انہماک عبادت، خلوص تقویٰ و طہارت اور بیخینی و درودِ فقرت کی کیفیات کو پیش کر سکتا جیسا کہ ایک مرتبہ اہل مجلس سے مخاطب ہو کر آپ نے کہا تھا مفہوم یہ ہے کہ حضرت خواجہ فرید الدین گزنی کی مثال جو ہر اور معاصرین میں ان کا امتیاز و برتری و شوق درودِ عشق اور جذب الہی دخل امتی میں مستور رہا ہے۔ فرماتے ہیں ایک بار حضرت شیخ کبیر محمدی نے دہلیا نہ گشت نگلتے تھے اور پھر سے کارنگ فقیر تھا۔ باقریہ یقیناً ہو کر کہنے لگے "میری آرزو ہے کہ ہمیشہ آپ ہی کا ہو کر بیوں، خاک ہو جاؤں اور آپ کے قدموں کے نیچے زندگی گزرے مجھ سکین و پیارے کا دونوں جہاں میں مقصود آپ ہی میں آپ ہی کے لئے جتنا ہوں آپ کیلئے تیار ہوں خواہ کہ ہمیشہ درونائے تو زیم — خاک شوم و بزر پائے تو زیم مقصود سن شتر و کنون توئی — از ہر تویم از ہر اسے تو زیم

حضرت امام احمد رضا کی جتنی بھی سوا سراج عیار اب تک لکھی گئی ہیں، ان تمام میں حضرت کا علانہ و قاری پورے آپ ذاب کیسا کہ پتہ نہیں کیا گیا ہے ایسے لگتا ہے جیسے پھر حیدر کا علامہ سیدی شریعت مظہر کے تمام رموز و نکات کو نہ صرف اپنی فہم و بصیرت سے بیان کر رہا ہے بلکہ بہتادہ طور پر شکل مسائل کو حل بھی کر رہا ہے اور پھر بھی بات خلاف قرآن و سنت ثابت نہیں ہوئی، اعلیٰ حضرت ۱۰ اشوال بروز ہفتہ (۲۶/۱۸/۱۳۵۴) کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی تقی علی خان بھی بڑے عالم اور بزرگ شخص تھے۔ تو جوانی کی عمر میں (۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء) گویا ۱۰ سال کی عمر میں دونوں باپ بیٹے یک وقت "شاہ آل رسول" امرہوی سے سیت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و وفادار اور سند حدیث، حاصل کی مولوی رحمان علی مولانا کے ذکر کردہ علامہ ہندو قمر ازہر کہ دہلی اعلیٰ حضرت، اپنے والد ماجد کے ساتھ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے اکابر علماء یعنی سید احمد طحان مفتی، شافعیہ اور عبد الرحمان سراج مفتی حنفیہ سے حدیث فقہ اصول تفسیر اور دوسرے علوم کی شرح حاصل کی۔ ایک دن غامض مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی، غامض کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح محل الدلیل لکھنؤ سابق توفیق کے ان کا لکھ پڑکاران کو اپنے گھر لے گئے "دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا "اے لاجو نور اللہ میں صبر الجبین" (یعنی میں اس پیشانی سے اللہ کا روپا پا ہوں) اس کے بعد صحاح سننک سند و سلسلہ قادریہ کی اجازت، اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرماد اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام حنیف الدین احمد ہے سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں، کہ معظمہ میں جب کہ آپ سبج خیف میں تھا ویکیا مات کے وقت ٹھہر گئے تھے اور رات کا پورا ہفتہ عبادت و ریاضت میں صرف کیا تھا اس بات آپ کو مغفرت کی بشارت ہوئی۔ اللہ ان کے درجات بلند کرے اور ان کے وسیلے سے ہم گنہگاروں کی بھی امداد ملے پیارے حبیب کے صدقہ میں مغفرت فرمائے۔ آمین غم آمین۔ ان دو اوقات کو جو حرمین شریفین میں پیش آئے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ذات مواصل حضرت بخیر ہیں سے مادر زاد ولی تھے اس لئے تعلیم و تعلم میں علم فقہ و فتویٰ نویسی میں، علم تصوف اور سلوک و بجاہ میں ماضی

یہ شعر پڑھ کر سجدے میں سر رکھ دیتے تھے۔ پھر یہی شعر پڑھتے اور حجے کا چکر لگاتے دیر تک یہی کیفیت رہی۔ اسی طرح سیرت فخر العارفین شریف جیسے حضرت قبلہ و کعبہ مولانا مولوی حکیم سید سندھ شاہ صاحب قدس سرہ کا مزار اقدس کا پتھر میں ہے نے اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ و کعبہ مولانا مولوی عبدالحئی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار قدس چالاکم شریف میں ہے۔ ان کی حیات مبارکہ اور صفات عالیہ کی روشنی میں ایک ایسی سوانح عمری مرتب کی ہے جو خود اپنی مثال آپ ہے۔

چنانچہ ان دو واقعات کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کے سوانح نگاروں کو چاہئے کہ پیش کردہ حسب بالا طریقہ پر امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات پاک قلمبند کریں۔ اس کتاب کے تین حصہ ہیں۔ پوری کتاب علم و حکمت، عرفان و بصیرت اور تصوف کے پیش ہما خزانے سے مالا مال ہے۔ حضرت قبلہ عبدالحئی شاہ صاحب فرماتے ہیں تصوف کا واسطہ تواضع، عاجزی اور فروغ کا ہے۔ تعظیم طلب اور مجلس پسند لوگوں کا نہیں گستاخی معاف ہو میں نے کسی کی دشمنی نہیں کی، کیفر ہا نہیں اچھا لائے صرف یہ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شایان شان صوفیانہ زندگی کی عکاسی اچھی نہیں کی گئی۔ جو کچھ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں۔ ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی جگہ نظر نہیں آتی جو انشاء پرندہ خیزوں کو تقویت بخشنا سکے۔ چاہے وہ ملک العلماء ظفر الدین بہاری کی "حیات اعلیٰ حضرت"، ہو یا مولانا بدر الدین احمد صاحب کی "سوانح اعلیٰ حضرت"۔

اولیاء اللہ کے مناقب و فضائل اس لئے تحریر کرنا ضروری ہیں کہ ہر دور میں ان کی حیات مبارکہ سالکوں کو تقویت بخشنا میں ان کے موثر ترین حالات بلکہ افضل ترین عبادات، اہل کمال کی مصاحبت اور خزانہ درگاہ و ذوالجلال کی ہم نشینی ہے کیونکہ ان کی استقامت احوال کا مشاہدہ سالک کو عین بختنا ہے جس سے سخت عبادتیں اور دشوار ریاضتیں جو اس طریق سلوک میں لازم ہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ بلکہ ان بزرگوں کے معانیہ جمال سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے شک و شبہ کی ظلمت جو علت بوجہ و حجاب ہے نائل ہو جاتی ہے۔ لیکن کالموں کی دولت، صحبت اور عارفوں کے مشاہدہ جمال سے محروم ہونے کے بعد ان کے حالات کا مطالعہ و اراد کے آثار کی پیروی، محنت فرمائی اور ظلمت کو دور کرنے میں وہی تاثیر رکھتی ہے جیسی کہ ان کی صحبت و ہم نشینی نصیحت و غیرت کے علاوہ اس کے بہت سے فوائد و منافع ہیں۔ اول یہ کہ اولیاء اللہ کا وجود ایک ایسی رحمت ہے جس میں سب شامل ہیں۔ اور ایک ایسی نعمت ہے جس سے ہر شخص واصل ہے پس وہاں کچھ عیب کی کمی نہ ہو۔ (اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کر کے بوجہ ان کے مناقب و فضائل کا ذکر جو درحقیقت اس نعمت عظمیٰ و عظیمہ کی بے کا شکر یہ ہے، ضروری ہو جاتا ہے۔ اور ان صحفائوں سے اعتقاد و محبت واجب و لازم ٹھہرتا ہے۔ رباعی۔

ہر کس کہ کمال اولیاء را نہ شناخت

اس نعمت خاص لیے بہار نہ شناخت
پس شکر کفایت و حیات انشان نگرید
می دان یقین کہ او خدا را نہ شناخت

بہت غور و فکر کے بعد ہم نے اسی لئے یہ پیشکش کی ہے عارفین و دانشمندان عارف باللہ سے کہ وہ امام احمد رضا کی سیرت مقدسہ خالص اس اعجاز میں مرتب کر جیسی کہ تذکرۃ الاولیاء ہے۔ و سیرۃ فخر العارفین شریف ہے۔ یا جیسا کہ مولانا پاک زندگیوں پر ان کے تذکرے تحریر میں لائے گئے ہیں۔ صوفیائی زندگی پر کسی اور صوفی و ولی کو یہ کھنا چاہئے یہ عالم کا کام نہیں۔ سلوک کا واسطہ ہی دوسرے صفی رسول و جذب الہی میں جن کیفیات سے خود صاحب سلسلہ کو گذرنا پڑتا ہے وہ بہتر جان سکتا ہے کہ مذکور کا مقام اتقا کتنا ارفع و افضل ہے صوفیائی فروعی حالات الہی اچھے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے وہی خود بہتر اندازہ لگا سکتا ہے۔ اور بہتر طور پر اپنے سے افضل صاحب مقام حضرات کی پاک زندگیاں پیش کر سکتا ہے۔ لغت کا علم قیاس و بقیہ پر یقین کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اس لئے سلسلہ قادریہ، رضویہ، برکاتیہ، بزرگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کا تذکرہ صرف فاضل علمان میں مرتب نہ کریں بلکہ صوفیانہ زندگی کو بھی پیش کریں اور تمام اہل حق و مناقب کا احاطہ جائزہ میں تب ہی بات قارئین کی سمجھ میں آئے گی کیلئے دورا بتلا میں بھی کیے کیے قلب و وقت چھبے چھبے تھے۔ دنیا انہیں مقتدر علمائے دین سے جاتی تھی لیکن باطن میں کیے فنا فی اللہ باقی باقی تھے۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادریہ سلسلہ کے بزرگ ہیں آپ کی عالمانہ شخصیت تو انہی من الشمس ہے لیکن آپ کی صوفیانہ زندگی، ادب و احترام اور اولیاء اللہ بھی بوجہ تھے ان پر خوب ظاہر ہے۔ آپ نے حضرت غوث اعظم پیران پرستی حسینی، غوث الصمدی قطب ربانی، محبوب سبحانی، بقول ہر دو جانی سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات پر بصدری دل علی کیلئے اور بات درجہ احترام بھی کیلئے۔ آپ تادم زیست، بغیر کی سمت، بامدینہ کی طرف یا کمر کباب پر عیلا کر نہیں بیٹھے۔ آپ نے مجلس قطب ربانی سے بہت کچھ روحانی فیض حاصل کیا کہ پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ "اے عالم ہزار مہینوں کا واسطہ طے کہ تم تاکہ تو مجھ سے ایک قول سنو اور جب تو بیان آئے تو اپنے عمل، دھڑلے اور احوال پر نظر نہ رکھے۔ تاکہ تجھ سے اپنا نصیب لے سکے۔ میری مجلس میں لایک ادب اور غیب کے لوگ آتے ہیں تاکہ وہ مجھ سے بارگاہ برائین تو اسنے کے آداب میں حق تعالیٰ نے کوئی ولی پیدا نہیں کیا جو بصورت زندگی جسمانی اور بصورت ہمت و ہمت میری مجلس میں شریک نہ ہوا ہو۔ آپ کے آداب آپ کا نصیب آپ کا مقام اور جو کچھ بھی آپ کو مقام جلیلہ ملا ہے وہ صاحب سلسلہ کی دعاؤں اور برکتوں کا اثر ہے۔ اعلیٰ حضرت پر حضرت غوث اعظم کی بڑی نظر تھی اس لئے ہمیں کہ وہ بہت

مرید صادق نے کہا پرواہ نہیں ہے ہم اصحابِ حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ہمت و استقلال کا ثبوت دیں گے۔

حضرت محمد علیہ السلام غائب ہو گئے اور پھر حضرت شیخ نجم الدین رکن الدین علی بن ابی طالب اور اپنے مرید کو پانی سے نکالا اور ساحل پر پہنچایا۔ یہ محض من گھڑت باتیں نہیں ہیں۔ آپ کا معاملہ اگر اپنے شیخ سے استوار ہو۔ عقیدہ مضبوط ہو تو یقیناً اعلیٰ مقصد سے مدد کرنے والا چاہے شیخ نہ رہے۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پالنے والا اور مصیبت کے وقت ان کی مدد کرنے والا ہے وہ اپنے وقتوں میں محض اپنے دوستوں کی لاچار رکھنے کیلئے سفر و حضر میں، دکھ و درد میں، ابتلاؤں آزمائشوں میں، زندگی کے ہر ساتھ ہر طور پر مدد فرماتا ہے مگر اولیاء اللہ کی پہچان کہاں ہے لوگوں کو۔ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو بہت چھپا رکھا ہے۔ اولیائے شاخین و سائقین اپنی ولایتوں کو بوقت ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے لیکن آج تمام دلیوں کو بے پردگی کا حکم نہیں ہے۔ وقت بڑے پر بھی کراہتیں ظاہر نہیں ہوتیں۔ ہوتی بھی ہیں مگر پہچانی نہیں جاتیں۔ مگر جلیلین و علیین ایسی غایب ہوتی ہیں کہ دستِ غیب ثابت نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی میں بیشتر کرامتیں ظاہر ہوئیں مگر کسی کے بات کچھ میں آئی اور کوئی شخص شمس العلماء کہہ کر رہ گیا۔ اصل میں بقول امام شریعتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرستے ہیں جو چاہیں کہ اولیاء اللہ کی معرفت سے روٹی ہیں ان میں سے اندھا جاب شہودِ ملک و مشاکلت ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑا حجاب ہے۔ اس پر در سے اللہ تعالیٰ نے اکثر اولین و آخرین کو چھپا دیا ہے حکمت الہیہ اس کی مقتضی ہے کہ اولیاء میں سے کسی کے اعتقاد پر سارے خلق کا اتفاق نہ ہو۔ اور اس میں ایک مرتبہ خفی ہے کہ اگر ساری خلق اس ولی کی تصدیق ہوتی تو تکذیب مذکورین صبر کرنے کا اجر سے کو نہ کرنا۔ جو شخص کسی شخص معین کی تکویر کرتا ہے گویا وہ اس بات کی تردید کرتا ہے کہ انجام اس کا آخرت میں ہمیشہ بیشک لوگ میں رہا ہے، شہودِ محاکلت و مشاکلت نے اکثر اہل حق کو چند زمانہ امام عالی وقار کے مزاج عارفانہ کو کچھ نہ دیا اور ان کے معاصرین نے ان کا جب بھی موقع ملا فلاح بھی خوب اڑایا، کیا لیاں بھی خوب دیں اور لعنتِ ملاحت بھی تھی بھر کر کہ ایک مرتبہ آپ کے مرید و حبیب نے آپ سے پوچھا کہ آپ غیر مقلدین کو برا بھلا کیوں کہتے ہیں اولاً نہیں برا کیونکہ کہہ دیتے ہیں کہ مبادا وہ آپ ہی کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا میں چاہتا بھی ہوں کہ دشنام طرازی کہیں، بد بختی اور بد مذہب لوگ مرے آقا و مولانا فرمودات سید السادات احمد بنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ذہن پٹا لیں اور احمد رضا کو یہ بھر کر کہیں۔ میرے لئے یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ طائف کے مرناروں کو میں نے اپنے پیچھے لگا لیا وہ جتنا چاہیں مجھے لوہان کریں میں کچھ بدولو لگا۔ گویا سیدنا حضرت علی کی طرح اپنے نفس کے لئے کسی سے بدلہ نہ لینے کی قسم کھائی تھی یہ واقعہ آپ کے اخلاق حمیدہ کا نادرہ مثال ہے کہ اپنے اپنے نفس کے لئے کچھ کسی سے بدلہ نہیں لیا۔

کسی کو اپنے مفاد کے لئے تباہ و برباد نہیں کیا۔ بڑے بڑے علم کے غرور میں سیرھے سادھے پر خلوص مسلمانوں سے کبھی نخوت و تکبر کا رونا نہیں کیا جس سے بھی لے خندہ

پسے مال تھے بلکہ اس لئے کہ وہ بزرگوں کا حد و حراد بکارت تھے اور نواز تھا کیا کرتے تھے تمام علمائے دین اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اگر وہ میں باندھ لیں کہ جسے بھی طلبہ اور جو کچھ بھی طلبہ وہ سب ادب کا نتیجہ ہے قاضی و کساری کا پھیل ہے اپنے آپ کو تاذیل و خیر کے کوٹنگ آپ کا غلام اڑائے لگیں۔ ایسے گناہ سے بڑی بھی نہ جانتے پائیں کہ آپ مقبول بارگاہ ہیں۔ ایک دوسرے سے حدودِ قایت چھوڑیئے اور جیسا صاف اور سیدھا راستہ خود عامتہ امام نے طے کیا ہے باطل و سبھی ہی زندگی گذارے تھے جا کر آپ کو نشانیں نصیب ہوں گے اور تب آپ مجلسِ رسول میں تنویر کی سعادت حاصل کر سکیں گے علم عمل کے لئے ضروری ہے پاک زندگی گزارنے کے لئے شاہراہ کا کام دینا ہے لیکن اسے ضرور نفس کیلئے استقلال کرنا اور ایک خلعت کو ذلیل و خوار کرتے پھرنے اہل اللہ کا مسلک نہیں ہے اس لئے غائبانہ کیا گیا کہ دین میں اخلاص اپنا ہی ضروری ہے جیسا کہ بیعت میں عقیدتِ علمائے شہرت پسند کیلئے حضرت خواجہ خواجگان کا قول ہے۔ پتے پائی کا دکان سننے ہوئے شہر پر پا کر تھی بن مگر جو بھی دریا میں نہتی ہیں خاموش ہو جاتی ہیں خاموشی بھی بڑی نعمت ہے کہ نام و نمود کے متوالے ریاکار اشتیاع اس قول میں سے سبق حاصل کریں سالک کو تو اپنے ہر سے نسبت رکھنا چاہئے لیکن دوسرے بزرگوں سے بھی اس طرح استراحت و عقیدت سے پیش آنا چاہئے جس طرح اپنے سلسلے کے بزرگوں سے عقیدت رکھتا ہے۔ اعلم حضرت اپنے پیروں و مرشدوں کو درجہ تعلیم کیا کرتے تھے اور آپ کے روزِ اقدس پر بہت پانچر عالمانہ و صوفیانہ تقریر کیا کرتے تھے جبکہ سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے کھولی کے لئے دو کوئی فرانس کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلیٰ لسل کے دو کتے قافا ہا مایہ کی طرح ہال کے لئے بنات خود دے آئے اور فرمایا کہ حضرت ان کو تو کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے یہ سال کا کام کاج کر گئے اور رات کے وقت کھول بھی جلتے ہیں آپ یہ دو کتے کو نہ تھے آپ کے دونوں صاحبزادگان جن میں سے ایک حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند تھے۔ اور دوسرے نورانہ ہوا فراق رحمت ہو گئے ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس سلسلہ میں چھاپوں پر ہر شکر کے انتخاب سے توجہ طبعیت کرنے کے بعد پورے خلوص و دیانت داری کے ساتھ خدمتِ بیڑا چاہئے شریعتِ مطہرہ کی باندھ کرنا چاہئے۔ صوم و سواۃ و تزکیہ نفس و مجاہدہ کی حنی المفرد و رسمی ہم کستے رہنا چاہئے جب تک کہ آدمی کی جان میں جان ہے اور یہی بیعت ہے اب سوال یہ ہے کہ بیعت کسے کہتے ہیں؟ بیعت کہتے ہیں مرشد کے ہاتھ پر یک جانے کو۔ سالک بیعت کے بعد خیر و احوال کا بول ہے اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی حضرت شیخ نجم الدین رکن الدین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بہت ہی جلیل القدر بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کے مکتوبات و فتوؤں کی تعلیمات کی شاندار عکاسی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید حرم واپس چھاپڑیں آئے تھے۔ جہازِ ستر میں انھوں کی نذر ہو گیا اور طوفان موجوں سے گردابِ ہلاکت میں پھنس کر پاش پاش ہو گیا۔ مرید مندوبین مرقن ہونے لگے اچانک حضرت محمد علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے ہاتھ دیکھو آپ کو خندہ کفر نہ کر دینے والی ہوں سے بچاتے ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا میں یہ ہاتھ ہرگز نہ دوں گا اس لئے کہ میں اپنے شیخ کے ہاتھوں میں دے چکا ہوں کہنے لگے حضرت ڈوب جاؤ گے تب

پیشانی سے لے کر گردن کی عزت کی۔ دوست۔ اچانک اصرار فرمیں کہیں خوب خوب مجلس پند و نصیحت کی گرم رکھیں اور چھوٹوں پر شفقت کی۔ اپنے مریدوں کیساتھ بھی آپ کا سلوک نہایت والہانہ و عاشقانہ تھا۔ آپ ان میں ان کی ذات و صفات کی طاعت، عقل و فضل کے موجب عزت و مارت کے بطور بھی ہر عاقلانہ مزاج پر مرتے تھے۔ سلوک سب سے یکساں تھا مگر کثیر شخص ہی جھٹھا تھا کہ کبھی کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ خوب سمجھتے تھے کہ گناہ کرنے سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ کسی مسلمان کی ایمانی گودیل و توار کرنے سے پہنچتا ہے۔ اہل معرفت کی عبادت نفس کی بکھراؤ ہے۔ یہ طوفانِ توار جو عثمان بارون ہیں جن پر حق سے ہر مومن کو کار بند و پابند ہونا چاہیے۔

امام احمد رضا ایک بہت بڑے عالم، فاضل، فقیر، مؤرخ، ہونے کے باوجود جو تصوف کو اتنی اہمیت دی ان کی وجہ یہ ہے کہ وہ طریقت کو شریعت کے مخالف نہیں سمجھتے تھے بلکہ طریقت ہی کو شریعت کا حجاز ترین اسوہ و حقیقہ خیال کرتے تھے۔ ہمارے مذہب میں جتنے بھی عقیدہ اولیائے کرام، صوفیاء و مشائخ گذرے ہیں کسی نے بھی قرآن و سنت، نیز احکام شریعت کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ کبھی اپنے طغیانات میں ایمان و نظریات پیش کیے ہیں۔ موجودہ دور کے ترقی یافتہ پرستھ لکھ، تربیت یافتہ، آزاد خیال حضرات صرف اس لئے تصوف پر تنقید فرماتے ہیں کہ انہوں نے آج کے نام نہاد روحانی ایجنٹ کو صوفی کہہ لیا اور ان کے مسلک کو مسلک اولیاء و اصحاب الصلوٰۃ کا دھم سمجھ لیا ہے حالانکہ یہاں اصحاب الصلوٰۃ ہی تھے جن کے لئے حضور سرور کائنات فرمایا کرتے تھے کہ شہر ہے ماں باپ فرماں ہماری خبر گیری کیلئے بھجھے اللہ کا خاص پیغام آیا ہے اور بھجھے محنت کیلئے کہ گئی ہے اب یہ بھجھ لینا چاہئے کہ بات خود تصوف کیلئے ہے۔ میں غیر ضروری تفصیل میں جاؤں گا کہ صوفی کسے کہتے ہیں اور اس کے اصطلاحی و علمی معنی کیا ہیں؟ جتنا صرف یہ ہے کہ صالحین کے مذہب کو عقدا نفرت انگیز اور حقارت خیز آج دیکھا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ وہ واحد خات کا راستہ ہے جس پر زندگی بھر خود نبی کریم کاظم و صائم ہے اور آج صرف انہی مخلصین بہ الدین کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ساتھ ساتھ گلزار میں رہتی ہے اور سالکوں کو راستہ دکھاتی ہے مرنے خیال میں فرقہ نما جہر صرف صوفی کا طبقہ ہے جو منتر مرنے کے باوجود اللہ سے پہنچا جا سکتا ہے۔

تصوف پر مجدد الوہاب شہرانی کے مؤثرہ آثار و خیالات سے بے طبقات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ علم تصوف عبارت ہے ایک علم سے کہ حب اولیاء اللہ کے دل کتاب و سنت پر عمل کرنے سے روشن ہو جاتے ہیں تو وہ علم ان کے دلوں میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ سو جو شخص کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے اس کے لئے اس علم کی برکت سے ایسے علوم و ادب و اسرار و حقائق ظاہر ہوتے ہیں جن کے بیان سے زبان عاجز ہیں۔ پس تصوف خلاصہ ہے۔ نہ سے کے عمل کا احکام شریعت کے ساتھ حب اس کے عمل سے عین حق اور محفوظ نفس دور ہو جائیں جیسے علم معانی و بیان فلا صہ ہے۔ علم حکما، سو جو شخص علم تصوف کو غفلت علم پر تکیہ نہ کرے وہ بچ رہتا ہے اور جو کوئی ۱۲۴۱ھ تک نام شریعت قرار دیتا ہے وہ بھی بچا ہے۔ مگر بڑے عقیدہ رکھنے والے علمائے کرام صوفیہ کا یہ مقام تھا۔ امام شہرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام احمد جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

عشق کے انکار سے خاطر فرمائیے۔ پہلے امام شہرانی کا قول نقل کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ تم نے اس پر اجماع کیلئے یہ طریق اللہ عزوجل کی تعلیم کیلئے دی شخص لیاقت رکھتا ہے جس کو علم شریعت میں تبحر حاصل ہو اور شریعت کے منطوق و مفہوم اور خاص و عام، مانع و مسموع جاننا ہو۔ علم لائق میں تبحر رکھتا ہے یہاں تک کہ غریبان کی مجازات، اسطرلاب وغیرہ سے واقف ہو پس ہر صوفی فقیر ہے اور ہر فقیر صوفی نہیں ہے امام ابن عربی نے جملہ بیٹے کو رغبت و دلالت تھے کہ ان نہانے کے صوفیاء کے ساتھ صحبت رکھنا اور فرشتے تھے کہ ہیکل یروگ، اخلاص میں اس مقام کو پہنچے ہیں کہ اس کو نہیں پہنچے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصوفی فقیر ہیں۔ اور ایسی زیر دست، قورانی شخصیت کے ایک ہوتے ہیں کہ دور دراز سے لوگ سفر کر کے ان سے ملاقات کو کر کے اور فیض حاصل کیا۔ اگر وہ کتنے ہی بڑے فقیر ہوتے مگر صوفی نہ ہوتے تو آج اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے نام کو نام نہاد نہ کرتا۔ جتنا کہ آج ہو چکے ہیں کچھ دلائل تک بہت پرچار و زبان بازی کوئی ایک یا بریل شریف کا نام تک نہ جانا۔ اولیاء علوم ہو تلبہ کہ محل اہل اللہ کو پروردہ خفا میں ہیں مگر جن کے ظاہر میں خوب ظاہر ہیں۔ ہر کس و کس مرہ کھلنے پر مجبور ہے۔ یہ عین صوفیاء کا ولایت امتیاز محبت ہے اور خاص نہایت فی اللہ و درویش ہے جس نے چار سمت ان کی شہرت کا کافورہ بلند کیلئے اعلیٰ حضرت کے طغیانات اور تصوف پر بیشتر تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ کا دل نفس سے پاک اور سخن نام و نمود کا دلدادہ نہ تھا۔ جن لوگوں نے آپ کی تصنیفات و کلام فیض الاولیاء و بعد وصال (۱۶) ہمارا انفار سے ہم صلوات (۱۳) سر (۳) ادب اللہ انوار میں ضیا جلولۃ الاسرار (۱) طالع الوافی حکم سرخ علی القیود (۵) مجمع معارف مشرح قصیدہ اکبر اعظم (۶) مجمع معارف بان نبیاء المرسلین (۷) اتقان العبادۃ علی طاعت اللہ (۸) شفا علیہ سید الجویہ (۱۱) انصاف مدی الیران فی الفی حقین شمس الاکوان (۱۰) اسرار الدینین فی شفا علیہ سید الجویہ (۱۱) انصاف

المجدری (۱۲) شرح النعمان (۱۳) حایئہ مفتاح السعاده (۱۴) حایئہ صواعق الخرقہ (۱۵) حایئہ احیاء العلوم (۱۶) حایئہ تہذیب الاسرار (۱۷) حایئہ کشف القنون (۱۸) الفوز بالآمال فی الدقائق والامان۔ وغیرہم۔ پڑھی ہیں وہ جو کئی بار دہکا کہتے ہیں کہ امام احمد رضا کے سینے میں کس ایک شیخ کی مٹی میری کی ٹوپی تھی یا فرید کا سرزد تھا اور حضرت انعام الدین اولیاء کی سیاہ شان محبوبیت تھی۔

امام احمد رضا نے مقالہ الفرقان میں شریعت و طریقت پر بحث کی ہے جو کچھ ہم نے کہہ کر اس میں ذمہ دار ہیں ہم کہ ویش آپ ان کی تحریر میں پائیں تو جو جابا میں سزا دیں اگر نہ مان لیں کہ قبیلہ و کعبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیر تھے اور مغرب بار کا تھے۔ فرماتے ہیں۔ شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع۔ شریعت منش ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جھلی شریعت سے محال و دشوار ہے شریعت ہی ہر طریقت کا دار و مدار ہے۔ شریعت ہی اصل کار و رخت و معیار ہے شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اس کے سوا آدمی حوراء چلے گا اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہو تلبہ شریعت ملہوہ کی کے ابتداء کا صدر ہے جس حقیقت کو شریعت رد و فساد دے وہ

حقیقت نہیں میری اور زندگی ہے۔

تقصیر میں غرض رسول نبی کی حیثیت رکھتا ہے فرقہ پرستوں اور دیوبندوں کے بڑے بڑے زبان دانوں کا گستاخ و بے ادب فتنہ پردازوں کا امام احمد رضا کے اپنی تحریروں میں بہت دلائل شکن جواب دیے ہیں۔ مثلاً کلمات اللہ خان صاحب کے استفتاء کے جواب میں انھیں فرماتے ہیں: رسالہ مبارکہ الامن والصلح تحریر کیا تھا۔ اور مقام رسول اور نبی الہ کی بڑی پر خلوص وضاحت کی تھی۔ فرمایا اللہ اور رسول نے دو تندر کر دیا۔ اللہ اور رسول گھبران ہیں۔ اللہ اور رسول بے والیوں کے والی ہیں۔ اللہ اور رسول مالوں کے مالک ہیں۔ اللہ اور رسول زمین کے مالک ہیں۔ اللہ اور رسول کی طرف توبہ۔ اللہ اور رسول کی دعا ہے۔ اللہ اور رسول دینے والے ہیں۔ اللہ اور رسول سے دینے کی توقع۔ اللہ اور رسول نے نعمت دی۔ اللہ اور رسول نے عزت بخشی (جل جلالہ) ولی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور خدا تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظہ و نگہبان ہیں۔ حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں حضور کے آگے سب گناہ گار ہیں۔ حضور ساری زمین کے مالک ہیں حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں حضور تمام امتوں کے مالک ہیں۔ دنیا کی ساری مخلوق حضور کے حضور ہے۔ مدد کی کجیاں حضور کے ہاتھ ہیں۔ نفع کی کجیاں حضور کے ہاتھ ہیں۔ جنت کی کجیاں حضور کے ہاتھ ہیں۔ دوزخ کی کجیاں حضور کے ہاتھ ہیں۔ آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے۔ قیامت میں نیک اختیار حضور کے ہاتھ ہے حضور مصیبتوں کو دور فرماتے والے حضور سختیوں کو مٹانے والے۔ حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں حضور کے خادم بلائیں مٹاتے ہیں حضور کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں حضور کے خادم خام کار و بار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے اولیاء کے سبب۔ اور قری ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب بارش ہوتی ہے اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔

خاصا خدا کا کیا مقام ہے اگر سوال کا جواب صاحب شریعت سے مل جائے تو پھر کسی کو چون چلائی گئی نہیں ہوئی چاہے فرسوسجودات سیلا سادات احمدی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیشک اللہ عزوجل دوست رکھتا ہے اپنے خلق سے اتقوا اصغیا و ابریا و کوجہ کے بال پریشان، منبر عمار کو ادا میٹ دیں گے۔ جب وہ امرائے جہاں آئے گی اجازت چاہیں تو ان کی اجازت نہ دی جائے گی۔ اگر مالدار اور نوادے سے نکاح کا بیغام کریں تو ان سے نکاح کریں۔ غایب ہوں تو ان کی تلاش نہ کریں۔ آجائیں تو ان کے آگے سے غوث نہ ہوں۔ بہار ہوں تو ان کی عیادت نہ کریں۔ مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہوں۔ زمین والوں میں جھول (مگر آسمان والوں میں ضرور ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو ضرور ان کی قسم سچ کر دے۔ اللہ کے محبوب بندے زمین و آسمان کی ہر صفی چیز کو اللہ کے نذر سے دیکھتے ہیں اس لئے ان کو اپنے آپ پر قیاس کر کے ذلیل نہ کیا کرو۔ سوچئے اور امتحان لینے والا خاص مٹی کا پتلا ہے وہ بقول جعفر بخاری کے ابھی تک جنید کے نہیں پہنچا تو اللہ تک کیونکر سائی ہو سکتی ہے لہذا ثابت ہوا کہ علم و عرفان، بصیرت و بصالت کی پہلی منزل خود مقام صوفیہ ہے مرید اگر اپنے پیر کے تصور میں اگر اہم تک واستقامت حاصل کرنے تو پھر اسی نور سے اللہ

اور رسول کو بھی دیکھ سکتا ہے شخصیت کا انزاع ہی مگر ارواح کا اتصال ضرور ہے اسی نسبت کو حاصل کرنے کیلئے اکابر صوفیاء اجل اولیاء نے سلاسل میں نسبت حاصل کرنے پر زور دیا ہے ایک مثل بہت مشہور ہے مگر بات بہت صحیح ہے کہ جس کا نور نہیں ہوتا اس کا شیطان بیرون ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے انکار و احوال صوفیاء و مشائخ کا مذہب ہونے کے باوجود اپنے اندر کافی گہرائی و انفرادیت رکھتے ہیں مثلاً دست غیب سے متعلق فرمایا اور جو اللہ سے ڈرے اس کیلئے اللہ عزوجل کی راہ نکال دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا لگان نہ ہو۔ حضرت کو ایسی بات کا پراعظم و افوس رہا کہ مومن کا خفیہ وسیت الہی پر عمل نہیں رہتا و مگر نہ کمالی رزق کا لہر و خلق نہ ہوتا۔ اس قدر کشادگی سے دامن بھرجا کر کہ عینا مشکل ہو جاتا۔ درویشی جگہ منصب ولایت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ اہلبان ائمہ کا علماء کا چہرہ کا سما ورا علم کا۔۔۔ جس کو دل مان رہا ہے وہ بیشک ولی ہے لیکن آگے چل کر فرمایا کہ خلاف ضرورت ہر وقت کے بکتے بہتے والے کو حالت سکر کا غرور کچھ کر معاف نہیں کیا جاسکتا اور نہ ولی ٹھہرا جاسکتا ہے۔ مرتبہ خونیہ کی ذہنیات علم لونی پر مبنی ہے اس لئے کہ اس قسم کی باتیں صرف سینہ پر سینہ منتقل ہو سکتی ہیں کہ کسی کتاب میں اس طرح کی بحث پڑھنے کو نہیں ملتی۔ فرماتے ہیں بغیر عزت کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

خوش ہر زمانے میں ہوتا ہے خوش کو ہر لمحہ سے حالات مشکف نہیں ہوتے بلکہ انہیں چال یوں مثل آئینہ بیچل نظر ہے وہ دنیا کو تھیلی میں لائی کے دانے کے مانند دیکھتے ہیں خوش کے دو وزیر ہوتے ہیں خوش کا لقب جبرائیل اور وزیر دست راست جبرائیل وزیر دست چپ جبرائیل۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت تطلب ہے اور دل جانب چپ، خوش، اکبر و غوث ہر خوش حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم وزیر راست چھلرتے ہیں سب سے پہلے درجہ خونیہ پیر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور ان کے دو وزیر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر ہوئے اسی طرح برہسلسلہ حضرت امام حسن عسکری تک آیا اور بعد میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ غوث مجتبیٰ۔ اب ان کے بعد جتنے غوث ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ اب حضرت غوث اعظم تھے اسم تہا عزتہ کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے جنہو غوث اعظم بھی ہیں اور سید لافرا بھی حضور کے بعد جتنے اب ہوئے گئے حضرت امام ہمدانی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر امام ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لاویت کر دی عطا ہوگی۔ آپ نے سلامہ وسطیٰ اور امام قسطلانی کے باعث حش کے بعد فرمایا کہ بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۵ء میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے۔ واللہ اعلم بالغائب ایک اور جگہ فرمایا غائب و غائب جسم و روح دونوں کو ہونے لہے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جنہیں پسند کرتا ہے ان کی دعا جلد قبول نہیں کرتا کہ وہ مرنے اور بڑھ کر مرنے

ہیں لیکن پروردگار عالم جبریل علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ اے جبریل اس مومن بندے کا کارواں اور سرپرست اس کا منہ اٹھلے کے دھانکنا اچھا لگتا ہے لیکن فاسق و فاجر کو دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اس لئے کہ عرش و کرسی کی طرف اس کا منہ اٹھانا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا لئے دیکھنا پسند نہیں اس سے ثابت ہوا کہ مومن کی فکر و مائیں قبول نہ ہوتی ہوں تو دل برداشتہ نہ ہو کریں اور ایسا ہی نا بصوری کے عالم میں ناشکری کے کلمات زبان پاک سے نکالیں اس لئے کہ عیشت الہی قبولی حضور کے خود اسی بات کی متقاضی ہے لہذا صبر کریں اور تقدیر الہی کا صبر پر ہا کرین اعلیٰ حضرت کے ملفوظات و تصوف کتب میں پناہ فرمائی ہیں اس چھوٹے سے مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام حرام باتیں ناظرین کی خدمت میں پیش کر سکوں اگر اللہ توفیق دے تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے افکار و احوال کا بغیر غایر مطالعہ کرنا چاہئے اور تمام بند و نصاب کو گورہ میں میں پناہ لینا چاہئے کہ کلام حق دین و دنیا کو آخرت میں کام آنے والے ہمارے ہیں

صوفی کے لئے میں تمام زلیت سب سے زیادہ کلمہ شیطانی سمجھتا ہوں اس کے ہمسایہ ایسے پر فریب ہوتے ہیں کہ اچھے اچھے اہام و فرماں کچھ جھوٹ کو ترجیح دیتے لگتے اور سیدھی راہ سے دور جا پڑتے ہیں اعلیٰ حضرت نے اس ضمن میں غوث الاعظم کے مریدوں کی حکایات بیان کر کے فرمایا ہے کہ صوفی کو شیطان کچھ ناگے کی لٹکا ڈالتا ہے واقعہ یہ ہے کہ جتنا علم وسیع ہوتا جاتا ہے سالک سمندر کی طرح پھیل کر گرا اور ضال ہو جاتا ہے جب تک انسان میں غیر حرام و حلال پوری طرح واضح نہ ہو جائے تو اس بات کا امکان رہتا ہے کہ بعض حرام ناجائز تم کے اطفال و اعداء بھی مسلمان لاطی کا وجہ سے باج اور حلال سمجھ کر کرتا ہے گا اور گناہ ہوتا ہے گا اس لئے لوگوں کے متوالوں کو چاہئے کہ تمام تر ضروری علم حاصل کریں یا در ہے کہ جو ضروری دنیاوی علم کو حاصل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس اوقات تقصیر اوقات ثابت ہوتا ہے حضرت تمام الدین اولیاء عظمیٰ خلافت کے سامان میں بہت محنت تھے حضرت اخی مرچ کو اتنا محبوب رکھنے کا وجہ یہ ہے کہ خلافت عطا دی تا وقتیکہ آپ نے خیریت مظہرہ تیر حاصل نہیں کر لیا ریشہ کے پردہ فرمانے کے بعد یہ لوگوں کی طرح حاضری دنیا چاہنے سے کہیں بھی بہت حدت فرمائی ہے فرمایا میرا کچھ چاہا تھا کہ فاصلہ سے کھڑا ہو کر فاجر پر ہٹنا چاہئے حیات میں میرا جیسا ادب کرنا تھا سامنے سے حاضر ہو کر مآداب کھلانا چاہئے اور کھڑا ہونے میں پرکھ کر دیکھنے میں تکلیف ہوتی ہے اس لئے قرین میں نہ سمجھتا ہوں کہ اسی امت میں میرا کھلنا چاہئے ایک جگہ حضرت شیخ سعیدی کے قول نصیحت کو اعلیٰ حضرت نے بڑی حکمت و تدبیر سے فرمایا کہ کیا وجہ ہے میرا عالم فاضل اور صاحب شریعت و طریقت ہونے کے دامن مراد میں میرا تا غالباً اس کا وجہ یہ ہے کہ ملاوس سے ناز و اکثر علی نے دین اپنے آپ کو پیر سے افضل سمجھتے ہیں یا علم کا زور اور کچھ ہونے کی کچھ کہیں کا نہیں رہتے دینی و گمرہ سعیدی علیہ الرحمہ کا مشورہ نہیں فرماتے ہیں وہ میرے لئے والے کچھ چاہئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگرچہ کمالات سے بھرپور ہو مگر اپنے کمالات کو دور واز سے ہی پر چھوڑے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں خالی ہو کر کئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے آپ کو بھلا سمجھے گا تو دانا کہ پُر شد و گرچوں پر دھرو برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی۔

بزرگان دین کے اعراض مقدس کے تقویٰ کی بات فرمایا اگر اولیاء کرام کی ارواح طیبہ کو ان کے وصال شریف کے دن تو رب کریم کا طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت جو وصال کے بعد ان بزرگات کے لئے دلائل و نارنجی تلے آپ قادری ہونے کے باوجود حقیقتاً سلسلے کے تمام بزرگان دین کے پناہ و موت و احرام کرتے تھے ایک جگہ فرمایا حضرت خواجہ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں آپ کا اور علیہ السلام کی خدمت میں تھے اور مرتبہ کی توجہ سے یہاں پر جانتے تھے تصوف میں ان دونوں باتوں کی بہت زیادہ اہمیت ہے مرید ہوا مگر پیر سے ارادت نہ ہوئی مگر فیض نہ ہوگا زندگی بھر خدمت کی لیکن نفس سا ساتھ چلتا رہا مگر پیر کی نظر ہوگی بے لوث خدمت کی بات کچھ اور ہوتی ہے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملازاد کا ہے جب تک مرید پر اعتقاد نہ کرے کہ میرا شیخ تمام اولیاء زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے نفع نہ پائیگا علی بن ابی طالب کے مرید علی ہوسق سے فی اہل ہو کر غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا اپنے تمام شاگرد اپنے اپنے شیخ کی طرف رجوع کرے یعنی اگر شیخ کا شیخ بھی سامنے موجود ہے تب بھی اپنے شیخ کی نظر کم کا محتاج رہے دربار کا چرچا کہیں سے بھی کچھ نہیں آیا آداب مریدین میں حضرت محمد بن محمد نے بہت فیوض و برکات کے کلمات کہے ہیں مثلاً ایک جگہ فرمایا شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے ضروری سائل پوچھتے ہو جرح نہیں آپ نے تاکید کیا کہ شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہو گا کہ یہ تھا مخالفت ذکر نہیں بلکہ یمن ذکر ہے کہ وہ کو رکھنا یا توسل ہوگا اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا وہ توسط ہوگا یہ اس سے بدرجہ افضل ہے اصل کار حسن عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں اور صرف حسن عقیدت ہے تو خیر اتصال توجہ پر ناز کے مثل کو فیض پہنچے گا حسن عقیدت ہونا چاہئے تجاہد کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ دوہ خود سلسلہ میں ہوتے ہیں ان کا کوئی سلسلہ نہیں اندے کے گھر نہیں جلتا یعنی جن سلسلہ میں ہوتا ہے اپنا سا کوئی دوسرا مجزوب پیرا نہیں کر سکتا وہم و غماز ہے کہ مجزوب مقام حیرت میں فنا ہو جاتا ہے اور بقا حاصل کر لیتا ہے اس لئے غریب کی طرف توجہ نہیں ہوتی کرامت کسی بھی ولی کی کسی نہیں ہوتی سب کی کرامتیں وہی ہوتی ہیں باقی جو کچھ ہوتا ہے حاکم حق اور مشیوہ بازی ہے اللہ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے فرمایا ہے وہ جو ہاری رہ میں مجاہد کرتے ہیں ضرور میں ان میں راہ دکھائی گئے۔ سچی جدوجہد ہونا چاہئے بیچ قرین ہے طلب صادق خالی نہیں جاتی اولیاء اللہ کی سچے دل سے بیرونی کرنا اور مشاہدات کرنا کسی دن ولی اللہ کو دیتا ہے اس لئے کہ جو کسی کا تشبہ کرتا ہے اللہ اس کو بھی اسی کردہ میں شامل کر دیتا ہے من تقبہ لعمومہم جو کہ بعض مشاہدات میں سالک کے بارے میں اس لئے ولی اللہ بننے کے گناہیں وجہ ہے کہ نہا و صوفی کا لی والے سے بہت دور و فاصلہ بلاکت میں جا پڑے ہیں اللہ ایسے کذب اور تصنع سے محفوظ رکھے۔ نبوت اور ولایت کا فرق بھی سمجھ لیجئے فرماتے ہیں ولایت کی توجہ الی اللہ ہوتی ہے اور نبوت کی توجہ الی الخلق ہوتی اس طرح سے غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے تصوف میں قلب اور نفس کی اصطلاح کا ایک خاص معنی ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں غلبہ حق اس صفت پر گشت کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ فیض ہے جن کا مرکز مصلحت و گوشت ہے بر سینے کے بائیں جانب ہے اور نفس کا مرکز زیر ناف ہے

پُر خلوص تبریک

ابھی سن لے رضا جیتے جی کہ مولیٰ نے
سگان کوچہ میں چہرا مرا بجال کیا

قادر بھائی

ڈی بلاک - جنم داس بلڈنگ

بمبئی 400003

اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور تصوف پر ان کے نثر انگیز مخطوطات بہت گہرے مطالعہ و مشاہدہ کی دین ہے اس احتیاط و توازن کے ساتھ آپ نے کلماتِ حکمت فرمائے ہیں کہ تہذیب برابر تقدیر کی نگاہ میں نہیں۔ اگر سادہ صحت طلب ہے آپ کو براہِ پرہیز اختیار کرے اور بزرگوں سے بے نسبت پیر کرے تو اس کی منزل اس دورِ تباہ و کربانی میں بھی کامیابی سے ملنا ہوسکتی ہے۔ حضرت کی تمام تر تعلیمات انتہائی ادا و درشت گہری و فاضلہ زبان میں تحریر ہوئی ہیں۔ نیز اردو و ہندی کا مشکل ہے ضرورت ہے اس بات کی کہ ایک اہل سنت و جماعت کی ضمنی کمیٹی مقرر ہو اور وہ بیانیہ تمام کتابوں کو ترجمان و تفسیرات اور فرنگ کے ساتھ شائع کرے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی تحریروں میں اسلامی دنیا کے سینکڑوں مفکر و دانشوروں، فقہاء و صلحا و محدثین پر علم الکلام و فلسفہ کے علماء اور اولیاء کے اسمائے گرامی استعمال کئے ہیں۔ آگ سے ان بزرگوں کی مختصر و جامع عبارات بھی توضیحات کے ساتھ شائع کی جانی چاہئے۔

تصوف جیسے سرالہ و علوم غیبیہ پر اعلیٰ حضرت کی نہ صرف نثری تخلیقات شاہد ہیں بلکہ نثری تخلیقات میں بھی بہت زیادہ جواہر پائے ہیں۔ ہم نے شاعری کا بھی یہ نظر غائر مطالعہ کیا لیکن چونکہ موضوعات حدت کر تھا۔ اس لئے اس مضمون میں اشعار سے اقتباسات پیش نہیں کئے گئے۔ بہر حال امام احمد رضا صرف مجرد و عام ہی نہیں کامل و فاضل ہوئے ہیں۔ اور عمارے درمیان آج بھی کا طرح موجود ہیں جس طرح آپ اپنی جمالیات میں فیوض و برکات کا مستحکم گنجے جاتے تھے۔ صرف پروردہ ہے جو نظر کا ہے و گرد نہ آج بھی وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں بشرطیکہ بعدِ خلوص استغناء پیش کیا جائے۔ اور مزاج پر افادہ سے کسب فیض کیا جائے۔ اللہ مدد کرے و اللہ ہے کوششیں صحیح ہونی چاہئیں۔

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پرستی لیگ اور المیزان کو مبارک باد

ارٹ سلک کا قابل اعتماد حکم

حاجی محمود بھائی سلیمان اینڈ کمپنی

ہول سیل فینسی آرٹ سلک مرچنٹ

63-61 چھپی چال - بمبئی 400002 فون: 328114

امام احمد رضا اور روحانی قسریں

از:۔ مولانا شمیم کمالی پوکھر بروی
صدر المدد رسین مدد رسین اسلامیت (ماہیت و لوازم)
در بھنگ۔ بھاکر

کی مٹلادھاد بارش کا فیضان تھا جو قرآن کریم یعنی پیام روح افزا کے نزول کی منزل آخری ہے۔ وہ آسمان رحمت اور سمان کرم کوئی ہیں۔ بے شک و شبہ وہ آسمان رحمت نبی مکرم رحمت عالم روح مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی ذات گرامی ادوار عالم کے لئے سبب نادر و نبوت و رسالت کے لئے باعزت صدر افتخار ہے۔ حضور سیکر نور ابتداء خلقت ہی سے سراپا روح ہیں جن کی روحانیت کبریٰ کو اعظم حضرت فاضل بریلوی کی روحانیت نے مشاہدہ فرمایا اور اس کی تعبیر اشعار کے ذریعہ اس طرح فرمائی ہے۔

اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف اُن کے اجسام کی کپ ثانی ہے
پاؤں جس خاک پر رکھ دیں وہ بھی روح ہے پاک ہے نورانی ہے
رب تعالیٰ توحی و قیوم ہے، قرآن حکیم نعمت روح افزا، جبریل امین
روح قدس ہیں اور مہبط وحی سرکار دو عالم سیکر روح اب ذرا اس سلسلہ
روحانی سے وابستگی کی زود اثر تاثیر ملاحظہ فرمائیں۔

جن لوگوں نے توحی و قیوم رب سے صحیح عقیدہ کا رابطہ قائم کر لیا۔ پھر جبریل امین سے صحیح ایمانی تعلق استوار کیا پھر سرکار روح اعظم نور اکبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان و یقان کا رشتہ درست و مستحکم کر لیا پھر قرآن حکیم کو شرح صدر سے آب حیات تسلیم کر لیا ان کی زندگی اور روحانیت کی دل کش تصویر قرآن حکیم کے آئینہ مصطفیٰ میں ملاحظہ فرمائیے ارشاد باری تعالیٰ
اَوْ مِّنْ كَاٰتٍ مِّتًا فَاٰحْيٰیہَا وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّبْشٰرُہٗ
فِی النَّارِ مِثْلَہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِجَاہِجٍ مِّنْہَا
اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اُس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں ہے اور اُن سے نہ نکلی سکے۔ (ترجمہ)
مردہ سے کافر اور زندہ سے مومن مراد ہے کیونکہ کفر قلب کے لیے

حکمر بندہ مومن کا یہ عقیدہ راسخ ہے کہ تمام رُوحوں کا خالق اللہ عزَّ وَّجلَّ ہے۔ ازل سے ابد تک کی تمام رُوحوں میں سب افضل سب اعلیٰ اور سب بزرگ روح یعنی روح اعظم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جماعت ملائکہ میں حامل وحی حضرت جبریل علیہ السلام روح القدس، روح الامین کے لقی کے ساتھ مشرف ہیں۔ اور وحی ربانی یعنی قرآن حکیم روح افزا، حیات آفرین کلام ہے جیسا کہ ارشادِ حقانی ہے

كَذٰلِكَ اَوْحٰیۡنَاۤ اِلَیْكَ (اور اسی طرح ہم نے تمہیں وحی بھیجی
رُوحًا مِّنْ اٰمٰنَا) (سورہ شوریٰ) (اے سید عالم خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) ایک روح افزا چیز (یعنی قرآن پاک جو دلوں میں زندگی پیدا کرتا ہے) اپنے حکم سے

اب مذکورہ بالا باتوں میں ترتیب دی جانے کی بات سمجھ میں آئے گی کہ خالق ادوار اللہ توحی و قیوم نے ایک روح افزا چیز یعنی وحی مقدس کو جو سراپا روح ہے حضرت جبریل روح الامین کے ذریعہ مہبط روح سرکار دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ارسال فرمایا۔ اگرچہ عقیدت سرمدہ شقیّت سے متور ہے تو اس کی بصیرت میں سرکار دو عالم کا وجود گراغائب سیکر روح اور سراپا نور نظر آئے گا کیونکہ توحی و قیوم رب تبارک و تعالیٰ نے حضور ہی کے واسطے سے بے جان دلوں اور مردہ قلوب کو زندگی عطا کرنے کے لیے یہ سلسلہ روحانی قائم کیا ہے۔

آپ اسے مزید وضاحت کے ساتھ یوں سمجھیں کہ قرآن حکیم یقیناً آب حیات و پیام روح افزا ہے۔ لیکن اس آب حیات اور روح افزا پیغام سے اگر مردہ دلوں کو زندگی عطا ہوئی، کشتِ قلوب میں تروتازگی پیدا ہوئی۔ قلوب انسانی کی بے جان اور خشک زمیْنوں میں شادابی و شگفتگی کی روح پرورد بہاریں آئیں تو وہ یقیناً اسی آسمان رحمت

سے ایک مٹھی بھری پھر اُس بچھڑائیں ڈال دیا جس کو میں نے بنایا تھا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا اور یہ فعل میں نے اپنی ہی ہوائے نفس سے کیا کوئی دوسرا اس کا باعث و محرک نہ تھا (مفہوم)

خود فرمائیں روح الامین اس سبب حیات پر سوار ہیں گھوڑا کی سُم سے زمین میں ہوئی اس سُم نے زمین کے اُس حصہ خاک کو زندگی بخش دی بلکہ دوسروں کو زندگی عطا کرنے والا بنا دیا جیسی تو اس خاک نے بچھڑائیں زندگی کا اثر رد نہ کیا۔ آپ نے روح کی اثر آفرینی حیات بخشی کی شان ملاحظہ فرمائی۔ کیا آپ اسے ایک چراغ سے سیکڑوں چراغ کا روشن ہونا نہ کہیں گے؟ اگر آپ ایسا کہتے پر مجبور ہوں اور کہے بغیر کوئی چراغ کار بھی نہ ہو تو آپ کے پردہ ذہن پر اس تصور کا نقش جس میں بھی مژدہ بھر چکا ہو گا کہ واقعی ایک چراغ روح سے ہزاروں لاکھوں ہی نہیں بلکہ ہزار ہا روحانی چراغ روشن ہوئے ہیں ہوتے آ رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

روح کی حیات بخشی کی دوسری مثال سورہ ہجرات شریف کی اس آیت کریمہ سے ملاحظہ فرمائیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بِهِمَا
اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ
اب تفسیر خزان العرفان سے اس کی شان نزول کے متعلق واقفیت حاصل کیجئے۔

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار تشریف لے جاتے تھے۔ انصار کی مجلس پر گزرتا ہوا۔ وہاں تھوڑا سا توقف فرمایا۔ اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی (دیس المناہفین) نے ناک بند کر لی حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مُتَنک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے حضور تو تشریف لے گئے ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ گئیں اور ہاتھ پائی کی نوبت پہنچی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔“

قارئین کرام! آپ خود فرمائیں مجاہد رسول اور شامان رسول کے درمیان جو آج تقریری، تحریری اور فعلی جنگ جا رہی ہے یہی جنگ صدر اول میں بھی تھی۔ یہاں بھی مجاہد رسول یعنی سرکارِ دو عالم کی تعظیم و محبت کرنے والے حضرات تعظیم و تکریم رسول ہی کی خاطر نبرد آزما ہیں اور دشمنان رسول اہانت رسول پر اڑے ہوئے موچہ بند ہیں۔ ابن ابی اور عبداللہ بن رواحہ کے درمیان تلخی و تندی پھر دونوں کی قوموں کے درمیان جنگ کی نوبت عقیدت رسول و نفرت رسول احترام رسول و اہانت رسول کی

موت ہے اور ایمان حیات ہے۔ نیز سے ایمان مراد ہے جس کی بدولت آدمی کفر کی تاریکیوں سے نجات پاتا ہے۔ قادیان کا قول ہے کہ نور سے کتاب اللہ یعنی قرآن مراد ہے جس سے لوگوں میں چلتا ہے اور دنیا کی حاصل کئے راہ حق کا امتیاز کرتا ہے۔ کفر و جہل و تیرہ باطنی کی یہ ایک راہ ہے جس میں مومن و کافر کا حال بیان فرمایا گیا کہ ہدایت پانے والا مومن اُس مردہ کی طرح ہے جس نے زندگی پائی اور اس کو نور ملا جس سے وہ مقصود کی راہ پاتا ہے اور کافر اس کی مثل ہے جو طرح طرح کی اندھیروں میں گرفتار ہوا اُن سے نکل نہ سکے ہمیشہ حیرت میں مبتلا رہے۔ یہ دونوں مثالیں ہر مومن و کافر کے لیے عام ہیں۔ اگرچہ نزول خاص شخص کے سلسلہ میں ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے شان نزول مروی ہے۔ جس کے بیان کی سلسلہ مضمون میں چنداں حاجت نہیں۔ روحانیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک مثال پیش نظر لیجئے اُگ سے قریب ہونے والا انسان گرمی اور تیش محسوس کرتا ہے اور جس کو اُگ چھو لے وہ جلن اور سوزش سے بے تاب ہو جاتا ہے۔ جو چیز اُگ میں جاتی ہے وہ جل جاتی ہے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو اُگ کا رنگ و روپ اختیار کرتی ہیں۔ جیسے لوبیا جب یہ اُگ میں داخل ہوتا ہے تو کچھ دیر کے بعد اُگ ہی کی طرح سرخ ہو جاتا ہے اُگ اس میں حلول نہیں کرتی بلکہ اپنے اثر و کیفیت سے متکلیف بنا کر شکل و صورت بدل دیتی ہے۔ یہ ایک ناقص مثال ہے جو محض اہام و تفہیم کے لیے پیش کی گئی ہے بے تشبیہ و بے تمثیل اللہ عزوجل اور اس کے کلام روحی نظام اور اُس کے حبیب سرِ پادشاه و نور سے جو جتنا قریب ہوتا جاتا ہے وہ روحانی حقایق و لطایف کے آثار و کوالف سے کیف اختیار کرنے والا اور اثر قبول کرنے والا ہوتا جاتا ہے اسی کیفیت کا حال یہ ہوتا ہے کہ عالم روحانی کی سیر کرنے والے حضرات یہ غور لگاتے نظر آتے ہیں ”اَمَرَدَاخِنَا اَجْسَادُنَا، اَجْسَادُنَا اَزْوَاجُنَا“ روح کی اثر آفرینی اور اُس کی سرایت کی شان قرآن حکیم میں سورہ طہ شریف کی اس آیت سے معلوم کیجئے ”قَالَ مَا خَطْبُكَ يَا سَامِيُّ“ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّكْتُ لِي نَفْسِي“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامی سے کہا اے سامی اب تیرا کیا حال ہے تو نے ایسا کیوں کیا اس کی وجہ بتاؤ سامی بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا یعنی میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کو پہچان لیا وہ اس سبب حیات پر سوار تھے میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں اُن کے گھوڑا اسے نشان قدم کی خاک لوی تو فرشتے کے نشان

خاطر تھی۔ یہی عین حقیقت ہے۔ یہی جنگ صدرِ اول سے آج تک برابر ہوتی آ رہی ہے۔

مقامِ حیرت و تعجب یہ ہے کہ تو خالقِ کائنات نے اور نہ رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابنِ رواحہ کو اس عقیدت سے دوکا اور نہ اُن کے اس ارشاد کو غلو کھڑا کیا کہ اے عبداللہ بنِ رواحہ یہ تم نے کیا کہہ دیا پیشاب تو ہر کسی کا ناپاک و بدبودار ہوتا ہے تم نے دراز گوش کے پیشاب کو مُشک سے بہتر خوشبودار کیسے کہہ دیا۔ وحیِ الہی آئی بھی تو یہ کہ ایک منافق بدعقیدہ کی وجہ سے تم اہل ایمان ہو کر بھی حمایتِ قوی میں کیوں لڑ پڑے۔ حضور نے بھی واپس آ کر صلح کرادی اور حضرت عبداللہ ابنِ رواحہ سے اس اظہارِ عقیدت پر کچھ بھی ناگوار ہی کا اظہار نہ فرمایا۔

خیر یہ شخص ایک صفتی بات بھی اصل استدلال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ رواحہ کا ارشاد مبتنی پر حقیقت تھا۔ ان کا دلِ راستہ کا مشاہدہ تھا کہ حضور کا جسم مبارک معدنِ عطر و کلاب ہے جس راستہ اور جس کلی سے حضور گزر جاتے ہیں وہ راستہ اور کلی خوشبو سے بس جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت اُسی رحمۃ اللہ علیہ یوں ظاہر فرماتے ہیں کہ

وہ تمہا بدن یا کوئی کچل کر پھر اس کی خوشبو وہ رُوح پرورد
جدِ ہر سے گذر را بسا وہ رستہ بہا پسندہ کلاب ہو کر

خود اعلیٰ حضرت جن کی روحانی خدمات کا بیان موضوعِ تحریر ہے دیکھتے کتنے پیارے اور دل کش انداز میں اس حقیقت کو پیش فرماتے ہیں کہ

اُن کی ہانپنے دل کے نچے کھلا دیے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کچے بسا دیے ہیں -
غیر ذلین، عجیر ہوا، مشک تر کلاب ادنیٰ سی یہ شناخت تری را گذر کی؟
غور فرمائیے جس ذات کے پسینے کی خوشبو سے زمین، ہوا، غبار، راہ

اور کچھ خوشبودار ہو جائے اس ذاتِ کریم نے اگر دراز گوش کے سراپا کو معطر فرما دیا ہو اور اس کے پیشاب کی حقیقت بدل کر مُشک سے بہتر ہو گئی ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ اسی سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ جس طرح حضور کی خوشبودار و سرور کو خوشبودار بنا دیتی تھی، جس طرح آپ کا نورِ دوسروں کو بھی پُر نور کر دیتا تھا اسی طرح آپ کی نورانیت بھی ہر اس شخص کو جو درجِ قرب میں جتا آپ سے قریب ہوتا گیا اسی اندازِ قرب کے مطابق اسے روحانی طاقتوں سے نوازا جاتا رہا۔ چودہ سو سالہ اسلامی زندگی کے ہر دور پر بغیر اِترانہ نظر ڈالیے تو مسلسل بلا انقطاع رُوحِ بخشی کا یہ رُوح پرورد ایمانی منظر آنکھوں کے سامنے جھلکاتا نظر آئے گا۔

رُوح اور رُوحانیت کوئی مادی چیز نہیں ہے بلکہ ایک جوہرِ لطیف

امرِ آبی، اور عالمِ امر کی خالص حقیقتِ مجردہ ہے کسی روح کو ناپنے اور وزن کرنے کے لیے دنیاوی پیمانہ اور ترازو کا استعمال محال ہے اس کے ناپ و تول کے لیے صرف قرآنی پیمانہ اور ترازو ہی واحد ذریعہ ہے اور بس یہ حقیقت بالکل عیان اور واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صاحبِ ہدایت و جلال اور سلطانِ ذی وجاہت سے جتنا ہی دُور ہوگا اس کے دل میں دہشت و رعب کی اتنی ہی کمی ہوگی۔ اہل اقتدار، خود مختار، مطلق الخ شخصیت سے علیٰ حسبِ مراتب دوری بے خوفی تاثری اور غفلت پُر پروائی کا سبب ہوگی۔

اہل مرتبت اور صاحبِ سلطنت امراء و حکام سے دور رہنے کی حالت میں لوگ اس کے متعلق کتنے بڑے گستاخ، دشنام طرازی اور شیخی باز ہوتے ہیں وہ ظاہر و آشکارا ہے مگر یہی لوگ جب ذیبرِ اعظم اور ذیبرِ اعلیٰ آپس بلکہ علاقائی سطح کے افسروں کے حضور جاتے ہیں تو زبانِ خشک، بدنِ ساکن و ساکت، یاد رائے سخنِ مفقود ہوتا ہے اس میں رازِ کیل ہے؟ وہی حاضرانہ اور غایبانہ حضوری و غیوبت، نزدیکی اور دوری اور قرب و بُعد کے عالم میں قلبی حالتوں کا مختلف ہونا ہے۔

رب تعالیٰ سے جن خوش نصیبوں کو بلا تشبیہ جتنا قربِ حضوری حاصل ہو جاتا ہے اتنا ہی ہدایت و جلالِ الہی کا تسلط پڑھتا جاتا ہے۔ رُوحانیت نکھر جاتی ہے۔ خوفِ خدا و خشیتِ الہی کے آثار پوری زندگی پر چھلنے پھرنے ہوتے ہیں، کیا گفتار و کردار، کیا نشست و برخاست سبھی صبیغۃِ الہی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ ذاتِ پاک تو بندوں کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے، نَحْنُ اقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کا مرادہ عالمِ اَدْنٰی اقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَا یُبْصَرُونَ کا اعلان موجود ہے۔ انسان خواہش و حرص، ہوا و ہوس کا پتلا ہے۔ نفسِ امارہ کی تارکیوں کی وجہ سے حجاب در حجاب میں ہے اس حجاب کو چاک کر کے جیسے جیسے وہ حضوری کی دولت سے مالا مال ہوتا جاتا ہے اس بشارت کا مصداق بنتا جاتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنَّٰتٍ وَنَحْسٍ فِیْ مَقْعَدٍ بے شک پر ہیز گار باغوں اور صَلٰتٍ عِنْدَ مَلٰٓئِکَۃٍ مُّقْتَدِرٍ { نہر میں ہیں، سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے کے حضور (یعنی اس کی بادشاہ کے مقرب ہیں)

صحائفِ کرام حضوری و ذکرِ الہی اور حبیہ رسالت پناہی کے پیکر تھے اس لیے اُن کے خوف و خشیت کا بیان جابجا قرآن حکیم میں موجود ہے۔ یہی وہ پیمانہ و میزان اور معیار ہے جس سے قیامت تک کے صاحبِ رُوحانیت کے روحانی مقام کو جاننا سچا جانا جاسکتا ہے۔ ساتویں پارہ کی ابتدائی آیت تلاوت کیجیے

نامفیول نہ ہو جائیں۔

محل غور ہے کہ یہ حضرات عبارت کے باوجود اس قدر لرزا ترساں ہیں آخر کیوں؟ یہ اس لیے کہ مقام قرب و مرتبہ حضور کی کا تقاضا یہی ہے۔ یہ ان کی پاکیزگی و روح کی علامت ہے اس کے برعکس ہم مسیہ کا دون عصیان شعار دن کا حال یہ ہے کہ دن رات بدی کرتے ہیں اور بے خوف رہتے ہیں یہ بعد و دوری و غیبت کا اثر ہے۔

سورہ زمر شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْكِتَابِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانًى
تَفْصِيلًا مِنْهُ جُلُودًا لِّلَّذِينَ يُخْشَوْنَ مِنْهُ يَهْمُكُمْ ثُمَّ
تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ -
یہاں بھی ترجمہ و تشریح ساتھ ہی ساتھ ملاحظہ کریں۔

”اللہ تعالیٰ نے آٹھ سو سب سے اچھی کتاب قرآن شریف جو عبارت میں ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھ سکتا۔ مضمون تہایت دل پند ہے باوجودیکہ نہ نظم ہے نہ شعر، نہ لہجہ ہی اسلوب پر ہے اور معنی میں ایسا بلند مرتبہ کہ تمام علوم کا جامع اور معرفت الہی جیسی عظیم الشان نعمت کا درہ خاکہ اقل سے آخر تک یہ کتاب حسن و خوبی میں ایک سی ہے۔ دوسرے بیان والی کہ اس میں وعدہ کے ساتھ وعید اور امر کے ساتھ نہی اور اختیار کے ساتھ احکام ہیں۔ اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل یا د خدا کی طرف رغبت میں نرم پڑتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے کہ ذکر الہی سے ان کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں“

مقام غور و فکر ہے کہ دلوں اور کھالوں کا نرم پڑ جانا بالوں کا کھڑا ہونا جانا، جسم کا لرزنا، قلب کا ترساں اور آنکھوں کا کرکریاں ہونا یہ تمام چیزیں روح کے اعلیٰ مقام کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ آج ہم میں شا و دنا در ہی ایسے لوگ ہوں گے جن میں قرآن حکیم کو پڑھ کر یا سن کر یہ کیفیت پیدا ہوتی ہو یا ایسا محض اس لیے ہے کہ ہماری رُو حیں دنیاوی آلاشوں سے ملوث ہیں اور اسفلیت کے پست ترین مقام تک پہنچ چکی ہوئی ہیں۔ اگلا مآشاء اللہ

میں نے آپ کے سامنے روحانیت کا ایک معیار قرآنی پیش کر دیا اگلا معیار قرآنی پر ہر اسلامی دور میں اولیائے کرام، اصفیائے عظام اور ایڑے انام قافلہ در قافلہ لباس روحانیت میں ملبوس نظر آتے ہیں سر زمین ہند میں ان ذوات قدسیہ کا کارواں مسلمانوں کی حکومت میں اور اس کے بعد بھی

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ
تَوَلَّىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضٌ مِنَ اللَّهِ مَعًا
عَرَفُوا مِنْ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا
فَلَا كُنَّا مَعَ الشَّاهِدِينَ
ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھے۔

اور یہ ان کی وقت قلب کا بیان ہے کہ قرآن کریم کے دل میں اثر کرنے والے مضامین سن کر رو پڑتے ہیں۔ چنانچہ نجاشی بادشاہ کی درخوا بر حضرت جعفر نے اس کے دربار میں سورہ مریم اور سورہ طہ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی بادشاہ اور اس کے درباری جن میں اس کی قوم کے علماء و موجود تھے سب زار و قطار رونے لگے۔ اسی طرح نجاشی کی قوم کے سردار می جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضور سے سورہ یٰسین سن کر بہت رویے اور کہا اے رب ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے برحق ہونے کی شہادت دی تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل کر جو روز قیامت تمام اُمتوں کے گواہ ہوں گے۔ (یہ انہیں انجیل سے معلوم ہو چکا تھا)“

اب آپ کا ذوق ایمانی ہی صحیح فیصلہ کرے گا کہ قلب کی یہ رقت، آنکھوں کی یہ گہرا نشانیوں کس خشیت ربانی اور کس سلطان عشق کی فرمان روائی کا پتہ دے رہی ہیں۔ یقیناً کسی بلند و بالا روحانی مقام و منزل کی آئینہ دار ہیں جو قرب حقیقی کی لذت پالنے کے بعد ہی میسر ہوتی ہیں۔ کشت نظر کی سیرانی کے لیے سورہ مومنون کی ایک آیت تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیجیے۔

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ
إِلَيْهِمْ إِلَىٰ مَا بِهِمْ سَاَجِدُونَ
ترجمہ اور تشریح ساتھ ہی ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

”اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں ان کو وہ صدقات یا یہ معنی ہیں کہ اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ ترجمہ کی حدیث میں ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں تو حضور نے فرمایا کہ اے صدیق کی زور دیدہ ایسا نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے ہیں صدقہ دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال

جو حسب مراتب قرب الہی و حسب سرکارِ دوعالم سے تعلق خاص رکھتا ہو اور ان عیوب کی نشان دہی وہی کر سکتا ہے جو مقامِ روحانیت سے بہترین واقفیت رکھتا ہو، جس کا قلب خوفِ الہی اور خشیتِ ربانی سے لرزاں و ترساں ہو۔

پیر بننے کے لیے علم کی شدید ضرورت ہے اس ضمن میں بحث کرتے ہوئے "فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۲" پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں

"(پیر بننے کی تیسری شرط) عالم ہو اقول علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کے عقاید اہل سنت سے پورا واقف، کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بد مذہب نہیں کل ہو جائے گا فَمَنْ لَمْ يُحِرَفِ الشَّرَّ فَيُؤْمَرْ مَا يَنْقُحُ فِيهِ صِدْقًا لِمَا تَدْعَى حُرُكَاتِہِمْ جَنِّ سَے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہِ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ اُن سے قول یا فعل کفر صادر ہوا اور بے اطلاع تو یہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے اور اگر کوئی تیرے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے تو یہ بھی کر لے مگر وہ جو سجادۂ مشیخت پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں اُن کی عظمت کے خود اُن کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے وَاِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ۔"

اعلیٰ حضرت کی یہ واضح ہدایت اور بے لاگ روحانی تحریر جہاں آج کل کے جاہل اور بے عمل بیرونی کے ضمیروں کو بھینچوڑ رہی ہے وہیں عام مسلمانوں کی صحیح مدہ بری بھی کر رہی ہے ساتھ ہی مقامِ اعلیٰ حضرت کی نشان دہی بھی کر رہی ہے مزید وضاحت کرتے ہوئے "فتاویٰ افریقہ" ہی میں صفحہ ۱۳۹ پر علم و یقین کی روشنی میں روحانی اور ایمانی فیصلہ اس طرح فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

"فلاح تقویٰ اقول اس کے لیے مرشد خاص کی ضرورت یہ اس میں معنی نہیں کہ بے اس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے جیسا کہ اوپر گذرا۔ فلاح ظاہر ہے اس کے احکام و افواج ہیں۔ آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ کر متقی بن سکتا ہے۔ اعمالِ قلب میں اگرچہ بعض دقائق ہیں مگر محدود اور کتبِ ائمہ مثل امام ابو طالب مشکوٰۃ و انام تجتہ الاسلام غفرانی وغیرہما میں مشروح تو بے بیعت خاص بھی اس کی راہ کشادہ اور اس کا دروازہ مفتوح یہ جبکہ اسی قدر برا اقتصاد کرے تو ہم اوپر بیان کر کے غیر متقی مسمیٰ بھی بے پیر نہیں مسمیٰ کیونکہ بے پیر یا معاذ اللہ مریدِ شیطان ہو سکتا ہے اگرچہ کسی خاص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو کہ جس راہ میں ہے اُس میں مرشد عام کے سوا مرشد خاص کی ضرورت ہی نہیں تو بقینا پیر اُسے درکار ہے حاصل ہے۔

دعوتِ فکر و عمل دینا نظر آتا ہے۔ ان حضرات کی روحانی خدمتیں روز بروز کی طرح آشکارا ہیں تفصیل کا موقع نہیں بلکہ مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اسی پاکباز جماعت کے ایک فردِ کامل اپنے عہد میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان تھے جو میری تہذیبِ عرفانی اور معیارِ قرآنی کے مطابق روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور اُن کی خدماتِ روحانی اظہارِ من الشمس ہیں ذیل میں چند ایسے اقتباسات آپ کی تصانیف سے درج کیے جاتے ہیں جن سے آپ کے مقامِ روحانیت کی بلندیوں آپ کی روحانی خدمتیں چشمِ بصیرت پر آشکار ہو رہی ہوتی ہیں۔

روحانیت کے نام پر اہل تصوف نے جو غلطیاں کی ہیں اور اُن میں جو خامیاں آگئی ہیں اس کی اصلاح اعلیٰ حضرت نے جس انداز میں فرمائی ہے وہ وہی کر سکتا ہے جو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو "فتاویٰ افریقہ" میں اعلیٰ حضرت سے ایک سوال کیا گیا کہ بیعت (مرید ہونا) فلاح کے لیے ضروری ہے یا نہیں کیا بیعت کے بغیر بھی فلاح مل سکتی ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں ایک تفصیل بحث کی گئی ہے اور اعلیٰ حضرت نے ہر گوشہ کو واضح کیلئے فلاح کس کو کہتے ہیں اور اس کی کتنی صورتیں ہیں اس پر قلم اٹھاتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں۔

(فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۲۸) "اول فلاح ظاہر۔ حاشا اس سے وہ مراد نہیں کہ برے ظاہر اور دن کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمالِ جوارح پر مقصور۔ ظاہر احکامِ شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کر لیا اور مٹھی و مہر بن گئے اگرچہ باطن ریا و عجب و حسد و کینہ و کبر و عجب جاہ و محبت دُنیا و طلبِ شہرت و تعظیمِ امراء و تحقیرِ مساکین و اتباعِ شہوات و مدامت و کفرانِ نعم، و حرص و تجلّ و طویل امل، و سونے طن و غنا و حق و اصرارِ باطل و دکر و عذر و خیانت و غفلت و قسوت و طمع و تملّک و اعتمادِ خلق و نسیانِ خالق و نسیانِ موت و جُور و علی اللہ و نفاق و اتباعِ شیطان، و بندگیِ نفس و رغبتِ بطالت، و کراہتِ عمل و قنوتِ خنیت و جزع و عدمِ خشوع و غضبِ للنفس و تساہل فی اللہ وغیرہا ہلکا آفات سے گزرا ہو جو بیعتِ مرید پر زربلغت کا خیمہ اوپر زینت و اندر زنجاست پھر کیا یہ باطنی خباثتیں ظاہری صلاح پر قائم رہنے دیں گے۔ حاشا معاملہ پڑنے دیجیے کون سی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے۔ کون سی ناگردانی ہے کہ اٹھا رکھیں گے اور پھر بدستور صالح عوام کی کیا گنتی آج کل بہت علمائے ظاہر اگر متقی ہیں بھی تو اسی قسم کے۔ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ قَلِيلٌ مَّا هُمْ۔"

اعلیٰ حضرت نے جن چالیس عیوب و نقائص کا ذکر فرمایا ہے اور جن سے بچنا فلاحِ ظاہر کے لیے لازمی قرار دیا ہے ان سے وہی شخص بچ سکتا ہے

اور ایسی تو آئی جائیز ہے یا نہیں اور اگر جائیز ہے تو کس طرح کی۔ بینوا
و تو حروا۔

الجواب

ایسی تو آئی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ
ایسا عرس کرنے والوں اور تو آؤں پر ہے۔ اور تو آؤں کا بھی گناہ اس عرس
کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے تو آؤں کا گناہ جانے
سے تو آؤں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور تو آؤں کے ذمے
حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ
حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور تو آؤں پر اپنا گناہ الگ اور سب
حاضرین کے برابر جدا۔ اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور
آؤں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ کہ حاضرین کو
یس کرنے والے نے بلایا۔ ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور
آؤں نے انہیں سنا یا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول ساہنگی نہ سنا
حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں
ہوا۔ پھر تو آؤں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا
بلکہ آؤں کیونکر آتے بجاتے لہذا تو آؤں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔
۳۲ میں فرماتے ہیں۔ بعض جہاں بدست یا نیم مکتا شہوت پرست یا بھوٹے صوفی یا بدست
حادث صحاح مرقومہ حکم کے مقابل بعض ضعیف فقہ یا محلی واقعے متنازع کر کے ہیں انھیں اتنی
ہیں یا قصد بے عقل بننے ہیں کہ صبح کے سامنے ضعیف متین کے آگے محلی حکم کے حضور متنازع
بے التمسک ہے پھر کہاں توں کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیع کجا
اجب العمل اسی کو ترجیح مگر مدرس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش
کرتے اور گناہ جانتے، افراد لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ
ہو س بھی بالیں اور الزام بھی ٹالیں اور اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں پھر
اس پر بھی بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا کا بر سلسلہ
عالیہ پشت قدس است اسراہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں
سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب الہی سیدی و مولائی نظام
والذین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغناہم توایہ الفواد
شریعت میں فرماتے ہیں "مزا میر حرام است" الخ
زیادت بقود، ایصال ثواب، قاترہ اور عرس کے جواز اور استحسان
میں قطعی کلام نہیں لیکن خلاف شرع امور کا ان میں داخل کر لینا کس قدر محضیت
کا سبب ہے اس پر اہل نظر کی توجہ لازمی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے قبروں کا سیرہ
بالکل ہی حرام فرمایا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۱۳ سے واضح ہے
اس کے علاوہ الملقہ فاجلہ دوم صفحہ ۱۶۸ میں غور توں کے لیے قبروں کی زیارت

تو اولیاء کا قول دوم کہ جس کے لئے شیخ نہیں اُس کا شیخ شیطان ہے اس سے
متعلق نہیں ہو سکتا اور توں اول کہ بے پیر افلاح نہیں پاتا تو یہ بدابستہ اس
پر صادق نہیں۔ فلاح تقویٰ بلا شیعہ فلاح ہے اگرچہ فلاح احسان اس
سے اعظم واجب ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ (ان یخْتَنِبُوا لَکِیَا سِرَ
مَا تَهْوُونَ عَنْهُ تُکْفِرُ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِکُمْ وَمَنْ خَلَعْتُمْ
مِنْ خَلَاکِ رِیَا۔ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمہاری بُرائیاں
مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والے مکان میں داخل فرما دیں۔ ۱۱۷)

یہ حدیث امام اہل سنت مجدد دین و ملت مروضہ کہ
آج میں جس وقت آپ رحمت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا
بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں چلا گیا
وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں۔ بہت سے لوگ جمع ہیں اور تو آئی اس طریقہ
سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول اور دو ساہنگی بج رہی ہیں اور چند تو آں
بیرون پر دستگیر کی شان میں اشتعال کہہ رہے ہیں اور رسول مقبول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعش کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شہادت
میں اشعار گارہے ہیں اور ڈھول ساہنگیاں بج رہی ہیں یہ باجے شریعت
میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے اور یہ حاضرین جلسہ گناہ کا دھوس یا نہیں

خصوصاً اجیر شریف جانے کے ارادہ سے اجیر پہنچے پھر واپس ہونے تک جس انداز میں ممانعت فرمائی ہے وہ اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے سوال ہے کہ حضور اجیر شریف میں خواہ صاحب کے مزار پر عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں جواب دیتے ہیں ”غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہو لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سو اے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب یہ واجبات ہے“

آخر میں اعلیٰ حضرت مزارات کی زیارات کے سلسلہ میں عورتوں کے لیے یہ فیصلہ فرماتے ہیں ”لہذا ان کے لیے طریقہ اسلحہ استراحتی ہے اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۵ مسئلہ نمبر ۱۳۵ پیش نظر ہے۔“

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور درست ہے یا نہیں

(الجواب) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَعَنَ اللَّهُ مَنْ دَسَّ اسْرَابَ الْقُبُورِ (قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كُنْتُ نَهَيْتُكَ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ الْكَافِرَةِ وَرَوْحُهَا (میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا آگاہ ہو جاؤ اب تم لوگ قبروں کی زیارت کرو) علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد الہی میں عورات بھی داخل ہوں یا نہیں اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کمافی بحر الرائی مگر جو ان میں ممنوع ہیں جیسے مسجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ آقول۔ قبور اقرابہ خصوصاً برحال قرب عہد مہمات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیائے کرام برحاضری میں احدی الشاعتین (فقتہ میں مبتلا ہونا یا تجدید حزن) کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے لہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خابوسی آستانِ عرض نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم مندوبات بلکہ قرب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۵ مسئلہ ۱۳۵ ملاحظہ کیجئے جو مزارات اولیاء کے سلسلہ میں ایک قابل غور اور لائق عبرت فتویٰ ہے۔ (سوال) پیر مرشد کے مزار کا طواف کرنا اور مزار اور

مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے اُٹنے پاؤں پیچھے ہٹنے کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟ (الجواب) مزار کا طواف کہ محض یہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بہ خانہ کعبہ ہے مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیہ علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر بخیا اور اسی میں ادب زیادہ ہے آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز ہے اس سے شریعت میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالیٰ (ب) الْحُكْمُ كَاللَّهِ (حکم نہیں ہے مگر اللہ ہی کا) ہاتھ باندھے اُٹنے پاؤں واپس آنایک طرزا دیکھئے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم اعلیٰ حضرت کی تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ مہاجر شریعت اور منوالِ سنت سے کہیں بھی یک سر و مو فرق نہیں آنے دیا۔ اس بات کا مکمل خیال رکھتے ہیں کہ جائز کو جائز اور ناجائز کو ناجائز کہا جائے۔ جو شے مباح ہے اس کو بلا وجہ ناجائز کہنے والوں پر سخت سرزنش فرمائی ہے اسی طرح غیر شرعی امور کو داخل علی کرنے والوں پر اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ اگر کسی نے فاتحہ کی چیز کو سامنے رکھ کر کسی فاتحہ کرنے کو ضروریات دین میں سے سمجھا کہ اسے بغیر فاتحہ درست نہیں تو اس کی تنبیہ اس طرح فرمائی کہ یہ شریعتِ مطہرہ پر اقرار ہے ایسے شخص کے لیے تو یہ لازم ہے۔ ساتھ ہی سامنے رکھنا ناجائز کہنے والوں پر بھی اپنی نفی کا اظہار یوں کیا کہ یہ شریعت پر اپنی طرف سے زیادتی ہے ایسے شخص کے لیے بھی تو یہ واجب ہے اس لیے کہ شے سامنے ہو یا سامنے موجود نہ ہو ہر حال میں فاتحہ درست اور جائز ہے۔ اسی طرح قبروں کے اوپر عود، لوبان یا چراغ جلانے کی سخت ممانعت فرمائی اس کے علاوہ بے ضرورت ادب و ہرجاء روشن کرنے کو اسراف ہے جا کہا لیکن صاحب مزار کی روح مبادک کی تعظیم کے لیے یا ذالین کی سہولت کے لیے یا قرآنِ کیم کی تلاوت کے لیے اگر قبروں سے ہٹ کر مدوشی کا نظم کیا جائے تو یہ امر جائز قرار دیا کیونکہ شریعت میں اس سے ہرگز ممانعت نہیں۔ بلکہ یہ امر پسندیدہ اور بہتر ہے۔ بلکہ باعثِ خیر و برکات ہے

علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے سیکڑوں مسائل میں جن پر بے خوفی کے ساتھ عالمانہ محققانہ انداز میں بحث فرمائی اور مومنوں کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ اولیائے کرام اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عناد رکھنے والے پھر بھی اپنے کو عالم یا مومن

جَلَّ کے محبوب عظیم انسان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرا گاہ ہے۔ نہایت ادبِ قاد کے ساتھ بہ آوازِ حزین و صوتِ درد آگیاں و دلِ شرمناک و جگر چاک چاک متدل آواز سے نہ بلند و نہافت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عملِ اکارت ہوتا ہے) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطوط تک سے آگاہ ہیں حید کہ ابھی تھوڑی سی بات ائمہ سے گذرا)۔
(۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اُن کی اطاعت میں ہے۔

مذہبِ بالا ہدایتوں پر غائرانہ نظر ڈالیں اور اپنی فہم و فراست کو جمع کر کے فیصلہ کیجئے ایسی ہدایتیں کیا کوئی عامی شخص یا وہ عالم جو روحانیت سے خالی ہو کبھی سوچ بھی سکتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ ارشادات اُسی شخص کے ہو سکتے ہیں جو مقامِ قرب کی منزلوں کو جانے ہوئے سمجھے ہوئے بلکہ دیکھے ہوئے ہو۔ خود وہ شخص اللہ عزوجل اور رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قُربِ خاص رکھتا ہو اور مقامِ قُرب کے آداب سے پوری طرح واقف ہو، روحانیت کی منزلِ خصوصی کا علم رکھتا ہو اور مرتبہ روحانی پر فائز ہو۔

ممنونِ قارئین کرام! میں نے تہذیبی طور پر روحانی قدروں کو واضح کرنے کے بعد اعلمحضرت کی روحانی قدروں کا ایک مختصر تذکرہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ عقلمندوں کے لیے اسنادہ کافی ہے اور نوٹوں کے لیے چند مثالیں بھی بہت ہیں۔ اعلمحضرت کی تصانیفِ جلیلہ کے مطالعہ کے بعد ہر صاحبِ علم اس فیصلہ پر مجبور ہو جائے گا کہ آپ اپنے عہد اور دور میں روحانیت کے بلند مقام پر فائز تھے اور آپ کی روحانی خدمات روز روشن کی طرح واضح و لایح ہیں۔ کاش ہم اُن کے نقش قدم اور تعلیمات پر عمل کر کے اپنی آخرت کو تاباں و فروزاں بنا سکیں۔

خالقِ کائنات سے دعا ہے کہ ابد الابد تک ان کی رُوح مقدسہ پر رحمت و عنایت کی بارش نازل فرمائیے اور ان کی ہدایتوں کی ضیائے ایمانی میں ہمیں عملِ خیر کی توفیق عطا فرمائے آمین
وَصَلَّى اللہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَحَبِہٖ وَاتِّبَاعِہٖ اٰجَمِیْنَ۔

کتاب و سنت اور عقائد و مسائل کا ترجمان

ماہنامہ مساندہ الہ آباد

ایڈیٹر سید شمیم گہر۔ سالانہ ۶ روپے

ماہنامہ مساندہ ۱۲۴ چک نیا سحرہ الہ آباد۔ ۳

کہنے والے بہت سے قریبی انسان ایسے ہیں جو اصلاحِ قوم کے بہانے امر جائز اور مستحسن بلکہ مستحب اور مسنون کو بھی فنا کرنے اور مٹانے کے دیے نظر آتے ہیں اور ان چیزوں کے لیے ناجائز و حرام کا فتویٰ آسانی کے ساتھ دے دیتے ہیں کچھ بھی خدا کا خوف دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح کچھ جاہل صوفیائے علم پیر اور نادان حضرات اغراضِ فاسدہ کی تکمیل اور شکمِ پُری یا حصولِ زکوٰۃ و فاطرِ خلافِ شرع اور ناجائز امور کو بھی عملی طور پر جائز یا حرام قرار دیتے ہیں، خوفِ الہی و حسابِ محشر سے دُور رہ کر اپنی لگن میں مگن نظر آتے ہیں یہ دونوں حضرات غلطی پر ہیں۔ اول الذکر حضرات کو پین رسالت اور اہانتِ ولایت کی بنا پر ایمان سے دُور اور کفر سے قریب تر ہیں بلکہ کفر کا طوق اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ آخر الذکر حضرات عصیانِ شعا، مصیبتِ کش اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے بنتے نظر آتے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں کی درست ہدایت اور ایماندارانہ رہنمائی کا فریضہ اعلمحضرت نے قول و فعل و تحریر کے ساتھ جس طرح انجام دیا ہے اُسے آپ کی روحانی خدمات ہی سے تعبیر کیا جائے گا جس کا خلاصہ یہی ہے کہ جائز و ناجائز اور ناجائز کو جائز نہ کہو، مباح و مستحسن کو حرام مت کہو اور حرام کو فحاشہ نہ کہو۔ یہ حلال قرار مت دو۔ کہ کفر کا ایمان اور ایمان کا شرک نام مت لکھو تصانیفِ اعلمحضرت مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ میں نے بعض اختصار سے کام لیا ہے۔

اعلمحضرت کے مقامِ روحانیت کی بلندی کو سمجھنے کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم و سلاؤ اُنڈر ایٹاشمنٹ فی مسائیل الحج والعمرة یا صفحہ ۲۰، صلی مفت حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند طریقہ آداب ملاحظہ فرمائیں جن کی جانب صبح و شام دعا کی وہی کر سکتا ہے جو اپنے عہد میں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اعلمحضرت فرماتے ہیں

(۳) جب حرمِ مدینہ نظر آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو ورنہ، سر جھکاتے آنکھیں نیچی کیے اور ہوسکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ سہ

جائے سراسر است این کہ تو پائی نہی پائے نہ بینی کہ گامی نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا اسے سر کا توتہ ہے اور جانے والے

(۵) جب تہۃ اُرد پر نگاہ پڑے درودِ سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہرِ اقدس تک پہنچو جو جلال و جمالِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) خبردار جالی شریف کو سوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے بلکہ چار ہاتھ ناصلا سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ اُن کی رحمت کیا کہ ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے نوابِ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہِ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قُرب کے ساتھ ہے والحمد للہ

(۱۸) الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اُس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل

حرم و اتقاء

مولانا محمد عبدالملک نعمانی (فاضل اشرفیہ)

بالائے سرش زہو شمدی
فی تانت ستارہ بلندی

امام احمد رضا صاحب دھال یار کی تیاریاں کر رہے تھے، اور قریب تھا کہ اس دار فانی سے رخصت ہو کر سرکار مدینہ کے جمال جہاں آرا کا نظارہ کریں جس کی ٹپ نے کبھی آپ کو ستایا تو یوں نندہ سخی ہوئے۔

جان تو جاتے ہی جاتے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پر پتھر سارے نظارہ تیرا
اور حضرت سرکار آسی علیہ الرحمہ نے اسی موت کی تصویر اس طرح کھینچی ہے
آج بھولے نہ سمانیں گے، کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

اعلیٰ حضرت کے برادر زادہ اور تلمیذ و خلیفہ حضرت علامہ مولانا حسین رضا صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ (مولائے قدیران کے سائے کو ہمارے سروں پر دواز تفرمائے) وقت وصال موجود تھے، فرماتے ہیں کہ ایک بیکر چھپنٹ منٹ پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ گھڑی سائے مکہ دو، گوگا کی پیلے ہی سے وقت معلوم ہے اور اب شدت سے وقت میں کا انتظار ہے۔ اور کیوں نہ واقف ہوں کہ با دگاہ نبوت کے محبوب خاص تھے، ورنہ جا بگاہ کا وقت اور سائے گھڑی ہونے کی خواہش چینی دار د؟

پھر فرمایا۔ تصاویر تھادو، لوگوں نے سوچا یہاں تصاویر کا کیا کام؟ لوگ سوچے ہی رہے تھے کہ خود ہی فوراً ارشاد فرمایا۔ ”یہ لفافے، کاڈ، اور روپے پیسے وغیرہ (جس میں تصویریں ہوتی ہیں)

یہاں حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا احتیاط و تقویٰ قابل دیدنی ہے کہ حدیث میں ہے ”جس گھر میں تصویر اور کتا ہو تا ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے“ ”جو کس کو بدبختی جوڑی ان حکم سے الگ لکھا گیا ہے“ جیسے کہ اکثر علماء نظام کا قول ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے اس بار ک دسود وقت میں اسے بھی گوارہ نہ کیا اور احتیاط و تقویٰ کی روح پیش فرمادی۔ اور دیکھتا تصویر کے شبائے سے بھی اجتناب فرمایا۔

ہاتھ حاضرہ کے مجدد اعظم دنیائے اہل سنت کے بطل عظیم اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ الخیر کو ایک مجاہد پیکر، مصلح امت، مجدد ملت اور اہل باطل کے لئے باعث قہر و نکبت کی حیثیت سے کون نہیں جانتا؟ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں اصلاح و تجدید دین اور احقاق حق و ابطال باطل کا عنصر جتنا نمایاں ہے دیکھ نہیں۔

ایک مصلح و مجدد کو ذاتی طور پر بھی جن محاسن و فائدہ اور فضائل و مناقب سے آراستہ ہونا چاہیئے۔ امام احمد رضا کی ذات ان میں بھی منفرد و یکتا نظر آتی ہے جو عموماً زہد و تقویٰ اور حزم و احتیاط کی شمع آپ کی ہر حیات میں اتنی فروزاں ہے کہ دیگر اوصاف سے قطع نظر کر لیا جائے جب بھی آپ کی ولایت و عظمت میں کسی شک و ارتباب کی گنجائش باقی نہیں رہتی، آئیے چند واقعات و شہادت کی روشنی میں اس حیثیت سے بھی حضرت امام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرد حق آگاہ زہد و ورع، تقویٰ و طہارت اور حزم و احتیاط کے کس بلند مقام پر فائز ہے۔

سب سے پہلے عہد طفولیت کا ایک عبرت انگیز واقعہ ملاحظہ ہو۔
ابھی تقریباً ساٹھ تھیں برس کی عمر ہے، ایک بچا کر تاپینے باہر سے دولت خاں کی طرف چلے جا رہے تھے کہ سائے سے کچھ پازاری عورتوں (طوائف) کا گزر ہوا۔ ان پر نظر پڑے ہی ساٹھ تھیں برس کے امانے اپنا لبا کر تا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں جھپائی یہ غیورانہ انداز دیکھ کر ان عورتوں نے تعجب کا زور پر کہا۔ ”واہ میان صاحبزادو! منظر کو ڈھک لی اور ستر کھول دیا“

اس پر اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا۔ ”پہلے نظر بہکتا ہے۔ تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ اب تو ان سب عورتوں پر سکتا رہی ہو گیا اور پھر کچھ بولنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

ساٹھ تھیں برس کی عمر میں فکر و شعور اور عفت و پرہیز گاری کی اس قدیم بلندی کم تعجب خیز نہیں۔ آپ نے اس جواب کے اندر شریعت و طہارت کے ایسے پیمانے کئے منکشف فرمادیئے جن کا ادراک آج بڑے بھونے کے بعد بھی مشکل سے ہوتا ہے۔ ۵

منزل کے مسجد سے نکلتے، کبھی اگر دُعا لے کر وادار میں مشغول ہو کر شمالاً و جنوباً چلتے تو لوٹتے وقت وسطی در سے قبلہ و کبرہ کی طرف سے نکلتے ایسا نہیں کرنا رکھ کر کسی دوسرے تشریف لاسے۔

ستر عورت کے بارے میں بھی بہت مختاطہ تھے، یہاں تک کہ اگر کسی گھٹنا کھٹا ہوتا تو اس کی طرف نظر تک نہیں فرماتے۔ ایک مرتبہ چند فوجی بیکر سپنے حاضر ہوئے۔ امام احمد رضا نے ان کی طرف نگاہ نہ فرمائی اور فوراً ایک کپڑا ان کے زانو پر ڈالنے کے لئے دیا پھر ان کی طرف نگاہ کی اور صرف حسب ضرورت بات کی۔

سادات کلام کے بارے میں تو امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے واقعات بڑے ہی حیرت انگیز اور وقت آمیز ہیں۔ آپ ان سے بے پناہ محبت فرماتے اور نہایت ہی احترام و ادب کے ساتھ پیش آتے۔ تفصیلی واقعات تو سوانح کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ سردست میں یہاں ان کے بارے میں امام احمد رضا کا ایک نہایت ہی باریک اور زبردست احوط یا پیش کر رہا ہوں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ اگر تاضی کسی سید کو دھکے لگائے تو یہ نہ خیال ہو کہ میں سزا دے رہا ہوں بلکہ تصور یہ ہو کہ فریم شاہزادہ کے پیر میں کچھ گنگ گیا ہے اسے دھور ہا ہوں۔

جناب مولوی محمد حسین صاحب میر بھی کہایا ہے کہ امام احمد رضا نماز میں اس قدر احوط اور جزئیات مسائل کا ایسا اہتمام فرماتے کہ عام تو عام اکثر علماء اس پر عمل کرتے تو درکنار اس کے سمجھنے سے بھی تاصر ہیں۔ ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بین رمضان المبارک سے میں متکلف ہوا۔ جب پچیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرمایا۔ قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کو تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے، تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں میں نے بھی سنا تو نہایت تعجب کیا اور یقین نہ ہوا۔ اس لئے کہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز داخل نہیں اور امام احمد رضا نے ہم لوگوں کے سامنے نماز پڑھی اور پڑھنا ہے اور ابھی غروب کا وقت نہیں۔ پھر اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو سب کو اعادہ کا حکم فرماتے، غرض مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔ انھوں نے پھر کہا دیکھ لیجئے پڑھ رہے ہیں تب میں نے اسے گتہ کھول دیکھا تو اتنا غصہ تھا کہ میرے ہاتھ سے گتہ پڑھ رہا تھا۔

جب سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا حضور میری کچھ نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں۔ نوازل کا بھی اس وقت سوال نہیں۔ تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں بد تشبہ حرکت نفس سے میرے انگریز کے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تہجد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا۔ اور گھر میں جا کر بند درست کرنا کرنا ہی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی سمجھ سے بھی قاصر ہیں ایک بزرگ نے مجھ

سے اس واقعہ کو سن کر اس کی بہت قدر کی۔ یہ بزرگ پیر عبد الحمید شاہ صاحب بغدادی ہیں جو وہ میں تشریف لائے تھے اور جامع مسجد میں ایک روز نماز مغرب پڑھائی میں نے ان کے جیسا اثر و لطف بھی قرآن کی تلاوت میں نہیں محسوس کیا۔ بعد نماز میں نے معلوم کیا کہ بزرگ ہی تو ان کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی۔ پھر میں ان کی قیام گاہ پر گیا۔ رعنا بڑوان کے سلسلے میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ایران گیا۔ وہاں آتش پرستوں کا ایک آتشکدہ بہت پڑا تھا۔ وہاں پر آتش پرستوں سے مناظرہ کے لئے لوگوں نے میرا انتخاب کیا تو میں نے کہا یہ لوگ مجھے پوجتے ہیں اسی سے پوچھ لو یعنی آتشکدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے۔ لوگوں نے اسے فحش دھمکا نا سمجھا اور میرا نام اور وہاں کے چاروں کا نام مقرر کر کے ایک مین تار کے کنارے کا اعلان کر دیا۔ وقت مقررہ پر تمام لوگ شہر کے جمع ہو گئے تو میں نے اس باری سے کہا کہ اب چلے وہ گھرایا اور درگاہ میں نے سوچا کہ اگر میں بھی رس گیا تو لوگ واقعی دھمکی تصور کریں گے اس لئے اکیلا ہی اس آتش کدہ میں چلا گیا اور پورے میں منت تک آگ میں ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد کھڑا آیا یہ دیکھ کر بہت سے آتش پرست ملان ہو گئے اور آتش پرستی سے توبہ کر لی۔

اب میں نے اپنی حقیقت ایمانی کی وجہ سے ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ کیسے آگ میں چلے گئے۔ فرمایا، قرآن غیبی لکھا اور یہ سمجھ کر کہ جب ہم کو قرآن نازل ہوتا ہے پہلے آگ کا دوسرا معمولی آگ سے محو کیے نہ پائے گا۔ یہ واقعہ اس لئے ذکر کر دیا تاکہ ناظرین ان بزرگ کی فضیلت اور قوت ایمانی کا اندازہ لگا سکیں۔

ان بزرگ کو جب میں نے امام احمد رضا کی اس عصر کی نماز کا واقعہ سنایا پھر دوسرے دن ملاقات کی تو فرمایا کہ آج تمام رات گریہ و زاری میں گزری ساری رات میں ہی کہتا رہا کہ خداوند! تیرے ایسے بندے بھی ابھی روئے زمین پر ہیں جو اس درجہ احتیاط سے زینہ نماز ادا کرتے ہیں۔

امام احمد قادی سرور فرماتے اور تذکرہ اہل انداز کے احتیاط کرنے سے بھی بہت پرہیز فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لیا رہے تھے، مرن میں کچھ دیر تھی۔ استیضائی پر وینک دوم سے کوئی لائی گئی۔ آپ نے فرمایا یہ تو بڑی حکمرانہ کر رہے ہیں پھر انھما کو فرما کر کہتے ہوئے ضرور دناں پر بیٹھے مگر اس کے تکیہ سے پشت باندک نہیں لگائی۔

ایک مرتبہ آپ یلحیت شریف میں ایک شاہ صاحب سے ملے گئے، وہ میری مرید کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے جب امام احمد رضا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ شاہ صاحب غور توں کوئے عجاہان بیت کر رہے ہیں۔ یہ حالات شرع حرکت دیکھ کر آپ کی غیرت دینے کو گوارہ نہ کیا کہ ان سے ملیں۔ اور نیز ملاقات کئے ہوئے ہی واپس چلے گئے جب شاہ صاحب کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انتہائی انوس کا اظہار کیا اور آئندہ سے احتیاط کرنا کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد امام احمد رضا ان سے ملے اور عاف و معاف کیا۔ غالباً معاملہ اس خوش میں کی کہ شاہ صاحب نے ایک مصیبت سے اجتناب کرنے کا وعدہ کر لیا ہے اور یقیناً یہ ایک مومن کے لئے خوشی کی بات ہے۔ (باقی صفحہ ۲۳۴ پر)

چشم و چراغ خاندان برکاتیہ

صاحبزادہ حضرت سید آل رسول حسین قادری برکاتی ائمہ اے
خلف و جانشین حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان۔

شیخ الاسلام والمسلمین، امام المسند، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکۃ، مجدد عظم دین و ملت
بن چکے تھے۔

مشرور و شہسوار نے اپنے پیار سے مرید کی پیشانی پر دستِ قدرت کی لکھی روشن
تحریریں پڑھ لی ہیں۔ یہی ہے کہ مقدس گھر نے کایہ فرادے کے چل کر اس صدی کا مجدد بنے گا۔
حضور غوث عظیم بیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب اور رسول مکرم صمد کا
دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وارث ہوگا۔ اس کا سینہ انوار و مآثر و علوم و
حقائق لدنیہ کا خزانہ بنایا جائے گا جس کا طرقت اتنا عالی ہے اس کے لئے عطا دیں کیوں کی
کی جائے دین والے عطا لینے والے سراپا رضا، سونا تو پہنچے ہی تھے، طریقت کی آبرخ کی نوکند نہ ہونگے۔

سلام اس پر کہ جسے حرمین محرمین کے مفتیان کرام و ائمہ حرمین عظام و جمیع علماء
اسلام نے عالم، علامہ کامل، استاذ مابہر مجاہد، معزز بابا کیوں کا خزانہ محفوظ، برگزیدہ
تجلیتہ علوم کے شکلاتِ ظاہر و باطن کا کھولنے والا، دریائے فضائل، عالمائے عمائد کی
آنکھوں کی ٹھنڈک، امام، شیوا، روشن ستارہ، اعدائے اسلام کے لئے تیغ برائے،
استاذ عظم، دریائے ذخائر، بیا فضل، دلیر، بلند مرتبہ، دہن، دانش مند، بجزائید
آثار، شرف و عزت والا، صاحب ذکا، ستمگر، اشرار الفہم، کیا تھے زمانہ، اپنے وقت
کا گمان، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم، عظیم الفہم جن کی فضیلتیں دانہ بڑائیاں ظاہر
علم کا کوہ بلند، زبان والا، حاوی جمیع علوم، وارث نبوی، مایہ افتخار علماء، مرکز دائرہ علوم
حاجی شریعت، فخر اکابر آفتاب معرفت، کریم النفس، عالم باطن، عالی ہمت، نادر نگار
خلاصہ لیل و نہار کے نام سے یاد کیا۔

سلام اس پر کہ جسے الشہر عدل نے محض اسلام کی حمایت اور دین کی تجدید کے
لئے پیدا فرمایا۔ جس نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی۔ تشنگانِ بادیہ ضلالت کے لئے رشد
و ارشاد کے دریا بہا دیتے۔ جس نے عمر بھر دین کے رہنما اور ایمان کے ڈاکوؤں سے
مقابلہ فرمایا۔

حضور پرنور علی حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارج عالمہ و مراتب جلیلیہ
(رقاعہ صفحہ ۲۳۷ پر)

خانقاہ برکاتیہ مارہرو مطہرہ کا مشرقی حصہ، جامع مسجد برکاتی کے مقابل، نیچی
دیواروں کا ایک مکان جس میں انار کا درخت لگا ہے۔ مکان کے مغرب میں صدر دروازے
کے بائیں طرف ایک چھوٹا سا حجرہ جس میں پتھر کی چوکھٹ لگی ہوئی ہے۔ یہ قطب العارفین
شمس الدین ابوالفضل حضرت سید شاہ آل احرا تھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان سجادگی
ہے۔ پتھر کی چوکھٹ والے حجرے میں ایک نقشِ جوئی تخت بچھا ہوا ہے۔ یہی وہ تخت ہے جہاں
سے ایک عالم تجوی پھر پھر کر یکیت لے جاتا رہا ہے۔

آج اس تخت پر قدوۃ العارفین خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں۔ سامنے یہی شریف کے معزز و مقدس گھر نے کے ایک
مناظر کن تشریف فرما ہیں۔ اسم گرامی محمد احمد رضا خان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے۔ سلسلہ
عالیہ میں شامل ہونے کی تمنا لے کر آئے ہیں۔ حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ ایک ہی نظر
میں نوجوان صاحبزادے کے عالی ظرفی، بلند انبال اور روحانی استطاعت و استعداد پہچان
لیتے ہیں۔ ہاتھوں میں ہاتھ لے لیتے ہیں۔ قطرہ سمندر سے جامِ طلبہ اور ایسا ملتا ہے کہ خود بخیر
بیگم بن جاتا ہے۔ رسم بیعت اہتمام پذیر ہوتی ہے۔ مرشد کی روحانی توجہ سے سرشار
مرید حجرے سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ خاتم خانقاہ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ
بے اختیار اسم جلالت "اللہ، اللہ" پکارا اٹھتے ہیں۔ اس خانوادے کی روایت کے
مطابق اسم جلالت صرف اُسی وقت بلند کیا جاتا ہے جب صاحب سجادہ اپنے حجرہ
سجادگی سے برآمد ہوتا ہے۔ آج خادموں کو یہ کیا سوچھی و حضرت خاتم الاکابر ثواب بھی اپنی
مگر تشریف فرما ہیں۔ حجرے سے باہر آنے والے تو محمد احمد رضا ہیں۔ پھر آج خانقاہِ داہنت
میں یہ فرق کیسا؟ لیکن خادموں کا بھی کوئی قصور نہیں۔ ان کی نظریں اس وقت احمد رضا
کو نہیں، خاتم الاکابر شاہ آل رسول کو دیکھ رہی ہیں۔ سبحان اللہ! کیا طالب اور کیا
مطلوب! تصرف ہوتا ایسا، ایک نظریں اپنا جیسا بنا دیا۔ حجرہ شریف میں داخل ہوتے
تھے احمد رضا اور جب باہر تشریف لاتے تو واقف و موز جلیہ و خضیہ کا شاف غوامض
علیہ، حلال مشکلات، بر علم و فن، علامہ زمن، مرجع العلماء، محی الملّت والدین....

خانوادہ برکاتیہ کا روحانی فرزند

صاحبزادہ سید محمد امین برکاتی نبیہ خاتم الکا بر حضرت سید شاہ
آل رسول برکاتی قدس سرہ، خانقاہ برکاتیہ ماہرہ، ضلع ایڈٹہ

اسی مجلس میں اعلیٰ حضرت کے مرشد سیدی آل رسول قدس سرہ
نے ارشاد فرمایا۔ میا نصاحب! ایک فکر عصر سے پریشان کئے ہوئے تھی بھلا اللہ آج
وہ دور ہو گئی۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول ہمارے لئے کیا لایا تو
میں اپنے مولوی احمد رضا خان کو پیش کر دوں گا۔ پھر مزید ارشاد فرمایا کہ میا نصاحب
نوری دادا کو اسی لقب سے یاد فرماتے تھے (اب ہم پوچھے ہوتے ہمارا علم پوٹھا ہوا
تم جو کچھ لکھا پڑھا کرو وہ مولوی صاحب کو دکھالیا کرو) سبحان اللہ مرشد برحق
صاف صاف چودھویں صدی کے عہدہ مجددیت پر اعلیٰ حضرت کے فائز ہونے
کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضرت صاحب نے اسی محفل میں اعلیٰ حضرت کو وہ تمام اعمال و اشغال
دیگر اعطاف فرمائے جو خانوادہ برکاتیہ میں سینہ پر سینہ چلے آ رہے تھے۔ مرشد برحق
کے فیض روحانی کا یہ عالم تھا کہ جب اعلیٰ حضرت حویلی سجاد گئی سے باہر تشریف لائے
تو ایسا محسوس ہوا گویا جوانی کے دور کے حضور سیدی آل رسول تشریف لا رہے ہیں
حویلی سے باہر جو فقراء اور درویش حاضر تھے انھوں نے حسب دستور قدیم اسم جلال
اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ چند لحظات کے بعد اعلیٰ حضرت اپنی اصلی شکل میں آ گئے۔

بھلا اللہ ایک صدی بیت جانے کے بعد بھی لکڑی کی وہ چوکی اور مسجد جس
پر صدی کے مجدد نے پیرو مرشد کے دست حق پرست پر جان و مال کا سود کیا تھا۔
برکاتی حویلی سجاد گئی میں موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت اپنے مرشدان عظام کا اس درجہ ادب ملحوظ رکھتے تھے کہ ماہرہ
کے اسٹیشن سے خانقاہ برکاتیہ تک برہمنہ پاپیل تشریف لاتے تھے اور ماہرہ
سے جب حجام خطیا پیام لے کر بریلی جاتا تو بجمام شریف، فرماتے اور اس کے لئے
کھانے کا خانا اپنے سر اقدس پر رکھ کر لایا کرتے تھے۔

نوری دادا نے اعلیٰ حضرت کو چشم و چراغ خاندان برکاتیہ، فرمایا اور کہا کہ اس
دور میں سنیت کی کسوٹی مولانا احمد رضا خان صاحب میں۔ اعلیٰ حضرت اور خاندان برکاتیہ

ماہنامہ الیزان نے امام احمد رضا خاں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرایا ہے۔ اس مختصر مضمون میں رقم الخیر
اعلیٰ حضرت اور خاندان برکاتیہ سے متعلق ان واقعات کو بیان کرے گا جو میری ان
خاندانی روایات پر مشتمل ہیں جن کا بیان مجھ سے والد ماجد حضور سیدی احسن العلماء و ظہر
علم کرم حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور دادا صاحب حضرت سید آل عبا
قادری نوری مدظلہ نے فرمایا۔ ایک صدی سے زیادہ گزرا، ۱۹۲۹ء میں ایک نوجوان
صاحبزادہ سے اپنے والد برکات ماہرہ کی خانقاہ برکاتیہ میں تشریف لائے سجادۃ
خوشہ برکاتیہ پر خاتم الکا بر حضرت سید شاہ آل رسول احوی قدس سرہ تشریف
فرما تھے۔ ایک مختصر مجلس میں جس میں خاتم الکا بر کے خلیفہ، پوتے قدس سرہ حضور مفتی
اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم القدر سیر کے پیرو مرشد یعنی مد کرم حضور پر نور خاتم الکا بر
ہند سید شاہ ابوالحسن احمد نوری الملقب میاں صاحب قدس سرہ اور میرے پردادا
حضرت سید شاہ حسین جید رحیمی میاں رحمۃ اللہ علیہ جو خاتم الکا بر شاہ آل رسول احوی
قدس سرہ کے حقیقی نواسے اور بڑے محبوب خلیفہ تھے، تشریف فرما تھے۔ ان دنوں
حضرت بریلی کو سعیت فرما کر خلافت سے نوازا گیا۔ نوری دادا نے پوچھا کہ حضور
آپ کے خاندان میں تو خلافت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد دی جاتی ہے۔ ان
دلوں حضرت کو آپ کے فوراً خلافت عطا فرمادی۔ حضرت سیدی شاہ آل رسول
رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میاں صاحب اور لوگ گندے دل اور نفس لیکر آتے
ہیں ان کی صفائی کی جاتی ہے پھر خلافت سے نوازا جاتا ہے مگر یہ دلوں حضرات
پاکیزگی نفس کے ساتھ آئے تھے صرف نسبت، کی ضرورت تھی، وہ ہم نے عطا کر دی۔
قارئین کچھ گئے ہوں گے کہ وہ دونوں حضرات کون تھے؟ نوجوان صاحبزادہ
تھے جو دہریں صدی کے ہونے والے مجدد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ محمد احمد رضا
خان قادری برکاتی فاضل بریلوی قدس سرہ اور دوسرے صاحب تھے اعلیٰ حضرت کے
والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

جو امام احمد رضا نمبر شائع کر کے وقت کی اس اہم ضرورت کو بوجھ کر رہا ہے جو عصر سے محسوس کی جا رہی تھی میری دعا ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ الطفیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دینی خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین۔

(حزہ و اتفاقا کا لہجہ)

مولانا مولوی محمد حسین صاحب جنتی نظامی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا جس قدر اطمینان اور سکون اور سائیکس کی رعایت سے نماز پڑھتے تھے، اس کی مثال ملنی مشکل ہے ہمیشہ میری دور کست ہوتی تو ان کی ایک جب کہ میری چادر کست دوسرے لوگوں کی چھ اور آٹھ کے برابر ہوتی ہے۔

اور نماز سے اس قدر شوق فرماتے تھے اور جاعت کا اتنا خیال کرتے کہ بسا اوقات مرض کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا نہایت دشوار ہو جاتا مگر جب نماز کا وقت آتا تو بغیر کسی ہراسے خود ہی مسجد تشریف لیجاتے اور بیٹھ جاتا کہ پورے طور پر مصیبتاں ہیں۔

یہ چند شہادتیں شے خود از خود دار کے کے طور پر ہدیہ تاخرین ہیں جن سے حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام زہد و ورع اور حزم و احتیاط پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

(حاشیہ برکاتیدہ کا لہجہ)

کی تصدیق و توثیق اللہ والوں نے فرمائی۔ جدی کہیم حضور پر نور سیدنا شاہ آل رسول احمدی مادرہ وی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر رب تبارک و تعالیٰ مجھ سے فرمائے گا کہ میرے واسطے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد زوری مادرہ وی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ”جنت و چراغ خاندان برکاتیدہ“ کا لقب عطا فرمایا۔

میرے والد ماجد سید العلماء و مولانا مولوی مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرحمن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سچے عاشق تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے علماء و متقدمین و فقہا و محدثین کا علم و اجتہاد اور ان کی عظمت و فضیلت سرا سچوں پر ہیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کا فی ہیں۔

خاندان برکاتیدہ آج بھی اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نسبت کو باعثِ صداقت قرار سمجھتا ہے۔ ہماری حنفیوں، ہمارے اعراض آج بھی ”برہی دالے بڑے مولانا صاحب“ کے نعتیہ کلام سے گونجتے ہیں۔ ہم آج بھی سینہ ٹھونک کر اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہمارے ہیں اور ہم اعلیٰ حضرت کے۔ ہمارے وظائف و ادعیہ آج بھی اسی دعا پر ختم ہوتی ہیں۔ جاری رہے تاد و جزا۔ سلسلہ اعلیٰ حضرت کا۔ فیضانِ اعلیٰ حضرت کا

کے تعلقات مثالی ہیں۔ زوری دادا، میرے مرشد برقی تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میان قادری برکاتی رضی اللہ عنہ، عم محترم حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لئے وقف فرمادی۔ خاندان برکاتیدہ کا بچہ بچہ اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے۔ ہماری نجی مجالس ہوں یا عوامی جلسے ہر جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور ملح نظر ہوا کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آ رہا ہے۔

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یا الہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

اعلیٰ حضرت کی مجددیت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ انھوں نے بلا خوف و خطر عدائے دین کا بھر پور رد کیا اور اس بات کی کبھی پروا نہیں کی کہ منافقین کے پاس مادی وسائل بہت ہیں۔ اعلیٰ حضرت زبردست فقیہ، محدث، منطقی، فلسفی، ماہرِ علوم، بیست و جو تھے۔ اس کا ثبوت ان کی تصانیف سے ملتا ہے۔ جب مسائل میں اعلیٰ حضرت تحقیق فرماتے پر آنے میں تو ان کی شانِ فقہانیت بہت واضح طور سے سامنے آتی ہے۔

اعلیٰ حضرت اردو دخت کو شعر میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کا سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ اردو کا بہترین سلام ہے۔ پورے سلام کی جان صرف یہی مصرع ہے اور اس مصرع میں بھی ”جانِ رحمت“ کا جواب نہیں۔

اعلیٰ حضرت کو حضور غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ مولانا حسرت موہانی جو بذاتِ خود زبردست شاعر تھے۔ اعلیٰ حضرت کے اس شعر کے بہت مزاح تھے۔

تیری سرکار میں انا ہے رضا اس کو شفیق

جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اعلیٰ حضرت کو خاندان برکاتیدہ سے جو عقیدت تھی اس کا عکس اب بھی حضور مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی ذات مبارک سے جھلکتا ہے۔

سال گزشتہ عرسِ رضوی شریف کے موقع پر جب حضرت مفتی اعظم ہند نے اس کمترین کو خلافت سے فائزاً ترمیم کثیر کے سامنے لاؤ اسپیکر پر ارشاد فرمایا کہ اگر مارہر مظہرہ اور مرشد برقی سید ابوالحسن زوری رضی اللہ عنہ سے مجھے جو کچھ عطا ہوا وہ میں سب ان صاحبزادے صاحب کی نذر کرتا ہوں۔ سبحان اللہ اس کمترین پر انسا کرم صرف حضور مفتی اعظم ہند کا خدو سینکھاں ہے۔

اس سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت حقیقتاً چشم و چراغ خاندان برکاتیدہ تھے۔ جو نسبت خاندان برکاتیدہ کو ان سے اور ان کو خاندان برکاتیدہ سے ہے وہ کسی دوسرے خاندان کو نہیں۔ قابلِ صداقت یہ ہے انہما ”المیزان“

اپنے آقا شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی کی قیادت

کو ہدیہ تبریک

جنگی خواہش کو آل انڈیا سنی لیگ اور ماہنامہ المیزان نے عملی جامہ پہنایا

طلب کار عنایت

مشک عنبر الکریمی

کے بنائے والے

پاکیزہ اور من موہک خوشبوؤں کیلئے ایک ہی نام

مشک عنبر الکریمی

پرفیومس :- لطیف بھائی بنگلور والا۔ پوزٹ چرچ، ٹائیگوار، حویلی روڈ، جال پور، احمد آباد

ٹیلی گرام: مشک عنبر۔ ٹیلی فون: 51191

دینِ ملت کے مجدد ہادی و قطبِ نماں
تا ابد تجھ پر ہر گیارہ صحتِ حق کا نزول

تجدید و احیاءِ دین



(۱)
امام احمد رضا - مجدد اعظم

(۲)
امام احمد رضا، ایک مظلوم اسلامی مفکر

(۳)
امام احمد رضا اور احیاء دین

(۴)
امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت

(۵)
امام احمد رضا اور اصلاح عقائد

(۶)
امام احمد رضا اور تجدیدِ احیاء دین

(۷)
امام احمد رضا حدیث نبوی کی روشنی میں

(۸)
امام احمد رضا اور دینی خدمات

(۹)
امام احمد رضا اور نشانِ تجدید

(۱۰)
امام احمد رضا مجددِ ملت

امام احمد رضا مجدد اعظم

از مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

خاندان اشرفیہ کے اکابر سچے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد محدث اعظم ہند کو امام احمد رضا کے حوالے کیا۔ تاکہ علوم و فنون کے اس ہمالہ سے بھی فیض حاصل کر سکیں۔ لہذا محدث اعظم ہند نے فاضل بریلوی کے انتہائی قریب رہ کر بہت کچھ حاصل کیا۔ جو بقول ان کے ”بہی گھڑیاں میسرے لئے سراپا حیات ہو گئیں“

محدث اعظم ہند کو آل رسول ہونے کے ناطے حضوی خاندان سے بے حد قرب حاصل رہی۔ خود فاضل بریلوی بے حد احترام و اکرام کرتے تھے محدث اعظم ہند نے امام احمد رضا کا جو مطالعہ کیا ہے اس کا اظہار متعدد تصنیفات میں ملتا ہے۔ لیکن ناگپور میں ۱۲۷۱ھ کے جشن ولادت امام احمد رضا کے موقع پر صدارتی خطبہ کے ذریعہ جو تحقیقی اور مشاہداتی مقالہ پیش فرمایا تھا وہ امام احمد رضا کی تحریک تجدید و احیاء دین پرست زیادہ مکمل، مبسوط اور گرا نقدر مضمون ہے۔

خُطُبات عنوانات

یادگار منانے پر عقلی و نقلی دلیل۔ یادگار منانے پر اعتراض اور جواب، یادگار منانے پر قرآن حکیم سے دلیل، امام بریلوی کی یادگار، امام بریلوی کا مقام، دانش چانسٹر علی گڑھ امام بریلوی کی خدمت میں۔ محققات میں امام بریلوی کا مقام، امام کے علوم و فنون سے میری حسیرتی امام بریلوی کے مسلم کمالات میرے مشاہدہ میں، افتا کی خداداد عظیم صلاحیت، حیرت انگیز قوت حافظہ، میری، شرارت، حیرت انگیز علم حسنا میری عرض و ممتنا، علم القرآن، علم الحديث، علم الرجال، امام بریلوی کے گشت ہکار، امام بریلوی کا دنیا سے اسلام پر احسان، امام بریلوی کا ملین کی نگاہ میں۔ بریلی کی طرف میری کشش، انداز ترمیم، غوث اعظم کے ساتھ حیرت انگیز عقیدت، امام بریلوی کا لکھنؤ سے محفوظ رہنا۔ امام بریلوی کی شعر گوئی، فن زبانت و فن تکسیر۔ عجیب واقعہ۔ وصال کی خبر اور اعلیٰ حضرت اشرفیہ میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!
احمد اللہ الاحمد رضا سیدنا احمد واصلی واصلی
سیدنا احمد رضا لله الواحد الصمد وعلی جمیع
من رضى الله عنهم ورضوا عنه احمد الرضاء من
الازل الى الابد!

امام احمد!
میرے پیارے سنی بھائیو! یہ سوال کا مہینہ ہے اور یہ اپنی عظیم
خصوصیت کی وجہ سے مستحق ہے کہ ہم اس ماہ کا نام اہل سنت و

جماعت ہند کا مہینہ رکھیں، کیونکہ اس مہینہ میں ہندوستان میں
اس قدم کا ظہور ہوا جس کی بلندی کو نہ صرف ہند بلکہ عرب عجم کے
تمام دینی و روحانی اراکین دین متین و اساطین حق مبین کے جھکے
ہوئے سروں نے قبول کیا اور اس قدم کے نشانات کو بھی مغظم و مکرم
رکھا۔

یادگار منانے پر عقلی و نقلی دلیل
ہمارا ادراپ کا درزمرہ
کا مشاہدہ ہے کہ زندہ قریں، ان کی قومیت کی شیرازہ بندی جس کے
ہاتھوں سے ہو چکی ہے اس کی یادگار منائی میں ادراپ کو اپنی زندگی

کامیہ سمجھتی ہیں دنیا نے مان لیا ہے کہ جو قوم اپنے قومی محسنوں کو بھول گئی تو زندگی کے ساری قوم کو بھلا دیا۔ اور موت کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ قومیت کا فطری جذبہ نہ کسی دلیل نقلی کا محتاج ہے نہ برہان عقلی کا۔ اس کا تعلق مسیح انسانیت اور درستی ہوش و حواس سے ہے۔ جو افراد محسنین قوم کی یادگار بنانے سے چڑھنے لگتے ہیں۔ تو ان کو دنیا نے نہ صرف یہ قومیت سے خارج کر دیا۔ بلکہ انہیں ایک خاص قسم کا پاگل سمجھ لیا گیا۔

یادگار بنانا چونکہ ایک فطری جذبہ ہے لہذا اسلام جس کا دو سرنام یحییٰ و فیض ہے اس میں اس جذبہ کو جاگر رکھنے کی تعلیم اپنے روحانی انداز میں بہت صاف و صریح ہے۔ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا و ذکر ہم با یام اللہ اللہ تعالیٰ کے دونوں کو یاد دلاتے رہو۔ تو یوں تو سب دن اللہ کے ہیں۔ مگر کچھ ایسے دن بھی ہیں جن دنوں کو خاصان حق نے خصوصیات عطا فرمادیں۔ اور جن کی یاد اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے جس کے اذن و عطا نے اس کو سنوار دیا۔ ایسے

دن جس کی بدولت جاہل ہوں اس کا یوم ولادت سے وقت رفات تک کا ہر دن اور رفات سے حشر تک کا ہر دن — وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ نالے آفتا کی وسعت و دامن میں پلتا ہی رہتا ہے۔ اور بڑھتا ہی رہتا ہے ہر گران سارے، دنوں میں انتخاب قدرت یوم پیدائش و یوم وصال و یوم حشر و نشر ہے۔

یادگار بنانے پر اعتراض اور جواب : چونکہ بات ایسی آٹھری ہے جس کا زیادہ واضح کر دینا ضروری ہو چکا ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں چند منٹ میں آپ کے ارادوں کا، واقعہ ہے کہ پچھلے سالوں میں شہر ہراچ کے ایک فقر دارانہ اجتماع میں مدرسہ دیوبند کے مہتمم نے عید میلاد النبی منانے والوں پر جانچا نہ حملہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ کسی شخصیت کی اہمیت کی تاریخ اس کی پیدائش کی تاریخ میں نہیں کیونکہ پیدائش تو اچھوں اور بُری کی ہوتی ہی رہتی ہے یہ عید میلاد النبی ایک غیر عاقلانہ اور غیر شرعی چیز ہے۔ اگر یادگار منانی ہے تو اس تاریخ کی یادگار منانی جاوے جب نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ظہار نبوت فرمایا۔ اندک انہیبت شریعہ فرمادیا تھا۔ بات ایسے انداز میں کہی گئی اور بوجہ ایسا بھولا تھا کہ سطحی طور پر بعض دماغ داغی بھول میں پڑ گئے تھے لیکن ابھی ان کے پیغام کو م ۲ گھنٹے کی زندگی نہ ملی تھی کہ میں شہر ہراچ گیا۔ وہاں تعلیم یافتہ و متدین، صف اول کے لوگوں نے مجھ سے اس کا تذکرہ کر کے جواب کا مطالبہ کیا۔ میں نے چند گھنٹے کے بعد وہاں ایک عظیم الشان اجتماع کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ عید میلاد النبی کو غیر عاقلانہ کہتے ہوئے، اگر سب قوموں کی تاریخ دماغ سے نکل گئی تھی تو اس شہر دیدیمینہ سے آنکھیں کیوں بند ہو گئیں تھیں کہ آج جس نبی میں ان کے فرقے

دنیلے مات لیا کہ جو قوم اپنے قومی محسن کو بھول گئی تو زندگی نے ساری قوم کو بھلا دیا اور موت کے منہ میں ڈال دیا

کی اکثریت پل رہی ہے۔ اور جہاں جیتی اور مرتیہ منانے میں عبادت گزار نہ اسیرٹ کے ساتھ شرکت کی جاتی ہے۔ کیا اس نے عقل کو اتنی روشنی نہیں بخشی۔ قوموں نے یوم میلاد یوم مات کے منانے ہی کو قوی حق مانا ہے۔

یادگار بنانے پر قرآن حکیم سے دلیل۔ قرآن کریم نے اپنے معجزانہ انداز روحانی میں مسئلہ کی اہمیت کو اس طرح اجاگر فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ قرآن پاک کی تلاوت کا شرف اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اس کو سمجھیں اور اس کو ہدایت کی روشنی جان کر اپنے کو سنواریں اگر ایسے لوگوں کا سایہ بھی راہ چلتے ہمتم ذکر پر پڑ گیا ہوتا تو یوم ولادت اور یوم عرس منانے پر جو غیر اسلامی کہہ کر حملہ کر دیا ہے اس کی جرأت نہ کر سکتے قرآن کریم میں مقبولان درگاہ ہدی کے لئے بھی ارشاد فرمایا گیا کہ سلامہ علیہ یوم ولید و یوم یوت و یوم بیعت حیوان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے ان کی پیدائش کے دن اور ان کے وصال کے دن، جب وہ میلان حشر و نشر میں گئے۔ اور اسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول بندے سیدنا

عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح بیان مذکور ہے کہ سلام علی یوم ولدت و لدرت و یوم اموات و یوم البث حیا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے میری پیدائش کے دن اور میرے وصال کے دن اور جب میں میدان حشر میں ہوں گا۔ کوئی بتائے کہ اگر کوئی عقل دین کا لوکس ہی ہی قرآن کو بادل خواست اپنے دنیاوی کے لئے سہی لیکن کلام الہی کہنے پر مجبور ہو اس کو کیا حق ہے کہ نصف قطعی قرآنی کا رد صرف اپنے جذبہ غنا و کی بنا پر کرے جو اللہ والوں سے ایسے درشتہ چلی آہری ہو بالکل ظاہر ہے کہ خواہاں حق کی ہر گھڑی جب سے زمانہ کی تخلیق ہوئی اور جب تک سلسلہ زماں ہے گا۔ ایسی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے۔ آیا وہ درشت لیت کا جملہ اکہمہ اس دہام و استلار کو ظاہر فرما رہا ہے۔

ہمارے آقا رسول پاک کو مخاطب بنا کر صاف کہہ دیا گیا کہ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ ہر پچھلی ساعت سے آپ کی ہمت ہے۔ باہر ہر اس ذاتی و استمراری در کے پورے عہد مبارک میں خدا اللہ رب العزت و جل و علا اور اس الواعزم رسول نے تین دن کے انتخاب فرمایا، یوم پیدائش یوم وصال فرمایا و یوم حشر و نشر۔ قرآن کریم میں ایسے ایام کو ایام اللہ بھی فرمایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ ذکر ہم با یام اللہ، ایام کی یادگار مناد۔ یقیناً اللہ والوں کا دن اللہ ہی کا دن ہے۔ غرض آیات قرآنیہ نے یقیناً تاریخ کو عاذا اللہ بدعت قتالہ کہتے دلوں پر جابجا طلحے مارے ہیں۔ اور دین فطرت نے ہماری فطرت ہم کو روکا نہیں۔ بلکہ اس کو اہمیت عطا فرما کر یادگار بنانے پر مامور فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر اہمیت لکھنے والی شخصیت کی اہمیت دیکھ لینے کے بعد وہ دن یاد

جو ختم صدی سے پہلے علم فضل کا آفتاب فضل و کمال، مگر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب و عجم بچھا گئی اور جو مہموں صدی کے شروع میں ہی ہوسے عالم اسلامی میں اس کو حق و صداقت کا منانہ نور سمجھا جانے لگا۔ میری طرح سارے مملکت مدرم کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل و کمال کی گہرائی اور اس علم و دانش کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پاسکا۔

وائس چانسلر علی گڑھ امام بریلوی کی خدمت میں۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بریلوی مرحوم مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر حنیف الدین صاحب کو لے کر جب اس لئے حاضر ہوئے کہ ایشیا گھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی اور فلسفہ میں فرسٹ کلاس ڈگری لکھتے ہوئے ایک سہ ماہی کو مل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر جس حل کر پائے تھے۔ اور فیض اغونی فلسفہ و کائنات پر چھایا ہوا تھا تو علامت حضرت نے عہد و منصب کی درمیانی محفورت میں مسئلہ کا حل بھی فلسفہ کر دیا۔ اور فلسفہ کائنات کی کھینچ جان کی بھی تمام فرمایا۔ جو رسالہ کی شکل میں چھپ چکا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب پرانے تھے کہ ان کو یورپ کا کوئی تھیوریٹکس والا دوسرے ملہ ہے۔ یا ایسا ملہ کہ کوئی حقیقت آکشنا ان کو سبق پڑھا ملے ہے۔ انھوں نے اس صحبت کے اثرات کو جلائے کہا تھا کہ اپنے ملک میں جب معقولات کا ایک کپسٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جاکر جو کچھ سیکھا۔

ایشیا وقت ضائع کیا۔

معقولات میں امام بریلوی کا مقام

یہ روز کا معمول تھا کہ انگلیات و ارمینیات کے ماہرین اپنے علمی شکلات کو لے کر آتے اور دم بھر میں فرما کر ان کو شاد شاد و شاد

اپنے ملک میں معقولات کا جب ایک اکسپرٹ (امام احمد رضا) موجود ہے تو ہم نے یورپ جاکر جو کچھ سیکھا وقت ضائع کیا۔ (ڈاکٹر حنیف الدین)

سے اس طرح بایوس ہو چکے ہیں کہ قرآن میں جس کو کائناتیں الگ و آدھن اصحاب القیود فرمایا گیا ہے۔

فرماتے۔ میں نے تو یہ بھی دیکھا کہ ماہرین نجوم جن آئے اور فی دشاویں کو پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے ہنستے ہوئے اس طرح جواب دے کر عرض کر دیا کہ گویا دشواری تھی ایک بار جاری اس کے حل کے بارے میں سوال فرما کر جب کتابی جواب لکھا تو اس پر تحقیق بیان فرمائی تو میں نے غصہ کیا کہ ہماری حمایت پر پردہ ہو گئی اور عرض کا عرصہ ختم ہو گیا۔ مسئلہ بحث اتفاقاً شمس بانہ کا سرمایہ نفسلف ہے۔ گھاسا ہوسے میں اعلیٰ حضرت کے ارشادات جب مجھ کو لے تو اقرار کرنا پڑا کہ مگر عموماً آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے۔ اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح و سلامت نہ ہونے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے۔ اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں۔ اور زمین و آسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہیے ہوں اور سیاروں کے بارے میں کل فی خلائے سیجوت کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں تو ان مسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے رسالت تلم ہیں اور یہ راز آپ پر ہر جگہ لکھتا ہوں گے کہ منطق و ریاضی فلاہ ابھی راہ کے کس موڑ پر گئے رفت ہو جاتے ہیں۔

امام کے علوم و فنون سے میری حیرانی۔ علوم و فنون کا کیا حال تھا اس کا اندازہ۔

آ جاتا ہے جبکہ اس نے سب سے پہلے زمین پر قدم رکھا، پھر وہ دن اہمیت رکھتا ہے جب اس نے دوسرے عالم کا سفر کیا، جس کو دیرینہ دیوہ گروپ کے صف اول کے لوگ جینیٹک متون مانا کرتے ہیں۔ اور سلمان اس کو یوم میلاد دیوم عرس کہتے ہیں۔ اور ملتے ہیں یہ خیال رہے کہ تین تفسیران اللہ والوں کے لئے جو انبیاء علیہم السلام ہیں عبادہ انھیں ہے۔ یعنی دونوں کے لئے قرآن کی نفس قطعی منصوب ہے۔

بات میں بات نکلتی ہے یہاں حمد و تحسین لیجئے کہ قرآن کریم میں خاصا حق کے لئے تین دقتوں کے لئے تعین فرمائی گئی ہے۔ جو سنائی جائے یوم میلاد یوم عرس کہ ہم مسلمان میلاد شریف کی محفل کرتے ہیں۔ دوسرے یوم دھال جیسا کہ ہم مسلمان عرس زرگان دین کرتے ہیں۔ لیکن تیسرا یوم حشر ہے جبکہ مقبولان باگاہ الہی کی شفاعت فرماتے کا دن ہوگا۔ اور اس کی یادگار مانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ وہ خدہ ہم پر کم فرما کر نہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ منائیں گے۔ تو قرآن کی تعبیر ہوئی کہ مسلمان! یہ تین دن ہیں ان میں پیرائش و دھال مانا مقرر کیا گیا ہے۔ اگر تم اس یادگار منائے کے عادی ہو جاؤ تو تیسرا دن محبوبان خدا کی شفاعت کا دن ہے۔ اس کے تحت ہو جاو گے۔ اور جو تمہیں کرنا ہے اگر نہ کیا تو شفاعت سے محروم ہو گے۔ یہی دیکھنے میں بھی آ رہا ہے۔ جان دونوں یادگاروں کے منائے پر غم و غصہ سے بھر جاتے ہیں وہ آج کھلم کھلا شفاعت کا انکار کر دیتے ہیں۔ یا اقرار ایسا کرتے ہیں جو انکار سے بھی بدتر ہے۔ وہ انبیاء و اولیاء

سے اس طرح بایوس ہو چکے ہیں کہ قرآن میں جس کو کائناتیں الگ و آدھن اصحاب القیود فرمایا گیا ہے۔

امام بریلوی کی یادگار ہر حال ہم اور آپ قرآن کریم کا سہارا لے کر اس مہینہ کی یادگار منانے کے لئے یکجا ہوئے ہیں جس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک مقبول نبی اور رسول پاک کا سچا نائب علم کا جبل، شاخ اور علن صالح کا اسوہ حسنہ معقولات میں بحر خوار معقولات میں دریا نے پیرا کنار، اہلسنت کا امام و احباب اشراق اور اس صدی کا جامع عرب و عجم مجدد تصدیق و حق میں صدیق کبرا پر تو باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر رحمہم کو ہم میں خدا انور کی نقیہ بر، باطل شکنی میں جیددی شمشیر دولت فقہ و روایت میں ابراہیم بنی، اور سلطنت قرآن و وحیہ کا مسلم ثبوت و فی الجہتہد اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہلسنت فی آفاق و عہد ماتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ اعلم العلماء خمد العلماء و قطب الارشاد علی لسان الادبیاء و رموزنا، و فی جمیع الکلمات، اذانا، فانی فی اللہ و الیاقی باللہ، عاشق کامل رسولی اللہ و لانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نبی اللہ تعالیٰ عنہ و درضا کے قدم اول، دل اس خاکدان دنیا میں جلوہ فرما ہونے۔

امام بریلوی کا مقام تیرہویں صدی کی یہ واحد شخصیت تھی

اس سے کیجئے کہ آج کی علمی دنیا پچاس علوم و فنون کے نام سے بے خبر ہے اور اعلیٰ حضرت کے قلم مبارک سے پچاس علوم و فنون کے مبسوط رسائل تیار ہیں ایک دن ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے نماز عصر کے لئے وضو فرماتے ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کج عرض شجر کا حساب یونانیوں نے جس قدر سے کیا تھا اب دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ یونان بلکہ دنیا کے ہر ہر شاخے سے ملے کہ ہمارے اور سب چوٹی ہے کیا اس سے حساب لگا دو گے۔ میں نے دونوں کی مہلت مانگی اور رات دن صفحات کو سیاہ کرتا ہوا حبیب صحیح حساب تیار کر کے حاضر ہوا تو فرمایا کہ کیا آپ کا جواب یہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں مگر حیران تھا کہ جس حساب میں میرا منظر سرسکھ گیا وہ برکتہ ارشاد فرماتے والا صرف ایک عالم ہے۔ یادہ ایسا ہے کہ لغت میں اس کے لئے کوئی لفظ ہی نہیں میرے صحیح جواب پر جید عایش فرمائیں آج وہ ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔

امام بریلوی کے مسلم کمالات میرے مشاہدے ہیں آج میں آپ کو جگ بیتی نہیں آپ جیتی سنار ہوں کہ جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے عربوں نے کام نہ تھا کہ لئے اعلیٰ حضرت کے حوالے کیا۔ زندگی کی یہ گھڑیاں میرے لئے مزید حیات ہو گئیں۔ اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ بڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا۔ اور اب ایک دریائے علم کے ساحل کو پایا ہے۔ علم کو اسخ فرمنا اور ایمان کو رگڑنے میں اتار دینا اور صحیح علم سے کمر نفس کا ترکیہ فرما دینا یہ وہ کرامت تھی جو ہر مرتب پر صادق ہوتی رہتی تھی۔

انشاء کی خدا داد عظیم صلاحیت عادت کریمہ تھی کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرمادیتے اور پھر ہر لوگ دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے پھر عصر و مغرب کے درمیان مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر تیزی ساعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے، اسی وقت مصنفین اپنی تصنیف کھاتے زبانی سوال کرنے نالوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا ہو کہیں۔ اور جو سنا ہو سنا ہی آتی آذان میں اس قدر جدا گانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمنا، جوابات کی تصحیح و تصدیق و اصلاح مصنفین کی تائید و تہنیت و غلط زبانی سوالات کا تشفی بخش جواب عطا ہو رہا ہے۔ اور فلسفیوں کے اسخ ضبط کی کڑا بیدار عن الا حوالا احوال کی دھیمیاں اڑ رہی ہیں جس نہنگانہ سوالات و جوابات میں بڑے بڑے اکابر علم و فن سر تمام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کی سین اور کس کی سینیں وہاں سب کی شہزادی ہوتی تھی۔ اور سب کی اصلاح فرمادی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی اور اس کو درست فرمادیا کرتے تھے۔

حیرت انگیز قوت حافظہ یہ چیز درپیش ہوتی تھی کہ تکمیل جواب کے لئے فقہ کی تلاش میں جوں جوں تھک جاتے تو عرض کرتے، اسی وقت فرمادیتے کہ رد المحتار فلاں کے صفحہ فلاں میں ان نظروں کے ساتھ جوڑہ موجود ہے۔ رد مختار کے فلاں صفحہ سطر میں یہ عبارت ہے۔ عالمگیری میں بقیدہ حلیہ و صفحہ و سطر الفاظ موجود ہیں ارشاد فرمادیتے۔ اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے تو صفحہ و سطر و عبارت وہی پاتے جو زبانی اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خدا داد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ عقیق یہ چیز تھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔ مگر میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ حافظ قرآن کریم نے سالہ سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا۔ روزانہ و ہر بار ایک ایک دن میں سو سو بار لکھا حافظ ہوا۔ محراب سنائے کی تیاری میں سارا دن کاٹ دیا۔ اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا، حفظ کے بعد ساہا سال شغلہ رہا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی حافظ کو تراویح میں وقفے کی حاجت نہ پڑی ہو، گویا وہ ایسا دیکھا نہیں گیا اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیت کریمہ کو سن کر اتنا یاد رکھیں کہ ان کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں یہ آیت لکھی ہو جائے

اور میں نے محسوس کیا
کہ آج تک جو کچھ پڑھا
تھا وہ کچھ نہ تھا اوداب
ایک دسیائے علم کے
ساحل کو پایا ہے
(محدث اعظم ہند)

دہائی جانب ہے۔ یا بائیں جانب ہے۔ گویا نادر چیز آ رہی ہے مگر یہ تو عادتاً محال ہے اور بائیں محال ہے۔ کہ آیت قرآن سے صفحہ و سطر کو بتایا جاسکے تو کوئی تباہ کے تمام کتب متداولہ و غیر متداولہ کے ہر جگہ کو بقیدہ صفحہ و سطر بتاتے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یادہ اعلیٰ کرامت کا نمونہ رہا نہیں ہے جس کے بلند مقام بیان کرنے کے لئے اب تک اباب لغت و اصطلاح لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔

میری شہادت :- مجھے اپنی یہ شہادت یاد ہے کہ جان بوجھ کر اپنے جانے بوجھ کر جزئیات فقہ کو دریافت کرتا تو اعلیٰ حضرت مسکرا کر بتا دیتے اور جہولہ سے بتاتے مع صفحہ و سطر عبارت نوٹ کر لیا کہ شاید کبھی صفحہ یا سطر یا عبارت میں کسی لفظ و نقطہ کی بھول پڑے۔ مگر آج میں بڑی مسرت کے ساتھ باقرار صراح بیان کیا دیتا ہوں۔ کہ میری شہادت خواہش ہمیشہ ناکام رہی ہے۔

حیرت انگیز علم حساب چونکہ میں نے حساب کی تعلیم سکولی طور پر پائی تھی لہذا فرائض کے حساب کی مشق بڑھی ہوئی تھی اور ایسے اسخفتے میرے پیر فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ پندرہ لکھ کا سامنا کیا۔ ظاہر ہے کہ مورث اعلیٰ کی پند ہو میں پشت میں درجنوں درہ ہوں گے۔ مجھ کو اس کے حساب میں ددرات اور ایک دن سخت محنت کرنی پڑی۔ اور آنہ پائی سے درجنوں درہ آئے حتیٰ کہ تلم کر دیا، نماز عصر کو بٹھا کہ استفتاء سناؤں وہ بہت طویل تھا۔ فلاں فلاں کو عمارت چھوڑا۔ پھر فلاں مرا در اتے حادثہ چھوڑے۔ اس میں صرف ناموں کی قدر و اتنی

اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تدبیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ یہی نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس جہلی کے طبقہ دستار و شاگرد کا نام بنایا تو اس فن کے اعلیٰ حضرت خود موجود تھے کہ طبقہ دستار بناتے تھے کہ مادی تقہر ہے یا مجرد اس کو کہتے ہیں علم راسخ، اور علم سے شغف کامل اور علی سطا لوی وسعت، اور خلا داد علی کرامت، فہمجان الذی فضل عیدہ علی جمیع اہل زمانہ ولدہ الحمد احمد رضاؒ

امام بریلوی کے شاہکار۔ اب ذرا اعلیٰ حضرت کے شاہکار ملاحظہ ہوں یہ زمانہ تھا جبکہ دہا بیت جہم سے رہی تھی اور حبیبا کہ دستور ہے کہ تحریر باطل پانے اترائی دور میں تہافت اور تخالف میں مبتلا رہتی ہے۔ اچھی کچھ کہا اور پھر اس سے انکار اس کے خلاف کچھ کہا۔ صراط مستقیم میں کسی چیز کو برتر گوں کا ایشا و بتایا تقویۃ الایمان میں اسی کو بدعت و ضلالت کہہ مارا۔ ایک نے کچھ کہا دوسرے نے کچھ کہا۔ مولوی رشید احمد گلوہی نے اپنے کو آغا تقی سمجھ کر فتویٰ دے دیا کہ آغا تقی کے ناغ میں کو آ حلال ہے۔ کو اکھائے کو کار ثواب قرار دے کر کرے

کے کپورے بھی سہم کرنے لگے۔ اور اس طرح قبیل اہرم اللہ کا سلسلہ حل پڑا۔ تو دوسری طرف سارے ایمان و فرقہ سے میلاد شریف کی شہرہ اور مستانجات اولیاء کے چڑھائے، عمر کی سیل، یاروں میں گیا رہیں شریف کے تبرکات کے لئے عیس حرام اور کفری پلاؤ کی بکاس شریعت کو ہی یعنی تحریک ماہل اللہ کا سلسلہ بھی قائم ہو گیا۔ مسئلہ توحید کی آٹے کرنا اسپٹ پیدا کی گئی کر انبیا اور اولیاء کو عام بشریت سے بالاتر جاننا شرک ہے۔ اگر موجود

ہو تو بنیاد اور اولیاء سے الگ ہو جاؤ۔ ان کا تذکرہ بھی نہ کرو۔ اگر عفا نوی جی کی بولی میں پھنس جاؤ تو لیٹا رہے کہ توفیق ایسی کرو جو بشریت عامہ سے بلند ہو۔ بلکہ چنانک ہو سکے ایسی بولی ہو جس سے لوگ سمجھیں کہ بشریت بھی بڑی چیز ہے۔ ادیب و انبیاء کو بشریت سے کم با درکڑو۔ اس کے بعد قدرتی طور پر جب اعمال متعلقہ سے عقائد کو برابھلا کہہ چکے تو عقائد پر براہ راست حملہ جراحہ شریعہ کر دیا۔ اعلان کیا گیا کہ کلام الہی میں بھی جھوٹ کا دھل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بچانے سمجھ کر نہ کہو کہ وہ ہر عیب سے جو با پاک ہے اور جھوٹ اس کلام میں محال ہے، بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کو پاک دے عیب کی مجبوری آپڑے تو سمجھ کر کہو عاذاً اگر جھوٹ نہیں ہوتا لیکن اگر بولے بلکہ اپنے کو سارے عیوب میں ملوث کر دے۔ تو وہ قادر و مختار ہے۔ نہ عقلتاً باطل ہے نہ شرعاً رسول پاک کے بارے میں لکھا گیا کہ تو مکر میں مل گئے ان کا مرتبہ عند اللہ جو پڑے چار یا زیادہ سے زیادہ گاؤں کے چدرہ والی ایسا تھا۔ ایک بولا علم میں رسول پاک کے اندر کوئی شان تحقیص نہ تھی ان کو اگر غیب کا علم تھا تو کوئی بات نہ تھی ایسا علم قیہ تو ہر زید و بکر

زیادہ تھی کہ فلس کرپ سائز کے دو صفحے بھرے ہوئے تھے۔ ادھر استفعا ختم ہوا ادھر بلا کسی تاخیر کے ارشاد فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا، درجنوں نام بنام و گوں کا حصہ بتا دیا۔ اب میں حیران و ششدر کہ استفعا کو ہمیں مرتبہ تو میں نے پڑھا، ہر ایک نام کو بار بار پڑھ کر ان کا حصہ قلمبند کیا لیکن مجھ سے صرف سبب الایضا کا نام کوئی پوچھے تو بغیر استفعا اور جواب دیکھے نہیں بتا سکتا۔ یہ کیا بخر کیا وسعت مدارک، تو یہ تو یہ کتنی شاندار کرامت ہے کہ ایک بار استفعا سنا، تو درجنوں در ثناء کا ایک ایک نام یاد ہوا۔ ادھر ایک کا صحیح حصہ اس طرح بتا دیا کہ جیسے کئی جہت سے تک کوشش کر کے حصہ دنام کو ٹ دیا گیا ہو۔

میری عرض و تمنا میں اس سرکار میں کس قدر شوق تھا یا شوق بنایا گیا تھا اپنا جواب اعلیٰ حضرت کا نشہ کی چار پائی پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ حضور کیا اس علم کا کوئی حصہ عطافہ ہوگا۔ جس کا علماء کرام میں نشان لگ نہیں ملتا۔ مسکرا کر فرمایا میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں یہ تو آپ کے جدا جدا سرکار خوشیت کا فضا کرم ہے اور کچھ نہیں۔ یہ جواب مجھ ننگ خاندان کے لئے تو زیادہ عبرت بھی تھا کہ لوٹے

فلے لوٹ کر خزانہ ملے ہو گئے اور میں پدم سلطان بود کہ نشہ میں پڑا رہا اور یہ جواب اس کا بھی نشان دیتا تھا کہ علم راسخ والے مقام تواضع میں کیا ہو کر رہے تو کیا کہتے ہیں۔ یہ شوخی میں نے بار بار کی اور یہی جواب عطا ہوتا رہا۔ اور ہر مرتبہ میں ایسا ہو گیا کہ میرے دجود کے سارے کل پر زے معطل ہو گئے۔

علم قرآن :- علم قرآن کا اعجاز اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمے سے سمجھو کہ اکثر گھروں میں موجود ہے اور جن

کی کوئی مثال سابق عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے۔ اور زار و دین اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ در الفاظ اس جگہ پر لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے۔ مگر حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدر الانا فاضل امتداد العلماء مولانا شاہ نعیم الدین صاحب علیہ الرحمہ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دلائل شرح میں کئی بار ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ اہل ہی نکلا اعلیٰ حضرت خود شیخ سعید فاضل ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعید اردو زبان کے اس ترجمے کو پاستہ تو فرما ہی دیتے کہ ترجمہ قرآن شے دیگراست و علم قرآن شے دیگراست علم الحدیث و علم الرجال علم الحدیث کا اعجاز اس سے کہنے کی جتنی حدیث فقہ خلقی کی ماضی میں ہر وقت پیش نظر ادجن حدیثوں سے فقہ خلقی پر بظاہر رد پتی ہے۔ اس کی روایت و درایت کی حایاں ہر وقت ازبر علم الحدیث میں سب سے نازک شبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سلسلے کوئی سند پر مٹی جاتی اور ایسا کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی حرج و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے

(امام احمد رضا)

بلکہ ہر جہی و مختلف جگہ جمیع حیوانات و بہائم کو چلنے ہے۔ وہ ایک بوسے کے علم کی وسعت دیکھتی ہے تو ہمارے ذہن کے عالم غزرا میل کے علم کو دیکھو کہ رسول کے علم سے کتنا بڑھا ہوا ہے۔ اگر رسول کے لئے دوزخ علم کو لائے تو شرک ہو جائے گا۔ ایک ان کے ادارے کے بانی نے عمل کی پیمائش کی تو اسی کو نبی سے بڑھا دیا۔ غرض رسول پاک کے علم کو بھیجھا کر خداوند کی تعریف اس حجت کا فرماؤ کہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک کو صفات خدا خاتم النبیین فرمایا تو فرقہ کے ایک ذمہ دار نے قرآن میں توڑ مروڑ شروع کر دی کہ پچھلے نبی ہونے میں کیا رکھا ہے ایسا کہنا عوام کا طریقہ ہے۔ لفظ خاتم النبیین کی دلالت دلالت مطابقتی صرف ختم ذاتی پر ہے ختم ذاتی پر اگر دلالت ہے تو معنی ہے۔ وہ عبارتہ النص نہیں ہے۔ مژدری عقیدہ ختم ذاتی کا ہے۔ اس بولنے والے بہت زور باندھا کہ مسئلہ کی تبلیغ کے لیدر ان کے امام کا خواب تعمیر پائے مگر قرآن کو توڑ مروڑ کرنے والے اور عقیدہ مژدری سے منہ موڑنے والے یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ غلام احمد قادیانی نے اعلان کر دیا کہ اگر اب بھی نبی ہو سکتا ہے تو جیز ہو سکتی ہے اس کے جوہر نے میں کوئی نیا قیامت ہے۔ نبی ہو سکنے کے ذمہ دار دیویدی پارٹی ہے۔ اگر وہ اپنے دعوے کو نبیہا ہو سکے تو ہم اپنے نبی ہو جائے گا۔ اب آپ تبلیغ کے دین پاک کے ساتھ ہیں، استہزاء کیا جائے یہ کافرانہ غدا یاں کی جائیں۔ اور رسول کی شان میں گستاخیاں، بدزبانیوں کی جائیں تو کوئی اگر نفاذی الدنیا ہو کر غزری نہ کرے۔ کوئی عاقبت کے خیال سے آزاد اس پر دھیان ہی نہ کرے کوئی دین و دینداری سے

غافل محض مولویوں کی مولویت قرائے کرا لگ ہو جائے غرض جس نے دین سے کوئی مضبوط رشتہ نہ رکھا وہ چپ رہے تو چپ رہے مگر وہ کیسے خاموش رہے جس کو پوری صدی کے دین پاک کا ذمہ دار ہونا ہے۔ وہ اللہ کا کافی فی اللہ اور باقی باللہ بندہ جو عیب تو عیب ہے کسی نہر و کمال میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ امکان کا استعمال اس ذات قدیم کے صفات قدیم کے لئے جائز نہ قرار دے وہ عیب کے امکان کو کیسے برداشت کرے۔ جو رسول پاک کا عاشق و عاشقہ ہو۔ وہ رسول پاک کی شان میں بدگامیوں کو کیسے سننا رہے چنانچہ ہم ہوا، بھال احتیاط بکواس دالوں کو خط لکھا کہ کیا یہ تحریر تمہاری ہے۔ یکدم اس بکواس سے راضی ہو گیا اس بکواس کی اشاعت تمہاری اجازت ہے۔ گویا اس محتاط اعظم نے سمجھا یا کہ کسی بہانے یا جھوٹ سے اپنی ذمہ داری چھوڑ دے مگر جبریلوں پر جبریلوں کی گئیں۔ اور اہل باطل کی آنکھوں پر ایسی غدا پیٹی بندھی گئی کہ رعایت سے فائدہ نہ لیا اور سن سازی اور ریکٹ تاویل غیر ناشی عن الدلیل کی بدولت جس جہنم میں کفر نے قدم رکھا تھا۔ اس میں دھنسنے چلے گئے اس وقت ناروقی دورہ اور حیدری ذوالفقار کا بے نیام ہو جانا واجب ہو گیا تھا۔ چنانچہ دینلے دیکھا کہ جہنم

نبی ہو سکنے کے ذمہ دار دیوید پارٹی ہے اگر وہ اپنے دعوے کو نبیہا ہو سکے تو ہم اپنے نبی ہو جائے گا کوئی گے (علامہ احمد قادیانی)

پیشہ مجرموں کے ایک ایک حسبہ کو آشکارا اس طرح کر دیا کہ کفر و ارتداد کے ملزموں کو عرب و جم کے علماء و مشائخ کے سامنے نہ لگا کر کفر کر دیا۔ اور ان عادی مجرموں کو حل و حرم میں اتنے اکابر مشائخ علماء نے مجرم کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا کہ چودہ صدیوں میں کسی فرقے کے کسی مجرم فریق پر اتنی بڑی فتاد کا اتفاق تاریخ میں موجود نہیں ہے یہ تھا وہ واقعہ جس کا مقابلہ اس ملعون پر بدگنہ سے کیا جائے گا کہ آستانہ رضویہ بریلی میں کفر کی مشین ہے۔ وہاں مسلمانوں کو کافر بنایا جاتا ہے۔ ان عقل کے دشمنوں کو بد مذہبی کو کوئی بھی کسی دوسرے کو کافر بنانے کی سکت ہی نہیں رکھتا کفر کینے والا خود اپنے کو کافر بناتا ہے۔ البتہ اس کے کفر کینے اور کافر بنانے سے امت اسلامیہ کو باخبر کر دیا جاتا ہے تاکہ ان سے ہمیں اندک فریاد سے اپنے کو محفوظ رکھیں دینا جانتی ہے کہ مجرموں کو سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ جرم کا ثبوت ہو، جو کہ جو مجسٹریٹ نہیں بنایا بلکہ اس کے جوری کے جرم سے اس کو چور بنایا مجسٹریٹ نے تو چور کو اس لئے سزا دی کہ دسرا اس جرم کا ارتکاب نہ کرے یہ بھی خاص دینی داسلای سیاست کہ بے جھجک اور بے حمایت نہ کسی کی مولویت دیکھی جائے نہ کسی کے مسجدوں کی پردہ کی جائے اور بے رعایت نہ کسی کی کر چکے تو مجرم ہے۔ اس کو خود سخت سے سخت سزا دی جائے سعدی علیہ رحمۃ نے ملک بے سیاست کو زندہ ہونے کا حق نہ دیا۔ وہ بھی سیاست ہے جس میں جرم کی تعمیر فروا کی جائے اور ارتکاب جرم کے حوصلہ کو دبا کر رکھ دیا جائے اگر کاش ہمارے ملک کے ہمارے کلمہ کو اس سیاست کو جان لیتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے تو بھارت سے کرام یکہ تک وہ بکواس نہ ہو سکتی جس کی بدولت ناموس رسول کے نام پر جہل جانے کی قیمت آتی۔ رسول پاک کے بارے میں اس زمانے کا گاندھی بھگت ایک لازمی نتیجہ ہے اس ناپاک عہد دی کا جو مجرموں کے ساتھ برتی گئی۔ اور دیکھئے کہ اس غلط کاری کی بدولت آئندہ امت اسلامیہ کو کیا کیا جھگڑتا ہے۔ وہ تو کہنے کہ اعظمت نے ماضی و حال کے ساتھ مستقبل کو ایسا بھانپ لیا تھا اور مجرموں کا ایسا تقاب فرمایا تھا کہ ان کو کچلنے کی راہ نہیں ملتی تھی۔ اور زمانہ کی کفری بکواس کا سلسلہ توڑ دیا گیا تھا۔ در نہر خفیف الکلی اور شوخ بیانی کا سلسلہ جاری ہوتا تو آج عازا اللہ اسلام کے نام پر کفر و نازی بے پناہ ہو چکی ہوتی۔

امام بریلوی کا دنیا کے اسلام پر احسان یہ تو اعظمت کا دنیا کے اسلام پر دسینت پر احسان عظیم ہے کہ بکواس دالوں کی لمبی زبانوں کو کاٹ کر رکھ دیا اور کفر کینے کے جرات کو کمرہ کر دیا۔ اولہ صرح مجرموں کو برہنہ کر کے مسلمانوں کو ان کے کفری انداز کے شرکار ہونے سے بچا لیا یعنی اعظمت نے کسی کو کافر نہیں بنایا بلکہ کافر بننے والوں کے جرائم کفر کو واضح فرما کر مسلمانوں کو کافر بننے سے بچا لیا۔ اعظمت کی اس شان احتیاط کو دیکھئے کوئی ممکن رعایت ایسی نہ

ہیں بلکہ صرف باہر سے ہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو کرکٹ میں اس کچے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عند اللہ تعالیٰ بے دجا ہوتے رہے۔ اگر ان کو بشر سے کم قرار دو تو تمہاری توحید زیادہ چمکدار ہو جائے گی۔ ان حقائق کو واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت اسلامیہ بڑی اکثریت کے گھناؤمے دہن رسول سے لپٹی ہوئی ہے۔ اور دشمنان اسلام کے فریب سے بچ کر غیر مروت ہنر پر ہنوک رہے ہیں۔

حَفَظَہُ اللہ تعالیٰ عناد عن سائر اہل السنۃ والجماعۃ خیر الخیراء دنیا کو اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ علو حضرت جن کے قلم کے نیسے کی بارگاہ کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں کسی کو نرود دالی سزا دی کسی کو مہبت کر کے رکھ دیا یہاں تک کہ وہ مرکز میں مل گئے۔ یہاں بھی اگر کہتے رہے اور وہاں بھی جھپٹتے ہیں۔ مگر امتی حرات آج تک کوئی نہ کر سکا کہ اعلیٰ حضرت کی کسی تصنیف کا برائے نام یہی رد رکھ کر چھاپ دے، میدان رزم اس مرد میدان کی خدا داد ہدایت و حلاوت کا یہ عالم ظاہر کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد ایک طرح سے اظہار حقیقت ہے وہ رہنا کے نیسے کی مار ہے۔

امام بریلوی قدس سرہ کا ملین کی نگاہ میں۔ میرے استاد دفن شدت کے امام کو بیعت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے تھی مگر حضرت کی زبان پر یہ مرد شد کا ذکر میرے سامنے کبھی نہ آیا اور اعلیٰ حضرت کے بکثرت تذکرے عویت کے ساتھ ملتے رہتے۔ اس وقت تک بریلی حاضر نہ تھا اس انداز کو دیکھ کر میں نے ایک دن عرض کیا کہ آپ کے یہ مرد شد کا تذکرہ نہیں سنتا اور اعلیٰ حضرت کا آپ خطبہ پڑھتے رہتے ہیں فرمایا کہ جب میں نے پیر شد سے بیعت کی تھی باہر سے مسلمان تھا کہ میرا سا راخانہ مسلمان سمجھا جاتا تھا مگر جب میں اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی۔ اب میرا ایمان رسی نہیں ہے۔ بلکہ بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی بارگاہ اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔ حضرت کا انداز بیان اور اس وقت چشم پر غم۔ مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ واقعی دلی راز دل سے شناسا اور عالم را عالم فی داند میں نے عرض کیا کہ علم الحدیث میں کیا وہ آپ کے برابر ہیں۔ فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ پھر فرمایا کہ شہزادہ صاحب آپ کچھ کچھ کہہ کر گز نہیں کا کیا مطلب ہے۔ سنئے کہ اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں کہ میں سا ہمالا تک صرف اس فن میں تلذذ کر دوں۔ تو بھی ان کا پاسنگ نہ ٹھہروں۔

بریلی کی طرف میری کشش حضرت محدث صاحب قبائے کے اسی قسم کے ارشادات نے میرے دل کو بریلی کی طرف کھینچا اور بالآخر انکھوں سے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت کیا ہیں اس کا اندازہ بڑے سے بڑا مبصر بھی نہیں کر سکتا۔ انداز تربیت ذرا انداز تربیت دیکھ کر کا فائدہ کے لئے حب بریلی حاضر ہوا

تھی جو مجرم کو عطا نہ فرمائی گئی ہو۔ اگر کسی کی تو یہ مشہور ہوگئی تو اس کے کفریات گناہ حکم لگاتے وقت ایسی رعایت برقی کہ کچھ لوگ اس رعایت ہی کو بداشت منکر کے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس مجرم کے قول کو قال المرید المذکر کہہ کر نقل فرمایا وہ صرف اعلیٰ حضرت کا مطلق قلم ہے جس نے منصب قضا ذمہ داریوں کو نہ چھوڑا۔ اور غم سہا، دکھا اٹھایا مگر قانون کی ہر رعایت کو کنٹری غیظ پر غالب رکھا۔ یہ توحیب غلام احمد قادیانی نے اپنے کفری دعویٰ نبوت کو کسی طرح نہیں چھوڑا۔ نا تو تو نے ختم زمانہ کے عقیدہ حق کے ضرورت سے انکار کر دیا۔ اور اسی پر جبار گنگوہی اور انبیٹھوی نے رسول پاک کے علم کے بارے میں حضرت کے مقابلے پر شیطان کے علم کو بڑھایا۔ اور باز نہ آئے تھا نئی علم رسول کی سطح کو برزید و عمر و حبیب و بہائم جو انات کی سطح پر لایا اور خدا کو نہ چھوڑا۔ تو ان کے انھیں جیسے چند مجرموں کی توہم سے یافوس ہو کر اس فرض شرعی کو ادا فرمایا کہ امت اسلامیہ کو پشوش ہوا اور وہ جس کش کش میں پڑ گئے ہیں کہ مجرموں کا ساتھ دیں تو دامن رسول ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔ اور رسول پاک کے دامن کو تھامے رہیں تو مولوی غاناویوں سے بے نقول ہونا پڑتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کش کش کا یہ علاج بتایا کہ دامن رسول ہی مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے اور اس کے لئے کسی مولوی تمنا کی پردہ اند کی جائے۔ رسول پاک کا دامن دین دایا ہے اس کو چھوڑ کر خواہ کچھ ہو جائے مگر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اس صاف اور سادہ اور ناقابل انکار بلکہ روشن پیغام کو کفری مشین کہہ کر پروپیگنڈا کرنا حقیقتاً اس حقیقت کو مان لینا ہے کہ مجرموں اور ان کے ساتھیوں کے پاس جرم سے بریت کا کوئی سامان ہی نہیں ہے۔ ان کا دل اس کی شکایت نہیں کر سکتا کہ وہ بے گناہ ہیں البتہ ان کو غم اس کا ہے کہ ہمارے جرائم کو عالم آشکارا کیوں گیا۔ جس کا جواب خود ان کے علم میں بھی ہے کہ جب توبہ دانا میرا الی اللہ سے مجرموں کو محروم پایا تو وہ غولہ فرمایا کہ جو شرع مطہر سے فرض عین ہو گیا تھا۔ چنانچہ دیوبندی کے نقیب و رئیس المناظرین حسن چاند پوری نے چھاپ کر اعلان کر دیا کہ ہمارے بڑوں کے کلمات کے ظاہر معنی اعلیٰ حضرت نے پائے تو ہمارے کفر کے پلنے کو ظاہر نہ کرتے خود کا فر ہو جاتے۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ دیوبندی کی توحید توں اور اصنام کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف اینٹی اینیما کو دایا ہے، توحید ان کی بوتل کا صرف فریب کاری کا لیبل ہے جس بوتل میں شرک و کفر و بدعت ہی بھرا ہوا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ دیوبندی کا ایمان بالرسول، باہر معنی نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں، خاتم النبیین ہیں۔ شیخ المؤمنین ہیں۔ اکرم الاولین و الاخرین ہیں۔ اعلم المخلوق جمیع ہیں۔ محبوب رسل العالمین

کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے
قرآن کریم نے فرمایا۔ وما ينطق عن الهدى ان هو الا وحی یوحی
امام بریلوی کا لغزشوں سے محفوظ رہنا

علماء دین کے اعلیٰ کا نام ہے چودہ صدی سے چلے آ رہے ہیں۔ مگر لغزش قلم ابد
سبقت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں زور قلم میں تقویٰ پسند
میں آگئے بعض مجدد پسندی پر آئے۔ تصانیف میں خود آرائیاں بھی ملتی ہیں۔
لفظوں کے استعمال میں بھی بے احتیاطیاں ہوجاتی ہیں۔ قول حق کے لیے بھی بڑے
حق نہیں ہے۔ حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی تنازع کر لی گئی ہے لیکن ہم
کوادر ہمارے ساتھ سارے علماء عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ حضرت شیخ محقق دہلوی
بحر العلوم فرنگی علی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان قلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ قلمانی نے اپنی
حفاظت میں لے لیا ہے۔ اور زبان قلم نقطہ برابر بن کر اسے اس کو ناممکن فرمایا۔
ذالک فضل اللہ یتوبہ من یشاء اس عنوان پر غور کرنا ہو تو قنات و
رہنویہ کا مرامطا لکھ کر ڈالئے۔

امام بریلوی کی شعر گوئی۔ کتنی عجب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مستند العصر
کے پاس جس کو دلت دن کے کم از کم بیس گھنٹے میں صرف غشہ علم دین سے واسطہ ہو جس
کے ایوان علم میں اپنے ساتھ قلم وادوات اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو جو عربی
عجم کا رہتا ہو اس کو شعر کہنے کیا کہا جائے کسی سے شعر سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے
مگر شانِ جا معیت میں کمی کیسے ہو اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے
اگر اعلیٰ حضرت کے قدم اس کو نہ تو ازین حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس
بہتک خیال سے سرفراز تھے اس کی طلب کو تو ہر عاشق کے سرمایہ حیات
ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حمد و ثناء کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے
جس کا ایک ایک لفظ خود مست ہے۔ اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا
ہے ایک مرتبہ کھنوں کے ادیبوں کی شاندار غفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ مرتجیہ
میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب
کے نقطہ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق چاہتا
ہوں تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوزبان ہے۔

اس قسم کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تو سحر و شعر و ادبی نے جناب دیا
کہ ہم سیکچ نہ پوچھئے آپ عمر بھر پڑھتے رہئے اور ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔
فن زیجات و فن تفسیر فن زیجات و فن تفسیر میں شانِ امامت کے
نمونے آج اعلیٰ حضرت کے تلامذہ سے معلوم کئے جاسکتے ہیں اعلیٰ حضرت کے
ارشاد تلامذہ حضرت ملک العلماء ظفر الملتہ دالبین اس عہد میں دونوں فن کے
ماہر بنے جاتے ہیں علم جفر میں اعلیٰ حضرت ساری دنیا میں فرو کیا تھے۔ بڑے

توسرے اندر کھنوں میں سہنے کی خوبیاں فی موجود تھیں، شہر کے جغرافیہ میں بازار اور
تفریح گاہوں کو وہاں کے لوگوں سے پوچھتا رہا کہ جمعہ کے دن کی فرصت میں
کچھ سیر سپاٹا کروں۔ جبکہ دن آیا تو مسجد میں سب آخری صف میں تھا۔ نماز
ہو گئی تھی دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں۔ میں بریلی کے لئے بالکل نیا شخص تھا
لوگ ایک دوسرے کا ہنسیکھنے لگے۔

یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت خود کھڑے ہو گئے اور باب مسجد پچھ کو دیکھ لیا تو پہلے
سے اٹھ کر صفِ آخر میں آگئے مجھے مصافحہ سے نوازا۔ اس سے زیادہ کا ارادہ فرمایا
تو میں قہر کر کر پڑا۔ اعلیٰ حضرت پھر صلی پر تشریف لے گئے اور سنن ووافس
اداخلنے لگے، مسجد کے ایک ایک شخص نے اس کو دیکھا اور بڑی حیرت سے
دیکھا میں نے بازار اور کتب خانہ کی سیر کر کے دیکھا تھا۔ شام کو جب چلا تو
شہادت گنج کی موڑ پر پہلے پان کھانے کی خواہش پیدا ہوئی ابھی پان ڈالے سے
کہاجی نہ تھا کہ ہر طرف سے السلام علیکم آئیے اور کچھ جواب دینا پڑے۔ اب
پان ڈالے کی دکان کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرا دشوار ہو گیا۔ سلام و مصافحہ کی برکت
سارے پر گرام ختم کر دیا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ بریلی کا ذکر نہیں، کلکتہ، ممبئی
مدراں میں بھی پانیادہ نہیں بلکہ موڑ میں بیٹھ کر بھی صرف سیر بازار کے لئے نہیں
نکلا، سارا کھنوں میں انداز ہمیشہ کے لئے ختم فرمایا۔

حضرت غوث الاعظم کیساتھ حیات انگیز عقیدت

دوسرے دن کا رافتا پر گھٹنے سے پہلے خود گیارہ روپیہ کی شیرینی منگائی اپنے
پلنگ پر بچہ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی
مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔ کچھ چائے پلنگ
سے اٹھ پڑے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ کوشاں کسی شدید
حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت
زمین پر کڑیوں بیٹھ گئے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھتا تو یہ دیکھا کہ تقسیم
کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت
اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر بیکر تو
تشریف فرما ہوئے اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت
و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے
تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔ اور اب میں نے سمجھا
کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ میں کچھ نہیں۔ آپ کے جدا جدا کا صدقہ ہے۔ وہ مجھے
خاموش کرنے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا ہی تھی بلکہ درحقیقت
اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چون قلم در دست کاتب تھے جس طرح کہ غوث
پاک سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چون قلم در دست

ایک مظلوم اسلامی مفکر

عالی جناب سید حسن مثنیٰ انور۔ ایم اے علیگ

سید حسن مثنیٰ انور کے شخصیت سے جاننے والے دنیا کے ادب انہیں اس وقت سے جانتے ہیں جب وہ جوانی
تلم ادیب بن کر آسمان سے معافی پر درخشاں ستارہ بن کر ابھریں اور علم کے گڑھ میگزین کے ادارت چلنے کے مقصد سے
کچھ دنوں کے عرصے میں ان کے ادارت سے کچھ نئے نئے مضمون تھے۔ مضمون نے کچھ تحقیقی مقالات تلم بند فرمائے ہیں جو قبول عام کے
سند لے چکے ہیں مضمون نے صرف ادیب ہی بلکہ ایک اچھے خالص متعالی نگار بھی ہے۔ آپ کے پوری زندگی
لکھنے پڑھنے کے لئے وقف ہے۔

ایڈیٹر

انہیں انگلستان واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

برٹش سامراجوں نے انقلاب ۱۹۱۷ء کو غور۔ شور اور بغاوت و مہم
کے مکروہ ناموں سے موسوم کیا تھا جو مجاہدین آزادی کی قدرواقت کو گھٹانے اور
پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے کے جواز کے لئے ایک فرنگی چال تھی لیکن یہ حقیقت انگریزوں
کے دسی نمک خوار سمجھ کے چانچ ایک با وفا تذکرہ نگار لکھتا ہے:

”۱۲ رمضان ۱۳۳۷ھ یعنی ۱۹۱۷ء کا وہ طوفان جس کے تصور سے روٹ کر اٹھ اٹھا
ہے۔ ہندوستان کیا بلکہ دنیا بھر میں ایسا مشہور و معروف ہے کہ شاید دوسرا نہ ہو۔“

سلطنت مغلیہ کا آخری دور اور بربر مہم جو جانے والے پیمانہ شہادت کا پھل نظر میں
بد نصیب خاندان بابر بادشاہ ظفر بادشاہ دہلی کا بڑا بیٹا تھا جس کے بارہویں
پر چرلی پیٹھے جلنے کی بھول افواہ اڑی اور غدر برپا کرنے کے پھیلے مجمعوں میں
چوڑے شروخ ہوئے تھے۔ تباہ ہونے والی رعایا کی غصہ و نفرت نے ان کو کچھ
بھی سمجھا یا اس کا انہوں نے نتیجہ دیکھا اور ان کی نسل دیکھ رہے تھے۔ جن کے سرد پر
موت کھیل رہی تھی انہوں نے کپٹی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر نہ دیکھا اور اپنی
رحم کو گرفت کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ جو بی بی باغ ہوئی۔ حاکم کی نافرمانیوں
قتل و قتل کا بند باز رکھوا اور جو ان مرد کی مغرور میں اپنے پیروں پر غرور کھائیاں ملاں۔ اس
بھیاں کی نظر میں ہزار بار بندگان خدا نہ کہ وہ کتنے بھی انہیں چٹھا گئے تھے جن کے پیچھے
اور بی بی باغ ہوئی۔ اطراف کے شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں جاسوسی پھیل گئی۔ تذکرہ
ارشدیہ مولف مولانا الحاج محمد عاشق علی صاحب ج اول

صاحب تذکرہ ارشدیہ نے اسی ضمن میں ان گورنر نشینوں کو بھی پیش کیا ہے جن کے

انقلاب ۱۹۱۷ء کے پس منظر و پیش منظر کے ساتھ ہندوستان پر ایک طائر
نگاہ بٹائی ڈالی تو آپ کو عظیم ملک مختلف تحریکوں، گونا گوں فرقوں اور رنگ رنگ
انقلابات و تغیرات کا گہوارہ دکھائی دے گا۔ مذہب، سیاست، معیشت
ثقافت، معاشرت اور مذہب غرض کہ کوئی شعبہ حیات ایسا نہیں ہے جس کو
زوال و ادب اور بے ہولکت و فساد کی طوفان کی خیزی سے محفوظ و امن نظر آئے۔ اگر
ایک طرف مغلیہ سلطنت کے اقتدار کا شیرازہ درہم برہم ہو چکا تھا تو دوسری طرف ایٹ
ایٹریکشن کے لازموں کی طرح ہوتی سیاسی طاقت کا طوفان سارے بڑے عظیم پر چھا چکا
تھا اور انگریزی سامراجوں نے دشت و بربریت کے وہ دل سوز نمونے پیش کئے
تھے جن پر انسانیت آج تک سو گوار ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی اسیری، بوڑھے باپ
کے سامنے جوان بیٹوں کا قتل، بیگمات کے ساتھ بیہوش لوگوں اور دوسرے مجاہدین
آزادی کو دار و درسن کی سخت ترین آزمائش سے گزارنا نیز کالانی کی سزا سن کر ملک بدر
کرنا، دیسی ریاستوں کے مابین انتشار و افتراق پھیلانا اور انہیں اپنے موروثی و تاریخی
کے لئے فرنگی سیاسی غلامی قبول کرنے پر مجبور کرنا، ہندوستان کی عوام کی زندگی میں
خوف و ہراس اور بے چینی و سراسیمگی کی لہر دوڑا کر اپنا حاصل کردہ اقتدار و دستار
کرنا اور بالخصوص مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا۔

وہ حقائق ہیں جن سے نہ صرف یہ کہ تاریخ کا دل دھڑکتا ہے بلکہ آج بھی وہ سارے
مجاہدین وطن عزیز کے لئے سرمایہ عبرت و بصیرت ہیں اور تحصیل نور و حرارت کا حشر
ہی کہ اسی انقلاب کے تقریباً نوے (۹۰) سال بعد فرنگیوں کو اپنی آہن و بند
بندی اور غیر معمولی طاقت و شوکت کے باوجود مجاہدین آزادی اور سرخرو شان و شوکت

دینی تعلیم و تدریس کا نقشہ بنیادی اصول پر بنایا گیا تھا وہ ایک مکتوب سے ملتا
نایا ہے۔ آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

”جو معالجات کو سرپرست پہلے ہمارے ملک کے تھے اور جو کچھ نہیں
کہ کتب ملاحظہ میں لکھے ہوئے ہیں اب ہرگز وہ کافی نہیں۔ ان
کا بدل ڈالنا کتب طب کے اصل قواعد کے موافق ہے اگرچہ علاج
جزوی کے مخالف ہو۔“

د مکتوب بنام مولوی اشرف علی تھانوی ۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ
مندرجہ ذیل مکتوب (الرشید صفحہ ۱۲۱)

یہ دینی نظریہ معکوس ہے جسے پہلے خیال میں ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) لائے،
علی گڑھ میں لاکر ابن عبداللہ اب (م ۱۲۸۳ھ) نے نام بدل دیا اور خوشہ چینیوں میں روکا
اسماعیل دہلوی (م ۱۲۸۳ھ) نے غلط فہمی جنہوں نے اپنے پیروں میں رشاد و مفردہ امیر المومنین
سید احمد رائے بریلوی (م ۱۲۸۳ھ) کے زیر سایہ فتنہ توہم کو پھیلایا اور انگریز
سامراجوں کی خوشنودی حاصل کی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویت الامان پہلی کتاب ہے
جس نے ہندوستان مسلمانوں کو کافر، مشرک اور بدعتی بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں
رکھی تھی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سید احمد شہید کی صحیح تصویر از پروفیسر وحید احمد
سعود، مطبوعہ لاہور)

انقلاب ۱۲۸۵ھ کے کم و بیش ۲۵ سال قبل ۱۲۵۳ھ میں مکرہ بالاکوٹ پیش
آیا جس میں مشرک سازوں اور کافر گرد کی جماعت کے ممتاز افراد مع سربراہان فقہ
اہل بن گئے اور ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ دس سال کے بعد ۱۲۸۵ھ میں مولوی ملک
علی انڑوی کو انگریز حاکموں نے خوش ہو کر اپنی کالج کا صدر مدرس بنادیا اور انہوں نے اسماعیل
جماعت کو دوبارہ زندہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ان کی بدولت مولوی ذوالفقار علی والد
مولوی محمود الحسن دیوبندی اور مولوی فضل الرحمن والد مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی
دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگریزوں کے ملازم ہو گئے۔ ملک علی صاحب کے ارشاد
ملازمہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی احمد علی شاہ پوری اور سر سید احمد خاں
وغیرہ کے نام سرنہرست تھے۔ لائق استاد کے انتقال کے بعد مولویوں کی جماعت حضرت
حاجی امجد اللہ صاحب کو کی ذات کو مرکز مان کر دائرہ بنائے گئے۔ اسی اثنا میں حریت پسند
نے انگریزوں کے خلاف جہاد عام کیا۔ ماحول سے تنگ اور دل پر برداشت ہو کر حضرت
حاجی امجد اللہ صاحب تارک وطن ہو گئے۔ اب قدر کا طور پر مولوی رشید احمد گنگوہی
اپنی جماعت کے ”امام عام، مددۃ الامم، قطب العالم اور مخدوم الکمل“ وغیرہ بن گئے۔
انقلاب ۱۲۸۵ھ کے موقع پر جبکہ انگریز اپنی آتش انتقام کو مسلمانوں کے خون سے بجھا
رہا تھا یہ جماعت خاموشی ناشانی کی طرح سب کچھ دیکھتی رہی اور موقع پا کر مولانا عبد اللہ
سندھی کے لفظوں میں ”مولانا محمد تھانوی دہلی کا بلے کے مولیٰ جسے کہ دیوبند مبلغ
سہارا پورے گئے اور سر سید احمد خاں انگریزی قصہ کو لکھ لے گئے۔ یہ کتب

دیوبند نے اپنے گورے آثار کی کال و ناداری کا گن گاتے ہوئے اپنے اسی جدید نقشے
پر دینی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جس کا ذکر اسی مضمون میں کیا جا چکا ہے۔ تعلیم
و تدریس کے ساتھ کتابیں بھی تصنیف کی گئیں اور مسلمانوں کے مغیر و مستند انکار دخیال
فدوی اور شاعر اسلامی پر ایسی کاری ضربیں لگائی گئیں کہ اگر کفر و نفرت الہی ان کی پشت
پناہی نہ کرتی تو دیوبند کے قطب ربانی کا تعلیمی نقشہ جدید انہیں عبا روا بنا دیتا!
تقویت الامان، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ، تحذیر الناس اور حفظ الامان
وغیرہ کتابیں جو مختلف اوقات میں لکھی گئیں لیکن سب ایک ہی قبیل کی ہیں اور ان میں
توہم کا وہی رنگ و آہنگ ہے جسے ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسماعیل
دہلوی نے ایجاد کیا تھا اور بعد میں دیوبند اسکول کے ہی خواہوں، ان کے شاگردوں،
حاشیہ نشینوں اور مریدوں نے راگ میں لگ ملانے کی سعی بلخ کی۔ ابتدا میں باہم
دگر تخاصم و تحالف کے کارہوں نے جیسے کہ برائی ایجاد کا خاصہ ہوتا ہے تاہم اس
نئے تجربے نے دو اہم رد ادا کئے: ایک طرف انگریزوں کے باؤں مضبوطی سے جا دیئے
اور مسلمانوں کی قوت اتحاد و کلمہ زور کر کے انگریزوں کو سیاسی اقتدار بڑھانے کے مواقع
دئے اور دوسری طرف ملت اسلامیہ کو مذہبی خانہ جنگی میں ایسا مبتلا کر دیا کہ فرد
شُرک و بدعت کے شوق غوغا سے مذہبی ماحول کو اس قدر مہک کر دیا جس کا خوار
ہندوستان میں سنی مسلمانوں کے معدوم ہونے کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ تو
کا ایک المیہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کے نامور علماء و دانشور جو صحیح معنوں میں مارتا و علوم بنا
تھے جن کے علمی جلال و کمال کے سامنے کسی کو بجال گفتگو نہ تھی اور جن میں سے ایک بزرگ
نے دعوت مباحثہ دیکر خود مولوی اسماعیل دہلوی کو رد و پوش ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔
وہ سب کے سب ۱۲۸۵ھ کے جہاد آزادی میں کام آگئے اور جو قدرے بہت
باقی بچے وہ اس نے مذہبی جبران و طغیان سے ملت اسلامیہ کو بچانے میں مصروف
ہو گئے۔

ان اسلام کش اثرات کی روک تھام کے لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جسکو
علوم عقلی و نقلی دونوں میں پوری بعیرت اور دست گاہ حاصل ہو اور وہ تمام علوم و
فنون میں بالغ نظری کے مقام پر ناز ہو۔ تفقہ فی الدین میں جو ائمہ متقدمین کی یاد دلانے
اور جس کا علم کلام اگر ایک جانب توحید کے حقائق کی نقاب کشائی کرے تو دوسری جانب
خود دعا و صل اللہ علیہ وسلم کی محبت و وارستگی اور اختیار کا پرچم ہر اسے اپنے
علم و یقین اور فکر و نظر سے تمام فرق باطلہ کی قطعی کھول دے اور خصوصیت کے ساتھ
اس نئی مذہبی تحریک کا رد و تبلیغ کر دے جس کی اشاعت کرنے والے خدائی فوجدار
بکرا بنیاد، شہداء، مدققین اور صالحین سے مسلمانوں کے غیر معمولی مربوط رشتے کو توڑنے
کے آرزو مند تھے۔ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ایک ایسی ہی گرا نیا یہ اور
عقبر شخیصت کا ظہور ہوا جسے عالم اسلام، امام احمد رضا بریلوی کے نام سے
یاد کرتا ہے۔

امام احمد رضا صاحب جون ۱۵۵۷ھ مطابق ۱۰ ر شوال المکرم ۱۲۴۴ھ یعنی ۱۸۵۵ء کے جہاد حریّت سے ایک سال قبل شہر بریلی (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۸۶ھ میں جب کہ عمر شریف صرف ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی تھی آپ جلیل الشان عالم، عظیم المرتبت فاضل ہو گئے اور اس وقت سے صفر ۱۲۸۷ھ یعنی ۱۸۵۴ء میں تک مسلسل دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مؤلف مولانا بدر الدین احمد رضوی مطبوعہ ۱۹۶۳ء صفحہ ۷۹)

امام کے استاد میں مولانا سید شاہ آل رسول دارہ دی (متوفی ۱۲۹۰ھ) مولانا محمد رفیع علی خاں (متوفی ۱۲۹۰ھ) شیخ احمد بن زین دحلان مکی (متوفی ۱۲۹۹ھ) شیخ عبدالرحمن مکی (متوفی ۱۳۰۲ھ) شیخ حسین بن صالح (متوفی ۱۳۰۲ھ) اور مولانا شاہ ابوالحسن احمد انوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) کے اساتذہ گرامی تھے ہیں۔ امام احمد رضا دارہ بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے، پہلی بار ۱۲۹۵ھ میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ میں۔ ان دونوں مبارک و مسعود مواقع پر امام نے شیوخ مکرمہ مدینہ سے غیر معمولی اکتسابِ نفع کیا اور اپنی خدا داد نقاہت و دلالت کے گہرے نقوشِ علمائے حجاز مقدسہ کے انہاں دلوں میں مرتب کئے۔ چونکہ سالہا سال امام احمد رضا نے کم و بیش ۵۰ علوم و فنون پر مستقل کتابیں تصنیف کیں اور متعدد اہم کتابوں کے حاشیے بھی لکھے جو خود ایک تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ تصنیفات کی مجموعی تعداد درج ذیل ہے۔

- (۱) علم تفسیر میں ۷ کتابیں
- (۲) علم حدیث میں ۴۵ کتابیں
- (۳) عقائد و کلام میں ۲۲ کتابیں
- (۴) فقہ و تجوید میں ۷۰ کتابیں
- (۵) تاریخ و سیر میں ۱۱ کتابیں
- (۶) ادب، نحو، لغت و عروض میں ۶ کتابیں
- (۷) تصوف میں ۹ کتابیں
- (۸) علم زیجات میں ۷ کتابیں
- (۹) علم جفر و کسیر میں ۱۱ کتابیں
- (۱۰) جبر و مقابلہ میں ۴ کتابیں
- (۱۱) علم شلت، ارشاد طبعی و کائنات ۶ کتابیں
- (۱۲) توحید، نجوم اور حساب میں ۱۶ کتابیں
- (۱۳) ہیئت، ہندسہ، ریاضی میں ۲۸ کتابیں
- (۱۴) فلسفہ و منطق میں ۶ کتابیں

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سوانح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۹۵ تا ۳۰۳

مندرجہ بالا فہرست تعداد کتب میں اکثر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور بعض مطبوعہ

کرنایاب ہیں۔ یہ فہرست اصل میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کے دوشمارے اکتوبر ۱۹۶۶ء و دسمبر ۱۹۶۷ء سے ماخوذ ہے اور سوانح اعلیٰ حضرت میں مجملہ موجود ہے علاوہ ان میں امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفی سرگرمیوں اور علمی و ادبی ذخیروں کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے:

- (۱) تذکرہ علمائے ہند مؤلف مولانا رحمان علی مطبوعہ لوک شوریہ ۱۳۱۲ھ
- (۲) تذکرہ علمائے ہند مؤلف مولانا محمد ادریس گرامی مطبوعہ ۱۳۱۵ھ
- (۳) معجم المطبوعات العربیہ و العربیہ مؤلف یوسف البادر سرکس مطبوعہ ۱۳۲۶ھ
- (۴) قاموس المشاہیر - نظامی بدایونی ج اول
- (۵) حیات اعلیٰ حضرت مؤلف ملک العلماء علامہ غفر الدین بہاری
- (۶) المجلدات لالیفات المجدد مؤلف علامہ غفر الدین بہاری
- (۷) قاموس الکتاب (اردو مترجمین ترقی اردو) ج اول مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء
- ملک العلماء علامہ غفر الدین بہاری نے امام احمد رضا کی تعابیف کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے جن میں اکثر بیشتر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ امام کی مطبوعہ کتابیں ہی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں جنہیں دیکھ کر علماء عرب و عجم نے خراج عقیدت پیش کیا ہے (اور گہائے تحسین و آفرین چھادر کئے ہیں۔ ان کتابوں ہی سے اعزاز ہوتا ہے کہ امام احمد رضا مختلف علوم و فنون میں کس قدر کامل دستگاہ اور جامعیت رکھتے تھے، ان کا تجر علمی کتنا منفرد و بلند بالا تھا اور ان کی ہر نکتہ و نظر تجدید و احیائے دین کا فریضہ انجام دینے میں کتنی مستحکم اور مستعد ہوتی تھی!

امام نے سیاسی انتشار اور مذہبی خلفشار و دلوں کو دیکھا تھا۔ انقلاب شہسار کے واقعات اپنے بزرگوں سے سنے تھے۔ مجاہدین آزادی کے کارنامے اور ایسی ملک خواروں کے کرداروں سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ انقلاب شہسار کی ناکامی کے بہت سارے اسباب میں ایک اہم سبب وہ نام نہاد علماء بھی تھے جنہوں نے اپنے گورے آقاؤں کا طوق غلامی نگے میں ڈال کر اگر ایک طرف حریت پسندوں کو ازیت پہنچائی تو دوسری جانب اسلام کے عقیدہ توحید اور نظریہ رسالت کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں کتاب و سنت کو بازیچہ اطفال بنا دیا۔ شہسار، ہدایقین اور صاحبین کے اعزاز و احترام کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ آثار صحابہ کی بے توقیر کی۔ تابعین اور تبع تابعین کی اسلامی حضرات کو جبرور کیا اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کی وحدت و تکریم و عمل کا شیرازہ منتشر کر کے انگریزی سامراجوں کی سیاسی طاقت کو بڑھاوا دیا۔ ان و خراش اور جہاز حملوں کی ابتدا اگرچہ معرکہ بالاکوٹ (۱۸۵۷ء) سے قبل ہی ہندوستان میں ہو چکی تھی لیکن انقلاب شہسار کی سیاسی ہولناکی کے فوراً ہی بعد مسلمانوں کو باعوم جس دمر سے انتشار و اضطراب کا سامنا کرنا پڑا وہ دیکھتے تو سب تھا جو ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی سے

۴ تنزیہ اوقالی از زمان و مکان و جہت و اثبات ردیت بلا جہت و محاذات دالوقول، ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ اسرت۔

(ایضاح الحق مصنف مولوی اسماعیل دہلوی ص ۵)

۵ الی اصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان ٹھک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا خیر عالم کز خلاف نفوس قطعہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ خیر عالم کی وسعت علم کی کوئی نفس قطعی ہے جس سے تمام نفوس کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

دراہین قاطعہ مصنف غلیل احمد و مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی ص ۶

۶ "پھر آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کلی۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حنفیوں کی کیا تخصیص ہے، آیا علم غیب تو زید عمر و بلکہ ہر صبی و محبوس بلکہ جمیع حیوانات دیہات کے لئے بھی حاصل

(حفظ الایمان مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ص ۶)

۷ "سومعوم کے خیال میں تو رسول اللہ صلع کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقہ کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام درج میں و سکن مر رسول اللہ و خاتم النبیین فرما اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

(تحذیر الناس مصنف مولوی محمد تاسم نانوتوی ص ۲)

۸ "اگر بالفرض بعد از نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاوے۔"

(تحذیر الناس ص ۶)

۹ "بمقتضائے ظلمات بعضا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجاہد و دہنہ خود بہتر است و صرف بہت لبوسے شیخ و امثال ان از محظنین گرجاب رسالت آب باشند بچندین مرتبہ بدرت از متفرق و در صورت کا کا دخر خود است۔"

(مراط مستقیم مؤلف مولوی اسماعیل دہلوی، مطبوعہ حجابی ص ۷)

۱۰ "یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھڑا ہوا اللہ کی شان

شرع ہو کر مولوی اشرف علی تھانوی تک پہنچا ہے۔ اسلام کے "جدید ترسیم شدہ ایڈیشن" کے چند تراشے ملاحظہ فرمائیے:

۱ "اگر مراد از خیال متغیہ لذاتہ است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست پس لاشکر کہ کذب مذکور محال بمعنی سطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقت لواقعہ اقلے ان بر ملائمہ انبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت الہیہ زاید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق لواقعہ اقلے ان بر محلی طین و مقدرت اکثر افراد ان فی است کذب مذکور آرسے منافی حکمت اوست پس محتج بالغیر است۔"

دراہین دہلی مصنف مولوی اسماعیل دہلوی مطبوعہ نانوتوی ص ۱

۲ "امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پردہ قادر ہے مگر اختیار خود اس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے؟

(نوادیر رشیدہ مصنف مولوی رشید احمد گنگوہی مطبوعہ رحیمہ دہلی ص ۶)

۳ "الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے؟

(نوادیر رشیدہ ج ۱ ص ۱۹)

۴ کذب متنازعہ فیہ صفات ذاتیہ میں داخل نہیں بلکہ صفات فعلیہ میں داخل ہے؟

(الچہد المقل مصنف مولوی محمود الحسن ج ۲ ص ۶)

۵ "افعال تبیحہ کو مثل دیگر کمالات ذابہ مقدرہ باری جملہ اہل حق

تسلیم کرتے ہیں۔

واقفہ غیر واقعی کا عقد و اصدار قدرت باری جل سلطانہ

میں داخل ہے۔

اب افعال تبیحہ کو قدرت قدیہ حق تعالیٰ شانہ سے کیونکر خارج کر سکتے ہیں؟

(ایضاً ص ۳۱-۳۲-۳۳)

۶ امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدامت میں اختلاف ہو لہے کہ خلف و عید آیا جائز ہو یا نہیں؟

(دراہین قاطعہ مصنف مولوی غلیل احمد انیسوی ص ۶)

۷ "اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اختیار میں ہو کہ جب جی چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے؟

(تقویۃ الایمان مصنف مولوی اسماعیل دہلوی ص ۲۳)

کے کچے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرزنداری کا حکم ہے ہم ان کے بھٹوے ہوئے۔ جو بشر کی سخی تعریف ہو سو ہی کر د، سوان میں بھی اختصار کر د۔

تقویت الایمان منصف مولوی اسماعیل دہلوی ص ۱۶-۶۸-۷۰
۱۵۔ ”حبس کا نام محمدی علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“
(ایضاً ص ۱)

ان تراشوں کے ذریعہ پرستار ان قہب کے عقیدہ توحید اور نظریہ رسالت کے بنیادی پہلوؤں کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اسکان کذب کا عقیدہ رکھنا، جھوٹ بولنے پر خدا کو قادر ماننا، جھوٹ کو قدرت الہی میں داخل کرنا، کذب کو صفات خداوندی میں شامل کرنا، انحال تیسرے خدا کے لئے تعالیٰ کی ذات میں ممکن تسلیم کرنا، اسکان کذب کو قدرائے اسلام سے منسوب کرتے ہوئے خلف وعید کے معنی میں سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت مطلع علی الغیب نہ ماننا، خدا کو بھی بندوں کی طرح زمان و مکان کا محتاج جاننا وغیرہ یہی قہب کے عقیدہ توحید کے بنیادی عناصر ہیں۔ اسی طرح فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتانا، محض ربی کے دور علم پر شرک کا تخری صادر کرنا، حبیب خدا کے علم غیب کا تکذیب کرتے ہوئے، لے زید، عمرو، پاگل، دیوانے اور جمیع حیوانات و بہائم کے مساوی ماننا، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال بتانا اور کھینچنے کی مفرضہ اندکے باوجود خاتمت محمدی میں کوئی فرق نہ سمجھنا، ناز میں رسالت اک کے خیال کو کھانے گندے کے خیال سے بھی کھائی دے دینا، انبیاء شہداء و ائمہین اور صالحین کو چار سے بھی زیادہ ذلیل کہنا اور بالخصوص سرکارِ دو عالم کو بڑا بھائی کہنے میں غیرت دینی کو بالائے طاق رکھ دینا، رسول کی طرح و ستائش کو عام انہوں سے بھی گھٹ کر پیش کرنا اور انہیں بسے و متحارج تسلیم کرنا یہی قہب کے نظریہ رسالت کا طریقہ نامک ہیں۔

نام نہاد مولویوں کا ان ہی جدت طراز یوں نے مذہبی دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور مسلمانوں کے درمیان نفاق و شقاق کے داغ بیل ڈال دی۔ اندیشہ تھا کہ اُسے دن کی نئی نئی نکتہ آفرینیاں کہیں اسلامی تعلیمات کو نسخہ نہ کریں اور مسلمانوں کو سیاسی ناکامی کے بعد کہیں مذہبی پسپائی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ یہ تھے سنگین حالات جو امام احمد رضا کے لئے چیلنج بن گئے اور اسلام کی دفاعی مورچہ بندی کی تمام ذمہ داری ان پر آگئی عشق رسول نے امام سے جہاد بالقلم کا ملابھ کیا اور نصرت الہی ان کی پشت پناہ بنی۔ وہ خود اپنے علمی مذاق کی تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”مجھے تین کاموں سے بچنی ہے اور ان کی نکتہ مجھے عطا کی گئی ہے تفصیل یہ ہے: اول سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم وعلیہم جمعین کی حمایت کرنا نیز نہ کہ ہر ذلیل دہائی آپ کی شان میں توہین آمیز کلام سے زبان درازی کر رہا ہے۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا۔ اور رب کی رحمت کے بارے میں میرا یہی ظن ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق معاملہ فرماتا ہوں۔ دوم ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دن کے دعویدار میں لاکھ وہ مفد محض ہیں اور سوم حسب استطاعت اور دماغ ذہیب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔“ (ترجمہ)

(فاضل بریلوی ملایکے حجاز کی نظر پر مؤلف پرنسٹن ڈاکٹر محمد سعود احمد ص ۱۰)

(بحوالہ الاجازۃ الرضویہ لبجل الکلمۃ البہیہ (قلمی) ص ۳۸، ۳۹)

امام احمد رضا کے استغنی جہاد کے منشور (Manifesto) نے ان کی انفرادیت کو چیلنج کا موقع دیا اور پچائش علوم دنوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لینے والی نیکو نظر سمٹ سمٹا کر تقدیس الہی کی حیثیت، ناموس رسالت کی عظمت ابطال بدعت و فضائل اور فروع کتاب و سنت میں لگ گئی۔ اس سلسلے میں امام نے کم و بیش دو سو کتابیں تصنیف کیں اور ہزار ہا دلائل قاہرہ کے ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔ ہم ذیل میں صرف چند کتابوں ہی کے نام پیش کرتے ہیں جن پر امام کی شہرت عام اور بقائے دوام کی عمارت کھڑی ہے:

- (۱) سجن السجون عن غیب کذب مقبور۔ مرتبہ ۱۳۳۰ھ مطبوعہ ۱۳۰۹ھ
- (۲) سئل السیوف الہندی علی کفریات بابا النجدر۔ مرتبہ ۱۳۱۷ھ مطبوعہ ۱۳۱۶ھ
- (۳) الکلمۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوابیہ۔ مطبوعہ ۱۳۱۶ھ
- (۴) الدلالتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ مطبوعہ ۱۳۲۳ھ
- (۵) حاتم الحرمین علی منکر الکفر والمین۔ مطبوعہ ۱۳۲۳ھ
- (۶) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (قرآن حکیم کا مستند اردو ترجمہ ۱۳۳۰ھ)
- (۷) فتاویٰ رضویہ (۱۲ جلدیں اور ہر جلد جہازی سائز کے ہزار صفحات پر مشتمل ۱۲ جلدیں مطبوعہ بھی)

امام احمد رضا نے ابتدائی تین کتابوں میں مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے متبعین کے پھیلانے ہوئے اسکان کذب باری تعالیٰ کے سنے کی قلمی کھولی ہے۔ ان کی بعض عبارات پر سخت محنت کہہ اور منطقی عدم توازن کو دکھلاتے ہوئے ان کے ناقص اور نارسا شیعہ خیالات و افکار کا زبردست حاکم کیا ہے۔ اس کے ساتھ اسلامی موقف کو بھی کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کر دیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

(صرف مرکزی خیال اور ضلع کلام پر اکتفا کیا گیا ہے)

”ان تو ایک سہل تدبیر تھیں بناؤں۔ میرا رسالہ تمہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو
ان دو مسودہ دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کر کے انصاف سے پرکھو۔ فرض
کر دو کہ دوسو میں استعمال کذاب الہی پر صرف ایک دلیل اور تمہارے خیال
اور تمہارے امام کے اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع بہر قیل
و قال باقی رہ گیا۔ سب سے تم نے جواب دے لیا تو جان برادر!
احقاق حق کو ایک دلیل کافی، الباطل باطل کو ایک اعتراض کافی، نہ کہ دلائل
باہرہ، اعتراضات قہر و صدمہ سنو اور ایک نہ نگور۔ دل میں جانے جاؤ
کہ دلائل با صواب اور اعتراضات لا جواب، مگر ماننے کی قسم، تو بہ
کی آن، بلکہ اٹھے تا یہ باطل کی فکر سامان، یہ تو حق پرستی نہ ہوئی بستی
ہوئی، نشہ تعصب میں سیاہی ہستی ہوئی، پھر قیامت تو آئے گی؟
حساب تو نہ ہوگا؟ خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا؟ اے رب
میرے! ہدایت فرما اللہ جلّیٰ آنکھوں کو کچھ تو سہرا“

(الفصل ١٥)

امام کی چوتھی کتاب الدولۃ المکیہ ہے جو بلاشبہ ان کے علم کا شاہکار ہے۔
مسلمہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تمام تحقیق اور علمی مباحث کو شرح
و بسط کے ساتھ اسکا ایک تصنیف میں جمع کر کے امام نے سیحون کا تاروں کے مطالعے
سے مسلمانوں کو بے نیاز کر دیا ہے۔ یہ معرکتہ آرا تصنیف امام کی صرف ساڑھے آٹھ
گھنٹوں کی کاوشوں اور توجہات کا ثمرہ ہے۔ اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ
۱۹۰۴ء میں جب امام احمد رضا دوسری بار حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے
گئے تو علامہ جلیل شیخ اسماعیل بن خلیل مدنی کے لفظوں میں "بعض ناسقوں کی
مرد سے چند پر نصیبیوں نے اس وقت کے شریف مکہ کے یہاں ضرر پہنچانے میں کوشش
کی اور ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا۔ چنانچہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے
پاس سوال بھیجا اور گمان کیا کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے کہ سفر کی تیاری میں ہیں اور
یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں تو مولانا نے اللہ ان کی تائید کرے، اس سوال
پر وہ جواب لکھا جس سے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی کی اور ہر کافر و ناسق و گمراہ بے توف
کو ذلیل و خوار کیا۔ شریف مکہ نے شیخ صالح کمال (سابق مفتی مکہ)
کو حکم دیا کہ رسولان کے دربار میں بر ملا پڑھیں۔ چنانچہ رسالہ پڑھا گیا۔ مگرش محمد وہ
کے افراد وہاں موجود تھے، اس سن کہ حیرت زدہ رہ گئے اور ذلیل و خوار ہوئے۔
اس وقت شریف مکہ پر ظاہر ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں حق پر ہیں اور فالغین
گمراہ ہیں۔"

(الفروضات الملكية لمحبة الدولة الملكية ١٣٢٦ هـ ص ١٤)

امام احمد رضا خود بھی اپنی یہ سرگزشت سناتے ہیں:

”میرے پاس علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض ہندوؤں

۴ قدرت الہی ہفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے۔ یہ معاذ اللہ منعت
نفق و عیب۔ اور اگر محالات پر قدرت مافیئسے تو ابھی انقلاب
ہوا جا رہا ہے، دہرہ سینہ؛

جب کسی محال پر قدرت انی اور محال محال سب ایک سے بڑھا
نہا رہے..... خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی بڑھو
سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں اور منجمل محالات
سلب قدرت الہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو کھو
دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو جائے معلوم قدرت
اکبر اصل قدرت ہی اچھڑے گی۔“

(سبحان السبوح صفه)

دو اگر کذب الہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں گے کہ اٹھائے نہ آتے ہیں۔
 کاغذوں اور لمحوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے
 نہ مٹیں۔ دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یکدمست ہاتھ سے جائیں جیستر
 و نشر و حساب و کتاب و جنت و نار و ثواب و عذاب کسی
 پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الہی سے
 ہے۔ جب معاذ اللہ کذب الہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الہی میں احمال رہے
 گا کہ شاید یوں ہی فرمادی بہت شاید ٹھکے نہ پڑے۔

اَيْضًا ص ١٤١

ملائے دہلی کا خدا سے سوہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا با آدمی
کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے۔ پاخانہ پھرتا ہے اور پیشاب کرتا ہے
آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرے سنا
نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دیدے، آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ
کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلا لے۔ خاک پر لیٹے کانٹوں پر
لیٹے، رانسی ہو جائے، دہائی بن جائے مگر ملائے ملام کا سوتا
سوہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور
کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔ اقول غرض خدا نے سے
ہر طرح ہاتھ دھو دھو بیٹھنا ہے۔ ذکر سقاہ حضرت کے نظم میں
عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کر سکا تو ناقص ہوا، ناقص خدا نہیں
..... تو شمس و ماس کی طرح افہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول آبر
حقیقتہً انکار خدا کی طرف منہ

مگر سبحان ربنا، ہمارا سچا خدا سب غیبوں سے پاک اور قدرت علیٰ اعمال کی تہمت سرا یا ضلال سے کمال منزہ۔

(ایضاً صف ۲۰)

کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ کو ایک سوال آیا اور میرے گمان میں ان بعض دہائیہ کا اٹھا یا ہو جائے ہوئے دل کھول کر اللہ و رسول جل و علا صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی اور ہندوستان میں اس کی کتابیں شائع کیں۔۔۔۔۔

..... اور انہوں نے جانا کہ میں مکہ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جدا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت میں مشغول اور اپنے مولیٰ و محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہر کی جانب جانے کی جلدی کی ہے تو انہوں نے یہ سوال اٹھایا اس میں طبع پر کر یہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا گنگا ہونا اور کتابیں پاس نہ ہونا، مجھے اظہار جواب سے روک دے گا تو اس میں ان کو عید و خوشی ہو جائے گی اور یہ دیکھنا کہ یہ دین متین ان میں ہے اور جو کوئی اس کی مدد کرے منہور و محفوظ ہے۔

(الدولۃ المملکیہ صفحہ ۱۸۱)

امام احمد رضا کی سرگزشت خود ان ہی کا زبانِ قلم سے سننے اور ایک فاضل جلیل عرب کی تصدیق و توثیق واقعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ الدولۃ المملکیہ کی تہذیب و تمدن کی ایک قلیل ترین وقت میں ہوئی اور نہایت بے سروسامان کے عالم میں۔ یہ گرانقدر تصنیف اگر ایک طرف امام کے علمی تجربہ کتاب و سنت پر کامل استحضار، حافظ کی قوت و وسعت، فکر و نظر کی جولانی، سرعت فہم اور قلم برداشتہ انداز تحریر کی آئینہ دار ہے تو دوسری طرف سربین حجاز مقدسہ نیز دیگر بلاد اسلامیہ میں امام کی غیر معمولی مقبولیت و محبوبیت کی غماز ہے جیسا کہ علامہ شیخ اسماعیل بن خلیل مدنی کا ارشاد ہے کہ

”علما و ادر طلبہ علم نے چاروں طرف سے مولانا شیخ احمد مذکور کو گھیر لیا تو کوئی ناؤہ حاصل کرنے کے لئے کوئی سوال کرتا اور کوئی قول صحیح دریافت کرنے کے لئے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے اور کوئی اجازت مانگتا ہے اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا ہے یہ ان کا حال تھا جبکہ میں تھے“

(الفیوضۃ المملکیہ صفحہ ۱۲۳)

اور تیسری طرف الدولۃ المملکیہ ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ بعض ان ہندوستانی مولویوں کو متعارف کرا دیا جو ناموسین رسول کے مقابل ناموسین اسلام کے لئے قلم کی روشنائی خشک کر رہے تھے اور گرد وہی تعصب نے جنہیں توفیقی توبہ سے محروم کر دکھا تھا۔ یہ سارے دسوز و درد فرسائے امام احمد رضا کی نگاہوں کے سامنے تھے تاہم امام نے حکمت تبلیغ کے پیش نظر صلاح و فلاح کی نصیحت اور افہام و تفہیم کی راہ نکالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس مسئلہ علم غیب پر امام کی شانِ نقاہت ملاحظہ کیجئے:

”جو غیر خدا سے علم غیب کی مطلقاً ایسی نفی کرے کہ کسی طرح

ثابت نہ کر دے وہ ان آیتوں سے کفر کر رہا ہے جو ثابت فرماتی ہیں اور جو مطلقاً اس طرح ثابت کرے کہ کسی درجہ سے نفی مانے ہی نہیں وہ ان آیتوں سے کفر کرتا ہے جو نفی فرماتی ہیں اور مسلمان سب پر ایمان لاتا ہے اور جو مختلف راہوں میں نہیں پڑتا،

(الدولۃ المملکیہ صفحہ ۱۸۱)

”پہلی تقسیم توبہ ہے کہ علم یا تو ذاتی ہے جبکہ نفس ذات عالم سے صادر ہو اس کے غیر کو اس میں کچھ دخل ہو، یوں کہ غیر کی عطیہ ہو نہ یوں کہ غیر اس میں کسی طرح سبب پڑے۔ اور یا عطیہ ایسے جبکہ غیر کی عطیہ سے ہو۔ پہلی قسم مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے اور جو اس میں سے کوئی حصہ جہاں بھر میں کسی کے لئے ثابت کرے اگرچہ ایک ذرے سے کم سے کم تر، وہ یقیناً مشرک ہے۔ اور دوسری قسم مولیٰ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے، اللہ کے لئے ممکن نہیں اور جو اس کا کوئی علم اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرے وہ کافر ہے اور ایسی چیز یا جو شرک اکبر سے بھی زیادہ خبیث و شنیع ہے اس لئے مشرک تو وہ ہے جو اللہ کے برابر دوسرے کو جانے اور اس نے غیر خدا کو خدا سے برتر سمجھا کہ اس نے اپنے علم و خبر کا فیض خدا کو پہنچا دیا۔“

ایضاً صفحہ ۱۷۷-۱۸۱

”وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے اگرچہ خدا کی عطیہ سے ہو تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمائی ہے اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے زیاں کار ہونے کے لئے کافی ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۱۷۷-۱۸۱)

”تمام دکان جملہ مخلوقات کے مجموعہ علوم کی ہمارے رب العالمین کے علوم سے برابری کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گذرے۔ کیا اندھوں کو نہیں سوچتا کہ اللہ کا علم ذاتی ہو اور خلق کا علم عطیہ ہے اور اللہ کا علم اس کی ذات کے لئے واجب ہے اور خلق کا علم اس کے لئے ممکن۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا علم ازلی بسرمدی، قدیم، حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث اس لئے کہ تمام مخلوقات حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی اور اللہ سبحانہ کا علم مخلوق نہیں اور خلق کا علم مخلوق ہی اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور خلق کا علم اللہ کی قدرت میں اور اس کے زیر دست ہے۔ علم الہی کا ہمیشہ رہنا واجب اور علم مخلوق کی فہم ممکن علم الہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علم خلق میں تغیر رہا۔“

(ایضاً صفحہ ۲۱۳)

چنانچہ توبہ پرستوں نے اپنا سارا زور امام احمد رضا کے خلاف افواہیں پھیلانے میں لگا دیا اور اپنے سارے عیوب امام سے منسوب کر دیئے۔ ایک جگہ امام احمد رضا خود ہی رقمطراز ہیں:

”ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور لان دھارنے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہل سنت کے فتوے تکفیر کا کیا اعتبار! یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کے مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کر تے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا اور مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا۔ یا۔ یا۔ پھر جو لوہے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ محمد الفاضل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین الدیوبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑی دی کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا مولانا کو اللہ تعالیٰ حبت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آئینہ کو میرے ان جاء کھر فاسق منبیاء فتبینوا پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ (مخبر البری عن وسواس الملقی لکھ کر ارسال ہوا۔“

(حسام الحرمین ص ۴۲)

اسی ضمن میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جن حضرات نے امام احمد رضا کی درج ذیل تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے۔

(۱) انباء المصطفیٰ بحال سر د اخفی (۱۳۱۸ھ)

(۲) جلی الصوت لبھی الدعوة امام الموت (۱۳۲۰ھ)

(۳) مواہب الراح القدس کشف حکم الخس (۱۳۲۴ھ)

(۴) الزوار البشارة فی مسائل الحج والزیارة (۱۳۲۹ھ)

(۵) خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ)

(۶) الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود الخیۃ (۱۳۳۴ھ)

(۷) جبل النور فی نبی الساتع عن زیارة القبور (۱۳۳۹ھ)

وہ ابھی طرح باخبر ہوں گے کہ توبہ پرستوں کی جانب سے لگائے گئے سارے

الدولۃ المکیۃ کی تکمیل کے بعد مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دیگر بلاد اسلامیہ کے تقریباً ۶۱ علماء نے اس پر تقریریں لکھیں اور اس کے مضامین کو نہ صرف یہ کہ سراہا بلکہ اسلامی عقائد کا معیار قرار دیا۔ علمائے حجاز میں شیخ مولیٰ علی شامی شیخ حسن بن عبدالقادر اور علامہ سید اسماعیل بن خلیل نے خصوصیت کے ساتھ امام احمد رضا کو ”مجدد دین و ملت“ کہا۔ اس عظیم الشان فتح و نصرت کے سائے میں جب امام ہندوستان واپس ہوئے تو یہ امید لے ہوئے تھے کہ علمائے عرب کی ایک کثیر جماعت کا تائید و تصدیق دیکھ کر شاید ہندوستان کے علماء مخالفین اپنے زہر آگین خیالات پر نظر ثانی کریں اور انہیں اسلام سے نسبت نہ دیں مگر

ظ لے با آرزو کہ خاک شدہ

ہندوستان پہنچ کر امام کو نقشہ کی لٹا نظر آیا۔ نقشہ تو توبہ کا تلباز یا بڑھتی گئیں۔ انہام و تقہیب کے اس کائنات کمزور پڑتے گئے۔ مخالفین اپنے خیالات فاسدہ کی اشاعت میں نسبتاً زیادہ جرمی دکھائی دینے لگے، انہوں نے اپنا ایک متحدہ محاذ بنالیا جس نے نفایت کی تو کو تیز تر کر دیا۔ اب لے دے کہ ان کا یہ مقصود حیات بنا کر چلبے جو کچھ ہو جائے مگر ان کے مفروضہ دنیادی اماموں، مجددوں، قاسم العلویوں، شیخ الہندوں حکیم الامتوں اور نقیبہ انفسوں کی بات کہنے نہ پائے! اسلامی توحید مجروح ہو جائے کوئی مضائقہ نہیں۔ نظریہ رست کو صبر پہنچے کوئی حرج نہیں، ان ہی کی کتابوں کا سہارا لیکر کوئی نیا شخص دعویٰ نبوت کرے تو کوئی غم نہیں لیکن فتادی رشیدیہ، تحریک الراسخ، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہ جیسی ایمان سوز کتابوں کی مسلسل اشاعت جاری رہے۔ خدا اور رسول خدا کی شان میں گستاخی کرنے والے اس حد تک پہنچ گئے کہ بیک جنبش قلم سارے مسلمانوں کو کافر و مشرک اور بدعتی و جہمی بنا ڈالا کبھی سلام و قیام کی بحث اٹھا کر، کبھی نذر و نافر و سرسبز دوسرے مروجہ طریق الصیال لوٹا کافرانہ اڑا کر، کبھی اداد و وظایف کی قدر و قیمت کو گھٹا کر اور کبھی دوسرے

فردعی مسائل کو چیستان بنا کر

یہ سب بے چیدگیاں اور گورکھ دھندے اس لئے معرض وجود میں لائے گئے کہ توحید و رسالت سے متعلق تجدید پسندوں کی پیادہ ہنیت کے کرشمے پردہ خفاہی میں رہیں اور عام مسلمانوں کی نگاہوں میں ان کا روحانی و علمی بھرم کھلنے نہ پائے! ان تمام احتیاطی تدابیر کو اختیار کر کے باوجود توبہ پرستوں کو ذہنی آسودگی حاصل نہ ہو سکے اور ان کے ذہنوں پر امام احمد رضا کے قلم حقیقت رقم کا خوف مسلط رہا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ جس بائیس سال سے ان کے ہر نشیب و فراز پر صلا و فلاح کا پیام دینے والی ذات تنہا امام کی نعمی اور خانہ ساز روشن تاویلات سے جلنے والے چرخ کی روشنی دکھا کر اس مرد حق آگاہ کو سحر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

انہما بالکل جھوٹے اور بے بنیاد تھے ان افراد پر داذوں کی غرض نہ تھی کہ امام احمد رضا حالات سے برگشتہ خاطر ہو کر دعوت و تبلیغ کی راہ سے علیحدہ ہو جائیں اور گوشہ نشینی اختیار کر لیں لیکن خلافت عالم نے جس ذات کو حجازی کو متحدہ و احیاء دین کے لئے پیدا فرمایا تھا وہ ان ہزل سرائوں سے کیا مرعوب ہوئی! چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ امام احمد رضا مکہ و مدینہ ۲۰ سال تک اپنی مختلف تحریروں کے ذریعہ تو سب پرستوں کو دعوت اصلاح و فلاح دیتے رہے پھر خطوط ارسال کئے، متعدد بار جریریاں بھیجیں اور تحقیق و جستجو کے تمام قلعے ادا کئے مگر عزت نفس کے نشے میں چور رہنے والوں نے بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

”جس کی قومیداری سے سوز و درد کی کائنات اس کے حق میں تقطعاً اچھا ہے یا لا تقطعاً“

امام احمد رضا نے ان کا جو یہ رنگ بے اعتنائی دیکھا تو بے حد آزر و غلطی ہوئی مگر اتمام حجت کے بعد وہ کہہ سکتے تھے اسلام کا تقاضہ ہوا کہ خدائے قدوس و سبحان کی ذات یا صفات میں عیب نہ لکھنے والوں کو علیحدہ کر دو اور ایمان کے مطالبہ کیا کہ تقدیس رسالت اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کرنے والوں کو شریعت اسلام کا حکم سنا دو! چنانچہ امام احمد رضا نے حضرت مولانا فضل رسول بدایونی کی تصنیف المعتمد المتقصد (۱۲۵۰ھ) کو تعلیقات و حواشی کے ساتھ المعتمد المستند کے نام سے مرتب فرمایا۔ اعجاز احمدی (مرزا غلام احمد قادیانی) ازالۃ الادہام و غلام احمد قادیانی، نقادی رشیدیہ (مولوی رشید احمد گنگوہی) تحذیر الناس (مولوی قاسم نانوتوی)، براہین قاطعہ (مولوی خلیل احمد بیٹھوی) اور حفظ الایمان (مولوی اشرف علی تھانوی) وغیرہ کے مضامین کا تحلیل و تجزیہ کر کے شائع کیا اور انہیں پانچ طبقوں میں تقسیم کیا جو درج ذیل ہیں:

(۱) انجاس قادیانی یعنی انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے،

(۲) ارجاس شیطانی یعنی شیطان کی وسعت علم کو نص سے ثابت ماننے والے اور فخر و دعائے لئے وسعت علم کا انکار کرنے والے،

(۳) کمذیب روحانی (یعنی خدا کے قدوس و سبحان کو جھوٹا بولنے پر تدارک نہ ملنے والے)

(۴) نبوت ستانی (یعنی یہ عقیدہ رکھنے والے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کا مبعوث ہونا مستبعد نہیں)۔

(۵) جنون سگانی (یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے مماثل قرار دینے والے)

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حسام الحرمین ص ۱۲۱)

امام احمد رضا نے مذکورہ بالا طریقہ پر کمال اعتدائے کے ساتھ شرعی حکم لگا یا اور اس کو تاریخ ساز فتویٰ کو ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ میں علماء حرمین کی خدمت میں پیش

کیا جس پر ۳۴ علمائے مکہ و مدینہ نے تقریظیں لکھیں اور اپنی تائید و تصدیق کے ذریعہ امام کی دینی بعیرت اور ذہنی شرف لگایا کہ تا زمانہ فرمایا۔ ۱۳۲۳ھ میں حسام الحرمین منصف شہود پر آئے اور اس شان و جلال کے ساتھ کہ نصف صدی سے زائد گزر جانے کے بعد آج بھی وہ حق و باطل اور اسلام و کفر کا معیار بنی ہوئی ہے۔ حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد تو سب پرستوں اور اسلاف کے بھائیوں کی بدحواسی نظر اُڑنے پر پہنچ گئی جس نے مخالفین کو دشنام طرازی کی بہت ترین سطح پر لاکھڑا کر دیا جس نے امام کو ”بڑا ہی گھٹا“ و ”خدا دی، نخواست علم کا مارا“ دشمنی اور خصومت میں بہت ہی ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے بیٹھ جانے والا اور بیچھان چھوڑنے والا۔ دیا رہند میں کفر و تفریق کا علم بند کرنے والا، اور تادیل کفر نہ سننے والا“ کہا۔ انزہتہ الخواطر میلہ، مرتبہ عبدالحی کھنوی، اور ایک شیخ الاسلام نے جو جو تعلق اسلاف میں امام احمد رضا کو ”دجال، کذاب، مفتری، شیطان، دشمن رسول، ان کے اساتذہ کا ملیں کا سر دار اور ان کے بزرگوں کو نبی اسرائیل و یہودی کہنے سے بھی دریغ نہ کیا“ (ملاحظہ کیجئے الشہاب الثاقب علی المسترق الکذاب، مؤلفہ مولوی حسین احمد مدنی، ان کالیوں اور ہرزہ سرائوں کا اثر امام پر کیا پڑا اسے آپ ان ہی سے سنئے:

”حمداً لہ کے ذکر کریم کو جس نے اپنے اس بندے کی ہدایت دی، یہ استحقاق دیا کہ وہ ان ان اعظم کا برکی کی عظیم مدحوں پر اتر آتا ہے بلکہ اپنے رب کے حسن نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لئے کیا تو نے اس تاجر کو ان عظمت کے عزیز کی آنکھوں میں مغز فرمایا۔ ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالی سے جو وہ زبانی دیتے ہیں اور اخباروں میں بھپاتے ہیں پریشان ہوتا بلکہ شکر بجا لاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس ناقابل کو اس قابل کیا کہ تیری عظمت اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے۔۔۔۔۔ اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندہ خدا کو پچاس ہزار غلط گالیاں سنائیں اور کچھ کھڑک شائع فرمائیں اور اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کو باز نہ کرنا اس شرط پر شرط دے کہ اس بندہ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا اکابر علماء قدس اسرار ہم کو بھی گالیاں دیں تو ایں ہم پر علم لے خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو اس کے آباء و اجداد کی آبرو بدگوئیوں کی زبانوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے میسر ہو جائے پسندناحسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدگوئیوں سے محفوظ رہے۔۔۔۔۔“

فاتح الجہاد والدقی و عرضی
لعرض محمد ہنگر و قاع

(حسام الحرمین: خلاصہ فوائد فتویٰ (جلد ۱۳۲ھ) گلبن اولہ جلد ۵۲۵)
اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد دو نقطہ ہائے نظر
بے غبار ہو کر ابھرتے ہیں ایک کی پاسبانی مخالفین کرتے تھے اور دوسرے کی امام
احمد رضا ایک طرف ناموس اسلام اور عزت نفس کے بچاؤ کے لئے ساری توانائیاں
صرف ہو رہی تھیں اور دوسرے طرف اللہ تعالیٰ کی عیب ثابت کرنے اور غلبہ
رسول خدا کو بڑھانے کی خاطر حکم و نظر کا اسرار سرمایہ وقف تھا۔ ایک جانب دشنام
طرازیوں اور الزام تراشیوں کا بازار گرم تھا اور دوسری جانب مبرہنہ کے ساتھ
دینی خلوص و لہجہ کی جلوہ گری تھی۔ ایک سمت ایک ہی تھیلی کے چند کھوٹے سکڑے
تھکے کاغذ تھے اور دوسرے سمت علمائے عرب و عجم ہم آواز تھے ادھر ظالموں کا ظلم شباب

پر تھا اور ادھر مظلوم کی مظلومیت بحد کمال تھی۔ غرض کہ ۱۸۵۷ء کے سیاسی جہاد کے بعد
ہی کہیں بھادر کے دنا دار مولوں نے مذہبی دنیا میں شورش برپا کر کے جو طبل جنگ بجایا تھا
اس نے آگے چل کر ۱۸۵۹ء میں قلمی جہاد کی صورت اختیار کر لی جس کا طویل سلسلہ
۱۳۲۳ھ تک رہا البتہ ۱۳۲۳ھ میں حسام الحرمین نے اس قلمی جہاد کا فیصلہ کن
انجام مسلمان عام کے سامنے پیش کر دیا اور دین نے جان لیا کہ امام احمد رضا کے پیکر میں
در اصل ایک مظلوم اسلامی منکر تھا جس کے چون سالہ علی، ادبی، اصلاحی اور تجدیدی اہل
پر پردہ ڈالنے اور انہیں سبج کرنے کی سعی، بلیغ بعض نا اہلیت، اندیشوں کے کھسگر
مشیت الہی کا اشارہ یا کمر تار کیخ اسلام نے امام کا خیر مقدم کیا اور ان کی اسلامی خدمات
کو اس غیر منقطع تاریخی تسلسلے سے ملا دیا جو صدیوں پر پھیلا ہوا ہے اور جہاں ہر صدی کے
مجدد کے مظلومیت سے بھرپور مصالمانہ احوال و کوائف وقت، مقام اور ضرورت کے فتویٰ
فرق کے ساتھ بڑی حد تک ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

مجدد اعظم کا بقیہ

بڑے مدعیان فن مستطوف تک پہنچ کر آگے معذور ہو جاتے ہیں اور ان کے حسابات
میں جواب سے پہلے کوئی نہ کوئی کسر جاتی ہے۔ بڑے بڑے رمال و جغائر نے اعتراف
کیا کہ ہم اعلیٰ حضرت کے آگے طفلانِ دیستان ہیں۔

عجیب واقعہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آ گیا کہ حضرت مولانا،
ہدایت رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا سست رام پور میں علمی منصب پر فائز تھے،
نواب صاحب کی بیگم بیمار پڑیں جن کی بیماری نواب صاحب کے لئے ناقابل برداشت
تھی ان کی بیماری کا انجام جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ پہلے تو اعلیٰ
نے ٹال دیا۔ مگر مولانا کا سوکھا سامنہ دیکھ کر رحم آ گیا۔ اور لکھ کر دیدیا کہ اگر رخصت
سے توبہ نہ کی تو اسی ماہ محرم میں رام پور کے اندر جانے لگی۔ نواب صاحب نے طے
کر لیا کہ ملہ محرم کو تو روکا جائے گا سکتا مگر رام پور چلا جانا ممکن ہے۔ مع بیگم کے
نئی نال چلے گئے کہ وہاں موت واقع ہوئی تو وہ یعنی نال ہے رام پور نہیں ہے۔
مگر وہ جگہ فرما گیا ہے جفت القلم بہا ہو کاٹن، آخر یہ ہو کر رہا کہ کان پور کی مسجد شہید
ننگ کے سنگھ سے میں لکھنؤ گورنمنٹ مسٹن کی بے جینی حد سے بڑھی تو نواب
صاحب کو تار دیدیا کہ رام پور آنا ہوں، جلد آ کر ملو، نواب صاحب اکیلے جانے کو تیار
ہوئے تو بیگم نے نہ مانا اور دونوں ماہ محرم میں جیسے ہی رام پور پہنچے کہ بیگم کا انتقال
ہو گیا اعلیٰ حضرت نے مولانا سے فرمایا تھا کہ اس پر ایمان نہ لانا مگر ہوگا ایسا ہی
چنانچہ وہ ہو کر رہا۔ کارخانہ قدرت کے جس عجبہ کاری میں دنیا نے دیکھا کہ علامہ
شامی کی وہ مبارک سستی تھی جس سے دہلیہ نجد یہ کو باغی قرار دے کر اس کے خلاف

آواز بلند کی اور دہلی کے شاہ صاحب نے اپنے گھر کی دہلیت کو چھپا کر دفن کر دیا۔
یا اس کا رد فرمایا اور اعلیٰ حضرت نے ہا بیت نجدیت و دیوبندیت کی وہ بے مثال
گردن زدنی فرمائی کہ عرب و عجم نے امامت و مجددیت کا تاج زین فخر مبارک پر
رکھ دیا۔

وصال کی خبر اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں میں اپنے مکان پر تھا اور ربی کے
حالات سے بے خبر تھا، میرے حضور شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت شاہ سید علی حسین
اشرفی میاں قدس سرہ العزیز و صوفیہ ماہ سے تھے کہ کیا لگے رہے گئے یہ بات کسی کی سمجھ
میں نہ آئی کہ کیا کسی کی طرف سے کاٹ لیا ہے ہیں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹیاں میں فرشتوں کے
کاندھے پر رتھب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں، چہرہ گھٹنے کے برابر بی کا تار ملا
تو ہمارے گھر میں کہہ کر بڑھ گیا، اس وقت حضرت الدراجہ قلیلہ حکیم اسلام علامہ سید
نذرا شرف قدس سرہ کی زبان پر یہی آیت آئی کہ رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت ایک
خانوائی بزرگ نے فرمایا کہ اس سے تواتر وصال لکھتی ہے۔ آج ہم ادب ای بکشت
رد گار امام و مجدد تھب الارشاد کی بارگاہ عالی میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کو جمع
ہیں اور ان کی روح مبارک کی سنیت سے دابین کا سمر لگائے ہوئے ہیں۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی اللہ تعالیٰ احمد رضا فقط

فقیر اشرفی و گلاٹے جیلانی

ابوالحامد سید محمد عفر لہ کچھ چھوڑی نزل ناگپور

امام احمد رضا افسر

اجماع دین

عالم الجناہ منظور حسین بہادر دینی (علیگ) بھیڑی خان
نے اس کی شکل و صورت کو مسج کرنے کی کوشش کی علماء نے بڑھ کر ایسی تمام کوششوں کو نام
بنایا جس سے اسلام کی اصل روح کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا ایسی کوششیں اسلام کے لئے نئی نہیں ہیں
رسول اکرم کی زندگی ہی میں منافقین اسلام نے اسلامی صورت بگاڑنے کی کوشش کی تھی اور یہ
منافقین اس کوشش میں آج تک لگے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی لگے رہیں گے۔

ہماری محاشی زندگی کا یہ ایک مسلم اصول ہے کہ جب بھی نئی تحریک ہو ہمارے سماج کا
اشد تقاضا ہو تو ہے عالم وجود میں آتی ہے تو ایسی ساری واقعاتی چیزیں پوری ضرب پڑنے کا
خطرہ ہو اسے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس نئی انقلابی تحریک کی مخالفت میں مکرر کرنا چاہیے
آج کا ہیں۔ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ جاتا ہے کہ جب رسول اکرم نے اسلام کی اشاعت کا اعلان
کیا تو ایسی تمام منافقین ابھر کر سامنے آ گئیں جنہیں اسلام سے مادی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ دراصل ہر
ترقی پسند تحریک مفاد پرستوں پر چر کر وارد کرتی ہے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے جانتے
ہیں کہ اسلام دولت کی مرکزیت کے خلاف ہے۔ اور اس کی منشا کے خلاف یہ بات ہے کہ۔
دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو کر رہ جائے بلکہ اسلام کی خواہش تھی کہ دولت گردش کرتی رہے اور
ظلم گردش دولت سے مستفیض ہوتے رہیں۔

ان الذی جمع مال فی عدد کا یہ حسب اخذ مالہ اخلاص
یہ بات عرب کے سرمایہ داروں کے مفاد کے خلاف تھی اس لئے سب سے پہلے
جنہوں نے اسلام کی مخالفت کی وہ سرمایہ دار تھے۔ غلاموں کی تجارت کرنے والے تھے۔
منافقین میں ہمیشہ سب سے بڑی تعداد اللہ داروں اور سرمایہ داروں کی نظر کرتی ہے۔ عربوں
اور غلاموں نے تو بڑھ چڑھ کر اسلام کے فروغ میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ جہاں دین لیکن
اسلام کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس کے برعکس سرمایہ داروں نے ہر موڑ پر اسلام
سے منحرف ہونے کی کوشش کی کبھی زکوٰۃ نہ دینے کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ
عزہ کے مقابل صف آرا ہوئے، تو کہہ سے ہجرت کرنے کے سوال پر معترض ہوئے اس لئے
اسلام کو سب سے بڑا خطرہ انہیں منافقوں سے دہلے اب بھی ہے آئندہ بھی رہے گا یہ
لوگ بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں حج بھی کرتے ہیں زکوٰۃ
بھی دیتے ہیں اس لئے دوست دشمن میں تمیز کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان کی دینہ دوانیاں
ہر دو دین جاری و ساری ہیں کیونکہ سرمایہ دار طبقہ جو سیاست۔ معیشت تعلیم اور زندگی کے

مازہ خواہی داشتن گردا ہٹائے سیتہ را
گاہے گاہے باز عرواں این قصہ پارسیہ را

امام احمد رضا کی جامع کمالات شخصیت پر قلم اٹھانے کے لئے بڑے علم اور جرأت کی
ضرورت ہے۔ کچھ دیکھ دینا اور بات ہے اور امام احمد رضا کے ساتھ انصاف کرنا اور بات ہے
امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے دینی کردار کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے انسانی کو بحر العلوم
بننا پڑے گا۔ ان کی پہلو دار شخصیت کا احاطہ ایک مشکل کام ہے جو کسی ایک فرد کے بس کی بات نہیں
ایک پوری جامع کی ضرورت ہے جو مسلسل برسوں اجتماعی کام کرنے کے بعد ہی کسی ایسے
محقق پر پہنچ سکتی ہے جس کو طویل کام کا نام دیا جاسکتا ہے۔

تاریخ نے امام احمد رضا کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس نا انصافی کے کچھ کچھ مآثر
ماری ہستیاں ہیں جو اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی حقیقت مندوں نے انہیں سب سے
زبردست نقصان پہنچایا ہے اور اس تاریخ ساز ہستی کے ساتھ وہ ظلم کیا ہے کہ بیگانے بھی
قرب جاتے ہیں۔

امام احمد رضا کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہو
کہ ہم اس سیاسی ماحول کو سمجھیں جس میں آپ کم عدم سے عالم وجود میں تشریف فرما ہوئے۔
آپ کی تاریخ ولادت ۱۲۵۴ھ بتائی جاتی ہے یعنی ۱۸۵۷ء کی پہلی
جنگ آزادی کے سال پہلے کا زمانہ ۱۲۵۴ھ میں علمائے اہل سنت نے ہندوستان کی
سیاست میں ایک تاریخی رول ادا کیا تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے آج کا مورخ اس حقیقت
کو غواہ کتنا ہی تو قریب و دُور نہیں کرے حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا ہے ہندوستان کی
تاریخ بتاتی ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ جو مدلی سے اپنا حکم چلا رہے تھے وہ سب سنی مسلمان تھے
اور انہوں نے اپنے ہم عقیدہ مسلمانوں کو ہی بڑے بڑے حمودے تفویض کئے تھے اور جاگیروں
سے نوازا تھا۔ تمام علماء و صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے۔ جب ایمان بادشاہان وقت نے
اسلام کے عقائد کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو انہیں تو کا اور غیر شرعی کام سے اجتناب
کرنے کی تلقین کی۔ شہنشاہ اکبر جیسا بارعب و جلال شہنشاہ بھی تھا لیکن انہیں سے نہیں بچ سکا۔ دین
الہی کی تحریک پہلے اٹنے لڑا تو اس کا مقابلہ کیا اور یہ منتہی بالا خدوب کر رہا۔
دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ مذہب اسلام پر جب بھی برا وقت آیا اور دشمنان اسلام

دیگر شعبوں پر ہمیشہ حاوی رہتا ہے اس لئے کافی سے زیادہ موثر بھی ہوتا ہے اور وہ اپنے مفاد کی خاطر کبھی سیاسی بہروپ میں کبھی معیشت دان کے عین میں کبھی مذہبی رہنمائی شکل میں سیدھے سادھے مسلمانوں کو بہکانے کا کام سر انجام دیتا رہتا ہے اس کا صلح نظر زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ مذہب کی جڑوں کو کھلا کرتے سے بھی ذریعہ نہیں کرتا ہے۔ ان حقائق کو سمجھنے کے لئے چند نمونوں کی ضرورت ہے لیجئے حاضرین۔

مدوۃ العلماء ایک تعلیمی ادارہ ہے ذرا غور فرمائیے۔ مسلمانوں میں افتراق و اختلاف کی آگ بھڑکانے کیلئے پرانے شکاریوں نے اپنے خیر خواہوں مولوی محمد علی کا پوری مولوی شبلی وغیرہ سے ۱۲۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام مدوۃ العلماء ہے۔ اس میں سنی مسلمانوں کی اکثریت بھی پھنسی ہوئی ہے شیخ محمد اکرام شبلی نام میں لکھتے ہیں۔

مدوہ کی تاریخ میں ۹۰-۸۰ سالہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس سال صوبہ (پوئی) کے گورنر (انگریز لیفٹننٹ) نے دارالعلوم کی وسیع تجارت کا سنگ بنیاد رکھا اور (انگریزی) حکومت کی طرف سے مدوہ کو بعض مقاصد کیلئے پانچ سو روپے ماہوار علاوہ ملتی شروع ہوئی۔

اب ذرا مولوی شبلی کا بیان پڑھئے۔ "یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی لوہاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مقدس علماء عیسائی قرآن روا کے سامنے صلی نکر گزارنے کے ساتھ ادب سے مخم تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شیعہ اور سنی ایک مذہبی درس گاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایک مذہبی درس گاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔ عرض میں پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے صوفی مسلمان، شیعہ، سنی، احنفی، وہابی، رندواں ہذا صوفی، داعی، غفر، قریش اور کچھ کلابہ جمع تھے۔ (شبلی نام صفحہ ۱۶)

مولوی شبلی انگریزوں کی خیر خواہی میں یوں رطب اللسان ہیں۔ "میں ملت العربیہ انگریز گورنمنٹ کا بدعلا نہیں رہا ہوں میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب (ایشیا و یورپ) کے درمیان یکسانیت بڑھے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلتی آتی ہیں دور ہوں جتنا پراس پر میری تمام تصنیفات شاہد ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۲۰-۱۱۰ھ میں نے ماہوار رسالہ اندوہ میں ایک مستقل مضامین کے ذریعہ بنیاد کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری دنیا فاضل سے بڑھ کر لازم ہے اگر آپ نے سنا ہوگا کہ سینوں نے ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا بلکہ سارے وہابی اور دہلوی انگریزوں کے خلاف تھے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وہابی اور دہلوی انگریزوں کے دم چھلانے ہوئے تھے علامہ فضل حق جیلانی اسی کو کھلائی کی سزا صرف اسی لئے ہوئی تھی کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف ایک ہم چلا رکھی تھی۔ اس کے برعکس وہابی علماء اور دہلوی علماء، تو انگریزوں کی وفاداری اور اطاعت کو دنیا فاضل کر رہے تھے۔

سید احمد کیوی اور سخیل دہلوی جن کی شہادت کے بارے میں خود حسین احمد علی کو شبہ ہے کیوں کہ وہ انگریزوں سے جنگ کرنے کے بجائے اہل وطن فرقہ و سب سے جنگ کرتے ہوئے بالاکوٹ میں مارے گئے۔ اگر حب الوطنی اسی کا نام ہے تو وطن دشمن کس کو کہتے ہیں۔ اسی لئے حضرت امام احمد رضا نے مدوۃ العلماء کی شدت سے مخالفت کی اور اس ادارے کو دین و وطن دونوں کے لئے مضرت رساں سمجھا۔ اور اپنے سنی مولویوں کو جن میں احمد حسن کا پوری اور مولانا الطاف اللہ علی گڑھی بھی تھے شرکت سے منع فرمایا۔ اصحاب مدوہ کو بحث و تحقیق کی دعوت دی تاکہ اسلام کی حقانیت اور مدوہ کے نئے دین کا سلطان واضح ہو جائے۔ ایسے ادارے بظاہر دینی اور مذہبی ہوتے ہیں لیکن یہاں ان میں وہی روح منافقین سرگرم عمل ہوتی ہے جو دین و دنیا دونوں کو تباہ کر دیتا ہے اس لئے امام احمد رضا نے مدوہ کا بیچا نہیں چھوڑا بلکہ آپ اپنی جماعت کے ساتھ ملکر بیچ گئے اور وہاں اندویوں کو چیلنج کیا کہ مدوہ کی تحریک نے اسلام میں جو بڑے مہم و توسیع کی ہے اس پر ایک بار بحث و مباحثہ ہو جائے فرقہ پرستی کی لعنت سے مسلمانوں کو بچایا جائے۔ اس قسم کی نئی جماعت بنا کر مسلمانوں میں پھوٹ بٹھائی جائے۔

امام احمد رضا کی زندگی میں یہ تحریک پھر بار بار درہنہ ہو سکی لیکن ابھی حال میں اس نے پھر برپا کر دیا ہے۔ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ مولانا ابوالاعلام آزاد کی بھی ذرا سنتے چلئے مدوہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی "لیکن ہولوگ مدوہ کے لئے سرگرم تھے ان کی بھی عیب حالت تھی جو کہ پانچ چھ مہینے تک ان سرگرمیوں کو بالکل قریب سے دیکھتا رہا ہوں اس لئے اندرونی حالت بالکل میرے سامنے تھی۔" مولانا آزاد دیکھتے ہیں کہ "لوگوں کو شام مل کر تے کیلئے ہر طرح کی عیاریاں کی جاتی تھیں: بیسوں بائیں روز میں دیکھتا تھا اور میرے دل میں اس طرح کی طرف سے وسوسہ بڑھتی جاتی تھی (آزاد کی کہانی صفحہ ۱۱) مولانا آزاد تو گھر کے بھیدی ہیں کیا امام احمد رضا نے مدوہ کے خلاف جو اقدام اٹھایا اس کو کوئی غلط کہہ سکتا ہے۔ شعور کا تقاضا تو یہی ہے کہ امام احمد رضا کی برتری اور سوجھ بوجھ کو تسلیم کر لیا جائے۔ امام احمد رضا کی زندگی میں ایسے متعدد واقعات ملے ہیں کہ جس سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ایک سچے عاشق رسول ہونے کے لئے ان میں وطن کی محبت کا جذبہ شدت سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کی دور بین نگاہیں وطن کے دوست اور وطن کے دشمنوں کو سبائی تھیں۔ وہابی انگریزوں کے خیر خواہ تھے مدوی عیار و مسکار تھے۔ دیوبندی انگریزوں کے پٹھو تھے اسی لئے ان تمام نیک ٹوٹی بنا کر اپنے اپنے پلیٹ فارم سے آپ کے سبھی کارناموں کو بڑے کریمگ کرنا شروع کر دیا اور ڈراموں کو بیلز کی طرح بہ شور مچانا شروع کیا کہ امام احمد رضا مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ سبھی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا دشمن کافر گری بن کر رہ گیا ہے۔ اگر ہزار بار اس جھوٹ کو دہرائے تو لوگ جن سمجھ گئی گے کہ امام احمد رضا صرف کافر گریں اور ہوا بھی ہی کہ مسلمانوں کو مرکز بنانے والے محمد بن عبدالمطلب بھلا دیئے گئے۔ مسلمانوں کو مرکز بنانے والی کتاب تقوہ الایمان کو اب، کوئی نہیں جانتا۔ رشید گنگوہی کے مشرک بنانے والے فتوے کسی کو یاد نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی کو کچھ لے دے کہ

یاد رکھیں کہ یہ یاد رکھیں کہ امام احمد رضا کا فرگتھے۔ حالانکہ آپ کسی کو کافر کہتے ہیں بہت محتاط رہا کرتے تھے۔ انہماک و فہم و بحث و مباحثہ کے بغیر کبھی کسی مسلمان کو آپ نے کافر نہیں کہا۔ بات دراصل یہ ہے کہ امام احمد رضا عشق رسول سے اس قدر سرشار تھے کہ رسول کے خلاف کلمات سننا انہیں گوارا نہیں تھی۔ اقبال کی زبان میں عشق رسول ہی کو یحییٰ اسلام سمجھتے تھے۔

اگر وہ عشق تو ہے کفر بھی مسلمان

نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

اسی خیال کو غالب نے ان نظموں میں کہا ہے۔

وفا داری بشرط استواری اصل ایساں ہے

مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گار و برہن کو

رسول اکرم سے عشق اور وفاداری ہی دین ہے اور اسلام کی بنیاد۔ ہمیں اسلام رسول کو

ہی ملا ہے، اٹھ کی صلائی کہ ہمارے دلوں میں رچا ہے بسا نے والا کوں ہے وہی محمد عربی

ہیں جو کی عظمت کا سکھ ہمارے قلوب میں بیٹھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ

ہر مصطفیٰ ہر رساں توحش را کہ دین ہم اوست

اگر برونر سیدی تمام بولہی اس است

ہمیں دشنام اسلامی ایک چیز مشترک نہ ہو سکتا ہے بلکہ وہ جب بھی اسلام پر حملہ کرتے ہیں تو وہ انکی دنیا پر حملہ کرتے ہیں

خمار اور زہ اج، نکلوانا کائنات نہیں ہوتے ہیں بلکہ براہ راست رسول کی ذات مقدس کو عرض

بحث بنتے ہیں۔ اور آپ کی ہرگز کیہ شخصیت کو گھٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

رسول ایک معمولی انجریں۔ رسول کا علم کئے اور گھر سے علم سے کمتر ہے۔ رسول کو علم

غیب نہیں تھا وغیرہ وغیرہ سب کیا ہے۔ دراصل انہیں اسلام سے نفرت تھی بانی اسلام

سے نفرت ہے۔ ان حالات میں اسلام کے علمبرداروں پر ایک زبردست ذمہ داری عائد

ہو گئی تھی۔ ہندوستان اور عرب میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے سیاسی مفاد

حاصل کرنے کے لئے انگریزوں سے ساز باز کر کے اور جن کا تعلق انہیں پرلے منافقین

سے تھا کلمہ پڑھنے کے بعد بھی رسول شکر و شہرہ کی نیت سے دیکھنا شروع اور اپنے

مشن کو پھیلانے کے لئے انگریزوں سے مالی معاونت بھی حاصل کر کے عرب کے باہر

ہندستان میں بھی اپنے قدم جما نے شروع کر دیئے۔ انگریزوں کو بھی ہندوستان میں سیاسی

غلبہ حاصل کرنے کیلئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو ہندوستان کے قدیم سنی

مسلمانوں کے دلوں سے رسول کی عظمت کو کم کر کے ان میں فحاشی و انتشار پیدا کر سکے ایک

تاریخی حقیقت ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں سے تنگ آکر اور متعدد سیاسی ہرمتیں اٹھانے

کے بعد اس تیج پر پہنچے تھے کہ مسلمانوں پر غلبہ نہ پانے کی ایک ہی وجہ تھی ان کی ہے۔ خدا

کو تو سمجھی مانتے ہیں اور خدا پر جان دینے والے کم ہی ملتے ہیں۔ رسول کی ایک ذات ایسی

ہے جس پر مسلمان اپنے ماں باپ، آل و اولاد مال و دولت، سمجھی قربان کر دیتا ہے اس لئے

اس پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے دل سے عظمت رسول مٹا دی جائے

اور اس کے بنیادی عقیدے میں یہ بات شامل کر دی جائے کہ رسول کچھ نہیں ہے اس کے دل

سے عشق رسول بھین لیا جائے عشق ہی تو ہے جو اس کو دنیا میں برتر اور عظیم بنائے ہوئے

ہے۔ امتش غرو دین کو دے رہی عشق ہی تو ہے جو اس کا ہے چاہے پیڑ ہو یا اساطیر

پھیلایا جس میں رسول کی عظمت کو گھٹا کر بیان کیا گیا۔ صرف یہ نہیں بلکہ نئے نئے

نبی پیدا ہوتے گئے۔ دیوبندی مکتب فکر نے اعلان کر دیا کہ رسول کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے

اس خیال نے حق نبوت کے نظریہ کو زبردست ضرب لگائی اور غلام احمد قادیانی نے

نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ ہندوستان میں اسلام کی تاریخ اس منزل پر پہنچ گئی تھی کہ ان غیر

اسلامی نظریات کی بھرپور تردید کی جائے اور صحیح اسلام پیش کیا جائے۔ یہ کام آسان نہیں

تھا بڑے کام کیلئے بڑا راج چاہئے۔ اللہ نے دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اللہ

یبعث لہم من ہذا الامۃ علی سراسر اس نکل و مائتہ مسیح من بعدہ دہا

۲۰۰۰ میں اس حدیث شریف کی خدمت انجام دینے کیلئے بڑا راج جس کا وہاب

و محمدی لوہا مانتے تھے۔ اللہ نے انتخاب فرمایا جس کو لوگ امام احمد رضا کے نام سے جانتے ہیں،

تہایت سادہ لفظوں میں آپ کی توفیق یہ ہو سکتی ہے۔ آپ کا حافظہ بلا کا تھا عربی و فارسی

اور اردو زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ عربی زبان کی طرح لکھتے پڑھتے اور بولتے تھے

تفسیر حدیث، فقہ، تصوف، عقائد و کلام کے علاوہ تاریخ، نحو، عروض، علم جبر و مقادیر

لوگ از دم قیمت، ہندسہ، ریاضی، توفیق نجوم منطق فلسفہ پر صرف عبور ہی حاصل نہیں تھا

بلکہ تصانیف اور وحاشی بھی چھوٹے ہیں۔ ایسا بحر علی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے دوست

تو دوست دشمن کو بھی آپ کے بحر علی اور فضل و بزرگی کا فانی پایا گیا ہے مولانا راج احمد

نے اپنے مکتوب (بنام حکیم محمد عیسیٰ امرتسری) میں مولوی نظام الدین احمد پوری (دہلوی) کا یہ

واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مسئلے کے سلسلے میں انہوں نے امام احمد رضا کے رسالہ الفضل

الہوی فی معنی اذ اصح الحدیث نبویہ میں کے چند تنبیہاتی اوراق منازل حدیث کے سنائے تو

انہوں نے بصد حسرت اور استعجاب فرمایا۔

”یہ سب منازل ہم مولانا کو حاصل تھے۔ انہوں میں ان کے زلمے میں

رہ کب لے خبر ہوئے فیض رہا“

پھر جب چند مسائل فقہی کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے تو فرمایا

”علامہ شامی اور صاحب فقہ القدر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم

شامی معلوم ہوتے ہیں“

یہ اس عالم کے الفاظ ہیں جو معاصرین علماء دیوبند میں کسی کو اپنا ہم پل نہ سمجھتے تھے۔ لیکن

امام احمد رضا کے بحر علی کا فخر دل کے ساتھ اعتراض فرمایا۔

شیخ محمد مختار بن عطارد الدجانی (مسجد حرام) کہ معظمہ فرماتے ہیں کہ

”بیشک مولف (امام احمد رضا) اس زلمے میں علم و تحقیق کا بادشاہ ہے اور

اس کی ساری باتیں سچی ہیں۔ گو یہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں

سے ایک معجزہ ہے جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر

فرمایا ہے (یعنی) ہمارے سرکار ہمارے قاطعاً عقیدت کے خاتمہ علامت
اہل سنت کے پیشوا سیدی احمد رضا خاں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی زندگی سے امتنع
فرمائے۔ اور ان سب کے خلاف اس کی حمایت فرمائے جو اس کی بدخواہی کا ارادہ
رکھتے ہوں۔

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی درودیری مدنی فرماتے ہیں۔

«امام الائمہ اہل سنت اسلام کے مجدد و رفیقین اور نور طلب کو»

«تقویت دینے والے یعنی شیخ احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ دوزخ جہاں میں ان کو

قبول و رضوان عطا فرمائے»

شیخ علی بن حلیں مکی مدرس مسجد الحرام مکہ مکرمہ فرماتے ہیں۔

«جب اللہ تعالیٰ نے محمد پر احسان فرمایا اور آسمان صفا»

«کے آفتاب عرفان کی روشنی سے میرے قلب کو منور فرمایا»

«وہ جس کے افعال حمیدہ اس فضل و کمال کو عالم آفرین کرتے

ایسا کیوں نہ ہو؟ آج وہ دائرہ حارف کامر ہے (اس کا وجود

مسعود) امت اسلام کے گھر میں آسمان علم و عرفان کے چمکتے

تاروں کا مطلع ہے وہ عالم کی یاد و مددگار ہے ہدایت یافان کا گمان

و نگران۔ مگر اہل اور محدثوں کی باتوں کو اپنے دلائل و براہین کی خواہش

کاٹ بیٹھتا ہے ایمان کے قیاس سے کو بندے بلند نہ کرتا ہے (کون؟)

ہمارے آقا احمد رضا خاں؟

مذہب بالاعتبار سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا خاں عرب و عجم میں ایک بہت بڑی
دینی و ملی شخصیت تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ اور اہل علم نے انہیں مجدد مانتے۔ حدیث پاک کی
روشنی میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہر زمان میں اپنی ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے حدیث شریف کا
ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بڑے پیدا کرے گا
جو اس کے لئے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے
ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صدی کے شروع میں صرف ایک ہی مجدد ہو ایک سے زیادہ
بھی ہو سکتے ہیں۔

اس میں شک و شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے کہ امام احمد رضا خاں واقعی ایسے پل شریف
رہے جسے جب کہ ہر طرف سے دین اسلام کو مسخ کرنے کی منظم سازش جاری تھی اور ایک کے
بعد ایک حملہ آور کبھی قادیانی کے روپ میں کبھی دیوبندی اور وہابی کی شکل میں لگا کر رہا تھا۔
یہ صفت یکتائے زمانہ۔ یگانہ روزگار جامع بدعت ناصریہ بن کر اسلام کیلئے ایک
ڈھال بن گیا ہے۔ اور اس کو کبھی لڑائی میں اسلام کے کسی دشمن کو مقابلہ کرنے کی جرات نہیں
ہوتی ہے۔ حقیقت حالی تو یہ ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی علمی بصیرت سے اسلام کے اس
دشمن کو جو متعدد دھلوں سے کمزور ہو چکا تھا ایک نئی توانائی کی نئی ہمارے عطا کی تھی یہ ہوا کہ
ضرورت مسیت کے منازعہ و ہم معنی ہوئی۔ رضویت کوئی سلسلہ نہیں ہے بلکہ ہر

رضوی ہے اور جب رضوی ہے تو وہ سنی بھی ہے یعنی وہ سب کچھ برداشت کر سکتا ہے
لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو توہین برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ رسول کی عظمت
کو کبھی اور کسی حالت میں گھٹے نہیں دے گا۔ کیونکہ رسول ہی اسلام کی روح ہیں تو حید
جسم ہے اور بغیر روح کے تو حید بے جان ہو کر رہ جاتی ہے حلا کو تو سمجھیں مانتے ہیں۔ ہندو
سکھ، عیسائی کیا یہ خدا کے قائل نہیں ہیں۔ عزائیں بھی تو کر تے تو حید پرست تھا۔ لیکن آدم کو سمجھو
نہ کرنے کی نیا پرانہ درگاہ ایزدی ہوا۔

مناقض کی توفیق ہی یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے آخرت پر ایمان لائے لیکن وہ
رسول اکرم سے بیرکھتا ہے اسی لئے وہ مومن نہیں ہے رسول کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی
ایمان سوز بن جاتی ہے۔ اور امام احمد رضا نے ہماری باتیں جو ایمان سوز ہیں۔ لیکن دنیا ساز
ہیں۔ اپنی تصانیف میں تحریر فرمائی ہیں جہاں المؤمن الدولۃ الملکیۃ المؤمنۃ المستقرۃ و کتاب میں جن کا
مطالعہ ہر سنی مسلمان کے لئے لازمی ہے۔ دین بھی بچے کا دنیا بھی ستور سے گی۔

مجدد کا منصب اسلام میں ایک اہم منصب ہے جو درپڑ کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں
اس کو زندگی کے ہر شعبے میں قیاد رہنا پڑتا ہے اس کی گفتگو اس کا اٹھنا اس کا بیٹھنا اس کا
کھانا اس کا پینا عرض ہر عمل قیاد ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کی زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ
زندگی میں کس قدر قیاد رہا کرتے تھے امر واقعہ تو یہ ہے کہ کفر کے سلسلے میں بھی بہت قیاد
تھے۔ انہوں نے کبھی تکبیر مسلم میں تعجب سے کام نہیں لیا یہ ان پر سرسرتستان اور الزام ہے ایک
سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ

«بطور سب و شتم کہا تو کافر ہوا، گنہگار ہوا اور اگر کافر جان کر کہا تو کافر»

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض عبارات پر سخت اعتراض اور گرفت کی
تھی اور سبحان السبح عن عیب کذب مقہور نامی رسالہ تصنیف فرمایا تھا۔ لیکن تکفیر پر
مختار رہنے کو کہا آپ ہی کی تحریر ہے۔

«علمائے حق انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے»

اسی طرح ایک رسالہ سومرا کوکبة الشہادۃ فی کفجیات الحلی الوہابیۃ تصنیف فرمایا
اس میں مولوی اسماعیل دہلوی کے انکار کو فرماتے ہوئے لکھا۔ «ہمارے نزدیک مقام
احتیاط میں الکفار (یعنی کافر) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ناخود مختار و مناسب
اسی طرح سلسلہ سیوف الہندیۃ علی کفریات بابا الغدیریہ ایسی کتاب ہے جس کے دلائل سے کفر
شرعی اعتبار سے لازم آتا ہے پھر بھی احتیاط ملاحظہ فرمائیے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

«لزام و التزام میں فرق ہے اقبال کا کلمہ کفر تو ان اور بات اور قائل کو کافر مان
لینا اور بات، ہم احتیاط پر تھیں۔ سکوت کریں گے جب تک ضعیف سے
ضعیف احتمالے کا حکم جاری کرتے ڈریں گے»

مدینہ منورہ کے ایک عالم حضرت شیخ عبدالقادر رفیق غلٹی طبری حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ

«ہمارے سر دار علماء (مولانا احمد رضا خاں) نے اس وقت تکفیر کا راہ اختیار
کی جب کہ تہذیب و ثروت پایا اور انہیں تہذیب کی قطعی حق پر اعتماد (باقی صفحہ پر)

امام احمد رضا

ایک تاریخ ساز شخصیت

مولانا عبدالحیار خان صاحب رتبہ راجی غلطی خالص پور۔ عظمیٰ گٹھ

حضرت دہتہر اعظمی آسمانے علم و ادب کے درخشندہ ستارے کا نام ہے جنہیں سنے دنیا کے لوگ مولانا عبدالحیار خان رہیں کے نام سے جانتے ہیں اور حکومت ہند کے ذمہ دار اے جے خاں سے یاد کرتے ہیں۔ آج کل ان کے خدمات قوم و ملک کے حقائق و نیگا نے کیلئے وقفہ ہے۔ ہمارے گذارے پر زین نظر مقالہ تحریر فرمایا ہم شکریہ کیساتھ شامل نہیں کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر

تاریخ

کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ تاریخ اسلام کا سیاہ ترین دن اسلامیوں کے لئے وہ تھا جب خلافت راشدہ ختم ہوئی اور اس کی جگہ لوکیت و آمریت نے لی جس کے باعث ایمان و تقویٰ کا امارت و اقتدار کی ہوس سے خوف خدا اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زردال کی حرص اور حب دنیا سے تبادلہ ہوا۔ اور امت تین حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک جماعت خلافت راشدہ کی کو برحق ماننے والی تھی دوسری امارت و لوکیت سے راہی ہو گئی اور تیسری نے جو نہ مولا کی طرف تھی نہ معلویہ کی طرف (دونوں کو غاصب خان اور غلط قرار دیا اداں کو اہل حق و دوسری کو اہل سبب است اور تیسری کو اہل منالیت و منافقت بھی کہا جاسکتا ہے، ان کے اعتقادات میں فرق یہ تھا کہ اداں الذکر جماعت مولا علی کو برحق اور ان کے طریقہ انتخاب خلافت کو صحیح سمجھتی تھی اسلئے کہ خلفائے سابقین (حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کے بعد ان کو ان کے اسی طریقے سے علی تھی جو اسلام کا راستہ تھا۔ دوسری جماعت حضرت امیر معاویہ کی امارت و بنام خلافت سے خون عثمان جیسے اہم مسئلے اور بعض غیر اہم مسائل میں شرعی جیلے اور سلی بخش تاویلات (جن کو حضرت معاویہ کا ساتھ دینے کے لئے کافی اور حق سمجھتی تھی) کی بنا پر راہی ہو گئی تھی۔ تیسری جماعت رجو دراصل دشمنان اسلام کا وہ گروہ تھا جو مسلمانوں کی مقتدرات کے سبب غلبہ اسلام اور فتح مکہ کے بعد سے اب تک سر نہ اٹھا سکا تھا مسلمانوں کی پھر ٹ سے فائدہ اٹھا کر اب سامنے آگیا تھا، کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کا حاکم مطلق خدا ہے اسلئے (بقول ان کے کسی اور کو حکومت کا اہل سمجھنا شرک ہے چونکہ مولا اور معاویہ دونوں خلافت کے وغیرہ میں اسلئے دونوں ہی حاکم خلافت ہیں اور ان کو برحق ماننے والے مشرک و کافر ہیں۔ ان مختلف

عقائد کی بنیاد پر ان تینوں جماعتوں کے مختلف کردار و اعمال مختلف سمتوں کو مختلف رنگوں میں مرتب ہوتے چلتے گئے پہلی جماعت نے اسیدنا امام حسن کے خلافت کے دستبردار ہونے سے جفا کرتے جہاد کا خاکہ پیش کیا تو احوال اور سماج میں ان کا شاعت دین و تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا اسلئے کہ خلافت کا مقصد اور اسلام کا مدعا یہی تھا۔ اور اس طرح وہ بیعت جو خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت و رضواں کے طریقے پر ہو رہی تھی اب ائمہ و مشائخ یعنی وقت کے عمدہ ذہن کی انفس اور باکمال حضرات کے ہاتھوں پر ہونے لگی یہ اور بات تھی کہ اس بیعت سے حکومت وقت ہمیشہ خائف رہی اور اپنے وجود کے لئے خطہ محسوس کرتی ہیں جس سے مستقبل میں بار بار ٹکراؤ کی صورتیں نمودار بھی ہوئیں۔ دوسری جماعت جو بنیاد پر بنام بیعت و دعو میں آئی تھی انجام کار اس ظاہری بیعت کو بھی خیر باد کہہ گئی اسلئے کہ بیعت اور آمریت دو متضاد چیزیں ہیں ایک لوکیت ہے تو دوسری جمہوریت کی دعوت آخر یہ صرف بادشاہوں اور سلاطین کی جماعت رہ گئی اسلئے بعد میں سلطنت کھلائی نہ کہ اسلامی۔ ہاں یہ ہرگز ہٹا کر حکومت یعنی سربراہ سلطنت اکثر و بیش تر مسلم ہوا کرتا تھا اسلئے کہ وہ پوری کوشش کرتا تھا کہ حکومت جو بھی کچھ کرے اس کو کم از کم شریعت اسلامیہ کی حمایت حاصل ہو خواہ کمزور ترین تاویل اور ضعیف ترین جیلے سے کیوں نہ ہو۔ تیسری جماعت ان دونوں کے خلاف ہمیشہ متانہ عقائد اور متفاد کردار سے تاریخ کے صفحات پر آتی رہی جن کا مقصد صرف اسلام اور اسلامیوں کو نقصان پہنچانا اور تانہا جو تکمیلہ ابن الوقت نہ ادا کرے تھے نہ ادا کرے محض مصلحت زادہ اور گراہ تھے اسلئے ان کا کردار مستعین کرنا مشکل ہے۔ یہ جماعت اپنے آپ میں اس قدر مختلف نظریات کی حامل تھی کہ اس میں کا ہر چالاک فرد بجا اپنے خود عقیدہ اور غلطہ کردار اور الگ ایک جماعت کا بانی تھا بشک

توم میں شدید انتشار برپا ہو جاتا اور میرا کہ مسلم حکومت بیرونی دشمنان اسلام کے مقابلے میں کمزور ہو جاتی اور حسدوں کے باہر جہاد سے رک جاتی۔ اور کبھی یہ عوام میں ایسے جدید عقائد پیش کرتے اور ایسی بدعتیں ایجاد کرتے جو اسلام کے منافی ہوتیں۔ اس طرح پہلی جماعت کے افراد کو عوام کے ایک ایک گھر سے لیکر ایوان حکومت تک ہر محاذ پر ان کی ریشہ دوازیوں اور فتنہ سلائیوں کا قلعہ قمع کرنا پڑا اور یہی اسلام کا وہ کام تھا جو دنیا میں سب سے اہم اور مشکل تھا اور جس کو قدرت نے اس پہلی جماعت ہی کے لئے مقدر فرمایا تھا۔ اسی لئے ہر دور میں خدا کی مدد اور اس کے حبیب پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے اس قسری بدعت جماعت کی عمر بمرورہ درجہ دستیوں کی خزاں اور ہول سے گلشن اسلام کی پیشہ حفاظت کی اور اس کا سدا بہار بنا کر رکھا بلاشبہ اس راہ میں پہلی جماعت کے افراد لرزہ خیز مظالم اور دلی ہلاکتوں کے جوڑ سے گزرے گھر بار ٹٹایا عزت و دقا کو داؤ پر لگا یا بھوک سے تڑپے، پیاس سے بلکہ بلکہ سچا تو یہ ہے کہ دنیا کا ہر طریقہ ظلم اور پرخفاقت و حق و اسلام کے جسم میں آگیا جس سے آج بھی تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں مگر یہ شیخ اسلام کے پردائے مذہب ہے کہ اس کی روشنی کی حفاظت کرتے رہے بلکہ اس سے اتنا غمے عالم کو روشن کرتے رہے علام الغیو ہی جانتے تھے بار انہوں نے اپنے خون سے اس گلستان کی آبیاری کی جس کی نظیر کا تاریخ عالم میں کہیں وجود نہیں۔ اس کا ابتدائی منظر دنیا کی تاریخ نے اس وقت دیکھا جب مسلم قوم میں بھڑکے چند سال بعد یہ تیسری جماعت کھل کھیلنے پر لگی تھی اور یہ بد کے گود اگر دگر جمع ہوئی شہر دہ ہو گئی تباہی پوری شیطانی اور طاعونی طاقت سے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی جس کے نتیجے میں کرا کا وہ قیامت خیز مکر پیش آیا جس کی مثال ظلم اور صبر دونوں کی تاریخ میں مفقود ہے لیکن جس طرح جنگ بدر میں دشمنوں کے لئے ہیشہ کی شکست اور اسلام کی مکمل فتح کی آئینہ دار تھی اسی طرح یہ مکر کرب و بلا اسلام کے اندرونی دشمنوں کی مکمل شکست اور آثار اسلام کے محافظوں کی مکمل فتح کی بنیاد تھا جس کو امام الشہداء حسین اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے پاک خون سے رکھا تھا وہی وجہ ہے کہ پہلی جماعت کے تمام روحانی سلسلوں کے جدا علی امام مظلوم ہیں اور سوا ایک کے سب کا مرجع اور منبع آپ ہی کی ذات ہے، پھر اس کے بعد تاریخ اسلام میں چراغ مصطفوی سے شرابِ لبوبی کی ستیزہ کاری کا وہ اندرونی اور لائقا ہی سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے چنانچہ تاریخ کے ہر دور میں خواہ وہ بنو امیہ کا دور ہو یا عباسیہ کا عثمانیہ دور حکومت ہو یا دنیا کے مختلف علاقوں کی کوئی مسلم سلطنت ہو اس کی بے شمار مثالیں ملیں گی۔ مگر مجھے چونکہ اس وقت پہلی جماعت کے کردار کی چند جھلکیاں پیش کرنی ہیں اس لئے یہ بتا دینا ضرور ہے کہ جس دور میں اور جس صورت میں بھی تیسری شیطانی جماعت نے سر اٹھارا پہلی جماعت یعنی ابن حق نے نہ صرف اس کا مقابلہ کیا بلکہ ان کی نقاب کشائی کر کے ان کے اصلی اور پربن پچھو کو تو مسلم کے سلسلے کو دیا اور اس طرح ان کو ہمیشہ ابن اسلام کی نگاہوں

بعض کا اعتقاد یہ تھا کہ حکومت خواہ خلافت ہو یا امارت بہر حال غلط اور غیر اللہ کے سوا نہیں سمجھنا شرک ہے۔ بعض کا خیال تھا کہ مولا علی کی خلافت تو حق ہے مگر امیر معاویہ کا فخر بعض کا ایمان تھا کہ امیر معاویہ ہی نہیں سابق خلفاء ثلاثہ بھی کا فخر تھے تو بعض کہنے کو علی نا حق پر ہیں اور ان کی خلافت غلط ہے اور چونکہ خلافت سے راضی ہوئے اس لئے مشرک ہیں تو بعض کا قول تھا کہ انبیاء کی طرح صاحب عصمت ہیں اور بعض کا گمان تھا کہ علی میں خدا حلول کر گیا ہے وغیرہ وغیرہ اسی لئے ان کا موراد بھی سخت تضاد کا شکار ہے ان چونکہ ان کا مقصد اسلام کی مضرت رسانی تھا اس لئے مولا اور معاویہ کی مخالفت میں ایک تھے۔ اسی لئے جب کبھی اول الذکر کی مخالفت پر یہ جماعت آتی تو ان کے پر مل کو شرک و بدعت کے فتوے سے لڑتی اور جب معلوم میں اپنے آپ کو بدعتی کو سنبھالنے کے لئے اس کی حمایت کا سہارا لیتی تو اس قدر غلو کرتی کہ اول الذکر جماعت کے امیر و مشائخ کو ذمہ من صفات نبوت سے تعف کرتے بلکہ انہیں ہمت کے مرتبے تک پہنچا دینے سے بھی گریز نہ کرتے ثانی الذکر کے ساتھ ان کا کردار یہ تھا کہ جب کوئی مسلم حکومت ان کی سرکوبی کی طرف توجہ دیتی تو اس کو غاصب کا فخر مشرک بتاتے لیکن کوئی فزا زردان کو تو ان تو اس کو باقی مذہب کی حیثیت سے کسی نئے مذہب کے تردد کی ترغیب دیتے یا کم سے کم اس کو اسلامی پیشگوئوں کا سہارا لیکر امام مجتہد یا مہدوی موعود کا مرتبہ دیتے یا پھر کم از کم ایسی جیل مگری اور تادیب سازی کرتے جن کا اسلام اور شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہ ہوتا نتیجہ میں فزا زرد اسلام سے دور ہوتا چلا جاتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بعد کے تمام گمراہ فرستے اسی تیسرے ابن الوقت گردہ اور فتنہ خیز و فساد انگیز جماعت کی پیداوار تھے اور ہیں۔ اور یہ بھی سہ حقیقت ہے کہ تیسرے اسلام دشمن جماعت نہ ہوتی تو پہلی اور دوسری جماعتوں میں ابتداء صلیح کے آثار بہت نمایاں تھے مگر یہ صلیح چونکہ ان کی موت تھی اس لئے ان کو بخیریتوں نے مولا اور معاویہ کی شام صلیح پر (ہر دو تاجان) ایسا شب خون مارا کہ صلیح جنگ میں بدل کر رکھ دیا۔ جو تاریخ اسلام کے قاری سے پوشیدہ نہیں۔ اس تقسیم کے آئینے میں آپ تاریخ اسلام کے ہر دور میں ان تینوں جماعتوں کی بڑی صاف مشکلی دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح جیسے جیسے اسلام کا حلقہ وسیع ہوتا گیا ان تینوں جماعتوں کے حلقے بھی وسیع ہوتے گئے اسلامی دائرے کے پھیلاؤ اور حکومت کی حسدوں کی وسعت کے ساتھ ساتھ چونکہ تیسری جماعت کے افراد بھی پھیلنے لگے ایسی صورت میں پہلی جماعت کا کام نہایت مشکل اور انتہائی نازک ہو گیا۔ اس لئے کہ تیسری جماعت کے قریب کار کبھی تو حکومت کو گمراہ کر دیتے جو پہلی جماعت کے مخالفین (جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے نمائندے تھے سمجھے اندکھلائے گئے) کے خلاف اس طرح مظالم کی راہ پر چل پڑتی جس سے ابتداء اسلام میں کفر کے مظالم کی داستان زندہ ہو جاتی۔ اس سے ان کو دو فائدے حاصل ہوتے ایک تو یہ کہ اندرونی طور پر عوامی رہنماؤں کے خلاف سخت اقدام سے

میں رسوا کیا اور ذلیل رکھا۔ یہ جیب بھی مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے مثلاً خارجی
رافضی نقیضی معتزلہ قدریہ جبرہ فلاسفہ وغیرہم رسیدنا غوث اعظم قدس سرہ نے
اپنے دور تک بہتر فرقوں کے نام شمار فرمائے ہیں) اسلامی عقائد و افکار پر حملہ آور
ہوتے رہے۔ ان حتی (جو بعد میں صحیح احادیث کے مطابق اہلسنت والجماعت کہلائے)
بہر پہلو کثرت کمروٹ ان کا رد فرماتے رہے اور قوم مسلم کو ان کے ناپاک جریم
کے نقصانات سے آگاہ فرماتے رہے مثال کے طور پر جیب اسلامی فقہ کے نام پر یہ
و پائیداریات اور غلط حیلہ گری شروع ہوئی تو ائمہ مجتہدین جیسے امام مالک رحمہ اللہ ابو حنیفہ
امام سحاق امام محمد امام شافعی امام احمد ابن حنبل وغیرہم نے قوم کی صحیح رہنمائی فرمائی اور
جیب موضوع احادیث کا سیلاب لاکر ملت کو بہا لجانے کی کوشش کی مگر محمد بن
سکرام مثلاً امام الکام محمد امام بخاری امام مسلم ابو داؤد نسائی ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہم
نے اسلامی کشتی کی ناکھائی کی۔ جیب فلاسفہ نے اسلامی عقائد میں تحریف کئی چاہی
تو حکماء اسلام دشمنین ملت جیسے امام غزالی امام ترمذی امام اشعری وغیرہم میدان میں
آئے علامہ انقیاس ہر عہد میں ہر باطل فرح کے ہر غلط قدم کا نڈھائی فرما کر قوم کو ان
سے ہوشیار اور خبردار کرتے رہے مہندون کو طوالت سے بچانے کے لئے آئیے
اب اپنے وطن یعنی ہندوستان پر نظر ڈالیں تاریخ بتاتی ہے کہ پہلی جماعت یعنی علماء
اہلسنت بحیثیت مبلغ اسلام سب سے پہلے یہاں پہنچے اور اسلام کی اشاعت
کا کام بہت تیز اور نہایت عمدگی سے انجام دیا ان کے بعد دوسری جماعت یعنی
بادشاہ یہاں حملہ آور ہوئے جب بہت دنوں بعد دہلی کی مسلم سلطنت کا قیام عمل
میں آیا تب مسلم ناشیطان یعنی کسری جماعت کے افراد یہاں آئے شروع ہوئے۔
یہاں تبلیغ اسلام کا مکمل کام روحانی سلسلے کے چشتی خاندان کے بزرگوں کے ہاتھوں
شروع ہوا اور بقول ایک معاصر خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی وفات سے قبل انہی
آپ کے خلفاء و مریدین کے ہاتھوں پر تقریباً نوٹھے لاکھ انسان اسلام کے کلاسیک کا
اقرار کر چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان نوٹھے لاکھ مسلمانوں کو جو ہمارے اجداد تھے اسلام
کی تسلیم براہ راست ان بزرگان چشت سے ہی تھی اسلئے ان کی عقیدت اور ان کے
بتائے ہوئے راستے پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلاطین
دہلی کے مذہبی اعتقادات کا مطالعہ کریں گے تو بیشتر انہیں مبلغین اسلام اور عوام سے
مثلاً نظر آئیں گے۔ ہاں بعد میں وہ بعض صلاطین جن پر کسی صورت تیسری جماعت
کے فریب کا دہن کا اثر پڑ گیا ان میں مشائخ اہلسنت (صوفیہ کرام) کے راستے
سے انحراف کا رجحان ضرور پایا جاتا ہے صلاطین دہلی کی تاریخ میں، ایسی مثالیں
بہت دامن ہیں۔ مثال کے طور پر اس تاریخ کے دریا فروعہ کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے
غوریؒ ایک بکے ہوئی حکومت جب شمس الدین التمش کے ہاتھوں میں آئی تو ان
دنوں قطب عالم خواجہ قطب الدین بخاریہ کا دہلی میں تشریف فرما تھے کسی وجہ
سے اپنے مرشد برحق خواجہ غریب نواز کے حکم سے دہلی چھوڑ کر جبرجانب گئے تو

پس شیخ قطب الدین پیرا شیخ روانہ اجیر گردید۔ انہیں مقدمہ در تمام شہر
دہلی شور و آواز ہوا اہل شہر مع سلطان شمس الدین دہلی پر آمدند وہم جای
قطب الدین قدم یکجا داشت خلائق خاک آں زمین بر تبرک میداشت
(سیرالادبیا ص ۵۴-۵۵)

پس شیخ قطب الدین اپنے شیخ کے ہمراہ اجیر کی طرف روانہ ہوئے جس
سے پورے شہر دہلی میں ایک شویا ہو گیا تمام اہل شہر مع سلطان شمس الدین
ان کے پیچھے روانہ ہوئے جہاں شیخ قطب الدین قدم رکھتے تھے لوگ
اس زمین کی خاک تبرک کے طور پر اٹھا کر رکھ لیتے تھے۔

اور حبیب خواجہ غریب نواز نے سلطان اور عوام کا حال دیکھ کر قطب صاحب
کو دہلی رہ جانے کی اجازت دیدی تو التمش نے فرط مسرت اور جوش عقیدت سے
خواجہ صاحب کے قدم چوم لئے اور قطب صاحب کو دہلی لایا (سیرالادبیا ص ۵۵)
مشائخ سے عقیدت کے ہزار اداقتات میں سے یہ ایک ہے۔ اس سلطان کے تقویٰ
خوف خدا محبت نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے واقعات) سے آج بھی تاریخ بھری
پڑی ہے۔ ادیب اللہ سے استمداد استعانت (اور ایصالِ ثواب وغیرہ جیسے سائل
میں یہ صوفیائے کرام اور مسلمانوں کے راستے پر مسلسل کارکن تھاتے (دیکھئے سیرالادبیا ص ۵۵)
۱۵۵۵ء (خیر المجالس ص ۴۵) التمش خاندان کے بعد طین خاندان تخت دہلی پر آیا
جس کا پہلا سلطان غیاث الدین بلبن تھا، مشائخ سے اس کی عقیدت کے دو
ایک نمونے دیکھئے۔ اسکے دور حکومت میں ایک بزرگ شیخ علی حشتی دہلی میں قیام
فرما تھے جب کسی وجہ سے انہوں نے دہلی سے جانے کا ارادہ کیا تو سلطان کا یہ عالم
تھا کہ

”در پائے خواجہ علی افتاد و سونگند خود کرد اگر خواجہ عزیزیت چشت کند من
ترک ملک گیرم و در رکاب خواجہ در چشت یائیم (سیرالادبیا ص ۲۱۲-۲۱۳)
بادشاہ خواجہ علی کے قدموں میں گر پڑا اور قسم کھائی کہ اگر خواجہ چشت کا ارادہ
کریں گے تو میں حکومت چھوڑ دوں گا۔ اور خواجہ صاحب کی ہر کالی میں چشت
چلا چلوں گا۔

خواجہ علی صاحب نے بہت سمجھا یا کہ حکومت کا کیا ہو گا؟ تو عرض کیا کہ مجھ کو جو بھی ہو لیکن
”من از رکاب خواجہ دور شدی نہ نام“ مورخ برنی کے الفاظ میں ”و ظاہر آخرت و مشائخ
ہر مادہ و بغایت حرمتے مشتے (تاریخ فیروز شاہی صلا)، یعنی بلبن ظاہر آخرت اور ہر
سلسلے کے مشائخ کا حد درجہ احترام کرتا تھا۔ اور عوام کا خیال یہ تھا کہ از میان
وبرکات الی شان و عہد و عصر سلطان بلبن فیض و رحمت آسمانی بریں دیا متواتر نازل ہوا
شد (تاریخ فیروز شاہی صلا) ان (صوفیاء و مشائخ) کی برکت سے سلطان بلبن کے
عہد میں اس ملک پر آسمان سے مسلسل فیض و رحمت کی بارشیں ہوتی تھیں۔
اس کے اعتقادات کا اندازہ اس ایک حوالے سے لگائیے۔

راشخ کرود و تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۵۰

شیطان و سوسے بجات پاکر شریعت مصطفوی کے جادہ مستقیم پر قائم و ثابت رہے۔

مگر نتیجہ نکلا کہ ابتداً سلطان سے مشائخ اہلسنت کے تعلقات کشیدہ ہو ہی گئے یہ تیسری جماعت کی پہلی معمول کامیابی تھی، یہی وجہ تھی کہ حب سیدی مولادغیرہ کا قتل ہوا اور اس کے بعد خط کی شکل میں تہراہلی نازل ہوا تو سلطان نے آستان عالیہ پر بارہا حاضری دینے کی اجازت چاہی مگر حضرت محبوب الہی نے کبیدہ خاطر تھے کہ ہمیشہ انکار فرماتے رہے اب ذرا اس وقت کے مسلمانوں کی ان حضرات سے عقیدت پر ایک نگاہ ڈالنے کے سلطان نے ایک بار بغیر اطلاع و اجازت حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کی سوچی اور صرف امیر خسرو سے رجوع اس کے معصوم دار اور حضرت کے مرید تھے، اپنا ارادہ ظاہر کیا امیر خسرو نے فوراً حضرت سے جاعز من کیا فقیر یہ ہوا کہ حضرت عازم اوجھن (پاکپٹن شریف) ہو گئے۔ بادشاہ کو علم ہوا تو حضرت امیر خسرو سے خفا ہو کر کہا کہ تم نے میرا راز افش کر دیا اور سلطان المشائخ کی پادشاهی کی سعادت سے مجھ کو محروم کر دیا حضرت امیر خسرو نے جواب دیا کہ

”از رخشن بادشاہ ہمیں خودی جاں باشد فنا از رخشن سلطان المشائخ
خون سلب ایمان باشد (سیرالادب ص ۱۳۵)“

بادشاہ کے ناراض ہوجانے سے صرف جان جانے ہی کا خطرہ ہے لیکن اگر سلطان المشائخ ناراض ہو گئے تو ایمان ہی سلب ہو جانے کا ڈر ہے۔
الغرض علماء حق و مشائخ اہلسنت ان فتنہ سازوں کی مفسدہ نہ حرکتوں اور بدعتوں سے بادشاہ اور عوام کو آگاہ کرتے رہے اور یہی بد طینت جماعت اپنی شیطانی چالوں میں شب و روز مصروف رہی یہاں تک کہ حکومت تعلق خاندان میں پہنچی تو ان کا اثر کچھ زیادہ ہوا اپنا رنگ دکھانے لگا۔ تعلق خاندان کا مشہور فرمانروا محمد تعلق جو ابتداً نہایت معقول اور متدین تھا اور اس کی پرہیزگاری اور تقوی کا عام شہرہ ہو چلا تھا۔ جب اس کے ذہن پر اس تیسری جماعت کے غلط اعتقادات کا رنگ بنام اصلاح و تجدید چڑھا تو اس کے ارد گرد اسی جماعت کے افراد منڈلانے لگے اور بقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ”یہ وہ مفتیان ناخدا ترس و حیلہ اندوز تھے جو ہر رنگ و بد میں اس کی تائید کرنا شروع کرنا چکے تھے (تاریخ حق)“ مورخ برنی ان ”مفتیان“ کو مرتد صفیان و کافر خوکے الفاظ سے یاد کرتا ہے اور نہایت مغلطی سے اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ میں خود ان گناہوں کا مرتکب ہوا کہتا ہے کہ ”قوا بے دیانت دیے دین“ نے برسوں سلطان کی ہاں میں ہاں ملائی اور طبع و حرص دینا لے مجبور ہو کر ”بر خلاف احکام دین مدد دی کر دیم و راجہا ہے“ مجبور ہی خاندیم (خیر و زشت ہی ص ۲۶۲)

ہم احکام دین کے خلاف اس کی مدد کرتے تھے اور مجبور روایات بیان کرتے تھے

”بعد از ما ہر جمعہ بنیارت و وضعت بزرگان بنے آگیزہ رگے از سادات و مشائخ و علماء بزرگ در شہر نقل کر دے در جنازہ رو بگذاردے و در سویم از بنیارت بر نئے و برادران و پسران اور اجامہ دادے و بنوائے و فیروز شای ص ۱۴۴ و طبقات اکبری ج ۱ ص ۱۵۰)

ہر نماز جمعہ کے بعد بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کے لئے جاتا تھا اگر سادات میں کوئی بزرگ یا کوئی شیخ یا عالم رحلت کر جاتا تو اس کے جنازے میں شرکت کرتا تھا اس کی نماز جنازہ ادا کرتا تھا اور سویم میں جاتا تھا اور متوفی کے بھائیوں لڑکوں کو کپڑے دیتا تھا اور نوازشیں کرتا تھا۔
حالانکہ اس کے دور میں تیسری جماعت کے افراد جمہ ہندوستان میں اپنے ناپاک قدم رکھ چکے تھے۔ اسی لئے وہ تاحیوں کی تین قسمیں بیان کیا کرتا تھا چنانچہ کہتا تھا کہ من سے قاضی دام یک قاضی آلتست کہ از من ترسد و از خدا می ترسد دوم قاضی از خدا ترسد و از من ترسد سوم کہ از من ترسد نہ از خدا ترسد۔ (فیروز شای ص ۱۴۴)

میرے پاس تین قسم کے قاضی ہیں پہلا وہ ہے جو مجھ سے نہیں ڈرتا اور خدا سے ڈرتا ہے دوسرا خدا سے نہیں ڈرتا اور مجھ سے ڈرتا ہے تیسرا نہ مجھ سے ڈرتا ہے نہ خدا سے ڈرتا ہے۔

پھر اپنا نیلہ سناتا ہے کہ دانشمندان حیلہ جو یہ آموز پیشی خود آمدن بناید گزاشت (فیروز شای ص ۱۴۴)

بد آموز اور حیلہ گو علماء کو اپنے پاس تک پھٹکنے بھی نہ دینا چاہئے۔

اپنی اولاد کو نہ شائخ بنی بھی اس لئے ان بائوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس کا اثر تھا کہ اس خاندان کے بعض سلاطین جیسے ناصر الدین محمود کا ذات نبوت سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک بغیر وضو کے کبھی نہیں لیتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ

”شرم آمد کہ بے وضو نام محمد بزبان رافتم و تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۱۵۰)

مجھ کو شرم آتی ہے کہ نام پاک محمد بغیر وضو کے اپنی زبان پر لاؤں اس خاندان کے بعد حکومت غلجی خاندان میں پہنچی اور اس عرصے میں تیسری جماعت کے متعین بھی آہستہ آہستہ اصلاح کا نام لے کر فساد و ارتقے پر پا کرنے لگے جس کی تاریخ ہند شاہد ہے۔ اب ان کے اثرات اور اس سے بار بار کے پیدائشہ نتائج میں سے ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے کہ ان کی کرتوتوں سے علاؤ الدین جیا نیکدل بادشاہ نیا مذہب جاری کرنے کے لئے تیار ہو گیا اس وقت علماء اہلسنت کے ایک طرف تو اس کو بے خوف ہو کر تنبیہ فرمائی اور دوسری طرف خاجہ نظام الدین ادبیا اور دیگر مشائخ نے یہ دعا فرمائی کہ

”از دسوا اس شیطانی برآمدہ بر جادہ مستقیم شریعت مصطفوی ثابت و

ایک بڑی خاص اور قابل غور بات یہ ہے کہ انہیں حالات میں سلطان کے دربار میں ابن تیمیہ کے ساتھ گرویدہ العزیز اور بیلی کے جو ہمیشہ سلطان کے ساتھ ساتھ رہتے یہ سلطان کے ذہن و دل پر اس طرح سے اثر انداز ہوئے کہ سلطان ان کا ہایت و درجہ معتقد ہو گیا جس کا اندازہ ابن بطوطہ کے اس بیان سے لگ سکتا ہے کہ "ایکبار سلطان نے فرطِ مسرت سے ان کے قدم چوم لئے تھے" (دعایا الاسفار ص ۱۱۱)۔ یہ ابن تیمیہ ہی ہیں جن کے اعتقادات سے زمانہ واقف ہے (قارئین کو اب سلطان کے معتقدات میں انقلاب پیدا ہونے کی وجہ باسانی سمجھ میں آگئی ہوگی۔ اس کے چاروں طرف ان حضرات کی حلقہ بند یوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ (دہلی) تعلق جو نامِ نبوت کو اعظم اسمائے بنی آدم اور سب سے بڑا فخر تصور کرتا تھا (تاریخ حق) اور اذان کی آواز آتے ہی تاحتم تعظیماً کھڑا رہتا (بزرگشاہی فتنہ) توحید یاری تعالیٰ محبت و احترامِ نبوت اور عبادتِ ملت و آثارِ اسلام سے عقیدت (دعا اسلامی نظریات کی بنیاد میں) سے اُسی طرح دستبردار ہو گیا جس طرح ان گناہوں کی تحریک کے اثر سے بہت سے خلفائے بنو امیہ و عباسیہ ہو گئے تھے اور اب سلطان محمد تعلق کا حال یہ تھا کہ اکثر کلمہ کرتا تھا کہ ابوبکر و عمر عثمان و علی چہ کردہ اند کہ انوائیم کرد (دعایا الکلم ص ۵۵۱-۵۵۲) یعنی ابوبکر و عمر عثمان و علی نے کیا کیلے جو ہم نہیں کر سکتے۔ بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ اس تحریک کے اثرات جس طرح ہمیشہ مرتب ہوتے ہیں کہ ہر گناہ قدم بے ایمانی کی راہ پر مزید ہوتا ہے خود کتاب ہے کہ

"مغالطات بسیار گشت تا بعد از آنکه در وجود صانع شکوک مزاحم و معارض شد (سوانح محمد بن تعلق)

مغالطے (شکوک و شبہات) بہت زیادہ ہو گئے یہاں تک کہ صانع (خالق کائنات) کے وجود کے متعلق شکوک و شبہات مزاحم معارض ہونے لگے۔

اور ذنبِ اسلامی عقائد کے اس ستون کی کو ڈھا دینے کی بات آئی جس پر اسلامی نظریات و اعمال کی عمارت ٹھہری ہے (اد حقیقت یہ ہے کہ اسی گراہ تحریک کا مقصد بھی ہمیشہ یہی رہا ہے) یعنی عقیدہ ذاتِ نبوت و شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ و سلم۔ مگر

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروشے نامِ نامِ مصطفیٰ است (اقبال)

ہر مومنین اور گمراہ بھی اس منزل پر آکر ایک بار اپنے دل و دماغ میں (مسلمانوں کی عقیدت اور اس عقیدت پر اپنا سب کچھ ترجیح دینے کی سعادت سے) خوف و لرزہ اور گھبراہٹ محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ ایک بار رات کے سناٹے میں قاضی شمس الدین علیہ الرحمہ کو بادشاہ نے بلوایا قاضی صاحب نے دیکھا کہ بادشاہ گھبراہٹ میں تنہا بیٹھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ڈر لگا کہ میرے کسی عزیز کو

دارنے والا تو نہیں؟ کہ اچانک مجھ سے یوں مخاطب ہوا کہ

"اگر امروز کسی پیدا شود و گوید کہ محمد پیغمبر نبی و داستان منم شما اور اکیدام حجت ملزم کنید۔

آج اگر کوئی ایسا شخص پیدا ہو جائے جو یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر نہ تھے بلکہ پیشینہ ہوں تو تم اس کو کس دلیل سے ملزم ٹھہراؤ گے۔

قاضی صاحب نے اس کے اشارے کو سمجھتے ہی فوراً جواب دیا کہ

"برائے آن حرام زادہ و لوانہ و لاحق بدعت دینے دولت را حجت

چہ باشد۔ اقبال خود عالم اسلام دشہر چنان قوت گردنتہ است

کہ غلامان، طباطبائی شہر بخارا بخارا پانچ بجند (دعایا الکلم ص ۱۱۱)

ایسے حرام زادے پاگل بے عقل بد نصیب اور کینے بے عزت کے لئے

دلیل کی کیا حاجت ہے آپ کا اقبال رہے کہ شہر میں اسلام نے ایسی

قوت پکڑ لی ہے کہ بھٹیاریوں کے غلام اس بدعت کو پانچ مار مار کر

ہلا کر دیں گے۔

اس طرح بجائے اپنی اصلاح کے (احقاق حق و ابطال باطل کے سبب) سلطان

علمائے حق و مشائخِ اہلسنت سے یمن، یمن ہونا شروع ہو گیا اور ہمہ گیر تیسری جماعت کا اثر

اتنا رنگ لایا کہ سرِ محسن ختم نبوت کے متعلق حجتِ خاں شروع کر دیں مثلاً ایک دن اس

نے خواجہ شہاب الدین حق گو سے مطالبہ کیا کہ اس کو محمد عادل کہیں انہوں نے جواباً

فرمایا کہ میں ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا پھر انہیں حضرت سے ہاکِ نبوت کے خاتمہ کو عقل

قیلم نہیں کرتی۔ اس فدا پر نبوت نے فوراً اپنے پاؤں سے جوتی نکال کر سلطان کے منہ

پر دے ماری جس کی منزلیں انہیں قلعے کے اوپر سے خندق میں ڈال دیا گیا نظر ارا بار

و اخبار الاخیار ص ۱۱۹)

ایسی طرح جب وہ اہل حق علماء اہلسنت کو اپنا اذیت شہر ان بے عرفان کا ہمنوا

بناسکا تو علماء اہلسنت اور آثارِ اسلام کے ساتھ وہ قسم آرائیاں کیں جن کے پڑھنے

سے دل اور دھن سے قلم راز تھا مثال کے طور پر چند نمونے ملاحظہ ہوں خواجہ سید

محمد گیسو دراز زراتے ہیں کہ

"در دہلی زیارت گاہ بسیار بود بعد خرائی دہلی کہ سلطان محمد ابن تعلق کرد

آن زیارت گاہ کی مصلحتی شد (دعایا الکلم ص ۱۱۱)

دہلی میں بہت سی زیارت گاہیں تھیں دہلی کی اس بربادی کے بعد جو سلطان محمد

ابن تعلق کے ہاتھوں علی میں آئی وہ تمام زیارتیں تباہ ہو کر رہ گئیں۔

(غور کیجئے کہ علامہ شامی نے اپنے زلزلے میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک اور

اس کے اثرات کا جو ذکر کیا ہے کیا اسی تصویر کا دوسرا رخ نہیں ہے؟)

حضرت خواجہ لغیر الدین چرخ دہلی (دعایا الکلم ص ۱۱۱) کے دور کے مشہور صوفی اور اہلسنت

کے عالم تھے پھر نظام کے ایسے پہاڑ توڑے گئے جو بیان سے باہر ہیں ایک باوجود

قرآن کی بھی دائرہ بھولی۔ اور آخر میں شیخ شہاب الدین کے ہاتھ پاؤں میں پھنکڑیاں ڈال دیں
چودہ دن تک بھوک اور پیاس سے تڑپا پھر کھانا بھیجا تو شیخ نے فرمایا کہ میرا رزق
زمین سے اٹھ گیا ہے سلطان نے ان کے منہ میں زبردستی گوبڑا دیا پھر قتل کر دیا
(عجائب الاسفار ص ۱۳۹) شیخ شمس الدین ابن تاج العارفین علیہ الرحمہ وحبیب
سلطان کے بلانے پر نہ آئے تو ان کو قید کر دیا پھر ان کو ان کے بیٹوں سمیت قتل کر دیا
(عجائب الاسفار ص ۱۴۰) شیخ قطب الدین منور شیخ فخر الدین زراوی سید
قطب الدین حسین کرمانی شیخ ہوشنگ بن کن الدین دینور علیہم السلام پر کیسے کیسے
کیا کیا جاتی تاریخ کے اوراق آج بھی کسی قدر اپنے سینے میں لئے ہوئے ہیں۔ بعض
واقعات شاید ہیں کہ عام غلط کاروں کی طرح اس سلطان کو بھی موت سے پہلے
ضمیر نے طاعت کیا اور اپنی غلطی پر نادم ہوا مگر دقت نکل اور پانی سر سے گزر چکا تھا
اور "یارانی حیلہ واں" اپنا کام کر چکے تھے اور اپنے منحوس مقصد میں شیخ بخیر ایک
حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ بعد میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے اس طرح کا کفارہ ادا
کرنے کی کوشش کی کہ اہل حق کے دربار مقبولین یا وہ لوگ جن کے ہاتھ پاؤں آنکھ
ناک کان کاٹ دیئے گئے تھے کسی سے معافی مانگ کر کسی کو ال دے کر معافی لئے لکھا
اور ایک صندوق میں رکھ کر اپنی قبر کے سرہانے اس عقیدے سے رکھوا دیئے
کہ شاید حق تعالیٰ اپنے کرم عام سے معاف فرما دے (فتوحات فرزند شاہی ص ۱۰۰) اور
بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی "نامردانہ زلیست" کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوگی
کہ جب تخت پر بیٹھا تو پدر کش کہلا جائیگا جیسا ظالم اور بے دین کے طعنے سننا تو
قبر پر معافی مانگے رکھ کر تشہیر کی گئی تاریخ ہند میں اس کی جگہ متعین کرتے وقت
نظر اس ناکامی پر نہیں بلکہ اس جذبہ پر ہونی چاہئے جو اس ناکامی کا سبب تھا
(سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۸)

اس طرح کی مثالیں آپ کو ددی اور غفل خاندانوں میں بھی عام ملیں گی۔ ہمارے
ملک میں ہمدیت اور دین الہی جیسی تحریکیں اور بعض سلاطین کے زمانے میں علم
الہیست و دانش کی طریقیت کے بے شمار ناحق قتل سب اس سلسلے کی کڑیاں ہیں
آخر کار اس رسوائے زمانہ "طبقہ" نے جس طرح بنو امیہ کو تباہ کیا عباسی سلطنت
کو غارت کیا عثمانی حکومت کو اپنی غداروں سے برباد کیا، دہلی کی مسلم حکومت
کو بھی لے ڈوبا اور تباہ تاریخ کے اس پس منظر میں دیکھئے اور غور کیجئے کہ

امام احمد رضا

۱۸۵۳ء میں مسلم حکومت مٹ گئی اور عام
انتشار کا شکار ہوئے تو میدان کھلنا پڑا کہ یہ عفریٰ لشکر ہر چار جانب سے اسلامی
عقائد و اعمال کا بنیاد کھوکھلی کرنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا غصیب
بالائے غصیب یہ کہ اسباب "گندم نما جو فرش" ان راستوں سے خود راہ ہونے
شروع ہوئے جن پر امتداد دکر ناماد چلنا اسلامیات ہند پانی دنیا دی ظلال اور اخروی

جیسو دے زانے بیان کرنا چاہا تھا مگر ان کے دل کو اتنا تکلیف ہوئی کہ بیان کرنے کی
ہمت نہ ہو سکی (جوامع الکلم ص ۱۰۱) تاریخ محمدی میں ہے کہ

"محمد بن تغلق بابر بادشاہ جبار و شہر یار و قہار بود آں بزرگوار جغتار و دگر دار
افواج آزار ظاہر کردا سندر آں پیر دین واریج کلبے از صمیم سینہ آہے درد
آلودہ نیار دے ددعاے کہ موجب اہتمام بنائے دولت ادب و دے
نکردے مدت مدید بیاں جفا و شدید مبتلا ماند

محمد بن تغلق بابر قہار بادشاہ تھا اس نے ان بزرگوار کو زبان و عمل سے
بہت زیادہ تکلیفیں پہنچائیں لیکن وہ پیر دین واریج دہلی کے پنے سینے سے درد
بھری آہ تک نہ کھینچتے کبھی ایسی دعا کرتے جو اس کی سلطنت کے انہدام کا
سبب بن جائے طویل مدت تک اس تکلیف میں مبتلا رہے۔

اور دیکھئے "زیر استخوان ہلے گوسورا خاک کا بندو آں استخوان ہار بر سنا حکم تبت
فرمود و گفت کہ آں رستہ ابر بلندی بندید دریشان را و از آل وارید
(سبع سنابل ص ۱۰۱)

ان کے گھٹے کی پٹیوں میں سوراخ کر دیئے تھے اور ان پٹیوں کو رسیوں سے
مضبوط باندھنے کا حکم دیدیا تھا اور کہا کہ ان رسیوں کو بلندی پر باندھا
جائے اور ان کو لٹکا کر رکھا جائے۔

"الفرق ہے مشائخ را خدمتے مقرر کردہ بشیخ نصیر الدین اودھی المشہور
بجران دہلی تکلیف بجا کر پش تیدن نمود شیخ قبول نکردہ کار بدشت
کشید چنانچہ شیخ را قضا دادہ محمود س ساخت و تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۲۹۹
الفرق بہت سے مشائخ سے خدمتیں لینے لگا شیخ نصیر الدین اودھی کو
جو چراغ دہلی مشہور تھے کپڑے پہنانے کی تکلیف دی شیخ نے قبول نہیں
کیا تو شیخ کی گردن پر گھونٹا مارا اور قید کر دیا۔

شیخ برہان الدین غریب علیہ الرحمہ نے دیوگیر (دولت آباد) میں حضرت
چراغ دہلی پر بادشاہ کے ان مظالم کی داستان سنی تو بہت روئے
اور فرمایا کہ

"چہ کسم خود مولانا محمود و برادر کریم است و اگر ادب و نواہد میں زمین اور
ادب و شک و خلق داستان و دبلیان او خرد برد و آؤغ بر نیار د
(جوامع الکلم ص ۱۰۱)

کیا کروں کہ خود مولانا محمود و برادر کریم انفس میں درندہ اگر وہ چاہیں تو زمین
سلطانی کو اس کے پورے لشکر کے آدمیوں کو گھوڑوں کو اور ہاتھوں کو
اس طرح نکل جائے کہ کڑا رنگ نہ لے۔

حضرت شیخ شہاب الدین ابن شیخ احمد جام جو اس وقت کے مشہور بزرگ
تھے کا دائرہ بھولی کے لئے شیخ ضیاء الدین سمنانی کو حکم دیا جب انہوں نے انکار کیا

نجات تصور کرتے تھے۔ کبھی جہاد اور تقویت ایمان اور کبھی صراطِ مستقیم کے نام سے تو کبھی تجدید و احیائے دین کے نام سے۔ غرض سلطنتِ برطانیہ کی سرپرستی میں (جن کا اس مسئلے کے لئے لڑاؤ اور حکومت کر دیا اصول تھا) ابلیس کی بھولی سے نکال کر وہ نئے عقائد و خیالات لائے گئے کہ الامان والحفیظ۔ تنبی قدرت مسکرا کر مانا! یہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دین ہے جس کی حفاظت میرے ذمے ہے اور جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ہاں تم اپنی عاقبت جتنی چاہو خراب کر سکتے ہو مگر یہ گلستان کبھی خزاں رسیدہ نہ ہوگا۔ یہ شمع ہمیشہ روشن رہے گی اس کی تو کبھی جھپک نہیں سکتی، تم اپنی آگ میں جل مرو گے مگر اس عرشِ آشیان "بیت النور" پر کبھی آہِ نذر آسکے گی۔ اسلئے کہ ہمیشہ حسینِ عظیم ائمہ اہلبیت احمد ابن حنبل غرضی عبدالقادر جیلانی، معین الدین چشتی، نظام الدین اولیا جیسے جیلے اور غازی اور ان کے متبعین دنیا بین اسکے انتظار میں رہیں گے۔ اور نبی اسی زمانے یعنی ۱۲۵۰ھ میں ملک کے مشہور شہر اور شہر کے مشہور علم و فضل دلے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام والدین نے احمد رضا رکھا اس نے پوش سنبھالا تو ملت اور قوم کے گرد و پیش پر ایک جائزہ نگاہ ڈالی اور "یارانی ایمان" کو رنگ برنگے طبوسات میں دیکھ کر اسکے لبوں پر مسکرا کھیل گئی کہ یہاں ہو مگر

بہر گئے کو خواہی جا مری پوشش : من انداز قدرت مراي شناسم
۱۲۶۹ھ میں دیر عجب کی زیارت کی اور حاضری دیکر اس بارگاہ بیکس پناہ (علیتہ والثناء) سے طریقہ اسلام کے مطابق اپنے فرض اور ذمہ داری کو نبھانے کے لئے استعداد استعانت کیا چال سے (اسلاف کے تلوپ دار و اح ہمیشہ منور ہوتے) اور حق کی تابانیوں کا ایسا سیر نصیب ہوا کہ باطن تو باطن تھا قاهر سے بھی چھوٹا پڑا تھا صاحبِ تہذکرہ علامہ ہند فارسی "آپ مقام ابراہیم میں تھے کہ شیخ مفتی شافعیہ نے بغور دیکھا اپنے ساتھ لے گئے اور پھر آپ کی پیشانی پر کمر فرمایا: واللہ ای لا جہد نور اللہ من ہذا الجمین۔ کہ خدا کی قسم میں اس پیشانی سے خدا کا نور پار ہوں (ترجمہ) اور واپس آکر اس مقصد کی تکمیل کے لئے جبکہ لئے قدرت نے آپ کو پیدا فرمایا تھا اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے جس پر روضائے مصطفیٰ علیہ السلیۃ والثناء ہر گئی ہوئی تھی جب اپنی زبان اور اپنے قلم کو جنبش دیا تو ایوانِ باطل کے ہر ہر گوشے میں (خواہ وہ ضلالت کا ہو یا بدعت کا کفر کا ہو یا ارتداد کا) کھلبلی مچ گئی تھلک اور زلزلہ بپا ہو گیا۔ اسکے قلم کی نوک نے مذہب اسلام کے ہر نقاب پوش ڈاکر کے چہرے سے نقا اٹھ دیا اور اس کا خون خاک اور مکروہ اصلی چہرہ اسلامیوں کے سامنے کر دیا بقول ایک معاصر "میں خیال کرتا ہوں کہ ہر فرقہ و پنجر کو فتنہ پھیلانے سے پہلے یہ خیال دہمادت تک باز رکھتا ہوں کہ امام حضرت کا سیفِ زبان قلم کا کیا جواب ہوگا؟

(امام حضرت کے مختصر حالات ص ۱) میزان کا سوال یہ نثار ہے کہ امت مسلمہ کو کیا ہوا؟ اور میں سوچتا ہوں کیا نہیں دیا؟ بلاشبہ میں دور میں آپ کا وجود ہوا اس کے تقاضے کے مطابق ملتِ اسلامیہ کے لئے جو کچھ سب سے ضروری تھا وہ سب کچھ دیا۔ دیکھئے جب شاطرائی مذہب نے قرآن کے تراجم میں کتر بیوت کر کے اسلامیوں کے عقائد پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے قوم کو قرآنِ عظیم کا صحیح ترجمہ دیا جب فریب کاروں نے اس کی تفسیر میں اپنی رائے خالی کر کے قوم کو گمراہ کرنا چاہا تو مسلمانوں کو ہوشیار رکھنے کے لئے تمہید ایمان بآیات القرآن دیا۔ غور کیجئے کہ جب اہل ضلالت نے فت کو سنت کا نام لیکر احادیث کے غلط معانی و مطالب بتانے شروع کئے تو اس نے اہل ایمان کو سینکڑوں کتابیں دیں۔ جب اہل بدعت نے تقلید کے لباس میں ہنر مقلدیت اور فقر کے روپ میں جیلہ سازوں اور گراہیوں سے امت کے اعتقاد و اعمال کو زخمی کرنا چاہا تو اس نے قوم کو وہ لازوال فتادے دیئے جو اپنے دلائل و براہین سے ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔ اگر نہیں؟ تو مجھے بتائیے کہ دشمنانِ اسلام نے جب اس ذاتِ قدوس اور بے عیب خدا پر کذب کے معنی درست کر کے اسلامی عقیدہ کو حیدر پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو کس کا قلم ان کے لئے شمشیرِ خوارشاہ بنا؟ جب شامانِ نبوت نے مسلمانوں کے عقائد نبوت کو مجروح کرنا چاہا تو کس کا قلم ان بد نصیبوں پر زوالِ فقار حیدری میں کر ڈرنا۔ مجھے جواب دیجئے کہ دین و مذہب کے ڈاکوؤں نے جب مومنوں کے سینوں سے اس (امت) خداوندی یعنی عظمتِ مصطفیٰ (علیہ السلیۃ والثناء) کو بھین لینے کا خواب دیکھا تو ان کے خوابوں کے قلمے کو تھیر سے پھینک کر زبانِ قلم اور عمل نے مسما کر کے رکھ دیا۔ اور جب مسکاروں نے پیری اور شیخ کے لباس اور اٹھ ملت کے دل کی نالوں میں بزرگانِ دین و علماء اسلام کی عقیدت کے حلز چرخ کو بھیلنے کے لئے ناپاک تنڈوں کے حملات تیار کئے تو کس کی فنی بیم نے ان کو زمین بوس کر کے تپس نہیں کر دیا۔ جب مولیتِ ناعیا نے آئنا را سلام اور مقاماتِ مقدسہ کی عزت و حرمت کو قوم و غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ سے نکال پھینکنے کی جرات کی تو کس کی زبان پاک و قلم بپاک نے ان کی جالا کیوں کے پرودی کو چاک کیا؟ سنئے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے مسیح موعود کے نام کا فتنہ ہوا مہدی مہمود کے نام کا شانِ نبوت کی توہین کا ہو یا فضائلِ رسالت کی تنقیص کا انجریٹ کا ہو یا دہریت کا تقلیدی ہو یا غیر مقلدیت کا تفصیل کا ہو یا کثرت کا خارجیت کا ہو یا بدعتیت کا۔ ان تمام فتنوں کے سینوں میں اس کا حق تو یہ قلم اسلام و مسیت کی شمشیر و سنان بنگرا تیر گیا اور ان کے مقابلے میں اس کی زبان حق و حقا اسلام و اسلامیوں کے لئے سپرن جمنی :۳

وہ رہنما کے خیزے کے مارے کہ عدد کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا مار ہے کہ یہ دار و دار سے پار ہے

یہی وجہ تھی کہ ملت نے اس کو شیخ الاسلام و المسلمین کہا، قوم نے حجۃ اللہ فی الارضین

آج بنیادی عقائد تو بڑی بات ہیں ہماری زندگی کے وہ اعمال جو بنیادی نہیں مگر صدیوں سے شعائرِ انسانیت ہر دور میں جیسے مجالس میلاد پاک، استملاذ از اہلبیاء و اولیاء زیارت جو در بندہ نیاز و فنا پر خوافی تصور شیخ سلام و قیام تقبیل الایہام (انگوٹھے چومنا، احترام) مشائخ و مساداتہ وغیرہ اسلئے پر قوم کے لئے ان کے گرد اگر عقلی و نقلی دلائل و براہین کی اتنی پختہ اینٹوں سے ایسی مضبوط تفصیل کھینچ دی ہے کہ اقیام قیامت کا نفی کی ترانہ بازی اثر انداز نہ ہو سکے گی اور مومنین کو بحضرتِ محمدؐ کی خدمت میں فیض و سکون بخشی رہے گا۔ اور نبی گزشتہ اور موجودہ تاریخی جھلکیوں میں جھانک کر دیکھئے اور بتائیے کہ المیزان کے سوالیہ نشان کیا دیا؟ کیا تاریخی حقیقت کے طور پر اس کے سوا اور کیا جواب ہو گا کہ قوم کو کیا نہیں دیا؟ اور اس دوسرے سوال کا (جو المیزان کے سوال سے پیدا ہوا) بھرپور جوابی مظاہرہ آپ مسلمانوں کی در ذمہ کی زندگی میں اس وقت دیکھئے جب مسلمان اس ذات سے لے اپنے اسلاف کی امامت کا اعتقاد ہی اور عملی طور پر اظہار کرتا ہے اور خلائق (تیسری جماعت کے افراد) اس کو جھجھلا کر بریلوی کہتے ہیں کیوں؟ عزیز سمجھئے اور اپنے دل سے جواب لیجئے کہ المیزان کے سوالیہ نشان کا مکمل جواب اسی میں مضمر ہے۔ حالانکہ یہ اسلام کی پورانی شیعہ آج ہمارے سامنے نہیں ہے بلکہ سلسلہ چوں سال تک قوم و ملت پر لڑکر صنیا پاشی کرتے ہوئے ۱۹۲۱ء میں اصل نور سے جالی، مگر اس کی روشنی باقی ہے اور باقی رہے گی اور تاریخ اسلام جب بھی ایسے دوسرے دوچار ہو گی تو تاریخی حقیقت آوازے گی۔

کیونکہ رضا آج گلے سوئے ہے
اٹھ مہرے دھوم مچانے والے

کے لقب سے یاد کیا اور امت نے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجہ جیسے خطاب سے نوازا اور جب دوبارہ دیارِ حبیب کی سلاطین میں زیارت کی اور استنامہ نبوت پر حاضر ہی دی تو قوم کے مرکز نے (علمائے حرمین شریفین نے) اس کو اس صدی کا مجدد و مجدد المائتہ الحاضرہ قرار دیا۔ وہ آج ہم میں نہیں مگر اس نے جو کچھ دیا ہمارے دلوں نگاہوں اور ہاتھوں میں موجود ہے۔ ان اس کی تخلیق کے مقصد سے یہ نثار ان نے دوسروں کی طرح اس کے قلم کو بھی خریدنے کی کوشش بے جا کی تو اس نے کہا:

کردن درج اہل دول و رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں
اور جب کبھی ان حالات نے اس کے دل کو بھیل کیا تو اس طرح کے تمام دنیادی سہاروں کو ٹھکرا کر امت کے دلی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا ہے ایک طرف حاضرین اک طرف اعدائے دین بندہ ہے تنہا شہادت پر محروم درود اور سرعام اعلان فرمایا:

خاک ہو جائی عہد و صل کو مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سنائے جائیگے
اور اب غور سمجھئے کہ کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں کہ اس ذات نے اسلامی عقیدہ توحید ایلانی عقیدہ رسالت اسلاف کی وراثت و تصور ولایت تصوف و طریقت، کو گراہوں (تیسری جماعت) سے بچا کر اس طرح ہم تک پہنچا دیا کہ

بقیہ احیائے دین

یہ ہیں ہونے مجدد و احیائے دین میں کوئی دقیقہ زور گزاشت نہیں کیا،
عمر ہمارے کہہ ویت خانہ می خالد حیات
ناز بزم عشق یک دانائے دانا زاید ہوں
بزم عشق کے اس دانائے دانا جس کو لوگ پیمانے کیلئے امام احمد رضا کہتے ہیں سرزمینِ قندھار کو بجا طور پر فرمے کہ آپ جیسی علمی ہستی قندھار کی برہی خانہ سے تعلق رکھتی تھی۔ ہندستان کی خاک کو بھی اس پر ناز ہے کہ منصبِ مجددیت پر فائز ہستی نے اس سرزمین پر قدم نہ بچا کہ ہندستان کی آبرورہ لی۔

فرمایا محض انتظار اور تخریکی بیاد ہمارا دن کا خوف کرتے ہوئے جس میں آنکھیں بھیٹی
کے بھیٹی رہ جائیں گی

دراصل آپ میں وہ ساری خرمیاں ایک وقت جمع ہو گئی تھیں جو ایک مجدد کیلئے ضروری ہے آپ نے قریب ۱۰۰ سال کی آخری زمانہ اور پچیسویں صدی کا شروع زمانہ بھی پایا عشق رسولؐ کو بجا آپ کی رگ رگ میں موجود تھا۔ فسادانہ نہیں میں آپ کیلئے رازگار تھے۔ فتاوے و تفسیریں میں اسلامی ایڈووکیٹ کی طرح بہترین مفتی تھے۔ بے پناہ دانا جس کے مالک قوت فیصلہ کے امر اور محرم عمل تھے۔

» اسی لئے ہم انہیں بے خطا و خطہ جو رہیں صدی کا امام مجدد کہتے اور ملتے

امام احمد رضا اور

اصلاح عقائد

حضرت مولانا صوفی سلیم اللہ قادری بنارس
رکن آل انڈیا جیتہ الصوفیہ

تقاضوں کو بچانا اور اس حقیقت کے ساتھ کہ
چند ٹکوں کی سلیف سے اگر ترتیب ہو
بجلیوں کو بھی طواف آشیان کرنا پڑے

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ قیادت پر قدم رکھا۔ علمائے
ملت اسلامیہ کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کیا اور بڑے ہی عزم و احتیاط کے ساتھ اپنے
علم و عمل کو تحریک کی شکل و بحر الحق یعلو ولا یعلیٰ کا پرچم اہرایا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ
حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو مجھے کہنے دیجئے کہ مولانا احمد رضا صرف مولانا
احمد رضا نہیں بلکہ امام احمد رضا ہیں اور اس منصب کے تخی و آج شجرہ بیت پر
جو برگ و بار نظر آ رہے ہیں، اس کے بھی کچھ وجوہ ہیں۔ یہ ایک سلسلہ حقیقت ہے کہ ہر تحریک
پچھے محرک کا مزاج کا رفا ہوتا ہے۔ اگر تحریک کی دعوت کے سلسلہ میں محرک کا مزاج
پیش نظر نہ ہو تو تحریک کا رخ بدل جاتا ہے۔ یہ وقت کی ختم ظرفی ہے کہ امام احمد رضا کی
تحریک کے موجودہ داعیان میں اکثر امام احمد رضا کے مزاج سے ناواقف محض ہیں اور تحریک
کی دعوت دے رہے ہیں اور اپنے مزاج کے مطابق دعوت دے رہے ہیں جن کا لازمی
نتیجہ اختلاف و انتشار۔ اور یہی اختلاف و انتشار شجرہ بیت کو بار آور کر رہا ہے۔ کیا
داعیان تحریک کے اس عمل سے امام احمد رضا کی روح خوش ہوگی و کیا کوئی ہے جو نجد کی
سے اس پر غور کرے ؟

خدا بھلا کرے ادارہ المیزان کے ذمہ دار حضرات کا جنہوں نے وقت و حالات
کی نزاکتوں کو محسوس کیا اور امام احمد رضاؒ کے کلام امام احمد رضا کی عظمت شخصیت کو اجاگر
نہیں کیا بلکہ اپنے اس کردار سے دنیا کو ایک پیغام بھی دیا کہ

یہاں کو تائی ذوق عمل ہے و جہ محرومی

جہاں بارو تھپتے ہیں وہیں میاد تہلپے

الذعر اسم اپنے مقبول بندوں کے طفیل ادارہ المیزان اور تکی لیک کو معاذین کے حسد
اور مہارین کی نظر سے محفوظ رکھے۔ آجین مجاہد نبیہ الکریم علیہ التختہ و التسلیم۔

دنیلے انسانیت کا ہر ذی شعور اس حقیقت سے واقف ہے کہ اسلام کی
ترقی و ترقی کے لئے صوفیاء و کرام نے جن خلوص و لگی سے کام لیا ہے اؤٹا و مل تاریخ میں
اس کی کوئی مثال نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام مختصر عرصہ میں ربع مسکون پر چاروں
بن کر چھا گیا۔ اور ہر ترقی پذیر فرد و جماعت نے اس سے اکتساب فیض کیا۔

اسلام کے مخالفین و مماندین نے اسلامی سیلاب کو روکنے کے لئے سازش کی۔
اور تصوف کے مقابل میں توہم کی نیا دڈالی بھی دجہ ہے کہ حاملین توہم نے معمولات
تصوف پر شرک و بدعت کے فتاوے صادر کئے، مختلف پارٹیاں بنائیں اور مختلف
سمتوں سے درگا ہوں، خانقاہوں پر حملے شروع کر دیئے۔ مقصد یہ تھا کہ اسلامی
عجاہرین کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا جائے تاکہ مسلمان مختلف اکائیوں میں تقسیم
ہو کر رہ جائے، اور اسلام کا یہ بڑھتا ہوا سیلاب رک جائے۔ لیکن

نالیوں سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا

مگر پھر بھی سیر وریا کی طغیانی نہیں جاتی

ہندوستان کی سرزمین پر اصلاح عقائد کی نقاب ڈال کر وہاں بیت نے جب
قدم رکھا تو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، تاج الفحول حضرت
علامہ فضل رسول بدایونی اور دوسرے اساطین امت نے وہاں بیت کے کمر و چہرہ کو
بے نقاب کیا۔ امام الوداعیہ کے تقدس کا گریبان کپڑا اور دہلی کی جامع مسجد میں ان کے
علم و دانش کے پرچم کی دھجیاں بکھیر دیں۔ یہ سکت ایسی رسوا کن تھی کہ مذہبی دنیہاں
کہیں پناہ نہ مل سکی۔ برٹش ڈپلومیسی کا سہارا لیا اور اسی سہارا ملت اسلامیہ پر وہاں بیت
کے تیر بربساتے رہے۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد کا دور بڑا ہی صبر آزما دور گزار ہے۔ علمائے اہلسنت
کے اکابر دریائے شورش بھی بیٹے گئے۔ کتنے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیئے گئے اور
اکثر کچلوں میں محسوس کر دیا گیا۔ ایسے شہر کی دور میں حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ
علیہ نے اس خدمت کی ذمہ داری قبول کی۔ حالات کا اندازہ لگایا۔ وقت کے

تجدید و احیاء دین

از: صاحبزادہ سید محمد حسینی اشرفی راجپوری مدرس دارالعلوم امجدیہ ٹانگوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم و محمد و نوحہ و فصلی علی رسولہ الکریم
 یہ حقیقت ہے کہ جب کبھی باطل نے اپنی پوری قوت کے ساتھ سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے
 دلائل سے اپنے محبوب بندوں کو پیدا فرما کر اس کی قوت کو کمزور فرمایا۔ حتیٰ و باطل میں کبھی صلح
 نہیں ہوتی اور نہ اس کا خاتمہ ہوا، غرض کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر ہماری
 آقا و مولانا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور میں ایسا ہی ہوتا رہا، حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے تشریف لے جاتے ہی، ملیمتہ الکذاب، منکرین زکوٰۃ
 اور منافقین کی ریشہ دو ایناں مختلف شکل میں نمودار ہوتی رہیں اور ہر اہم حق کو سر بلند عطا
 ہوتی رہی، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی نصف عہد خلافت
 تک بظاہر ملت اسلامیہ میں امن و سکون رہا اور سترہ سال تک مسلمانوں نے دنیا کا بڑا
 حصہ اور اہم و قہر فتح کر کے اس پر پرچم اسلام کو لہرایا اور دنیا کا باقی بچا ہوا حصہ اس
 منور حصہ کے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت اور اہمیت نہیں رکھتا تھا، اور اگر مسلمانوں
 کی طاقت چاہتی تو باقی تمام دنیوی طاقتوں کے مجسمہ کو آسانی کیل سکتی تھی لیکن
 عبد اللہ ابن سبا اور یہودیوں اور نصاریوں اور منافقوں کی جلی سازش نے نئے روپ
 میں اگر اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی سعی ناکام میں مشغول رہی، بالخصوص
 عبد اللہ ابن سبا اور دیگر منافقین نے اسلامی جامہ پہن کر مختلف قسم کے فتنے امت
 مسلمہ میں برپائے مسلمانوں کو مبتلائے مصائب اور خانہ جنگی میں مصروف کر دیا، غرض کہ
 عبد اللہ ابن سبا نے مدینہ، بصرہ، کوفہ، دمشق، قاہرہ، تمام مرکزی شہروں میں پھوٹے
 تھوڑے دلوں قیام کے جو برائی وعدہ اوت و عصیت بنی امیہ و بنی ہاشم میں اسلام
 کی وجہ سے مردہ ہو چکی تھی پھر زندہ کر کے، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف
 نہایت جالاک و ہوشیاری سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق دار خلافت ہونے
 کی ناپاک سازش کی آخر کار اس سازش کا نتیجہ یہ نکلا، بصرہ، کوفہ، اور قاہرہ کے کساد
 عناصر نے مکر مدینہ کی طرف کوچ کیا، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا
 حادثہ ظہور میں آیا اس فتنہ نے سترہ سال تک مسلمانوں کو خانہ جنگی میں
 مصروف رکھا کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے کام کو نقصان پہنچایا اور حضرت سیدنا

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے اس تفوق کے بد نتائج کو محسوس فرما کر حضرت معاویہ
 رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح فرما کر اسلام پر اسان عظیم فرما کر عبد اللہ ابن سبا اور اس کے
 ساتھیوں کے پیدا کردہ فتنہ کا بڑی ہمت و بہادری سے خاتمہ فرمایا، اور امت مسلمہ پھر
 ایک مرکز سے وابستہ ہو گئی، بیس سال امن و امان اور بحری و بری فتوحات اسلامیہ کے بعد
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات، بڑی تیزی سے ختم ہوئی، اور اگر مالکے حسرت ناک حادثہ
 نے ایک طرف مشرکوں و کافروں اور دوسری طرف منافقوں کو پھر جرأت دلا کر مصروف کار
 بنادیا، اس مرتبہ طوفان آیا اس میں بظاہر حکمران کوشہ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور
 آپ کے ساتھی شہید ہوئے اس کے باوجود حق کو ہی سر بلند عطا ہوئی اور مشرکوں و کافروں
 و منافقوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی ان فتنوں نے تقریباً
 بارہ ترہ سال تک ٹپے ٹپے نقصانات پہنچائے جو بہت سخت ثابت ہوئے پہلے طوفان میں
 جو سترہ سال تک قائم رہا تھا صحابہ کرام کی بڑی تعداد زندہ تھی اس طوفان میں
 سترہ سال تک برپا رہا اس میں بہت سے صحابہ کرام فوت ہو چکے تھے صرف چند نفوس
 قدسہ باقی تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی اور حضرت معاویہ
 رضی اللہ عنہ کے عہد میں دشمنان اسلام کی سازشیں، جنگ جمل و جنگ صفین میں منافقین
 کی ریشہ دو ایناں حادثہ کربلا تک مسلسل فتنے برپا ہوتے رہے، انھیں فتنوں میں منافقوں کی
 اسلام و مسلمانوں کے خلاف اسلامی لبادہ میں کی بڑی جماعتیں پیدا ہوئیں اور ان باطل قوتوں نے
 دنیا سے اسلام پر اپنا اچھا خاصہ اثر چھایا پھر امت مسلمہ میں طرح طرح کی بدعات و بدعتیں گیل
 پھیلیں رہیں، یہاں قسین برابرا اسلام کے خلاف اپنا کام کرتی رہیں، آخر کار انھیں فتنوں کی
 زمیں سے سترہ سال میں حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، آپ کی شہادت
 کے بعد عبد الملک بن مروان کی حکومت شروع ہوئی بظاہر منافقوں کی ریشہ دو ایناں
 اور مسلمانوں کی خانہ جنگی کو ختم ہوئی لیکن پہلے کے جو اثرات قائم ہو چکے تھے اس کا منشا
 مشکل تھا عبد الملک ابن مروان کے بعد ولید ابن عبد الملک اسکے بعد سلیمان بن عبد الملک
 آخر کار وہ درمیان میں آیا کہ جس کو دیکھ کر عہد فاروقی کی یاد تازہ ہوتی تھی، یعنی حضرت امیر
 عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جو فتنے و بدعات و بدعتیں گیل

امت میں پھیل گئیں اس کو مٹانے اور سنتوں کو تازہ فرمانے میں سختی و شکر فرمائی، اور امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان فرمایا، مسلمانوں نے ہر قسم کی دینی و دنیاوی ترقی کی اور اندلس و مراکش سے لیکر سندھ، بلخ اور چین اور دور دور تک اسلامی روشنی پھیل گئی اور اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا، اگرچہ اموی دور و حکومت کا پچاس سالہ زمانہ بالخصوص خلافت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر و برکت و اسلامی فتوحات و اتحاد و وحدت کے اعتبار سے خلافت راشدہ کے ابتدائی پچیس سالہ زمانہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تاہم بالخصوص حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا دور خلافت اسلام و مسلمانوں کے لئے خلافت راشدہ کے علاوہ پچھلے و آئندہ تمام زمانوں سے بہتر اور اسلام کی عظمت کے لئے عمدہ ان کے تربیت یافتہ صحفراء یعنی تابعین رضی اللہ عنہم ان کی جگہ اسلام کی حفاظت اور ترقی اسلام کے فتون کو ختم کرنے میں معروف رہے دور تابعی میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا دور مسعودی کے آپ اور آپ کے شاگردوں نے اسلام کی اشاعت اور دین اسلام کے فتون کو ختم کرنے میں معروف رہے، یہ بھی عجیب بات ہے کہ یہ شرف کو ذی سرزمین کو نصیب ہوا اسی کو ذی سرزمین میں کہ بلا کا حادثہ عظیم بھی پیش آیا یعنی جب یزید کی مردہ روح زندہ تھی تو اس سے کوئیوں کی توجہ پیدا ہوئی اور جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا اور آپ کو حیات ابدی بخشی گئی تو اسی کو ذی سرزمین حضرت ابراہیم خلی، امام حماد، امام اعظم، امام شعیب، سفیان ثوری رضی اللہ عنہم جیسے اکابر ائمہ نکلے جو سمجھ آئے وہ سب اسلام کی حفاظت اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کے لئے آئے، لیکن اسلام کے اس عروج و فتنہ کی زمانہ میں بھی دشمنان اسلام اکثر اسلامی آبادیہ ہیں کہ اسلام و مسلمانوں کو زک پہنچانے میں معروف رہے، اس کے باوجود حق کو عروج و فتنہ کی نصیب ہوئی، اسلام کے خلاف ان کی سازشیں اندر ہی اندر سنگت رہیں اور خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے بعد چند ہی سال کے اندر اس کے شعلوں نے بلند ہو کر اسلام اور اسلامی سطوت و شوکت کو برباد کرنے، اسلام کو کڑی حکومت کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کرنے اور دین اسلام کے عقائد و اعمال میں انواع و اقسام کے رخنے ڈال کر اسلام کے شیرازہ کو منتشر کرنے اور دین اسلام کے عقائد و اعمال کو برباد کرنے کی سعی ناکام میں لگے رہے، اسلام کے خلاف ان دشمنان اسلام کی سازشوں نے عباسیوں کی حکومت و خلافت قائم ہونے تک ان گراہ فتنوں کو اسلامی فریے سمجھا اور خوارج و شیعوں کے بھٹکے حضرت سیدنا علی و معاویہ رضی اللہ عنہم کو (معاذ اللہ) شرک سمجھنے والے اور حضرات اہل بیت اطہار کو ناحق سمجھنے والے اور حق عقائد باطل رکھنے والے جیسے لوگوں کی مستحق زور دار جماعت تیار ہوئی جو سب کے سب مسلمان سمجھے جاتے تھے، ان کی سازشوں کا اثر کمزور حکومت، بحرین، عراق و ایران بن گیا، حجاز و شام میں ان کا کوئی خاص اثر نہیں تھا، غرضیکہ اسی دنیا میں کفر و اسلام اور نور و ظلمت کی کش مکش قیامت تک جاری رہے گی، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا کر صراط مستقیم پر

گامزن رہے، آخر کار ہندوستان میں بھی اسلام کی روشنی پھیلنی شروع ہوئی پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں کا قبضہ اور چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری میں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کا قبضہ ہوا اسی زمانہ میں باطل پرستوں کی ایک سازش نے اسلام کے خلاف ملتان میں قرامطہ اور مباحیہ کے نام سے دو ٹوٹی کو جنم دیا سلطان محمود غزنوی نے قرامطہ اور مباحیہ کے فتون کو ختم کیا پھر اسلام کی منور کرنیں پنجاب آسام و بنگال اور اس کماری تک سارے ہندوستان میں پھیل گئیں اور دکن، ملابار، کنار، اکیرل، وغیرہ میں اسلام شروع ہی سے پہنچ چکا تھا، اسلام مستقل طور پر ان علاقوں میں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے ذریعہ درود تک پہنچا اور افغانستان، سیستان، طبرستان، اصفہان، وغیرہ میں اسلام دشمن عناصر اپنی ٹولیاں بنا کر اسلام کے خلاف مصروف کار رہے، کچھ عرصہ تک ان کا اثر جاری رہا پھر حق کا ہی غلبہ ہوا، دو سو سال تک اسلام ہندوستان کے کچھ ہی علاقوں میں محدود رہا اور اسی دوران کے عرصہ میں خاندان غزنوی جو پنجاب پر قابض اور محمود غزنوی کی وفات کے بعد ہی سے مسلسل خانہ جنگی میں مبتلا تھا تو اسی خانہ جنگی کے دو سے فائدہ اٹھا کر اہل باطل پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے اس ناکام حادثہ کو دیکھ کر علماء و ملت اسلامیہ اور اولیاء کرام، ان باطل فتنوں سے نبرد آزمائی شروع کی، اولیاء کرام کی کرامات اور علماء و اسلام کی خدمات سے اسلام کو بہت زیادہ تقویت حاصل ہوئی اسی زمانہ میں اور دیگر علماء کرام کے علاوہ علامہ قدوری اچھ بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ ہیں کہ جنہوں نے پہلے بدعات و بدعقائد کو ہندوستان سے مٹایا اور فقہ کی اشاعت کی اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی کشف و کرامات سے کفر و شرک کا خاتمہ کیا اور اسلام کی اشاعت میں معروف رہے، خاص طور پر حضرت محمد علی بھویری المعروف بہ دان گنج بخش لاہوری رضی اللہ عنہ ایک داعی اسلام کی حیثیت سے پنجاب میں وارد ہوئے اور غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا، سلطان محمود غزنوی اور ان کے خاندان والے سنی صحیح العقیدہ مسلمان تھے لیکن افغانستان کے علاقہ میں قرامطہ اور باطنیہ نے خاطر خواہ اپنا اثر بجالایا، محمود غزنوی کے جانشین جو اپنی خانہ جنگیوں میں مصروف رہے، اور افغانستان والوں کے عقائد و اعمال پر وہ زیادہ کچھ اثر جما نہ سکے، یہ خدمت علماء کرام نے ادا کی علماء کرام نے سے مقابلہ کر کے ان فتنوں کو کمر و کر دیا اور افغانستان میں اسلام کی خدمت کا اہتمام کا محکمہ کہاں ممکن تھا، افغانستان کا غوری خاندان جس نے غزنیوں کو برباد کیا ان کے زمانہ میں بہت سے محدثان عقائد پھیل گئے کہ چونکہ اس عرصہ میں ماوراء النہر سے لیکر عراق و شام تک کچھ جگہ تھیں، سلجوقیوں کا اثر افغانستان کے قبائل پر بتدریج پڑا، سلجوقی غوری سرداروں کو گرفتار و بکرا کر ان کا افغانستان پر اپنا بہت قوی اثر ڈالا پھر سلطان شہاب الدین غوری نے ان باطل پرستوں اور محدثوں کے ناپاک اثرات کو ختم کر کے خاص سنت کی اشاعت کی، اور اسی زمانہ میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لا کر آپ نے مذہب حق کی اشاعت کی سنتہ ہیں ہندوستان

میں ہلاؤں کا بادشاہ قطب الدین ایبک لاہور میں تخت نشین ہوا، اس عرصہ میں ہندوستان میں حضرت خواجہ خواجگان سلطان الاولیاء ولی الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کثرت شریف لائے آپ نے اپنی کشف و کرامات سے ہزاروں غیر مسلموں کو اسلامی دولت سے نوازا۔ سنہ ۷۰۵ھ و ۷۰۶ھ تک جو اولیاء کرام اپنی کشف و کرامات و خدمات جلیلہ و تصنیفات سے خدمت اسلام میں معروف رہے ان کے چند مشہور اسما و گرامی یہ ہیں حضرت شیخ محمد الدین بغدادی، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت حمی الدین ابن عربی و حضرت شمس الدین تبریزی حضرت شیخ سعد الدین عمیر مولانا جلال الدین رومی وغیرہ صمد الاولیاء کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خدمت انجام دی اسی طرح ہندوستان میں پورے پورے سال گزرنے لپائے تھے اس ملک میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری شیخ بہاء الدین نیکریاملتانی، شاہ علاء الحق پٹنودی، شیخ فرید الدین گنج شکر، شیخ بوعلی شاہ قلندر پانی پتی شاہ خواجہ نظام الدین اولیاء، و مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر کمنانی، شاہ حسام الدین تیغ برہنہ بکری گوئی شاہ برہان الدین وغیرہم رضی اللہ عنہم نے لاکھ اولیاء کرام غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام فرمایا کفر و شرک و الحاد دے دینی کی مسموم فضا کو پاک و صاف فرمایا، غرضیکہ آٹھویں صدی ہجری میں سلطان علاء الدین خلجی نے ملحدوں، و کفر اہوں نے اسلام کے خلاف جو حالات پیدا کیے تھے اس میں سدھار پیدا کیا اور ملحدوں و بے دینوں کو کفر و کفرالہ حالات پہنچایا، اسی سلطان کے زمانہ میں فقہی کتابوں اور علمائے کرام کی تصانیف کی اشاعت ہوئی اسکے بعد سلطان محمد تغلق تخت نشین ہو کر جگہ جگہ شہروں میں دارالافتاء قائم کیا اس دور میں بھی قاضیوں اور اماموں مفتیوں، اور علمائے کرام کے ذریعہ دین و سنیت کی اشاعت ہوئی، آخر کار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے لگا کر پیدا کرنے کے سبب وہم ہو گیا، اسلامی سلطنتوں میں یہی ہوتا رہا، باطل پرستی کی فوج بالآخر وہ دہم کیا جسے الحاد ہی دور کہتے ہیں اکبر اعظم کا دور لا نہ یہی کی لعنت میں مبتلا ہو کر اسلام اور مسلمانوں کا منہ اڑانے لگا آخر کار لامذہبیت اور مسلمانوں کی عام جہالت امر اور باریک جاہ طلبی و شاہ پرستی نے ایک نیا مذہب ۱۵۵۰ھ میں جاری کیا جس کا نام دین الہی رکھا گیا، گوا، دمن، دیو، وغیرہ سے نصرانوں کی معرفت تو ریت و انجیل وغیرہ نصرانیوں اور یہودیوں کی کتابیں منکر کر تہذیب کرائی گئیں اور ہندوستان کی مذہبی سنسکرت کتابوں کی اشاعت کی گئی، اس طرح دین میں اکبر پہلا صلح علی بادشاہ ہے کہ جس نے دین میں الحاد پیدا کیا اور فرمایا اسلام کے خلاف یہ کتنا زبردست حملہ تھا کہ خود شہنشاہ اور اس کے حواری اسلام کو مٹانے میں مصروف ہیں ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب ہند میں اسلام مٹ چکا، لیکن جب باطل کی طاقت انتہائی کمال کو پہنچی رحمت خداوندی وحش میں آئی ایسی نازک و خطرناک حالت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت شیخ احمد سرمدی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ علیہم، کتاب و سنت کا وہ کام انجام دیا کہ باطل کی

کمرہت کمزور ہو گئی بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان کے اکثر حصوں میں دین حق کی مشعلیں روشن ہو کر الحاد دے دینی و بدعتیہ کی کفر و شرک کے تاریک پردوں کو چاک کر دیا۔ شہنشاہ شاہ جہاں ایک کٹر مذہبی و الحاد دشمن انسان تھے اور وہ خود عالم و فقہ تھے، لیکن پھر بھی آپ کا بڑا اثر کا داراشکوہ جو اکثر کی طرح کٹر صلح علی تھا اس کی محبت میں مزورت سے زیادہ گرفتار ہو گئے جس کی وجہ سے باوجود شاہ جہاں کے اس میعاد پر ہونے کے صلح علی ہو گئے۔ اور چشم پوشی اختیار کی جس کی وجہ سے اسلام و سنیت کو سخت نقصان اور ملحدوں و بے دینوں کو تقویت پہنچی شروع ہوئی آخر کار حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ خود ایک فقہ اور کبار ہویں صدی کے مجدد تھے اور اورنگ آباد (دکن) میں عہدہ صوبہ داری پر مامور تھے، اپنی شہزادگی اور صوبہ داری کے زمانہ میں اپنے والد شہنشاہ شاہ جہاں کو یہ تحریر فرماتے ہیں، مجھے یہ تحقیق معلوم ہوا کہ حضرت کی بیاری کے زمانے میں شہزادہ کلاں نے پورا استقلال پیدا کیا، آئین کفاری کی ترویج و اشاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دین کی جڑ اکھڑنے میں کمر چیت بنا دھی مملکت میں الحاد پھیلنا، اور ایک دوسرے مکتب میں تحریر فرماتے ہیں، شہزادہ کلاں جو مسلمان رنگ نہ رکھتا ممالک محروسہ میں کفر و الحاد کو بلند کیا اس کا فتنہ کرنا مجھ پر شرعاً و عقلاً واجب ہوا، اس لیے ان حدوں کی جانب کوچ کیا (یعنی آئین کے کفر و الحاد کا شوق سے مقابلہ کرنے کے نکل پڑے) حلاحدہ نیکو سیدہ (یعنی داراشکوہ صلح علی اور اس کی فوج سے جنگ ہوئی) میری نیت بخیر (یعنی خالص اسلام و سنیت کی اشاعت و حفاظت و کفر و الحاد دے دینی و الحاد کو ختم کرنا) تھی جمیعت قلیل (یعنی بارہ ہزار فوج) سے اس حشر کو میں منظر و منصوبہ ہوا اور چشم زخم سے محفوظ رہا شاہ جہاں نے دوبارہ تلاش کی شہزادہ میدان میں آئے الحاد کی چہرہ افروزی ہو اس صورت میں باگ ڈھیل کرنا عباد و بلاد کی خرابی کا سبب ہوتا (یعنی مسلمان صلح علی و عمر بن عبدالمطلب جاتے) ابرو و تاب کی امید نہ تھی اس بار اگر اس کے اٹھانے پر راضی کیا (یعنی شامی و بھیم میں سے برداشت کیا) اس سبب سے اس بااگلاں کو شاہ جہاں کے دوش سے اتار دیا اگر مجھ سے کوئی بہتر ان میں مشغول ہوتا تو حاشا یہ اطاعت گزار یہ قبول نہ کرتا (شمس العقائد) یعنی ہندوستانی مسلمانوں کے اندر جو داراشکوہ کا الحاد دے دینی و صلح علی مذہب پھیل چکا تھا اس کو کفر کرنے اور مٹانے کے لیے اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور اس فتنے کو ختم کرنے اور کفر و شرک کے زور کو ختم کرنے میں مشغول ہوئے اور داراشکوہ گرفتار کیا جا کر امتداد کے جرم میں قتل کیا گیا اور عورت کے لیے اس کا سر دی کی خوبی درآؤ پرنس کا دیا، سلطان اورنگ زیب غازی عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں چوتھی کمرہ ملحدوں صلح علیوں، بے دینوں، و کفر اہوں کو ختم کیا گیا فتنہ کلامی کی ترویج و اشاعت کی گئی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ملحد داراشکوہ کو اس کے انجام تک پہنچایا اور شاہ جہاں کو گرفتار کر کے آگرہ میں قید و بند کر کے تخت سلطنت پر بٹوس فرمایا اور غازی عالمگیری کے نام سے فقہ حنفی کی ایک ضخیم کتاب بہت سے علمائے مدد سے تصنیف فرمائی

کرائی اور داراشکوہ کے صلح کی الحاد و بدعات کے خاتمہ کے بعد یہ فرمان جاری کیا کہ اہل سنت و جماعت کے دین کے خلاف کسی سے کوئی چیز سرزد ہو تو وہ سیاست شاہی میں مداخلت کیا جائے گا، اس حکم کی پابندی محمد شاہ کے دور تک سختی کے ساتھ ہوتی رہی محمد شاہ کے دور کے بعد حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ڈھیلہ پٹری گیا، پھر وہی اسلام دشمن عناصر نے اسلامی لباس کے ساتھ تفرقہ ڈالنا شروع کیا پھر بدعات و بدعتیہ گلیاں والہاد پھیلنا شروع ہوا اور محمد شاہ کے دور تک ہی سلطنت کی شوکت قائم رہی اس وقت تک اسلام و سنت کے نام پر کوئی مذہب پیدا نہیں ہوا تھا، اس طرح پورے ہندوستان میں اہل سنت و جماعت ہی تھے اور محمد شاہ کے دور تک کسی کو فتاویٰ عالمگیری کے خلاف کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی محمد شاہ کے بعد یہ ملکی سیاست مختلف شکل میں ہندوستان میں دخیل ہو گئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں خود مختاری کے لئے کوشاں ہو گئیں اور انگریزوں نے پورے ملک میں اپنا اثر جما چکے تھے پھر ملک ہند میں طوائف المملکت شروع ہو گئی آخر کار اسی طوائف کی زد میں سال ۱۷۳۹ء میں شاہ عالم ثانی کو آٹھ لاکھ کے سالانہ وظیفہ پر معزول کیا گیا جب ملک ہند میں انگریزوں کا تسلط ہوا تو انھوں نے نہایت چالاکي سے ہندوستانی عوام کا بغور مطالعہ کیا کہ باوجود اس طوائف المملکت کے مسلمان اسلام و سنت اور اعتقاد کے مضبوط رشتے میں بندھے ہیں اور ان کے اندر صحیح عقیدہ اور اسلام و سنت پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے باوجود اس اختلاف کے ان کے اندر ایسی روحانی قوت ہے کہ ہم ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتے اور نہ انھیں تلوار و بندوق سے ختم کر سکتے ہیں، عہد عالمگیری ہی سے عوام اور حکومت علماء کے فتوؤں پر عمل کرتی تھی انگریزوں نے دیکھا کہ ملک ہند کی عوام پر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سکھ بیٹھا ہوا ہے شاہ عالم ثانی کے بیٹے اکبر ثانی کے زمانے میں انگریزوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے گھر لائے اس کو اپنے دام فریب میں لانے کے لئے تلاش کی انگریزوں کو بالآخر حضرت شاہ صاحب کا بھتیجا اور مولانا عبدالغنی صاحب کا لڑکا اسماعیل دہلوی مل گیا، انگریز نے اس کے ساتھ یہ چال چلی کہ انھیں پنجاب اور سرحد پر قید کر کے کالا پخ دیکر انگریز نے اسلام کے نام پر بدعات و گمراہیاں پھیلانے کے لئے آدمی اور دیوبند پھیلادیا اور ان علماء اہل سنت کو اپنی طاقت سے انگریزی سامراج کو مٹانا چاہتے تھے چنانچہ جامد جلیل علامہ فضل حق میر آبادی انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرما چکے تھے جس کی سزائیں کلے پانی کی سزا تھیں رہے تھے اور بہت سے حق پرست علماء کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا علماء اہل سنت کا نیرازہ منتشر تھا آپسی اتحاد ختم ہو چکا تھا مملکت اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے ایسے ماحول میں برطانیہ کی گورنمنٹ مولوی اسماعیل دہلوی پر ہریان تھی چنانچہ سرحد کے سنی عوام کو انگریز کے خلاف جہاد کا جذبہ رکھتے تھے اس کو ختم کرنے کے لئے پنجاب پر حملہ کے نام سے ایک

فوج تیار کی گئی جس کا کمانڈر مولوی اسماعیل دہلوی کو بنایا گیا مولوی اسماعیل خالص ابن عبدالوہاب نجدی کا متبع تھا، یہی نجدی جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، ہُنَاكَ الزَّلَالُ وَالْفَقْرُ وَبِهَا يَطْلُمُ قُرُونُ الشَّيْطَانِ وہاں (یعنی نجد میں) لڑلہ اور فتنے ہیں اور وہیں سے اس کا ساتھی (یعنی عبدالوہاب نجدی) منع اپنی جماعت کے ظاہر ہوا جس کا یہ عقیدہ تھا کہ یہی لوگ مسلمان ہیں باقی سب کافر و مشرک و گمراہ و بد مذہب و بدعتی ہیں، اس نے اگلے گمراہ فرقوں سے کچھ عقائد اور اپنے باطل عقائد پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا اسی کتاب التوحید کا ترجمہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان کے نام کر کے انگریز حکومت کی مدد سے شائع کر دیا، اب اس خاندان سے الحاد و بدعتی دینی پھیلنے شروع ہوئی جس پر مغلیہ حکومت اور ہندوستانی عوام کو اعتقاد تھا، اس کتاب میں ان تمام چیزوں کو ناجائز و حرام و مشرک و بدعت بنایا گیا جس پر دور صحابہ سے لیکر اس دور تک تمام اولیاء اقطاب و اخوات و علماء و ائمہ مجتہدین اصفیاء کا ملین فقہاء و محققین سلف سے لیکر خلف تک جتنے لوگ ہیں اتفاق تھا اس لئے اختلاف کی آگ پورے ہندوستان میں پھیل گئی چنانچہ کتاب ابرار ثلاثہ شائع شدہ اشاعت العلوم متصل مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور یوپی جیسے مولوی اشرف علی تھانوی کا حاشیہ ہے اس میں تحریر ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان اولیٰ علی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ شرجوی کے کتب خانہ میں تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص لوگوں کو بھیج دیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحی صاحب شاہ الحق صاحب مولانا یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی، مومن خاں صاحب علوی، استاد دام بخش صاحب صہبائی اور مولانا ملک علی صاحب بھی تھے اور ان کے سامنے تقویت الایمان پیش کی گئی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا الفاظ ترمیمی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو مشرک خفی تھے مشرک علی لکھ دیا گیا اور ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش مفرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ چلے گا اور وہاں سے واپس کے بعد عزم جہاد (یعنی سرحدی سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کا قتال) ہے اس کام سے خندہ ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس باد کو اٹھائے گا نہیں، اس لئے میں نے یہ لکھ دی ہے کہ اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لوگ لڑ پھر کر ٹھیک ہو جائیں گے یہ میرا خیال ہے، اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جادے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہوتی چاہئے مگر فلاں فلاں ترمیم ہوتی چاہئے اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاہ الحق صاحب عبداللہ خاں علوی، مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں، اس پر آپس میں گفتگو

ہوتی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ تمہیں کی ضرورت نہیں اسی طرح شائع ہوتی چاہے چنانچہ اسی طرح شائع ہو گئی، ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ فساد کی بنیاد کس نے ڈالی؟

تقویت الایمان کے ذریعہ پورے ملک میں وہابیت کے فتنے میں شدت پیدا کی گئی تو مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس کے رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام معید الایمان رکھا اور فرمایا یہ کتاب یعنی تقویت الایمان تمام انبیاء کی توحید کے خلاف ہے، جب تقویت الایمان عام ہوئی تو اسماعیل دہلوی کے عم بزرگوار حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کیا لوگوں سے مجبور نہ ہوتا تو تحفہ اشنا عشرہ کا سا رد لکھتا ناظرین کرام آپسے امت مسلمہ میں باطل پرستوں اور کفرانوں کی فتنہ سازیاں ملاحظہ فرمادیں اسلام کی حقیقت روز اول ہی دنیا میں موجود رہی ہے اور ہمیشہ موجود رہے گی انسان کی پیدائش اسی لئے تھی کہ وہ اس دولت کو مایہ کو اپنے سینے سے چمکائے رکھے مگر اسی عالم انسانیت میں ایسے بھی موسم آتے رہے جس کا مختصر ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا انھوں نے اس ہرے بھرے شاداب جھن کو تاراج کیا اور پھر پروردگار عالم نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پرہیزگار بیعت کو میرے سے لے کر ہر ابھرا کر دیا اس جنتان اسلام کی اپنے پورے کمال کے ساتھ آراستگی کو مل عظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت المقدسہ پر ختم کر دی گئی مگر باطل پرستوں کا موسم خزان دنیا سے کب ختم ہونے والا تھا اگر یہ نبوت و رسالت کا نظم جو ختم کر دیا گیا مگر باطل پرستوں کی دین اسلام پر غارتگری کب ختم ہونے والی تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک سے اب تک برابر ایسے موسم آتے رہے کہ باطل پرستوں اور کفرانوں کے دیوں، ملحدوں کے ہاتھ دین کی جڑیں اور اس کے تنے اور شاخوں پر پڑتے رہے جن کی انگلیوں کے نشان آج دین اسلام کے شجر سرسبز و شاداب پر دکھائی دیتے ہیں۔ کیا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ غیب داں کیا ان حوادث سے بے خبر ہو سکتی تھیں آپ نے قیامت ہونے والے فتنوں سے امت کو آگاہ کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ان اللہ عزوجل یبعث بھذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجد دلہا امر دینہا

(ابوداؤد، از مشکوٰۃ) اللہ عزوجل اس امت کے ہر صدی کے شرف میں ایک ایسی ذات کو مبعوث فرماتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گی فتنہ اٹھانے والے اپنی پوری قوت کے ساتھ فتنے برپا کیے دین اسلام کو تباہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے رہے ہیں مگر پروردگار عالم کی رحمت کا ملہ اپنے حبیب کی امت کو یوں ہی ان کے حال پر تہیں چھوڑا بلکہ ہر صدی میں ایسی ذات پیدا ہوتی رہے گی جو دین کی اصل حالت میں نکھار پیدا کرے اور الحاد کو دے دینی، گمراہی و بدعت پر وید عقیدہ، و بدعات کو مٹا کر دنیا کے سامنے پیش کرے گی یہی وہ امر ہے جسے انبیاء و دین کا جہاد ہے جیسا کہ یہ تجدید احیاء دین کے کام کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لیکر امام مالک و حضرت ابوحنیفہ امام شافعی حضرت محمد و الف ثانی حضرت اورنگ زیب عالمگیر اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ نے ہر صدی میں یہ کام کیا، اب ذرا پچھلی صدیوں میں دین اسلام کے اندر جو فتنے برپا ہوئے

تھے اس پر ایک نظر ڈال لیا جائے (عقائد باطلہ) (۱) حکم یعنی ثالث بنانا شرک ہے (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ شریک نبوت ہیں (۳) قرآن کریم پورا پورا محفوظ نہیں ہے (۴) رش ایک قسم ہے دوسرے جسم میں جانا (یعنی تلخ ملن ہے) (۵) قرآن عظیم مخلوق ہے (۶) عرش قدیم ہے (۷) بندہ اپنے افعال نیک و بد کا خزانہ ہے (۸) حساب و کتاب، میسران وغیرہ کو کوئی حقیقت نہیں ہے (۹) زکوٰۃ دینا فرض نہیں (۱۰) اہل جنت کے لیے سونا مرنا دونوں ہوں گے (۱۱) بندہ مجبور محض ہے (۱۲) ایمان کے بعد کوئی چیز فرض نہیں (۱۳) شیطان کا کوئی وجود نہیں ہے (۱۴) عذاب قبر، منکر، نیکر کا سوال، حوض کوثر، ملک الموت کی کوئی حقیقت نہیں (۱۵) صفات الہی مخلوق ہیں (۱۶) صفات الہی حادث ہیں (۱۷) حق تعالیٰ ممکن میں ہے (۱۸) پلہم را کوئی چیز نہیں (۱۹) جنت و دوزخ قیامت کے دن ہی پیدا کیے جائیں گے (۲۰) جنت و دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے (۲۱) جو حرف لا الہ الا اللہ کہہ لے اور جو چاہے کہتا رہے اس پر عذاب نہ ہوگا (۲۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام محض نظام خلق کو برقرار رکھنے کے لئے عذاب و سزا کا ذکر فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ عذاب کرنے سے بے نیاز ہے کہ کسی کو عذاب ہوگا (۲۳) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مقبول اور کٹناہ کرنے سے کٹناہ نہیں ہوتا (۲۴) ایمان عمل ہے وغیرہ وغیرہ آپ ان مذکورہ بالا دین کے اندر جو فتنے پیدا ہوئے تھے اس پر نظر ڈالیے تو خود ہی فیصلہ فرمائیں گے کہ دین اسلام کے شاداب شجر کو کھرسیمت اکھاڑنے کی کوشش کی گئی ہے ان سب فتنوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ اسلام باقی رہے گا، مگر ایسے احوال میں ایسے لوگ بھی موجود تھے کہ جنھوں نے مال و دولت و عزت و آبرو و جان و مال کو قربان کر کے اور ہزاروں تکلیفوں کو برداشت کر کے اپنی زبان و قلم سے اس کی حفاظت فرمائی، بلکہ اس کی حفاظت کو سرمایہ ایمان جانتے تھے چنانچہ ہر دور میں ان فتنوں کو مٹانے کے لیے محافظان دین نبی پیدا ہوتے رہے کہ جنھوں نے ایمان و کفر، حق و باطل، مراد مستقیم و کفری و گمراہی، حلال و حرام، جائز و ناجائز کے درمیان خط امتیاز کھینچنا آخر کار حق حق ہی رہا اور باطل باطل ہو کر مٹا کا لایا، موجودہ صدی کے شروع میں جو فتنے پیدا ہوئے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں عقائد باطلہ (۱) اللہ تعالیٰ جہت زبان و مکان سے پاک نہیں (۲) اللہ تعالیٰ کذب (جھوٹ) اور دوسرے نقائص قادر ہے (۳) نبی کی حیثیت کاؤں کے چودھری اور زمیندار کی ہے (۴) وہ ذرہ ناچیز کے ستر ہیں (۵) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کو گھٹانا اور بھائی بتانا، حق تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ملن بتانا (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نمازیں آجملہ کو قبل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بتانا (۸) اللہ تعالیٰ کے علم کو مشیت پر موقوف رکھنا (۹) اپنے شیخ و مرید کو خدائے قدوس کا جلیس بتانا (۱۰) اپنے پیر کے لئے وحی حقیقی ماننا (۱۱) اپنے پیر کا حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا بتانا (۱۲) شرک اور غیر شرک کفر و ایمان، حرام و حلال، مختلف الاحکام مسائل کا زور زبان ایک ہی حکم بتانا (۱۳) شیطان کے علم کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے بڑھانا (۱۴) رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وجہ اہام کو غلط بتانا (۱۶) نبی کو شریعہ رکھنا، بعض، فتنہ کو بتانا (۱۷) اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے انبیاء و کرام کو جھوٹا بتانا (۱۸) انبیاء و کرام کی بارگاہ میں ناپاک کاریاں و گستاخیاں کرنا (۱۹) صرف لالہ اللہ بندہ مراد نجات رکھنا (۲۰) جنت و دوزخ حشر و فتنہ کو بے حقیقت قرار دینا (۲۱) اپنی رائے سے غلط تفسیر کرنا (۲۲) تقلیدائے اربعہ کا انکار کرنا (۲۳) ائمہ دین سے آزاد رہ کر اپنی روش بتانے کے لیے ائمہ دین کی قدروں کو گھٹانا (۲۴) ائمہ فقہ سے ملناؤں کو آزاد کر کے اپنے فقر کو ان پر مسلط کرنا (۲۵) خالص دین اسلام کی تعلیم میں نئی تعلیم کالج اور اسکول کی شکل میں عام کرنا جس سے نہجرت و ہجرت صالح کلیت دین سے بے آزادی کا جذبہ پھیلے وغیرہ وغیرہ، پھر اس پر کمال یہ کہ اپنے گھٹانے باطلہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث کا ہی سہاڑا لیا گیا اور اپنے تقدس کا جال بھی بچھا لیا گیا، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں غلامی کے بعد کا دور سب سے بڑا انقلابی اور آزمائشی دور تھا جب کہ سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا تھا اور ہندوستان کی سیاست بہت پیچیدہ اور الجھی ہوئی تھی مسلمان انگریزوں کے ظلم و ستم سے مجبور ہو چکے تھے اور دین کے نام پر مذکورہ بالا فتنے اٹھ چکے تھے دین اسلام کے وقار کو خطرہ پیدا ہو چکا تھا، اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان پھیلائی گئی تھی، عین ایسی ناذک حالت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہوا کہ ہر صدی میں ایک پہلے کاں بھیجتا ہے جو وہ مدتوں کو زندہ کرنا اور بدعات کو مٹانا اگر ایسی کو دور کرنا اور قوم کو بھولی بھری باتوں کی یاد دلانا ہے جس کی پہلی کڑی حضرت عرب عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے اور درمیان میں مشہور شخصیتیں جو اس کام کی انجام دہی کے لیے پیدا ہوئی، حضرت امام مالک امام شافعی، رازی، غزالی، ابوبکر باقلانی، مجدد الف ثانی مشاہیر اورنگ زیب عالمگیر، عبد الرحمن محدث دہلوی رضی اللہ عنہم اور اس کی آخری اس صدی میں امام احمد رضا ہیں، آپ ایسے وقت پیدا ہوئے یہ فتنے جو ہم نے ذکر کیا ہے اٹھ چکے تھے انگریز حکومت کے ذریعہ ان فتنوں کو ہندوستان کے ہر کادے ہر شہر ہر گھر میں پھیلا لیا گیا تھا آخر کار ایک مرد مومن کامل و درست علم رسالت تاجدار اہلسنت امام احمد رضا خدا و رسول الیکم ان باطل پرستوں اور انگریز حکومت سے مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ جھوٹے نے اپنی زبان اور لوک قلم کو حرکت دے کر اس طوفان کا مقابلہ کیا انگریز اور سچے غلام عین مولوی اسماعیل دہلوی ان کے متبع علماء و دیوبند چلا اٹھے جو مجدد کی ذمہ داری ہوتی ہے یعنی جو لوگ کتاب و سنت پر عمل ترک کر چکے ہوں اور سنتیں ملتئی جا رہی ہوں تو سنتوں کو زندہ کرنا اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کے لیے حکم دینا اور کشت کرنا اور باطل پرستوں سے جہاد کرنا وغیرہ امام احمد رضا اس کو اپنے پورے کمال و جہمت کے ساتھ کر دکھایا، مجدد کی تعریف یہ ہے کہ جو علم و فضل و کمال کے معراج شہرت پر نمایاں طریقے سے علماء و وقت کا مرکز علم بنے یہاں تک کہ علماء و جرمنین طہیین کا اور تفتی الدین کے کمال پر جہاں علماء و بصیرت بھی نہ پہنچ سکیں اور جو احادیث صحیح مسمیہ کے ساتھ ساتھ اور دیگر معتد و مستند کتب احادیث کو مع سلسلہ رواۃ کے زبانی یاد کرے اور صرف دعو

اور معانی و بیان منطوق و فلسفہ کلام و تفسیر وغیرہ علوم کا امام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ و طہارت میں کامل ہو، ایک مجدد کو محمد عقائد، تقویٰ، ائیر عمل کے ساتھ بصیرت اسلامیہ و تفتی الدین عطا لیا جاتا ہے جو تجدید احیاء دین کی جان ہے اور وہ فوراً ہی جس کی روشنی میں وہ اسلامی دائرہ میں رہ کر بحیر العقول کا دل سے انجام دیتا ہے جس سے دوسرے صاحب کمال اذہان خالی ہوتے ہیں اور علوم قرآنیہ پر وہ پوری پوری نظر رکھتا ہے جو جس میں ایک طرف وہ مشا دین سے اچھی طرح واقف ہو تو دوسری طرف تفسیر بالمراسلے سے محفوظ رہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کرام، ائمہ دین کے اقوال و تفسیر کے ساتھ کامل نگاہ رکھے اصول احادیث اور علم الرجال سمیت احادیث پر پوری پوری دستگاہ رکھتا ہو اور احادیث کا مفہوم ناسخ و منسوخ کو اچھی طرح جانتا ہو ان علوم میں کمال کے لیے عربی صرف و نحو و علم لغت و معانی و محاورات عرب میں مہارت تام حاصل ہو یہ سب باتیں امام احمد رضا بن بدر بن اتم موجود تھیں آپ کی ذات گرامی ایسی نہیں ہے کہ آپ کے علوم کا احاطہ ہم جیسے لوگ کر سکیں پھر بھی کچھ علوم کی فہرست جس میں آپ ماہر اور امام تھے ملاحظہ فرمائیں قرآن کریم تفسیر، قرآن، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسما و الرجال، جمع و تدوین، فقہ، اصول فقہ، معقول، منطوق، کلام، ادب، معانی، بیان، بدائع، بلاغت، صرف، نحو، عربی، قوائی، تصوف، سلوک، تواریخ، تاریخ، سیر، مناقب، علم ہندسہ، حساب، جبر و مقابلہ ریاضی، ہنریات، طبیعیات، نجوم، علم ہفوف، نسک، توقیت وغیرہ، بعض وہ علوم ہیں جن پر یورپ کو امتیاز اور فخر تھا اور یورپ ہی ان علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور جو صرف انگریزی ہی میں تھے، ان پر عبور ایک کرامت تھی، امام احمد رضا نے مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کے مطالعے آپ کی تحریر علمی اور جامعیت کا انداز کیا جاسکتا ہے آپ کی تصنیفات کم و بیش بارہ سو ہیں اور بعض بعض کتابیں کئی کئی جلدوں میں فقہ و احکام شرعیہ علوم اسلامیہ میں امام احمد رضا کے بلندیابہ مجدد ہونے کی شہادت، آپ کا مجموعہ فادی ہے جس کا تاریخی نام الحطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ہے جو بڑی تقطیع کے بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں ایک ہزار سے زائد صفحات ہیں اس فادی مبارک میں مسائل فقہ اور جزئیات و جوابات مدلل اور مکمل ہیں کہ بے شمار ناذک ترغیضی مسائل اور ان تحقیق میں علوم و فنون کا ایسا نادر ذخیرہ ہے جو فقہاء و متقدمین و متاخرین کے مبسوط مضنقات میں بڑی مرگروانی اور کوشش کے بعد مل سکیں، آپ نے متعدد کتابیں عربی زبان میں تحریر فرمائیں ہیں جو تحقیقات کے خزانے ہیں جن کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے آپ کو ہر علم و فن میں کمال عطا فرمایا تھا آپ نے قرآن کریم کا نہایت سلیس جامع ترجمہ بھی فرمایا ہے جو اپنی شان میں تمام ترجموں سے ممتاز ہے اور ابیادہ ہونے کے باوجود صحت کے اعتبار سے بے مثل اور اہل علم میں بہت مقبول ہے، آپ کی تحریر علمی اور شان تجدیدیت کا اعتراف علماء عرب، مصر، شام عراق، اردن بیروت افغان و ہندوستان وغیرہ کے اہل علم و قدر صفی، مالکی، شافعی علماء و کرام و مقتدا و عظام کو ہے جن کی بارگاہ میں صاحبان کمال صاحب علم کی پیشانیان جھکی رہتی تھیں ملاحظہ ہو سام الحنین، الدولۃ المکیہ وغیرہ۔

تجدید احیاء دین؟ یقیناً ہر منصف مزاج دل پکارتے گا کہ ایسی کو تجدید احیاء دین کہتے ہیں، چنانچہ مجدد دین و ملت امام احمد رضا نے اس صدی میں جو علماء سوء برطانیہ گورنمنٹ کے ذریعہ فساد برپا کرنے کے لئے پھیلانے تھے مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی اور علماء دیوبند نے جو باطل عقائد پھیلاتے جن کا ذکر پہلے گزر چکا ان کے خلاف جہاد فرمایا اور ان قتنوں کو دبا کر صحیح اسلامی روپ پیش کیا، کیا اس کو فساد کہا جائے گا؟ یا تجدید احیاء دین؟ امام احمد رضا نے اہل بدعت و ضلالت، قادیانیت و تجدیت، سامراجیت و دہریت کا در فرمایا اور جو کافر تھے انھیں کافر بتایا جس کی تمام عرب و عجم کے علماء نے تصدیق کی جب علماء دیوبند کی ان دین سوز عبارتوں پر سارا عرب و عجم پکارا اٹھا بڑے بڑے مفتیان عظام اور علماء اکرام لرز اٹھے تو پھر یہ کیسے ممکن کہ مجدد وقت خاموش رہتا امام احمد رضا کو اسلام کے انتہائی در در نے بے چین کر دیا باطل کی نقاب کشائی فرمائی اسی کو تجدید احیاء دین کہتے ہیں اور اسی وجہ سے آج عالم اسلام امام احمد رضا کو مجدد دین و ملت کہتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ

و صحبہ و اہل بیتہ اجمعین

بوختک یا رحمہ اللہ

تیرہویں صدی تہم ہوتی حکم الحرام کا آفتاب نمودار ہوا تو مجدد دین ملت امام بریلوی نے فرمایا اب صدی بدلی، گویا اب تک جو اہل باطل و گمراہوں بد مذہبوں کا ارد و ابطال ایک مفتی شرع اور عالم دین کی حیثیت سے تھا لیکن اب چودہویں صدی میں جو کام ہو گا وہ ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے ہو گا اور تمام علوم قدیمہ و جدیدہ میں فرق کیا جائے گا، ہر علم و دین، وصلی علی و بد مذہب و بد عقیدہ کو جہاد فرما کر تلوار قلم سے اس کے کفر کو مٹا کر تک پہنچایا جائیگا اور انوس رسالت کی حفاظت کی جائے گی ہر دین مسلم کے اندر عشق خدا و رسول محبت اولیاء کی دولت بھر دی جائے گی، اگرچہ میرے مقابلے میں انگریز حکومت اور اس کے وفادار غلام دین اسلام کے ٹھیکیدار بن کر علماء و دیوبندی شکل میں آئیں گے ان آمراں و جبارانہ طاقتوں کے خوف سے بے نیاز ہو کر بلا خوف و متہ لازم حق کا پرستار ہو کر بڑی بے باکی جماعت و ہمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی خدا واد صلاحیتوں کے ساتھ تجدید احیاء دین کا کام کیا جائے گا، چنانچہ آپ نے تجدید احیاء دین کا کام شروع کیا جس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء و رفیقے اکبر کے دین الہی کے فتنے کو دبا کر رکھ دیا اور لوگوں کو دین مصطفیٰ علیہ التحدی و النشا کی طرف متوجہ کیا اور دنیا آج تک اکبر کے اس فتنے کو تحقیر اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کارنامے کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھی ہے، انصاف پسند غور فرمائیں کہ اکبر کے دین الہی کے فتنے کی بجائے کئی کو دین کو مٹ کر ناہیں گے یا

ریڈی مکسڈ پینٹس

وارنش

ترپنٹائن

تھینر

لیننڈ آئل

بلیٹومین و انشٹرس وغیرہ کے لئے

ہمیشہ یہی ناہیکاد رکھئے

پینٹ انڈیا

پروپرائیٹر
محمد المجید دھولپوری

شرف علی بلڈنگ ۳ پائیس اسٹریٹ۔ بائیکل اسٹیشن روڈ بمبئی ۴۰۰۱۱۷

امام احمد رضا

حدیث نبوی کی روشنی میں



مولانا عزیز احمد اشرفی بستی

مولانا عزیز احمد اشرفی ملت اسلامیہ کے اس جوان سال عالم کا نام ہے جسے اسلام اکبر ۱۳۵۶ھ کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے پر دھاک کیا تیس سال یہ نوجوان عالم ایک ذی استعداد مدرس، کامیاب خطیب و مقرر، باصلاحیت مفتی تھا نظم و نسق اور حرکت و عمل میں مولانا عزیز نے جو اہم ردول ادا کیا ہم انھیں بھلا نہیں پاسے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں شاہ حبیب الرحمن کو ایک مخلص اور ہونہار عالم ملا لیکن جلد ہی داغ مفارقت بھی ہو گیا۔ مولانا عزیز ضلع بستی کی تحصیل بانسی کے موضع چڑھوا کے رہنے والے تھے اور شمالی یو پی کی شاندار درسگاہ دارالعلوم فیض الرسول برلاؤں کے قابل تلامذہ میں سے تھے۔

گزشتہ سال آل انڈیائی لیگ کے پچھم تہ تلے مجدد اعظم کانفرنس (متفقہ ۹ مارچ ۱۹۵۵ء) میں مولانا عزیز نے امام احمد رضا پر محسوس تقریر کی جسے حاضرین نے بہ حد سراہا۔ آل انڈیائی لیگ کی تحریک و پروگرام سے متاثر ہو کر مولانا موصوف نے امام احمد رضا خیر کے لئے ذیل کامضون تلبینہ کیا تھا اور خواہش ظاہر کی کہ یہ مضمون غیر میں ضرور شریک اشاعت ہو۔ ہم مولانا عزیز احمد اشرفی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ جدا ہونے سے پہلے اپنے امام احمد رضا کی بارگاہ میں خراج عقیدت کا ایک انمٹ گلدستہ پیش کیے خود کو احساس شناسوں کی صف میں شامل کر دیا۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔

(ایڈیٹر)

لا یزال طاقتہ من امتی ظاہرین علی الخ لا یضرهم من خاضع

والخ لیکل ولا یعلیٰ

ترجمہ: ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت غالب رہے گی اس کی مخالفت کرنے والا اسکا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اور حق بلند بالا ہوتا ہے اور وہ مغلوب نہیں ہوتا۔

یہ ارشاد نبوی بخود حق کے معیار اصول پر درجہ محبت کو پہنچنے چکا ہے اور حاملین شریعت فقہائے کرام نے متعدد مسائل میں اس حدیث پاک سے احتجاج کیا ہے اور وہی مسائل میں بطور دلیل بیان کیا ہے اور اگر تم تواریخ و میر کے اسلامی اوراق کا بغور غایت مطالعہ کرو گے تو تمہیں دور ماضی کا ہر فرقہ اور ہر زمانہ کا ایک ایک واقعہ اور ہر ایک واقعہ کی تالی ادا تم کو ای شان میں نظر آئے گی جس کا حدیث شریف میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

اے مسلمانو! تم نے تواریخ و میر کے ان اوراق کا مطالعہ کیا ہے اور ان مردہ کا حال پرصافہ جس کے ارتداد نے اسلام کو مفلک کرنا چاہا تھا مگر سیفِ عدلیہ نے سب کوئی انہا کر دیا۔ تم نے دشمنان اسلام میں اس فرعون حکومت کا حال چھہا ہوگا جس کا تاجدار اور سلطنتی قیصر و کسری کے لڑتے لیکن نادرانی سلطوت و جلالت عبداللہ نے ستیا ناک کر دیا۔ تم نے عثمانی سلاب فتح کا مطالعہ کیا ہوگا جسے خشکی کے پہاڑوں اور مندروں کے موجد کو اپنا ایک چھوٹا سا درہ

اور حق رسا قطرہ بنایا تھا۔ تم اس دوا الفقار حیدری سے خوب واقف ہو جس نے خوراج کی برکتی ہوئی خارجیت کے تلے کو تھک کر دیا اور ان کے وجود سے دنیا کو پاک و صاف کر دیا۔ امام غالی مقام کو مغلوب نہ کہو گے جن کے تقورات خون نے نیک کی جبروتی اور طاغوتی حکومت کے تخت کو ایک سال کے اندر پلٹ دیا۔ تم زید شہید کو مقہور و مظلوم نہ کہو گے جن کی چند آہوں نے عباسیوں کے عروج و ارتقاء کو جلد از جلد ختم کر دیا۔

غرض اسلام کے مقابلے میں بھی یہ بیک بادل آئے اور کبھی حاجی غبار بھی مامونی طاقت نے اس کے سائے آئے نہ جرات کا اور کبھی اتاری تو قیامت سے کھائیں بھی خارجی خویش نے اس سے مقابل کیا تو کبھی نفس کی طاقت نے اس کو زیر کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن سب کے سب اس مضبوط و مستحکم پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش در زیرہ در زیرہ ہو گئیں اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

اسلام کی فطرت ہی قدرت نے لچک دی ہے

انتہائی یہ ابھرے گا جتنا ہی دباؤ لگے

بہر حال باقی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پہاڑ سے ہونے چہستان کی ہر طرح سے مخالفت کی گئی اور ہر زمانہ میں اس ٹکڑی کی بھرپور مخالفت و عداوت کی گئی اور ہر نئے

دن کوئی نہ کوئی تفتہ۔ مقدس اسلام کے مقابل اپنا سر اٹھاتا تھا۔ مگر خداوند قدوس نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس اسلام کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے ہر قرن ہر زمانہ ہر صدی میں اپنے پاک بندوں کو بھیجا۔ ہر جو مصطفیٰ پیارے کے اس پہلے تھے جسے گمشدگی کی آبیاری کرتے رہے اور مخالفین اسلام کی بڑھتی ہوئی طغیانیت اور کیش کی دھجیاں بکھیرتے رہے۔ اور ہر جمہور اسلام و غفلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کرنا اپنا شعار زندگی بنا رکھا۔ یہی لوگ ہیں کہ غلبہ جن کا عالم اور نصرت جن کی کینتر ہے اور کیوں نہ ہو۔ ع

جہاں پہونچے زمین کو آسمان سے کر دیا اور دنیا در کیوں جا رہے ہوا کی ہندوستان کو دکھو جس نے عرصہ سے ہر دن میں نیا فتنہ کھڑا کرنے پر حلف اٹھا لیا ہے۔ نیچری خدا کے وجود سے انکار کرتا ہے جنت اور دوزخ کو دھکیلے کے الفاظ قرار دیتا ہے تو ایسا ہند پاک میں کوئی انبیاء علیہم السلام کی تفسیر و تویین کو اپنا مذہب قرار دیتا ہے کہ جسے سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہونے کا دعویٰ کیا تو کوئی دوسرا اپنے کو خود نبی ہونے کا دعویٰ کر لیا۔

غرض وہ کئی سادہ ہے جس دن آفتاب کا طلوع ایک نئی نگرانی اور سید نبی پر نہ ہو۔ مگر اس حقیقت کے ساتھ ساتھ ہمیں امر بھی مانا ہوا اسلم ہو چکا ہے کہ دین اسلام کو کھانا یا دین کے کیلئے جب بھی کسی طاقت نے سراپا رکھا تو فوراً خداوند قدوس نے اس کو ختم کرنے کے لئے اپنے خاص بندوں میں سے کسی کو بھیج دیا۔ یہی غیبی نصرتوں سے ضرور نوازا جن نے مخالفین اسلام کی شدید سرکوبی کی۔ ہماری زبانوں پر اب تک بھی ہر فرقہ نے راسوئی کا پرانی جلدیسا ختم جاری ہو جاتا ہے۔

مگر یہ بات ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مقدس دین حق کو دنیا میں تشریف لائے دنیا میں تقریباً نوے چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزرا۔ اس مدت میں اس پاک دین نے ہزاروں بلاؤں سے مقابلہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل پہلے تھے جن پر بہت تیز زہریلا آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چل گئیں۔ بڑھلے کتے مہاسب اور فتنوں سے اس دین پاک کو مقابلہ کرنا پڑا۔ بارہا اس آفتاب پر تاریک بادل اور بغبار آئے مگر آفتاب حق اسلحہ راج بھی چمکتا ورنہ کتے جس طرح بائی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روشن و منور کیا تھا اور کیوں نہ ہو جب کہ خود خلاق کائنات اس دین کا محافظ و ناصر ہے۔

مگر آئے دن اور ان مصطفیٰ علیہ الخیرۃ و الشانہ مقدس اسلام کے مخالفین میں اور ان تمام فتنوں میں زبردست فتنہ اور تمام مفسدوں میں زبردست و خطرناک مصیبت۔ (ماہرین، تجلیوں کا فتنہ ہے جن کی خبر خیر صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دیدی تھی اور طرح طرح سے اس فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ جلد دوم۔

حدیث نبوی کے مطابق ہیں وہ دن دیکھنا پڑا۔ جب کہ تجلیوں نے اپنے مخصوص انداز میں وہ بیت کی ابتداء کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ وہ بیت و نجدیت پوری قوم میں بلباب کی طرح سے اُمتوں کی پہلی آری تھی جس کا مقصد اصل مرتضیٰ لہاؤں کے دونوں سے الفت رسول و محبت مصطفیٰ

کو نکالنا تھا۔ بالفاظ دیگر ایمان والوں کے ایمان کو چھیننا تھا۔ اور سنت نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے شمار و نقوش کو کھانا تھا غرض رسول جن و بانی مٹا رہے اس پر رار میں کامیاب ہوتے جا رہے تھے۔ یعنی خیالہ رسول کے دلوں سے الفت رسول نکال رہے تھے۔ مسلمانوں کے مسلخ ایمانی لٹنے میں بھر پور جلا کر رہے تھے۔ یعنی ہر جمہور مصطفیٰ و عظمت رسول کو سرنگون کرنے کے لئے آنکھ کو شش کر رہے تھے۔ خاص کر ہندوپاک کی فضا تو دم بیت و نجدیت کے تیز تند آندھیلوں سے غبار آلود ہو چکی تھی۔ ہر طرف الحاد و بے دینی کی گھٹا ٹوپ ناریکی بھائی ہوئی تھی۔ بد عقیدگی کی کالی کالی گھٹاؤں نے ایمان و ہدایت کی روشنی کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ تھا کہ اسلحہ

کے والدین کی دنیا میں تراش لی جاتی تھیں اور ان پر فوراً کفر و شرک کا فتویٰ لگنے میں کوئی دقیقہ بالذکر رکھا جاتا۔ محنت پروردگار کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا یہ کردار دیکھا کہ زکی فلاق کائنات نے اپنی قدیم عادت کے مطابق اپنے فضل خاص سے سرزمین بریلی کو نوازا اور اس پر کھڑی ہوئی طغیانیت جو بطلان و بدایت نجدیت و دعا ہوئی تھی، اس کو تار تار کر کے احقاق حق و باطل کا اطل کے لئے ناضل بریلی علی المرتضیٰ علی المرتضیٰ فرمایا۔ وہ ناضل بریلی جس نے ایمان و یقین کے شے ہوئے نقوش کو اپنے جدیدی کا ناموں سے اجاگر کر دیا۔ جس نے حدیث نبوی کے مطابق کینتر امت کی ایک جماعت غالب رہے گی، الخ۔ امام احمد رضا نے اس جماعت کی قیادت کی باگ و دوڑ بھائی اور بارگاہ مصطفوی کے دیدہ دہنوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا جو سر اپنا دوسرا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا وارث بن کر اپنے تحقیقی کا ناموں سے بد مذہبیت کی کالی گھٹاؤں کو چاک کر دیا جس نے صدیق اکبر کا نائب بکر گستاخان رسالت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے امام اعظم کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گر و غبار صاف کر کے ان کو اصل شکل میں پیش کر دیا جس نے شہنشاہ بغداد کا منظر بن کر الحاد کی گھٹا ٹوپ ناریکی کو چھریا جس نے آفتاب رشد و ہدایت بن کر وہ بیت کی تیز تند آندھیلوں کا مقابلہ کیا جو محمدی پھار کا شیر بن کر نام نہاد مذہبوں کا قلعے کو کر دیا جس نے امت مروجہ کا دین تازہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ ستروں کو زندہ کر دیا۔ وہ

فاضل بریلی جن کو پوری دنیا امام الہدایت کہتی ہے۔ مجددات حاضرہ کہتی ہے۔ در حاضرہ کا عظیم المرتبت مجدد جہاں اپنی شان نجدیت میں درخشاں تھا وہاں وہ علم و کمال کا ایک بحر ذخار بھی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دین کے اس عظیم الشان مجدد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا اور علم و فضل کے اس مقام پر سرسبز از فرما جس کے سلسلے میں بڑے بڑے فلاسفوں اور منطقیوں نے بعد از احترام نافوسے ادبائے کیا جس نے اپنی خدا و علوم کی تابناک مشاعروں سے بڑے بڑے حکماء و فلاکھو چکا چونکہ کر دیا۔ مجددات حاضرہ امام احمد رضا نے یہ کھرت مسلمانوں کے عظیم ہندو بہر تھے۔ جو تحریر کی میدان کے ایک عظیم شہ سوار تھے جب سیف تلم لیکر میدان میں آئے تو جہاں حق و باطل میں فطرتاً ہی کھینچا وہاں بڑے بڑے شرار و دباہر حکماء و مفتیوں کو اپنا اپنا سر ٹیک دینا پڑا اور کیوں نہ ہو۔

لکھنؤ کی شاہی تم کو روضہ مسلم جس سمت آگے ہوئے تھا دیتے ہیں (بقیہ صفحہ ۷۸۳)

۲۸۱

اپنا روضہ

دینی خدمات

محترمہ خدیجہ نشاط اشرفی

لئے دی جاتی ہے کہ جرم کا انصاف ہو، پھر کو چور مجسٹریٹ نہیں بناتا، بلکہ اس کی چوری کے جرم نے اس کو چور بنایا، مجسٹریٹ نے تو چور کو اس لئے سزا دی کہ دوسرا اس جرم کا کابکاب نہ کرے۔“

علمائے سابق نے رد و دابیت کے سلسلہ میں زیادہ تر تقریریں کام لیا جس سے صرف اس دور کے لوگ فیض پانے کے، لیکن حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر کے ساتھ ساتھ تحریری رد کے بھی انبار لگا دیئے جس سے مستقبل میں آنے والی نسلیں بھی مستفید ہو سکیں۔ آپ نے ایک طرف احقاق حق و الباطل باطل کی خاطر اپنے دور کے تمام فتنوں کی سرکوبی فرمائی تو دوسری طرف حق کو بلند رکھنے اور باطل کو پکھلنے کیلئے سنیوں کو دلائل اللہ براب میں کے حُجج سے الامال کر دیا۔ تاکہ جب کوئی بیدار فرد سراپا ہمارے تو لے دے کچل کر رکھ دیا جائے، یا مٹھت کی تحریروں کا فیض ہے کہ آج بھی سنی عالم اپنے اس بیچ سے دباہیوں کی بے دریغی کی وجہ سے اڑا رہا ہے ان کے کفر و ارتداد کو بے نقاب کرتا ہے۔ اور میدانِ مناظرہ میں ہمارے خاطر باطل پرستوں کو کسی شکست دینے میں کس سوائے خدا کے اور کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

ملائے سنیوں میں اسی مثال شاید ہی ملے کہ کسی مذہب کی پیروی کرنا یا باقی مذہب کی توہین کا مرتکب ہوا ہو، لیکن وہ دہائی اور دیوبندی اسلام کے نام پر ہی باقی اسلام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، تبلیغ دین کا ڈھونگ دہا کر دین کی بنیاد کو کھوکھلا کرتے ہیں۔ سرکارِ ہی کے بتائے ہوئے ارکانِ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو تو باہمی سے ادا کرتے ہیں لیکن ان کے علمِ فہم کے حکم میں اسلام کی ہندی کو تسلیم کرتے ہیں اور باقی اسلام شاہ کوئین کی عظمت و رفعت سے انکار کرتے ہیں، ان کی تعظیم کو شرک و بدعت کہتے ہیں۔ کسی بھی مذہب کو تسلیم کرنے سے پہلے باقی مذہب پر اعتقاد و یقین ضروری ہے اور اعتقاد اسی پر کیا جاتا ہے جس کی عظمت سے دل خفا ہو، جس کی رفعت کو قتل تسلیم کرتی ہو، جس کی ہندی کے آگے دنیا کی ہر چیز بیچ نظر آئے تب ہی اس کے فرمان پر یقین کیا جاسکتا ہے۔ اس کی بھیج سون میں پیروی کی جاسکتی ہے اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر باقی مذہب کی عظمت و رفعت کا دل منکر ہو تو ظاہر ہے وہ عقیدت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جو ایمان کی جان ہے۔ اور عقیدت اگر کھوکھلی ہے تو ایسے مذہب سے کیا فیض

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سنیوں کی دنیا میں ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح درخشاں ہے۔ دنیائے اسلام و سنت پر ان کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے دہائی اور دیوبندیوں کے خلاف کھلی تحریک چلائی اور ان کی کفری عبارات کی وضاحت فرما کر ایمان والوں کو ان کی پیروی سے محفوظ رکھا۔ حوزہ نہایت سے سیدھے سادے سنی مسلمان جن کو ان کی کتابوں کے مطالعہ کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا ان کے ظاہری تقویٰ کے حال میں پھنس کر اپنا سراپا ایمان کھو بیٹھے۔

دہائی اور دیوبندی چونکہ اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اور خفی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں، قرآن و حدیث پر عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ سنیوں کی طرح ادا کرتے ہیں اس لئے ان کی پہچان سیدھے سادھے سنی مسلمانوں کے لئے محال تھی۔ ایسے عالم میں حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوبندی مذہب کے خیالات فاسدہ و عقائد باطلہ کو بے نقاب کر کے ان کی اصل شکل سے زمانے کو روشناس کرایا۔ ان کے دہل و مکر سے سنیوں کو آگاہ فرما کر ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا نیز ان کی بے جا اطاعت سے سنیوں کو محفوظ رکھ کر ان کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت سے جو عین ایمان ہے بلکہ ایمان کی جان بھی ہے سنیوں کے دلوں کو معمور کر دیا۔ انہوں نے دامنِ رسول کو ہی مسلمانوں کی پناہ گاہ بنا کر ہمیشہ کیلئے ان کو اس دامن سے وابستہ کر دیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن دین و ایمان ہے اس کو چھوڑ کر خواہ کچھ بھی ہو لیکن مسلمان نہیں ہو سکتے، یہ ایک ایسا نظریہ انھوں نے عطا فرمایا جس پر کل بھی سنیوں کا عمل تھا آج بھی ہے اور انا اللہ ہمیشہ سچے رہے گا۔

دیوبندی علماء جو بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے کے عادی ہو چکے تھے جب ان کو اپنی تحریک کمزور نظر آئی مگر اپنے دشمن کی ناکامی کا احساس ہوا تو انھوں نے غم و غصہ کے اظہار میں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفر ساز مشین کہہ کر مخاطب کرنا شروع کیا لیکن بقول حضور جلالِ اعظم بندہ علیہ رحمۃ ورحمٰن ”کوئی بھی کسی دوسرے کو کافر بنانے کی سکت ہی نہیں رکھتا، کفر کیلئے دلائل خود اپنے آپ کو کافر بنانا ہے، البتہ اس کے کفر کیلئے اور کفر سے امت اسلام کو باخبر کر دیا جاتا ہے تاکہ ان سے بچیں اور کفریات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ دنیا جانتی ہے کہ مجرموں کو سزا اس

حاصل کیا جاسکتا ہے اس کی اہمیت ہی کیا ہوتی ہے۔ خود سر درد عالم کا فرمان ہے
 "کر اس (ذات پاک) کی تم جس کے ہاتھ میں سری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان
 دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد سے
 زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری شریف) اسی حدیث کے پیش نظر حضرت فاضل ریوی
 نے اپنی آخری مجلس میں لوگوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ "اے لوگوں! تم میرے معطفہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی بھولی بھڑکیں ہو اور بھڑکیے تمہارے چاروں طرف ہیں" وہ چاہتے ہیں کہ
 (حدیث نبوی کی دو شستی میں باقیہ)

امام اہلسنت مجدد اعظم امام احمد رضا نے تقریباً تمام فنون کے متعدد دکتا میں تصنیف کی اور
 ایسی مضبوط و مستحکم تصنیفات آپ کی ہیں کہ دوسرے معنفہ اور مؤلف کو اس کے سامنے
 دم مارنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ مگر آج اے مسلمانوں اس عظیم مہر کی نہ جانے کتنی تصنیفات
 سے ابھی تک ہم محروم ہیں۔ حالانکہ ہمارے اس عبقری رہنما ہمارے لئے بیشمار تحائف
 رکھ چھوڑے ہیں مگر ہم ہی کہ اس کا طوف توجہ نہیں کرتے مگر ارمبارک باد آئی یا کمالیگ
 اور صد ہزار مبارک یاد امانہ المیزان کو جس نے کمالیگ کی غلبہ رضا کے زیر اہتمام امام احمد
 رضا نے ان اشاعت کا اعلان فرمایا۔ وقت آگیا ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں اور سونے والوں کو
 جگا لیں اور جاگنے والوں کو تھک کر کریں نئی نسل کی ابھرتی ہوئی توانائی کا نام ہے کمالیگ
 اور دھڑکتے دلوں کے ترجمان کا نام ہے المیزان۔ بولنا قنالی تمام مسلمانوں کو امام احمد رضا
 کے توجہ دہی و تحقیقی کارناموں، کمالیگ کے پردہ گر فلول اور المیزان کے پیغاموں کو قبول کرنے کی
 توفیق رفیع عطا فرمائے۔ نقطہ

خادم بارگاہ اشرفیت

عزیز احمد اشرفی بستی
 25-10-75 دارالعلوم دیوان شاہ، بھٹیڑی، تھانہ

تمہیں بہکائیں، تمہیں قند میں ڈالیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے
 بچو۔ اور دور بھاگو۔ دیوبندی، دہلوی قادیانی، رافضی اور انچری یہ سب نرے بھڑکی
 ہیں۔ تمہارے ایمان کی ناک میں ہیں ان کے حلوں سے ایمان کو بھاؤ۔ حضور اقدس
 سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ کرام
 روشن ہوئے ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے اور ان سے ہم روشن ہوئے اب
 ہم تم سے یہ کہتے ہیں کہ یہ نور ہم سے ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو
 اور نور ہے کہ "اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت
 اور ان کی نکتہ اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت"۔ جس سے اللہ و رسول کی
 شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو تو اس سے جدا
 ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ
 معظّم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکی کی طرح نکال کر پھینک دو۔
 حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی بہت سی نصیحتوں کو سنی مسلمانوں نے اپنا دین
 و ایمان بنا لیا ہے۔ اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے دیوبندیوں اور دہلویوں کو اچھی
 طرح اندازہ ہو گیا کہ مسلمان جب تک "مجدد اعظم" کے دامن سے وابستہ رہیں گے ان کو دنیا
 کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اپنے دین و ایمان سے برگشتہ نہیں کر سکتی، حضرت فاضل
 بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و کمال کا تذکرہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں، عرب مصر شام
 میں بھی رہا۔ حرمین شریفین کے علمائے ان کے علم و فضل کا کمال تسلیم کیا اور ان کی
 بیعت سے مستفیض ہوئے، ان سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ اگر بارگاہ رسالت کے
 بزرگ گستاخ ان کو "مجدد التفییل" کہہ کر ان کے علم و کمال کو تسلیم کریں تو اس سے ان
 کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا، وہ ایک عارف و کامل ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت
 کے عظیم المرتبت امام و پیشوا تھے۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ کتاب و سنت کے اتباع میں
 گزرتھا۔ اور جن کی قیادت کو آج بھی سنی مسلمان باعث فخر سمجھتے ہیں۔

الانڈیا سینی لیک کے مستقل خدمت گزار کلاٹ ہاؤس

پبلک جلسوں، کانفرنسوں، شادی اور دیگر تقریبات کے لائٹ ڈیکوریشن اور لاؤڈ اسپیکر کے ماہر و ممتاز کنٹرولر مس
 اور ریڈیو ریسپر

مالک: محمد سجاد یعقوب گلی، قریب جے جے ہسپتال، بیٹی نمبر ۳

شان تجرید

حضرت مولانا سید شمس الضحیٰ پرنسپل چیمبر رحمت
اور نیٹل کالج غازی پور

ہے توفیق مرتبہ مصطفیٰ جان رحمت کے ارشاد گرامی ان اللہ عن وجل بیعت
لہذا الامتہ علی راس مائتہ مسند من یجد دلا مودہ سیفا
(رواہ ابو داؤد۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۷ کتاب العلم) کے مطابق ہر صدی میں کوئی
نہ کوئی جلد ضرور پیدا ہوتا ہے۔ جو تجدد و احیاء دین کا بیڑا اٹھائے۔

جو دو ہویں صدی ہجری کے لئے نگاہ قدرت نے زمانے کے عظیم ترین اور مشہور
عرب و عجم علامہ روزگار سراسر تربیت کے نکتہ زس اور اسلام کے صحیح مبلغ مولانا احمد
رفا خان قادری بریلوی کا انتخاب کیا جو منصب تجدید کے صحیح سخی اور والدینی
ینبعی ان یکنون المبعوث علی راس المائۃ رجلاً مشہوراً معروفاً مشارداً للہ قد
کان قبل کل مائۃ ایضاً من یقوم باموال الدین والمعاد بالدين من نقصت وہو علی
مشارالہ ملخصاً (موقاة السعود سنن ابی داؤد) کے بیار پر پورا اترتے تھے یا کہ اسی عظیم انسانی شخصیت
میں خلوص و للہیت، علم و فضل، ذکاوت و دولت، بلند اخلاق اعلیٰ ظرفی و غمخیز کام
اعلیٰ صفات ان کے اندر جمع تھیں۔ اور اسلامی انکار و نظریات کا ناشر و مبلغ و منتقد و رسا
میں کامل شہریت و طریقت کا سنگم۔ اسلاف کرام کا اعلیٰ نمونہ و خزانہ و واجبات اور
سنن و سمات پر مبنی نقطہ نظر، انکار و انکشاف و حار مہم کی کچی تصویر بر علم و فن کا غواص
زبان و قلم کا شہنشاہ صاحب تصانیف کثیرہ المختصر یہ کہ اپنے زمانہ کی نادر الوجود
اور عظیم الشان شخصیت تھی اور جو صفات ایک مجدد میں پائی جاتی چاہیں وہ آپ کی
بارکت اور عظیم شخصیت میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل

آپ نے تیرہ سال دس مہینہ کی مختصر عمر میں ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں
تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی سند فراغت حاصل کیا۔ پیر و مرشد آپ کے اساتذہ کی
تعداد چوبیس تھی۔ ۱۔ نام معلوم نہیں۔ ۲۔ مولانا
مرزا قادر بیگ صاحب، ۳۔ مولانا ابوالحسن احمد ذری صاحب، ۴۔ والد ماجد مولانا
نعمی علی خان صاحب، ۵۔ مولانا سید آل رسول صاحب، ۶۔ مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب
سند فراغت حاصل کرنے کے ساتھ ہی آپ پر افتاء کی عظیم ذمہ داری بھی ڈال دی

سالہاد کعبہ و بیت خانہ می نالہ حیات
تا زبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

فضائے لبیب میں اتحاد و ہریت، کفر و شرک، بدعت و ضلالت، دین سے بے رغبتی
و بے اعتنائی اور بارگاہ ربانی و شان رسالت میں مونہ گشتیوں کے مہلک جراثیم پوری طرح
سرایت کر چکے تھے۔ رہزنوں اور عیاروں نے ارشاد و ہدایت کا بارہ اوڑھ کر افتراق و انتشار
اور ضلالت و گمراہی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ امت مسلمہ کے مراکز ایمان و اسلام پر تعجب زنی
کا طغوانی مشن فزشتہ صورت و بد باطن مذہبی پیشواؤں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔

ولادت باسعادت

(۱) ولادت باسعادت۔ ایسے مہذب و تارک ماحول میں ضرورت تھی ایک ایسے
آفتاب کی جس کی نورانی کرنوں سے باطن پرستوں کی نگاہیں خیرہ اور مسلمانوں کے قلوب
جگمگائیں۔ اور ایک ایسے مصلح و مرنے کی جو اپنے ارشاد و ہدایت سے بہکتی ہوئی اور گمراہی
کی طرف بڑھتی ہوئی دنیا مار نہج پھیر کر مراط مستقیم کی طرف کرے۔

۱۰۔ ارشوال المکرم ۱۲۶۶ھ بروز شنبہ وقت طہر مطابق ۱۲ جون ۱۸۶۶ء موافق ۱۱
جیٹھ صدی ۱۲۶۶ھ سمیت کجسولی بریلی شریف میں اسلامی تاریخ کا وہ بطل جلیل پیدا ہوا
جس پر روز اول ہی سے اولیٰ کتب فی قلوبہم الایمان و ایمان ہم پر وح
القدس کی ہر لگاؤ کی گئی تھی۔ اور جس کو دنیا احمد رضا اور عقیدت و محبت کی زبان
میں اعلیٰ حضرت ناضل بریلوی کے ناموں سے یاد کرتی ہے۔ چشتان مجددیت میں ایک شاداب
پھول کھلا جس کی صمیمی و عطریہ خوشبوؤں سے کائنات ارضی مہک اٹھی اور فرشتے
گیتی پر حق و صداقت کا علم پھر اپنی سابقہ شان و شوکت کے ساتھ ہر آنے لگا ہر زبان
پکارا رہی۔

جگمگا اٹھی تیری دنیا کس کے نور سے

میرے گردوں پر مرا ماہ تمام آہی گیا

شان تجرید

(۲) شان تجدید۔ جب دنیا ضلالت و گمراہی اور شر و فساد کی آماجگاہ بن جاتی

جوابات دیئے گئے ہیں انھیں دیکھ کر ہر شخص بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

معارف کا سمندر موجزن ہے جس کے سینے میں

وہ مقبول درخیر البشر احمد رضا تم ہو

خارجی و داخلی محاذ

وہ سیدی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ جس نے خارجی محاذ پر تبلیغ کے فرزندوں کی عیار باز چالوں کو آشکار کیا۔ الحاد و دہریت کے خاندانوں مغرب کی مادہ پرست تہذیب اور نیوٹن و ڈارون کے فلسفائے باطلہ کے تار و پود بکھر کر رکھ دیا اور طاغوتی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہو گئے اور بہت حد تک مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا۔

اور اعلیٰ کا دین پروردگار نہایت و تعفیفیت کے پھیلے اور بڑھتے ہوئے جراثیم کو ختم کر کے
قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کی قادیان سے میری کے بلند
بانگ دعویٰ کی تلی کھڑی رکھ دی اور نجدیت و دہابیت کے قلعوں پر وہ کاری ضربی
لگائیں جس سے ان کی دیواریں مستزل ہو کر رہ گئیں۔

آپ کے سینے میں جو سب سے بڑا خزانہ تھا وہ عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام والہ تبار کی انمول دولت تھی۔ آپ کے انگ انگ سے عشق و محبت کا چہرہ بھوڑا پڑتا تھا اور اس عشقِ جنوں خیز نے سینے میں وہ ہلائی انگ بھڑکائی تھی کہ گستاخانِ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نشتر و تبر خاست تو کجا ان سے ادنیٰ سی مساحت بھی گوارہ نہیں فرماتے تھے۔

بیشک اسلام کا یہ وہ جبری اور بہادری کا جس کے خولادی بچوں سے سامانِ بن اسلام اور گستاخانِ رسول کی کشائیں نہ تڑپتی ہوئی نظر آتی ہیں اور جس کے لوگ زبان و قلم سے بیشک دریدہ و زہول اور گستاخوں کا ہوشیک تھا۔

کیا نوک قلم سے چاک ہر پیرا ہن باطل

حرفیوں کے لئے برق دشمن احمد رضا مہو

وصال مبارک

آپنے زندگی کا سارا حصہ اسلام کی حمایت، مسلمانوں کی ترویج و اشاعت اور علوم و فنون کی خدمت میں گزارا۔ آخر وہ وقت موعود آیا کہ پہنچا جس سے کسی انسان کو مفر اور مجال دم زون نہیں۔ بروز جمعہ پچیس / صفر المظفر ۱۲۴۴ھ کو موزن نے جی علی الصلاح کی آواز دی اور یہ دیوانہ رسول اپنی نلاح سعادت پر نازاں و خندان اپنے خالق و معبود سے جاملا و لایطاعت علیہم بایکیت من فضیلتہ و اکواب

۵۱۳۴.

کئی جیسے آپ نے بحسن و خوبی انجام دیا۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک اسی کام کو انجام دیتے رہے۔

تحر علمی

تجربہ علی کا یہ حال تھا کہ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسرار الرجال، جبر و قدیر، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، عقائد و کلام، ادب، معانی، بیان، بدیع، بلاغت، نحو، صرف، عروض، توافقی، لغتوں، سلوک، تاریخ و سیر، مناقب، لغات، ہندسہ، حساب، جبر و مقالہ، ریاضی، طبیعیات، ہیئت، نجوم، ادقائق، تسمیہ، توقیت، زہریج وغیرہ اچاسوں علوم و فنون میں ہزار کتابیں لکھیں۔ علوم و فنون کا ایک سمندر تھا جو ان کے سینے میں ہمیشہ موجزن رہتا تھا۔ صلاحیت کا لوہا بڑے بڑے اہل علم اور شہور زمانہ علماء و فضلاء نے مانا ہے۔ انہوں کی تو بات ہی کاغذ پر کی گئی تھی۔ آپ کے علم و فضل کا طوطی بول رہا ہے۔ جماعت اسلامی کے بانی ابو الاعلیٰ مودودی کا یہ اثر بڑے

فیروں کی نظر میں

مولانا غلام علی صاحب نائب مولانا مودودی مدظلہ العالی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتابیں لکے مطالعہ فرمائیں تو فرمایا کہ حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں ہم لوگ سخت غلط فہمی میں رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچاؤں گا کہ جو علی گہرائی میں نے ان کے بیباں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا و رسول تو ان کے سطر سطر سے چھوٹا پڑتا ہے۔ (مرحمت روزہ شہاب لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء)

اور ماسٹر معارف کا تجربہ حشمت سرٹے کے قابل ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا صاحب اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے۔ انھوں نے چھوٹے بڑے سیکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے ان کی کارناموں کے ساتھ ہزار انویژنوں کے جوابات بھی انھوں نے دیے ہیں ان کے بعض فتوے کسی کسی صفحے کے ہیں فقہ اور حدیث پر ان کی فکر بہت وسیع تھی۔ (ماہنامہ سارفت اعظم گزشتہ ۱۹۶۶ء)

یہ تاثرات مہج پہنچ کر پکار رہے ہیں کہ شخصیت اپنے دور کی مفرد اور بانٹاں تھی
 بالخصوص نفس منو آپ کی نگہ دہی و باریک بینی اور ادراک کا ہر موافق و مخالفت معترف
 ہے تا وہی رنج و جوارہ جلدوں میں ہے اس کے چند حصے شائع ہو کر منظر عام پر آگئے
 اس جس کی ایک ایک جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے ۱۲۹۶ء مطابق ۱۸۷۹ء
 ۱۳۲۰ء مطابق ۱۹۰۲ء تک کے مستفہرہ سوالات کے نہایت علمی اور تحقیقی

بلند پایہ نعت گو ساعر بھی ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ محمد لکھنا آسان ہے اور نعت لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ نعت میں یہ احتمال رہتا ہے کہ تعریف اتنی نہ ہو جائے کہ خدا سے مل جائے اور کہیں اتنی کم نہ ہو جائے کہ مرتبہ رسالت سے گر جائے۔ آپ کو فقہین حوا جہاد و اہل کما مقام حاصل تھا۔ اس پر فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں شاہ عدل ہیں اور آپ سلسلہ عالیہ رضویہ کے ایک بلند پایہ بزرگ تھے اور علمی اعتبار سے امام عظم رضی اللہ عنہ کے نائب سمجھے جاتے تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا آپ کو رسول کریم سے بے پناہ عشق تھا کہ جب کوئی حج بیت اللہ شریف سے واپس آتا آپ اس سے دریافت فرماتے کہ حضور سرور کائنات کی بارگاہ میں حاضر دی، وہ ہاں کہہ دیتا تو فوراً اس کے قدم چوم لیتے تھے۔ یہ تھا عشق رسول آپ کی جانب، یوگان کی اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لئے مابانہ رقوم مقر تھیں۔ آپ ۲۴ گھنٹے میں صرف دو گھنٹے آرام فرماتے اور بقیہ اوقات تمام تبلیغ دینیہ کے لئے وقف کر رکھتے تھے پانچوں نمازوں میں مسجد میں حاضر ہو کر نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ آپ کے خلفاء و مریدین و متوسلین ہندوپاک کے علاوہ عرب و عجم میں بھی کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ آپ کے چند مشہور خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) شہزادہ اکبر رحمۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۲) شہزادہ اصغر سرکار مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم القدر سب (۳) صدر الشریعہ خاتم الفقہاء حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا سید دیدار علی صاحب (محدث اعظم لاہور) (۵) شیر نشین اہلسنت امام المناظرین حضرت مولانا احمت علی خاں صاحب کھنوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ ہر حال معنون تفصیل چاہتا ہے۔ کہنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ایک ایسی جامع شخصیت تھی کہ قدرت خدا سالوں کے بعد ایسے افراد کو پیدا فرماتی ہے کہ جن کی درخشاں حیات کے تاباں درخشاں لمحات انصاف عالم کو نور کر دیتی ہے۔

کرنٹک میں سنی کا زکا ایک بے باک ترجمان

ماہنامہ تسخیر انسانیت بنگلور

ایڈیٹر مولانا مظہر علی خاں اشرفی۔ سالانہ ۱۲ پے۔ فی شمارہ 1/25

پتہ

تسخیر انسانیت ۳۴۹ آسٹن ٹون بنگلور

افراد کی بدولت ہندوستان پہونچا اور اس جاہ پرست طبقہ نے بھی شیخ بخدی کی نقاد میں توہین رسالت کو اپنا شیوہ بنالیا۔ علماء کے روپ میں نہ معلوم کتنے بہرہ و پئے آئے رہے اور شرک و بدعت کے فتوؤں سے مسلمانوں کو شرک بناتے رہے یہاں تک کہ صلہ سہارنپور دیوبند کے ایک مقام کو اپنا مرکز بنا کر اس کو توہین رسالت کا ڈھ بنالیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر چٹوں کے پھول برسائے کہ انھوں نے سب سے پہلے علم بخدی کی سرکوبی فرمائی مگر آگ بولے طور پر نہ کچھ سچی شے بھڑکتے رہے یہاں تک کہ بارہویں صدی ہجری کے آخر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا مہذب شہود پر آئی اور شانمان رسالت کے گلوں پر خیر بھیر دیا کہ وہ زبانیں جو توہین رسالت کے عادی بن گئی تھیں قطع ہو گئیں۔ اس مرد مجاہد کے غیر حلوں سے صحرائے دہلیت میں کھلبلی مچ گئی۔ یہ حقیقت امر ہے کہ جب فضائے حقانیت پر باطل کی تیرہ دتاریک گھٹائیں چھلنے لگیں تو درختا آفتاب حقانیت اپنی پوری تابانی و درخشانی کے ساتھ چمکتا ہے اور باطل کی تاریکیاں کا فور ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس دہلیت کی تبلیغ کے دیوبند کو مرکز بنایا گیا تھا۔ اور جہاں سے مسلمانوں کو شرک و بدعت بنانے کے لئے فتوے ڈھلے جا رہے تھے اس مرکز باطل پر قبضہ الٰہی کی کرکھی بجلیاں گر گئیں اور بزم خوشن توحید کے مئی دشمن دقار رسالت جاتے فرار ڈھونڈنے لگے۔ ازل ہی کے دوز سے مرنے والی کو یہ شرف حاصل ہونے والا تھا کہ وہ نعت صاحب لولاک و لاکر مرکز بنے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد اکبر حاضرہ کے وہ مقدس گارنڈے کہ ہر باطل مذہب کی گردن کشتی کی اور خصوصیت کے ساتھ دہلیت کی شرکشی اس کا روشن مشاہدہ ہے اور مشاہدہ کسی دلیل اور ثبوت کا محتاج نہیں ہوتا۔ یہاں ہیں یہ تانا مقصود ہے کہ دہلیت کا جو طوفان صحرائے بخدی سے اٹھ کر فضائے ہند پر چھا گیا تھا۔ اس طوفان کو دفع کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت نے کیا کیا تدبیریں فرمائی ہیں مختصراً اتنا ہی کافی ہے کہ دنیا کے توہین میں مجدد اعظم کا نام ہی ایسی شمشیر بے پناہ ہے کہ اسرار کی صفوں میں اب بھی سرگئی کا لہر دوڑ جاتی ہے۔ مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کا دنیا سے منبت پر ارحمان عظیم ہے کہ اس انتشار و ابتری کے دور میں مجدد اعظم کی شخصیت ایک منارۃ نور ہے جس کی لازوال روشنی میں مسلمان بے خوف و خطر راہ حیات طے کر رہے ہیں اور اسے کسی بد باطن اور دین و ایمان کا خطرہ نہیں رہا۔ آج بھی اعلیٰ حضرت کے وصال کو پچیس سال گزر چکے ہیں۔ ان کے نصایف شعل ہدایت ہیں اور راہ و اسی روشنی سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ بہر حال اعلیٰ حضرت کی جامع شخصیت نے جہاں اعدائے دین و رسالت کی سرکوبی فرمائی وہاں اپنی نصایف کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ایک شمشیر بے پناہ بھیج دی کہ وہ ہر عدو کے دین کی گردن کشتی کرے۔ خداوند کریم نے آپ کو اتنے کثیر علوم سے نوازا کہ پچاس فنون میں آپ کتب تصنیف فرمائیں اور بہت مرید فنون شلا تفسیر، ہیئت اور نجوم کو دوبارہ زندگی بخشی اور آپ ایک بہت بڑے

آلے اندیا سنی لیگے اور المیزانے کو ہم زبردست
خارج تحسینے پیشے کرتے ہیں
جنہوت نے "امام احمد رضا خان" شائع کردے ہم
سب کو "حساسے قوم" ثابت کردکھایا

میسرز ماڈرن بیڑی ورس

ملک و قوم کی ترقی و فلاح میں ماڈرن بیڑی ورس بھی اپنا
حصہ ادا کرتی ہے

خوش ذائقہ اور اعلیٰ تمباکو سے بھرپور ماڈرن بیڑی کو اپنا سا بھتی بنائیے

ایم غلام بیڑی سے مرچنٹے
کھٹنے — ایم پی

مخزن فلسفہ میں معدن منطق بھی ہیں
گلشن رشد و ہدایت بھی ہیں اعلیٰ حضرت

علوم جدیدہ

امام احمد رضا جدید سائنس کی روشنی میں

امام احمد رضا بحیثیت منطقی و فلسفی

جدید سائنس کی روشنی میں

ایم حسن امام ملک پوری

ایم۔ ایس سی۔ بی۔ ایل۔ بی۔ ایڈ۔ مظفر آباد

محترم حنہ امام صاحب ملک پور (بہار) کے رہنے والے - ایم۔ ایس۔ سی۔ بی۔ ایل۔ بی۔ ایڈمیس۔
 انتہائی سلیم الطبع اور زمین و طباع ہیں۔ عابدہ ہائے اسکوٹ مظفر پور میں سائنس کے ٹیچر ہیں۔
 موصوفے نے فتاویٰ رضویہ جلد اولے ملاحظہ فرمایا تو پھر مک لٹھ اور زیر نظر گرفتار مقالہ سائنس کے
 روشنی میں ترتیب دیکر امام احمد رضا خاں کے لئے مرحمت فرمایا۔ (ایڈیٹر)

مطالعہ کی روشنی میں امام احمد رضا کے صرف ایک حصہ تصنیف ”کتاب اطہارہ“ راصل تصنیف جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہے۔ جن کی ضخیم بارہ جلدیں ہیں اس کی پہلی جلد کا پہلا حصہ ”کتاب اطہارہ“ اس وقت میرے زیر مطالعہ ہے اسے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ امام احمد رضا علم دین کے ہی بجز بکراں نہیں، علم ارضیات، ماذبات، کلیات اور علم ریاضی و ہندسہ کے بھی اتنا سمندر ہیں۔ اس سلسلہ میں ثبوت فراہم کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بجز بھی قارئین کی کچھ سی کے لئے میں مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۲۱ اور اس سے کچھ آگے کے اوراق کا اقتباس پیش کر رہا ہوں۔

۴۴ : ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کنوئیں کا دور کئے ہاتھ ہونا چاہیے کہ وہ دھوڑ دہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔ بینو اتوجردا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محمدؐ ونصلى على رسولہ الکریم

الجواب :

اس میں یار قول ہیں ہر فرد بجائے خود وجہ رکھتا ہے۔ اور تحقیق جدا ہے۔

قول اول اٹھالیس ہاتھ خلاصہ دعا لکیر یہ میں ایک پر جزم فرمایا اور محیط امان غم بخش
 سرخی و فتادی کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا۔ یہ طحطاوی نے اسکا اتنا رکھا۔ ہند یہ
 میں ہے۔ کان الحوض مد والعتیر ثمانیۃ واربعون
 ذرا عاکذا فی الخلاصۃ وهو الاحوط کذا فی محیط السیر

آج کل کی ترقی یافتہ دنیائے اسلام کے سپوت کے کارناموں کو اس طرح جھلکا دیا ہے جیسے اس قوم نے بنی فروع انسان کے لئے کچھ کیا ہی نہ ہو۔ اوروں کو تو جملے کیجے خود بہترے موجودہ مسلمان ہی اس حد تک احساس کمتری کے شکار ہیں کہ وہ دنیاوی علوم و فنون کو ناقابلِ تخریب سمجھتے ہیں۔ ان کا فتن غالب ہے کہ یہ علوم ہمارے لئے نہیں اگر یہ ہمارے لئے ہوتے تو ہمارے آباؤ اجداد بھی اس میدان میں تاریخی کارنامہ انجام دیئے ہوتے اور فخر سے کہتے کہ آج کی سائنسی ترقی بھی ہمارے حلف کے کارناموں کی مرہونِ منت ہے۔ ہم اس حد تک جانتے ہیں کہ ہمارے علماء و مرز علم دین میں دقیق النظر ہیں، قرآن کریم اور حدیث نبوی کی انھیں بالکل واقفیت ہے۔ وہ ان کی روشنی میں بہت کچھ سوچ سکتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ غور و فکر کو عروج دے کر کبھی تو ہم اپنے اسلاف کو کافرا و مبطلکا ہونا ثابت کرتے ہیں اور کبھی اپنے معاصر کو۔ حالانکہ اپنے گریبان میں چھانک کر دیکھیں تو صاف پتہ چلے گا کہ ہم اپنے جن اسلاف کو مبطلکا ہونا ثابت کرتے ہیں ان کے مطالعہ میں کتنی عمیقگی ہے اور ہمارا مطالعہ کتنا سطحی ہے۔ خیر اس بحث کو ہمیں چھوڑیئے (اگر ہمارے ان بھائیوں کو رواہ مستقیمہ پر چلنے کی توفیق دے جو آج بھنگ رہے ہیں۔ آمین)

ہاں تو میں یہ کہنے جا رہا تھا کہ احساس کسرتی کی بنا پر ہم نے اپنے اسلاف کا جو معیار مقرر کیا ہے اس سے وہ کہیں بالاتر تھے۔ مثال کے لئے تو ان گنت شخصیتیں ہیں۔ فی الحال میں امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں عرض کرنا چاہوں گا کیونکہ امام احمد رضا کی مذہبی، علمی، ادبی، ریاضی، ارضیاتی، فلکیاتی اور ادبی یا سائنسی صلاحیتوں نے راقم الحروف کو کافی حد تک متاثر کیا ہے۔ راقم الحروف کے پاس مذہبی معلومات کا فقدان ہے۔ آیات اور احادیث کا قدرے مطالعہ ہے اور اس نے اس

طحاوی میں ہے الا حوطا اعتبار ثمانية واربعين۔
 ووم: چھالیس ہاتھ بعض کتب میں اسی کو مختار مفتاحہ بتایا جہاں الرائق میں نقل
 فرمایا۔ المختار المفتاحہ ستہ واربعون کیلایعسر رعایۃ
 الکسراہ اقول نثر یرید ان ثمة کسرا سقط اور رفع
 تسیرا ثم رأیت فی الفتح ما عین الرفع حیث قال
 ان کان الحوض مد وراف قدر باربعۃ واربعین وثمانیۃ
 واربعین والمختار ستہ واربعون و فی الحساب یکتفی با
 قل منها یکسر للنسبۃ لکن یفتی بستہ واربعین کیلا
 یتعسر رعایۃ الکسرا قال والکل تحکمت غیر لازمة
 انما الصحیح ما قد مناه من عدم التحکم بتقدیر معین
 اھ ای عملا باصل المذہب وقد علمت ان الفتویٰ علی
 اعتبار العشر۔

سوم: چوالیس ہاتھ اس کی ترجیح اس وقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں جانے
 لایا ہے۔ اما فی المد ورفی شطران یکون دورۃ ثمانیا
 واربعین ذراعا و قبل اربعۃ واربعین فالاول احوط کما
 فی الکبریٰ۔

چہارم: چھتیس ہاتھ لقطہ میں اسی کی تصحیح کی۔ امام ظہیر الدین مرغینانی نے
 فرمایا صحیح اور فن حساب میرہن ہے۔ جامع الرموز میں ہے۔ وقیل ستہ
 وثلثین وهو الصحیح المبرہن عند الحساب کما فی
 الظہیریۃ و فی الاولین تحقق الحوض المربع داخل المدو
 و فی الثالث مالساویہ۔ اسی پر مولوی خرو نے متن عزیرین مع
 افادہ تصحیح اور مدق علانی نے در مختار اور علامہ فقیہ و محاسب شرنبلالی نے مراقی
 الفلاح میں جزم فرمایا۔ رد المحتار میں ہے قولہ و فی المد و ربستہ
 وثلثین ای بان یکون دورۃ ستہ وثلثین ذراعا و
 قطر احد عشر ذراعا و خمس ذراعا و مساحۃ ان
 تضرب نصف القطر و هو خمسۃ و نصف و عشر
 فی نصف الدورۃ و هو ثمانیۃ عشر یکون مائۃ
 ذراع واربعة اخماس ذراع اھ سراج و ما ذکرہ ہواحد

اقوال خمسۃ و فی الدرر عن الظہیریۃ هو الصحیح
 اقول تحقیق یہ ہے کہ اس کا دور تقریباً ساڑھے پتیس ہاتھ چاہیے یعنی
 ۳۵، ۴۴، ۴۵ تو قطر تقریباً ۵ گز ساڑھے دس و ہنگام کلاس ہیکل او بنگل یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳
 بیان اس کا یہ کہ اصول ہندسہ مقالہ شکل ۱۲ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو
 ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو ربع

محیط یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجئے یا قطر و محیط کو ضرب دے کر
 ۴ پر تقسیم کیجئے کہ حاصل سب کا واحد ہے اور ہم نے اپنی تحریرات ہندسیہ
 میں ثابت کیا ہے کہ قطر انزائے محیطیہ سے خلاصہ لہ الط لومہ ہے
 نصف قطر مرجحہ برمدیح الدیعنی محیط جس مقدار سے ۳۶۰
 درجے ہو قطر اس سے ۱۱۴ درجے ۳۵ دقیقہ ۲۹ ثانیے ۳۲ ثانیے ۳۵ رابے
 ہے۔ و فی حساب الفاضل غیاث الدین جمشید الطاشی
 علی ما نقل العلامة البرجندے فی شرح تحریر
 المحسطی نوبعہ ای ستاد خمسین مکان لہ لا بقارق
 محسوبہ الابخوار ربعة وحاء الحاب احزمربع
 رفعا ای سبعا واربعین و بالجملة لا فرق الا فی
 بعض روا یع و علی هذا الاخیر عولنا تو قطر اگر ایک ہے
 محیط ۱۱۴۱۵۹۲۶۵ ر ۳۶۰۔

فان ۳۶۰ ÷ ۱۱۴۱۵۹۲۶۵ = ۳۱۴۱۵۹۲۶۵ = ۱۱۴۱۵۹۲۶۵
 مقبولہ الی الیستنی من لہ الط لومر یہاں سے دوسرا
 حاصل ہوئی۔ قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م فرض کیجئے ہیں
 (۱) ۱۱۴۱۵۹۲۶۵ ق = ط اس لئے کہ ۱: ۳۱۴۱۵۹۲۶۵ ::
 ق: ط (۲) ق ط = م ان کے بعد قطر و مساحت سے جو چیز گز
 ہاتھ، فٹ، گزہ وغیرہ جس معیار سے مقدار کی جائے اسی معیار سے باقی دو
 کی مقدار معلوم ہو جائے گی جس کی جدول ہم نے یہ لکھی ہے۔

مطلوب معلوم	قطر	محیط	مساحت
قطر	•	۱۱۴۱۵۹۲۶۵ ق	۱۱۴۱۵۹۲۶۵ ق
محیط	ط	۳۱۴۱۵۹۲۶۵	ط ۲ ۱۲۵۶۲۳۰۹
مساحت	م	۵۶۶۳۰۹	•

پھر آسانی کے لئے دو گارثم سے کام کرنے کو یہ دوسری جدول لکھی اور اس میں
 مقدمات حسابیہ سے وہ تصرفات کر دئے کہ بجائے تفریق بھی جمع ہی رہے۔

یہاں R اور D علی الترتیب دائرہ کے نصف قطر RADIUS اور قطر DIAMETER کو ظاہر کرتے ہیں اور π ایک مستقل مقدار ہے جس کی قیمت $\frac{22}{7}$ یعنی 3.142857 ہے جو 3.142857 سے زیادہ اور 3.142858 سے کم۔ اب اس قیمت کو اگر قطر سے ضرب کیا جائے تو حاصل شدہ محیط کی قدر اور امام احمد رضا کے فارمولہ محیط = 3.142857×3 سے حاصل شدہ قدر محیط میں برائے تام فرق ہوگا اب سوال اٹھتا ہے کہ صحیح قدر کون سی ہوگی۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا نا مناسب نہ ہوگا کہ ترجمہ فارمولے سے حاصل شدہ قدر بھی EXACT نہیں کی جاسکتی کیوں کہ π کی EXACT قیمت سے قطر کو ضرب نہیں دیا جاسکتا ہے ورنہ اس کی یہ ہے کہ π کا یہ π LIMITING VAHNE معلوم ہے EXACT VAHNE نہیں۔

EXACT NESS کی تلاش امام احمد رضا کو یقینی طور پر کبھی ہی وجہ ہے کہ آپ

نے مساحت دائرہ کے لئے جو چار فارمولے

(۱) مساحت دائرہ = محیط \times قطر

(۲) " " = " " = قطر \times محیط

(۳) " " = " " = نصف قطر \times محیط

(۴) " " = " " = قطر \times محیط

ایک اقلیدس کی کتاب کا عربی ترجمہ (جسے محمد عصمت مصری نے ترکی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے) سے ماخوذ ہیں۔

امام احمد رضا اس بات سے کما حقہ واقف تھے کہ محیط اور قطر میں ایک خاص

رشتہ تناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ محیط جس مقدار سے

۳۶۰ درجے ہے قطر اس سے ۱۱۴ درجے ۳۵ دقیقے ۲۹ ثانیے ۳۶ ثانیے ۴۵ رابے

ہے یعنی قطر اگر ایک ہے تو محیط $\frac{360}{114.5891554}$ یعنی 3.142857 ہے

بہر حال جدول میں اسی رشتہ تناسب کو کام میں لاکر امام احمد رضا

نے قطر محیط اور مساحت کے درمیانی رشتہ کو فارمولہ کی شکل دیا ہے جو آج بھی

عمدہ کاوش کا پتہ دے رہا ہے۔

مگر امام احمد رضا کی تلاش حق نے یہاں بھی دم نہیں دیا۔ اب آپ نے علم

ریاضی کی اعلیٰ نصاب کی طرف توجہ فرمائی اور پھر آپ نے لگا کر (جو عربی میں لوگاترم

اور انگریزی میں LOGARITHM کہلاتا ہے) کی مدد سے دوسرا جدول تیار کیا

جو دائرہ کے قطر، محیط و مساحت کے درمیانی رشتہ کو جاننے کے لئے اپنی

مثال آپ اور آئندہ نسل کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

ہندوستان میں مروجہ موجودہ نصاب کے تحت LOGARITHM

کی پڑھائی کا آغاز عام طور پر ریونیورسٹی کے انٹر میڈیٹ کے درس سے شروع

ہوتا ہے لہذا اس جدول کا انگریزی ترجمہ بے کار نہ ہوگا۔

مطلوب معلوم	لو قطر	لو محیط	لو مساحت
لو قطر	-	لو ق + ۰.۳۹۰۱۴۹۹	لو ق + ۰.۸۹۵۰۸۹۹
لو محیط	لو ق + ۰.۲۸۵۰۱	-	لو ق + ۰.۹۰۱۰۰۰۰۰۰۰۰
لو مساحت	لو ق + ۰.۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰	لو ق + ۰.۹۹۹۰۹۹۹	-

یہاں مساحت معلوم ہے۔ ۱۰۰ ہاتھ جس کا لوگارٹم ۲.۰

۰.۲۸۵۰۱ = ۰.۵۲۴۵۵۰ کہ لوگارٹم ۲.۸۴ کا ہے

یہ قدر قطر ہوئی نیز $۰.۹۹۹۰۹۹ = ۰.۳۹۰۱۴۹۹$ کہ لوگارٹم

۲.۳۵ کا ہے یہ مقدار دور دور ہوئی

ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ

۱۱.۲۸۴ \times ۲.۳۵ = ۲۶.۵۱۶ = ۲.۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

کہ سوا تھ سے صرف $\frac{1}{925}$ یعنی $\frac{1}{925}$ نا ٹرے کہ ایک اونٹن کا عرض کا $\frac{22}{7}$

یعنی اونٹن کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے بخلاف مارج نثر نبلا لیمہ کہ ان کے

خیال سے ۱۹ اونٹن اور واقع میں ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے۔

اب راقم الحروف کو کچھ کہنے دیجئے۔ اگر ہمارے اسلاف صرف گیر کے غیر

ہوتے تحقیق و تجرید کو کفران نعمت سمجھتے تو مفتی ہونے کی حیثیت سے امام احمد رضا

مذکورہ بالا سوال کے جواب میں چاروں اقوال کو کتب فقہ کے حوالہ کے ساتھ

بیان کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے تھے کہ کونسا مذکور کا دور چھتیس ہاتھ ہی صحیح و درست

ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

مگر اللہ تبارک تعالیٰ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کا تقاضا اسی جواب پر اکتفا کر کے

آئندہ نسل کے لئے ایک سوالیہ نشان چھوڑنا نہ تھا بلکہ تحقیق، تجرید و اجتہاد سے مسائل

کو حل کرنا مقصود تھا۔

غور کا مقام ہے کہ چھتیس ہاتھ اور ۲.۳۵ ہاتھ میں آدھے ہاتھ سے

بہتر بادہ کا فرق ہے۔ کونسا مذکور کے صحیح دور کی دریافت یعنی ۲.۳۵ ہاتھ کی

دریافت کے لئے امام احمد رضا نے علم الحساب کی کس باریکی کا مصرف لیا ہے اس کا اندازہ

ایک اہل علم ریاضی و ہندسہ ہی لگا سکتا ہے۔

کوسین کا کراس سیکشن CROSS SECSION عام طور پر دائرہ نامہ ہوتا ہے

اور اس سلسلہ میں موجودہ رائج فارمولے اس طور پر ہیں۔

دائرہ کا محیط یا دور $2\pi R = \text{CIRCUMFERENCE OF A CIRDE}$

دائرہ کی مساحت یا رقبہ $\pi R^2 = \text{AREA OF A CIRDE}$

KNOWN QUANTITY	UNKNOWN QUANTITY		
	LOG D	LOG C	LOG A
LOG D	-	LOG $\frac{D}{4} 0.4971499$	2 LOG $\frac{D}{4} + T.8950899$
LOG C	LOG $\frac{C}{4} + T.5028501$	-	2 LOG $\frac{C}{4} + 2.9007901$
LOG A	LOG $\frac{A}{4} 0.1049101$ 2	LOG $\frac{A}{4} 1.0992099$ 2	

HERE D = WIAWELIR OF THE CIRCLE

C = CIRCUM FER ENCO OF THE CIRCLE

A = AREA OF THE CIRCLE

امام احمد رضا کے غور و فکر کو ملحوظ فرمائیے کہ امام احمد رضا سے یہ بات بھی پوشیدہ نہ تھی کہ علم ریاضی و ہندسہ کی ضروری چیز لازمی و کافی شرط (NECESSARY AND SUFFICIENT CONDITIONS) کا پورا ہونا ہے۔ چنانچہ آپ حاصل شدہ قطر اور محیط کی مقدار کو ضرب دے کر ترکیب آئیدی کتاب کے فارمولا (۴) پر جانچتے ہیں کہ حاصل شدہ مساحت ۱۰۰ آتی ہے یا نہیں۔

$$\text{مساحت} = \frac{\text{قطر} \times \text{محیط}}{2}$$

$$355 \times 113283 =$$

$$39999999$$

یہ تعداد ۱۰۰ کے بہت ہی قریب تقصیر کی جاتی ہے۔ لہذا مذکورہ دریافت جو قطر اور محیط کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

اب بعض قارئین نے سوچا ہوگا کہ کیا ضروری ہے کہ کتوال دائرہ نما ہی ہو۔ یہ مثلث نما، مربع نما، مستطیل نما وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔

تو اس سلسلہ میں یہ کہہ دوں کہ امام احمد رضا نے جگہ ہی ان شکلوں کے کنوڑوں کو نظر نواز نہ کیا ہو مگر اسی مسئلہ کے جواب میں آگے مختلف شکلوں کی مساحت ان کی دوران کے ضلع وغیرہ کی بابت بالتسریح اور تحکم و مدال وضاحت کی ہے۔ اب قارئین نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام احمد رضا کا مقام علم ریاضی و ہندسہ میں کتنا بلند ہے۔ اسی طرح مذکورہ کتاب کے باب تیمم میں آپ نے جنس ارضی اور

اس LOGARITHMIE TABLE سے LOGARITHMIE

تک آتی ہے اس کا اندازہ بھی آپ دائرہ کے اسی معیاری مساحت سے کیجئے جو پانی کی اوپری سطح کے لئے اس واسطے ضروری ہے کہ اس کا پانی نجاست گرنے سے ہلاک نہ ہو۔ (آپ سوچتے ہوں کہ رقبہ کی اکائی میں مربع کا استعمال ضروری ہے تو اس کے لئے امام احمد رضا نے جدول کے آغاز کے پہلی صفائی پیش کر دی ہے بہر حال جدول میں مطلوب معلوم اپنی اپنی اکائیوں اور وسعتوں DIMENSIONS (UNITS AND MAGNITUDE) میں تصور کی جائیں۔ یہاں فارمولے کی جانچ صرف قدر پر کرنی ہے۔

$$\text{LOG } C = \text{LOG } A + \frac{1.0992099}{2}$$

$$= \text{LOG } 100 + \frac{1.0992099}{2}$$

$$= 2.0 + \frac{1.0992099}{2}$$

$$= 3.0992099$$

$$\text{OR } \text{LOG } C = 1.5496049$$

$$\text{BUT } 1.5496049 = \text{LOG } 35.449$$

$$\text{LOG } C = \text{LOG } 35.449$$

$$\text{HENCE } C = 35.449$$

یعنی دائرہ کا محیط یا دور ۳۵۵۴۴۹ آتا ہے اور اسی طرح قدر کی مقدار حاصل کرنے پر ۲۸۴۱۱۱ آتی ہے۔

کے بیچ ELECTRON کا لین دین ہوتا ہے جب جا کر ایک مرکب (نئی شے) کی تشکیل ہوتی ہے عام طور پر ELECTRON دیتے ہیں DONAR ATOM اور لینے والا ACCEPTOR کہلاتا ہے۔ زیادہ میں بھی عرف عام میں نرسو DONAR اور مادہ کو ACCEPTOR کہا جاسکتا ہے۔ لہذا زیادہ اور نکاح یا اتصال کی بابت تو موجودہ نظریے اور اعلیٰ حضرت کے بیان میں کافی ہم آہنگی نظر آتی ہے مگر ایک شے غور و فکر کے لئے باقی رہ جاتی ہے کہ کان سے نکلنے والی اشعاع تو بے شمار میں جسے لوم، سونا، چاندی، تانبا، ابرک، جتہ، کولم، وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ بھی چیزیں گندھک اور پارے کی مثل سے قلعن رکھتی ہیں؟

ممکن ہے آج کے ہر علم کیا اسے دہیات بھیجے مگر وہ یہ نہ بھولیں کہ آج کے FATHER OF MODERN SCIENCE یعنی THEORY OF EINSTEIN کو بھی ان کے ہم عصر دہیات تصور کرتے تھے۔

سطحی مطالعہ دے لے کیا گورہا ہی کہہ سکتے ہیں کہ پھر آج گندھک اور پارے باہمی ازدواجی اختلاط یا باہمی اتصال سے نت نئے معدنی عناصر یا مرکب کو ظور پذیر کیوں نہیں کرتے تو اس کے لئے میرا تباہی کننا کافی ہوگا کہ زیادہ کے باہمی اختلاط سے جو ایسی جیسی جنس ظور پذیر ہوتی ہے اس کے لئے بھی شرائط ہیں۔ نہ تو ہر جڑے ہی ہم جنس کی پیداوار کے لائق ہوتے ہیں اور نہ ایک ہی جڑا اپنی تمام عمر تک اس صلاحیت کو برقرار رکھتا ہے۔ اب کیا دی علی کے سبب بنی نئی شے کے موجودہ نظریے کی طرف آئے۔ کیا دوا سے یا عناصر ہر حال میں ایک ہی مرکب کی تشکیل کہتے ہیں؟ نہیں۔ بالکل نہیں قطعی نہیں۔ ہر کیا دی علی کے لئے کچھ نہ کچھ لازمی شرائط NECESSARY CONDITION ہوا کرتے ہیں۔ کوئی کیا دی علی عمل تیزابی واسطہ ACIDIC MEDIUM میں ہوتا ہے تو کوئی کھادی واسطہ BASIC MEDIUM میں کوئی آبی واسطہ تلاش کرتا ہے تو کوئی خشک واسطہ کہیں CATALYST کی ضرورت پڑتی ہے تو کہیں PROMOTOR کا کہیں ENZYMES کی ضرورت پڑتی ہے تو کہیں اونچے دباؤ یا اونچے درجہ حرارت کی کہیں نمی اور ہوا درکار ہوتی ہے تو کہیں خشکی اور خلا اگر ان شرائط کی تکمیل نہ ہو تو مادہ کیا دی علی میں حصہ لے ہی نہیں سکتے۔ تو کیا بے حد ہے کہ گندھک اور پارے ہی نے تمام معدنیات کو اس وقت ظور پذیر کیا ہو جب اس کے لئے معقول ماحول SUITABLE ENVIRONMENT دستیاب نہ ہو۔ مثلاً دباؤ۔ درجہ حرارت اور جگہ جہاں علی ہو۔

اب اگر کوئی علم کیا کا مہر اظہار نہی کرتا ہے تو وہی کیا میں دنیا کے عظیم مہر کیا ہے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس وقت زمین صرت یال کا گورہی اور اس میں ENERGY کے مساو کچھ نہ تھا تو سب سے پہلا مادہ MATTER جو وجود میں آیا وہ کون سا تھا؟ آج تو آئنسٹین نے ایک مرحلہ بھی طے کر دیا ہے

آگ کا تذکرہ اور ایک سو اسی چیزوں کے نام جن پر تیمم کیا جاسکتا ہے اور پھر ایک سو تیس چیزوں کے نام جن پر تیمم جائز نہیں اس تفصیل و وضاحت کے ساتھ مدلل تذکرہ کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں کہ آیا حضرت علوم دینی دینی کے محزن ہیں یا کہ منبع و سرچشمہ۔ اسی کو لیجئے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم جائز ہے جو جنس ارض ہو اور وہ چیز جس سے مغلوب نہ ہو اور ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک غیر جنس ارضی سے تیمم جائز نہیں ہو چاہے غیر سے زمین معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے جنس ارضی کی تجدید و تقدیر کا تفصیلی بیان شروع کیا ہے اور اس کو چار مقام پر تقسیم فرمایا ہے۔ مقام اول تجدید جنس ارض کے لئے مخصوص فرمایا ہے اس کے تحت پانچ الفاظ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

(۱) احتراق (۲) ترمیم (۳) لین (۴) دوبان (۵) انطباع

پھر ان الفاظ خمسہ کے معنی اور ان کی باہمی نسبتوں کا ذکر اس انداز سے فرمایا ہے کہ اہل علم کی نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے کہ علم کیا میں بھی امام احمد رضا کو کیا کمال اور بدیہی حاصل تھا۔ اس کی دلیل کو فتاویٰ رضویہ کتاب الطہارۃ سے نقل کرتا طویل کا باعث ہے اس لئے عبارتوں کے نقل کو ترک کرتا ہوں اور صاحب علم و فکر حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ مذکورہ کتاب کو صفحہ ۶۶۸ سے آخر تک مطالعہ فرمائیں بلکہ اچھا تو یہ ہوتا کہ اس بحث کو پورے طور پر مطالعہ کیا جاتا جس کا نام ”حسن التعمیم بیان حد التعمیم“ ہے۔

اس ضمن میں علم کیا سے تعلق رکھنے والے حضرات سے یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ SRNELTING 'ROASTING' COMBUSTION نیز METALHIRGY وغیرہ کے سلسلہ میں احتراق اور اس سے متعلقہ مذکورہ بالا الفاظ کی تفصیل بے حد معاون ہے۔ صرف معاون ہی نہیں بلکہ اس سے نئی راہ بھی کھلے گی جو COMBUSTION کے متعلق مزید معلومات فراہم کرے گی میرے خیال سے آگ اور آگ کا مادے پرانے سے متعلق جتنی باتیں آپ یہاں اس باب میں یکجا پائیں گے اسے آپ اگر نایاب نہ کہیں تو نہ کہیں کیا ضرور کہیں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ اسے اور اس قسم کے نسخہ کیا کو اگر BASIS بنا کر ریسرچ کیا جائے تو موجودہ علم کیا فقط ماضی کی یادیں کر رہے جائے گی۔ ایک اونگھی چیز جو اس باب میں دیکھنے کو ملی ہے وہ یہ کہ کان کی ہر جگہ گندھک اور پارے کے نکاح کی اولاد ہے۔ گندھک نہ ہے اور بارہ مادہ۔ یہ چیز علم کیا کے محقق کے لئے دعوت نکبہ یوں تو عناصر یا مادوں کے امین جو کیا دی علی ہوتا ہے اس میں LAW OF MASS ACTION اور LAW OF AFFINITY کو کافی دخل ہے۔

اول الذکر کے تحت ایک عنصر دوسرے عنصر کے لئے چاؤ لگن اور کشش رکھتا ہے جس کے تحت دونوں قریب آتے ہیں پھر دونوں کے جوہروں (ATOMS)

کہ ENERGY یعنی توانائی اور MATTER یعنی مادے آپس میں متبدل ہیں اور اس کے لئے اس نے جو مساوات ہمارے سامنے پیش کیا ہے $E = MC^2$ جہاں E توانائی، M مقدار مادہ اور C روشنی کی رفتار کو واضح کرتا ہے اس سے تو ہم یہ یہ عیاں ہو گیا ہے کہ آگ کے گولے زمین کی موجودہ شکل کو نہ کر حاصل ہوئی۔ مگر کچھ یہ کوئی بتا دے کہ پہلا مادہ جو ظہور پذیر ہوا وہ کونسا تھا؟ کیا وہ اب بھی موجود ہے اور کیا اس کی سابق خاصیت بدستور ہے؟ ہمارے قارئین یقین کریں کہ آج کی دنیا کا عظیم ترین سائنس دان بھی اس سوال کے جواب میں بنائیں جھانکتا نظر آئے گا۔

پھر کیا ہے ڈیجی رکھنے والے ہمارے قارئین کے ذہن میں دوسری بات یہ پیدا ہو سکتی ہے کہ دو عناصر کے باہمی عمل سے عنصر کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ مرکب ہی بن سکتا ہے تو اس کے لئے یہی کافی ہو گا کہ آج جب یورینیم URANIUM اور اسی جیسے زیادہ ATOMIC NUMBER والے عناصر کے BOMBARDMENT سے جب عنصر سے عنصر ظہور پذیر ہو سکتا ہے تو دو عناصر اپنے ایک نئے عنصر کی ظہور پذیری بعید از قیاس نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی عنصر سے عنصر نکلا ہوا اور دوسرے نے "وجہ عمل" کا کام کیا ہو۔

مزید برآں جب سارے عناصر کا جوہر آخر ایک ہی ہے یعنی ہر عنصر میں صرف PROTON, ELECTRON اور NUTRON ہی ہیں اور انہیں جزو عنصر کی تعداد کا فرق عناصر کے طبعی اور کیمیاوی خاصیتوں کے فرق کا سبب بنتا ہے اور عناصر کے ELECTRON کی تعداد توانائی کے ذریعہ گھٹائی یا بڑھائی جاسکتی ہے تو پھر عنصر سے دوسرے عنصر کی تشکیل پھر دوسرے سے تیسرے کی..... بعید از غم و فراست نہیں۔

اب میں اپنے قارئین کی توجہ امام احمد رضا کی فلکیاتی صلاحیت کی طرف

میں ڈول کرانا چاہوں گا۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم صفحہ ۶۱۹ کی بابت عرض کر رہا ہوں کہ ایک صاحب دین نے جب دریا فت کیا کہ رمضان شریف کی رات کے ساتویں حصہ کے باقی رہنے پر کھانا پینا چاہیے کہ نہیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ ترک کر دینا چاہیے تو اس کے جواب میں امام احمد رضا نے جفتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ نہ صرف آپ کی مذہبی معلومات کے گنج گرانمایہ کی عکاسی کرتا ہے بلکہ تلاش حق کے لئے آپ کی جو کاوشیں آپ کے جو عزائم تھے اس کے لئے بھی ہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

جواب میں اعلیٰ حضرت اپنے بھائی مشاہدوں اور فلکیاتی مطالعوں کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ مذکورہ عام طریقہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کبھی رات کا ہنوز چٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے اور کبھی ساتواں، آٹھواں، نواں یہاں تک کہ دسواں حصہ رہتا ہے کہ اس وقت صبح ہو جاتی ہے۔

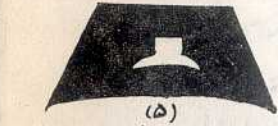
یہ تو فتویٰ کا اقتباس ہے۔ اب قارئین غور فرمائیں۔ سائل چونکہ شہر کمرہ بریلی کے رہنے والے تھے لہذا امام احمد رضا نے بریلی اور اس کے مضافات کے شہروں کے لئے رؤس اور شرح کا ایک ایسا نقشہ ہی مرتب کر دیا جو تمام مضافات کے لئے رات اور صبح کی نسبت کی نشاندہی کرتا ہے گا اور اس کا تجھٹ ہی نہ رہے گا کہ انتہائے وقت تحریکیا ہوگی۔ یہاں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ فاق حقیقی پر انطباق مرکز شمس جانب مغرب سے اسی پر انطباق مرکز جانب مشرق تک شب بخوبی ہے اور فاق حسی بالمعنی الثانی سے تجاؤر کنہ آفریں شمس جانب مغرب سے اسی فاق سے ارتفاع کنہ اولیں شمس جانب مشرق تک شب عری ہے۔ اس کی تحصیل میں دولوں جانب کے فاقوں کی گناہی شب بخوبی سے ساقط کئے جاتے ہیں اور فاق حسی مذکور سے تجاؤر کنہ آفریں شمس سے طلوع فجر صادق تک شب شرعی ہے۔

نقشہ مذکور درج ذیل ہے۔

تاریخ شمسی	راس برج	مقدار شب بخوبی	مقدار شب عری	مقدار شب شرعی	مربع منٹ	شب عری و شب منٹ	تخمینی نسبت
		گھنٹہ	گھنٹہ	گھنٹہ	منٹ	منٹ	
۲۰ مارچ	حمل	۱۲	۱۱	۵۴	۲۰	۱۰	۴۵۴
۲۲ اپریل	ثور	۱۱	۱۰	۵۴	۲۴	۹	۴۱۴
۲۲ مئی	جوزا	۱۰	۲۸	۲۲	۳۱	۸	۴۲۲
۲۲ جون	سرطان	۱۰	۱۲	۶	۳۶	۸	۴۰۶
۲۲ جولائی	اسد	۱۰	۲۸	۲۲	۳۱	۸	۴۱۴
۲۲ اگست	میزان	۱۱	۱۰	۵۲	۲۳	۹	۴۲۲
۲۳ ستمبر	میزان	۱۲	۰	۵۲	۱۹	۱۰	۴۱۲
۲۲ اکتوبر	عقرب	۱۲	۵۰	۴۲	۱۹	۱۱	۴۲۲
۲۲ نومبر	قوس	۱۳	۳۲	۲۲	۲۲	۱۲	۴۰۲
۲۲ دسمبر	جدی	۱۳	۲۸	۴۰	۲۵	۱۲	۴۰۲
۲۲ جنوری	دلو	۱۳	۳۲	۲۲	۳۲	۱۲	۴۰۲
۲۱ فروری	حوت	۱۲	۵۰	۴۲	۱۹	۱۱	۴۲۲

امام احمد رضا خاں

اس کے بعد ہی دونوں پہلو سپید ہو جاتے ہیں اور شمالاً و جنوباً اس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے۔ بعض نے اس وقت کو صبح قرار دیا ہے اور یہی احوط ہے اور بعض نے اسے بھی کاذب میں رکھ لیا ہے اور یہی اوس ہے۔



پھر آنا فنا جنوباً اور شمالاً پہلوؤں کی سپیدی پھیلنا شروع کرتی ہے اور خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے۔



یقینی جماعی صبح صادق ہے یہاں سپیدی والا عود ہنوز باقی ہے

مگر یہ سچی سپیدی جیسے جیسے جنوب و شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے اور وہ عموماً سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوئے فنا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نقشہ ۸، ۷ اور ۹ سے ظاہر ہے



(۹)



(۸)



(۷)

اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی ہے اور صحن و بام کو روشن کر دیتی ہے۔ یہ وقت اسفار کا ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلاف مستحب اسی طرح رویت ہلال کے سلسلے میں آپ نے

LOGRITHMIC CALCULATION سے زمین کے ایک درجہ کی قدر ۵۴۷.۵۴۷ میل نکالا اور پھر طویل تشریح کے بعد مسئلہ رویت ہلال کو بالکل صاف اور واضح کر دیا۔

امام احمد رضا کے یہاں ایک نادر چیز جو ملتی ہے وہ ہے وضاحت مسئلہ خواہ کسی موضوع کا ہو۔ روحانی ہو۔ ادبیاتی ہو، نفسیاتی ہو، علمی ہو یا مذہبی ہر جگہ مکمل وضاحت نظر آتی ہے اور تحریر میں وضاحت جب آتی ہے کہ تحریر کرنے والے کو موضوع بحث پر عبور حاصل ہو۔ چونکہ یہاں (الزخ آفا) کے موضوعات ہیں اور ان پر مدلل اور مکمل بحث ہے اس سے مجھے تو کم از کم یہی اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کی صلاحیت کسی نہیں بلکہ الہامی و وحی (دینی) ہے۔

علم نجوم یا علم توقیت سے تعلق رکھنے والے قارئین ہی اب بتائیں کہ کثیر مذکور کے لئے اتنا واضح چارٹ مرتب کرنے والے شخص کو ہم ماہر علم نجوم یا علم توقیت کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔

دوسرے مسئلہ سحر و صبح صادق و صبح کاذب کے متعلق صبح کاذب اور صبح صادق کا جو واضح نقشہ آپ نے پیش کیا ہے اس کی نظر کیسے نہیں ملتی۔ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے صرف کتابی باتوں پر اعتماد کیا نہ خالی دلائل ہندسہ پر نہ تنہا تجربہ و ذاتی مشاہدہ پر بلکہ سب کو جمع کیا اور پھر خدا داد ذہنی جدتوں سے کام لیا۔ ایک چونکا دینے والی جدت ملاحظہ کریں۔

صبح کاذب کو حدیث میں سبیل نبی لمبی اور صادق کو مستطیل یعنی پھیلی ہوئی فرمایا ہے۔

اولاً

بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے یعقبہ ظلماتہ فالافتح یکذبہ یعنی کاذب کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے۔ بعض کتب ہیت اور ان کے اتباع سے۔ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے رہتا ہے تو اس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب ۱۸ درجے کے انحطاط پر۔

سپیدی زمین کے کنارے یعنی افق سے نہیں اٹھتی بلکہ کچھ اونچائی سے اٹھتی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ افق میں بخارات کا اثر دام اور خطوط نظر کا صد ہا میل بخار وغیرہ کثافت کو طے کر کے افق تک جانا دھوپ کو نیلا کر کے دکھاتا ہے اور سرخی معلوم ہوتی ہے۔

بعض کتب میں واقع ہے کہ صبح رات کا ساواں حصہ ہے اب اسکی تفصیل اعلیٰ حضرت یہ بیان کرتے ہیں کہ صبح رات کا کون سا حصہ ہوگا یہ عرض بلد پر منحصر ہے۔ لیکن عام جگہوں کے لئے مندرجہ ذیل مشاہدہ ہے۔ جو نقشہ کے ساتھ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب شرق آج جہاں سے آفتاب نکلے کہ وہاں اس کی سپیدی میں یعنی دائرہ منطقہ البروج کی سطح میں کہہ بخار پر رات کی تاریکی میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جو صبح کاذب کی بنیاد ہے۔



(۱)

پھر شکلے یوں ہوتی ہے



(۲)



(۳)



(۴)

امام احمد رضا

بحثیت منطقی و فلسفی

شیر حسن بستوی صد مدرس جامعہ ناز العلوم ناپارہ ضلع بہار

متمم شیر حسن ضلع بستوی کے قریب ہیں اور الجامعۃ الاسلامیہ مبارک پور ضلع اعظم لکھنؤ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مدرسہ ناز العلوم ناپارہ میں صدر مدرس کے لئے تشریف لے گئے تقریباً دس سال سے وہیں درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ پیش نظر مضمون ان کی صلاحیت کا آئینہ ہے ہم شکر یہ کہ ساتھ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

یوں تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی محتاج قارف نہیں دنیا کے سینے کا گوشہ گوشہ ان کے علم و عرفان سے روشنی منور ہے مجھے منطقی و فلسفی حیثیت سے فاضل موصوف علیہ الرحمہ کا اجمالی قارف کرنا ہے۔ ویسے میری بساط ہی کیا کہ حضور مجدد مانتہ حاضرہ کا قارف کروں اس لئے کہ قارف و قریف فرع ہے معرفت کی اتوجہ تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ فاضل موصوف کا منطق و فلسفہ میں کیا مقام ہے تو کما حقہ قارف کیسے کوئی کر سکتا ہے پھر میری ہی بات نہیں بڑے بڑوں نے مجدد مانتہ حاضرہ کے جلال علی کا با تسلیم کیا ہے اور یہ بے ساختہ کہہ پڑے ہیں کہ سچ فرمایا فاضل بریلوی نے جس سمت آگے ہو سکے چھا دیئے ہیں۔

انہیں جس حیثیت سے بھی دیکھا جائے وہ اپنا ایک مقام رکھتے ہیں بصورت کی حیثیت سے ان کی ذات گرامی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو گروہ صوفیہ کے امام نظر آتے ہیں مفسر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو تفسیر میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ حدیث و ان کی حیثیت سے نظر ڈالئے محدث اعظم نظر آتے ہیں۔ فقہی حیثیت سے دیکھتے تو اپنے زمانہ کے امام اعظم نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ علامہ نے فرمایا کہ اگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ اہل میں ہو تے تو ان کے صاحبان کرام میں ہوتے۔ مخوی و صرفی حیثیت سے حضرت موصوف گرامی کو دیکھا جائے تو امام انعم و الصرف نظر آتے ہیں کہ سیو یہ بھی فاضل موصوف کے عہد مبارک میں ہوتا تو موصوف گرامی کی شاگردی کا شرف حاصل کرتا۔ شاعر و شاعری کی حیثیت سے دیکھتے تو نعت گوئی میں

حسان الوقت نظر آتے ہیں۔ اور ٹپے بڑے صوفیہ اور منطقہ و فلاسفہ آگے اشعار لغت کے مطالبہ سمجھنے سے قاصر ہیں نیز خوبی یہ کہ سارے علوم آپ کی شاعری میں ضم ہیں۔ علم ریاضی کی حیثیت سے فاضل موصوف کی ذات گرامی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اقلیدس بھی محو حیرت بن جائے۔ اور ریاضی کے بہت سے اصول موصوف کو باطل فرمادیا۔ اور بہت سے علوم ایسے ہیں جنہیں فاضل موصوف نے سر سے جھنم دیا۔ اور ان علوم میں رتبہ ایما دی پر فائز تھے۔ کیوں نہ ہو ایسا جبکہ علامہ زمن قطب وقت حضرت والد گرامی مولانا مفتی علی صاحب علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا تھا تم اپنے علوم و دینیہ کی طرف متوجہ رہو۔ ان علوم کو خرد کر لو گے۔ مولیٰ تعالیٰ عود بل اپنے مقبول و محبوب بندوں کے ارشاد میں برکتیں رکھتا ہے۔ منطقی و فلسفی حیثیت سے فاضل موصوف کو دیکھا جائے تو امام المنطق و الفلسفہ نظر آتے ہیں کہ اسطفا طالیس و بوعلی ابن سینا وغیرہا منطقہ آپ کے حلقہ درس میں آکر منطق و فلسفہ کا درس لیں۔ غرضیکہ حضرت موصوف گرامی کو جس حیثیت و جہت سے بھی دیکھا جائے وہ اس حیثیت سے امام ہی نظر آتے ہیں۔ اس لئے تو محدث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں ملک سخن کی شاہی تم کو درخشاں قسم جس سمت آگے ہو سکے چھا دیئے ہیں

سچ فرمایا فرماتے والوں نے علام الامام امام الکلام۔ منطق و فلسفہ میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ منطق و فلسفہ ہی سے منطقہ و فلاسفہ کے اکثر اصول مختصر و اصطلاح مرخرقہ کو باطل فرمادیا۔ منطقہ نے علم کی تعریف

کی ہے۔ الصورة الحاصلة من الشيء عند العقل۔ اس تعریف کو فاضل موصوف نے دو فرمایا۔ اور فرمایا کہ ان سہ ماہی کے اصل و فرع میں فرق نہ کیا۔ اگر علم نہ ہو تو حصول صورت کیونکر ہو مطلب یہ ہوا کہ علم سے حصول معلوم ہوتا ہے نہ کہ حصول صورت سے علم۔ اور جب مقسم باطل ہے تو اس جہت سے علم کا انقسام بھی تصور تصدیق کی طرف باطل ہو گیا نیز مناسطہ جملہ افعیٰ منطبق میں معرف و حجت سے بحث کرتے ہیں چونکہ ان کے وہاں معرف و حجت منطق کا موضوع ہے اور معرف کی چار قسمیں پڑتے ہیں حد تام حد ناقص رسم تام رسم ناقص قطع نظر ان اشتراکات سے کہ حد تام وغیرہ کی تعریفیں دوری ہیں۔ ذاتیات و عرضیات کی تکریم بہت مشکل ہے تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور آج تک مناسطہ حد تام کی مثال حیوان ناطق کے سوا کوئی دوسری مثال نہ پیش کر سکے بلکہ گڑھ نہ کے اور انسان کی یوں تعریف کی ہو حیوان ناطق۔ انسان کی تعریف ملکہ پر بھی صادق آتی ہے کیا ضروری ہے کہ حیوان جنس قریب اور ناطق فصل قریب ہو سکتا ہے کہ اس سے قریب تر کوئی دوسری جنس ہو وغیرہ اعتراض کو نظر انداز فرماتے ہوئے فاضل موصوف فرماتے ہیں کہ ان سہ ماہی کے جو انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کیا وہ بھی غلط کیا انسان پر حیوان ناطق کسی طرح صادق نہیں آتا۔ اس لئے کہ حیوان کی تعریف جسم نامی حساس متحرک بالارادہ کے کی اور ناطق کے معنی گڑھے مدرک کلیات و جزئیات و سبب نتائج جو اصلاً زبان عرب کے سامعین ہیں۔ ان مناسطہ سہ ماہی کے تو آواز نہ پر محدود کا مدار رکھا گھوڑا بھولنا مایل بلکہ صاحب حیوان ناطق انسان حیوان ناطق کلام کرنے والا ہے مزید دوسرے معنی گڑھے بلکہ کلیات و جزئیات۔ خیر ہوں ہی سہی اب سوال یہ ہے کہ انسان نام بدن کا ہے یا نفس ناطقہ کا۔ اگر انسان بدن کو کہا جائے تو بدن میں قوت اور ارک نہیں۔ اس لئے کہ اور ارک و استیلا نتائج کا رہ نفس ہے نہ کار بدن۔ اور اگر انسان نفس ناطقہ کو کہا جائے تو نفس حیوان نہیں اس لئے کہ نفس ناطقہ جسم نہیں اور نامی بھی نہیں بلکہ ان کے یہاں متحرک بھی نہیں ہے اور اگر دونوں کے مجموعہ کو انسان کہا جائے تو بقول مناسطہ نتیجہ ادون کے تابع ہوتا ہے حیوان و لد حیوان کا مجموعہ لا حیوان ہو گا اور ناطق و لا ناطق کا مجموعہ لا ناطق ہو گا غرض کہ انسان کی تعریف انسان پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ اس تعریف کو غلط ثابت کرنے کے بعد حضرت موصوف گرامی فرماتے ہیں کہ انسان نام روح متعلق بالبدن کا ہے اور روح کی معرفت بغیر معرفت رب حاصل ہو نہیں سکتی۔ اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا یعنی معرفت نفس اسی وقت حاصل ہوگی جب پہلے معرفت رب ہوئے بعض جہلاء

ز دقائے اس پل کر تے ہیں کہ نفس ہی رب ہے اور یہ کفر فاضل نے قل السراح من امر ربی نہ کہ معاذ اللہ ربی اور جو اپنی حقیقت سے جاہل ہو اور وہ دوسرے کی حقیقت کیسا بنا سکتا ہے جو اپنے آپ کو نہ جان سکے دوسرے کو کیا جان سکتا ہے ۛ تحت زنده کہاں جان نہیںانی تو از جاں زنده و جاں راندا نی

اور علم کی تعریف موصوف گرامی نے اس طرح کی ہے کہ علم وہ نور ہے کہ چوتھے اس کے دائرہ میں کوئی منکشف ہوگی۔ اور جس سے منقطع ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں ترسیم ہوگی۔ جب نلاسفہ مناسطہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے علم الہی کو کیا جانیں گے حق سبحانہ و تعالیٰ ذہن و صورت دار تمام نور عرضی سب سے پاک و سنترہ ہے اسکی علم حضور معلوم کا محتاج نہیں اس کا علم حضور و حصول و نول سے پاک و سنترہ ہے۔ اس کا علم اس کی صفات قدیمہ قائمہ بالذات و لا زائم نفس ذات ہے۔ اور کم و کیف سے سنترہ ہے۔ وہاں جوں و چرا و چگون کا دخل نہیں تو مناسطہ کا علم حق سبحانہ و تعالیٰ میں کلام کرنا کیسا جہل تام ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ارشاد ہوا تفکروا فی الخلق لا تفکروا فی ذات اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ فتمهلکوا۔ اللہ کی نعمتوں میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو ورنہ گمراہ و ہلاک ہو جاؤ گے۔ علم باری میں فکر کرنا اس کی ذات میں فکر کرنا ہے۔ اس لئے کہ اس کی صفات کو ذات سے کسی موطن میں بھی جدائی ممکن نہیں فاضل موصوف مناسطہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حیوانات بھی ناطق ہیں بلکہ ہر شے ناطق ہے۔ شجر و حجر دیوار و در ب ناطق ہیں نص ہے۔ انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء

موصوف گرامی کو علم میں انتہائی کمال حاصل تھا منطق کی مشہور کتاب ملا جلال میرزا مد کا حاشیہ عربی میں تحریر فرمایا حاشیہ شمس باز غریبی میں تحریر فرمایا اصول طبعی کا حاشیہ اردو میں لکھا اور بہت سی کتابوں کے حواشی شریح موصوف گرامی نے لکھے ہیں۔ کل آپ کی تصنیفات ایک ہزار بھی زائد ہیں جیسا کہ ملک العلماء حضرت مولانا قفر الدین علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا ہے تقریباً پچاس علوم و فنون میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور آپ کے حواشی و شریح اوروں کے حواشی و شریح کی طرح نہیں کہ متون و شریح سے ماخوذ ہیں بلکہ خود آپ کے افادات و افاضات میں اور جو رد و طبع کے جوہر بے بہا ہیں۔

اور جب فلاسفہ اپنے آپ کو فلسفی کہلانے والے حالانکہ فلسفہ جس کا نام ہے
ان سفہاء کو فلسفہ سے کوئی تعلق نہیں اسی لئے میں نے عرض کیا ہے کہ اگر
یہ موصوف گرامی کے دربار میں ہوتے تو موصوف گرامی سے منقذ
فلسفہ کیجئے فلاسفہ نے اپنے زعموات باطلہ پر ایسے کمزور دلائل پیش
کے ہیں جو ہر ذی فہم پر روشن ہے کہ فلسفہ جدیدہ کو اصلاً عقل سے ربط و
تعلق نہیں موصوف گرامی نے فلسفہ جدیدہ کے رد میں فوز میں در حرکت نہیں
نالی کتاب مستطاب تحریر فرمائی جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکت زین
باطل کی اور اس کے موعومات فلسفہ جدیدہ کو غلط ثابت فرمادیا اور وہ
روشن روز فرمائے کہ جن کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف پر آفتاب سے
زیادہ روشن ہو جائے گا کہ یقیناً فلسفہ کو عقل سے من نہیں اور فلسفہ
قدیمہ کے وہ دلائل جو حرکت زین کے رد میں تھے۔ ان دلائل کا بھی ابطال
فرمایا اور فرمادیا کہ فلسفہ جدیدہ کا طرح فلسفہ قدیمہ بھی باز یکہ اطفال سے
زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ فلسفہ قدیمہ کے رد میں الکلمۃ الملہمہ
نامی کتاب مستطاب تصنیف فرمائی جس میں فلسفہ قدیمہ کے بھی ایک ایک
زعموات باطلہ کا ابطال فرمایا فلسفہ قدیمہ کا پہلا مسئلہ جزو لا تجزئ کا ابطال
ہے اور جزو لا تجزئ پر فلاسفہ کے اکثر زعموات یعنی ہیں۔ جزو لا تجزئ
کے ابطال سے فلاسفہ کی فساد یہ ہے کہ جسم کی ہوتی و صورت سے ترکیب
ثابت کریں اور پھر اسی سے عالم کی قدامت ثابت کریں۔ اہل سنت و جماعت
کے نزدیک ذات و صفات باری تعالیٰ کے سو کوئی شے قدیم نہیں۔ قدامت
ذات باری تعالیٰ کو زیر یا ہے کائنات عالم کا ایک ایک فرد حادث مخرج
من العدم ہے جزو لا تجزئ فیاض مرصوف کے نزدیک باطل نہیں موصوف گرامی
الکلمۃ الملہمہ کے اکتیسویں مقام کے موقف اول میں فرماتے ہیں ”ہمارے
نزدیک جزو لا تجزئ باطل نہیں“ موصوف گرامی نے فلاسفہ کے دلائل
ابطال کا ابطال فرمایا اور جزو لا تجزئ کا امکان بلکہ اثبات فرمایا۔
متکلمین نے جزو لا تجزئ کے امکان پر جو دلائل قائم کئے ہیں اس کے بارے
میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نام نہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو
شرح مقاصد کے اندر قوی بتایا جزو لا تجزئ کا اثبات قرآن مقدس سے
فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ہنر قناہم کل ہمنہ قی
تتمیز یق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمیز یا قی نہ رکھی۔ سب
بالفعل کر دیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمیز قی موجود مراد نہیں ہو سکتی کہ
تحصیل حاصل ناممکن ہے۔ لاجرم تمیز قی ممکن مراد یعنی جہاں تک تجزیہ
کا امکان تھا سب بالفعل کر دیا تو ضروری تجزیہ ان احمد را منہ
ہوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں ورنہ کل مخرق نہ ہوتا کہ ابھی تمیز قی

باقی تھیں اور وہ اجزا اور جن کا تجزیہ ناممکن ہو وہ نہیں مگر اجزا را لا تجزئ
تو اس تقدیر پر حاصل یہ ہو کہ اجسام کے تمام اتصالات حصیہ کے ہر حصے
اور ہر حصے کے حصے باطل فرما کر ان کے اجزا را لا تجزئ در دور بکھرنے
کہ اب کسی جزو کو دو حصے جزو سے اتصال کسی بھی نہ رہا۔ موصوف گرامی قرآن
کریم سے استدلال کے بعد فلاسفہ کے دلائل کا ابطال فرماتے ہیں اور یہ
فرمادیا کہ جزو لا تجزئ باطل نہیں اور فلاسفہ کی ساری دلیلیں اتصال جزو
کو باطل کرتی ہیں۔ نفس جزو کا بطلان کسی دلیل سے بھی نہیں ہوتا۔ فلاسفہ
ترجیح بلا مرجح مطلقاً باطل مانتے ہیں۔ موصوف گرامی فرماتے ہیں کہ ترجیح
بلا مرجح کا بطلان مطلقاً باطل نہیں۔ مصدر اگر صرفت مصدر پر ہوا
ہی الفاعل ہو تو ہر گز محال نہیں بھائیہ واقعہ ہے ہاں مبنی للمفعول ہو تو محال
کہ وہی ترجیح بلا مرجح ہے اس کی مثال بیان فرمائی ہے کہ عقل انسانی میں
آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ وہ دو تصادفوں میں بے کسی ترجیح کے
آپ تخصیص کر لیتا ہے دو جام یکساں ایک صورت ایک نظافت کے
دونوں میں ایک سا پانی بھر اسو اس سے ایک قریب پر رکھ ہوں یہ چننا چاہے
اس میں سے جسے چاہے اٹھائے گا۔ ایک مطلوب تک دور اسے
بالکل برابر دیکھا ہوں جسے چاہے چلے گا۔ ایک سے دو کپڑے ہوں
جسے چاہے نکالے گا۔ فلاسفہ کا اصول ہے الواحد لا یصدر عن
الا الواحد یعنی جو واحد محض ہو اس سے ایک ہی شے کا صدر
ہو سکتا ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ ایسا ہی واحد ہے لہذا اس نے
صرف عقل اول کو بنایا ”نفوذ بالثمن مداد العقائد“ فلاسفہ
دو عقلیں اور لڑائیاں کے قائل ہیں حضرت موصوف گرامی اس قضیہ
نامرغیہ پر بہت سے سوالات قاہرہ قائم فرمائے ہیں کسی ایک کا جواب
فلاسفہ سے نہیں بن سکے گا۔ اور آخر میں فرمایا یہ قاعدہ الواحد
لا یصدر عن الواحد خود ہی باطل مردود ہے
اور عمل متناقضین ہے۔ اس لئے مؤثر من حیث مؤثر کا واحد محض
ہونا محال! اور تم نے اس کو ایسا ہی زہن کیا کہ وصف عنوانی کے حکم
ضمنی میں نقیضین کو جمع کر لیا۔ یعنی وہ واحد محض کہ ہرگز واحد محض نہیں
اس لئے ایک ہی شے صادر ہوگی ایسا جامع نقیضین خود ہی محال ہے
نہ کہ اس سے کسی شے کے صدور و عدم صدور کی بحث۔ نہ کہ اس سے
صدور و عدم کی تجویز اتراستنا کا حکم صریح بھی باطل۔ یہ ہے ماہرین فلاسفہ
کا تفلسفہ کہ ان کے عقلی سینا سے لے کر ملا محمد جوہری تک اسی
قسم کے لطالات کی پیروی کرنے آئے اور اب تک اس کے سوار
انہیں کچھ نہ مل سکا۔

تقریباً ۵۰ علوم و فنون میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور آپ کے حواشی و شرح اوروں کے حواشی و شرح کی طرح نہیں کہ متون و شرح سے ماخوذ ہیں۔ بلکہ خود آپ کے افادات و اضافات اور حوت طبع کے جوہر بے بہا ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھائیے ہیں۔

بقیہ: جدید سائنس کی روشنی میں

جیسے واضح، ٹھوس اور سلجھ ہوئے مذہب میں غیروں کے دام اطاع کے زیر اثر چمپ گیاں پھیلانا اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلام حنفی المذہب کے کٹر مخالف بھی جب آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں تو انگشت بہ دندان رہ جاتے ہیں کہ اب دین محمدی (علی ص) جیسا التحیہ والشار) پر کس رخ سے حملہ کیا جائے۔ حالانکہ ان پر روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہے کہ دین محمدی (علی ص) جیسا التحیہ والشار) سارے مذاہب عالم کے لئے اپنی مستحکم اور پائیداری کی بنا پر چیلنج کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ دین کسی بھی چمک کو قبول کرنے سے انکار کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

حضرت موصوف گرامی کو ہر علم میں انتہائی کمال حاصل تھا۔ منطق کی مشہور کتاب ملاجلال میرزا ہد کا حاشیہ عربی میں تحریر فرمایا۔ حاشیہ شمس بارغہ عربی میں تحریر فرمایا۔ اصول طبع کا حاشیہ اردو میں لکھا۔ اور بہت سی کتابوں کے حواشی و شرح موصوف گرامی نے تحریر فرمائے ہیں۔

کل آپ کی تصنیفات ایک ہزار سے بھی زائد ہیں۔ جیسا کہ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا

تھی کیونکہ کتب کے ذریعہ اتنے علوم پر عبور حاصل کر لینا عام ذہن کا کام تو ہو نہیں سکتا بلکہ انتہائی ذہن رسا کے بھی بس سے باہر ہی ہے۔ اس لئے اس بحر کو وہی، حدی اور فراست ایمانی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بہر کیف اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جس طرح بھی نوازا ہو، ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانی عالمی برادری کے لئے آپ کی شخصیت اور علمی استعداد قابل فخر رہے گی۔

آپ کی تصانیف جہاں غیروں کی حق طلبی کے لئے دعوت غور و فکر ہیں وہاں ہم میں سے ان کے منہ کے لئے زود وار طماچے بھی ہیں جنہوں نے اسلام

امام احمد رضا خاں کی اشاعت پر

ادارہ المیزان ممبئی کو

مبارکباد

محمد یوسف ایچ علی

ہاؤس آف بسٹ فرنیچر

۱۰۲۔ کھارٹنک روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

بارگاہ امام احمد رضا

میں

گلہائے عقیدت

پیش کرتا ہوں

ہمہ اقسام کے زیورات کے تاجر

ابراہیم منصوری

برہانی بلڈنگ، ٹن اسٹریٹ ممبئی ۴۰۰۰۰۳

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

امام احمد رضا کی روح پُرفستوح کو

انتہائی عقیدتوں کا نذرانہ

مَدَنِ سَہ عَوَشیہ

راہوڑی، تھانہ (مہاراشٹر)

عقیدہ فیتہ

خورشید اللہ خان

سٹی سرکل، نئی بستی

پہلی راہوڑی، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

تیری شان عالمانہ نے یہ ثابت کر دیا
تجھ کو زیبا ہے امامت سیدی احمد رضا



تالیفات

(۱)

امام احمد رضا کی تصنیفات

(۲)

امام احمد رضا پر کتابیں

تصنیفات

ماخوذ

میدان تصنیف ذالیف میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا دوسرے مصنفین و مولفین سے موازنہ کرنے پر یہ بخوبی سمجھیں آتا ہے کہ نہ صرف ان کے دور میں بلکہ ان سے پہلے کے ادوار میں بھی تحقیق و تدقیق، تجربہ علمی اور کثرت تصانیف کے لحاظ سے امام موصوف بلاشبہ نادر و نادر نگار بزرگ تھے اور جامعیت علوم میں نوکری بھی عالم آپ کا مقابل نہ ٹھہرے گا۔

آپ کے محبوب شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء و حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے آپ کی تصانیف کی فہرست کو ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر شائع کرایا ہے جس کا نام الجمل المحدث تصانیفات المحدث ہے۔ اس کتاب میں آپ کے تین سو چاس کتابوں کو شمار کرایا ہے جس میں سن تصنیف، زبان، مسودہ، مبیضہ یا مطبوعہ کی کیفیت اور مضامین کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ایک اندازہ کے مطابق فاضل بریلوی نے ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ حضرت ملک العلماء نے باوجودیکہ اپنی تصنیف میں سارے ہیچ کتابوں کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن امام احمد رضا کی تصنیفات کے ایک عظیم ذخیرہ کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ انھوں نے اپنے تئیں جملہ تصانیف کا تذکرہ کر ڈالا تھا مگر بعد میں انھیں ۹۹ رسائل و کتب ملے۔ اور انھوں نے تصریح فرمادی کہ یہ فہرست ۱۳۲۷ھ تک کی بھی مکمل نہیں ہے بلکہ اس وقت جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے درج کر دئے گئے وہ خود فراموش ہیں۔

وہ نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں بلکہ یہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقرائیں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل خدا سے امیدواری کہ اگر تفحص تام اور تمام قدیم و جدید دستوں پر نظر کی جائے تو کم و بیش پچاس رسالے اور کتبیں کہ پہلی بار اوائل صفر میں یہ فقیر اپنے زعم میں تمام تصانیف کی فہرست تمام کر چکا تھا پھر دوبارہ قدیم بستے اور فتویٰ کی جلدیں دیکھنے سے چھپا نوے رسالے اور کتبیں جن میں بعض مطبوعات تھیں کہ باوصف طبع مجھے یاد نہ آئے اور باقی سب مبیضہ پائے، (الجمل المحدث تصانیفات المحدث ص ۷)

علاوہ ازیں امام احمد رضا ۱۳۲۷ھ کے بعد لگ بھگ ۱۳ سال تک باجیات رہے اور آپ کی زندگی کے آخری دور کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دور آپ کی تصنیف و تالیف کا مصروف ترین دور تھا۔ ہم وقت تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ رہتے۔ مصروفیت کا عالم یہ تھا کہ ایک ایک دن میں کئی سو سوالات پیش ہوتے جن کے جوابات پورے اہتمام سے چھجائے جاتے اور ایک ایک دو دو دن میں پورا رسالہ قلم بند کر دیا جاتا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جائے کہ جس کی ابتداء اتنی شاندار تھی اس کی انتہا کا کیا عالم ہوگا۔

آئندہ صفحات میں ہم امام احمد رضا کی تصنیفات کی فہرست دے رہے ہیں جسے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے ترتیب دیا تھا۔ ان میں بہت سی وہ کتابیں جن کے سامنے غیر مطبوعہ لکھا ہے وہ زور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں مگر انھیں ہم نے بچسنہ نہ بننے دیا ہے ان ترتیب میں تغیر و تبدل ہوا ہے۔ نیز اس ضمنوں کو ترتیب دینے میں سوانح اعلیٰ حضرت مولانا بدر الدین احمد قادری صاحب کا بھی سہارا لیا گیا ہے اور حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب مفتی مکرزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف نے بھی تعاون فرمایا ہے۔ اس طرح ہم نے کل ۵۴۸ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جس کی تفصیل باعتبار ذیل درج ہے۔ ابھی بھی فاضل بریلوی کی تصنیفات کی فہرست نامکمل ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد تصنیفات و تالیفات کی فہرست کی طرف آگ آٹھانی لینگ کی مرکز مجلس ضاوتہ دینی اور اس کام کے لئے کسی باصلاحیت شخص کا انتخاب کریں جو کچھ ہو سکا حاضر ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔ (ایڈیٹر)

تفسیر

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	یہ زبان	کیفیت	موضوع
۱	۱۳۰۰	الزلزال الاثقی من بحر سبقتہ الاتقی	عربی	مبیضہ	آیہ ان اکرم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر اذ صدیق البرکی تفسیر
۲	۱۳۰۶	تأمل الراح فی فرق الزرع والریاح	فارسی	"	اطلاق زرع وریاح کا فرق
۳	۱۳۰۹	الذرا الحکم فی معانی مبیعا واستجیب لکم	"	"	اجابت دعلکے کیا کیا معنی ہیں اثر ظاہر ہونا دیکھ کر بیدل ہونا حاکت ہے۔
۴	۱۳۱۵	الصمصام علی مشکک فی آیتہ علوم الارحام	اردو	"	ڈاکٹر دل کا ادعا اور پار دیوں کا رد
۵	"	النفع الفاحش من مسک سورۃ الفاتحہ	"	مسودہ	سورہ فاتحہ سے فضائل حضور و رد وہابیہ
۶	"	حاشیہ تفسیر مریضادی شریف	عربی	"	"
۷	"	حاشیہ عنایت القاصی	"	"	"
۸	"	حاشیہ معالم التزیل	"	"	"
۹	"	حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن	"	"	"
۱۰	"	حاشیہ الدر المنثور	"	"	"
۱۱	"	حاشیہ تفسیر خازن	"	"	"

حدیث و اصول حدیث

۱۲	۱۲۹۶	النجوم الثواب فی تخریج احادیث اللوالب	عربی	مسودہ	فضائل علم میں رسالہ والد ماجد کے احادیث کی تخریج
۱۳	۱۲۹۶	الروض البہج فی آداب التخریج	"	"	حدیث کی تخریج میں عالم کو کس کس بات کا لحاظ دیکر کرے
۱۴	۱۳۰۵	البحث القاص عن طرق احادیث الخصائص	"	"	حدیث خصائص اقدس کے طرق و الفاظ کی جمع حادی
۱۵	۱۳۰۵	اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین	عربی اردو	مبیضہ	شفاعت اقدس میں چہل حدیث
۱۶	"	تلاوا الافلاک بحلال حدیث لولاک	"	مسودہ	حدیث لولاک کا ثبوت
۱۷	۱۳۰۶	ذیل المدحی لاحسن الوعا	اردو	مطبوعہ اہلسنت	دعا کے آداب و اوقات و مکانات و اسباب اجابت کے بیان میں رسالہ حضرت والد ماجد کا ذیل
۱۸	۱۳۰۹	انبار الخدائق بمسک النفاق	اردو	مسودہ	نفاق اعتقادی و علمی کا فرق اور اس کے بارے میں احادیث کثیرہ کا جمع کرنا
۱۹	۱۳۱۰	اعجب الامداد فی مکفرت حقوق العباد	"	مبیضہ	کن کن عمل کے سبب حقوق العباد سے نجات لاسکتی ہے
۲۰	۱۳۱۱	الہدایۃ المبارک فی خلق الملائکہ	"	"	لاملائکہ کی پیدائش و موت کا بیان
۲۱	۱۳۱۳	الہاد الکاف فی حکم الصفات	"	مطبوعہ مجتبیٰ	حدیث ضعیف پر عمل کے احکام
۲۲	"	مدارج طبقات الحدیث	عربی	مبیضہ	کتب حدیث کا تفرقہ مراتب
۲۳	"	الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ	عربی اردو	مسودہ	مناقب امیر معاویہ کی حدیثیں
۲۴	۱۳۲۳	الاجازۃ الرضویہ لکنتہ البہیۃ	عربی	مطبوعہ	علمائے مکہ کو حدیث کا اجازت نامہ مصنف نے دیا
۲۵	"	فصل القصاوی فی رسم الاقتا	عربی	"	"

نمبر شمار	تصنيف	نام كتاب	به زبان	كيفية	موضوع
۲۶		حاشیه الكشف عن تجاوزه الامه عن الالف	عربي		
۲۷		حاشیه صحیح بخاری شریف	"		
۲۸		حاشیه صحیح مسلم شریف	"		
۲۹		حاشیه ترمذی شریف	"		
۳۰		حاشیه نسائی شریف	"		
۳۱		حاشیه ابن ماجه شریف	"		
۳۲		حاشیه تبییر شرح جامع صغیر	"		
۳۳		حاشیه تقریب	"		
۳۴		حاشیه مستد امام اعظم	"		
۳۵		حاشیه کتاب الحج	"		
۳۶		حاشیه کتاب الآثار	"		
۳۷		حاشیه مستد امام احمد بن حنبل	"		
۳۸		حاشیه طحاوی شریف	"		
۳۹		حاشیه سنن دارمی شریف	"		
۴۰		حاشیه خصائص کبری	"		
۴۱		حاشیه کنز العمال	"		
۴۲		حاشیه ترغیب وترہیب	"		
۴۳		حاشیه کتاب الاسماء والصفات	"		
۴۴		حاشیه القول البدیع	"		
۴۵		حاشیه نیل الاوطار	"		
۴۶		حاشیه المقاصد الحسنة	"		
۴۷		حاشیه الآسلی المصنوع	"		
۴۸		حاشیه موضوعات کبیر	"		
۴۹		حاشیه الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ	"		
۵۰		حاشیه تذکرۃ الحفاظ	"		
۵۱		حاشیه عمدۃ القاری	"		
۵۲		حاشیه فتح الباری	"		
۵۳		حاشیه ارشاد الساری	"		
۵۴		حاشیه نصب الرایۃ	"		
۵۵		حاشیه جمع الوسائل فی شرح الشماک	"		
۵۶		حاشیه فیض القدر فی شرح جامع صغیر	"		
۵۷		حاشیه مرآۃ المفاتیح	"		

نمبر شمار	ترتیب	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۵۸		حاشیہ اشعۃ اللمعات	عربی		
۵۹		حاشیہ مجمع بحار الانوار	"		
۶۰		حاشیہ فتح الملیث	"		
۶۱		حاشیہ میزان الاعتدال	"		
۶۲		حاشیہ الحل المتناہیہ	"		
۶۳		حاشیہ تہذیب التہذیب	"		
۶۴		حاشیہ خلاصہ تہذیب الکمال	"		

عقائد و کلام

۶۵	۱۲۸۵	صوۃ النہایت فی اعلام المحمد الہدایت	عربی	مبیضہ	حمد و ہدایت کی تعریف
۶۶	۱۲۹۰	السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور	"	مسودہ	مسئلہ صفات باری تعالیٰ و تحقیق نزہت و ہدایت
۶۷	۱۲۹۴	معیبہ الطالب فی شیون ابی طالب	اردو	مبیضہ	شرح المطالب میں شامل کردیا گیا
۶۸	۱۲۹۷	مطلع القمرین فی امانۃ سبقتہ العربین	"	مسودہ	تفصیل شیخین میں کمال مسودہ کتاب
۶۹	۱۲۹۸	اعتقاد الاحباب فی الجہل والمصطفیٰ والالہ والاصحاب	"	مبیضہ	اللہ و رسول، اصحاب آل کے باب میں اہلسنت کے اعتقاد
۷۰	۱۳۰۰	البشری العاجل من تحف آجلہ	عربی	مسودہ	تفضیلیہ و مفسقان امیر معاویہ کا رد
۷۱	۱۳۰۴	مفتاح الحدیر علی خد المطلق الجدید	اردو	مبیضہ	کتاب المنطق الجدید کا خلاف عقائد ہونا
۷۲	۱۳۰۵	تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین	"	مطبوعہ	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نسب انبیاء سے افضل ہونے کا بیان
۷۳	"	حیات الوات فی بیان سماع الاموات	"	"	اموات کے دیکھنے اور سننے کا بیان
۷۴	۱۳۱۲	الکوکتبہ الشہابیہ فی کفریات ابی الوابیہ	"	"	سنن و جہ سے امام دہلوی پر فقہاء کے نزدیک لازم کفر
۷۵	۱۳۱۲	عرش الاعزاز والاکرام لاولیٰ الملک الاسلام	"	مسودہ	مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
۷۶	"	ذب الامواء والواہبہ فی باب الامیر معاویہ	"	نا تمام	امیر معاویہ پر سے مطاعن کا دفع
۷۷	"	فتاویٰ القدوہ لکشف دین الذوہ	"	مطبوعہ	رد عقائد نکرندہ
۷۸	۱۳۱۷	فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین	"	"	ردندہ میں حرمین شریفین کے فتوے
۷۹	۱۳۱۸	قواعد القہار علی الجنتۃ الفجار	"	مبیضہ	دہلوی کے اس خیال کا رد کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے
۸۰	۱۳۱۹	المقال الباہر ان منکر الفقہ کافر	"	"	فقہ کا منکر کافر ہے
۸۱	۱۳۲۰	المعتمد المستند بناؤ نجاة الابد	عربی	مطبوعہ	عقائد اہل سنت کا بیان اور طوائف حادثہ باطلہ کا رد
۸۲	۱۳۲۰	السوۃ والعقاب علی المیخ الکذاب	اردو	"	قادیانی کی تکفیر
۸۳	"	رد الرفضہ	"	"	رد افض زمانہ سخی کے وارث نہیں اور نہ ان سے نکاح
۸۴	۱۳۲۲	دفعۃ الباس علی جاحل الفاتحہ والفلق والناس	"	مبیضہ مطبوعہ	جو سورہ فاتحہ یا معوذتین کی قرأت کا منکر ہے کافر ہے
۸۵	۱۳۲۳	قہر الدیان علی مرتد بقادیان	"	مطبوعہ	رد خبیثات قادیانی
۸۶	۱۳۲۴	حسام الحرمین علی مخر الکفر والمین	عربی	"	علماء و دہلیہ کے بارے میں حرمین شریفین کے فتوے
۸۷	۱۳۲۵	مبین احکام و تصدیقات اعلام	اردو	"	ترجمہ حسام الحرمین

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۸۹	۱۳۲۵	الفیوضات الملیکۃ لمحہ الدولۃ الملیکۃ	عربی	مسمودہ	الدولۃ الملیکۃ کا حاشیہ
۹۰	۱۳۲۶	تمہید ایمان بآیات قرآن	اردو	مطبوعہ	شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے
۹۱	"	دلائل باغ سخن السجود	"	"	امکان کذب میں خیالات و ہامیہ کا رد
۹۲	"	المبین ختم النبین	"	مسمودہ	خاتم النبیین میں لام کی تحقیق
۹۳	۱۳۲۷	مقال عرفا باعزاز شرع و علماء	"	زیر طبع	جو طریقت و شریعت میں تفریق کرے بدین ہے ادراہل طریقت علم و علماء کے محتاج ہیں۔
۹۴	۱۳۱۲	لمحۃ الشمعہ لہدی شیعۃ الشیعہ	"	مسمودہ	تفضیلہ و تفسیقہ کے متعلق مسائل سوالوں کا جواب
۹۵	۱۳۰۵	الجرح الراجح فی بطن الخوارج	"	مبیضہ	تفضیلہ و مفسدہ کا بیان
۹۶	۱۳۰۴	الصصام الجہدی علی حق الیاء المفسری	"	مبیضہ	تفضیلہ و مفسدہ کا بیان
۹۷	۱۳۲۴	مبین الہدی فی نفی امکان المصطفیٰ	"	مطبوعہ	مثل مصطفیٰ محال ہے
۹۸	۱۳۱۵	الصمام الربانی علی اسراف القادیان	"	مطبوعہ	عقائد قادیان کا رد
۹۹	۱۳۲۳	ظفر الدین الجدی طقبہ بطش عین	"	"	مسئلہ غیب میں سوالات
۱۰۰		العقائد والکلام	اردو		
۱۰۱		الفرق الوجیز بین النبی المرید والہادی الرجیز	"	"	
۱۰۲		دوام العیش فی الائمۃ من قریش	"	"	
۱۰۳		حاشیہ شرح فقہ اکبر	عربی		
۱۰۴		حاشیہ خیالی علی شرح النفاذ	"		
۱۰۵		حاشیہ شرح عقائد عضدیہ	"		
۱۰۶		حاشیہ شرح مواقف	"		
۱۰۷		حاشیہ شرح مقاصد	"		
۱۰۸		حاشیہ سامرہ و مسایرہ	"		
۱۰۹		حاشیہ التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ	"		
۱۱۰		حاشیہ الیواقیت والجواہر	"		
۱۱۱		حاشیہ مقاصد السعادۃ	"		
۱۱۲		حاشیہ تحفۃ الاخوان	"		
۱۱۳		حاشیہ الصواعق المحرقہ	"		
۱۱۴	۱۲۹۲	تنبیہ الجہال بالہام الباسط التعال	اردو	مطبوعہ	چھ خاتم النبیین والوں کا رد
۱۱۵	"	جوابہا لے ترکی بہ ترکی	"	"	"
۱۱۶	۱۳۰۰	الرائحۃ العنبریۃ عن الحجۃ الجہدیریۃ	"	"	مسئلہ تفضیل و تفضیل من جمیع الوجوہ کا بیان
۱۱۷	۱۳۰۷	اخباریہ کی خبرگیری	"	"	مسئلہ امکان کذب باری کا بیان
۱۱۸	۱۳۲۶	چابک لیث براہل حدیث	"	"	جناب خدا و رسول میں عقائد و ہامیہ کا رد

فقہ و اصول فقہ، لغت فقہ، فرائض، تجوید

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۱۱۹	۱۲۹۵	نقاء النیرہ فی شرح الجوہرہ لمطب بہ النیرہ	اردو	مطبوعہ	مسائل حج و زیارت کا بیان بہ رسالہ باداؤل کے حج میں مکین ایک دن میں تالیف کیا۔
۱۲۰	۱۲۹۸	احکام الاحکام فی تناول من یدرس بالحرام	"	مبیضہ	مال حرام والہ کے ساتھ معاملات اور ان کے نفقات
۱۲۱	"	انفس البقر فی زبان البقر	"	"	ہندوستان میں گلے کی قربانی بیان
۱۲۲	"	الامر باخرام المقابر	"	مطبوعہ	الہاک الوہابین میں شامل کر دیا گیا
۱۲۳	۱۲۹۹	آقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لبتی تہامہ	"	مبیضہ	مسئلہ قیام و مجلس میلاد مبارک
۱۲۴	"	حسن البرامہ فی تنفیذ حکم الجماعۃ	عربی	مسودہ	جماعت اولیٰ اور مسجد واجب ہے
۱۲۵	"	النیم القیم فی فرحتہ مولد النبی الکریم	اردو	مطبوعہ	اشافۃ الکلام میں شامل کر دیا گیا
۱۲۶	۱۳۰۰	بذل الصفا، لیلہ المصطفیٰ	"	مبیضہ	عبدالنبی، نبی بخش ناموں کا جواز
۱۲۷	۱۳۰۱	منیر العین فی حکم تقبیل الابرہین	"	مطبوعہ	اذان میں نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا
۱۲۸	"	المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ	عربی	مسودہ	جو بدعت کفری رکھتا ہو تمام احکام میں مثل مرتد ہے
۱۲۹	"	الجلل المدردان ساب المصطفیٰ مرتد	عربی اردو	مبیضہ	حضور کی شان میں ادنیٰ گستاخی ارتداد ہے
۱۳۰	۱۳۰۲	اجود القری لمن یطلب الصمتۃ فی اجارۃ القری	اردو	"	دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام ہے اور جواز کی یہ صورت ہے
۱۳۱	"	لینم الصبار فی ان الاذان یجوز الوہاب	"	مسودہ	رفع و باکو اذان
۱۳۲	۱۳۰۳	الاعلیٰ من السکر لطلبتہ سکر و سکر	"	مطبوعہ	شکر و سرور وغیرہ صدا جزئیات کا قانون
۱۳۳	"	جمال الاجال لتوقیت حکم الصلوۃ فی النعال	عربی	مسودہ	نیا جوتا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے
۱۳۴	"	منزع المرام فی التداوی بالحرام	"	نا تمام	حرام چیز بطور دوا استعمال نہیں ہو سکتی۔
۱۳۵	۱۳۰۴	معدل الزال فی اثبات الہلال	اردو	مبیضہ	انجن اسلامہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی
۱۳۶	"	طوال النور فی حکم السرج علی القبور	"	نا تمام	قبروں پر چراغ جلا نا کیسا ہے۔
۱۳۷	"	البارئۃ اللہ علی ساعد نطق بالکفر طوعا	عربی	مسودہ	جو قصد الکفر کفر کہے کافر ہے۔
۱۳۸	"	جل مجید ان المکررۃ تنزیہا لیس بمعصیہ	"	"	مکررہ تنزیہی جائز ہے گناہ کہنا خطا ہے
۱۳۹	"	اذا رالانتباہ فی حل تداء یا رسول اللہ	اردو	"	یا رسول اللہ باعلیٰ کہنے کا جواز
۱۴۰	۱۳۰۵	انہار الاثوار من یم صلاۃ الامار	"	مطبوعہ	نماز غوثیہ کا ثبوت
۱۴۱	"	الیسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمجل	"	مبیضہ	زوجہ بعد وطی ہم محل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے
۱۴۲	"	النہی الکید عن الصلوۃ ورا بدی التقليد	"	"	غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے
۱۴۳	"	صیفیل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	عربی	"	حرمین میں مجاور نہ ہو کر رہنا کیسا ہے
۱۴۴	"	انکال الہلال بابطال ما حدث الناس فی امر الہلال	اردو	مطبوعہ	چاند کی خبر میں تاخیر و خط کا اعتبار نہیں
۱۵۵	"	باب غلام مصطفیٰ	"	مبیضہ	شامل رسالہ بذل الصفا کیا گیا
۱۵۶	"	التجربیات التذیر	"	"	تقدیر پر ایمان کے ساتھ تدبیر سنت اور منکر گمراہ
۱۵۷	"	احسن المقاصد فی بیان ماترہ عنہ المساجد	"	نا تمام	کیا کیا کام مسجد میں ناروا ہیں

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۱۳۸	۱۳۰۵	ازین کافل حکم العقدہ فی المکتوبہ والنوافل	عربی	نا تمام	فرض و نفل میں عقدہ فرض ہے یا واجب۔
۱۳۹	۱۳۰۶	صفائح الجبین فی کون النصارى بلفی الیدین	اردو	مطبوعہ	مضافہ دولوں یا تھوں سے سنت ہے
۱۵۰	"	اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام	عربی	مبیضہ	ہندوستان دارالحرب نہیں
۱۵۱	"	تبیان الوضوء	اردو	"	وضو و غسل کی احتیاطیں
۱۵۲	"	الحلاوہ والطلاوہ فی کلم توجب سجود التلاوہ	عربی	مسودہ	سجدہ تلاوت کتنا پڑھنے سے واجب ہو تا ہے
۱۵۳	۱۳۰۷	حکم رجوع من ولی فی نفقۃ العرس والجماع والحلی	اردو	مبیضہ	دلہن کو جہیز یا شادی میں خرچ وغیرہ کا حکم
۱۵۴	"	الملح الملیحہ فیما یجوز عن اجزاء الذبیح	عربی	مسودہ	ذبیحہ سے بایں چیزیں کھانے کی ممانعت
۱۵۵	"	الزہر الباسم فی حرمتہ الزکوۃ علی بنی ہاشم	اردو	مطبوعہ	سادات کو زکوۃ کھانا حرام ہے
۱۵۶	"	تجلی الشکوۃ لاناۃ اسئلۃ الزکوۃ	"	"	مسائل زکوۃ کے بیان
۱۵۷	"	التبصیر النجد بان صحن المسجد	"	مبیضہ	مسجد کا صحن بھی مسجد ہے۔
۱۵۸	"	حک العیب فی حرمتہ تسوید الشیب	"	"	سیاہ خضاب حرام ہے
۱۵۹	"	حقۃ المرحان لہم حکم الدخان	"	مطبوعہ	حقہ اور تمباکو کے احکام
۱۶۰	"	عباب الاذکار لانکاح بحد الاقرار	"	مبیضہ	صرف اقرار و وزن سے ہی نکاح نہیں
۱۶۱	"	الحجۃ الفاتحۃ لطیب التعلیم والفاتحۃ	"	"	دن معین کرنے اور ناکحہ کا بیان
۱۶۲	"	سرور العید السعید فی حل الاعداء بعد صلوۃ العید	"	"	نماز عید کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت
۱۶۳	"	الصافیۃ الموحیہ لحکم جلود الایضیہ	عربی	"	پوست قربانی مسجد و مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے۔
۱۶۴	"	الطہ فی ستر العورہ	"	مسودہ	مروڑن کے ستر و عورت کا بیان
۱۶۵	۱۳۰۸	الحرف الحن فی الکتابۃ علی الکفن	"	مبیضہ	کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا بیان
۱۶۶	"	البرہ المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال	"	"	بوسہ ہاتھ نہ لگنے کا بیان
۱۶۷	"	فتح الملیک فی حکم التملیک	عربی	"	تملیک نام و وہبہ نام میں کوئی فرق نہیں
۱۶۸	۱۳۰۹	الطیب الوجیز فی امتنع الورق والایرین	اردو	"	چاندی سونے کے استعمال کا بیان
۱۶۹	۱۳۱۰	رفیع المارک فی حکم السواب واطرح المالک	"	"	لنگا میں گنہہ وغیرہ ڈالنے کا بیان
۱۷۰	"	جلل الصوت لہی الدعویۃ امام الموت	"	"	اہل میت کی طرف سے اغنیاء کی دعوت
۱۷۱	"	یسر الزادین ام الضاد	عربی	مسودہ	تحقیقات حرف ضاد در راہ ماہرہ و کم شد
۱۷۲	۱۳۱۱	الامن والعلی لما عتی المصطفی بدفع البلاء	اردو	مطبوعہ	فضائل اقدس و شرک باہم میں بے مثل کتاب
۱۷۳	"	برکات الامداد لاہل الاستمداد	"	"	اولیاء سے استعانت کا ثبوت
۱۷۴	"	بذل الجواز علی الدعاء بعد صلوۃ الجنائز	"	"	نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا کا جواز
۱۷۵	"	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	"	مبیضہ	الفاظ طلاق کا بیان
۱۷۶	"	المنہ والدرد لمن عمر منی آردر	"	مسودہ	منی آرڈر کرنا روا ہے
۱۷۷	۱۳۱۲	وشرح المجیدی تحلیل معانقۃ العید	"	مطبوعہ	عید کے بعد معانقہ اور نمازوں کے بعد مضافہ جائز ہے
۱۷۸	"	وصاف الرحیم فی بسملۃ التراتوج	"	"	ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار پڑھنا ہے
۱۷۹	"	القلادۃ المرصعۃ فی بحر الاجوبۃ الاربعہ	"	مبیضہ	اشرف علی تھانوی کے چار فتوؤں پر تحریر

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۱۸۰	۱۳۱۲	سبل الاصفیاء فی حکم الذبح لایلیاء	اردو	مطبوعہ	مدار کے مرغ اور چیل تن کی کائے وغیرہ کا حکم
۱۸۱	"	ستر جمیل فی مسائل السراوی	"	مبیضہ	ڈھیلے جاموں کا بیان
۱۸۲	"	اطائب التہانی فی النکاح الثانی	"	"	نکاح ثانی میں تشدد باطل ہے
۱۸۳	"	راد القحط والواید عوۃ الحیران ومواساة الفقراء	"	"	قحط و وبا میں مسلمانوں کی دعوت نافع ہے
۱۸۴	"	سلب الثلب عن القائلین بطہارة الکلب	عربی اردو	"	کتے کے کچن وغیرہ میں ہونے کا بیان
۱۸۵	"	رعایۃ الممنۃ فی ان التہجد نفل اوسنہ	"	"	تہجد نفل یا سنت ہے
۱۸۶	"	حق الاحقاق فی حادثۃ من نازل الطلاق	"	"	مسئلہ طلاق کی نفیس تحقیق
۱۸۷	۱۳۱۳	حاجزہ الجرحین الواقع عن جمیع الصلاتین	اردو	مطبوعہ	سفر میں دو نمازیں ملا کر پڑھنا جائز نہیں
۱۸۸	"	لواح البہا فی المصلحۃ والادب عقیبہا	فارسی	مبیضہ	جمع کے لئے شرط شہر
۱۸۹	"	الکاس الدیاق باضافة الطلاق	عربی	"	طلاق میں زوجہ کی طرف اضافت و نسبت
۱۹۰	"	القطوف الدرانہ عن احسن الجماعۃ الثانیہ	عربی اردو	"	جماعت ثانیہ کا جواز اور اس کی تفصیل
۱۹۱	"	الرد لا شد البہی فی بحر الجماعۃ علی الکفگی	اردو	مسودہ	جماعت ثانیہ کے بارے میں
۱۹۲	۱۳۱۴	نقد البیان لمحرمۃ انتہی اللبان	عربی	مبیضہ	دودھ کی بھتیجی حرام ہے
۱۹۳	"	ہادی الاضحیۃ بالشار الہندیہ	اردو	"	چھ مہینے کی بھیڑ قربانی میں روا ہے
۱۹۴	۱۳۱۵	لمتۃ الضحیٰ فی اعفاء العقی	"	مطبوعہ	دار طہی رکھنے کا وجوب
۱۹۵	"	النبی الحاجر عن تکرار صلاۃ الجنائز	"	"	ایک جنازہ پر دو بار نماز جائز نہیں
۱۹۶	"	شفاء الوالد فی موار الحبیب ومزادہ ونعالہ	"	"	نقشہ مزار مبارک و نفل مبارک کا ادب
۱۹۷	"	مروج النجا و خروج النساء	"	مبیضہ	عورت کو کہاں جانا جائز ہے
۱۹۸	"	تجویز الرد عن تجویز الابد	"	"	ولی ابد کا کیا ہوا نکاح
۱۹۹	"	ہمتۃ النساء فی تحقیق المصاہرہ بالزنا	"	"	ساس کو شہوت سے چھونے کے احکام
۲۰۰	"	الاعلام بحال النجور فی الصیام	"	مطبوعہ	دھوپیں سے روزہ کے احکام
۲۰۱	"	التحریر الجدید فی حق المسجد	"	مبیضہ	مسجد کی اشیاء کے احکام
۲۰۲	۱۳۱۶	الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین	"	مطبوعہ	سماع موتی کا بیان
۲۰۳	"	ازالۃ العار بحج الکرام عن کلاب النار	"	"	بد مذہب سے شادی کا بیان
۲۰۴	"	تفاسیر الاحکام لعدیۃ الصلوۃ والصیام	"	مبیضہ	بعد موت نماز و روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل
۲۰۵	"	انج المجدی فی حفظ المسجد	"	"	مسجد قدیم پر سے دعوتوں کا رد
۲۰۶	۱۳۱۷	الشرعۃ البہیۃ فی تحدید الوصیۃ	"	"	وصیت کی تعریف اور ان کی دونوں قسموں کا بیان
۲۰۷	"	ماحی الضلالہ فی انجۃ الہندیہ و نجالہ	"	"	منہر و بنگال کے رائج نکاحوں کی اصلاح
۲۰۸	"	الحجج الصادق عن منن الضاد	"	مطبوعہ	مسائل حرف ضاد اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ
۲۰۹	۱۳۱۸	ابجل ابدع فی حد الرضاع	عربی	نامتام	دودھ رضاع میں قول امام کی تحقیق
۲۱۰	"	لب الشوریٰ باحکام الشوریٰ	"	مبیضہ	موتے سروریش وغیرہ کے متعلق احکام
۲۱۱	"	خیر الامال فی حکم الکسب والسوال	"	"	کمانے اور سوال کرنے کے احکام

نمبر شمار	ترتیب	نام کتاب	زبان	کیفیت	موضوع
۲۱۲	۳۱۸	الفقه التمجیل فی عین النارجلی	عربی	مسودہ	در بارہ اشرف قول امام کی تحقیق
۲۱۳	"	افصح البیان فی حکم مزرع ہندوستان	عربی اردو	مطبوعہ	ہندوستان کی زمین پر شرعی وظیفہ
۲۱۴	۱۳۲۰	الحلیۃ الاسماء حکم بعض الاسماء	اردو	"	بعض ناموں کا جواز و عدم جواز
۲۱۵	"	طریق اثبات الہکال	"	مبیضہ	ثبوت ہلال کے سات طریقوں کا شرعی بیان
۲۱۶	"	یتجان الصواب فی قیام الامام فی المحارب	فارسی	"	معانی محارب اور اس میں قیام امام کی تحقیق
۲۱۷	"	نور المجہرہ فی السمرۃ السکرہ	عربی	"	مجار کا بیہ
۲۱۸	"	الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل	عربی اردو	مسودہ	احتلام اور تری دیکھنے کی صورتیں
۲۱۹	"	مراقۃ الجان فی البہوط عن المنیر لدراج السلطان	اردو	مبیضہ	حطیث میں مدح سلطان کی وقت ایک طرحی اترنے کا بیان
۲۲۰	"	اجل البیتر فی حکم السماع والمزایم	"	"	سماع و مزامیر و وجد کا بیان
۲۲۱	"	را فی زاعیان معروف بہ دفع زیع زاع	اردو	مطبوعہ	کوئے کی حرمت کا بیان
۲۲۲	"	ادوی الملعہ فی اذان الجمعہ	"	"	جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد
۲۲۳	۱۳۲۱	افق الحکومتہ فی فصل الخصومہ	"	مبیضہ	ایک مقدمہ کا فیصلہ
۲۲۴	"	اعالی الافادہ فی تقریرۃ الہند و بیان الشہادۃ	"	مطبوعہ	تقریر داری، شہادت نامہ وغیرہ کا بیان
۲۲۵	"	افقہ المجاہدین عن حلف الطالب علی طلب الموائیہ	"	مبیضہ	شفیع کا طلب موائیہ
۲۲۶	۱۳۲۲	آکدہ تحقیق بیاب التعلیق	فارسی اردو	"	تعلیق طلاق کا بیان
۲۲۷	"	اہلک الوہابین علی توہین قبور المسلمین	اردو	مطبوعہ	قبر مسلم پر چلنا اور مکان بنانا
۲۲۸	۱۳۲۳	ہدایۃ الجنان باحکام رمضان	"	مبیضہ	مسائل متعلقہ رمضان
۲۲۹	"	ہادی الناس فی ہشیار من رسوم الاعراس	"	"	شادی کی رسومات سے متعلق
۲۳۰	"	ما یجلی الاصر عن تحديد المصیر	"	"	معنی شہر اور نماز جمعہ و عید کا بیان
۲۳۱	"	رد القضاۃ الی حکم الولاۃ	"	"	ریاستوں کے فتوے جو بطور مراعات آئے
۲۳۲	۱۳۲۴	الجدو المحلو فی ارکان الوضو	عربی اردو	مطبوعہ	وضو کے علمی و اعتقادی فرائض
۲۳۳	"	تنویر القندیل فی احکام المنذیل	"	"	بعد وضو غسل بدن پوچھنا
۲۳۴	"	الطراز المحکم فیما ہوحدث من احوال لدم	"	"	کیسے خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا
۲۳۵	"	ملح الاحکام ان لادخول من الزکام	"	"	زکام سے وضو نہیں جاتا
۲۳۶	"	ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال	اردو	مبیضہ	سمت قبل کہاں تک ہے
۲۳۷	"	الحق المجتہل فی احکام المبتلی	"	"	جذامی سے بھاگنے نہ بھاگنے کی تحقیق
۲۳۸	"	کفل الفقیہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم	عربی	مطبوعہ	نوٹ سے متعلق مسائل کا بیان
۲۳۹	۱۳۲۵	نبہ القوم ان الوضو من ای لوم	عربی اردو	"	کیسے سونے سے وضو نہیں جاتا
۲۴۰	"	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	اردو	"	طاعون سے بھاگنا حرام ہے
۲۴۱	"	السہم الشہابی علی خداع الوہابی	"	مبیضہ	ایک غیر مقلد کی کتاب کا رد
۲۴۲	۱۳۲۶	نفقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب	اردو	مطبوعہ	سرور کائنات کو شہنشاہ وغیرہ کہنا
۲۴۳	"	مفاد المجر فی الصلوۃ بمقبرۃ اوجنب قبر	"	مبیضہ	قبر یا مقبرہ کے پاس نماز پڑھنے کی تحقیق

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۲۴۲	۱۳۲۶	بدرالانوار فی آداب الآئاد	اردو	مبیضہ	تبرکات شریف کے متعلق احکام
۲۴۵	۱۳۲۷	الہادی الحاجب عن جنازة الغائب	"	مطبوعہ	غائب کے جنازہ پر نماز جائز نہیں
۲۴۶	"	شامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر	عربی	مبیضہ	اذان جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہیے
۲۴۷	۱۲۹۵	الطرة الرضیة علی النيرة الرضیة	"	مطبوعہ	النيرة الرضیة پر حاشیہ
۲۴۸	۱۲۹۹ تا ۱۲۹۶	فصل القضاء فی رسم الافاء	"	نا تمام	رسم مفتی کا جامع بیان
۲۴۹	"	الحجر الثمن فیما یقعہ بہ الیمین	"	"	کن کن اشیا کی قسم شرعی قسم ہے
۲۵۰	"	الطراز الذہب فی الرد علی غیر الکفر و مخالفہ	اردو	"	غیر کفر و خلاف مذہب سے نکاح کے احکام
۲۵۱	۱۲۹۹	عقیری حسان فی اجابة الاذان	عربی	مسودہ	اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے
۲۵۲	۱۳۰۰	شوارق النساء فی حد المصرو الفناء	"	"	مصروف نائے مصر کی تعریف
۲۵۳	"	لمحة الشمع فی اشراط المص للجمعة	"	"	جمہ کے لئے شرط شہر ہونے کا ثبوت
۲۵۴	۱۳۰۴	البدور الاحلی فی امور الاملہ	اردو	"	تحقیق ہلال کے شرعی مسائل
۲۵۵	"	نور الادلہ للبدور الاجلہ	"	"	رسالہ سابقہ کی شرح ہے
۲۵۶	"	رفع العلم عن نور الادلہ	"	"	اس شرح پر حاشیہ
۲۵۷	۱۳۰۵	الودی لوالعقد لبیان حکم امرأۃ المفقود	عربی اردو	مبیضہ	مفقود کی عورت کا نکاح
۲۵۸	۱۳۰۷	ایذان الاجری فی اذان القبر	اردو	مطبوعہ	قبر پر اذان دینے کا جواز
۲۵۹	۱۳۱۰	رعایتہ المذہبین فی الدعاء بعد الخطبتین	"	"	دو نماز خطبوں کے درمیان دعا کا بیان
۲۶۰	۱۳۱۱	رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاتۃ اتمام	"	"	دربارہ مجلس میلاد و قیام رسالہ والد پر حاشیہ
۲۶۱	۱۳۲۶	البیان شافیا لقولہ غریبا	"	"	فولگراف سننے کے احکام
۲۶۲	"	جد التمار من رد المحتار	عربی	مسودہ	رد المحتار پر حاشیہ
۲۶۳	"	العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	عربی فارسی اردو	مطبوعہ و مسودہ	بارہ جلدوں میں فتاوی کا مجموعہ
۲۶۴	۱۳۰۳	التاج النکل فی امارۃ بدلول کان یفعل	عربی	نا تمام	کان یفعل دوام میں یض نہیں
۲۶۵	۱۳۱۲	السیوف الخیفة علی عاب ابی حنیفہ	اردو	مبیضہ	فتاوی عالمگیری کے قول جو شخص قیاس امام عظیم کو کہے گا فرج
۲۶۶	۱۳۱۳	اعز انکات بحجاب سوال ارکات ملقب بہ الفضل	"	مطبوعہ	حدیث پر چلنے کے لئے کیا کیا درکار ہے
۲۶۷	۱۳۱۹	الماتب الصب علی ارض الطیب	عربی اردو	"	فرضیت تقلید
۲۶۸	۱۳۰۰	احسن الجلوہ فی تحقیق المیل لذراع و الفراعخ و الغلوہ	عربی	مبیضہ	میل، ذراع، فرسخ و غلوہ کی تحقیق مقادیر
۲۶۹	۱۳۱۵	المقصد النافع فی حصوۃ الصنف الرابع	اردو	"	جو عصبہ مثلاً بیس پشت پر جا کر ملے اسکی دراستہ میں نہا جائے
۲۷۰	۱۳۱۷	طبیب الامعان فی توجہ الجہات والابدان	عربی اردو	"	ذوی الارحام میں توجہ جہات فرسے سے توجہ احوال کی تحقیق مفود
۲۷۱	۱۳۲۱	تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم	فارسی اردو	"	بعض مسائل فرائض کی تحقیق اور ادہام بعض اہلک زبان کی اصلاح
۲۷۲	۱۳۰۶	برارت نامہ انجمن اسلامیہ بانس بریلی	اردو	مطبوعہ	متعلق کاروائی انجمن رویت ہلال
۲۷۳	۱۳۱۵	نعم الزاد لردم الضاد	فارسی	مبیضہ	حرف ضاد کی تحقیق
۲۷۴	۱۳۰۳	الاسد الصول علی اجتہاد الطراز الجہول	"	"	مسئلہ رضاغت میں ایک دہائی کا رد
۲۷۵	۱۳۱۶	مزم النمرانی والتقسیم الایائی	"	مطبوعہ	بعض پادریوں کا فرائض پر اعتراض اور اس کا جواب

نمبر شمار	سرقصیف	نام کتاب	بزبان	کیفیت	موضوع
۳۰۸		حاشیہ جامع الرموز	عربی		
۳۰۹		حاشیہ بحر الرائق	"		
۳۱۰		حاشیہ تبیین الحقائق	"		
۳۱۱		حاشیہ غنیہ المستملی	"		
۳۱۲		حاشیہ فرائد کتب عدیدہ	"		
۳۱۳		حاشیہ کتاب الاذکار	"		
۳۱۴		حاشیہ رسائل شامی	"		
۳۱۵		حاشیہ فتح المعین	"		
۳۱۶		حاشیہ شفاء الاستقام	"		
۳۱۷		حاشیہ طحاوی علی الدر المختار	"		
۳۱۸		حاشیہ فتاویٰ عالمگیری	"		
۳۱۹		حاشیہ فتاویٰ خانیہ	"		
۳۲۰		حاشیہ فتاویٰ سراجیہ	"		
۳۲۱		حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ	"		
۳۲۲		حاشیہ فتاویٰ خیریہ	"		
۳۲۳		حاشیہ عقود الدار	"		
۳۲۴		حاشیہ حدیثیہ	"		
۳۲۵		حاشیہ فتاویٰ برازیہ	"		
۳۲۶		حاشیہ فتاویٰ زرینیہ	"		
۳۲۷		حاشیہ فتاویٰ غیاثیہ	"		
۳۲۸		حاشیہ رسائل قائم	"		
۳۲۹		حاشیہ اصلاح شرح الفیاح	"		
۳۳۰		حاشیہ فتاویٰ عربیہ	فارسی		
۳۳۱		حاشیہ رسائل الارکان	عربی		
۳۳۲		حاشیہ الاعلام بقوۃ الاسلام	"		

تنقیدات

۳۳۳	۱۲۸۸	حل خطا و الخط	عربی	مبیضہ	رد خط اسماعیل دہلوی
۳۳۴	۱۳۰۰	التنزیہ الہائل لکل جلف جاہل	اردو	مسودہ	مجلس میلادین فتویٰ ندیر حسین لموی کا اقرار رد کی توضیح
۳۳۵	۱۳۰۳	الاطلال بعبیض الاولیاء و بعد الوصال	"	مطبوعہ	حیات الموات میں شامل کر دیا گیا۔
۳۳۶	۱۳۰۴	الادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنہ	"	مبیضہ	رد اقص کی اذان میں کلمہ برا فصل کی حرمت اور ان پر لعنت کا ثبوت
۳۳۷	۱۳۰۹	النبیر الشہابی علی تدلیس الوہابی	"	"	دربارہ تقلید غیر مقلدوں کے بعض شبہات کا جواب
۳۳۸	۱۳۱۱	فتح النسرین بجواب الاستملۃ الشرین	"	مسودہ	دہا بیت کے متعلق ۲۰ سوالوں کا جواب
۳۳۹	۱۳۱۳	مراسلات مسند و ندوہ	"	مطبوعہ	ناظم ندوہ سے دربارہ ندوہ خط و کتابت

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	زبان	کیفیت	موضوع
۳۴۰	۱۳۱۳	سوالات حقائق نابرد و کس ندوة العلماء	اردو	مطبوعہ	ندوہ پر ستر سوال کا مجموعہ
۳۴۱	۱۳۱۷	ترجمہ الفتویٰ وجہ ہدم البلوی	"	"	ندوہ سے متعلق فتویٰ حرمین کا ترجمہ
۳۴۲	"	خلص فوائذ فتویٰ	"	"	خلاصہ مضامین فتویٰ مذکورہ
۳۴۳	۱۳۱۸	رأدع التصقف عن الامام ابی یوسف	"	مبلیضہ	جیلہ زکوة کے بارے میں امام ابی یوسف پر اعتراض غیر مقلدین کا رد
۳۴۴	۱۳۲۰	الجزائر المہیا لغتہ کنہیا	"	"	مجلس میلاد مبارک پر فتویٰ گنگوہی کا رد
۳۴۵	"	انظہار الحق النجل	"	"	مقدمہ غیر مقلدہ آراء میں ۱۹۶ سوالات کے جوابات
۳۴۶	۱۳۲۰	معارک الجروح علی التوبہ المقبوح	"	"	۹۶ جرمیں جو اہلسنت کی طرف سے مقدمہ مذکور میں داخل کی گئیں۔
۳۴۷	"	بیل مرثوہ آراؤ کفر کفران نصاریٰ	"	"	بیل سے اسلام کی حقانیت اور بطلان نصرانیت
۳۴۸	"	اصلاح النظر	"	"	مساجد اہلسنت میں غیر مقلدوں کے آنے پر نظریہ کا جواب
۳۴۹	۱۳۲۱	اکمل البحث علی اہل الحدیث	"	"	وہابیہ کے مساجد سے نکالنے کی بحث جو داخل کچھری ہوئی۔
۳۵۰	"	خلاصہ فوائذ فتاویٰ	"	مطبوعہ	حسام الحرمین کے مضامین کا خلاصہ
۳۵۱	۱۳۲۳	البارقة الشارقة علی المارقة الشارقة	عربی ناٹکی اردو	مبلیضہ	مجموعہ فتاویٰ کثیرہ مصنف درود ہابیہ
۳۵۲	۱۳۲۴	ایقان الارواح لیداریم بعد الارواح	اردو	"	روحوں کا بعد موت لینے گھر آنا اور گنگوہی کا رد
۳۵۳	۱۳۲۲	مرجی الاجابات لرداء الاموات	"	نا تمام	اموات کی دعا کے قبول و ناک قبول کا بیان
۳۵۴	۱۲۹۹	سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء	"	مبلیضہ	وہابیہ کے پیشوا کی نقل عبارت میں خباثتوں کی نشاندہی
۳۵۵	۱۳۰۰	فتح خبیر	"	مطبوعہ	مناظران تفصیلیہ کے ذرا کا واقعہ
۳۵۶	۱۳۰۳	نشاط السکین علی خلق البقر السین	"	مبلیضہ	مسئلہ فاختہ و تقبیل ابہامین وغیرہ کا بیان درود و ہابیت
۳۵۷	۱۳۰۵	صمصام حدید برکولی لے قید عدو تقلید	"	"	رد غیر مقلدان
۳۵۸	۱۳۰۷	نہایت النصرہ بردالاجوبۃ العشرہ	"	"	ایک دہائی کے دس مسائل کا رد
۳۵۹	۱۳۱۲	انتصار الہدی من شعوب الہوی	"	مطبوعہ	ختم تراویح میں ۱۱۴ بار اسم اللہ پکار کر پڑھنے والوں کا رد
۳۶۰	۱۳۱۳	اشتہارات خمسہ	"	"	رد ندوہ
۳۶۱	"	غزوہ ہدم سماک دار الندوہ	"	"	خرافات ندوہ کا رد
۳۶۲	"	ندوہ کا نتیجہ روداد سوم کا نتیجہ	"	"	ندوہ کی تیسری روداد کا رد
۳۶۳	۱۳۱۵	بارش بہاری بر صدف بہاری	"	"	ایک ندوی تحریر کا رد
۳۶۴	"	سیوف النورہ علی ذمائم السندوہ	"	"	رد ندوہ
۳۶۵	۱۳۱۶	صمصام سینت بگلوتے بخزیت	"	"	ایک دہائی کے کفر یا بددلی کے کچھ جواب دئے تھے ان کا رد
۳۶۶	۱۳۲۱	صمصام الیقوم علی نواح الندوہ عبدالقیوم	"	"	رد تحریر رکن ندوہ
۳۶۷	۱۳۲۶	پردہ درامت سری	"	"	مولوی شاعر اللہ امرتسری کا رد
۳۶۸	۱۳۰۰	الاسند الفاضل علی الطوائف الباطلہ	"	"	وہ سوالات جو متعدد لوگوں سے کئے گئے اور وہ غابروہ
۳۶۹	۱۳۱۹	سوالات علماء وجوابات ندوة العلماء	"	"	خیالات ندوہ کا بے ثقل رد
۳۷۰	۱۳۱۶	کبیر کفر آریہ	"	مبلیضہ	رد آریہ

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
۳۷۲	۱۲۹۶	توزیع فی الانتصار الامام عینی	عربی	مسودہ	امام عینی پر اعتراض کا جواب
تصوف، اذکار، اوقاف، تعمیر، اخلاق					
۳۷۳	۱۳۰۸	کشف حقائق و اسرار و وقایع	اردو	مطبوعہ	سوالات تصوف کا جواب
۳۷۴	۱۳۱۱	بوارق تلوح من حقیقتہ الروح	عربی	مسودہ	روح کیا شے ہے
۳۷۵	۱۳۱۲	اللطیف بجواب مسائل التصوف	اردو	"	سوالات تصوف کا جواب
۳۷۶	۱۳۱۹	تقاء السلا فی البیعة والخلافہ	"	مبیضہ	بیعت و خلافت کے احکام
۳۷۷	۱۳۰۵	ازہار الانوار من مباحث الصلاۃ الاسرار	عربی	"	طریقہ و نکات نماز غوثیہ شریف
۳۷۸	"	زہر الصلاۃ من شجرۃ اکرام الہدایۃ	"	"	درویش شجرہ طیبہ کے اوراق
۳۷۹	۱۳۱۲	الحدوس المعطار فی زمن دعویۃ الانظار	اردو	"	دعا کے اظفار، اظفار سے پہلے یا بعد
۳۸۰	۱۳۱۸	المنۃ الممتازہ فی دعوات الجنائزہ	عربی اردو	مبیضہ	جنازہ کی دعاؤں کا حدیث سے استخراج
۳۸۱	۱۳۰۴	ماہل و کفی من ادعیۃ المصطفیٰ	اردو	"	صبح و شام و اوقات خاصہ کی کلامی دعاؤں کا بیان
۳۸۲	۱۳۲۶	الفوز بالآمال فی الاوقاف والدعا	عربی فارسی	مبیضہ	اعمال و نقوش و تحویلات غنائی و ایجاد کی کاوریہ
۳۸۳	۱۳۰۷	شرح الحقوق لطرح العقوق	اردو	"	ابوین و زوجین و استاؤ وغیرہم کے حقوق کا بیان
۳۸۴	۱۳۰۹	مشعلۃ الارشاد الی حقوق العباد	"	"	اولاد کے پیدا ہونے سے لیکر مانگ ہونے تک کے حقوق
۳۸۵	"	اعز الالکسہ فی روضۃ تلخ الزکوٰۃ	"	"	جوز کو اٹھانے کے اس کے صدقات قبول نہیں
۳۸۶	"	الباقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الربط	"	"	"
۳۸۷	"	حاشیہ احیاء العلوم	عربی	"	"
۳۸۸	"	حاشیہ حدیقۃ تدریہ	"	"	"
۳۸۹	"	حاشیہ مدخل اول دوم، سوم	"	"	"
۳۹۰	"	حاشیہ کتاب البرین	"	"	"
۳۹۱	"	حاشیہ کتاب الزواجر	"	"	"
تاریخ، سیر، مناقب، فضائل					
۳۹۲	۱۳۲۲	جمع القرآن و جمع عزوہ لعثمان	اردو	مبیضہ	قرآن عظیم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی کو خاص جامع القرآن کیوں کہتے ہیں
۳۹۳	۱۳۱۲	اعلام الصحابۃ المواقفین الایمیر معاویہ و ام المؤمنین	"	نامتوم	کون اصحاب میر معاویہ و ام المؤمنین کے ساتھ تھے
۳۹۴	۱۳۱۶	جان الناج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج	عربی اردو	مبیضہ	معراج سے پہلے نماز کس طرح تھی
۳۹۵	۱۳۱۷	لطق الہلال بارخ ولاد المجیب والوصال	اردو	مطبوعہ	تاریخ ولادت اقدس و وصال شریف کی حلیہ تحقیق
۳۹۶	۱۳۲۰	منبر النبی لوصول المجیب الی العرش والرویت	"	مبیضہ	سیر عرش اور دیدار الہی کا بیان
۳۹۷	۱۳۲۲	جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن	"	"	قرآن عظیم کے بعض کلمات کے رسم خط کی تحقیق
۳۹۸	"	سلام و سیر	"	نامتوم	پرستش و ولادت و اوقات شریفہ وغیرہ کا بیان

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۳۹۹	۱۲۹۷	الکلام للہبی فی تشبیہ الصدیق بالنبی	اردو	مبیضہ	صدیق اکبر کی نبی کریم سے مشابہتیں
۴۰۰	"	وجہ المشقوق بجلوة اسماء الصدیق والفاروق	"	"	صدیق وفاروق کے اسماء و حدیث آمدہ کا بیان
۴۰۱	۱۲۹۶	نفی النفی عنہ عنہ انار کل شی	"	"	حضور کو سایہ نہ تھا
۴۰۲	۱۲۹۷	سلطنتہ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری	"	مسودہ	فضائل اقدس میں
۴۰۳	۱۲۹۸	اجلال جبریل بجلہ خادم المحبوب الجلیل	"	"	جبریل امین خادم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں
۴۰۴	۱۲۹۹	مدی الجیران فی نفی النفی عن شمس الاکوان	فارسی۔ اردو	مبیضہ	سایہ اقدس کا ثبوت اور ایک خیال کا رد
۴۰۵	۱۳۰۳	مجیر علم شرح قصیدہ اکثر اعظم	فارسی	"	فضائل سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ
۴۰۶	۱۳۰۶	العروس الاسماء الحسی فیما لبینا من الاسماء الحسنی	عربی۔ اردو	نامتام	حضور کے ہزار سے زائد اسماء کا ذکر
۴۰۷	۱۳۱۲	ترتیبہ المکانۃ المجدیۃ عن وصعہ عبد الجاہلیہ	اردو	مبیضہ	مولیٰ علی پر بھی بالتبع بھی لفظ کفر نہ آیا
۴۰۸	"	انجار البری عن وسواس المفتری	عربی۔ فارسی	"	شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی جناب میں عقیدہ
۴۰۹	"	جیل ثناء الائمہ علی علم سراج الائمہ	"	مسودہ	ائمہ نے علم امام اعظم کی کیا یاد دہان فرمائی
۴۱۰	۱۳۱۵	شہول الاسلام لا ابار الرسول الکرام	"	مبیضہ	دالہین حضور مودعہ
۴۱۱	۱۳۱۸	انباء المصطفیٰ بحال سراخفی	"	مطبوعہ	مسئلہ علم غیب کا محل و کافی بیان
۴۱۲	۱۳۲۳	الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ	عربی	"	رسالہ علم غیب جو کمین تصنیف ہوا۔
۴۱۳	۱۳۲۵	حدائق بخشش	عربی۔ فارسی	"	مختب دیوان لغت
۴۱۴	۱۲۹۶	قراتمام فی نفی النفی عن سید الانام	"	مسودہ	سایہ نبوی نہ ہونے کا بیان
۴۱۵	۱۳۱۰	فتاویٰ کرامات غوثیہ	"	مطبوعہ	ذکر بعض کرامات شریفہ
۴۱۶	۱۳۲۶	دیوان القضاۃ	عربی	مبیضہ	قضاۃ و لغت و منقبت کا مجموعہ
۴۱۷	۱۳۰۲	اکسیر اعظم	فارسی	"	قصیدہ غوث پاک
۴۱۸	۱۳۰۴	سلسلۃ الذہب نافیۃ الارب	"	مطبوعہ	شجرہ عالیہ قادریہ منظومہ
۴۱۹	۱۳۰۵	ذریعہ قادریہ	اردو	"	نظم و لغت و منقبت غوث پاک
۴۲۰	۱۳۰۸	فضائل فاروق	"	نامتام	سیدنا فاروق کے مناقب در نظم
۴۲۱	۱۳۰۹	نظم معطر	فارسی	مطبوعہ	رباعیات در شان غوث پاک
۴۲۲	۱۳۱۵	مشرق تان قدس	اردو	"	قصیدہ مدحیہ حضرت نوری میاں
۴۲۳	"	چراغ اتس	"	"	قصیدہ مدحیہ در شان تاج الفہول بدایونی
۴۲۴	۱۳۲۱	وظیفہ قادریہ	فارسی	"	قصیدہ غوثیہ کا نظم ترجمہ مدعا
۴۲۵	۱۳۲۴	حضور جان نوز	اردو	"	حاضری اقدس کے موقع پر لغت کہی
۴۲۶	"	نعت و استعارات	"	نامتام	نعت شریف کا رسالہ پر مغز استعاروں وغیرہ پر مشتمل
۴۲۷	"	سر اپا نوز	"	"	قصیدہ نور۴ مطلع پر مشتمل
۴۲۸	"	مناقب صدیقہ	"	"	ام المؤمنین کی منقبت
۴۲۹	۱۳۰۰	حمائد فضل رسول	عربی	مطبوعہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۴۳۰	"	مدائح فضل رسول	"	مبیضہ	"

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	ہر زبان	کیفیت	موضوع
۴۳۱	۱۳۰۰	نذر گداور تہنیت شادی اسری	اردو	مطبوعہ	معراج اقدس کا بیان
۴۳۲	۱۳۱۳	سرگزشت و ماجرائے ندوہ	"	"	ندوہ پر بریلی میں کیا گزری
۴۳۳	۱۳۲۳	ابراہیم مجنون علی انتہاکہ علم الکون	عربی	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں ابراہیم المکون کا رد
۴۳۴	۱۳۲۴	ماجیۃ العیب بایمان الغیب	اردو	"	علم غیب میں فتویٰ مولوی عین القضاۃ کا رد
۴۳۵	۱۳۲۵	میل الہدایہ لبرو عین القضاۃ	عربی	"	علم غیب میں تحقیق المجتبیٰ کا رد
۴۳۶	۱۳۲۶	اراحتہ جوارح الغیب عن ازاخۃ العیب	"	"	علم غیب میں ازاخۃ العیب کا رد
۴۳۷	"	الجلالہ الکاملین قضاۃ الباطل	"	"	علم غیب میں البیان الصائب کا رد
۴۳۸	"	حاشیہ حاشیہ ہمزہ	"	"	
۴۳۹	"	حاشیہ شرح شفا	"	"	
۴۴۰	"	حاشیہ شرح زرقانی شرح مواہب	"	"	
۴۴۱	"	حاشیہ ہجۃ الاسرار	"	"	
۴۴۲	"	حاشیہ الفوائد الہیہ	"	"	
۴۴۳	"	حاشیہ کشف الظنون	"	"	
۴۴۴	"	حاشیہ عصر النادر	"	"	
۴۴۵	"	حاشیہ خلاصۃ الوفاء	"	"	
۴۴۶	"	حاشیہ مقدمہ ابن خلدون	"	"	

ادب، نحو، لغت، عروض

۴۴۷	۱۳۱۲	صنائع بدلیہ	عربی فارسی	مبیضہ و مسودہ	دیوان صنائع و بدائع و تواریح
۴۴۸	"	فتح المعطی، تحقیق معنی النحالی و المحطی	اردو	مبیضہ	خاطی و محطی میں کیا فرق ہے
۴۴۹	"	انعام العلیٰ بسکندر السنبلی	"	"	
۴۵۰	"	تبلیغ الکلام الی مدحۃ الکمال فی تحقیق رسالہ المصدا	عربی	"	
۴۵۱	"	المصدر والافعال	"	"	
۴۵۲	"	ایزمنۃ القریہ	اردو	"	
۴۵۳	"	حاشیہ صراح	عربی	"	
۴۵۴	"	حاشیہ تاج العروس	"	"	
۴۵۵	"	حاشیہ میزان الافکار	فارسی	"	
۴۵۶	"	شرح مقالہ مذاقہ	اردو	مطبوعہ	ایک مدعی ادب کے جہالات عربی ادب کا جواب
۴۵۷	"	مشرقستان اقدس	"	"	قصیدہ مشرقستان پر اعتراض کا جواب
۴۵۸	"	عذاب ادنیٰ براد وادی	"	"	ادادنی باسقاط الف دوم پر اعتراض کا رد
۴۵۹	"	آمال الابرار و آلام الاشرار	عربی اردو	"	قصیدہ عزادارہ مجلس المہنت مقابلہ ندوہ

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	بہ زبان	کیفیت	موضوع
زیجات					
۲۵۹	۱۳۲۴	مضر المطالع للتقویم والطالع	اردو	مبیضہ	النکست ستاروں کی تقویم اور وقت کا طالع نکالنے کا طریقہ
۲۶۰		حاشیہ برجندی	عربی		
۲۶۱		حاشیہ زلاالات البرجندی	"		
۲۶۲		حاشیہ زینج بہادر خانی	فارسی		
۲۶۳		حاشیہ فوائد بہادر خانی	"		
۲۶۴		حاشیہ زینج البخانی	عربی		
۲۶۵		حاشیہ جانش بہادر خانی	فارسی		
۲۶۶					
جفر و تمکیر					
۲۶۷	۱۲۹۶	اطائب الاکیر فی علم التکیر	عربی	ناتمام	علم تکیر اور مصنف کے ایجادات کثیر
۲۶۸	۱۳۲۱	التوقب الرضویہ علی الکواکب الدیہ	"	مبیضہ	کواکب دریرہ مصنف کے حواشی
۲۶۹		الجدول الرضویہ للمسائل الجفریہ	"	"	علم جفر کے متعلق مصنف کی ایجادیں جدولیں
۲۷۰		الاجزئہ الرضویہ للمسائل الجفریہ	"	"	سوالات جفر سے مصنف کا جواب
۲۷۱		رسالہ در علم تکیر	فارسی		
۲۷۲		۱۱۵۲ مرجمات	اردو		
۲۷۳		حاشیہ الدر المکنون	عربی		
۲۷۴		الرسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ	عربی		
۲۷۵		مجتلی العروس	اردو		
۲۷۶		الجفر الجامع	"		
۲۷۷		اسهل الکتب فی جمیع المنازل	عربی		
۲۷۸		رسالہ فی علم الجفر	"		
جبر و مقابلہ					
۲۷۸	۱۳۲۵	حل المعادلات لقوی المکعبات	فارسی	ناتمام	جبر و مقابلہ کے مساوات درجہ سوم پر نظر
۲۷۹		حل ساداتہائے درجہ سوم	"		
۲۸۰		رسالہ جبر و مقابلہ	"		
۲۸۱		حاشیہ القواعد الجلیلہ	عربی		
مثلت، ارشاد طبقی، لوکار شتم					
۲۸۲	۱۳۱۹	الموہبات فی المراتب	عربی	مسودہ	ہم ایک برج بنانا چاہتے ہیں کہ جہد درجہ منظور ہوں ان کا مجموعہ ہو اور ایسے مراتب کے سلسلہ کا بیان

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۲۸۳	۱۳۲۳	البدور فی ادراج المجزور	فارسی	مبیضہ	مرح و کعب غیرہ قوتوں کے متعلق فائدے
۲۸۴	۱۳۲۵	کتاب الاثمار طبخی	"	"	اعمال اربعہ حرامیہ اور ان کے نتائج و باہمی نسب کی اعلیٰ کنہ و حقیقت جو اسی رسالہ میں ملے گی۔
۲۸۵		رسالہ در علم مثلث	فارسی		
۲۸۶		تلخیص علم مثلث کردی	"		
۲۸۷		وجز وایا مثلث کردی	"		
۲۸۸		حاشیہ رسالہ علم مثلث	"		
۲۸۹		رسالہ در علم لکھنؤ	اردو		

توقیت، نجوم، حساب

۲۹۰	۱۳۱۹	الانجب الاینق فی طرق التعلیق	فارسی	مبیضہ	نماز روزہ کے اوقات کلیہ سے ہر مہینہ کے اوقات جزئیہ نکالنے کے طریقے
۲۹۱	"	کلام الفہم فی سلاسل الجمع والتقسیم	عربی	"	سلسلہ جمع و تفریق و ضرب و تقسیم کا بیان اور علوم نازہ کا اضافہ
۲۹۲	"	زنج الاوقات للصوم والصلوات	اردو	نامم	ہندستان بلکہ تمام ایشیاء کے شہروں کے نماز روزہ کے اوقات کا استخراج
۲۹۳	۱۳۲۰	تاج توقیت	فارسی	مبیضہ	اذقات خمسہ نماز و سحری و افطار نکالنے کے طریقے و قواعد
۲۹۴	۱۳۲۲	کشف العہ عن سمت القبلة	اردو	"	ہر شہر کے لئے ٹھیک سمت قبلہ نکالنے کا طریقہ
۲۹۵	۱۳۲۵	اذکی البہا فی قوۃ الکواکب وضعفہا	فارسی	"	زائچہ ولادت میں ستارہ کن کن وجوہ سے خیال اہل نجوم قوی یا ضعیف ہوتا ہے
۲۹۶	۱۳۲۶	در البقع عن درک وقت الصبح	اردو	"	سحری کے وقت کی جلیل تحقیق اور اسے رات ساتواں حصہ جاننا محض خطا ہے۔
۲۹۷	۱۳۲۰	سر الاوقات	"	مطبوعہ	تعدیل الایام کا بے مثل بیان
۲۹۸		ردیت ہلال رمضان	"		
۲۹۹		مسئلیات السہام	"		
۵۰۰		البرہان القویم علی الرض والتفویم	"		
۵۰۱		استنباط الاوقات	فارسی		
۵۰۲		تسہیل التعذیل	اردو		
۵۰۳		میول الکواکب وتعدیل الایام	"		
۵۰۴		استخراج تقویات کواکب	فارسی		
۵۰۵		طلوع وغروب نیرین	اردو		
۵۰۶		حاشیہ زبدۃ المنتخب	عربی		

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۵۰۷		ترجمہ قواعد نائیکھل المنک	اردو		
۵۰۸		جدول اوقات	"		
۵۰۹		حاشیہ جامع الافکار	عربی		
۵۱۰		حاشیہ حدائق النجوم	"		
۵۱۱		حاشیہ خزانة العلم	"		
ہیت، ہندسہ، ریاضی					
۵۱۲	۱۳۰۶	الاشکال الاقیدس نکس اشکال اقلیدس	عربی	مسودہ	اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراض
۵۱۳	۱۳۱۹	عزم البازی فی جوہر ریاضی	عربی فارسی اردو	مبیضہ	مختلف علوم و ریاضی میں تحریرات نفیسہ
۵۱۴	"	اقتار الانشراح لحقیقۃ الاصابح	عربی	مسودہ	صحیح کیسے ہوتی ہے اور اس کے بارے میں امام رازی کے اعتراض کا جواب
۵۱۵	"	الصراح الموجز فی تبدل المکرز	فارسی	مبیضہ	ہیت قدیمہ و جدیدہ پر مرکز شمس کی تبدل معلوم کرنے کا طریقہ کہ تقویم حاصل ہو۔
۵۱۶	"	اعالی العطایا فی الاصلاع والزوايا	عربی فارسی	"	مثلث سطح مثلث کردی کے اضلاع و زوايا میں معلوم سے مجهول کا جاننا اور شکل مغنی و ظلی و مانع کا بیان۔
۵۱۷	۱۳۲۰	المجلد الرابع فی خطوط الدائرہ	فارسی	"	جیب و ظل و سهم و وتر و قاطع کے بیان اور طرق استخراج
۵۱۸	۱۳۲۳	ستین و لوکارثم	اردو	"	ستیمی حساب اور لوکارثم بنانے اور جدول سے نکالنے کا طریقہ۔
۵۱۹	۱۳۲۵	جادة الطلوع والممر للیاریة والنجوم والقمر	عربی	"	قمر و تخرات و ثوابت کے طلوع و غروب نصف النہار کا وقت نکالنے کا بیان
۵۲۰	۱۳۱۹	جداول ریاضی	عربی فارسی	"	جداول میل و ظلال و غیرہ کا استخراج از مصنف
۵۲۰		مقالہ مفردہ	اردو		
۵۲۱		معدن علمی و دینی ہجری، عیسوی و رومی	"		
۵۲۲		طلوع و غروب کوکب و قمر	"		
۵۲۳		قانون رویۃ الہ	"		
۵۲۴		کسور اعشاریہ	فارسی		
۵۲۵		المعنی المجلی للمغنی والظلی	"		
۵۲۵		زاویہ اختلاف المنظر	"		
۵۲۶		بحث المعادلات الدرجه الثانیہ	عربی		
۵۲۷		رویۃ الہلال	اردو		
۵۲۸		الکسر العشری	عربی		
۵۲۹		استخراج وصول قمر براس	فارسی		

نمبر شمار	تصنیف	نام کتاب	بر زبان	کیفیت	موضوع
۵۳۰		رسالۃ العادقہ	عربی		
۵۳۱		حاشیہ تصریح	"		
۵۳۲		حاشیہ شرح چغینی	"		
۵۳۳		حاشیہ علم الہیت	"		
۵۳۴		حاشیہ کتاب الصور	"		
۵۳۵		جدول برائے جنتری شخصت سالہ	فارسی		
۵۳۶		حاشیہ اصول الہندسہ	عربی		
۵۳۷		حاشیہ تحریر اقلیدس	"		
۵۳۸		حاشیہ رفع الخلاف	"		
۵۳۹		حاشیہ شرح باکورہ	"		
۵۴۰		حاشیہ طبیب النفس	"		
۵۴۱		حاشیہ شرح تذکرہ	"		
فلسفہ، منطق					
۵۴۲		فوزمیں درددحرکت زمین	اردو		
۵۴۳		الکلمۃ اللہیہ فی الحکمۃ المحکمۃ	"		
۵۴۴		معین مبین بہرہ و در شمس و سکون زمین	"		
۵۴۵		حاشیہ ملاحلال میرزاہد	عربی		
۵۴۶		حاشیہ شمس بازغہ	"		
۵۴۷		حاشیہ اصول طبعی	اردو		

تعداد کتب	موضوعات	تعداد کتب	موضوعات
۱۱	جغرافیہ و تفسیر	۱۱	تفسیر
۴	جبر و مقابلہ	۵۴	عقائد و کلام
۸	مثبت، ارتطابق، لوکارٹ	۵۳	حدیث و اصول حدیث
۲۲	توقیت، نجوم، حساب	۲۱۲	فقہ، اصول فقہ، لغت فقہ، فرائض، تجوید
۳۱	ہیئت، ہندسہ، ریاضی	۴۰	تفصیلات
۶	منطق و فلسفہ	۱۹	تصوف، اذکار، اذفاق، تعمیر، اخلاق
		۵۵	تاریخ، سیر، مناقب، فضائل
			ادب، نحو، لغت، عروض
۵۴۸			

امام احمد رضا پر کتابیں

ڈاکٹر محمد اسد امکھڑوی (علیگ)

عوام اور خواص کیلئے اعلیٰ حضرت کے کارناموں شخصیت اور کردار سے آگاہی کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے وقت کے اس اہم تقاضہ کی تکمیل کیلئے حضرت مولانا محمد جیلانی محمد صاحب مدظلہ العالی نے ماہنامہ المیزان بیٹی کا امام احمد رضا خاں شائع کر کے جیل قدم اٹھایا ہے۔ ان کی خاص رہنمائی میں ان کتب کی ایک فہرست عاجز نے مرتب کی ہے۔ اگر وہ نظر کر کم نہ فرماتے باذن کتابوں کی فہرست مرتب کرنا شاید ممکن نہ ہوتا جو کہ مستقل اعلیٰ حضرت پر بھی گئی ہیں یا جن میں بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں برادر محترم و مکرم محمد صادق قصوری (لاہور) مدظلہ العالی اور برادر محترم تاج محمد احمد قادری صاحبان اور برادر عزیز محب الحق اتقاری رسنوی کی امداد کا بیحد شکور و ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب حضرت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں مزید علی معاونت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط۔ (محمد اسد امکھڑوی)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر	سن طباعت	صفحات
۱	حیات اعلیٰ حضرت جلد اول	ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب	مکتبہ رشیدیہ آرام باغ کراچی	-	۳۲۰
۲	حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم	"	غیر مطبوعہ	-	-
۳	حیات اعلیٰ حضرت جلد سوم	"	غیر مطبوعہ	-	-
۴	حیات اعلیٰ حضرت جلد چہارم	"	غیر مطبوعہ	-	-
۵	الملفوظ حصہ اول	حضرت مصطفیٰ رضا خاں صاحب	کتب خانہ سمبانی مدر اسلامی انڈر کوٹ میرٹھ	-	۱۰۴
۶	الملفوظ حصہ دوم	"	"	-	۱۱۲
۷	الملفوظ حصہ سوم	"	"	رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ	۸۰
۸	الملفوظ حصہ چہارم	"	"	شعبان ۱۳۸۲ھ	۸۰
۹	مقالات یوم رضا حصہ اول	قاضی عبدالغنی کوکب	دائرۃ المصنفین لاہور	جون ۱۹۶۹ء	۱۳۳
۱۰	مقالات یوم رضا حصہ دوم	"	"	۲۲ مئی ۱۹۷۰ء	۸۷
۱۱	مجدد الاسلام	محمد صابر القادری قسیم بستوی	نوری بک پبلی کیشنز	۱۹۵۹ء	۲۲۰
۱۲	سوانح اعلیٰ حضرت	بدر الدین احمد قادری	مکتبہ غوثیہ ضلع بقی	۱۹۶۳ء	-
۱۳	کرامات اعلیٰ حضرت	اقبال احمد نوری	"	-	-
۱۴	فاضل پریوی اور ترک کالات	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب	مرکزی مجلس رضالہور	۱۹۷۰ء	-

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر	سن طباعت	صفحات
۱۵	اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام	اختر شاہ بیچا پوری	مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۹۷۱ء	
۱۶	سوانح سراج الفقہاء	مولانا عبدالحکیم شرف قادری	"	۱۳۹۳ھ	۴۰
۱۷	پیشامات یوم رضا	محمد مقبول احمد قادری	"	۱۳۹۶ھ	۴۸
۱۸	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب	"	۱۹۷۳ء	۲۶۴
۱۹	انجمل المحدثات فی الفاتح الجدد	ملک العلماء مظفر الدین بہاری رضاعی	"	۱۹۷۴ء	۳۲
۲۰	فاضل بریلوی کا فقہی مقام	علامہ غلام رسول سعیدی	"	۱۹۷۵ء	۴۰
۲۱	محاسن کنز الایمان	ملک شیر محمد اعوان	"	ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ	۵۶
۲۲	مولانا احمد رضا کی تہذیبی شاعری	"	"	۱۳۹۴ھ	۴۸
۲۳	اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر	سید نور محمد قادری	"	۱۳۹۵ھ	۳۸
۲۴	مولانا احمد رضا خاں بریلوی	الحاج وصیت یاب خاں	تحقیق کرکے ۲۳۸۸ء شاہ عالم لاہور	۱۹۷۵ء	۱۶
۲۵	یاد اعلیٰ حضرت	محمد عبدالحکیم شرف قادری	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۳۹۵ھ	۶۴
۲۶	اعلیٰ حضرت نمبر	مجلس ادارت سید سادات علی جمیل احمد نعیمی	ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی	۱۹۷۵ء	
۲۷	اعلیٰ حضرت نمبر	احمد میاں بیکانی			
۲۸	اعلیٰ حضرت نمبر	حبیب الاسلام نسیم اعظمی	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	جون ۱۹۷۶ء	۳۲
۲۹	اعلیٰ حضرت نمبر	مدیر سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی	پندرہ روزہ الحسن نشار	یکم مارچ ۱۹۷۶ء	۳۲
۳۰	اعلیٰ حضرت نمبر	ایس ایم ناز	سفہت روزہ تعمیر وطن لاہور	۱۹۷۵ء	۱۶
۳۱	حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی	ایڈیٹر مسعود حسن شہاب	سفہت روزہ الہام بکاپور	۲۱ جون ۱۹۷۵ء	۳۳
۳۲	علیہ الرحمۃ نمبر	ایڈیٹر نازج سیفی	روزنامہ سعادت لاہور لاہور	۹ مارچ ۱۹۷۵ء	۱۶
۳۳	اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت	سید نور محمد قادری	مکتبہ رضویہ کرشنا ٹرسٹ بکرا	ستمبر ۱۹۷۵ء	۳۲
۳۴	مجدد اعظم نمبر	مدیر غلام محمد خاں شاہر	ماہنامہ تجلیات ناگپور	جون ۱۹۷۶ء	۱۷۴
۳۵	امام احمد رضا نمبر	مدیر شفاق احمد نظامی	ماہنامہ پاسپان الہ آباد	اپریل ۱۹۷۶ء	۸۰
۳۶	حیات فاضل بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	(زیر طبع)	تقریباً	۱۰۰۰
۳۷	خلفاء اعلیٰ حضرت	محمد صادق قصوری	مرکزی مجلس رضا لاہوری	عقربہ منظر عام پر آنیوالے	
۳۸	علماء ان پشکس (انگریزی)	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	مطبوعہ کراچی	۱۹۷۳ء	۲۰
۳۹	انسانیت کی پیروی یا مذہب اسلام	بنجاب یونیورسٹی شعبہ دائرۃ المعارف اسلام آباد		۱۹۷۴ء	۲۸۴
۴۰	اعلیٰ حضرت بریلوی	پروفیسر رشید بشکورشاد کابل بریلوی کابل	(زیر طبع)	۱۹۷۴ء	۱۶۱
۴۱	آزادی کی ان کی کہانی	نخلی محمد نعیمی بی اے	مکتبہ انکسٹر ڈھل شریف سرگودھا	اکتوبر ۱۹۷۴ء	۱۶۱
۴۲	تذکرہ رضا	محمد احمد مصباحی	حق اکیڈمی مبارکپور	۸۰	
۴۳	رائی سی یوم رضا	محمد احمد مصباحی	حق اکیڈمی مبارکپور	۱۳۹۵ھ	۳۲
۴۴	تذکرہ علمائے اہلسنت	محمد احمد قادری	خانقاہ قادریہ بھوانی پور مظفر پور	۱۳۹۵ھ	۴۶ تا ۴۷

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر	سن طباعت	صفحات
۴۴	تذکرہ نوری	پروفیسر محمد الیور قادری	سنی دارالاشاعت لائیبوری	۱۹۶۸ء	۷۵ تا ۸۵
					۱۷ تا ۲۰
					۲۱ تا ۲۴
					۲۵ تا ۲۹
۴۵	املی حضرت کی علمی و ادبی خدمات (ڈاکٹریٹ مقالہ)	حکیم محمد دریس خاں	(غیر مطبوعہ)	۱۹۷۵ء	۱۵۰۰
۴۶	تذکرہ علمائے سندھ	مولانا رحمان علی	مطبع نول کشور کھنوی	۱۹۱۳ء	۱۸ تا ۲۵
۴۷	اردو انسائیکلو پیڈیا	ڈاکٹر عبدالوحید	فیروز سنٹر پبلیشنگ لاہور	۱۹۶۲ء	۸۶
۴۸	نزد سبہ الخواطر جلد ہفتم	سید عبدالحی کھنوی	مطبوعہ حیدر آباد	۱۹۷۰ء	۳۰ تا ۳۸
۴۹	سندستان کے عربی گوشعرا	ڈاکٹر حامد علی خاں	غیر مطبوعہ		۲۴ تا ۲۴
۵۰	قاموس الکتاب	مولوی عبدالحق بابائے اردو	انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی	جون ۱۹۶۱ء	۶۴ تا ۶۴
					۳۸۲
					۱۸۶
					۲۱۸
					۸۸۳
					۹۱۰
					۹۲ تا ۹۲
					۱۰۰۰
					۱۰۶۳
					۱۰۲۴
					۷
۵۱	حضرت مولانا احمد رضا خاں کی	محمد ریاض خاں	(زیر طبع)		
۵۲	حافظت املی حضرت	مدیر املی نظیر الدین قادری	ماہنامہ استقامت کانپور	دسمبر ۱۹۷۵ء	۳۰ تا ۳۹
۵۳	املی حضرت نمبر	مدیر محمد افضل کوٹلوی ایم اے	ماہنامہ فیض رضا لائیبوری	۱۹۷۰ء	
۵۴	املی حضرت نمبر	..	ماہنامہ عرفات لاہور	اپریل ۱۹۷۰ء	

بابائے اردو نے املی حضرت کی کتب کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے اور اس پر نوٹ قلم بند کئے ہیں۔ اور املی حضرت کی شخصیت و علمیت کو کوہر باب میں مد نظر رکھا ہے۔ (اسد)

مجاہد اسلام مجدد مائتہ حاضرۃ امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ
کے بارگاہ میں

نذر عقیدت پیش کرتے ہیں

اور

امام احمد رضا کا نفرس کے انعقاد پر

آل انڈیا سنی لیگ کو

اور

امام احمد رضا خاں کی اشاعت پر

ادارۃ ماہنامہ المیزان بمبئی کو

مبارکباد پیش کرتے ہیں

انصار ایکسٹریکٹس پریس

۲۵۴ - چوتھا نظام پور - دھبوندی - ضلع: دہانہ - ہمارا شرا

ہے عشتق رسول اللہ سے مخمور تو
ہو نہ پھر کیونکر خدائے دو جہاں تیرا خلیل

سوانحیات



۱
امام احمد رضا شخصیتی جائزہ

۲
امام احمد رضا علوم و فنون کا ہمالیہ

۳
امام احمد رضا اور ان کی خصوصیات

۴
امام احمد رضا نائب رسول عظیم

۵
امام احمد رضا ایشیاء کا عظیم محقق

۶
امام احمد رضا دین کا امام

۷
امام احمد رضا سوائے نخی خرا کہ

۸
امام احمد رضا اور محبت سادات

شخصیتی جائزہ

پرفیسر محنت الدین احمد ڈین فیکلٹی آف آرٹس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

صفت: یہ ہی وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کا مدد فرماتی ہے۔

بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی معلوم نہیں لیکن اس قدر یقین ہے کہ بہت کم عمر میں ہوئی ہوگی اس لئے کہ چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا تھا اس سے آپ کی ذہانت و فراست کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بسم اللہ خوانی کا عجیب واقعہ پیش آیا۔ استاد نے بسم اللہ کے بعد الف باتا جس طرح پڑھایا جاتا ہے پڑھایا، آپ پڑھتے رہے، جب (لام الف) کی نوبت آئی تو آپ خاموش رہے۔ استاد نے دوبارہ کہا میاں: لام الف۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں حرف تو پڑھ چکے ہیں لہٰذا ابھی اور الف بھی، اب یہ دوبارہ کہوں؟ حجازی مولانا احمد رضا علی خاں موجود تھے بولے: بیٹا، استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضرت نے تعمیل کی اور جراحید کی طرف دیکھا۔ وہ فراست سے سمجھ گئے کہ اس کچھ کتبہ ہو رہا ہے کہ یہ حرف مفردہ میں ایک مرکب لفظ کیسے آگیا، فرمایا بیٹا تیار رہ۔ درست ہے مگر شروع میں تم نے جوالف پڑھا ہے وہ دراصل ہمزہ ہے اور یہ درحقیقت الف ہے لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتداء ممکن ہے اس لئے ایک حرف فنی لام اول میں لاکر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ آپ نے فرمایا تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا لام کی کیا خصوصیت ہے۔ با، دال، سین بھی اول میں لا سکتے تھے۔ جداجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگالیا۔ دل سے دعائیں دیں اور پھر اس کی توجیہ ارشاد فرمائی۔

حیات اعلیٰ حضرت مؤلف ملک العلماء فاضل مولانا اظہار الدین قادیانی رضوی میں ان کے بچپن کے کچھ حالات لکھے ہیں۔ ایک دو ٹوٹے آپ بھی لیجئے۔ ایک مولوی صاحب حضرت کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ کسی آیت کو کہہ رہے تھے کہ آپ نے قرآن سے نہیں سنا تھا، وہ زیر تلبتے تھے آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت کے جداجد نے

حضرت مولانا احمد رضا خاں، جنہیں اپنے وقت کے مشہور عالم حضرت دلاور علی خان بلوچی نے ”مجدد ماہنامہ معارف“ کا لقب دیا تھا اور جنہیں خواص اب بھی اسی لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اسلامی دنیا میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ قندھار (کابل) کے ایک باعظمت قبیلے کے ایک چٹھان سید اللہ خان تھے جو محلوں کی حکومت میں لاہور آئے اور معزز زعمیوں پر خاثر ہوئے۔ لاہور کا مشہور محل انھی کا جاگیر تھا۔ جب وہ لاہور سے دہلی منتقل ہوئے تو وہ شش ہزاری عہدے پر تگن تھے۔ ان کے بیٹے سادات یا رضا کو حکومت مغلیہ نے ایک جنگی مہم مکرانے کے لئے روہیل کھنڈ بھیجا۔ فتح یابی کے بعد ان کا یہیں انتقال ہوا۔ ان کے تین بیٹوں میں عظم خاں بریلی آئے اور کچھ دن حکومت کے بعض اہم عہدوں پر خاثر رہے پھر انھوں نے ترک دنیا کر کے بریلی میں سکونت اختیار کر لی۔ کاظم علی خاں بدایوں کے تحصیلدار بھی عظم خاں کے بیٹے تھے جن کے پاس دوسو سواروں کی چالیں تھیں۔ اور جنہیں آٹھ گاؤں جاگیر میں ملے تھے۔ ان کے بیٹے رضا علی خاں (متوفی ۱۲۸۶ھ) تھے اپنے وقت کے قطب اور دلی کا مال اور روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علما میں تھے۔ اس خاندان میں انھی کے زلمے میں عکرائی کا دو ختم ہو کر فقر و درویشی کا رنگ غالب آیا۔ ان کے صاحبزادے مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۴ھ) علوم ظاہری و باطنی دونوں سے متصف جلیل القدر عالم تھے۔ آپ کی تصنیف سرور القلوب فی ذکر مولانا محبوب اس زمانہ کی مقبول کتابوں میں ہے۔ علامہ محمد حسن علی جن کے لکھے ہوئے خطبات ہندوستان ہر جگہ رائج ہیں اور جعفر عید بن میں شہرہ آفاق کتابوں میں انھی کا خطبہ پڑھا جاتا ہے حضرت ہی کے شاگرد تھے۔ وہ بے مثل مناظر اور بیعت کا بیاب مصنف بھی تھے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی انھی مولانا نقی علی خاں کے صاحبزادے تھے۔ ان کی ولادت بریلی میں دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے استخراج ہوتا ہے اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و انہم یفہم بروج

انہیں اپنے پاس بلایا اور کلام پاک کا وہ نسخہ منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب اعراب کی غلطی ہوئی تھی اور جس کی مطلع میں تصحیح نہیں ہوئی تھی۔ جدا جدا نسخے میں تصحیح کر دی اور حضرت سے پوچھا جس طرح مولوی صاحب بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ فرمایا میں ارادہ کرتا تھا مگر زبان پر قابو نہ تھا۔

ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے اگر سلام کیا، مولوی صاحب نے کہا جیتے رہو۔ اس پر حضرت نے فرمایا یہ سلام کا جواب تو نہ ہوا۔ وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب نے کمر ہمت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔

حضرت مولوی صاحب بن پڑھتے تو ایک دوبارہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتے۔ استاد جب بن سکتے تو لفظ بلفظ یاد۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر مولوی صاحب سخت متعجب ہوئے ایک دن کہنے لگے: اس میں (یہ آپ کا بچپن کا نام ہے) تم آدمی ہو یا فرشتہ، مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرنے دیر نہیں لگتی۔ اس قسم کے متعدد واقعات مولوی صاحب کو بارہا پیش آئے تو ایک روز تنہائی میں حضرت سے کہنے لگے: صاحبزادے سچ بتا دو میں کسی سے کہوں گا نہیں، ہم انسان ہو یا جن، آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میں انسان ہی ہوں بس اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔

ابتدائی زندگی کے حالات کم ملتے ہیں۔ تذکرہ علمائے ہندوستان میں لکھا ہے کہ چار سال کی عمر میں قرآن شریف نافذ فرم کیا اور چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں بڑے منجھ کے سامنے میلاد شریف پڑھا۔ عربی کی ابتدائی کتب میں مرزا غلام قادر بیگ اور دوسرے اساتذہ سے پڑھ کر چودہ سال کی عمر میں تمام علوم و کتب معلول و مفعل کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا مفتی علی خان سے کی۔ ۱۲۸۶ھ کو فائنل خزانہ ۱۰۱ھ میں دن رضاء کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو اہل صبح تھا۔ والد ماجد نے ذہین و طبع اندک دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ ۱۲۹۲ھ میں ماہرہ حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی کے مرید ہوئے اور خلافت و اجازت جمیع سلسلہ و سند حدیث سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طیبین سے شرف و افتخار حاصل فرمایا اور اکابر کا علمائے دیار مثل حضرت سید احمد دھلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم کی سند حاصل فرمائی۔ مصنف تذکرہ علما نے ہندی راوی ہیں کہ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی کہ امام شافعیہ حضرت حسین بن سلح نے بلاتواریف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے دولت خانے لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرماتے رہے انی لاحد نور اللہ فی ہذا العجبین (بیشک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پانا ہوں) اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک

سے لکھ کر عنایت فرمائی۔ اس سند کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔

آپ کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔ مکتب کے استاد جن کا نام نہیں ہیں اور مرزا غلام قادر بیگ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ والد ماجد سے علوم دینیہ کی تکمیل کی غالباً ۱۲۸۸ھ کا قصہ ہے کہ آپ کو اپنے بعض اعراف کے یہاں رام پور تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم نواب طب علی خان صاحب کے یہاں کسی اور بچے عہدے پر مامور تھے، ان سے حضرت کا ذکر آیا، نواب صاحب چونکہ علمی ذوق رکھتے تھے اور علماء، شعراء، حکماء اور اہل فن کی خاصی جامعیت ان کے دربار سے منسلک تھی اور وہ علمی و ادبی گفتگو کرتے رہتے تھے انہیں ایک لائق طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہوا جس نے چودہ سال کی عمر میں درسیات سے فراغت حاصل کر لی تھی، جب حضرت نواب صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے خاص پیگ پٹھان پر بٹھایا اور وہ بہت لطف و محبت سے باتیں کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا: آپ ماشاء اللہ رفقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں۔ ہلکے یہاں مولانا عبدالحی خیر آبادی شہر طوطی موجود ہیں بہتر ہو آپ ان سے کچھ منطق کی انتہائی کتابیں قراؤ کہ تصانیف سے پڑھ لیں۔ اتفاق سے اس وقت مولانا عبدالحی خیر آبادی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے تعارف کرایا اور فرمایا باوجود کم سنی کے ان کی سب کتابیں ختم ہیں اور فارغ التحصیل ہیں۔ مولانا خیر آبادی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ دنیا میں ڈھائی عالم ہیں۔ ایک نانا بکر اعظم دوسرے والد مرحوم اور نصف بندہ ناچیز۔ وہ ایک عمر عرط کے کو کیا عالم ملتے پوچھا منطق میں انتہائی کتاب آپ نے کیا پڑھی ہے؟ جواب دیا۔ قاضی مبارک۔ یہ سن کر دریافت کیا کہ شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھا جاتی ہے۔ علامہ خیر آبادی نے گفتگو کا رُخ بدل دیا اور پوچھا۔ برہمنی آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدريس، تصنیف اور افتاء۔ پوچھا، کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ علیحدہ فرماتے فرمایا جن مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردو ہا میں۔ علامہ نے فرمایا آپ بھی ردو ہا میں کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدلاؤنی خطبے کے ہر وقت اس خطبہ میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ اشارہ متاع العیون محبت الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدلاؤنی کی طرف تھا جو علامہ کے استاد بھائی دوست اور ساتھی تھے۔ علیحدہ فرماتے آؤ وہ حاضر ہوئے اور بولے: جناب ہلالا سب سے پہلے ردو ہا میں حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی حضور کے والد ماجد نے کیا اور تحقیق الفتویٰ سلب الطغویٰ نام کی کتاب ردو ہا میں تصنیف کی۔ بہر حال حضرت کے استاد ہونے کا فخر ہم پور ہی کے ایک دوسرے عالم ہدایت کے مشہور فاضل مولانا عبدالعلی رام پوری کو حاصل ہوا جس سے حضرت نے شرح مخفی کے کچھ سبق لے لئے آپ نے حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد لڑی مار پوری سے علم تکبیر و جفر حاصل کئے، ان کے

کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر دعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا، وہ دعا یہ ہے الحمد للہ الذی عاقانی ہما ابتلاک یہہ وفضائی علی کشیر ممن خلق تفصیلاً۔ جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا الحمد للہ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور جو تہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون بھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب پڑھا تو دل نے درکاء الہی میں عرض کی اللھم صدق الحبيب وکذب الطبيب، کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا سواک اور سیاہ مرچیں۔ میں نے سواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ جب دو دنوں چیزیں آئیں اس وقت میں نے سواک کے پہلے پر پھوڑا پھوڑا منہ کھولا۔ اور دائیں میں سواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا۔ پس ہوئی مرچیں اس واسطے داڑھوں تک پہنچائیں تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی کہ کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی، اس کے بعد ایک کلی خون کی اور دائی اور بچھوڑ دے لکٹیاں جاتی رہیں۔ مکمل کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا، دو تین روز میں بخار بھی جانا رہا۔

اسی طرح ایک ایک کثرت مطالعہ کے سبب آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی، اس وقت کا ایک بہت سربر آوردہ ڈاکٹر انڈین نامی تھا اس نے معائنہ کے بعد کہا کہ کثرت کتب بخیر سے آنکھوں میں یوسٹ آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھے، ان سے پندرہ دن بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔ اعلمت کہتے ہیں:

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے فرمایا۔ مقدمہ آب نزول ہے، میں برس بعد (خدا ناکرہ) آنکھوں میں پانی اتر جائے گا میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر دی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔ ۱۳۱۶ھ میں ایک اور عارضہ طبیب کے سامنے ذکر آیا، کہا چار برس میں (خلا خواستہ) پانی اترے گا۔ مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ مترنزل ہونا۔ الحمد للہ میں درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں۔ نہ میں نے کتب بخیر میں کی کہ نہ کسی کوں کا۔ میں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان شاہد کریں گے۔

البتہ ایک بار اس دعا کے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے۔ مجھے نو عمری میں اکثر آتش چشم ہوا یا کرتا تھا اور بوجہ جدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوئی کہ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو آتش چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ عاثر بھی جبکہ اب تک آتش چشم نہیں ہوا۔ افسوس اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ

علاوہ کسی کے سامنے زانوئے ادب نہ نہیں کیا، مگر فضل خدا اور ان کی محنت خدا داد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم و فنون کے جامع بنے کہ پچاس فنون میں آپ کے تصنیفات فرمائیں اور علوم و معارف کے وہ دریا بہا کے کماندہ و معتقدین کا تو کتنا کیا۔ معاصرین بھی جو ان کی شدت اور صلاحیت فی الدین کی وجہ سے آپ کے ناخوش تھے۔ یہ کہنے پر مجبور تھے کہ مولانا احمد رضا خان ظلم کے بادشاہ ہیں جن کے سطر پراہوں نے ظلم اٹھایا موافق کو ضرورت اضافہ نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش۔

تلاذہ کی تعداد خاصی ہے۔ مشاہیر میں حجتہ الاسلام حضرت مولانا احمد رضا خان مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان متع اللہ المسلمین بطول بقا، سلطان المفاخر مولانا سید احمد اشرف، کچھ چھوٹی، محدث اعظم مولانا سید محمد کچھ چھوٹی، ملک العلماء و فاضل بہار مولانا ظفر الدین قادری۔ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد علی ہیتی، رئیس الاطباء مولانا سید حکیم عزیز غوث بریلوی قابل ذکر ہیں۔

اعلمت ۱۲ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمایا کرتے تھے جرین شریفین افریقہ، ہندوستان وغیرہ کے جن اکابر علماء اسلام کو ان سے اجازت و خلافت ہوتی ان میں کچھ مشہور و معروف حضرات کے اسمائے گرامی الاجازات المتینۃ اور الاستعدادیں درج ہیں۔

ان میں مولانا سید محمد عبدالحی محدث بلاد مغرب، شیخ صالح کمال سابق مفتی خفیہ، سید اسماعیل کی حافظ کتب خانہ حرم شریف، مولانا مصطفیٰ بن خلیل کی سید ابوالحسین محمد زرقی کی، شیخ اسد دہان کی، شیخ محمد عابد بن حسین کی مفتی مالکیہ غیریم اور ہندوستانی علماء میں حجتہ الاسلام مولانا احمد رضا خان بریلوی، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان متع اللہ المسلمین بطول بقا، ملک العلماء و فاضل بہار مولانا ظفر الدین قادری صدر الشریعہ مولانا امجد علی، صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، شیخ الحدیث مولانا سید دیدار علی شاہ محدث لاہوری، مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی مہیڑی حامی سنت مولانا عبدالسلام جبل پوری، سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد علی ہیتی فاضل جلیل مولانا برہان الحق جبل پوری، عالم حقانی مولانا سید فتح علی شاہ کھڑو بیلن حامی شریعت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، حاجی یدعت مولانا ابومحمد امام الدین کوٹلی لہران (پنجاب) قابل ذکر ہیں۔

ان کا ایمان کس قدر بخیر تھا اور سرور کائنات کے ارشادات پر کون کون یقین تھا اس کی ایک مثال انہی کی زبان قلم سے سنئے:

برہی میں مرض طاعون شدت تھا، ایک دن میرے سوتھوں میں دم ہوا، اور تباہ ہوا خلق اور منہ بالکل بند ہو گیا بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے کلطیاں طبیب نے بغور دیکھ کر سات اٹھ مرتبہ کہا، یہ دہی ہے یہ دہی ہے یعنی طاعون دہی بالکل کلام نہ کر سکتا تھا اس لئے انہیں جواب نہ دے سکھا لاکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں، نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز بھی ہو گا اس لئے

علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانو، زکام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریاں کی جڑ نکلت جاتی ہے، کھجلی کہ اس سے امراض جلدیہ جدام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے اور اشوب چشم کہ نابینائی کو دفع کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت صوم و صلوٰۃ اور طہارت وغیرہ میں بہت احتیاط فرماتے تھے وضو میں بال کی جھٹک پانی پہنچانے کا پورا اہتمام کرتے تھے، کوشش میں فرماتے کہ ہر جگہ سے سبلان آب ہو جائے اور بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ اس مقصد کے لئے پانی کے دو لٹے ان کے لئے رکھے جاتے تھے۔ بریلی میں جب ٹیوب دہل کا دواغ ہوا تو اپنے یہاں فوراً لگوا دیا، لگو کر بہت خوش ہوئے فرمایا اب کنواں میں چڑیوں کی بیٹ یا کسی نجاست کے گرنے کا احتمال نہیں رہا۔ جو کام لٹے ہاتھ کے کرنے کے ہیں ان کے علاوہ وہ ہر کام کی ابتدا سیدھے ہاتھ سے کرتے۔ عامہ کا شکر سیدھے شانہ پر رہتا، علم کے بیچ سیدھی جانب ہوتے۔ دروازہ مسجد کے زینے پر قدم رکھتے تو سیدھا، صحن مسجد میں ایک صف بھی رہتی تھی اس پر قدم پہنچا تو سیدھا ہی ہر صف پر قدم سیدھے قدم سے فرماتے یہاں تک کہ محراب میں صلی پر قدم سیدھا ہی پہنچا۔ اگر کسی کو کئی چیز دینی ہوتی تو سیدھے ہاتھ میں دیتے۔ اور ہم اللہ کے اعداد ۷۸ عام طور سے جب لوگ لکھتے ہیں تو ابتدا الہی طرف سے کرنے میں یہی پسند لکھتے ہیں پھر ۶ پھر ۹۔ اعلیٰ حضرت سیدھی طرف سے ابتدا کرتے تھے پہلے ۶ پھر ۹ پھر آخر میں ۷ تحریر فرماتے۔

تمام عمر جماعت سے مسجد میں اگر نماز پڑھی اور باوجودیکہ گرم مزاج کے تھے مگر کسی ہی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ عامہ اور انحر کے کھسکے ساتھ نماز پڑھتے خصوصاً فرض نمازیں تو کبھی صرف ٹوپی اور کتے میں ادا نہیں کیں ایک بار عصر کی نماز پڑھ کر آپ مکان سے تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ آپ مجد اگر نماز پڑھ لے رہے ہیں۔ ایک صاحب جو خود حضرت کے پیچھے نماز پڑھ چکے تھے بہت متحیر ہوئے کہ بعد عصر زائل نہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا حفظ ایسا نہیں تھا کہ مجھے بھول جاتے اور مطلق نہ فرماتے۔ جب حضرت نے سلام پھیرا تو انھوں نے عرض کیا کہ حضور یرمنا ذکیسی؟ فرمایا فادۃ اخیر میں بعد تہجد سانس کی حرکت سے میرے انحر کے کا بند ٹوٹ گیا تھا، چونکہ نماز تہجد پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے میں نے آپ سے کچھ نہیں کہا اور گھر جا کر انحر کے کا بند درست کرا کے اپنی نماز دوبارہ پڑھ لی۔

ایک مرتبہ آنکھوں میں کچھ تکلیف ہوئی تھی، مسترد دیا ایسا اتفاق ہوا کہ کسی کو نماز کے بعد بلا کر پچھنے کہ دیکھو تو آجھ کے حلقے سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے ورنہ دھو کر کے نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

یہاں آپ کی بعض عادات و خصلات کا ذکر ضروری ہے: مفتہ میں دوبارہ حجہ اور ریشہ کو لباس تبدیل فرماتے، ہاں اگر پختہ یا شنبہ کو یوم عیدین یا یوم

النبی اگر پڑے تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔ ان دونوں تقریروں کے علاوہ سوا یوم میں کسی اور وجہ سے لباس تبدیل نہ کرتے۔ ایک مرتبہ مولانا وحی احمد محدث سورتنی کے عرس سے پہلے بھیبت واپسی صبح کی کاڑی سے ہوئی اعلیٰ حضرت نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفے کی صندوقچی اپنے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب کے طلب فرمائی کسی نے جلدی سے ڈینگ روم سے اس زمانے کی لمبی آرام کرسی لا کر بچھا دی۔ دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ یہ تو بڑی تنکرا نہ کری ہے جتنی دیر تک وظیفہ پڑھتے ہے آرام کرسی کے ٹیکے سے پشت مبارک نہ نکالے۔

حضرت اپنا وقت کبھی بیکار نہیں فرماتے تھے، ہمہ وقت تالیف و تصنیف و فتاویٰ نویسی کا شغل جاری رہتا، اسی وجہ سے اندر کے کمرہ میں تشریف رکھتے تھے کہ باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت حکم ہوگا۔ صرف پنجگانہ نماز کے لئے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں یا کسی جہان سے ملنے کے لئے جہہ کو بعد نماز پچھاٹک میں تشریف رکھتے۔ روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پچھاٹک میں جا پائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں رکھ دی جاتیں۔ یہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔ جب لوگ مسئلہ مائل دریافت کرنے یا آجھٹوٹ کے جوابات دیتے یا استفتاء کے جوابات لکھواتے۔ اس وقت علوم و فضی و برکات کے دریا جاری ہوتے اور حضار آستانہ مستفیض ہوا کرتے۔ مغرب کی نماز کے بعد زمانہ مکان میں تشریف لے جاتے اور وہیں تصنیف و تالیف و کتب بینی اور اوراد و اشغال میں مصروف رہتے۔

آپ حدیث کی کتابوں کے اوپر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے۔ اگر اقبال وصول کی نہ جانی فرما رہے ہیں اور اس درمیان میں کوئی شخص بات کاٹا تو سخت کبیر خاطر ہوتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زافوں پر رکھ کر ٹیٹھے کو ناپسند فرماتے۔ میلاد شریف کی مجلسوں میں شروع سے آخر تک ادباً و ذوقاً بیٹھا کرتے اور اس طرح دوزا و بیٹھ کر عطا فرماتے۔ چار چار پارچے اپنے ٹیٹھے منبر پر بٹھو کر ناہواج بھی زافوں بدلتے کبھی ٹھٹھا نہ نکالتے۔ جمائی آتے ہی اٹھکی دانتوں میں دبا لیتے۔ قبلہ کی طرف کبھی پاؤں نہ بھجالتے۔ بغیر صوف پڑی دوات سے لکھا پسند نہ کرتے۔ یونی لوہے کی نرب سے اجتناب کرتے۔ خط بزناتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔ آخر عمر میں پان کھانا چھوڑ دیا تھا ورنہ پہلے کشت سے پان استعمال کرتے تھے مگر بغیر تباکو کے۔ بوقت وعظ پان طلق نہ کھاتے، ہاں ایک چھوٹی سی ملا شیشے کی پاس رکھی ہوئی ہوتی اس سے خشکی رفع کرنے کے لئے غراہ کر لیا کرتے۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذاء تھے۔ ان کا عام غذا بکری کے پسے ہوئے آٹے کی روٹی اور بکری کا توہر تھا۔ آخر عمر میں ان کی غذا اور بھی کم رہ گئی تھی۔ ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کا اور ایک پاؤڑھ بیکٹ سو جی کا کھانے پینے کے معاملے میں اس قدر سادہ مزاج تھے کہ ایک بار بیگم صاحبہ نے انکی

علمی مصروفیت دیکھ کر جہاں وہ کاغذات اور کتابیں پھیلاتے ہوئے بیٹھتے تھے۔ دسترخوان بچا کر فوراً کھانا پکھڑا کر دیا اور چائیاں دسترخوان کے ایک گوشے میں لپیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ کچھ دیر بعد وہ دیکھتے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے یا نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالانہ اپنے نوش فرمایا ہے لیکن چائیاں دسترخوان میں اسی طرح لپیٹ رکھی ہوئی ہیں، پوچھنے پر آپ نے فرمایا: چائیاں تو میں نے دیکھی نہیں، سمجھا ابھی نہیں بچی ہیں۔ میں نے اطمینان سے بوٹیاں کھائیں اور شراب پی لیا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ حیاتِ اعظمہ میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک کے زمانے میں افطار کے بعد پان نوش فرماتے۔ سحری میں صرف ایک پیالے میں فیبری اور ایک پیالے میں چٹنی آیا کرتی تھی وہی نوش فرمایا کرتے تھے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت فیبری اور چٹنی کا کیا جوڑ فرمایا، مکے سے کھانا شروع کرنا اور مکہ ہی پر ختم کرنا سنت ہے۔

آپ نے اور دنیا سے کبھی تعلق نہیں رکھا۔ آپ کے آباد اجداد مسلمانین دہلی کے دربار میں اچھے منسوبوں پر فائز تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو گرد و پیش امارت و ثروت کا نصابا ہی۔ خورد و خوراک تھے لیکن ساری جائیداد کا کام دوسرے عزیزوں کے چیر تھا۔ انھیں کتابوں کی خریداری، سادات کی مہمان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لئے ہانا ایک رقم مل جاتی تھی چونکہ داد و دوش کے عادی تھے اس لئے کبھی ایسا ہوا ہے کہ خلدان میں ہاتھ سے زائد موجود نہیں رہے لیکن انھوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ کاؤں کی آمدنی کتنی آئی اور مجھے کتنی ملی۔

ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں: الحمد للہ میں نے مال میں جیت ہوا مال سے کبھی محبت نہ کی، صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد میں جیت ہوا اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب کہ صلہ رحمی نیک ہے۔ اس کا سبب اولاد ہے اور میری اختیار کاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے۔

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب قادری کو ایک ذاتی خط میں تحریر فرماتے ہیں ”خط کے جواب میں یہ چاہنا تھا کہ آیات و احادیث و بارہ ذم و دنیا و منہج التفات برنوال اہل دنیا لکھ کر بھیجوں مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں، فلاں کو دوست غیب ہے، فلاں کو حیدر آباد میں رسوخ ہے۔ یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بوعون تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنۃ ہے۔ ان کے پاس علم نافع یا علم مضرب ہے۔ اب کون زائد ہے کس پر لغت حق بیشتر ہے بشرط ایمان و وعدہ علو علیہ باعتبار دین ہے نہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو نفوذ ہے۔ دنیا بھن مومن ہے بھن میں قننا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے اپنے طالب کے جھگٹا ہے اور بار ب کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ دنیا میں مومن کا وقت کفاف بس ہے“

تحریک خلافت کے زمانے میں کانڈھی جی پور سے ملک کا طوفانی دورہ کر رہے تھے مسلمان عوام کے ساتھ علماء کو بھی اپنا ہم خیال بنا رہے تھے اور تحریک خلافت کی طرف

انھیں متوجہ کر رہے تھے۔ حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی علی خریکے متاثر ہو چکے تھے اور فرنگی محل میں کانڈھی، علی بردران اور دوسرے سیاسی اکابر آتے رہتے تھے۔ ان لوگوں کو خیال ہوا کہ بریلی میں مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مل کر انھیں بھی اس طرف متوجہ کرنا چاہیے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ایک بڑے حلقے پر ان کا اثر ہے۔ اس طرح بہت سے مسلمان تحریک خلافت کا ساتھ دے سکیں گے ایک صاحب ایک دن بہت خوش خوش آئے اور کانڈھی جی کا پیغام حضرت کے پاس لائے کہ وہ بریلی آکر آپ کے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے بہت مختصر جواب دیا فرمایا: کانڈھی جی کسی دینی مسئلے کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے اور دنیاوی معاملہ میں میں کیا حصہ لوں گا جبکہ میں نے اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے اور دنیوی معاملات سے کبھی کوئی غرض نہیں رکھا۔

آپ کی صلابت مذاہبی دخی کوئی کایا کا واقعہ سنئے: حضرت ایک بار مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز کے عرس میں امیرہ تشریف لے گئے کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آٹو کو لکھ دیا کہ شریف پڑھنے بٹھا دیا۔ انھوں نے اٹھنے پر میں نے کہا کہ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں فرشتے روح ڈالیں گے۔ چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلمانوں سے انکار نکلتا تھا، سن کہ حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ انھوں نے مولانا عبدالقادر سے فرمایا آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر نے مقرر کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبدالغفور صاحب سے فرمایا کہ مولانا ایسے لوگوں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے کو نہ بٹھا یا کیجئے جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لئے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

آپ کی ذات المحب للہ والبنص للہ کی زندہ تصویر تھی۔ اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آئے، کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمایا بلکہ علم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی۔ اعظمیہ کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے۔ آپ نے بعض مردہ سنتوں کو زندہ کیا ابھی میں نماز جمعہ کی اذان ثانی ہے جس کو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء و راشدین کی سنت کے مطابق خطیب کے سامنے دروازہ مسجد پر دولانے کا دروازہ قائم کیا۔

آج ہندوستان، پاکستان، افریقہ، افغانستان، کاشغر اور دوسرے ملک جہاں جہاں جمعہ کی اذان ثانی دروازہ مسجد پر دی جا رہی ہے وہ آپ کی مبارک کوششوں کا نتیجہ ہے۔

اعظمیہ اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرات انبیاء کے کرام علیہم السلام

اور حضور اقدس تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور علمائے کرام درۃ الانبیاء ہیں۔ اسی طرح اس پر یقین رکھتے تھے کہ علماء کے ذمے دو فرض ہیں۔ ایک تو شریعت کو پروا پر پورے طور پر عمل کرنا دوسرے مسلمانوں کو ان کی دینی مسائل سے واقف کرنا۔ اس لئے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے فرض تبلیغ بجالانے اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مصنف حیاتِ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھے، نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف من احب لله و ابغض لله واعطى الله و منع الله فقد استكمل الايمان کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو کچھ دیتے تو اللہ ہی کے لئے اور کسی کو منہ کتے تو اللہ ہی کے لئے۔ اگر وہ بد مذہبوں اور بے دینوں پر اشد تھے تو دینداروں اور علماء اہلسنت کے لئے ”رحما و بینہم“ کی زندہ تصویر بھی تھے۔ حضرت تاج الفحول محلہ رسول مولانا شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی بہت عزت کرتے تھے اپنے قصیدہ اہمال الابرار و آلام الاشرار میں علمائے اہلسنت کی تعریف فرمایا ہے۔

اذ احلوا اخصصوت الایاوی

اذ اراحوا اقصار الحرید

یہ علمائے کرام ایسے ہی جیسا کہ دیرانے میں اترتے ہیں تو ان کے دم قدم سے دیرانہ پر رونق پھرتی ہو جاتا ہے اور وہ حب روانہ ہوتے ہیں تو شہر و دیار نہ جاتا ہے۔ مصنف حیاتِ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا بعض مبالغہ شاعرانہ معلوم نہ تھے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا نہیں بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر کی شان بھی جیسا کہ تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جاتی تھی۔ عجیب فنی اور چل پہل ہوتی تھی اور جب تشریف لے جانے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود ہوتے مگر ایک دیرانی اور داسی چھا جاتی۔

مسئلہ عینیت وغیرت صفات باری تعالیٰ میں دونوں کا اختلاف تھا مولانا عبدالقادر فرماتے تھے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے اور حضرت اس فرق کے ماننے میں تامل فرماتے تھے۔ اس موضوع پر تفصیلی اور طویل گفتگو ہوئی۔ حضرت نے آخر میں فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے اس لئے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے لیکن چونکہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں اس لئے اپنے مرشدان عظام کے ارشاد پر تسلیم کرتے دیتا ہوں حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہر شریف فرماتے

تھے کہ جب میں بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے جب سٹور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگوٹھی اور پھیلے مجھے دیدیجئے۔ میں نے ان کو کر دیدیئے اور وہاں سے یہی چلا گیا۔ یہی سے اسٹور واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: آبا بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا جس میں انگوٹھی اور پھیلے تھے۔ اور مولانا میں نہ کر دیتا تھا: ”شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں“ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اکابر و مشائخ کی تعظیم و توقیر۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و اضافت ہے اس کی تعظیم و توقیر کرنی اور ان میں سادات کرام جزو رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر تعظیم میں اس پر پورا عمل کرنا لا بقول حضرت ملک العلماء، اعلیٰ حضرت کسی سید صاحب کو اس کی ذاتی حیثیت و ولایت سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جزو ہیں۔ پھر اس اعتقاد و نظر پر کہ بعد کچھ انکی تعظیم و توقیر کی جائے کہ ہے۔

سادات سے محبت اور ان کے احترام کی بہت سی مثالیں حیاتِ اعلیٰ حضرت میں درج ہیں۔ حضرت اپنے ملفوظات میں اس سوال کے جواب میں کہ کیا سادات کے بچے کو استاد و شاگردی سے سنا ہے فرماتے ہیں: ”خاصی جو حدود اللہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس سے حسد مٹے اگر کسی سید پر حسد ثابت ہوئی تو باوجودیکہ اس پر حسد لگنا فرض ہے اور وہ حد لگانے کا لیکن اس کو حکم ہے کہ مرزا نے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کچھ تلک گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت بلکہ عشق مشہور زمانہ ہے۔ یہ سطور پڑھیئے۔

خبردار جانی شریف کو بسہ بیسے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاضل سے زیادہ قریب نہ ہو جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے خواجہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمد للہ

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ کبھی بعض اصحاب ص یا صلعم اور انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ اختصار، م کا لکھنا انھیں سخت ناپسند تھا بلکہ وہ اسے کفر سمجھتے تھے ایک خط میں ملک العلماء لکھتے ہیں: ”تا تاریخہ سے ایک عبادت علامہ موطا دی نے شیعہ دور میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار عام لکھنا کفر ہے کہ تخفیف شان نبوت ہے۔ اب کبھی بائیکا پور جانا ہو تو اس عبادت کو ضرور نکالیں کیجئے۔ (باقی صفحہ ۳۴۸ پر)

علوم و فنون کا ہمالہ

عالمی جناب مقبول جہانگیر (لندن)

ہیں اور لوح و قلم اس سے گزر کر اب اس کے علم و دانش کا چراغ کشور دل کے شبناؤں میں چل رہا ہے عشق و ایمان کی روح اس کے وجود میں رگ رگ میں اس طرح رچ بس گئی کہ اپنے محبوب کی شوکت جمال کے لئے ہر وقت بے چین رہتا ہے۔ اس کے جگر کی آگ کبھی نہیں بجتی، اس کے دل کا دھواں کبھی بند نہیں ہوتا نقش و نگار جاناں کے لئے اس کے تلم کی روشنائی میں سوکتی، پکوں کا قطرہ ٹھلکے نہیں پا تا کہ اس کی جگہ آنسوؤں کا نیا طوفان اُٹھنے لگتا ہے۔

وہ اپنے محبوب کے وفادار دل پر اس درجہ مہربان کہ قدموں کے نیچے دل کا فر بھجھا کر بھی اہتمام شوق کی تشنگی محسوس کرتا ہے جہاں وہ اپنی ایمان کے لئے لالہ کے جگر کی ٹھنڈک ہے، وہیں اہل کفر و نفاق کے حق میں غیظہ غضب کا ایک دھبہ جہاں انکار ملنے محبوب کے گستاخوں پر جب وہ ظلم کی تلوار اٹھاتا ہے، تو انگلیوں کی ایک ایک جنبش پر تپتی ہوئی لاشوں کا اپنا رنگ جاتا ہے۔ باطل کے حکمران اس کی نشر کا ڈالا ہوا شکارِ مذہبی کی آخری پچھوٹوں تک منہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے خون کے پیا سوں کو بھی معاف کر سکتا ہے، لیکن محبوب کی محبت سے کیلئے دلوں کے لئے اس کے ہاں صلح و درگزر کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوستی کا پیمانہ تو بڑی چیز ہے، وہ ان دشنام طرازیوں سے نہیں کر بات کرنا بھی ناموس عشق کی توہین سمجھتا ہے۔ اگر گاہ رب العزت اور شانِ رسالت میں اس کا ذوقِ احرام و ادب، اس درجہ لطیف ہے کہ مشکلم کے قصد و نیت سے قطع نظر وہ الفاظ کی لوک پلک پر بھی شرعی تعزیرات کا پہرہ بٹھاتا ہے۔ اس کے نکتہ نظر کا احاطہ، علمِ فنی کی انفرادیت، شریعت و تقویٰ کا التزام، مجدد و شرف کا برتری، تجدید و ارشاد کا منصبِ امارت اور دین و سنت کے فروغ کے لئے اس کے دل کا اخلاص عرب و عجم سے تسلیم کر لیا ہے۔ وہ اپنے ناکاہت بڑا سخن و دہجی ہے، لیکن آج تک کبھی اس کی زبان اہل دنیا کی مقبت سے آلودہ نہ ہوئی۔ وہ بھر کی کائنات میں صرف اپنے محبوبِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و سراۓ کا شاد کام رہتا ہے اپنے سرور کے در کی گدائی پر و دونوں چان کا اعزاز نشا رکھتا ہے دلیکے ارباب و ریاست صرف اس کی آرزو میں بار بار اس کی چوکھٹ تک آئے کہ اپنے حضور میں صرف بار بار ہونے کا اجازت دے دے، لیکن زمانہ نشا ہے کہ ہر بار انہیں شکستہ خاطر لوٹنا پڑا۔

پیرائے شہر بریل کے ایک محلے میں صبح ہی سے ہر طرف چل پل تھی دلوں کی سر زمین پر شوقِ رسالت کا کیف اور سرور کالی گھٹاؤں کی طرح برس رہا تھا۔ بام و دیوار آتش کی چوٹی کا نکھار، رگزاروں کی صفائی اور دُور و دُریک و بچین بھندوں کی ہمار گزرنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ بالآخر چلتے چلتے ایک راہگیر نے دریافت کیا۔

”آج یہاں کیا ہونے والا ہے؟“

کسی نے جواب دیا: دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت دُور کے مجدد اہل سنت کے امام شوقِ رسالت کے سچے حرمِ امیر، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آج یہاں تشریف لائے والے ہیں۔ انہی کے غیر مقدم میں یہ سارا اہتمام بند ہا ہے۔

”کہاں سے تشریف لائیں گے؟“

اسی شہر کے محلہ سوداگران سے۔ جواب سن کر راہگیر حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ دیر تک کھڑا سوچا کہ آئے والا اسی شہر سے آ رہا ہے وہ آنا چاہے، تو ہر صبح و شام آ سکتا ہے، سنا بھی کچھ اتنی طویل نہیں کہ وہاں سے آئے دے کو خاص اہمیت دے جائے اور اس کے غیر مقدم کا شاندار اہتمام کیا جائے۔ آخر کو گول کے سامنے اپنے دل کی غاش کا اظہار رکھنے بغیر اس سے نہ رہا گیا۔ ایک بوڑھے آدمی نے خاصا مذا میں جواب دیا:

”جہاں پہلے تم یہ سمجھ کر کہ والا اس حیثیت کا ہے۔ اس کی سہجی کس شان کہے۔ اعزازِ کلام کا نیا دسانہ انت کے قُرب و بعد پر نہیں، شخصیت کی جلالیت اور فضل و کمال کی برتری پر ہے۔ آئے والے جہاں کی زندگی یہ ہے کہ وہ اپنے دولت کے سے کل کر یا تو فراموشیِ زندگی کے لئے خارِ خدا میں جانتا ہے یا جذبہ عشق کی پیش بڑھ جاتی ہے تو دیا ر حبیب کا سفر کرتا ہے، اس کے علاوہ اس کے شام و دھسور اور شب و روز کا ایک ایک لمحہ دینی بہات میں اسی درجہ مصروف ہے کہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی کجی اسے بہت نہیں ملتی۔ اس کے حرمِ دل پر ہر وقت عشق بے نیاز کا پہرہ ہے۔ ہزار انداز و دیرمائی پر بھی آج تک خیالی بڑکڑا جازت نہیں مل سکی۔ اس کی لاکِ تلم سے کئی ہونے روشنائی کا ایک ایک قطرہ نکودہ استفادہ کی جنتوں میں کوثر و تیسیم نہ کر رہا ہے۔ اس کے خونِ جگر کی سرخی سے درازوں میں دین کے گلشن ہلہلا اٹھے ہیں۔ اس کے غرناں و آگہی کی داستائیں چن چن پہنچ گئی

لوٹے نے جذباتی انداز میں اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا:

اب تم ہی بناؤ کہ اپنے وقت کا اس عظیم دہرہ شخصیت، جس کی دینی و ملی شہرت کا پرچم عرب و عجم میں لہرا رہا ہے اور جسے عشق مصطفیٰ کی دارشکونی نے دونوں جہان سے چھین لیا ہے، آج اگر وہ بیان قدم در رخ فرما کر لے مائل کو کہے، تو کیا یہ ہلری قہقہوں کا معراج نہیں؟ اگر ہم اس کی غیر مقدم کے لئے اپنے دلوں کا فرش بچھا رہے ہیں، تو اپنے جذبات شوق کے اظہار کے لئے اس سے زیادہ خوش گو اور جنوں ایگزوسم اور کیا ہو سکتا؟ (حاضر اہل سنت کی سواری کے لئے پاکی مکان کے دروازے کے سامنے لگا دی گئی ہے۔ سینکڑوں مشتاقان دید انتظار میں کھڑے ہیں حضرت نے دھنوکا، پھر کڑے زیب تن فرمائے، عامہ باندھا اور علامہ داتا گھر کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرہ انور سے فضیلت و تقویٰ کی کوہن چھوٹ رہی ہیں۔ شب بیدار دکھوں میں تقدس و پاکیزگی کی شمع ہے۔ طلعت جمال کی دل کشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بخودی کا عالم طاری ہے، اگر باپردہ انور کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہے ہے یا غنڈیلیاں شوق کی آنجن میں ایک گل رینا کھل رہا ہے۔

بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا ہے۔ پاؤں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد ہمارے ہاتھ پاکی اٹھائی ہے۔ آگے پیچھے دائیں بائیں نیاز مندوں کی بھیر چل رہی ہے۔ پاکی لے کر تھوڑی دُور ہی چلے ہیں کہ یکایک امام اہل سنت کی آواز سنائی دیتی ہے:

"پاکی رک دو"

حکم کے مطابق پاکی رکھ دی گئی، مہرا چلنے والا مجمع بھی ہلک گیا۔ حضرت اضطرار کی حالت میں پاکی سے برآمد ہوئے کہا دونوں کو اپنے قریب بلایا اور بھول ہوئی آواز میں پوچھا: آپ لوگوں میں کوئی آلِ رسول تو نہیں؟ اپنے جہادِ اعلیٰ کا واسطہ بنجے تباہیے! میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جانان کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال پر چاکلے کہا دونوں میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فن ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت و پیشانی کی نیکیوں اُٹھ کر آئیں۔ بے نوائی، شفقہ حالی اور گردشِ ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد نقل جھکا کر ہوئے دل زبان سے کہا کہ

"مزدور سے کام لیا جاتا ہے، ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔ آہ! آپ نے میرے جہادِ اعلیٰ کا واسطہ بے کریری زندگی کا ایک سرسبز راز فاش کر دیا۔ سمجھ لیجئے کہ میں اسی جن کو ایک مڑھایا ہوا چھوٹا ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جان معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بول سکتا، اس لئے آلِ رسول ہوئے سے انکار نہیں، لیکن اپنی اپنی خانان برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چند ہی دنوں سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوا ہوں۔ کوئی ہر نہیں جانتا کہ اسے ذریعہ معاش بناؤں، پاکی اٹھانے والے ان کہاؤں سے رابطہ قائم کر رہا ہے۔ ہر روز سیر سے ان کے حجرہ میں آن کر بٹھ جاتا اور شام کو اپنے حصے کی مزدوری لے کر بال بچوں میں لوٹ جاتا ہوں۔"

ابھی اس مزدور کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ دو گون سے پہلی بار تار سنج کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقدس امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھا ہو رہا ہے اور وہ آنسوؤں کی بارش میں مزدور سے التجا کر رہا ہے۔

"معزز شہزادے! میری رشتہ خانی معاف کر دو۔ لاٹھی میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ اپنے غضب ہو گیا، جن کے کفشن کا تاج میسر کر کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔ ان کے کاغذ پر میں نے سواری کی قیامت کے دن اگر کہیں سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میسر فرزند کا دوشِ نازین اس لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے، تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس دقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموسِ عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی! آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شقی ہو ا جاتا ہے۔

دیکھنے والوں کا خیال ہے کہ جس طرح ایک عاشق دیکر دیکھے ہوئے محبوب کو مانتا ہے۔ اسی انداز میں دقت کا عظیم المرتبت امام اس سیدنا سے مزدور کی منت سماجت کر رہا ہے اور لوگ بھی چٹھی چٹھی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریں کیا۔ رقت انگیز تماش دیکھ رہے ہیں کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کر لیتے ہیں کہ بعد امام اہل سنت نے ایک آخری التجا نے شوق پیش کی:

"چونکہ راجہ عشق میں خونِ جگر سے قیادہ و جاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے، اس لئے لاشعور کی ایک تقصیر کا کٹاؤ بھی ہو گا کہ اب تم پاکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاغذ پر اٹھاؤں،

اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے دو گون کے دل بے گم ہیں۔ وہ فوراً اسے فضا میں پھینچیں بلندہ رہی ہیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سیدنا سے کو عشق جنوں خیز کی حد پوری کر لی۔ یہ منظر کس قدر دل دہلا رہا ہے! اہل سنت کا جلیل القدر امام کا روں میں شاہین ہو کر اپنے علم فضلِ جیب و دستارِ اعلیٰ پر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک گناہِ مزدور کے قدموں پر تاشا کر رہے ہیں۔ شوکتِ عشق کا یہ ایمان اور زلفِ دل و دیکھ کر چہرہ دل بھی جھلک گئے ہیں، کہ دونوں کا غبار چھٹ رہا ہے، عقلوں کی آنکھیں کھلی ہوئی اور دشمنوں کو بھی ان لینا پڑا ہے کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے احمد رضا خاں ربوی کے دل کی عقیدت و اخلاص کا جب یہ عالم ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ دازشگی و محبت کا کیا ٹھکانا ہو گا۔

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل: گل سے چین چین سے صبا اور صبا سے ہم اعلیٰ حضرت سے مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے کردار و اخلاق کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس نوع کے بے شمار واقعات آپ کی سیرت میں ملتے ہیں۔ انشائیہ صدی عیسوی کے یوں تو برصغیر پاک و ہند میں بڑے بڑے آدمی پیدا کئے، ان میں ہر کتب تک اور ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں۔ مگر جیسی جامعیت اور جیسی انفرادیت مولانا احمد رضا خاں کے حصے میں آئی! وہ اپنی جگہ بے مثال و بے نظیر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ماہِ رسال کی کردشوں نے مولانا کا عظیم شخصیت پر غفلت کے دیر پر دے ڈال دیے ہیں، لیکن جب ہم ہر پردہ

ماتے سے یکایک ایک بزرگ سفید ریش، نہایت شکیل و وجہ تشریف لائے اور مجھ سے فرماتے تھے:

"سنا ہے بچے، آج کل عبدالعزیز ہے.... اس کے بعد الحمید.... اس کے بعد عبدالرشید" یہ کہہ کر قرآن نظر سے غائب ہو گئے۔

آپ کی پراچھ پرستی ہوگی کہ کان پر ایک مولانا بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے تشریف لائے گئے۔ احمد رضا بھی ان سے کلام اللہ پڑھنے لگے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ مولانا کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ کا تلفظ تھے احمد رضا کہتا تھے، بحر آپ کے زبان سے وہ تلفظ ادا نہ ہو رہا تھا۔ مولانا زبیر بتاتے اور آپ زیر پڑھتے۔ یہ کیفیت آپ کے جدِ امجد مولانا رضا علی خاں بھی دیکھ رہے تھے، انہوں نے کلام پاک سن کر دیکھا، تو اس میں اس لفظ کے اعراب کا تلبیخ غلط ڈال دئے تھے، یعنی زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا۔ گویا غیر شعوری طور پر بچے کی زبان سے جو لفظ نکل رہا تھا، وہی صحیح تھا۔ دادائے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: "بیٹا! مولانا صاحب جس طرح بتا رہے تھے، تم اسی طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟" تھے احمد رضا نے جواب دیا، حضرت! میں ارادہ تو کرتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا، زبر کے بجائے ہر ماہ زیر ہی سے زبان کا کام کرتی؟

اس طرح کے بہت سے حیرت انگیز واقعات درس تدریس کے دوران میں پیش آئے ایک روز قرآن مجید پڑھانے والے مولانا نے تنہائی میں اپنے شاگرد احمد رضا سے کہا: صاحبزادے! اپنے پرچہ تبادو کسی سے کہو نہ کہیں۔ تم ان بنو یا جن؟ آپ سنی کہ نہیں پڑھو اور فرمایا: خدا کا شکر ہے میں ان ہی ہوں، البتہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل ہے! ایک روز یہی مولانا صاحب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے ان کو سلام کیا مولانا نے جواب دیا: "جیسے رہو" احمد رضا نے عرض کیا: "حضرت، یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا" وعلیکم السلام "کہنا چاہئے تھا" یہ سن کر مولانا بہت خوش ہوئے اور شاگرد کو دعا دیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اعلیٰ حضرت ابھی کم سن ہیں۔ روزہ کھوایا گیا ہے۔ گری کا زمانہ ہے۔ سہ پہر کے وقت کاشا اقدس میں روزہ کشا کی تیاریاں ہو رہی ہیں، ایک الگ کمرے میں انظار کے دوسرے سامان کے ساتھ فرنی کے بیلے بھی چھڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے والدِ امجد یکایک آپ کو اس کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑ بند کر کے ایک بالہ اٹھاتے ہیں اور بیٹے کی طرف بڑھا کر کہتے ہیں: "لو اسے کھا لو" بیٹا حیران ہو کر عرض کرتا ہے: "آبا حضور میرا روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟"

ارشاد ہوتا ہے: "میاں کھا بھی بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں نے کوڑا بند کر دئے ہیں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں۔ جلدی سے کھاؤ!" یہ سن کر بیٹا ادب سے کہتا ہے: "آبا حضور! جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے، وہ تو کچھ رہا ہے" یہ سننے ہی آپ کے والدِ امجد کی آنکھوں سے بے اختیار اشکوں کا تار بندھ جاتا ہے فرط محبت سے پیار سے بیٹے کو سینے سے لگاتے ہیں۔

بٹاکر ان کے ظاہر و باطن کا جائزہ لیتے ہیں، تو ان جیسے آدمی اخلافِ جدید میں تو کیا، اسلافِ قدیم میں بھی دور دور تک نظر نہیں آتے۔ مولانا آج جامع حیثیات شخصیت تھے اور اتنے علم و فنون میں کامل تھے کہ ان کے ذکر سے عقل حیرت میں آتی ہے اور وجدان وجد کرتے لگتا ہے۔ یہ کہنا کہ وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے، شاید ان کے مرتبہ سے فروتر بات ہوگی، مگر اس کے سوا اور کہا بھی کیا جائے کہ وہ عقل و عشق دونوں میں اس مقام رفیع پر روحی افزہ ہیں جہاں نمودار ہوتے ہوئے خیال کے بھی پر جلنے لگتے ہیں۔

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، منکلم، مفتی، حافظ، قاری، شاعر، مریض، آدابِ علم عقل و نقل کا فاضل، منجھ، اپنے عہد کا بہت بڑا شیخ طریقت اور مجددِ شریعت اور ان سب خصوصیتوں سے بالاتر ایک زلالہ تر ایک زلالہ، انوکھا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ع

عالم میں تم سے لاکھ سہی تم گھر کہاں؟

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بن مولانا نفعی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں کی ولادت ردھیل کھنڈ کے مشہور شہر بریلی کے محلہ جولی میں ہونی سالہ ولادت ۱۲۷۲ ہجری، ماہ شوال، تاریخ دس بوقت ظہر، روز چہار شنبہ — بحکری تقویم کے مطابق ۱۸۵۶ء جون تاریخ ۱۴۔ بقول ایک صاحب دل ۷۵۷ء کے انقلاک ایک سال قبل پیدا ہوئے والا یہ بچہ اپنے نکلی دن نظری انقلاب کے بے باک نقیب ہونے پر دلالت کر رہا تھا۔ آپ کے جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خاں ان دنوں حیات تھے۔ پوتے کے پیدا ہونے کی خبر ان کے کانوں تک پہنچی تو خوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے بھائی علی محمد خاں صاحب کی روایت ہے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں، ان کا ارشاد یہی تھا کہ جب احمد رضا پیدا ہوئے، تو والد مرحوم ان کے حضرت دادا جان دس سترہ سالہ عمر کے وقت میں لے گئے دادائے گود میں لیا اور معاً انسان غیب سے فرمایا: میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا! اعلیٰ حضرت کی یہی بڑی بہن فرمایا کہ تھیں کہ بچپن ہی سے تمام خاندان میں یہ بچہ اپنے مزاج اطوار اور ذہانت کے اعتبار سے الگ نظر آتا۔ ایک روز کسی نے دروازے پر صدا دی۔ احمد رضا کی عمران دنوں دس برس تھی، باہر گئے۔ دیکھا ایک بزرگ فقیر کھڑے ہیں۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا: "ادھر آؤ بیٹا" یہ کہہ کر سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو۔

مولوی عرفان علی صاحب قادری جو اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، بیان کرتے ہیں، کبھی کبھی اعلیٰ حضرت اپنے بچپن کے حالات بیان کرتے تھے، ایک روز ارشاد فرمایا میری بڑی ساری سہی تین برس کی ہوگی اور میں اپنے محلہ کے مسجد کے سامنے کھڑا تھا کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ فرما رہے۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے بھی فیضِ عربی میں ان کی باتوں کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس بزرگ ہستی کو کچھ کبھی نہ دیکھا۔ اسی ذکر میں اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ میری عمر دس گیارہ برس کی ہوگئی اور میں ایک دن حکیم ذریعلی صاحب کے ہاں جا رہا تھا۔ کوئی دس بجے کا وقت تھا۔

والہ نے آپ کا نام محمد اور جد امجد نے احمد رضا رکھا۔ تاریخی نام "المتاثرین" جس سے ۱۲۸۲ ہجری کے بعد ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بہت برس بعد قرآن کی اس آیت سے اپنی پیدائش کا سن برآمد فرمایا:

اولئک کتب فیہم الایمان وایدہم بروجہ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے

آپ کبھی کبھی بڑی دل سوزی سے فرماتے۔ مجد اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے ڈھکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوگا

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اور جد امجد دونوں اپنے اپنے عہد کے تبحر عالم ولی کامل عارف باللہ صاحب کشف وکرامات اور شیخ طریقت وشریعت تھے۔ آپ کے والد مولانا نقی علی خاں صاحب بے شمار کتابوں کے مصنف، حب و نسب کے اعیان سے بھی اعلیٰ حضرت خاندانی شرف ودار اور جادو دین و دنیا کا امتیاز رکھتے تھے۔ آپ کے جد امجد اعلیٰ حضرت محمد سعید خاں رحمۃ اللہ علیہ تنہا کے موقر قبیلے بڑی بچ کے چھان تھے۔ شاہانہ خلیفہ کے عہد میں نادر شاہ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور ممتاز دمع زعفران پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل اپنی کی جگہ رکھا۔ پھر لاہور سے دہلی چلے گئے۔ سعید اللہ خاں شش ہزاری منصب پر فائز تھے اور شجاعت جنگ کا خطاب رکھتے۔ ان کے بیٹے سعادت یار خاں صاحب شاہ دہلی کی جانب سے ایک عام ہم پر بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے۔ فتح پور پر انہیں بریلی کا صوبے دار بنانے کا فرمان دیا گیا۔ لیکن ایسے وقت جب وہ بستر مرگ پر تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے اعظم خاں، معتم خاں اور محکم خاں۔ بیٹوں میں صاحب جلیلہ پر ممتاز۔

اعظم خاں صاحب نے بریلی میں مستقل رہائش اختیار کی اور دنیا سے منہ موڑ کر ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ محلہ معماران بریلی میں شہر کے کالمیکہ آج بھی ان کی نسبت سے معروف ہے۔ دین اعظم خاں صاحب کا مزار ہے۔ ان کے بیٹے حافظ محمد کاظم علی خاں ہر حجرات کو اپنے والد کے سلام کے لئے حاضر ہوتے اور ہمیشہ کرا نذر رقم حاضر کرتے، مگر آپ وہ رقم ضرورت مندوں میں بانٹ دیتے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھتے۔ ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں حافظ صاحب اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حسب معمول حاضر ہوئے، دیکھا کہ شاہ محمد اعظم اس کمرے کے جاڑے میں ایک دھونے کے قریب تشریف فرما ہیں اور جسم پر کوئی سرمائی پوشاک نہیں۔ معاذ منہ بیٹے نے فوراً اپنا پیش ہاؤ دھال آ کر والد پر ڈال دیا۔ حضرت نے نہایت استغنا سے وہ دھال آگ میں ڈال دیا۔ حافظ صاحب کے دل میں دوسرا پیدا ہوا کہ اس آس قیامتیں درشلے کو آگ میں ڈالنے کے بجائے کسی محتاج کو عطا فرمادیا جاتا۔ یہ دوسرا دل میں آنا تھا کہ شاہ اعظم نے آگ کے بھڑکنے والاؤں میں سے دھال نکال کر چھینک دیا اور فرمایا: فقیر کے ہاں یہ دھکر بچکر معاملہ نہیں لے اپنا دھال

دیکھا، تو اس میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا۔ ایسا ہی صاف شفاف تھا۔

حافظ کا نظم علی خاں شہر دلیوں کے تفصیل دار تھے۔ دوسو سواروں کا دستہ ہر رت خدمت میں رہتا۔ آٹھ گاؤں جاگیر کے عطیہ ہوئے تھے۔ انہی حافظ صاحب کے صاحبزادے حضرت قدردہ الاولیاء صلیین، زبدۃ الکاملین، قطب الوقت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے حالات مولانا حسن علی نے اپنی معروف تالیف "تذکرہ علماء ہند میں تفصیل سے رقم کئے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا رضا علی فقرو تقویٰ میں کامل ہمارت رکھتے تھے۔ تقریباً بہت پر تاثیر۔ زہد و تقاضات، علم و تواضع اور تکریم و تقدیر کی تصویر تھے۔ ان کی بہت سی کامیابیوں اور خیر عادات و واقعات عام ذرا میں مشہور ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کی پیدائش کے ساتویں روز جس دن عقیقہ ہوا۔ آپ کے انہی جد امجد مولانا رضا علی نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ عزیز خاندان علی و عارف ہوگا، چنانچہ سب تاریخین اور سوانح نگار اس امر پر متفق ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظر و ختم کیا اور پھر اسی کے تحت کہ ماہ ربیع الاول میں منبر پر بیٹھ کر بہت بڑے مجمع میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے صرف دو کلمات کہے کہ میں حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ سے ملے ہیں پھر تمام علوم اور فنون اپنے والد ماجد امام المتکلمین مولانا علی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ تیرہ برس کی عمر میں صرف کلام، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اصول معانی و بیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ، ہیئت وغیرہ جمیع علوم وغیرہ عقیدہ نقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۲۸۶ شعبان ۱۲۸۶ ہجری کو سند فراغت حاصل کی اور تکریم فضیلت زینب سرفروماں، اسی روز سب سے پہلا جو فتویٰ پیش ہوا۔ وہ یہ تھا کہ اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر کوئی بین پہنچ گیا، تو کیا حکم ہے؟ آپ نے بچے کو محققانہ انداز میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے پیٹ میں پہنچے گا۔ حرمت و رضاعت لائے گا۔

اعلیٰ حضرت کی یہ سب ذہانت اور بے نظیر حافظے کے کمالات اتنے ہیں کہ انہیں بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے مولانا احسان حسین ابتدائی تعلیم میں اعلیٰ حضرت کے ہم سبق تھے، ان کی روایت ہے کہ شروع ہی سے ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد سے کبھی پوچھنا سے زیادہ کوئی کتاب نہیں پڑھی جو تھا کہ کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر ادراہ کر کے سنا دیا کرتے۔ بعض لوگ نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے، چنانچہ خیال ہوا کہ قرآن مجید حفظ کر لیا جائے، لہذا صرف ایک ماہ میں پورا قرآن آسانی سے حفظ فرمایا۔ سید ابوبالی صاحب کا بیان ہے کہ روزانہ ایک بارہ حفظ کر لیتے۔ مشکل سے مشکل فتویٰ کا جواب شاگردوں اور احباب کو اس طرح قلم بند کر دیتے کہ حیرت ہوا کہ بے شمار کتابوں کے حوالے اس سلسلے میں دے اور سب زبانی فرماتے الماری میں سے فلاں جلد نکال لو۔ اتنے ورق الٹ لو، فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے

بند معنوں ہوگا، اسے نقل کر دو غرض کہ ان کا حفظ اور دائمی باقی عام لوگوں کی سمجھ کر
باہر تھیں۔

اعلا حضرت کے ایک شاگرد و فاضل کی تحریر کے کام پر لگائے گئے تھے، ایک عجیب
و غریب واقعہ حضرت کی ذہانت اور حفظے کی باریکیوں پر بیان فرماتے ہیں۔ میں نے حساب
کی تعلیم اسکول میں پائی تھی، لہذا مجھے حساب دانوں میں بڑی ہدایت حاصل تھی، اعلا حضرت
حساب دانے استفادہ عمل کرنے کے لئے زیادہ ترمیم سے کام لے سیر و فرماتے۔ ایک مرتبہ
درشے کی تقسیم کے سلسلے میں پندرہ بطن کا مناسخ آیا۔ ظاہر ہے کہ صورت اعلیٰ کی
پندرہویں پشت میں درجنوں وارث ہوں گے۔ مجھے اس کے جواب میں دو راہیں اور
ایک دن مسلسل محنت کرنا پڑی، ایک ایک پیسے اور درجنوں وارثوں کا حق قلمبند
کر دیا، عصر کے بعد حسب معمول اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بیٹھا تاکہ حساب کی تکمیل
تفصیل آپ سے عرض کر دوں اور آپ اصلاح کی ضرورت محسوس فرمائیں تو
اصلاح کر دیں۔ میں نے وہ استفادہ پڑھنا شروع کیا۔ کیا دیکھا ہوں کہ اعلا حضرت
سننے سننے اپنی انگلیوں کو بھی حرکت دے رہے ہیں۔ یہ استفادہ چونکہ پندرہویں
کے درجنوں وارثوں کے حساب کتاب پر مبنی تھا، اس لئے یہ عمل سیکھ کے دو صفحوں
پر پھیلا ہوا تھا میں نے استفادہ یعنی صرف سوال ہی پڑھ کر ختم کیا اور ابھی جواب
میں تحریر کر کے ہوئے وارثوں کے حصے ظاہر نہ کئے تھے کہ اعلا حضرت نے بلا توقف
فرمانا شروع کیا۔ آپ نے فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا دیا غرض درجنوں وارثوں کے نام اور
ان کے حصے بتا دیے۔ اب میں حیران و ششدر رہا کہ مجھے اپنی حساب دانی پر اتنا ناز
استفا کو میں نے اپنے طور پر پسینہ دھو پڑھا، ہر ایک نام بار بار پڑھ کر ان کے حصے کا
اس کے باوجود مجھے سے کوئی ان سب وارثوں کے نام پر مجھے تو حصے تجھ میں نام بھی شاید
پورے نہ بتا سکوں جب تک لکھے ہوئے کو سامنے نہ رکھوں... اللہ اللہ! یہ کیا بحر
کیسی وسعت اور اک اور کتنی عظیم خداوندی صلاحیت تھی جو حق تعالیٰ کسی کو عطا فرماتے۔
اعلیٰ حضرت نے علوم دوسرے کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی بھی تفصیل فرمائی حیرت
کی بات یہ کہ بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استادی کا رہنمائی کے بغیر آپ نے اپنی
خدا داد ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے۔ کئی
فن اس میں آتے ہیں کہ درجہ بد کے بڑے بڑے محقق اور عالم انہیں جانتا تو درکنار
شاید ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے اعلا حضرت کے علوم و فنون کی ہر دست و پا
فرمائیے۔

علم قرآن علم حدیث اصول حدیث، فقہ (مذہب) اصول فقہ، جہل تفسیر
عقائد کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، فلسفہ، تفسیر، تہذیب، ریاضی، ہند
قرآن، تجوید، تصوف، سکھ، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب،
اشراطی، جبر و مقابلہ، حساب سینما، لکچر، زرات، توقیت، مناظر و رایا، اکبر، زبانت
مثلاً کر دی۔ مثلاً سطح، ہیئت جدیدہ، مہربانت، جہل نازجہ۔ ان تمام علوم و

فنون کے علاوہ علم الفرائض، عروض و نوائی، نجوم، ادقاق، فنی، تاریخ (اعلا و نظم و شرفاری
نظم و شرفاری خط نسخ اور خط نستعلیق میں بھی کمال حاصل کیا۔ ان علوم کو دیکھئے تو
اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک جلیقہ پھر حق ان سیکھ پڑیا تھے اور یہ واقعہ ہے کہ عالم اسلام
میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اعلا حضرت کا ان علوم میں ہم پلہ یا متقابل ہو۔
آپ نے عربی زبان میں قرآن کریم کی نہایت عظیم الشان تفسیر لکھی۔ اس کے علاوہ
بیضادی، معالم، اتفاق، روشنور اور تفسیر فائز پر عربی میں بے نظیر حواشی تحریر فرماتے۔
حدیث و اصول حدیث میں آپ نے ہمتاں میں تالیف فرمائیں جن میں صحاح ستہ
کی شرح شامل ہیں۔ پھر ان کی معرفت شرح یعنی عمدة القاری، ارشاد الساری اور
فتح الباری پر بھی حواشی لکھے۔ عقائد کلام پر آپ کی تصانیف کا تعداد بیس سے زائد
تجوید پر آپ کی ستر تصانیف ہیں۔ تصوف و اذکار، اذات و غیر کے علوم پر نو کتابیں تصنیف
فرمائیں۔ تاریخ، سیرت و مناقب میں گراہکت میں لکھیں۔ ادب، نحو، لغت، عروض کے
موضوع پر آپ نے چھ کتابیں تلمذ کیس علم زبانت میں سات، علم جہل و تفسیر میں چارہ،
علم جبر و مقابلہ میں چار، علم مثلاً، اشراطی، ہندسہ اور ریاضی میں اٹھائیس کتابیں تحریر
فرمائیں۔ فلسفہ اور منطق میں چھ کتابیں لکھیں۔ ان میں ایک کتاب حرکت زمین کی تردید
میں ہے اور دوسری کتاب سورج کے گھومنے اور گردش کے ثبوت میں۔

ڈاکٹر محمد سلیم یونیورسٹی کے اس چاند ڈاکٹر سر سید الدین مرحوم نے یورپ میں
تعلیم پائی تھی اور برصغیر کے بلند پایہ ریاضی دانوں میں آپ کا شمار تھا اور فی الحقیقت اس
میں کمال رکھتے تھے۔ اتفاق سے ڈاکٹر صاحب کو کیا حدیث کے مسئلے میں اشتباہ ہوا،
ہر چند کہ کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا چونکہ صاحب حیثیت آدمی تھے اور علم کے شائق،
اس لئے نقد کیا کہ جرمی باکرہ مسئلہ کریں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اس
زمرے میں یونیورسٹی کے شعبہ دینیات میں ناظم تھے، ڈاکٹر صاحب نے ایک رد گفتگو کے
دوران میں ان سے اس مسئلے اور اپنی مشکل کا ذکر کیا۔ مولانا سلیمان اشرف نے شورہ دیا آپ
بریلی جلیئے اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان سے دریافت کیجئے وہ اسے نزد مل کر دیں گے
ڈاکٹر ضیاء الدین نے حیرت سے کہا مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں یہاں کہاں سے تعلیم
پاکر آبا ہوں، ریاضی کے آدمی سے ادنیٰ مسئلے حل کرنا جانتا ہوں۔ جب میں یہ مسئلہ مذکر
سکا تو مولانا احمد رضا جنہوں نے کبھی یورپ کا تصور تک نہیں کیا ہے اندازے سے مسئلے یا
کے انہوں نے جدید یونیورسٹی میں سیکھے ہیں۔ ان بے چاروں نے تو اپنے ملک کے کسی کالج
میں بھی تعلیم نہیں پائی، وہ کیونکر یہ مشکل مسئلہ حل کر سکیں گے؟ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے سفر
یورپ کا سامنا شروع کر دیا مولانا سلیمان اشرف نے ایک دن پھر کہا آپ بریلی تو ہوئیے
اور ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے ملاقات تو کر لیجئے، پھر آپ کو اختیار ہے یورپ جائیں
یا امریکہ۔ یہ سن کر ڈاکٹر ضیاء الدین کی پیشانی پر ریل پر گئے۔ تلخ لہجے میں کہا، مولانا آپ
مجھے کھارے دیتے ہیں۔ آخر عقل بھی کوئی چیز ہے۔ فضول میرا وقت برباد ہوگا۔ یہ
مسئلہ مولانا احمد رضا خان کے بس کا نہیں۔ مولانا سلیمان اشرف نے زور دے کہ ہمارا آخر

اس میں حرج ہی کہلے۔ بریل کچھ زیادہ در تہہ نہیں، چند گھنٹے کا سفر ہے۔ قصہ مختصر
ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف کی معیت میں بریل پہنچے۔ اعلیٰ حضرت کے دوست
کدے پر گئے، اندر اطلاع بھیجی حضرت کا طبیعت ناما ساری تھی۔ مگر مولانا سلیمان اشرف
کا نام سن کر فوراً بلوایا۔ ڈاکٹر صاحب کے بھی مزاج پر کی فرمایا اور پوچھا کہ تشریف
آدری ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا یہاں ہی ایک مسئلہ آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں
جواب، وہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ فوراً کیا کر دیا جائے۔ ذرا المیہ ان کی صورت ہو تو
کہوں۔ حضرت نے فرمایا: بیان کیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت
نے سنتے ہی فرمایا اس کا جواب یہ ہے۔ جواب سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کو حیرت سے
سکتے ہو گیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے آنکھ سے پردہ سا اٹھ گیا بے اختیار رول اٹھے
میں سنا کرتا تھا علم لدنی بھی کوئی شے ہے آج آنکھ سے دیکھا۔ میں تو اس مسئلے کے حل کے
لئے جرمی مانا جاتا تھا مگر مولانا سلیمان اشرف نے رہبری فرمائی اب آپ سے اس
کا حل سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے آپ اس مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے
در تک اس میں خدا اس کے متعلقات میں گفتگو ہوتی رہی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنا ایک
طبی رسالہ منگوایا جس میں اکثر مشنوں اور دائروں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب
نے نہایت استعجاب سے وہ رسالہ دیکھا اور فرمایا: میں نے یہ علم حاصل کرنے میں نہایت
اٹھائی۔ ملک ملک کا سفر کیا، بے انتہار پیسہ خرچ کیا۔ یورپین استادوں کی جوتیاں دیدی
کیں، تب کچھ معلومات ہوئیں، مگر کچھ علم آپ جانتے ہیں، اس کے مقابلے میں میں اپنے
آپ کو عقلی مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا یہ تو فرمائیے اس میں آپ کا استاد کون ہوگا؟
اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا امیر اکوئی استاد نہیں، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے
مرضہ چا دتا دے جمع تقریق، ضرب تقسیم محض اسلئے سیکھتے تھے کہ ترکے کمال کی
میں ان کی ضرورت پڑتا ہے۔ بشرح چھ مضمون شروع کی ہی تھا کہ حضرت والد ماجد نے
فرمایا کہ ان پادقت ضائع کرتے ہو، مصطفیٰ پیار سے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار
سے یہ علم تم کو خود ہی سکھا دئے جائیں گے، چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اپنے
مکان کی چادر دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت علیہ السلام
علیہ وسلم کا کرم ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ بن بوطی حضرت کا علمی حالات اور اعلیٰ اخلاق کا ایسا اثر ہوا کہ بریل سے
علمی لکھ آتے ہی انہوں نے دماغی رکھ لی اور صدمہ و صلا کے بھی پابند ہو گئے۔
علم ہیئت، فزیت، نجوم اور جفر میں بھی اعلیٰ حضرت کو ایسی دستگاہ تھی کہ ان
سے باہر۔ مولانا غلام حسین صاحب، حضرت کے معاصرین میں ایک صاحب کمال زرگ
تھے۔ ہیئت و نجوم کے ماہر۔ اکثر اعلیٰ حضرت کے ان تشریف لاتے اور بڑی
دلچسپ گفتگو اپنی فنون پر ہوتا اور اپنے اپنے تجربیات کے کچھ دو تین حضرات فرمایا
کرتے۔ ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا فرمائیے بارش
کا کیا انداز ہے؟ کہ ایک ہونگے؟ مولانا نے ستاروں کی وضع سے ناچکے بنایا اور فرمایا اس

جیسے میں پانی نہیں، آئندہ ماہ میں ہونگے۔ یہ کہہ کر وہ ناچکے اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا جعفر
نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو۔ مولانا نے کہا
یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال نہیں دیکھتے جعفر نے فرمایا سب دیکھ رہا
ہوں اور ساتھ ساتھ ان ستاروں کے بنائے دلے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں
سامنے کلاک لگا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا وقت کیا ہے؟ بولے سو اگیارہ بجے ہیں
فرمایا بار بجنے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا پون گھنٹہ۔ حضرت نے فرمایا اس سے قبل
نہیں ہوگا نہیں۔ ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے پس کر اعلیٰ حضرت اٹھے اور بڑی
سوئی گھمادی۔ فوراً ٹین بارہ بجنے لگے حضرت نے فرمایا مولانا، آپ نے کہا تھا ٹھیک
پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے، یہ اب کیسے بارہ بج گئے؟ مولانا نے کہا آپ نے کلاک کی سوئی
گھمادی۔ درہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے بعد بارہ بج گئے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح
رب العزہ جل جلالہ تادرتی ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چلے پہنچا دے۔ وہ
چلے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ ایک دن کیا، ابھی بارش ہونے لگے۔ آنا نہ بان ببار کے سکنے
تھا کہ چاروں طرف سے گنگھڑ گنگھڑا چھا گئی اور پانی برسنے لگا۔ غرض اعلیٰ حضرت کا اعتقاد
اس قسم کے علوم پر ایسی ہی نوعیت کا تھا۔ ستاروں کے اثرات کے قائل۔ مگر اصل
فاعل حضرت عزہ جل جلالہ تادرتی ہے کہ جہاں چاہے۔

علم کسیر اور علم جفر میں تو اب کمال حاصل تھا کہ بیرون ممالک سے علماء یہ علوم سیکھنے آتے
کے پاس آتے۔ اعلیٰ حضرت نے یہ علم خود اپنے ذوق اور شوق سے سیکھا اور ہر سوال کا
جواب بالکل صحیح برآمد کرتے۔ ایک روز نواب وزیر احمد خاں صاحب ملے فرمایا ایک
عجیب و غریب علم ہے۔

اس میں سوال کا جواب منظم عربی زبان، بحر طویل اور حرف لام کی ردیف میں آتا
ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا، قطع نہیں آتا جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں
ہوتی، نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے جس میں حضور
قدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی، حکم مل گیا،
درہ نہیں۔ میں نے تین روز پڑھا، تیسرے روز خواب دیکھا۔ ایک وسیع میدان اور اس
میں بڑا بڑا کنڈاں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چند صحابہ کرام رضی
حاضر ہیں جن میں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو میں نے پہچان لیا۔ اس کو نبی میں سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ لگا کر
ڈیڑھ گز اوڑھ لیں دو گز ہوگا۔ اس پر سبز کپڑا پڑھا تھا جس کے وسط میں سفید روشن
بہت عالی قلم سے ۵۰ کے حروف اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے جس سے میں یہ مطلب
نکالا کہ اس علم کا حامل کرنا نہیں فرمایا جاتا ہے۔ ان حروف سے یہ قاعدہ جعفر اذن (اجازت)
نکل سکتی ہے۔ ہر کلمہ در صد روز آخر میں رکھا۔ اس کے عدد پانچ ہیں۔ اب وہ اپنی
پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبے میں آگئی اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی سے یعنی
پچاس جس کا حروف نوں ہے اور نوں اذن سمجھا جاتا، مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا

”میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان فتووں کو اگر ابو حنیفہ لغمان رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچی اور اس کے مؤلف کو اپنے تلامذہ میں شامل فرماتے“
شاعر مشرق علامہ اقبال اعلیٰ حضرت کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ایک موقع پر علامہ اقبال نے فرمایا یہ روایت ذکر کرنا عابد احمد علی مرحوم کی ہے:

”ہندوستان کے دورِ اخیر میں مولانا احمد رضا خاں حبیب الطباع اور ذہین نقیب پیدا نہیں ہوا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے رائے قائم کی اور ان کی ذہانت، فطانت، جودت، طبع، کمال، نقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحر علی کے شاہدِ عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ اسی لئے انہیں اپنے شرع، فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگرچہ چیزِ درمیان میں نہ ہوتی، تو مولانا احمد رضا خاں گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ سمجھتے تھے“

اقبال نے اعلیٰ حضرت کے ہاں جس ”شدت“ کا ذکر فرمایا ہے، اس میں نفایت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی سوزش تھی۔ جسے حدت کہہ لیجئے یا شدت۔ اور یہ شدت بھی صرف اعدائے خدا و رسول کے لئے تھی، ورنہ اعلیٰ حضرت تو ہر مومن اور ہر اہل محبت کے لئے سراپا لطف و کرم تھے یا بقول اقبالؒ:

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

فاضل بریلوی نے سلوک و طریقت کی منزلیں حضرت شاہ آل رسول ماہروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر طے فرمائیں اور آپ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ پیر و مرشد نے آپ کو تمام سلاسل میں اجازت و خلافت کا شرف عطا فرمایا۔ بیعت کا واقعہ ۱۲۹۴ھ کا ہے یعنی ان دنوں کا جب اعلیٰ حضرت کی عمر اکیس بائیس برس سے زیادہ نہ تھی۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد تقی علی بھی اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف فرما تھے اور وہ اپنے پاکباز اور ہونہار و زہد و کوشاہ آل رسول کی خدمت میں لے گئے۔ شاہ صاحب کا وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔ گویا فاضل بریلوی کو اپنے پیر و مرشد سے تقریباً تین برس تک شرفِ ہدایت حاصل رہا۔ اعلیٰ حضرت کے تختہ دیران ”ہدایۃ بخشش“ میں ایک منقبت حضرت شاہ آل رسول کی شان میں موجود ہے۔ اس کا مطلع ہے:

خوش دلائے کہ دہندش دلائے آل رسول
خوش سرے کہ کندش دلائے آل رسول

شاہ صاحب بھی اعلیٰ حضرت سے بہت محبت فرماتے اور انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا۔

اور لفظ کو ظاہر پر رکھ کر غن جھوٹ دیا کہ اہلکے معنی میں فضول ایک۔“

تاریخ گوی کہ ان بھی اعلیٰ حضرت کے پاس آکسانی نہیں، وہی تھا۔ آپ نے کبھی ادنیٰ سے توجہ بھی اس فن کے حصول کی جانب نہ فرمائی، پھر بھی اس میں وہ کلک کر اٹھان تہن دیریں کوئی منہم لفظوں میں ادا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیریں بے تکلف تامل بھی مارتے اور جملے فرما دیتے تھے۔ جس کا اثر ثبوت ہے کہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں بہت کم ایسی ہوں گی جن کا نام تاریخی نہ ہو۔ بعض عربی اور اردو کے تصانیف تاریخی آئے وصال جو بہت طویل ہیں، ان کے ہر ہر مصرعے سے تاریخ برآمد ہو رہی ہے۔ خوش نویسی اور خطاطی میں بھی اپنا نانی نہیں رکھتے تھے۔ نسخ، استعینق، خط تقیم اور خطِ فیکر جیسے تمام اقسام و انواع کے کرم الخط میں آپ بے نظیر مہارت سے لکھتے تھے۔

”اگر آپ اس کتابے دریں غن نیافتہ شود پس مصنف را موجد تصنیف ندائی تو ان گفت (اگر اس فن میں ادا کوئی کتاب نہ ہو، تو مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے) علمِ توقیت میں کمال کا یہ عالم کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی ملا یا کرتے وقت، بالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔ ایک دفعہ آپ بدایین شریف تشریف لے گئے، مسجد خرامیہ میں حضرت محبت الرسول مولانا عبدالحق بدایینی نے آپ کو غازی خیر چڑھانے کا ارشاد کیا، اعلیٰ حضرت نے قرأت اتنی طویل کی کہ مولانا عبدالحق کو شک ہوا شاید سورج نکل آئے۔ نماز کے بعد دو گھنٹے تک مشرق کی طرف دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ابھی سورج نکلنے میں تین منٹ ہم سیکند ہا ہی ہیں۔ علمِ تکبیر (توقین) میں بھی فیروز مولانا مشق و ادراک کے مالک تھے۔ توقین پڑھنے کے بعد تھا طریقوں سے واقف، حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مؤلف مولانا ظفر الدین بہاری اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ارشد گرد بھی تھے ان کے پاس ایک شاہ صاحب تشریف لائے اور بڑے فخر سے کہنے لگے میں نقش مربع سولہ طریقوں سے پڑ کر لیتا ہوں۔ آپ کتنے طریقے جانتے ہیں۔ مولانا ظفر الدین نے انکسار سے کہا مجھے تو نقش مربع پڑھنے کے گیارہ سو باون طریقے آتے ہیں۔ شاہ صاحب کہہ کر ناقابلِ یقین بات سن کر اس قدر تعجب ہوا کہ اعتبار نہ آیا۔ پوچھا یہ فن آپ کے کس سے حاصل کیا۔ مولانا نے جواب دیا اعلیٰ حضرت سے اور اعلیٰ حضرت ۳۴ سولہ طریقوں سے نقش مربع پڑھ کر جانتے ہیں آخر شاہ صاحب نے وہ کتاب دیکھی جس میں مولانا ظفر الدین نے نقش مربع حیارہ سو باون طریقوں سے پڑھا تھا تو یقین کے بغیر چارہ نہ رہا۔

اعلیٰ حضرت کا علمی سرمایہ گراں تو بے پناہ ہے، لیکن آپ کا فقیہی شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے جس کی بارہ جلدیں ہیں۔ ان میں سے پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ہر جلد جہازی سائز کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل۔ تاریخ الفوائد میں مجموعہ انبیاء و حیثیت دکھتا ہے۔ اس مجموعے کے خدا وراق اعلیٰ حضرت نے کہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل خلیل حافظ کتب الحرام کو ارسال فرمائے تھے۔ موصوف نے اپنے مکتوب میں ان اوراقِ قادری پر تبصرہ فرمایا اس کا آخری جلد دیکھئے۔

بروز حشر اگر باری تعالیٰ پر بھیجے گا کہ اے آلِ رسول! دنیا سے میرے لئے کیا لایا ہے؟
تو عرض کروں گا کہ میں پروردگار میں ترسے لئے احمد رضا لایا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کو جن سلسلہ طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی، ان کی تعداد تیرہ
ہے جن میں مشہور و معروف سلسلے تاجرہ چشتیہ، نظامیہ، محبوبیہ، سہروردیہ، نقشب
بندیہ، صدیقیہ، نقشبندیہ طوئے مدینہ شامل ہیں۔

حضرت شاہ آلِ رسول کی بیعت سے ایک سال بعد یعنی ۱۲۹۵ھ میں آپ کو اپنے
والدین کی بیعت میں پہلی بار حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ "المعروف" کی جلد دوم میں
اس سفر حج سے واپسی کے حالات خود حضرت کا زبان سن کر مرتب نے درج فرمائے
ہیں اور نبات اثر انگیز ہیں۔ مولانا رحمن علی نے بھی اپنی تالیف تذکرہ علمائے ہندو میں اس
حج کے واقعات و حالات تفصیل سے درج کیے ہیں۔ اسی سفر میں حرمین شریفین کے
اکابر علماء اور شیوخ سے آپ کی ملاقاتیں رہیں۔ مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد و حلال
مفتی خفیہ شیخ عبدالرحمن سراب وغیرہم۔ ان دونوں حضرات سے آپ نے حدیث تفسیر
فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔ ایک روز اعلیٰ حضرت حرم مبارک میں حاضر
تھے اور مغرب کی نماز سے نارخ ہوئے تھے کہ امام تفسیر شیخ حسین بن صالح بصری کربلا
تعارف کے آگے بڑھ کر آپ کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں۔ فرط محبت
سے دیر تک آپ کی نوازش پیشانی دیکھتے رہتے ہیں اور جو شمس عقیدت میں آنے کے منہ سے
نکلتا ہے۔

إني لأجد نورا من هذا الجبين

بے شک میں اپنی پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں۔

شیخ حسین بن صالح نے اعلیٰ حضرت کو صحاح ستہ کے سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت
لپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا۔ شیخ نے اپنی ایک
کتاب "الجمرة المضية" کی شرح لکھنے کا فرمائش کی۔ فوجان فاضل بریلوی نے صرف دو روز
میں اس مشکل کتاب کی شرح عربی زبان میں تحریر فرما کر ان کے حوالے کی اور بعد میں تعلیقات
و حواشی کا اضافہ کر کے اس کتاب کا تاریخی نام بھی تجویز کیا۔ واپسی میں تین روز تک مسلسل سند
میں فوجان رہا اور اب اس شہید کے بقول اعلیٰ حضرت، لوگوں نے کہیں نہیں لئے تھے حضرت والدہ
ماجدة کا افسر اہل دیکھ کر ان کا تسکین کے لئے بے ساختہ میری زبان سے نکلا آپ اطمینان رکھیں
خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ قسم میں نے حدیث رسول ہی کے اطمینان پر کھائی تھی۔ یہ وہ
حدیث ہے جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے
میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی اور حدیث کے وعدہ صادق پر مطمئن تھا۔ الحمد للہ بارہ خلاف ہوا جو تین
دن سے چل رہی تھی، دو گھنٹہ میں بالکل موقوف ہو گئی۔ وہ تین شبانہ روز کی سخت تکلیف
یاد تھی، بریلوی بیچ کر اگر درمکان میں پہلا قدم دیکھتے ہیں والدہ نے مجھ سے فرمایا۔ حج ضمن اللہ تعالیٰ
نے ادا فرمادیا۔ اب میری زندگی بھر دوبارہ حج کا ارادہ نہ کرنا۔ ان کا یہ فرمان مجھے یاد رہا اور
ماں باپ کی ممانعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں، یوں خود دوبارہ حج ادا کرنے سے مجبور تھا۔

۱۹۰۵ء میں اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی اور بڑے صاحبزادے حبیب رح کے سفر
پر روانہ ہوئے، تو آپ کی طبیعت سخت بے چین ہوئی، دل چاہتا تھا پر لگ جائیں اور اگر
حرم شریفین میں پہنچیں، مگر والدہ کی اجازت ضروری فرماتے ہیں۔ اجازت کا مسئلہ نبات
اہم اور اس کا یقین کہ والدہ اجازت نہ دیں گی۔ کسی طرح ان سے عرض کروں۔ آخر کار
زمانہ مکان میں گیا۔ دیکھا حضرت والدہ ماجدہ جادو اور دھڑے آرام فرمائی ہیں۔ میں نے انھیں
بندر کے قیدیوں پر سر رکھ دیا۔ وہ گھر کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا گیا ہے؟ میں نے عرض کیا
حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا: خدا حافظ! میں نے اپنے پیروں
باہر آیا اور فوراً اسوار ہو کر اسٹیج پہنچا۔ حج سے جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ اسٹیج
کنک بھانڈا پہنچا ہوں گا کہ والدہ نے فرمایا: میں اجازت نہیں دیتی۔ اُسے بلالہ مگر میں جا چکا
تھا کہ ان بلاتا؟ چلتے وقت جس گھن میں میں نے وضو کیا تھا اس کا پانی والدہ نے میری دہلی
کنک پھینکنے نہ دیکھا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔

والدین کے ادب، احترام اور اطاعت کی ایسی ہیبت تھی کہ اعلیٰ حضرت کی حیات
میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ حبیب آپ کے والد ماجد مولانا تقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا، تو
اعلیٰ حضرت اپنے حصہ کے جائداد کے خود مالک و مختار تھے، مگر سب اختیار والدہ ماجدہ
کے سپرد تھا۔ وہ مالک کی حیثیت سے جس طرح چاہیں صرف فرماتیں۔ حضرت کا کتابا اور بیرون
کی خریداری کے لئے کسی بڑی رقم کی ضرورت پڑتی، تو والدہ کی خدمت میں درخواست کرتے
اور جب وہ اجازت دیتیں تب ان کا رخیدت۔

اعلیٰ حضرت کے اس دور سے حج کے واقعات نہایت عظیم الشان اور سبق آموز ہیں
اس موقع پر آپ نے ایک نکتہ بھی جن کا ملاحظہ ہے۔
شکر خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے
جس پر نثار جان صلاح و ظفر کی ہے

علمائے حجاز نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، حدود مدائن سے پیش آئے۔ بہت
سوں نے درخواست کی کہ انہیں سند اجازت مرحمت فرمائی جائے، چنانچہ اعلیٰ حضرت
نے ہر درخواست منظور فرمائی۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا احمد رضا خاں نے اس
سفر کے حالات تفصیل سے رقم فرمائے ہیں۔ بعض علمائے کتب علم غیب کے بارے
میں چند سوال لکھ کر اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجے اور صرف دو دن میں کچھ دینے کا ملاحظہ
کیا۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور نہ حوالے کے لئے کوئی کتاب موجود، مگر آپ نے
محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان تمام سوالوں کے جواب فصیح و بلیغ عربی میں، صرف
آٹھ گھنٹے کے اندر اندر قلم بند کر دئے اور اس طرح چار سو صفحے کی ایک ضخیم کتاب
تیار ہو گئی۔ آپ نے اس کتاب کا جو نام تجویز فرمایا وہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس سے صرف
موضوع کی مراحت ہوئی ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کتاب کہاں تصنیف کی گئی اور کس
میں لکھی گئی، کتاب کا نام ہے:

الدولة المكيّة للمادة الغيبية
۱۳۲۳ھ

بران کی ہرگز معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔

اعلیٰ حضرت کو عربی زبان پر ایسا عبور تھا کہ خود اپنی عربی رشتہ کرتے، آپ کے ایک خلیفہ مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی جو بفضلِ خدایات ہیں اور مدینہ منورہ میں تہیم ہے، ان کی روایت ہے کہ: ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین طلبہ کرام کے اجتماع میں میں نے اعلیٰ حضرت کا ایک قصیدہ عربیہ پڑھا جو سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں تھا۔ سب نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے بتایا اس قصیدہ کے لکھنے والے مولانا احمد رضا بلوی ہیں جو عربی نہیں سمجھتے ہیں۔ ملا مصریہ شکر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے کہ وہ عجیب ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔

اعلیٰ حضرت جامع کمالات بزرگ تھے جس فن اور جس موضوع پر قلم اٹھایا، اپنی انفرادیت کا کس ثبوت فرمادیا۔ ان کی اصل دولتِ حبیب رسول تھی۔ اس پاک جذبے سے ان کی روح سرشار رہی۔ اعلیٰ حضرت کی شانِ اعز حشیت بھی اتنی ہی قبیح اور عظیم کر جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا میں جو اچھے اچھے نعت گو شعرا گزرے ہیں۔ ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کی بہترین شہرہ تخلیق کی طرف توجہ نہ دی گئی شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علم و فنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے سے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے ہاں جذبہ دل کے بے ساختگی خیال کا رخاں، الفاظ کی شان و شوکت اور عشقِ رسول کی جھلکیاں دم قدم پر موجود ہیں۔ ان کا نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سوانح نگار مولانا بدر الدین احمد کامٹا شاہ یہ ہے آپ عالمِ اربابِ سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیار میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادِ بڑی پائی اور درِ عشق آپ کو کتاب کرنا اور خود نعتیہ اشعار زبانِ بے جاری ہوتے اور پھر یہی اشعار آپ کے شورشِ عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ جب سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یادِ بڑی پائی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں، درختِ شعر و سخن میرا مذاق نہیں۔

اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا نہایت خوش گو اور نفیس شاعر تھے فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی سے ملتا تھا۔ ایک روز انہوں نے اعلیٰ حضرت کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع داغ کو سنایا

وہ سونے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن لے بہار پھرتے ہیں

مطلع سنکر داغ جھٹکنے لگے، بار بار پڑھوانے اور وجد کرتے۔ بہت تعریف کی اور فرمایا: "مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے"

مدینہ منورہ میں بھی بے حد کرام و اعزاز سے نوازاے گئے۔ اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ محمد عبدالحق آبادی صاحب کی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے:

"میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں۔ برصغیر کے ہزاروں صاحبِ علم آتے ہیں ان میں علما، علماء، اتقیا سب ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں بکے بارے پھرتے ہیں اور کوئی انہیں مرکزِ مگر نہیں دیکھتا، مگر فاضل بلوی کی شانِ عجیب ہے۔ یہاں کے علما اور بزرگ بھی ان کی طرف جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور ان کی تعظیم میں ایک دوسرے سے مسافت لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔"

مدینہ طیبہ میں بھی آپ سے اکثر ملائے حدیث کی اجازت حاصل کی۔ مولانا جعفر شاہ پھلواڑی جس زمانے میں کبود تھک کی مسجد کے خطیب تھے، انہوں نے اپنے والد حضرت شاہ سلیمان پھلواڑی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر اعلیٰ حضرت کے اسی دوسرے سفر پر سے متعلق ایک ایمان افروز واقعہ نہایت موثر انداز میں بیان کیا تھا۔ آپ بھی اس کی سماعت میں شریک ہو جائے۔

"جب مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ دوسری مرتبہ زیارتِ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے شوق و دلدار میں وہ فضلہ شریف کے ساتھ میں درود پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ ضرور سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے اور بالواسطہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا۔ آپ نے کچھ کبیرہ خاطر ہو کر ایک نعت پڑھی جس کا مطلع یہ ہے

وہ سونے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن لے بہار پھرتے ہیں

نعت کے مقطع میں عجیب انداز سے اپنی محرومی اور ناسا کی اشارہ کیا

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا

تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت موجد شریف میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

مدینے میں حضرت کا قیام طویل رہا۔ ایکس بار مسجد نبوی میں حاضری نصیب ہوئی۔ صبح سے عشاء تک ملاشیوخ اور طلباء کا ہجوم رہتا۔ کوئی حدیث پڑھنے آتا،

کوئی اجازت لینے اور کوئی بیعت کرنے۔ حضرت کسی کو ایس ذکر تے۔ مولانا حکیم

سید عبدالحی کھنوی صاحب نہایت اخلاط پر اپنی گرفتار قدرتِ تالیف میں اعلیٰ حضرت کا ذکر

فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ نے کئی بار جو میں شریفین کا سفر کیا اور ملائے مجاز سے بعض مسائل فقہیہ اور

کلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا۔ بعض رسائل بھی قیام کے دوران میں لکھے اور علما حین نے

بعض سوالات کئے، تو ان کے جوابات بھی تحریر کئے۔ فقہ، حدیث اور اختلافی مسائل

یہ بہترین داد ہے جو استاد داغ کسی شاعر کو دے سکتے تھے۔ حضرت محدث کچھ بھڑی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ لکھنؤ کے شعرا کی ایک محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ اپنے خاص انداز میں پڑھا، تو سب جھومنے لگے اور ایک آواز کہا کہ اس قصیدے کی زبان تو کثرین صلی ہوئی ہے۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ دلی میں پیش آیا۔ سرآمد شعراء دہلی نے کہا: سبحان اللہ مولانا احمد رضا کی شاعری کے کیا کہنے! آپ بھر پڑھتے رہیے، ہم بھر بھرتے رہیں گے۔

مولانا محمد علی جوہر نے علامہ اقبال کے لئے کہا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی پھر دئے، لیکن مولانا احمد رضا خاں کا انما عجائب شاعری ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دئے۔ نعتیہ شاعری کا کمال یہ ہے کہ اس سے شاعر کے کمال عشق کا سکول پر بیٹھ جائے۔ شاعر تگہ گرد ہوتے ہیں، مگر عاشق شاگرد نہیں ہوا کرتے۔ مولانا احمد رضا خاں فنی شاعری میں کسی کے تگہ گرد نہ تھے، وہ عاشق صادق تھے فیضان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ دیا کہیں سوچا کیجیے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بے شمار شعرا نے اپنی اپنی حسن نیت اور توفیق الہی کے باعث سلام لکھ کر ہدیہ عقیدت پیش کیا، مگر اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے ایک سلام کو ایسا قبول عام نصیب ہوا کہ ہدیہ گزرجی بر صغیر پاک و ہند کی فضائیں آج بھی اس سلام کی دیا بانہ آواز سے گونج رہی ہیں۔ ایک ایک شعر جذب رکیف اور مستحکم و سستی کا مرتع ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیخ بزمِ پرست پہ لاکھوں سلام
شہر یارِ ارم، تاجدارِ حرم
نوبارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

حضرت آغا پوٹو اُردو کے مشہور شاعر تھے اور ان کا شمار نہایت جید سائنہ غزل میں تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں نعت سنانے اور مطلع پڑھنے

کب ہیں درختِ حضرت والا کے سامنے
مجنون کھڑے ہیں جسے لیلے کا سامنے

مطلع سنکر اعلیٰ حضرت ناخوش ہوئے اور فرمایا اس کا دوسرا مصرع مقام نبوت کے لائق نہیں۔ اہل صاحبِ محبوب جو کچھ وہ دیکھنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا ایلے یوں کر دیجئے۔

کب ہیں درختِ حضرت والا کے سامنے
تدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے

حضرت حسن کا کردار کا قصیدہ معراجیہ بہت مشہور ہے جس کا آغاز یوں ہے
سمت کا شمی سے چلا جاباب متھرا بادل
برق کے کا ندھے پہ لالہ ہے صبا گنگا بمل

حضرت عسکریہ قصیدہ اعلیٰ حضرت کو سننے کے لئے بریلی تشریف لائے۔ پہلے کے بعد دو شعر سنئے، پھر ارشاد فرمایا عصر کے بعد باقی قصیدہ سنا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے عصر سے پہلے اپنا طویل قصیدہ معراجیہ سنایا، محسن نے جب آپ کا قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور کہا مولانا آپ کے قصیدے کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

آپ چونکہ عربی، فارسی بھاشا اور اردو زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے اس لئے ان زبانوں میں بے تکلف شعر کہتے۔ ایک مرتبہ احباب کی فزائش پر ایسی نعت کہی جس میں یہ جاروں زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ بعض قصائد نہایت عجیب اور مشکل صنفوں میں بھی کہے۔ غرض اعلیٰ حضرت کا یہ رُخ بھی نہایت حسین اور یادگار ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے اخلاق و عادات نہایت عمدہ اور اچھے تھے۔ پوری زندگی حب نبوی اور اتباع شریعت میں گزری۔ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام لینے نہ کچھ نہ کرتے، مگر خدا رسول کا معاملہ ہوتا، تو ہرگز زور غایت نہ کرتے، پانچوں وقت نماز نہایت اہتمام سے ادا کرتے، طبیعت شدید ناساز ہوتی، تب بھی مسجد میں تشریف لاتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے۔ فرض روزوں کے علاوہ اکثر نفل روزے رکھتے ایک بار رمضان میں بیمار پڑے اور حالت نازک ہو گئی۔ طبیبوں نے ہر چند اصرار کیا کہ روزہ تو رو دیجئے، مگر ڈانٹے اور روزے کی برکت ہی سے صحت حاصل ہو گئی۔ رات کو سوتے وقت نام اقدس محمد کی تسکین میں لیتے۔ سلام کرنے میں پیشہ پل کرتے، کسی چیز کے لینے اور دینے کے لئے راہیاں ہاتھ بڑھاتے، کبھی جہنم نہ لگاتے، تسم فرائے، قیلے کی طرف نہ کر کے کبھی نہ تھوکتے، قیلے کی طرف پاؤں کبھی دراز نہ کرتے، آمہستہ آہستہ چلتے، اکثر گنگا میں نہی کر رکھتے، ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر بیٹھتے، کو ناپسند کرتے، اگر آپ کوئی حدیث بیان کر رہے ہوں یا قرآن کی آیت کا ترجمہ کر رہے ہوں یا درمیان میں کوئی قطع کام کرتے، تو سخت ناراض ہوتے۔ نہایت سخی اور سیر چشم تھے جو دروازے پر آنا خالی نہ جاتا، غریبوں، طالب علموں، ناداروں، یتیموں اور بیواؤں کے وظائف مقرر تھے۔

پردہ فی مزدت مندوں کو نمی آرد کے ذریعے رتیں بھیجتے۔ رومیہ جمع کر کے نہ رکھتے، فوراً تقسیم فرادیتے۔ ایک دفعہ اپنے فرمایا: میں نے کبھی ایک پیر نہ لڑا کہ انہیں دیا، کیونکہ میرے پاس بھی اتنی ہی رقم جمع ہوئی ہو نہیں کر سال گزار جائے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہو۔

اعلیٰ حضرت کو بیت اللہ اور حرمین شریفین سے جو عشق تھا، اس کا تذکرہ مولود گدڑ سے جیسے۔ دوسرے بچے کو متعجب پر جبکہ آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ شدید بخار میں مبتلا ہوئے۔ ایک ترکہ ڈاکٹر رمضان آغدی نے بہت تلیل مقدار میں ایک تنک دیا اور کہا اب زعم میں ملا کر پلو۔ اعلیٰ حضرت یہ سن کر خوش ہوئے۔ فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے دوا وہ تبا کی جو مجھے بالطبع محبوب اور مرغوب تھا یعنی نرم شریف، میری مادہ تہ ہے کہ باقی پانی نہیں بنتا اور اگر پیوں، تو فوراً زکام ہو جاتا ہے، مگر زعم کی برکت دیکھئے کہ کھت

اعلیٰ حضرت نے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء عید میلاد النبی المبارک و دہر دو بج کر ۴ منٹ پر بریل میں وصال فرمایا۔ چند ماہ قبل اعلیٰ حضرت نے قرآن مجید کی اس آیت سے اپنا سنہ وفات برآمد فرمایا تھا۔ ويطاف عليهم بأبصار من فضة و اڪواب۔ اس آیت کے حروف سے اجد کے مطابق ۱۳۴۰ عدد برآمد ہوتے ہیں مولانا حسین رضا خان نے اعلیٰ حضرت کے الوداعی سفر کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان کا بیان ہے:

اعلیٰ حضرت نے وصیت نامہ تحریر کر لیا، پھر اس پر خود عمل کرایا۔ اس روز نام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر مہرے رہے۔ دو بجے میں چار منٹ باقی تھے کہ وقت پوچھا عرض کیا گیا اس وقت ایک بج کر ۵۶ منٹ ہو رہے ہیں۔ فرمایا گھڑی رکھ دو، یکایک ارشاد ہوا تصویر بٹا دو۔ حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ کیاں تعداد رکھ لیا گیا کام۔ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ، پھر زنا دقت سے اپنے بٹا مولانا محمد منور خان صاحب سے خطاب فرمایا رسول کرآؤ، قرآن منظم لاؤ۔ ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ اپنے چھوٹے بیٹے مولانا مصطفیٰ رضا خان سے پھر ارشاد فرمایا اب بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ سورہ یسین شریف اور عدل شریف تلاوت کرو۔

اب آپ کی عمر کے چند منٹ باقی رہ گئے ہیں حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔ ایسے حضور قلب اور ترقی سے سنیں کہ اس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زبرد زبرد میں فرق ہوا، غمخلا مت فرما کر جاؤ۔ سفر کی دکان جن کا چلتے وقت پڑھنا سنو نہ ہے تمام دکال، بلکہ مولوں سے زائد پڑھیں۔ پھر مکہ طیبہ پورا پڑھا۔ جب اس کی طاق تہ رہی اور سینے پر دم آیا۔ ادھر مولوں کی حرکت اور ذکر پاس انفس کا ختم ہونا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک لڑکی کرن بھیجی جس میں جنت تھی۔ اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان لڑکی جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاِنَّا الیْہِ راجعون

خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا: جنہیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں، وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔

مولانا عبدالعزیز محدث مراد آبادی استاذ دارالعلوم اشرفیہ، عظیم گڑھ، درگاہ حیر شریف کے سجادہ نشین دیوان سید آل رسول کے علم بحرم کی زبانی ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جسے یہاں درج کرنا مناسب ہوگا۔ موصوف کا ارشاد ہے۔

ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں ایک شاہی بزرگ، دہلی تشریف لائے اُن کی آمد کی خبر پاکر اُن سے ملاقات کی۔ بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑا استغنا اور سلطنت جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے، اُن بزرگ کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے، نذرانہ پیش کرتے، مگر وہ قبول نہ فرماتے اور کہتے بفسلم تعالیٰ میں ناراض ابنا ہوں۔ مجھے ضرورت نہیں، اُن کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا۔ عرض کیا حضرت یہاں تشریف لانے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا مقصد تو بڑا زریں تھا، لیکن حاصل نہ ہوا

میں مرض میں، دن میں، رات میں تازہ، باسی کثرت سے پایا۔ بخار کثرت میں رات کو جب آنکھ کھلی، کل کر تار از زم پیتا۔ دھو سے پہلے پیتا۔ دھو کے بعد پیتا۔ پونے تین پینے کے مغز کے قیام میں میں نے حساب کیا، تو تقریباً چار دن آب زمزم میرے پینے میں آیا ہوگا۔

”آخر مرحوم میں صحت ہوئی اللہ کے فضل سے۔ وہاں ایک سلطان حام ہے۔ میں اس میں نہایا۔ باہر نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر بارہے جرم شریف پہنچتے پہنچتے پانی برسنا شروع ہوا مجھے حدیث یاد آگئی کہ جو عین برستے میں طوفان کہے، وہ رحمت الہی میں تیر ہے۔ فوراً حجر اسود کا پوسے کر یا ریش ہی میں سات پھیرے طواف کیا۔ بخار پھر ہو گیا۔ مولانا سید اسماعیل مکتی نے فرمایا ایک ضعیف حدیث کہ لے تم نے اپنے بدن کی بد احتیاطی کی۔ میں نے کہا حدیث ضعیف ہے، مگر امیر محمد اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طوفان بہت مرنے کا تھا۔

علماء اور طلباء کا حد درجہ احترام کرتے اور ان کے آنے پر حد ضرور نظر آتے۔ ہماؤں کے ہاتھ خود ڈھلاتے اور عہدہ سے عہدہ کھانے انہیں کھلاتے۔ مزاج میں عجیب غرور اور کبر بالکل نہ تھا۔ سادات کرام کے سامنے فرط تواضع اور انک سے کچھ بھیج جاتے۔ آپ کے ہاں ہر ترقیب میں سادات کرام کو دو ہر حصہ دیا جاتا، ایک دفعہ نو دس برس کی عمر کے ایک صاحبزادے اور خانداری کے لئے ملازم رکھے گئے۔ بعد میں چہرہ چلا کر سید ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے گھر والوں کو تاکید فرمادی جو راز، صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے، اسلئے کہ وہ مخدوم زادے ہیں جس چیز کی انہیں ضرورت ہو، حاضر کی بجائے اور بس تنخواہ کا وعدہ ہوا ہے وہ بطور نذر پیش ہوتی رہے۔ ایک دفعہ اسی موضوع پر گفت گور ہوتے ہوئے کہا: تافحی دقت اگر سید کو حد کھائے تو یہ خیال نہ کرے کہ میں سنا دے رہا ہوں، بلکہ یہ تصور کرے کہ کثرت ہزادے کے پاؤں میں کچھ پھرنے ہے، وہ دھو رہا ہوں... مدینہ منورہ میں سید محمد سعید مغربی کے لطاف کا وہ حد ہی نہ تھی۔ اس نقیر سے خطاب میں یا سیدی فرماتے، میں شرمندہ ہوتا، ایک ماہ میں نے بعض کا حضرت سید تو آپ ہیں، فرمایا واللہ! تم سید ہو۔ میں نے عرض کی میں سیدوں کا فہم ہوں۔ فرمایا تو میں بھی سید ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مولیٰ القوم ہنہم قوم کا فہم آزاد شدہ انہی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی عطا فرمائے۔

مزاج میں نہایت اعلیٰ درجے کی لطافت اور مزاج تھا کسی ہندو آدمی نے اپنے فریب کے بارے میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ”آریہ دھرم پرچار“ رکھا اور کتاب کا ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے وہ کتاب ملاحظہ فرمائی مگر جگہ جگہ پر اس کا رد لکھا اور کتاب کا نام لکھا، وہاں سیاہ روشنائی لے کر جلی قلم سے لفظ ”پرچار“ کے بعد حرف ”کھ“ دیا اب اس کتاب کا نام یوں ہو گیا۔ آریہ دھرم پرچار حرف۔

جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔ ہندوستان آیا۔ بریلی پہنچا، پتہ چلا ان کا انتقال ہو گیا اور دسمبر ۲۵ صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر موت ان کی ملاقات کے لئے کیا۔ مگر انہیں ملاقات نہ ہو سکی۔

شہر بریلی، محلہ سوداگران میں دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک پرشکوہ عمارت میں آپ کا مزار مبارک ہے۔
عمر ما در کعبہ و بیت خانہ می نالرحیات
تا زبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

ورحۃ واسعۃ۔ حضرت کی حیات اور ان کے کارناموں پر کتابیں لکھی جائیں گی۔ لیکن ان کی زندگی کا ایک جھلک ان کے اپنے ان دوشوروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

زمرانوش رنجیں نہ مرانیش زطن
زمرانوش بدرے نہ مراگوش ذمے
منم کج خجولی کہ نہ گنج دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

آل انڈیاسنی لیگ کو خراج تحسین

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی

آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

محمد احمد موٹر والا

۱۶/۱۴ بارہ امام روڈ

بمبئی ۴۰۰۰۰۳

جس کا جنس ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۳۲۴ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی۔ خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ قرینے سے معلوم ہوتا تھا کسی کا انتظار ہے۔ میں نے باگاہ رسالت میں عرض کیا ذاک الی داعی! کس کا انتظار ہے؟

ارشاد فرمایا احمد رضا کا۔

میں نے عرض کیا احمد رضا کون؟

فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔

بیدار کی بعد میں نے تحقیق کی۔ معلوم ہوا مولانا احمد رضا خان صاحب بڑے

بقیہ: شخصیتی جائزہ

حضرت کا جن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک بار حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل جن میاں نے آپ کے سیزوہ درود شریف نقل کرایا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں لفظ حسین اور زنا بد بھی تھا حضرت نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا کہ حسین صبیحہ تصغیر ہے اور زنا بد ہے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا لیکن پھر میں نے حکم کا احترام کرتے ہوئے نہایت لطافت کے ساتھ حسین کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا کہ یہ صبیحہ تصغیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے۔ اب درود شریف کی عبارت یوں ہوگی: اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد بن المصطفیٰ ربیع الشانہ المرتضیٰ علی الشانہ الذی رحیل من امتہ خیر من رجال السابقین و وحید من زمرتہ حسن من کذاو حسنا من السابقین ۵

سورۃ کائنات سے محبت کا ایک اور ثبوت دیکھئے۔ مولانا عرفان علی بیلپوری کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہندو ہند کے مغربی بھی مرنے کو نہیں چاہتا اپنی خواہش تو یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔

لیکن قدرت کو ابھی ان سے کچھ اور کام لینے تھے وہ چار سال اور زندہ رہے اور اس دوران میں ہر بار بریلی کا کونٹے رہے اور وہیں کی خدمت بجالاتے رہے، آخر جمعہ مبارک ۲۵ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ کو یہ نامور مصنف اپنے زمانہ کا جلیل القدر عالم دین کا خادم، اور اپنے رسول کا شیدائی سورۃ یسین اور سورۃ رعد سننا ہوا اور کلمہ طیبہ ور کرنا ہوا اور سفر کی دعائیں پڑھنا ہوا اس جہاں سے رخصت ہوا۔ رحمہ اللہ

ان کی خصوصیات

انہی حضرت علامہ خواجہ ابراہیم صاحب فاروقی
پیکر ارجل خاں طلیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

تہمید!

العلماء استحق کفایا عتی اسل سئل (حدیث شریف)

ترجمہ میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں۔

اس حدیث شریف کے تفسیر و تشریح میں بعض حضرات کو تسامح ہوا ہے۔ انہی حقیقت مشہور و مشہورہ موجود اور صرف تشبیہ بھی موجود لیکن وجہ تشبیہ تفسیر طلب ہے۔ اس حدیث شریف کا مطلب صرف یہی نہیں ہے، کہ علماء امت محمدیہ کامر تہ نبی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہے۔ بلکہ اس میں سب سے بڑا راز یہ ہے کہ جس طرح سے انبیاء نبی اسرائیل علیہم السلام کو ہر اپنی امت کے ہدایت و اصلاح میں مصائب برداشت کرنے پڑے اور اس ابتلا و آزار میں کامیاب رہے۔ اسی طرح سے علماء امت محمدیہ کو بھی مسلمانوں کے اصلاح اور ہدایت میں انھیں کے مانند مصائب اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں اس جگہ ذیل کی دو ہی مثالوں پر اکتفا کروں گا۔

خلیفہ عباسی ہمدی کے زمانہ میں زید نقیون نے سنا تھا اور قرآن پاک کا جواب کھنہ پر لگ گئے، علماء اور کلمے اسلام نے مقابلہ میں اگر ان کا جیلجہ قبول کیا اور مصائب جھگٹے لگو مقابلہ سے نہ پڑے۔ آفران کو کا گیا ہوئی اور اس طرح سے یہ فتنہ ختم ہوا۔ اس کے بعد دو سو بارہ ہجری ۲۱۷ھ میں بعد خلیفہ مامون بن خلیفہ مار دن کشیدتیا فتنہ خلق قرآن کا اٹھا۔ اس فتنہ سے ائمہ مجتہدین بھی نہ بچ سکے چنانچہ جس وقت ۲۱۷ھ میں مامون نے خلق قرآن کو مان کر نہ صرف علماء کو اس عقیدہ کے ماننے پر مجبور کیا بلکہ انکار کرنے والے علماء کو ذی اقتدار کو دارو اس سے نوازا حتیٰ کہ مجتہد اعظم امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اہلسنت والجماعت کو بھی اس لئے پھنسا اور مردود علیہ الرحمۃ کے برائے احقان پر عیبت برداشت کی۔ اگر کار کے بعد کے ایک مجتہد اعظم امام عبدالمزین بن کاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اس فتنہ کے زہریلے اثر کو پہنچا دیکھا جو جذبہ اسلام نے دارورس کے پرواہ کے بغیر کچھ کچھ سے دارالخلافت کے لئے انھوں نے شد و حال کیا اور بغداد پہنچے کو دشمن دین مشرلی نام بشرین غارت مری کی نکتہ بردازی کا قلع قمع کیا مین دو بار خلافت میں۔ امیر المومنین کو بھی حکم نکا اور اس مشرلی کا مقابلہ کر کے اس کی شکست دی اور اس طرح سے اس فتنہ کو ختم کیا (ملاحظہ ہو کتاب حیدہ معقہ امام مومنین)

یہ تفسیر تندرکہ بالا حدیث شریف، جو انبیاء نبی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ السلام کے مصائب کی طرف واضح اشارہ فرماتی ہے اس کا تائید اس سے زیادہ حدیث شریف فرماتی ہے۔
لایزال من امتی قانتین علی الحق حتی یأتی اموالہ و ہم اعدا البون (حدیث شریف)

ترجمہ میری امت کے انخاص ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہیں گے یہاں تک کہ حکم خدا سے وہ اپنے (خالفین) پر غالب ہو جائیں گے۔
بہر حال علما کرام کی وہ تمنا تیز اور محبوب ترجمان تھی جس نے ہمیشہ امت اسلامیہ کو پیہم رہبری کر کے اس کو صراط مستقیم پر لایا اور ادا کاں خیر کا ہمیشہ درس دیکر اس کو نگرانی سے پچایا (ناملہ خیر حانظاً) اس واسطے کہ بغوائے حدیث شریف الاختلاف امتی دحمۃ۔ ترجمہ میری امت میں اختلاف رحمت ہے۔

امت کے اختلاف کو نہ صرف جائز فرمایا بلکہ رحمت قرار دیا۔ اس کا صحت کا منظر چاروں ائمہ مجتہدین کا مسلک ہے جو مسلمانوں کی عبادت کی بنیاد ہے، قرآن ایک، حدیث ایک، چنانچہ اسی قرآن و حدیث سے ائمہ نے اپنی تفقہ سے مسائل استنباط کر کے مسلمانوں کو رہبری کی اور مسلمانوں نے اپنے اپنے ماحول کے مطابق مسائل قبول کئے۔ اسی طرح حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مسلک دین اسلام میں پھیلے اور اب تک اختلاف امت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

۲۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش اور تعلیم و تربیت

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلی میں تاریخ ۱۰۔ ۱۲۔ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں پیدا ہوئے۔

حضرت کے دادا حضرت مولانا رفیع اللہ خاں نے اپنے پوتے کو گو دین لیکر فرمایا۔ یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا۔ یہ قول صرف یہ رحمت صحیح ثابت ہوا جب کہ آئندہ کی تفصیلات سے واضح ہوگا۔
حضرت اقدس کا اصل نام مبارک عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں اور تاریخی نام "الحق" تھا حضرت اقدس کے والد بزرگوار کا اسم مبارک حضرت مولانا الفی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا

یہ اپنے وقت کے مشاہیر علمائیں تھے تعلیم و تربیت ان کی من اولیٰ آہستہ
ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا رضا علی خان صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمائی تھی
حضرت خاں احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز نے بقل ادیان فقہ بر جہا رسال
قرآن پاک ناظرہ ختم فرمایا۔ ذہین و ذکاوت کی لاجواب مثال ہے۔ اس کا حفظ کا یہ عالم تھا کہ
جو سبق ایک بار پڑھ لیا وہ ازبر ہوتا تھا مکتب کے تعلیم کے بعد جب درسیات شروع ہوئیں
تو جملہ مستقل و متعلیٰ کا دس اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا فی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سے لیا بقل سوانح نگار ثقہ ۱۳ اشخان ۷۸۹ھ تقریباً بزمہ سال سند فراغت حاصل فرمائی۔
طبع رسا اور ذہین مصنف ایک انمول شالہ ہے کئی کئی ہی یوں دکن کی مکمل فہرہ عالم ہو گئے۔
سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ سند فراغت حاصل ہونے اچھی چند ہی روز پہلے
تھے کہ ایک استقامت بابت رفاقت حضرت اقدس کے سامنے آگیا اس کا جواب لکھ کر حضرت
اقدس نے بغیر تصحیح اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا۔ مدوح الصدور رحمۃ
اللہ علیہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ: "بشا باش جواب بالکل صحیح ہے۔"
مدوح الصدور رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت سے فتویٰ نویسی کا کام اپنے نوجوان بلکہ کس
مگر تیز تر طریقے کے پروردگار جس کے متعلق یہ کہنا مبالغہ ہے غلط!
برتاویہ نشز بہر شہندہ می یافت ستارہ بلندی
موصوف الصدور قدس سرہ العزیز کے ذہن و ذکاوت و حافظہ و طبع رسا کا علم ہر شخص
کو ہے جس نے تعلیم پائی اس سے ذرا بھی واسطہ ہوا سکودرجہ اتم ہو گیا تھا۔
بہر حال مقولات و مقولات ختم کرنے کے بعد دارالافتاء کا کام جو والد بزرگوار قدس
سرہ العزیز نے سونپا تھا جو شش ماہی انجام فرماتے تھے۔ اس کام نے حضرت کو جو والد بزرگوار
کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ ثقہ میں کامل کر دیا۔ اب فقہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا جس کا حل حضرت
اعلیٰ و اقدس کے پاس نہ ہو۔

۳۔ علم فلسفہ و ہیئت

مقولات میں جس کو درجہ اولیٰ حاصل ہے وہ فی الحقیقت علم ہیئت ہے جس میں
ریاضی کو بڑا دخل ہے حضرت اقدس کے والد بزرگوار نے اس میں بھی موصوف الصدور کو کامل فرما
دیا تھا۔ بہر حال حضرت موصوف الصدور رحمۃ اللہ علیہ نے علم فلسفہ پڑھا ضرور مگر اس سے ہمیشہ
نفرت سی رہی چنانچہ اپنی ایک تعریف "الکلیۃ المصنوعہ" میں جو رد فلسفہ قدیم پر ہے فلسفہ کے تعلق
اپنا خیال یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

"ابتداء میں سے فلسفہ کو سخت محکومہ بنا اور صرف دو چار کتابیں دس میں پڑھ کر ادرود
ایک بار پڑھا کر جو چھوڑا تو (۴۵) سال سے زائد ہو گئے اس کا نام نہ لیا۔" (الکلیۃ المصنوعہ منشا)
بہر حال فلسفہ کے شبہ علم ہیئت میں جو کامل پیدا کیا اور جو بارت حاصل فرمائی اس کے
ثبوت کے لئے حضرت اقدس کے ایک شاگرد رشید حضرت مولانا ناصر الدین قادری ہری رجتہ
اللہ علیہ کی لامت الہ تعالیٰ تھی

(۱) ان الاوقات برائے عرض شہر بہار

(۲) * * * * * بریلی

(۳) * * * * * نین تال

(۴) الجمہور المواقیت فی علم الترقیت

علم ہیئت پر سفید تر تصانیف ہیں جو ہر اعتبار سے لاشال میں۔ اور وہ استاد کی تجربہ عمل
پر شاہد عادل ہیں۔ فی الحقیقت علم ہیئت کا سیکھنا دینی حقیقت ہے۔ ضروری ہے تاکہ ہر مقام
کے اوقات نماز اور میام صحیح طور پر معلوم ہو سکے۔ کیونکہ اوقات کی غلطی سے عبادت میں غلطی
پڑتا ہے اور اس سے دین میں خلل واقع ہوتا ہے۔

بہر حال یہ شے تو صرف ایک مثال حضرت اقدس کے علم ہیئت کے تجربہ عمل کی دیکھا گیا
ہے اگرچہ وہ بالواسطہ ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصانیف ہیئت کا حوالہ
نہیں دیا گیا۔ فقہ راولیوں کا قول ہے کہ مدوح الصدور رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے تعداد میں بڑی
چھٹو کے قریب ہے جمعی کے اعتبار سے نہ صرف متنوع ہیں بلکہ ان میں بیشتر وہ ہیں جن کو جہاں
پارسہ کہنا بالذہن ہوگا۔ ان میں قنات ہے بھی ہیں اور نائز ہے بھی۔ انداز و مصالح بھی اور علم ہیئت
کے سہ پارے بھی۔ مولوی رحمان علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعریف بنام تذکرہ
علامہ ہند میں تصانیف کو تعداد چار سو لکھی ہے یہ تذکرہ علامہ ہند کے تصنیف کے زمانہ تک
کی ہیں اس کے علاوہ اور اس کے بعد مختلف تصانیف منظر عام پر آئیں جن کا شمار شکل ہے۔ اب
(۶۰۰) تصانیف کا بکوالہ بعض سوانح نگاروں کو کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہ اس بیان میں کچھ نام مشہور
لیکن یہ اہل حقیت ہے بشمول تصنیف کثیر تعداد کی طرف اشارہ ضرور کرتی ہے (واللہ اعلم)

۴۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

مدوح الصدور رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد سوانح نگاروں نے صرف پانچ ال
تفصیل سے لکھی ہے۔

- ۱۔ مکتبہ تعلیم کے چند اساتذہ۔
- ۲۔ ابتدائی عربی تعلیم کے استاذ مرزا عبد اللہ داؤد بیگ مرحوم۔
- ۳۔ مولانا عبد العلی رام پوری استاد تعلیم علم ہیئت۔
- ۴۔ سید شاہ ابوالحسن نور محمد رحمۃ اللہ علیہ استاذ تعلیم علم جفر و علم حکمیر
- ۵۔ حضرت مولانا فی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (والد بزرگوار حضرت اقدس قدس سرہ العزیز
جنھوں نے پوری درسیات ختم کرائیں۔)

فی الحقیقت قبرست اساتذہ۔ مندرجہ بالا برائے نام ہی ہے حضرت نے حقیقتی
تو اپنے والد بزرگوار سے ہی پائی جنھوں نے پوری درسیات (صح حدیث صحاح ستہ)
ختم کرائیں بعد تقریباً ۱۲ سال (۱۲۸۵ھ) میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد فتویٰ نویسی
کی استعداد بدرجہ اتم پس پر کر لی تھی کہ فتویٰ نویسی میں کمال ہو گیا تھا یہاں تک مجوز رحمۃ اللہ
علیہ کے ماصر علماء بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ فی الحقیقت۔

ایں سادات بزور بازو نیست گزشتہ خواہے بخشدندہ

انہی کم عمری میں اتنا تجرود و ریاضیات پر اتنا عبور کا سعادت و کرامت نہیں تو اور کیلئے بہر حال فتویٰ نویسی کا کمال اور اس میں لاشائے ہدایت۔ فتاویٰ کے جملہ اہل شہادت رس رہے ہیں سند فراغت تو ہی پکی تھی جس کے یہ تھے کہ مشہور درس نظامی کا تکمیل ہو گئی تھی جس میں فقہ اور احادیث و منطق وغیرہ جملہ فنون داخل ہیں۔ لیکن اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ۱۲۹ھ میں ماہ رمضان میں ایک سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ الزہرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت فرما کر اجازت و خلافت کے ساتھ (جس کا تعقیب ذکر کرتے ہیں اور اسی میں لکھا) سند حدیث سے بھی مشرف ہوئے۔ اس کے بعد ۱۳۰۰ھ میں اپنے والد بزرگوار قدس سرہ الزہرہ کے ہمراہ یرسے حج و زیارت حرمین شریفین (زادہا اللہ شفاءً و تعظیماً) میں ہو کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اکابر علماء سے سند صحاح ستہ بھی حاصل فرمائی یعنی حرمین شریفین سے سند احادیث حاصل فرمائی ان میں خاص طور پر قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔

۱۔ محفظہ کے حضرت میرزا احمد زبیری دحلان مفتی شافعیہ۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالرحمان سراج مفتی حنفیہ۔

۳۔ حضرت شیخ حسین بن صالح حال اللیل امام شافعیہ۔

الزہرہ اسناد حدیث صحاح ستہ کنی علماء حرمین حجاز مقدس سے حاصل فرمائی۔ اسی کا طفیل تھا کہ حاجات باسعادت سلسلہ درس و تدریس اور تصنیف جاری رہا۔

۵۔ بیعت و تصوفی مسلک

یہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ الزہرہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کو حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہ الزہرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت فرمائی اور حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے جلاسلاسل میں ان کو سند خلافت عطا کرتے ہوئے سند حدیث بھی عطا فرمائی۔

ہندوستان میں بالعموم بیعت اہل بیعت کا طریقہ رائج ہے۔ اس واسطے کہ نقشِ بندہ سہروردیہ اور طیفورہ طریقے بھی رائج ہیں۔ البتہ مثلاً ذیل طریقے میرے آگے ڈبھا۔

بہر حال جو طریقہ ہو سوائے ذکر جہر و خفی یا پھر سماع وغیر سماع کے و یا نہ دیا ہو وہی۔

سب طریقے یکساں ہیں جن کو کوئی شخص صحیح طور پر جان سکتا ہے جو اس وادی کا مسافر ہو۔

البتہ ایک مسلکی اختلاف جو کہ وہم و گمراہی ترقی کرتا ہے۔ اور یہ ہے اور وہ مسلک ”وحدۃ الوجود“ اور ”وحدۃ الشہود“ ہے۔ جن کو توحید و وجودی اور وحشیہ و توحیدی بھی کہتے ہیں۔ لیکن سوادِ عظیم کا مسلک وحدۃ الوجود ہی رہا۔ وحدۃ الشہودیت کم صوفیانے اختیار فرمایا۔

جہاں تک حضرت مولانا جناب حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ الزہرہ کے صوفیانہ مسلک کا تعلق ہے۔ وہ وحدۃ الوجود ہی ہے۔ اگر کسی صاحبِ تذکرہ نے اس کی جنت کی طرف توجہ نہیں فرمائی جس کی وجہ صریح یہ ہے کہ یہ مسلک اعتدال و پیچیدہ ہے جس کی توضیح علم نہیں

کر سکتا ہے۔ یہ تو صرف صاحبِ علم ہی کا حصہ ہے اصحابِ علم اس سے قطعاً غریب ہیں۔ اس لئے اس پر کسی نے روشنی نہیں ڈالی اور نہ داخلی چاہیے تھی۔

بہر حال یہ یقینی ہے کہ سلسلہ وحدۃ الوجود کو پیچیدہ ہے لیکن یہ مسلم ہے کہ اس نوعِ توحید کا طرفِ قرآن پاک نے بھی اس طرح اشارہ فرماتا ہے۔

”فَانِشَاؤُكُمُوهُ فَتَحَرَّجْهُ اللَّهُ“ (سورہ بقرہ)

ترجمہ۔ جدھر توجہ کرو دیدارِ خدا ملے گا۔

یہ اعلانِ خداوندِ عالم ”وادی، وغیرہ ذریعہ“ میں ہوا۔ جس کی آواز بازگشتِ ایران و خراسان میں بھی پہنچی جو گلِ گلزارِ اور سبز دار تھے۔ اسی گونج نے وہاں کے اہل دل کو سیدار کیا۔ جو ایں اعلانِ بول اٹھے۔

برگِ درختانِ سبزِ در نظر ہوتی ہمار

ہر وقتِ دفترِ نیستِ معرفتِ کردگار

حضرت سیدی قدس سرہ الزہرہ کے اس اعلان نے جو وہاں کے سوادِ عظیم کی ترجائی کرتا ہے۔ بارگاہِ محدثیت سے سندِ مقبولیت بھی حاصل کی۔ چنانچہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”نفحات الانس“ میں فرماتے ہیں۔

”یکے از شاخِ از شیخ (سیدی) انکار سے داشت در واقعہ دید کہ در آئے آسمانِ کشادہ اند و ملائکہ باطبقات نورنازل گشتند (انان ملائکہ شیخ) بہ کمالِ حیرت پر سید۔ ایں حیثیت گفتند۔“

برائے سیدی بہرہ را راست کہ سلسلہ بیعت مقبول ادا از جانب حق تعالیٰ و تقدیر از نانی شدہ ترجمہ حضرت شیخ سیدی رحمۃ اللہ علیہ کی (بزرگ سے) ایک (مقامی) شیخ منکر تھے چنانچہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے نور کے طبق لے ہوئے آسمان سے اتر رہے ہیں شیخ نے انتہا حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ۔

سیدی کے شہر و قبولِ شریک کے معاوضہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ انعام عطا فرمایا ہے۔

اس سچے خواب سے شیخ کے خیالات ایسے بدلے کہ وہ فوراً حضرت سیدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر غرضِ خواہ ہوئے بہر حال یہ تو تھا ایک تاریخی واقعہ جو جو بھی بیان کیا گیا۔

فی الحقیقت وحدۃ الوجود کے ثبوت میں وہ شعر ہے جو حقیقت کا مظہر ہے۔ اسی شعر کے مفہوم کو سانسے رکھ کر ایک اردو شاعر بھی خاموش نہ رہ سکا اور اس نے گویا آیتِ شریفہ کا صحیح ترجمہ اپنے اس شعر میں پیش کیا۔

”جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے“

بہر حال وحدتِ الوجودی مسلک حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا تھا۔ ان کی پوری حیات باسعادت اس کی نظر ہے۔

۶۔ عادات و خصائل

ایک بار ایک خادم نے ایک خط لکھا کہ پیش کیا جس میں کسی گستاخ نے حضرت کی شان

یہ نازیبا الفاظ استعمال کر کے اپنی سفاقت کا ثبوت دیا تھا آپ نے اسے نہ فرمایا اور اٹھ کر اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں چند لفظانے ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے۔ اور ان صاحب کے آگے ڈاکٹر فرمایا کہ ان کو پڑھ لو۔ وہ سمجھے کہ شاید انہیں بھی کچھ ایسے ہی الفاظ ہوں گے اس لئے کچھ تالیاں لیاں۔ حضرت اقدس نے ان سے فرمایا۔

”تم ان کو پڑھ لو پھر فیصلہ کرو کہ کون منقول اور کون ناسقول ہے۔“

انھوں نے اس کو پڑھا تو ان سب خطوط میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے خطائے حمیدہ کا تذکرہ تھا جب وہ پڑھ کچے تو اس وقت فرمایا ”شیطان فصلت چند ہوتے ہیں اور انسان فصلت بہت ہوتے ہیں۔“

”لہذا تم کو اس کا کچھ برا نہیں ماننا چاہیے۔“

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی موقع کے متعلق یہ فیصلہ کن بات فرمائی ہے۔

بدی را بدی پہل باشد چہر۔ اگر مردی احسن الی من لسا

حضرت اقدس و اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کم و بیش کا ہی مسکرا رہے۔ اور ہمیشہ یہی سے پرغیر فرمایا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قرآن پاک کے اس فیصلہ کن اصول پر عمل رہا۔

ویدرؤن بالحسنۃ السیۃ

(ترجمہ: براہ کا بدلہ اچان سے دیتے ہیں سورہ رعد رکوع ۸، (سورہ قصص رکوع ۹)

حضرت اقدس میں نہ صرف غریب پروری حد درجہ تھی بلکہ غریب نوازی میں بھی حضرت یکتائے روزگار تھے۔ غریبوں کی دعوت قبول فرما کر ان کے خیر پوش اور خدمتہ حال گھروں پر قدم رنجہ فرما کر اس چیز کو جس کی عادت نہیں ہوتی تھی خوشی خوشی فرماتے تھے اور دعا برکت و خوشی سے آپ کو نوازاتے تھے۔ غریب لوگ از ختم خدمتہ حال مزدور وغیرہ محض حصول دعا کی خاطر دعوتیں کی کرتے تھے اور حضرت قبول فرما کر ان کی خوشی پوری کرتے تھے۔

حضرت اقدس شدت و رحمت میں عدل و فصاحت کے حامل تھے مسائل دین میں ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ غیر مشروع حرکت یا بات ایک آن پتہ نہیں تھی۔ جس پر فوراً ہی فیصلہ آجاتا تھا جس پر پتہ چان ہونے کی چھاپ لگ جاتی تھی لیکن جب بھی اپنی غلطی محسوس فرمالتے تھے تو معذرت خواہی میں پتہ چان شدت کم کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ رحم و کرم کی مثال اس پر دیدی گئی معذرت خواہی کی شدت کی مثال بھی پیش ہے۔

آغاز تحریک آزادی کے زمانہ میں ممتاز علمائے فرنگی علی کا ایک وفد بریلی حضرت اقدس کی خدمت میں ایک دینی معاملہ میں تباہ کاریاں کرنے آیا۔ علمائے اہل حق کے اس وفد کے ساتھ ایک نوجوان پیر زادہ بھی تھے جن کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ علمائے اہل حق سے گفتگو کے بعد حضرت نے فرمایا۔

”یہ داڑھی منڈ ہا جزا ہے جو آپ کے ہمراہ ہیں، کیا یہ بھی وفد کے ممبر ہیں۔ جن کی صورت قطعاً غیر شرعی ہے۔“

یہ تو بیٹے نوجوان پیر زادہ کے لئے سخت ناگواری کا باعث ہوئی۔ تاہم وفد نے جیسا کہ عالم تھے، چلتے دنت حضرت سے فرمایا۔

”صاحب زادہ مسید زادہ اور پیر زادہ ہے۔“

ان کو آپ کی تعقیص اور ترضیعت سخت ناگوار ہوئی ہے۔

حضرت اقدس جو عاشق رسول و آل رسول تھے۔ یہ سستے ہی کہ وہ ہا جزاہ آل رسول ہیں قیام ہو گئے۔ اور فرمایا کہ مسید زادہ اور پیر زادہ پر میری ترضیعت ناخوشاں ہے۔ اس کے بعد سخت معذرت خواہ ہوئے اور نوجوان پیر زادہ سے عذر خواہی کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ مگر نوجوان مسید زادہ اور پیر زادہ بھی آپ سے باہر تھے۔ معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ آخر کار سرسبز باد و خدیہ نور پیر زادہ سے فرمایا کہ۔

ایک بزرگ عالم ترجمہ جو آپ سے عمری بہت زیادہ بڑے ہیں اور مرتبہ بہت بلند ہیں معذرت خواہ ہیں آپ معاف کر دیجئے۔

چنانچہ جب نوجوان نے اپنی زبان سے کلمہ یا کلمات کر دیا اس وقت حضرت اقدس کو المیہاں ہوا۔ یہی عمل شدت اس پتہ چان جذبہ کا مظہر ہے جو پتہ چانوں میں بالعموم پائی جاتی ہے۔

حضرت اقدس کی علالت تاریخ و سال وفات

موت العالمہ موت المعالمہ

(ترجمہ) عالم کی موت جہاں کی موت ہے۔

یہ وہ سلسلہ ہے جس سے کئی کئی کارکنین ہوسکتے ہیں۔ حضرت مدوح الہد رحمۃ اللہ علیہ کی حیات باصاوت میں اولہ و آخرہ خدمت دین با خدمت انسانی میں گزری۔

جملہ تعانیف حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ان خدمات متواتر و متواصلہ کی خدمات دینی ہیں۔ مدوح الہد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے اسلامی دنیا میں وہ غلابیہ ہو گئی تھی جس کا احساس عالم اسلام کو عرصہ دراز تک رہا حضرت اقدس کی وفات۔ وطن المولف بریلی (یوپی) معمولی علالت کے بعد۔

بتاریخ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۷ء

بیر عمر (۷۸) سال ہوئی۔ (ان اللہ وانا الیہ راجعون)

خاتمہ

بعض احباب۔ بالخصوص عزیز میر پور فیض آباد الدین احمد صاحب آرزو صد شہر علیہ دین نکلی آف آرٹس مل یونیورسٹی علی گڑھ محرم حضرت تہمین اشرف ایم اے لکچرر شعبہ انگلش مل یونیورسٹی علی گڑھ اور بخردار رجب الحق طالب علم اعلیٰ خاں طیبہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پیہم امراء پر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حقہ سوانح اس امید پر ہوئے ناظرین کو تاہل کر اس میں جو تبدیلیاں ہوئی ہوں۔ ان کو معاف فرماتے ہوئے میر نے دعا فرمائی کہ حضرت سے ممنون فرمائیں۔ دینا لا تنزع قلوبنا بعد از ہذا وھب لنا من لودنک رحمۃ

انک وانت الموهاب

سورہ آل عمران۔ رکوع (۱)

نائب رسول عظم

حضرت علامہ سید شاہ محمد قائم رضوی چشتی نظامی، قتیل

[نافل د عالم توریت دا بخیل — ایم — اے] (سجادہ نشین آستانہ چشتیہ نظامیہ، دانا پور، بہار)

کوکا نرہ شکر بنا دیا، چاند سورج، چاند پھر باقی، آگ، دھرت، دھرتی کو بھجوا دیا سنی
کبیت المقدس میں تین ادبیت اللہ شریف میں تین سوساٹھ بیت بھول کے سب کو بھجوا
کرا دیا، کہ دفعۃً ایک بیک نقشہ اللہ کی آیت یعنی آدمؑ کی آفرینان، خاتم الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سرست آخر پنچ، کہ اب خدا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں
لار پھر میں۔ یسنا تھا کہ ادھر ایک طرف ابلیس اپنے ذریعہ کے ساتھ جبل ابو
قیسی پر رہتا اور قائم کرنا شروع کیا اور ادھر دوسری طرف آسمان زمین بیک پوری کائنات
خلقلہ دارانی و معدائے مہار کیا دی پر یا نبی سلام علیک پر نہ کر پڑھ کر بھونٹے لگی۔
یہیں سے دوا سکول قائم ہو گئے، نور اور مٹی ملے یہ لفظ میلاد نبی عجب حد فاضل
ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

یونیورسل پیروفت :- (المختصر طہور دین اسلام ہو گیا
اور ابلیس اپنی تیار کردہ فوج کا معائنہ کرتا رہا اس لئے کہ اس لعین کے پیاروں
اور چلیوں کے سوا اور کوئی دوسرا تھا ہی کون، مگر تھا ہوش سے غرور ہوا، ہر وقت
اسی خیال میں تھا کہ ادھر سے کچھ اعلان ہو تو پہلے گھر سے ہی مقابلہ شروع کیا جائے
یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا اور حکم بھی ہو گیا کہ اسے میرے محبوب اب اپنی رسالت
کا اعلان کر دے چنانچہ جیسے ہی اعلان ہوا وہی رسول اللہ (یکم جمیعاً)، گھر ٹوپی
فوج کے آخری اہلبے آگے بڑھ کر نہایت محنت الفاظ میں انکار کیا، یہ اس جنگ عظیم
کا پہلا حملہ تھا اور جنگ شروع بھی ہو گئی، ادھر ابلیس اپنی فوج بڑھا کر آیا، ادھر
قدرت نے اسلامی فوج تیار کرنا شروع کی، آج یہ مسلمان ہوسے کلاہ، مگر اس
خبیث کی بھی جاری رہی اور حملے بھی شروع ہو گئے، ابلیس نے اپنے معاندین کو پکارنا
شروع کیا، یہودیوں کو لانا چاہا تو قیامت نے بڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد یاد
دلا۔ میں ان کے لئے ابلیس کے عبا میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور
اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ ان سے کہیں گا۔

توریت باب امتثالہ ۱۸-۱۸

ابتداءً انسانیت ہی نبوت سے ہوئی۔ (۱۱) لوکل پر دھن (۲۱)
یونیورسل پر دھن، لوکل پر دھن یعنی مقامی نبی جس کا رقبہ نبوت محدود است
محدود، کتاب و صحیفہ و حق شریعت و نبوت محدود ہر وقت میں متعدد انبیاء
بیک وقت، یونیورسل پر دھن یعنی ساری کائنات کا بلا شرکت غیرے دامد و تہا
نبی اس کا دین کامل و دائمی، شریعت اکمل جس میں تفسیر تبدیل کی گئی نہیں،
کتاب ناقیامت محفوظ، حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کے سب
لوکل پر دھن ہیں کہ خود انجیل مقدس شاہ ہے۔

آخر نیش انسانی ہی سے حق و باطل کی ایک شدید جنگ کا آغاز ہوا جو
قیامت کے روز ہی ختم ہوگی، طاقت و اجتناب پہلے ہی سے فلول و موجود تھے۔
ابتداءً انسانی کی نہ اخلافت کے ساتھ جب ہوئی تو ان سب کے پریشان آگئے، کچھ
کہ ہم سب ابلیس میں آگئے۔ سخت احتجاج کیا مگر ناقبول، نموش ہو گئے مگر پڑی
محنت، یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا کلبہ شریف بن
اس نور مشہد کے تیار بھی ہو گیا، ایک تو سلا کر دوا دوسرے چڑھائیں، حکم ہوا کہ آدم کو
بھجوا کر دے جتنے تھے ایک ایک کر کے بھجے میں گر گئے مگر گردی آگئے، کھلا کھلا
یہ انکار کیا اور اس پر غور کے ساتھ جہاز، انکار کا سبب پوچھا گیا تو کہتا ہے کہ کیا اب
ہم اتنے بکے اندر تیری آنکھ سے گر گئے کہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ بڑھ کر جو نبی سے
بنا ہوا ہے، اسی جواب پر وہ راندہ گا اور ادبیہ طور لغت اس کے گلے میں پڑ گیا۔
غیر انتہام سے مجبور ہو کر اس نے دوا کی زندگی مانگی، چنانچہ وقت معلوم تک دہشت بھی
لا گئی، تو کہتا ہے کہ اے میرے رب تیرے وفقت و جلال کی قسم آدم کی ایک ایک
ذریرہ کو گمراہ دے دینی کروں گا۔ چنانچہ اٹنی میٹھ بھی ہو گیا اور جنگ بھی شروع ہو گئی
جیسا کہ خود حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ حضرت نبریا، حضرت یحییٰ، حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امتوں کے حالات و واقعات سے ظاہر ہے۔
جب لوکل پر دھن کے دور ختم ہو چکے تو ابلیس بڑا غل جمانے لگا کہ ابتداءً آدم کی تمام خلل

میسائیل کو پکارا تو انجیل نے بھی سبقت کی اور شارت علی و عیسیٰ و محمد داؤد علیہ السلام باد
رلائی۔ شارت عیسیٰ۔ "چنانچہ مومنانے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں
سے تمہارے لئے محمد کا ایک نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ کہے (اس کی نشاۃ

انجیل: اعمال: ۳-۲۲

شارت عیسیٰ: "اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ کتاب
جہاں کا سردار آتا ہے اور حق میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔"

انجیل: یوحنا: ۴-۳۰

شارت عیسیٰ: "یحییٰ نادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آئے والا ہے جو
مجھ سے قوی تر ہے، میں اس لائق نہیں کہ کھجک کر اس کا جوتیل کا تسمہ کھوں"

مرقس: ۱-۷

شارت داؤد: "دیکھو دیکھو وہ آ رہا ہے زمین کا انصاف نرگو، وہ ساری
دنیا کا انصاف عداقت و رستی کے ساتھ کرے گا۔"

زبور: ۱۳-۹۶

حتیٰ کہ ہندو مصنفوں کی بھی مذہبی کتاب نے یوں خردی۔ کھجک میں سارے جہاں کا نبی
آنے والا ہے، اس کے باپ کا نام یسوع ہوگا (عبداللہ) اور ماں کا نام سوتی
وآئمہ ہوگا، بیابان کا نام یسوع ہوگا، درخت سمار کے دن و گھنٹہ دن چڑھے، دیکھ کی
صبح صادق، سلم دیپ (عرب) میں پیدا ہوگا۔ یہ سلام (اللہ) کھو (خارج)
میں اس کی تعلیم کرے گا، جس سے ناراض ہیں ہو کر اس کے ملک کے لوگ اس کو ملک
سے نکال دیں گے، وہ اپنے ملک سے (ترددینہ) میں طاقت پیدا کر کے
پھر اپنے ملک کو فتح کرے گا، فتح کر کے اس ملک کے پاس ایک علی کا گھوڑا ہوگا
جس پر چڑھ کر وہ زمین اور آسمان کی سیر کرے گا (مروج)

دکھائی (ادامہ مطبوعہ لاہور) (دکھائی اخبار احمد صاحب مصنفہ پر ایک یونیورسٹی لائبریری)
المحقق اس غیبت نے اپنے تمام جیلوں کے ساتھ جو اس کو مل گئے، ہمیشہ تھوڑے تھوڑے
ملاؤں پر بڑی بڑی فوج لیکر اترتا تھا جنگ یدر، احمد، مقداد و غیرہ مگر اللہ کے فضل
سے ہمیشہ اسلام کا یاب ہوا اور دشمنوں کا منہ کالے کا کالا ہی رہا۔

اس لعین نے اپنے جیلوں سے قرآن عظیم پر بھی مختلف عنان سے حملہ کیا
مگر کام نہ آیا۔ آخر کار قرآن کے سب سے چھوٹے سورہ کا شلہ لکھا گیا تو سارے ارباب
عرب منہ دیکھتے رہ گئے کسی سے بھی جواب یا اس کا شلہ نہ ہو سکا، قرآن عظیم کی تعریف
اور صداقت تو حضرت داؤد علیہ السلام بھی یہ الفاظ ذیل فرماتے ہیں۔

"خداوند کا حکام پاک ہے اس چاندی کے مانند جو بھی میں نبی پر بتائی
گئی ہے اور سات بار صاف بار گئی ہو، تو ہاے خداوند ان کی حفاظت کرے گا، تو ہی
ان کو اس پشت سے ہمیشہ تک بچا رکھے گا۔"

زبور: ۱۳-۷۰

القرض المیس ادھر اپنے جیلوں کو کشمیر و تلم لیکر جھٹلا اور غلامان مصطفیٰ
اس طرف سے نبرد آزما ہوتے رہے، خوب خوب مقابلہ ہوا۔ خوب خوب تیغ و تلوار
تو گھیر کر تلم کی بات آگئی اور بھی اللہ نے ایسے ایسے اہل قلم پیدا کر دیے کہ امیں اپنے
تمام شاگردوں کو لیکر میدان میں اترا۔ اللہ اللہ کیسے اللہ دین و ملا و کرام مقابلہ پر آئے
اور کی کیا نہ حالانکہ کمال دکھایا، اس عداوت پر بھی اللہ دین نے کیا کیا نفع و نفع دکھایا اور کس کس طرح
دشمنوں کو زیر کیا۔

ہر مقام پر امیں کو رسوائی ہوئی، آخر انہی شکست خاں کو غصوں کے عداوت
کی طرف متوجہ ہوا اور یہ بولا کہ عداوت جنگ یا کوبہ لا بائے، یہ وہ شے کہ گئی بات بچھا اور بہت
دور کی بات بولا۔ وہ یہ کہ دین تو عقیدے کا نام ہے، علی کا تو ہے نہیں، جیسے بے عقیدہ مع
عل اکارت، اگر عقیدہ غلط ہے تو نماز روزہ حج و کعبہ سب ناقص ہیں اپنے منہ زان کے
ساتھ مشورہ کیا کہ عداوت جنگ یا کوبہ لا بائے اور آخر فیصلہ ہوا کہ کہاں تک کس کو کس کو زور و اقوا
بیابا با جائے کس کس سے قاتل ترک کر لیں کس سے روزہ چھوڑ لیں، کس کو سود کھلائیں
کس کو شراب پلائیں، ان گناہوں سے کوئی کار تو ہوگا نہیں ان گناہوں کی تو قبیح سزا مقرر ہے وہ
بھی عود و بائیں ہے کہ صاف بھی ہو جائے۔ پس ان کے عقیدے بگاڑ دیے، ان کے عقائد قواب
کرد کر یہ اسلام ہی سے خارج ہو جائیں، اس کو یہ مسلم تھا کہ نبی کی آواز سے اپنی آواز کو ادباً
کرنا یا نبی کو اس کے سامنے سے سارے اعمال خطہ ہر جاتے ہیں۔ اور کی کا علی نبی کو تو خارج از اسلام
ہرے خطہ نہیں ہوتا، پس فیصلہ کیا کہ ان ایمان والوں سے نبی کے حق میں کتنا حق کر لے بیسے
انیا و شام ریل خارج از اسلام ہوتے ہیں، ایدہ جمنی، مائٹی روزی، چاہے وہ

نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، کلمہ پڑھیں، دود پڑھیں، بیروں کی تو بین قطع کفر ہے۔ پس اس
نے چند باقی خریدے اور ان بائیں کو باقی کرنے کی تعلیم دی جو تعلیم پانے کے بعد
کئے باقی کہلاتے ہیں اور انہی کے ذریعہ باقی پھنسائے جاتے ہیں۔ شیطان ان کو جو
کے خطہ کرتا ہے، جس کو اس غیبت نے فحشا میں کیا کہ بالکل خطہ ہو جاتا ہے، پس
اس نے اپنے خریدے ہوئے باقی کو جو تعلیم پاکر، کٹنا باقی، کہلائے ہر طرف پھوڑے
پس بھولائے، کہ ہم میں باہم ہیں پر روز ۱۱ ہنس کے ہم جس دہشکل سید سے سادہ
لوگ خود بھی صحیح العقیدہ تھے، انہی اس قسم کے عقائد کی تعلیم دنیا شر و فحشا

(۱) نبوت ختم نہیں ہے، لہذا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بچھا اور آخر نبی ہی ہرگز نہیں ہیں آپ
کے وقت میں نبی آپ کی موجودگی میں ہی ادا آپ کے بعد نبی ہی آسکا ہے، یہ خطہ ہے کہ
سلہ نبوت ہی آپ پر ختم (وینتخبہ الشیطان من المس)
(۲) نبی کا امت پر علی بن نفیلہ ہی کی، علی بن است آپ کے برابر ادا آپ سے بڑا
ہی جاتا ہے۔

(۳) نبی کو علم غیب سے کیا واسطہ، حضور کو تو دیوار بھی کبھی خبر نہیں ہے۔
(۴) حضور کا علم غیب کیا، ایسا غیبی جیسا حضور کو کہتے ہیں دیا تو پھر، پانگوں اور
بہائم یعنی کتا، بیل وغیرہ کو بھی ہے۔

(۵) اگر بی کا خیال (صرف محبت) نماز میں آجائے تو اس سے چندین تہو
بتر ہے کہ اپنے کائناتے گدھے کا خیال آئے۔

(۶) نبی کو تیرے بھائی کے برابر ہیں، نبی کی عزت بڑے بھائی سے زیادہ
ہونی کرنی چاہیے۔

(۷) جس کا نام علی احمد ہے اس کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے

(۸) حضور شافع عشر نہیں ہیں۔

(۹) حضور کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔

(۱۰) آپ کی عزت اللہ کے سامنے چار چہرے چمار کی سی ہے

اس قسم کے عقیدے جو حضور راؤزنا جادار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتقل

پھیلائے جا رہے ہیں اگر رکھتا چلا جاؤں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے، دنیا کا بھی

یہ قاعدہ درست ہے کہ اہل علم نے ایک وقت تمام قوموں کے اسلم ہر وقت موجود

و تیار رکھتے ہیں، ضرورت کے لحاظ سے اس کا استعمال ہوتا ہے، تنوار بندوق، اراثل

ایم لم، ہائیدروجن بم وغیرہ تمام قوموں کے اسلم موجود رہتے ہیں مگر موجودہ ضرورت

سے کام میں لائے جاتے ہیں، چنانچہ جس دور میں جیسے علماء و مذہبی ضرورت پڑی ویسے

بی ضرورت بھیجے گئے، اب ایسے نے عمارت جنگ ہی بدل دی ہے۔ اس کھنڈنے

تبدیلی عقائد کا حربہ جلیا ہے جس سے جماعت کی جماعت، فرقہ کا فرقہ کانفرجھا جاتا

تھا تو قدرت نے بھی دیا یا امام بھیجا جو جماعت کی جماعت کو گروہ کے گروہ کو زور دے

فرقہ کو داپس لے آئے، یہ وہی منتخب و مخصوص امام ہے جو ضرورت کے لحاظ سے

تشریف لایا ہے جس سے ایسی جماعتیں، فرقہ فرقہ، گروہ گروہ تہہ و بالا ہیں، اسکا محدود

اسی امام کا نام نامی ہاں امام گرامی، احمد رضا خاں ہے جس نے الحمد للہ جماعت حق

کی ایسی شیرانہ بنی کہ اور اس طرح دشمنان دین و ایمانی کو زیر کیا کہ یہ اب سارے

کے سارے ذمہ ہیں گھبراتے ہیں والحمد للہ علی ذلک

حضور راؤزنا جادار مدینہ احمد جتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ملاحظہ ہو۔ ان اللہ عزوجل یبعث لہنک الامتہ علی راس کل

ماتہ سلسلہ من یکذلکھا دینھا، (سنن ابی داؤد و تواتر)

ترجمہ:۔۔۔ بیشک اللہ جل مجدہ اس امت کے لئے ہر سال کے سرے پر ایسے

بندے پیدا کرے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرنے رہیں گے۔ اس

حدیث پاک کو پڑھنے کے بعد تو دشمنوں کو چاہیے تھا کہ مجدہ دامتہ حاضرہ

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے قدم چومنے کہ وہ

لوگوں کو یہ عقیدہ بتائے کہ یہ تقسیم پر لائے اللہ کے کروڑوں بندوں کی مائتہ

فراکان کو مدزخ سے چھٹکارا دلوا یا اور جنت الفردوس میں پہنچایا، مگر ایسے نے

علم ہائے پر جب حضرت آدم کو نہانا تو اس سے یا اس کے ذریعے سے کیا توحید برسی

ہے۔۔۔

عظیم محنت کے راکھ باقندرسیا ہ۔۔۔ آب کو شرد زمزم سفید نواں کرد

یہ دشمن جو اس قدر گھبرائے ہوئے ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ حضرت

امام احمد رضا صاحب کے تھمٹنے دنیا میں ایک خور پر پا کر رکھا ہے، دشمنوں کے

دل کی بات ظاہر کرنی اللہ کے ہزاروں لاکھوں بندوں نے توبہ کی امدان لوگوں

کے دام خرب سے نکل گئے اور نکلنے جارہے ہیں۔ علماء عرب نے آپ کے تھمٹنے

کا اقرار فرمایا۔ آپ کی شان میں اونچے اونچے العلماء استعمال کئے، دشمنان دین کی دہری

توبہ رسالت کا علان معلوم ہوا تو حضرت علماء عرب نے ان دشمنوں کا زور خرد امام

سیر عمر کا سیدہ علیحدہ فتوحات شائع کی جن میں کہ مغفرت کے ہیں علماء اور مذہبی کے

ترہ علماء کرام ہیں جسے دیکھنا ہو دیکھ لے اور ہندوستان پاکستان کے تو کئی سو

علماء کے توبے ہیں، کتاب چھپی ہوئی ہے۔ تمام ملت ہے، حضرت امام احمد رضا خاں

صاحب کا یہ وہ گلاں بکا کا ہے جس نے بدر نزول کی بنیاد پلا دی اور حقیقت کھلوانے

پر لاکھوں نے از سر توبہ کی اور صحیح راستے پر لگ گئے۔

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا دو مرا لیا یا کلام امر، فاشیہ رضویہ

ہے جو تقریباً پندرہ ہزار صفحوں میں کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہزاروں گراہوں نے ان

فتوؤں کو پڑھ کر توبہ کی اور صراط مستقیم پا گئے حضرت کو جتنے علموں پر اللہ نے عبوری

بنایا اتنے علموں کا جاننے والا ہندوستان میں تو نظر نہ آتا۔ ایک ہزار سے کم ہر کتاب و کتاب

آپ کی تعریف سے میں جن سے توبہ لے آیا اصلاح پائی اور مسائل صاف ہو گئے۔

قرآن عظیم کا ترجمہ انگریزی زبان میں ہر سہ ماہی اور ہفت ماہی ہوتا ہے۔ ایک ترجمہ نایاب و عظیم

امام احمد رضا قدس سرہ کا بھی ہے۔ ترجمہ کراؤد ایک مستقل فن اور لڑائی کا فن ہے

ایک ایک لفظ کا صحیح معنی و مفہوم، علم استعمال، سیاق و سباق، شان نزول، مطلب

درود شمع، ہر گیری کا پوری احتیاط کے ساتھ سمجھا اور سمجھانا، نزول ادق و ذخیر

ہے، اور تراجم سے اس ترجمہ کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے جس

عالمانہ و محققانہ انداز پوری جزئی و انانی تفصیلات کی کمال آگاہی کے ساتھ فن ترجمہ

کی مہر آزمائش کو طے کیا ہے وہ کہ آپ ہی کا حصہ تھا، اب توبہ کوئی یونیورسٹی بھی

اس طرف متوجہ ہو رہی ہیں، اس ترجمہ میں جو احتیاط کی قابل قدر ہے۔

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ اللہ العزیز کو فتنہ دشمنی میں

اللہ تعالیٰ نے یہ طویل بخش تھا، ایسا حاس و ترقی القلب انسان بھی کم ہوتا ہے آپ

کی شاعری صرف حمد و ثناء کے لئے مخصوص رہی، آپ کے اشعار قرآن و حدیث

کی تفسیر میں ہیں۔ نیت شاعری میں جن نازک برملوں سے گزرنا ہوتا ہے، اللہ اکبر

آپ تہم پہنک پہنک کر ان راجول سے نہایت کامیاب ہو گئے، آپ کے درد و لال

صدا بق بخشش و حمایت العطیات مذکورہ تمام اوصاف و کمالات کے شاہ عالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا ایک مشہور و معروف مودظ العلوم

بھی ہے جو دشمنوں کی آنکھوں میں کاشا ہے۔ یہ دارالعلوم حقیقتاً ایک نہاد علم ہے جو

مندرستان پاکستان و بیرون ہند سے اپنی شعاع فیض و برکات کی بہروں میں آسمان علوم پر آفتاب خیر و نیک طرح چمک رہا ہے، ہزاروں علماء کا نیلے بنی اسرائیل، بیکر سے ابد تک رہتے ہیں جس کے طوفانِ علمی سے دھنوں کے سیکڑوں چراغ نکل ہو گئے۔ بلا حائل ہے کہ اس نے راستے صاف کر دیئے، ایسے مدرسے کی امداد اللہ حق کی امداد ہے، اللہ تعالیٰ ابو عظیم ضیاء فرمائے گا۔

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس اللہ سرہ انوارِ طریقت سے بھی معرودِ معدود ہیں اور آج تک آپ کا فیض جاری ہے بلکہ حق تعالیٰ یہ ہے کہ آپ جمع البحرین ہیں یعنی شریعت و طریقت کے سنگم میں، آپ کو بیعت میرے جدِ امجد سید السادات قطب العالم حضرت سید محمد کاظمی قدس اللہ سرہ العزیز سے بلا واسطہ حضراتِ مہربہ شریف موصول تھی۔ آپ کے مریدین و تلمیذین کی تعداد اللہ ہی جانتے، آپ کے تفصیلات نظم و نثر سے صاف ظاہر ہے کہ آپ مقام "خاتمی الرسول" میں ہیں، مریویا باط آپ کے مناقب و معادیکھ سکر، — وصی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ (مسیدنا و مولینا) محمد و علی آکر دھبہ و اہلبیتہ و امتہ و علی سائر الانبیاء و المرسلین اجمعین برحق رحمہم اجمعین، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پر خلوص تمناؤں کے ساتھ

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

عبداللہ عسیٰ موہر والا

چمنابوچیرا سٹریٹ ممبئی ۳۰۰۰۰۳

نیک تمناؤں میں

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

حاتم بھائی اوجین والا

پارسی چال۔ پاکوڈیا سٹریٹ

ممبئی ۴۰۰۰۰۳

امام احمد رضا خاں کی اشاعت پر مبارکبادیاں

اے رضا وصفِ رخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں جن مرغِ غول خواں ہم کو

واحد خاں شکور خاں

اولڈ کلا تھ مرچنٹ

کھنڈوانی بلڈنگ مولانا آزاد روڈ ممبئی ۴۰۰۰۰۴



ایشیا کا عظیم محقق

مولانا عبدالکریم نعیمی (بنگلہ دیش)

مخبر مولانا عبدالکریم صاحب نعیمی بنگلہ دیش کے مشہور و معروف مذہبی رہنما ہیں جن کا نہ صرف اور حضرت مسیح موعودؑ میں آپ کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ وہی تعلیم کا مشہور درگاہ سر عزیزیہ جلالہ اسلامیہ پوسٹ مفت گنج ضلع فید پور کے اہم ہیں۔ آپ کا زیر نظر تحقیقی مقالہ شکر یہ کے ساتھ حاضر ہے۔ ایڈیٹر

اور مسلمانوں کی مذہبی، سماجی، معاشرتی اور تعلیمی خدمات انجام دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ان کے علاوہ دیگر مسلمان بادشاہ بھی حتی الامکان اپنے فرائض سے غافل نہ رہے۔ ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی بھی اسلامی تعلیمات کے تعارف کے لئے معاون ثابت ہوئے۔ سلطان محمود غوری سے ٹیکرسل خاندان کے آخری چیم و چورغ ملک سلمان بادشاہوں نے مسلمان اسلام کا بقا و استحکام کے لئے ہمدردانہ کوششیں کیں۔ ان فرمانرواؤں میں محمد تھلق اور حضرت شاہ اورنگ زیب کے نام نامی سرفہرست نظر آتے ہیں۔

بادشاہوں کی اس جدوجہد اور کامیابیوں کو تسلیم کرنے کے بعد یہ بھی ضرور اذعان کرنا چاہیے کہ ان کے دین، اولیائے کرام، صالحین اور علمائے ربانی بھی تبلیغ اسلام و تعلیم دین سے کسی فرائض سے غافل نہیں رہے۔ اگر ہم ان کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کرتے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی دینی و ملی خدمات بادشاہوں کے مقابلہ میں زیادہ بھی ہیں اور گراں بہا بھی۔ ان علمائے کرام کی فہرست میں صوفیائے کرام کے علاوہ حضرت محدث عبداللہ دہلوی حضرت شاہ عبدالغنی حضرت مجدد الف ثانی سرفہرست ہیں۔ حضرت عبدالقادر بدایونی وغیرہم کے علاوہ ایسے علمائے ربانین بھی ہیں جنہیں ہم علمائے تافریق کے نام سے منسوب کر سکتے ہیں۔

ان علمائے تافریق میں حضرت امام احمد رضا مجدد بریلوی کا نام نامی دایم گرامی سرفہرست ہے۔ انھوں نے اس عالم رنگ و بوی اس وقت آنکھ کھولی جب منلیہ خاندان کا اقتدار آخری سانسیں لے رہا تھا۔ ان کا بچپن اس وقت کا آمیزہ دار ہے جب براعظم ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہو چکا تھا۔ انھیں شعور زندگی اس وقت نصیب ہوا جب ہندوستانی مسلمان انگریزوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔ مذہبی قدریں زوال پذیر تھیں۔ بد مذہبی ولادت کا دور دورہ تھا۔ فرق باطلہ ہندوستان بھر اپنے آہنی پنجہ بیوست کرنے کی خاطر ہر ممکن و غیر ممکن کوششوں میں مبتلا تھے۔ تو جب کایا سلاطین آہستہ مرسالت کا طوفان برپا تھا۔ اسلامی زندگی کا ہر پہلو مروج ہو چکا تھا۔ مذہب ہند ابھرتا رہتا، مسیحیت کے پیروں نے جو گئے تھے کہ

یہ مسلم بات ہے کہ قوموں کا ارتقا اور استحکام سلف کے کارناموں سے آگاہی حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ملت کے فوہال، مذہب اسلام کے جلیل القدر فرزندان کی سیرت پاک سے آشنا ہو کر ہی نیا دلولہ، عز و ہمت اور کامرانی کا راستہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر بریت کی سیرت کے نقش و آثار میں تدریجی طور پر آئیں تو اس سے جائیں گے اس قدر کامیابی کی منزلیں آسان سے آسان تر ہوتی چلی جائیں گی۔ اور عظیم شخصیتوں کے نمایاں کارناموں کا تصور جب قدرہ ہندلا جائے گا اتنا ہی مقصد حاصل مشکل سے مشکل تر ہو جائے گا۔

تقریباً ہر دور میں ایسے افراد ان کی بکثرت پائے گئے جنھوں نے حق و صداقت کے خلاف آواز اٹھائی۔ باطل کی پشت پناہی کی لیکن ان کا طرز عمل مختلف رہا ہے کسی نے مکمل کر باطل کی اشاعت کی اور حق کی مخالفت کی تو کسی نے اہل اقتدار کا دامن تھام کر اپنی ناپاک سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ ایسے اشخاص بھی کچھ کم نہیں ہوتے جنھوں نے اہل حق کا لبہ اوڑھ کر اپنی اسکیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی جدوجہد کی۔ غرض یہ سلسلہ بہت دیر سے شروع ہے۔ لیکن مراد ان حق کی کوششوں نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے عزائم کے تار و پود بکھر کر رکھ دیا۔ ان کی پڑوس سامعی جیلے نے فریب کاروں کے گھناؤنے منصوبوں کا پردہ چاک کر کے بروقت مدد سے مراد مسلمانوں کا تعلق کرنا۔ ابد تو رمدی تا جوار احمد مختار بنی گویم روف در جیم صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط اور محکم کر دیا۔ یہ حضرت کام داد حسین یا طعن و تشنیع سے قطعاً ماوراء ہو کر عوام و خواص کو ملت، بیضا و دین میں اسلام کی نورانی تعلیمات کی یاد دہانی کراتے رہے۔

اہل اسلام کے انہی عظیم غرضوں اور رہنماؤں میں تحقیق و تدقیق کے بادشاہ شریعت و طریقت کے آگاہ امام اہلسنت موجودہ صدی کے مجدد شیخ الاسلام دالسلین حمید اللہ النوری رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خلفائے راشدہ کے بعد نبو امیر اور بنو عباس نے اسلام

اس مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا؟

اس سلسلے میں امت اسلامیہ کے صحیح و صحیح کے رہنماؤں نے اپنے مخصوص انمازوں میں قوم کو جھوڑتے، انھیں باطن کی جھلک دکھانے و دیکھانے کی حق المقتدرہ کوششیں کیں مگر حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ اور کفر و ضلالت اور بد مذہبی و لادینی کی تاریک گھٹاؤں نے ہر طرف ڈیسے ڈالے شروع کر دیئے۔ ایسے تاریک و پرکشش و شب و وقت میں امام احمد رضا ربیو نے اسلام و ناموس رسالت کے تحفظ و بقا کے لئے تن من و دھن کی بازی لگادی اور مسلمانوں کو بد دینے اور بد لوٹ خدمت انجام دینے کا بیڑا اٹھایا۔

علمائے کرام کا بیان ہے کہ بارہوی و تیرہوی دو صدیوں میں دنیائے اسلام میں اعلیٰ مرتبہ جیسے جامع و مانع متصف بہر صفات کوئی عالم پیدا نہیں ہوا۔ آپ کی ذات گرامی بے شمار اوصاف و عاقلانہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جلالت علمی و کمال عملی میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ دوسرے علم اور رائے کی جستگ میں پورے دور میں آپ کا کوئی نا فرمان نہیں۔ خدمت دین میں جس خلوص و سستی مسلسل اور بے باکی کا آپ نے مظاہر فرمایا وہ آپ کی کا حصہ تھا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام میرے ذمے فرمایا ہے اگر اس آدمی میری امداد کو ہوتے تو جو کچھ سینے میں ہے کسی قدر باہر آجاتا۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام لے لیا ہے یہ اس کا اقبال و فضل و کرم ہے۔

ایشیا کا عظیم محقق

حقیقت بھی یہ ہے کہ جی نے آپ کی خدمت فیض و رحمت میں حاضری دی اس نے بر ملا اس بات کا اعتراف کیا کہ آپ علم و فضل کے بحر ناپیدہ الگاد ہیں۔ آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ تصنیفات آج بھی اس بات کی صداقت پر شاہد عدل میں صرف فتاویٰ و فتوے ہی کو لیجئے اس میں آپ نے ہزاروں مسائل پر لاکھ تھن و تدقیق فرمائی ہے آپ کی تعنیفات کے مطالعہ کرنے والوں کو پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ آپ قلم کے بادشاہ ہیں اور کتاب و سنت اور علمائے ملت کے فرمودات پر بہت ہی گہری نظر رکھتے ہیں۔ جی نے فتاویٰ و فتوے کی جلد اول کا مطالعہ کیا وہ اس بات کو تسلیم کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جی آپ اس صدی کے مجدد تھے پچاس علم و فنون میں آپ کے تحریری سرمایہ موجود ہیں۔

شعبان ۱۲۸۷ھ سے لے کر ۲۵ صفر ۱۳۰۱ھ تک پورے جون برس مسند افتاء پر تھے سب سے اور اس عرصہ میں اتنا لکھا کہ حضرت علامہ الحاج مولانا شاہ محمد حسین رضا خان صاحب نے جب صاحب گایاتوئی دن چھین صفحہ کتابت و تحریر سے نکلے تو ت تحریر کا یہ عالم تھا کہ کوئی سوال آتا تو اس کے جواب میں دلائل کا انبار لگ جاتا پھر بھی آپ کے قلم حقیقت و تم کو میری نہ ہوتی تھی۔ آپ کی ایک ایک کتاب معلومات کا خزینہ اور تحقیقات کا گنجینہ ہے۔ اور بے شمار متعلق و معارف سے ملبوس ہے۔ ہر تصنیف کا نام ایسا بیار اور دلکش ہے جیسے پڑھ کر اہل علم متشغی و مشتعل ہوتے ہیں۔ ہر کتاب کا نام حسین و جمیل اور نفیس کی صورت میں علم و ادب

میں ڈوبا ہوا، ناصحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا اور معانی کی زبان کی زبان پر وزن کیا ہوا ہے۔ اور جس کتاب میں جس موضوع پر لکھا ہے اس کے نام میں فقیر طور پر اس کا بیان ہے۔ اس پر طویل ہر تصنیف کا نام لادینی ہے۔ اس طرح ہر کتاب کے کتب خانوں میں اس میں بیان شدہ مسئلے کے مطابق علیحدہ علیحدہ عربی خطبہ ہے جو آپ کے علمی تجربہ پر شاہد عدل ہیں۔

آپ کے تحریری کو صرف علمائے ہند ہی نہیں بلکہ ایشیا، عرب و غم خصوصاً مدینہ اور مکہ متقیان مذاہب اربعہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

جہاں آپ کی ملکات مذہبی علوم کے علاوہ سائنسی فنون کے متعلق تھیں وہاں آپ کی نظر ملکی سیاست اس دور کے مسائل پر بھی دیکھی تھی اور اعلام اعلام ان ہندوستان دارالاسلام وغیرہ۔ آپ کی اس موضوع پر بے نظیر تصانیف ہیں۔

تحریک آزادی

حقیقت یہ ہے کہ ۱۲۸۱ھ احمد رضا ربیو نے انگریز نواز علماء کے خلاف قلم اٹھایا۔ آپ نے انگریز حکومت اور انگریزوں کے خلاف تحریر و تقریر سے دیر سے شریعت و نفرت کا اظہار کیا مگر انھوں نے اکثر موضوعین کی قسم ظریفی اس حد تک پہنچی کہ جو لوگ انگریزوں کے اشاروں پر شب و روز مصروف کار ہو کر تھے اور انہی کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے فرزند اسلام کو کافر و کفر کا قرار دیا اور ان کے انتہا پھیلائے تھے کہ مسلمانوں کے خون میں تھک کر مر گئے ہوتے تھے آج انھیں شہید باہر اور تحریک آزادی کے ناند جیسے القاب سے شہر ہو کر آجاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ حضرات جنھوں نے باہر دیکھ کر اسے نفرت و لاف اور ان کی نظمیں کو سنا ہو کر انھیں تعجب اور تنگ نظری کی ناپیدائی کے اوراق میں جگہ دینے سے بھی انکار کیا کیا بلکہ یہ کوشش کی کہ وہ حضرت قمر علی خان کا ذکر کرنے سے پہلے خود بھی سے بہت کم افراد ایسے ہوں گے جو باہر ملت امیرانہ میں علائقہ حق پر آبادی شاہ احمد اللہ علیہ السلام کی تعنیفات احمد گوری، علامہ کاشانی، اعلیٰ مرتبہ ربیو، صدقہ الاحمال امیر ملت پر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جاہل کارناموں سے واقف ہوں گے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کی جملہ زانیوں سے انگریز حکومت کو بکھلاؤ تھی اور صراحتاً جیت کے ایوانوں میں رزلو پیدا ہوا۔

حالیہ دور میں پریس کی طاقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جن جماعتوں کے پاس نشر و اشاعت کے ذرائع ہیں وہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہیں اور جن کے پاس پریس نہیں وہ بہت کچھ ہوتے کے باوجود بھی کچھ نہیں۔

انھوں تو اس بات کا کہ کہ ہمارا کوئی ادیب، کوئی شاعر کوئی صحافی اس خصوصی موضوع پر قلم اٹھانے والا نہیں کرتا اور اگر لکھی ایسی جرأت کرتا بھی ہے تو اس کی نگارشات پریس پر تاہیں حضرات کی مسکرت اندیشی کی نذر ہو جاتی ہے۔

شعرو شاعری

بادجو داس کے کہ آپ جملہ علوم دینیہ کے علاوہ جعفر نمونہ، ریاضی اور کجیر وغیرہ علم و فنون میں نادر روزگار تھے۔ آپ شہر کوئی میں بھی بدلتی رکھتے تھے۔ شاعری آپ کا شغل نہ تھا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی تیاری و توجہ کرتے بلکہ جب بھی مدینہ طیبہ یا خاک بغداد کے دریا میں جہاز ہوتے تو بے ساختہ محبت و الفت کے جذبات شہر کے سلیقے میں ہرگز زبان پر آجاتے۔ آپ کی بیشتر نعتوں میں بے ساختگی سوز و گماں

آپ نے بڑی خوبی سے احادیث اور آیات قرآنیہ کا اقتباس اپنے منظومات میں شامل کیا۔ چونکہ آپ عربی و فارسی وغیرہ زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ اس لئے بلا تکلف ہر زبان میں شریعت تھے۔ آپ کی ایک نکت شریعت کا پہلا شعر یہ ہے۔

لم یأت نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد شبیب دا جانا
جگ راج کو تاج تو رس سر سبے تھ کو خر دسر ا جانا

یہ نعت چار زبانوں کے حسین مترجیح کا متر ہے۔ اس سے آپ کی جدت طرازی اور ایجاد کی ثروت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

کاش کوئی مرد خدا امام بریلوی کے تفسیر کلام کی طرف توجہ کرتا اور اس کی خوبیوں کو اجاگر کرتا بلکہ اس کی مبسوط مخرج لکھ کر مل دنیا میں اسے پوری طرح متواتر کرتا۔ آپ کی شاعری کا جو جوش و شعلہ اصل اللہ علیہ وسلم اور تعظیم اولیاء کرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زبان و تلم کہیں کسی دنیا کے تاجدار کی قصیدہ خوانی سے ملوث نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

مردود مدح اہل دول رضا ہے اس بلا میں مری بلا
میں لگا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ نان نہیں

مسلمانوں کا حقیقی سرمایہ و حقیقت عشق رسول ہی ہے۔ صواب کرام، تابعین، تبع تابعین

عشق رسول و امام بریلوی

اغوا، انقلاب ابدال اور اولیاء عظام کی زندگیوں کے مطالعہ کے بعد نظر اسی نکتہ پر رکھتے ہیں کہ ان سب حضرات کی زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محور پر گھومتی رہی۔ صحابہ کرام کے جان نثاروں، تابعین اور تبع تابعین و سلف صالحین کا جذبہ تبلیغ، ایمان اور نقباء و پیغمبر جہاد، اغوا، انقلاب ابدال اور اولیاء کرام کی ریاضتیں اور حیا نفس کا مرکز حقیقی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا ہے۔

رسول کریم علیہ السلوۃ والسلام کا ارشاد بھی یہ ہے کہ ان کی ذات والا صفات کو ان کا اتنی اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور مال و متاع سے زیادہ عزیز رکھنا ہوگا۔ بزرگان سلف کی بارگاہ زندگیوں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا مقصد حیات صرف اور صرف عشق رسول ہی تھا۔ یہی وہ مرکز ہے جس سے مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس تک اس دنیا میں اپنا اقتدار رکھا۔ اور آج بھی ان کی برتری کا راز اس مرکز سے وابستگی میں منظر ہے۔

کی قسم سے دنا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضرت امام بریلوی کی زندگی کا اصل مقصد عشق رسول ہی ہے اور جب مسطیف ہی انکی حیات کا منظر ہے۔ تمام حیات آپ کی ظاہری و باطنی زندگی میں حق نبوی کی روشنی برابر جگمگاتی تھی۔ جہاں تک آپ کی ظاہری زندگی کا تعلق ہے آپ نے علوم دنیاوی، علم تفسیر اور علم حدیث کی تکمیل صرف چودہ سال کی عمر میں کر لی تھی۔ آپ کے والد بزرگوار نے جو آپ

کیف و جذب، فصاحت و بلاغت جوش بیان اور پاس شریعت غرض آپ کے کلام میں ہر طرح کا حسن صوری و معنوی بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ کے تفسیر کلام کو ہمارے کوثر کہا جائے تو یقیناً بجا ہوگا۔ آپ کا تفسیر کلام اہل ایمان و محبت کے سارے روح کا دنواز نغمہ معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والے حضرات آپ کے کلام کو نہ کہ جھوم جھوم جاتے ہیں۔ آپ خود حدیث نکت کے طور پر فرماتے ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جہاں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہر مہر میں داف صفا شاہ ہر دلی تھو تھو طبع رضا کی قسم

برصغیر ہندو پاک میں اہل محبت کی شاید ہی کوئی غفل ایسی ہوگی جہاں آپ کے کلام اور مشہور زار و سلام مصطفیٰ جان و رحمت پر نہ لکھوں سلام کی گونج نہ مانی نہ دے۔ آخر کیوں نہ ہو آپ کا نکتوں کے ایک شریعت شاہ مدبر و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کے چشے پھوٹتے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

گو گونج گونج اٹھے ہیں نجات رضا سے بوستان
کیوں نہ ہو کہ پھول کی بدعت میں دام قرار ہے

اکثر شعرا جو شریعت شاعری میں کچھ کا کچھ کر جاتے ہیں۔ مبالغہ آرائی کی سطح پر اگر زمین و آسمان کے قلاب ملا دیتے ہیں مگر امام بریلوی نے شاعری میں ایک نئی طرح ڈالی اور نکت گوئی کی ایک حد و ناسل قائم کر دی۔ آپ کی نکتوں میں کہیں بھی شان و رسالت کا گستاخی دے ادبی کا پہلو نہیں نکلتا اور نہ ہی دامن شریعت آپ کے ہاتھ سے چھوٹتا ہے کہیں حد سے تجاوز پایا جاتا ہے۔ اپنی نکت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بے جا ہے الفتہ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نکت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت محفوظ

بے شک ایک عالم دین کی یہ شان ہونی چاہیے۔ نجا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثناء تو آپ کی غذا ہے روح تھی۔ ذرا انداز کلام دیکھئے۔

اللہ کی ستر بقدم شان ہیں یہ

ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

آپ کے فن نکت گوئی اور شان و عرا کا کمال اعزاز ہے بے شمار اساتذہ

فن سے لیا ہے کسی غفل میں آپ کی یہ نکت

وہ کمال حسن ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دے ہے شے قیمتی ہے کہ دھواں نہیں

سکر ابوالاثر حفظہ جالندھری نے اظہار خیال کیا تھا..... یہ تو کوئی استاذ الاساتذہ معلوم ہوتے ہیں۔ شاعر اسی کا نام ہے۔

امام بریلوی سے اختلاف کرنے والے ممکن ہے بہت سے حضرات ملین لیکن یہ ناکمل ہے کہ آپ کے کمال نکت گوئی کے گواہ اختلاف ہو۔ آپ کی نکت گوئی میں دورانیں ہوتی ہیں سکتیں۔ دلیسہ بہت دھڑکی کا کوئی علاج نہیں۔

کے والد بزرگوار نے جو آپ کے استاد محترم بھی تھے آپ کو صرف چودہ سال کی عمر میں ترقی نویسی کی سند اور اجازت دیدی تھی۔ اس کم سن میں مذکورہ علوم کی تکمیل نے اللہ جل جلالہ اور اسی کے پیارے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ان کے دل میں جاگزیں کر دیا تھا۔

علاوہ بریں عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ورثہ میں بھی ملا تھا۔ آپ کے اجداد و اسلاف میں اولیاء کرام کے نام ہی آتے ہیں جس کا اثر آپ کی ظاہری زندگی پر بھی کچھ نمایاں نظر آتا ہے۔ جو شہنشاہ کے وقت سے موت کی آغوش میں سرجانے تک زندگی کے کشمکش میں بھی اپنے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اسلام سے گریز نہیں فرمایا۔ اتنا ہی ہے کہ آپ کا کھانا، بیھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا تک کتاب و سنت کے مطابق انجام پاتا تھا۔ جب آپ سونے کے لئے لیٹتے تو لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بنا لیتے۔ عشق رسول کی اس انتہا کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جذبہ باطنی نہیں تھا۔

حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے ہر گوشے کا مطالعہ کرنے کے بعد جب حضرت امام بریلوی کے اخلاق و کردار اور زندگی پاک کے ہر شوق کا تجزیہ کیا جاتا تو یہ بات آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ حضرت امام بریلوی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیرو اور ان کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اب رہا آپ کی باطنی زندگی۔ سو حقیقت یہ ہے کہ ظاہری زندگی باطنی زندگی کے نور کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ انسان اس وقت درجہ کمال تک نہیں پہنچتا جب اس کے ظاہر و باطن میں اتحاد اور یکسانیت پائی جائے۔ اس یکسانیت و یکگاہی میں ظاہری زندگی تو مائل ہوتی ہے مگر ظاہری زندگی کے جو اجزا عبادات سے متعلق ہیں وہ زیادہ معاونت کرتے ہیں۔ یہ اجزاء دوسروں میں بٹے ہوئے ہیں۔ پہلے صفحے کو حقوق العباد کہتے ہیں اور دوسرے صفحے کو حقوق اللہ کہتے ہیں۔

حقوق العباد کی ہر سنت میں اطاعت والدین کے علاوہ بزرگوں کا ادب، چوٹوں پر شفقت، عزیز و اقارب اور احباب کی دلداری، اولاد کی نگرانی، علما کا احترام، حاجروں کی تحکیم اور مسادات کی تعظیم سب کچھ آتا ہے جس میں حضرت امام بریلوی ہر طرح پورے اترے، حقوق اللہ میں بھی آپ کے زہد و ریاضت، قابض نفس، تصون وغیرہ نمایاں اوصاف آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھے۔ اس طرح باطنی اعتبار سے آپ کا پایہ بہت بلند اور اونچا قرار پاتا ہے جسکی دلی دہکرامات جو دوتا آؤتھا ظہور میں آتی رہتی تھی۔ مریدین اور مستحقین کی کثیر تعداد ایک طرح پر آپ کی باطنی ترقی اور درجہ کا آئینہ دار ہے۔ یہ سب کچھ دوسرے منزل میں عشق رسول کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

عشق رسول کا صلہ — دوسری دفعہ آپ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت کے لئے گئے حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ پہنچنے کے قبل ہی آپ کے خدا داد علم و فضل کا شہرہ وہاں پہنچ چکا تھا۔ امام بریلوی مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے قیام کیا تھے لیکن شہر و علاقہ سفر میں مانع تھی۔ ادھر مدینہ منورہ کے علماء کرام ایک نظر آپ

کی زیارت حاصل کرنے کو بہ قرار تھے۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب مکی علیہ الرحمۃ کے غفلت شاگرد حضرت مولانا کریم اللہ ہاجر مکی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ہم سالہا سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ اطراف و افاقہ سے علماء آئے ہیں اور جو تین چھلٹے چلے جاتے ہیں۔ کوئی بات نہیں پوچھتا۔ لیکن امام بریلوی کے پہنچنے سے پہلے ہی علماء تو علماء ہزار تک آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے۔ چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپ کی حاضری ہوئی اور آمد کی خبر ہر طرف پھیلی تو صبح سے عت اکھ آپ کے پاس علمائے مدینہ کا ہجوم رہتا تھا۔ ملاقات و زیارت کرنے والوں کی بھیڑ بارہ بجے رات سے پہلے ہٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ (تذکرہ نوری ص ۸)

جب آپ شہر کی گتہ بندی آرام فرماتے دالے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیس پناہ میں دل قیام اور درجہ سے قرار لیکر حاضر ہوئے۔ اس وقت دلی میں یہ تمنا ابھری کہ کاش مجھے اس جال جہاں آگاہی کی زیارت و ملاقات میں ہو جائے (خواہ میں تو کئی دفعہ زیارت سے نواز جا چکے ہوں) مگر جہنم میں کھڑے ہو کر دیر تک درد و شریف پڑھتے رہے لیکن پہلے شب مراد بر نہ آئی۔ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل تحریر فرمائی جس کا مطلع یہ تھا۔

دہ سوئے لا زار پھرتے ہیں
ترے دن اے ہمارے پھرتے ہیں
آخری شرمیں انتہائی انگاریاں
کوئی کیوں پوچھے تری بات رہنا
تجھ سے کہنے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل سراج شریف میں پڑھ کر ادب و شوق کی تصویریں کھڑے ہو گئے کہنت بیدار ہوئی دلی کی آرزو مراد کو پہنچی اور حضور رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے بیداری میں مشرف ہوئے۔ سبحان اللہ عشق رسول کا کیا صلہ ملا۔

اسی جیسا واقعہ بھی صوفی کے دلی کا مل سیدنا حضرت احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی رونما ہوا تھا۔ ۵۵۵ھ میں آپ بلوچے حج بیت اللہ تشریف لے گئے اور بعد حج پیادہ و پیٹلے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے۔ بعد نماز عصر حرم شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے اس وقت فہرہ ہزار سے زیادہ زوار حرم مبارک کے اطراف جمع تھے حضرت مہر ج نے قریب ہو کر تحفہ سلام پیش کیا اور زاریاں۔ السلام و علیکم جوی جواب آیا۔ و علیکم سلام و لدی حاضرین نے آواز مبارک سماعت کی۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی آپ نے نہایت عقیدت و انکسار کے ساتھ دست اقدس طلب فرمایا۔ اس وقت قریباً رشت ہوئی۔ دست معجزہ نما، جہر فیضیا، جلوۂ آرائی انجمن عالم ہوا۔ نور حضرت نے دست مبارک کا بوسہ دیکر فریاد ظاہری و باطنی حاصل کئے۔

قوت حافظہ — ایک مرتبہ امام بریلوی نے فرمایا کہ بعض نادان قہر مندرات، میرے نام کے ساتھ حواظ لکھ دیتے ہیں۔ مالا میں حافظہ

ہونا چاہیے۔ دیکھئے تو سید صاحب (سید ایوب علی) شاید تاریخ کوئی ہوگی سید صاحب نے صاحب نگاہ تو پھر سے ہوئے اور وہی سن ولادت تھا۔

لطف بالا کے لطف سیہ کہ امام بریلوی نے اپنے مکتوبات شریف میں اپنا سن ولادت حسب ذیل آیت کریمہ سے استخراج فرمایا۔

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنْهُ

اس آیت شریفہ کے عدد بھی ۱۲۷۲ ہوتے ہیں جو موصوت کا سال ولادت ہے۔ آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمایا ہے۔ اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے مدد فرمائی ہے۔“

اس طرح آپ نے اپنی ذات کا تاریخ اس آیت کریمہ سے اخذ فرمائی۔

وَلِيُطَاعَ تَعْلِيمَ بَآيَةٍ مِنْ قُدْرَةِ الْوَكُوفِ

ترجمہ: ”خداوند چاندی کے کوسے اور گالے لے ان کو گھیرے ہیں۔“

اس آیت شریفہ کا عدد بھی ہم ۱۲۷۲ ہوتے ہیں جو آپ کا سن ولادت ہے۔

آپ نے اپنی تاریخ ولادت و وفات سے چار ماہ قبل ہجوال میں خود ارشاد فرمائی تھی۔ اس حقیقت سے جملہ ایک طرف تو تاریخ کوئی ہی آپ کی قوت استخراج کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف اپنی باطنی نگاہ و کمال بصیرت کا سراغ بھی ملتا ہے۔

ایک طرح ریاضی دانی، علم ہیئت و توفیق، علم حکیم، علم جعفر وغیرہ بشیر علم و فنون میں بھی امام بریلوی کی قابلیت و ہمارت کا رتبہ پوری طرح چکسا دکھاتا ہوا نظر آتا ہے۔

تمام معاشقہ، اطاعت والدین، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت جذبات خشیت و سخاوت، احتیاط فی الدین، حق گوئی، حلم و رفق و غیرہ شبیہوں میں بھی آپ کی زندگی مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ خطہ امام بریلوی کی مکمل سوانح عمری ہے اور خود انہی کے قلم سے ہے

قطع

ذمر انوش ز تجیس زمرائیں ز طعن

ذمر گوش بردی زمر ہوشن ذمی

منم و کچھ غول کہ بچھد دروے

جز من و چند کتابی دودات و تلے

حضرت امام بریلوی کی بعض خصوصی عادتیں

- ۱۔ لفظ ”حمد“ نہ کہ ”الحمد علیہ وسلم“ ضرور فرماتے تھے۔
- ۲۔ سوئے وقت جمہ مبارک کو لفظ ”حمد“ کی شکل میں کر لیتے تھے۔
- ۳۔ قبل از صلا، رخ کر کے کبھی نہ تھوکتے اور قبل از صلا کی طرف پاؤں نہ کرتے تھے۔
- ۴۔ جامی لیتے وقت دانتوں میں انگلی باکر آدا پیدانہ ہونے دیتے۔
- ۵۔ کبھی تہنہ بلند نہ کرتے تھے۔

نہیں ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کورغ مجھ کو سنا دلی اور پھر دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ چنانچہ آپ نے ایک ماہ کی تلیل مدت میں قرآن کریم حفظ فرمایا۔

بقول مولف تذکرہ نوری ”مولانا غلام شہر قادی نوری بدایونی“ تھوڑی فوجی کو روزانہ ایک پارہ زبان حفظ کرنے کے باوجود قادی نوار کے کھنے مسائل شرعیہ و احکام دینیہ کی تعلیم فرماتے اور وقت میں پرسند نشیں ہدایت ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض مقدسہ سنانے وغیرہ مشاغل دینیہ کسی طرح کا کوئی فرقہ نہ آنے پایا۔ آپ صرف تھوڑا سا وقت نماز عجب کے بعد قرآن پاک حفظ کیا کرتے تھے“

بقول حضرت محدث اعظم ہند کچھ چھوٹی رحمتہ اللہ علیہ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا اور وقت حافظ سے ساتھ جوہر سوس (۱۲۵۰) کی کتاب میں حفظ تھیں یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

تاریخ گوئی فن تاریخ گوئی کوئی آسان فن نہیں۔ یہ ایک فن ہے جسے سیکھنے کے لئے وقت درکار ہے۔ تاریخ مادہ نکالنے کے لئے وسیع مطالعہ

اور ہمارت نامہ کی ضرورت ہے۔ اور اس کی ہمارت اور اس پر معجزہ حاصل کرنے کے لئے وقت کا ضرورت ہے۔ حضرت امام بریلوی نے اتنا مصروف زندگی گزارتے تھے لیکن تاریخ گوئی میں آپ کو اتنا نکال اور دخل تھا کہ کوئی عقل کے مطابق بغیر ودات و قلم کے بہتر

نہیں مادہ ارشاد فرمادیتے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کا ارشاد کیا جاتا کہ مادہ غلط ثابت ہو۔ آپ کی تصنیفات کتب و رسائل کے نام تاریخی ہیں۔ اور یہ تاریخیں کتابوں کے

بابت و موضوعات پر بھی چپ پال ہوتی ہیں بعض اوقات آپ ایک ہی موضوع پر دو چار حکاوہ دی تاریخیں نکال دیتے تھے۔ آپ نے کئی شعراء کے دیوانوں کی تاریخیں بھی نکالیں۔

لوگ اکثر فراموش کرتے کہ ان کے نومولو و بچوں کے تاریخی نام ارسال فرمائی۔ آپ نے کبھی کسی کو مایوس نہیں فرمایا بعض اوقات ایسے وظائف بھی پڑھنے کو بتا دیتے کہ وظیفے کے اعداد

اور وظیفہ خوانی کے نام کے اعداد برابر ہوتے جیسے جناب ایوب علی رضوی سے ان کے عرض پر ارشاد ہوا کہ ”یا لطیف“ کا درود لکھیں، لطیف اور ایوب علی کے اعداد ایک سو اسی (۱۲۹) ہیں۔

جناب مولانا محمود اسماعیل قادی نقشبندی کی وفات پر آپ نے غری زبان میں بڑا تاریخی مادہ شریک رنگ میں نکلے اور دو تاریخی قطعات پر قلم کئے۔ پہلے قطع میں ”شیرہ شری“

اور دوسرے میں ”انتالیس“ اور دھڑ سے موصوفت کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ والد گرامی کی زندگی کے حالات پر جو رسالہ اجواھر الیاب فی اسرار الارکان تصنیف فرمایا ہے۔ اس میں بھی کئی ایسے تاریخی مادے شامل کئے ہیں جو سے تاریخ وفات یا تاریخ ولادت نکلتے ہیں۔ آپ نے اکثر

عادات کے تاریخی مادے نکلے اکثر بزرگوں کی وفات کے تاریخی مادے استخراج کئے۔ ملک العلام حضرت فاضل جہاد نے بذریعہ خط اپنے نومولو و بچے کے تاریخی نام تجویز کرنے کی درخواست کی تھی۔ فاضل بریلوی نے لالہ ابراہیم ارشاد فرمایا۔ ”ام تو خا والدین

کہ رکھوں جانوں کی قیمت سے اعلیٰ ہے تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ کھوئی چیز بے قیمت نہیں
اداسی غم کی موتی دولت خود ہاتھ سے کھوئی جائے۔ صاحبِ دل کو اجر حساب سے نہ دیا
جائے گا۔ بلکہ یہ حساب یہاں تک کہ جنھوں نے ممبر نہ کیا تھا روزِ قیامت تنہا کر دیں گے۔ کاش
ان کے گوشتِ قنچوں سے ترے جلتے اور یہ ثواب پاتے۔ دوسرے کے جلنے کی فکر اس
وقت چاہیے کہ خود جانا نہ ہو اور جب اپنے سر پر جانا نہ کھاسے تو نیکو اس کی چاہیے کہ
جانا اچھی طرح ہو کہ وہاں مسلمان عزیزوں سے نعمت کے گھر میں ایسا ملتا ہو کہ پھر کبھی جدائی
نہیں۔ لاجلِ شریف کی کثرت کیجئے اور ساتھ بارِ پیغمبر کی پانچ پر دم کر کے پالیا کیجئے۔ آپ
بفضلہ تعالیٰ عامل ہیں۔ اور دل کو ہدایت مہر کیجئے سب کو دعا و سلام۔

فیروز احمد رضا قادری غفرلہ عنہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

”حیاتِ المعصرت“ صفحہ ۳۱۰

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

راحتِ جانم برادرِ دینی مولوی عزرا علی سلمہ
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نفی الخار کی کیا ہوا ہے یہی سلامت اللہ
لاہل السنۃ غالباً آج چھپ گیا ہو گا۔ ماہِ مبارک میں مطلع والے بھی بہت سست کام
کرتے ہیں۔ خاصی غلطی صاحبِ کامنوں اب شاید بعدِ رمضان دیکھا جائے میرا ارادہ
ضرور ہے کہ

یہ سہ ہو، اور وہ سنگ در، وہ سنگ در ہوا یہ سہ

رہنا وہ بھی اگر چاہیں، تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقتِ مرگ قریب ہے۔ اور میرا دل ہند تو ہند کہ عظمت میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا
ہے۔ انچا خواہش یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر
کے ساتھ دفن ہو۔ اور وہ قادر ہے۔ بہر حال اپنا خیال ہے۔ مگر جائزہ کی جدائی،
یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو کچھ تک پہنچنے ہی نہ دیں گے کوئی مقبول شی
نہیں کہ بازار میں بیگم نہ لیا کر دی جائے۔ اور خالی ہاتھ بیگ پر گزیر کر کے لے جانا نہ شرعا
جائز نہ دل کو گوارا۔ دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔ والسلام

فیروز احمد رضا قادری غفرلہ عنہ ۱۰ ماہ رمضان ۱۳۳۳ھ

”حیاتِ المعصرت“ صفحہ ۳۱۶

حضرت امام بریلوی رضی اللہ عنہ

اپنے کلام کے آئینے میں

ترجمہ: ہر باطن خدا جنابِ مصطفیٰ کے لئے، ان کے پاک صحابہ کے لئے اَلْاَمَانِ
کے لئے اس راہن کا ہدایت جو عشقِ نامراد سے چاک چاک ہوا۔ اداسی پاک خون کا
واسطہ جو مردوں نے میدانِ جہاد میں بہایا۔

ہماری بھولیاں مقصد سے خالی نہ رکھ۔ ہمارا کام ہے دعا مانگنا تیرا کام ہے قبول کرنا

رنگِ قہر میں، رنگِ رخِ آفتاب میں ذرہ ترا جو لے شہرِ گردن جناب میں

بے اصل ثبات میں، بحرِ کرمِ مدد پر دروہ کنارِ سراب و حجاب میں

مگر آنکھ میں تو اب تک چشمِ پر آب میں دل میں تو تیرا کادل پر اضطراب میں

حسرت میں خاکِ بستی طبع کی اسے رقت چکا جو چشمِ ہر سے وہ خون تاب میں

نقصان نہ لگا کچھ نصیب میں غفران میں کچھ خرچ نہ ہو گا تیرا

جس سے تجھے نقصان نہیں کرنے مٹا جس میں ترا کچھ خرچ نہیں دے سولی

دنیا میں ہر آن سے۔ پچانا سولی عقیدہ میں کچھ رنج دکھانا سولی

بیٹھوں جو در پاک پیمبر کے حضور ایمان پر اس وقت اٹھانا سولی

کس درجہ رہے روشن تنِ محبوب الہ جامے عیان رنگِ بدن ہے واللہ

کچھ نہیں پہنچا اس گل کے رہنا فریاد کو آئی ہے سیاہی گناہ

تیرے قدم میں جو عینِ غم کی گزریا کبھی کون غفلت پر چھو دیکھ کے تلوار تیرا

دلِ عبثِ خون سے پسا سا اڑا جاتا ہے پلہ لگا ہی بھاری ہے بھر سہ تیرا

ایک ہی کیلئے مرے نصیب کی حقیقت کتنی تجھے دور سے لگا اور لگ سے پہنچا کتنی

اس فناء کے جو سنگ ہی نہیں لے جاتے میری گردن میں چھلکے دور کا ڈورا تیرا

بدی، بچو کسی، حرمِ ناکارہ سہی لئے دیکھا ہی سہی ہے تو کمر کا تیرا

واسطہ پیلے کا کیا ہو کہ جو سہی یوں نہ فرماؤں ترے شاہد کہ وہ جارجیا

عیش پر عین میں ہیں وہ موسیٰ صانع ملا فرشتے اتم تجھے وہ طبیب و طاہر گیا

ٹھوکر کی کھاتے پھر گئے ان کے دیر پر رہو قافلہ تو اسے رضا دل گیا آخر گیا

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فردا کس قدر آئے وہ دیکھنا ناز و و اٹھائے کیوں

راہِ غمی کی کیا فرشتہ باطن دیدہ کی چاروں طرف لگی زیرِ قدم بچائے کیوں

سنگ در حضور سے ہلکے خدا نے مہر لے جانا ہے کہ کو جھکے دل کو تو رات کیوں

آنے دیا تو بد و اب تو تھا رہا جانب کتنی تھیں پھوڑی لنگر اٹھائے ہیں

میرا کیم سے گرے نظر کسی نے مانگا دریا بہا ہے ہی دہ بے ہامی ہے

ملکِ سخن کثرت ہی تو کہتے مسلم جس سمت آئے ہر کے جھماکے ہیں

ہاں میں کرتی ہیں جڑیاں فریاد میں سے چارہ ہے ہر قی داد

ایک در پر شرانِ اشاد لگا، رنج و عشا کر سٹے ہیں

لب پہ آجائے جب نامِ جناب میں لکھا ہے شہدِ نایاب

دجہ میں مگر ہم اسے جان بے تاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

اے خدا بہر جنابِ مصطفیٰ چار یا در پاک و آلِ باصفا
بہر جب چاکِ عشقِ نامراد بہر خونِ پاک مردانِ جہاد
پر گن از مقصدِ ہی دامنِ ما از تو پذیرفتن زما گردن دعا
(حدائقِ بخشش)

- ۸۔ اناج قبر پر نہ لے جائیں۔ خبر تیار ہوئے تک یہ دعا پڑھیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا
اللہ واللہ واللہ اکبر۔ اللہم ثبت عبدک هذا بالقول الثابت، بجلا
بیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
۹۔ بعد تیار کی قبر پر نہ لکھتے کہ طرہ الم امفلون پڑھی جائے۔ یا نسی کی طرہ آسن الم رسول
تا اخیر پڑھی جائے۔

حامد رضا خان سات مرتبہ اذان دیں، تلقین کرنے والے قبر کے صاحبزادے کو
بات تلقین کریں۔ یا اگھنہ تک قبر پر سواجہیں درود شریف، یا آواز بلند پڑھا جائے اور
مکمل ہو سکے تین شہادہ و رنگ با آواز بلند قرآن پاک اور درود شریف پڑھو لے
جائیں تاکہ اس نے مکان میں دل لگ جائے۔

- ۱۰۔ کفن ظاہر سنت نہ ہو۔
۱۱۔ میری ناکھ کا کھانا صرغ فرما کو کھلا جائے۔
۱۲۔ ناکھ میں طویل و تقفہ نہ کیا جائے۔ غذا مرغی ہو تو کوئی حرج نہیں۔
۱۳۔ حامد رضا خان غنیمت میاں سے صاف دہی نہ میری روح ناراضی ہوگی۔
۱۴۔ صاب بھائی اتفاق سے رہیں۔ اتباع شریعت نہ چھوڑیں اور میں پر میں چلا میں اس میں
ان مذکورہ تین دھابا میں ہمارے لے گا تین سو جو دہی۔ یہ جاسدے لے کر راہِ احسن میں

مکتوبات شریف

امام بریلوی کے مکتوبات شریف میں بے شمار حقائق و معارف اور مسائل دینیہ سے بھر پور
ہیں۔ آپ کی فاضلہ و معنوی خوبیوں کا رنگ بھی ان کے سطر سطر پر چڑھا ہوا ہے۔ شانِ تجدیدی
کا جو ہر بھی ان مکتوبات میں چمکتا ہے۔ افرادِ اہلسنت کے لئے ان میں بھی کافی ہدایات
اور سبق موجود ہیں۔ آپ کی تعلیمی سرگرمیوں کی جھلک اور دینی دلی خدمات کی کرن بھی ہر ہر
عبارت پر دکھائی دیتی نظر آتی ہے۔ کلام الامام امام الکلام کا حکیمانہ انداز بھی ہر مکتوب میں
پایا جاتا ہے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی بھی بعض بعض مکتوب میں پائی جاتی ہے۔
یہاں صرف ہم آپ کے دو ایمان افروز مکتوب گزراں حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد اول
مؤلف ملک الاملا مولانا فاضل الدین صاحب رضوی سے نقل کرتے ہیں جو بیش قیمت نصابِ فتن
رسول کے حامل ہیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم

برا در دینی و لقیہی مولوی عرفان علی سلمہ

بعد ہر سنت مولیٰ عزوجل مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور مدارجِ عالیہ بخشنے
اور آپ سب صاحبان کو صبر و اجر عطا کرے اور مدارجِ عالیہ بخشنے..... ایک کا ہے
جو اس نے لیا اور اس کی وجہ اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے جس میں
کمی بیشی نامتصور ہے۔ اور محروم تو وہ ہے جو غریب سے محروم رہا۔ بے صبری
سے جانے والی چیز داپس آئے گی مگر نہیں مگر کوئی تبارک و تعالیٰ کا ثواب جائے گا۔ وہ ثواب

- ۶۔ نماز عمامہ باندھ کر پڑھتے۔
۷۔ اپنا کنگھا اور شیشہ الگ رکھتے۔
۸۔ مسواک ضرور کرتے۔
۹۔ سر مبارک میں پھیلل ڈالواتے۔
۱۰۔ تعویذ خدمتِ خلق کے طور پر مفت دیتے تھے۔
۱۱۔ دوکاندار آپ کو مفت سودا دینے کی خواہش کرتے یا کم لینا چاہتے مگر آپ ہمیشہ
بازار کی قیمت ادا کرتے تھے۔
۱۲۔ لوگوں کا دل رکھنا بہت ضرور سمجھتے تھے۔
۱۳۔ مسجد سے گھر جاتے ہوئے عمامہ نکل میں دبا لیتے تھے۔
۱۴۔ چلتے وقت بہت آہستہ قدم اٹھاتے اور نگاہیں عام طور پر نیچی رکھتے۔
۱۵۔ زیادہ وقت تالیف و تصنیف یا فتاویٰ نویسی میں گزارتے۔
۱۶۔ بہانوں اور عام لوگوں سے بیک وقت عصر کے بعد متعلقات فرمایا کرتے تھے۔
۱۷۔ نماز بہت آہستہ اور سکان سے پڑھتے۔
۱۸۔ ہر شخص کے ساتھ اخلاقیات سے پیش آتے۔
۱۹۔ حیثیت کے مطابق ہر شخص کی تعظیم بھی کرتے۔
۲۰۔ ساداتِ کرام کی بڑی عزت اور خاطر و مدارات کرتے۔
۲۱۔ کسی کو فحاشا شرع کام یا باتیں کہتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے۔

امام بریلوی کی سبق آموز وصیتیں

- ۱۔ نزع کے عالم میں کارڈ، لفافے، روپیہ سپید، تعویذ، جنب، حائضہ اور
کتاب مکان میں نہ لے جائیں۔
۲۔ سورہ یسین اور سورہ رعد سید پر دم آنے تک پڑھی جائیں اور درود شریف بھی اتوار
پڑھی جائے رونے والے بچہ کو درود رکھا جائے۔
۳۔ قبضہ درجہ کے فوراً بعد آنکھیں بند کر دی جائیں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے
جائیں بسم اللہ علی ملۃ رسول اللہ لکھ کر نزع میں ٹھنڈا پانی پلایا جائے۔ ورنہ بھی
منوع قرار دیا۔
۴۔ غسل مطابق سنت ہو مولانا حامد رضا خان فتاویٰ میں تحریر کی ہوئی دعائیں یاد
کر سکیں تو مولانا انجیل نماز جنازہ پڑھائیں۔
۵۔ جنازے میں بے وجہ تاخیر نہ کریں۔ جنازے کے آگے آگے ذریعہ قادر یہ ادا کر لیں کی نیت
تم پر کروں درود پڑھی جائے۔
۶۔ کوئی مدحیہ شمسہ ہرگز نہ پڑھایا جائے۔
۷۔ قریب آہستہ آہستہ پیچھے نرم نمی کا پتہ تارہ لگائیں۔ داہنی کوٹ پر ذریعہ قادر یہ
پڑھ کر لائیں۔

غور سے سن تو رہنا کہ جسے آقہ ہے خدا میری آنکھوں سے میرے پائے کا ردھ دیکھو
 حشر تک ڈالیں گے میری رائی مولیٰ کا دھوم ٹٹن کر کے تلے لگاتے جائیں گے
 خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رہنا دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا نہ جائیگے
 دشمن احمد پر شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مردت کیجئے
 ذکر ان کا چھڑیئے ہر بات میں چھڑنا شیطان کا عادت کیجئے
 شرک چھڑ جس میں تعظیم حبیب اس برس مذہب پر لعنت کیجئے
 بکا خوش چراغ اغثنی یا رسول اللہ پر شام پر شام اغثنی یا رسول اللہ
 ندام جز تو لے لے تا دم جز تو ماوے توئی خود ساز و سامان اغثنی یا رسول اللہ
 ہٹا بیکس نوازی کن بلیا چارہ سازی کن مریض درد نصیام اغثنی یا رسول اللہ
 (حوادثی بخشش)

کیا فقط کلمہ کوئی مسلمان کیلئے کافی ہے؟

آدی فقط زبان سے کلمہ پڑھنے یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جب
 کہ اس کا قول یا فعل اس کے دعوے کا کذب ہو۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے، کلمہ
 پڑھے بلکہ نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا کرے۔ بایں ہمہ خدا اور رسول کی باتیں ہٹائیں یا خدا اور
 رسول و قرآن کی جناب میں گستاخیاں کرے یا زنا را بنادھے۔ مگر اس کے لئے مجرم نہیں گرا
 تو وہ مسلمان قرار پا سکتا یا عادت کے طور پر وہ کلمہ چھٹھنا اس کے کام آ سکتا ہے
 ہرگز نہیں۔ (الکوۃ اشخاصیہ ص ۸)

مسئلہ علم غیب

- (۱)۔ "علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے۔ اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ
 ایک ذرہ سے کمتر، غیر خدا کے لئے، وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔"
- (۲)۔ "اگر تمام اہل عالم، اگلے پچھلوں، سب سے علم علم جسے کہیں جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ
 نسبت نہ ہوگی، جو ایک بوند کے دن لاکھ صول سے ایک حصے کو، وہ لاکھ سمندر دن سے"
- (۳)۔ "ہم نہ علم الہی سے مساوات مائن، نہ غیر کے لئے علم بالذات جائیں اور عطائے الہی
 سے بھی نہیں علم ہی ملتا ہے، نہ کہ جیسے"
- (۴)۔ اجماع ہے کہ افضل جلیلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ، تمام انبیاء
 تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطائے، حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو اتنے غیوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے۔
 (خالص الاعتقاد ص ۲۵-۲۵-۳۵)

سب کو کافر کہہ دیا؟

عوام سلیس کو بھڑکانے، اور دن دھارے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے

ہیں کہ علمائے اہلسنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار۔ یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں
 ان کی مشن میں ہمیشہ کفر ہی کے ترس چھپا کر رہتے ہیں۔ اسٹیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی ایمان صاحب
 کو کافر کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جنکی جیا اور برہم پوئی ہے۔ وہ اتنا اذیت
 ہیں کہ خدا اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز کو کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضل الرحمن (کنج مراد آبادی قدس سرہ
 العزیز) کو کہہ دیا۔ یا پھر جو پورے ہی حد حیات سے اوپر گزر گئے۔ وہ یہاں تک بڑھتے ہیں۔ عیاذاً
 باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو کہہ دیا۔ یہاں تک کہ انہیں سے بعض کے
 نرگوارہ لسنے مولانا مولوی شاہ محمد حسن صاحب الرابوی مرحوم و مغضوب سے جا کر جڑ دیا۔
 کہ ماذا للہ، ماذا للہ، ماذا للہ حضرت سیدنا شیخ ابوالبرکات الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ
 دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ انھوں نے آیت کریمہ (ان جا عکم
 فاسق بنیاء فنیقہ علیہم علیٰ ناریا) خط لکھ کر دریافت کی جس سے یہاں سے رسالہ انجاس
 البری عن دواس الفتری لکھا، ارسال ہوا اور مولانا نے مفری کذاب پر لاجل شریف
 کا تازیاد بھیجا۔ غرض ہم پر ایسے ہی افتراء و بہتان کرتے ہیں۔

(ح ۱۴۱۱ ص ۲۲)

تو تیرا تما ہم جگر آزمائیں

"..... دل ہمایا۔ برافش گایا لا دیتے ہیں بعض تو منکظات سے بھر ہوا، بزرگ
 خطوط بھیجتے ہیں۔ پھر ایک نہیں اللہ علم کتنے آتے ہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اس سے میری ذات
 پر عمل کریں، تو میں شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے مجھے دین حق کو مہر بنا دیا کہ جتنی دیر مجھے کوستے
 گالیاں دیتے برا بھلا کہتے ہیں۔ آئی دیر اللہ رسول جل جلالہ۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توجہ
 و تفتیش سے باز ہوتے ہیں۔ اور ہر سے کبھی اس جواب کا درجہ بھی نہیں اور نہ کچھ برا معلوم ہوتا ہے
 کہ ہادی عزت ان کی عزت پر نشان ہونے کے لئے ہے۔ بلکہ ان پر نشان ہونا ہی
 عزت ہے....."

المفتوح ج ۲ ص ۵۳

حرف آخر

بالآخر بندہ راقم الحروف اعلم حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت حضرت
 امام احمد رضا بریلوی قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ یکس پناہ میں حضرت مولانا
 معین الدین نرہت، والمخترم حضرت صدرا لانا ضلی علیہ الرحمۃ کے ہونا ہو کر خسراج
 عقیدت پیش کر رہا ہے۔

رفائے احمد اسی میں سمجھوں

کچھ سے احمد رضا ہوں راضی

دآخر عوفا ان الحمد للہ رب العالمین

دین کا امام

مولانا ابوالاثر محمد محمود احمد صاحب رضوی

زینت عنوان دین کا وہ امام ہے جس کے کمالات علم و عمل عرب و عجم میں دیندار دنیا کے قلوب پر اپنا سک جاسکے ہیں۔ اور قریب و بعید مالک و بلدان میں ان کو شہرت نامہ حاصل ہے ان کے فیض علم کی برکت نے ربی کو تمام جہاں کا دارالافتاء بنادیا۔ عرب و عجم ایشیاء۔ افریقہ وغیرہ براعظموں کے معاملات نصف صدی سے زائد عرصہ تک آستانہ عالیہ رضویہ سے فیصل ہوتے رہے۔ آپ کا فتاویٰ کجرح و تحقیق میں علماء سابق کے مجموعات فتاویٰ سے کہیں بڑھ گیا۔ آپ کی تصانیف صد ہا کے اعداد سے شمار کی جائیں گی۔ آپ کا انداز بحث محققانہ اور منطق

انداز بحث و قوت کلام

ہے مدقین استدل کر علماء کو مطالب تک پہنچنے کے لئے بے اوقات مطالعہ میں غرق ریزی اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے احتمالات و مخالف کی تمام راہیں زیر دست و لاک سے اول بند کر دی جاتی ہیں جس بحث میں قلم اٹھایا ہے مگر نہیں ہوا کہ مخالف کو جائے دم زندہ باقی رہی ہو۔ معاندانہ مکابیرے اور سفیانہ سب شتم تو کسی علمی تحقیق کا جواب نہیں ہو سکتے اور اس کام کا انجام دنیا ہر زبان دراز عالم المرتد و الحیار کو آسان بھی ہے۔ مگر علمی معارک میں ہرزہ مرائی کیا بار پائے کے قابل ہے مگر نہ دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کبھی کسی شخص کو اس امام المتکلمین کے سلمے لب کشائی کی جرأت ہوئی ہو۔ فتاویٰ پر نظر ڈالنے والا اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے بہت سے علوم عنایت فرمائے تھے جن سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں۔ مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں ان کے وسعت معلومات و دقت نظر۔ علوم و مسائل بلندی تحقیق و جدوت کلام کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ باوصف اپنی بے بضاعتی کے ان کے کمالات تک میرے ناقص فہم کی جتنی رسائی ہے اور ان کو جیسے الفاظ سے میں تعبیر کر سکتا ہوں وہ حاضر ہے۔ لیکن یہ اس امام جلیل کی رفعت منزلت کی پوری تصویر نہیں ہو سکتی۔ ایک خدا و نعمت

تھی ایک وہی فیض تھا جس کو سمجھنے سے عقل حیران ہے۔ علم فقہ میں جو تجرد کمال حضرت محدث کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم مشارق و مغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا ہے۔ تفصیل تو اس کی فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھ کر موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھے جس کی طرف تمام عالم کے حوادث و وقایع استفسار کے لئے رجوع کئے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلہ دے رہا تھا۔ وہی تمام مذہبوں کے جواب بھی لکھتا تھا۔ اہل باطل کی تصانیف کے بالغ رد بھی کرتا تھا۔ اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ امام احمد رضا کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ فتاویٰ رضویہ میرے اس دعوے کا ثبوت ہے۔

علم حدیث

علم حدیث میں مجاہدہ فرد تھے اپنا ہمتانہ رکھنے تھے علم رجال میں ان کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوک زبان پر تھے اور معنی میں بحث۔ نسخ و نسخ کی تیز۔ متعاضدین کی توفیق یہ تو ان کا خاص حصہ تھا۔ جمع بین الصلاہین کی بحث میں آپ کی ایک نفیس و جلیل تصنیف "حاجز البحرین عن جمع بین الصلاہین" قابل دید ہے جس میں مولوی نذیر حسین دہلوی عیشیوے غیر مقلدین کا رد فرمایا ہے اگرچہ حواشی شان دیکھنی ہوتی اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ علم تفسیر و اصول فقہ و اصول حدیث و عقائد کلام ادب و عروض میں آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور اگر آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آج سے دوسری قبل کے علماء کی جستجو کرنا پڑے گی۔ بہت سے علوم وہ ہیں جو آپ کے ساتھ دفن ہو گئے۔ اور آپ کے زمانہ میں کوئی ان علوم میں کامل تو کیا ناقص بھی نہ پایا گیا۔

جودت ذہن

ادو خوبی ذکاوت و فہم کرامت کی شان رکھتے تھے ایک ماہ میں اس طرح قرآن پاک کا حفظ کر لیا کہ تمام

مشاغل بدستور جاری رہیں اور کسی میں فرق نہ آئے۔ اور دیکھنے والوں کو قہر نہ ہو
کہ کوئی خاص کام کیا جا رہا ہے کہ قدر حیرت انگیز ہے اور اس کو کرامت نہ کہا جاسکے
تو اور کیا ہاجلے۔

صدر الاناضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز نے بیان کیا کہ
مجھ سے امام احمد رضا نے فتاویٰ مصلحت مسعودی طلب فرمایا میں سکر پائس لکھی
نسخہ تھا۔ وہ میں نے پیش کیا امام احمد رضا نے تمام کتاب پر سرسری نظر ڈالی اور
صرف یاد سے اس تمام کتاب کی مکمل فہرست اس کے آول میں تحریر فرمادی۔ یہ
بات سنی بھی نہیں تھی کہ کوئی شخص کتاب پر ایک نظر ڈال کر اس کا حافظ ہو جاتا ہے
کہ اس کی صفحہ دار فہرست بنا سکے۔ حضرت مولانا مرحوم سے مسئلہ اذان میں مذکر
کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تمام کتاب میں اذان کا ذکر اتنی جگہ ہے اور ہر جگہ باتگ
نماز ہی کے تلفظ سے اس کو یاد کیا ہے مجھے وہ عدد محفوظ نہیں رہا اتنا یاد ہے۔
کہ کوئی بڑا عدد تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ کسی کتاب بخیر ہے کہ جس سے یہ بتایا جاسکے کہ اس
کتاب میں فلاں بحث میں اسقدر الفاظ ہیں اسی طرح حضرت علامہ مولانا ظفر الدین
صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا ایک مرتبہ پہلی بھیت تشریف لے گئے اور
حضرت مولانا دمی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ کے یہاں ہوئے انہوں نے
گفتگو میں عقود الدریہ فی تیغ الفوائد الحامدیہ کا ذکر کیا حضرت محدث سورتی
صاحب نے فرمایا کہ میں کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجود کہ امام احمد رضا
کے کتب خانہ میں تھا۔ لیکن کافی ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی کتابیں آتی
تھیں۔ مگر اس وقت تک عقود الدریہ منجھانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ امام احمد رضا
نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے۔ جاتے وقت میرے ساتھ کر دیکھے گا۔ حضرت
محدث سورتی نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر حاضر کر دی۔ مگر آٹھ ساتھ
فرمایا کہ حسب ملاحظہ فرمائیں تو بیچ دیکھئے گا۔ امام احمد رضا کا قصد اس دن واپس
کا تھا۔ مگر آپ کے ایک جان نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی اس وجہ سے
رک جانا پڑا۔ شب کو امام احمد رضا نے عقود الدریہ کو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں
میں تقسیم ملاحظہ فرمایا دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاہ کی کا دقت
تھا۔ بریلی شریف وادانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا۔
تو عقود الدریہ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ مجھے
تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا۔ واپس کیوں فرما رہے ہیں۔ لیکن کچھ بولنے کا بہت
نہ ہوا اور حضرت محدث صاحب کی خدمت میں میں نے امام احمد رضا سے
ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کیلئے تشریف لایا رہے تھے کہ میں نے
امام احمد رضا کا ارشاد فرمایا ہر جگہ عرض کیا۔ اور پھر کتاب کو لئے ہوئے حضرت
محدث صاحب کیساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے فرمایا کہ میرے
اس کہنے کا حسب ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیکھے گا ملاں ہوا کہ اس کتاب کو

واپس کیا۔ فرمایا قصد بریلی ساتھ لیجانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو کراہ
لیتا جاتا۔ لیکن کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کی وقت پوری کتاب دیکھ لی اس
بجائے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا بس ایک
مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگا۔ امام احمد رضا نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید
ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی۔ فتاویٰ میں کچھ دلا
گا اور مضمون قوائد اللہ عمر بھر کے محفوظ ہو گیا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ
امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خفیہ دلا غرض تھے۔ بدن مبارک کے
استخوان ہائے لطیف نمایاں معلوم ہوا کرتے تھے۔ اس کا باعث آپ کے ریاضت
و مجاہدات تھے۔ قلم کو آپ کی مدت حیات میں استراحت نہ ملی۔ شب و روز کے نام
ادوات خدمت دین و ملت ہی میں صرف ہوئے۔ بہت کم وہ دن ہوں گے جن میں کچھ
گھنٹے استراحت فرمائی ہو ورنہ چار پانچ گھنٹے خواب لے کے معمول تھا۔ اور کبھی کبھی
یہ بھی حذق ہو جایا کرتی تھی۔ اسی کا اثر تھا کہ جسم لاغر و قواں اور کمزور و ضعیف ہونا
تھیں۔ مگر یہ حیرت ہے کہ قوائے عقلیہ و دماغیہ انہی نسبت سے ترقی کرتے رہے۔
اکثر بدن میں درد ہو جاتے تھے۔ کبھی سر میں۔ کبھی شافوں میں کبھی گردن میں کبھی معدے
اور اسکے حوالے میں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز کام کرنے والے ہاتھ اور زبان کو نہیں رکا
سکتی تھی۔ باوجود جو ناگوں ملائوں کے تکلف کے ساتھ اپنے وقتوں پر مسجد میں حاضر
ہونا اور اپنی تمام گفتگوں کو فراموش کر کے قیام کے ساتھ سننے و آداب کی تلقین
سے نہایت خشوع و خضوع کیساتھ نماز ادا کرنا غلبہ روحانیت پر دلالت کرتا
ایک سال سے یہ عواض اور امراراض بہت ترقی کر گئے تھے اور مزاج میں بہت
اور حرارت نے غلبہ پالیا تھا۔ جو اکثر ریاضت کا نتیجہ لازم ہے۔ مگر عوارض
نماز میں دردوں کے شدید دورے پڑنے لگے۔ مگر الحمد للہ کہ مرض کی ان تمام
شدتوں نے کسی درد اور معمول کو بھی تو اس کی جگہ سے نہ ہٹایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسلامی لٹریچر کا عظیم اشاعتی ادارہ

حق الکیدھی

ہر قسم کی مذہبی، اصلاحی اور دینی کتابوں کا عظیم مرکز
تاجربین کتبے کو خصوصی رعایت دی جاتی ہے
فیجر: حق الکیدھی۔ مبارکپور اعظم گڑھ۔

سوانحی خاکہ

ان :- حافظ موسیٰ اسماعیل لنکا سٹریو کے

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت شہر بریلی شریف کے محلہ جوسولی میں آپ کے آبائی مکان میں ہوئی۔ ۱۰ اشوال الکرم ۱۲۸۳ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۲ جون ۱۸۶۷ء میں آپ نے اس دار فانی میں جلوہ فرمایا۔ تاریخی نام المختار ہے، آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت مولانا نقی علی خان تھا۔ حضور کے آبا و اجداد قندھار کے موقر قبیلہ پڑھچ کے پٹھان تھے شاہان مغلیہ کے دور میں وہ لاہور آئے اور معزز خاندان پر فائز رہے لاہور کا کشیش محل انہیں کی جاگیر تھا پھر وہاں سے دہلی ہوتے ہوئے بریلی تشریف لائے اور یہ معزز خاندان وہیں مستقل طور پر قیام ہو گیا۔

آپ کے جد امجد نے آپ کے عقیقہ کے دن ایک خوشگوار خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہوگا چار سال کی عمر میں قرآن ناظرہ ختم کیا اور پھر سال کی عمر میں اہ مبارک ربیع الاول شریف میں منبر پر بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھا تمام علوم دینیہ معقول و منقول سب اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے تاریخ ۱۲ ماہ شعبان ۱۳۰۷ھ میں فاتحہ فرما کر کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ کھٹکے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح تھا والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع قار دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد فرمایا اللہ میں عالیجناب حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور خلافت بھی پائی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن لاری نے حضرت سید آل رسول سے عرض کی کہ حضور آپ نے نبیر شہادت و مجاہدہ کی کیسے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔

مرشد برحق نے فرمایا کہ اور لوگ رنگ آلود میلہ کچیلہ لال لیکر آتے ہیں اس کی

صفائی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات طویل و ریاضات شادہ کی ضرورت پڑتی ہے اور احمد رضا صاحب ستمور پاکیزہ دل لیکر ہمارے پاس آئے ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی اور مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی پھر مزید آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی بہت بڑی تکلیف رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ لے آؤ رسول! تو میرے

انسانوں میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو جائزوں کی طرح بیٹ بھریں اپنے ہی مفاد کی خاطر دنیا کا ہر کام انجام دینا ایک چمکادڑ کی طرح دنیا کا ہر کام اپنے آپ کو چھپا کر زندگی گزارنا اور ایک روز بڑی ہی خاموشی دنیا اس دنیا سے چلا جانا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی دنیا میں اکثریت ضرور ہے مگر دنیا کو نہ ایسے لوگوں کے آنے کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ جانے کی کیونکہ ایسے لوگوں کی زندگی بہاؤوں اور جنگلوں کے خود و درختوں کی طرح ہوتی ہے جو اپنے آپ آگے ہیں پر دان چڑھتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں ان سے کوئی خاص فائدہ کسی کو نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کے لوگوں کی زندگی کا معیار کچھ بلند ہوتا ہے اور ان کی عملی زندگی آپ خصوصاً حد میں ہوتی ہے ان کی زندگی ایک ایسے چراغ کی طرح روشن ہوتی ہے جس سے آس پاس کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب ایسے لوگوں کی اس دنیا سے رخصتی ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مستفید ہونے والے ہی بھر کر آئیں ہاتھ ہیں اور کچھ وقت تک ان کی داپنے دلوں میں قائم رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو موت سے دنیا کے کسی گوشہ میں کچھ اداسی ضرور پیدا ہو جاتی ہے مگر دنیا پر اس اداسی کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

ابارہ تھے تیری قسم کے لوگ تو ایسے لوگ بہت کمیاب ہوتے ہیں اور ان کی اس کمیابی ہی ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی زندگی بڑی نایاب اور نہایت ہی کارآمد ہوتی ہے ایسے لوگ دنیا میں چاند اور سورج کی طرح نمایاں ہوتے ہیں اور اپنی مبارک شعاعوں اور کرکڑوں کو ہر خاص و عام پر پھیلا دیتے رہتے ہیں ان کی زندگی کا ہر کارنامہ محدود ہوتا ہے ایسے ہی لوگ جب دنیا سے کوچ کرتے ہیں تو دنیا کے ذرہ ذرہ پر غمناک اور اسی چھاجا جاتی ہے اور زمانہ کبھی نہیں بھولتا پس ایسے لوگ یادگار زمانہ بن جاتے ہیں انہیں یادگار زمانہ انسانوں میں چودھویں صدی ہجری کا عظیم مجدد حضرت امام احمد رضا خان بریلی رحمة اللہ علیہ بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی بے مثال تجدیدی مساعی متون سے شجر اسلام کو ایک عجیب لکھا رخشا۔

لے کیا لایا ہے تو میں بارگاہ الہی میں کون سی چیز پیش کروں گا لیکن آج وہ بخیر سے دل سے دور ہو چکا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھ گیا تو میں عرض کروں گا الہی ترے لئے احمد رضا لایا ہوں۔

منظر غوث اعظم

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ امام احمد رضا خان کو مقدس دین اسلام کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں ولایت کاملہ کا منصب عظیم عطا فرمایا تھا اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیغمبری غلامی نے امام احمد رضا خان کو قطبیت کا تاج کرامت بخشا تھا چنانچہ ایک طرف سیدنا امام عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نائب ہیں تو دوسری طرف حضور سیدنا غوث اعظم علی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظر بھی ہیں، آپ نے جس شان سے احیاء دین و تجدید ملت کے فرائض منصبی کو انجام دیا وہ شاہد عدل ہے خود آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور ادنیٰ سوار ہے حضرت والد ماجد نے کمر بچھ کر مجھے سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے، میں سکر خیال میں اس سے سرکار غوثیت کی غلامی مراد ہے۔

تصانیف

اجلہ علماء کا بیان ہے گذشتہ دو صدی کے اندر امام احمد رضا خان حیا کوئی متبحر جامع عالم نظر نہیں آیا چنانچہ تفسیر حدیث، عقائد، کلام، فقہ، مسلوک، تصوف، اذکار، اذفاق، تاریخ، سیر، نباتات، جغرافیہ، کسیر، ادب، نجوم، لغت، عروض، زیجات، علم ثلث، جبر و مقابله، گوکارم، اثباتی، عقلی، ہدیت، ہندسہ، ریاضی، توحید، نجوم، منطق، فلسفہ، حساب، دینسہ، علوم و فنون میں آپ کی مطلوبہ و غیر مطلوبہ بے مثل تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

اخلاق مکرمہ

آپ کا ظاہر باطن ایک تھا جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا وہی زبان مبارک سے ادا فرماتے اور کچھ زبان سے فرماتے اسی پر آپ کا عمل ہوتا کہ کوئی شخص کتنا ہی پیارا ہو کتنا ہی معزز ہو کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات شرع کے خلاف نہ زبان سے نکلتے نہ تحریر کرتے رعایت مصلحت کا رہاں گذر ہی نہ تھا، جب کسی عالم سے ملاقات ہو جاتی دیکھ کر باغ باغ بھرتے ادراک کی ایسی عزت و قدر کرتے جس کے لائق وہ اپنے کو نہ سمجھتا، جب کوئی صاحبِ بیت اللہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے پہلے ہی پوچھتے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بکین پناہ میں بھی حاضری دی و اگر وہ ہاں کہتا تو فوراً اس کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتا کہ نہیں تو پھر اس کی جانب بالکل توجہ نہ فرماتے، ہاں شاذ اقدس سے کوئی سال خالی واپس نہ ہوتا ہو مکان کی امداد اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لئے آپ کی جانب سے ہوا رحمتیں مقرر تھیں اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کے لئے تھی بلکہ برائے

یہ نذر لکھنی آڈر امدادی رسم روا فرمایا کرتے۔

سیاسی رہبری

آپ نے عملی طور پر تو کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا کیونکہ آپ کے شب و روز کے عمل اور مذہبی تبلیغی مشاغل ہی اس قدر تھے کہ کسی اور شغل کی اس میں گنجائش ہی نہ تھی تاہم اس دور میں جب بھی کبھی مسلمانوں کو سیاسی طور پر گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اپنے مخصوص انداز میں تحریر و طرز پر مسلمانوں کو خبردار کیا، تحریک خلافت کے خلاف آپ نے علمی جہاد کیا اور اس کے مضمرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا، اسی طرح انگریزی حکومت کی پروردہ جماعتوں اور ملاؤں کا پردہ آپ نے اچھی طرح فاش کیا، جب انگریزوں کے خیر خواہ ملاؤں نے شش شل کا فتنہ برپا کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت نوح وغیرہ انبیاء کرام کے شل زمین کے باقی بقعہ میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ نبی ہیں تو آپ نے ان کے رد میں تنبیہ الجھڑال اور جواہرے ترکہ بڑی ۱۲۹۷ھ میں تعین فرما کر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے راہی ملک عدم ہو گیا۔

جب انگریزوں کی ششہ پاکر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے امام ہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیاء کی مقدس شانوں میں گالیاں دینی شروع کیں تو امام احمد رضا خان نے قصص المتدیان علی المرتد نقاد قادیانی ایک امانامہ اس کے رد میں شائع کیا اور چھپتا ہوا اس کے جھوٹے دعویٰ کے رد میں تصنیف کیں۔

وصال شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ۲۵ صفر ۱۳۴۷ھ کو جمعہ مبارک کے دن عین اذان جمعہ میں ادھر جمعی علی الفلاح کی پکار سنی ادھر روح پر فتوح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہا، ٹھیک اسی دن بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر و بار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں حضور! اس کا انتظار ہے و سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احمد رضا خان کا، انہوں نے عرض کی کہ احمد رضا خان کون ہے و حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں، جب شوق دیدار میں وہ بزرگ بریلی تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ عین اسی دن ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔



محبت سادات

از: مولانا عبید اللہ خاں صاحب اعظمی سکریٹری آل انڈیا سنی لیگ

میں نے عرض کی حضرت سید تو آپ ہیں۔ فرمایا اللہ سید تم ہو میں نے عرض کی میں سید کو کا غلام ہوں۔ فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مولیٰ القوم منہم"۔ "اگر آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہو اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے حد سے میں آفتاب دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر میں کامل آزادی عطا فرمائے آمین (الملفوظ مکمل ۱۳) ایک شاگرد کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک استاد ذمہ سب تادیبی کارروائی کے لئے ہاتھ اور زبان دونوں استعمال کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ بشرط اس پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا بلکہ خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے اسے نوازے گا۔ مخدوم الملت حضرت سید محمد کچھو کچھوی معوف بہ محدث اعظم ہند حصول تعلیم کے لئے بارگاہ رضویہ میں تشریف لے گئے ہیں ایک موقع پر برائے تربیت امام موصوف نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ انتہائی دلچسپ اور ناموس عشق کی حرمت سے ملو ہے محدث اعظم ہند کی زبان میں ملاحظہ ہو۔

کار افتار کے لئے جب میں بریلی حاضر ہوا۔ تو میرے اندر لکھنؤ میں آٹھ سال رہنے کی خوب گائی موجود تھی۔ شہر کے جعفرانیہ میں بازار اور تفریح گاہوں کو وہاں کے لوگوں سے پوچھتا رہا کہ جمعہ کے دن کی فرصت میں کچھ میرے پاس آکر۔ جمعہ کا دن آیا تو مسجد میں سب سے آخری صف میں تھا غناز ہو گئی تو مجھے دریا نہت فرمایا کہ کہاں میں بریل کے لئے بالکل نیا شخص تھا گوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت خود کھڑے ہو گئے اور باب مسجد پر ٹھکرو دیکھ کر اڑھائی صف آخروں میں آکر مجھ کو مصافحہ سے نوازا۔ اس سے زیادہ کارادہ کیا تو میں فکر کر گر پڑا۔ اعلیٰ حضرت پھر مصلے پر تشریف لے گئے اور سنن و تراویح ادا فرمانے لگے۔

(مجموعہ اسلام ص ۱۶)

چنانچہ آپ نے بعد غناز جمعہ تفریح کا قصد فرمایا اور ایک پان کی دوکان پر پان لینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ امام احمد رضا کا انداز آپ کے ساتھ لوگ دیکھ چکے تھے اس لئے مصافحہ و دست برداری کا سلسلہ جو شروع ہوا تو آپ کو واپس ہونے ہی بنا۔

ارباب فکر و نظر کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی ثانی الرسول اور عشق بن کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سرحد کو عبور فرما چکے تھے جہاں محبت کے احساسات و تصورات کو الفاظ کے پیکر میں ڈھالنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ہوں یا بیگانے امام موصوف کے متعلق کوئی لکھتا ہے کہ احمد رضا کی سطر سطر سے عشق رسول پھوٹا پڑتا ہے اور کسی نے لکھا کہ محبت رسول ان کا قیام اور تالیق ہے۔ سرایہ ہے اور کوئی کہتا ہے کہ رسول کریم سے اتنی ماہاذ محبت رکھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے الفاظ بھی سنا گوارا نہیں کرتے تھے جو تالیق تادیب ہوں مگر میں کہتا ہوں کہ امام احمد رضا کا عشق و محبت رسول کے وہ درمکنون ہیں، جس کی ضیا پاشیوں سے دنیا کے بیشتر تجوشوں میں سوکھ کا ناست سے محبت و شیفگی کا لوگوں نے سلیقہ پایا۔

یہ تو آپ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے ہر ہر شعر میں عین انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے دہا ہذا عشق و عقیدت کا سمندر موجزن ہے اور جذبات و احساسات کا ایک جہاں آباد ہے مگر عمل و کردار کی روشنی میں دیکھا جائے تو امام موصوف کا مقام اس سے بھی بلند سمجھ میں آتا ہے۔

یہ محبت رسول کا ہی اثر ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبی تعلق رکھنے والے اشخاص یعنی سادات کرام کا بے پناہ احترام اور محبت فرماتے اور اس بات میں آپ سن دسال، قد و قامت، عالم و جاہل امیر و غریب اور نیک و بد کا امتیاز رکھ کر حسن سلوک و نرمی بلکہ رشتہ خون کا لحاظ کرتے ہوئے سمجھ کے ساتھ نیا زندگی کا رویہ رکھتے۔

حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی آپ کے علم و فضل اور تقویٰ و عبادت سے متاثر ہو کر حسب رواج عرب سلسلہ کلام میں تالیف کے وقت "یاسید" فرمایا کرتے تھے بظاہر یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ اس مخاطب سے شرمندگی محسوس کی جائے مگر امام احمد رضا کے جذبہ عشق نے اس بات کو گوارا نہ کیا اور اس سید زار سے کہ تمام ناز پر علم و فضل کا تاج بچھا دو کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت مولانا سید محمد سعید صاحب مغربی کے الطاف کی تحدید ہی نہ تھی۔ اس نقرے خطاب میں یاسید کی فرمائے شرمندہ ہوتا۔ ایک بار

امام احمد رضا کا جذبہ عشق رسول سادات کرام کی ادنیٰ سی پشمانی پر بے پناہ مجروح ہو جاتا اور امام موصوف ایسے کسی حادثہ پر بے چین ہو کر سید زادے کی جبین سعادت کے عرفِ ندامت کو فلوں و وفا کی نسیم خوش گوار کے جھونکے سے سنبھال دیتے مطمئن نہ ہوتے اس قسم کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

جب زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدے کے مغربی سمت حسین کتب خانہ بنایا تعمیر ہو رہا تھا عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبادی مکان میں جہیں مولانا حسن رضا خاں صاحب برادرِ اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے قیام فرما تھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدور دن کا اجتماع رہتا اسی طرح کئی چینیے تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا۔ مستقل حسب دستور بن اس مکان میں چل آئیں۔ اتفاقِ وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے بے تکلف اندر چلے گئے جب نصف آنگن کے اندر چلے گئے تو مہتر رات کی نظر پڑی جو زمانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جلنے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو معلوم ہو کہ یہ مکان زمانہ ہو گیا ہے مجھ سے سخت غلطی ہو گئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور سید صاحب کی لیکر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے تھے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جہیں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاطنی ظاہر کی کہ مجھے زمانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں۔ آپ آقا اور آقا زادے ہیں معذرت کی کیا حاجت ہے میں خوب سمجھتا ہوں حضرت المینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی۔ پان سنگو یا ان کو کھلایا جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثارِ ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی تو پھر ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۲۷)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و تسلیم سے عشق و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک سید زادے کی گذارش پر لاکھوں کے مجمع میں شکست و ذلت کو زیب گلو کرنے کا واقعہ سید الطائف حضرت سیدنا جنید رضی اللہ عنہ کا تو تاریخ کے صفحات میں ملتے ہیں۔ لیکن نادانستی اور غیر شعوری طو پر ایک مزدور سیدنا دے کے

کا ندھے پر سواری کر لینے کے بعد ندامت و شرمساری کا انداز اور اس نادانستہ جرم پر نظر عشق کے ازالہ کا منظر امام احمد رضا کے علاوہ سے چشمِ فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ علامہ ارشد القادری صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو۔

کہا رہے تھے پانچا اٹھائی۔ پانچا لیکر تھوڑی سی دور چلے ہیں کہ یکایک امام اہلسنت کی آواز سنائی دیتی ہے پانچا روک دو حکم کے مطابق پانچا رکھ دی گئی حضرت اضطراب کی حالت میں پانچا سے برآمد ہوئے کہا رو کو اپنے قریب بلایا اور بھڑائی ہوئی آواز میں پوچھا آپ لوگوں میں کوئی آل رسول نہیں؟ اپنے جدا علی کا واسطہ سچ بتائے میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال پر اچانک ہاروں میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ نف ہو گیا پیشانی پر غیروپشمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے زبان سے کہا۔ مزدور سے کام لیا جاتا ہے ذات بات نہیں پوچھی جاتی۔ اپنے میرے جدا علی کا واسطہ دیکھ میری زندگی کا ایک سرسبز راز فاش کر دیا۔

ابھی اس امر مزدور کی بات تمام بھی نہ ہو پانچا تھا کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستاویز کے قدموں پر رکھی ہوئی ہے اور وہ آئندہ کی بات میں مزدور سے التجا کر رہا ہے۔

معزز شہزادے۔ میرا گستاخ معاف کر دو لاطنی میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ پہلے غضب ہو گیا۔ قیامت کے دن اگر سرکار نے ہمیں پوچھ لیا کہ احمد رضا کیا فرزند کا دوش نازیں اس لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا اس وقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب طرح ایک عاشق دگلی روٹھے ہوئے محبوب کو مانگتا ہے۔ اسی انداز میں دقت کا عظیم المرتبت امام اس سید زادے مزدور کی منت و سماجت کر رہا ہے اور لوگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رت انگیز تماشا دیکھ رہے ہیں کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کر لینے کے بعد امام اہل سنت نے ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔

چونکہ راہ عشق میں خونِ جگر سے قادیہ و جاہت و ناموس کی قربانی عزیمت ہے اس لئے لاشعور کی ایک تقصیر کا کفارہ بھی ہوگا کہ اب تم پانچا میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کا ندھے پر اٹھاؤں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادے کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کر ہی پڑی۔

یہ منظر کس قدر دلگذا ہے۔ اہل سنت کا جلیل القدر امام ہاروں میں شام ہو کر اپنے علم و فضل جبہ و دستار اور عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب کے لئے ایک گناہ مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا ہے۔ (اعلیٰ حضرت ص ۳۰)

عشق رسول کی بنیاد پر ساداتِ نوری اور دیوانچی کی حد تک ان کا احترام اور عزت و توقیر کا مظاہرہ جو امام احمد رضا بریلوی کے یہاں ملتے ہیں صدیقوں تک نظر ڈال جائے تو

صاحب تشریف رکھے اور تقیم کرنے والے کو فوری طلبی ہوئی اور سخت اہلکارانہ فرماتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا: ابھی ایک سینا (خان) میں جس قدر حصے آسکین بھر کر لاؤ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا۔ ہاں قلب کو مزدور تکلیف ہوئی جسے برداشت نہ کر سکا۔ فرمایا سید صاحب یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہی ہوگی۔ ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی اور قاسم شیرینی سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کر دو جو اس خان کو مکان تک پہنچائے انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۰)

یہ تو سادات کرام کو عالم لوگوں سے ممتاز کرنے والا ایک واقعہ تھا۔ اب دوسرا واقعہ ملاحظہ فرمائیے عشق کی نظر میں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں تھا بلکہ جنابت کی بہرین ہر ایک کو شاداب کرتی ہیں۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لئے کاشانہ اندرس میں ملازم ہوئے۔ جہاں میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں لہذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ محض نادہ سے ہیں کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کر جائے جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱)

سطور بالا میں درج کئے گئے دو چار واقعات دیکھنے میں بہت عام اور سادے ملامت ہونے میں لیکن تھوڑا غور و فکر کیا جائے تو ہر واقعہ کے مختلف گوشے ہیں اور درس نتائج کے حامل ہیں۔ اب ہم امام احمد رضا کے مندرجہ ذیل ارشاد پر اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ آپ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضور کسی سید زادے کو استاد مار سکتا ہے یا نہیں؟ استفسار کا بصیرت افزا جواب ملاحظہ فرمایا جائے۔

قاضی جو حدود الہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اسکے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہو تو باوجودیکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگانے کا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت کرے کہ شہزادے کے پیر میں کچھ رنگ گنگے لپے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم تا بہ علم چہ رسد الملاحظہ ممکن امام موصوف کے تمام واقعات ہمیں درس عبرت دیتے ہیں کہ سادات کرام کے ساتھ محبت و عزت، عزت و توقیر، تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آنا چاہئے ایسا کرنے سے زعفریہ کرام امام احمد رضا کے نقش قدم پر ہم کامزن ہوں گے بلکہ امام احمد رضا کے ارشاد امدان کے اعمال کی روشنی میں یہ کہنا ہے جائز ہوگا کہ ایسا کرے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں گے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں سادات کی عزت و توقیر کرنے اور محبت و عقیدت رکھنے کی توفیق رزق بخشنے آمین۔

تیری نسل پاک میں ہے کچھ بچہ نور کا۔ تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نور کا

مگر ایسی شخصیت نہیں دکھائی دیتی جو عشق و محبت میں سرشار ہو کر جذبات فراداں کو عملی شکل دیکر بھی زبان حال سے یہ عرض کرے کہ "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے عسرت سے لبر ہوئے تھے اس لئے سوال کیا کرتے تھے مگر سوال کی شان عجیب تھی جہاں جلتے فرماتے "دلاؤ ایک سید کو" ایک دن اتفاقاً دتت کا پھاٹک میں کوئی نہ تھا۔ سید صاحب تشریف لائے اور سید سے زمانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی دلاؤ سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے

پاس اسی دن ذاتی اخراجات علی بعض کتاب کاغذ وغیرہ داد و دہش کے لئے دوسو روپے آئے تھے۔ جس میں نوٹ بھی تھے اور لکھنی چوٹی پیسے بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مرت فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصے کو جس میں یہ سب روپے تھے سید صاحب کی آواز سننے ہی ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا اور ان کے رو بردار ہوئے کھڑے رہے جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے۔ اس کے بعد ایک چوٹی لے لی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا حضور یہ سب حاضر ہیں سید صاحب نے فرمایا مجھے اتنا ہی کافی ہے۔ الغرض جناب سید صاحب ایک چوٹی لیکر سیڑھی پر سے اتر آئے اور اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے۔ پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا۔ دیکھو سید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے ایک چوٹی حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔ لیکن اللہ و مجتہد تعظیم سادات ہر تو ایسی ہو۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۲)

اسی واقعہ کو مقدم الملتہ حضور محدث اعظمؒ نے بھی اپنے انداز میں بلند جشیہم ولادت امام احمد رضا بریلوی منعقدہ ناگپور کے خطبہ صدارت میں بیان فرمایا ہے جسے وہ تجلیات ناگپور نے مجدد اعظمؒ نمبر میں شائع کیا ہے۔

راہ ورہ عشق کے مختلف انداز ہیں جو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادوں کی تعظیم و توقیر اور عشق و محبت کے جذبات کے ذریعہ نذر عقیدت پیش کر کے ناموس عشق کا سر بلند کر رہا ہے۔

حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دو گنا حصہ بردقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا۔ اور اس کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔ ایک سال یہ موقع بارہویں شریف، ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود جان صاحب علیہ الرحمہ کو خلاف معمول لیکر احصاء یعنی دوپٹریاں شیرینی کی بلا قصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لیکر سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا فرمایا سید

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر نیک خواہشات قبول فرمائے

اُن دو کا صدقہ جنگو کہا میرے پھول ہیں
کچے رضا کو حشر میں خند ان مثال گل

اشرفی الہویہ

ڈیزل اسپر پارٹس ڈیلر

چمنابوچرا سٹریٹ اور ڈاکیا رڈ روڈ بمبئی

شاعر مفکر کون تھا قائد مدبر کون تھا
آزادی اقوام کا یا سیدی احمد رضا

سیاسیات

امام احمد رضا کی دینی و سیاسی بصیرت^۱

امام احمد رضا اور جنگ آزادی^۲

امام احمد رضا اور قومی و شرعی اکیمرجنسی^۳

امام احمد رضا کا آفاقی پیغام^۴

دینی و سیاسی بصیرت

علامہ سید الزماں احمدی
پرنسپل عسکریہ ہائی اسکول مظفر پور

عہد نوح علیہ السلام و اختلافی عقاید

ارشاد ربانی ہے: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (لوگ ایک دین پر تھے) سورہ بقرہ پارہ سیکول کی اس آیت کیر کی تفسیر خزان القرآن میں اس طرح ہے ”لوگ ایک دین پر تھے حضرت آدم (علیہ السلام) کے زمانہ سے عہد نوح تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ بعثت میں پہلے رسول ہیں رہ حوالہ مخزن تفسیر خازن کی عبارت کا ترجمہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اختلاف انسانی کا آغاز عہد نوح علیہ السلام سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف دین اور عقیدہ ہی کا اختلاف تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورہ نوح کی تلاوت اس کی مزید تشریح و توضیح کے لئے دلیل کافی اور جرح ہائی وافی ہے۔ اس ضمن میں مزید وضاحت کے لئے قرآن حکیم کا دو دیگر آیت کو باعث شرف نگاہ بندئے۔ ارشاد الہی ہے۔

فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اَخْتَلَفُوا فِيهِ، وَمَا اَخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَعِيًا بَيْنَهُمْ ۚ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَمْسَا اَخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِآيَةِ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ایمانداروں اور فرمان برداروں کو تواب کی اور ڈرنا سے کافروں نافرمانوں کو عذاب کا اور ان کے ساتھ بھی کتاب اُماری (جبکہ حضرت آدم و شیت و ادیس پر مخالف اور حضرت موسیٰ پر تورات، حضرت عیسیٰ پر انجیل اور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم) لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ٹھالا جن کو دی گئی تھی یہ اختلاف تبدیل و تحریف اور ایمان و کفر کے ساتھ تھا جبکہ یہود و نصاریٰ سے واقع ہوا بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آپکے یعنی یہ اختلاف نادانی سے

دیئے تھے حتیٰ کہ ابتدا و ارتقا پر غایہ نگاہ ڈالئے پھر اس کے عروج و نزول اور بندگی و پستی پر جو وقت مختلف ادکات میں لاحق ہوئی رہیں توجہ خصوصی کیجئے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ خلائق کائنات کی حکمت ہے پایاں اور شیت ایزدی نے دین متین کو ہمیشہ امتحان و ابتلا کا منزلوں میں رکھ لیا ہے۔ آخر اس میں راز قدرت اور فلسفہ الہی کیا ہے اسے جاننے کے لئے قرآن حکیم کی آیات کا مطالعہ ہمارے اور آپ کے لئے بے حد مفید ہو گا۔

ہر الفاظ دیگر سید سے سادے جملوں میں یہ بات آپ اپنے ذہن کے گوشوں میں محفوظ فرمالیں کہ خیر و شر کی جنگ اور حق و باطل کا معرکہ روز ازل ہی سے مختلف اعجاز اور مختلف صورت میں جاری رہا ہے۔ دنیا میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں اگر ان کا ابتدا معلوم ہے تو انتہا سے بھی واقفیت ضرور حاصل ہے۔ لیکن حق و باطل، نیکی و بدی اور کفر و ایمان کی جنگ کا آغاز تو معلوم ہے لیکن اس کی انتہا معلوم نہ ہو سکی۔

حق و باطل کی جنگ! حق و باطل کی جنگ کا آغاز حضرت آدم علی نبیا و علیہ السلام اور شیطان ابلیس کے درمیان

تخلیق آدم کے بعد ہمارے ہے لیکن بنی نوع انسان یعنی ذریعہ حضرت آدم کے مابین بنی خود انسان ہی میں کسی قسم کے دینی و اعتقادی اختلاف کا وجود کب سے ہے شیطان لعین نے ذریعہ آدم کے درمیان اس اختلاف کا بیج بک سے گویا۔ اس ضمن میں تاریخی طوطی حقائق اس طرح شاہد ہیں کہ حضرت سیدنا آدم علی نبینا و علیہ السلام کے آغاز خلافت و رسالت سے حضرت سیدنا نوح علی نبینا و علیہ السلام کے عہد ازل تک تمام انسان اور اولاد آدم ایک دین اسلام پر متحد و متفق تھے۔ ان میں کسی بھی قسم کا دینی و اعتقادی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کا دور ہی وہ دور ہے جہاں سے اختلاف عقاید کا آغاز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان اختلافات کی تیرہ قارواں میں حقانیت و صداقت کا روشن سورج بنا کر حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ خیر و شر اور نور و ظلمت کی تیرہ نوع انسانی کے لئے دشوار نہ ہو مگر اس کی ثبوت میں قرآن حکیم کی ان مقدس آیتوں کا مطالعہ کیجئے۔

سے نہ تھا بلکہ آپس کی کشتی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سمجھادی جس میں جھگڑا ہے مگر اپنے حکم سے اور اللہ جے چاہے سید ہم راہ دکھائے۔

مذکورہ بالا آیات کی تشریح و توضیح میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے ترجمہ کنز الایمان اور حضرت صدر الانا فصل کی تفسیر خزائن العرفان دونوں کی کچھائی صورت میں پیش کرنے کی جرأت اِفہام و تفہیم کی سہولت اور تسلسل و روانی کے برقرار رکھنے کی خاطر کی گئی ہے۔ حضرت صدر الانا فصل رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کا اخذ جلالین، بیضاوی، خازن اور مارک جیسی بہتر باثان تفسیر ہیں۔

چنانچہ قرآن میں کے طہایت قلب کی خاطر حکم لایا ہے و بیضا دی کی عبارت میں بھی نقل کی جا رہی ہے۔
حکامین مشریف کی عبارت اس طرح ہے۔ **كَانَ الْإِنْسَانُ أُمَّةً وَاحِدَةً**
(علی الایمان) لوگ ایک دین پر تھے یعنی ایمان پر تھے۔

فَاخْتَلَفُوا فَاٰمَنَ بَعْضٌ
وَكَفَرَ بَعْضٌ —

جلالین شریف میں علی الایمان پر ایک حاشیہ درج ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے۔
بَعْدَ الطَّوْفَانِ اَوْفِيْنَا بَيْنَ اَدَمَ وَادِّ رِيسٍ مَوْحِدٍ مِنْ مَمْسُوكِيْنَ
مِنْ يَنْهِيَ الْاَجْمَعَ قَدِيْلٌ مِّنْ قَابِلٍ وَمَا بَيْنَهُ (الزُّمَرُ: ۱۶)۔
— تو گھر کے درمیان اختلافِ عقائد طوفانِ نوح کے بعد ہوا یا حضرت آدم اور
ادیس علیہا السلام کے عہد کے درمیان پہلے وہ سب خدا کو ایک ماننے والے تھے اور
اس کے دین کو مضبوطی سے حضرت ادیس کے زمانے تک پکڑنے والے تھے مگر بتائیں
اور اس کے تابعین کو ایک مختصر جماعت اس سے الگ تھی۔

تفسیر بے باغی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔
سُكُنَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً - مُتَّفِقِينَ عَلَى الْحَقِّ بُنَيْنِ
أَذْرَوْا ذُرِّيَّتَهِمْ وَلَوْحٌ - أَوْ بَعْدَ الطُّونَانِ - أَوْ مُتَّفِقِينَ عَلَى
الْجِهَانَةِ وَاللُّغْنِ فِي فِشْرَةِ إِبْرِيْسَ وَلَوْحٌ -

— لوگ ایک جماعت تھے۔ آدم و ادریس و نوح کے عہد رسالت کے درمیان حق پرست تھے۔ یا طوفان نوح کے بعد۔ یا حضرت ادریس اور نوح کی بعثت سے قبل جہالت و کفر و رستق تھے جبکہ دجی کا سلسلہ بند تھا۔

مُتَفَقِّہٌ عَلَى الْجَمَالَةِ پر حاشیہ تفسیر بیضاوی کا ایک نوٹ خصوصی طور سے مطالعہ کے لائق ہے۔

قَوْلُهُ أَوْ مُتَّبِقِينَ الْإِيمَ وَمُصَعِّفَ يَأْتُهُ لَمْ يَعْلَمْ الْإِتِّفَاقُ عَلَى
الْكُفْرِ حَتَّى لَا يَكُونَ مَوْجِبُ أَصْلًا فِي عُمْرٍ مِنَ الْأَعْصَارِ قَامِلٍ
وَيُمْكِنُ أَيْضًا قَالِ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً مُسْتَعِدِّينَ بِقَوْلِ
الْحَنَفِيَّةِ مَوْلُودِينَ عَلَى الْفِطْرَةِ فَتَبَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ
فَنَدَّاهُمْ عَنْ السَّبِيلِ فَاسْتَلْهِمُوا

— بیضاد کا یہ قول کہ حالتِ کفر پر مستحق تھے ضعف قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ کفر پر (یعنی نوعِ انسانی کا) مستحق ہونا معلوم نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو زمانوں میں سے کبھی زمانہ میں کسی مومن کا دُشمنِ قطعی نہ ہوگا (یہ بات بعد از قیاس ہے) غور و فکر لازم ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ کہا جائے کہ لوگ ایک جماعت تھے اور حق کے قبول کرنے کی استعداد رکھنے والے تھے۔ خطر پر پیدا کیے جاتے تھے پس ان کے لئے شیطان نے اُن کے علموں کو آراستہ و پیراستہ کر دیا پس اُن کو راہِ حق سے روک دیا پھر وہ لوگ مختلف ہو گئے۔

مذکورہ بالا آیتیں ادا ان کی تشریحات سورۃ بقرہ سے پیش کی گئیں جن سے بہت حد تک یہ بات واضح اور روشن ہو چکی کہ اختلاف عقائد کا نزاع جن و باطل کا معرکہ خیزی اور خروشر کا شمشک حضرت نوح علیہ السلام کے دور ہی سے چلی آرہی ہے جسکی رباتی اور مشیت الہی ہی تھی۔ اس ضمن میں مزید تشریک و توضیح کے لئے سورۃ یونس کا اس آیت کیہ پر غور فرمائیں جن سے حکمت الہی اور مشیت ایزدی کا تقاضا سامنے آتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے جس کے ترجمہ و تفسیر میں ترجمہ رضویہ اور تفسیر نعیمی کو ایک ساتھ ملا کر محض مطلب کے سمجھنے میں آسانی کے لئے نقل کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائید

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ الْمُنَّ فِي الْأَرْضِ لَكُم مِّنْ جَمِيعِ عَاثَاتِ النَّاسِ
 تَكْرَهُ النَّاسِ حَتَّى يَكُونُوا صَوْمِيئِينَ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَوْصِيَنَّ
 إِلَّا بِذَنِّ اللَّهِ —

اور اگر تمہارا رب چاہتا۔ زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے یعنی ایمان لانا سعادتِ ازل پر موقوف ہے۔ ایمان دہی لا بیٹے کے حزن کے لئے یونیتی الہی عطا ہو اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ سب ایمان لے آئیں اور راہِ راست اختیار کریں پھر ایمان سے مجبور رہ جاتے ہیں ان کا آپ کو غم ہو رہا ہے۔ اس کا آپ کو غم ہونا چاہیے۔ کیونکہ ازل سے جو شئی ہے وہ ایمان نہ لے آئے گا تو کیا تم کو کوئی خبر کبھی کر گئے یہاں تک مسلمان ہو جائیں اور کسی جان کو قوت نہ نہیں کر ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے اور اس کی مشیت سے۔ اور ایمان میں زبردستی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ایمان ہو تب سے تصدیق اور اقرار سے اور جبر و اکراہ سے تصدیق قلبی حاصل نہیں ہوتی۔

صاحبِ جلالتِ کلام کی مختصر عبارت ملاحظہ کیجیے۔
اَکَاْمْتُ تَکْوِيْمَ النَّاسِ بِالسَّمَرِ شَاءَ اللّٰهُ مِنْهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا
مُوْمِنِيْنَ ۔ لا

— کیا آپ لوگوں پر زبردستی فرمائیں گے اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے اُن سے نہ چاہا تاکہ وہ مومن ہو جائیں۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

قرآن حکیم کا ایک تیسری آیت بھی پیش نظر رکھیں جس کے ترجمہ و تفسیر میں کئی ایامان کا ترجمہ اور خزان القرآن کے تشریح یکساں کر دی گئی ہے۔ خالق کائنات اللہ عزوجل

کارشاد باطن ہے۔

سلسلہ حرب عقاید اور فتنہ ارتداد

قرآن حکیم کے واضح الفاظ سے اس غیبی یقین خبر کی اطلاع بھی ملتی ہے کہ حق و باطل کے معرکہ کی یہ اعتقادی جنگ جب سے ستیزہ کا روپ لی اس وقت سے اب تک جاری ہے۔ میان تک کہ عقاید حق و باطل کی جنگ اس آخری امت یعنی آہستہ آہستہ میں بھی جاری رہے گی۔ دین اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد بھی کچھ لوگ ارتداد و دین سے مڑتے ہوئے رہیں گے۔ قرآن کی راہ اختیار کریں گے۔

قرآن پاک کے دوحہ اعجاز میں سے ایک اہم وجہ اخبار بالغیب "غیب کی خبریں دیتا ہے۔ قرآن کریم کی اس غیبی خبر کے مطابق "مستبدین" کی جماعت ظاہر ہوتی رہے گی۔ اس کے ثبوت کے لئے آپ کو درجہ کے ضرورت ہے۔ اور نہ آج کی خبر پوچھنے کی حاجت ہے۔ صدر اول کی اولین منزل خلیفہ اول کی خلافت کے آغاز ہی میں ارتداد کا فتنہ رونما ہوا اور مستبدین نے ایک جماعت نکال آئی۔

خلیفہ اسلام سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سربراہانے خلافت ہونے پر اس قدر غصہ کیا کہ مقابل آئے اور انہیں بدو و حسن اور بر رنگ تشدد اس فتنہ سے نسا پڑا اور آج تک یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اور یہ حدیث حدیث منقطع نہیں بلکہ مسلسل ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے اہل سے تا المرنہ۔ چراغ مصطفویٰ کے شرار بولہبی اب سورۃ مائدہ شریف کی اس آیت مبارکہ کی تلامذہ سے شرن حاصل کیجئے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَكُنْ لَكُمْ مَكْرَمَةٌ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَمَا يُحِبُّوهُمْ وَيَحْسَبُوهُ أَدْلَىٰ عَلَىٰ الْهُدَىٰ مَنِ اتَّبَعَ عَلَىٰ الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّيْخَافُونَ نُوْهُنَا لِلَّهِ سِرِّطِ الْخ

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پہلے کفار کے ساتھ دوستی و مائلانہ بے دینی دارتداد کی مستند ہے۔ اس کی ماعت کے بعد مرتدین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے قبل لوگوں کو مرتد ہونے کی خبر دی۔ چنانچہ یہ خبر صادق ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لانے لگا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والوں کا اندیشہ نہیں کریں گے۔

یہ صفت جن کیسے دکھوں؟ اس میں کئی قول ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ حسنؓ دقتاہ نے کہا کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے اصحاب ہیں، جنہوں نے کہا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہونے اور کفر کو اختیار کرنے والوں پر جہاد کیا۔ عیاض بن غنم اشعری سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی نسبت فرمایا کہ یہ ان کی قوم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لَوْنٌ مُّخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَكُنَّ لِحِمَّةً لِّرَبِّكَ أَفْئِدَةً جَمْعَهُمْ مِنَ الْغَيْبِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا تو سب ایک ہی دین پر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا اس لئے اب، اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے کوئی کس دین پر کوئی کسی دین پر مگر جن پر تمہارے رب نے حکم کیا اور وہ دین حق پر تھے رہیں گے۔ اور اس میں اختلاف نہ کریں گے۔ اور لوگ اس لئے بنائے ہیں یعنی اختلاف والے اختلاف کے لئے اور رحمت والے اتفاق کے لئے اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی کہ سب جہاد و جہنم بھر دو گانوں اور آدمیوں کو لیا کر کیوں کہ اس کو علم ہے کہ باطل کے اختیار کرنے والے بہت ہوں گے۔

سورہ ہود کا مذکورہ بالا آیت کے سلسلہ میں صاحب جلالین کی مخصوص تحریر بھی ملاحظہ فرمائی تاکہ اس سے تفسیر خزان العرفان کا مزید تاثر ہو سکے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً (أَهْلٌ دِينِي وَاحِدٌ) وَلَٰكِنْ لَوْنٌ مُّخْتَلِفِينَ (فِي الدِّينِ) إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَآرَادَ لِكُلِّ أُمَّةٍ الْغَيْبِ فَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ، وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ (أَيَّ أَهْلٍ الْأَخْلَافِ) لَهُ وَأَهْلَ السَّرْحَةِ لَهَا، وَتَكُنَّ لِحِمَّةً لِّرَبِّكَ (وَهُيَ) أَفْئِدَةً جَمْعُهُمْ مِنَ الْغَيْبِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

تاریخ کرام! مجھے مذکورہ بالا آیت سے مراد یہ بتانا مقصود ہے کہ اختلاف عقائد اور معرکہ حق و باطل کوئی چیز نہیں اور ایسا بھی نہیں کہ بعض اے دینی اور جڑی شے سمجھ کر اس سے چشم پوشی یا پلوتی کر لی جائے۔ بلکہ آیات کریمہ نے عقلی انسانی پر یہ بات چھی طرح واضح اور آشکارا کر دی کہ لوح علیہ اسلام کے مجدد مسعود ہی سے حق و باطل کی آویزش اور اختلاف و عقائد کا معرکہ عالم انسانی میں نظر رہا ہے۔ پھر حرکت الہیہ اور منشا ربانی نے اس کی مدافعت اور اصلاح کے لئے جس طریقہ کار کو پسند فرمایا وہی آیات بالاسے واضح ہے۔ خلاق

کائنات یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ اختلاف کا وجود ہی نہ ہونے دیتا اور دنیا کے تمام ان ایک دین حق پر گامزن ہوتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں فرمایا۔ یقیناً اس میں بھی خلاق دعوام کا عظیم مصلحت اور عظیم حکمت ہے۔ یہ خود شر جن و باطل جنبت و جہنم، ثواب و عقاب اور کفر و ایمان کے منازل و مدارج میں حکمت الہیہ پر مبنی ہیں۔ پھر مسلمان غلام اور بادیاں کرام کی بعثت طیبہ اور ان کے علی جد و جد کی منزلیں پھر ان پر پامان و ثواب کا مرتب بھی توفیق ربانی کا ایک عظیم شہکار ہیں جن کا وجود ایسی صورت میں ممکن ہے۔ جب اختلاف عقائد اور حق و باطل کی معرکہ خیزی نام وجود میں نظر آئے۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صف ارا ہوئے معرکہ جہاد میں فی سبیل اللہ مجاہدین
بن کر نظر آئے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا قطعی اندیشہ دیکھ بھی نہیں سکتے
وہ حضرات ہیں جن کا اللہ عزوجل نے اپنے مخصوص فضل سے نوازا اور خدائی کائنات
کی بے انتہا غایتوں نے انہیں سارے عالم سے ممتاز بنا دیا۔

نفاق، کفر سے زیادہ خطرناک ہے!

تافان الہی کی اس عظیم دفعہ سے کسی کو بھی انکار کی قطعی گنجائش نہیں کہ نفاق کی صفت
کفر کی صفت سے زیادہ خطرناک ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ خصوصاً
دین میں اختلاف اور عقاید میں فساد کا فتنہ تو اس قدر مہلک اور مفر ہے۔ جس کی
شناخت اہل علم اور اہل بصیرت حضرات کے علاوہ دوسروں کے بس کی بات نہیں
اختلاف دین اور فساد عقاید کے فتنے سے بزدل آزاد ہونے کے لئے اور اس
فتنہ عظیم کا مجاہدانہ مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نیک بندوں میں سے
کسی مخصوص بندہ کو منتخب فرماتا ہے پھر مولیٰ تعالیٰ اسے اپنی تائید خصوصی سے نوازتا
ہے۔ پھر اس کے ذریعہ اعزاز دین اور فروغ شریعت کا وہ عظیم کارنامہ انجام پاتا
ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

ایں سعادت بزرگوار نہایت بڑا تہ بخشدے خدا کے بخشندہ
مذکورہ بالا آیات کریمہ میں صرف اسی امر پرکتفا نہیں کیا گیا کہ محض ارتداد کا خبر
کر سکوت فرمایا گیا ہو۔ حاشا کلا ایاہرگز نہیں بلکہ ایک ایسی جماعت کے ظہور پر
ہونے کی بھی اطلاع دی گئی جو ہر لحاظ سے برگزیدہ اور پسندیدہ جماعت ہوگی پھر اس
کا کاروبار کائنات میں ان کا فعل و عمل کیا ہوگا۔ ان صفوں کو بھی واضح کر دیا گیا کہ وہ
حضرت عرصات مجددہ میں اپنی پاروی استقامت دینی اور عزیمت شان
کے ساتھ ہمیشہ مشغول کار رہیں گے۔ وہ کسی کے برا بھلا کہنے اور ملامت کرنے سے
بے نیاز ہو کر اپنی ننگ میں مست رہیں گے۔ ان کے کاموں کا سلسلہ جاری رہے گا اور
انہیں جیگانہ آمار اور چٹھاؤ کا مطلقا کوئی ڈر اور اندیشہ نہیں ہوگا۔ یہ نفوس قدسیہ
ہرگز ان اور ہر حال میں مرضی مولیٰ ازہر اولیٰ کو اپنا شعار زندگی اور وظیفہ حیات بنائے ہوئے
اپنے تہذیب کو تیرے تیز کر کے رہیں گے اور ان کے تار نفس کا سلسلہ رضائے
مولیٰ کی جبل المتین کے ساتھ ہر حال میں وابستہ نظر رکھے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور شایق خصوصی کا تذکرہ فرمایا جس کے مطالعہ کا
شرف آپ کے لئے سلسلہ تحریر میں مفید ثابت ہوگا۔ سورہ آل عمران شریف
کے اختتام کے قریب اس متباق کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے۔

كَذَٰلِكَ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ اٰلَاقَاتِ الْاُولٰٓئِكَ لِيُنْذِرَ اُولَٔئِكَ
فَنَبْذِلَهُمْ ذَرَارًا ثُمَّ رَأٰهُمْ يَخْشَوْنَ غَايَةً فَلَا تَلْمِزْهُمْ
فِي شَيْءٍ مِّنْهُ لَئِنْ رَدُّوهُ لَيُنْزِلُنَّ عَلٰٓيكَ اَنۡزِلُ عَلٰٓيكَ اَنۡزِلُ عَلٰٓيكَ

وگاہ کہ میں نے ان کے قریب بخاری و سلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔ یہی کہ قول ہے کہ یہ
لوگ انصار ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُردان اقول میں کچھ منافات
نہیں کیونکہ ان سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا صحیح ہے۔ اس جگہ
بھی رضوی ترجمہ اور تفسیر نبوی کو یکجا پیش کیا گیا ہے۔ اس کا مزید تائید کے لئے
جلالین شریف کی اس عبادت کا مطالعہ فرمائیے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هٰذَا قُرْءَانُكُمْ الَّذِيْ رَدَّدْنَا عَلَيْهِ اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ
عَنْ دِيْنِهِۦ اِلَى الْاٰخِرِ اَخْبَارُ يٰمَعْشَرُ عَلِمْتَ تَعَالٰى وَقُوْعُهُ وَقَدْ اِنۡمَتَ
جَمَاعَتُهُ يٰعَبْدَ مَوْتٍ اَلْبَنِيْ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسُوْا يٰاَيُّ اللّٰهُ
يَكُوْمُ هُمۡ بِقُوْمِهِۦ يَحْبُوْنَ لَهُمْ وَيَحْبُوْنَ لَهُ قَالَ صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هُمۡ قَوْمُ هٰذَا اَوْ اَشْأَنَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيْ رَوٰى الْحَاكِمُ فِيْ صَحِيْحِهِ
اَزَلَنِيْ عَاطِفِيْنَ عَلَى الْمَوْتِمِيْنَ اَعِيْنَنِيْ اَشْءَا عَلَى الْاَقْلَامِ يَجَاهِدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوۡ مَتَّهَ الْاُمَمُ فِيْهِ لَمَّا خَافُوا الْمُنَافِقُوْنَ
لَمَّا رَدَّ الْاَقْلَامُ ذَاكَ الْمَذْكُوْرَ مِنَ الْاَوْصَافِ فَخَصَّ اللّٰهُ يُوْتِيْهِ
مَنْ يَّشَآءُ دَلَالَةً وَاسِعَةً كَثِيْرًا الْفَضْلُ عَلَيْهِ يَصُوْرُ هُوَ اَهْلُهُ

اے ایمان والو! تم میں جو کئی اپنے دین سے پھرے گا (یہ تعداد کی قرأت تک کے
ساتھ بھی ہے یعنی دونوں دالوں کے ساتھ اور ایک قرأت ادغام کے ساتھ بھی ہے یعنی ایک
مشدد دال کے ساتھ) یعنی جو کوئی اپنے دین سے کفر کی طرف لوٹے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ایک وقت پر تیار ہونے والے واقعہ کی خبر دی گئی ہے جس کا واقعہ ہونا علم الہی میں طے
ہو چکا ہے چنانچہ حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فراموشی کے بعد ایک جماعت تشر
ہوئی اور تفسیر رب مرتد ہونے والوں کے عقوبت میں ایسی قوم کو منصفہ مشہور پر ظاہر
فرمائے گا جن کا اللہ تعالیٰ محبوب بنائے گا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت فرمائیں
جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ ابو موسیٰ اشعری کی قوم ہیں اس کو
حاکم نے اپنی جمع میں روایت کیا ہے یہ ظاہر ہونے والے حضرت مومنین کے حق میں نہایت
ہی رحیم و دہریان ہوں گے اور کافروں پر نہایت ہی سخت و شدت کرنے والے ہوں
گے اللہ تعالیٰ کی راہ کے مجاہد ہوں گے اور اس دینی مجاہدہ میں کسی ملامت کرنے
والے کی ملامت کا اندیشہ خاطر میں نہیں لائیں گے جس طرح منافقین کافروں کی ملامتوں
سے ڈرتے ہیں یہ مذکورہ اوصاف مولیٰ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اس
فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ اکثر و واسع الفضل ہے اور وہ اس فضل کے اہل
کو خوب جانتا ہے۔

مذکورہ بالا آیتوں کے مطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ خود ایمان کا دعویٰ
کرنے والوں اور ظاہر اسلامی کا لبادہ اوڑھنے والوں میں بھی مرتدین کی ایک جماعت
مردہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پردہ فرمائی کے فوراً بعد صحابہ کرام کے عہد
اولین ہی میں ظاہر ہوئی جس کے مقابلہ اور ان دافعتہ کے لئے خود صحابہ کرام

اور یاد کر دیجب اللہ نے عہد لیا اُن سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اُسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اُسے اپنی بیچھے کے پیچھے چھپک دیا اور اس کے بدلے ذیل دام حاصل کئے تو کتنی بری خریداری ہے۔
ترجمہ کے بعد اس کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

» اور یاد کر دیجب اللہ نے عہد لیا اُن سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اُسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔ اللہ تعالیٰ نے علمائے تورات و انجیل پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں کتابوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح شرح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں تو انہوں نے اپنی بیچھے کے پیچھے چھپک دیا اور اس کے بدلے ذیل دام حاصل کئے اور شوقین لیکر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو چھپا یا جو تورات و انجیل میں مذکور تھے تو کتنی بری خریداری ہے۔ علم دین کا چھپانا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں آیا کہ جس شخص سے کچھ دریافت کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اس نے اس کو چھپا یا روز قیامت اس کو اس کی تکلیف لگائی جائے گی۔

(مسئلہ) علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرض فاسد کے لئے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں۔

عہد و میثاق کی صورتیں

کالطف ہر صبح دشنام اٹھاتے ہوں گے تو اس میں جا بجا کچھ جہود، مواثیق کے تذکرہ کی آیتیں بھی پڑھی ہوں گی۔ ان میں حسب ذیل باتوں پر عہد و میثاق کا تذکرہ ملا ہوگا۔
(۱) توحید الہی و ربوبیت باری کا عہد :- اس میں منی جو آیت کریمہ ہے اس کا یہ جزو ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سُلَیْمَانَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ“ خالص اہل بیت، اکیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سمجھوں نے کہا ہاں کیوں نہیں؟ عوام و خواص کی زبان زد ہے۔

(۲) رسالت محمدیہ علی صاحبہا التیمۃ والاشاک عہد میثاق :- یہ میثاق انبیاء کرام سے ابلیخ نظام اور افہام کلام کے ساتھ ہی خصوصی طور پر لایا گیا یقیناً انبیاء سے نظام کی تخصیص تعمیم اُن کی خاطر تھی کیونکہ جس کے امام کو رسالت عامہ کا پابند کیا گیا ہو اُن کے تقدیر اس قید کے سطح آزاد ہو سکتے ہیں امتوں کے انبیاء جس عہد میں داخل ہوں اُن کی امتیں اس میں یکے داخل نہیں ہوں گی، یہی مفہوم عقل ہے جس کا انکا رسل رسل بر عقل اور نا سمجھی کے سوا کچھ نہیں۔ گویا ان دونوں میثاقوں کا مفاد ہی کلہ اسلام کی اصل اور بنیاد ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ میثاقِ اقل میں لا الہ الا اللہ کا بیان ہے اور دوسرے میں محمد رسول اللہ کا تذکرہ ہے۔ (۳) - انبیاء کرام سے تبلیغ رسالت اور تشریع شریعت کے عہد و میثاق کا بیان۔ ظاہر ہے یہی اُن مقدس حضرات کی بعثت کا مقصد تھا اس لئے اس امر کی واضح نشان دہی قرآن حکیم کی آیات مقدسہ کرتی ہیں۔ (۴) اُن علمائے ملت سے اخذ میثاق جو آسمانی کتابوں کے پابند ہیں۔

ان حضرات سے اس قسم کا میثاق لیا گیا کہ وہ سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی رسالت عظمیٰ کے دلائل اور محبوب کبریٰ علیہ التیمۃ والاشاک کے فضائل و کمالات کی نشر و اشاعت تادم آخر کرتے رہیں اور ہرگز ہرگز ان باتوں کو کسی دنیاوی مفاد کے خاطر نہ چھپائیں اور اس کتمانِ حق پر شی کے جواز کے لئے کسی مصلحت قومی و اعزاسیسی و خدماتی کو ٹر نہ بنائیں اور جو بھی احکام شرعیہ ہیں ان کو ہر حال جملہ مواقع و حالات میں اُٹھ کر کرتے رہیں۔ یہی ان کی جانب سے قومِ ملک کی خدمت ہوگی اور یہی ان کی صحیح سیاسی، اقتصادی اور فنی خدمات ہوں گی۔ ناذک سے آناگ موعود پر بھی اس کو فراموش نہ کریں۔ جان جائے تو جائے مگر غلط سرکار و دعوام پر حرف نہ آنے دیں بلکہ اس قسم کے تنگ و شائبہ کو بھی اس میں دخل نہ ہونے دیں۔

دین باقہ سے دے کر اگر آزاد ہویت :- ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسارہ ان مذکورہ بالا چاروں مہدوں اور میثاقوں پر خصوصی قوم کیجئے پھر جملہ مذاہب و ادیان کی تاریخ پر نگاہ ڈالئے خصوصاً مذہب اسلام کی جو وہ سوسال کا تاریخ پر نظر ملتی خلیفہ تھے تو ان کی جماعت و دگر وہیں میں مقیم نظر آئے گی اور وہ نمایاں مذاہب و ادیان و فرقوں میں بٹے ہوئے دکھائی دیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ ان ہی عہد و مواثیق کا بنیاد نے نوع انسانی کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ان میں ایک جماعت ”علمائے حق“ کی ہے اور دوسری جماعت علمائے سؤ کہے ہوئے علمائے حق ہیں۔ علمائے حق کا شاعت کرتے رہے۔ اور کتمانِ حق کی معصیت سے کسوں دور رہے۔ علمائے سؤ کا ہمیشہ اس کے برعکس عمل رہا۔

علمائے سؤ کی دیدہ دلیری

علمائے سؤ کی یہ بدترین جماعت جنہیں علمائے سؤ کہا جاتا ہے اسلام اور ہادی اسلام کی غلطی کے غلام رہے۔ پھر بھی اُن غلطی پر دیکھتے بھی کرتے رہے کہ علمائے خلاف اہل حق ہی خدا ہی، تفرق انداز، فتنہ، انجیز اور شیرازہ امت کو پراگندہ و منتشر کرتے والے ہیں۔ یہ علمائے سؤ اپنے دفتر جرم اور سرکردین کو چھپانے کے لئے قوم و ملک کی خدمات کا سیاہ نقاب اپنے سیاہ چہرہ پر ڈالتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ مجرمان حق پوش اور دزدان گندم نا جو فردش اگر ننھے سے ننھے گھڑت عقاید و اعمال اور اپنی من مانی اختراعات و بدعات سے شریعت کا صورتِ سخن منفراتے تو کبھی بھی دفتر ملت کا بھیاک صورت پیدا نہ ہوتی اور امت مسلمہ کبھی اشتد و افتراق کا شکار نہ ہوتی بلکہ ہمیشہ اتفاق و اتحاد کے مستحکم رشتہ میں منسلک اور منضبط رہتی۔

ذرا ان اور مذہبی عقل والوں کا ”اندھ بھی بات“ تو ملاحظہ کیجئے کہ لوگوں کو کھوٹا کر دیا جائے کہ وہ ہر دن نئے عقیدے گروہیں اور اس کی بنیاد پر جماعت ساز ہو کر اس کے ملنے اور نہ ماننے پر آخری نجات و عدم نجات کا مدار رکھیں اور کہیں

سے اُنت مختلف خانوں میں بٹتی چلی جائے۔ یہ فعل عمدہ اور محسن بلکہ بہت عمدہ اور بہت اچھا۔ اس سے اتحاد اُمت میں فرق نہیں آتا۔ لیکن جہاں علماء حق نے اس باطل عقیدہ اور فاسد رائے کے زحمت و مداخلت کی اور اُمت کو وحدت عقائد کی دعوت دی تو دین دایمان سے عاری اور غیرت و حیلے سے خالی حضرات کو تقریر اُمت کا جھوٹا غم ہونے لگا ایسے ہی موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ ع۔

چہرہ ولا درست و زردے کہ کیف چرخ دارد

ان باطل پرست حضرات کی کھلی بددیانتی اور حادّات انگیز طریقہ فکر پر تو نگاہ ڈالنے کا جدید عقیدہ ساز سے حرب عقاید کا بازار گرم کیسے اُمت مسلمہ کو ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے متحدہ محاذ بناتے ہیں اور دعوت اتحاد دیتے ہیں حالانکہ اتحاد اُمت کے غم میں کھلنے والوں کو سب سے پہلے ایک عقیدہ صحیح مطابق شرع کی روش کرنی چاہیے۔ جب عقیدہ ایک ہوگا۔ عقاید مختلف نہ ہوں گے۔ پھر خود ہی اتفاق و اتحاد اور محبت و وداد کے رشتے میں بھی مناسک ہو جائیں گے۔ اور (اعتصموا بحبل اللہ جمیعہ) کا دل اویز منتظر دنیا کے سامنے ہوگا لیکن ع۔

نیش عقرب نہ انا زپے کیس است۔ مقتضائے طبیعتش این است

بھوکا ذبک مارنا کینہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی طبیعت کا مقتضا ہی یہی ہے۔ یہی حال علماء سے ہوگا کہ بعد عقیدہ کی اہانت رسول بتحقیق رسالت اور مسلمانوں کی دل آزاری اب کینہ کی منزل سے ہٹ کر ان کی فطرت و طبیعت بن چکی ہے۔ یہ بات آپ کے یقیناً شاہدہ میں ہوگی۔ آپ حالات ملکی پر نظر کرنے کے بعد کبھی غور بھی فرماتے ہوں گے کہ کابینہ اتنی سیاسی جماعتیں کس طرح ظہور پذیر ہوئیں۔

ایک کانگریس کے لہن سے اتنی پارٹیاں کیسے پیدا ہو گئیں تو اسی کا جواب صرف یہی ہے کہ اصول و نظریات جیسے جیسے بدلتے گئے جماعتیں بنی گئیں۔ اسی طرح ادیان و مذاہب کے اختلاف کو بھی سمجھنا چاہئے۔

علمائے حق کی مدح و ثنا

علمائے حق، ہادیان دین، غازیان اُمت جو اہل باطل سے برسرِ پیکار رہیں اور رہا کئے ان کی تعریف و توصیف یوں تو قرآن کریم کی بہت سی جگہوں میں ہے۔ مگر میں صرف سورۃ مجادلہ شریف کی چند آیتیں نقل کر رہا ہوں یہ آیتیں ارشادِ ربّانی کا وہ آئینہ تجلی و معیارِ مصفیٰ ہیں جس میں موعین کی صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور دیکھ کر اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز و شناخت پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اور اس معیار پر جانچ اور پرکھ کر کھرے کوٹے میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشادِ مقدس ہے۔
لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ اَوْ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ وَاِبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ
اَوْ عَشِيرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَكَثَّرَ اللّٰهُ لَهُمْ

مُؤَدِّجُ مَنَّهُ وَيُؤَيِّنُ خِلَافَهُمْ حَتَّىٰ يَخْرُجَ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنفُسُ
خَالِينَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمُ النَّارَ وَرِضْوَانَهُمْ اَوْ لِيُكَفِّرَ
حُزْنَ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمَا الْمَفْلُحُونَ.
آیات بالا کا ترجمہ اور شرح ملاحظہ فرمائیں۔ ترجمہ رضویہ و تفسیر نعیمی پیش نظر ہے۔

”تم نہ پاؤ گے ان گروں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی یعنی مومنین سے یہ ہوئی نہیں سکتا اور اُن کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کا گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا رسول کے دشمن سے دوستی کرے اس آیت سے معلوم ہوا کہ بددینوں اور بد مذہبوں اور خدا و رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مودت اور اختلاط جائز نہیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں چنانچہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے جنگ احد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روز بدر اپنے بیٹے عبدالرحمن کو مازرت کے لئے طلب کیا لیکن رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی اور مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روز بدر قتل کیا اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ و ابو عبیدہ نے ربیعہ کے بیٹوں عبید و شیبہ کو اور زید بن عبیدہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے خدا و رسول پر ایمان لانے والوں کو تو فریاد و رشتہ داری کا کیا پاس؟ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کے درجہ سے اُن کلمہ دہی۔ اس روح سے یا اللہ کی مدد و مراد ہے یا ایمان یا قرآن یا جبرئیل یا رحمت الہی یا نورِ ادرائیں باغوں میں ملے جلے کاجن کے۔ نیچے نہیں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی رہ سبب ان کے ایمان و اخلاص و طاعت کے اور وہ اللہ سے راضی اس کے رحمت و کرم سے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنا ہے اللہ کی جماعت کا یہاں ہے۔“

جس طرح اس جگہ حزب اللہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس سے متعلق اور پرک آیتوں میں حزب الشیطان کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔
اِسْتَحْوِجْ دَعْلٰیہِمُ الشَّيْطَانُ فَاَنْتَلِسْہُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ
اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ
هُمُ الْخٰسِرُونَ اِنَّ النَّبِيَّ يَحٰدِثُ اللّٰهَ
رَسُولَهُ اُولٰٓئِكَ فِيْ الْاٰذَانِ كَتَبَ اللّٰهُ لَاعْلٰیۤنَ اَنَا وَرَسُولِیْ
اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ

ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گردہ میں سنا ہے بے شک شیطان کا گردہ ہر میں ہے کہ جنت کی دائمی نعمت سے محروم اور

چودھویں صدی کا عہد

مذہب بالا تاریخی حقائق کی روشنی میں اب چودھویں صدی کے عہد کا یعنی تیرہویں صدی کے دور آخر اور چودھویں صدی کے دور اول کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیجئے۔ اس عہد میں ہندوستان کی سیاست کا خاتم کیا تھا۔ مسلمانوں کی دینی حالت کیا تھی ان کی اقتصادی حالت کونسی؟ زوال تھی یا رد و ترقی۔ اس دور میں اسلامی عقائد کس طرح منتہی بدعی عقاید اور کفری خیالات اشاعت پذیر ہو رہے تھے یا نہیں۔ ان امور پر غور و فکر کیا جائے۔

مثلاً مشہور ہے الاشیاء تعصف یا عصفاً اذھا، چیزیں اپنی ضد راہ سے پہچانی جاتی ہیں۔ اس کا عہد کے مطابق اس عہد کے پس منظر کو جاننا اور اس کے گرد و پیش کا مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے

ہندوستان سے مغل حکومت کا اختتام اور اسکے بدلے انگریزی سلطہ کا آغاز کچھ عرصہ قبل ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ انقلاب حکومت اپنی آغوش میں بہت سے فتنوں کو دبائے ہوئے رد نہا ہوتا ہے۔ دوران فتنوں کا مختصر خاکہ ملاحظہ کیجئے۔ سب سے پہلا فتنہ نچریت کا بڑا اسلام رد نہا ہوا۔ یہ فتنہ کی طور پر دہلی میں نچریت کے بطن سے نہایت پیدل ہوئی۔

یہ فتنہ ایدل نشینوں کی طرف تھا کہ اچھے اچھے پلے وقت کے مٹنی غلام بھی اس کے قریب میں آگئے اسی کے ساتھ دہلیت و نچریت کے عقیدہ کو زیب گلو اور تاج سر نہاے ہوتے دیوبندیت کے فتنے سر اٹھایا۔ دیوبندیت کے فتنی و اقتصادی نظریات کے بل بوتے پر قادیانیت نے نئی نبوت کی تردید و اشاعت شروع کر دی، گویا یہ زمانہ بدعقیدگی کے اجرا کا زمانہ بنا ہوا تھا، العیاذ باللہ جس طرح دار ایمان شہر مدینہ پر احزاب کفار نے جنگ مسلط کر دی تھی اسی طرح ہندوستان میں شریعت مدینہ پر اس احزاب کفر نے حملہ کر لیا تھا، مگر چونکہ تعالیٰ احزابی جنگ میں سرکاری تھے، اس کا طرح شریعت نبوی علی صاحبہا علیہ السلام کے بددلت نے غفلت و غفلت سے یہ زمانہ کا بریل سے خالی نہ تھا، اور اس عہد میں دینی و سیاسی و فنی جو مختلف انداز سے سر اٹھائے ہوئے تھے ان کی سرکاری جڑی طور سے بعض علما نے کرام نے بھی کی لیکن ہر فتنہ پر غریبانہ قوت قلبی کے ساتھ فروزا ہونے والی ذات تہا اعلمت فاضل بریلوی کی تھی۔ خالق کائنات نے بے شک و شبہ اعلمت ہی کے حصہ میں یہ فتنہ عظیم منقسم فرمایا تھا۔ یوں سرزمین عرب میں زین العابدین علیہ السلام ملاتہر سید و ملا اور ملاتہر شامی و طبرستان نے اہل نجد کے سرکوبان فرمایا لیکن سرزمین ہند میں تمام فتنوں کا مقابلہ اور تمام بے دین جاتوں کی سرکوبی اعلمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔

اعلمت فاضل بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ۱۰ روال ۱۲۳۲ھ کے مقدس مآثر میں ہوئی سرزمین ہند میں بریلی شریف کا مقدس خطہ آپ کے منصب شہد میں آنے کی منزل قرار پایا۔ آپ نے ۱۲۵۲ھ میں علوم مروجہ و سرسبز سے فراغت حاصل کی اور مندر افتاب پر بیٹھائے گئے اس دن سے ان کی زندگی کا اگر ایسا ناز و نیازہ لیا جائے تو ان کا بچہ و بچہ

امام احمد رضا

۱۰ روال ۱۲۳۲ھ کے مقدس مآثر میں ہوئی سرزمین ہند میں بریلی شریف کا مقدس خطہ آپ کے منصب شہد میں آنے کی منزل قرار پایا۔ آپ نے ۱۲۵۲ھ میں علوم مروجہ و سرسبز سے فراغت حاصل کی اور مندر افتاب پر بیٹھائے گئے اس دن سے ان کی زندگی کا اگر ایسا ناز و نیازہ لیا جائے تو ان کا بچہ و بچہ

جنہم کے ابدی عذاب میں گرفتار۔ بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں اللہ کھچکا لوح محفوظ میں کہ ضرور میں غالب آؤ گا اور میرے رسول تجت کے ساتھ یا تلوار کے ساتھ۔ بے شک اللہ قوت والا ہے۔

قاریں کرام! قرآن مجسم کے اسلوب بیان و طرز ادا پر توجہ فرمائیے تو جگر بکے آپ کو یہ بات نظر آئے گی کہ فرین و مومنین کا تذکرہ پہلو پہلو ہے جہاں مومنین کا ذکر ہے وہیں کافروں کا بھی تذکرہ ہے۔ اسی طرح حزب الشیطان اور حزب اللہ متضاد اور باہر الامتیا صفوں کا ذکر بھی نظر آئے گا۔

ان آیات کی روشنی میں اگر اسلامی تاریخ کا بے نظر غایر مطالعہ کیا جائے تو آپ کو ذمہ گاہ عقاید میں دونوں گروہ اپنے اوصاف کے ساتھ برسرِ یکا نظر آئیں گے۔ اس تاریخ کا مکمل حقہ تذکرہ صدی بہ صدی کے ساتھ تحریر کرنا اس مختصر مقالے کے لئے ممکن نہیں اسلئے محض تہیدا و مقصدِ اصلی کے ربط کی خاطر ایک اجمالی خاکہ اپنے ذہن میں مرکز فرمائیے۔

(۱) نبی امیہ کے امرا و حکام کی بدعتوں نے جب اپنے ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کئے اور اسلام کے مستقیم شاہراہ غبار آلود ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ان بدعتوں کی تغیر و ازالہ کے لئے سربراہ رائے خلاف کیا۔ جنہوں نے لوگوں کو صحیح کتاب و سنت و نہاج نبوت پر قائم کرنے کی کوشش کی اس لئے اس مقدس خلیفہ کو اسلام کا پہلا مجتہد مانا جاتا ہے۔

(۲) خلقی ترکان کے فتنے وقت حضرت امام احمد بن حنبل کی جاں نشانیان قربانیاں پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر طرح کی رسوائیوں کا برداشت کرنا انہیں من الشمس ہے۔ اچانک سنت و عقیدہ اہل سنت کی مزاحمت و دفاع میں ان کے ایمان از در اقدام کو کبھی داستان کہن سمجھ کر فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) جب یونانی فلسفہ کے تراجم عربی زبان میں ہوئے اور ان ترجموں نے مسلمانوں میں بے جا عقلیت کا جنون پیدا کر دیا پھر اسی جنون کی رد میں فرقہ معزولہ پیدا ہوا تو اس کے ازالہ کے لئے حجت الاسلام امام غزالی کی پیش ہاتھ تصنیفیں حمایت حق کی خاطر عالم و دین میں آئیں جس سے دنیا پوری طرح واقف ہے۔

(۴) جب تیمیائی (ابن تیمیہ کی) اعتقادی بدعتوں کا شگہر پھوٹا گیا تو اس کے ازالہ کے لئے اس وقت کے علما نے حق نے سیف لسان و قلم دونوں کو حرکتیں دیں چنانچہ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اس سلسلہ میں بہت بلند ہے اور ان کی تصنیف "شفاء السقام" معرکہ آرا ہے۔

(۵) سرزمین ہند میں جب الف ثانی (دوسرے ہزار) کے آغاز میں اکبر فتنہ دین الہی کا آغاز ہوا تو اس سلسلہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی مقدس سرورہ اسامی نے جو رسائی اور جہانی جنگیں کی ہیں ان کی یاد تازہ ہے۔ اور یہ ان کا عظیم اثر ان کا نزاع ہے۔

ہونا ہمیں روز کی طرح ظاہر و آشکار ہے۔ آپ کی تقریر کی تحریر کی جامعیت، علم حق کی فراوانی، آپ کی مدافعات و مضامین تصنیفات، ہر نکتہ اور ہر ماخذ سے مقابلہ کے لئے آپ کی عزم و ارادہ، کتابوں کے لاکھوں صفحات پر آپ کے علمی شاہکار، تقریباً تمام اہم اور مفید عنوانات پر آپ کے علمی رسائل اور جملہ فنون پر آپ کی تصنیفیں و تشریحیں ہر علم پر اس بات کو واضح و آشکارا کرتی ہیں کہ خلائی کائنات نے جامع علوم و فنون بنا کر خاص خدمت دینی ہی کے لئے آپ کو منتخب فرمایا تھا اور ان تمام خوبیوں کا جامع ہی مجید و دست کھلانے کا یہاں طور پر مستحق ہے۔

مجھے پیش نظر مقالہ میں صرف اسی عنوان پر بحث مقصود ہے کہ علحضرت کے عہد میں ہندوستانی مسلمانوں کی جو تعلیمی تہذیبی، علمی اور سیاسی حالت تھی اور مسلمانان ہند جس بحرانی کیفیت سے دوچار تھے۔ ایسے عالم میں علحضرت کا کتب کیار ہا اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی بخیر انداز میں کس طرح فرمائی۔ کیونکہ یہ امر علحضرت کی تصنیفات سے بخوبی واضح ہے کہ نچریت، اندیت، قادیانیت، دہلیت اور دیوبندیت کے فقہوں کا ازرا انتہائی تحقیقانہ۔ انداز میں فرمایا گیا ہے۔ اس لئے مجھے ان عنوانات سے مفصل بحث مقصود نہیں۔ جو عنوان مقصود بحث ہے۔ اس پر بھی علحضرت کا رسالہ، الحجۃ المومنہ فی آیات الممتحنہ موجود ہے جس کی اشاعت ہو چکی ہے اور علحضرت نے اس ضمن میں بھی جس عزم و ارادہ سے صحیح فیصلہ اور درست رہنمائی فرمائی ہے۔ وہ اپنا مثال آپ ہے۔

علحضرت کی قومی و سیاسی خدمات
عزیزانہ مقابلہ کیا جاوے یہ دینی سیاست کے روپ میں انھیں ہی ہو چلے نہ مذہب کے نام پر ہو یا اصلاح قوم و ملت کے نام پر۔ نچریت کے سلسلہ رد میں جو کچھ آپ نے لکھا وہ بھی محفوظ ہے اگرچہ نگاہوں سے اب اوچھل ہے۔ ”صمد احسن“ کے یہ چند اشعار سماعت فرمائیے جس کو خود علحضرت نے اپنے رسالہ مبارکہ ”الحجۃ المومنہ فی آیات الممتحنہ“ میں نقل فرمایا ہے۔ یہ رسالہ اپنے مضامین و مباحث میں بے نظیر ہے۔ اور نہضتِ نیف کی دنیا میں شاہکار ہے۔

ہیجریوں کا رد

ہیجریاں راست خدا رکھتے :- ہیجرو قافوں و راہے بند
سر نہواند کہ زینچہر کشد :- خطبہ خلافتیں سینچہر کشد
کیست سینچہر سی دایں آست :- گول بکول آمدہ ہیچہر پرست
چون شدہ استارہ ہند آں دغل :- غس دہلند آمدہ ہیچوں رحل
عرش و فلک جن و فلک حشر :- مار و جان جملہ غلط کرد و ظن

کیست ہیچہر دل پر جوش گو :- وھیچہر باشد سخن جوش او
برزدہ برہم بہ از اصل و فرع :- دین لا آرد دنو آرد و شرع
لش حرام ست دوم ذوق زنی :- حج سوائے انگیندہ و قطع ارض
گفت یا قوم شنو قوم من :- ہیں سوئے اعزاز بندہ قوم من
ذلت تادین مسلمان ست :- دئے برائیں کن نہ نھراں ست

رسالہ مذکورہ میں اشعار مزبورہ کے پہلے مصنف علیہ الرحمہ والرضوان نے اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ حضرات انگریزوں کی خوشی کے لئے اسے ایمان سے تحریک خلافت کی مخالفت میں دینی فتویٰ دیکر مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔ انصاف کیا بیان اہل حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کا ہاتھ کرنے والا مسئلہ نکالا یا ان اہل باطل نے نہ یہ کہیں کہ خوش کرنے کو مصلحت کلام اللہ کا پادشہ کے نیچے دل دالا، مسلمان کو خدا الہی کہنا چاہیے، کلام الہی و احکام الہی بیان کرنا یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کے خوش کرنے کو ہوئے وہ جو یہ ہیچہر کے دھرم میں فقر کی غلامی اور ہیچہر تھی جسے اب ادھی حدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں۔ کیا اس کا رد علمائے اہل سنت نے نہ کیا وہ کس کے خوش کرنے کو تھا کیا کثرت رسائل و رسائل اس کے رد میں نہ لکھے گئے۔ حتیٰ کہ اس کے ہیچہر مذہب کے رد میں پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے جن میں جابجا اس نیم نصرانیت کا رد بلیغ بھیجے ہے۔ یہ کس کے خوش کرنے کو تھا۔

اب ندوہ کے بارے میں روکے اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ندویاں کیں جلوہ دراپ :- ہیچ و کچہر کند چوں بسنت ہی رسنداں کا روگری کند
بخت درخت تخت دین میں جلوہ باغندن برل :- پاڈی دسکٹ باہر براڈری کند
ساز و ساز عالمان میں نظم بزم دین :- مینروا شیخ و فلک ہاں و کلب گھری کند
مفت مفتی یا نہت اس عزت کہ اورا ہنشین :- باا مانا ج و ہم جیٹ و کلب گھری کند
زین سکا شہاچہ ناشہا کہ خوداں سرکش :- داد و دادار براہن گورنری کند
اس کے بعد وہ دل افروز ایمان انگریز روح پرورد عبارت ملاحظہ کیجئے جس سے علحضرت کی سیاسی بصیرت اور سیاسی موقف و بنیاد و نیز مسلمانوں کے مسائل و تعلیم کے متعلق ان کی رائے و اصلاح ہویدا و آشکارا ہوئی ہے۔ اور آج اس کی صحت و استقامت ہر اسلامی دور و رکھنے والوں کے نزدیک مسلم ہے۔

انگریزوں کی تقلید و فیشن و میز سے آزادی اور دہریت و ہیچہر سے بکارت بہت دل خوش کن کلمات ہیں خدا یا ہی کرے مگر صحت ترک امار و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس آگ کو بجھانے سے ملے گے جو سیتا صاحب خان نے لگاں اور اب تک بہت سے لیڈر ہیں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں۔ انگریزی اور وہ بے سود و نصیحت ادوات تبلیغ جن سے کچھ کام دین تو دین و دنیا میں بھی نہیں پڑا کہ حجت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو اور وہ یہ جائیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے جبکہ کام

طور پر مشہود وجود ہیں جسے کہ یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقاید حقہ و علوم حادہ کی طرف بائیں نہ موڑی جائیں۔ دہریت و پھریت کی بیخ کنی ناممکن ہے کیا لیڈر اس میں سامی میں ہرگز نہیں صرف امداد و الحاق ترک کرتے ہیں جو ظاہری تعلق ہیں اور تعلیمات کے گہرے تعلقات نہ پھڑکتے ہیں نہ چھوٹیں گے۔ کیا انہیں میں نہیں وہ لوگ جن سے پوچھا جائے کہ صاحبزادوں کو قرآن نہ پڑھایا تو جواب دیتے کیا ان سے رسوم کے چنے پڑھانا ہے کیا اب یہ جواب نہ دینگے کہ پرانے علم سیکھ کر کیا کھائیں کیا انہیں شہل کے شعر بھول گئے۔

سارے ہیں اب نئی چمک کے۔ ۱۔ وہ ٹھٹھا بدل گئے فلک کے اب صورت ملک و دین نہیں ہے۔ ۲۔ افلاک نئے زمین نئی ہے سب بھول گئے ہیں یا سستی کو۔ ۳۔ گردوں نے اٹھ دیا ورق کو القصد یہ بات کی تھی تسلیم۔ ۴۔ یعنی علوم نو کی تسلیم تدبیر شفا جو ہے تو ہے۔ ۵۔ اس دکھ کا دوا جو ہے تو ہے ہر تعمیر کہن سے ہاتھ اٹھائیں۔ ۶۔ تہذیب کے دائرے میں آئیں سیکھیں وہ مطالب تو آئیں۔ ۷۔ یورپ میں جو مور ہے ہن تلعیق وہ گرجاں دانش فن۔ ۸۔ وہ فلسفہ جدید سیکھیں کہل کی وہ کتہ آفرینی۔ ۹۔ یونٹن کے سائنس یقینی اور برزخ غلط ایسا ہو بھی تو اکثر لیڈر کہ انہیں تعلیمات فارغہ کے بل پر لیڈر بنے کس معرکہ کے رہیں گے جب وہ مرد و دو مرد و کیا اس وقت یہ شعر حالی ان تر جان نہ ہوگا۔

جو کوئی قبی ہو تو کچھ کام آئے۔ ۱۔ مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپائے نصاریٰ کی یہ غلامی کہ برہنہ پھر نے تھا ہی لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پڑنے حامی اس کے نتائج تشبہ وضع و تحقیق شرع و شریعت دہریت و فروغ پھریت مطابق نہ تھے بلکہ التزامی اب اگر بعد خرابی بصرہ نکھیں گلیں اور اسے چھوڑنا چاہتے ہوں مبارک ہو اور خدا پیچ کرے اور راست لائے۔

اقتباسات بالاکوٹور سے مطالعہ فرمائیے صاف مسلمانوں کو اقتصادی تعلیمی و سیاسی موقوف کی صحیح ترجمانی ہے۔ انگریزوں سے مال نہ لینا اور اپنا مال انہیں دینا کیا یہ بات اقتصادی طور پر مسلمانوں کو مفیورج کرنے کی نہیں تھی۔ ایسی تعلیم جس سے مسلمان مسلمان ہی رہے اور اپنے دین کی طرف سے بالکل اندھا بہرہ بن جائے کیا تعلیم ان کے اعتبار سے مسلمانوں کے لئے صحیح ہو سکتی ہے۔ اس لئے ایسی تعلیم کے مفاد کو بیان کر کے اعلیٰ حضرت نے اس کی جگہ صحیح تعلیم کی تلقین فرمائی جس سے مسلمان مسلمان رہتے ہوئے سیاسی میدان کو جولان گاہ بنائیں اور کون مفاد حقہ نہیں۔ جائز قبول سے کوئی حرج نہیں مسلمان رہتے ہوئے سربراہان سلطنت ہو جائے تو رعایا اور مگر دین سے یک لخت ہاتھ دھو کر بادشاہ قوت ہو جائے۔ قارون جیسا مرہب

اکٹھا کر لے، الحادی تعلیم کی اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر کے دنیا کے اعتبار سے یہ چیزیں لاکھ دیدہ زیب یا دل فریب ہوں مگر عند اللہ پر کاہ سے بھی کمتر رہے وزن ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی صحیح بنیاد کو ہر محاذ پر پیش کیا۔ مینے تو مختصر سا اقتباس پیش کیا ہے۔ آیات متحتمہ والا رسالہ اہل اسلام ان اذول تا آخریہ جاب دارازہ مطالعہ کریں تو صاف نظر آئے گا کہ اعلیٰ حضرت کی چاہت مسلمانوں کی دنیادی و دینی امور میں بالکل دہی رہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت رہی ہے۔ سر جو بھی شریعت کا خلاف کہیں بھی نظر نہ آئے گا۔ ایک اقتباس صفحہ ۱۱ اور نقل کر رہا ہوں اسے بھی زینت نگاہ بنائیں۔ ۱۲ اور تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالف شرع سے مشروط اور نہ اس کی طرف منہج ہو یہ تو نفع بے غایب ہے جس کی تحریم پر شرع مطہرہ سے اصلا کوئی دلیل نہیں۔ دین پر قائم رہو مگر دین میں زیادت نہ کرو کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسلمانین کفار کے کہ دایا قبول نہ فرمائے جو جوہر مشاعت آپ نے ان مدارس میں نکھیں کہ اور خلیفہ اسلام حتیٰ کہ خود من سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی تعلیم داخل تھا۔ ہے بے شک جو اس قسم کے اسکولوں یا کالج میں ان میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و علم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے۔

۱۔ کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائی گئے کہ ان برسوں کد مت اور لاکھوں روپیوں کی افاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا۔ اتوں نے تو کرایا چھوڑا۔ اتوں نے تجارتیں، اتوں نے زمینداریاں۔ طرفہ یہ کہ ان کے خون گرم حامی ہدم و محرم۔ اخبارات اس ترک تعدیل پر بڑے بڑے زور لگا رہے ہیں خود اپنے اخبارات و مطابع کتب بند نہیں کرتے، ان صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گہرے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم کر کے کیا اور کس لئے شور و فغان اور اپنے لئے فوشن جاں۔

جیتے دارم ز دانش مند جلس باز پرس: تو یہ فرمایاں چا خود تو بہ کم تری کند ہجرت کامل چمایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا۔ ۱۔ جو ابھارنے میں آگئے ان نصیبت زدوں پر جو گزری گزری یہ سب اپنے جو روپوں میں جن سے رہے۔ تراگہ نہ نکھیں اور ترک تعاون میں بھی کسی لیڈر کے پاس زینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں نہ ان کا کوئی انگریزی ریاست میں ملازم ہے پھر انہیں کیوں نہیں چھوڑتے۔ ۲۔ غور کیجئے اعلیٰ حضرت کی دینی و سیاسی بصیرت کا یہ عالم تھا۔ آخر جب اس حقیقت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو خود ان رہ نماؤں نے محسوس کیا اور اس سے نکلنے لگے اگر بچاؤ کی دوسری راہیں اختیار کرنے کے لئے کوئی چارہ ہی نہ تھا، خیر کچھ تو بچاؤ کیا اور بچے بھی کیوں کلی طور سے مسلمان ہر نماز میں شکست خوردہ رہے

اند کے پیش تو حقیقت غم دل ترسیدم۔ کہ دل آزرہ شوی در سخن بسیار است اختتام مقالہ پر تتمہ و تمیم کے طرہ پر چند اہم ضمنی باتیں گوش گزار ہیں آپ حضرات

کی توجہ درکار ہے۔

(۱) سورہ مائدہ شریف کی آیتوں کے مضامین میں جن مجبوبانِ خدا و محبوبانِ الہ کے ظہور کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے۔ اس کا مکمل مصداق اعلیٰ حضرت کی کریانہ و مرام ذات موصوف باعلیٰ صفات بھی ہے آپ کی حیاتِ طیبہ کے قوی، علیٰ تبیینی کارنامے اس حقیقت کے شاہدِ ابدی ہیں خصوصاً الامتِ اخوان کو حقہ لائیں کے پیکر تھے۔ اخبارِ حق کے وقت ان کے دل میں خوفِ خدا و ہمتِ رسالت کے سوا کوئی چیز نہیں ہوئی تھی۔ شریعتِ عزرا کے مقابلہ میں ان کا زکوٰۃ کوئی پرلایا نیک نہ تھا نہ بیگانہ نہ رشتہ تھا نہ کونہ، نہ ہم خیال نہ مخالف، نہ پیر بھائی نہ حقانہ استاد بھائی "أَحَبُّ فِي اللَّهِ وَالْأَحَبُّ فِي اللَّهِ" کی شریب معرفتِ زیب در جامِ دل تھی۔ انار کے وقت حضورِ رب و شہودِ محبوبِ رب کے سوا ان کی نگاہوں کے سامنے کسی اور کی تصویر نہیں ہوتی تھی۔ محض رضائے خدا کی خاطر خدمتِ دین کا مشغل تھا اور کسی غرض ذاتی یا دنیوی مفاد کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ تھا۔ اس منہرِ خوبی کے اعتراف کے بجائے دشمنِ دین و ایمان اس کو اعلیٰ حضرت کے لئے معائب و مطاعن کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ یہ سب کو العباد باللہ کا فر کہتے ہیں۔ نہ پیر بھائیوں کو چھوڑا، نہ ہم خیال علماء کو بخشا۔ نہ متصوفوں کو نظر انداز کیا پھر ہم کس گنتی میں ہیں۔

ہالاکہ یہی ان کا ایمان کمال گواہی دے رہا ہے کہ آنجناب کو کسی سے ذاتی پر خاش نہ تھی نہ دنیا و نہ دوزخ و نہ غل و غش تھی۔ بلکہ ملائم و کاسوت و دروایتِ بیان شریعت ان کا کام تھا جس کی زد میں جو بھی آئے سوا اے مگر شریعت پر ضرب نہ آئے پائے اگر ایسا نہ ہوتا تو البتہ دیوندری حضرات کہتے کہ دیکھئے میرا در فلان کا جرم ایک ہے لیکن ہماری تکفیر کا۔ فلان صاحب ان کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے اس لئے ان کی تکفیر نہیں کی۔ یہ درجِ بعض اعراض دینا دی کی بنا پر ہے۔

(۲) سورہ مجادلہ شریف نے فرمایا۔ اہل ایمان کا یہ حال نہ پاؤ گے کہ جو حق لفظینِ خدا ہیں ان سے بار بار نہ دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔ اگرچہ ان کے باپ، بیٹے بھائی کتبہ ہی کے لوگ کیوں نہ ہوں۔ یہی ہے جن کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا گیا ہے۔ اور "روح سے ان کی تائید کی گئی ہے یہی اللہ تعالیٰ کے کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کردہ ہی بامراد کامیاب ہے" مفہوم

اس آیت کے مفہوم کی قبا بھی اعلیٰ حضرت کے ایمانی قدربا پر زیب دے رہی ہے۔ آپ کی زندگی سے حزبِ الہی شان و حزبِ الہی کامیابی نایاں ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر بھی لمحہ بھر کے لئے بھی کسی دشمنِ خدا سے مودت، رافت، ہمت کی بوسہ آئے نہیں دی۔ سیاسی معرکہ ہو متدلی مسئلہ ہو، فقہی فتویٰ ہو، کلامی گفتگو ہو، قوی دلی ہی خواہیوں کا تقاضا ہو ہر محاذ پر دشمنانِ دین سے صف پائیں گے۔ مگر "حزب الشیطین" سے کہیں دوستانہ مراسم کا نام نشان

بھی نظر نہ آئے گا صرف بالصفات اہل ایمان کہ اتنی سی زحمت گوارا کرنی ہو گی کہ آپ سورہ مجادلہ شریف کی مذکورہ آیت کے مضمن کا الطباق اعلیٰ حضرت کی حیاتِ طیبہ پر ہوتا ہے یا نہیں۔ محنت کش طالب حق کا اپنی طلب کے اختتام پر ہر حرف ایک جواب ہوگا۔ ضرور ضرور الطباق ہے اور کابلِ انطباق ہے جس میں ذرا بھی خلا نہیں۔

سیاست اور اسلام

(۳) مشکوٰۃ شریف، باب الامارۃ ص ۳۲ میں یہ حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور جان و رُضی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کما ہلک کما ہلک نبی خلفہ نبی و انہ لانبیاء بعدی و سیکون خلفاء فیکشرون۔ قالوا انما لکم قال فوا ببعہ الاول فالاول اعطوہم حقہم فالت اللہ سالہم عما استکبر عاہم متفق علیہ۔

حدیث شریفہ کا مفہوم یہ ہے انبیاء کرام کے ہاتھ میں بنی اسرائیل کی سیاست تھی جب حبیب ایک بنی پروردہ فرما جاتے تو دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جانشین ہوتے اور اس طرح ہتھاری سیاست میرے ہاتھ ہے میرے بعد چونکہ یہ تحقیق کوئی کسی قسم کا بنی نہیں ہے اس لئے میری رد پوشم کے بعد میرا جانشین کوئی بنی نہیں ہوگا۔

بلکہ خلفاء ہوں گے اور کثرتِ عدیانِ خلافت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ایسے وقت میں ہمارے لئے کیا حکم ہے حضور نے جواب دیا پہلے خلیفہ کی بیعت پڑاؤ رہا پھر اسکے بعد جواؤ ہے۔ اس کے زیرِ بیعت رہنا تاریخی سلسلہ ہی برقرار رہے ان خلیفوں کا حق تم ادا کرنا خلفاء سے اللہ تعالیٰ باز پرس کرے گا کہ انہوں نے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

اس حدیث کی نقل کا مقصد صرف اتنا ہے کہ نئی تعلیم و جدید روشنی والے مسلمان جو برعِ خویش یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں دین الگ ہے۔ اور سیاست الگ اور علماء سیاست کیا جائیں یہ تو بار بار ایدائشی حق ہے۔ وہ اپنے اس باطل عقیدہ و خیال سے توبہ کریں اور اپنا خیال درست فرمائیں۔

انبیاء کرام دین حق کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں اور دین کے جملہ شعبوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ سیاست اہم شعبہ حیات ہے۔ اور اسکے نتائج و فوائد نہایت ہی دوسرے ہوتے ہیں اس لئے بیچ بخش فائدہ رسالہ صحیح سیاست دہی ہے جو ایمان کرام کہے۔ دین حق کہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایمانی سیاست کو کہ اعلیٰ و مکمل مقام بخش ہے۔ جو سیرتِ دان حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے علامہ حق ہی دارش رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر دارشِ سیاست اسلامی بھی ہیں۔

اور نفاذ سیاست کا اصل حق بھی انہیں کتابیہ سرکار علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کے ناشرین غلام ہر دور میں گذرے ہیں۔ چودھویں صدی میں سرکار علیہ وسلم کی سیاست علم سیاست اعلیٰ حضرت بھی تھے اس حقیقت پر آپ کی حد ہا تصنیفیں گواہ ہیں۔ خاص کر رسالہ الحجۃ المومنین خاص اسی موضوع پر بے نظیر کاوش نگارش ہے۔ (۴) بہت سے معاندین یہ بھی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تکفیری مشغلہ اتنا بڑھا دیا اور اس میں بہت زیادہ وقت صرف کیا اس سے قوم دلت کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس کا جواب وہ حدیث کریمہ ہے جو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
اِنَّ يَكُوْنُ حِمْلُ الْغَنَمِ رَوَا الْبَخَارِي وَهَسْلَمُ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

خدا کی قسم بے شک یہ بات کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ایک شخص کو ہدایت فرادے تیرے لئے شرح ادنوں کے مالک ہونے سے بہتر ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ۱۲ یعنی کوئی دنیا کی دولت بٹورنے میں کھلبے اسکو اس کی پرداہ اور کچھ مطلب نہیں کہ گراہی دے دینی کیا ہے اور اسلامی صراط مستقیم کیلئے۔ اور اس کے برعکس ایمان اپنی پوری توانائی اس جد و جہد میں بھجور دے کہ کس طرح لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اس کی درجہ سے ایک بھی ہدایت یاب ہو گیا تو یہ آخرت کے اعتبار سے زیادہ فائدہ میں رہا اور پہلا چند روزہ متاع دنیا کی لذتوں کے بعد برابر گھلے و خسارت میں رہے گا۔ اعلیٰ حضرت کی ہر وقت حق گوئی حق بینی حق نویسی نے معلوم کئے لوگوں کو گمراہی سے بچالیا اور کتنے کج رجوع صراط مستقیم پر گمراہ ہوئے اور اگر ایک دہریہ ہدایت یاب ہوئے ہوں تو اعلیٰ حضرت کے حق میں بشارت کبر مطلب ہے اگر باخبر کوئی بھی راہ حق قبول نہ کرتا تو اس میں بھی اعلیٰ حضرت کا کیا نقصان کیا حدیث شریف میں نہیں آیا کہ بعض نبی کریم پر ان کی اُمت کا ایک فرد بھی ایمان نہیں لایا۔

سیاست اور اعلیٰ حضرت

(۵) اصل حقیقت اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی ہے۔ کسی کے امنے یا نہ امنے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ایک حقانی، ربانی عالم باعمل کا فریضہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ و حقہ کا اظہار کرے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ بدعات کا شیوع ہوا اور لوگ شریعت کی تبدیلی کے درپے ہوں چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ:-
اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتْنُ اَوَالَ الْبِدْعُ فَاِلَيْظَهْرِ الْعَالَمِ عَلِمُهُ مِنْ لَمْدِ يَفْعَلُ ذَلَالٌ فَحَلْبِي لِعَنْتِ اللّٰهُ وَامْلَا لِكْتِهْ وَانْأَسَ اجْمَعِيْنَ لَا يُقْبِلُ اللّٰهُ مِنْهُ صِرَافًا وَلَا عَدْلًا۔

جب فتنے یا فرائض بدعتیان ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جواب نہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت۔ اللہ اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

اس حدیث کے مضمون کے مطابق ہمیشہ علمائے اہل سنت نے ہر بدعتی عقاید و اعمال سیاست و معاملات کے ظہور کے تحت کتاب و سنت کی تیغ بر بہن بن کر ازالہ منکر کے لئے بہر تن مصروف ہوتے آئے ہیں یہی فریضہ اپنے زمانہ کے بدعتی عقیدوں و علوم سیاستوں کے ظہور کے تحت اعلیٰ حضرت نے بھی انجام دیا۔ اسلام میں ازالہ منکرات ہی کے لئے جہاد کی تعلیم دی گئی ہے۔ زمانے کے لحاظ سے اس جہاد کی تین قسمیں ہیں علانی، یہ قسم امام یا بادشاہ کی زیر قیادت ہی ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔ ہر شخص اس فرض کے ساتھ مامور نہیں۔

(۶) لسانی: یعنی زبان و قلم سے ازالہ منکر کا حق ادا کیا جائے۔ یہ کام مجدد اللہ تعالیٰ خادین شریعت ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جلالہ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد شاہل حال ہی تو دم آخر تک کریں گے۔ اسی جہاد لسانی کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے اعلیٰ حضرت نے دایہ، نیا چہ، دیابنہ، قادیانہ، غیر مقلدین ندویہ، آریہ، نصاریٰ وغیرہم کا رد فرمایا اور اس ازالہ منکر پر سختی سے قائم رہا اسی دینی فریضہ کا تقاضا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے ایک متحدہ سیاسی گمراہی سے بھی برسرِ پیکار ہو اور اس حق بیانی کے صلے میں بہت ایمانی سپہیں جن کو ان کی عزیمت نے خندہ پیشانی نہ برداشت کیا۔

(۳) چنانچہ :- یعنی کفر و بدعت، فسق و براہناتیہ طہی جہاد ہر کافر، بدعتی اور فاسق سے ہر سچے مسلمان کو حاصل ہے۔ وہ ایسوں کو دل سے ضرر بردھارتے ہیں مگر جو نام نہاد مسلمان اسلام کو سلام کر چکا اور اپنے آپ کو کفار کا غلام بنالیا اس کی راہ الگ ہے اس کا دین غریب و خدایہ۔

ہمارے ان معروضات کے دلائل اعلیٰ حضرت کی لگ بھگ ہزار کے قریب تصنیفیں ہیں۔ اب تک جو زیور طبع سے مرئی ہو چکی ہیں وہ بھی کم نہیں ہیں۔ میرا دعویٰ ہے ان کتابوں کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف، غیر متعصب، ایماندار اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ اعلیٰ حضرت ہر ان کے سب سے ناز اپنے رب کریم کے حضور، حضور و قلب سے حاضر اور اپنے حبیب پاک صاحبِ ولوک صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ میں محو۔ اہل دنیا کی ستائش و طعن اور نوش و نوش سے بالکل بے خبر ہے۔ اپنی ایک رباعی میں اپنی زندگی کا پاکیزہ محکم نقشہ بھجا و عالم کے سامنے رکھا ہے۔

نہ مرانوش ز تحسین نہ مرانیش ز طعن :- نہ مرانوش مدح نہ مرانوش ذمے منم و کج و خوی کر گنجیدہ دروے :- جز من و جد کتابے و دوات دشمنی اسی رباعی پر اپنا دلیدہ بیان و شکستہ تحریر ختم کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور میری مغفرت اور خلق کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین۔

خانوادہ اشرفیہ کے پاکیزہ شہزادوں کو خراج عقیدت

علی کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ اس گھر کا ہر اک بچہ

جہاں پیدا ہوا شیر خدا معلوم ہوتا ہے

امام احمد رضا پیرِ سیاح کیلئے علی کے گھرانے نے جو راہ دکھائی ہے
اسی پر چل کر ہم اپنے ملّی فرائض کو ادا کر سکتے ہیں

میسٹر عبدالحکیم چوہدری انبیا پوری

اسکن کراچی

چھوٹی مدار ٹیسکری جیلپور ایم پی

تار - دھیر جیلپور فون 4426



جنگ آزادی

غازی مکت مولانا سید محمد ہاشمی میاں صاحب
صدر آل امتیاسیائے تہذیب

نہ قلم تھا نہ کاغذ کوئے سے کپڑوں اور ککڑیوں پر تحریر کی گئی یہ کتاب بھارت کے سوراؤں اور ملک دلت کی سالمیت کی خاطر جان دینے والوں کے لئے مشعل راہ ہے کتاب مذکور کے ترجمے سے پہلے جناب رئیس احمد صاحب نے جو تعارفی نوٹ تحریر فرمایا ہے ناظرین اسے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا فضل حق خیر آبادی لیگانہ روزگار
عالم تھے عربی زبان کے مائے ہر شاعریہ

اور شاعر تھے علوم عقلی کے امام و مجتہد تھے اور ان سب فضائل سے بالا ان کی شخصیت بھی کہ وہ بہت بڑے سیاست داں ملہڑا در فکر بھی تھے۔ مسند درس پر بیٹھ کر وہ علم فزون کی تعلیم دیتے تھے اور ابان حکومت پر پہنچ کر وہ دور رس فیصلے کرتے تھے۔ وہ بہادر اور شجاع بھی تھے غدر کے بعد نہ جانے کتنے سورا اور رزم آرا ایسے تھے جو گوشہ غایت کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ لیکن مولانا فضل حق ان لوگوں میں تھے جو اپنے کپڑ نام اور پیشان نہیں تھے۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر میدان میں قدم رکھا تھا اور اپنے اقدام و عمل کے نتائج بھگتے کے لئے وہ ہر صدمہ و آوارگی کے ساتھ تیار تھے۔ سرسنگی اور ذہن اور خوف یہ وہ چیزیں تھیں جن سے مولانا بالکل ناواقف تھے۔

مولانا کی شخصیت، سیرت، کردار اور علم و فضل پر ضرورت تھی کہ ایک نکل کتاب لکھی جاتی لیکن وہ ایک زود فراوش قوم کے فرد تھے فراموش کر دیئے گئے اور کچھ دنوں کے بعد لوگ حیرت سے دریافت کریں گے کہ یہ کون بزرگ تھے؟

مولانا کے حالات و مسائل کی کمی کے باوجود کچھ بھی مستند طور پر دریافت ہو سکے وہ وہ مختصر طور پر درج کئے جاتے ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مولانا
آزادی میں علماء کا حصہ
اہل علم اور محقق کے۔

مولانا فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین خان آزر دہ، مفتی عتبات احمد کاکوروی منصف صدر امین کول دہری، مولانا فضل رسول بدایونی سر مشہد دار کلمی صدر دفتر مسہوان مفتی عنایت اللہ کوٹا موٹی قاضی دہلی دسرکاری دکن الہ آباد مولانا مفتی لطف اللہ

بھارت کی دھرتی پر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے اکثر و بیشتر سنی علمائے کرام ہی تھے اسی لئے برٹش سامراج دادیوں نے علمائے اہلسنت کو جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی تکلیفیں پہنچائیں جسمانی تکلیف جیلوں میں پھر کر اور بھانسی کے تختے پر لٹکا کر اور روحانی تکلیف اپنے زرخیز مولویوں کے ذریعہ شرک و بدعت کے فتوے لگوا کر اس وقت علمائے اہلسنت کی قیادت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں تھی اور اور قدرت نے انھیں دو ایسی بڑی صفیتیں عطا فرمائی تھیں جس کے بغیر تکمیل انسانیت ممکن نہیں علم اور عقل غیر معمولی علم اور بے پناہ معنویت کے حسین امتزاج کا نام ہے علامہ فضل حق چنانچہ علامہ نے ایک ہی وقت میں دونوں کی خبر ل۔

فرنگی سامراجیت کی بھی اور شرک و فحش شریعت کی بھی

غدر ۱۸۵۷ء میں جب دیگر مکتب فکر کے علماء گوشہ غایت ڈھونڈ رہے تھے۔ بلکہ بعض انگریزوں کی خوشامد کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت علمائے اہلسنت بھارت کے ماتھے پر لگے ہرے غلامی کے داغ کو دھو رہے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ علامہ فضل حق نے ہی انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کو منظم کر کے برطانوی سامراج کے قلعوں کی بنیادیں متزلزل کی تھیں اور آپ کے بعد جس قدر جماعتیں بنیں اور انجمنیں انگریزوں سے برسر پیکار ہوئیں وہ سب علامہ کے نفوذ قدم کی رہنمائی میں حضرت علامہ اور آپ کے تمام ساتھی سنی بڑی علامہ نے جب انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو بعض شک پروروں اور انگریز دوست مولویوں کے اشارے پر ان مجاہدین کو جیل کی کال کوٹھری میں بند کر دیا جانا انگریز جیل کی تاریک دنیا بھی ان خالصان حق کے عزائم میں کچھ رکاوٹ پیدا نہ کر سکی انگریزی اقتدار کی تیغ گئی میں حضرت علامہ نے جو مصائب برداشت کئے اگر پہاڑ پر ڈال دیئے جاتے تو نیزہ ریزہ ہو جاتا۔ حضرت علامہ نے خود اپنے چشم دید واقعات و حالات اور اپنے مصائب و آلام کا تذکرہ اپنی گراں قدر تصنیف "رسالہ غدر" میں کیا ہے۔ جسے مولانا ابوالکلام آزاد نے التورقہ

الہند یہ اسکے نام سے طبع کرایا۔ حضرت علامہ نے یہ کتاب بھارت کے پراسن جیل میں نہیں لکھی بلکہ جزیرہ اثمان میں کالانی کی سزا کے دوران تحریر فرمائی جبکہ ان کے پاس

دفتر سہسواں مفتی انعام اللہ گویا سو فیاض دینی و دنیوی وکیل الہ آباد دسولانا مفتی لطف علیگر بھی سررشتہ دارا میں بریلی علامہ فضل حق خیر آبادی سررشتہ دار رز ٹنسی دہلی و صدر الصدور و کتبہ دہم حضور قسطل اودھ مولوی غلام نادر گویا موٹی ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی و قسطلار کوڈ گاؤں مولوی تاجی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار صدر الصدور دہلی دیغم یہ سب اپنے وقت کے بے نظیر و عظیم المثل اکابر عالمی تھے حکومت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں تھی مسلمانوں کو سلطنت کی بربادی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ موقع کا انتظار نہ تھا ۱۲۵۸ھ کا وقت آیا تو سب میں پیش پیش ہی حضرات تھے وایان ریاست وارا کین دولت میں ناقوس حریت بھرنے والے ہی تھے۔ عوام کو ابھارنا اور فتویٰ جہاد جاری کرنا انھیں کا کام تھا اور انقلاب شہدائے سب سے زیادہ مصائب اٹھانے اور آتش حریت میں جلنے والے ہی شمع شبستان آزادی کے پرولنے تھے۔

سرسید احمد کا خراج عقیدت

سرسید احمد مولانا فضل حق کے بارے میں لکھتے ہیں :-
جناب مولانا مولوی فضل حق یہ عظیم الشان شخصیت جناب مولانا فضل امام کے زبان تعلیم ان کے کلمات پر نظر کر کے غر خاندان کہا ہے۔ اور فکر و تحقیق نے جب ہر کار کو دیانت کیا تو خیر جاں پایا جین علوم و فنون میں کیا لئے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی گویا انھیں کی حکم عالی نے بنا ڈالی ہے علامہ نے عصر تل فضلاء دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگردہ اہل کمال کے حضور میں بساط مظاہرہ آراستہ کر سکیں بار بار دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو ریگانہ روزگار سمجھتے جب انکی زبان سے ایک حرف سنا دعوئی کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو بنا کر سمجھتے۔ (تذکرہ اہل دہلی - سرسید)

مجاہد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نکرا جانے والا وہ شخصیت تھی کہ مراد آبادی کے مرتزین جن کے مقدس خون کو آج تک داد و فادے رہی ہے۔ آپ مراد آبادی کے عزیز ترین سادات کرام کے خاندان میں پیدا ہوئے علوم عقلیہ و نقلیہ کے جلیل فاضل ہو کر شاعری میں یگانہ مقام حاصل کیا علم حدیث فقہ اصول منطق فلسفہ میں یگانہ ہر روزگار تھے۔ آپ کا نظریہ کلام غزل کے پیرائے میں ہے۔ آپ نے تصانیف گزیر کر لیکن ان میں مباہلہ کی آمیزش ہر ہے۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب تک تحریک آزادی ہند شروع نہ ہوئی تو گویا مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاشمی خون پہلے سے ہی جذبہ شہادت سے سرشار تھا۔ مولانا نے حوالی مراد آبادی میں زندگی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا جس پر آپ کا رخ ہمارے سامراج کے پرچے اڑنے لگے مسلمان بہادر شہداء طرے آپ کو بلایا اور جہاد کے شہر سے لے کر مولانا نے جہنم خان شیخ افضل مدنی شیخ بشارت علی خان مولانا سبحان علی قواب مجتازین مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی کی محبت میں مختلف محاذوں پر جنگیں دیں راہبر اور مراد آبادی کے کثر۔

معمر کے سر کے۔ بالآخر انگریزوں کے چھوکلان فخر الدین اور یحییٰ خان کی سازش سے ۳۰ اپریل ۱۲۵۸ھ مطابق ۶ رمضان المبارک ۱۲۵۸ھ مولانا گرفتار کر لئے گئے اور مراد آباد جیل سے متصل برسر عام انگریزوں نے آپ کو تختہ دار پر لٹکا یا پھانسی کے وقت مولانا مندرجہ ذیل اشعار طرے ترنم و ذوق سے چڑھ رہے تھے۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا

پر سر اللہ کا دین حسن رہ جائے گا۔

ہم صغیر و باغ میں ہے کوئی دم کا چھپا

بلبل اڑ جا بھیگی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کجواب کی پریشاک پر نازاں نہ ہو

اس میں ہے جان پر خاک کفن رہ جائے گا

سب فنا ہو جا بھیگی گے کاف و لیکن حشر نک

نفی حضرت کا زبان پر سخن رہ جائے گا

دیگر ہمارے مجاہدین اکابرین کرام و علماء و شہداء تحریک آزادی ہند

۱) مولانا عبد الجلیل شہید علیگر بھی عالم تھے بے شمار فاضل نے آپ کے

پڑھا مشق عمارت بالائے راہ تھے تحریک آزادی ۱۲۵۸ھ میں مجاہدین نے انگریزوں کو علی گڑھ سے نکال دیا تو زمام قیادت آپ کے حوالے کی گئی دوبارہ انگریزوں نے

چڑھا لی تو دشمن سے مقابلہ میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے مولانا عبد الجلیل بھی ان شہداء میں حیات ابدی پانگے۔ اور ان بہتر شہداء کے ساتھ جامع مسجد علی گڑھ میں دفن ہوئے

(۲) مولانا ام بخش صہبائی دہلی رحمۃ اللہ علیہ (۳) مولانا رحمت اللہ کٹر لکھنؤی مہاجرین حجاز

علیہ (۴) مولانا ڈاکٹر وزیر خان بہاری رحمۃ اللہ علیہ (۵) مولانا مظفر حسین کاندھلوی

(۶) مولانا فی الدین بدایونی۔

ان فاضل حالات کے لئے تواریخ انقلاب آزادی ۱۲۵۸ھ طرے۔

دوسرے سرفروشان ملک و ملت سنی بریلوی قائدین تحریک آزادی ہند

مفتی صدر الدین صاحب دہلوی، مفتی عنایت احمد کاکڑی، منشی رسول بخش کاکڑی سید احمد اللہ شاہ، جنرل بخت خان، مولانا قیادت علی الہ آبادی، جنرل عظیم اللہ خان مفتی صدیق اللہ خان دہلوی۔ مولانا امتداد علی، مولوی ام بخش صہبائی، سید باقر علی صاحب ناظم حکم دولہا،

مولوی فردا حسن صاحب، سید مرتب علی صاحب، مولوی خواجہ تریاب علی صاحب سید حسن علی صاحب مولوی رحمت علی صاحب مفتی ریاض الدین صاحب، مولوی غلام جیلانی صاحب، مولوی غلام قسطل

صاحب مفتی رسول بخش صاحب، مفتی انعام اللہ صاحب۔ شیخ محمد شفیع صاحب، مومن علی صاحب باسط علی صاحب، محمد عظیم الدین صاحب محمد قاسم صاحب دانا پوری، معین الدین صاحب

مولانا کریم اللہ صاحب۔ صدر الصدور قاضی محمد کاظم علی صاحب، تاج الدین صاحب،

حزین ہیں اور ان نامور مورخین پر سخت انوس ہے جنھوں نے مولانا شاہ احمد اللہ کو ننگ دین ننگ وطن سید احمد بریلوی و مولوی اسماعیل کے عزائم کا تحلیل کنندہ لکھ کر یا ان سے تعلق دار بنانے کے لئے خواہ مخواہ ان غداروں کو مولانا شاہ احمد اللہ کے حالات میں گھسیٹ کر ان کے مقدس عقیدہ و کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا احمد اللہ خالص سنی حلقی صوفی عالم اور ممتاز مجاہد تھے سید احمد و اسماعیل جیسے بد عقیدہ نام نہاد مجاہدوں سے شہید ہو گئے تھے کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ مولانا کے مجاہدانہ کارنامے آزادی وطن کے لئے جوش و خروش فتنہ مخادوں پر انگریزوں سے مقابلے اور بالآخر اللہ کی راہ میں شہادت تحریک آزادی کی مفعول تاریخ میں دیکھئے اور سنی بریلوی علماء کی دینی و ملی خدمات کو بالتفصیل پڑھئے۔

استاد الہند حضرت مولانا مفتی صدر الدین خان آزرہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتب عشق کا دستور ملا دیکھا : اسکو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا تحریک آزادی ہند ۱۸۵۰ء میں جو خدمات حضرت مولانا مفتی صدر الدین خان نے کی ہیں وہ کسی سے پرشیدہ نہیں بلکہ اس تحریک کا مدار الہام الہی کی خدمات پر ہی کہنا زیادہ ہے۔ علم کو کیا طاقت کہ ان کے علم و فضل کے بحر سے ایک موتی باہر لائے۔ اور دفتر کے دفتر ان کے مکتب و محاسن کے لئے ناکافی ہے۔ ۱۲۰۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے اکثر علم مولانا امام الہند فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ والدہ ماجدہ مولانا فضل حق خیر آبادی شہید تحریک حریت سے حاصل کئے۔ حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے پڑھی۔ اور دیکھتے روزگار عالم بنے چاروں گنگ عالم میں ان کے علم و فضل کا پیرچہ ہوا۔ دہلی میں صدر الصدور رہے۔ انگریزوں کا اقتدار بڑھتا دیکھا تو تحریک آزادی کا بھڑا اٹھایا۔ فرائض جہاد نثر کیا مجاہدین و اکابرین تحریک آزادی کی قیادت کی تمام جائیدادیں تحریک پر خرچ کر دیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں ان کے تلامذہ موجود ہیں۔ شعر گوئیں کمال رکھتے تھے معقول فلسفہ ریاضی کے مدبر اہل استاد تھے۔ فقہ کے ممتاز ماہر وفقی تھے خالص سنی حلقی صوفی عالم دیکھتے روزگار امام العلم تھے۔

و اہمیت کی بیچ گنجی میں ان کی مساعی مشکوہ اور آزادی ہند میں ان کی جدوجہد محتاج غائب نہیں۔ آج تک دلم بیوں دیوبندیوں نے ایسا عالم پیدا ہوا نہ تھا بہرچشمہ ۲۲ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ بمطابق نظام الدین اولیاء بی بی داغی اہل کوٹلیک کہا ہے آسمان تیرے چکر پر نور افشانی کرے

من از سر نو جلوه دہم دار و رسن را

عالم باطل مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی

طفیل احمد خیر آبادی، مولانا غلام امام شہید مفتی عبدالوہاب صاحب کچہ پانچویں، ڈاکٹر وزیر خان صاحب، مولوی نین احمد صاحب بدلیانی، حضرت سید نواب علی شاہ صاحب سجادہ نشین کبیر شریف کاکوروی، مولانا داہج الدین مراد آبادی، نواب محمد والدین حافظ محمد عبداللہ وغیرہ یہ اکثر حضرات جنھوں نے شیعہ حریت روشن کی بستی بریلوی صوفی اعتقاد و روش مسلک ہی تھے۔ مولانا فضل حق شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا زار جہاد میں مرکزی اور قائدانہ حیثیت حاصل ہے وہ آپ ملاحظہ فرمائیے کہ میں مذکور الصدر قائدین تحریک آزادی میں سے چند ایک کے متعلق مختصر کچھ حالات بطور نوٹ پیش خدمت ہیں ملاحظہ ہو۔

مجاہد اعظم مولانا سید احمد اللہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

ع بنا گردند خوش رہے بجاک و خون غلطیدن تحریک آزادی ۱۸۵۰ء کے تمام مجاہدین علماء دانش کا سرین علماء سنی بریلوی تھے۔ اور جب کہ سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل مدنون بالا کوٹ نے اپنی پیٹ پوجا کو مقدم دیکھ کر انگریزی اقتدار قائم کرنے کے لئے ایک تحریک معاندت برطانیہ چلائی تو برطانوی اقتدار کے پڑنے اڑنے والے سنی بریلوی علماء کے اولوالعزم اکابر طے دین و قائدین آزادی راہنما ہی تھے جن میں سرفہرست شہید ملت شیعہ حریت مولانا شاہ احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مدرسی کا اسم گرامی آتا ہے جنھوں نے تن من دھن مہم کچھ ملک و ملت پر نثار کر کے بالآخر شہادت نوش فرما کر داخل جنت ہوئے مسئلہ میں بمقام چنیا پٹن تعلقہ بڑا لی ساحل دریائے سندھ تعلقات مدراس میں پیدا ہوئے آپ کے والد نواب سید محمد علی سلطان پیر شہید کے عظیم مقرب و مصاحب اور چنیا پٹن کے نثار نواب تھے۔ مولانا احمد اللہ شام نے قابل افاضل و اساتذہ مہر سے تمام علوم و فنون عربیہ اسلامیہ کی تبحر عالم دیکھتے روزگار اور ترقی پیر پڑگا رہے ہوئے حیدر آباد یورپ کی سیاحت کا پھر راج سے شرف ہوتے پھر ج پور میں حضرت قربان علی شاہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور سلسلہ غایہ حشریہ میں ملوث طے کیا پھر ٹوک پور پور جہاد کے جنات پیدا کئے گویا یارین پور پور کے مشہور عمارت پیر حارب شاہ کلندر سے فرقہ خلافت حاصل انگریزوں نے عذریا علم جہاد بلند کر کے حریت کے پروانے اور تحریک کے قائد اعظم کی حیثیت سے بخت خان کے دست راست بن دہلی پہنچے انگریزوں کو چنے چھا دیے پھر آگرہ میں انگریزی استبداد سے ٹکرائے پھر کونولیس برطانوی پڑھے اڑائے پھر لکھنؤ میں مآذ فتح کئے۔ پھر فیض آباد اور شاہ جہاں پور میں فرنگی سامراج کا ستیا ناس کیا اور بالآخر پاکستان عالم بے مثال مجاہد دیکھتے روزگار پیر نایاب اعظم بطل جلیل میدان کاکوروی میں ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو جام شہادت نوش فرما گئے۔

تحریک آزادی کی تمام تاریخیں اس بطل جلیل کے مفعول کارناموں سے

اسیرانہ من (علماء اہلسنت زندہ باد)

دل گرے نگاہ پاک بینی، سینہ بیتاب

مولانا مفتی عنایت احمد کاکوری نہایت متقی و متبحر فاضل تھے۔ علماء ربانین میں شمار کئے جاتے تھے۔ مفتی صاحب بمقام دیوبند ۹ شوال ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو پیدا ہوئے۔ کاکوری کے ممتاز خاندان کے چشم و چراغ تھے جہاں کا نام مفتی لطف اللہ تھا ان کے صاحبزادے منشی غلام محمد اور ان کے فرزند منشی محمد بخش مفتی عنایت کے والد بزرگوار تھے عنایت احمد صاحب سن شوگر کو پونچے تو سن شوگر پہنچے تو تحصیل علوم کی غرض سے راجپور بھیجے گئے وہاں مولانا جید علی صاحب اور سید محمد صاحب کے زیر تعلیم رہے اور علوم و معارف کی کسب کی ابتدا ان سے ہوئی۔ اور شاہ محمد اسلمی محدث سے حدیث شریف کے فارغ التحصیل ہوئے پھر علی گڑھ جاکر علم معقول و منقول میں سند حاصل کی مولانا بزرگ علی صاحب سے بھی تحصیل علم کی اور انھیں کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے۔

کچھ عرصہ بعد آپ بریلی چلے گئے۔ اس دوران ہند میں انگریزی اقتدار برہا تھا کابری علی و درہما صاحب کی سرکردگی میں تحریک انقلاب کی سلسلہ جنبانی جاری تھی مفتی صاحب بھی مشب و روز بریلی کے انقلابی گروہ کی مشاورتی مجلس میں شرکت کرنے لگے۔ اور نواب خان بہادر خان کی قیادت میں جہاد حریت کی تنظیم کے لئے سرگرم عمل ہوئے وہ پہلے کھنڈر بریلی مجاہدین آزاد کی عظیم مرکز تھا اور اس علاقہ میں انٹی برٹش تحریک کے قائد فاضل امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلی کے جد امجد مولانا رضا علی خان صاحب تھے ان کے مکان و مسجد مجاہدین کے مرکز تھے مفتی صاحب بھی حلقہ جہاد میں شریک ہو گئے اور مجاہدین کے لشکر میں داخل ہو کر محاربات میں عملی حصہ لینے لگے۔ جگہ جگہ خان بہادر خان کے دست راست بنے کمال جرات و بہمت سے لڑتے رہے جنرل بخت خان بریلی پہنچے اور دارالنجت دہلی کے مرکزی محاذ پر شرکت کے لئے (راجپور مراد آباد ہوتے ہوئے) روانہ ہوئے قوائم کی محبت میں مفتی عنایت احمد بھی شہداء آزاد کے ساتھ راجپور گئے اور جنرل بخت خان مولوی سرفراز علی صاحب کے ساتھ نواب برہم علی خان والی راجپور سے محاربہ آزادی میں شرکت کے لئے گفت و شنید کرتے رہے ان کے ہمراہ مفتی عنایت احمد بھی اس مشاورت میں برابر شریک رہے اور جب نواب راجپور جنگ آزادی میں مجاہدین کی اعانت سے انکار کیا تو جنرل بخت خان نے فوج کشی کر دی اس جنگ میں بھی مفتی صاحب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے چچا زاد بھائی حافظ احمد حسن صاحب شوق نے اپنے تذکرہ کا ملان راجپور میں اس معرکہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔

۹ جون ۱۸۵۷ء کو بخت خان کئی ہزار فوج کے ساتھ راجپور آیا مولوی سرفراز علی اسکا ملٹ سے سیفر تھے۔ تمام شہر کو مورچہ بند کیا شہر کے مقصد خود ہاک

بخت خان کو بھڑکانے تھے ان کا منشا تھا کہ روپیہ دیا جائے اور دہلی عہد بہا۔ در ریاست (نواب کلب علی خان) سے فوج دہلی کو ساتھ چلیں یہ مرحلہ سب سے زیادہ سخت تھا۔ علی بخش خان نے اس مرحلہ کو لمبا لف جلیل طے کیا اور ۱۳۱۱ جون کو بخت خان راجپور سے چلا گیا۔ نواب نے ازراہ چالوسی جان بچانے کی خاطر بخت خان کو خوب رسد بھیجی اور مالغہ کی مدد کم مولوی سرفراز علی کی عزت افزائی کی۔ اور اس طرح اپنے آپ کو بچایا۔

جنرل بخت خان نے راجپور کے نواب سے صلح کر لی اور مراد آباد کو بچ کر گئے اس وقت مفتی عنایت احمد صاحب مولوی سرفراز علی صاحب کے مشورے سے پھر دہلی واپس چلے گئے۔ وہاں بھی تنگ ہنگامہ کارزار گرم تھا مفتی صاحب میدان شجاعت میں تیغ آزمائی بھی کرتے رہے اور خان بہادر خان کی مجلس مشاورت میں خاص طور پر شریک رہے۔

خان بہادر کے لشکر مجاہدین میں ایک دستہ غازیوں کی فوج کا بھی یہ سب سب مفتی صاحب کے تربیت یافتہ اور انکی تحریک پر سر سے کفن باندھ کر جان لئے اور جان دینے کے لئے آمادہ تھے۔ اس فوج کا ہر مجاہد شوق شہادت کے نشہ میں سوچتا گورالپٹن کے ایک انگریز سارجنٹ میجر نے جنگ آزادی کے چشم دید واقعات بریلی ایک کتاب ”۱۸۵۷ء کے معرکوں کی یادداشت“ لکھی تھی۔ اس میں بریلی کے معرکہ کا حال لکھتے ہوئے غازیوں کے اس دستہ کے بارے میں آنکھوں دیکھی کیفیت اس طرح بیان کرتا ہے۔ ”ان لوگوں کی ڈاڑھیاں سفید تھیں انگلیں سیاہی کی لکھی پینے ہوئے تھے جس کے گینہ پر اللہ“ کندہ تھا۔ ہر غازی کی کمر میں سبز رنگ کا بڑکا بندھا ہوا تھا وہ دہلی کی صدی پہنچے ہوئے اور سر پر سفید ٹکڑیاں باندھے ہوئے تھے جن پر سرخی کے چھپتے پڑے ہوئے تھے ان کے ہاتھ میں تلوار بھی اور پشت پر ڈھال بھی۔ دین کا نور لگا کر ہارے سامنے آئے اور حملہ آور ہونے سے پہلے ان کا سردار جو ایک ۲۰ سال کا بے ریش فوجان تھا جبکی آنکھوں سے غم ٹپک رہا تھا۔ صف میں آگے بڑھ کر یوں مخاطب ہوا۔ کیا تم کافروں میں کوئی مولد مند ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔ اگر ہے تو سامنے آئے۔ اسکا آواز پر ہماری صفوں میں سنا تھا چاہا کیا کوئی فوجان آگے نہیں بڑھا۔ ایک منٹ بعد پھر یہی پیلیج دیا اور کہا میں پانچ آدمیوں سے تمہا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ لیکن پھر بھی کوئی حرکت نہ ہوئی آخر چھٹھلا کر اس نے تلوار میان سے باہر نکالی اور ہماری صفوں پر حملہ آور ہوا اس نے اس شدت سے حملہ کیا کہ خیم زدن میں اٹھارہ سپاہیروں کو خمی کر کے ڈال دیا۔ اسکی بے نظیر شجاعت سے کمانڈنگ آفیسر سردار متاثر ہوا کہ اس نے حکم دیا کہ اس فوجان کو زندہ گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن اس نے کہا تم زندہ غیر کو گرفتار نہیں کر سکتے چنانچہ زخمی ہو جانے کے باوجود جب کہ اس کے جسم کے ہر حصہ سے خون کے فرارے ابل رہے تھے اس نے دوبارہ اس شدت سے حملہ کیا جب کمانڈنگ آفیسر نے یہ دیکھا کہ اس کو قتل نہ کیا تو شاید ساری کپنی کا سفایا

میں بحیرت اپنے وطن عزیز کا کوری آگئے

ان کے ایک غیور شاگرد مولوی لطف اللہ صاحب نے رہائی کی تاریخ

کہی اور ان کی خدمت میں کاکوری حاضر ہو کر خود پیش کی۔

چوں بفضل خالق ارض و سما : دستار دم شد بقید غم رہا

بہر تاریخ خلاص آب جانب : بروشم ان استاذی نجی

۱۲۷۷ھ مفتی صاحب کچھ عرصہ بعد کاکری سے کانپور چلے گئے اور وہاں مدرسہ فیض عام

قائم کر کے مستقل قیام فرمایا۔ بقول دقرا حبیب الرحمن خان شیروانی اسکندریہ

کافیہ بالآخر سارے ہندوستان کو پہونچا دو سال بعد مفتی صاحب نے حج

بیت اللہ کا قصد کیا اور مدرسہ کا انتظام مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری

کے سپرد انھیں مدرسہ اول مقرر کر کے کیا۔ اور مولوی لطف اللہ مدرسہ ثانی مقرر

ہوئے اس زمانہ میں بادیانی جہاز چلتے تھے۔ جدہ کے قریب پہونچ کر انکا جہاز

پہاڑ سے ٹکرا گیا اور حضرت مفتی صاحب غازی ادا کرتے ہوئے احرام باندھ جہاز کے

ساتھ غرق ہو کر واصل جنت ہوئے۔

یہ حادثہ ۱۷ شوال ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۸۶۲ء کو رونما ہوا۔

اس وقت مفتی صاحب کی عمر ۵۲ سال کی تھی آپ کی کل تصانیف کی تعداد بیس ہے

جس میں تاریخ حبیب اللہ (میرتبہ نوی) لموامع العلوم واسرار العلوم الکلام

السمیع، علم الصغیر، تحفہ ہمار، احادیث الحبیب المبتکر اور ترجمہ تفسیر البلدان

زیادہ مشہور اور خاص ہیں حضرت مفتی صاحب حقیقت میں ایک بحر العلوم تھے انہیں

ریاضی میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ انکی ذات ستودہ صفات ان علماء

کامین میں سے تھی جو ایک طرف دین اور دوسری طرف دین کے تحفظ کے لئے

غیر بھر سینہ سپر رہے۔ وہ بیشک علم کے دریا گاتھے تھے۔

دل گرے، نگاہ پاک بینے، جان بیتا ہے۔

مفتی بریلوی علماء کے مجاہد اعظم

بلغ دین مجاہد ملت حضرت مولانا مفتی احمد عثمانی بدایونی

وہ عالم باعمل جسکی رہنمائی نے دین و ملت کو روح عمل بخشی

غدا ریوں نے بھوک دیا آشتیاں میرا

انقلاب ۱۸۵۷ء کی رہنمائی اور جہاد حریت میں برسر میدان شرکت

کرنے والوں میں بے شمار علماء و فضلاء کے اسمائے گرامی شامل تھے جن میں

تاریخ کے بھی محو کردہ ان اکابر میں مولانا مفتی احمد عثمانی بدایونی کا نام

نایاب بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے لیکن حیرت ہے کہ ان کے تفسیل حالات کسی قدیم

تاریخ میں یکجا طور پر محفوظ نہیں مختلف دستاویزات اور بزرگوں کی روایات سے

کر دے گا۔ آخر بخیر اُس نے حکم دیا کہ سنگینوں سے خاتمہ کر دو یہ سنکر سپاہیوں

نے اسے نہ فرمایا لے کر اپنی سنگین بیک وقت اس کے سینے میں پرست کر دیں۔ لیکن

جب تک اسکی روح جسم میں باقی رہی برابر تلوار کے جواہر دکھا تا رہا اس کا ہاتھ اس

وقت رکا جب اسکی روح پرواز کر گئی۔ یہ بصیرت افزہ منظر ایک انگریز نے قلمبند کیا

ہے جو علی شاد اور ان غازیان دین کا جانی دشمن تھا لیکن ان خدایان اسلام کے

جوش ایمانی نے اسے اس قدر متاثر کیا کہ حقیقت حال بیان کرنے پر مجبور ہو گیا۔ جس سے

نوجوان اندازہ ہوتا ہے کہ انگریزی فوج کے "شیر دل افسروں اور ساری سپاہ کی

شجاعت و ہیروئی کا کیا عالم تھا ایک مجاہد غازی کے ہمت و جوش کے سامنے انکے

سیکڑوں کے جگر آب ہو جاتے تھے اور اس ایک تکلف نوجوان کو تابو کرنے کے لئے

ہزاروں سنگینوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور واقعہ سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مجاہدین

کے جذبہ قدامت کی کیا کیفیت تھی حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کے غلبہ کا موجب

صرف "روبا ہی حربے" اور سازش و خدائی تھی نہ نہر مجاہد پرستی فتح منکر

مجاہدین کو حاصل ہوئی جو ان کی مردانگی و جرأت اور عزیمت کے باعث

تھی بریلی کے غازیوں کی اس جمعیت کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ

جن رہنماؤں کے تربیت یافتہ مجاہدین کی جان بازی اور سرفروشی کا یہ حال

تھا تو وہ مردان حق کسی عزم و جوش کے مالک تھے اور میدان کارزار میں

ان کے کارنامے کیا کچھ ہوں گے مفتی عنایت احمد صاحب نے دوسرے

انتہایان حریت کی جمعیت میں محارب بریلی میں اول اول فتح حاصل کی لیکن انجام

شکست نصیب ہو کر وطن دشمن خدائی کی ناپاک حرکات پر لعنت بھیجے شہیدان

حریت کی ارواح پاک پر رحمت کے پھول نچھاور ہونے کی دعاے خیر کرتے

میدان سے رخصت ہو گئے۔

مفتی صاحب انگریزی تسلط کے بعد گرفتار کر لئے گئے اور جس

دوام مجبور دریاے شور کی سزا ہوئی کا لے پانی بھیج دیئے گئے اس علاقہ

کی تختیاں وطن اور اعزاز سے جدا کی کا صدمہ اور صعوبتیں سہتے ہر طے بھی درس

تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

مفتی صاحب کو جزیرہ اندمان میں کوئی کتاب لکھنے کو تہ طے تھی اور نہ

وہاں کسی علم کی کوئی کتاب دستیاب ہو سکتی تھی اسکے باوجود ذاتی علییت و

واقفیت کی بنا پر مختلف علوم و فنون میں مختصر اور طویل تصانیف تیار کیں جب رہائی

کے بعد وطن واپس تشریف لا کر اور تصانیف کے مسودات کی تصحیح کی غرض سے

کتا بن دیکھیں تو سب سائل نقطہ بلفہ صحیح تھے اسیری کے زمانہ میں ہی فقہ البلدان

کا ترجمہ در سال میں کیا۔ اور اس کامیابی و خوبی سے کیا کہ ایک انگریز حاضر جمعی فراموش

بربر پر ترغیب کیا تھا) نے ان کی بے حد تعریف کی اور ان کے علمی تعالیٰ کے اعتراف

میں ان کی رہائی کی پروردگار شریک کی جرح قطع ہوئی اور حضرت مفتی صاحب ۱۲۷۷ھ

جو حالات مرتب ہوئے ہیں انہیں سے اکثر ایسے ہیں جو قدیم تذکروں میں نہیں پائے جاتے
مفتی انتظام الشہ شہابی کے تذکرہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علی اسلمک میں
انکا ذکر صرف دو سطروں میں نہایت سرسری طور پر کیا گیا ہے مفتی صاحب فرماتے ہیں
مولوی فیض احمد عثمانی ... صدر بورڈ میں پیش کار تھے۔ دئی گئے وہاں مجسٹریٹ
کے لئے پھر جنرل بخت خان کے ساتھ رہے۔

حالانکہ حضرت مولانا کے عظیم کارناموں میں تبلیغ اسلام اور ردِ عیشت
کے ست نذر معرکے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

مولانا فیض احمد صاحب کے والد بزرگوار بیداریوں کے مشہور و ممتاز خاندان کے
فرد حکیم غلام احمد صاحب تھے جو مولوی اول میں رہتے تھے۔ فیض احمد صاحب
کی ولادت ۱۸۰۸ء مطابق ۱۳۲۳ھ میں بیداریوں ہی میں ہوئی ان کی عمر صرف تین سال
کی تھی کہ والد صاحب نے وفات پائی ان کی والدہ ماجدہ نے یتیم کھن بیٹی کی
پرورش و تعلیم و تربیت کی خود بیداریوں کے عالم خاندان شیوخ کی تعلیم یافتہ
خاتون تھیں ان کے ایک ہوا وطن جناب محمد ایوب قادری بی اے نے مولانا کے
ذکر خیر میں بیان کیا ہے کہ مولانا کو قدرت نے شروع ہی سے وہ دل و دماغ
بخش تھا کہ جس پر آپ کے ہمدرد طلباء و کورنگ اساتذہ جو چیز ایک بار پڑھ لی
یاد ہو گئی۔ اور ایک دفعہ نظر سے گذر گئی دل پر نقش ہو گئی تحقیق و تدقیق آپ
کا حصہ تھا۔

اہل خاندان خیال کرتے تھے کہ مستقبل قریب میں یہ بچہ فخر خاندان
ہو گا والد نے اس پر نہایت بچہ کر اپنے بھائی مولانا فیض رسول کے سپرد کر دیا آپ
نے نہایت محبت اور ناز و نفیس سے پرورش فرمائی مولانا فیض احمد نے تمام علوم
منقول و معقول صرف چودہ سال کی عمر میں حاصل کر لئے اور پندرہویں سالگرہ سے
قبل آپ کو اجازت درس مل گئی دوسرے فنون و مروجہ خطاطی و شعر و شاعری وغیرہ
میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا ایک تخیل عمہ میں مولانا کا شہرہ ہو گیا اور تشنگان
علم نے اس منبع علم و فضل کے طوط رخ کیا

مولانا نے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طوط توجہ کی اس وقت
حضرت اچھے میاں صاحب مارہروی کے خلیفہ اعظم آپ کے نانا حضرت مولانا شاہ
عبد المجید صاحب کی بارگاہ رشد و ہدایت مرجع خلائق ہو چکی تھی مولانا نے سلسلہ قادریہ
میں اپنے نانا صاحب قبلہ سے بیعت کر کے علوم طریقت کی تکمیل سے بھی فراغت کی مولانا
فیض احمد کی درسگاہ طلباء کے لئے حصول تعلیم کا مرکز نہ تھی بلکہ ہر طالب علم کی آپ
مجدد ضروریات کے کفیل و معاون ہوا کرتے یہی سبب تھا کہ مولانا کے شاگردوں
کا شمار دشوار تھا۔ آپ طلباء کی امداد کے لئے دوسروں سے ادھار لیتے مگر کسی
کو حاجت مند نہ دیکھ سکتے

بے خطر کو دپڑ آتش غرو میں عشق

مولانا تحریک آزادی میں :- آپ متواضع اور مخلص انسان تھے
مصنف اکمل التواریخ آپ کی مزاجی کیفیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ باوجود
ثروت و وقار کے دل فقیرانہ مزاج شاہانہ تھا۔ فقر سے محبت اور غربا سے
افت طلبہ کے شائق اور علم کے شہیدائی تھے۔ شاگردوں کی تمام ضروریات کے
خود کفیل ہوتے تھے۔ سلسلہ دوسرے مدرس اگرہ کے قیام کے دوران بھی برابر جاری رہا

جب ہندوستان میں انگریزوں نے اپنے اقتدار کی بنیادیں مضبوط
کرنے کے سلسلے میں تبلیغ عیسائیت کا فتنہ اٹھا یا
جنگ اسکول و کالج کھول کر سچی تعلیم عام کی جانے لگی اس وقت اگرہ میں علمائے
عصر نے ایک مشاورتی مجلس میں اس فتنہ کو روکنے کے لئے عملی تدابیر سوچیں
چنانچہ مولانا فیض احمد ان علماء کرام کے ساتھ شریک ہو تبلیغ دین کی خدمات
ایجاد دینے لگے باوجود سرکاری ملازمت کے انھوں نے باجی بھوجک بالفاظہ تعلیم
میں مشغول رہے ۱۸۵۴ء جب پادری سی سی ڈی فتنہ رجب ہندوستان دار
ہوئے اور انھوں نے فتنہ آزادی کا ناکام ہنگامہ بپایا تو مولانا سید احمد اللہ شاہ
ڈاکٹر وزیر خان صاحب وغیرہ حضرات نے اس کے رد کے لئے انتظامات شروع
کئے۔

چنانچہ پادری نڈر اور علمائے اسلام کے مابین ۱۸۵۵ء بمقام آگرہ جوئلہ
ہوا اس میں ڈاکٹر وزیر خان صاحب اور مولانا رحمت اللہ صاحب کے معاون
خصوصی کی حیثیت سے مولانا فیض اللہ صاحب بھی موجود تھے۔ اور انھیں بین محضرت نے
فتنہ راوران کے رفقہ کے ساتھ وہ معرکہ آرا مناظر کیا اور اسے ایسی شکست
فاش دی کہ وہ فوراً ملک بدر ہونے پر مجبور ہوا اس مناظرہ کی پوری کیفیت »البحث
الشرعیۃ فی اثبات التبیغ والفسق« کے نام سے وزیر الدین نے مرتب
کر کے ہاتھام حانفہ محمد عبداللہ فرخا طبع شاہجہاں پور سے ۱۲۷۰ھ میں طبع و
شائع کرائی تھی اسکی طباعت و اشاعت کے جملہ مصارف حضرت بہادر شاہ ظفر کے
دلی عہد مزنا فرم فرمایا ادا کئے تھے اور تمام ملک میں مفت تقسیم کرایا تھا۔

آگرہ کی جامع مسجد اس زمانہ میں نہایت خستہ و بوسیدہ حالت میں تھی مسجد
کی اس سنگتگی کے سبب نمازی بھی رائے نام نظر آتے تھے۔ مولانا فیض احمد نے اس کی
مرمت و تعمیر کا بڑا اٹھایا اور جبکہ دوسرے کے رقوم جمع کیں چنانچہ آپ کے لڑکاوشن
اور جد و جہد سے مسجد کی شاندار عمارت تعمیر ہوئی اور مکرزین و علوم میں لگی۔

مولانا احمد اللہ شاہ صاحب کے آگرہ کے قیام کے دوران مولانا فیض
احمد صاحب بھی اس حلقہ مجاہدین کے سرگرم رکن بن گئے جو آگرہ میں بہادری و حریت کی نیل و اقام
کی غرض سے قائم ہوا۔ اور ہر اجتماع میں جوش و خروش سے شریک ہوتے وہ بے باور و فری
مشررے دیتے رہے۔ آگرہ اور گرد و نواح میں مولانا نے دوسرے کے کہ جہاد
حریت کی تبلیغ کی اسی سلسلے میں سرکاری ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ اور میدان

کی شکست و شہادت کے بعد بھٹائی سازشوں کے پرنسپل حال اور تنظیم میں اور سرزمین وطن کو آزاد کرانے کے مصروف جہاد رہے اس انقلابی تنظیم میں نوامین اور سب سے زیادہ علماء و صوفیائے کرام کی جماعتیں پیش پیش تھیں ۱۸۵۷ء کے تحریکات کی تفصیل تو کتب و تاریخ ہی میں ملاحظہ کیا جاسکتی ہے ویسے سرگزشت مجاہدین کے سلسلہ میں یہ امر یاد رکھنا ضروری ہے کہ گزشتہ تنظیم میں ۱۸۵۷ء کے محارب عظیم سے پہلے پچھتر سال پہلے روح علی دوزخی نظر آئے تھے جن علماء و فضلاء نے اس تحریک میں جان و مال اٹھایا مولانا مسید احمد اللہ شاہ مولانا سرفراز علی شاہ جہاں پوری مولانا لیاقت علی آبادی علماء بدایوں کے علاوہ دہلی آگرہ کا کوری وغیرہ کے علماء کا بڑا حصہ تھا ان حضرات میں منشی رسول بخش کا کوری کا نام بھی سرفہرست ہے جنھوں نے ابتداء سے عوام میں بیداری پیدا کرنے اور علم جہاد بلند کرنے میں برسوں دے دے صفحہ قدمے جدوجہد جاری رکھی منشی رسول بخش صاحب مولانا سرفراز علی صاحب اور مولانا احمد اللہ شاہ صاحب و جنرل عظیم اللہ خان کی معیت میں مدینہ منورہ منظم انقلاب کیلئے ملک کے گرد و نواح میں دورے کرتے رہے اور شہر شہر قصبہ قصبہ میں گھومتے پھرتے عوام کو معرکہ آزادی میں شریک ہونے کی دعوت حق دیتے رہے مفتی صاحب نے بھی دیگر رہنما مجاہدین کی طرح دیسی افواج میں جہاد حریت کی تبلیغ کر کے سپاہیوں میں جوش علی پیدا کیا۔ اور سپاہیوں وغیرہ کو تقسیم و تنظیم وغیرہ کے پروگرام میں نہایت مرکز سے شریک تھے۔

منشی صاحب کے بعد مجدد مولانا ابوبکر حاجی علوی تھے جن کا صاحبزادے ملک بہاؤ الدین سلطان شریک کی جانب سے کا کوری فتح کرنے تشریف لائے تھے نقیانی کے بعد وہیں سکونت اختیار کی منشی صاحب کے والد فیض بخش بہادر نواب شجاع الدولہ کی افواج میں جو بیدار تھے وہ صاحب علم و ہنر و شجاعت و دلیر بزرگ تھے ان کی تعینات "چشمہ فیض" مشہور ہے منشی رسول بخش کی ولادت کا کوری میں ہوئی اور وہیں ابتدائی تعلیم ہوئی تحصیل علم کے بعد سلطان واجد علی شاہ کے فوج میں عہددار مقرر ہوئے اسی وقت سے ان کے دل میں جذبات حریت موجزن تھے سلطان کے فوجی اعتماد کے لشکر سلطانی کی اعلیٰ تربیت میں مصروف رہے اور اسی دوران ملک سپاہ کو غیر ملکی تسلط کے غلات آمادہ بیکار کرتے رہے کیونکہ سلطان نے فوجی تربیت کا اہتمام بھی آزادی وطن کی جدوجہد کے لئے کیا تھا یہی سبب تھا کہ چند غلام امراء و سلطنت نے راز باز کر کے ان منصوبوں کی اطلاع انگریز حکام کو دیدی اور انعام و اکرام کی لالچ میں جاسوسی کرتے رہے جس کے نتیجے میں انگریزوں نے سلطانی لشکر کو یہ کہہ کر برطانت، کراڈیا تھا کہ آپ کو اس لاؤٹشکر کے لازم رکھنے اور مصالحت کا بار اٹھانے کی کیا ضرورت ہے ہماری فوجیں آپ کی حفاظت کے لئے موجود ہیں۔ جب کوئی ضرورت ہو آپ انھیں طلب کر سکتے ہیں چنانچہ اسی معاہدہ کے

اور میدان عمل میں تیغ بھٹا کر آئے دہلی کے معرکوں میں جنرل محمد بخت خان کی قیادت میں ہندو آزما رہے مجاہدین نے جب دہلی میں انگریزوں کو شکست دیکر مملکت مغلیہ کے احیاء کا اعلان کیا اس وقت مولانا فیض احمد مرزا منٹو کی پیشگی کے فرائض بھی انجام دیتے اور لشکر کی انتظامات کے سلسلہ میں جملہ امور کی نگرانی کرتے شکست دہلی کے بعد آپ جنرل بخت خان اور مولانا سید احمد اللہ شاہ صاحب کی معیت میں لکھنؤ گئے اور ہر محاذ پر ان کے شریک کار رہے۔ سکندر باغ کے محاذ پر خصوصیت سے مولانا فیض احمد نے اپنی علی تدابیر سے لشکر مجاہدین کی اعانت کی اور معرکہ آرا نظر آئے لکھنؤ کے بعد آپ مولانا سید احمد اللہ شاہ کے ساتھ شاہ جہاں پور بھی گئے اس علاقہ کے محاربات میں جن رہنما مجاہدین کے نام آتے ہیں ان میں مولانا فیض احمد بھی پیش پیش تھے بعد ازاں جب قصبہ محمدی میں مولانا احمد اللہ شاہ صاحب کی حکومت قائم ہوئی ان کی کونسل کے رکن رکین بنے جب محمدی پر انگریزوں نے حملہ کیا تو مولانا شکر علی جی کے دستباز و بنے ہوئے تھے۔

مولانا سید احمد اللہ شاہ کے قیام شاہ جہاں پور کے دوران مولانا فیض احمد کی تجویز پر مجاہدین کے چند دستے بدایوں بھیجے گئے جن کی رہنمائی ڈاکٹر وزیر خان شہزادہ فروز بخت اور مولانا فیض احمد کے سپرد تھی بدایوں کے معرکے میں داد جماعت دینے کے بعد شکرانہ کے محاذ پر بھی مصروف کار بنا رہے اور شکرانہ کارنامے انجام دیتے نظر آئے۔ یہاں سے ہی محمدی کی حکومت قائم ہونے پر کابینہ میں شامل کئے جانے کی غرض سے دوسرے اکابرین کے ساتھ طلب کئے گئے تھے سازش و غداری کے سبب حضرت احمد اللہ شاہ کی شہادت کے بعد دگر رہنما اور بقیہ جمعیت مجاہدین کے منتر شہر نے پر مولانا بھی روپوش ہو گئے، بعض حضرات کا خیال تھا کہ خلافت ترکیہ کے دارالسلطنت قسطنطنیہ میں قیام پذیر ہیں اس کے لئے آپ کے ناموں کی کرسی کے باوجود تلاش میں سرگرداں قسطنطنیہ پہنچے لیکن آپ کا کوئی پتہ نہ چلا کچھ لوگوں کو قیاس ہے کہ جنرل بخت خان کے ساتھ نیپال چلے گئے اور وہاں روپوش ہو کر گورکھا جنگ میں مصروف رہے بہر حال آپ کا پتہ معلوم نہ ہو سکا اور سن و مقام و فائت کا بھی کسی کو علم نہیں۔

خدا رحمت کند اس عاشقان پاک طینت را

شہید حریت منشی رسول بخش کا کوری
تحریک انقلاب کے ایک سربراہ اور وہ رکن جو وطن فروشی کا نشانہ بنے

تحریک انقلاب ۱۸۵۷ء مسلمان ہند کی حد سے عظیم جدوجہد اور سر فروشیوں کا ایک عظیم سلسلہ تھا جو ۱۸۵۷ء میں غازی نواب سراج الدولہ

ہوئے ہونان گھڑی کے ہنگامہ کے دوران امیر المجاہدین اور انکی جمعیت کو گورہ پلٹنے نے توپ دم کیا تھا سلطان فوج کی برطرفی کے بعد ہی رسول بخش صاحب لکھنؤ سے کاوری چلے گئے اور مستقل طور پر وہاں مقیم ہو کر جہاد حریت کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ مختلف مقامات میں تبلیغی دورے کرنے کے بعد آخر میں انھوں نے کاوری کے عوام کو نظم کیا اور خفیہ طور پر فوجی تربیت دینے میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ کاوری میں مجاہدین کی وہ جمعیت تیار ہو گئی جو منشی صاحب کی قیادت میں آزادی وطن کے لئے لڑنے میں کوہر و قت آمادہ تھی اور اس کا ہر جانب جہاد دشمن کے مقابلہ میں جان و دین اور جان لینے کو عین ایمان سمجھنا تھا جنگ آزادی کے چند ماہ پیشتر اطراف و جوار کے علماء و جہاد حریت کی رہنمائی میں معروف تھے اگر کسی میں جمع ہو گئے کیونکہ دہلی کے بعد اس زمانہ میں اگر وہ کو اسٹے اجمیت حاصل ہو گئی کہ وہ برطانوی موبیہ کا صدر مقام بنا دیا گیا تھا حضرت مولانا اللہ شاہ نے جب آگرہ پہنچ کر تحریک انقلاب کے اقدام کے لئے مشاورتی مجالس منعقد کیں اور یہ شہر ارباب علم و فضل کا مرکز بن گیا مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی حالات انقلاب میں لکھتے ہیں۔

مفتی انعام اللہ خان بہار محکمہ شریعت کے مفتی رہ چکے تھے اب بہت بڑے وکیل تھے حضرت آزر وہ (مفتی صدر الدین) صاحب کے خط کے ذریعہ شاہ صاحب (مولانا احمد اللہ شاہ) ان کے یہاں آگرہ مقیم ہوئے ان کا گھر علماء کا مرکز بنا ہوا تھا مفتی صاحب کے صاحبزادے مولوی اکرام اللہ صاحب و تصویر الشعراء مرید ہوئے۔

علماء و فضلاء کا یہ گلدستہ جسکی شیرازہ بندی اتیک علمی ادبی ذوق نے کر رکھی تھی مولانا شاہ احمد اللہ شاہ صاحب کے پہونچنے پر اس میں سیاسی رنگ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ اور مجلس کی شکل میں اس اجتماع کی تشکیل کی گئی اسکے ارکان کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو۔

مولوی شیخ اعتقاد علی بیگ صاحب، مولانا امام بخش صہبائی، سید باقر علی صاحب ناظم محکمہ دیوانی، مولوی ذوالرحمن صاحب، سید مرتب علی صاحب، مولوی خواجہ تراب علی صاحب، سید حسن علی صاحب، رحمت علی صاحب، مفتی ریا عین الدین صاحب، مولوی غلام جیلانی صاحب، غلام مرتضیٰ صاحب، منشی رسول بخش صاحب، شیخ محمد شفیع صاحب، مومن علی صاحب، باسط علی صاحب محمد عظیم الدین حسن صاحب، محمد قاسم صاحب دانا پوری، معین الدین صاحب، مولوی کریم اللہ خان صاحب، صدرا صدور قاضی محمد کاظم علی صاحب، تاج الدین صاحب طفیل احمد صاحب خیر آبادی، مولانا غلام امام شہید مفتی عبدالوہاب صاحب گویا منڈی ڈاکٹر وزیر خان صاحب، مولوی فیض احمد صاحب بدایونی مفتی انعام اللہ صاحب۔ یہ حضرات صدارت نظامت وغیرہ کے مختلف عہدوں

پر فائز تھے۔ یاد و کلام تھے جنھوں نے اس مجلس کی رکنیت منظور کی اور داے درے قدمے شاہ صاحب کی تائید و اعانت شروع کی۔

بالاخر اس اجتماع میں انقلابی اقدام کا پروگرام مضبوط ہو گیا اور جو حضرت بیرونی مقامات سے اپنے علاقوں کی تائید کرنے آئے تھے عملی اقدامات کی رہنمائی کے لئے ان مقامات پر واپس چلے گئے اور اپنے اپنے محاذ جنگ آزادی کے اعلان کا انتہا کرنے لگے۔ جس کی ابتدا اچانک وقت موعودہ سے پہلے ہو گئی چنانچہ جہادیت رسول بخش صاحب مقررہ پروگرام کے مطابق کاوری کے لئے روانہ ہوئے اور کانپور میں جنرل عظیم اللہ خان سے ملکر جہاد آزادی کے سلسلے میں طرہ عمل کے سلسلے میں صلاح و مشورے کرتے رہتے ہیں چند دیگر دوسرا اور جاگیرداروں کو انگریزوں کے مظالم اور جبر و استبداد کی نفرت و لاکر بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ اور وہ مجاہدین کی ہر ممکن اعانت کے لئے تیار ہو گئے رہنمایان جہاد نے طے کیا تھا کہ اودھ کے تمام اطراف و جوار میں علاقوں میں منظم معرکہ آرائی کے بعد پھر آزادی بلند کر کے دارالسلطنت لکھنؤ میں جمع ہو مانا جائے۔ جہاں سلطنت اسلامیہ کے احیاء و استحکام اور انگریزوں کی حکومت کا قلع قمع کرنے کا اہتمام مکمل کیا جائے گا۔

منشی صاحب کاوری پہونچ کر اپنے علاقہ کی تنظیم و تربیت میں نہمک ہو گئے۔ انکی جمعیت مجاہدین میں لکھنؤ کی اودھ شاہی فوج کے برخاست شدہ سپاہیوں کی ایک جماعت بھی تھی اس کے سب جوان مردان کے اشارے پر سر فروشی کے لئے حاضر تھے منشی صاحب نے انقلابی تنظیم کے استحکام کی خاطر کئی پولیس افروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ان سے گہرے تعلقات پیدا کر کے اپنا راز دار بنایا تھا تاکہ اڑے وقت میں وہ مجاہدین کی اعانت کر سکیں۔

۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی کے قبل از وقت اعلان بغاوت کی خبر سننے ہی انھوں نے فوراً طرہ لاکھ عمل کے مطابق لشکر مجاہدین کو راستہ کیا کہ حکام وقت کے خلاف نبرد آزمائی شروع کر دیں اور فتحیاب ہو کر مرکز جہاد لکھنؤ کی جانب کوچ کریں لیکن ایک راز دار پولیس افسر غدار ہی پر آمادہ ہو گیا اور اس نے گواہی پلٹنے کے انگریز افسر سے جہاد غلام غلام کی فحری کر دی۔ اور بمصدق گھر کا بھیدی لڑکا ڈھائے، انگریز افسر نے اسی وقت اپنی فوج کو حرکت دی اور لشکر جہاد لکھنؤ کے عین اس موقع مجاہد رہنماؤں کا محاصرہ کر لیا جب کہ رسول بخش صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ ایک مسجد میں بیٹھے تھے اور مشاورتی مجلس میں مصروف تھے۔ اور مجاہدین کو اقدام کے لئے آخری ہدایات دینے کے بعد حملہ کی تیاری پر بحث کر رہے تھے منشی صاحب کے ساتھ اس وقت ان کے دست راست منشی عبدالعزیز اور دوسرے رفقاء کار موجود تھے جن کی مجموعی تعداد اٹھارہ تھی انگریزی فوج نے ان نئے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا اور ملاقاتیں و مقدمہ ان سب حضرات کو شاہ پیر محمد کے ٹیلے پر بھانسی دیدی

کافی تھے۔

ان رہنماؤں کی قیادت اور مولانا دہاج الدین کے عملی اقدام نے مرآۃ اباب میں انگریزوں کو شکست دے کر قومی حکومت قائم کر دی نواب جو خان حاکم ضلع مقرر کئے گئے لشکر مجاہدین کا سپہ سالار نواب شہر علی خان لوہنیا گیا مولانا کفایت علی صدر شریعت مقرر ہوئے۔

مولانا دہاج الدین نے اپنے لئے کوئی عہدہ منتخب نہیں کیا بلکہ تھانہ میں تبلیغ جہاد اور تنظیم انقلاب کے فرائض اپنے ذمہ لے لے اسد علی خان قوب خان کے افسر علی مقرر کئے گئے۔ مولانا دہاج الدین ہر ہفتہ بعد نماز عوام سے خطاب کرتے اور اور انھیں غیر ملکی تسلط کے خلاف ہر ممکن جدوجہد اور عزم و استقلال سے سینہ سپر رہنے کی تلقین کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا اتفاقاً ضلع بھر کے مسلمان ان کے پرچم تلے مجتمع ہو گئے تھے حتیٰ کہ رامپور کے چٹھاؤں نے جب دیکھا کہ نواب یوسف علی خان (والی ریاست) کسی طرح انگریزوں کی طرفدار سے باز نہیں آتے تو چپکے چپکے جھٹوں کی صورت میں مراد آباد آئے گئے۔ اور لشکر مجاہدین میں شریک ہو گئے۔ ڈسٹرکٹ گزٹ مراد آباد میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے بن

جٹ القوم ضلع بھر میں برطانوی حکومت سے اپنی مخالفت کو نہایت صاف اور واضح طور پر ظاہر کیا۔ لاہور ملیکٹڈ کے دوسرے اضلاع کی طرح مراد آباد کے ضلع میں بھی غیرت دینی اور انگریزوں کے ہر بات سے نفرت کے جذبات نے مسلمانوں کو عام بغاوت پر آمادہ کر دیا تھا۔ مولوی دہاج الدین صاحب نے قیام حکومت کے بعد جو دورے کئے اور دوسرے مجاہد رہنماؤں سے رابطہ اتحاد کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں بریلی بھی پہنچے اور نواب خان بہادر خان سے مشورے کئے اس دورے میں مولانا کافی بھی ان کے ہمراہ تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام انگریز حکام راہ فرار اختیار کر کے نیپالی تال میں پناہ گزین ہو چکے تھے۔ اور ان کی حمایت و رسد رسان نواب رامپور نے اپنے ذمہ لی تھی۔ اور ساتھ یہ تجویز کی کہ سارا روہیلکھنڈ بریلی اور مراد آباد (مداویوں وغیرہ) اپنی فوج بھیج کر فتح کر لیں لیکن انگریز مہم کے نتیجے میں یہ گارہ نہ کر سکتے تھے کہ انکی بجائے کوئی اور ملک کے کسی حصہ پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ نواب نے مجبوراً دوسری تجویز یہ پیش کر دی کہ صرف مراد آباد پر حملہ کر کے اور اسے فتح کرنے کی اجازت دی جائے اور فوراً اپنے چچا عبدالعلی خان کو مراد آباد روانہ کر کے جہاد حریت کے رہنماؤں سے گفت و شنید شروع کر دی نواب جو خان اور متوا صاحب نے انھیں صاف جواب دے دیا کہ آپ مشرق سے ہٹ کر پٹن لائیں انگریزوں کے خلاف پہلے جہاد کا اعلان کریں اور مجاہدین کی سرکردگی اختیار کریں ورنہ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ انگریزوں کے طرفدار بن کر رہیں وہاں اور فقیہان ہو کر ضلع کو دشمنوں کے حوالہ کر دیں تو ہم ہر طرح معرکہ آرائی کیلئے تیار ہیں۔ ہمیں گوئے وہیں میدان "نواب رامپور نے مجاہدین کے تیور دیکھ کر اور

منشی رسول بخش صاحب ان شہداء حریت میں سب سے آگے تھے ان کے دو صاحبزادے منشی عبدالحی اور منشی عبدالعزیز اس وقت اپنے مکان میں تھے جب ان کو اس سانحہ کی خبر ملی باچشم غم صبر و شکر کرتے خاندان کے عورتوں بچوں کو لے کر نکلے کسی طرف نکل جائیں اور اعتراض کی عزت بچائیں۔

حضرت شاہ تراب علی شاہ سجادہ نشین تحیکہ شریف کا غلیہ کا کوری نے اپنے صاحبزادگان کو بھیج کر اپنے پاس بلا لیا۔ اور حفاظت تمام روپوش کر دیا مجاہدین کی جماعت میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور انھوں نے کسی کو سودا لشکر مقرر کر کے انگریز فوج اور پولیس اسٹیشن پر حملہ کر دیا۔ انھوں ریز معرکہ آرائی ہوتی رہی کشتوں کے پستے لگ گئے مگر مجاہدین نے ہار نہ مانی انگریز افسر تنگ آ گئے۔ آخر کسی نے حکام کو مشورہ دیا کہ منشی رسول بخش صاحب کے صاحبزادگان اور اہل خاندان کی تلاش بند کر کے انکی معافی کا اعلان کر دیں تو یہ رٹوائی بند ہو جائے گی۔ چنانچہ مجبوراً یہی کیا گیا عارضی طور پر اس بحال ہو گیا اور منشی صاحب کا خاندان اپنے گھر آباد ہوا لیکن کچھ عرصہ بعد وہ لوگ اطمینان سے گھر خالی کر گئے اور کسی محفوظ جگہ چلے گئے اب مجاہدین نے از سر نو جداد و قتال کا بازار گرم کر دیا اور مدتوں مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر بریلی ملک حاصل کر کے انگریزوں نے انھیں شکست دیدی۔ افسوس کہ غداروں نے ابتداء سے اس محاذ کو ناکام بنا دیا لطف یہ ہے کہ کسی تاریخی کتاب میں منشی رسول بخش کا حال درج نہیں کیا گیا۔ اور مؤرخین نے اس شہد وطن کی مجاہدانہ سرگرمیاں کا ذکر تک نہیں کیا۔ صرف ایک دو جگہ ان کا نام ضرور لیا ہے۔ حالانکہ تحصیل کا کوری کی سرکاری دستاویزات اور تحفید رپورٹس میں تفصیل مذکورہ موجود ہے جسکی بنیاد پر یہ حالات مرتبہ نقل کئے گئے۔

شہید حریت مولانا دہاج الدین کے اولوالعزم کارنامے

۱۸۵۷ء کے زمانہ میں ضلع مراد آباد کے محسوس برٹش بی سائڈ میں جے جے کمپلن جرنٹل جیٹ اور جے کرائٹ ڈسٹن سٹن ج تھے۔ کرائٹ ڈسٹن کو مراد آباد میں ۷ سال گذر چکے تھے اور وہ یہاں کے تمام عائدین سے بخوبی واقف تھا شہر میں مزاج سے بھی اسے پوری واقفیت حاصل تھی۔ یہی سبب تھا کہ جب حکام ضلع کو مراد آباد اور اس کے اطراف و جوانب میں جنگ حریت کے شعلے پھیلنے نظر آئے تو ضلع کی نظامت انھیں کے سپرد کی گئی۔

جو اصحاب شہر میں جہاد حریت کی دہائی کر رہے تھے انہیں مولانا دہاج الدین پیش پیش تھے۔ ان کے ساتھ دوسرے سربرآوردہ علماء راہد مجاہدین میں سے نصر مٹا خانی عصمت اللہ فاروقی، نواب عباس علی خان، اسد خان، نواب مجدد الدین خان عن نواب جو خان، نواب شہر علی خان مولانا کفایت علی

مراد آباد کے جو شمس و خورشون کا حال معلوم کر کے نواب جو خاں کو پیام دیا کہ ہم تمکو اپنا ناظم تسلیم کرتے ہیں۔ تمہاری حکومت رانیور کے ماتحت رہے گی جب بریلی میں نواب خان بہادر خان کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فوراً جیل بخت خاں کو ان کے لشکر مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا کہ وہاں کا جائزہ لیں اور نواب رانیور کو مراد آباد کے مجاہدین کے ساتھ ساز باز نہ کرنے دینا، شہزادہ فیروز شاہ پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ جیل بخت خاں رانیور ہوتے ہوئے (جس کی تفصیلی کیفیت گزشتہ مضامین میں بیان ہو چکی ہے) مراد آباد وارد ہوئے اور مجاہد رہنماؤں سے ملاقات کر کے صورتحال معلوم کی۔

مجاہدین کی سرگرمیوں کا یہ عالم دیکھ کر نواب رانیور نے اپنے نمائندوں کو موہن جگ کے دوسرے بلایا۔ جیل بخت خاں کو اطمینان ہو گیا کہ وہاں کی حالت بہت تشویش ناک نہیں ہے اور نواب جو خاں اور مولانا دہاج الدین نے ان کو پوری طرح یقین دلایا کہ ہم کسی قیمت پر بھی انگریزی حکومت کے ہوا خواہوں سے تعاون کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ شہزادہ فیروز شاہ کی موجودگی کے سبب بھی مجاہدین کو بڑی تقویت پہنچی ہوئی تھی اس لئے جیل بخت خاں مراد آباد سے، راجون کو بھی روانہ ہو گئے لیکن نواب رانیور کی مداخلت نہ ہوئی وہ انگریزوں کی شہر پر بار مراد آباد والوں کی سلسلہ بندی کرتے رہے اس کی پوری تفصیل تحریک انقلاب کے حالات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے آخر نواب رانیور کی فوج کے ساتھ مگر مراد آباد کی فتح کی تیاریاں کرتے رہے لیکن عرصہ دراز تک مقابلہ ہی نہ ہوئی اور انگریزوں کی مکت علی غداروں کے جال پھیلنے میں کامیاب ہو گئی، شہزادہ فیروز شاہ پہلے اپنی فوج کو لیکر اطراف و جوار میں موہرہ آرائی کے لئے پہلے گئے تھے۔ تقریباً ایک سال بعد دوبارہ مراد آباد آ گئے کیوں کہ لکھنؤ و جلی اور بریلی وغیرہ سے مقامات پر انگریز قابض ہو گئے تھے۔ ۲۴ اپریل ۱۸۵۷ء کو رانیور کی فوج کے ساتھ کاظم علی خاں اور گوراپٹن اور گورکھوں وغیرہ کے لشکر کثیر کے ساتھ جیل جانیس نے مراد آباد پر حملہ کیا، مولوی دہاج الدین اور دوسرے رہنماؤں کی معیت میں اور شہزادہ فیروز شاہ کی قیادت میں مجاہدین نے ان فوج کا جی توڑ کر مقابلہ کیا۔

روایت ہے کہ خواجہ مراد آباد مراد آباد میں زیب تن کر کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مجاہدین کے گروہ میں شریک ہو گئیں اور مراد آباد و دلی کے ساتھ اپنے مردوں کے دوش بدوش لڑتے رہے، اندرونی سازشوں اور مجنوں کی ذلت کے سبب مجاہدین کے پاس سامان حرب کی کمی ہونے لگی اس کے باوجود انہوں نے ہتھیار نہ ڈالے اور میدان کارزار میں ڈٹے ہوئے دشمنوں کے دانت کھٹکتے رہے مگر تاہم انگریزوں نے دیر میں اعانت اور قوت کے سبب غالب آئے اور شہر پر قبضہ کر لیا شہزادہ فیروز شاہ سبھل والی سرکے روانہ ہو کر کندی جوتے ہوئے آنڈل اور وہاں بریلی پہنچے انگریزوں نے بقیۃ السیف جانا ناناں حریت کی گرفتاریاں شروع کیں اور شہر میں

لوٹ مار مچانے لگے، عسکر جگہ پھانسی کے پھندے لٹکائے گئے جس کو جاسوس اور کینے مجنوں نے مجاہد بتایا اسے پکڑ کر پھانسی پر لٹکادیا کوئی پریش اور چارہ جوئی نہ تھی ان شہداء نے حریت کی بادی میں جو پھانسی پکڑ کر مر گئے دہلی پر قربان ہوئے اور وہیں دفن کر دیئے گئے، علی گڑھ شہید آباد ہو گیا جواب تک ایسا نام سے شہر ہے مولانا دہاج الدین صاحب روپوش ہو گئے اور درپردہ دوبارہ مونیخ کا تلاش میں رہے کہ ایک اور پھر قسمت آزادی کر سکیں وہ اپنے مکان ہی میں سکن گزیں تھے مگر کسی حکم کی یہ جرات نہ تھی کہ تلاشی کا حکم دے۔ چنانچہ مجنوں کو ان کے چھوٹے دیانگیا، مولوی صاحب کے لئے جیل خانے خالصین اب بھی حیفہ طور پر ان سے ملاقات کے لئے جانے رہتے اور وہ حب عادت رہ چھوٹے جیل سے ملے، گوئی حد تک قلمبند ایک تک حرام غذا جو مولوی صاحب ہی کے ٹکڑوں کا پلا ہوا تھا ایک روز موقع پا کر اپنے ساتھ ایک خفیہ سرکاری جماعت کو مسلح لیکر ان کے دروازہ پر جا پہنچا، تمام لوگ ادھر ادھر چھپے رہے اور اس نے دروازہ پر آواز دی، مولوی صاحب نے اس کی آواز پہچان کر دوسرے دروازہ کھولنے کو کہہ دیا کہ آنا فنا ایک مسلح گروہ چاروں طرف سے ہل کر کے فوجی رسالہ کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ مولوی صاحب کے ایک وفادار ملازم نے مداخلت کی جو فوراً شہید کر دیا گیا، مولوی صاحب نے اللہ اکبر کہہ کر پاس لکھی ہوئی صندوق اٹھائی لیکن اس سے پہلے کہ کوئی چلائیں برطرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور حضرت مولانا کا کلمہ شہادت پڑھنے ہوئے واصل بھی ہوئے۔ آپ کی اور ملازم کی نعشیں فوجی رسالہ نے اٹھالیں اور اپنے ساتھ لے گیا اور اتنا دلازم دونوں کو برابر دفن کر دیا۔ بعد میں دونوں کی قبریں پختہ تعمیر کی گئیں جو علی گڑھ سرٹس میں کچھ پریوڈیشن بندوں کی مسجد سے متصل ایک احاطہ میں موجود ہیں اور ان پر نیم کے درخت کا سایہ ہے، مولانا علیہ الرحمۃ اور ان کے اہل خانہ کی تمام جائیداد اور املاک ضبط کر لی گئیں۔

”بے خطر کو پڑا آتش نرد میں عشق“

شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت دلا نا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کی مخالفت اور برطانوی استبداد سے مسلمانوں کی آزادی میں مولانا افضل حق مرحوم کی تحریک آزادی کے ممتاز رہنما تھے، مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا وہ آپ کی گرانقدر کتاب ”بکناٹہ اجیر“ سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب بھی انگریزوں نے ضبط کر لی تھی، چند نسخے جو بچ رہے وہ آج بھی کہیں کہیں ضلالت اہل سنت کے پاس پائے جاتے ہیں۔

محمد علی شوکت علی

یہ دونوں صاحبان گویا علماء و خطا میں کے طبقہ میں شامل نہیں مگر آزادی ہند و انگریزوں

سید صاحب خود فرماتے ہیں ... ہم سرکار انگریزی پر کس سبب جہاد کریں اور
خلافت اصول مذہب، طریقہ کا خون بلا سبب گرا دیں۔ ع
تاریخ کا اہل فیصلہ ہے کہ ... آپ کی (یعنی سید صاحب کی) سوانح عمری اور
مکاتیب میں بیشک سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں اے اور اعلیٰ طور پر
سید صاحب نے بہ دلائل شرعی اپنے پیروگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت کرنے
سے منع کیا ہے۔ ع

مکتبہ میں دوران قیام شاہ اسماعیل نے جو انگریزوں کی حمایت کی ہے مونیوں
کے نزدیک ناقابل انکار ہے۔ یہ بات کسی ایک راوی کی روایت سے ثابت نہیں بلکہ
سید صاحب کی سوانح عمری اور مکاتیب میں بیشک سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے
ہیں جہاں بالاعلان انگریزوں کی حمایت میں قرآن و حدیث کا سہارا لیا گیا ہے۔ انگریزوں
کے خلاف جہاد کو نہ صرف ممنوع اور نامدست بنایا گیا بلکہ انگریزوں کے جہاد کی تردید
کرتے ہوئے ان کی حکومت کو غیر مستقیم اور بے ضرر قرار دیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ
مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان
جہادین آنادی سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ برطانیہ پر آپ بھجی نہ آئے دیں۔ یہ حمایت محض
لفظی حمایت نہ تھی بلکہ سید صاحب امدان کے گردہ کے سر پر آوردہ حضرات نے عللاً
ثابت کیا ہے کہ وہ انگریزوں کے دناور ہیں۔ میں آپ کا ذہن تاریخ کے ایک اہم واقعہ کی
طرف لجا ناچا ہوتا ہوں حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ دارالخوان نے جب انگریزوں کے خلاف
جہاد کا فتویٰ دیا اور ہندستان کو دار الحرب قرار دیا تو سنی مسلمانوں نے علم بغاوت لے لیا۔ انھوں
میں ہندو لیکر میدان میں نکل پڑے لیکن انھوں نے صدارتوں سے ہندو قتلے سے ان جہادین
کو روکا کہ مقابلہ انگریزوں سے پہلے جس گردہ سے ہوا اسے آپ تذکرۃ الرشید میں درج کیا
ماشع الہی یہ تھی میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی در شیعہ لکھ گویا اپنے
رفیق جانی مولانا قاسم ناٹوٹی اور طبیب روحانی حضرت حاجی صاحب دینار حافظ خاں صاحب
کے ہمراہ تھے کہ ہندو تھیوں (یعنی جہادین آنادی) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ جہاد آزاد طبقہ
(یعنی علماء دیوبند) اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہتھیار
دالان تھا۔ اس لئے اہل بہار کی طرح پلجہ کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے
تیار ہو گیا۔ ع

ایسی انگریزوں کی کانتیرہ تھا کہ شاہ محمد الحق دہلوی جو سید صاحب اور انگریزی حکومت
کے درمیان رابطہ تھے وہ انگریزوں کے قتلے میں مددگار ہوئے کہ سید صاحب
کو بنیاد کرتے تھے۔ اس وقت ایک ہڈی سات ہزار روپے کی جو بیڑیہ باہول
دہلی میں ملے مولیٰ محمد اسحاق صاحب بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی، مک پنجاب

ع و تاریخ عجیبہ ص ۳۳۷

ع تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۵۰۵

کی مخالفت میں جو انہوں نے مساعی کی ہیں وہ محتاج تعارف نہیں یہ دونوں صاحب
اعتقاد اسی تھے اسی وجہ سے دیوبندیوں نے انہیں بھی بدعتی اور مشرک قرار دیا
ان کے علاوہ طبقہ علماء میں مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی مولانا فخر الدین فی الاکابر
مولانا ہدایت رسول وغیرہم سنی بریلوی علماء کی مقتدر ہستیاں صرف اس وجہ سے جیل کی
کال کو ٹھہروں میں جھوس رہی کہ یہ لوگ انگریزوں سے جہاد کرنے میں سرگرم عمل تھے ایسے
تمام حضرات کے کارناموں کے لئے ایک وسیع کتاب کی ضرورت ہے جس کے لئے اس
مضمون میں کجائرش نہیں۔

بھارت کی آزادی میں علمائے اہل سنت کی غیر معمولی قربانیوں کی ایک جھلک
آپ نے دیکھ لی اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں تاکہ دلوں کے غداروں سے ملک
و ملت کو بچایا جاسکے۔

سید صاحب اور شاہ اسماعیل

۳۲۷ء میں سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی انگریزوں
کے اشارے پر سکھوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ شاہ صاحب دغظ کھینے میں خاصی بہادری
رکھتے تھے۔ اسی لئے انھیں انگریزوں کی حمایت اور سکھوں کی مخالفت میں ایک گونہ کامیابی
میں حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ وہ مکتبہ میں سکھوں کے خلاف دغظ فرما رہے تھے کہ انھوں نے دغظ
کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں سے جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے وہ بھی
تو ظالم اور کافر ہیں تو اس کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا ... انگریزوں کے جہاد میں
مسلمانوں کو کوئی اذیت نہیں اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں، ہمارے مذہب کی رو سے
ہم یہ یہ فرض ہے کہ انگریزوں سے جہاد کرنے میں ہم کسی مشرک نہ ہوں۔ ع

مرزا جیت دہلوی فرماتے ہیں ... مکتبہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا
دغظ فرمایا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے درخت
کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کرنا
کسی طرح واجب نہیں ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی احوال کے
ادارے میں یہ وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی
آزادی ہے۔ بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی
گورنمنٹ برطانیہ پر آ پٹ نہ آئے دیں۔ ع

مورخین صحت روایت کے اقرار کے ساتھ لکھتے ہیں ... یہ بھی صحیح روایت ہے
کہ انھوں نے قیام مکتبہ میں ایک روز مولانا اسماعیل شہید دغظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے
مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں
مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے دردی اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست
نہیں۔ ع

ع و تاریخ عجیبہ ص ۳۳۷ و تاریخ مذہب الاسلام مطبعہ لاہور ص ۶۶ ع حیات طیبہ ص ۶۶
جرت دہلوی ص ۲۱۶ ع و تاریخ عجیبہ ص ۳۳۷

ہیں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپے کی واپسی کا دعویٰ عدالت دہلی میں دائر ہو کر ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔ ۱۰ ع

سید صاحب نے انگریزوں کی مدد میں طریقے کی پہلی مدد اس طرح کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کو شرعاً ناجائز قرار دیا۔ دوسری مدد اس طرح کہ خدا انھوں نے ایسا ماحول بنادیا کہ اکابر دیوبند جہادین آزادی سے نکلائے گئے اور بغیر مدد اس طرح کہ مسلم اہل اہل اور دوسرا کو انگریزوں کا ہمنوا بنایا۔ چنانچہ حیات طیبہ کا مصنف بلا خوف ترویج لکھتا ہے۔

۱۱ "ہیٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش تھا۔ دو دن لشکر کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں، لارڈ سٹینگر اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیت میں اتارا تھا۔ ۲ ع

امیر خاں کا پورا نام ذوالعظیم الخاں ہے۔ والی ٹوٹک تھے۔ انگریزوں نے جب ذوالعظیم الخاں صاحب کو شکست دے کر خانہ بار بد کر دیا۔ دولت و سلطنت چھین لی تو مجبوراً امیر الخاں نے گوالیار میں پناہ لی۔ ایسے انگریزوں کو بھی شیش بنانا سید صاحب کا واقعی ایک غنیمت کا نام تھا جسے انگریز فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ انہی کارگزاریوں کی بنا پر سید صاحب کے لشکر کے لئے راکش پانی کا انتظام انگریزوں نے بہت زبردستی کیا تھا۔ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی فرماتے ہیں۔ ۱۰ "اتنے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند بالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اترا اور پوچھا ہاتھ میں لئے کشتی پر بچا اور مزاج پر کسی کے بعد کھڑے رہنے سے میں نے اپنے لازم پہاں کھڑے کر لئے تھے کہ آپ کا اطلاع کریں۔ آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قائد کے ساتھ آج تھا ہے مکان کے سامنے ہو چکی۔ یہ اطلاع پاکر میں غروب آفتاب تک کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ تیار کرانے کے بعد لایا ہوا سید صاحب نے حکم دیا کھانا اپنے برتنوں میں حقل کر لیا ہائے اور کھانا لیکر قافلہ میں تقسیم کر دیا اور انگریزین گھنٹہ گھر کر چلا گیا۔ ۳ ع

غور فرمائیے! یہاں بادشاہ ظفر سلطان نیپال اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے نفور سے انگریزوں کی رات کی نیند حرام ہو جائے تمام جاہدین آزادی کو موت کے گھاٹ اتار دینا انگریزوں کے اختیار کا لقب العین ہو، جواب دیا جہاد کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کیلئے والا انگریز سید صاحب کے لشکر کے لئے راکش پانی کا انتظام کیوں کر ہے؟ انگریزوں کی عیاری سے جو لوگ واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی چکی چربی بالوں میں کتنی گہری سازش ہو چکی ہے انگریزوں نے سید صاحب کو پادری صاحب کہہ کر دھوکا ملے۔ اول یہ کہ مسلمانوں کا انگریزوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے میں دیا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کی توجہ انگریزی مظالم سے ہٹا کر سکھوں کی طرف مبذول کر دیا۔ انگریز خوب جانتا تھا کہ اس نے اختیار مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینا

ہے لہذا دہلی کی جہاد جہد مسلمان کی طرح دوسری قوم نہ کر سکی گی۔ اس لئے مسلمانوں کو متحد نہ ہونے دیا جائے چاہے اس کے لئے سید صاحب امداد کے لشکر کی پرنسپل ہی کرنی پڑے۔ انگریزوں نے تمام مسلم سپاہیوں کو چھوٹ دے رکھی تھی کہ وہ سید صاحب کے اعزاز و اکرام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں کیونکہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا ذریعہ نہ تھا۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

۱۱ "حلقہ الہ آباد میں جو مسلمان سپاہی مختلف خدمات پر متین تھے اور تین سو کے تعداد میں تھے انھوں نے انگریز قلعہ دار کی اجازت سے حضرت (سید صاحب) کو تلعوں پر تشریف لانے کی رخصت دی۔ شہر نشین پر جو مسلمانین سابق کی تخت کاہن آچکے بھلیا۔ ۲ ع

سوچئے! جاہدین آزادی پھانسی کے تختوں پر لٹکائے جا رہے ہیں، علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کو کالا پانی کی سزا دی جا رہی ہے۔ اور سید صاحب کو انگریز قلعہ دار کی اجازت سے شہر نشین پر بٹھا جا رہا ہے کیا تاریخ اسلام کی یاد تازہ رہی رہنا کی ایسی مثال مل سکتی ہے۔ جس نے پوری قوم سے غداری کی ہے۔ اگر کوئی عقیدہ میرے اس ریمارک میں تلخی محسوس کرتا ہو تو مجھے معذرت سمجھے اس لئے کہ جب کبھی مجھے لگتا کہ تو قلم ادبی شہر یوں کے، بجائے جگر کے گلوں کو پیش کرتا ہے۔

میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ سید صاحب کا سکھوں کے خلاف مسلمانوں کو صف آراء کرنا، انگریزوں کا سیاسی اسٹنٹ تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے بچوں کا قتل دہلی میں مسلمانوں کے قتل عام کا روح فرسا خطرہ اور عورتوں، بچوں کا خون، مسلمانوں کی آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔ انگریزوں کو خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان متحد ہو کر انہیں کھڑے نہ ہوں، کیوں کہ علامہ اہل سنت نے جہاد کو فتویٰ دیدیا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے انہی پانی پالیسی، خرید و، خرید و، لاؤ (۳) حکومت کر رہے تھے کہ اس کے لئے ان کی نظر سید صاحب اور شاہ اسماعیل پر پڑی۔ سودا ہو گیا۔ پھر کیا تھا، سکھوں کے مظالم بیان کئے جانے لگے، مسلمانوں کی توجہ اصل دشمن سے ہٹ کر ہم وطنوں کی طرف مبذول ہو جائے۔ چنانچہ سید صاحب نے انگریزوں کی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق ہندوستانی مسلمانوں کے ذریعہ سکھوں سے جہاد کے نام پر مسلمانوں کی سلطنتوں کو مزید کچلنے کا پورا اور اوتھو متھو جیتا لیا۔ چنانچہ سید صاحب کا عقیدہ تندہ و بد مذہب و بد جہاد تھا۔ ۱ ع

۱۱ "ملاحظہ کتابات احمدیہ یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ سید صاحب نے واسطے تباہی سلطنت پنجاب کے، جس قدر سیف و دستان کا کام لیا تھا اس سے زیادہ قلم و زبان سے آپ نے کام لیا تھا۔ نجارا اور کاشغر اور افغانستان اور

سید صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”نہا کہے از اہل اسلامین تنازعہ داریم نہ با یکے از رؤسائے مومنین مخالفت۔ بلکہ از مقابلہ داریم نہ با بدعیان اسلام۔ صرف با درازن میان مقابلہ نہایک گویان و اسلام جوایں و نہ با سرکار انگریزی مخالفت داریم۔ نہ هیچ رتا نزاعہ کراز رعایا و نہ ہستیم بمخالفتی از ظالم برایا۔“

ترجمہ:۔ کسی مسلمان حاکم سے ہمارا جھگڑا ہے نہ کسی مسلمان رئیس سے ہماری مخالفت نہ کافروں سے مقابلہ ہے اور نہ میان اسلام سے۔ ہماری جنگ صرف لائے بال والوں (بدعی سکھوں) سے ہے۔ ہماری مخالفت نہ مگر گور طلبان اسلام سے ہے اور نہ ہی سرکار انگریزی سے۔ کیونکہ ہم ان کی رعایا میں اور ان کی پناہ و حفاظت میں منظم سے محفوظ ہیں۔

”بلکہ از مقابلہ داریم نہ با بدعیان اسلام۔“ اور ”نہ با سرکار انگریزی مخالفت داریم“ ان دو واضح جملوں نے بتا دیا کہ سید صاحب کی تمام ملاٹوں کی نوعیت کیا تھی؟ خود فرمایئے جو جنگ کفر و اسلام کے اختلاف کی بنیاد پر نہ لڑی تھی ہمارے اسلامی جنگ قرار دینا اور اس کے سپاہیوں کو مجاہدین یا سرکارانہ کی اسلام کے تصور جہاد کو مجروح کرنا نہیں ہے؟ سید صاحب نے اپنی ساری جدوجہد کو بے نقاب کر کے بتایا کہ اس کا تعلق کفار و مشرکین سے نجات حاصل کرنا نہیں ہے اور نہ ہی سرکار انگریزی سے انھیں کوئی مخالفت ہے وہ تو مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو صرف لائے بال والوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ انگریزی حکومت سے عدم مخالفت کی وجہ سید صاحب یہ بتاتے ہیں کہ وہ اور ان کی قوم انگریزوں کی پناہ و حفاظت میں منظم سے محفوظ ہے۔

بے شک سید صاحب اور ان کی مختصر سی است منظم سے محفوظ تھی۔ ظلم کے پہاڑ تو تحریک آزادی کے علمبرداروں پر ٹوٹے تھے۔ منظم کی موسلا دھار بارش علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اہل سنت پر ہو رہی تھی جنھیں انگریز دہشت میں برقی اور قریحاً کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی جاتی ہے۔ ظلم و ستم اور جبر و تشدد تو ان لوگوں پر روا رکھا گیا تھا جو انگریزوں کو ذلیل و رسوا کر کے ہندوستان کو الپاک و جود سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ ایسے ظلم و جبر کے دور میں سید صاحب اور ان کا مختصر سا گروہ یقیناً ماموں و محفوظ رہا ہو گا کیوں کہ جسے انگریزوں کی سرپرستی حاصل ہو اس سے زیادہ انگریزوں کے اقتدار میں کون ماموں و محفوظ رہ سکتا ہے؟ کاش سید صاحب کی سکھ دشمنی انگریز دہشت کا نتیجہ نہ ہوتی۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ جب آپ سکھوں سے جہاد کے لئے کوثر لیفے مانتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دوسکھوں سے جہاد کرنے کو جاتے ہیں۔ انگریز جو اس ملک پر ماکم ہے وہ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ مگر کہ گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لیلو یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جائے گا۔

سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک جہین کریم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے۔۔۔۔۔

ہوستان اور سندھ و پنجاب و کشمیر و کافان وغیرہ کے کل مسلمان امراء اور رؤساء اور خاندان شاہ شجاع بادشاہ کابل آپکے ساتھ شریک ہو چکے تھے۔ عرا

اگر سید صاحب انگریزوں کے وفادار نہ ہوتے تو وہ مذکورہ طاقتوں کو متحد کر کے انگریزوں کے خلاف استعمال کرتے اور کھوٹے ہوئے اقتدار کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے لیکن ان کی تحریک کو چونکہ انگریزوں نے منجم دیا تھا اور سید صاحب کو ہر طرح کی مالی امداد حاصل تھی اسی لئے انھوں نے مثل باشاہوں کے سانچے جو افغانی مسلمان تھے کی توجہ انگریزوں کی طرف سے ہٹا کر سکھوں کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو گئے اور انگریزوں کی منفعت بھی اسی میں تھی کہ مسلمان سکھوں سے کھڑائی تاکہ ہندوستان میں دونوں طاقتیں آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائیں اور انگریزی اقتدار اسلامت رہے۔

سید صاحب نے انگریز دہشت کا حق صرف اسی صورت میں نہیں ادا کیا کہ ملکہ امرا اور رؤساء کی توجہ سکھوں کی طرف پھیرے۔ انگریزوں کو ہر طرح سے محفوظ رکھا، بلکہ انگریزی اقتدار کی بھی خواہی کے لئے مجاہدین آنادی سے خود جنگ کا جو مغلیہ سلطنت کے حامی اور انگریزوں کے دشمن تھے۔ چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا بیان سوانح نگار ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

”حضرت (گنگوہی) نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انیسٹہ نے مجھے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے۔ بہت سی کرامتیں و نشان و نشان سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عا۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی نور حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسیحی یا محمد خاں مالک یا عستان سے کیا تھا۔ عا۔ یا محمد خاں مالک یا عستان نہ کسی انگریز یا فرنگی نام ہے نہ کسی سکھ یا راجہ کا۔ یہ ایک گروہ اور اہل قبلہ کا نام ہے جس سے سید صاحب نے پہلی جنگ کی۔ اس سے زیادہ سید صاحب انگریزوں کی مدد اور کیا کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء کرنا اور ہندوستانی مسلمانوں کی توجہ انگریزی اقتدار اور ظلم و ستم کی داستان سے ہٹا کر سکھوں کی طرف مبذول کرنا اور کبھی کبھی انگریزی اقتدار کی حمایت میں اسے عادل اور حافظ با دکرنا سید صاحب کی الہی و فاداری ہے جسے انگریز بھی فراموش نہیں کر سکتا چنانچہ شمال مغربی سرحدی سید صاحب نے جب اپنی ایک آزاد حکومت قائم کی تو ایک اعلامیہ شائع کیا جس کے مندرجہ ذیل فقرے غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ ان فقروں نے سید صاحب کی انگریز دہشت کو بے نقاب کر دیا۔

دامن کو لئے ہاتھ میں بھٹتا تھا یہ قاتل

کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

علا تواریخ عظیمہ ص ۱۷۱ مولانا گنگوہی اور حافظ جانی کی سب سے بڑی مشترک کرامت یہ بیکار ہو کر ملحقہ دہلی کو مولوی بابائی لکھنوی بنایا۔ انھوں نے کھنڈی کے کچھ دہلی پریس دہلی عا۔ شریعت لکھنوی ص ۱۹۱

سکھوں سے جہاد کا دعوہ صرف یہ ہے کہ وہ برطانوی اسلام پر ظلم کرتے ہیں اور اذیت دینے پر ارض مذہبی ادا کرتے سے مزاحم ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ اور سرکار انگریزی کو حکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و زیادتی نہیں کرتی۔ نہ انکو ادا سے عبادت سے روکتا ہے۔۔۔۔۔

انگریز دوستی کی اس سے زیادہ بدترین مثال اور کیا مل سکتی ہے کہ سید صاحب سکھوں کے ظلم و جور وادارے۔ لیکن بے شمار مسلمانوں کا انگریزوں کے ہاتھوں مرگے گناہ اترا جائیاد نہ رہا۔ کیوں کہ سید صاحب ظالم انگریزوں کی دغا داری کا حلف اٹھا چکے تھے۔ سید صاحب نے سکھوں کے تعلق سے قطعی باقی بیان کی ہیں حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً بیس سال قبل انگریزوں کے ہی ظالم کی ایسی تفصیل بیان فرمائی ہے اور ایسا پرانے کی مقبوضات کو حضرت شاہ صاحب نے دارالحرب قرار دیا تھا۔ اس کے بعد بھی علمائے اہل سنت خصوصاً حاجی جلیل علامہ نقل حق خیر آبادی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ لیکن ان فتوؤں کا اثر ان لوگوں پر کیسے پڑا جو انگریزوں کی چوکت پر ملنے کی دعوت میں موجود نیازا رہے تھے۔

سید صاحب نے انگریزوں کا اقتدار کو مضبوط بنانے کے لئے نہ صرف مسلمانوں کا رخ سکھوں کی طرف پھیرا بلکہ ہندوں کو بھی مشتعل کر کے اپنے لشکر میں شامل کیا اور بعضی بھی سکھوں سے لڑایا۔ چنانچہ رام رام ہندو پر سید صاحب کا جادو اثر کر چکا تھا اور سید صاحب نے اسے اپنا مستند بنالیا ہمال تک کر پورا توپ تانہ اسی کی گماندہی میں دے دیا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد میاں ظالم علی جمیہ علمائے ہند اپنی کتاب علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد دوم دہرہ شتانی مسلمان اور تحریک آزادی، رام رام ہندو کی سید صاحب کے لشکر میں شمولیت اور اس کے کارنامہ کا اقرار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔۔۔۔۔

”رام رام ہندو سید صاحب کے توپ خانہ کا کمانڈر ہے اور سکھوں کی فوج پر گولہ باری کر رہا ہے۔۔۔۔۔“

اب اس لشکر کے بارے میں تاریخی کا کیا خیال ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں پر مشتعل ہو۔ کیا اس میں ہرنے والے اسلامی شہید ہیں؟ کیا رام رام ہندو سید صاحب پر جان قربان کر کے شہید بن سکتا تھا؟ تو ہر کس لشکر کے دیگر مشغولہ کو لگا شہید کیوں کہا جائے؟ جب کہ پورا لشکر انگریزوں کی بیایات پر عمل کر رہا تھا وہیں پر پوجہ نہ ہوتی تو تاریخ کے چند تراشے ملاحظہ ہوں

① بھلا مسلمانوں دینی سید صاحب کی پارٹی، کو گورنمنٹ انگلش سے کیوں سروکار ہونے لگا۔۔۔۔۔

② ”ہماری عادل سرکار کے قبضہ میں آگئی۔۔۔۔۔“

سید صاحب کی دغا داری کو بیان کرتے ہوئے ان کے عقیدہ و تہذیب کے عیاں مورخ کی تکذیب بھی کی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔

③ ”ڈاکٹر ہنر صاحب اور دوسرے متعصب مؤلفوں نے سید صاحب جیسے خیر خواہ اور غیر انڈین سرکار انگریزی کے حالات کو بیل بدل کر مخالفت کے پیرا میں لکھا ہے۔۔۔۔۔“

گویا سید صاحب انگریزوں کے مکمل دغا دار تھے۔ ان کے متعلق جہاں جہیں انگریز دشمنی بیان کی گئی ہے وہ ڈاکٹر ہنر جیسے سخت عیسائی اور دیگر مذہبی کا محض تعصب ہے۔ کیوں کہ سید صاحب فی الواقع سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خیر اندیش تھے۔۔۔۔۔

دلی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری
اب سید صاحب کا وہ فتویٰ پڑھئے جو انگریزوں کی غلامی میں ڈوبا ہوا ہے۔

④ پنجاب میں اس وقت ایک ایسی عادل اور بے ریا گورنمنٹ کی عملداری تھی کہ جس سے کسی طرح مخالفت باوجود نہیں۔۔۔۔۔

جب پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ نہ تھا اس وقت سید صاحب نے سرحد پار اپنا ایک آزاد ریاست بنائی پھر پنجاب جو اس وقت ہمارا بد رجحیت سنگھ کے قبضہ میں تھا کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کی تاکہ انگریزوں کا اقتدار کی راہ میں جو سب سے بڑی رکاوٹ ہے وہ قلعہ ہو۔ سید صاحب نے اپنے معتقدین کو یقین دلایا تھا کہ فتح پنجاب سے پہلے ہی مراد گاہنی۔ کہا جائے کہ یہ سید صاحب کا اہام تھا، مولوی محمد جعفر قزاقی فرماتے ہیں۔

”دعوت فتح پنجاب کے اہام کا آپ کو ایسا وثوق تھا کہ آپ ان کو سرا سر صادق اور ہنہار کچھ کر رہا۔ فرماتے اور اکثر کتابت میں لکھا کرتے تھے۔۔۔۔۔ کہ ملک پنجاب میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ ہوگی۔۔۔۔۔“

یہ اہام کس طرح پیدا ہوا وہ بھی ملاحظہ ہو۔

”سلطنت پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور عادلانہ مذہب قوم کے ہاتھوں میں آگئی جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح تصور کرتے ہیں اور غالباً سید صاحب کے اہام کی صحیح تادیل ہی ہوگی جو ظہور میں آئی۔۔۔۔۔“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سید صاحب نے سکھوں سے جنگ اسلام اہل اسلام کے لئے ہرگز نہیں کی تھی بلکہ انگریزی مملکت کی توسیع کے لئے یہ سب پاپڑ بیٹے تھے جیسا کہ ان کے اہام کی صحیح تادیل سے معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب کا ایک عقیدہ تہذیبی مغرب سے پیدا کرتا ہے کہ۔۔۔۔۔

علاؤ تاریخ مجلیہ ص ۲۳۷ علاؤ ایضاً ص ۲۲۷ علاؤ تاریخ عجیبہ ص ۱۵۱
علاؤ ایضاً ص ۱۸۱

علاؤ تاریخ احمدی ص ۱۹ علاؤ علمائے ہند کا شاندار ماضی ج ۲ ص ۲۷۸
علاؤ حیات طیبہ ص ۳ علاؤ ایضاً ص ۱۸۱

”وہ اس آزاد عملداری (یعنی انگریزی عملداری) کو اپنی ہی عملداری سمجھتے

تھے۔ عرا

کہتے دیکھ کر

جعفر از بنگال صادق از دکن

ننگ آدم ننگ دیں ننگ وطن

بڑی نا انصافی ہوگی اگر سید صاحب کو میر جعفر ابراہیم مادی کے برابر کیا گیا۔ اس لئے کہ جعفر و مادی نے انگریزوں کا ساتھ اس لالچ میں دیا تھا کہ انگریز بہادر اصفیل تھلہ سونپ دیں گے لیکن سید صاحب کا معاملہ دوسرے دوسرے سے ہی حکومت کے خواباں تھے بلکہ انگریزوں کی عملداری کو ہی اپنی عملداری سمجھتے تھے۔ اس لئے سید صاحب انگریز مادی میں جعفر و مادی سے بلند تر ہیں۔ انگریزوں کی غلامی میں یہ میر جعفر ابراہیم مادی سید صاحب کے گرد اپنے برابر نہیں۔

بات اگر سید صاحب اور شاہ اسماعیل دہلوی کی انگریز مادی پر ختم ہوئی تھی تو داستان غم بڑی آٹھنار ہو گیا۔ لہذا ان کے نقش پا کو نہ بنانے والوں پر بھی آئیے ایک طائرانہ نظر ڈالیں تاکہ حق تعالیٰ کا الزام تاریخ ہم پر نہ لگ سکے۔

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی

پچھلے اوراق میں آپ کا نام نامی اسم گرامی آچکا ہے۔ آپ بھی سید صاحب کے زیر دست پروردہ بلکہ دست راست تھے۔ سید صاحب اور انگریزوں کے دھیمان راہلہ کے فراموش انجام دیا کرتے تھے۔ ان کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے انگریزوں کا سد سدیہ حاصل کر کے سید صاحب تک پہنچا دیا ہے۔

اس وقت ایک منڈی سات ہزار روپیہ کی چوندریہ ساہوکاران دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحاق صاحب بنام سید صاحب رواج ہوئی تھی ملک پنجاب میں مرسول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپیہ کی داپی کا دہلوی عدالت دیوانی دائر ہو کر دہلی جتنی دہلی کمال رہا۔ ۲

اس وقت کا سات ہزار روپیہ آجکل کے حساب سے ایک لاکھ روپے سے بھی زیادہ ہے۔ آئی بڑی رقم اگر انگریزوں کے خلاف استعمال ہوتی تو کیا انگریزی عدالت سے واپس کرانی جاسکتی تھی؟ یہ بدیہہ بالا اعلان اس لئے سید صاحب تک پہنچا گیا کیوں کہ اسے انگریزوں کی بنائی ہوئی اسکیم پر خرچ ہونا تھا۔ اسی لئے شاہ محمد اسحاق دہلوی کے لئے ان کی خدمات جلیس کے پیش نظر انگریز حکومت نے شاہ جہد بطور وظیفہ مہیا رکھا۔ تاکہ انگریز مادی کو سد نہ پہنچے۔ جائیدادی تو علمائے اہل سنت کی غنیمت کی ستمیں جو انگریز عدالت سے کھڑے تھے۔ شاہ صاحب کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی کا یہ کھلا اعتراف موجود ہے۔

عمر قاری علی جمعیہ ص ۱۸۳ ۲ قاری علی جمعیہ ص ۱۸۳

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا واقعہ ہے۔ اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ جب گورنمنٹ انگریزی کا تسلط برائو شاہ صاحب کا جو وظیفہ مقرر تھا وہ جاری رکھا گیا۔ عرا

مولانا اشرف علی تھانوی

آپ کی ذات تمام تعارف نہیں ہے۔ توہین رسالت سے ملے کے جھانکنا جرم کے مرتکب ہونے کے ساتھ ساتھ عقیدت ان پر انگریزوں کا بھی الزام ہائے کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا بشیر احمد عثمانی صدر آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام ہونے میں۔

مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ہمارا حکومت کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

خود مولانا تھانوی اپنے بارے میں خیرات میں تحریکات کے زمانے میں میرے متعلق یہ شہور کیا گیا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے۔ ایک شخص نے ایک ایسے مدعی سے کہا کہ اس سے تو یہ معلوم ہو کر کہ یہ بھی خوف سے متاثر نہیں لیکن طبع سے متاثر ہے۔

مذکورہ بالا چھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ کی تاویل مولانا بشیر احمد عثمانی تھانوی کے الفاظ میں یوں کرتے ہیں۔

”اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ دو روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔ اب اس طرح اگر حکومت مجھے ایسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے وہ ضرور اس میں اخذ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات مولانا عثمانی نے صرف اس لئے بھی کہ ان پر بھی مولانا حافظ الرحمن صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند نے انگریزوں کی نمک خوری کا الزام لگایا تھا۔ مولانا حافظ الرحمن فرماتے ہیں۔ ”مکملہ میں جمعیۃ علماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایمارے قائم ہوئے۔۔۔۔۔ (چند سطر بعد)۔۔۔۔۔ حضرت گورنمنٹ کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دیگی چنانچہ ایک بین قرار نامہ اس کے لئے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک خط مولانا آزاد ہوسانی کے حوالہ بھی کر دی گئی کہ اس روپیہ سے مکملہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولانا حافظ الرحمن نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو اطمینان کر سکتے ہیں۔ ۵

علا ملاحظہ ہو حفظہ الامیان ص ۲۰۰ مکملہ الصدورین ص ۲۰۰ انافات

الیومیہ ج ۴ ص ۶۹۵ عمر مکملہ الصدورین ص ۲۰۰

عمر مکملہ الصدورین ص ۲۰۰

مولانا عثمانی نے اپنی جمعیت پر لکائے گئے مذکورہ بھی ایک الزام کی تردید سے کتراتے ہوئے فرماتے ہیں: ”جو آپ نے مولانا آزاد سمجھائی کے متعلق بیان فرمایا ہے جو روایت آپ نے بیان کی ہے نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب۔ ممکن ہے آپ صحیح کہتے ہوں۔“

مولانا عثمانی نے جب یہ محسوس کیا کہ مولانا حفظ الرحمن گھر کے بھیدی ہیں اور پول کھول رہے ہیں تو مجبوراً انھوں نے مولانا تھانوی کا پول کھول شروع کر دیا کہ دیکھئے مولانا تھانوی کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو حکومت چھ سو پینے ماہانہ دیتی تھی۔ اگر میری جمعیت علمائے اسلام کو بھی دے تو کیا حرج ہے۔ عثمانی صاحب کا بھولا پلاں ملاحظہ ہو کہ روپیہ ملنے کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ روپیہ پانے والے کو خبر ہی نہیں کہ وہ انگریزی حکومت کا آلا کار بن گیا ہے۔ اور معاوضہ میں چھ سو پینے ماہانہ پارا ہے۔ کیا یہ لوگ مولویوں کو بھی مرید بن کی صف میں رکھتے ہیں کہ ہم جوانی و قوم پرست کریں، مورخین ملاچوں و چراغ اسلم خرم کریں گے۔

تبلیغی جماعت

اس جماعت پر بھی انگریزی حکومت کی بڑی ہریانیاں تھیں۔ آج کل بھارت میں اسے جن سگھ اور آرائیں اس کی سرپرستی حاصل ہے۔ انگریزی ہمد میں یہ جماعت بھی وظیفہ خدی میں کسی سے پیچھے نہ رہی۔ ملت دیانہ کا ایک ذمہ دار شخص تقرر کرتا رہا ہے۔

”مولانا حفظ الرحمن نے کہا ایسا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتداء حکومت کا جانب سے پیر عبد حاجی رشید احمد کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔“

بند ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ تبلیغی جماعت نائب ہو کر انگریز دشمن بن گئی تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ جس مسلمان اشر نے تبلیغی جماعت کو خرید کر انگریزی اقتدار کی سلامتی کے لئے آلہ کار بنایا تھا اس کا تبادلہ ہو گیا اور اس کی جگہ ایک متعصب ہندو اشر کیا جو غالباً اپنی فرقہ پرست ذہنیت کے سبب انگریزوں کے مسلم دشمنانوں کی جگہ ہندو دشمنانوں کا فائدہ چاہتا تھا۔ اسی ہندو اشر کی سفارش پر تبلیغی جماعت کی امداد بند ہوئی ہے۔ مولانا حفظ الرحمن خود فرماتے ہیں۔

”بہر حال اس مسلمان اشر کا تبادلہ ہو گیا اور ایک ہندو اس کی جگہ آگیا جس نے گورنمنٹ کو ایک نوٹ لکھا جس میں دکھایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا رویہ صرف ہونا بالکل بیکار ہے اس پر آئندہ کے لئے امداد بالکل بند ہوگی

بات درالولی اور صرف اسی لئے کہ قارئین پر یہ حقیقت واضح ہو جائے

علا مۃ الصدیقین صف ۷۲ فی دیوبندی قوم ۷۳ مکالمۃ الصدیقین صف

علا مۃ الصدیقین صف

کہ صرف مولانا تھانوی کو ہی سرکاری اعانت سے نہیں نواز گیا بلکہ اس صف میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا آزاد سمجھائی اور مولانا الیاس دہلوی کی تبلیغی جماعت بھی ہے۔

ذکر جب پھر کیا قیامت کا
بات پہنچی تری جوانی تک

بات چل رہی تھی مولانا تھانوی کی، ناظرین! آپ نے ذہن کا رشتہ دوبارہ تھانوی صاحب سے جوڑ لیں۔ تحریک خلافت کو کون نہیں جانتا۔ انگریزوں نے اسے باغی پتہ قرار دیا تھا۔ وہ صرف اس لئے کہ تحریک خلافت متحدہ ہندوستان سے انگریزوں کو مار بھگانا چاہتی تھی۔ اسی کی سرگرمیاں ملک کے طول و عرض میں اتنی سرعت کے ساتھ پھیل گئیں کہ انگریزی حکومت کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ اسی لئے انگریزوں کو ضرورت محسوس ہوئی۔ ایسے علائقہ جو تحریک خلافت کو بے قاعدہ ہے اصول اور بے ایمان قرار دیں۔ آخر کار چھ سو روپیہ ماہانہ نے اپنا اثر دکھایا اور مولانا تھانوی نے کھنسا شروع کیا کہ۔

”تحریک خلافت کے زمانے میں لوگ چاہتے تھے کہ جس طرح ہم بے قاعدہ اور بے اصول چل رہے ہیں انٹر شریعت کے حدود کا تحفظ نہ کام کیا پروا۔ اسی طرح یہ بھی شرکت کرے۔ میں نے کہا اگر تمہاری موافقت کی جائے تو ایمان بائیسے۔“

جب انگریزی حکومت کی جانب سے مسلمانان کشمیر پر مظالم کے پھاڑ گرائے جا رہے تھے مسلمانان کی اذان اور ہمنوں کی عصمت دیا برسر بازار ہو رہی تھی جو رقتا کاسہنگ لونا جا رہا تھا تو اس وقت مجاہدین آزادی جتنے بنا کہ کشمیر روانہ ہو رہے تھے تاکہ وہاں کے مسلمانان کی امداد کریں۔ مسلم ادر اسلام کے ناموں کی حفاظت کریں۔ مگر عین اسی وقت مجاہدین کے اس اقدام کو مولانا تھانوی نے شراب ادب اور اسے تشبیہ و کبر حرام قرار دیا۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

”کشمیر پر جو جتنے جارہے ہیں اس کے متعلق ایک صاحب مجھ سے دریافت فرماتے تھے کہ ان جتنوں کا جائز یا ناجائز ہونا تو الگ بات ہے مگر نافع بہت ہے۔ میں نے کہا جی ہاں شرمی نافع ہے مگر بھی نافع ہے۔“

انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے جس وقت مجاہدین آزادی نے جیلوں کو بھریا اور محبک ہڑتال کر کے انگریزوں پر رات کی نیند حرام کر دی اس وقت دیگر انگریز دوستوں کے ساتھ خود مولانا تھانوی بھی مجاہدین کے ان اقدامات کو فو رشی سے تعبیر کر رہے تھے۔

”جتنوں کا جیل میں جانا یا پٹنا محبک ہڑتال و غیرہ کرنا خود کشی کے مترادف ہے اور اگر خود کشی کسی کو ناہم نہ پئے تب بھی تو باوجود موجب فائدہ ہونے کے جائز نہیں ہے۔“ مجاہدین آزادی کا جیلوں میں جانا وہاں انگریزی سامراج کے مظالم پر رداشت کرنا۔ اس لئے خود کشی قرار دیا جا رہا تھا کیوں کہ مولانا تھانوی کے نزدیک انگریزی حکومت عامل اور حافظہ مال تھی اور اس کے مقبوضات ان کے نزدیک دارالاسلام تھے۔

علا افاضات، الیوم بیج ۷۵ ص ۷۶ افاضات الیوم بیج اصلا

۷۳ ایضاً ص ۷۵

بے شک انگریزوں سے آپ حضرت کو بہت اکرام ملا ہے۔ وطن فروشوں کے لئے انگریز کا عزائم کھلا ہوا تھا تاریخ کا یہ فیصلہ ناقابل تردید حقیقت بن چکا ہے کہ مولانا الیاس دہلوی کی تبلیغی جماعت انگریزوں کے روپے سے بنی مولانا شہید عثمانی کی جیتنے والے اسلام کو انگریز نے ایک پیش قدمی قرار دے دی۔ مولانا آزاد سبحانی نے براہ راست انگریزوں سے روپیہ لیا مولانا اسحاق دہلوی کا باقاعدہ وظیفہ مقرر تھا سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کی پوری فوج کا راشن پانی انگریزوں کے ذمہ تھا۔ علاوہ ان سید صاحب نے ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی انگریزوں کی مدد سے حاصل کی۔ خود مولانا تھا ان کی کچھ سو روپیہ ماہانہ ملا کرتا تھا۔ یہ وہ نہیں ہیں جو ناپرگش ابھی بہت سی غفیلہ قسم ہیں جن پر دیر پردے پڑے ہوئے ہیں نقاب کشائی انشاء اللہ تعالیٰ میدان حشر میں ہوگی۔

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہر دیکارے لگا آئیں کا

مولانا رشید احمد گنگوہی آپ کا شمار اکابر علماء دیوبند میں ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ملتِ دینانہ کی قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی تو غلط نہ ہوگا۔ آپ کو اپنے بارے میں جو خوش فہمی تھی وہ انھیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہو "و سن لوقا وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور یہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں" مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر"۔

خط کشیدہ وہ جملہ "میں کچھ نہیں ہوں" مولانا گنگوہی نے تلافی فرمائی ہے۔ ورنہ یہ جملہ دو بھاری بھر کم دعوؤں کے بیچ میں مہن بن کے رہ جائے گا۔ پہلا دعویٰ :- حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ دوم دعویٰ :- اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع ان دونوں دعوؤں پر تبصرہ کرنے کے بجائے صرف کہہ کر آگے بڑھ جانا ہے کہ کسی طرح کا خط مرزا غلام احمد قاری کو ہو تو مصروف کی پوری ذریت غیر مسلم قرار دے دی گئی۔ دیکھئے گنگوہی صاحب کے ساتھ کتب الفضائل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ راکم المحدث تو یہی سمجھتا ہے کہ کوئی مجدد ہو یا محدث فقیہ ہو یا مجتہد وہ خود اپنے اتباع کی دعوت نہیں دیتا۔ بلکہ اتباع شریعت کی دعوت دیتا ہے اور یہ شان انبیاء و مرسلین کی ہے کہ وہ اپنے اتباع پر ہی ہدایت و نجات کو موقوف قرار دیں۔ اب دیوبندی حضرات خود یہ فیصلہ کریں کہ گنگوہی صاحب کی اس دلی آواز نے انکو تادیباً صاحب سے کتنا قریب کیا ہے؟

۱۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تعارف میں بات دراطیل ہوگئی۔ اس کتاب کا منشاء ان حضرات کی مذہبی

۱۔ تذکرۃ الرشید ج ۲ صفحہ ۱۷۱ یعنی دیوبندی مذہب کے پیرو۔

نوعیت کو واضح کرنا نہیں ہے اس کے لئے آپ "زلزلہ" مصنف علامہ ارشد القادری کا مطالعہ کریں جو بے حد مفید ہے۔ یہاں تو راقم الحروف صرف ان حضرات کی انگریز دوستی کو واضح کرنا چاہتا ہے تاکہ بے شمار تہوں میں دلی ہوئی حقیقت سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کیا جائے اور مرکز قریب کی پوری بساط کو الٹ دیا جائے۔

اس موقع پر ہم زلزلہ کا ایک طویل اقتباس پیش کر رہے ہیں تاکہ علماء دیوبند کی انگریز دوستی کو بات کی تاریکی میں بھی نکھایا جاسکے اور اسی کے ساتھ لا جواب کتاب زلزلہ کا بھی مختصر سا تعارف ہو جائے لیجئے اقتباس ملاحظہ فرمائیے

دارالعلوم دیوبند میں الحاد و نصرانیت کا ایک مکاشفہ

اپنے اسی حاشیہ میں یہ روایت نقل کرتے

ہوئے کہتے ہیں "ان ہی دیوانہ جی کے مکاشفہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے ہی نقل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں کہ مثالی عالم میں ان پر نکشف ہوا کہ دارالعلوم کے چاروں طرف ایک سرخ ڈورا تھاپا ہوا ہے۔

۱۔ اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر فرمائی کرتے تھے کہ نصرانیت اور تجدید و آزادی کے آثار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم میں نمایاں ہوں گے"۔

مجھے اس مقام پر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ جو لوگ اپنا عیب چھپانے کے لئے دوسروں پر انگریزوں کی کاسہ لیس اور ساز باز کا الزام عائد کرتے ہیں وہ گریباں میں مسخہ ڈال کر ذرا اپنے گھر کا یہ کشف نامہ ملاحظہ فرمائیں کتاب کے مصنفین کو اس کشف پر اعتماد نہ ہو تو وہ ہرگز اسے شائع نہ کرتے۔

اور بات کشف تک ہی نہیں ہے تاریخی دستاویزات بھی اس امر واقعہ کی تائید میں ہیں کہ انگریزوں کے ساتھ نیاز مندانه تعلقات اور راز دارانہ ساز باز دارالعلوم دیوبند اور متظلمین و عمائدین کا ایسا سما یاں کا رنامہ ہے جسے انھوں نے فکر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور یہ بات بھی ازراہ الزام نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ دیوبندی لٹریچر ۱۔ دیوانہ جی کا اصل نام لیلین تھا اور بقول قاری محمد طیب مجسم مدرسہ دیوبند دیوانہ جی کا خصوصی تعلق مولوی قاسم نانو توئی سے تھا اور دیوبند میں نانو توئی صاحب کی خانگی اور ذاتی امور کا تعلق بھی انھیں سے تھا اور بقول مولوی حبیب الرحمن سابق ہتم دارالعلوم دیوبند دیوانہ جی کی کشفی حالت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بائیں جانب والے نظر آتے تھے درد دیوار کا حجاب ان کے درمیان ذکر کے وقت باقی نہیں رہتا تھا۔

حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۷۱ مرتبہ مولوی مناظر حسن گیلانی

۱۔ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۷۱

کی جو کارگر مہوئی " (حاشیہ سوانح قاسمی)

گھر کارزار دار ہونے کی حیثیت سے قاری طیب صاحب کا بیان جتنا باریک ہو سکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

"اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ جس مدرسہ کے چلانے والے انگریزوں کا وقایہ نگار خوار ہوں اس سے باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ کہنا آنکھوں میں دھول بھر سکے کے مترادف ہے یا نہیں؟ اب انگریزوں کے خلاف دیوبند کا بزرگ کے افسانہ جہاد اور بغاوت کی پراپی بساط اٹا دینے والا ایک سبستی فریج کہانی اور سنئے۔

سوانح قاسمی میں مولوی قاسم نانوتوی کے ایک حاصر باش مولوی مسعود علی خان کی زبانی یہ قصہ نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مولانا نانوتوی کے ہمراہ نانوتو جا رہا تھا کہ اٹھارہ سالہ راہ میں مولانا کا حجام متان و خیراں آتا ہوا ملا اور اس نے خبر دی کہ نانوتو کے تھانیدار نے ایک عورت کے بھگائے کے الزام میں میرا چالان کر دیا ہے۔ خدا را بھجے بجائیے۔ مولوی مسعود علی خان کا بیان ہے کہ نانوتو پہنچے تو مولانا نے اپنے مخصوص کارندہ منشی محمد سلیمان کو طلب کیا اور پرچال آواز میں فرمایا

"اس غریب کو تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہہ دو کہ یہ (حجام) ہمارا آدمی ہے اسکو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے۔ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی۔" (سوانح قاسمی ج ۱ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳) لکھا ہے کہ منشی محمد سلیمان نے مولانا نانوتوی کا حکم ہو ہو تھانیدار تک پہنچا دیا۔ تھانیدار نے جواب دیا کہ اب کیا ہو سکتا ہے روز ناچے میں اس کا نام میں لکھ دیا گیا۔

مولانا نانوتوی نے اس جواب پر حکم دیا کہ تھانیدار سے جا کر کہہ دو کہ اس کا نام روز ناچے سے کاٹ دو مسعود علی خان کا بیان ہے کہ مولانا کا حکم پا کر سر اسکی کی حالت میں تھانیدار خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے۔ اگر نام اس کا نکالا تو نوکری جاتی رہیگی فرمایا۔ اس کا نام (روز ناچے سے) کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔

(سوانح قاسمی ج ۱ صفحہ ۳۲۳)

واقعہ کارا دی کہتا ہے کہ مولانا کے حکم کے مطابق تھانیدار نے حجام کو چھوڑ دیا۔ اور تھانیدار تھانیدار رہی رہا۔

مجھے اس واقعہ پر بجز اس کے اور کوئی تبصرہ نہیں کرتا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو پولیس کا حکم اس قدر ان کے تابع فرمان کیوں تھا۔؟ اور تھانیدار کو یہ دھمکی کڑا سے بھجور دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے۔ دیہی دے سکتا ہے جس کا ساز باز اوپر کے مرکزی حکام سے ہو۔

سے جو تاریخی شہادتیں مجھے موصول ہوئی ہیں انکی روشنی میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ نمونے کے طور پر چند تاریخی حوالے ذیل میں ملحوظ فرمائیے:۔

انگریزوں کے خلاف افسانہ جہاد کی حقیقت

ایک دیوبندی فاضل نے "مولانا محمد احسن نانوتوی" کے نام سے موصوف کی سوانح حیات لکھی ہے جسے مکتبہ عثمانیہ کراچی (پاکستان) نے شائع کیا ہے۔ اپنی کتاب میں مصنف نے اخبار "انجمن" پنجاب لاہور مجریہ ۱۹ فروری ۱۹۷۵ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ نفٹ گورنر کے ایک خفیہ معتقد انگریز مسیحی پامرنے مدرسہ دیوبند کا معائنہ کیا۔ معائنہ کی جو گزارشات موصوف نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اسکی چند سطریں خالص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے خرچے سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپے خرچہ کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلافت سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، محمود معادن سرکار ہے۔ (مولانا احسن نانوتوی صفحہ ۷۱)

ج۔ مٹی لاکھ پتہ بھاری ہے گو اچھی پتری خود انگریز کی یہ شہادت ہے کہ "یہ مدرسہ خلافت سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار محمود معادن سرکار ہے۔"

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس بیان کے سامنے اب اس افسانہ کی کیا حقیقت ہے جس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ مدرسہ دیوبند سامراج کے خلاف سیاسی سرگرمیوں کا بہت بڑا اڈہ تھا۔ مدرسہ دیوبند کے قدیم کارکنوں کا انگریزوں کے ساتھ کس درجہ خیر خواہانہ اور نیا زمانہ انداز تعلق تھا۔ اس کا اندازہ لگانے کیلئے خود قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا یہ تھلکہ خیز بیان پڑھئے۔ فرماتے ہیں "مدرسہ دیوبند کے کارکنوں کی اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پیشتر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک شبہہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔"

(حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۲)

آگے چلکے انھیں "بزرگوں" کے متعلق لکھا ہے کہ مدرسہ دیوبند میں ایک موقع پر گورنمنٹ کی جب انخواسی آئی تو "اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف سے معافی پیش

انگریزی قوم کی بارگاہ میں نیاز مندانه ذہن کا ایک رخ اور ملاحظہ فرمائیے اس سلسلہ میں سوانح قاسمی کے مصنف کی ایک عجیب و غریب روایت سنئے۔ فرماتے ہیں۔

”انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ نظر رہے ہیں ان میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج کی افری کر رہے تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ؟ خفرو کو تو میں انگریزوں کی صف میں پارہاں“ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۰)

انگریزوں کے صف میں حضرت خضر کی موجودگی اتفاقی نہیں پیش آئی تھی بلکہ وہ ”نفرت حق“ کی علامت بن کر انگریزی فوج کے ساتھ ایک بار اور دیکھے گئے تھے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ:-

”غدار کے بعد جب گنج مراد آباد کی دیران مسجد میں حضرت مولانا (شاہ فضل الرحمان صاحب) حاکم مقيم ہوئے تو اتفاقاً اس راستے سے جیکے کنارے رہے کسی وجہ سے انگریزی فوج گذر رہی تھی مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک مسجد کی میڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ ڈور کھنٹے وغیرہ گھوڑے کالے ہوئے تھے۔ اس سے باتیں کر کے پھر مسجد واپس آ گئے۔“

اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود بخود فرمائیے کہ سائیس جس سے پیش گفتگو کی یہ خضر تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم ہی ہوا ہے۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ۱۰)

بات ختم ہوگئی لیکن یہ سوال سر پر چڑھ کے آواز دے رہا ہے کہ جب حضرت خضر کی صورت میں نفرت حق انگریزی فوج کے ساتھ تھی ان باغیوں کے لئے کیا حکم ہے جو حضرت خضر کے مقابلے میں لڑنے آئے تھے؟ کیا اب بھی انھیں غائب اور مجاہد کہا جاسکتا ہے؟

اپنے موضوع سے ہٹ کر کم بہت دور نکل آئے لیکن آپ نگاہ پر بار نہ آئے تو اس بحث کے خاتمے پر اکابر دہلی کے ایک دلچسپ دستاویز اور ملاحظہ فرمائیے۔ دہلی ہندی حلقے کے ممتاز مصنف مولوی عاشق الہی میٹھی اپنی کتاب ”کرة الرشید“ میں انگریزی حکومت کے ساتھ مولوی رشید احمد گنگوہی کے نیاز مندانه جذبات کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں

”آپ سمجھے جوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکار نہ ہوگا۔ اور اگر ارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے (تذکرہ الرشید ج ۱ صفحہ ۸)

کچھ سمجھا آپ نے؟ کس الزام کو یہ جھوٹا کہہ رہے ہیں یہی کہ انگریزوں کے خلاف انھوں نے

علم جہاد بلند کیا تھا میں کہتا ہوں کہ گنگوہی صاحب کی یہ یہ غلطی صفا کی کوئی مانے یا نہ مانے لیکن کم از کم ان کے متعقدین کو تو ضرور ماننا چاہیے۔ لیکن غضب خدا کا کہ اتنی شد و ملکہ کے ساتھ صفا کی کے باوجود بھی ان کے ماننے والے یہ الزام ان پر آج تک دہرا رہے ہیں کہ انھوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ دنیا کی تاریخ میں اسکی مثال مشکل ہی سے ملے گی کہ کسی نعرے کے افراد نے اپنے پیشوا کی اس طرح تکذیب کی ہو۔

اور ”سرکار مالک ہے سرکار کو اختیار ہے“ یہ جیسے اسکی زبان سے نکل سکتے ہیں جو ”تن“ سے لے کر ”من“ تک پوری طرح کسی جذبہ غلامی میں بیسک چکا ہو۔

آہ! دلوں کی بد بختی اور دعووں کی شقاوت کا حال بھی کتنا شریعت انگیز ہوتا ہے۔ سوچتا ہوں تو دماغ پھٹنے لگتا ہے کہ خدا کے باغیوں کے لئے تو جہاد عقیدت کا یہ اعتراف ہے کہ وہ مالک بھی ہیں غدار بھی! لیکن احمد مجتبیٰ اور محراب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ان حضرات کے عقیدے کی زبان یہ ہے۔ ”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک فخر نہیں“ (دقتویۃ الایمان)

بے شک یہ بتانے کا حق ملوک تھا کہ اس کا مالک کون ہے۔ کون نہیں۔ جو مالک تھا اس کے لئے اعتراف کی زبان کھلتی تھی، کھل گئی۔ اور جو مالک نہیں تھا اس کا انکار ضروری تھا ہو گیا۔ اب یہ بحث بالکل عبث ہے کہ کس کا مقدر کس مالک کے ساتھ وابستہ ہوا۔

یہاں پہنچ کر جس کچھ نہیں کہنا ہے تصویر کے دونوں رخ آپ کے سامنے ہیں مادی منفعت کی کوئی مصلحت مانع نہ ہو تو اب آپ یہ فیصلہ کیجئے کہ دلوں کی قیام کی بادشاہت کا جھنڈا گڑا ہوا ہے۔ سلطان الانبیا و اکا، یا تاج برطانیہ کا؟ (زر زمر مصنف علامہ ارشد القادری صفحہ ۹۳ تا صفحہ ۱۰۰)

اس سے قبل کہ مولانا گنگوہی کی انگریز دوستی پر سیر حاصل گفتگو کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قائد حریت مولانا فضل حق خیر آبادی کے بارے میں تاریخ کا ایک فیصلہ پڑھ لیا جائے۔ تاکہ تقابلی مطالعہ میں آسانی رہے۔ ”۱۸۵۹ء میں قتل جہاد کی پادشایہ مہم بغاوت میں مولانا فضل حق خیر آبادی خود ہرگز سیتا پور سے لکھنؤ لائے گئے۔ اور مقدمہ چلا گیا۔ برج بار بار روکتا تھا کہ مولانا آپ کیا کہہ رہے ہیں مگر مولانا کے شان استقلال پر قربان جاتیے۔ خدا کا شیر گریہ کر کہتا ہے کہ وہ فتویٰ میسج ہے اور یہی لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی یہی وہی رائے ہے۔ مولانا کے اقرار و توثیق کے بعد اب گنہ گنہ ہی کیا باقی رہ گئی تھی چنانچہ عدالت نے جس دوام عبور دریا سے شور (کالایاں) حاکم سنا یا۔ مولانا نے بحال ستر و خنجر پیشانی اس سزا کو قبول فرمایا۔“ عل

علامہ عون کے آنسو حصہ آدھ مصنف مولانا شتاق احمد نظامی صفحہ ۱۰۰

کے تختے تک پہنچا دی گئی۔ لہذا تحقیق پر اطمینان کا اظہار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو انگریز دشمنی میں قطعاً ملوث نہ ہو، بلکہ اس کا ربط مضبوط بھی باغیوں سے نہ ہو ورنہ سزا کے لئے اتنا ہی ثبوت کافی تھا۔ مولانا موصوف کا یہی وفادارانہ رویہ انگریزوں کے لئے باعث نیکین تھا چنانچہ انگریزی عدالت نے مولانا کو بے داغ بری کر دیا۔

مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے کردار کا فرق دیکھئے حاضر عدالت دونوں ہوئے مگر اول الذکر کو کالا پانی کی سزا ہوئی اور ثانی الذکر کو رہائی کا پروانہ ملا جسے سزا ہوئی وہ عدالت میں شیر کی طرح گرج رہا تھا اور جسے رہائی ملی وہ اپنی انگریز دوستی پر اس قدر مطمئن تھا کہ تحقیق و نقیض کا قید رگڑا رہا ہے۔

”بہی وجہ حق کو مولانا گنگوہی کا ایک خاص عقیدہ تھو ان کا مزاج آشنا بھی تھا رفقہ نظر نہ ہے۔“ آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھتے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرما نبڑا رہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکانہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے جو چاہے کرے۔“

مولانا گنگوہی کے بارے میں ان کا عقیدت مندیہ نہیں لکھا کہ آپ انگریزی حکومت کے خلاف کوہ استقلال بنے ہوئے تھے بلکہ کوہ استقلال بنے رہنے میں جو جذبہ کا قرا تھا وہ انگریزی سرکار کی سکون و فاداری تھی اسی وفاداری کو ان کی ہندو تاریخ میں فدا داری کہتے ہیں۔ انگریزوں پر اطمینان کے باوجود مولانا موصوف خدا کے انصاف سے گھبرائے ہوئے بھی تھے بطرح ایک مجبور جرائم

پیشہ بھی ایسے موقع پر مرقع مولانا کے آگے گردن جھکا دیتا ہے۔ واقعہ نکار کو تسلیم ہے کہ مولانا گنگوہی سمجھتے ہوئے تھے کہ میں حقیقت میں سرکار کا فرما نبڑا رہا ہوں

تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکانہ ہوگا۔ جھوٹا الزام اسم بات کو کہا جا رہا ہے کہ مولانا گنگوہی نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ ذرا انگریزوں

کی بارگاہ میں مولانا کا جذبہ بے رنگی ملاحظہ فرمائیے۔ ”سرکار مالک ہے جو چاہے کرے۔“ کاش مولانا نے گنبد خضرا کے کیس کو سرکار مکہ کے اپنا مالک کہا ہوتا تو زندگی کے سارے پاپ کٹ گئے ہوتے۔ انگریز حاکموں کو سرکار اور

مالک کہتے وہی زبان نہ جانے کیوں ”بارگاہ مصطفیٰ“ میں گستاخ ہو جاتا ہے۔ جب انگریزوں کے خلاف عام بغاوت پھیل گئی تو ان کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی

مگر افسوس انگریزی تشدد کے ساتھ بعض علمائے دیوبند کی چو گیری نے انقلاب کو ناکام بنادیا اس افسوسناک واقعہ کا ذکر طبری بنشاشت سے ان الفاظ میں کیا جاتا ہے۔

”جب بغاوت و فساد کا قلعہ فرو ہوا اور محمد لغو غنٹ کی حکومت نے دوبارہ

یہ تھے علامہ فضل حق خیر آبادی جن پر شجاعت و بے باکی ناز کرتی ہے۔ اب سنئے مولانا رشید احمد گنگوہی کا حال — آپ صرف شبہ میں حاضر عدالت ہوئے اور پھر بے داغ بری ہوئے آپ کی بھی حق پرورداد محترم الفاظ میں سن لیجئے جسے انھیں کے عقیدہ مندوں نے میان کیا ہے۔

”جس وقت حاکم کے حکم سے عدالت میں ملائے جاتے تو ظاہر ہو کر بے تکلف بات کرتے اور خورد ریافت کرتا بے تکلف اس کا جواب دیتے۔۔۔۔۔ اور حقیقت

حال کے موافق — کبھی آپ سے سوال ہوا کہ رشید احمد تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا۔ اور فساد کیا؟ آپ جواب دیتے۔ ”ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی“ کبھی دریافت ہوا کہ تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے؟ آپ اپنی

تبیح کی طرف اشارہ کر کے فرماتے۔ ”ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔“ کبھی حاکم دھمکا کہ تم نے سرکاری زمینوں سے چار سو لاکھ لے لئے۔ آپ فرماتے۔ ”کیا مضائقہ ہے مگر تحقیق کر کے۔“

انگریزی عدالت نے چار سو لاکھ لے لئے اور مولانا گنگوہی نے اس کے جوابات دینے آپ کی توجہ تھوڑی دیر کے لئے مولانا کے جوابات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) ”حاکم جو دریافت کرتا بے تکلف اس کا جواب دیتے تھے۔۔۔ اور حقیقت حال کے موافق۔“ یعنی مولانا نے انگریزی عدالت میں بڑی

بے تکلفی سے باتیں کی۔ یہ طرز عمل یا رانہ تعلقات پر خاصی روشنی ڈالتا ہے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ مولانا کو اپنی گلو خلاصی کے لئے جھوٹ سے کام لینا ہی نہیں

پڑا۔ کیونکہ حقیقت حال جب انگریزی حکومت کے موافق ہو تو خلاف حقیقت بیان کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

(۲) ”ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی“ جواب صاف ظاہر کر رہا ہے کہ مولانا شجاع پرین آزادی کے لشکر میں اپنی شمولیت کے الزام سے برائت

انگریزی عدالت میں سب کے سامنے کیا ہے اور جہادینہ کو مفسدوں کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ انگریز بہادری کو خوشنودی مولانا کے لئے کس قدر ضروری تھی۔

(۳) ”ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔“ تبیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا۔ گویا موصوف انگریزی اقتدار کیلئے اپنی حقو قیت کے لئے جہدِ عالمگیر رہے

بہی وجہ ہے کہ انگریزوں کے خلاف نہ سیف و سنان سے کام لیا نہ قلم و زبان سے۔

(۴) جب سزا کی دھمکا دی گئی تو فرمایا۔ ”کیا مضائقہ ہے۔“ مگر تحقیق کر کے“ یعنی مولانا گنگوہی کو یقین تھا کہ جب تحقیق کی جائے گی تو سرکاری انگریز

دوستی میں ڈوبی ہوئی زندگی کب حاکم کو سزا دینے کی طرف مائل ہونے دیگی اسی لئے تو تحقیق کی شرط لگائی جا رہی ہے۔ اس طرح کی شرط شخص نہیں پیش کر سکتا۔

محکی زندگی کا ہر لمحہ انگریز دشمنی میں گذر رہا ہو۔ کیونکہ تحقیق و نقیض تو اسے بھانسی

غلبہ پاکریا بیوں کی سرکوبی شروع کر دی۔ (دوسرے کے بعد فرمایا جارہا)۔
بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی، انھوں نے کینی کے امن و عافیت کا
زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت
کا علم قائم کیا۔

استغفر اللہ! کینی کا دور مولانا گلوہی کے نزدیک امن و عافیت کا زمانہ تھا
اور حکومت برطانیہ ٹری رحمدل گورنمنٹ تھی۔ یعنی وہ لوگ پاگل تھے جنہوں
نے انگریزوں کے دور کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور بنیاد کر
بیٹھے ان کے سروں پر موت کھیل رہی تھی۔

اللہ اللہ! انگریزی دور کو امن و عافیت کا زمانہ کہا جا رہا ہے یہ الفاظ
اسی کے منہ سے نکل سکتے ہیں جو سن دھن سے انگریزوں پر قربان ہو چکا ہو۔
ظالم انگریزوں کے ظلم کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔ انگریزی
نظام سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ ان مظالم کو کہتے ہوئے دل لرز رہے۔ سبب قلمش
اور جگر قرطاس پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ مگر کھنگلی صاحب ایسے ظالم اور سفاک کی حکومت
کو رحمدل گورنمنٹ کہتے ہوئے آخرت کی باز پرس سے ڈرے نہ شرم دنیا کا کچھ ایسے
دی لڑکھا۔

ریساک میں تنگی ضرور آگئی ہے کیا کروں جب کسی مظلوم کا دل جلتا ہے تو وہ
اپنی ٹیس کو چھپا نہیں سکتا۔ کون برداشت کر سکتا ہے کہ ظالم و جابر حکمرانوں
کی مطلق العنانی کو رحمدلی سے تعبیر کیا جائے۔ جینے دہلا کو کی یاد تازہ کرنے والے انگریزی

دور کو امن و عافیت کا زمانہ کہا جائے۔

جب ہندوستان سے انگریزوں کا یورپ بستر بندہ لگا تو ان کے
اپنی وفا شعار غلاموں نے دیو بند میں پناہ لی اور ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال کر
باقاعدہ اسکی اشاعت میں مصروف ہو گئے تاکہ سامراجیت کے ریلوں سے پیرا اپنے
والے اس نئے مذہب میں سنی مسلمانوں کو بھی داخل کیا جائے اور اس طرح
وطن کے وفاداروں اور غداروں کے فرق کو مٹا دیا جائے۔ یہ جدوجہد ہندو جاتی
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ آزادی کا ہیرو انگریزوں کے زرخیز مولویوں کو بنا یا جائے
بے شک ہندوستان انگریزوں سے خالی ہو گیا مگر اس کا پھیلا ہوا اثر
آج بھی دارالعلوم دیوبند اور اس کے اثرات کی صورت میں موجود ہے۔ جو جلد
ہند کے لئے ناسور بن چکا ہے۔ یہاں سے کبھی خارج فرقت پرستی کو ہوا دی جاتی
ہے۔ کبھی آر۔ اے ایس اور ہندو مہاسیما کی زبان میں پیغامات نشر کئے جاتے
ہیں۔ یقین نہ ہو جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کو قریب سے دیکھ کر خدا
ہمارے ملک کو ان انگریز دوستوں اور سامراجیت کے پروردہ مولویوں کے شر سے
محفوظ رکھے اور حکومت ہند کو توفیق دے کہ ماضی کے آئینے میں دوست اور
دشمن کے چہرے کو دیکھ سکے۔ تاکہ ملک کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں
میں نہ جائے پائے۔ جو سات سمندر پار والوں کے قدموں میں اسے ڈال دیں۔
ع ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

۱۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۳۔

نیک تشاؤات کے ساتھ

الشین لاکسم ڈیو

مرچنٹ بلڈنگ میٹرل سپلائر، کنسٹرکٹر
۲۴۶۔ اے۔ ایم آزاد روڈ بالقابل انقلاب بلڈنگ

منپورہ، بمبئی ۸۔ ۲۰۰۰۸



قومی و شرعی امیر جنسی

عالیجناب سید الیوب اشرف ایم اے ایل ایل بی
پچوک لکھنؤ

ملک و قوم کی تاریخ میں زجائے کفتمی مثالیں موجود ہیں کہ جب بھی لائقانیت کا دور دورہ ہوا اور ملک کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہوا اور ملکی نظام کو درہم برہم کرنے کی جب بھی فضا بنائی گئی تو محکموں طبقے نے اُسے بڑھ کر اس کا حل تلاش کیا اور حالات پر قابو پانے کے ذرائع استعمال کئے۔ اقوام عالم کی تاریخ میں اس طرح کے سیکڑوں واقعات ملتے ہیں۔

کئی بھی ملک کو دو طرح کے خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ (۱) بیرونی مداخلت۔ (۲) اندرونی زلزلہ۔ دونوں ملک کو تباہ کرنے میں دونوں ہی یکساں رول ادا کرتے ہیں بیرونی مداخلت کے وقت دیکھا گیا ہے کہ عوام و حکومت دونوں نے ملکر اپنے ملک کے بچاؤ کے لئے قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی آزادی کو بچا لیا۔ لیکن سب سے بھیاک نظر اس وقت آتا ہے جب اندرون ملک، ملک ہی کے وفاداروں کی تشکیل میں بیرونی طاقتوں کے اکرار بکر ملک کی تباہی میں منظم ہو جاتے ہیں۔ یہی وقت ملک کی سالمیت اور حکومت کی اعتبار کے لئے سنگین چیلنج بن جاتا ہے۔ بیرونی عناصر کو دشمن کہنے میں جو آسانی ہوتی ہے اپنے اندر چھپے ہوئے گھناؤنے عناصر کو دشمن باور کرانے میں وقت پیش آتی ہے کیوں کہ وہ لوگ دشمنی جھگڑا اور ملبر داران جمہوریت بکر عوام کے سامنے آتے ہیں اور یہی پردہ وہی سب کچھ کرتے ہیں جو ان کے بیرونی آقاؤں کی مرضی ہوا کرتی ہے۔

ابھی چند ماہ گزرے ہیں بالکل انہیں حالات سے ہمارا ہندوستان بھی گزرا ہے۔ ملک کی استقامت اور حکومت کی مشنری کو تنہا نہیں کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ عالم یہ تھا کہ ہر چاروں لائقانیت، انارک کا بیج بودیا گیا تھا۔ اور یہ سب غیروں نے نہیں بھارت کے اینڈو نے کیا۔ ان لوگوں نے جنھوں نے جمہوریت کو ہی راہ عمل بنانے کا اعلان کیا۔ ان لوگوں نے جنھوں نے دستور ہند کے احرام کی قسم کھائی تھی، ان لوگوں جو قوم و ملک سے عقیدت و محبت کا گنیت کرتے تھے۔ ملک کے ذمہ داروں نے پہلے ان حالات کو سمجھنے کی کوشش کی انجام تفہیم کے سارے طریقے استعمال کئے اور جب ہر راہ سے ایسی ہوئی تو ملکی فریضے کے پیش نظر انھیں امیر جنسی کے لہذا پر مجبور ہونا پڑا۔

امیر جنسی ڈکٹیٹر شپ کا نام نہیں، امن و شناختی کی فضا قائم کرنے کا نام ہے۔ امیر جنسی آزاد ملک کی آزادی کے تحفظ کا نام ہے، امیر جنسی ملک کے وفاداروں کے لئے نہیں ملک

کے ناعاقبت اندیشوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔ امیر جنسی ملک کے اچھے شہری کو اچھے طریقے پر جینے کی ضمانت دیتی ہے۔ اور اچھے شہریوں کے آرام کو حرام کرنے والوں کو لگام دیتی ہے۔ چونکہ ملک امیر جنسی دنیا کی پہلی امیر جنسی تھی۔ اس سے قبل مصر، شام، عراق، افغانستان، مالک میں بھی امیر جنسی لاکھ لاکھ تھیں۔

خود ہندوستان کے لئے یہ امیر جنسی ہی نہیں ہے۔ بیرونی حملوں کے وقت حکومت نے امیر جنسی کا نفاذ کیا۔ ان اندرونی انتشار و خلفشار کے لحاظ سے موجودہ امیر جنسی بھارت کے لئے نئی امیر جنسی کہا جاسکتا ہے۔ انھوں نے دیکھا جائے تو اس امیر جنسی کے ذمہ دار حکومت نہیں وہ افراد ہیں جو ملک میں جمہوری نظام کو قائم کوئی پالیسی لیکر عوام میں جمہوری جیلا حکومت کا تحت لائے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ پورا ملک انتشار پسند نہیں بن گیا تھا بلکہ چند سچے تھے جو جارحیت اور ناشترم کے ذریعہ ملک کے سکون کو لوٹنا چاہتے تھے۔ بالآخر ملکی حالات کا اعلان ہوا اور عوام کی عدالت سے نئی ناکگیا عوام نے بھرپور انداز میں حکومت کے اس اقدام کی تائید کی حکومت نے لائقانیت پھیلانے والوں کے خلاف کارروائی کی پھر یہ نہیں دیکھا کہ کون کتنا بڑا ہے اور کون کتنا چھوٹا ہے۔ ماضی میں یہ دشمنی جھگڑا، اسے باقوامیت رہا۔ ان تمام موجودہ دشمن اور موجودہ نظریہ ملک کو، قوم کو حکومت کو نقصان پہنچا رہا تھا لہذا ضروری ہو گیا تھا کہ ان کے خلاف اقدامات کئے جائیں اور امیر جنسی سے بھرپور نائدہ اٹھا کر ملک کی سالمیت اور آزادی کی عظمت کو بچایا جائے۔

جس طرح قوم و ملک کو بچانے کے لئے قوم کے چند ناموروں کے خلاف اقدام ناگزیر ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح مذہب و ملت کو بچانے کے لئے بھی یہی سب اقدامات ضروری ہو جاتے ہیں۔ اب آئیے دیکھیں کہ سب سے پہلے کون کون سے حالات کی مشنری کریں۔ یہی ہمارا ہندوستان ہے جس کے اچھے پرائیویٹ تقسیم کم ٹیکہ نہیں لگا ہے اور جس کی باگ و دوغیر ملکی طاقت کے انھوں میں ہے، آزادی کا بیگ بچ چکا ہے ہندو مسلم بھی حصول آزادی کے نقشے میں چور ہیں۔ جان و مال بچا کر کے غلامی کے طوق کو اتار چھیننا چاہتے ہیں۔ ایک طرف عظیم جدوجہد دوسری جانب چند سچے مردوں کو خرد مانجی سوچتی ہے شریعت اسلامیہ کو سوخ کرنے، مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول ختم کرنے، اور شرک

و بدعت کے نوبہ لگا کر مذہبی پلٹ نام پر بے چینی پھیلانے کی کوششیں شروع کر دی گئیں تاریخ دان جانتے ہیں کہ اس مذہبی سازش کے پیچھے بیرونی طاقتوں کا ہاتھ تھا۔ آخر یہ کوئی لوگ تھے، غیر مسلم نہیں تھے۔ اپنے تھے، مسلمان تھے جو ملت اسلامیہ کے لئے سرنگین چیلنج بن کر سامنے آئے۔ غیر مسلم ہوتے تو انھیں دشمن باور کرنا ذہن مشکل نہ ہوتی یہ تو اسلامی فرقہ بندی تھے۔ نام نہاد فرقہ انداز انھیں اسلام دشمن ثابت کرنا کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ یہ لوگ مذہب پرست اور علمبرداران اسلام بن کر سامنے آئے تھے۔ قرآن و احادیث کے بقلم خود حافظ بنکر ابھرتے تھے۔ ناموس صحابہ اور عجمت اہلبیت کا گیت گنگنا رہے تھے، لیکن اندر دلی طور پر اکی مضبوطی کی پٹلی بن گئے رہتے تھے جس کی شکل صہونی و سامراجی اور بخدی قوتوں نے کی تھی اور وہ منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے غفلت و بے لگہوشی کو گرہ دیا جائے کیونکہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے ناموس رسالت پر حرج آتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے اگر کوئی غیر مسلم سامنے آتا تو مسلمان اس کی کھرت توجہ نہیں دیتے۔ سامنے لائے گئے تو وہی لوگ لائے گئے جو دستور اسلام کے تحفظ کی قسم کھاتے تھے۔

الغرض پورے ملک میں شریعت سے لعنات کی نفاذ پیدا کی جانے لگی، نیجریست، دہریت، لادینیست اور ویدہ دہنیت کا احول پیر کیا جانے لگا۔ اسلامی شہر کا کھیل بندو استہزاکا جلانے لگا شرعی اصول و ضوابط کو توڑ کر کیش کیا جانے لگا۔ ذمہ داران اسلام اور اولیاء امت کے خلاف رشہ دو انیاں مشرع ہونے لگیں۔ نقد صفی و شافعی سے انحراف کے فرسے بھرنے کے جلنے لگے۔ پورے ملک میں اور ملک کے اسلام یان ہندو یان انار کی اور بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔

ایسے نازک دور میں ملت کے ذمہ داروں نے اپنے فریضے کا احساس کیا۔ پہلے تو خاموش تماشا ہی بکھڑا حالات کا جائزہ لیتے رہے کہ شاید چند دنوں کے بعد یہ اسلامی ہیر و پیر چپ سادہ ہو لیں، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مذہبی بادشاہ کو فروغ ملتا رہا۔ انجام و تقسیم کی بھی راہ اختیار کی گئی تاکہ ملک و ملت کو مذہبی انتشار سے محفوظ رکھا جاسکے۔ لیکن ٹی ہناؤں کی اس راہ میں بھی مایوسی ہوئی۔ جب ہر چارہ ملنے سے مایوسی و غم جوڑے ہوئے تو ان نام نہاد اسلامی علمبرداروں کے خلاف آخری اور قطعی فیصلہ لینے کی جانب قدم اٹھانا پڑا۔

اسلام کے خلاف نہ جانے کتنی بار مٹی ڈالائیاں ہوئیں، غیروں نے بھی کی اور اپنوں نے بھی۔ رسول کریم کے دھال کے بعد جن لوگوں نے نیکوکارانہ دینے سے انکار کیا تھا وہ عیسائی یا ہودی نہیں تھے، اسلامی برادری ہی کے، لیکن تھے حضرت عمرؓ سے لیکر امام حسینؓ تک جتنی خاندانیاں ہوئیں سبھی اپنے تھے۔ تاریخ اسلام کے جانکار معلقوں کا کہنا ہے کہ اسلام کو خارجی عناصر نے اس قدر خراب نہیں کیا جس قدر داخل عناصر نے پہنچایا۔

تاریخ کا یہ بھی گناہ ہے کہ جب بھی اسلامی لباہ اور دھڑکے ایسے افراد میدان میں آئے انھیں ان کے صحیح مقام تک پہنچایا گیا۔ اور ہر بار ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا کیونکہ اس وقت ملت طاقت و قوت کے روپ میں رہی اور ہندو یان ملت کے ہاتھوں میں سربراہی و سرکاری تھی۔ لہذا جمہور ایسے لوگوں کے خلاف ایکشن لیا جاتا رہا ہے۔ ایکشن کی وہی صورت ہو سکتی

تھی جسے ہماری ملک کے ہناؤ نے ایمر جنسی کا نام دیا ہے۔

لیکن یہاں صورت حالی ذرا مختلف ہے۔ یہاں اسلامی سربراہوں کے پاس نہ حکومت اور نہ ہی طاقت، اور طاقت تھی بھی تو مسلمانوں کی بھرپور تائید والی طاقت تھی۔

خود سازمناہ ہناؤ کے خلاف ایکشن لینے میں موجودہ ہندی میں اگر کسی کو سربراہی و قیادت دی گئی ہے تو وہ میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔

مولانا احمد فضلانے اسلامی روایات کی روشنی میں ان تمام غلط فہمیوں کے خلاف شرعی فتویٰ صادر فرمایا ہے اگر ہم اسلامی ایمر جنسی کا نام دیں تو سب جانتے ہوگا۔

اسلامی ایمر جنسی نے اکھنڈ بھارت کے بے چین مسلمانوں کو سکون دیا۔ شریعت محمدیہ کے تحفظ کی ضمانت دی، ملک کے شہریوں کو ملک و مذہب کا وفادار و شہری بننے کا شعور دیا۔ ایک طرف بیرونی طاقتوں کی دخل اندازی کی شدید مخالفت تو دوسری طرف ملک کے اندر چھپے ہوئے انگریزی و بخدی طاقتوں کے آل کار کے حیر دل سے سیاہ نقاب اٹھا دیا۔ اسلامی ایمر جنسی نے واضح اعلان کیا کہ جو اپنے مذہب اور باقی مذہب کا دنا دار نہیں وہ ملک اور ملک کی مسلمانوں کا بھی دنا دار نہیں ہو سکتا۔

جس طرح ہماری ذریعہ عظمیٰ ملک میں پھیلانے والی علاقائی غیبت، لسانی تنگ نظری، اقتصادی بد حالی، حاشیائی اتری اور تو بی چینی کے خاتمے کے لئے ایمر جنسی کی کو ضروری دلائی سمجھا۔ اس طرح مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے ملت میں پھیلانے والی دہریت، نیجریست، خودیت، اھمیت، قادیانیت کے خاتمے کے لئے اسلامی ایمر جنسی کے نفاذ پر مجبور ہونا پڑا۔

چونکہ فاضل بریلوی کے ہاتھوں میں اقتدار نہیں تھا حکومت نہیں تھی اس لئے ان نام نہاد مولویوں کے خلاف سرکاری سطح پر کچھ کر کے لیکن ہندوستان مسلمانوں کی عدالت سے تائید حاصل کی اور آگے بڑھ کر انھوں نے اپنے شرعی فتوے کو مزید مستحکم اور دور رس نتائج دالنا بنانے کے لئے ۱۹۷۱ء میں اس مقدس دیار کا سفر کیا جو عالم اسلام کا مرکز عقیدت تسلیم کیا جاتا ہے اور ہر علمائے دین میں شریعت سے اپنے شرعی فیصلے پر توثیق حاصل کی۔

جس طرح مسلمانہ راجا گندھی نے ہندوستانی عوام کی بھرپور کثرت کی تائید کے باوجود ملک کے سب سے طاقتور ادارہ پارلیمنٹ سے بھی ایمر جنسی کے نفاذ کی حمایت حاصل کر کے ثابت کر دکھا، بالکل کا تحفظ اور قوم کی سالمیت سے بڑھ کر چند نام نہاد سیاسی گرو گروں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ قومی و ملکی غفلت کے سلسلے میں بڑے بڑے لیڈروں کو ٹھکرا سکتے ہیں۔

اس طرح فاضل بریلوی نے مسلمان یان جنہ کی اکثریت کی تائید کے ساتھ ساتھ دیلئے اسلام کے اکابرین کی عدالت سے (مدنی طبع و دیکھ غلطی) اپنے شرعی اقدام کی تائید و حمایت حاصل کر کے ثابت کر دیا کہ ناموس مصطفیٰ کا تحفظ اور قوم و ملت کی سالمیت سے بڑھ کر چند زرخیز مولوی کی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ٹیڈ اور بخدی غفلت و حرمت کے سلسلے میں بڑے بڑے مذہبی رہنماؤں کو ٹھکرا سکتے ہیں۔

انصاف کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو اس شرعی ایمر جنسی کے ذمہ دار اکابرین اہل سنت نہیں ہیں بلکہ وہی لوگ ہیں جو ملک و ملت کا ایک ساتھ سودا کرنا چاہ رہے تھے

تمام تر تمنائیں

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے

تم نہیں چلتے رفت سارا تو سامان گیا

جمال چاند ایند ستر

تاجو ڈیزل دیٹرول وٹرک اسپیر پارٹس

بجنا بوجرا اسٹریٹ بمبئی 400003

ایک جانب انگریز حکومت کی پشت پناہی دوسری طرف ملت اسلامیہ میں انتشار و خلفشار پھیل کر موجودہ بیرونی حکومت کے ماتحتوں کو مضبوط کرنا تھا تا کہ گوری سمار اجیت کے پاؤں کچھ اور دنوں کے رہ سکیں۔ لہذا مولانا احمد رضا کو شریعت کے ایک ذمہ دار اور سربراہ ہونے کے ناطے یہ حق حاصل ہو گیا تھا کہ وہ ایسے ملت و ملک دشمن عناصر کے خلاف آخری فیصلہ کریں اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ بارگاہ مصطفیٰ میں گنگوشت خوں کے خلاف شرعی فیصلہ صادر کیا۔ اس طرح نہ صرف پوری مسلم قوم کو انتشار سے بچالیا بلکہ غداران رسول کا ریشہ و دایوں سے ملت اسلامیہ کو محفوظ کر لیا۔

ناظرین کرام پر واضح ہو چکا ہوگا کہ دور حاضر کی قومی ابرجنسی اور سو سال پہلے والی شرعی ابرجنسی میں کس قدر مطابقت ہے۔

جس طرح آج کی ابرجنسی ملک کے غداروں کے لئے تازیانہ عبرت و باعثِ نصرت ہے اور ملک و غداروں کے لئے سکون و ترقی کی اسپرٹ پیدا کر رہی ہے۔

اسی طرح مولانا احمد رضا بریلوی کی شرعی ابرجنسی غدارانِ مصطفیٰ کے لئے تازیانہ آخرت ہے اور مصطفیٰ علیہ السلام کے غداروں کے لئے دین و دنیا کی سرخروئے عطا فرمائی۔

—۴—

کی محمد سے دنا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہاں جیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نیکمنائوں کا نذرانہ

رضا کو نعمت نبی نے بلندیاں بخشیں

لقب زمین فلک کا ہوا اسمائے فلک

یوسف بھائی احمد

بارہ امام روڈ

بمبئی 400003

امام احمد رضا کا نفرنس کیلئے نیک خواہشات

ٹھوکریں کھاتے پھوگے ان کے در پہ پڑے ہو

قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

عمر بھائی احمد

اولڈ کلا تھ مرچنٹ

ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی 400003

ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی کی خدمت میں
امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر
ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں

قادر سیٹھ

موٹر ریڈیٹر، آئیل کولر، بلڈورس، کمپریسرز، ٹریکٹرز
ریپریئرنگ اور نیوکرس پلائرس اور کل فٹنگ کے اسپیشلسٹ

کے، اے ویلڈنگ اینڈ ریپریئرنگ ورکس

۲۰ بابی روڈ (ایسٹ) کالج والا بلڈنگ دہلی
بمبئی ۳۰۰۰۰۳

مجددین و ملت امام احمد رضا کی بارگاہ میں
حکماً حقیقت پیش کرتے ہیں

لکی فرنیچر ورکس

جدید طرز کا اسٹیل اور وڈن فرنیچر

بنانے والے اور گھریلو آرائش کے ماہرین

۸، ۲۲، ۱۲۱ ٹن اسٹریٹ

بمبئی ۳۰۰۰۰۳

”المیزان“ کے امام احمد رضا نمبر
کی شالی کامیابی کے لئے نیک خواہشات

السیڈنٹ کوئٹج

(آف)

اولڈ وود کاروٹس، انشیکوس، برڈنر اسکلچر

پینٹنگ، کراکری اور جوئیری

۲۸ ٹن اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰۳

فون: 339865

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت اور

امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر

ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی اور آل انڈیا سنی لیگ

کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں

نجمی اینڈ برادرز

گورنمنٹ سپلائرس اینڈ کنٹریکٹرس

ہارڈ ویئر، سینٹری، اینڈ آل کاٹڈس آف پائپ فٹنگ اینڈ ویلیس

۷۰ محمد علی روڈ، چوتھا منزل، بمبئی ۳۰۰۰۰۳

شوروم: بالو منزل، ڈاکٹر امبیڈکر روڈ، کلیان



آفاقی پیغام

امام احمد رضا کا

عالی جناب حیدر خاں پٹھان بی کام۔ ایل ایل بی ایڈ وکٹ ٹیکنی ہائیڈ

ہوئیں ڈاکٹر اشیر نگر کے ذاتی ذخیرے میں قانون النساء نام کا ایک مخطوطہ ہے اس میں مسلمان عورتوں کے عادات و توہمات اور دوسروں اور دیوی دیوتاؤں پر انکے اعتقادات کا بیان ہے

اس میں خدائی دات۔ پیرمیدار کے کوٹھے۔ بی بی کی محفک۔ بی بی کی پوکیا مشکل کشا کے رونے رجب تہیلے کے مرغ۔ شاہ سلطان کے روٹ۔ بی جاگتی جوت کی نوبت۔ بی سہجان کی گرھائی کر مشکل سیج سے آسان ہو۔

بی ٹپک کی پڑیاں کہ مراد ٹپک پڑے۔ توت پھرت کی پڑیاں۔ بی کشی (مشکل) کا کوڈنڈا جس سے مشکل آسان ہو... اس قسم کی بہت سی رسومات و توہمات کا شکار ہمارا معاشرہ تھا... جس کا نفس اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا جس کی تعلیم علم۔ عمل اور یقین سے انسانی مقدّر کو رضائے الہی کے ذریعہ متوارنے کا پیغام دیتی ہے

مفق ملا عبد القادر بدایونی جیسا عالم و زاہد اکبر کے خرافات دیکھتے ہوئے بھی اس کا درباری رہا اور نکتہ جینی کو ایک کتاب میں قلم بند کرنا رہا۔ مگر اجتہادِ بالغہ حق بلند نہ کر سکا۔

جب علماء و فضلاء مجہول رویت اختیار کریں وہاں عام مسلمان کو کون دعوت حق دے اور کون انہیں احیاء دین کا راستہ دکھائے صوفیائے کرام کا ایک طبقہ مایوس ہو کر وجودی باطنیت میں تبدیل ہو گیا شیخ فیض الدین نے انا تھ فرتے کی تعریف میں زور قلم صرف کیا

عبد اشکور علادل اور سید سلطان نے شیخ عطاء الدین پر زور تائید کی مرزا حسین نے کالی دیوی کے مدح میں اشعار کہے ستیہ ہر جیسے دیوتا پیدا ہوئے جن کی تعریف میں بنگالی ادب بھرا پڑا ہے

منوہر ناتھ کے مندر میں ہندو مسلمان دونوں سر جھکاتے تھے... ستیہ دھرم کی تحریک میں مسلمان بھی شامل تھے اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں قرآن پاک کی صورتوں کے ہندوستانی نام رکھے گئے تھے جن میں بعض تحقیر آمیز تھے...

امام احمد رضا کی زندگی اور مشن کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اس وقت کے معاشرے کا پورا نقشہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے عین اسی طرح تفہیم قرآن پاک کے چند نکات کو ذہن نشین کرنے کے لئے دورِ جاہلی کے ادب و تاریخ پر بھی نظر ضروری ہے اعلیٰ حضرت سے پہلے اور وقت کا ہندوستان اسلامی معاشرے کی مایوس کن تصویر پیش کرتا ہے مسلمان حکمرانوں کا دورِ مجموعی طور سے اسلامی حکومت کا دور نہیں کہا جاسکتا یہ مسلمانوں کی حکومت کا دور تھا ان حکمرانوں نے وہ تمام اقدام کئے جو ایک دنیا دار حکم اپنی جاہ و شہمت و وقار و تسلط کے لئے کرتا ہے خوشنیت سنگھ نے شاید اسی دور کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا ہے "اس ملک میں مسلمانوں کا خون بہت بہا ہے مگر مسلمانوں کے ہاتھوں بہت زیادہ"

اگر حالات ایسے نہ ہوتے ملا شیخ نیاز کی کوشش اسلام محمدی الملک کے سامنے بقا و دین کے لئے مجاہدہ نہ کرنا پڑتا یہ وہی شیخ الاسلام ہیں جو رمضان سے پہلے اپنی تمام ملکیت اپنی بیوی کو ہبہ کر دیتے ہیں تاکہ زکوٰۃ کے فریضے سے بچے رہیں۔

اسی پائے تخت دہلی میں ایک فتنہ اٹھا تھا جسے "مورد و نموا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ جو کبالی طریقوں سے نمودار ہوا تھا... اور ایک نیا قرآن ترتیب دیا گیا جس کا نام "آؤزہ مقدمہ" رکھا گیا اور اس کے موجود نے الہام کا دعویٰ کیا اور اپنے مقام کو نبوت اور وصیت کے درمیان بتلایا جس کا نام اس نے "بیگوک" رکھا... اس کے کہنے کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلے "بیگوک" تھے۔

اپنے مریدوں کو وہ فریاد کہہ کر لیکر دیتا تھا اسی قسم کے کئی فتنے مسلم سماج میں پیدا ہوئے جن کا ذکر اور تفصیل ایک کتاب کا مواد بن سکتی ہے فکر و نگار نے اگر مہلت دی تو یہ کام میں انگریزی زبان میں انجام دوں گا

اس قسم کے فتنوں اور تماشوں کا اثر عام مسلمان پر کیا ہوا اس کا بھی نقشہ دیکھ لیجئے مسلمان عمل اور یقین کھو بیٹھا... صرف ایہام تقدیر پرستی کا شکار ہو گیا مسلم خواتین جو درس و تدریس کی پہلی آماجگاہ تھیں کس بھونڈے پین کا شکار

انیسویں صدی کے اخیر میں مسلم کلچر (اسلامی کلچر) نہیں کیونکہ وہ اس ملک میں پھیلا ہی نہیں

خطاط اور شاعری کی منزلوں سے گذر کر دم واپس کا شکار ہو گیا مسلمان یا کسی و معاشی برتری بھی کھو چکا تھا ایسے علمی۔ افراتفری مایوسی اور گھٹن نے مسلمانوں کو دل پرچ لیا... کوئی صورت انھیں نظر نہ آتی تھی ذہن ماؤف... سوچ بچار کے سوتے خشک۔ علمی زندگی کے لئے وہ تیار نہ تھا:

یہ وہ پس منظر ہے جس میں امام احمد رضا کی زندگی اور مشن کا آغاز ہوتا ہے۔

مسلمان سلطنت کھو چکا تھا مگر اس دور کی روایات زندہ تھیں... انگریز آقا تھا... فرنگی غلامی کا بلوٹ کھلے میں پڑا...

اس وقت بھی تحریکیں اٹھیں جن میں سرسید احمد کی انگریزی تحریک و باہریت۔ اور قادیانی۔ سید احمد بریلوی کی الہی تحریک

ان حالات میں اسلامی عقائد کا سرچشمہ کتنا گلا ہو گیا اس کی بھی تصویر دیکھ لیجئے۔

سرسید احمد خان انگریزوں کے بس میں تھے... اس وقت کا مسلم معاشرہ شرفیاء اور صنعت کاروں میں بٹا ہوا تھا... سرسید نے ایک نیا طبقہ پیدا کرنے کی ہم چلائی جو ان دونوں طبقوں کے بیٹے بن گئے... وہ انگریزوں کی ملازمت بھی کرے اور جہاں تک ہو سکے اسلامی عقائد کو مسیحی عقائد کے متوازی چلائے... یہ طبقہ انگریزوں کو ہلایا... ان کا عقیدہ تھا کہ

(۱) اجماع امت حجت شرعی نہیں ہے

(۲) قیاس حجت شرعی نہیں ہے

(۳) تقلید ائمہ واجب نہیں

(۴) لفظ شیطان یا ابلیس سے کوئی ہستی مراد نہیں بلکہ انسان کے نفسِ امارہ کی طرف اشارہ ہے

(۵) اگر عیسائیوں نے بڑیوں کا کھانا کھینٹ کر مادہ الاہوتی بھی کھاؤں گے تو ناجائز ہے

(۶) واقعہ معراج بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں ہوا... شوقِ صدر بھی خواب ہی میں ہوا

(۷) فرشتوں کا وجود الگ نہیں

(۸) قصہ آدم واقعہ نہیں مثال ہے

(۹) کلامِ پاک میں کسی محرز کے صادر ہونے کا ذکر نہیں

(۱۰) مرنے کے بعد اٹھنا۔ حساب کتاب۔ میزان۔ پل صراط۔ جنت و دوزخ وغیرہ سب مجاز پر محمول ہیں

(۱۱) خدا کا دیدار نہ دنیا میں ممکن نہ عقی میں ممکن ہے

(۱۲) قرآنِ پاک میں جنگِ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر ہے اس سے فرشتوں کا اثبات ثابت نہیں ہوتا جبکہ فرشتوں کا کوئی وجود نہیں

(۱۳) چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا قرآن میں بیان ہوئی لازمی نہیں سرسید کی تحریک کا اثر ادب اور سماج کے دیگر شعبوں پر بھی پڑا... اس کا

غریبی نتیجہ کیا ہوا اس کا فیصلہ اہل ایمان پر چھوڑنا ہوں مگر یہ بات تاریخِ نوٹ کے بغیر نہیں رہ سکتی کہ سرسید کی انگریزی تحریک اور اس کی اولاد کی سیاسی و سماجی سرگرمیوں کا نتیجہ تھا کہ اس ملک میں قومی یک جہتی کو فروغ نہ ہوا اور ملک کے ہزاروں کی نحوس نویت اسی غول کے پھٹکنڈوں کی وجہ سے آئی

اس چلن کا ڈی کے دوسرے سوار سر ڈاکٹر محمد اقبال ہیں... جنہوں نے اسلامی تصور کو توڑ کر رُخِ نوری البشر جیسا نازی تصور مروجہ میں روپ میں ڈھال دیا انہیں غریب صنعت کار اور مزدور مسلمان نظر نہیں آیا بلکہ پہاڑوں کی چٹانوں پر لیسرا کرنے والا لاشا بن دکھائی دیا... اسلام جو اجماع کی روحانی اور مادی ترقی کا درس دیتا ہے اس کے برعکس شاہی اور سلطانی کا بلند باگ لٹو اپنے تخیل کے درمیان دے رہے تھے...

فقیری اور مومن کی شان میں انہوں نے نظیہ شیش محل بھوپال میں لکھی ہیں... قول و عمل کا تضاد اسے کہتے ہیں

قادیانی فتنہ بھی امام احمد رضا کے دور کی پیداوار ہے اس ضمن میں تفصیل سے کہنے کا امکان نہیں مگر مختصر یہ کہنا ضروری ہے کہ مسلمان جو اس ماحول میں کبھی اپنے آپ کی کھوج کرتا تھا تو کبھی اپنے مذہب و عقائد کی تلاش اس وقت قادیانی تحریک نے جنتِ منتر کی بھول بھلیوں والے راستے کا کام کیا... کہ بچا رہ کھویا ہوا مسلمان بھٹک بھی جائے

کچھ سید احمد بریلوی کی تحریک کے بارے میں بھی ذکر ضروری ہے ان کے مرنے کی پہلی شرط جہاد تھا یا ہجرت تھی... اس ملک میں ہجرت کی تحریک بھی چلی... بہت سے مسلمان اس ملک کو خیر یاد کہہ کر افغانستان چلے گئے... مگر افغانستان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو اپنے ملک میں سما سکے خود انھیں اپنے ملک کی سلامتی کا خطرہ پیدا ہو گیا... اس تحریک سے ایک نفسیاتی پہلو برآمد ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی تہذیب کے پیمانے پر انہوں نے تشکیک کے مسئلہ پر کام بریں یا اس تھے اور اور افراد کو بھی عین اسلامی عمل قرار دیا اور مسلمانوں کی وطن پرستی پر بھی حرف آیا

دہلی تحریک امام احمد رضا کے دور سے پہلے کی تحریک ہے... اس تحریک نے اسلام کو بھروسہ وادی میں تبدیل کرنا چاہا اور سرسید و شاداب علی دلیقین کی زندگی ان کی

گرفت میں نہ آسکی۔ یہ تحریک خود اپنے توہمات کا شکار ہو گئی

رسالہ "لیاس تقویٰ" ادارہ شرقیہ لندن (نوشہ ۳۹-۴۰) کا یہ پہلا غلط از دلچسپی نہ ہوگا

یہ رسالہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ سید صاحب ۸۳۱ھ کی بالاکوٹ کی لڑائی میں شہید نہیں ہوئے بلکہ ہنوز زندہ ہی اور کسی دن ہمدی کی حیثیت سے ظہور فرمائیں گے

مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس نے خراسان صوبہ مغربی شمالی اور ٹنک کے سینکڑوں ایسے اشخاص کی شہادتوں کو جانچا ہے جنہوں نے خود جنگ مذکور میں حصہ لیا تھا یہ لیے ہی ادہام میں جن کو سید صاحب نے زندہ بھر دیا تھا۔ لیکن اس عقیدہ غیبت کو نہ صرف ان کے بعض خلفائے تسلیم کیا بلکہ اسے دعوت دینا

دہا بستی کی عقلیت پسندی کی یہ شکست فاش تھی

دہا بستی تحریک کی دوسری کمزوری مذہبی بھی ہے اور ملک دشمنی پر بھی قائم ہے جس طرح امام احمد رضا نے جدید علوم اور جدید دین سے انکار نہیں کیا بلکہ اسے انسانی فلاح و بہبود کے لئے اُکھا دینا ہے پر زور دیتے رہے دہا بستی تحریک اس کے خلاف تھی جب اردو کے ذریعہ ایک غیر مذہبی علوم کا مدرسہ جاری کیا گیا تو اینٹیں اور گلے مڑے آم پھینک کر اس کی پذیرائی کی گئی یہ بات ڈاکٹر پٹر کے حوالے سے کہہ رہا ہوں آج بھی جو دہابیوں کی تبلیغی تحریک چل رہی ہے وہ سائنسی ٹنک ارتقا سے بے توجہی اور بے دانہ تو توں کی کافر مائی سے بے اعتنائی برتی ہے جس کی وجہ سے اس تحریک کے چنگل میں آ رہا ہوا مسلمان نہ دین کے کام کا رہتا ہے نہ ملک کے ملفوظات۔ مولوی محمد الیاس مرتبہ محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ

صفحہ ۱۷

فرمایا سرکاری یونیورسٹیوں کے جو امتحانات مولوی فاضل وغیرہ دے جاتے ہیں ہم لوگوں کو ان کی قباحت اور ان کے ضروری کا پورا اندازہ اور احساس نہیں۔ یہ امتحانات عموماً اسی لئے دے جاتے ہیں کہ انگریزی اسکولوں میں ٹوکی مل سکے گویا حکومت کافرہ نے اپنے مصالح کے لئے جو نظام تعلیم رائج کیا ہے اور اس کے جو مقاصد ہیں ان امتحانات مولوی فاضل وغیرہ کے دینے سے گویا یہ مقصد ہوتا ہے کہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے اس کافرانہ نظام کے معاون بلکہ اجرائی آگے کار بننے کا استحقاق پیدا کیا جاسکے غور فرماتے علم دین پر اس سے بڑا ظلم اور اس کا اس سے زیادہ غلط استعمال اور کیا ہوگا کہ اعدائے دین کے تعلیمی نظام کی خدمت کا کام اس سے لیا جائے گویا یوں سمجھئے کہ ان امتحانات کے ذریعہ علم دین کی نسبت اللہ رسول کی بجائے کافروں اور حکومت کافرہ کی طرف کی جاتی ہے اس لئے بڑی خطرناک چیز ہے

یہ دستور پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ دہا بستی تحریک نہ مسلمانوں کی غیر خواہ

ہے نہ ہمارے ملک کی... ملک دشمنی کی اس سے زیادہ بدترین مثال اور کہاں مل سکتی ہے ایسی ہی تحریکوں نے ایسے ہی نام نہاد عاملوں نے عام مسلمان کو دوسرے مذاہب کے بھائیوں سے دور رکھنے کی کوشش کی اور الگ تھگ زندگی گزارنے پر اکسایا جس سے وہ غریب و محروم ہی نہیں رہا بلکہ ناآسودہ بھی اور بے بنیاد غلط فہمیوں کا شکار خود اپنی نظر میں بھی اور غیروں کی نظر میں بھی رہا

اس پس منظر میں امام احمد رضا کے کام اور مشن کی اہمیت احساس ہوتا ہے... انہیں مسلمانوں کے گمراہ دیوانوں کا بھی انہیں تھا اور حکم اللہ کو حب محمدی کے ذریعے عام کرنے سعی نہیں بھی... عشق محمدی کے ذریعے انہوں نے نہ صرف احکام الہی کے استحکام کی جدوجہد کی بلکہ غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے انہوں نے عشق رسول کو پیش کیا اور اس کی عالمگیر آفاقیت پر زور دیا

عشق رسول اسلامی تہذیب کا ذریعہ پہلو ہے اور امام احمد رضا نے اپنے قلم کے ذریعے عشق رسول کے وہ عناصر جیسے توبہ۔ زہد۔ ورع۔ صبر۔ رضا۔ توکل۔ محبت۔ مشاہدہ۔ یقین۔ قناعت۔ صدق و اخلاق۔ شکر۔ ذکر و فکر و مراقبہ۔ اعتبار۔ وجد۔ فنا و بقا۔ معرفت نفس۔ وحی ہدایت و ریاضات کیفیت و اخلاص وغیرہ وغیرہ عوام الناس کے سامنے رکھے تاکہ بھولا بھٹکا ہوا راہی حیرانے غربت و ظلم میں جہالت اور بے علمی کا بوجھ لے نہ بھٹکے بلکہ احکام دین کی روشنی میں حب رسول سے سرشار ملک و قوم کی خدمت کر سکے

دہا بستی۔ نیچریت۔ قادیانیت یا اقبال کا مروجہ دوسن نہیں بلکہ کلام اللہ اور نسبت رسول ہی دینی اور دنیوی زندگی کی کامیابی کی دلیل ہیں امام احمد رضا کی زندگی اور کارناموں کی اہمیت مندرجہ بالا پس منظر میں دیکھی جائے تو اس کی اہمیت اور افادیت کا احساس ہوگا کہ مسلمان کو غوطہ دینی سے بچایا انہیں نمونہ کافر لوہے ہونے سے بچایا دہا بستی عقل پرستی اور نیچریت کے معجون مرکب سے عوام کو دور رکھا

جدید علوم میں خود بھی بے پناہ دستگاہ حاصل کی اور لوگوں کو بھی حوصلہ افزائی کی۔ امام احمد رضا کی تحریر سے یہ سبق اخذ ہوتا ہے کہ اگر مسلمان اپنے آپ کو دستور الہی کا پابند کرے اور باطنی زندگی گزارے تو اس کے لئے کوئی پرالیم ہی نہیں... یعنی کدورت سے پاک حق سے متصل ہو

الَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

ہے کھلا سب کے لئے عینانہ احمد رضا

آج بھی گمراہی میں ہے پیمانہ احمد رضا

بیک تمنائیں

کیوں کوئی پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے شدید اہزار پھرتے ہیں

بھیا سیکھی نامدار

چمنابوچرا سٹریٹ
مبئی ۳۰۰۰۰۳

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت پر

ہر یہ خلوص

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضا نے عجی ہو سگ حسانِ عرب

ابو بکر کوٹ والا

چمنابوچرا سٹریٹ
مبئی ۳۰۰۰۰۳

تمناؤں کا ہدیہ خلوص

رضا پل سے اب جد کرتے گزرے
کہ ہے ربِ سلم صدائے محمد

ذکر بھائی موٹر والا

موٹر اسپیر پاپٹس ڈیلر
ڈنکن روڈ، کراس لین ۲
مبئی ۳۰۰۰۰۳

مبارکبادیاں ہی مبارکبادیاں

ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضا
چار دن برسے جہاں ابر بہارانِ عرب

محمد بھائی موٹر والا

کاپنچ والا بلڈنگ، بارہ امام روڈ
مبئی ۳۰۰۰۰۳

تو نے اسرار حقیقت کر دئے سب پر عیاں
ہے سلم تو جہاں میں اہل سنت کا اہا ہر

تنقیدات



امام احمد رضا کی بارگاہ میں مولانا ندوی کا دوہرا کردار

۲

امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

۳

امام احمد رضا کی طرف منسوب تین اشعار

۴

امام احمد رضا ایک مظلوم مصلح

۸

بارگاہ میں مولانا ندوی کا دہرا کردار

از: حکیم خلیل احمد جالسی پچھرا جیل خاں طبعیہ کالج
علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

کے شخصی حالات، علمی مقام اور ذاتی عقائد و رجحانات کی ترجمانی میں کہاں تک انصاف و امانت، حق جوئی و حق گوئی کے منصب کو نبھانا اور اپنے ذاتی عقائد و خیالات کی گرفت سے بچ نکلنے میں کس حد تک کامیاب ہوتا ہے۔ سیرت نگار کے مقام اور مرتبہ کا تعین اس کی انہیں کوششوں کے بقدر ہو کر تا ہے۔

اعلحضرت کی سیرت نگاری میں مولانا ندوی نے ایسی کوششیں کہاں تک کی ہیں اور اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ مضمون پر سرسری نظر ڈالتے ہیں، حیرت و افسوس کے ساتھ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ وسیع انتظار اور فراخ حوصلگی تو دور کی بات ہے مولانا ندوی انصاف اور دانتاری کے مسلمہ اصولوں کو بھی بروئے کار لانے میں انتہائی ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مضمون میں جگہ جگہ ایسے الفاظ اور جملے بار بار آئے ہیں جن میں صاحب سیرت کی ذہانت علی جامعیت، تصنیفی، شغف و بہارت اور سرعت تحریر و طبع کا اعتراف کیا گیا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی سارے مضمون کے بین السطور میں آن التزام کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جب حجب اور جہاں جہاں توصیفی الفاظ سیر قلم ہوئے ہیں وہیں اور اس کے فوراً بعد ہی تنقیص و تحقیر بلکہ بے بنیاد الزامات و اتہامات کے گرم گرم اور شعلہ بار الفاظ نے سیرت نگار کے دل کے کچھ پھولوں کا روپ دھار لیا ہے۔ تحقیر و تذلیل کے پہلو پر پہلو بعض توصیفی الفاظ جو ”کر“ ”توازن“ ”کو“ قائم رکھنے اور الطاف و عنایات، ”کی“ ”نائش“ کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ جذبات غدار سے مغلوب ہو کر مولانا سے متعدد واقعات اور ان کے سن و سال کے معاملہ میں نہایت فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جن کا مسلکی اختلاف سے کوئی علاقہ نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ تراجیح و یا اثرات تعصب کا بے اختیار رد عمل۔

اس کے علاوہ جہاں جہاں مسلکی اختلاف اور اس سلسلہ کے واقعات اور عقائد و خیالات کی ترجمانی کا موقع آیا ہے۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بایں ہمہ علم و ادبی و باطن فضل و کمال مولانا ندوی ان مقامات پر ایک متعصب، تنگ ظرف، تنگ نظر اور بے لگام مولوی سے زیادہ بہتر کردار پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں حتیٰ کہ غلط

عالمی ہند کے حالات پر مرتب کتاب ”نہضۃ الخواطر و ہجۃ المسامح والنواظیر“ مولانا عبدالحی الحسینی کی تصنیف ہے، اس کی دین جلد میں یہ عنوان ”المفتی احمد رضا الیریلوی“ اعلحضرت کے حالات تبصرہ کے لئے ہیں اصولاً تو یہ کتاب مولانا موصوف ہی کی تصنیف ہے، لیکن اس کی از سر نو ترتیب و تکمیل میں ان کے نامور فرزند مولانا ابوالحسن علی ندوی کا بہت بڑا ہاتھ ہے، خاص طور پر اعلحضرت کے تذکرہ میں ان کے والد کا حصہ بہت کم اور بعض چند ابتدائی سطور میں محدود ہے۔ اسکے بعد بریکٹ میں متعدد صفحات پر شتمل سارا مضمون مولانا علی میاں ہی کے تالیف و فکر کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب نے اپنے موضوع میں جو مقام بھی بنایا ہے وہ ماحتر مولانا ندوی ہی کا فکر و نظر کا زہن منت ہے۔ اردو ادبی ادب میں ان کی سلسلہ بہارت دینی و تعلیمی موضوعات پر ان کے خاص فکری رجحان کی ترجمان ان کی تصنیفات و تالیفات نے اپنے مخصوص مسلک کی دعوت و تبلیغ مولانا کا خصوصی اقدار ہے اشیاء، افریقہ بلکہ یورپ کے بعض علاقوں تک اپنے مخصوص دائرہ فکر و عمل کو موصوف نے جس حکمت اور مصلحت سے وسعت دی ہے۔ نیز علی، تعلیمی اور دعوتی جدوجہد کے جو نقش و ثبت فرمائے ہیں۔ ان سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا جدوجہد کے پھیلاؤ سے فکر و عمل میں بھی وسعت آتی ہے۔ مولانا بھی بقدر ظرف قانون خطرات کی اس نوازش سے محترم نہیں ہیں۔

لیکن یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ علاوہ دیگر موضوعات کے سیرت نگاری پر بعض موقر تہمتیں کچھ موصوف نے جو مقام حاصل کیا ہے۔ اعلحضرت کی سیرت نگاری کے سلسلہ میں وہ اس عظیم منصب سے سبکدوش ہونے میں قاصر رہے، جن بستیوں نے پہلے ہی سے دل اور دماغ کو مسحور کیا ہوا ان کے حضور عبت اور عقیدت کے نذرانے اندر جہذبات کی الہم سازی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ سیرت نگاری کا آزمائش کا اصل موقع تو وہ ہوتا ہے۔ جب سیرت نگار اپنے مخالف کی سیرت قلم اٹھاتا ہے اور ایک کرتے وقت صاحب سیرت

بیانی، الزام دہی اور تہمت تراشی کے علاوہ کہیں کہیں معاذ مذہبات کی یورش سے مغلوب اور اپنے منصب و موقف کو بالکل ہی نہایا منیا کر کے قوی الجہل و سخت لڑاکو، شدید المعارضہ (بیمجہنگڑا) شدید الاعجابہ بنفسہ و علمہ (اپنی ذات اور علم پر بے انتہاء مغرور) شدید العنار و بجد بغض والا، والتسلک بدمیہ (اپنی بات پر سٹ دھرم) جیسے بازیگاریوں پر آئے ہیں۔

اس مضمون کے ذریعہ عام مسلمانوں میں اعلیٰ حضرت اور ان کے مذہب سینہ و خفیت کے بارے میں جو گراہی پھیلانے کی دانستہ کوشش کی گئی ہے، وہ برصغیر تک ہی محدود ہوئی۔ اگر مضمون کسی علاقائی زبان مثلاً اردو میں لکھا گیا ہوتا۔ لیکن عربی جیسی تیری کے ترقی کرنے والی اور بین الاقوامی حیثیت اختیار کرنے والی زبان کو اس گمراہ فن مضمون کے لئے چنا منصوبہ بنفاد و گمراہی کو اقصائے عالم کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دینے کی سازش کی واضح نادمی کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے مطلقاً تباہ کرنے والے بھگتے ہیں، حال ہی میں مکتبہ الشیخ "استنبول، ترکی سے علی گڑھ میں تحفہ وصول ہونے والی کتابوں میں اسی سکتے کے تعاون و اشراک سے تازہ ترین ثلث شدہ اعلیٰ حضرت کا چند اہم کتابیں بھی شامل ہیں جن میں ان کی ایک شہر کتاب "اجلی الاعلاہ" بھی ہے۔ اس کتاب کے شروع میں موف (اعلیٰ حضرت) کے مختصر حالات درج کرتے ہوئے ایک سے زیادہ مقامات پر "نزهة الخواطر" کے اسی مضمون سے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف مولانا ندوی کی سازشوں کا حال برصغیر کی تک محدود نہیں ہے بلکہ ایشیا اور افریقہ کو پار کرتا ہوا یورپ کے ددر دراز علاقے تک پہنچ چکا ہے۔

ان حالات میں ضروری تھا کہ سیرت نگاری کے پردہ میں سیرت کشی کی اس نا پاک سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ کاش کہ اعلیٰ حضرت پر مہارند نظر رکھنے والے کسی عالم دین نے اس ذمہ داری کو اٹھایا ہوتا تو اس موضوع کا کما حقہ، حق ادا ہو جاتا، آحق کا منشا بھی دراصل اہل علم کی قہمات کو اس جانب مرکوز کرنا ہے۔

مولانا ندوی کے زیر بحث مضمون کا مسطقی مطالعہ ہی اس گمان کو تقویت دینے کے لئے کافی ہے کہ واقعات یوں یا ذاتی حالات و عقائد کسی بھی معاملہ میں مولانا ندوی نے غالباً بذات خود اعلیٰ حضرت کے مطالعہ کی زحمت نہیں اٹھائی بلکہ ان کے معاذین کے خود ساختہ ویسے بنیاد مواد پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ وہ ان مخالفین کے قلب و دماغ اور زبان و قلم کی ترجمانی کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے مستند و مفصل حالات خود ان کے قریب تر تلاؤہ و خلفا مرتب اور ثلث کرا چکے ہیں۔ آپ کی علمی شخصیت اور عقائد کی تحقیق کے لئے خود آپ کی ایک ہزار تک پہنچی ہوئی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصنیفات و

تالیفات موجود ہیں، ایک سیرت نگار کو کچھ اور جتنا کچھ چاہئے اس سے کہیں زیادہ وافر مواد بیان فراہم ہے۔ اصلی حالات تک پہنچنے کے لئے اتنے بہتات و وسائل کے سہیہ ہوئے غلطی اوقات، بے بنیاد الزامات اور تہمت تراشیوں کی یہ طوفان بدترین آخر کیا معنی رکھتی ہے؟ اس مورد سوال کے دو ہی اسباب ہو سکتے ہیں۔ یا محض دشمنوں کے "کید و فراڑ" پر تقدیر کا ٹھکانا دینا ہی مقصد تھا۔ لہذا ذاتی مطالعہ اور تحقیق کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ سیرت نگاری میں اس سے بڑا جرم کیا اور بھی کر سکتا ہے؟ یا پھر اعلیٰ حضرت کے خلاف پس پردہ بین الاقوامی سازش ہی اصل مقصد و مطلوب ہے۔ مضمون کا لفظ لفظ اسی جذبہ بے اختیار کا غار ہے!

بیسوں سال سے مسلمانوں میں اعلیٰ حضرت کے مقابلہ کو بے باکی اور افترا پردازی کا طوفان برپا ہے کہ وہ فساد، جھگڑا، لڑاکو، مغرور اور جانے کیا کیا تھے، آنکھوں آئین اور دیکھیں فساد کی آگ کدھر بھڑک رہی ہے اور اصل فساد، جھگڑا، لڑاکو، پردہ رفتاری اور مغرور کون ہے؟

کاش کہ دعوت و تبلیغ کے یہ رسیا اپنی بے روح محنت کو شرمندہ معنی بنا سکتے اور خشتِ آبی و محبت و رسالت پناہی کی حقیقی دولت باگاہ اعلیٰ حضرت سے کسب کر سکتے تو یقیناً اس دعوت کا گاہ ایمان و سنیت اور دنیا و عشق رسالت سے حوصلہ سے زیادہ لے کر واپس ہوتے۔ مگر کاتب تقدیر کے اس فیصلہ کو کون بدل سکتا تھا کہ کردار سازی کے پردہ میں "سکرار کشی" کی یہ معاذلہ کوشش لوٹ کر خود انہیں کے لئے "رسوائی" کا سامان اور شکستہ بکری دار "کا عنوان بننے والی تھی۔

کیا خوب کہا ہے کسی نے:

ہیں کو اکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں دھوکا یہ بازار بھر کھلا

اس اجال کی تفصیل کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مولانا ندوی کا اصل مضمون مع ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ اس کے بعد واقعات اور حقائق کو رد میں اس کا تجزیہ کیا جائے۔

اصل مضمون

المفتی احمد رضا البریلوی

الشیخ العالم المفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی الافغانی الحنفی البریلوی المشہور بعد المصطفیٰ ولد یوم الاثنين عاشر شوال سنة اثنين وسبعين ومائتين بعد الالفه ببلدة بریلی، واشتغل بالعلم والاداء ولازمه مدة طويلة حتى برع في العلم وفاني اقرانه في كثير من الفنون لاسيما الفقه والاصول وخرج من تحصيله سنة ست وثمانين.

میں نہیں ہو گئے۔ آپ نے سید آل رسول حسین اور ہدیٰ رحمہما اللہ تعالیٰ سے بیعت و خلافت حاصل کی۔

کان متشدد فی المسائل الفقهیة والکلامیة، متوسعا و مسارعا فی التکفیر، قد حمل لواء التکفیر و التفریق فی الدیار الهندیة فی العصر الاخير و تولی کبره و اصبح زعيم هذه الطائفة تنتهولة و تنصب الیه و تحتج باقواله، و کان لا یتسامح و لا یتسمع بتاویل کفری من لایوا نفقة علی عقیدتہ و تحقیقہ، و من یرى فیہ الخرافة عن مسکة و مسکة ابائہ، شدید المعار لاسم التعقب کل حركة اهل الاحیة۔

وہ فقہی و کلامی مسائل میں متشدد تکفیر کے دائرہ کو بات بات پر پھیلانے والے، اور اس معاملہ میں جلد باز و اتع ہوئے تھے، آخر عمر میں ہندوستان کے طول و عرض میں تکفیر و تفریق کا بھند اٹھا رکھا تھا۔ اور اس مشغلہ میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ چنانچہ وہ اپنے ہم عقیدہ گروہ کے قائد بن گئے تھے جو ان کی حمایت کرتا، اپنے کو ان سب سے نسبت دیتا اور ان کے اقوال سے استدلال کرتا تھا۔ وہ اس شخص کے کفر کی تائید میں کوئی رعایت اور درگزر نہیں کرتے تھے، جو ان کے رائے اور عقیدہ کا مخالف اور ان کے ذاتی و آبائی مسلک سے منحرف ہو۔ وہ اصلاحی تحریکوں کا ہمیشہ پھینچا کرتے رہے اور سخت جھگڑا کرتے تھے۔

انعمت حفلة "مدرسة فیض عام" سنة احدى عشرة وثلاث مائة و الف فی کانپور، و حضرها اکثر العلماء النامیہین، و هی الحلفة التي تأسست فیها ندوة العلماء و من اکبر اغراضها توحید کلمة المسالین و اصلاح ذات البین بین علماء اطوائف و اصلاح التعلیم الدینی و حضرها المفتی احمد رضا المتاجر و خرج منها وقد قدّر محاربة هذه الجمعية، فاصدر صحيفة اسماها التحفة السحنیة لمعارضة ندوة العلماء

۱۳۱۰ھ میں، مدرسہ فیض عام کانپور میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اکثر اکابر علماء مشرک ہوئے یہیں ندوة العلماء کی بنیاد رکھی گئی جس کے اہم اغراض و مقاصد اتحاد مسلمین، علماء کے مختلف طبقوں میں تعلقات باہمی کی سہارا دہ دینی تعلیم کی اصلاح تھے، اس اجلاس میں مفتی احمد رضا شریک ہوئے پھر اس سے علیحدہ ہو گئے اور اب وہ اس جمعیت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے چنانچہ التحفة السحنیة لمعارضة ندوة العلماء نامی مراسلہ شائع کیا۔

ترجمہ: مفتی احمد رضا بریلوی شیخ عالم مفتی احمد رضا ولد نقی علی ولد رضا علی افغانی حنفی بریلوی معروف بہ عبد المصطفیٰ (رحمہم اللہ تعالیٰ) ارشوال ۱۲۷۶ھ کو اتوار کے دن بریلی میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز اپنے والد سے کیا۔ عرصہ داز تک انہیں کے زیر تعلیم و تربیت رہ کر ستھہ میں فارغ ہوئے اور جہارت حاصل کی، حتیٰ کہ بیشتر علوم و فنون خصوصاً فقہ اور اصول میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے۔

ولد أربع عشرة من عمرة، و سافر للحج مع والده سنة ستة و ثمانین و مائتین و الف، ثم حج سنة خمس و تسعين و اسند الحديث عن السيد احمد ذینی دحلان الشافعی المکی و الشیخ عبد الرحمن سراج مفتی الاحناف بمکة و الشیخ حسین بن صالح جمل اللیل، ثم رجع الی الهند و صنف و دروس مدة و سافر الی الحرمين الشرفین عدة مرات و ذاکر علماء الحجاز فی بعض المسائل الفقهیة و الکلامیة، و الف بعض الرسائل اثناء اقامته بالمحرمین۔ و اجاب عن بعض المسائل التي عرضت علی علماء المحرمین، و اعجبوا بغزارة علم و سعة اطلاعه علی المتون الفقهیة و المسائل الاختلافیة و سرعة تحریره و ذکاؤه

جبکہ ابھی ان کی عمر صرف ۱۴ سال تھی اسی سال ۱۲۹۰ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کا سفر کیا۔ دوسرا سفر حج ۱۲۹۵ھ میں اختیار کیا اور سید احمد زینی دحلان شافعی کی، مکہ میں احناف کے مفتی شیخ عبدالرحمان سراج اور شیخ حسین بن صالح جمل اللیل سے حدیث کی سند حاصل کی۔ پھر ہندوستان واپس ہوئے۔ اور عرصہ تک تصنیف و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، انہوں نے حرمین شرفین کا سفر متعدد بار کیا۔ دوران قیام وہاں بعض فقہی و کلامی مسائل پر علماء حجاز سے مذاکرہ کیا اور وہیں چند رسائل بھی مرتب کئے۔ نیز علماء حرمین کی خدمت میں پیش کردہ بعض سوالوں کا جواب دیا۔ جسے پڑھ کر وہ حضرات ان کی علمی گیرائی، اختلافی مسائل و فقہی متون پر دسترس، سرعت تحریر، اور ذکاوت و بلیغ سے حیرت میں پڑ گئے۔

ورجع الی الهند و الب علی التألیف و تحسیر المسائل و الذ علی مخالفیہ و الانتاء و کان قد اخذ الطریقة عن السيد آل رسول الحسینی الماں ہروی و ذال الاجازة منه ہندوستان لوٹ کر وہ مسند افتاء پر متمکن ہوئے اور اپنے مخالفین کے رد و ابطال نیز مختلف موضوع و مسائل پر مضمون نگاری و تألیف کتب

والفہ نحو ماۃ رسالۃ و کتاب فی الرد علیہا، و اخذ فتاویٰ العلماء فی اتحاد الہند، و توثیق انہم فی تکفیر علماء الہند و جمعہا فی کتاب سماھا "لجام السنۃ لاہل الفتۃ"، و اخذ علیٰ ذلک توثیق علماء الحرمین، و نشرہ فی مجموعۃ سماھا "فتاویٰ الحرمین برجفہ مدۃ المین" فی سنۃ سبع عشرۃ و ثلاث مائۃ و الف.

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کے رد میں تنویر کرب کا بھی دراصل مرتب کئے نیز علماء مدوہ کی تکفیر پر ہندوستان کے اطراف و کثافت کے علماء سے فتوے اور دستخط حاصل کئے، جنہیں "لجام السنۃ لاہل الفتۃ" نامی کتاب کی صورت میں مرتب کیا۔ پھر اس پر علماء حرمین کی تصدیق پر نیز فرام کی اور اس کے مجموعہ کو فتاویٰ الحرمین برجفہ مدۃ المین کے نام سے منسلک فرمایا۔

پھر انصرف الی تکفیر علماء دیوبند کا لامام محمد قاسم نانوتوی و علامۃ رشید احمد انگلوہی و الشیخ خلیل احمد السہارنپوری و مولانا اشرف علی تھانوی و من والہم، و نسب الیہم عقائد ہم منہا براؤ، و لعن علی کفر ہم و اخذ علی ذلک توثیقات علماء الحرمین الذین لا یصر فون لحقیقۃ و نشرھا فی مجموعۃ سماھا "حما الحرمین علی منحر اہل الکفر و المین" قال فیہا "من شک فی کفر ہم و عذابہم فقد کفر و اشتغل بہذا الرد و النقص و المحاربۃ و المعارضۃ لا تاخذہ فی ذلک ہوارۃ و لا یعتب بہ و ہن، حتی صبح تکفیر شغل الناس الشاغل، و کانت مصنیات و صحاکات و فتق و مشاعبات.

پھر علماء دیوبند مثلاً امام محمد قاسم نانوتوی، علامہ رشید احمد گنگوہی، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے ہمنواؤں کی تکفیر کو لفظ متوجہ ہوئے اور ان کی جانب ایسے عقائد منسوب کئے۔ جن سے وہ لوگ بری ہیں ان کے کفر پر دلائل قائم کئے اور اس پر حقیقت سے بے خبر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کر کے اس کے مجموعہ کو حسام الحرمین علی منحر اہل الکفر و المین کے نام سے شائع کیا جس میں ان کا یہ قول بھی موجود ہے کہ جس نے ان کے کفر اور غدا میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ اس رد و قدر میں وہ ایسے شغل ہوتے کہ کسی قسم کی سستی اور کمزوری کو پاس تک پیش کرنے دیا۔ یہاں تک کہ تکفیر کو لفظ کا عام مشغل بن گیا اور باہمی جنگ و جدل، مناظرے اور فتنہ و فساد بھڑک پڑا۔ و کان یعتقد بان رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یعلم الغیب

علما کما، فکان یعلم منذ بدء الخلقۃ الی قیام الساعة بل الی الدخول فی الجنة و النار جمیع الکلیات و الحنیات لا تشذ عن علمہ مشاذۃ، و لا تخرج عن احاطتہ ذرۃ، و کان یعد بقولہ "علم ما کان و ما یكون" و قد صنف فی ہذا الموضوع عدۃ رسائل منہا رسالۃ "انباء المصطفیٰ" و رسالۃ اخرى باسم "خالص الاعتقاد" و لہ رسالۃ فی ہذا المعنی بالعرفیۃ سماھا "الدولۃ المکیۃ" و علق علیہا حاشیۃ زادت علیہا اضعا فاصفة و سماھا "الفیوض المکیۃ"،

ان کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کا کمالی علم رکھتے تھے اور ابتدائے آفرین سے قیام قیامت تک ہر جگہ جنت و دوزخ میں ان کے متحقین کے پورے چلنے تک ساری کلیات و جزئیات سے باخبر تھے۔ حتیٰ کہ کوئی چیز ان کے علم سے باہر تھی نہ کوئی ذرہ ان کے اعظم علم سے خارج تھا۔ اپنے اس دعویٰ کی تعبیر وہ "علم کان و ما یكون" سے کرتے تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے متعدد رسائل تصنیف کئے مثلاً رسالہ "انباء المصطفیٰ" اور خالص الاعتقاد وغیرہ ایک رسالہ عربی میں ہے جو "الدولۃ المکیۃ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس پر حاشیہ چڑھایا جو اصل سے کئی نفاڑھ گیا۔ اس کا نام "الفیوض المکیۃ" رکھا۔

و کان یتصر لرسولہ و البدع الشائعۃ و قد الف فیہا رسالۃ منستقلۃ و الفہ رسائل فی الاستمداد الاستعانۃ بآیاء اللہ و اہل القبور و کان مع ذلک یرعی حرمۃ سجدۃ التخیۃ و الفہ فیہا رسالۃ سماھا "الزبدۃ الزکیۃ تحویر معبود التخیۃ" وھی رسالۃ جامعۃ تدل علی غزارۃ علمہ و قوۃ استدلالہ، و قد کمر وجہ رسوم و بدعات کی حمایت کرتے تھے جس پر انہوں نے مستقل رسائل مرتب کئے، اولیاء اللہ اور اہل قبور سے مدد طلب کرنے کی جواز پر بھی رائے تحریر کئے۔ اس کے باوجود سجدہ تعظیم کو حرام خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اس پر ایک رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ تحویر معبود التخیۃ" قلمبند کیا جو علاوہ جامع ہونے کے ان کی وقت علم اور قوت استدلال پر دال ہے۔

و کان الذلک کان یتصر للامعیاد و الحق تقوم علی القبول و سیمہا اہل الہند "الاعواس" و مع ذلک یحصر الغنائم بالانما میں یحرم الصنع المضارح منسوبۃ الحسین علیہ و علی آیاتہ السلام الی یصنعھا اہل الہند بالقرطاس و سیمونھا "تعزیۃ" اسی طرح وہ قبروں پر ہونے والے ان اجتماعات کی حمایت کرتے تھے جنہیں اہل ہند "عرس" کہتے ہیں لیکن مزامیر کے ساتھ گانا و قوالی حرام سمجھتے تھے۔ نیز حسین علیہ علی آباء السلام کی طرف منسوب قبروں کا بنانا حرام سمجھتے تھے جنہیں ہندوستانی

لوگ کا فہم سے تیار کرتے اور تفریہ کے نام سے پکارتے ہیں۔

کان عالماً متجرباً کثیر الملاحظة . واسع الاطلاع له قلم سیال وفکر حافل فی التالیف ، تبلیغ مولفاته و رسائله علی روایة بعض متن جمیہ خمس مائة مؤلف اکبر ها . الفتاوی الرضویة فی مجلدات کثیرة ضخمة کان قوی الجدل ، شدید المعاضة شدید الاعجاب بنفسه و علمه ، قلیل الاعتراض بمعارضه و مخالفيه ، شدید العناد و التمسک برأيه

وہ ایک متبحر عالم تھے جن کی معلومات وسیع اور مطالعہ بہت زیادہ تھا۔ وہ ایک ردائ و دوائ قلم اور تصنیف و تالیف میں جامع ٹکڑے حامل تھے۔ اپنے تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق وہ ۵ سو تک پہنچنے والے رسائل و تالیفات کے مؤلف تھے جن میں سب سے بڑی اور بہت سی ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب "تناوی رضویہ" ہے۔ وہ بڑا جنگجو ، سخت لڑاکا اور اپنے علم و ذات پر بے غیر و غرور تھا اپنے ہم معصروں اور مخالفوں کا کم ہی اعتراف کرتا تھا۔ انہائی بغض رکھنے والا اور بہت دھرم تھا۔

ینذا نظیر فی عصره فی الاطلاع علی الفقه الحنفی و جذ نبائہ و یشہد بذلک مجموع فتاواہ و کتابہ "کفل الفقیہ الفام آفی احکام قوطاس الدراہم" ، الذی الفہ فی مکتہ سنۃ ثلاث و عشرين و ثلاث مائة و الف و کان را س خطاطیل الباع فی العلوم الدیانیة و الہیة و النجوم و التوقیت .

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زامین ان کا کوئی نظیر نہ تھا جس پر ان کا مجموعہ فتاوی اور کتاب "کفل الفقیہ الفام فی احکام الدراہم" شاہر ہے۔ جو مکہ میں ۱۲۲۴ھ میں تحریر کی گئی تھی ، وہ علوم ریاضی و طبیعت ، نجوم اور توقیت پر حاوی تھے۔

علما بالمرسل و الحق ، مشاہد کافی اکثر العلوم ، قلیل البصاعة فی التحدیث و التفسیر یغلو کثیر من الناس فی شانہ فلیعتقدون انہ کان مجدد المائۃ الاربعۃ عشرۃ مات لخمسن بقین من مفر سنۃ اربعین و ثلاث مائة و الف . رسل و در جہر میں بھی دخل رکھتے تھے اور دوسرے بہت سے علوم میں ان کا حصہ تھا۔ لیکن حدیث و تفسیر میں کم مایہ تھا ، بہت سے لوگ ان کی شان میں مبالغہ آرائی کرتے ہیں اور ان کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔

۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ میں وہ مر گئے۔

مذکورہ بالا مضمون کے اصل اور ترجمے الفاظ و معانی کی جو آئینہ بندی کی ہو اس میں مولانا ندوی کا منعکس خد و خال ان کے متعارف خد و خال سے کتنی

مطابقت پیدا کر سکا ہے ہم ذیل میں اسی کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتے ہیں۔ شروع مضمون میں چند سطروں کے اندر جیسا کہ تاریخین مطالعہ کر چکے ہیں ، افسوس کا مختصر نسبت نامہ ، حسن و دلاوت اور اپنے والد محترم ہی کے زیر سایہ تعلیمی شغل کا ذکر ہے جس کے بعد ان کی تعلیمی فراغت اور علمی صلاحیت کا اظہار حسب ذیل لفظوں میں کیا گیا ہے۔

حتی بس فی العلم وفاق اقرانہ فی کثیر من الفنون لاسیما الفقه و الاصول

(ترجمہ) یہاں تک کہ فراغت و مهارت حاصل کی اور بہت سے علوم و فنون خصوصاً فقہ اور اصول میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے۔

یہ جملے مضمون کے ابتدائی حصہ سے ماخوذ ہیں جو بریکٹ سے پہلے ہے اس لئے ہم انہیں اصل مؤلف مولانا عبدالحی الحسنی کے خیالات کا ترجمان سمجھتے ہیں موصوف نے داشتگاہ الفاظ میں المصطفیٰ کے زمانہ کے ہزاروں علماء پر ان کی علمی فوقیت کو تسلیم کیا ہے۔ جن میں کوئی استاذ الاساتذہ تھا تو کوئی علامہ دوراں ، کوئی امام معقولات تھا تو کوئی شیخ تفسیر و حدیث ، کوئی فقیہ النفس کے بھاری بھر کم خطاب سے نوازا جاتا تھا۔ تو کوئی شیخ الہند ، شیخ الاسلام اور حکیم الامت کے لقب سے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سنبڑے در علم و فضل کو ایسے ایسے اساتذہ اور ائمہ علوم و فنون نے عزت بخشی تھی۔ جن کے فضل و کمال کا سکھ ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے تھے حتیٰ کہ اعظم علماء عرب کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم ذیل میں ان ہزاروں فضلاء و اوقات میں سے چند اسمائے گرامی پیش کرتے ہیں تاکہ اس مبارک زمانہ کی ایک جھلک ہمارے قارئین کے سامنے آجائے۔

اعلا حضرت کے ہم عصر علماء

- (۱) مولانا نور احمد بدایونی (د ۱۳۰۲ھ)
- (۲) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (د ۱۳۰۴ھ)
- (۳) البراحنات مولانا عبدالحی فرننجی علی (د ۱۳۰۴ھ)
- (۴) مولانا شاہ عبدالرزاق فرننگی علی (د ۱۳۰۴ھ)
- (۵) مولانا ارشاد حسین رامپوری (د ۱۳۰۴ھ)
- (۶) مولانا عبدالحی خیر آبادی (د ۱۳۱۸ھ)
- (۷) تاج الفول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی (د ۱۳۱۹ھ)
- (۸) مولانا احمد حسن کانپوری (د ۱۳۲۲ھ)
- (۹) استاذ العلماء مولانا بدایت اللہ خاں جو پوری (د ۱۳۲۶ھ)
- (۱۰) مولانا صدی احمد محدث سورتی (د ۱۳۳۳ھ)
- (۱۱) استاذ العلماء مفتی لطف اللہ علیگرہ (د ۱۳۳۲ھ)

(۱۲) مولانا علی احمد محدث سہارنپوری محشی بخاری (م ۱۲۹۷ھ)

(۱۳) مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ)

(۱۴) مولانا محمد نظیر نانوتوی صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (م ۱۳۰۲ھ)

(۱۵) نواب صدیق حسن قنوجی (م ۱۳۰۷ھ)

(۱۶) مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ)

(۱۷) مولانا احمد امروہوی (م ۱۳۳۳ھ)

(۱۸) مولانا نذیر حسن دیوبند (م ۱۳۳۳ھ)

(۱۹) مولانا عبدالرحیم رحیم آباد مظفر پوری (م ۱۳۲۰ھ)

(۲۰) مولانا عبداللہ غازی (م ۱۳۳۷ھ)

(۲۱) مولانا خلیل احمد انیسوی (م ۱۳۳۷ھ)

(۲۲) مولانا انور شاہ شمشیری (م ۱۳۵۰ھ)

(۲۳) مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ)

(۲۴) مولوی محمد یعقوب نانوتوی صدر المدرسین مدرسہ دیوبند

(۲۵) مولوی رفیع الدین بہتم مدرسہ دیوبند

(۲۶) مولوی محمود الحسن استاد مولوی حسین احمد نانوتوی

(۲۷) مولوی حسین احمد نانوتوی

یوں تو ان علما میں سے ہر ایک آسمان علم و فضل کے ماہ و انجم تھے لیکن ان میں بھی علما اہلسنت میں استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خان جو پوری تاج الفیول مولانا عبدالقادر بدایونی اور ابوالحسنات مولانا عبدالحی فرنگی علی وہ جامع کالات اور نازش علم و فضل تھے جن کی عظمت و جلال کا اعتراف اعظماء علماء عرب بھی کرتے تھے۔ دوسری طرف علماء دیوبند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا رشید گنگوہی مولانا خلیل احمد انیسوی اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے اقران و اتباع زبان دیوبند شیخ الہند شیخ الاسلام امام وقت اور حکیم الامت تھے۔

مولانا عبدالحمیٰ الحسنی کے قول کے مطابق ان تمام اجداد علماء پر علیہ حضرت کو فضیلت اور توقیت حاصل ہے۔ گویا مولانا عبدالحی کو خود اعتراف ہے کہ ان علما میں اگر کوئی استاذ العلماء امام دوران اور صدر نشین علم و فضل ہے تو علیہ حضرت اس محفل علماء میں استاذ الاساتذہ شیخ الشیوخ امام الامم اور صدر الصدور کے مسند عظیم پر متمکن ہیں۔

الفصل ما شهدت به الاعداء

مضمون کے مذکورہ بالا ابتدائی سطروں کے بعد متعدد صفحات پر متقل سارا مضمون مولانا علی ندوی کا اضافہ و تکرار ہے جو بریکٹ میں ہے آپ نے علیہ حضرت کی فطری ذکاوت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے "ولہ اسلم عشتق من عظمیٰ" (ترجمہ ان کی عمر اس سال ہی تھی کہ وہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے لیکن خود علیہ حضرت کی تحریر اور آپ

کے مستند سوانح نگاروں کے مطابق آپ کی فراغت کی عمر ۱۳ سال، ۱۱ ماہ اور ۵ دن تھی۔ اگلے عہد میں آپ نے علیہ حضرت کے پہلے سفر حج کا ذکر متعدد ذیل فقرات میں کیا ہے و سافر للحج مع والدہ المستندہ مست و شحاتین و مائتین و الف (ترجمہ) ۱۲۸۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ سفر حج اختیار کیا۔ علیہ حضرت کا یہ پہلا سفر حج تھا جو در سال ۱۲۹۹ھ / ۱۸۷۸ء میں وقوع پذیر ہوا۔ ذکر ۱۲۸۶ھ میں جیسا کہ مولانا ندوی نے تحریر کیا ہے۔

آگے آپ علیہ حضرت کے دوسرے سفر حج پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ثم حج خمس و تسعین و اسند الی آخر (ترجمہ) دوسرا حج ۱۲۹۵ھ میں کیا اور (اعظم علماء حرمین شریفین سے) اسناد حاصل کیں۔ یہاں بھی مولانا سے دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔

۱۔ آپ نے دوسرے حج کا سال ۱۲۹۵ھ بتایا ہے حالانکہ صحیح اور مستند سال ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۵ء ہے۔

۲۔ علماء حجاز سے اسناد و اجازات پہلے سفر حج کے موقع پر حاصل کی گئی تھیں لیکن بہت بے پرواہی سے ان واقعات کو دوسرے سفر حج میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد مولانا ندوی فرماتے ہیں و سفل الی الحمین الشریفین عتہ ہدایت (ترجمہ) انھوں نے حرمین شریفین کا متعدد بار سفر کیا۔ علیہ حضرت کے متعدد سوانحات اور تذکروں سے مرین رجوع کیا لیکن کہیں بھی مذکورہ بالا دو کے علاوہ اور کسی سفر حج کا ذکر نہیں ملتا جس کی مزید تصدیق خود مولانا ندوی کے جملہ ما بعد سے ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے

وذاکر علماء الحجاز فی بعض المسائل الفقیہۃ والکلامیۃ (ترجمہ) اور (اسی دوران) علماء حجاز سے بعض فقہی اور کلامی مسائل پر گفتگو کی۔

علماء حجاز سے گفتگو اور دوسرے اہم واقعات دوسرے سفر حج سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ مولانا ندوی نے "عدت ہرات" کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے جس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔

مذکورہ بالا چند ہی سطروں میں مولانا علی میاں جیسے وقیع سیرت نگار سے اتنی بہت سی غلطیاں نہایت نمونہ ستارک اور غلط ذرائع معلومات پر مبنی کرتے ہوئے اپنے فرائض سے روگردانی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علیہ حضرت کے دونوں سفر حج کی اہم تفصیلات پیش کر دی جائیں۔

۱۔ پروفیسر محمد مسعود احمد "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" ص ۶ وغیرہ

۲۔ فاضل بریلوی ص ۷۳ ۳۔ مولانا نسیم بستیوی "مجدد اسلام" ص ۳۸

۴۔ فاضل بریلوی ص ۷۳ ۵۔ مجدد اسلام ص ۷۳

پہلا سفر حج یہ سفر اعلیٰ حضرت کے عنوان شباب میں پیش آیا آئی کم عمری میں علما و فنون پر ایسی دسترس؛ اکابرین علماء حجاز حیرت و استعجاب میں پڑ گئے چنانچہ انھوں نے نہایت محبت اور عقیدت میں ڈوب کر اعلیٰ حضرت کو حدیث فقہ اصول تفسیر اور دوسرے علوم کی اسناد اور اجازات سے سرفراز فرمایا ایسے بیشتر واقعات میں سے ہم صرف ایک واقعہ شاذ اور جگ کر رہے ہیں۔ امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جلیل اللیل ایک دن بعد نماز مغرب حرم شریف سے واپس آ رہے تھے بغیر کسی تعارف کے اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہی ان کا ہاتھ تمام لیتے ہیں اور دیکھتے ہی ان کی پیشانی کو پکڑے ہوئے اخی لا اجد نوراً اللہ من ھذا لجبین کے نورانی الفاظ سے نوازتے رہے بعد میں آپ نے حجاج ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اسی سفر میں انھوں نے انھیں امام وقت کی ایما پر رسالہ جوہر مضمیہ کی بسط شرح غرض وودن میں لکھ کر ”النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہر المضمیہ“ کے نام سے پیش فرمایا اور شیخ موصوف سے بھرپور داخل تحمیں حاصل کی ساتھ ہی اس پر نہایت مفید، مدلل اور مفصل تعلیقات اور حواشی بڑھاکر ایک مستقل رسالہ ”الطریق الوضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ“ مرتب فرمایا جسے پڑھ کر فضلاء وقت حیرت میں پڑ گئے۔

دوسرا حج اعلیٰ حضرت کا یہ سفر بے حد اہم اور تاریخی تھا اس کے اہم مختصرات حسب ذیل ہیں۔

پہلے حج کے موقع پر اعلیٰ حضرت کی علمی جلال و جامعیت سے اکابرین علماء حرمین شریفین بے حد متاثر ہو چکے تھے۔ ہندوستان لوٹنے کے بعد ندوۃ العلماء کی تحریک شروع ہو چکی تھی۔ آپ نے اس کے تاسیس اجلاس میں شرکت فرمائی لیکن وہاں اسلام کی نقلی ہوئی اہانت اور سرسرفرازی کو دیکھ کر دیگر علمائے اہلسنت کے ساتھ اس سے علینگی اختیار کر لی اور دلائل شرعیہ قاہرہ پر مشتمل فتاویٰ ”الحج السنۃ لاهل الفتنة“ شائع فرمایا علماء حرمین شریفین نے اسے پڑھ کر آپ کی علمی گہرائی اور قوت استدلال کا برملا اعتراف کرتے ہوئے موثر تصدیقات اور عظیم خطابات سے نوازا۔ یہ تصدیقات اس کثرت سے حاصل ہوئیں کہ انھیں الگ ”فتاویٰ الحرمین“ جو جمعہ ندوۃ الملیین کے نام سے شائع کرنا پڑا۔ اس سفر کا بے حد اہم اور بعض علماء دیوبند کے ”سیاسی کردار“ کا عکاس علماء حرمین سے آپ کا وہ

تاریخی مذاکرہ ہے جو بقول اکابر علماء حرمین علم غیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بعض ہندی مفسدوں کے اٹھائے ہوئے سوالات پر مبنی تھا جس کے نتیجے میں یہ ”الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ“ جیسی شہور عالم کتاب وجود میں آئی۔ اس کے دلائل وبراہین اور حوالوں نے انھیں مبہوت کر دیا چنانچہ ان کی عقیدت اور گروہ کی اتنی بڑھ گئی کہ نہ صرف عقیدت بیسز تقاریط اور تہم باتش ان خطابات سے نواز بلکہ حصول اسناد و اجازات کے لئے اس قدر ذوق و شوق کا اظہار کیا کہ وہامہ کے طویل قیام کے دوران بھی یہ سلسلہ اوصو راہی را اور بہت سے ایسے وعدے ہندوستان لوٹ کر پورے کئے گئے سند و اجازات کے لئے والہا زوق و شوق اور بے تاملانہ محبت و عقیدت سے لبریز یاد دہانیاں آج بھی ”اجناسۃ“ وغیرہ کتابوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔

مذکور بالا مذاکرہ پر اعلیٰ حضرت کے ارشادات کے اہم خلاصے حسب ذیل ہیں۔ مکہ معظمہ میں معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد اور دیگر حضرات آئے ہوئے ہیں ان لوگوں نے شریف مکہ تک رسائی پیدا کر کے مسئلہ غیب چھیڑا ہے اور چند سوالات مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال کی خدمت میں پیش کئے ہیں.... میں مولوی عبدالحکیم کے ساتھ شیخ کے پاس پہنچا اور مسئلہ علم غیب پر دو گھنٹے تقریر کی.... شیخ خاموش سنتے رہے.... الماری سے نکال کر ایک پرچہ دیا.... جس میں ”اعلام الاذکیاء“ پر استفسار تھا.... اس کا جواب لکھتے لکھتے فرمایا پرچہ لیکر میں چلا آیا.... ۲۵ رذی الحجہ ۱۲۳۲ھ کو کتب خانہ حرم میں پھر ملاقات ہوئی.... اس بار شیخ نے علم غیب پر ۵ سوالات کا استفتاء عنایت فرمایا اور فرمایا کہ وہاں نے شریف مکہ کی معرفت آپ سے جواب طلب کیا ہے.... میں نے جواب لکھنا شروع کیا۔ اسی دوران عالم حلیل مولانا شیخ احمد ابوالخیر میر داد کی طلبی پر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے چند اوراق سماعت فرما کر بحث علم خمس بڑھانے کی ہدایت کی۔ واپسی میں ادبازانوں نے مبارک کوا تھہ گانا گایا تو حضرت نے باں بزرگی فرمایا۔ انا اقبل اس جلدک، انا اقبل تعادک (میں تمہارے قدروں کو بوسہ دوں۔ میں تمہاری جوتیوں کو بوسہ دوں)۔

مذکورہ سوال ان بعض وہابیہ کاٹھایا ہوا تھا جنھوں نے دل کھول کر اللہ و رسول کو گالی دی اور ہندوستان میں اس کی کتابیں شائع کیں۔..... انھوں نے جانا کہ میں مکہ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جدا ہوں.... زیارت میں مشغول مولیٰ و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاقری کی جلدی.... انھوں نے سوال اس طرح پر اٹھایا کہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا لگا ہونا، کتابیں پاس نہ ہونا مجھے اظہار جواب سے روک دے گا غلط

۱۔ حوالہ فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱

شیخ کمال نے دودن کے اندر جواب پورا کر لینے کی ہدایت کی۔ شان الہی کہ دوسرے دن سے بخار نے پھر عود کیا۔ اسی حالت میں تصنیف شروع کی۔ اسی دن شیخ ابو نعیم کی خدمت میں حاضری کا مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا۔ لوٹ کر اسی شب جواب میں بحث فرما بڑھایا۔

دوسرے دن صبح ہی مولانا سید عبدالحی ابن مولانا سید عبدالحکیم محدث ملک تشریف لائے، علوم حدیث کی اجازتیں لکھوائیں، ہنر تک رہے، ساتھ نماز پڑھی اور عازم طیبہ ہوئے دن کا ٹراہتہ خالی گیا۔۔۔۔۔ بخار بھی ہے۔ محمد اللہ تعالیٰ باقی وقت میں بعد نماز عشا تک (کل پانچ گھنٹہ میں) کتاب کی تکمیل ہو گئی۔

اس کتاب کی نام ”الدولة المسکية بالمادة الغيبية“ رکھا۔۔۔۔۔ شیخ کی خدمت میں پیش کیا انھوں نے تشریف کر دیا پڑھنے کا علم ہوا شیخ نے پڑھا شروع کیا۔ دربار میں دو ہائی موجود تھے ”احمدی“ اور عبد الرحمن۔۔۔۔۔ دونوں بیچ میں لقمے دیتے مگر تشریف مکہ کی تہدید پر خاموش ہو جاتے۔۔۔۔۔ نصف شب تک نصف رات پڑھا گیا۔ تشریف بے حد متاثر ہوئے اور بے ساختہ کہا۔ اللہ اعظمی و هو لا یمنعون (اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں)۔۔۔۔۔

وہا پر کو حقین ہو گیا کہ یہاں ان کی کچھ پیش دہلی گی۔ چنانچہ انھوں نے گورنر کو سے رجوع کیا۔۔۔۔۔ کہ ہندوستان سے ایک عالم آیا ہے اس نے عقیدے بگاڑ دیے ہیں۔ شیخ محمد بن علی، شیخ صالح کمال، مولانا ابوالخیر میر داد اس کے ہمنوا ہو گئے ہیں گورنر نے یہ نام سننے تو کہا ”ان اکان هؤلاء معہ فهو لفساد ام یصلح“ (جب یہ حضرات اس کے ہمنوا ہیں تو وہ مفسد ہے یا مصلح؟) غافلین خاموش ہو گئے۔ مذکورہ بالا بیان کی تصدیق و تائید مولانا شیخ اسماعیل بن خلیل کے حسب ذیل بیان سے ہوتی ہے: شیخنا العلامة المحمدی شیخ المولوی احمد رضا صاحب ۱۳۱۳ھ میں حج کے لئے تشریف لائے بعض فاضلوں کی مدد سے چندہ تصنیفوں نے اس وقت کے تشریف مکہ کے یہاں ضرر پہنچانے کی کوشش کی اور ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا چنانچہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے پاس سوال بھیجا اور گمان کیا کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے کہ سفر کی تیاری میں ہیں اور یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں ہے تو مولانا نے اللہ ان کی تائید کرے۔۔۔۔۔ وہ جواب لکھا جس سے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی کی اور ہر کافر و فاسق و مکر وہاں بے نور کو ذلیل و خوار کیا۔

حضرت امام احمد رضا خاں جواب سے فارغ ہوئے تو تشریف مکہ کے شیخ صالح

کمال (سابق مفتی مکہ) کو حکم دیا کہ رسالہ ان کے دربار میں پہنچا دے، پڑھا گیا۔ سرکش گروہ کے افراد وہاں موجود تھے۔ سن سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور ذلیل و خوار ہوئے۔۔۔۔۔ تشریف مکہ پر نظر ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں حق پر ہیں اور مخالفین گمراہ ہیں۔

یہاں تک کہ بعض ثقہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ تشریف مکہ کے ایک ملازم نے درخواست کی کہ حق شیخ میں (اعلیٰ حضرت کے ساتھ) ایک گونہ اہانت جاری کرنے کی اجازت دیں تشریف مکہ نے انکار کر دیا اور فرمایا:-

”ایسے امر کا اجرا کیوں کر ہو سکتا ہے، حالانکہ تمام علماء اس کی مدد پر قائم ہیں اور وہی کہہ رہے ہیں جو وہ کہتا ہے اور ہم سب کا رجوع علماء ہی کی طرف ہے اور انھیں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔“

مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ علماء و مجاز سے اعلیٰ حضرت کے مذاکرہ کا موضوع علم غیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب کے اس فدائی اور عاشق صادق پر قبولیت اور اعزاز و اکرام کی وہ باتیں کی کہ قبول شیخ اسماعیل بن خلیل:-

علماء اور طلباء علم نے چاروں طرف سے انھیں (اعلیٰ حضرت کو) گھیر لیا، تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی سوال کرتا، اور کوئی قول صحیح دریافت کرنے کیلئے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے، اور کوئی اجازت مانگتا ہے اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا ہے یہ ان کا حال تھا جب مکہ میں تھے۔

حیرت ہے کہ وہاں ہدایت اور سنیت کے بنیادی اختلافی مسئلہ پر دونوںوں اور وہاں کی طرف سے مذکورہ بالا پیر چھارے اعلیٰ حضرت کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوششیں اور بغض تعالیٰ ان کے مقابل اعلیٰ حضرت کی شاندار کھیل اور علماء مجاز کی دیوانہ وار عقیدت کی شان مولانا ندوی کی نظروں سے کیوں اوجھل ہو گئیں!

خاص طور پر یہ بات نوٹ کرنے والی ہے کہ پہلے حج میں اعلیٰ حضرت کا علماء حرمین سے اسناد و اجازات حاصل کرتا تو یاد رہا، لیکن دوسرے حج میں نہ صرف علماء و مجاز بلکہ دوسرے ممالک سے آئے ہوئے اکابر علماء کی طرف سے حل مسائل، اسناد و اجازات حتیٰ کہ دست بوسی اور قدیم بوسی کے لئے اعلیٰ حضرت کو دیوانہ وار گھیر لینے کے حیرت ناک واقعات نظر انداز کر دیئے گئے۔

سیرت نگاری میں انصاف و دیانت کے امتحان کا اصل مقام وہی ہوتا ہے جب اپنے مخالف کی سیرت بیان کرتے ہوئے وہ نازک مرحلہ آجائے جہاں صاحب سیرت کی زندگی کا نقطہ عروج و اوج و سرت نگار کے ذاتی عقائد میں ٹکراؤ کی نوبت پیش آگئی ہو!

و سلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے معاذ اللہ برقرار دیتے ہیں حال ہی میں ہوشیار سے بچھایا گیا تھا چنانچہ شریف مکہ نے ان کی رشتہ دہانیوں کا شکار ہو کر ان کی ایماد پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سوالات بھیجے اور جلد سے جلد جواب طلب کیا۔ یہ اعلیٰ حضرت کی زندہ کرامت اور ان کے آقا و مولیٰ کی عنایت ہے غایت ہی تو تھی کہ بیش از بیش مصروفیات، تجارت کی حالت، اکابر علماء سے طویل ملاقاتیں کچھ جسم سے کچھ جان کی طرف سفر کی تیاریاں، حوالہ کی کتابوں کی عدم موجودگی پھر بھی محض ہمارے گھنٹہ میں کتاب کو مل کر کے پیش کر دیا جس پر نہ صرف شریف مکہ بلکہ مقامی و بیرونی تمام علماء کبار حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے اور نہایت پرشکوہ الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرنے لگے۔

بے بنیاد الزام کا مذکورہ دعویٰ مبالغہ یا دیگر گئی پرستی نہیں۔ شیخ سید اسماعیل بن خلیل مکی اس جھوٹے بہتان کی بخیرہ دری کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-
”بلکہ ایک اور نے اپنی تحریر میں یہ جھوٹ باندھا اور بہتان لگایا کہ حضرت احمد رضا نے اپنے رسالے میں جو اس سوال کے جواب میں لکھا، ”حکم لگایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی بالفعل سے متعلق ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مثل علم الہی کے ہے۔ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں، حالانکہ اللہ ہمارے شیخ مذکور نے ان میں سے کوئی بات ہی ہو کیسے یقین کیا جاسکتا ہے جب کہ رسالہ خود ہمارے ہاتھ میں ہے۔“

اعلیٰ حضرت نے اس عظیم بہتان کو ایسا دہشتگاہ فرمایا اور علم الہی و علم رسول میں فرق و امتیاز کی اتنی تحقیق بیان فرمائی کہ علم رسول کی بے پایاں وسعت پر ایسے ٹھوس دلائل و براہین پیش فرمائے کہ مخالفین کا سارا سر و فرب بے نقاب ہو کر خود انھیں کے لئے سامان رسوائی بنا اور دوسری جانب جہنم تشریف میں موجود مقامی و بیرونی مشاہیر علماء و فضلاء و نعمت الہی اور آیات اللہ کا کہہ کر پروانہ وار اعلیٰ حضرت پر ٹوٹ پڑے۔ ”کی لک فضل اللہ یوتیہ من لیشاء۔“ اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ جو شریک سفر تھے لکھتے ہیں:-

”..... دوسری بار زیارت..... اور حج کے لئے متوجہ ہوئے۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں خوب خوب عزت و توقیر کی گئی۔ وہاں علماء و فضلاء اور مشاہیر بڑے اعزاز و اکرام سے ملے، دست بوسی کی، حدیث مسلسل بالادولہ سنی..... صحاح و سنن و مسانید و معاجم اور چاروں مصنفوں کی اجازت لی، وہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہوئے۔ اور یہ تمام باتیں چھوٹی اور بڑی سب ان علماء اور اکابر کے اصرار سے ہوئیں۔ دراصل

افسوس کہ آزمائش کے اس سخت مرحلہ پر مولانا علی میاں بے قابو ہو گئے ہیں اور انھوں نے جذبات کے ہاتھوں انصاف کی عصمت کو مہر و کرتے ہوئے آسمان علم و فضل کے چلنے ہوئے سورج چاک ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے جسے ان کی تقدس ماب شخصیت اور ان کے منصب سیرت نگار کے لئے جوڑنا بڑا ہی مشکل ہو گیا ہے۔

اگے ارشاد ہوتا ہے:-

والف بعض الرسائل انشاء اقامتہ الحاصلین (توجہ) حرمین کے قیام کے ولحاب عن بعض المسائل التي عرضت على علماء دوران بعض رسائل مرتبتي الحاصلين واعجبوا لبقولهم علمه وسعته اطلاعي على اور علماء حرمین پر پیش کئے چند الممتون الفقہیہ و المسائل الخلافیہ و سرعت سے سوالوں کا جواب دیا جس پر تحریف و ذکر کا نام۔ وہ حضرات ان کی علمی گہرائی، اختلافی مسائل و فہمی متون پر دہش سرعت تحریر اور ذکاوت سے حیرت میں پڑ گئے۔

یہاں بھی مولانا ندوی متضاد کتب و شکائیں۔ وہ سنیت اور وہایت کی تاریخی معرکہ آرائی، اعلیٰ حضرت کے دندان شکن جوابات اور یادگار کاسیانی پر الف بعض الرسائل اور احباب عن بعض المسائل کے معنی پیش کر کے فاری کو حقیقت حال سے بے خبر رکھنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف حقیقت حال کو چھپانے سے قاصر رہ کر اعلیٰ حضرت کے حیرت انگیز کارناموں پر علماء حرمین کے قابل قدر تاثرات کو تبا کر اپنے منصب کا دفاع بھی کر رہے ہیں۔ !!

دوسرے حج کے دوران اعلیٰ حضرت نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:-

۱۔ الدولة المملکۃ بالمادۃ الغیبیۃ:- کراچی کی مطبوعہ علاوہ تقریفات تین تصنیفات کی یہ کتاب درجہ خصوص پر مشتمل ہے۔

پہلے بڑے حصے میں سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر بحث کی گئی ہے جو آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ کی روشنی میں ایسے دلائل قاہرہ و دلبرین قاطعہ پر مبنی ہے کہ مخالفین مہوت اور غائب و خاسر ہو کر رہ گئے۔

دوسرے حصے میں ان سوالوں کے جوابات دیے گئے جو مولانا شاہ سلامت اللہ کی کتاب ”اعلاہ الاذکیاء“ کی ایک عبارت اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ”مکمل مسج النبوة“ سے تعلق رکھتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اس حج کے دوران مولانا خلیل اللہ بیٹھوی جو غالباً طے شدہ منصوبے کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے تعاقب میں ہندوستان سے مکہ معظمہ پہنچے تھے اور مولوی حسین احمد مائندوی جو پہلے سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے حرمین کی فضا کو اعلیٰ حضرت کے خلاف تیار کرنے میں شب و روز مصروف تھے اور جو بعد میں اعلیٰ حضرت کے مسکت جوابات سے قاصر ہو کر جھوٹے الزامات اور بے بنیاد اتہامات پر اثر آئے مثلاً ان کے کھلے بہتانوں میں سے ایک یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ

رسالہ الدولۃ الملکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ..... نے زمین تریفین میں آپ کا غلغلہ برپا کر دیا..... چنانچہ آپ سے استفسارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
۲۔ کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدہم۔
علیٰ حضرت کے فضل و کمال سے شائع ہو کر استفسارات کا جو غیر متناہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا انہیں میں نوٹ کی شرعی حیثیت پر بھی کچھ سوالات تھے۔
خود اعلیٰ حضرت اس رسالہ کے آخر میں فرماتے ہیں :-

”مکہ معظمہ کے ڈو علماء کرام مولانا عبد اللہ احمد مدظلہ وادام مسجد الحرام اور ان کے استاد مولانا حامد احمد خرمہادی نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل وہاب عز جلالہ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ کفل الفقہیہ میں لکھ دیا۔“
یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر اتنی جامع، مدلل، اور عمدہ و ذریعہ کار تھی کہ اجل علمائے کرام و فقہائے عظام نے خود چھپوا، دوسروں کو سنایا اور ان کی نقلیں لیں۔

اصل کتاب میں اعلیٰ حضرت نے مولانا عبد الحئی لکھنؤی کے بعض متعلقہ مباحث کی تردید فرمائی تھی۔

بعد میں اس میں اضافات فرمائے اور جب یہ معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد لکھنؤی نے بھی اس نوٹ کے خلاف کچھ لکھا ہے تو کچھ اور مباحث کا اضافہ فرمایا۔
چنانچہ خود فاضل مولف اس کی وضاحت فرماتے ہیں :-

..... اس وقت تک رقم سے کم، زیادہ کو نوٹ بیچنے کے بارے میں مولوی عبد الحئی صاحب لکھنؤی کا خلاف معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ... مولوی رشید احمد لکھنؤی نوٹ کو تسک ٹھہرا کر سرے سے مال سے خارج اور کم و بیش درکنار برابر کو بھی اس کی خرید و فروخت ناجائز کر چکے ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں تحریروں کا ذکر کروں اور ان کے فقرے فقرے کا جہاں جہاں اس کتاب میں رد مذکور ہوا ہے اس کو بتادوں اور باقی قارئین کے لئے جوہر مستقل جو مباحث تازہ خیال میں آئے افشا کروں اور اس کا تاریخی نام کاسر السفسیہ الوہام فی ابدال قرطاس الدہم..... رکھوں۔

عند الاجانۃ الضرویۃ لم یجل مکتۃ البہیۃ۔

یہ کتاب ان کثیر التعداد اجازات پر مشتمل ہے جو اعظم علماء حرمین و دیگر ممالک اسلامیہ نے اعلیٰ حضرت سے حاصل کی ہیں۔

۳۔ حسام الرحمن علی منہر الکفر والمین :-

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی کتاب المعتمد الملتقط پر اعلیٰ حضرت نے تعلیقات کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام المعتمد المستند رکھا جو ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں مکمل ہوئی۔ اس کا خلاصہ حرمین بھیج کر تصدیقات حاصل کیں۔ ان تقاریر و تصدیقات کو مفید اضافات کے ساتھ ”حسام الرحمن“ کے نام سے شائع کیا۔ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے قادیانی اور دیوبندی اقوال و اعمال پر ترقیہ فرمائی ہے۔

دوسرے سفر حج سے اس کتاب کا تعلق یہ ہے کہ اس سفر میں اعلیٰ حضرت نے اپنے فتاویٰ کا خلاصہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ کو علماء حرمین کے سامنے پیش فرمایا۔ انہوں نے اس پر بھی محبت و عقیدت میں ڈوب کر تقریریں تحریر فرمائیں۔

القاب واداب، عہدہ اور وطن کی قید کے ساتھ ۳۴ علماء و عظام کے اسامہ گرامی صاحب ”فاضل بریلوی“ نے بھی نوٹ فرمائے ہیں۔

حق و باطل کی اس تاریخی معرکہ آرائی اور اعلیٰ حضرت کی عظیم الشان کامیابی کو نہ کوہ بالا ریکارڈ کی موجودگی میں نظر انداز کرنا تاو باعث بدنامی تھا، ناجائز مولانا نے معمو کوئی کی راہ اختیار کی اور و اجاب عن بعض المسائل الہی عنصرت علی علماء الحرمین کی تحقیر کا دیتے ہوئے اپنی پریست فراخ ذہنی پر علماء حرمین کے تاثرات و اعجاب و العشق علیہ وسعۃ اطلاعیہ علی المتون الفقہیہ والمسائل الخلافیۃ وسرعة تحریر و وفی کائنہ کی مہر ثبت فرمادی تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آئے۔

اس کے بعد ایک دوسرے میں مولانا ندوی نے اعلیٰ حضرت کی حج سے واپسی شغل تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی اور بیعت و اجازت پر مختصر روشنی ڈالی ہے یہاں بھی مولانا ندوی لکھتے ہیں :- اعلیٰ حضرت نے افتاء کا کام ۱۲۸۳ھ سے شروع کر دیا تھا لیکن مولانا نے اس کو دوسرے سفر حج (۱۳۲۳ھ) بلکہ اور دوسرے اسفار حرمین کے بعد اس کا پہلی بار ذکر فرمایا کرنا اثر دیا ہے کہ آغاز افتاء ۱۲۸۳ھ یا اس کے بھی بعد سے ہوا جو سن و تاریخ کی فاش غلطی کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی فطری ذکاوت اور شان عبقریت کو گھٹانے کے انسوس ناک جذبہ کا بھی غماز ہے۔ اور جو مولانا کی زبان زد خاص و عام لچک (اور احتساب پسند خضر) کی زبان میں سیاست و مصلحت اور دینی مہاجنت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ کہتے ہیں کہ بغض و عناد اخلاقی قدروں کو گرا دیتا ہے۔ لیکن یہ یہاں بھی

علو فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۰۷ بحوالہ مقدمہ کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدہم ص: ۴-۶

عند فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۵۸، ۱۵۹ بحوالہ کفل الفقہ ص: ۱۶۶۔ علو فاضل بریلوی (خلاصہ) ص: ۱۶۱، ۱۶۲ بحوالہ کفل الفقہ ص: ۱۲۲-۱۲۳

عند فاضل بریلوی: صفحات: ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴

اسی کی کار فرمائی ہو !

اعلیٰ حضرت کے حیرت انگیز فضل و کمال ، روانی قلم اور ذکاوت طبع پر علماء حرمین کی شدت جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ اچانک ہمارے مولانا کو اپنی مدد بخشی کا احساس ہوا لہذا ایک ہونے قدموں کو سنبھالتے ہوئے دل بے اختیار کو سمجھانے لگے کہ ذاتی تاثر نہ ہو ، علماء حرمین کی ترجمانی ہی کسی اخلاص کی نور بارفضا میں نہ ہو سیاست کے طوطا بھر دیتے ہوئے رنگ میں سہی عقیدت کی نشی اور صحبت پاشی کی خوشبو تو بہر حال پھیلے گی اور یہ کسی شکل میں گوارا نہیں ۔ لہذا اس عطر بیز فضا کو مکر کرنے کے لئے انھوں نے کھلی بہتان طرازی اور بے بنیاد ہمت تراشی شروع کر دی اور اس پر اپنی شخصیت کی بھاری بھر کم ہر گادی کہ کم سے کم فدیوں اور وفاداروں کو تو بہکنے سے بچالیا جائے اس کو کشش میں آپ کے بھڑکنے ہوئے آتش غدا کے شعلہ اتنے بلند ہوئے کہ :-

زبان بولای تو بگڑی تھی ، خبر لیجیے دین بگڑا

کی آواز نصیحت بھی ان کے فرائوں کو دبا دی ، چنانچہ وہ آتش نشان کے بند دہانے کو کھولتے ہوئے فرماتے ہیں :-

کان متشدد انی المسائل الفقہیۃ (ترجمہ) وہ فقہی و کلامی مسائل والکلامیۃ متوسعا ، مستطاعا فی التکفیر میں متشدد ، دائرہ تحقیر کو والتقیق فی الدار الہندہ فتدیکل لوہ التکفیر فی اللہ (زیادہ سے زیادہ) پھیلا الاخیر و طولی کبر و واصبح زعمی ہذا والے اور اس معاطین ہند الطائفۃ تنصر لہ و تنسب الیہ و تحتج بہم جلد باز تھے ۔ آخر عمر میں باقوالہ و کان لایسا صم و لا لسمح دیار ہند میں تحفہ تفریق کا جھنڈا بتاویل فی کفر میں الیہ واقعہ انحراف ان ، اٹھایا تھا ، اس کو کشش

مسئلہ و مسلک آباد ، شدید المعاضیہ میں ان کا بہت بڑا حصہ وائیک التعقب بکثر حرکت اصلاحیہ تھاجی کہ وہ اپنے ہم شرب لوگوں کے قائد بن گئے تھے جو ان کی حمایت کرتے اپنے کو ان سے نسبت دیتے اور ان کے اقوال سے استدلال کرتے تھے ۔ وہ (اعلیٰ حضرت) اس شخص کے کفر کی تاویل کو ہرگز قبول نہ کرتے اور نہ اسے کوئی رد و رعایت دینے کو تیار ہوتے جو ان کی رائے اور عقیدہ کا مخالف اور ان کے ذاتی و آبائی مسلک سے منحرف ہوتا وہ سخت جھگڑا کرتے تھے اور اصلاحی تحریکوں کے ہم وقت پیچھے پڑے رہتے تھے مولانا نے اس موقع پر جھوٹے الزامات کی جو پے درپے گورباری کی ہے ،

انھیں ترتیب دیا جائے تو حسب ذیل ہیں :-

۱۔ فقہی و کلامی مسائل میں متشدد تھے ۔

۲۔ معمولی معمولی باتوں پر تحقیر کا فتویٰ دے کر اس کے دائرہ کو پھیلاتے رہتے تھے

۳۔ تحقیر میں جلد باز بھی سمجھے تھے ۔

۴۔ آخر عمر میں ہندوستان کے چرچے پر تحقیر کا جھنڈا اٹھالیا تھا ۔

۵۔ ہمنواؤں کی ایک ٹولی بنائی تھی جو ان کی حمایت پر کربستہ تھی اور ان کے اقوال کو سند کا درجہ دیتا تھا ۔

۶۔ کسی شخص کے اپنے ذاتی اور آبائی مسلک سے انحراف کو برداشت نہیں کرتے تھے اور اس کے نفیر کسی تاویل کو سننا گوارا نہیں کرتے تھے ۔

۷۔ سخت جھگڑا کرتے تھے ۔

۸۔ اصلاحی تحریکوں کے ہم وقت پیچھے پڑے رہتے تھے ۔

بلک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

آئیے اس جنوں کے اس مرکز تحریک کو تلاش کیا جائے جس نے اس شٹنگ کے ایک ایک تار کو ایسا اڑھیر کر رکھ دیا ہے کہ حیرت و حسرت بھی انگشت بدندان اور عرق عرق ہو کر رہ گئی ہے ۔

کان متشدد الی آخر :-

بعض دغا دغا کا خاصہ ہے کہ محاسن یہاں معائب کا روپ دھار لیتے ہیں ۔ مولانا نے زیر بحث مضمون میں اعلیٰ حضرت کی طرف نسبت دیتے ہوئے لفظ شدت متشدد اور ان کے مختلف شتقات جگہ جگہ کثرت استعمال کئے ہیں ۔ لیکن انھیں ایک جگہ بھی شدت میں حسن و خیر کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی چنانچہ یہاں بھی انھوں نے اس کو نقائص و معائب کی تاویل فہرست میں پہلی جگہ دی ہے اور شکیں نہیں ہوئی توجہ جملوں بعد اسی پیرا گراف میں پھر ایک جگہ شدت احساس سے بے اختیار ہو کر اظہار حال فرمایا ہے ۔

سب کو علم ہے کہ شدت بذات خود کچھ نہیں ، نہ بھلائی ہے نہ برائی ۔ یہ تو ایک کیفیت اور صفت ہے جو موصوف کے ساتھ عارض ہو کر اسی کا روپ دھار سکتی ہے ۔ چنانچہ شلا شرک و کفر ، فتن و غرور اور اخلاق نامیر سے منسلک ہو کر اگر وہ برائی اور نقص و عیب کی شکل میں سامنے آتی ہے تو دین و ایمان ، توصیف و سنت اور اخلاق حسنہ کے کسی فرد کے ساتھ سر آپے حسن و خیر اور لائق داد تحسین بن جاتی ہے ۔

ابھی چند سطر پہلے مولانا نے علماء حرمین شریفین کے عجاز و عقیدہ تندر از تاثرات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ فقہی متون اور اختلاف مسائل میں اعلیٰ حضرت کی وسعت نگاہی اور جامعیت و اعلیٰ کمیت پر حیرت مند اں ہو گئے تھے ۔ یہ اخلاقی مسائل کیلئے تھے ؟ اس کی کچھ تفصیل اور گندھ چکی ہے یعنی علماء دیوبند کا اپنی تحریروں کے ذریعہ شان الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنا اور ان شرعی احکام اور فیصلوں کو علماء حرمین کی خدمت میں پیش کر کے ان کی شرعی رائیں اور فیصلے حاصل کرنا ۔ یہ بھی آپ جان چکے ہیں کہ انھیں حالات میں مخالفین کی منصورہ بند سازشوں کے نتیجے میں علماء حرمین سے متذکرہ بالماند کر پیش آیا اور وہ تاریخ ساز کتابیں وجود میں آئیں جنھوں نے ان اکابرین کی آنکھیں کھول دیں اور وہ خدمت اعلیٰ حضرت میں سند اور اجازت و ارادت

کے فرط جوش میں دست بوسی اور قدم بوسی تک کے خدیبات پنچاؤ کرنے لگے۔

ظاہر ہے کہ اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں کو شریعت حق کے جرمین کے خاندیں پاکر طبیعت پر قابو رکھنا مولانا کے لئے کیسے ممکن ہوتا؟ دین متین کے ان عدالت ہائے عالیہ میں شرعی جرائم کی مذکورہ بالا پہلی رپورٹ مولانا کی نگاہ میں کتنا بڑا ظلم ہوگا۔ رپورٹ دینے والے کو ظاہر ہے کہ مولانا کے غضب و غضب کا نشانہ بننا ہی تھا۔

اعلیٰ حضرت کی طبیعت میں یقیناً شدت تھی لیکن بصورت فضل خداوندی و شکل نعمت الہی قابل رشک اور باعث غیظ نہ مولانا کی نگاہوں میں چھپنے والا کاشا جس کی خود کردہ اذیت انھیں بار بار چھٹی رہی ہے۔

قارئین خود بسکون دل غور کر سکتے ہیں کہ علماء دیوبند سے اعلیٰ حضرت کے اختلاف کی بنیاد دنیا اور اس کی آرائشیں نہ تھیں۔ خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے اور علماء دیوبند کے درمیان اختلاف کا سبب نزاعیاد ہے، نہ عہدہ نہ کوئی اور دینی مفاد بلکہ اس کی اصل اور بنیاد وہ عبارات ہیں جو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معاذ اللہ توہین پر فوج ہوئی ہیں۔ واقعات شاہد ہیں اور مسلمانوں میں فتنہ اٹھانے والی اور فقرہ ڈالنے والی وہ کتابیں اور عبارات آج بھی موجود ہیں جسے دین اور باری دین کی حرمت اور اپنے ایمان کی حفاظت کی تڑپ نصیب ہووے ان کتابوں کو اور ان پر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو پڑھ سکتا ہے۔ تیئنیات کسی عامی کے ناقابل التفات خیالات و جذبات نہ تھے۔ فاضل بریلوی کا فضل و کمال اور اپنے معصروں پر ان کی برتری مولانا عبدالحی الحسینی کو بھی فافق اقرآنہ کے الفاظ میں مسلم ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شدت میں معاذ اللہ سو کا پہلو تو اس وقت قابل غور ہوتا جب انھوں نے اپنی تحقیقات اور فیصلوں کو انہام و تفہیم کا موقع دینے بغیر پہلے ہی مجلسین نافذ اور ناطق کہہ دیا ہوتا اور کسی کی کوئی معقول بات سننے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ انھوں نے ایک دو سال نہیں پندرہ، بیس سال تک ان متنازعہ فیہ عبارات پر مختلف ذرائع سے توجہ دلائی، خطوط بھیجے، رجسٹریاں رواد کر کے وصولیابی کی رسیدیں وصول کیں اور مذکرہ مناظرہ و تبادلہ خیال پر آمادہ کرنے کے لئے ہر ممکن طریقے اختیار کئے۔ لیکن دوسری جانب سے طویل خاموشی یا پھر نزاع و خانہ زانی عیب جوئی، طنز و تمہین اور معروف طبقوں میں رائج الفاظ کے وہ کسائی سکے پیش ہوتے رہے۔

جو علمی سنجیدگی اور دینی تقدس کے لئے باعث شرم و عار ہیں۔ کبھی بھی اپنے دور کے اس تنازعہ علوم و فنون اور فقہ و کلام میں خود مخالفین کی مسلم شخصیت کے مدلل فقہی و کلامی مباحث کا کوئی سنجیدہ، مدلل اور مثبت جواب نہیں دیا گیا۔ مذکورہ بالا طویل ترین عرصے میں سینکڑوں مفاہمتی کوششوں کے باوجود ۵۰، ۶۰، اور ۷۰، بلکہ بعض صورتوں میں اس سے زیادہ وجوہ کفر پر توجہ دلاتے ہوئے بھی اعلیٰ حضرت

نے خود ان عبارات کے لکھنے والوں کی تکفیر سے گریز فرمایا۔ حتیٰ کہ اسی کمال احتیاط نے انھیں مسئلہ تکفیر میں متکلیف کا مسلک اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ خود بھی استہزاء فرمایا اور دوسروں کو بھی روکا۔ کیا مولانا کی زبان میں اسی کا نام تشدد ہے جنوں کا نام خود رکھ دیا، بخود کا جنوں

مفاہمت کے سارے امکانات کو آزمائے گئے۔ بعد ایک عالم دین، فقیر، وقت، اور مفتی زمان سے اس کے مقصد کا کیا مطالبہ ہو سکتا ہے؟ دین اور باری دین کے ناموں کا دھماکا کرنا یا مخالفت، معاندت اور سازشی کارروائیوں سے خائف ہو کر مصلحت، سیاست اور مردانہ مت سے کام لینا۔

تاریخ اسلام کا ایک ایک درق جبرأت دینی اور شدت ایمانی کے واقعات سے لہرے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایسے جہاں شانہ نبوت کو جس کی فرست ایمانی اور اصابت رائے کی تصدیق آشرومی الہی کے ذریعہ ہوتی رہی اور جس کی ذات والا صفات خود بزبان نبوت نبوی آثار و انعکاسات کا تمثال اور نشان امتیاز بنی رہی۔ اس کی سینکڑوں دینی و ایمانی اداؤں میں جو اداس کے خالق کی منظور نظر بن کر اس کی شخصیت اور کردار کا عنوان قرار پائی وہ شدت ہی نہیں شدت علی الشدق یعنی بصیغہ مبالغہ اشد بلکہ مبالغہ علی المبالغہ یعنی بصیغہ جمع اشد علی الکفاس کا معزز و مقطر خطاب ہے!

پھر اگر اس جامع آثار نبوت کے حالات کا جسہ محبت مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس فخریہ رسول کے ایمان کی روح اور ان کی ایمانی شدت کی جان ناموس رسالت تھی اور یہ گستاخ رسول کے وجود کو صفر ہستی سے نیست و نابود کر دینے کا جذبہ! تاریخ اسلام کے کچھ طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ ناموس رسول کے تحفظ کی کئی تڑپ تھی جو... کبھی صلح حدیبیہ میں کھلے ہوئے دشمنان رسول کفار و مشرکین

کے انکار نبوت کے گستاخ و مطالبہ پر بجلی بن کر کوڑی... اور کبھی اسلام کے پرنس میں چھپے ہوئے دشمن رسول منافقین جس نے عدل نبوت کی بے حرمتی کرتے ہوئے عدل فاروقی کا سہارا لیا یا چاہا تھا۔ اور اب ذرا اعلیٰ حضرت کی زندگی پر ایک طائر از نظر ڈال لیجئے تو فاروقی انکسارات و اکتسابات سے بننے والی اسی جیسی تصویر اور کمال مماثلت اور مشابہت دیکھ کر آپ حیرت میں پڑ جائیں گے۔ یہاں بھی آپ کو اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اسی ایک عنوان تحفظ ناموس رسالت کی شرح و تفصیل کرتا ہوا نظر آئے گا۔ تحسب کے طوالت کو کھرچ کر انصاف و دیانت کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی زندگی کے ایک ایک درق کو الٹ کر ایمان والے دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی شدت کی روح تھی ایمان اور ایمان کی جان عشق رسول۔ کسی نے اعلیٰ حضرت کی حدت و شدت مزاح پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا۔ "ایک تو مزاح گرم دوسرے علم کی گرمی" اس پر آپ نے فرمایا "حدیث میں ہے ان الحدیث تعترت فی قسار امتی لعنة القسار ان فی اجواہر فہم امیری امت کے علماء (یا مصلح علم حدیث) (بقیمہ ۳۲۷)۔

مسئلہ تکفیر

ان :- محمد احمد مصباحی

مشہور شخصیت مولوی عبدالرزاق طبع آبادی کی عبارت ملاحظہ ہو جو انصاف پسند مصنف کم اور تعصب معاند زیادہ نظر آتے ہیں۔ تحریر کا تہرہ دیکھئے۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں اپنے اور اپنے مقصد دل کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ اوجھل و ابولہب سے بھی بڑھ کر کفر سمجھتے تھے۔ (ذکر آزاد ص ۱۲)

طبع آبادی صاحب کی بے بنیاد الزام تراشی سے بڑھ کر جناب رئیس احمد صاحب ندوی کے ہتھان عظیم پر ہمیں بے حد افسوس ہے کہ موصوف نے ایک فرضی بات کو تحریر کر کے جہاں غیر ذمہ دار کی کاٹھوت دیا ہے وہیں تاریخی حالات و شواہد اور دیانت کا نہایت بے دردی کے ساتھ گلا گھونٹا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا بریلوی مولانا عبدالباری فرنگی محل کے خلاف ۷۲ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری تھا اور لوگ انہیں باری کہتے ہیں اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انہیں اللہ میناں کہتے ہوتا کافر (آزادی ہند مندرجہ بالا اور اسی قبیل کی بیسیوں عبارتیں دیوبندی مصنفین کی ہمارے گزری جن کے متعلق فی الحال ہم یہ کہہ کر گزر جانا چاہتے ہیں کہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آئندہ مضمون سے خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ہاں اتنی تھوڑے ہیں کہ ان لوگوں نے الزام تراشی اور استہزائی انداز اختیار کر کے عام مسلمانوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ بعض علماء دیوبند پر اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتکاب کی وجہ سے امام احمد رضا بریلوی نے جو کفر کا فتویٰ دیا ہے یا علماء حرمین سے ان کی تنقیصی عبارتوں پر جو استفادہ کے شرعی حکم شائع کیلئے وہ بھی اسی قسم کے اور نہ ہی قابل اعتبار مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے جن علماء دیوبند کے شان رسالت کا مجرم گردانا ہے ان کی عبارتیں پیش کر دی جائیں ملاحظہ ہوں۔

تنقیصی عبارتیں

۱۔ مولوی خلیل احمد صاحب انیسٹھوی کی تحریر اور اس تحریر کی تائید مولوی رشید گنگوہی نے کی ہے اس لئے فاضل بریلوی نے ان دونوں حضرات کو بارگاہ رسالت کا گستاخ گردانا ہے ملاحظہ ہو۔

محمد ۸ و نصلی علی رسولہ الکریم
علمائے دیوبند تقریباً پچاس ساٹھ سال سے پریس و قلم کی طاقت کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ یاد کرانے کی پوری جدوجہد کر رہے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق میں نہایت مجتہد ہے، پاک، ہٹ دھرم، ضدی اور سخت گیر راج ہوئے تھے خصوصاً علمائے دیوبند کی تکفیر میں نہایت مجتہد پسندی ہے، باکی اور ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا اور اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر وقت نظر اور وسعت فکر کے ساتھ غور کیا۔

چنانچہ مولوی ابوالحسن علی ندوی کے والد مولوی عبدالحی لکھنؤ ندوی اپنی تصنیف نزہۃ الخواطر میں امام احمد رضا بریلوی کا تذکرہ کر رہے ہیں مگر تاریخی شواہد اور ان کی طنز نگارش کی روشنی میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولوی صاحب موصوف کی عصبیت کا شکار ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ فاضل بریلوی کی مجتہد پسندی کے متعلق رقمطراز ہیں۔

مسارعا فی التکفیر قد حمل لواء التکفیر والتفریق فی الدیار البھارت فی العصر الاخیر

ترجمہ: تکفیر و تفریق کا علم بلند کیا (نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۹)

کفری عبارتوں کی تائید کے متعلق فاضل بریلوی کا نقطہ نظر یوں بیان کر رہے ہیں۔
وکان لا یتامع ولا یتبع فی کفر من لا یؤلفہ انقہ علی عقیدتہ و تحقیقہ اذ من یدی فیہ انحرا فاعن مسلکہ و مسلک آباءہ ترجمہ: اور وہ ایسی تائید کرنے والے سے دیا اور نہ سنتا جو اس کے عقیدے اور تحقیق کے خلاف ہوتی یا جس میں اس کے آبا یا اس کے مسلک سے انحراف ہوتا۔

ترجمۃ الخواطر جلد ششم ص ۳۹
آئندہ صفحات میں حقائق کے ذریعہ ہم واضح کریں گے کہ مولوی صاحب موصوف اپنے دعوے میں سچے نہیں ہیں۔ پہلے آئے اسی معاملہ میں دیوبندی کتبہ، کتبہ کے دوسری

شیطان ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ فرما علم کی وسعت علم کی کوئی نفس قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر لیا ہے۔ (برائین قاطعہ ص ۴)

اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا وسعت علم قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسعت علم قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اس لئے حضور کے وسعت علم کو تسلیم کرنا شرک ہے

۲۔ مولوی محمد قاسم صاحب ناف تو قی کو جس عبارت کی وجہ سے فاضل بریلوی نے بارگاہ نبوی کا گستاخ تسلیم کیا ہے وہ عبارت ملاحظہ ہو۔

بعد حمد و صلوٰۃ کہ قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ انہم جو اب میں کچھ دنت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء و رسل کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر انہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ تفصیل نہیں۔ (تحدیر اناس ص ۵۸)

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں :

اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو حیب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ (تحدیر اناس ص ۵۸)

تیسری جگہ تحریر کرتے ہیں :

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو جو بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا (تحدیر اناس ص ۵۸)

ان تینوں عبارتوں کا مطلب یہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام نبیوں کے بعد اور آخر میں ہوئی مگر علم والوں پر یہ بات واضح ہے کہ پہلے یا آخر میں آنے کی وجہ سے حضور کی خاتمت کی بالذات کوئی تفصیل نہیں بلکہ فرض کیا جائے کہ آپ کے زمانہ میں بھی کوئی بددرا نبی ہو جو احب بھی آپ خاتم النبیین ہی رہتے اور آپ کے بعد آج بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے یا نبوت کا دعویٰ کرے جب بھی حضور کی خاتمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

۳۔ مولوی اشرف علی صاحب کی جس عبارت پر امام احمد رضا بریلوی کو اعتراض ہے درج ذیل ہے۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان ص ۵)

اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کو اگر علم غیب ناف تو کل محال ہے اور بعض ناف تو اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ حضور ایسا علم غیب تو زید و عمر و صبی و

بلکہ ہر بچے اور پکال اور تمام حیوانات کو بھی حاصل ہے۔

ہم علمائے دیوبند کی ان عبارتوں کے حسن و قبح پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ اس کے حسن و قبح سے متعلق سیکر ڈن کتاب میں کبھی جاچکی ہیں مگر ان ضرورت کہیں گے کہ کوئی بھی خالی الذہن مسلمان ان عبارتوں کو پڑھے گا تو حیرت و استعجاب میں غور و غور پڑ جائے گا۔ ہم کہتے ہیں ان عبارتوں کو کھنکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس کے کھنکھنے کو سلام دینی کام سر انجام پا گیا؟ اور نہ کھنکھنے سے کوئی مصیبت مذہب اسلام پر آن پڑی؟ اگر نہ ہو تو ہتھیاروں ان عبارتوں کے نہ کھنکھنے میں دینی منفعت تھی آج جو اس کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر افتراق و انتشار کی خلیج پائی جاتی ہے کبھی بھی نہ پائی جاتی اور نہ بلامتی کے امکانات ہوتے۔

علمائے دیوبند پر ان کے گھر کا فتویٰ

مذکورہ بالا عبارتوں کے سلسلہ میں خود علماء دیوبند کے کیا تاثرات تھے ملاحظہ ہوں۔ تحذیر الناس کے سلسلہ میں مولوی اشرف علی صاحب تھاؤی فرماتے ہیں۔

جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی ہے۔ کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہ کی بجز مولانا عبدالحی صاحب کے

(الانافات الیومیہ جلد چہارم ص ۹۲)

یہ وہی کتاب ہے جس کی تین عبارتیں ہم نے پیش کی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی جیسے توہین آمیز قرار دیتے ہیں۔ بقول تھاؤی صاحب بھی یہ بذات زمانہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کی بحث کی گئی ہے اور معنی خاتم النبیین میں انخراغ کیا گیا ہے۔ اس انخراغ کے بالمقابل مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند کی قائل ملاحظہ ہو۔

ان اللغة العربية حاکمة بان معنی خاتم النبیین فی الآئۃ هو آخر النبیین لا غیب۔ بے شک عربی زبان کا کمال فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے۔ دوسرا کوئی معنی نہیں۔ (ہدیۃ المہدیین ص ۲۱)

خاتم النبیین کے معنی کے وضاحت کے بعد مفتی صاحب فیصلہ فرماتے ہیں کہ جو اس معنی کے خلاف کوئی معنی لے اور اس پر اصرار کرے تو قتل کا حق دار ہوگا۔

اجمعت علیہ الامتہ نیکفر مدعی خلاہ و یقتل ان امر۔ امت محمدیہ کا خاتم لانا کے اس معنی پر اجماع و اتفاق ہے۔ لہذا خاتم الانبیاء کا دوسرا معنی محو ہے والا کا فر قرار پائے گا۔ اور اگر اپنے محو ہے ہوئے معنی پر اصرار کرے تو قتل کیا جائیگا۔ (ہدیۃ المہدیین ص ۲۵)

ان مذکورہ عبارتوں کا امام احمد رضا بریلوی نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اسی قسم کا

الآبادی مرحوم و منور سے جا کر جڑی کرنا اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکرمی الدین عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ فرمائے۔ انہوں نے آیت کریمہ ان جاء حکم فاستن بنبیٰ فقیہینوا پر عمل فرمایا خط لکھا کہ روایات کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفسرین بکھرا رسالہ ہوا۔ (حسام الحق ص ۱۷)

امام احمد رضا بریلوی کا مندرجہ بالا فرمان بالکل صحیح اور حقیقت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ علمائے دیوبند کے دعویٰ کے برخلاف امام بریلوی کی تحریریں ثبوت قرایم کرتی ہیں اور واضح کرتی ہیں کہ آپ کبھی تفسیق مسلمانین میں بے پناہ حزم و احتیاط رکھتے تھے چنانچہ ایک صاحب نے تحفیر مسلم کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو یہ جواب مرحمت فرمایا۔

بلور سب دہم کہا تو کافر ہو گئے گار ہوا۔ اور اگر کافر جان کر کہا تو کافر ہو گیا

(المفرد مکتل ۳۰۷)

امام احمد رضا بریلوی مسئلہ تحفیر میں بے حد محتاط تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی جن کی مشہور مدح و ثناء کتاب تقویۃ الایمان کی سطر سطر سے توہین رسالت کی بو آتی ہے بلکہ بعض جگہ پر کھلے الفاظ میں توہین رسالت کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ اسی لئے بعض علما بشارت مولانا فضل حق خیر آبادی د مولانا فضل رسول بدایونی دینر مانے ان کی تحفیر بھی کہے باطل بریلوی نے بھی مذہبی صاحب کی تردید میں متعدد تبلیغ رسالے لکھے مگر اس بار آخر میں شرعی فیصلہ تحریر فرمایا۔

علما و محققین انہیں کافر نہ کہیں ہی صواب ہے کہ ابن الجوزی عن عیوب کذب مقبول انہیں کے متعلق دوسری جگہ تحفیر فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کفار کے کتب لسان ماخوذ و مختار و ناسب (الکتابۃ الشہابیۃ فی کفریات ابن ابی ہاشم) ایک تفسیری کتاب میں بھی اعلیٰ حضرت نے مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی عبارتوں پر بریلوی پوری تنقید کر کے کفریات کی وضاحت فرمادی ہے اور تنقیدات کو پڑھنے کے بعد آئیہ عام مسلمان بھی دہلوی صاحب کو مسلمان سمجھنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا لیکن امام دوسروں کے حزم و احتیاط کا یہ عالم ہے کہ ان کے متعلق شرعی فیصلہ لوں فرماتے ہیں۔ لزوم والشرام میں فرق ہے۔ اقرار کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر ماننا لینا اور بات ہم احتیاط برہمن کے بسکوت کریں گے۔ جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال طے کا حکم کفر جاری کرتے رہیں گے۔ رسول السیرف المصنوع بینه علی کذب بابا الخبیر ایک طرف امام احمد رضا بریلوی علی اسماعیل دہلوی کی تحفیر میں اتنی حزم و احتیاط کرتے ہیں تو دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی محمد تہسم نازوی، مولوی خلیل احمد انیسوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ پر حکم کفر بھی صادر فرمایا ہے۔ اتنے محتاط شخص کا ان علماء دیوبند پر حکم کفر گانا بالظاہر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے لیکن حالات و دوامات کے تجربہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا صاحب۔ موصوف کہ اس معاملہ میں دیوبندی تھی۔

اگر کوئی عقیدہ رکھتا ہے تو ناظم تعلیمات دیوبند مولوی رفیع الحسن درہنگی بھی اسے کافر و مرتد کہتے ہیں بظاہر مسلمانوں جیسی وضع قطع اور خدمت و تبلیغ اسلام کا اس کے کفر کو ختم کرنے کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

مخافہ اور روزہ بھی اگر کلمے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان ہی نہیں تمام یورپ کی خاک چھاننا ہو بلکہ فرض کر کہ اس کی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی ایمان و اسلام بھی عنایت فرما دے مگر اس دعویٰ اسلام دایاں اور سعی تبلیغ اور کوشش و سعی کے ساتھ ایمان و علیہم اسلام کو گالیاں دیتا ہوں یا اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جس کو کسی دیوانہ کے نے کاٹ لیا ہو اور اس کا زہر اس کے گد و ریشہ میں سرایت کر چکا ہو اور ہڑک اٹھ چکی ہو۔ وہ تمام دنیا کو چاہے سیراب کر دے تمام ہندوستان کے دریا اور نہریں اس کے تھوڑے نیچے سے بہتی ہوں مگر اس بد نصیب کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہو سکتا وہ دنیا کو سیراب کرے مگر خود نشہ کام ہی دنیا سے رخصت ہوگا۔

ان اللہ لیوید ہذا الدین بالرجل الفاجر دین کے کام کرنے سے مغرور نہ ہونا چاہئے کہ وہ خود بھی مسلمان ہے یا نہیں (اشد العذاب ص ۵) ان حوالہ جات کی روشنی میں ہر انصاف پسند یہی فیصلہ کرے گا کہ امام احمد رضا نے اپنے منصب کے لحاظ سے علماء دیوبند کے متعلق جو رویہ اختیار کیا بالکل صحیح۔ اور ان کا یہ فعل اسلام کے بالکل موافق تھا۔ اب رہ گیا متعصب مصنفین کی الزام تراشی و بہتان طرازی کا مسئلہ تو اسے بھی تاریخ کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ حقیقت کیلئے؟

حزم و احتیاط

علمائے دیوبند نے مسئلہ تحفیر میں فاضل بریلوی پر جس بہتان تراشی اور سطحیت کا مظاہرہ کیا ہے اس کا تذکرہ خود امام موصوف نے بے حد دلچسپ انداز میں کیلئے۔

ناچار عوام مسلمین کو غمگین کرنے اور دن دھاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہلسنت کے فتویٰ تحفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا اسی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی شہین میں ہیبت کفر ہی کے فتویٰ چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، مشاہد ولی اللہ کو کہہ دیا، حاجی املا اللہ صاحب کو کہہ دیا اور مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب کو کہہ دیا۔ پھر سوچو پورے ہی حدیث سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عباد اللہ حضرت شیخ محمد رائف ثانی سرہندی علیہ الرحمہ کو کہہ دیا۔

یہاں تک کہ ان کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب

کو مسئلہ تکفیر میں مذہبی طور پر مجبور بنایا ہے ملاحظہ ہو۔

اگر خانقاہ صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند اتنی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے کھائی
خانقاہ صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے
جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت
ہو گئے تو اب علماء اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا
صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہوری یا قندھاریہ وغیرہ تو وہ خود کافر
ہو جائیں گے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے (اشد العذاب علیٰ)

امام احمد رضا بریلوی کی اس صداقت شعاری حق گوئی اور حزم و احتیاط کو دیکھتے ہوئے
دین منورہ کے ایک مقتدر عالم دین حضرت شیخ عبد القادر توفیق شہلہ طرابلسی حنفی درسا
حرم طیبہ تحریر فرماتے ہیں۔ عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمایا جائے۔

ہمارے سردار علماء نے اس وقت تکفیر کی راہ چلی جب کہ ثبوت پایا اور انہیں
مجتہدین کی تطبیق جتنوں پر اعتماد فرمایا نہ محض اندازے اور خجرا کی بنیاد پر اس دن کا خون کرتے
ہوئے حسین آئیں بھی کی کچھ راہ جانیں گی (صدام الحارثین)

ان حقائق کے باوجود دیوبندی مصنفین کا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ پر تکفیر مسلم
کرنے کا الزام دیہان لگانا سرسری زیادتی ہوگی مگر یہ سلسلہ آج تک جاری ہے غالباً
اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ صرف مسلکی تعصب و عناد کی بنیاد پر اس قسم کی بے
تحریر کی جاتی ہیں جو رد اداری اور انصاف پسند ملک کے بالکل خلاف ہے بلکہ سیدھے
سادھے نادان فقہاء مسلمانوں کے ساتھ فریب کاری اور دھوکہ دہی کی سازش گردانی جی
دوسرے یہ کہ ان مصنفین نے فاضل بریلوی سے متعلق کچھ مطالعہ ہی نہیں کیا ہے۔

صرف یہی سنائی باتوں اور افواہوں پر اعتماد کر کے جو کچھ سمجھ میں آیا تحریر کر ڈالا۔ ایک
مصنف کو ایسا کرنا قطعاً زیب نہیں دیتا اور تصنیفی دیانت کے بھی منافی ہے کیونکہ کھلے
مقتل بغیر تحقیق و مطالعہ کے کوئی بے بنیاد بات تحریر کر دینا انتہائی گھناؤنا جرم ہے۔

اس لئے ہم تمام رد ادوار و انصاف پسند دیوبندی مصنفین کو دعوت نکودہ دیتے ہیں۔
کہ فاضل بریلوی کے متعلق لکھنے سے پہلے حالات کا پورے طور پر جائزہ لے لیں اور تحقیق
و مطالعہ سے اپنے ذہن کو تیار کر لیں ہیں امید ہے کہ اس کے بعد ہر مسئلہ میں فاضل بریلوی کی
عقیدت ہی ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایڈیٹر نیشنل پبلیشر۔ پروفیسر سید محمد حسیلانی نے اردو پریس
واقع عقبہ ۱۹۷۷ء سے راج بھائی لیس بمبئی سے چھپو کر دفتر
المیزان ۱۵۷ ایس انکلی اسٹریٹ، جونی مسجد کپاڑی ٹیڈ بمبئی
سے شائع کیا۔

امام صاحب موصوف کا کہنا تھا کہ مذکورہ عبارتوں کے ذریعہ ان لوگوں نے گستاخی کی
ہے اور شان رسالت میں اہانت کے مرکب ہوئے ہیں اور اہانت و محبت حضور ضرورتاً
دین سے ہے اس لئے مذکورہ علماء نے اہانت کر کے ضرورت دین کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ
ان عبارتوں سے رجوع کا امام صاحب موصوف نے مطالبہ کیا اور بار بار اس دینی ضرورت
کی طرف توجہ دلائی۔ پھر بھی ان لوگوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کیا اور لگ بھگ بیس سال تک
یہ مسئلہ چلتا رہا۔ فاضل بریلوی جب وہ دہرہ کرتے رہے کہ اس دینی اور شرعی مسئلہ کا حل چھٹ
کر نکالیں کر لیا جائے اور مدافعت کی راہ نکال لی جائے۔

لیکن یہ انیسویں صدی تک حقیقت ہے کہ علمائے دیوبند خلوص و پھر دی کے جواب میں
خلوص کے بجائے منافقانہ و اذیت پرستی کے لئے تحریر کی راہ اختیار کر کے اور بالمشافہتہ گو سے
گریز کرتے رہے حالانکہ علمائے دیوبند اگر امام موصوف سے اس دینی ضرورت میں تعاون
کرتے تو آپس میں تصفیہ ہو جاتا اور مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کی خلیج ہرگز نہ پیدا
ہوتی۔ الغرض علمائے دیوبند کے باغیانہ رویہ اور ان مذموم عبارتوں کی بیس سال کے عرصہ
میں بار بار اشاعت سے یہ سمجھ لیا کہ علماء دیوبند راہ راست پر آنے والے نہیں اس لئے
انعام محبت کے بطور آخری جدوجہد کی اور ایک خط بذریعہ رجبڑی لکھا جس کی تحریر ملاحظہ

یہ آخر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض پدایت ادا کر
چکا۔ آئندہ کسی کے غوغے پر التفات نہ ہوگا۔ منو ادینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کا قدر
یہ ہے۔ والہ یدہد من یشاء رانی صراط المستقیم (مجدد اسلام قسٹ)
جب اس آخری دعوت پر بھی بالکل خاموشی برتی گئی تو امام موصوف نے عامۃ المسلمین
کو گراہیوں سے بچانے اور اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سلسلہ میں مذکورہ
عبارتوں پر ہر زادیہ سے بحث کر لینے کو بعد ان لوگوں پر حکم تکفیر عاید کیا اور علماء
حرین سے بھی ان عبارتوں پر استغفار و توبہ لکھ کر شائع کیا جو آپ کے حکم کے حائل تھا۔ امام
موصوف حکم تکفیر لکھنے کے بعد بھی جو توفیقی عبارت تحریر فرماتے ہیں آپ کے خلوص نیت
محبت رسول اور حق بجانب ہونے کا ٹھوس ثبوت فراہم کرتا ہے۔

اٹھتر دجسے حکم نقیض ہے کرام لزوم کفر کا ثبوت دیکھیے لکھ چکا تھا۔ ہزار ہزار
بار حاشیہ لکھیں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا ان سے کوئی ملا تھا اب
رہنہ ہو گیا؟ ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھا اب پیدا ہو گیا؟؟؟ حاشیہ اللہ مسلمانوں کا
علامہ محبت و عداوت صرف محبت خدا و رسول ہے (صدام الحارثین علیٰ)

فاضل بریلوی کے حکم تکفیر عائد کرنے کا دینی مجبوری کا اعتراف خود مولوی اشرف علی
صاحب تھانوی کو بھی ہے۔ حضرت اختر شاہ بھمان پوری اپنی تعریف۔ اعلیٰ حضرت کا
نقیض مقام "میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک قول نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔
سید مولیٰ احمد رضا کے لئے جہاد حرام ہے، وہ ہیں کافر کہتا ہے لیکن مشتق
رسول کی بنا پر کہتا ہے کسی فرض سے تو نہیں کہتا (اعلیٰ حضرت کا نقیض مقام)

مولوی مرتضیٰ حسن دہلوی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند بھی امام احمد رضا بریلوی

طرف منسوب تین اشعار

مولانا شکیب ارسلان مصباحی
حق اکیڈمی مبارک پور اعظم گڑھ

ہونا لازمی تھا۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ اپنی سابقہ برات و بیزاری کا بھرا عادیہ کر دیں تاکہ عوام و خواص کو بچھڑا کر دیا جائے کہ ان اشعار کا انتساب اعلیٰ حضرت کی طرف غلط اور حدائق بخشش حصہ سوم کے ناشر کی تحت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اور اعلیٰ حضرت کا دامن حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ہر قسم کی گستاخی اور شائبہ گستاخی سے پاک ہے۔
اس سلسلے میں مفتی اشرفی حضرت علامہ مفتی عبدالنمان صاحب قیاد کی خدمت میں مختلف اطراف سے سوالات آئے۔ ذیل میں موصوت کا جواب مدیر ناظرین کیا جا رہا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی قوم ایمان و دیانت سے بالکل خالی ہے۔ اس کو نہ خدا کا خوف ہے نہ آخرت کا ڈر اور ایسے لوگوں کے نزدیک جھوٹ اور افتراء کی کوئی چیز نہیں، اپنا مقصد حاصل کر کے قصہ بھی کہتا اور چھاپے بھی دیتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کے تحت کا دیوان جس کے دو حصے حدائق بخشش کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور ساری دنیا انھیں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کا دیوان جانتا اور ماننی رہی۔ اور آج بھی جماعتی اور ذاتی ہے۔ ۲۵۔ ۳۰ سال بعد مولانا محبوب علی خان صاحب پیش امام بریلی مسجد منپورہ بمبئی نے ایک اور مجموعہ اشعار شائع کیا جس کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ مجموعہ میں نے ادھر ادھر سے ڈھونڈ کر جملہ حصے سے اسے جمع کیا اور ان کے غیر مطبوعہ کلام کو فراہم کر کے شائع کیا ہے۔ ان اشعار کو مولانا احمد رضا خان صاحب نے حدائق بخشش حصہ سوم کا نام دیا۔

یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ کچھ لوگوں کے نام سے ایسے اشعار شائع کرنے والے بضروری نہیں ہیں کہ اصل شاعر کا بھی کلام شائع کر دیا جائے۔ یہ بہت شہور بات ہے کہ غریب نام سے بہت سی باعیاں لوگوں نے شائع کیں تو تحقیق سے ثابت ہوئی کہ ان کی نہیں ہیں اور ان کی نام سے تو قطران تبریزی کا پورا دیوان شائع کر دیا گیا ہے۔ اس لیے بضروری نہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت ہی کا ہو۔ اس لیے ان پر کیا ذمہ داری، جو کچھ ذمہ داری تھی مولانا محبوب علی خان صاحب مرحوم خطیب بریلی مسجد منپورہ بمبئی کی تھی جس زمانہ میں یہ مجموعہ شائع کیا گیا اس کے تھوڑی ہی دنوں کے بعد خود ہماری ہی جماعت کے پرچے اہلناہ پاسبان میں اس کے متعلق مضمون شائع ہوا کہ اشعار جو حضرت

اور چند سال سے علماء دیوبند کی طرف سے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی شان میں طرح طرح کی غلط باتیں شہور کی جا رہی ہیں، ویسے تو علماء دیوبند کا طریقہ ہی رہا ہے، غلط پروپیگنڈہ اور الزام تراشی کا جس کا سلسلہ مدتوں سے جاری ہے مگر جب سے ماصولت مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی نقاب کشائی کا بڑا زلزلہ منظر عام پر آئی ہے۔ اس وقت سے ان کی پرانی سبکریاں تیز تر ہو گئی ہیں اس لئے کہ زلزلہ "نامی کتاب کا جواب تو اب تک غلط دیوبندی صحیح طور پر دیا اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر کچھ مناسب جواب نہیں مشورہ کمی نے دیا ہے تو وہ ہیں آنجنابی مولانا عامر عثمانی ایڈیٹر جلی کلام، دیوبند کے پاس ان متضاد اقوال کا کوئی جواب نہیں ہے مولے اسی کے کہ وہ کتابیں جن میں متضاد باتیں ہیں، بیچ چور ہے پر رکھ کر نہ شائع کر دی جائیں۔ اطمینان کے لئے دیکھئے جلی کلام نمبر ۱۷۷ جن غلط باتوں کو بڑے اونچے پیلے پراچھا لاجار ہا ہے، ان میں وہ تین اشعار بھی ہیں جو حضرت علامہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں غلط اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب ہیں۔ اگرچہ تحریر و تقریر کے درمیان تقریباً تیس سال سے اس سے براہت اور مکمل صفائی پیش کی جا رہی ہے۔ متعدد اخبارات و رسائل میں اس کے متعلق مضامین شائع کئے جا چکے ہیں، مگر علماء دیوبند کی یہ بری ہی گھناؤنی سازش اور مجرمانہ حرکت ہے کہ بار بار ان اشعار کو پیش کر کے حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی ذات پر کچھ بچھا چھانے کی نہایت ہی ناروا کوشش کر رہے ہیں اور دیانت و صداقت کا کھلا خوں بھی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابھی زلزلہ کے لاجواب عہدہ شاکر گھر کر کچھ لوگوں نے خامہ فرسائی کو اصل جواب کے بجائے چند نازیبا اور غلط قسم کے اعتراضات کو سپرد قلم کر دیا تاکہ عوام کو خواہ مخواہ علماء اہل سنت اور زلزلہ نامی کتاب سے متفریب کیا جائے۔ چنانچہ ایک کتاب سامنے آئی بریلوی قلعے کا نیا روپ "اور اس کے علاوہ بھی چند کتابیں پھیلانی گئیں جن میں خصوصیت کے ساتھ چند اشعار حدائق بخشش حصہ سوم کے حوالے سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور مذکورہ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے عامر عثمانی نے بھی عوام کو خوب خوب اعلیٰ حضرت کے خلاف درغلا پایا ہے۔ لہذا نادانوں کو لوگوں کا حیرت زدہ ہونا اور تھوڑی دیر کے لئے اعلیٰ حضرت سے متفر

(دوہلہ کی دار کا بقیہ)

قراء = علماء، کو گرمی پیش آئے گی۔ قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔ (ع)

الحمد للہ تعالیٰ خیاں امتی احدت میری امت کے بہترین لوگوں کو جلی بنادیتا ہے۔ (ع)

افسوس کہ جس صفت حدت و شدت کو بانی اسلام علامت امت اور خیار امت کی نشانی فرمائیں، مولانا کی نگاہ تعصب میں وہ مذموم و معتبوب قرار پائے۔ وحشت میں ہر ایک نقشہ انظار آتا ہے۔

آئیے اور ذرا تصویر کے دوسرے رخ پر بھی ایک طائر از نظر ڈال لیجئے غصہ کی شدت میں اسلام اور اسلامی شیخوخت کے ساتھ انسانیت اور انسانی شرف کو بھی سبکدوش کرنے والے صاحب "شہاب ثاقب" کے "گالی نامے" کے کچھ نمونے آئندہ کسی مناسب مقام پر آپ دیکھیں گے یہاں ہم صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں جو اس کردہ کے "نفسی انتشار" اور شدت طبیعت کا رخ متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔

شہ خواجہ حسن نظامی صاحب جب مدرسہ دیوبند میں زیر تعلیم تھے تو مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے مخدوم حضرت حاجی امداد اللہ ہاجر کی رحلت اللہ علیہ کے مشہور رسالے "فیصلہ ہمت مسئلہ" کی کاپیاں نذر آتش کرنے کے لئے خواجہ صاحب کو محرم فرمائیں۔ خواجہ صاحب نے پڑھ کر جو دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں۔ استاد کے حکم کے احترام میں آدمی کاپیاں تو جلا دیں اور آدمی محفوظ کر لیں۔ جس پر مولوی اشرف علی تھانوی نے دو آدم بطور انعام دیئے۔ اس وقت مولوی اشرف علی تھانوی متقدمین کے مسلک پر قائم تھے اور رسالہ کے مندرجات سے پوری طرح متفق اور کاربند تھے۔ (ع)

اپنے مخدوم اور شیخ پر مولانا رشید احمد گنگوہی کے غیظ و غضب کی یہ شدت محض اس لئے لکھی کہ حضرت حاجی صاحب نے اس رسالہ کے ذریعہ عقائد و اعمال اہل سنت و فاطحہ میلاد اور قیام وغیرہ کی صرف تائید و تصدیق فرمائی ہے بلکہ اپنا معمول بھی بتایا ہے۔

خود اپنے شیخ کے خلاف جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خلائی کی سند لی جا چکی ہو گشت خجی اور جنوں خیزی کا یہ عالم!!! ناظرین اسے شدت کی کس قسم میں شامل کریں گے؟

ام المؤمنین رضی اللہ عنہما کی شان میں معلوم ہو رہے ہیں، نہایت رکیک ہیں۔ اور اس چیز کو بہانہ بنا کر پورے ہندوستان کے دیوبندیوں نے اٹری چوٹی کا زور لگا یا مضمون لکھ کر اور پورے ہند میں بکھیر دیے۔ کئے۔ ان کی تشنہ چلا کر امام موصوت کو مسجد سے علاحدہ کیا جائے اور اس سلسلہ میں اس سجدہ خاد ہوا اور ایک تہل بھی ہوا۔ اور بہت دہلی شک مقدمہ چلتا رہا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب نے اسی وقت اپنی ذمہ داری محسوس کی اور ایک سیان شائع کیے کہ وہ اخبار ترتیب کی الٹ پلٹ سے چھپ گئے تھے۔ وہ اخبار امام المؤمنین کے لئے ہیں ہیں ہی نہیں۔ اصل ترتیب اس طرح سے ہے جس سے وہ اخبار تشبیب کے ہیں اور عرب کا کافرہ عہد تولد کے ہائے ہیں لیکن چونکہ اس میں میری کوتاہی کو دخل ہے جس کی وجہ سے اخبار ادھر کے ادھر چھپ گئے۔ اس لئے میں اپنی اس کوتاہی سے توبہ کرتا ہوں اور انھوں نے ایک دن چھاپ کر اصل اور صحیح ترتیب کے ساتھ ان لوگوں کے پاس روانہ کئے جن کے پاس کتابیں سپرد تھیں اور اعلان کیا کہ جن کے پاس تصحیح شدہ اوراق دیوبند پڑھیں وہ اپنے اپنے نسخوں میں ان کا کے مطابق ترمیم کر لیں۔

ہمارے ان عروقات کی روشنی میں یہ دو امر واضح اور روشن ہیں۔
• اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ اخبار اعطیہ تھے کہ ہیں۔
• اگر بالفرض ہوں بھی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس کے شائع کرنے والے نے اس کی صفائی کر دی اور ترتیب کی جن غلطیوں کی وجہ سے ایسا ہوا تھا اس کو درست کیا چھاپا یا باق اعلان کیا اور اسی پر جس کا انہی اس غفلت سے صاف صاف توبہ کر لی۔

مولانا محبوب علی کا یہ کارنامہ ایسا تھا کہ اس کو سراہا جائے کہ اعلان حق اور کوتاہی و غفلت کے اعتراف بلکہ توبہ سے ان کو ان کی عظمت اور وجاہت کوئی چیز ماننے نہ ہوئی۔ اور انھوں نے صاف توبہ کی۔ کیونکہ آج تقریباً نصف صدی سے پورے ہندوستان میں آگ لگی ہوئی ہے بلکہ علمائے دیوبند نے اللہ اور اس کے رسول کو جو منہ بھر کر گالیاں دی ہیں اس سے توبہ کر لیں اور اس کی اشاعت بند کر دیں مگر نوگ مر گئے نہ توبہ نصیب ہوئی نہ پوری قوم نے ان گالیوں کی اشاعت بند کی اس کے برخلاف اس مرد حق کا گمانہ اپنی ذرا سی غلطی کا توبہ نامہ شائع کیا۔ اور اس غلطی کو درست کر کے اعلان کر دیا۔ مگر علمائے دیوبند کی یہ غیر مستحکم کراہت پھر اس کو ایک جرم بنا کر وہ بھی مولانا محبوب کا نہیں اعلیٰ حضرت کا چھاپ رہے ہیں کہ حاملہ دس پندرہ برس پرانے اور عوام کو بھولنے کی عادت اور اس سے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ان کی امت پر بگڑت کی امام ہے۔ اس لئے دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔

فقط والسلام

عبدلناب غفلی خادم دارالافتار اجماعہ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۱۵ صفر ۱۳۹۵ھ

علو علیہ فاضل بریلوی۔ ص ۳۳

علو علیہ فاضل بریلوی۔ ص ۵۰ بحوالہ منادی (ماہنامہ)، نئی دہلی جلد ۳۹ شمارہ ۱۲

ص ۲۲

ایک نظم مصلح

مولانا مرغوب حسن قادری عظمیٰ مدظلہ العالی

بود نکہت سے معطر کر رہے ہیں۔ عالم سرخوشتی میں کسی پہنہارے
بڑے پتے کی بات کہی تھی۔

جہاں پہنچا نئی دنیا بسالی

یہ دیوانہ تو دیوانہ نہیں ہے

اللہ اکبر جس کو علمائے عرب و عجم کا ایک جم غفیر اپنی عقیدت کے

پھول نچھاور کر رہا ہے اور جسے علی الاطلاق مجدد وقت قطب الارشاد

کا خطاب دیا گیا ہو اس کے حق میں وہ کون سی ناقدری دیکھی گئی جسکی

بنی راج احمد رضا کے ساتھ مظلوم لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی

مانہا المیزان کا اعلان پڑھنے کے بعد مظلوم احمد رضا کا لفظ

دیکھ کر دفعتاً ذہن و فکر پر ایک چوٹ محسوس ہوئی۔ اور وقت کے

ایک عظیم رہنما کی بین الاقوامی زندگی اس کی خدمات اور اسکے احیائے

دین کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آ گیا اور پھر ساتھ ہی ساتھ ہمارا وہ

قانون جو ایک عظیم محسن کی بارگاہ میں ہونا چاہئے اس کے ساتھ

اپنی تہی دامن، تساہلی اور محرومی و بیکانہ کی خوب نکال تصویر کشی ہے

کی طرح ناچنے لگی۔ و احسرتا کہ جس ذات گرامی نے اپنی انتھک

کوششوں سے قوم کی ڈوبتی نیا کو با مخالف کے قیدیوں سے بچا کر محفوظ رکھا

تھا آج اس کا صحیح حق و صحیح حشر گری سے ہم محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

اور رفتہ رفتہ یہ کمی ایک کمی نہیں بلکہ احسان فراموشی کے دائرے میں

داخل ہو گئی ہے۔ مظلوم احمد رضا مظلوم اس لئے مظلوم کہ دور میں

مظلوم اور آج بھی بندیت رونما ہو کر وہ مظلوم رہی ہے۔ اصلاح اقوام

میں ہمارے جن اصناف نے اپنے خون جگر سے حق کی آبیاری کی تھی اور

یکے بعد دیگرے محدود مدت نے جن ٹکٹاٹیوں سے گزر کر ادارا و نفاذ

کو کسی قدر روشن کر دیا تھا۔ تیر سو برس ہدی کے آواخر میں حل کردہ روشنی

پھر ماند پڑنے لگی اور یکایک نچر سے لیکر سہارنپور اور خانقاہ گنگوہ سے لیکر

علامہ فاضل، استاذ ماہر۔ دقائق کا خزانہ۔ روشن ستارہ و حیدر

یگانہ عصر صدی کا مجدد۔ صاحب عدل۔ مرکزہ دائرہ علوم کریم النفس

اکابر علماء کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ صاحب تصانیف مشہورہ و رسائل

کثیرہ قلم کا بادشاہ۔ زبان کا صحنی۔ عاشق رسول عرفان و معرفت والا

ولی کامل عارف باللہ۔ قطب وقت۔ منبع علم۔ جو اپنی آنکھوں کی

روشنی سے مشکلات اور دشواریوں کو حل کرتا ہے جو معنی کے اعتبار

سے بھی احمد رضا ہے۔ اس کے کلام کا موتی اس کے منی کے جواہر سے

مطابقت رکھتا ہے۔ وہ باریکیوں کا خزانہ ہے۔ جو ٹھیک دوپہر

کو چمکتا علموں کی مشکلات ظاہر و باطن کا نہایت کھولنے والا۔

گردن و ہایت پریش برائی ہمارا سردار دریا نے فضائل۔ امام پیشوا

کثیر الفضل کثیر الاحسان۔ بحر ناپید کنار کثیر الفہم۔ میں نے ملا

کے بعد ان میں وہ کمالات دیکھے جن کا بیان طاقت سے باہر علم کا

کوہ بلند جس کا ستون نورادیا جن سے مسائل نہروں کی طرح چمکتے

ہیں۔ اس دور فق میں دین کو زندہ رکھنے والا جس کے وجود پر

نمانہ گوناوار ہے۔ صاحب تحقیق و تنقیح و تدقیق عالم علمائے اہلسنت

و جماعت۔ (از حسام الحرمین علی منہر الکفر والین)

یہ وہ القاب و خطابات ہیں جو علمائے حرمین طہین نے سیدنا

امام احمد رضا کی بارگاہ عالی مرتبت میں پیش فرمایا تھا۔ ایک گدائے

عشق کی بارگاہ میں بنیہ ازمدی کا بیوت یقیناً کسی غیر خدا باقی

حقیقت کا اعتراف ٹھے۔ عناد کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جنبش نظر امام احمد رضا اپنی جگہ مسند

ارشاد کا ایک کوہ گراں ہے اور اس پر پکھری ہوئی مختلف رنگ و بو کی

کونیلیں اپنے عشاق کو دعوت و نظارہ دے رہی ہیں۔ وہ اپنی

جگہ مجسم بھوئی ہے۔ اور اس کے فدا لئی اپنی مشام جاں کو اس

صحیح دیوبند تک مکاری و عیاری کا ایک جال بن دیا گیا۔ اب باطل کی
کین گاہوں سے جو آواز حق کی آمیزش سے نکلتی تھی اس کی ہلاکت خیز
ستابی و بربادی کا سامان اہل حق کی نگاہوں کے سامنے تھا مگر وہ کون رو دیا
تھا جو بڑھ کر اس کھنکھانے والی آواز کو نہ سنا کر چلا آیا۔ اس صدی میں سیدنا امام
احمد رضا کی ذات ہی وہ شاہ جہاد و بطل اعظم اور وہ حق آگاہ ذرات
ظاہر ہوئی جسے اس صدی کے طوفان غرقاب کا نافع اہنگنا ہو گا۔ عبارات
پہلے بھی لکھے تھے۔ آندھیاں پہلے بھی اٹھ چکی تھیں۔ طوفان پہلے بھی برپا
ہو چکے تھے۔ یہ طوفان وہ طوفان نہیں تھا جسے آسانی سے دایا جاسکے۔ یہ
تفسیر طے وہ تفسیر طے نہیں تھے جسے نرمی سے سلایا جاسکے۔

تشدید کو تشدد سے دالیں یہ تو ممکن ہے

مگر شے کو شعلے سے بجھایا جا نہیں سکتا

مگر واللہ ایک مجاہد زندگی ضرور ایسی تھی جس نے باطل کے مکر و ہر
سے حقیقت کا نقاب الٹ کر رکھ دیا۔ اور آج دشمن کے ہزار پروپیگنڈوں
کے باوجود وہ اپنی جگہ ایک فاتح کی حیثیت سے کھڑا مسکرا رہا ہے۔
وہ دعوت و فکر و عمل میں رہا ہے کتنی کی سلامتی کیلئے ایثار کے طعنوں کو سننا ہو
مگر نتیجہ اور انجام کی خسروی اس کے حق میں مقدم ہے جو اس پر بیچ موڑ پڑا رہا
چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ امام احمد رضا کی آواز مند و سیر و مند و سیر تو
غیر دین کے کس اور چل نہیں کرے اپنا زمانہ ٹھنڈے کئے اس کی محض چند سطور
ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ مجدد الکفر و دھوکہ باز مکار۔ مجدد التقلیل و جال
بریلوی۔ دروغ گو بہتان تراش مجدد المفسرین، شیطن کا جال پھیلانے والا
اہل ہوا و بدعت اہلسنن کا شاگرد و غیرہ وغیرہ۔ ایک سو بیس صفحے کی کتاب
الشہاب لثاقب جس میں ۱۰۰ گالیاں حسین احمد ٹانڈوی نے دی ہیں۔
جسے دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ شیخ الاسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مگر شاید ٹانڈوی صاحب کو نہیں معلوم کہ جس کی بارگاہ میں وہ دریدہ دمہ کا مظاہر
کر رہے ہیں اس کی ذات والا کو ان کی جماعت والوں نے بھی اور علماء عرب و عجم
مصر و عراق، افغان، دشمن، انڈونیشیا، بیروت اور بغداد کے علمائے اکابرین نے
کس قدر سراہا ہے۔ اور اس کے نقش قدم کو بھی مکرم و معظم جانا ہے۔ وہ جب کا
پرچم اقبال عرش کے کنگدوں کو چھو رہا ہے۔ وہ انہیں لوگوں میں اجنبی بنا رہا ہے
جس کے لئے اس نے اپنا سب کچھ بیچ دیا۔ آخر شہر ہم اسے مظلوم نہ کہیں تو کیا
کہیں کہ جس کا مبلغ علم ایک طرف علمائے عرب و عجم سے خراج تحسین
حاصل کر رہا تھا تو دوسری جانب اپنے کٹر دشمنوں سے بھی اپنے قلم کا لوہا
منوار کر رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی اس کے اصل کارنامے ہماری نگاہوں
کے سامنے نہ آ سکے۔ ہم جب حقائق کا سراغ لگاتے ہیں تو کہیں وہ

اتعلیم صحافت کا بادشاہ کہیں علم و عرفان کا دھنی اور کہیں سدا رشا کا مالک
نظر آتا ہے۔ علمائے محققین کا اندازہ ہے کہ جو علمی گہرائی اعلیٰ حضرت کے
قلم میں پائی جاتی ہے وہ بہت لوگوں کی تحریر میں نظر آتی ہے بلکہ اس صدی میں
تو ناپید ہے۔ مگر میں یہاں پر قلمی جوہر پاروں کو نہیں رکھنا چاہتا جو پہلے جگہ
ایک نقل آئینہ حیرت ہیں۔ سرور است اس ماحول کو اجاگر کرنا چاہتا ہوں جو
سیدنا اعلیٰ حضرت کے دور میں پہلے سے تھا یا ایک بیک حاسدوں کی جانب
سے ہو گیا تھا۔ آپ کے پہلے مختلف عقائد و خیالات کے لوگ پیدا ہوئے
اور اپنے عقائد باطلہ کی بنا پر اپنی موت آپ مر گئے۔ ان عقائد کے سدباب
کے لئے مجدد اول حضرت علامہ عمر ابن عبد العزیز، امام شافعی، امام
فخر الدین رازی، امام غزالی، ابوبکر باہکائی اور حضرت مجدد الف ثانی
جیسی بلند پایہ شخصیتیں تھیں جنہوں نے اپنی ہمت عملی سے ان عقائد باطلہ کی
بیخ کنی فرمائی۔ ان کی مختصر فہرست "تجلیات" ناگپور کے حوالہ سے یہ
ناظرین ہے۔

پچھلی تاریخ کے عقائد باطلہ

- (۱) حکم ثلاث، بنانا شرک ہے۔ (۲) حضرت علی شریک نبوت ہیں۔
- (۳) قرآن عظیم پر محفوظ نہیں ہے۔ (۴) تناسخ
- ۵ قرآن عظیم مخلوق ہے۔ (۶) عرش قدیم ہے۔
- (۷) بنو اپنے افعال نیک و بد کا قاضی ہے (۸) حساب کتاب میزان کی کوئی حقیقت نہیں
- (۹) زکوٰۃ دینا فرض نہیں ہے۔ (۱۰) بندہ مجبور محض ہے۔
- (۱۱) شیطان کا کوئی وجود نہیں۔ (۱۲) عذاب قبر، سنگ مرمر کا سوال
- حوض کوثر، ملک الموت کی کوئی حقیقت نہیں۔ (۱۳) صفات الہی مخلوق ہیں۔
- (۱۴) صفات الہی حادث ہے۔ (۱۵) حق تعالیٰ مکان میں ہے۔
- (۱۶) حق تعالیٰ جسمانیت رکھتا ہے۔ (۱۷) بلعمر ط کوئی چیز نہیں ہے۔
- (۱۸) جنت و دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے۔
- (۱۹) جو صرف لا الہ الا اللہ کہے وہ جو چاہے کفر ہے اس پر کوئی عذاب ہوگا۔
- (۲۰) ایمان عمل ہے۔ (۲۱) ہر مذہب و دین کی باتیں اسلام کا
- منشا ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا نظریات و معتقدات میں سے کون سا اس نظر پر ہے جس کے
ذریعہ دین کو مسخ کرنے کی کوشش نہ کی ہو مگر وہ جو کہا گیا ہے
جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے کہ مصداق ہر دور میں ان مکرہ کن خیالات
کے امتیصال کیلئے لوگ پیدا ہوتے رہے اور یہی حدیث قدسی
کا مضمون ہے۔ ان اللہ یبعث الخ بشیخ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے

۱۴۔ رسول اللہ کے علم کو ذیل چیزوں سے تشبیہ دینا (حفظ الایمان)

۱۵۔ اپنی نبوت کا دعویٰ کرنا۔

۱۶۔ عمل میں امی کا بنی سے بڑھ جانا۔

۱۷۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو سحریم یا معجزہ شق القمر کا انکار کرنا یا فرضی واقعہ بتانا۔

۱۸۔ حضرت عیسیٰ پر شیطانی الہام بتانا۔

۱۹۔ اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام کو جھوٹا بتانا۔

۲۰۔ صرف لا الہ الا اللہ پر مدار نجات رکھنا۔

۲۱۔ اپنے رائے سے غلط تفسیر کرنا۔

۲۲۔ ائمہ فقہ سے مسلمانوں کو آزاد کر کے اپنے فقہ کو ان پر مسلط کرنا۔

۲۳۔ فیضانِ پاک کو کھنیا کا جسم کہنا۔ (براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد بیٹھوی)

۲۴۔ حضرت عیسیٰ کو جابل جبریل سے تشبیہ دینا نیز ان سے بہتر اپنے کو بتانا۔

۲۵۔ یزید کو امیر المومنین اور امام حسین کو لالچی و ناحق بتانا وغیرہ وغیرہ

(نحوذ باللہ من ذالک)

زرا غور فرمائیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظلم و طغیان کا ایک سیلاب

بلے۔ اور حق کا مستلاشی اپنے دامن کو بچانے کیلئے کشان کشان پھٹ کر

نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر امام احمد رضا کا ذات جو عالم کے لئے

اس صدی میں ایک مجدد کی حیثیت سے رہبر بن کر آئی تھی۔ اور جس کو پورے

عالم کا زہر دار بننا تھا وہ کب تک اس طوفانِ عظیم کو دیکھتا رہتا تبصرہ بڑا

کہ اس نے ہر ایک بھوٹے ہوئے تباہ کن چشموں کو بند کرنے کی کوشش کی۔

حوادثات کی گرہ تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ مگر وہ اپنی جگہ مطمئن ہر ایک کا

دندان شکن جواب دیتا رہا۔ آج جس کی بنا پر اس صدی میں اس کی باطنی نظری

اور اس کے حسن تدبیر کا ہر ایک کو احساس ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ

صرف رد لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دن

اشک سامانی بھی سو بہتے ہوئے پانی کے ساتھ

حقائق و معلومات کی روشنی میں اگر فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی

تصنیفات کو شاد یا جائے یا آپ کے مسلک سے تقوڑی دیر کے لئے

صرف نظر کر لیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنے ایمان و اسلام کی

سلاستی کا کوئی راستہ ہی نہیں ملتا۔ وہ کون سا ایسا شعبہ ہے جس پر آپ کے

اقوال کی پرچھائیاں نہیں پڑتی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ان کے تبرا کا

کو جو اپنے بد بطور امانت آپ نے جھوٹا اسے نظر عام پر لاتے اکی یاد

سے ہی غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ میری اس تحریر کا مقصد یہ نہیں ہے۔

آخر میں ایک رہنمائے کامل بھیجتا ہے جو قوم کو دین کی اصل حقیقت سے روشناس

فرماتا ہے۔ موجودہ صدی میں جن روح فرسا خیالات کا اظہار کیا گیا اس سے

نہ تو ضلئے واحد کی ذات پر نسی نہ انبیاء و مرسلین کی عظمت محفوظ رہے گی

اور نہ توصیہ کرام سے لیکر ائمہ مجتہدین و تبع تابعین کی حرمت برقرار رہے گی۔

اور کیونکہ ہونگیزہ گورنمنٹ کی باسداری بھی تو ضروری تھی در نہ ان کے ظلم و ستم

کا نشانہ کون بنتا۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کے مصنف انگلیزوں کا غلامی

پر کس قدر نازاں ہیں اس کو خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔ جب یہ حقیقت

میں سرکار (برٹش) کا فرانبردار ہوں ان جھوٹے میرا بان بیک کا نہیں ہرکتا

اور اگر مارا بھی گیا تو میرا مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

حصہ اول ص ۸۵ اور کہاں ہوا ہو کی کا یہ عالم کہ جس کا نام محمد یا علی وہ کسی

چیز کا مختار نہیں۔ (تقویتہ الایمان)

موجودہ صدی کے نئے کس رنگ و روپ میں رونما ہوئے اس کی

بھی مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیں اور مظلوم احمد رضا کی الوداعی کا دادیہ نئے

جس نے ہر ایک کو باطن کا منہ کالا کر کے رکھ دیا۔

موجودہ عقائد باطلہ

۱۔ اللہ تعالیٰ جہتِ زمان و مکاں سے پاک نہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کذب اور دوسرے نقائص پر قادر ہے۔

۳۔ بلکہ اللہ جھوٹ بول بھی چکتا۔

۴۔ نبی کی حیثیت گاؤں کے چودھری اور زمیندار کی ہے۔ (تقویتہ الایمان)

۵۔ انبیاء علیہم السلام کی عظمت کو گھٹانا اور بھائی بتانا۔

۶۔ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہے (براہین قاطعہ)

۷۔ رسول اللہ کا خیال نمازیں لانا اپنے گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب

جانے سے بدتر جہا بدتر ہے۔ (رسالہ یک روزی)

۸۔ اللہ تعالیٰ کے علم کو شیت پر موقوف رکھنا۔

۹۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ

ذلیل ہے۔ (تقویتہ الایمان)

۱۰۔ اپنے شیخ و پیر کو خدائے قدوس کا جلس بتانا (شیخ الاسلام نمبر)

۱۱۔ شرک و غیر شرک کفر و ایمان حرام و حلال مختلف الاحکام مسائل کا

ہزوز بان ایک ہی حکم بتانا۔

۱۲۔ رسول اکرم کے زمانہ اقدس اور بعد میں بھی کسی نبی کے آنے سے خاتمیت

محمدی میں فرق نہ آنا۔ (براہین قاطعہ)

۱۳۔ شیطان کے علم کو نبی اکرم کے علم سے بڑھانا۔ (براہین قاطعہ)

کہیں آپ کو آپ کی بے حسی کی داد دوں نہیں بلکہ اس نیلگوں شامیا نے کہ اندر آپ کے جلتے ہوئے احساس کو کپڑا نہ قصود ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مسلک و ملت کے لحاظ سے ہم سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے افراد ہیں جس کی حقانیت پر آفتاب نصف النہار کی طرح ہمیں یقین ہے لیکن اس کے باوجود بھی ملک میں لاکھوں کی تعداد میں بکھرے ہوئے اپنے معتقدات و نظریات کی مساسی کا کوئی راستہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آج انبیاء بھی ہم پر طعنہ زن ہیں کہ جس احمد رضا کے شیعہ اپنے کو مسک بارگاہِ رضوی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں ان کے کمزور کی بے رونق پرشام غریباں کو بھی حسرت ہے۔ اور ہے بھی جس محسن اعظم کے خورشیدِ جبین میں شمار ہونا ہم باعث سعادت جانتے ہیں اس کی فراموشی کے لئے ہمارا ایک ایک عمل گواہ ہے۔

ہم کو کون کیا تھا

امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کے پردہ فرماتے کہ بعد آپ کے مسلکی اشاعت کے صرف دو طریقے رہ گئے تھے۔ ایک تو وعظ و تقریر کے ذریعے آپ کے فرامین کو عام کیا جاتا۔ دوسرے آپ کی تعنیفات جلد سے جلد منظر عام پر لانے کی کوشش کی جاتی مگر ان دونوں طریقہ کار سے ہم گویا نابینا نظر آ رہے ہیں اور اس کے سب سے بڑے بجر مدہ حضرات کمالیوں کے حق کے پاس یا جھکے ذمہ آپ کی تعنیفات کے مسودے اور مسیضے تھے۔ رہ گیا تقریر کی بدولت تو آج کے مقررین حضرات کا جو اندازِ مخاطب ہے وہ بھی اظہارِ الشمس ہے۔

واعظ قوم کو مدہ بختہ خیالی نہ رہی

برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

ہاں مسدوسے حضرات یقیناً اس دور میں اب بھی موجود ہیں جو اب بھی تقریر و تحریر میں اس رہبرِ کامل مجددِ مادۂ حاضرہ کے جذبات کی توضیح فرماتے ہیں موجودہ حضرات سے بیشتر مکیانہ عشرتِ پیشہ اہلسنت رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی خاص کر قابلِ ذکر ہے۔ بہر حال اس وقت جو بھی تبلیغ کا ذریعہ ہمارے پاس ہے وہ لے لے کر تقریر ہے جس کے ذریعہ کچھ نہ کچھ خدمات ہو رہی ہیں۔ تحریری اشاعت کی جو کمی ہمارے پاس ہے اس کی وقت کی ایک دردناک غلطی ہے۔ ہماری انہیں کمزوریوں کو دیکھ کر باطل بھر خندہ زن ہیں جبکہ تفریف کے قلابے زمین سے آسمان تک لگائے جاتے ہیں ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ابھی تازہ ترین خبر ہے کہ دیوبندی مسلک کے ایک نئے کھلاڑی عبدالاکبر چوہدری ہیں جو شہرِ بلیا میں اپنے کو برعم غریبِ مدد مدرس ثابت کرتے ہیں انہوں نے ۱۹۷۰ء میں اجیر علی ٹکا ایک سفر کیا تھا موصوف فرماتے ہیں میرے سفر کا نشانہ صرف یہ تھا کہ سند کے طول و عرض میں

ان مزارات کی زیارت کروں جنکی جانب لوگ بہزار عقیدت و محبت جھکتے ہیں۔ سفر کے دوران انہوں نے بریلی شریف مجددِ اعظم امام اہلسنت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ قدس پر بھی حاضری دی۔ اس سفرِ ہجیر میں ان کی کیا غرض شامل تھی اس کو وہ خود ہی تحریر کرتے ہیں۔

آستانہ بریلی

میری دیرینہ خواہش تھی کہ میں فاضل بریلی احمد رضا صاحب کے مزار کو پیش قدم خود دیکھتا جن کی عظمت میں ان کے متقدنین عرشِ معلیٰ سے بلند و بالا بتلاتے ہیں اور خطابات کو کچھ اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی نوبائے ان کی عظمت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے حالانکہ ان کا مقام تصنیف و تالیف میں تقریر و تحریر میں خطابت و ولایت میں ہندستان کی ہر جماعت کی صاحبِ نظر و واضح ہے۔ (مزاروں کی جھلکیاں ص ۳)

• بہر حال میں دیرینہ خواہش کی تکمیل کیلئے احمد رضا کے مزار پر پہنچا جو محمد مزارکرا میں واقع ہے۔ راستے میں کچھ لوگوں کو طنز آمیز فقرہ استعمال کرتے ہوئے سنا۔ کہتے تھے یہ قبر پرست۔ بت پرست لوگ ہیں۔ قبر کی پرستش اور اعلیٰ حضرت کی حضوری میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ میری گردن شرم و ندامت میں جھک گئی۔ میں درطرح حیرت میں پڑ گیا سوچنے لگا یہ تو وہ مقام ہے جہاں سے چودہ صدی کا نبی محمد درین مصطفیٰ سے علیحدہ ایک نبی دین کے کواٹھا اور اور اس مقام کو کمزوری حیثیت دے کر اس دین کی اشاعت میں اپنے شب و روز صرف کو تار باخبر کیا طرزد تماشا ہے کہ یہاں کے باشندے اس دین کے پیغام سے متاثر نظر نہیں آتے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

• ایک غیر معروف شخص سے جو بریلی کا رہنے والا تھا وہ بھی ساتھ ہو گیا اور اس نے نہایت صفائی کے ساتھ بتایا کہ یہاں کے باشندے نوے فیصد اس نئے دین اور مجدد سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اور ان کا پیغام خود بریلی میں صدا بصر اُتات ہوا۔

• جناب احمد رضا خاں صاحب کا مزار ان کے رہائشی مکان اور خافہ کے اندر ہے۔ یہ جگہ نسبت دوسری درگاہوں کے بہت مختصر اور چھوٹی ہے دھندلی دھندلی روشنی پڑتی ہے۔ نہ مکمل روشنی ہے نہ تاریکی۔ مجھے انتہائی یکسی اور برا لگی کا احساس ہوا۔ دوسرے مزاروں پر ناجائز ہی سی بگڑتی دیکھی۔ لوگوں کی گھبراہٹ نظر آئی۔ کہ یہاں اس کے برعکس معاملہ نظر آیا۔ ممکن ہے کہ ایام غریب میں وہ صورت پیدا ہو جاتی ہو لیکن اس وقت تو وہ ایک بے بسی کا مزار ہی تھا۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ نظر ایک معمہ کو رہ گیا۔ آخر اتنی بے رونق اور بے بسی کیوں ہے۔ اب غور کرتا ہوں تو مختلف

تخیلات پیدا ہوتے ہیں۔ (صفحہ ۴۲)
آگے لکھتے ہیں۔

• ایک حصہ میں کتب خانہ رضویہ پر چلی حروف میں لکھا ہوا تھا۔ اندر تین چار لکڑیوں کی الماریاں تھیں۔ وہ جگہ اتنی چھوٹی تھی کہ اس کے علاوہ اور الماریاں رکھی نہیں جاسکتی تھیں۔ لیکن ان الماریوں میں بھی کتابیں نہیں تھیں۔ صرف ایک الماری میں کتابیں نظر آئیں اور دوسری تمام خالی پڑی تھیں۔
• مجھے تعجب ہوا کہ یہی کتب خانہ ہے جس کی شہرت ہندستان بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔

• میں نے تو خافض صاحب کی چند مشہور کتابیں طلب کیں تو مجھے یہی خوب ملا کہ اس وقت زیر طبع ہیں۔ یہ حسن اتفاق ہی ہے کہ جو کتابیں طلب کیں وہ سب کی سب زیر طبع تھیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے مجھ سے کوئی حیلہ نہیں کیا بلکہ ان کے پاس واقعی کتابیں نہیں تھیں۔

• اس سے متصل ایک چھوٹا سا کمرہ نظر آیا جس پر چلی حروف میں لکھا تھا دارالافتاء یہ وہ جگہ ہے جہاں سے ہندستان اور بیرون ہند میں فتویٰ جاری کئے جاتے ہیں۔ لیکن میں نے فتوؤں کیلئے جہ چیزوں کی ضرورت محسوس کی نہیں دیکھی نہ میں نے کتابوں کا ذخیرہ ہی دیکھا جس پر افتاء کی بنیاد ہوتی ہے سوائے چند چھوٹی کتابوں کے۔ نہ اس میں کوئی موجود تھا۔ جس سے اس کی حقیقت دریافت کی جاسکے۔ اور نہ میں نے اس کی صورت حال دیکھی کہ اس کی اہمیت ہی محسوس کی کہ اس پر توجہ دوں۔

• گلی میں ایک کپڑے کا بورڈ لٹکا ہوا دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا "برقی بیچو مشین" خریدنے میں ہمارے دو فرمائے ایسا محسوس ہوا کہ اب تک میں فنا کی اشاعت کیلئے اپنے وسائل مہیا نہ ہو سکے تھے جو منظر عام پر نظر آتا ہے وہ دوسروں کی رہنمائی ہے۔ (صفحہ ۴۳)

مذکورہ بالا اقتباسات میں بھوجپوری صاحب نے جس کذب و دروغ کوئی کا اظہار کیا ہے یہ انہیں کو زیبا ہے۔ ایک غیر مانوس چیز کو قوم کے سامنے پیش کرتے تو مشابہ لوگ مان بھی جاتے مگر جس نے بریلی کے کوچوں کو شب روز دیکھا ہو وہ کب کسی ٹری ملار کے پھندے میں آسکتا ہے۔ کتابوں کے بارے میں جس حقیقت کا اظہار تصنف صاحب نے کیا ہے واقعی بظاہر ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے مگر اعلیٰ حضرت کی تصانیف کا منہا نہ کرنا ہے تو آستانہ مبارکہ کے اوپر اندرونی عمارت کا سامنا کرے۔ نیز مرشد برحق حضرت مفتی اعظم ہند کے دولت کہہ پر جائے اور اندر دیکھو کہ کیسے کیسے نادر و نایاب ذخیرے دیکھنے میں آتے ہیں واللہ العظیم۔ میری نگاہوں نے جیسی ایسی کتابوں کو دیکھا ہے کہ اگر وہ اشاعت پذیر ہو تو منظر عام پر آجائیں تو زمانہ

آج بھی امام احمد رضا کو غزالی و دراز اور حبیب وقت کہتے پر مجبور ہو گا۔ بھوجپوری صاحب نے لکھا ہے کہ بریلی کی نوے فیصد آبادی اس نے دین اور مجدد دونوں سے نفرت کرتے ہیں مگر عقل و ہوش کے دائرے میں جائزہ دیتے ہوئے اور آج بھی کسی کو تعصب کی عینک بنا کر دیکھنا ہو تو بریلی ہی نہیں اطراف و جوار میں بھی اہلسنت و جماعت اور آپ کے مسلک و ملت کی دھوم مچتی ہے۔

• کیوں رضوان آج گلی سونی ہے
اٹھارے دھوم مچانے والے

بریلی شریف لاکھوں کی آبادی میں کوئی ایسا نہ نہیں ہے جہاں برصلاوہ (سلطان) کی صدا میں اور مسلک کی ترجمانی ہوتی ہو۔

• وہ کوئی اور جوں کے سیر ساصل دیکھنے والے

ہاں اگر آپ کے نزدیک اسلام اسکو کہتے ہیں کہ جب تک اپنے عقیدے کی چھاپ نہ پڑ جائے تب تک اپنے معتقدات کو چھپا کر نیا زونا کٹر کرے جاؤ جیسا کہ کانپور میں تھانوی صاحب نے کیا تھا۔

ہاں اگر آپ کے نزدیک اسلام و ایمان اسی کو کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کی بجائے اشرف علی رسول اللہ کہا جائے۔ ہاں اگر آپ کے نزدیک اسلام و ایمان اس کا نام ہے کہ قوم کو دھوکہ دینے کیلئے نماز و روزہ کی آڑ لے کر عقائد کفریہ کو ترجیح دی جائے تو اس قسم کی منافقت و منافرت سے بریلی شریف واقعی پاک و صاف ہے۔ اگر آپ کے نزدیک مزارات پر حاضری و رتی قبر پرستی دیت پرستی ہے تو فتویٰ نگار نے مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند پوچھ کر لڑکی (تحصیل سہارنپور) سے پیدل ننگے پاؤں حضرت صاحب کلید رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر جاتے تھے۔

(سوانح قاسم جلد دوم صفحہ ۳۳ منصفہ مولانا ناظر احسن گیلانی)

اگر مزارات کی حاضری ناجائز نہ ہوتا تو اسے تو سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں مولوی قاسم نانظمی جمعیت العلماء اور مولوی ابوالوفا شاہچاںپوری کو داد دینے کے جوہر سال بہرہ میں جاتے ہی نہیں تھے بلکہ چار درپوشی و دیگر رسومات کی ادائیگی بھی ان کے دست نازک ہوتی تھی۔ (تجلی دیوبند ص ۶۱)

بہر حال! بات کہاں سے کہاں آگئی رہیں کہہ ہاتھ آکھ آج اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہمارا کیا عالم ہے؟ میں نے اپنے نظریات آپ کے سامنے رکھ دیا ہے کہ حقیقت میں اگرچہ ہم حق پر ہیں مگر ظاہر ابھی ہر قوم و جماعت کے کچھ اسلئے ہوتے ہیں جس کے ذریعہ وہ دشمنوں کی ہزار ہا ہزار فوجوں کو جکھڑوں میں سل سکتی ہے۔

شیخ الاسلام سید مدنی میا کو مولیٰ تعالیٰ حیات خضر
عطا فرمائے

امید وار کرم

بابو بھائی اشرفی ٹاٹوالے

بڑا پورہ نیا ڈلیسہ بناس کا تنٹھا

گجرات

سکئی اعتبار سے یقیناً ہم راست پر ہیں لیکن عمارتی اور تنظیمی لحاظ سے کیا ہمارا
یہی نصب العین ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حوادث زمانہ کی چنگاریاں
اترا انداز ہوئی ہیں تو ان کا نقصان کھاتے ہیں۔ زور دار نعروں کے ذریعہ
رہزہ دہیشن پاس کرتے ہیں مگر عمل کیلئے اسی منزل ویران کی طرف دیکھتے
ہیں جہاں سے یہ ہزار جوش و تمنا اٹھتے تھے۔ آج احمد رضا مظلوم
اس لئے مظلوم کہ اس نے اپنے زور قلم سے جن فتنوں کو سہارا کر دیا تھا آئے
دن اس کی شراکتیں بیاں پھر ابھر رہی ہیں تو کیا ہمارا جذبہ ملی یہی ہے کہ ہم ساحل
پر پہنچ کر اپنے عظیم محسن کے ذمے سینیے کو نذر کھجور کر دیں۔ اس کے لئے
ضرورت ہے کہ ان کو منتشر بادلوں کو یک جا کریں اور دنیا کے سامنے
پھر اس کی صدائے غیبی کو اکبار پیش کر دیں جس نے اس جو دہوی صدی کے
ہوش ربا دور میں اپنے عیش و آرام کو بھینٹ چڑھا کر امت کے لئے ایک
مشعل راہ ایک شمع فروزاں، ایک شمع ہدایت روشن کر دیا تھا خدا ہمارے
دلوں کو اس عظیم محسن کی بارگاہ سے وابستہ رکھے

تیرا بھیگی ہوئی بکوں کے نشان
کیا مراد و جگر یار آیا۔

امام احمد رضا نمبر اور کانفرنس پر ملیزات اور سنی لیگ کا

ہم دل کی گھرا عیوب سے شکر یہ ادا کرتے ہیں

کیوں رضا آج گلی سونی ہے

اٹھ مرے دھوم مچانے والے

نیو پائیونیئر اسٹور

اعلیٰ ترین اشیاء کا جنرل اسٹور

ڈاکٹر وٹسوزاروڈ۔ دادر، بمبئی ۲۸۔ فون: ۴۵۱۴۷۷

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھائے ہیں

شعروادب

- (۱) امام احمد رضا کی عربی شاعری
- (۲) امام احمد رضا کی اردو اور فارسی شاعری
- (۳) امام احمد رضا کی مذہبی شاعری میں صداقت کے غماز
- (۴) امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری
- (۵) امام احمد رضا اور نعت رسول
- (۶) امام احمد رضا بحیثیت شاعر
- (۷) دیوان رضا عرفان و وجدان کا قاسموس
- (۸) امام احمد رضا اور اصناف سخن
- (۹) امام احمد رضا و اصف شاہ ہدی
- (۱۰) امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر
- (۱۱) امام احمد رضا کی شاعری تحقیق کے آئینے میں
- (۱۲) امام احمد رضا ایک مکمل شاعر
- (۱۳) امام احمد رضا اور اردو ادب
- (۱۴) امام احمد رضا کی نعت گوئی
- (۱۵) امام احمد رضا امام شعر و سخن
- (۱۶) امام احمد رضا کا ذوق سخن



امام احمد رضا کی

عشر بی شاعری

ڈاکٹر حامد علی خاں، لیکچرار شعبہ عربی، بلیکٹر مسلم یونیورسٹی

محترم ڈاکٹر حامد علی خاں صاحبہ ایم اے پی ایچ ڈی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ عربی کے لکچرر ہیں تحقیق و تلاش کیلئے آپ نے اپنے کو وقف کر دیا ہے۔ امام احمد رضا خاں علیہ السلام کے حوالہ سے حصول انفرادی فوائد اور خود نوازی کا ثبوت دیا۔ ہم بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ موصوفہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ تحقیقی مقالہ پیش خدمت ہے۔ (ایڈیٹ)

لکھتے رہے ہیں اور یقین ہے کہ جہدِ نیا تک لکھتے رہیں گے اور لکھنے والوں کے لئے نئے نئے موضوعات پر مواد فراہم رہیں گے۔ درحقیقت محدثوں کی ایک وقت بہت سی خوبیوں کے حامل تھے۔ آپ نے ایک طرف ظاہری علوم کی ترویج و اشاعت کر کے چالاکت کو دور کرنے کی کوشش کی تو دوسری طرف شیخ عرفان کو فروزاں کر کے سندھار شاہ کو زینت بخشی اور اندر زبانی مہلت و کمالات کے رنگ کو نازل کر کے قلوب کو دھاتیت کے نور سے منور کیا۔ آپ شہید و ہدایت میں بے شان اور علم و فضل میں بے بدل تھے۔ اردو۔ فارسی اور عربی تینوں زبانوں کے ارشاد پر ناز، خطیب، واعظ، حق گو، متکلم، مناظر، مفسر، محدث، نقیب، مصنف اور مؤلف تھے۔ راقم کو اعتراف ہے کہ آپ جیسے تحقیق و تدقیق کے کسی گوشہ حیات کے بارے میں تکمیل کی حد تک لکھنا ممکن نہیں البتہ راقم نے ہندوستان میں عربی شاعری پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر ٹیٹ کی لکچرری لے کر اور دوق کے ساتھ لکھا جاسکتا ہے کہ عربی زبان میں علامہ کی شعر گوئی کے سلسلے میں ابھی تک کسی نے کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس مضمون کے عنوان سے ظاہر ہے کہ راقم اپنی بے بضاعتی و کم انجی کے باوجود علامہ کی صرف اس ایک حیثیت کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرے گا اور معذرت کے ساتھ بطور تبرک علامہ کے سوانح حیات، نہایت اختصار سے تحریر کرنے پر اکتفا کرے گا۔

امام احمد رضا بروز مشہور تاریخ، انشواۃ اللہ (مطابق ۱۲۱۳ھ) میں ۱۲۱۳ھ میں ولادت نہر بریل میں متولد ہوئے۔ آپ نسلاً پٹھان مسلک حنفی اور شریعت قادری تھے۔ آپ کے نام "محمد" رکھا گیا۔ تاریخی نام "المختار" (۱۲۴۲ھ) ہے لیکن لہذا یہ عالم اور صاحبِ دل تھیں۔ مولانا رضا علی خاں متوفی ۱۳۸۶ھ نے "احمد رضا" تحریر کیا۔ خود آپ نے اپنے نام کے ساتھ "عبدالمصطفیٰ" کا اضافہ کیا اور بعد میں "فائل بریلوی" کے لقب سے شہرت پائی۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کر کے مولانا مرزا غلام قادر علی بیگ سے عربی

عباسی عہدِ خلافت کے مشہور و معروف شاعر ابونہام نے غلیفہ مستقیم بالذکر مدح سرائی کرتے ہوئے کہا تھا:

هُوَ الْبَحْرُ مِنْ أَمْتِ النَّوَاحِ أَتَيْتَهُ
فَلَجْتُهُ الْمَعْرُوفَ وَالْجَوْذُ مَسَاجِلُهُ

اے مخاطب! بحرِ دوح کے پاس جس جانب سے بھی تو پہنچے، اسے سمندر کی مانند پائے گا۔ کیونکہ اس کی گہرائی احسان و بھلائی سے اور بخشش اس کا ساحل ہے، شاعر نے مدح کی طرف ذہنیاتی تعریف کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔ اگر اس شعر میں یہ تعریف کر دیا جائے کہ "وَالْجَوْذُ مَسَاجِلُهُ" کی جگہ "وَالْفَلَاحُ مَسَاجِلُهُ" یعنی علم اس کا ساحل ہے، پڑھا جائے تو امام احمد رضا اس شعر کا صحیح مصداق قرار پائیں گے۔ آپ ہی جیسی ستودہ صفات سے متصف انسان کے لئے بجا طور پر شاعرِ عمرت کے علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا جاسکتا ہے۔

ہزاروں سال زرخس اپنی بے زوری یہ رو تپے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چین میں دیدہ و رسیدہ

آپ اپنی متنوع حیثیات میں منفرد تھے اور آپ کی شخصیت کو صفاتِ حسنہ کی جامع شخصیت کہا جاسکتا ہے لہذا آپ کے بارے میں خامہ فرسائی کرنے کا ارادہ کوئی معمولی کام نہیں۔ اگر آپ کے حالات زندگی، مشاغلِ حیات اور علمی کارناموں وغیرہ پر کوئی اکیڈمی گن گن کے ساتھ کام کرے تو تحقیق کا کچھ حجب ادا ہو سکے۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور سے توقع ہے کہ اس کے زیرِ اہتمام کام کا آغاز ہو چکا ہے اور خدا نے چاہے تو مستقبل میں منظم طریقے سے کام ہو جائے گا۔ آپ کے عقیدہ مند، حلقہ طریقت کے ارادہ مند، آپ کے مسلک کے علماء، آپ کے متوسلین و خوشہ چین اور آپ سے وابستگان برابر

کی ابتدائی کتابیں ہیں۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد مولانا تقی علی خاں متوفی ۱۲۹۶ھ سے معقولات و مققولات کی تعلیم پائی اور تیرہ سال و سہ ماہ پانچ دن کی عمر میں کتاب علوم سے فراغت پاکر انا کا امام زین العابدینؑ سے ہی انجام دینا شروع کیا۔ چند روز پسور میں قیام کر کے مولانا عبد اللہ خاں صاحب ریاضی داں سے "شرح جہنمی" کے متعدد سبق پڑھے۔ فطری ذہانت و ذکاوت کے تحت خود آپ کی طبع سلیم نے بعض علوم و فنون میں رہنمائی کی لیکن بعض غیر دینی اور پسندیدہ علوم مثلاً فلسفہ وغیرہ کو خود ترک کر دیا اور بعض علوم مثلاً ہیئت، ہندسہ، نجوم اور فنون ریاضی وغیرہ سے توجہ محض تفریح طبع کے لئے تھی، علاوہ ازیں ان سے دقت کی تعیین و تعدیل میں مدد ملتی ہے اور موسم و ملاوۃ و دقت کی افادیت و اہمیت ناقابل انکار حقیقت ہے۔ آپ نے سنہ ۱۲۹۱ھ میں شریعت کے متعلقہ علوم میں شیخ فضل حسین صاحب کی دختر نیک اختر شاد بیگم سے احکام شریعت کے مطابق شادی کی غلط موسم و درجہ سے یکسر اجتناب کر کے بطور غنیمت ان اسلام کے لئے شادی کی سادہ تقریب کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی پانچ صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہوئے دونوں صاحبزادے مولوی حامد رضا خاں متوفی ۱۳۶۲ھ و رحمدی الاموال ۱۹۴۲ھ اور مولوی مصطفیٰ رضا خاں جلیل القدر عالم ہوئے۔ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ میں محمد مہم شاہ آل رسول ماہر مدی سے شرف بیعت حاصل کر کے تمام سلاسل تصوف کی خلافت و اجازت اور حدیث کی سند حاصل کی۔

آپ ۱۲۹۵ھ میں پہلی بار الدین کا ہر کائناتیں عالم برج ہوئے۔ محجاز مقدس پہنچے تو شیخ الاسلام علامہ سید احمد زین و حلل مفتی شوانغ اور شیخ عبدالرحمان مفتی اصناف مکہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور دیگر علوم کی سند حاصل کی۔ مسجد حرم کے امام حضرت حسین جان الدلیل شافعی آپ کی نورانی صورت و دیکھ کر سجدہ متاثر ہوئے اور اپنے لطف و کرم کا اظہار فرما کر آپ کو اپنے دولت گدے پر لے گئے۔ موصوف نے ضیافت کے پر خلوص فرائض ادا کرنے کے بعد صحاح ستہ اور اکتادریہ کی اجازت و سند سے نازا اور آپ کا نام "مبایذ الدین احمد" رکھا۔ آپ نے دوسری بار ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت ملک عرب کے علماء اور شاہین سبار عوام اور مکرم و مدینہ منورہ کے فضلا خصوصاً تعلیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے۔ انہوں نے ظاہری علوم کے ساتھ روحانی فیض کا بھی استفادہ کیا۔ علامہ صالح کمال، شیخ الخطباء احمد ابو النجری، مفتی اصناف مکہ علامہ عبداللہ بن عباس بن صدیق اور محدث جلیل علامہ عبدالحق الہ آبادی ہاجر نے توجہ علی کا اقرار کیا۔ آپ کے حسن انشاء و طرز استدلال اور جامعیت کا بہت زیادہ تقریب و تحسین کی اور دیگر مجدد جیسے عظیم الشان القاب سے یاد کیا۔ سرعت تحریر، تصنیف و تالیف اور وسعت علمی کی بنا پر مکر معظم کی مسجد حرم کے امام شیخ محمد صالح نے آپ کو "راوی المولفین" فرمایا۔ اور "امام المصنفین بحکم اقراۃ" (یعنی اپنے دور کے مولفین کے سردار)

اور اپنے ہم عصر علماء و فضلا کے مطابق مصنفین کے امام" کے ٹائٹل سے سرفراز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نام سے خاضی بریلوی پر انعامات کی بارش فرمائی اور بیشتر فتوے سے نازا۔ خدا نے آپ کو قوی حافظہ اور ذہن رسا عطا فرمایا۔ نیز اپنے فضل و کرم سے اپنی عطا کردہ صلاحیتوں کو صحیح عمل پر لگانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اسے تائید فیہ سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے فاضل اجل اور جلیلہ علوم و فنون میں ماہر و کامل ہوئے۔ مروجہ علوم میں سے ہر علم میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ پھر آپ نے درس و تدریس کی طرف توجہ کی تو تشنگان علم کا ایک وسیع حلقہ آپ سے برابر سیراب ہوتا رہا۔ آپ کے صرف اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ ملک میں دیگر علمی مدارس کے قیام کا کامیاب ارادہ فرمایا اور اپنے تربیت یافتہ تلامذہ سے کام لیا۔ آپ کے نامور اور ارشد تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ باری تعالیٰ نے ظاہر کے ساتھ آپ کے باطن کو بھی آراستہ فرمایا لہذا زہد و ورع، حزم و احتیاط اور اخلاص و تقویٰ سے شرف فرمایا۔ آپ کے حلقہ جو علمی نیاز مندوں کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہوئی۔ آپ کے خلفائے شائستہ اور درجہ ہند پاک میں بلکہ حرمین شریفین تک میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ دوسری بار حج کو تشریف لے گئے تھے تو قیام حرمین کے دوران چند اکابر علماء کو اسناد و اجازت عطا فرمائی اور غلامی تعداد کو دایہ کی بعد اپنے وطن الانوف بریلی سے حسب وعدہ اسناد و اجازت ارسال فرمائی۔ مزید برآں خانی اکبر نے آپ کو دوسری صفات حمیدہ سے مزین کیا۔ اچھلے اس میں دوران نہیں ہیں کہ آپ خوش خصال، خوش مزاج، ذکی و ذہین، خلیق و متین، دگریم، صاحب خیم و دار کا، صاحب بصارت و بصیرت، صاحب کمالات، عامل جواب، صاحب الرائے اور اعدائے ردیہ سے متفرق تھے۔ آپ کا زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈال جائے، وہ قابل ستائش اور انجائش آپ ہے۔ اس کا داعی و مدب یہ ہے۔

ای سعادت بزور بازو نیست :۔ تازہ بخشد خدائے بخشنده
اللہ جل جلالہ کا آپ پر خاص انعام و اکرام تھا۔ اگر آپ کے دامن سے نسلک حضرات کے لئے بطور مثال امام شافعی کا شعر درج کر دیا جائے تو مناسب مقام ہوگا
امام شافعی نے یہ شعر امام عظیم حضرت ابوحنیفہ کی مدح کرتے ہوئے لکھا تھا :
أَعِزُّ ذِكْرُ عُثْمَانَ لِنَاثِرَاتِ ذِكْرِهِ
هَذَا الْمُسْلِمُ مَا كَثُرَتْ لَهُ تَصَوُّعُ
(امام عظیم حضرت عثمان بن ثابت ابوحنیفہ کے ذکر کا اعادہ کر دو۔ آپ کا ذکر نہ لانا
اصلی مشک ہے لہذا تو جس قدر زیادہ ذکر کرے گا، اسی قدر زیادہ مشک کی خوشبو پھیلے گی) جو انگوٹھ فضائل میں انفرادیت ہی آپ کو عظیم حضرت و امام کے معزز لقب سے پکارے جانے کی ضامن بنی۔

امام احمد رضا میں امت مسلمہ کی اصلاح کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ ہمہ گیر عالم تھا۔ ندرۃ العلماء تھے کے سرکردہ اور با اختیار ارباب علم و حق سے

ہے۔ آپ کی سب سے زیادہ اہم اور عظیم الشان دہارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل تصنیف
 "العیایا النبویۃ فی الفادی الرضویہ" ہے۔ آپ با حاشہ و مناظرہ میں بلند مرتبہ
 تھے۔ خفہ نقد اور اس کی جزئیات کے علم میں اپنے عہد میں نادر روزگار اور اپنی نظیر
 آپ تھے۔ اس دعویٰ پر آپ کے قادی کا مجموعہ اور کفیل النقیبۃ فی احکام
 قرطاس الدرہم" شاہد ہیں۔ موخر الذکر کتاب کو آپ نے محکمہ کتب کے دوران قیام
 ۱۳۳۸ھ میں تالیف کیا۔ آپ کو علوم ریاضی، علم ہدیت، علم نجوم اور علم توفیق میں کامل
 دستگاہ اور جہات تھی۔ علم مل اور علم جفر میں بھی آپ کو کافی دسترس حاصل تھی اور
 زیادہ تر علوم و فنون میں آپ کو خواہاں داخل تھا۔ (۱)

امام احمد رضا نے صرف عربی، فارسی اور اردو میں زبانوں میں شاعری کی بلکہ بعض
 فنون التزام کے ساتھ ہندی بھاشا کی آمیزش سے بھی تھے۔ آپ کا تخلص رضا تھا۔ آپ
 کا تعلق دیوان "حدائق بخشش" کے نام سے تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اور تین
 جلدوں میں نکلی چکے ہیں جسے سوم کے فاضل مرتب نے صراحت کی ہے کہ آپ کا عربی
 دیوان گم گما (۲) بھی وہ ہے کہ آپ کے خلف رشید جناب مولانا مصطفیٰ رضا صاحب
 سے مراسلت کرنے پر بھیجے آپ کا عربی کلام دستیاب نہیں ہو سکا۔ اور بدانتان
 بریلی جاکر شرف ملاقات حاصل کرنے بھی کلام دیکھا جاسکا اللہ مولانا ناصر الدین احمد
 صاحب مرحوم نے اپنی تالیف "المجلد المعدل لآیات المجدد" و "مطلع خفہ" پڑھ کر
 میں صراحت کی ہے کہ آپ کے دیوان میں ہندو سولہ عربی و فارسی کے قصائد ہیں، یقیناً
 کہ آپ کے وصال تک عربی و فارسی کلام کا مقصد اضافہ ہوا ہو گا کیونکہ امر اہل سن
 ہے کہ علامہ رضا عشق رسول میں مستغرق و مرشار تھے ہنایا لیکن ہی نہیں کہ آپ نے فخر
 موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور خداوند عالم کی حمد و ثناء میں واردات
 قلبی کو نظم کا جامہ نہ پہنایا ہو۔ اسی طرح خود اپنی زندگی اور مقربین و مخلصین کی زندگیوں
 کے اہم واقعات، حوادث اور تقاریر وغیرہ پر آپ نے ہزاروں اشعار کہے ہوں
 گے۔ مجھے اب تک اپنی تلاش میں مجموعی طور پر تین سو نوے عربی اشعار حسب ذیل
 کتب میں دستیاب ہو سکے ہیں۔

۱۔ آمال الامار و الام الاشرار (۳) نامی ایک سولہ اشعار کا دلیہ قصیدہ و مطبوعہ
 حنفیہ عظیم آباد (اس قصیدے کے مقاصد دنیا کی مذمت، آخرت کی طرف رغبت
 بدعت زندہ کی قبحات، عظیم آباد میں منعقد ہونے والے جلسہ اہل سنت کی تعریف
 اور واقعہ فساد کابیان ہیں۔

۲۔ حدائق بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خان تادی برکاتی راقی

اختلاف ہونے پر ڈٹ کر مقابلہ کیا، قادیانیت کے بڑے بڑے جوئے محمدانہ اثرات کو
 روکنے کی موثر تدابیر پر عمل پیرا ہوئے، فقہی تفہیمیت کے اسناد میں سعی بلیغ فرمائی
 تصوف کی غلط ترجمانی پر کاری ضرب لگائی، ترکہ تقلید کا عام دبا کا قلع قمع کیا، اختلافی
 مسائل میں دیوبندی علماء کو ترکہ بہ ترکہ دندان شکن جوابات دئے اور تحریک خلافت
 کی غیر اسلامی روش پر بیابانی کے ساتھ بے لاگ تنقید کی۔ آپ مسلمانوں کے ہمدرد و
 نگہدار، غلصہ دیوبندی خواہ اور اصلاحی امت تھے۔ اصلاح امت کا بلند نصب العین
 ہر وقت آپ کے پیش نظر رہا خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں، چنانچہ حرمین شریفین
 میں دوسری مرتبہ حاضری کا موقع ملا تو دیار عرب میں اسکان بھر اصلاح کی آخری
 کوشش کی یہاں تک کہ بدعتیہ کی کوششوں کو دفع کیا۔

امام احمد رضا نہایت بلند رتبہ صاحب قلم تھے اور بے شک دشمن اپنے عہد کے لائق
 صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وقت کا حافظ میں سائل مستحق تھے
 اور کسی موضوع پر مواد فراہم کرنے اور ترتیب دینے کی ضرورت درکار نہیں تھی جس موضوع
 پر قلم اٹھانے کا ارادہ کیا، متعلقہ مباحث کو ذہن میں مرتب کیا اور سرعت سے اپنی فراست
 کو کام میں لاکر مستعمر و مرتب کو تحریر کا جامہ پہنایا۔ آپ کا زود لکھی، برجستہ تحریر اور
 تصنیف اس قدر اعلیٰ سلاحت ہے تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور سینوں کا کلمہ
 میں برسن، اسلوب انہم دے کر فضائل وقت کا گشت بردار کیا یہ آپ کا علمی و
 مدد ملی تقویٰ ہی تھا کہ سیرا، برس کی عمر سے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور اپنی تمام مصروفیات
 اور معمولات کے ساتھ ساتھ بچاؤ سے زیادہ مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو
 میں اپنی ایک ہزار طبعی یا نگاروں کا عظیم الشان ذخیرہ چھوڑ کر ٹھیک نما جزم کے وقت درج
 کرائیں مندرجہ بالا تاریخ ۲۵ صفر ۱۳۳۸ھ (مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء) اپنی حیات
 مستطربان آخری کے حوالے کی اور عالم ہند سے عالم بقا کو رحلت فرمائی۔

(إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

عرب زبان کی شکل ہے "والفضل ما شہدت بہ الاعداء" یعنی حقیقی
 فضیلت وہ ہے کہ جس کی دشمن گواہی دیں۔ مولانا سید عبدالحمید صاحب ناظم ندوۃ العلماء
 کھنڈر نے ہندوستانی علماء کا تذکرہ لکھا تو اختلاف مسلک کے باوجود علامہ کے سوانح پیش
 تحریر کرنے میں دیا تداریک کے ساتھ حب نزہ اور کج بانی کیا:

"حجاز کے علماء نے فقہ اہل علم کلام کے بعض مسائل میں آپ کا تذکرہ ہوا اور آپ
 نے حرمین میں اقامت کے دوران چند رسائل لکھے۔ چند سال کے عرصہ میں کتب فرائض
 استفتائیں کئے گئے تھے، آپ سلطان کے جوابات تحریر اور مجلس، جمکات اور قوت
 استدلال پر وہاں کے بڑے بڑے علماء بالکل حیران رہ گئے۔

آپ متوجہ عالم، کثیر السالہ اور وسیع معلومات و اطلاعات کے حامل تھے، آپ
 کا قلم روانہ و دان تھا۔ آپ کی فکر و جزئیات کا حاملہ کرنے والی تھی۔ آپ کثیر تصانیف
 تھے۔ اور بعض سوانح نگاروں کی روایت کے مطابق تصانیف و رسائل کے تعداد باوجود

(۱) نزہۃ النواظر و ہجۃ المسامع والنواظر (مطبع دارۃ المعارف النعمانیہ،
 حیدرآباد دکن ۱۳۹۰ھ) ۸: ۲۸، ۲۹، ۳۰
 (۲) حدائق بخشش ۳: ۸، ۳۱ حاشیہ صفحہ آئندہ پر

مجددی (۱۱ سیم پرپس) ریاست ناہد ۱۳۱۱ھ کے مختلف صفحات میں سجن مسوون
انوار ساطعہ، رجب السہ فی مایہ لایستوی و جہاد و جنائی المساحہ، رسالہ
النور والنورق لاسفار الماء الملقی وغیرہ چند تصانیف سے مختلف موضوعات
پر ستر عربی اشعار۔

۳۔ موانع النجوم و مطامع الہمة الاسرار و العلوم۔ شیخ محی الدین ابن العربی
(مطبع گلزار حسینی بمبئی) ۱۵۳: ۱۶۰ پر ترہ اشعار کا قطعیہ تاریخ وفات اور
چالیس اشعار کا مشیہ بر وفات محاسن امین قادری نقشبندی شاذلی۔

۴۔ الإجازہ فی ذکر البحر الجارہ۔ مولانا محمد عمر الدین قادری ہزاروی (مطبع
مجتبائی بمبئی ۱۳۱۱ھ) ۳۵: ۳۶ پر نواد جو بیس اشعار کے دوسرے بر وفات
مولانا عبداللہ مدرس اعجاز جامع مسجد بمبئی۔

۵۔ النعل المصطفیٰ فی عقائد اباب سنہ المصطفیٰ۔ سید شاہ ابوالحسن
احمد زوری ملقب بے میان صاحب قادری (مطبع جاعت تجارت متفقہ اسلامیہ
میرٹھ ۱۲۹۹ھ) ۲۱: ۲۲ پر تقریظ کے سولہ شعر۔

۶۔ سراج العوارف فی الوصایا و المعارف۔ میان صاحب قادری ادکوٹی پریس
بلاول (۱۳۱۳ھ) ۱۳۳: ۱۴۲ پر تقریظ کے گیارہ شعر۔

۷۔ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ مولانا محمود احمد قادری (رزاقی پریس، کانپور)
۱۳۹۱ھ

۸۔ اہر گیارہ اشعار بر وفات مولانا محمد عمر حمادی۔

۹۔ ماہنامہ "الرضا" ذیابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ پر دس اشعار بر وفات پیر

محمد عبدالغنی۔

۹۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ مولانا حافظ محمد علی حیدر کاکوری (مطبع آٹھ المطابع
نکھنہ ۱۲۹۷ھ) ۱۲۳: ۱۲۴ پر چار اشعار کا قطعیہ تاریخ بر وفات مولانا نجم
محمد حبیب علی علوی کاکوری۔

۱۰۔ الحظرت کی شاعری پر ایک نظر۔ سید نور محمد قادری (جسارت پرنٹر لاہور
۱۳۹۵ھ) ۲۶: ۲۷ پر تین شعر بر وفات حکیم محمد خاں دہلوی۔

۱۱۔ مشائخ بنارس۔ عبدالسلام نعمانی (مطبع ندوۃ المعارف، بنارس)
۹۱ پر دو شعر۔

کاشی امام احمد رضا کا تمام عربی کلام پیش نظر ہوتا سنا سنا سنا کہ محفوظ
ہا تا ہم مذکورہ بالا تجزیہ کردہ تفصیل سے واضح ہے کہ دستیاب شدہ کلام اللہ تعالیٰ کا
حیدر خاں لایا علی الصلی علیہ وسلم کی لغت، مگر اہ فرقوں مثلاً دہلیہ، پنجاب اور دافین
وغیرہ کی مذمت، حق کی اشاعت، واصل بحق ہونے والے علمائے حقیقت، ان
کے سامناے وفات، کتابوں کی تقریظوں اور ان کے صناعات سے متعلق ہے۔
اس قدر کلام کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کی شعر گوئی کے بارے میں بڑی حد تک وثوق
کے ساتھ رائے پسرد قلم کی جا سکتا ہے اور کلام کے مختلف نمونے درج کے بجائے
سکتے ہیں۔

علامہ رفقا کی شاعری وہ بھی تھی۔ شاعری میں آپ کو کسی کا ملکہ نہیں تھا۔ خلائی
عالم نے آپ کی طبیعت میں ایسی موزونیت و دیعت فرمائی تھی کہ آپ سخی بھی،

(صفحہ سابق کا حاشیہ) — (۳) یہ طویل عربی قصیدہ قاضی عبدالوہید خفنی فراموشی متونی ۱۳۱۱ھ کے نام سے شائع ہوا مگر یہ حسب ذیل وجہ سے صحیح نہیں ہے:

۱۔ میں نے ریسرچ کے دوران موصوف کے صاحبزادے قاضی عبدالودود صاحب سے مراسلت کی اور مزید عربی کلام و سوانح حیات کو طلب کیا۔ قاضی صاحب نے
براہ علم نوازی والدین بر گوار کے مختصر حالات زندگی تحریر کر کے ارسال فرما دیے اور عربی کلام کے دستیاب ہونے پر استعجاب پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی بطور پرکھا کہ انہیں
اپنے والد کے عربی گوشے ہونے کا علم نہیں تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے والد عربی زبان کے عالم نہیں تھے۔ عربی زبان کی بہت مولیٰ واقفیت تھی۔ اگر قاضی عبدالوہید صاحب
کو عربی کا عالم مان لیا جائے تو بھی یہ بات خلاف عقل اور بعید از قیاس ہے کہ ایسا قادر الکلام شخص جس کی ہر سکت و ٹوٹے تو وہ اس قدر طویل عربی قصیدہ لکھے اور اس کے
بعد عربی زبان میں شعر گوئی سے توبہ کر لے۔ قصیدہ پڑھا لکھنے سے پہلے کوئی شعر کہا اور نہ بعد میں یا کہا تو ایسا محض رکھا کہ ان کا نیا پنا چلا اور گھر والے بھی بے خبر رہے یا
کہانچہ اس مطلب کو قصیدہ کے علاوہ مان کر دیا ہو تو سمجھ رکھنے والا بھی اس طرح کے احتمالات کو قبول نہیں کر سکتا۔

۲۔ حدائق بخشش حصہ سوم ص ۸ پر صراحت ہے کہ مذکورہ بالا قصیدہ فاضل بریلوی کا تحسیر کردہ قصیدہ ہے۔

۳۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب صدر شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بھی نشان دہی کی ہے کہ یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا ہے۔ موصوف کی یہ صراحت شک و شبہ سے
بالترہ ہے کیونکہ آپ کے والد ماجد مولانا فخر الدین احمد صاحب مرحوم اور فاضل بریلوی کے درمیان مخلصانہ و عقیدتمندانہ تعلقات تھے۔ باخبر حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ
مولانا موصوف فاضل بریلوی کے اطاعت شعار تلمیذ رشید و قابل فخر عالم، دفا دار نیاز مند، سعادت مند مرید خلیفہ مجاز، پر خلوص مداح، لائق اعتماد، پسندیدہ مقرب، اراد
رموز کے واقف کار، علمی کاموں میں ایک حد تک مشیر اور معین و مددگار، دست راست اور قوت بازو تھے لہذا پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کی حیثیت اس
سلسلے میں اس مثل کے مطابق ہے "فاحص البیت اذنی بما فیہ" یعنی گھر کا مالک گھر کے اندر و فی حالات سے زیادہ باخبر ہوتا ہے اس پر پروفیسر موصوف کی اس رہائی اور عملی تعاون و
ہمدردی کا ہمیں قلب منون ہیں) — ۴۔ کلام کا انداز اور موضوع اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ فاضل بریلوی کا کلام ہے۔

میں نے بھی اور سخن گوئی میں اپنی نظر آپ تھے، اسی لئے آپ کے کلام میں آمد ہوا کہ
ہے اور آدرا کا نام نہیں۔ رہی عربی زبان تو اہل زبان عرب فضلہ نے عربی تحریر میں حسن
ان کا اعتراف کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ شعر گوئی کی طرف آپ کی قویہ مبذل ہونے کی ضرورت
تھی اور میں۔ آپ کے لئے عربی نثر و نظم دونوں کی یکساں حیثیت تھی مگر آپ نے ہمت
با نشان کاموں کی انجام دہی کی وجہ سے شاعری کی طرف بہت کم التفات کیا اور شعر
گوئی میں زیادہ وقت نہیں گزارا اور نہ آپ کے کلام کا مجموعہ نہایت عظیم ہوا۔

ساتھ ہی بھی ایک قابل تر وید حقیقت ہے کہ آپ عالم دین کی حیثیت سے مشہور
ہوئے، اس لئے آپ کی شاعرانہ تحقیقات کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ بہر کیف
یہ مسئلہ اہر ہے کہ آپ اردو زبان کے طبعی آدوں کے لغت گو شعر میں تھے
کیونکہ لغت گوئی کے لئے عشق و محبت شرط اول ہے اور آپ کے فنیہ کلام کا
مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی لغت گوئی آداب عشق و محبت کی آئینہ
دار ہے۔ حضور الان ربی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند
و برتر تھی بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جاں نثاری تھی۔ آپ نے جذباتی حب رسول
وراستہ میں پایا تھا، پھر اپنے دل میں محبت و عقیدت کی باضابطہ پرورش کی تھی اور
قلب و روح کو احرام و عقیدت کا خوگر بنا لیا تھا۔ عاشقان پاک طینت کی طرح
"پ" شمع بزم ہدایت" کے پر دل نہ تھے۔ آپ کا کلام عشق و مستی اور درد و سوز
کی لغت سے ملا ملا ہے۔ آپ کے کلام میں عاشقان صادق کی طرح حسرت بیان اور
غلوں و عشق کا صحیح امتزاج ہے۔

علامہ رضانے مخصوص حالات و کیفیات سے متاثر ہو کر اپنے جذبات کی نظم
میں ترجمانی کی البتہ جتنا بھی لکھا خوب لکھا اور غبارِ ترک سے وارثین پائی۔ جزالت
و انسجام، سلاست و سادگی اور بے ساختگی و روانی آپ کے عربی کلام کی خصوصیات
ہیں۔ عربی ترکیب کی بندش اور مناسب و بر محل الفاظ کے استعمال پر آپ کو مکمل
قدرت حاصل تھی۔ تشبیہات و استعارات وغیرہ، لفظی و معنوی صنائع اور
اور مغرب الی مثال کا بے تکلف اور مناسب انداز میں استعمال ہے۔ آپ کا کلام فصیح
اور شعری عیب سے پاک ہے۔ نظم میں شکل پسندی کے قائل نہیں تھے اور
زیادہ تر برجستہ ہی موزوں و متقی لکھتے۔ آپ پر عربیت کا غلبہ اس قدر زیادہ تھا
کہ آپ کا اردو کلام نہ صرف ہزاروں عربی الفاظ و ترکیب پر حاوی ہے بلکہ اردو
کلام کے ضمن میں عربی اشعار، مصرعوں اور جملوں کا بے ارادہ استعمال ہو ا ہے جیسا
کہ "حدائق بخشش" کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی اردو شاعری اردو
مقل کا اعلیٰ شاہکار ہے، اسی لئے میں بلا خوف و تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے اردو
کلام سے بھی درحقیقت وہی صحیح معنی میں لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ جسے عربی و فارسی
برہمور ہو یا کم از کم اردو زبان کا اچھا فاضل و ادیب ہو۔ آپ کے عربی کلام کے فنیہ
نمونے ذیل میں درج ہیں اور ہر اردو دان حضرات کے لطف اندوز اور مطاب

اشعار یہ ہیں (۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَوَجِّدَ یَحْلِلُہِ الْمُتَقَرِّدِ
دُعا ہے یحییٰ کی حمد و ثنا ہے۔ وہ اپنے جلال میں یکساں و یکساں ہے

وَصَلَوْتُہُ دَوْمًا عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ
تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی رحمت نازل
نازل ہوتی ہے۔

وَالْاِلٰہِ وَالْاَعْصَابِہُمْ ہَمًّا وَاٰی عِنْدَ النَّسَائِدِ
اللہ کی رحمت آپ کی اولاد اور ساتھیوں پر برابر نازل ہوتی ہے۔ مصائب و تکالیف

کے وقت ال و اصحاب میسر ہو جائیں گے۔ (۲)

فَاِلٰی الْعَظِیْمِ تَوَسَّلْتُ بِکَتَابِہِ وَاِبْنِہِ
(اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی کتاب (قرآن مجید) اور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میرا وسیلہ ہیں)

وَبِمَنْ اَتٰی بِکَلَامِہِ وَبِمَنْ ہَدٰی وَبِمَنْ ہَدٰی
راہِ گاہ الہی میں وہ میرا وسیلہ ہیں جو اللہ کے کلام کو لائے، جنہوں نے راہِ راست

کی طرف رہنمائی کی اور جن کے ذریعہ مخلوق کی ہدایت ہوئی یعنی شہنشاہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم

وَبِطِیْقَہِ وَبِمَنْ حَوَّثَ وَبِمَنْ سَجِدَ
(میں مدینہ منورہ، ہاجرین و انصار، منبر سرکار اہد قرار اور سجد نبوی کے وسیلے سے اللہ

کے تقرب کا طالب ہوں)

وَبِکَلَامِ مَنْ وَجَدَ الْوَحْدَہُ مِنْ عِنْدِ رَبِّہِ وَاحِدِ
(میرا ایسے برگزیدہ انسان سے توسل ہے جو اپنے پروردگار کا جانب سے خوشنودی پا چکا ہے)

(۱) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ڈاکٹر محمد سعود احمد جبارت پرٹرز

لاہور ۱۳۹۴ھ) طبع دوم، ۱۹۷۵ء

حدائق بخشش حصہ سوم ۱۲

اللہ تعالیٰ سے امداد کی درخواست کرتے اور پناہ چاہتے ہوئے لکھا (۱)
عَدَى اَلْعَادُوْنَ وَجَارُوا وَرَجَوْنِكَ اللّٰهُ مُجِيْبًا
(مغالین نے ظلم و تشدد سے کام لیا اور خوب جو رستم کیا۔ میں نے اللہ سے تو گناہ بھی
کیونکہ وہ حقیقی پناہ دہندہ ہے)

وَكُنْ بِاللّٰهِ وِيًّا وَكُفَىٰ بِاللّٰهِ نَصِيرًا

(اللہ مالک و ولی ہونے کے لحاظ سے کافی ہے اور اللہ ہی معین و مددگار ہونے کی
حیثیت سے کافی ہے)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طعن و عافیت میں پناہ پکڑتے ہوئے لکھا (۲)
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ الْمُسْتَحَارُّ فَلَا اُخْشَى الْاَعَادَى كَيْفَ جَارُوا
اے اللہ کے رسول! آپ پناہ گاہ ہیں لہذا میں دشمنوں سے زیادہ بھی خائف نہیں کہ وہ کسی
طرح ظلم و ستم ڈھائیں؟

بِفَضْلِكَ اَنْتَ مَعِيَ اَنْتَ عَنْ قَرِيْبٍ تَمْنَنُ فِى كَيْدِهِمْ وَالْقَوْمُ بَارُوًا
مجھے آپ کے لطف و کرم سے توقع ہے کہ آپ جلد ہی دشمنوں کے سر و سرسب کے
دام کو چاک فرادیں گے اور دشمنوں کا گردہ ہلاک ہو جائے گا۔

بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اعانت کی درخواست کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (۳)
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ لَبِئْسَتْ فِتْنًا يَكْسِي نِيْمًا حُسْمَةً حِضًّا حَصِيْنَا
اے اللہ کے رسول! آپ ہم میں کریم و رحیم اور حصین بن کر بیعت کے گئے ہیں
تَحَوُّفِى الْوَحْدَى كَيْدًا اَمْتِيْنَا اَجْرُنِيْ يَا هَا اَنْ الْخَائِفِيْنَا
اے خوفزدہ اشخاص کی خشم امن و امان! دشمن اپنے زبردست مکر و فریب
سے مجھے خائف بنا رہے ہیں، اس لئے آپ مجھے پناہ دیجئے اور میری حفاظت فرمائے

امام احمد رضا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کرتے ہوئے لکھا (۴)
وَكُلَّ خَائِبٍ مِّنْ عَطَاءِ الْمُقْطَعِ صَلَّى عَلَيْهِ اللّٰهُ مَعَ مَنْ يُصْطَفَى
ہر قسم کی نعت و بھلائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ
پر دیگر منتخب اشخاص کے ساتھ رحمت نازل فرمائے

اللّٰهُ يُعْطِيْ وَالْحَبِيْبُ الْفَقِيْمُ صَلَّى عَلَيْهِ اَنْقَادَةُ الْاَكَاْرِمِ
(خدا عطا فرماتا ہے اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تقیم فرمانے والے ہیں، اسی لئے تمام
کے لقب سے مملووم ہوئے۔ اقرارم کے معزز و مکرم سرور آپ پر صلوٰۃ و سلام
بھیجتے ہیں)

مَا نَالَ خَيْرًا مِّنْ سِوَاہُ نَائِلٍ سَلَا وَلَا يَمْلِكُ بَعْثُ نَائِلٍ
اکسی بھی پائے والے آپ کے علاوہ کسی سے بھی معولی نعت نہیں پائی۔ یہ امر بالکل یقینی

ہے کہ سید کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی سے بھی بخشش کی توقع نہیں کی جاسکتی۔
مِنْہُ الْجَائِمَةُ الْعَطَاءُ مِنْہُ الْمَدَدُ فِی الدِّیْنِ وَالْدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لِلّٰہِ بَدَدُ
(آپ ہی سے امید ہے، آپ کی طرف سے ہی جو مدد و عطا ہے اور آپ کی ہی جانب سے دینی
و دنیا میں اور لاقتناہی محزوی زندگی میں مدد و اعانت ہے کیونکہ آپ زبیر کائنات
خیر البشر، افضل الرسل، ساقی کوثر اور بش نفع محشر ہیں۔)

قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار کے چند ابتدائی اور آخری اشعار
ہی الدُّنْیَا تَبْدُوْا وَلَا تَنْفِیْدُ فَأَنْتَ لَمْ یَنْبُدْ مِنْ یَدِیْ وَ (۵)
(یہ دنیا ہے جو ہلاک کرتی ہے اور ناکندہ نہیں پہنچاتی ہے لہذا اس شخص پر انوس
پے جو دنیا کا ارادہ کرے اور اس کو تلاش کرے۔)

نَفُوْسُ الْجَهْلِ تَأْتِیْتُهُ اِلَیْهَا فَمَلَمْتُ وَ اٰخِرُ مَسْکِنِیْ دُ
(انسان لوگ دین کے شائق اور آرزو مند ہوا کرتے ہیں تو ایک اسے ڈھونڈ رہا ہے اور دوسرا
زیادتی کی تکمیل تک پہنچا ہے۔)

وَلَمْ اَرْ مِثْلَ طَالِبِهَا عَبْدًا وَلَا كَبْشًا لِّمَدْمَحِہِ اَقْتُوْدُ
(میں نے طالب دنیا کی طرح کوئی بے وقوف نہیں دیکھا یا تک کہ وہ بے عقل مینڈھا
بھی نہیں کہ جسے میں مذبح کی طرف کھینچوں)

یُبَارِیْ جَسَدُہُ وَاِنْ اَسْتَطَاعَ کَفَلْتُ وَ هُوَ عَنْ کَلْبِیْ سَرُوْدُ
(وہ مجھ امکان بھر چلنے میں مدد کرے گا اور اسے موقع ملے تو اب بھاگے کہ میں اسے گمان
دکھاتا ہوں اور وہ پاس نہ آئے۔)

وَدَّ النَّسِیْکَیْنِ یَعْدُوْا مَعُوْدَہُ بِاَدْرِجِلِہِ وَ یَحْفَدُ مَنْ یَّحِیْدُ
(ادریجہ بجا رہے بے وقوف خود اپنے پاؤں سے اپنی موت کی طرف دوڑ رہا ہے اور جو لے
خیر خواہی کرتے ہوئے روکے اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔)

اَنْتُمْ تَدْرُوْنَ اَنْ مَوْتِیْکُمْ قَوِیْمٌ هَوَتْ لِحَقْوِیْ فَأَهْوَا اَهَا السَّجُوْدُ (۶)
(کیا تم نہیں دیکھا کہ ایک قوم (یعنی قوم و ط علیہ اسلام) کی بتیاں اٹھ
دی گئیں کیونکہ قوم باطل خواہش کی طرف مائل ہوئی اور ان کے لہو و لعاب نے اُن
کو تباہ کر دیا۔)

(۱) حدائق بخشش حصہ سوم ۹۰۰

(۲) اَیضًا ۹۳۰

(۳) اَیضًا ۹۳۰

(۴) اَیضًا ۹۳۰-۹۳۰

(۵) آمال الابرار و آلام الاشرار ۲

(۶) اَیضًا ۲۱۰

دیرے اندامیں سے کوئی بھی حق وحدانت میں کامیاب نہیں ہوا بلکہ اگر تم غور سے دیکھو تو ان کی ہایت اس شخص و غاشاک کا مندر ہے جس کے ذرات صرف آفتاب کی کرنوں میں دکھائی دیتے ہیں)

فَمَا مَعْنَى تَحَاوُرِهِمْ وَلَكِنْ عَسَى الْخَنَانُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
(آپ نے راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں سے تمام مطالب پر تحفہ شکر کر لے لیکن ہدایت خدا کی مشیت میں ہے۔ وہ بڑا مہربان ہے۔ اور اپنی عنایت سے جسے چاہتا ہے راہِ راست پر گامزن کر دیتا ہے۔)

ڈاکٹر بخاری الدین احمد صاحب سے مجھے فاضل بریلوی کی ایک تصنیف دستیاب ہوئی۔ اس کا تاریخی نام "سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح" ہے۔ اس سے ۱۳۰۷ھ کے اعداد نکلے ہیں۔ میسر کے سامنے اس کا تیسرا ڈیڑھ ہے جو مطبع اہلسنت و جماعت بریل سے چھپا ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ممدوح کے بعض عربی شعرا ان کی تصانیف میں بھی ملتے ہیں۔ اگر ان کا استقصا کیا جائے تو خاصے شرح موجبات میں اس تصنیف میں فرقہ دہا بیہ کا اپنے آپ کو "موصدا" کہنے کا راز و منشا بتاتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں: معتز نے تعدد و تدا سے بچنے کے لئے نفی صفات کا اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا۔ ٹھیک اسی طرح طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ و وجوب سے بھاگنے کے لئے نفی انصاف ذات کا اور اپنا نام موصدا تراشا۔ اس بارے میں میرا قول ہے:
خَسِرَ الَّذِينَ يَالِئِغْتَرًا ۚ وَبِالتَّوْحِيدِ كِبًا وَجْهًا (۳)
(جن لوگوں نے قییم رلے میں اغترال کو اور کچھ عرصے سے دہابیت کو اختیار کیا، ناکام و نامراد ہوئے۔)

ذَا أَهْلُ تَوْحِيدٍ وَذَا لَمْ مَوْحِدٍ عَوَا ۚ
(فرقہ معتزلہ نے اپنے آپ کو اہل توحید اور اصحاب توحید) کے نام سے مشہور کیا اور دہابیوں کی جماعت نے موصدا کے لقب سے اپنے آپ کو موسوم کیا۔ دولان ہی گمراہ، جن سے محروم اور ہلاک ہوئے دلے ہیں۔)

نَعْمَ الْقُلُوبُ تَشَابَهَتْ فَتَنَّا سَدَبَ الْأَعْضَاءِ
(چونکہ دولان جماعتوں کے قلوب یکساں ہیں، اسلئے ان کے اعضا بدن میں بھی بہت زیادہ مناسبت ہے،)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ معتزلہ نے اس قییم العدل پر بہت ظلم رکھی اور دہابیوں نے اس واجب الصدق پر راز و کذب اٹھایا۔ میرا قول ہے:

هُمْ أَمْوَظَلَمًا بَطْنُهُمْ يَلِيكُهُمْ ذَا قَابِلٍ يُحْدِثُ بَايِكُذِبِ الْهَيْمِ (۴)

(۱) آمان الابار و آلام الاشرار: ۲۲، ۲۱۔

(۲) انوار طبع بحوالہ الحدائق بخش حصہ سوم: ۹۰۔

(۳) سبحن السبوح: ۵۷ (۴) سبحن السبوح: ۶۹۔

اُمِّيًّا اُعَدَّ يَوْجِهِ اللّٰهُ مِنْهُمْ فَاتَّ مَخَاذَةُ التَّكْنِ الشَّدِيدُ
دلے مسلم اثریدوں کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آگیز کہ اسی کی پناہ نہایت

مضبوط سہارا اور محکم ستون ہے۔)

وَلَذِينَ سَوَّلِمَ قَلْبًا ذُو الْخَى وَعَا هَذِهِ مِنَ اللّٰهِ الْعُصُوذُ (۱)

اور اللہ کے رسول کی پناہ لے لیونکہ ان کی پناہ حق و درست ہے اور ان کی پناہ سے اللہ کے دوسرے مربوط اور وابستہ ہیں۔)

عَلَى السَّوْلِ مِنَ الْأَعْلَى صَلَوةٌ تَقِيصُنْ فَتَقِيصُنْ بِهَا الْعَبِيدُ
ہمارے آقا سرور کوکن و مکان پر ربِّ اعلیٰ کی ایسی رحمت کا فیضان ہو کہ جس سے ہم سب ان کے غلام نیضیاب ہوں۔)

عَلَى الْوَالِي مِنَ الْعَالِي سَلَامٌ يَجُودُ وَيَجْتَدِي فِيهِ الْعَبُودُ
ہمارے والی و حاکم پر اللہ تعالیٰ سلامتی کی بخش فرمائے اور ان کے سب غلام اس بخشش سے مستفید ہوں۔)

صَلَاةٌ لَا تَخْذُ وَلَا تَعُدُّ لَا تَقْنَى وَلَا تَنْبِيءُ كَيْفِيَّةُ الْبُودُ
آپ پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو جو بے حد و حساب ہو، جو اعلیٰ عدد سے خارج ہو اور جو منقطع نہ ہو اگرچہ طویل زمانے نہا ہو جائیں۔

سَلَامٌ لَا يَمِينٌ وَلَا يَمَانِي وَلَا يَسْلِي مَتَى بَلَيْتُ شَهْوَا
آپ پر خیر نہ ہونے والا اور مؤخر نہ ہونے والا خدا کا سلام ہو اور جب زمانے پرانے ہوں تو اُمیں میں کہہ بن نہ پابا جائے۔)

رَسُولَ اللَّهِ اِنَّكَ لَنَا الرَّحْمَنُ وَفَضْلُكَ وَاسِعٌ وَجَدَّ الْعُجُودُ
اللہ کے رسول! آپ ہماری امیدوں کا مرکز ہیں۔ آپ کا فضل و کرم وسیع ہے اور آپ کی سخاوت حقیقی سخاوت ہے۔)

حَبِيبِ اللَّهِ مَنْ تَقَرَّبَهُ حِفْظًا فَكُلُّ كَرِيهَةٍ عَنْهُ بَعِيدُ
جس شخص کی حفاظت کے لئے اللہ کے حبیب اس سے نزدیک ہوں تو اس سے ہر نصیب دوسرے اور دہا عنایت میں ہے۔)

فرقہ دہابیہ کی تردید کرتے ہوئے "انوار طبع" پر بطور تقریظ یہ اشعار لکھے۔
وَلَا أَدْرِي وَمَنْوَفٌ أَمْ خَالٍ أَدْرِي: أَقْوَمُ الْإِجْمَاعُ نِسَاؤُ؟ (۲)
(سر دست مجھے علم نہیں ہے، البتہ امید ہے کہ کچھ دیر بعد مجھے حقیقتِ حال معلوم ہو جائے گی کہ میرے مخالفین نجدیوں کی اولاد میں یا عورتیں،)

فَمَنْ فِي كَيْفِهِ مِنْهُمْ خَصَائِبُ كَمَنْ فِي كَيْفِهِ مِنْهُمْ نِسَاؤُ
(لوگوں میں سے جس کے ہاتھ میں ہندی لگی ہو تو کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے ہاتھ میں جینگ کا بھندا بلند ہو۔)

فَمَا فِيهِمْ وَشَيْدُ الْبُصْدِ إِلَّا وَإِنْ تَمَعْنِ قَوْسُ شَدَّ هَبَاؤُ

(معتزلوں کیلئے آپ پر ظلم کرتے ہوئے اپنے حقیقی مالک کے ظالم ہونے پر ایمان لائے
اسی طرح وہاں ہوں نے دروغ کوئی کرتے ہوئے اپنے معبود کے کاذب ہونے کا قول کیا)
لَا تُغْنِيهِ إِذَا انْقَلَبْتَ تَشَابُهَتْ فَاِلَيْهِ نَزَعٌ إِلَى أَشْبَاهِهِمْ
ایہ بات کہ ایک جماعت نے ایک خلاف عقل صفت اللہ کے لئے تسلیم کی اور دوسری
جماعت نے باری تعالیٰ میں دوسرے نقص کا اذعان کیا تو اس میں نہ جرت ہے اور
نہ کوئی مضائقہ کیونکہ دونوں جماعتوں کے قلوب میں یک نیت ہے اور یہ نظری قانون ہے
کہ کوئی چیز اپنی ہی جیسی مشابہ چیزوں کی تفریق کی ہو تو ہم اس طرح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے
ہیں: یہ امام و مفتی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صد کفر اور سراسر پاکفر ہیں
ڈوبے ہوئے ہیں۔ میں قائل ہوں:

فَلَا تُغْنِيهِ فَوَيْلٌ لِّكَ كَفَرٍ كَأَنَّكَ لَمِنَ الْكَافِرِينَ كَثِيرٌ وَفَوَيْلٌ
اکفر میں اضافہ در اضافہ اور زیادتی پر زیادتی ہے گویا کہ کفر اپنی کثرت کی انتہا پر پہنچ
چکا ہے۔

کَمَا يَرَاهُ فِي فِتْنٍ وَفِرٍ تَتَابَعُ قَطْرُهُ مِنْ ثَقَبٍ كَفَرٍ
جس طرح کہ بدبو دار پانی بہت زیادہ جندی و بدبو دار جگہ میں ہو اور بہاؤ لگا گھاٹی کے
سوراخ سے گندے قطرات کا برابر اضافہ ہو رہا ہو۔

مسح الملک حکیم اجل خاں کے والد ماجد حکیم محمود خاں صاحب دہلوی کی وفات
حسرت آیات پر قدیمی تعلق کی وجہ سے حسب ذیل تین شعر کہے تھے جو اس
وقت بھی اس بھر پر کندہ ہیں جو حکیم صاحب کی قبر کے سرانے لگا ہوا ہے:
بَكَتِ الْعَيُونُ، أَمَّا نَسِيْتُ جُودًا، أَبْكَتْ شَرَفًا صَادِقًا مَحْمُودًا
آنکھوں نے آنسو بہائے، کیا آنکھوں نے اشک ریزی سے نہ ٹھہرے کا ارادہ کر لیا
ہے۔ کیا آنکھیں شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں؟ حکیم صاحب کے جدِ
ادب الہی بزرگوار کے اسماء بالترتیب حکیم محمد شریف خاں اور حکیم صادق علی خاں تھے۔
یتیموں کی رعایت کو ترتیب کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے۔

أَسِفَتْ لِفَقْدِ الْوَلَدِ عَصَا قَوْمِهِ، فَاصْتُ وَهَلْ بَأْسًا تَحْسُفُ فَعِيدًا
(آنکھیں غمگین ہیں کیونکہ لب نے اپنے نایاب صحت کا سہارا کھو دیا ہے۔ آنکھوں سے
اشک رواں ہیں کیونکہ ہم سے رحلت اختیار کر کے مفقود ہو جانے والے پر آنکھوں کو
کسی غلاب کے خطرے کا احساس ہے؟)

أَمَلْتُ عَلَى مَشَاةِ يَوْمٍ مَعَادٍ، قَبْلَ التَّوْبَةِ فِي الْوَلَدِ مَاتَ حَمِيدًا
(حکیم صاحب کی وفات کے وقت آنکھوں نے اُن کے مرتبہ پر زبانِ حال تحریر کر لیا
یہ اس شخص کی قبر ہے جس نے نینِ طلب میں نیک نامی کی زندگی گزاری اور انتقال کے
بعد قابلِ ستائش قرار پایا۔)

شاہ سیال رسول احمد ہر وہی کی وفات پر کہے ہوئے اشعار میں سے دو شعر
وَلَيْ طَاهَرٌ بَيْتُ إِمَامِهِ، وَصَوْلٌ طَيِّبٌ بَدْرُ أُمَمِهِ (۱)
(شاہ صاحب اللہ کے دوست، معاصی کی جگہ سے پاک، نیک سیرت، مخلوق
کے پیشوا، میلنا، پاکیزہ، مایہ کامل اور حاکم دامیر تھے۔)

وَجِدْ طَائِعٌ دَعَا أَمَانٍ، وَدَوْدٌ طَائِبٌ يَدُ أَحِبِّهِ
(موصوف اپنی حیثیات میں منفرد، خدا کے فرمانبردار، امن و امان کے بحرِ بحرِ ان، محبوب
و عاشق، نیک دل و نیک صفات، سخی و صالح اور صدقہ و خیرات کرنے والے تھے)

آپ نے اپنے دوست محمد اسماعیل قادری نقشبندی شاذلی کی وفات پر پریشہ
تھا۔ مرثیہ ہذا کے چند اشعار ہیں۔

بَلَى تَسْلِيَةً ذِي هِمٍّ طَوِيلٍ وَ سَيِّمًا هُمُومٍ عَلَى أَهْلِ مَهَابَتِهِمْ جَلَّتْ (۲)
(اگر میرے خیر خواہ رفیق کے انتقال کی وجہ سے مجھ پر غم کی رات طویل ہو گئی ہے تو کوئی
تعبیب کی بات نہیں ہے کیونکہ کثرتِ بد پرگزاردہ نام میں مبتلا شخص کی رات طویل ہی ہو کر
ہے اور خاص طور سے دیرالوں اور بیا بالوں کے رہنے والوں کے مصائب عظیم تر ہوا
کرتے ہیں۔)

أَلَا كُلُّ رَزَقٍ فِي دُنْيَاكَ مُنْتَهٍ، وَكُلُّ مُحَاقٍ مُسْفَرٌ عَنْ أَهْلَةٍ
(لے ممدوح! آپ کی ذات گرامی ایسی تھی کہ آپ سے نزدیک ہونے پر ہر تکلیف
ختم ہو جاتی تھی۔ اللہ کا ہر مقررہ قانون ہے کہ ہمیں کی آخری نین راتوں میں چاند دکھائی
نہیں دیتا مگر وہ پہلی تاریخ کو بال بن کر جلوہ گر ہوتا ہے اور ماہِ امان بناتا ہے۔ اسی طرح آپ
کے پاس کوئی مغموم پہنچا تو مسرور ہو کر واپس ہوتا تھا۔)

شَمَّالٌ عُبَيْدُ اللَّهِ جَلَّتْ جَلِيلَتُهُ، وَ شَمَّالٌ إِسْمَاعِيلُ بِالْأَلْوِصَلَتِ
(عبداللہ کا بالیاں ہاتھ نہایت عظیم الشان تھا۔ دایں ہاتھ کی عظمت کا نوکر کی ٹھکانا
نہیں یعنی خیر و صلاح، ہدایت و ارشاد اور علم و عمل میں بلند پایہ تھے۔ مرحوم اسماعیل کا
ایمان ہاتھ عبداللہ کے پیچھے دوسرے ہاتھ پر تھا یعنی اسماعیل اپنی عظمت و درجت
عادات و عمارت اور ادوار و غیرہ میں عبداللہ سے انتہائی قریب تھے۔)

قَعْنَى تَحَبُّةً، قَوْمٌ تَحَبُّ وَ مَنَظَرٌ مَنَظَرٌ، مَنَظَرٌ مَنَظَرٌ مَنَظَرٌ مَنَظَرٌ
(دنیا سے وہ قوم رخت سفر باندھ چکی کہ جس سے بہن بلی محبت تھی۔ راہ حق پر گامزن
ہونے کی وجہ سے ہم مصلح جماعت کے منتظر رہتے، اُن سے اپنی امیدیں وابستہ کرتے)

(۱) سجن السجود: ۱۲۸

(۲) اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر: ۲۶

(۳) حقائق بخشش حصہ سوم: ۹۸

(۴) مواقع النجوم: ۱۵۶-۱۶۰

(اسماعیل مرحوم کی وفات پر رخصت ایک حسین تاریخ وفات کہہ رہا ہے: دامنِ کوہ میں برستے دلے پانی سے لبریز بادل آپ کی قیام گاہ کو تر کریں یعنی آپ ہر قسم کی مسرت سے ہم کنار ہوں۔)

وَقَتْلَكَ مَرَاتِي فِي الْأُطْفَلِ كُلِّ كَرِيهَةٍ سَقَتَكَ سَوَاقِي الْإِنْفِ الرَّجْ طَلَّةِ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنَّا عَمَّا سَمِعَ الطَّافَ وَعَنَابَاتِ اسْمَاعِيلَ مَرْحُومِ كِبَرَانِيَّتِ
محفوظ رکھیں اور اُس کے کرم کا دریا لنگی بارش سے ترکی ہوئے معطر مرقد کو
سیراب کرے یعنی فرحت و انبساط سے لطف اندوز ہوں۔)

إِيَّاكَ الْيَقِينُ بِالْحَبِيبِ تَوْشِيْ بِهِ نَاعْفِرُ لَهُمْ ذُنُوبِي وَرَأْسِي
(اے معبود برحق! آپ کی بارگاہ میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وسیلہ
اور شفیع بناتے ہوئے استدعا علیہ کہ میرے گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت فرما
دیجئے۔)

میاں صاحب کی تصنیف "سراج العوارف" پر تحریر کردہ تقریظ کے چند شعر
أَيَّاسِيْدِي يَا ابْنَ عَنِي غَطَّارِي دَيَّا أَحْمَدُ التَّوْرُ لِنُورِ الْأَعَارِفِ
(اے میرے سردار! اے معزز سرداروں کے بیٹے! اے احمد جو خود بھی نور ہے،
اور شہور و معروف اکابر کا نور ہے یعنی نور کو درانت میں بھی آیا ہے۔)
كَلَامُكَ نُوْرٌ تَهَيَّا بِالسَّلَاسِلِ وَشَهْدُ مُصْطَفَى عَنِ النَّارِغِ صَارَفِ
(آپ کا کلام کتاب کی سطروں کی آب و تاب کا نور ہے، خالص صفات شہد ہے
اور کج روی سے حق کی طرف پھیر دینے والا ہے۔)

وَتَحْقِيقُ تَرْجِيحِ كَشْفِ الْقُلُوبِ: دَلِيلُ الْيَقِيْنِ سِرَاجُ الْعَوَارِفِ
آپ کی تصنیف افسردہ قلوب کے رنج و غم کے سکون دار کم کا تحقیق سراج ہے، یقین
کی دلیل اور علوم کی مشعل راہ ہے۔)

وَلَا عَزَّ وَرَانِ جَاءَ مِلْكُ سِرَاجِ فَإِنَّكَ نُورِي نَادِي الْمَعَارِفِ
اگر آپ نے "سراج العوارف" نامی کتاب تصنیف کر کے شمع روشن کر دی ہو
تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کیونکہ آپ علوم کی مجلس میں نور پھیلائے دے گئے ہیں
أَرَانَا سِرَاجُكَ يَا بَيْتِلَ شَمْسًا وَشَمْسٌ يَكْبِتُ بِحَيْثُ وَطَارِفِ
(آپ کی تصنیف "سراج العوارف" نے ہمیں رات میں آفتاب دکھایا اور رات میں آفتاب
کا وجود عجیب و غریب امر ہے۔)

فَهَلْ مِثْلُهُ فِي تَلْكِ وَطَارِفِ دَائِنِ فَايْنُ تَرَاهُ الطَّوَارِفِ
(کیا قدیم اور جدید زمانے میں "سراج العوارف" جیسی کوئی تصنیف ہے؟ اور ایسی
تصنیف کہاں ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ تو اُس جیسی کتاب آنکھیں کہاں دیکھ
سکتی ہیں؟)

اور سایہ بھی ہو جانے والے مصائب سے ہم خائف رہا کرتے۔)

وَفَاخِرُ مَا نَجُوهُ أَنْ كَادَ دُنَا لِحَالِي دِينَ اللَّهِ مِنْ دُونِ عِلَّةِ

(تمام متوقع امور میں سب سے بہتر یہ ہے کہ ہماری باہمی الفت و مودت اللہ
جَلَّ جَلَالُهُ کے خالص دین کے لئے ہو اور اس میں کسی بھی خرابی کا شائبہ نہ پایا
جائے۔)

فَقَصَى اللَّهُ فِي جَنَابِهِ جَمْعَ شَمَلِنَا وَلَوْ أَنَا فِي رُفُوسَةٍ مَخْمُومَةٍ
(خدا نے بڑے نیک و نیکو خدا پر اے کرم اہل حق کے حمد و ثناء کو اپنی جنتوں میں جمع کرے
اور سرسبز باغات میں ہماری قلم گاہ بنائے۔)

حَمْدُ اللَّهِ رَسْمٌ لِنُفُوسِ دُرُوحَةٍ وَأَكْرَمُ مَشَاوِدِ بَيْمَنِي حَلَّةِ
(اللہ تعالیٰ اسماعیل کو فضل و رحمت سے اور اُن کی فردگاہ کو دوستی کے اعلا مرتبے
سے نوازے یعنی جو رحمت میں اپنے قریب سے نوازے۔)

نَاظِرِيكَ فِيمَا جَاءَ نَايِقَتِي دَلِيلِي فِي حَلَّةِ آي حَلَّةِ

(ہمارے پاس اسماعیل مرحوم کی جمع و شام آمد کی معمولی بھی حاجت کے لئے
نہیں تھی یعنی وہ دستنوی ادرے نیاز تھے اور خود وہ لوگوں کی ہر طرح حاجت دہاں
کر تھے۔)

صِيَانَةُ دِينِي أَفْ إِيْهَانَةِ يَدِي إِيْهَانَةُ حَقِّ أَفْ إِيْهَانَةِ حَلَّةِ
(دین اسلام کی حفاظت یا کسی بھی بدعت کی اہانت، حق کا انکار یا تمنا جو ک
اغاوت اسماعیل مرحوم کی خصوصیات تھیں۔)

تَوَالِي مَسِيْدِي أَفْ تَوَالِي مَسِيْدِي أَفْ تَوَالِي مَسِيْدِي أَفْ تَوَالِي مَسِيْدِي أَفْ
(اسماعیل مرحوم کی مزید خصوصیات اور اُنہوں کی فلاح و بہبود، شریعت کی سرکوبی
لاوحت سے پھر جانے والوں کی اصلاح اور گم کردہ راہوں کی معرکہ آرائی میں سبقت
و پیش قدمی ہیں۔)

يُحِبُّ لَمَّا نَفْسِي لِنَفْسِ تَهَا الْهَدْيِ بِيْرِي مِنْ كَلَامِي جَمَلَةٍ يَبْجَلَةٍ
(جو کہ میری تعانیف ہدایت کے لئے معین و مددگار ہیں۔ اسلئے اسماعیل مرحوم
کو میری تعانیف بے حد محبوب تھیں اور میرے طویل کلام کے ایک ایک جملے کو ایک
ایک رسالہ سمجھتے تھے۔)

مُفْصِلِي وَهُوَ تَوَالِي إِلَى الْأَمْنِ وَالْعَلَى: قَالَ الْعَلَى وَالْأَمْنُ فِي مَا حَلَّةِ
(اسماعیل مرحوم نے امن و بلندی کے اشتیاق میں عالمِ آخرت کا سفر اختیار کیا لہذا
دہلیئے اترنے کے جگہ پر بلندی دامن سے بہرہ ور ہوئے۔)

فَعَسَلَهُ صَوْبُ الصَّوَابِ بِهَلْمَةٍ وَكَفَنَهُ تَوْبُ التَّوَابِ بِهَلْمَةٍ
(پھر اسماعیل مرحوم کو حق کی بارش نے بارش سے غسل دیا اور توبہ کے جامے نے
بہترین لباس میں انہیں کفن پہنایا۔)

يُسَمِّنُ فِي تَارِيخِ رَحْلَتِهِ الرَّحْمَا: سَحَابٌ يَنْجِي السَّفْحَ مَنَوَاكَ بَلَّتْ

پیش آنے والے، بھلا کر کے شاداں و فرماں ہونے والے اور خوشبو سے بھگنے والے
یا صبر میں بلند مرتبہ تھے۔
عَلَيْهِمْ وَحَلِيمٌ وَسَلِيمٌ فِي تَقَى وَتَقَى؛ سَيَادَةُ مُؤَدِّ وَفَضْلٌ وَإِيْثَارٌ
(مرحوم علم، علم، صلح، تقویٰ، خلوص، سیادت، بزرگی، فضل اور ایثار کی خوبیوں
کے مالک تھے۔)

حَمَاهُ عَنْ كُلِّ ضَرِيٍّ مِّنْ يَقَالُ لَهُ حَامِي الْحَقِيقَةِ نَفَاعٌ وَصَنَاعٌ
دہ مہر سے مرحوم کو وہ ذات پناہ میں رکھے جس کا خاصہ قابلِ حفاظت اشیاء کا
حفاظت ہے اور وہ نفع و مہر کا حقیقی مالک ہے یعنی خداوند عالم۔
قَالَ الرَّضَا السَّعَفِيُّ عَامٌ فَرَقْتَهُ، مُحَمَّدٌ عَمْرٍو فَأَرْوَقٌ شَطْرًا
(مرحوم کے سالہ وفات پر روضا علم کے ساتھ گویا ہوا: محمد عمر صحیح و غلط میں تمیز
کرنے والے اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والے منصف تھے۔)

(۱) تذکرہ علمائے اہل سنت: ۶۸۷

مولانا محمد عمر حیدر آبادی کے قطفہ وفات کے سات شعر
اَلَا سَقَى اللّٰهُ قَبِيْلًا اَصْنُوْبًا غَادِيَةً، وَجَادًا يَحْمِلُ جُودًا وَهُوَ قَهَّارٌ (۱)
(اللہ تعالیٰ نے اہل مرحوم کی تہ کو صبح کے ابر کی بارش سے سیراب فرمائے اور اپنے فیض
کی تیز بارش سے خوب شاداب فرمائے کیونکہ مرحوم بھی بہت داد و دہش کرنے
والے تھے۔)

قَبِيْلًا ثَوِيًّا شَرَّابِ اللّٰهِ فِيْهِ عَمْرٌو، مَعْمُوْرٌ نُورٍ اَلْهَدَىٰ لِلدِّيْنِ عَمَّارٌ
(وہ قبر جمیں اللہ کے عطا کردہ اجر عظیم کے ساتھ متوفی عمر مذکور ہیں، وہ ہدایت
کے نور سے معمور آباد ہے اور دین کے لئے صاحب و قار ہے۔)
عَبْدٌ يُعَوِّثُ الْبَنَّا سَيِّدًا سَنَدًا، بِالْعَوِّثِ مَعْشَرًا بِالْعَوِّثِ مَعْشَرًا
(مخلوق کی امانت کا وہ جسے مرحوم مخلوق کے سردار اور سہارا تھے۔ وہ بے درپے مدد
کرنے والے اور اپنی روش میں غریب کی باعث بکثرت غریب کی باتیں بتانے
والے تھے۔)

بِالْطُّفِ مَعْشَرًا بِالنَّارِ مَبْتَسِمًا، بِالْأَعْرَفِ مَبْتَسِمًا بِالْأَعْرَفِ مَعْطَانًا
(مرحوم لطف و کرم پر سختی سے عمل کرنے والے، خندہ پیشانی کے ساتھ عنایت سے

آل انڈیا سنی لیگ کی امام احمد رضا خان کفرس کو سجانے کی سعادت پر مبارکبادیاں

گورنمنٹ، نیو سپلٹی، ریلوے، پی ڈیوڈی، ایم ای ایس (ایس سی) اور دیگر

اداروں میں ہمارا نام سرفہرست نظر آتا ہے

ایک کرمالی اینڈ کمپنی

منڈپ ڈیکورٹریس اینڈ کنسٹرکٹر

332698

345068

فون

شرف مینشن۔ 115 ایس وی پی روڈ۔ ایسٹ ڈونگری بمبئی ۹

اردو فارسی شاعری

ڈاکٹر وحید اشرف - ایم اے پی ایچ ڈی، بڑودہ یونیورسٹی

کی قدر دانی کے سبب فائدہ یہ ہوا کہ بادشاہوں کے کینٹھلے ان کے لئے وقف ہو گئے
چھاپہ خانہ نہ ہونے کے باوجود کسی کتاب کی نقل حاصل کرنا ان کے لئے دشوار نہ تھا۔ کئی
تجربات و مشاہدات کے لئے ان کے لئے دارالترجمہ (Dar-ul-Tarjuma) اور اس کے تمام
اسباب چشم زندگی میں فراہم ہو جاتے تھے۔ احمد کے برعکس مولانا احمد رضا کے پاس کوئی
(Dar-ul-Tarjuma) تجربہ گاہ نہ تھی۔ کتابوں کا حاصل کرنا اس قدر آسان نہ تھا۔ یہاں
تک کہ جن حالات میں انہوں نے گرا خاں علی کارنامے انجام دیئے اور جو کتابیں لکھیں وہ
سب آج تک درجہ چھپ سکیں ان میں سے صرف کچھ کتابیں چھپ سکی ہیں۔ حالانکہ ساری کتابیں
خود انہیں کے ہاتھ میں شائع ہو جانا چاہئے تھیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی
ہے کہ ان کے پاس وہ ذرائع آمدنی نہ تھے جن سے یہ کام انجام پاتا۔ ان حالات میں
بھی لکھنے حوصلہ نہایت درجہ قابلِ داد ہے۔

بات میں بات نکل آتی ہے جن علماء اور عقلا کا نام ہم نے اوپر لیا ہے ان میں سے اکثر کسی ایک
فن کے نام سے تھے لیکن مولانا کا حال یہ ہے کہ جن فن کی طرف نظر کر دے ان کے ارتکاب کا سیر ہو کر رہ گیا
جن علم کی طرف توجہ کی اسے کالام تک پہنچا دیا۔ جس میں غلط کیا تو اس کی پوری گہرائی تک پہنچ کر گہرا گویا
گوشت کا بے کھٹکے صفات پر بھی رہے جس میں اس کی سیر کی اس میں اپنی بصیرت کے بھول کھلا دیئے
اور دراصل علم کا اصل معیار تصانیف میں تحقیق و بصیرت اور وہ قیاسات و تخیلات جن سے مقولات
پر صبح کو نکلا جاسکے۔ لیکن مولانا ان علمی حدود سے گذر کر عقل کی اس منزل پر بھی نظر آتے ہیں جہاں
مختلف دنیاوی علوم میں بھی وہ ایجادات و اختراعات کے نمونے پیش کرتے ہیں اور وہ بھی
اس طرح کہ نہ ان کے پاس کوئی تجربہ گاہ تھی اور نہ فن میں ان کا کوئی استاد اور نہ ان کا مقصد
حیات بیکار سے انہوں نے صرف باز پر غفلان ہی سمجھ کر نہ کہ انہوں نے اپنی زندگی کا اصل مقصد
شرعی و دینی نوعیت کا کو قرار دے رکھا تھا۔ ایسے شخص کو اپنے وقت کا امام کہنا اس دور میں اس لحاظ
کا ابرو کو قائم رکھنا ہے۔

ایک ایسا شخص جس نے مقولات و منقولات کی اکثر اصناف میں اپنی بلندی و کثرت
ذہن اور عظمت و جدت کا ثبوت دیا اور جس کی تصانیف سینکڑوں کی تعداد میں پہنچی ہوں
اس سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ شاعر کی ناکہ فن سے بھی پوری طرح عہدہ ہوا ہو سکتا ہے علمائے
میں سے ہے۔ ایسی صرف ایک شخصیت اور نظر آتی ہے جس نے علوم مقولات میں زندگی گزار

دنیا سے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم و عقل اور بصیرت سے ساری
دنیا کو مستفیض اور ترقی کی راہ بنایا۔ عریضاً: امام لازمی، امام غزالی، البیرونی، فارابی، ابن رشد
وغیرہ وہ شخصیتیں ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دنیا تک فکر کیا جائے گا۔ ان میں کوئی فلسفہ
وحکمت کا امام ہے کوئی ریاضی و ہیئت کا، کوئی فلسفہ اخلاق کا اور کوئی فلسفہ ہلوان کا لیکن
ان سب سے زیادہ ہیرت انگیز شخصیت مرزین ہندوستان میں پیدا ہوئی اور موجودہ صدی
ہی میں اس نے اس دنیا کو الوداع کہا۔ مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت ایسی پہلو دار اور
جامع علوم ہے کہ آپ کے کسی ایک پہلو پر سیر حاصل بحث کیلئے اس فن کا لہری اس سے
عہدہ برا ہو سکتا ہے یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ آپ کی زیادہ تر تصانیف
اب تک زبور طباعت سے محروم ہے ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شخصیت کا پورا مطالعہ
ممکن نہیں۔

مولانا کے علمی کمالات کا جائزہ لینا ہمارے موضوع علم اور دائرہ فکر سے بھی باہر ہے
یہ وہ سمندر ہے جس کی وسعت و گہرائی کو اپنے سے ہم اہل نہیں۔ وہ تو صرف چند موجیں ہیں
جو ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور صرف یہی موجیں کسی کمر و خاں کا پتہ دیتی ہیں۔
مذکورہ بالا چند سطور صرف اس لئے لکھی گئی ہیں کہ اس پس منظر کے بغیر مولانا
کی شخصیت کے کسی پہلو کا بھی مطالعہ اس شخصیت کے بارے میں قاری کے دل
و دماغ میں صحیح احساس نہ پیدا ہو سکے گا اگرچہ میزان کے اس شمارے میں مولانا احمد رضا
کی زندگی ہی کے بارے میں ساری تجلیں ہیں تاہم یہاں ہم چند اور باتوں کا ذکر کر کے بغیر نہیں رہ
سکتے اس خیال سے کہ مبادا دور مرد نے انہیں نظر انداز کر دیا ہو۔

مولانا احمد رضا کی زندگی کے بارے میں جہاں تک مجھے علم ہے وہ الفقر فخری کے
پیر و تھے۔ وہ جب تک زندہ رہے دنیا سے بالکل بے نیاز رہے تو کل کارنامہ اور اس
کی شان ان کی زندگی سے نمایاں تھی۔ وہ ہیئت بھی لیتے تھے اور توجہ بھی پاتے تھے۔
لیکن یہ فتوحات عرب و روم کے بہت سے حاجت مندوں کی حاجت روائی کا ذخیرہ تھیں
معاش ہو یا نہ ہو مذکر معاش سے وہ آزاد تھے مگر اس طرح نہیں کہ جیسے عریضاً ابوعلی
سینا یا البیرونی وغیرہ ان کی آرزو ان کے ایمان کا نتیجہ تھی۔ اور ان لوگوں کی آزادی فکر
ازدشا ہوں کی مرہون منت بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کی۔ لیکن پچھلے دور میں علماء

کے باوجود شاعری کا ایک بالکل نیا نمونہ چھوڑا ہے اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے بہت ہی کم ہے اور وہ ہے غریباں میں کی رباب غنیاں اور فکر کا مکمل نمونہ ہیں لیکن امام احمد رضا کی اخلاقیات اور ان کے علمی کاموں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے مقابل غریباں کو نیا لایا جاسکتا اور اس اصول کے پیش نظر کوئی بھی صاحب فکر و نظر محقق اپنے تمام علمی سرائے اور نثری صلاحیتوں کو کتاب کی قید میں نہ لاسکتا تو امام احمد رضا کی تصانیف کے پیش نظر ان کی شخصیت پر ملتے دیتے وقت عقل حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہے

امام احمد رضا کی اردو اور فارسی شاعری، محرمات، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے اس میں ہیئت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہیں ان اشعار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر صنف سخن پر پوری قدرت رکھتے تھے اور شاعرانہ ذوق اور محروقتی سے پوری طرح بہرہ ور تھے لیکن انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو صرف اپنے پسندیدہ موضوعات تک محدود رکھا۔ اس میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ یہ تو شان کے لئے نادر آخرت اور سراپہ نجات بن جائے راقم الحروف تک ایک روایت پہنچتی ہے کہ کسی نے امام احمد رضا سے کہا کہ قرآن پانا پڑھ کر میں ایک قصیدہ لکھ دوں وہ شعر و ادب کے بہت قدر دان ہیں اور آپ کی بڑی عزت افزائی کریں گے اس پر آپ نے ایک جسن و جہیل نعت لکھی اس واقعہ کی طرف مقطع میں برکتیغیہ علامہ سے اشارہ کیا ہے۔

کروں مدح اہل دہل رضا پر اس بلا میں مری بلا
میں گلابوں اپنے کریم کا مرادیں پارہ نان نہیں
نانا پارہ کے تعلق سے اظہار پارہ نان میں جو سلف بیان ہے وہ قیاس و ضاحت نہیں۔
امام احمد رضا کا اندر ذیل قطعوں کی طبیعت، مزاج اور مشاغل پر پوری طرح چہاں پہنچتا ہے
ذرا لوش ز حشیں نہ مرا نبش ز لہن
ذرا گوش بدمی نہ مرا ہوش زلی
نم و کج خوئی کہ ننگہ دروی
جسن و چہر کتابی و دولت و تعلی
نعت کوئی میں انہوں نے اپنے اصول و نظریہ کو بزرگ بیان کیا ہے ذیل میں ایہی دو رباعیاں انہوں نے لکھی ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ

بے جا ہے المۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

قرآن میں قرآن کا سامان پس ہے + افغان دل زار حدیچون بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو + نقش قدم حضرت حسان بس ہے
مولانا ابی شمس کلام نعتیہ اشعار ہی پر مشتمل ہے اور بجا طور پر انہیں اردو کے ایک مستقل نعت گو شاعر کی حیثیت حاصل ہے اس لئے ہمارے موضوع سخن بھی اسی طریقہ

پر ان کی اردو نعت گوئی ہی پر مرکوز رہے گا۔

عام طور پر مسلم ہے کہ نعت کا فن بہت مشکل فن ہے اس کے کئی وجوہ ہیں نعت کے مضامین قرآن سے اخذ ہوتے ہیں انہیں مضامین وحدت اسلوب کے ساتھ لکھنا ہے اور طرز ادب میں بھی جو آزادی دوسرے عشقوان مجازی کے ساتھ ہوتی ہے یہاں نہیں ملتی جاسکتی۔ یہاں جہنم زدوں کے لئے بھی ادب کا درس ہوتا ہے انہیں چھوڑا ہے اور شاعر عجب تک پوری طرح آزاد نہ ہو اپنے فن کے کمال کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔

اس کے علاوہ محض وصف نگاری شاعری نہیں۔ کوئی بھی صنف شاعری ہو اگر وہ ذاتیت سے خالی نظر آئے تو نہ محض ایک نثری ہو گیا دوسرے لفظوں میں اسے کلام منظوم کہہ لیجئے۔ خارجی اور داخلی شاعری کی تقسیم مدہل موضوع کے اعتبار سے شعور و حقیقت شاعر کی ذاتیت کا مظہر ہوتا ہے خارجی موضوعات کے تحت اشعار کا مطالعہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس میں شاعر کا ذاتی تاثر کم جزک اور کس صداقت کے ساتھ شامل ہے یہی شاعری کی جان ہے اور شعر کا حسن اور اس کی تاثیر اس پر مبنی ہے۔

نبی اکرم کے ساتھ عشق و محبت کا جذبہ ایک مومن کے لئے سراپہ حیات ہے لیکن ایک نعت گو شاعر اس جذبہ کا انہار اس آزادی کے ساتھ نہیں کر سکتا جو دوسرے موضوعات کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ شاعری میں تصوف کا میلان بہت وسیع ہے اور اس میں شاعرانہ قدرت اور خوش و خیز کے اظہار کے لئے انسانی امکانات ہیں ایک صوفی خلاق کے ساتھ عشق کا دھڑکنے والا ہے اور حب وہ سراپا عشق بن جاتا ہے تو سمجھی وہ سبحان ما اعظم شائی کہنا ہے کبھی انا الحق اور کبھی اس سے بڑا والا آتی ہے کہ اناس کھم عبد مخلصی اس طرح کے اقوال جو شہادت میں شامل ہیں اور جو عالم سکین صوفیہ سے ظاہر ہوتے ہیں وہ صرف عشق الہی میں جائز ہیں لیکن یہ جو از بطور فتویٰ نہیں ہے کیونکہ صوفیہ یہ نکات اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں کہتے اور حب الہی کے ساتھ یہ عشق کا اظہار شاعری میں ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا ہے اسی لئے اکثر نعت گو شعرا کلام میں عشق و محبت کی وہ تاثر نہ پیدا کر سکے جو صوفیہ اپنی تصوفاد شاعری میں کرتے ہیں۔ اردو اور فارسی نعتیہ شاعری میں علامہ اقبال بالکل منفرد اور مستقل مقام رکھتے ہیں انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ اسلامی فلسفہ حیات کی ترجمانی کی ہے لیکن اس فلسفہ حیات کی اساس عشق ہے اور لاکھ عشق بھی جمال محمدی کامر مومن منت ہے اسلئے درحقیقت علامہ اقبال کا وہ جذبہ عشق ہی ہے جس سے ان کے فکر کو جلا ملی ہے اور ان کی شخصیت ہے کہ

نفس گم گشتہ می آید جنید و بایزید ای جا

اس بیان سے اس قول کا بھی مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ

یا خدا دیوانہ باش و یا محمد ہوشیار

ہشیاری کے ساتھ جذبہ عشق کا اظہار شاعری میں ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا ہے اسی لئے اکثر نعت گو شعرا کلام میں عشق و محبت کی وہ تاثر نہ پیدا کر سکے جو صوفیہ اپنی تصوفاد شاعری میں کرتے ہیں۔ اردو اور فارسی نعتیہ شاعری میں علامہ اقبال بالکل منفرد اور مستقل مقام رکھتے ہیں انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ اسلامی فلسفہ حیات کی ترجمانی کی ہے لیکن اس فلسفہ حیات کی اساس عشق ہے اور لاکھ عشق بھی جمال محمدی کامر مومن منت ہے اسلئے درحقیقت علامہ اقبال کا وہ جذبہ عشق ہی ہے جس سے ان کے فکر کو جلا ملی ہے اور ان کی شخصیت ہے کہ

ابن کی طرف معلق کی جاتی ہے لیکن یہ اصول عام نہیں ہے اور بغیر شد کا مل کے خطو سے خالی نہیں۔ العزیز ایک عاشق شاعری عشق شاعری حسن و صفت نگاری سے کہیں شکل ہے بلکہ دونوں میں موازنہ کرنا ہی نام درست ہے اور جب کہ یہ معلوم ہے کہ نعت گوئی میں اس جذبہ عشق کا اظہار نہایت نادر و نادر کا مقام اختیار کر لیتا ہے۔

دکنی زبان میں اردو شاعری کی ابتداء سے نعت گو شاعر کی اچھی خاصی تعداد نظر آتی ہے شمال ہندوستان میں یوں تو بھی شاعروں نے روایتی طور پر نعتیہ اشعار لکھے ہیں اور بعض نعتیہ غزلوں نے خوب داد و تحسین دی ہے لیکن ایسے شعراء جنہوں نے صرف نعتیہ اشعار اپنے دیوان مرتب کئے ہوں وہ دور متاخرین میں کم ہی نظر آتے ہیں البتہ جدید دور میں ان کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے اور ہر ماہ ہے۔ اس سلسلے میں جنہیں تفصیلی معلومات فراہم کرنا ہو وہ ڈاکٹر طلحہ رضوی برمن کی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب بچہ ایک موضوع کا صرف آغاز ہے جس پر ابھی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

بعض ناقدین نے اردو نعت گوئی میں مولانا حالی کو سب پر فوقیت دی ہے لیکن اول تو سہ سہ میں مولانا حالی کا موضوع نعت نہیں ہے بلکہ اس کے مسدس کا موضوع قوم مسلم کا عروج و زوال ہے یہ قوم مسلم کا ایک مرتبہ ہے اور مولانا حالی نے موضوع کو جس طرح چھیلا ہے اس کے لئے تسلسل بیان کو قائم رکھنے کے لئے کچھ نعتیہ اشعار بھی درج ہو گئے۔ موضوع کا تقاضا یہ تھا کہ ہاں رسول اکرم کے اخلاق اور آپ کے اخلاق کے تاریخی اثرات کا ذکر کیا جائے۔ موضوع کے اعتبار سے یہ ایک خارجی شاعری ہے جس کو مولانا حالی کے جذبہ کی صداقت اور ان کے فن نے لازوال تاثیر بخش دی ہے مسدس میں موضوع کے اعتبار سے مولانا حالی کی ایک بڑی بھوری تھی اس لئے وہ رسول اکرم کے کھنڈر اپنے جذبات کا پورا اظہار نہ کر سکے۔ البتہ تو اس وقت اپنی قوم اور دنیا کے سامنے آپ کے اخلاق اور کارناموں کا ذکر ہی مقصود تھا۔ وہ بھی اختصار کیساتھ کیونکہ مسدس کے موضوع کا صرف یہ ایک جزو ہے۔ نعت میں مولانا حالی کے جذبہ کا اگر مشاہدہ کرنا ہو تو اس حنا جات کو پڑھئے جس کا عنوان ہے "عرض حال بہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التیمات" اور جس کا مطلع ہے

اے خالصہ فاضلہ رسد وقت دے لے

امت پر تری اے عجب وقت پڑا ہے

اس میں بھی پہلے قوم مسلم کا مریض ہے لیکن چند شعر میں حالی نے رسول اکرم کے متعلق اپنے قلبی احساسات کی ترجمانی کی ہے وہ یہ ہیں۔

ایمان جسے کہتے ہیں عقیدہ ہیں ہمارے وہ تیری محبت تری عزت کی ولا ہے
ہر حقیقت دہر مخالف میں ترا احنام ہتھیار جواہر کا ہے پیروں کا عصا ہے
جو خاک ترے در پہ ہے جادو کا لڑائی وہ خاک ہمارے لئے داروے شفا ہے
جو شہر مولائی تیری ولادت سے مشرف اب تک وہی تیرا امت کا رہا ہے
جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت کچھ سے کشش اس کی ہر اک دل میں سولہ ہے

جوان کی شاعری کا روح ہے۔ ذیل کے اشعار سے رسول اکرم کے ساتھ ان کے ظاہر و عشق کا اندازہ ہوتا ہے۔

خاک تر ب اندوہ عالم خوشتر است ای خاک تھی کہ آسما دہر را دست
بصطفی برسان خوشتر از دین ہمار است اگر با تو رسیدی تمام یو لہبی دست
ہر عشق مصطفی سامان اوست بحر و بر در گوشہ در امان اوست

بہن آتی سی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی
کہ اس جان چہاں کا آخری دیوانہ ہی جاگئے
ترے شاگد و سرحمت سے چھٹ کر تے ہیں روزِ غفر
کہ اس کو پیچھے رکھا گیا ہے نگاہ اپنے دکھا دکھا کر
نکودہ بلا اشعار میں اسلام کا فلسفہ حیات مضمر ہے لیکن یہاں فلسفہ، فلسفہ نہیں رہ جاتا بلکہ عشق رسول کے جذبہ میں ڈھل کر شعر کا بیکرا اختیار کرتا ہے جس کے بغیر اقبال کی شاعری مجرد فلسفہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہم نے بیان صرف اقبال کی مثال اس لئے دی ہے کہ وہ ایک مفکر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ سراپا عاشق رسول بھی تھے اس لئے ان کے کلام سے ہمارے نگار کو دعویٰ کی دلیل زیادہ واضح ہو سکتی ہے۔

نعت کے سلسلے میں بعض ناقدین نے مذکورہ بالا کلمہ سے شہرِ عین دوسرے معیار مقرر کئے ہیں انہوں نے نعت کا معیار یہ رکھا ہے کہ اس میں نبی اکرم کے صرف اخلاق کا ذکر ہو۔ اس سے بہر حال انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اخلاق ہی کی خوبیاں دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اخلاق ہی سے شخصیت کی صحیح اور بے تصور رنگ ہوں کے سلسلے ابھرتی ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو ہم دنیا کی تمام قوموں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان سچے اوصاف کو ایک مسلمان شاعر اپنی عقیدت کے ساتھ پیش کر کے اس میں کسی حد تک تاثیر بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اور عقیدہ سے قطع نظر کوئی بھی حقیقت پسند شاعر ان اوصاف کو سچائی اور شاعرانہ حسن کے ساتھ بیان کر سکتا ہے لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت کہ محاسن شہری و زانیہ کے اعتبار سے یہ شاعری اس شاعری کی برابر نہیں کر سکتی جو ایک ایسے شاعر کے احساسات کا نتیجہ ہو جس کا دل عشق کی کیفیات سے آشنا ہو چکا ہو۔ نبی اکرم کے ساتھ عشق و محبت اور اس کے آداب خود قرآن سکھاتا ہے ان آداب کو اصول زندگی قرار دینے کے بعد قلب پر یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ الدین کلمہ ادب ہے۔ ان آداب کو اصول حیات قرار دینے کے بعد قلب کو عشق کی کیفیت کا تجربہ ہوتا ہے اسی لئے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مرشد کامل اپنے کسی شاگرد کو عشق مجازی کی تلقین کرتا ہے لیکن یہ صرف ایسے شخص کے لئے ہے جس کا دل درو کے احساس سے نا آشنا ہوتا ہے اور وہ اس درو کو بغیر ذاتی یا دنیوی تجربہ کے محسوس نہیں کر سکتا۔ جب اس کے دل کی سختی تری سے بدل جاتی ہے اور وہ درو کی طبیعت میں اور اس کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ تو اس کی یہ کیفیت تعلیمات کے ذریعہ عشق رسول اور عشق

حیرت، پتہ نہ تھا کہ مندرجہ بالا اشعار کیوں نظر انداز کر رکھا حالانکہ ان اشعار سے رسول اکرم کے ساتھ حال کی بے پناہ عقیدت ظاہر ہوتی ہے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے فکر و تصویر اور تخیل ذہن پر عظمت رسول چھائی ہوئی ہے البتہ جس کے قلم سے ایسے اشعار نکلے ہوں اسی کے قلم سے یہ شعر زین نہیں دیتا۔

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور اپنی بھی

نیا اور اپنی ایک دوسرے کے مرادف نہیں اور یہاں نیا کو اپنی کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جب کہ یہاں قافیہ کی بھی تنگی نہ تھی اور یہاں مصرعیں بڑی آسانی سے بجائے اپنی کے ہی کاغذ لایا جاسکتا ہے۔

حالی نے نعت میں صرف چند اشعار لکھے ہیں اور اس کی بنا پر انہیں نعت گو شاعر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ شاید انہیں نعت گوئی کے لئے زیادہ فرصت بھی نہ تھی۔

اگر اردو شاعری میں تمام شعرا کی نعت گوئی کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو امام احمد رضا اس میدان میں بھی درجہ امت پر فائز نظر آئیں گے۔ امام احمد رضا اس میدان میں ہر جگہ سراپا عشق و نیاز نظر آتے ہیں ان کی مسرت ہی بھی شیار ہے۔ انہوں نے عشق رسول کے تمام تر آداب قرآن سے سیکھے ہیں جو کچھ جاوہ ادب سے انہیں سرمو مخوف نہیں ہونے دیتے۔ ان کا کلام عشق اور تائید میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔

گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہے کہ نعت میں تاثیر کیلئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ شاعر کا قلب عشق رسول سے معمور ہو۔ عشق رسول ہی عشق الہی کا ذریعہ ہے عشق رسول کے بغیر طاعت و عبادت میں بھی حلاوت نہیں محسوس ہو سکتی اس کے بغیر وہ عشق الہی سے محروم رہتا ہے۔ بقول حسرت موہانی

کچھ بھی حاصل نہ ہوا تہ میں نعت کے سوا
شغل ہے کار میں سب ان کی محبت کے سوا

نعت گوئی میں محبوب اور عبد کے فرق کا لحاظ رکھنا ضروری ہے رسول کی خواہ کتنی ہی اتریں تو وصیف کی جائے لیکن اس کا مقام عبادت ہی ہے رسول اکرم کی عظمت کا لازمی حصہ ہے کہ وہ عبادت کے بلند ترین مقام پر نہاؤں ہیں اس لئے آپ کو قرآن میں بھی عہدہ کے خطاب سے نوازا گیا ہے عبادت کا یہ بلند ترین مقام آپ کو تمام مخلوقات میں افضل ترین اور بے مثل قرار دیتا ہے۔

تقدیر بیک ناقہ نشا نیدر و محل
لیلا حور و شب تو و عذرائی قدم را (عرفی)

لیکن اس مقام عبادت کے اظہار میں ایک عاشق کیلئے ضروری ہے کہ محبوب کی محبوبیت میں فرق نہ آنے پائے بندہ، بندہ کا رہے اور دان ادب بھی اتنے سے نہ چھوٹے ایک چما عشق رسول اس بارہ اور پر عین قائم رہے گا اور جس سے یہ چھوٹا قافیہ نہ صرف اس کے لذات عشق بلکہ ایمان سے بھی محروم ہونے کی دلیل ہے۔ اس نکتہ کو خواجہ حافظ شیرازی نے کتنے

لطیف اور شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے۔

صحیح مرعہ بجا لگو خواستہ گفت
باز کم کن کہ دریں باغ بسی ہوں تو شکفت
گل بخندہ کہ ادراست ز بنیم ولی
سیح عاشق معنی سخت معشوق نکفت
امام احمد رضا کا جذبہ عشق انہیں ادب کے اس اصول سے سرمو مخوف نہیں ہونے دیتا
ذیل کے اشعار میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پیش نظر وہ تو بار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکے رکھو روکے ان ہی امتحان ہے
اے شوق دل یہ سجدہ گراں کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے سر کو خبر نہ ہو
وہی اسکا دل کہیں ہوئے سرشخت نشانی
وہ ہی ہے جس کے یہیں وہ قلوب مسکاتھیں
بخلا خدا کا ہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقرر
جو دیاں سے ہو ہیں آگے ہو جو ہاں ہیں تو وہاں نہیں
لیکن رہتا ہے ختم سخن اس پر کردیا
خانی کا بندہ خلق کا آفت اکہوں تجھے

اس طرح کے بہت سے اشعار ہیں جہاں ذرا سی خوشیا (زنگار) نعت سے قلم رسول کے مقام عبادت سے متجاوز ہو سکتا تھا۔ اس ناکام مقام سے گزر جانا امام احمد رضا کے جذبہ عشق کے ساتھ دینی ذوق و شعور کی دلیل ہے۔ عشق دل کی ایک کیفیت ہے اس کیفیت کو الفاظ کا ایسا جام بننا کہ اسے قاری یا سامع زیادہ سے زیادہ محسوس کر سکے نہایت مشکل کام ہے اس شکل سے وہی عہدہ ہر آدمی ہو سکتا ہے جو ہارت فن کے ساتھ ایک سچے عاشق کا دل رکھتا ہو۔ یہ ایک بندہ ہی امر ہے کہ کسی معشوق مجازی کے عشق میں گرفتار ہو کر ایک سنگ دل بھی اس کے تئیں موم ہو جاتا ہے لیکن رسول اکرم کی محبت میں دل گرفتہ ہو جانا ایک مرد مومن کی شان ہے عشق کی یہ کیفیت اور مرد مومن کی یہ شان مولانا احمد رضا کی تحفوں سے جس قدر آشکارا نظر آتی ہے اردو شاعری میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے امام احمد رضا کا یہی وہ کمال ہے جس پر اردو نعتیہ شاعری کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ کلام میں اس کیفیت کو محسوس کرنا ایک ذوقی اور وجدانی چیز ہے جسے ہر وہ شخص جو اردو ادب کا ذوق رکھتا ہو یقیناً محسوس کرے گا اور وہ دل جو ذوق کے ساتھ ایمان کی حلاوت بھی رکھتا ہو امام احمد رضا کے اشعار پر لوٹ پوٹ ہو جائے گا۔ آپ کا سارا کلام اس رنگ میں ڈوبا ہوا ہے بطور نمونہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں

لو میں عشق رخ شر کا کاغذ لیکے چلے
اندھیری رات سی تھی چراغ لیکے چلے

ڈرتے پھرتے کتری پیزاروں کے
تاج سر پہتے ہیں سیاروں کے

مہموم یہ ہے کہ صبح کی چرائے گل نورس سے کہا کہ ناز نہ کر کہ تمہارے جیسے محبت سے بھول گئے
اور تم ہو گئے بھول نے کہا کہ مجھے کچھ بات سے تو تکلیف نہیں ہوتی لیکن یہ عاشق کا شیوہ نہیں کہ معشوق سے سختی کے انداز میں بات کہے۔

کے قلب پر باغ ارم کی بہاری بھی شادیں امام احمد رضا کی یہ نہیں اپنی شگفتگی اور صفائی
 میں اپنی آپ مثال ہیں اور خود کلام ہی آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق ہے مثلاً
 سر با قدم ہے تن سلطان دمن پھول لب پھول دمن پھول لب پھول دمن پھول لب پھول
 صدقے میں ترے باغ تو کیا، الے میں بن پھول اس غنچہ دل کو بھی نوا یا ہو کہ بن پھول
 تن کا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہانتا تم چاہو تو جو جاسے بھی کہ وہ پھول
 دامن و دل جاے مرے گل کا پسینہ مانگے کبھی غلظت نہ پھر جاے وہ پھول
 دامن دلب و زلف و رخ شکر کے فداؤں ہیں دردمند نعلین مشک قفس پھول
 بوہو کے ہاں ہو گئے تاب رخ شرمین لوہے گئے ہیں اب تو حیلونوں کے دمن پھول
 ہوں بارگاہ سے نہ بخل و دوش عزیزاں اللہ مرے نقش کر لے جان چمن پھول
 دل اپنا بھی شیدا ہے اس ناصحنی پا کا اتنا بھی مروت یہ نہ اسے چرخ کہن پھول

کیا بات رخصت اس چمنستان کرم کی
 زہرا ہے کلی، جس کی، حسین اور چمن پھول

وہ کمال حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
 ہی پھول خالدے دور ہے ہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
 میں تنا ترے کلام پر ملی یوں تو کس کو نہ باں نہیں
 وہ سخن ہے جہاں میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جہاں کیاں نہیں
 ترا قدر تو نادر رہے اکوئی مثل ہو تو مثال دے
 کہیں گل کے پودوں میں دایاں کہ چمن میں مرد و جان نہیں

امام احمد رضا کا لکھا ہوا مزاج نامہ زبان و بیان کے اعتبار سے اردو زبان میں آپ
 اپنا مثال ہے۔ اردو میں مزاج نامہ لکھنے کا رواج شروع سے نہا ہے لیکن مزاج نامہ
 اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتا ہے مقرر نگاری، تغزل، ہنر
 کا ہاؤ حسن کی بارشیں عشق کی وارفتگی دین سے آسان تک شادی کی بچل اداؤں کا کلام،
 تشبیہات اور استعارے کا کشش، عظمت رسول کا اظہار، لفظوں کا انتخاب یا محاوروں کا
 ہندی لفظوں کا بر محل استعمال، ترکیب کی شگفتگی اور پر شکوہ انداز کے بجائے سادہ اور
 غیر زبان و بیان نے پوری نظم کو ایک حسین مرتق میں ڈھال دیا ہے۔

ایسا انداز ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے اردو شعرا میں بعض اساتذہ کے کلام
 کا مطالعہ کیا تھا اور ان کے تتبع میں انہوں نے اشعار بھی لکھے ہیں۔ غالب کی ایک زمین
 میں انہوں نے چند غزلیں لکھی ہیں ان غزلوں میں وہی مدح سوز، ہنر اور بوجھن مانتا ہے
 جس کا غالب کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ امام احمد رضا کا کلام پڑھ کر یہ یقین پختہ ہو
 جاتا ہے کہ انہوں نے شاعر محض اس لئے نہیں کیا کہ ان پر نصرت عالم کا الزام نہ لگ
 سکے اور نہ محض شوق سخن یا لفظی طبع کے طور پر انہوں نے اشعار لکھے ہیں بلکہ شاعری
 کا علم ان کو قدرت سے پوری طرح ودیعت کیا تھا۔ اور وہ فہم شاعری میں فخر شعور

جاچواڑ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کیمہ تو دیکھ چکے کیمہ کا کیمہ دیکھو
 دھوم دیکھی ہے در کیمہ پہ بتیا یوں کی ان کے مشتاقوں میں حسرت کا ترنہ دیکھو
 وان طبعوں کا جگر خوف سے پانی پانی یاں سیر کاروں کا دامن پہ چلنا دیکھو
 بے نیاز سے وہاں کا بقی پانی ماعت جوش رحمت یہ بیان ناز گنہ کا دیکھو
 لقمہ سے تو گلے لگ کے نکالے اریان ادب و شوق کا یاں باہم الجھتا دیکھو
 رقص سب کی بہاریں تو سنی ہیں دیکھیں دل خونبار نشان کا بھی ترنہ دیکھو
 غم سے سن تو رضا کہے سے آتی ہے صرا
 میری آنکھوں سے سرے پیائے کا روضہ دیکھو

بادوں جس کی نہیں ہوش تن و جان ہم کو پھر دکھا دے وہ رخ اسے ہر فرزانہ پھلو
 کا شہزادہ قدیل مدینہ ہو یہ دل جس کی سوزش نے کیا رشک پر لگان ہم کو
 خون ہے سب سے خوشایں سگ طیبہ کا ور نہ کیا یاد نہیں نامہ و افغان ہم کو
 شمع طیبہ سے یہ پروانہ رہے کب تک دور ہاں جلا دے شرر آتش نہاں ہم کو
 جب سے آنکھوں میں سوائی ہے میٹھی کی بار نظر آئے ہیں خزان دیدہ گلستان ہم کو
 اسے رخصت و صف رخ پاک سانے کیلئے
 نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

سرور کہوں کہ مالک دموں کہوں تجھے باغ خلیل کا گل دیا کہوں تجھے
 حرام نصیب ہوں تجھے امید کہ کہوں جان مراد کاں تمنا کہوں تجھے
 گلزار تیرا گل رنگین ادا کہوں دریاں در دہلیں شیدا کہوں تجھے
 صبح وطن پر شام زبیاں کو دوں شرف میکنے فز گیسوؤں والا کہوں تجھے
 اللہ دے تیرے جسم منور کی تابشیں اے جان جاں میں جان بچلا کہوں تجھے
 بے داغ لالہ یا قریبے کلف کہوں بے خار گلین چمن آرا کہوں تجھے
 غم ہوں اپنے غم کو سامان کروں شہا یعنی شمع روز جزا کا کہوں تجھے
 اس مردہ دل کو مزہ حیات ابد کا دوں تاب و توان جان میوا کہوں تجھے
 تیرے تو وصف عیب تنائی سے ہیں بری جلاں ہوں میرے شاہ میں کیا کہوں تجھے
 لیکن رخصتے خم سخن اس پر کردیا
 خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

امام احمد رضا کے فقید کلام میں ابھی خاصی تقلید دلی ہے اشعار کی ہے جس میں رنگ تغزل
 بھی اپنی کیفیت آفرین کے ساتھ جلوہ دکھتا ہے۔ اس تغزل میں بھی دامن ادب ہاتھ
 سے نہیں چھوٹتا۔ امام احمد رضا کا دماغ اگر مرد و بیرون سے خارج بھی ہو سکتا ہے تو ان
 مدحی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب غلو فائق کے حیلہ انداز سے باہر ہیں۔

کی بچی کے حامل تھے یہی نہیں بلکہ جیسا کہ آگے ذکر آئے انہوں نے ہر صنف سخن میں دلور
سخن دی ہے غالب کی زبان میں جو چند لفظیں انھوں نے لکھی ہیں اس سے چند اشعار یہاں نقل
کے لئے جاتے ہیں۔

پوچھے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی تائے کیا کہ یوں
جو کہے شعر و پاس شرع درویش کا حسن کیونکر کئے
لا سے پیش جلوہ زمرہ رضا کہ یوں

پھر کے لگی تباہ تھو کریں سب کی کھائے کیوں
رحمت قافلہ کا شور عرش سے ہیں اٹھائے کیوں
یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
جان ہے عشق مصطفیٰ روز و رات کرے خلا
یا تو یہی ترپ کے جائیں ادبی دام سے چھوٹا ہیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس قتاے کیوں

امام احمد رضا کی قادر الکلامی کا اندازہ وہاں ہوتا ہے جہاں انہوں نے سنگلاخ زمین کو
موم اور سخت ردیف کو پانی کیا ہے ایسی ردیفوں سے عقیدہ کلام میں خورہ برآمد ہوا شکر ہو جا
ہے مثلاً

روقی بزم جہاں میں عاشقانہ سوختہ
کہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں افراط و یایاں
عرش کی آنکھوں کے مارے ہیں وہ خوشترایاں
طوبی میں جو سب سے اونچی نازک سیلھی نکل شاخ
انگوں لغت نبی کہنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

ایک لغت میں قافیہ کی دشواری کے باوجود لہجہ کی تناسل اور مدح موزوں دل کی اضطرابی
کیفیت اور عشق کا لہانہ انداز اور منفرد اسلوب ملاحظہ کیجئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قافیہ خود بخود
بندھا چلا آ رہا ہے۔

نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
اگر گلزار کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا
حضور ان کے اخلاص ادب بھی تباہی
کنار خاک مدینہ میں راجحیں ملتیں
ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو
پتلا رنگ جنوں عشق شہ میں ہر گل کو
بجھا عرش پہ خاک خزاں پاک کو ناز
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
کنار خار مدینہ دمیدہ ہونا تھا
مری امیر تجھے کر میدہ ہونا تھا
دل عزیز تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا
سلام ابرو سے شہ میں خمیدہ ہونا تھا
رنگ ہمار کو خضر رسیدہ ہونا تھا
کہ تجھ سائش نشین آفریدہ ہونا تھا

گزرتے جان سے اک غمور ایسا کیسا تھا
رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہ حبیب
تو پیار سے قید غموری سے رسیدہ ہونا تھا

امام احمد رضا نے ایک لغت میں عجیب جہت طرازی کا مظاہرہ کیا ہے اس میں التزام
یہ رکھا ہے کہ ہر مصرعہ کے دو بحر ہوں اور ہر بحر کے چار بحر ہوں چاروں بحر طبعی ہیں عربی انار
اور بحر ہندی۔ مختلف زبانوں کے باوجود بحر کی ترنم ریزی، قافیہ اور ردیف کی پرکشش
تھنکار، ہندی زبان کی آمیزش سے مصرعہ اور شہاب و لہجہ اور پوری نظم کا صوت اور معنی
رنگ و آہنگ قابل دید و شنید ہے مختلف زبانوں پر قدرت رکھنے کے ساتھ لفظوں
کا انتخاب اور پیران مختلف اجزا کو ایک تناسب اور نرم مزاج سے ملنے میں ڈھال دینا امام احمد
رضا کی ذہنی جودت و جہت کاملہ ہے اس طرح کا مثال امیر خسرو کے یہاں ملتی ہے لیکن
جو التزام امام احمد رضا کی لغت میں ملتا ہے وہ وہاں بھی نہیں ہے۔

لذاتِ نظر و نظر کی نظر نش پید ا جانا
الجملہ والوجہ طلیعی بن بسک و طنان ہوش رہا
یا شمس و نظرت الی لیلیٰ جو طیبہ دلی عرضی بجی

قوری جوت کی جھجھل ملک میں جی ہو شب نے دن ہونا جانا
لک جی نہ فی الوجہ لاجل خط ہالہ زمر زلف ابراج
تو ہے خند چندر پرو کنول رحمت کی بھر
اخانی عقیق و شاک آخ ای گیسوی چاک ای ابر کرم
برسن ہارے دم حمدم ہم دو بوندہ دھری گرا جانا
یا قاتل قتی بن جی ای جگنک رحیمی بر صرت تشہ لک
مولاجرا برے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
واھا سوسو سجات ذہبت آن عہد حضور بارگشت

جب یاد آوت مومے کمر پرت و رواہ مدینہ کا جانا
القلب شمع و آٹھم بخوت دل زار چنان جان زیر خون
پت اپنی بیت میں کسے کہوں مرا کو نہ ہے ترے سوا جانا
الروح فداک فز درخت فاک شعلہ دگر بر زن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پایے جانا
بس فامہ خام قواے رضا نہ یہ طر زری نہ در رنگ مرا
ارشاد جانا قاتل تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

امام احمد رضا کی اکثر تعین غزل کی محبت میں ہیں۔ ثنوی اور راجحوں کی شکل میں بھی کہ
لکھا ہے رباعی ایک شکل ہے آپ کی پندرہ رباعیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اس صنف
کی طرف بھی آپ توجہ دیتے تو اردو کے ممتاز رباعی گوشترا میں آپ کا مقام ہوتا مونس
کے طور پر چند رباعیاں درج ذیل ہیں۔

حالیکہ امام احمد رضا کی جنیت ہمیشہ میر کاروان کی رہے گی کیونکہ درحقیقت وہ سارے کے سر پر ہیں۔ میرے پاس حلیہ بخشش کا جو نسخہ ہے اس پر سن طاعت نہیں درج ہے اس میں جگہ جگہ مفید حواشی کی وجہ سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے لیکن کتاب کا متن طاعت کی غلطیوں سے خالی نہیں ہے ضرورت ہے کہ کامل صحت اور عمدہ طباعت کے ساتھ کتاب شائع کی جائے۔

الادہ تھا کہ اس مضمون میں امام احمد رضا کے اشعار کی زبان و بیان کی خوبیوں کی وضاحت کی جائے اور اس کے محسن زبان کا تجزیہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ایک جامع انتخاب بھی پیش کیا جائے لیکن وقت کی کمی اور عہد الفرضی اس کام میں مانع ہے۔

یہ بھی خیال تھا کہ امام احمد رضا کی فارسی شاعری پر بھی افلاذ بحث کی جائے لیکن ان فارسی کا کچھ زیادہ کلام دستیاب نہ ہو سکا۔ اردو شاعری پر بھی گزشتہ سطویں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض حلیہ بخشش کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ ان کے جن اور منظم کلام کا ذکر ملتا ہے وہ ہیں دستیاب نہ ہو سکے۔ حلیہ بخشش میں ہی مختصر سا کلام فارسی زبان میں بھی شامل ہے۔ اگرچہ اس مختصر کلام سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اگر آپ فارسی زبان میں بھی شوق سخن جاری رکھتے تو آپ فارسی شعر کا کھنڈھ بھی جگہ جگہ لکھتے تاہم یہ مختصر سا کلام فارسی شاعری میں آپ کی شخصیت کو متعین کرنے کے لئے ناکافی ہے۔ اس لئے اس پر تبصرہ کرنا کچھ زیادہ ضروری نہیں معلوم ہوتا البتہ یہاں بطور نمونہ بعض انتخاب پر اکتفا کیا جائے جس سے آپ کی فارسی شاعری کے رنگ کا اندازہ ہو سکا ہے فارسی میں آپ نے ۱۶۱ اشعار ایک شغوی لکھی ہے اس کے آخر میں کچھ اشعار مناجات پر ہیں یہ مناجات حضرت فرید الدین عطار کی اس مناجات کی یاد دلاتی ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے

بادشاہ جرم ملاد در گنزار

امام احمد رضا کی شاعری میں وہ کیفیت ہے جو اناردم کی شغوی میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا کی مناجات کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

ای خدا ای ہریان مولای من	ای انیس خلوت شہای من
ای کریم کار ساز بنیاد	دائم الاحسان شہ بندہ نواز
ای بیاد تامل مرع سحر	ای کہ ذکرت مرہم زخم جگر
ای کہ نامت راحت جان و دم	ای کہ فضل تو کفیل شکم
ہر دو عالم بندہ اکرام تو	صد جو جان من فدا کا نام تو
اخطا کریم و بخشش کنی	نزدہ اتی غفور میری
اللہ اللہ دین طوف جرم و خطا	اللہ اللہ زان طوف رحم و عطا
زہرا خواہم تو تو شکریہ	خیر را دایم شر را گریہ
تو فرستادی بنام دشمن کتاب	میکن اما حکامات خطاب
از طفیل آن صراط مستقیم	تو فی اسلام لادہ ای کریم
ہر سلائی ہزاران فتنہ صا	یک مردود و داغ افرا دای خدا
ای خدا ہر جناب مصطفیٰ	چار بار پاک و آری با صفا

کس نہ سے کہوں رشک عناد ہوں میں شاعر ہوں فصیح بے ممان ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کمال ہوں میں
تو نہ ہم دشمن کا سا لبس ہے افغان دل زار حدیثوں لبس ہے
میر کی رہ نفی میں گر حاجت ہو نقش قدم حضرت حسان لبس ہے
ہے جلوہ گزرا الہی وہ رد قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سترہ مژگان کے قریب چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو
مردم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین اس لڑکی جلوہ کہ تخی ذات حسین
نقیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے آدھے سے صدف نے ہن آدھے سے حسین

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے صحت جس میں ترا کچھ خرچ نہیں دے مولا
نعت کے بعد آپ کے کلام میں منقبت پر اشعار ملتے ہیں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مدح میں زیادہ
اشعار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیے جس میں خوش بیان
غایا ہے۔

دشمن قریبوں رنگ رخ آفتاب ہوں	زرہ تیرے حوالے شہ گردوں جناب ہوں
دشمن ہوں گو ہر پاک خوشیاب ہوں	یعنی قرب و بگور و تراب ہوں
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں	دل ہوں تو رن کا دل پر صلاب ہوں
خون جگر ہوں طائر بے آشیان شہا	رنگ پریمہ رخ گل کا جواب ہوں
عزت خرابے شرم گم سے مر سکوت	گویا لب خوش لحد کا جواب ہوں
دل بستہ، بیقرار، جگر چاک، اشک بار	غیموں میں گل ہوں برق تپا ہوں صاب ہوں
دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پر بیشتر	دفع میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں
مٹ جائے یہ غم تو وہ جلوہ کہاں نہیں	در دامن آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں
صدقت ہوں اس پہنار سے دے گا غصہ	بل نہیں کہ آتش گل پر کسب ہوں
میں تو کہا ہی جا ہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا	پر لطف حیب ہے کہیں اگر و حجاب ہوں

حسرت میں خاک بوی طہیر میں لے رضا

طہر کا جو چشم ہر سے وہ خون تاب ہوں

امام احمد رضا کی اردو شاعری کے اس جائزے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ شاعری کا پورا کمال رکھتے تھے البتہ انھوں نے اپنی اس صلاحیت کو صرف نعت و حمد اور منقبت و مناجات تک محدود رکھا۔ انھوں نے اردو کی نعتیہ شاعری کو ایک مستقل فن بنادیا اور اس کو وہ دلخواہ اور سہلہ ہر کیفیت عطا کی جو ہمیشہ تخی قلب کا کام کرتی رہے گی۔ انھوں نے اپنے قلم گوہر ایسے اردو شاعری کے دامن کو نیا جوہر عطا کیا۔ سادہ زبان، شگفتہ تراکیب، مترنم بحور اور رواں دواں نیز سخت و سنگلاخ زمین میں وہ لطیف و بویا شیریں نکالے ہیں جس میں آپ حیات کا مزہ ہے آج اردو کی نعتیہ شاعری تو قریب لاکھ پر کا مزن ہے اور یہ شعر و شاعری پھلتا رہے

یارب بجال تا عبد القادر یارب بنوال عام عبد القادر
منکر بقصور نقص ما قادیان بنکر بجال تمام عبد القادر

خور لور شد از ره عبد القادر ام اذن طلوع از شہ عبد القادر
ماہ است گلای در ہر و این جا مہر است گلای مہ عبد القادر

ای قادر وای خدای عبد القادر قدرت دہ دہ شہای عبد القادر
بر عاجز بنظر رحمت کن رحمائی قادر برای عبد القادر
اینی تمام خاکساری کے باوجود امام احمد رضا کو شاعری میں اپنے فن کی ہمارت کا فہم
احساس تھا اور کوئی بھی ماہر فن اس احساس سے عاری نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خود کہتے ہیں
ملک سخن کی شای نمک و رضا مسلم
جن عمت آگے ہو سکے تھو دیتے ہیں

اگرچہ اس طرح کے اقوال مذہب شاعری میں جاثر ہیں لیکن امام احمد رضا کا قول بعض
روایتی ہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔

بہر مردان بہت ای بل نیاز
بہر آب گریہ تر دامن
بہر لشکرم دوران از نگار
بہر جیب چاک عشق نامراد
پر کن از مقصد تم دامن ما
ہیچ می آید دست عاجزان
بلکہ کائنات اجابت ای صمد
ما کہ بودیم و دعای ما چہ بود
ذہوی ہر روی فلک افتادہ بود
تکبیر بر لب کرد عبد سہان
کیست مولائی یہ از رب جلیل
امام احمد رضا کی فارسی کی ایک نکتہ بھی ملاحظہ ہو۔ زبان کی سادگی و شگفتگی بیان میں
روانی و شیرینی سہل الادب الفاظ کا استعمال اور شکل تراکیب سے اجتناب اور حسن و عفت کی جلوہ بازی
پر تمام خوبیاں اس میں مجتمع نظر آتی ہیں۔

زکست ماہ تیان آفریدند
مناز بہر تو صرف ایما نیانند
صبار است از بویت ہر سو
برای جلوت یک مہین ناز
ز لعل تو شمع جالفر ایست
در غیر کربا جان آفرینی
پن نظارہ محبوب لاہوت
بنا کردند تا قصر رسالت
زہر و چرخ ہر خوان جودت
ز لعل تو گلستان آفریدند
کہ خود بہر تو ایمان آفریدند
جان افتان و خیزان آفریدند
ہزاران باغ و بہستان آفریدند
زال آب حیوان آفریدند
نہ خود مثل تو جانان آفریدند
جینت آئینہ سان آفریدند
ترا شمع نبستان آفریدند
عجب ترص و نکلان آفریدند

رحمت تبار تازہ عمل کرد

رضایت لافز خوان آفریدند

آپ نے فارسی میں متعدد رباعیاں بھی ہیں اور بیشتر عبد القادر جیلانی کی طرح ہیں
ہیں کچھ رباعیوں کا انتخاب بھی ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

در حشر گم جناب عبد القادر چون فخر کی کتاب عبد القادر
از قادیان مجوہہ گاہ حساب مدی شمر از حساب عبد القادر

تکلیف گئی از ریاض عبد القادر تلویحی از ریاض عبد القادر
نور دل عارفان کہ شب صبح غاست سطر لہذا ریاض عبد القادر

نہادر ہوالکل
شاہزادگان حضور محمد اعظم ہند
کی
عظیم الشان خدمات
اشاعت امام احمد رضا نمبر

العقاد امام احمد رضا کا نفرس
کے لئے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں
وابستگان سلسلہ عالیہ افتخاریہ
دالستہ دامن حضرت وطن الشاہ محمود احمد افتخاری
محبوب منزل، بازار نور خان، حیدر آباد، آندھرا پردیش

مذہبی شاعری میں صداقت کے عناصر

از: ڈاکٹر سلام سندیلوی

شعبہ اردو، گورکھپور یونیورسٹی

محترم ڈاکٹر سلام سندیلوی اردو ادب کی قد آور شخصیت ہیں۔ اب تک تقریباً تین کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ موصوف اردو، فارسی اور سہری میں ایم اے، ایل این بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ اور سابقہ سہرا کر ہیں۔ گورکھپور یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے پچھتر ہیں۔ مولانا محمد احمد مصباحی اور سالک گورکھپوری کی گذارش پر موصوف نے یہ مضمون ارسال فرمایا ہم شکریہ کے ساتھ شایع بن کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بڑی اہمیت ہے۔

جب ہم حضرت امام احمد رضا کی مذہبی شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس میں صداقت کے عناصر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ کے کلام میں صداقت کا انحصار مندرجہ ذیل باتوں پر ہے۔

۱۔ وراثت ۲۔ ماحول ۳۔ ذاتی شاہدہ ۴۔ ذاتی تجربہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ بنیادی طور پر شاعری میں صداقت اور اصلیت، شاہدہ اور تجربہ کی بنا پر بنا ناکی دکھاتی ہے۔ مگر کسی نہ کسی حد تک یہ عناصر شاعری میں وراثت اور *Hereditary* (ادراصل) *Emendment* (تعمیراتی) کا بنا پر بھی ابھرتے ہیں۔ اس نکتے سے رابرٹ وڈور تھور (Woodward) اور ڈونالڈ مارکیوس (Donald Marquis) نے اپنی مشہور تصنیف

میں مفصل طور پر بحث کی ہے۔

اگر ہم حضرت امام احمد رضا کی وراثت پر غور کریں اور ان کے خاندانی تجربہ کا مطالعہ کریں تو ہم کو ان کی شاعری میں صداقت کا سبب واضح طور پر نظر آئے گا۔ حضرت امام احمد رضا کا تعلق اعلیٰ انساب سے ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا سعید اللہ خاں کابل کے قید بڑھچھ کے پٹھان تھے جو عہد مغلیہ میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ کا مغلیہ حکومت نے جاگیر اور منصب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد آپ کے بیٹے مولانا سعادت یا رخان کو وہیل کھنڈ کا گورنر بنا یا گیا مگر عہد قبول کرنے سے قبل ہی آپ کا دھواں ہو گیا۔ آپ کے بیٹے محمد اعظم خاں نے بریلی میں قیام کیا آپ کے سپرد عہدہ وزارت کیا گیا۔ آپ کچھ عرصہ تک اپنے خزانے منصبی انجام دیتے رہے مگر بعد میں آپ تصوف کی طرف مائل ہو گئے۔ آپ کے بیٹے مولانا کاظم علی خاں

جسے طرح زندگی کے ہر شعبہ میں صداقت کی اہمیت ہے۔ اسی طرح شاعری میں بھی صداقت ضروری ہے۔ مگر شاعری میں صداقت کی وہ نوعیت نہیں ہوتی جو سائنس میں ہوتی ہے۔ دراصل سائنس میں سائنسی صداقت (Scientific Truth) رونما ہوتی ہے مگر شاعری میں شاعرانہ صداقت (Poetic Truth) جلوہ دکھاتی ہے جب شاعری میں صداقت کے عناصر شامل ہوتے ہیں تو اس میں خلوص اور حقیقت کی گہرائی اور گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔

یہاں ایک امر غور طلب ہے شاعری میں صداقت کس طرح پیدا کی جائے۔ یہ سوال بہت اہم ہے اور اس پر صداقت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ واضح طور پر شاعری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خارجی شاعری اور دوسری داخلی شاعری۔ خارجی شاعری میں صداقت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب شاعر خارجی مناظر کا بیان اپنے ذاتی شاہدہ کی بنا پر پیش کرتا ہے۔ اور داخلی شاعری میں صداقت اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے جب شاعر داخلی جذبات کا اظہار اپنے ذاتی تجربہ کی روشنی میں کرتا ہے۔ اگر خارجی اور داخلی شاعری کا انحصار عینی شاہدہ اور ذاتی تجربہ پر نہیں ہوتا ہے تو ایسی شاعری تاثر سے محروم ہوتی ہے۔ اور وہ قارئین کے دل پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ شاعری میں خلوص اور صداقت کے مسئلہ پر سب سے پہلے افلاطون نے روشنی ڈالی ہے۔ اس کا قول ہے کہ سارے اعلیٰ اور دائمی ادب کی بنیاد خلوص (Sincerity) پر ہوتی ہے۔ کارلائل نے بھی خلوص کو ادب کی روح (Essence) پر قرار دیا ہے۔ رسکن کا قول ہے کہ ادب میں جدت کسی نئی بات سے نہیں پیدا ہوتی ہے بلکہ اصلیت (Genuineness) اسے ظہور پذیر ہوتی ہے غرضیکہ ادب اور شاعری میں خلوص، اصلیت اور صداقت کی

حضرت امام احمد رضا کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے۔

نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ
نہ اس قدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملیں
دل حزن تجھے اشک چمکیدہ ہونا تھا
پناہ دامن دشت حرم میں چین آتا
نہ صبر دل کو غم خیزالِ رومیدہ ہونا تھا

ان اشعار میں خاک مدینہ اور دشت حرم کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ حضرت امام صاحب خاک مدینہ اور دشت حرم کا بذات خود نظارہ کر چکے ہیں اسلئے وہ ان کی عظمت اور لطافت سے واقف ہیں۔ اسی لئے وہ دل حزن کو یقین کرتے ہیں کہ اس کو خاک مدینہ میں اشک بن کر ٹپکنا تھا اور غزالِ رومیدہ کو ہدایت کرتے ہیں کہ اس کو دامن دشت حرم میں چوکریاں بھرنا تھا، ان اشعار میں حضرت امام احمد رضا صاحب کا شاہدہ جلوہ گر ہے۔

حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعمت میں خلوص کی تہک بھر دی ہے یہ خلوص ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ انہوں نے اپنے پر نفس میں بڑے محمد کو محسوس کیا ہے اور اس کی وجہ سے ہم کو ان کی شاعری میں رقصان نظر آتی ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔
زہے عزت و اعزاز لائے محمد۔ بد کہے عرش حق زیر پایے محمد
مکان عرش ان کا، ہلک نثر ان کا۔ بد کہے خادمانِ سرارے محمد
بسی عطر عبوی کی محبت یا سے۔ بد کہے صبا لے محمد، قبا لے محمد
دم نزع جاری ہو میری زبا کی۔ بد کہے محمد محمد خدا لے محمد
ان اشعار میں تصنیع اور آرد و نہیں ہے بلکہ یہ اشعار شاعر کے دل کی گہرائیوں سے ابھرے ہیں اور صفحہ قرطاس پر موت کی لڑائی کی طرح چمک رہے ہیں۔ ایک نعمت کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائے۔

مصفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
سرد از قدم مغزراز حکم
یک تاز فضیلت یہ لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس و شفق القمر

نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
فتح باب نبوت پہ لاکھوں درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

ان سارے اشعار میں خلوص و عقیدت کی تہک عبود و عبور کی خوشبود کی طرح موجود ہے جس نے ہماری روح و جہدیں آجاتی ہے۔ یہ اشعار رسمی طور پر نہیں کہے

ہر بلاؤں کے تحصیلدار تھے۔ اس کے باوجود آپ عبادت و ریاضت سے غافل نہیں رہے۔ تحصیلدار صاحب کے بیٹے مولانا شاہ رضا علی خاں اپنے وقت کے زبردست عالم اور پاک باطن صوفی تھے۔ شاہ رضا علی خاں کے بیٹے شاہ نقی علی خاں بھی ایک کامل درویش تھے۔ آپ ہی کے بیٹے حضرت امام احمد رضا صاحب ہیں جن کی ولادت بریلی میں ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا خاندانی شیجرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی عظمت، تقدس اور تصوف بطور وراثت ملا تھا۔ یہی عناصر آپ کی شاعری میں بھی منتقل ہو گئے ہیں۔

وراثت کے علاوہ حضرت امام احمد رضا پر آپ کے ماحول کا بھی اثر پڑا۔ آپ نے اپنے وقت کے بزرگانِ دین سے کسبِ علم کیا۔ چنانچہ آپ نے مرزا غلام قزوینی، مولانا سید آل رسول، مولانا سید ابوالحسن لاری مارہروی اور علامہ عبدالعلی وغیرہ سے علومِ دینی و باطنی حاصل کئے۔ چونکہ آپ کو بچپن ہی میں اعلیٰ علمی اور ادبی ماحول مل گیا تھا۔ اسلئے اس ماحول نے آپ کے کردار کی تشکیل میں بہت مدد کی۔ آپ کے ماحول نے آپ کو ایک مذہبی انسان بنا دیا۔ آپ نماز پنجگانہ مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ رسول اکرم اور صحابہ کرام کی پیروی کی۔ آپ حج کی برکت سے بھی فیض یا ب ہوئے۔ چنانچہ آپ پہلی بار ۱۲۸۸ھ میں حج کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ۱۲۹۵ھ میں آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کی۔ اس طرح آپ نے خود اپنی آنکھوں سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مناظر دیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعمت میں ان شہروں کے مناظر کا جو ذکر ملتا ہے۔ وہ عینی ہے قیاسی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ اپنی نعمت میں جس خلوص اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں یہ فرضی نہیں ہے بلکہ اصلی ہے کیونکہ زیارت حرم نے آپ کے دل میں دلالت محمد کی چاندنی پھیلا دی۔ انہیں اسباب کی بنا پر آپ کی شاعری میں صداقت پیدا ہوئی ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ بہار چمنستانِ عرب
پاک ہیں لوت خزاں سے گل وریحانِ عرب
چو شش ابر سے خون گل فردوسِ مگرے
چھپرے دے رگ کو اگر خارِ بیابانِ عرب
کو چہ کوچہ میں تھکتی ہے یہاں بڑے قیصر
یوسفستان ہے ہر اک گوشہ کنگانِ عرب

ان اشعار میں حضرت امام احمد رضا نے عرب کے چمنستان کی بہار، عرب کے گل وریحان، عرب کے بیابان کے خار اور عرب کے کچوں کا ذکر کیا ہے مگر یہ ذکر رسمی اور قیاسی نہیں ہے بلکہ اس ذکر میں صداقت کا اجالا موجود ہے کیونکہ حضرت امام احمد رضا صاحب نے عرب کے ان مناظر کا بذات خود مشاہدہ کیا ہے۔

نہیں بلکہ ان کی فصاحت اور حقیقت کی بجلیاں کو نہر ہی ہیں۔

جب حضرت امام احمد رضا نے شہداء میں مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری کی اس وقت آپ کا دل جوش عقیدت سے اندھا رہا اور آپ نے مندرجہ ذیل اشعار نظم کئے۔

حاجو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ کو دیکھ چکے کعبے کا کعبا دیکھو

رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت

اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو

دھوم دیکھی ہے در کعبہ پر بے تابوں کی

ان کے مشتاقوں میں حسرت کا ٹپنا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ

قصر محبوب کے پردے کا بھی صبر دیکھو

امین طور کا مکارن یافانی میں فروغ

شعلہ طور پہاں انجمن آرا دیکھو

جب حضرت امام احمد رضا صاحب شہداء میں حج کرنے کے بعد ہندوستان واپس آئے تو ارض مقدس کے فراق میں آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ جس کا انہار آپ نے ایک غزل کی صورت میں کیلئے ہے۔

خواب حال کیا دل کو پرمال کیا

تہارے کو جسے رخصت نہ کیا نہال کیا

نہ روئے لگی ابھی دیکھا نہ بوئے لگی سو گئی

قتلے لاکے نفس میں شکستہ بال کیا

نگھر کا رکھنا اس در کا دائے ناکامی

ہمارے بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا

مدینہ چھوڑ کے دیرانہ ہند کا چھایا

یہ کیا اے خواہوں نے اختلال کیا

حضرت امام احمد رضا کو حضرت رسول اکرم کے علاوہ حضرت ملی کرم اللہ وجہہ سے بھی زبردست عقیدت تھی۔ اس لئے آپ نے ان کی شان میں ایک منقبت کہی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

السلام لے احمدت صہر و برادر آمدہ

حمزہ سر دار شہیدان، عم اکبر آمدہ

نرم نرم از بزم دامن چیدہ رفتہ باد شد

یا علی چون بر زبان شمع مضطر آمدہ

من زحمتی خواہم اے غور شید حق آن پرتو

کنز صبا نش عالم ایمان منور آمدہ

حضرت امام احمد رضا نے سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بھی آنسو بہائے ہیں۔ ان آنسوؤں میں خون کی سرخی ملاحظہ فرمائیے۔

یا شہید کر بلا یا داغ کرب و بلا

گل رخا شہزادہ گلگون تبا امداد دکن

اے حسین اے مصطفیٰ را راحت جان نور عین

راحت جان نور عینم وہ بسا امداد دکن

لے تن تو کہ سوار شہسوار عرش تاز

گر چناں پال خیل اشقیا امداد دکن

غریبیکہ حضرت امام احمد رضا صاحب کو رسول اکرم اور اہل بیت سے بھود عقیدت تھی۔ آپ کی عقیدت کی جھلک آپ کے اشعار میں موجود ہے آپ کا دل ایک آئینہ ہے جس میں ان بزرگان دین کا عکس موجود ہے۔ اور وہی عکس صفو قرطاس پر رقصا ہے۔

حضرت غوث الاعظم محمد الدین عبدالقادر جیلانی ایک اعلیٰ پایہ کے ولی گذرے ہیں جن کے متقین کی تعداد اسلامی ممالک کے ہر گوشہ میں بے شمار ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی آپ کے عقیدت مندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے۔ ارہرہ شریف کے سجاد نشین سید شاہ آل رسول کا تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا، اور حضرت امام احمد رضا کے والد صاحب حضرت مولانا تقی علی نے سید شاہ آل رسول کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس طرح حضرت امام احمد رضا کا تعلق بھی سلسلہ قادریہ سے ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت غوث الاعظم کی تعریف میں بھی کافی تعداد میں اشعار کہے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

واہ کیا مرتبہ لے غوث ہے بالائے تیرا

اوپنے ادب و خوں کے مردوں سے قدم اصلی تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو

لے خضر جمع بحرین ہے چشما تیرا

عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر

آنکھیں لے کر کرم نکھتی ہیں رستا تیرا

بد سہی، چور سہی، مجرم دنا کارہ سہی

لے دے کیا ہی سہی لے تو کر یا تیرا

حضرت عبدالقادر جیلانی کی شان میں چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیے

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر

سرا بلن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر

منفی شرح بھی ہے قاضی ملت بھی ہے۔ علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبدالقادر

قطب و ابدال بھی ہے محور ارشاد بھی ہے
مرکز دائرہ سر بھی ہے عکس القادر

حضرت امام احمد رضا صاحب کو اپنے استاد مولانا سید ابوالحسن فوری
بارہوی سے بھی عقیدت تھی جن سے آپ نے علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے
تھے۔ جب مولانا فوری صاحب کی مسند نشینی کا موقع آیا، اس وقت آپ
نے ان کی شان میں ایک منقبت کہی جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسن
سدرہ سے پوچھ رنست بام ابوالحسن

دارستہ پائے بستہ دام ابوالحسن
آزاد نار سے ہے علم ابوالحسن

میلانگلے شان سیمائی دید ہے
مرثے جلار ہا ہے خرام ابوالحسن

ذرہ کو ہر قطرہ کو دریا کرے ابھی
حجر جو ش زن ہو بخشش عام ابوالحسن

ان اشعار میں بھی غلوں کی گہرائیاں موجود ہیں۔ حضرت امام احمد رضا کی
شاعری کے مطالعہ کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی شاعری تصنیع اور آرد
سے پاک ہے اور اس میں حقیقی جذبات جلوہ انگن ہیں۔ دراصل اردو شاعری
کا بیشتر حصہ رسمی اور ردایتی ہے۔ مثلاً بہت سے شعرا نے واقعی کسی محبوبہ پر
عشق نہیں کیا ہے مگر وہ فراق یارین پر مجرور زاری کرتے ہیں۔ امیر مینائی جیسے نقد
شاعر رسمی عشق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور داغ کی سطح پر آجاتے ہیں۔

اسی طرح بہت سے اردو شعرا نے گلگوں کو منہ سے نہیں نکالیا ہے مگر انہوں نے
کافی تعداد میں خریہ اشعار کہے ہیں۔ چنانچہ ریاض خیر آبادی کی ساری شاعری قیاس
ہے۔ کیوں کہ انہوں نے کبھی شراب نہیں پی ہے لیکن نوشی پر سیکڑوں اشعار
کہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بہت سے شعرا نے راہ تصوف کی ایک منزل بھی طے
نہیں کی ہے مگر صوفیانہ اشعار کی تخلیق کی ہے۔ مثال کے لئے غالب ہی کو لے لیجئے
غالب شراب بھی پیتے تھے، جوا بھی کھیتے تھے۔ اور تارازی کی بنا پر جیل بھی جاتے
تھے پھر بھی انہوں نے صوفیانہ اشعار کہے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ تر اردو
شعرا کی شخصیت اور شاعری میں تفادیت نظر آتا ہے مگر جہاں تک حضرت امام
احمد رضا صاحب کی شاعری کا تعلق ہے وہ رسمی اور ردایتی نہیں ہے آپ کو مذہب
سے زبردست علاقت تھی۔ آپ کو بزرگان دین سے عقیدت تھی، آپ حب رسول
میں غرق تھے۔ اسلئے آپ کی مذہبی شاعری میں حداقت موجود ہے۔ آپ کی شخصیت
اور شاعری میں فاصلہ نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعری ہے اور
آپ کی شاعری آپ کی شخصیت ہے۔ شخصیت اور شاعری میں اس قدر

گہری ہم آہنگی اردو کے جذبی شعر کے یہاں ملے گی۔ آپ کے کلام کے تین مجموعے
”حدائق بخشش“ کے نام شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مجموعے واقعی بخشش کے باغات ہیں
جن میں علم و ادب، معرفت و حقیقت اور طافت و نزاکت کے پھول کھلے ہوئے
ہیں جو ہماری روح کو معطر کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں
سے بے پناہ عقیدت کے ساتھ

امام احمد رضا کا نفرنس

کی بے مثال کامیابیوں کے لئے نیک خواہشات
ح۔ الف انصاریؒ: ایک عقیدتمند

بازگاہ امام احمد رضا میں
دل کی گہرائیوں سے نذر عقیدت پیش کرتے ہیں

الاء ٹریڈنگ کارپوریشن

جنرل بریکنگ آل ڈسک
نیوٹا گپاڑہ روڈ ممبئی نمبر ۸

مذہبی شاعری

ڈاکٹر امانت ایم اے پی ایچ ڈی
(صدر شعبہ اردو و فارسی و اڈیا لاج پورہ)

کے ساتھ وہاں سے گزر جائے

اور سید رفیع الدین قادری صاحب رقمطراز ہیں کہ ”موضوع کا احترام شاعر کو
مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے تئیں الفاظ حسن خطاب اور حسن بیان کے ساتھ عقیدے
کی تفصیلات اور باتوں کو صحت کے ساتھ لیکر چلے اور قدم قدم پر اس کا لحاظ
کے کہ تخیل کی پرواز کہیں ان مقامات تک نہ پہنچائے جن سے صادق البیانی برف
کے اور تخیل تفت تفت نہ رہے۔“..... فضائل نبوی کے بیان میں شاعرین سے
پرواز کر کے افلاک کی سیر کرتا ہے۔ وہ ستاروں سے آگے گزر کر مقام مصطفائی کا
مشاہدہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام افلاک اس کے تخیل کی زد میں آجائے ہیں اور اب وہ اپنے
مردع کو عرش و کرسی پر جلوہ فرما پاتا ہے۔ اس لحاظ سے لغت گو شاعر کو طبع آزمائی کے لئے
ایک وسیع میدان ہاتھ آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نقاد کی دسٹر سے بھی باہر رہتا ہے
اور اپنے معقولات کو سیر نہاتے ہوئے ہر تنقید سے کامیاب گزر جاتا ہے۔“

صفات محمدی کو سمجھ کر رسول پاک کے مرتبے کے ذکر کے لئے علییت و بعیت
کے علاوہ شاعرانہ صلاحیت بھی درکار ہوتی ہے۔ یہ ایسی صفات ہیں جو آسانی سے
یکجا جمع نہیں ہوتیں۔

لغت رسول اسلامی شاعری کے مقدمات میں شامل ہے۔ دربار رسول کے
اولین لغت گو حضرت حسان تھے۔ انھوں نے بعض اپنے آقاؐ کے نامدار کی مدح نہیں
کی بلکہ اپنی صداقت اور حقیقت شناس نظروں سے کام لیتے ہوئے رسول پاکؐ کے
مخالفین کے اعتراضات کا نہ تو جواب دیا۔ حضرت حسان کا کلام خلق نبی کا آئینہ دار ہے
انھوں نے دراصل تعلیمات نبوی کی صحیح توجہ کی ہے اور اس طرح آنحضرتؐ سے اپنے

یہ امر باعث حیرت و افسوس ہے کہ اردو ادب کی تاریخ کے مرتبین نے ان
بزرگ شخصیتوں کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا ہے جنھوں نے مذہبیات یا کسی اور علم و فن
میں مہارت تانہ جا کر کے شہرت دوام پائی۔ قسمت کا ستم ظریفی دیکھئے کہ عمر خیام
صحیح معنوں میں ایک فلسفی اور ماہر ریاضی تھا لیکن اس کی صرف چند سربایات نے اسے
بحیثیت شاعری شہرت دوام بخشی اور اس کے فلسفہ و ریاضی کی صلاحیت و کمال کو
پس پشت ڈال دیا گیا۔ ڈاکٹر حسین غلام السیدین، اوپندر ناتھ اشک اور ساغر نظامی
جیسی ادبی شخصیتوں کو قابل اعتناء نہ سمجھا گیا۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر اعجاز حسین کی مختصر
”تاریخ ادب“ ہی لیجئے جس میں مذکورہ حضرات کے تذکرے شامل ہی نہیں کئے گئے۔ یہی
سلوک کچھ مجدد اسلام حضرت امام احمد رضاؒ کے ساتھ بھی روا رکھا گیا۔ آپ کی مذہبی خدمات
کے پیش نظر آپ کی لغتہ شاعری کو خدشہ اسبیت نہیں دی گئی حالانکہ آپ کے لغتہ کلام
میں ایسے اشعار لکے ہیں جن کا لب و لہجہ متغزلانہ ہے اور جو بہترین گلہ پلے کہلا سکتے
جاسکتے ہیں۔

عربیام کی رباعیات کی طرح انیس و دہر کی مثنوی نگاری اپنا لواٹھ کر دی، ورنہ
مذہبی شاعری خصوصاً لغت گوئی پر ایک متقی صنف ادب کے اعتبار سے جو کچھ لکھا
گیا ہے وہ بہت کم ہے۔ ڈاکٹر ابواللث صدیقی نے اپنے تحقیقی مقالے ”لکھنؤ کا
دبستان شاعری“ میں اس کا ردی کو بحیثیت لغت گو و رشتاس کر لیا ہے۔ موصوف
نے مثنوی شمالی ہند کے چند لغت گو شعراء کا بھی سرسری طور پر ذکر کیا ہے اور ڈاکٹر سید
رفیع الدین قادری نے لغت گوئی پر پی ایچ ڈی کا باقاعدہ تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔
اردو ادب میں امیر مثنوی، جمن کا کوروی اور ماہراج کرشن پرشاد شاعر و شہور لغت گو ہیں۔
لغت گوئی ایک مشکل موضوع ہے جس سے عہدہ برآخدا آسان بات نہیں۔ ڈاکٹر
ابواللث فرماتے ہیں: ”لغت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل
ہے۔ پرواز سے پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ فضا ساز کار بھی ملے گی یا نہیں، اگر بہت پرواز
مشکل مقام پر پہنچائے تو بھی اڑنے والے کا یہ کال ہونا چاہیے کہ وہ اور کامیابی

۱۰ لکھنؤ کا دبستان شاعری ۱۹۷۰ء

۱۱ لائے ادب (سردہا) بمبئی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۵ء ص ۲۱-۲۲

۱۲ ایضاً ص ۲۳

خلوص و عقیدت کا ثبوت ہم پہنچا ہے۔ حضرت حسان کی زبان نے درحقیقت وہ کام کیا جو بڑے بڑے سحرالبیان خطیبوں سے ممکن نہ تھا۔

عربی اور فارسی زبانوں کے شعری سرے میں نعت گوئی کا فقدان نہیں ہے غزل گو شعرا نے عموماً اپنے دیوان اور کلیات کا آغاز باقرتیب حمد، نعت اور منقبت سے کیا ہے مگر یہ تمام تر ایک رسی چیز تھی۔ اس لئے کہ ہندوستان کے غیر مسلم شعرا کے کلام میں بھی حمد و نعت اور منقبت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ دوسری قسم کے نعت گو وہ شعرا ہیں جنہیں زعم بخدا نے تھا بلکہ انھوں نے محض رسول کریم سے اپنی والہانہ محبت و عقیدت اور شیغلی کی بنا پر نعت گوئی اختیار کی تھی۔ اردو ادب میں ایسے مسلم شعرا کی کافی تعداد موجود ہے۔ ان کی نعتیں رسی اور اعتقادی نعت گوئی کی مثالیں ہیں۔

حضرت مجدد اسلام اپنی شعرا کے حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں ۵

نہ مرا نوش رنجیں، نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا گوش بوجی نہ مرا پیش ذی

نہم کینچ خمی کہ نگیند در دی

چو من و چند کتابی و دوات و قلمی

(ترجمہ :- مجھے نہ تو نیشیں و آفرین ہی بطورِ نوش گوارا ہے اور نہ طعن و طعن میرے حق میں نیش ہیں۔ میں نہ تو اپنی مدح کی پروا کرتا ہوں اور نہ اپنی برائی پر کان دھرتا ہوں میں ہوں اور میرا گوشہ تنہائی جس میں چند کتابوں، قلم، دوات اور میری ذات کے سوا اور کوئی نہیں۔) مجھ و خاکسار کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے ؟

مذکورہ بالا نظموں میں اختصاراً حافظ شیرازی کے اُس شہرہ شعری یاد دلاتا ہے جس میں حافظ نے اپنے پُر آشوب زمانے کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے اپنے مسلکِ زندان کا اظہار کیا ہے ۵

دین زمانہ رفیق کہ خالی از خلل است

صراحی مے ناب و سفینہ غزل است

مجدد اسلام اپنے مسلک شاعرانہ کے متعلق ذلتے ہیں ۵

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو

ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو

مولیٰ کی ثنائیں حکم مولیٰ کے خلاف

لازمین میں سیر نہ بھایا مجھ کو

صحیفہ آسمانی آپ کو درس نعت گوئی دیتا ہے ۵

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ

بیلا ہے لاثر الفت محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکام شریعت لمحوط

نعت گو شعرا نے جس زندگی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے اس کا نمونہ زندگی کے گونا گوں مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ علامہ اقبال کا مقصدی شاعری رفعت عمومی کی ترجیح کر رہی ہے۔ اقبال کا مرد خودی، مرد کامل، مرد مومن، مرد فاضل، عشق، عقل اور حکمت، سب کچھ اس ایک زندگی کی ترجیح ہیں۔ اقبال کی شاعری دراصل رسول کریم کے اسوۂ حسنہ کی آئینہ دار ہے جو منطقی، حکیمانہ، ادیبانہ اور شعری دلائل و زیروں کے ساتھ لغز حیات بن کر زندگی کا پیام پہنچا رہا ہے۔ یہ قول بڑی حزم و مجدد اسلام کی نعتیہ شاعری بھی صادق آتا ہے۔

آپ کا شمار ان بزرگ و بڑے ہستیوں میں ہو تا ہے جن کے قلوب عشق الہی و محبت رسول سے لبریز و سرشار ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "بھلا اللہ اگر میرے قلب کے دو کونے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پڑ لا لا اللہ اللہ" اور دوسرے "محمد رسول اللہ" (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہو گا ۵

آپ کی حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ سرکارِ دو عالم کے عشق و محبت میں بسر ہوتا رہا۔ آپ شریعت کے امام و مجدد ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت کے بادشاہ بھی تھے۔

محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تین طریقوں پر عمل پیرا ہو سکتی ضرورت ہے۔ ایک تو براہِ راست محبوب کی مدح سرائی، دوسرے محبوب کے محبوب کی تعریف و توصیف اور تیسرے محبوب کے بدخواہوں اور دشمنوں کی مذمت ہے۔ آپ نے اپنے عشق و محبت اور احترام و درختے محبوب کی خاطر تینوں طریقے اختیار کئے۔ آپ کی تمنا آپ کے لبوں پر یوں و عابگیر آتی ہے کہ "لے رب العزت! مجھے کم از کم اپنے محبوب کی مدح کرنے والوں کے دربار کا سگ ہی بنا دے۔ یہ میرے لئے بڑی دولت ہے۔ ۵

۵ کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں

کہ رخصتے عجمی ہو سگ حسانِ عرب

آپ رشکِ عنادل شاعر و فیض بے مثال ہیں پھر بھی سراپا عجم و انکسار ہیں اور اپنی بچھرائی کا اعتراف حسن و خوبی کے ساتھ کرتے ہیں ۵

کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں

شاعر ہوں، فیض بے مثال ہوں میں

حقاً کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو

ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کمال ہوں میں

جدید اردو شاعری میں نعتیہ کلام کا جو انداز ہے وہ موجودہ زمانے کے مزاج اور تعلق سے آئینہ دار ہے۔ مسلمانوں کی اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی زبوں حالی

۵ لے لئے ادب (سہ ماہی) بمبئی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ء

۳۵۲ء مجدد اسلام ۳۹-۳۸

اس کی حرکت ثابت ہوئی۔ مولانا حالی اور شبلی کا دور اردو شاعری کا اصلاحی دور کہلاتا ہے۔ اس کے اثرات سے نعتیہ شاعری کیونکر محفوظ رہتی؟ ان دونوں حضرات نے نعتیہ شاعری کی مقصدی مگر مصنوعی و غیر حقیقی روش ترک کر کے حدت طرازی سے کام لیا اور ایک ایسی راہ نکالی جس سے اصلاح قوم کا سامان فراہم ہو گیا مجدد اسلام کی نعتیہ شاعری کے محرک بھی یہی اسباب تھے جنہیں آپ "ضعف اسلام" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "شعری ردائے" میں فرماتے ہیں:-

گریہ کن بلبل! از رنج و غم
چاک کن لے گل! اگر بیاں از الم
سنبلا! از سینہ برکش آہ سرد
لے قر! از فرط غم شور وئے زرد
ہاں صنوبر! بر خیز و فریادی کن
طویلا! جز نالہ ترک ہر سخن
چہرہ پر رخ از اشکِ خوین ہر تکلیست
خون شولے غنچہ! اراں خندہ نیست
پارہ شولے سینہ مہ مچھو من
داغ شولے لالہ! خوین کفن!
خرمن عیش لبوزاے برق تیز!
اے زین! برفرق خود خاکی بریز
آفتاب! آتشیں غم برفروزد
شب رسیدے شمع روشن! خوش بسوز
ہچو ابرائے بحر! در گریہ بجوش
آسمان! جامہ ماتم بپوش
خشک شولے قلازم! از فرط بکا
جوش زن لے چشمہ چشم ذکا
کن ظہور! اے مہدی عالی جناب!
برزین آئینی گر دوں آفتاب
آہ آہ از ضعف اسلام، آہ آہ
آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ
مردمان شہوت را دین ساختند
صد ہزاراں رخنہا انداختند

اولے "دغز بخوان" ہونے کا جواز یوں پیش کرتے ہیں:-

لے حدائق بخشش (حصہ دوم) ۷۹

زخمت تابہار تازہ گل کرد

رضایت را غز بخوان آفریدند

آپ کے حسن و جمال سے اس دنیا میں ایک بہار تازہ نمودار ہوئی اس لئے آپ کے رضا کو غز بخوان بنا کر یہاں بھیجا گیا۔

عشق رسول میں رضا اتنے مست و سرشار ہیں کہ آپ کی غزل بڑھ کر قصیدہ "نرد" میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اے رضا! یہ احمد لاری کا فیض نور ہے

ہونگی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

رضا اپنے سر پر غزوہ کیوں نچا دکھاتے ہیں؟

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے؟

نم اور آہ کہ اتنا دماغ لیکے چلے

آپ کے نعتیہ کلام کا ایک ایک لفظ کیف و مستی میں ڈوبا ہوا ہے۔ زبان نہایت صاف شستہ رواں اور سلیس ہے۔ قصیدہ معراجیہ کی زبان تو کوثر و تسنیم میں

دھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے چندا شعرا ملاحظہ ہوں:-

وہ سرور شور رسالت جو عشق پر جلوہ گر ہوتے تھے

نئے نئے لے طرب کے سااں عرب کے مہان کے لئے تھے

وہاں ملک پر یہاں زمین میں جتنی شادی محی تھی دھوئیں

ادھر سے انوار بنتے آتے! ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

نئی دہن کی پھبن میں کعبہ بکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا

حجر کے سدقے کر کے آگ میں رنگ لاکھوں بناؤ تھے

خوشی کے بادل اُٹھ کے آئے، دلوں کے طاؤس رنگ لائے

وہ نعمتِ نعمت کا سامان تھا، حرم کو خود جدا کر رہے تھے

دہن کی خوشبو سے مست کپڑے ہیم گناخ، آئینوں سے

غلافِ مشکیں جواڑ رہا تھا، غزال نالے بار رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ جن تریں، وہ اونچی چوٹی و ناز و تمکین

صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چٹے ہو تھے

نہلے نہروں نے وہ چلتا لباس آبِ رواں کا پہنا

کہ موجبِ چھریاں تھیں، دھار پکا، جابِ تاباں کے کھلے کتھے

پُرانا، پُر داغ، لگتا تھا، اٹھا دیا فرش چاندنی کا

عجم تا رنگے کو سون تھنڈم فرشِ باد لے گئے

تجلی حق کا سہرا سر پر، صلوٰۃ و سلیم کی پچھا اور

دور و بیداری پرے جاکر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

براق کے نقشِ سم کے صدقے، وہ گل کھلائے کہ سارے رستے

پکے تگن، پکے گلشن، ہرے بھرے اہل پارہے تھے
چلا وہ سرو چاں خزاں نہ رنگ سدر سے بھی داماں
پک چمکتی رہی وہ کب سے سب ایں واں سے گزر چکے تھے
تھکے تھے روح الامیں کے بازو پھیلا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی، اید ٹوٹی، نگاہ حسرت کے دلوں سے تھے
جھکا ہوا بھرے کو عرش اعلیٰ کرے تھے محمد بن برہم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے لی رہا تھا وہ گردن قربان ہوئے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے گماں سے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت لالے، کسے بتائے کدھر گئے تھے
ادھر سے پیہم نقل آئے، ادھر تھا مشکل قدیم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت اٹھا کر تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردہ پر ایک پردہ میں لاکھوں جگہ
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فراق جہم کے پھڑکے گلے ملے تھے
خدا کی قدرت کی چاندنی کے کروٹوں، منزل میں جلوہ گر تھے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے ترے آئے تھے
ثلثے سرکار ہے خلیفہ، قبول سرکار ہے تمتا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، روی تھی کیا، کیسے خانے تھے

قصیدہ مزاجیہ کل ۶۷ اشعار مشتمل ہے۔ ہر شعر فصیح و بلیغ، مترنم اور جملہ کلام
ہے۔ جی چاہتا ہے کہ بس پڑھتے رہیں اور سو دھنتے رہیں۔
حضرت رضاؒ گفتگو کے لئے حضرت حسانؒ کا تقلید ہی کو اپنے لئے سرمایہ محمد
انتخاب سمجھتے ہیں۔

توشہ میں غم و ایشک کا سماں بس ہے
افغان دلِ زار، مہدی خواں بس ہے
دہر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

ناورثہ بیہات و استعارات، سہل متعین، محاکات، دلکش منظر نگاری اور
متضاد رنگ و انداز بیان دیکھنا ہو تو درج ذیل انتخاب کلام پڑھئے اور دادِ سخن دیجئے۔

ہے جلوہ گر تو راہی وہ رو
توسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں نہیں بزمہ ترکانِ کج تریب
چرتے ہیں فضا کے لامکاں میں آہو

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین
اُس لڑکی بلوہ کو بھی ذاتِ نبین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حق بنے ہیں آدھے سے حسین

سزا بقدم ہے حق سلطانِ زمین پھول
لب پھول، دہن پھول، ذہن پھول، بدن پھول
کیا بات رضاؒ اُس چمنستانِ کرم کی
نہا ہے کجی جس میں حسین اور حسن پھول

نیل کی بوذین پکتی نہیں بالوں سے رضاؒ
صبحِ عارض پلٹاتے ہیں مسئلہ کے گیسو

عروش سے مژدہ بلیقیں شفاعت لایا
طاہر سدرۂ نشیں، مرغِ سیلانِ عرب

دل بسندہ، بیقرار، جگر چاک، اشکبار
غنج ہوں، بگی ہوں، برقِ تپانِ بھابی ہوں

نفس ی کوئی چال ہے ظالم
جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

دل اعدا کو رضاؒ تیرے نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکنا رہے خامہ تیرا

وہ ٹوٹے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن لے بہار! پھرتے ہیں
ہر چرخِ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں، چار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؒ
بچتے سے کتنے ہزار پھرتے ہیں
دل کو ان سے خدا امداد نہ کرے
بیکس لٹ لے، خدا نہ کرے

ہم خاک میں لی پکے ہیں کب کے
نکلا غبار تیرے جی سے

پڑکے، تنگ قبض اور لب لب
تو گرفتار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کئے اور ہیں
شرقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
دورِ جان ہے، رہا دن حقوڑا

کیوں رضا آج کلی سُونی ہے؟

اٹھ کرے دھوم مچانے والے

سونا جگل، رات اندھیری، چھائی بدلی گائی ہے

سونو لو جاگتے رہی، چوروں کی رکھوالی ہے

ہنکھیں ملنا، جھنجھلا پڑنا، لاکھوں جاتی، انگریزاتی

ہم پر اٹھنے کے لڑتا ہے، اٹھنا بھی کچھ کالی ہے

وہ تو نہایت ستا سوا بیچ رہے ہیں جنت کا

ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

دشت حرم میں رہنے دے میاں اگر تجھے

مٹی عزیز بیل بے بال دپر کی ہے

لب داہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں

سکتے تھڑے کی ہیک ترے پاک لڑکی ہے

آکھ سدا دے عشق کے بولوں میں اے رضا

مشاق، طبع، لذت سوز جگر کی ہے

آکھ مجھ لوہ دیدار، دل پر جوش دج

لب پہ شکر بخش ساقی، پیالی ہاتھ میں

ہے انھیں کے دست قدم کی باغ عالم میں بہار

وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گردہ نہ ہوں عالم نہیں

سکھایا ہے کیس گستاخ نے آئینہ کو یارب

نظارہ رٹے جاناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

یہاں چھڑکا نگار، مریم کا نور ہاتھ آیا

دل رنجی تک پروردہ کیس کی ملاحظت کا

نہ تھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں با باقی

چنگٹا پھر کہاں غنچ کوئی باغ رسالت کا

یاد رہا ہمارا ہے داغ جگر کا باغ

ہر مہر بہار ہو، ہر سال سال گل

نہ روئے گل ابھی دیکھانہ بوئے گل سوکھی

فضلے لاکے تقصیر میں شکستہ بال کیا

غم زون کو بھول کر پٹا ہے یوں

جیسے اپنا کام ہو جاکے گا

حسن یوسف پہ کیٹیں مہر میں انگشت زنان

سرکھاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

رضا جودل کو بتانا تھا جلوہ گاہ حبیب

تو پیارے قیدِ خودی سے رہید ہوا تھا

ہے بیل رنگیں رضا باطوطی نغمہ سرا

حق یہ کہ دوا صاف ہے نہ راہی بھی نہیں دھبی ہیں

راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے

جان ہلکان ہوتی جاتی ہے

بار بار ہے کیا ہونا ہے

روشنی کی ہیں عادت اور گھر

تیرہ دتا رہے کیا ہونا ہے

کس بلا کی تے سے ہیں سرشار ہم

دن ڈھلا ہوتے نہیں ہشیار ہم

دشمن کی آنکھ میں بھی پھول تم !

دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم

فضل گل، سبزہ، صبا، سستی، شباب

چھوڑ بی کس دل سے درخشاں ہم

میکدہ چھٹا ہے اللہ ساقیا

ایک ساغر سے نہ ہوں ہشیار ہم

ہٹے رے ذوقِ بجزوی، دل جو سنبھلے سالکا

چھکے مہکے پھول کی گرنے لگی صبا کیوں

جو کہے شر و باس شرع دونوں کا سن کیونکر آتے

لا اے پیشِ جلوہ زمر نہ رستا کیوں

پھر کے گلی تباہ ٹھو کر ہیں سب کی کھلے کیوں

دل کو جو عقل نے خدا نیری گلی سے جلے کیوں

ہم تو ہیں آپ دلفگار، غم میں ہنسی ہے ناگوار

چھپڑ کے گل کو تو بہارِ خوں ہیں ڈلائے کیوں

ہونہ ہوا آج کچھ مراد کر حضور میں ہوا

ور نہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

دید گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر

ہم صغیر و ہمیں پھر سے تقصیر جانے دو

کاٹا مارے عکس سے غم روزگار کا

یوں کھینچ لیجے کہ جگر کو خبر نہ ہو

۶

جب گرے، منہ سونے میخانہ تھا

پوش میں ہیں یہ پہکنے والے

کے کہاں اور کہاں ہیں زاہدا

یوں بھی چپکتے ہیں، چپکنے والے

امام احمد رضا خاں

نعت رسول

عظیم الحق جنیدی، ایم اے (علیگ) ریٹائرڈ پرنسپل سٹی ہائی اسکول
سلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

محترم جنیدی صاحب! بھراؤ اس ضلع مراد آباد کے علمی و روحانی خاندان میں پیدا ہوئے۔ کتب و مدرسہ کی تعلیم کے بعد کانپور اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر کے محکمہ تعلیمات
اتر پردیش سے ۲۳ سال منسلک رہے اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے ہائی اسکولوں میں ۱۳ سال پرنسپل رہ کر ۱۹۶۲ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اردو انگریزی میں متعدد
کتابیں تصنیف کیں۔ ہم موصوف کا مختصر مگر انقدر مقابلہ شکر یہ کے ساتھ شاہل امام احمد رضا خاں کو رہے ہیں۔

اسلام معتقدات کے ایسے مجموعے کا نام نہیں جس پر یقین کر لینے کے بعد نجات
کا راستہ کھل جاتا ہے اور نہ صرف یہ کہانی ہے کہ ارکان اسلام پر دل سے یقین کرنے کے بعد ان کا
زبان سے بھی اعلان کر دیا جائے۔ بلکہ حقیقت میں اسلام ایک ایسا مکمل نظام معاشرت ہے
جو ایک نیا جہاد جاری رہے گا۔ گویا صحیح مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسانی زندگی
اسلامی نظام معاشرت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مسلمان
کی دینی اور دنیوی زندگی کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں ہے اس کی دنیوی زندگی کو دینی زندگی
سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیوی زندگی علی پہلو ہے اس کی دینی زندگی کا
اس اساسی حقیقت کو واضح کرنے کے بعد ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ مسلمان
ایک کامیاب زندگی کس طرح گزار سکتا ہے۔ نہاد تمام کا حکم ہے اللہ کی اطاعت کر دہ اس
کے رسول کی۔ اللہ کے احکام کی صحیح معنوں میں پیروی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ رسول
اسلام کی پیروی نہ کی جائے۔ اسی حقیقت کو اقبال نے شاعرانہ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے
مصطفیٰ رہ رسالت خویش را کردی از ہر اوست
اگر بہ ادنیٰ سیدی تمام بولہبی ست

اب یہ حقیقت تو واضح ہو گئی کہ بغیر اتباع رسول اکرم کے انسانی زندگی درجہ
کمال حاصل نہیں کر سکتی اور مسیح اتباع اس ذات سے جس کی پیروی تصور ہے نسبت
پیدا کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نسبت اور اس نسبت کے سبب اتباع کا بندہ شدید
سرف و الہانہ عشق سے پیدا ہو سکتا ہے۔ حقیقی مسلمان وہی ہے جو رسول اکرم سے والہانہ
عشق رکھتا ہو اور اس کے قلب کی ہر دھڑکن سے یا مجموعی صدا آتی ہو اور سنت رسول کی
پیروی نہ صرف تائید ہی نہ ہو بلکہ یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو انسانی زندگی کا ہر لمحہ
یاد رسول کیلئے وقف ہوتا ہے اور جب یہ جذبہ شدت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی
زبان سے سوائے محبوب کی یاد و نعت کے کچھ اور نہیں ادا ہوتا۔ بالکل ہی کیفیت
اما کہد فاساحب کی محبت کہ عشق رسول میں اپنی ہستی کو اس طرح گم کر چکے تھے کہ کتاہ

اب ملاحظہ فرمائیں اقتباسات۔
۱۔ غم ہو گئے بے شمار آقا
بجگڑا جاتاہے کھیل میرا
تم سا نہیں غم آقا
گروہ میں پرگئی بکشتی
جان ہے عشق مصطفیٰ، روزا فرد کرے خدا
جس کو دور کا مہر ناز و ادا انگڑے کیوں

ہم تو ہیں آپ دل نگار غم میں، سنی ہے ناگوار،
چھپکے گل کو نہ بہا رنوں میں، ولائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا مہر نہ دے
جس نے ہر سر کو جاکے دل کو قرار آئے کیوں

یہ وہ واردات ہیں جو ایک عاشق، حیران نصیب، بے قرار وصل حبیب اور طائر
دیدار محبوب ہی کی زبان سے ادا ہو سکتی ہیں۔ اب وہ دلت آتا ہے جب دم بے اختیار
پکار اٹھتے ہیں۔

بھر کے گی گلی تباہ ٹھوکر میں سب کی کھائے کیوں
دل کو بوجھل دے خدا تیری گلی سے جلے کیوں

اور یہ جذبہ صادق باب اجابت تک پہنچتا ہے اور اذن باری کا مژدہ لائے
جج بیت اللہ کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔ اور دیا حبیب کے قریب پہنچ کر شوق دیدار
ضبط کی حدود سے گزر جاتا ہے اور وہاں بھی دعا فرماتے ہیں۔

تو ہی بندوں پر کرتا ہے لطف و عطا، تجی پر بھروسہ تجی دعا
مجھے جلوہ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عزم و ملا کی قسم
اور جب اذن باری حاصل ہو جاتا ہے تو آپ کا جذبہ کیف، اضطراب، اشتیاق
دیدار جذبات کی سرشاری ملاحظہ ہو:
جس جیو! آؤ شہنشاہ کا رونمائی دیکھو

کعب تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو،
رکن شامی سے مٹی دشت شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو
زیر نیا بے خوب کرم کے چھینٹے
ابر رحمت کا یہاں روز برستا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

اور پھر آستانہ محبوب دو عالم پر حاضر ہو کر کس جوش و خروش، عقیدت و جزو نیاز
کے ساتھ سلام پیش کرتے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیخ بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یار اہم تاجدارِ حرم
نوبہا ارشادیت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخ نبوت پہ روشنی درود
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
کھائی قراں نے خاک گزری قسم
اس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

نیک تمنائیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادے ہیں

بفضل الہی! ٹرانسپورٹ کی دنیا میں حکم دار بھی ہو سکے جماہ

گجرات ٹرانسپورٹ سروس

فلیٹ اوٹر اور ٹرانسپورٹ کنٹرولر

ہیڈ آفس! 33/2 اے بی سی کڑیا بلڈنگ بال مقابل مانڈوی فون آفس محمد علی روڈ بمبئی 400003
فون ہیڈ آفس بمبئی 333821 332557 ڈیلوری گودام 328522 331320 337034
گرام! روڈ ماسٹر سورت بکنگ آفس 321824

بحیثیت شاعر

کالیداس گپتا رضا

تقریباً رجب صدی کے اذیت کے قیام کے بعد مجھے ہندوستان پہلے کوئی زیادہ دن نہیں ہوئے اس لئے جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے نام اور آپ سے بھی میری واقفیت چند دنوں کی ہے تاہم جب میرے ایک دوست اور عزیز ایشیاق احمد خان اردو نے مجھے مولانا کی دو چھوٹی چھوٹی کتابیں موسومہ حقائق بخشش (حصہ اول و حصہ دوم) برائے مطالعہ عنایت کیں تو معلوم ہوا کہ اسلامی دنیا میں ان کے مقام باند سے قطع نظر انکی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انھیں انیسویں صدی کے اساتذہ میں برابر کا مقام دیا جائے۔

مولانا موصوف کے سلام اور نعتیں کبھی کبھار سننے میں آجاتے ہیں مگر وہ صرف مذہبی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ باہری مقلوں میں ادبی لحاظ سے ان کو پرکھا جاتا ہے نہ ان کے کسی قسم کا ادبی اور شعری حظ اٹھایا جاتا ہے۔ میری شاعری کی عمر بھی ۳۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہوگئی ہے اور میرے ذاتی کتب خانے میں شعرو شاعری سے متعلق تاریخی ادبی، علمی کتابوں اور قدیم و جدید شعراء کے دیوانوں اور تذکروں کا قابل لحاظ ادوار ذخیرہ موجود ہے تو تقریباً تمام وکال میری نظر سے گزر چکا ہے مگر مجھے یہ کہتے ہوئے انھوں نے ہوتا ہے کہ حدائق بخشش کے ان دو نہایت معمولی کھاتی چھپائی والے مجموعوں کے علاوہ مولانا کے ہزار ہا شعاریں سے ایک حرف بھی میرے ہاں موجود نہیں ہے اور مذکورہ بالا دو مجموعوں کا حال یہ ہے کہ کتابت کی غلطیوں نے بہت سے اشعار کو بے معنی اور رذیل سے ساکت کر کے رکھ دیا ہے۔

مولانا کو جان بچی تسلیم ہوتے ایک عرصہ ہو چکا ہے مگر کسی تذکرے میں انھیں شعراء کے درجے میں شمار نہیں کیا گیا۔ صرف ایک جگہ ان کا ذرا سا تعارف نظر آ رہا ہے بھی براہ راست نہیں بلکہ ان کے چھوٹے بھائی جن بریلوی مرحوم کے ذریعے سے۔ [دیکھئے ”مختار جاوید“ (جلد دوم) از لالہ سری رام (صفحہ ۴۵) میں جن بریلوی کا حال] چونکہ بھائی ہونے کے ناتے جن مرحوم اور مولانا کا نسب ایک ہی ہے اس لئے یہاں اس ترجمے کا پہلا حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

دو مخمور خوش بیان ناظم شیریں زبان مولانا حاجی محمد رضا خاں صاحب حسن بریلوی

خلف مولانا مولوی نقی علی خان صاحب مرحوم و برادر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب عالم اہلسنت و شاگرد رشید حضرت ذاب فیض الملک بہادر دآتش دہلوی آپ کے صاحبزادے نے جو حالات ارسال کئے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ ۱۲۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء و اجداد دہلی کے تھے والے تھے آپ کے جد امجد سادات علی خان صاحب کی وفات تک تو آپ کے خاندان کا مسکن اسی شہر میں رہا مگر اس کے بعد متقل سکنت بریلی میں قرار پائی چنانچہ اب وہی وطن ہے۔ آپ کے بزرگوں میں حضرت عماد اعظم علی شاہ صاحب بہت بڑی دولت و ثروت چھوڑ کر نازک الدنیا ہو گئے تھے اور صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں علم و فضل آپ کا خاندانی ہے۔ نعت گوئی میں اپنے برادر بزرگ مولوی احمد رضا خان سے مستفیض ہیں اور عاشقانہ رنگ میں بلبل ہندوستان دآغ سے تلذذ تھا۔۔۔“

بے شک جن بریلوی مرحوم نہایت اچھے شاعر تھے تاہم حیرت ہے کہ اس نیم ختم تذکرے میں ان کے بڑے بھائی ”عالم اہل سنت“ اور نعت گوئی میں ان کے استاد جناب احمد رضا خان کے ترجمے نے جگہ نہ پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خطا اس پاکیزہ مسلک کی بھی ہے جس کے زیر اثر مولانا نے اپنی شاعری کو قطعاً غزلوں اور سلاموں ہی تک محدود رکھا اور باقاعدہ شاعری سے انحراف کیا۔ اس طرح عوام نے انھیں ایک شاعر کی حیثیت سے جاننا ہی نہیں۔ تاہم نعتیں اور سلام ہی سہی ذرا سے غور و فکر کے بعد ان کے اشعار ایک ایسے شاعر کا پیکر دل و دماغ پر مسلط کرتے ہیں جو محض ایک مخمور کی حیثیت سے بھی اگر میدان میں اترا تو کسی ہستاد وقت سے پیچھے نہ رہتا۔

میں معلوم کہ انھوں نے کسی سے باقاعدہ اصلاح کی تھی کہ نہیں تاہم ان کے کلام سے ان کے کالی صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں۔ اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں کہیں تشبیہ ہے کہیں خیال گوئی۔ عاشقانہ رنگ کا بڑا تغزل کی جان ہے یہ رنہ ہے کہ اگر نعت کے مخصوص رنگ کے اشعار الگ کر دئے جائیں تو بقیہ اشعار ایک بہترین غزل کی شان کے حامل ہوں گے۔ ذیل میں چند

داغ کے ہر امیر دنیا کے جو علم و فن میں داغ سے بھی بڑھے ہوئے تھے شہر
مطلعون میں ایک مطلع یہ ہے اور دقتی بہت خوب ہے۔
جب سے بانہا ہے تصور اس رنج پر نور کا
ساکے گھر میں نور پھیلا ہے چسپاں طور کا
لیکن مولانا نے تقریباً سی زمین میں ایسا نعتیہ مطلع کہا ہے کہ مضمون آخری کی انتہا
کردی ہے۔

میل کے کس درجہ تھر ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کو راہی کوڑا نور کا
ایک اور ہم قافیہ شعر ہے

امیر اے ضبط کچھ عشق کی ان کو خبر نہ ہو
دل میں ہزار درد لکھے آنکھ تر نہ ہو
رضا کا ٹامیرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

امیر کے دیوان مرآۃ الغیب کی ایک غزل کے چند ہم قافیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے
گر یہ نہ بھولنے کہ امیر کے اشعار ان کی غزل سے لئے گئے ہیں اور مولانا کے ان کی
نعتوں سے۔

امیر یہ نردنا زہ چمن ہے کہ تہا را عارض
یہ دھواں دھار گشتا ہے کہ ہلے گیسو
رضا سرکھے دھانڈوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھاہیں رحمت کی گشتا بن کے تہا رے گیسو

امیر بال کنکھی سے جو سلجھائے تو دل الہیا
تیرہ بختوں کو بکاڑا جو سنوارے گیسو
رضا شانہ ہے پنجہ قدرت تیرے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

امیر مچھلیاں دام سمجھ کر میں جو موجوں میں نہاں
کھل گئے کس کے یہ دیا کے کنارے گیسو
رضا نار شہرازہ مجموعہ کوئین میں یہ
حال کھل جائے جو لکھ میں انکار گیسو

امیر دن کو رخسار دکھا لے ہے فروغ خورشید
شب کو چمکاتے ہیں افشاں کے ستارے گیسو

مثالیں ملاحظہ فرمائے۔

غالب کی مشہور زمین ”دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت...“ میں داغ کی بھی
ایک غزل نکلزار داغ میں ہے جو صحیح معنوں میں زبان داغ کا نمونہ ہے۔ اتفاق سے
مولانا رضا صاحب کی بھی ایک نعت اسی میں ہے۔ دونوں ہم جہد شاعر و کاتب
وقت لطف اٹھائیے۔ ایک اپنے عہد کا سب سے بڑا استاد غزل اور دوسرا بڑا
نعت گو و مکیحیت شاعر گرام۔ چند ہم قافیہ اشعار ہی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

داغ جملہ رفیق و ہم طریق رہزن راہ عشق نہیں
سایہ خضر کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے آئے کیوں
رضا جان سفر نصیب کو کس نے کہا مرے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

داغ عشق و جنوں سے مجھ کو لاگ ہوش و خرد سے اتفاق
پر یہ کیوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں
رضا جان ہے عشق مصطفیٰ روز و رات کرے خدا
جس کو ہو درد کامرانا زد و اٹھائے کیوں

داغ ہاں نہیں غیرت رقیب خیر میں بے جیاہی
جونہ دوبارہ اسکے بزم سے تیری جائے کیوں
رضا دیکھ کے حضرت غنی پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی خستہ آئے جائے کیوں

داغ لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں
بن کے فرشتہ آدمی بزم جاں میں آئے کیوں
رضا سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جان لے سر کو چاکے دل کو قرار کئے کیوں

غالب کا یہ شعر زبان زد عام ہے۔

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفاہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اسکی لگی میں جا کے کیوں

سالی کے ساتھ طرزِ ادا کا بانگین ایسا ہے کہ اس پر سو غزلین قرآن۔ ردیف گویا
اس سے بہتر چہاں نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے غالب کی غزل کے صدقے لفظ میں کو سے سے
دل کو نعت کہنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ نعت اور غزل کو یکجا کرنا اسی کہتے ہیں مطلع
دیکھتے سے پھر کے لگی تباہ ٹھوکر میں سب کی کھلے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری لگی سے جائے کیوں

رضا تیل کی بوندیں پکٹی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لگتے ہیں ستارے گیسو

مندرجہ بالا زین روئیف کی ثقالت کی وجہ سے ایسی نچر ہے کہ اس میں رنگ
بزنک کے پھول کھلنا ممکن نہیں۔ لہذا دونوں کے اشعار میں طراوت و خوش بیانی کا
ایک حد تک فقدان ہے لیکن اب ہم مولانا کے چند ایسے اختصار پر پیش کریں گے
جو اساتذہ عززل کی شان کے ہیں۔ ان میں چستی و بندش، زبان کی گھلاوٹ اور فصاحت و
بلاغت کے وہ وہ نمونے ملیں گے کہ لمحہ بھر کے لئے بھولنا پڑے گا کہ یہ اشعار انہوں کے ہیں۔

شمع یادِ رُخِ جاناں نہ بجھے۔
خاک ہو جائیں بھر کئے والے
کوئی ان تیز روؤں سے کہد
کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے
دل سلگتا ہی بھلا ہے اے ضبط
بجھ بھی جاتے ہیں دیکھنے والے
نخل سے چھٹ کے یہ کیا حال ہوا
آہ او پتے کھڑ کئے والے
جب گرے، منہ سوتے مینا نہ تھا
ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے

کام زنداں کے کئے اور ہیں
شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
بیچ میں آگ کا دریا حاصل
قصہ اُس پار ہے کیا ہونا ہے
دل ہیں تم سے لگانا ہی نہ تھا
اب سفر بار ہے کیا ہونا ہے
منہ دکھانے کا نہیں اور سحر
عام دربار ہے کیا ہونا ہے
چھپکے لوگوں نے کئے جن سے گناہ
وہ خبر دار ہے کیا ہونا ہے

اُن کے نقش پا پر غیتہ کیجئے
آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے
اُن کے حسنِ بلاحت پر نثار
شیرہ جاں کی حلاوت کیجئے

ڈوب کر یاد لبِ شاداب میں
آبِ کوثر کی سباحت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بارگشاہ
خم ذرا فرقِ ارادت کیجئے

مولانا کسی صنفِ سخن میں بند نہیں انہوں نے جگہ جگہ صنعتوں کا استعمال بھی
کیا ہے رباعی بھی نہایت پختہ کہتے ہیں۔ اس مختصر سے قتلے میں ان سب کی
گنجائش نہیں صرف چند ہی رباعیاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ کہے کا پاس رہے۔
مصور جہاں دانی و عالی میں ہے
کیا شبہ رضا کی بے مثالی میں ہے
ہر شخص کو اک وصف میں ہونا ہے کمال
بندے کو کمال بے کمالی میں ہے

کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں
شاعر ہوں فصیح بے مائل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کمال ہوں میں
مولانا نے ائمہ اطہار کی شان میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک
رباعی سنئے۔

مردوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین
اُس نور کی جلوہ گر تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اُس سایہ کے دو حصے کئے
آدمے سے حسن بے آدمے سے حسین

بقیہ: اصنافِ سخن

لیکھ اس کے لئے اعداد و مذاہاں صاحب جیسے حکیم امت کی ضرورت پیش آیا کرتی ہے
جو قطرہ میں دریا کا جلوہ اس طرح دیکھ سکے کہ دونوں کی انفرادیت بھی برقرار رہے اور
دونوں ایک دوسرے کا تیزولا ٹھیک بھی معلوم ہوں۔

یہ میرے مجموعی تاثرات ہیں جنہیں وقت کی کمی کے باعث میں نے اجالا چند منٹ
میں تحریر کر دیا ہے۔ انشاء اللہ ان کی توضیح و تشریح "الہیزان" کے کسی اگلے شمارہ میں
پیش کر دوں گا۔

عرفان و وجدان کا قاموس

سیّد شمیم اشرف نے اے علیگ

مستقیم قدم ہے تن سلطان زمیں پھول
لب پھول، دہن پھول، ذوق پھول، بدل پھول

حدائق بخشش، حدائق العطیات اور درج رسول اُن کی شاعری کے مجموعے ہیں۔
موجودہ کرد و گستاہین نایاب ہیں۔ حدائق بخشش اُن کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ کلام
کا بیشتر حصہ اردو میں ہے جو ایمان و آگہی کی چاشنی سے معمور ہے۔

مشہور جرمن فلسفی کانٹ KANT اپنی شہرہ آفاق کتاب تنقید عقل محض
THE CRITIQUE OF PURE REASON میں کہتا ہے "کوئی
فن ریاضی کی طرح زور بھرتی نہیں نکلتا۔"

فن تخلیق ذہن کا لازماً زندہ پھر ہوتا ہے جو زمان و مکان کے نازک رشتوں سے بندھا
ہوا سفر ارتقا شروع کرتا ہے۔ بلوغت اور پختگی کی منزل پر پہنچ کر کسکے ہاں و پر
میں کوئین کا دستیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اُس پر فنی تعصب کا عمل جاری شروع
ہو جاتا ہے۔

شاعری کوئی منطقی شے نہیں ہے۔ جسے اس بات دلیل کا ڈرائی کلین یا ہوا موٹ
پہا کر صنعتی سمیت INDUSTRIAL TOXICOLOGY کے کسی بین الاقوامی سمپوزیم
میں کھڑا کر دیا جائے، حسیات عامہ کا شعور رکھنے والا بھی شاعر ہو سکتا ہے۔ ہیرے
کی ساخت میں کاربن کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جو ایک پتھر کو کوہ نور بنا دیتا
ہے۔ بڑے سے بڑا شاعر بقول شیلے "شاعری کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، کیونکہ ذہن
کے بجھتے ہوئے کو کڑا کڑا مزہ حرارت کی ضرورت ہوتا ہے اور ایک غیر مرئی طاقت اُسے
ہوا دیتی ہے۔ تب اُس میں نفاذِ انبساط کی چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور اس کا لگوتی
حسن پیدا ہوتا ہے۔

جوہری دوز کا مسلمان مذہب بیزا نظر آتا ہے۔ وہ ارتقا کی چاند کٹاری میں بیٹھکر
روحانیت کے تانے بانے توڑتا ہوا بیرونی خلا میں بے دینی کی ہلکے کیفیت کا شکار
ہے۔ وہ ٹھوس حقائق کا سامنا کرنا ہوا گھبراہٹ ہے۔ اُسے اپنے نظریات اور مفروضوں
کے تیر کئے ہوئے خیالی اہرام پسند ہیں۔ صور اسرافیل اور صدائے ابراہیم میں بڑا تھا

شامہ از بونے اور شنگ جنان
ہم معطر زد تباے مہ و شان

فاضل بریلوی کی شاعری کو احاطہ تحریر میں لاتے وقت مجھے اپنی بے ناچی
اور بے بضاعتی کا پورا احساس ہے، یہ مختصر مضمون اعترافِ شکست کے مترادف
ہے کیونکہ ایسی بزرگ ہستی پر خمار آرائی کرتے وقت لاشعور کے پردے پر فاضل بریلوی
کی جو تصویر ابھرتی ہے اُس کا تقدس دیوار میں کر حاصل ہو جاتا ہے۔ اُن کی ہر گیر اور جہان
شخصیت کا صرف ایک رخ پردہ شہور پر آتا ہے۔ علوم ظاہری و باطنی کی دولت سے ملامان
ایک جگہ جس کی جامع اور تاریخ ساز شخصیت نے برصغیر ہندوپاک کے مذہبی اور روحانی
نقشہ برداری اثرات مرتب کئے ہیں۔ درودہ اپنی گدڑی میں ایسا لعل بے ہا بھی رکھتے
تھے جس کی ضیا پاشیاں صرف محفل میلاد تک محدود رہیں۔ دقت آگیا ہے کہ وہ بے ستون
میں تیشہ کو کھن کی منزلوں پر رقص کرنے والے اور تھر تھیرنے کے خوبصورت بام و درپہ
پلنے نغم کا جادو چھڑکنے والے اپنے ادراک کو اُس لعل گراں مایہ کی حضور نشانیوں سے متغیر
کر کے حدائق بخشش "کی طرف متوجہ ہوں جو عرفان و وجدان کا ایک قاموس ہے۔

یہ اعتراف دار و ہوسکتا ہے کہ فاضل بریلوی ایک متجرب عالم اور مجدد تھے ہر شعر
نہیں تھے۔ اُن کے کلام میں وہ شیریں دیوانگی HARMONIOUS
MADNESS نہیں ملتی جو شاعروں کی دستارِ مرصع میں طرہ افتخار کی حیثیت
رکھتی ہے۔ اُن کے کلام میں آتش سیال کی حرارت نہیں۔ وہ "شعلہ رنگ حنا" کی
جستجو میں تخیل کے وسیع صحرائوں کی خاک نہیں چھانتے۔ وہ تصور کا کاسہ در یوزہ
گہرا عقدہ لئے الفاظ کے تیر و تار اور چرچہ راستوں سے گزر کر لیلیائے
مہجوبی کے شہر نگاریں تک پہنچنے کی جگہ دو نہیں کرتے۔

اُن کی شاعری احکام شریعت کی حدود سے تجاوز نہیں کرتی۔ ان کی شاعری
میں الہام کی حلاوت ہے۔ تفہیم و اہتمام کی تہی نہیں۔ وہ شمع جہاں مصطفوی پر پرداز
دار کرتے ہیں۔ اُن کا سب سے عشق رسول کا بحرِ فضا ہے۔
کاش آبدہ تشیل مدینہ ہو وہ دل جسکی سوزش نے کیا رنگ چراغاں ہم کو

اصناف سخن

(ایک جائزہ)

ڈاکٹر ملک زاہد منظور ایم اے پی ایچ ڈی (لکھنؤ یونیورسٹی)

ہیں اس عبارت کو اپنے لئے باعث خیر و برکت تصور کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے یہ فراموشی کی کہ میں مجدد اسلام اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے عقیدہ کلام کے عماس کی نشان دہی کروں اور اس ضمن میں میرے کیا تاثرات رہے ہیں قارئین کے سامنے پیش کروں۔ مولانا کے اکتسابات کا تقاضا ضرور تھا کہ اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی جاتی اور ان کی تدریس و قیمت کا بھی پورے تعین کیا جاتا۔ مگر ہر اہم موضوع اور سماجی علاقہ کا کہ باوجود خواہش کے فرصت و فراغت کے وہ محنت میسر نہ آئے جن میں اپنے جذب و شوق کا محض بھانجنا جاسکتی اور بقدر ظرف اس موضوع کو لکھنے کی گنجائش نکلتی، پھر بھی تفصیل حکم میں اپنے خیالات کو اجمالاً پیش کر رہا ہوں تاکہ میرا نام بھی ان کے ملاحضوں کی فہرست میں شامل ہو سکے۔

میرا پیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ دیگر اصناف سخن کے مقابلے میں نعت گوئی شکیل ترین صنف سخن رہی ہے۔ جاری عقیدت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جب ہم ان کی مدح کریں تو اپنے جذبات کو مکمل طور پر ادا دھجھوڑیں مگر غرضیت جذبات کی اس غیر ذمہ دارانہ کو پسند نہیں کرتے اور اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ ہر شے کو اس کی مناسب متعین شدہ حد میں رکھا جائے۔ جذبہ اور عقیدت کی رو میں ہر کتنا انہوت کو الودہت کی سرحدوں میں داخل کر دینا۔ یا شعر یا لازمات کی تسکین کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کر دینا جن سے شعر سواہ ادب کا ترنک ہو جائے، اچھا نعت کا ہر دور میں سخت ترین مطالبہ ہے۔ اور اسی لئے مجموعی طور پر وہ نعتیں جو شعری اور سترگی دونوں تقاضوں کو پورا کر دیں ہمارے ادب میں نسبتاً کم پائی جاتی ہیں دراصل نعت محض رسول کریم کی شاعرانہ توصیف کا نام ہے بلکہ بقول ایک متقدم نگار نعت کے حقیقی کمالات کی ایسی تصویر کشی کا نام ہے جس سے ایمان میں تادگی اور دوح میں بالیدگی پیدا ہو سکے اور تادگی اور بالیدگی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب مداح کا دل رسول کی محبت کے حقیقی جذبات سے پُر ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مقام و مرتبے سے الگ ہٹ کر انعت گوئی کے راستے میں ایک اور بھی مرحلہ قرآن کے اس حکم کے بناء پر پیدا ہوتا ہے کہ ”تم میں کو اس طرح دیکھا دیکھو جسے تم میں سے ایک دوسرے کو دکھا رہے ہیں“ نتیجہ میں وہ تشبیہات و استعارات جن میں پاکیزگی، تقدس اور لمہارت زہر و عالجہ لے دیکھا ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ صرف لفظی

ضمائم استعمال کئے جائیں اور یہ ضمایر انہیں لوگوں کے ہاتھ کتے ہیں جو جزیلے اور وہران کی آگ کے ساتھ ساتھ تقاضا و شعور و شریعت کو ہم آہنگ کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں مجدد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب اگر ایک طرف تجرعی ازہر و تقویٰ اور روحانی تہذیبات کا مہاری نمونہ تھے تو دوسری طرف رسول اکرم سے ان کے بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انہوں نے اپنی علمی اور دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو بڑی انقلاب پیدا کیا، اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔ تاریخ اسلام قرآن و سنو و نکات، حدیث اور علم الرجال پر ان کی جتنی گہری نگاہ تھی اس کے مترف و مدح مندوستان ہی کے نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے علمائے کرام رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا جو ملک انہیں حاصل تھا اس کی غازی و حلالی بخشش میں شامل وہ نعتیں اور متعین کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان نعتوں میں وہاں نہ رہو دگی اور وہ جذبات کے ساتھ ساتھ ضبط و انقیاد کے وہ عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو ترکیب نفس اور نمایاں قلب دونوں میں مدد و معاون ثابت ہو رہے ہیں۔

حداقل بخشش کے دونوں حصے جنہیں مکمل ہی اہلیت ناظر باطن کا پورے نتائج کیلئے صرف مجدد ملت کے عقیدہ کلام کے مجموعے نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں نعت کے علاوہ عقیدت اور تصاید بھی شامل ہیں۔ اور مختلف اصناف سخن میں خلوج عقیدت پیش کی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ خارجی مناظر کے بجائے داخلی جذبات و احساسات کی ترجمانی کی جائے اور سیرت مقدسہ کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کا احاطہ کر کے اسلامی تصورات عقاید اور تعلیمات کے سیاق و سباق میں چل رہے مصنف کی کے لئے کو اس طرح بکھل جائے کہ ”شراب لہو“ سے متبرک کار ہو جائیں اور ایک ایسی فضا کی تعمیر و تشکیل کریں جن میں صحت مند عقاید پنب کیس اور شوق و فوجور سے دلوں کے آئینے صاف ہو سکیں یہ کام صرف مکتب کرامت اور جذبات کو اوزان و محور کے سانچے میں ڈھالنے کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اس فیضان لفظی ضرورت میں بھی پیش آتی ہے جو امتوں کی تقریبی بدل دیا کرتی ہے۔ مگر وہ عبادت سے انہوں کو صاف کرنا اور پھر اسے ایسی مرکزی جگہ پر رکھ دینا کہ صورتیں حقیقی بھی ہوں اور خوبصورت بھی، محض نیکار کے بس کی بات نہیں۔

واصف شاہ مہدی

از: ڈاکٹر طلحہ رضوی برقی دانا پوری۔ ایم اے، پی ایچ ڈی
صدر شعبہ اردو فارسی، جین کالج آگرہ، بہار۔

تہذیب و ثقافت فلسفہ حیات انسانی کے دور درشن ترین باب
ہیں۔ ہر تہذیب ایک مذہب سے وابستہ ہے اور ثقافت اس کی اعلیٰ قدروں کی نمائندہ۔
ثقافت ہی نوع انسان بلکہ انسانیت کا ترقی کی آئینہ دار و ترجمان ہے۔ یہ دراصل عبارت
ہے افراد قوم کی جالیاتی حسن بلکہ جالیاتی شعور کی بیداری سے۔ مشہور فلسفی کا تعلق نے
جالیاتی شعور کو حسن اور عقل کا مقام افعال کہلے۔ حسن و جمال کی اہمیت قرآن حکیم کی
بے شمار آیات کریمہ سے واضح ہے۔

ولکم فیہا جمالٌ حین تریحون وحین تسرحون ۵
(سورۃ النحل آیت ۶)

خالدین فیہا حسنت مستقرًا و مقامًا (الفقران آیت ۷۶)
ربنا اتنا فی الدنیا حسنةً و فی الآخرۃ حسنةً ط (البقرہ، آیت ۲۰۱)
قرآن حکیم ایک مکمل نظام حیات اور ایک بے مثل دستور العمل ہے۔ انسان کی ظاہری
دباغی، انفرادی و اجتماعی زندگی کس طرح اعتدال و توازن، لذت و سرور اور کیف و
ظانیت سے بھرپور ہے۔ وہ اپنے معبود کے حضور کس شان و عیدیت کا اظہار کرے۔
آخرت کی اس کھینچی کو کس انداز سے شاداب و سرسبز رکھے کہ انجام کار "حسن المآب"
کی منزل نصیب ہو؟ یہ سب کچھ ہیں اسی ام الکتاب سے حاصل ہے قرآن کا دعویٰ ہے
کہ کوئی شے ایسی نہیں جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو۔ تبلیان لکل شیء ط لا طیب
ولا یابس الا فی کتاب مبین ط

حسن و جمال دراصل نظائر درزی و سرور و انجیزی کے منظرہ و ناموسور شے
ہے۔ بمنزل "حسن آب" یعنی جنت الفردوس میں مومن کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت
انعامت اور کیا ہوگی کہ وہ اپنے حاتی حقیقی کے دیار سے مشرف ہو۔ و اتالہ عندنا
و حسن مآب ط (سورہ ص آیت ۷۵)۔ اس کے دیار سے جس کی مثل کوئی شے نہیں
لیس کشلہ شیء ط اور جو سراپا جمال ہے۔ اللہ جمیل و محبت الجمال۔
اسے حسن پسند ہے۔ و ص و رکھ فاحسن صور لکم (اور تمہاری صورتیں بنائیں

تو کیا ہی حسین صورتیں بنائیں) النفاہین ۳۔ حتی کہ الذی احسن کل
شیء خلقہ (اس نے جو چیز بھی بنائی حسین بنائی) سورۃ السجدہ آیت ۷۷۔ فطرت
انسانی بھی ایک شے ہے۔ فطرت اللہ الہی فطر الناس علیہا ط اور
ارشاد باری ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویر بلا شغب
ہم نے انسان کی فطرت کو بہت ہی حسین بنالیا ہے (سورۃ التین۔ فبقارک اللہ
احسن الخالقین (سورۃ المؤمن آیت ۱۴)۔ وہ تو حسن طلق ہے، فوری نور
اللہ نور السموات والارض (سورۃ النور آیت ۳۵)۔ کمائنات حسین ہے
اس کے مناظر حسین ہیں۔ یہ ساری خلقت جو ماسویٰ اللہ ہے اضافی حسن سے مہر ہے۔
حسن سرخیز زندگی، مقصد حیات اور روحانی سرور و طمانیت قلبی کا منبع ہے۔ جس میں
مجازی شکل اختیار کر لے تو وہ شکل جو یقینی کوئی شے ہوگی حسین و خوب صورت کہلائے گا اور
ہم اسے خلاق عالم کا تخلیق کہیں گے۔ تخلیقی فعلیت کا یہی ہنر ہے۔ خلاق روح الوہیت
کی سب سے پہلی صفت ہے جو بالارادہ ظہور پذیر ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہی روح جہ
آدم میں ڈال دی اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا۔ اذ قال ربک للملئکۃ ائی
خالق لبشر ام ن طین ۵ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحي
فحقوالہ سلج دین ۵ (سورہ ص آیت ۷۱-۷۲)
(جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان پیدا کرے والا ہوں
جب اس میں تناسب و ہم آہنگی (تسویہ) پیدا کر دوں اور اپنی روح اس میں پھونک
دوں تو اس کے سامنے سجدے میں کیا کرنا۔)
مختصر یہ کہ اشرف المخلوقات بنی نوع انسان ہے جو تسویہ و توبیل کی داخلی و خارجی
اوصاف کے ساتھ ساتھ علم و ادراک اور فکر و تخیل کی نعمتوں سے نوازا گیا۔ لہذا حکم کی
انسانی سرشت میں داخل ہوئی۔ روح جو میں امر ربی ہے، اپنی صفت خلاق کا مظاہر
ہر حال میں کرے گا اور انسان اپنے پیمانہ احساس و عقل کے ساتھ حسن و فن سے ہمیشہ
ہم آہنگ رہے گا۔ یہ اور بات کہ یہ رتبہ بلند جس کو ملامت کیا۔

عالم باعمل فاضل بریلوی حضرت احمد رضا صاحب اسلامی تاریخ کی ایک ایسی
عبقری شخصیت اور فزائفا کا نام ہے جس میں عبادت کے سارے اوصاف
مجموع تھے۔

مت سہل ہیں جان پھر نہ ہے فلک برسوں
تب خاک کے پرے سے انسان نکلتے ہیں (میر)

علم و فضل کے میدان میں حضرت رضا کی بسیار جہتی اہل نظر سے خارج عقیدت
وصول کرتی رہے گی۔ ان کی شاعری فنی نقطہ نظر سے معیار و کمال کی حامل اور سرسبز
حد و لغت و منقبت پر ہی مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لغت ایک مشکل
مگر بہترین صنف سخن اور باعث خیر و نفع ہے۔ زور قلم اور جولانی طبع کے تحت
اس میں فنی قدم قدم پر خطرات کا سامنا ہے۔ وہ ذات مقدس جس کی سرکاری دستہ
ذات اللہ کے ادب جہاں اعمال کا سبب ہو اس کی مدح و لغت بڑے
ہوش و دعا کا کام ہے۔ ہا خدا دیوانہ باش و باجمہ ہوشیار کی منزل ہر دم
پیش نگاہ رہنی چاہیے۔ ”المحفوظ“ میں حضرت فاضل بریلوی نے فنی لغت کوئی
کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے۔ اپنی لغت نویسی کے لئے قرآن و حدیث کو ہی منبع
راہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا لغت کا کام انفرادی تقریب کے عیب اور تخیل کی بے راہ
روی سے پاک ہے۔ لغت گوئی میں آپ حضرت حسان کی پیروی کافی سمجھتے ہیں جن
کی لغتیں سکر خود رسالت مآب محفوظ ہوئے اور دعائیں فرماتیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ

تو شریں غم و اندک کا ساماں بس ہے

افغان دل زار صدی خواں بس ہے

رہبر کی رو لغت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حسان بس ہے

احکام شریعت کی تبلیغ و نگرانی میں آپ بہت ہی سخت تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

میں ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ

بیجا ہے للہ المنة محفوظ

قرآن سے میں نے لغت گوئی سیکھی

یعنی ہے احکام شریعت محفوظ

”حرائق بخشش“ ہر دو حصص حضرت رضا کی لغتوں کا مجموعہ اور ایک ایسی

متارح ہے ہا جس پر اردو کی نعتیہ شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔ حضرت رضا کی لغتیں
سادہ، سہل، عام فہم، سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے مملو ہیں۔ مخصوص
فنی نقطہ نظر سے بھی مشکل اور سخت زمیوں میں آپ کی لغتیں بندش و تراکیب اور
قدرت بیان کا سارا حسن رکھتی ہیں۔

اردو کی کلاسیکی شاعری کے وہ سارے اوصاف جن پر اہل زبان کو ناز ہے
حضرت رضا کے کلام میں بھرے پڑے ہیں۔ شوقی طبع کے باوجود آپ نے بڑی احتیاط

شاعری بھی ایک فن ہے اور انتہائی لطیف فن۔ فن کا ایک اہم مقصد فکر انگیزی
اور قرائے عقلمند کو محرک کر کے اس سے مفید تر کام لینا ہے۔ قرآن حکیم نے لعنہ
یتفقرون اور لعنہم تعقلون کہہ کر میں اس طرف متوجہ کیا ہے۔
یہ تخیل محض کی بے راہ روی کی تقلید میں شاعر یتبہم الغاوغن کا مصداق
نہ بن جاتے۔ شاعر حسن ازل کی محو طرائیوں اور جلوہ بازیوں کو اپنے فن کی گرفت میں لانا
چاہئے۔ ایک ایسا شاعر ایک ایسا فنکار جو سراسر اسلامی تہذیب و ثقافت
کا نمائندہ افضل ہو وہ کیوں نہ حسن مطلق یعنی ذرا السموات والارض کی اس شامہ کار
تخلیق کو پیش نظر رکھے جس تخلیق اور خالق کل کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں یعنی اس
حدیث شریف کے دوسے ”اول ما خلق الله نوری والخلق كلهم من
نوری وانا من نور الله“ خاتم النبیین محبوب رب العالمین سبب تخلیق کائنات
ہیں (ولولک لما خلقت الافلاک) آپ پر تو جمال الہی و مظہر ذات کبریائی ہیں۔ اس
شامہ کار تخلیق پر خود خالق ذریعہ ہے اور ساری کائنات بالخصوص جن وانس کو
اس محبوب پر اپنی اس تفریق کا شریک چاہئے۔ جن وانس کی تخلیق کا سبب یہ بتایا
کہ ”ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون“ انہیں پیدا کیا ہم نے جنوں
اور انسانوں کو کر کے اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات) اور روح عبادت
عشق محمدی کو قرار دیا۔ عشق کا فاسد ہے کہ وہ کیفیات و ادراکات و لغت و محبت
کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے ملائکہ کے ساتھ حضور انور پر درود و سلامتی
بھیجتا ہے اور جن وانس کو ایسا حکم دیتا ہے کہ وہ بھی ایسا کریں۔ (ان الله و
ملائکته یصلون علی النبی وایہا الذین امنوا صلوا علیہ و
سلوا تسلیما) گویا رسول مقبول پر درود بھیجنا، ان کا ذکر کرنا، ان سے عشق و محبت
کا اظہار کرنا خواہ وہ قوی ہو یا غفلتی ایک طرح کی عبادت ہے۔ اس طرح مدح و
توصیف رسول اور لغت نبی کا رشتہ عبادت الہی سے مل جاتا ہے۔

اس پیش گفتار سے میری مراد دراصل افضل والا فاضل حضرت امام احمد
رضا خان صاحب رتھ بریلوی کی نعتیہ شاعری میں فکر و فن اور حسن و عشق کی تابکاری
کا جائزہ لینا ہے۔ ان کی فنکارانہ کاوشوں، شاعرانہ صلاحیتوں اور دہاوتہ جذبات
عشق رسول کی نیرنگیوں پر نظر ڈالنی ہے تاکہ شعر و سخن میں بھی ان کے صحیح مقام اور
مرتبہ کا تعین کیا جاسکے۔

یہ عرض کر چکا ہوں کہ تخلیقی فعالیت خاصہ روحی ہے۔ لہذا فنکار
کے لئے فن میں حقیقت کی ترجمانی لازمی و لا بدی قرار پائی۔ ایسے لئے فن کو بہر حال
انتہائی حقیقی کا آئینہ دار بنانا ہوگا۔ تنقید طبع اور ذہنی تفریح تخلیق فن کا مقصد
کبھی نہیں خالق کل فرماتا ہے وما خلقت السموات والارض وما بینہما
لعبین (اور انہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان
کے ہے کھیلنے کے۔ سورہ دخان آیت ۳۸)

سے عروسِ سخن کو ان تمام زیورات سے آراستہ کیلئے جو لغت گوئی کے تقدس و احترام کے ساتھ اس کے حسن کو چار چاند لگاتے ہیں۔ شاعر کو اپنی لیاقتِ فن کا پورا احساس تھا یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناب کہ رضا کی طرح کوئی سخن بیاں نہیں مہربانی و اصف شاہ مہر کی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم وہ ایک وہی شاعر تھے۔ فنکاری و حسنِ آفرینی کے لئے موزوں طبع انہیں ضروری ہے۔ یہ محض تہیضانِ الہی ہے اور کچھ نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے الشعراء تلامیذ الرحمن۔ کیونکہ طبع موزوں نہ کسی دلی است از عطیات فیض لم نہی است

انہیں زبان و بیان پر ہلکے حاصل تھا۔ فارسی و عربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کا شعر و شاعر رکھتے تھے۔ ان کی اردو کھنڈوں کی بجاوہ ٹکسالی زبان ہے کلام کی سنجیدگی، لب و لہجہ کی لذت، لفظی اور زور اس میدان میں بے مثل استاد کی کی دلیل ہے۔ ایک لغت شریف کے چند اشعار میرے اس دعوے کی تصدیق کریں گے۔ ملاحظہ ہوں،

رنگِ قرہوں رنگِ رخ آفتاب ہوں
دور تر جاولے شیر گرد و جناب ہوں
در بخت ہوں گوہر پاکِ خوش آب ہوں
یعنی ترابِ رنگدہر بوزراب ہوں
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں
دل ہوں تو برق کا دل پر اضطراب ہوں
خوبی جگر ہوں طائر بے آشیان شہا
رنگ پریدہ رخ گل کا جواب ہوں
بے اصل و بے ثبات ہوں بحرِ کرم مند
پرودہ بخت اسباب و جواب ہوں
عبرتِ قزاق ہے شرم گنہ سے مرا سکت
گویا لبِ غمخوارِ لحد کا جواب ہوں
دل بستہ بیقرار جگر چاک اشکبار
غنج ہوں گل ہوں برق تیاں ہوں محاب ہوں
مولد ہائی نظروں سے گر کر جلا غلام
رنگِ مرثیہ رسیدہ چشم کباب ہوں
مٹ جلتے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
در دایں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں
شامِ بکھ سقر مرے اشکوں سے تانہیں
آبِ عبثِ چکیدہ چشم کباب ہوں

حضرت میں خاک بوسنی طیبہ کو لے رضا
ٹپکا جو چشم مہر سے وہ خونِ ناب ہوں
ماتم ہوں کہ اسیر، غالب ہوں کہ مومن، انہیں شہرت و مقبولیت جس برتنے اور کمالِ فن پر حاصل ہوئی، کیا مندرجہ بالا کلام تھا کسی طرح بھی اس معیار کی کیف و کم ہے کہ اس ایک نعتیہ غزل میں شعر و سخن کے کتنے محاسن جمع ہیں۔ اور اختصار سے تازہ کار آتشیں ہیں، صنعت لفظ و شعر، حسن تضاد، مراعاة النظر، رعایت لفظی ساوگی، صفائی، لب و لہجہ کا باطن، شوخی طبع، مضمون آفرینی، پرداز فکر اور کیا کچھ نہیں، غالب اردو کا مایہ ناز شاعر ہے۔ حضرت رضائے غالب کی جن زمینوں میں طبع آزمائی فرمائی ہے ان سے کچھ نہیں رہے ہیں۔ نظر انصاف میں دونوں کے اشعار دیکھیں اور معیار و سہانہ کے پیش نظر ان پر صراحت لگائے۔ غالب کی شہرہ غزل ہے۔ غنچہ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھائیوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بنا کر یوں
حضرت رضائے غالب ہے

میں نے کہا کہ جلوہ اصل میں کس طرح لگیں
صبح نے نور مہر میں مٹ کر دکھا دیا کر یوں
غالب کی ایک اور مقبول غزل ہے
دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستان نہیں
بیٹھے ہیں رنگدہر پہ ہم کوئی ہیں اٹھائے کیوں
رضا کی غزل کا اندازہ اس شعر سے لگائیے
جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فزون کرے خدا
جس کو ہود کا زمانہ زدا اٹھائے کیوں
حضور انور کے جسم نور کا سایہ نہ ہونے کی بہت ساری شاعرانہ توصیہیں بیان کی جاتی رہی ہیں۔ دیکھئے حضرت رضا کا خوبصورتی سے کہتے ہیں
راہِ نبی میں کیا کی فرشتہ بیاہن دیدہ کی
چادر طلب ہے لکھی زیرِ قدم بچھلے کیوں

ہے تو رضا بڑا ستم جرم پگر بجا بی ہم
کوئی بجائے سوزِ غم ساز طرب بچھلے کیوں

آپ نے جو زمانہ پایادہ ہندوستان میں مسلمانوں کا زوال یافتہ عہد تھا۔ بادشاہ ختم ہو چکی تھی۔ انگریزوں کی غلامی کا دور تھا۔ مسلم معاشرہ، مسلم تہذیب اور اسلامی ثقافت کے عروج کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے، ہزار عیوب کے باوجود فنونِ لطیفہ کی دلکشی ابھی باقی تھی۔ شعر و سخن کا ہر طرف چرچا تھا، محفلیں گرجتیں، زبانِ لہجہ کے سچے بھلے جاتے تھے۔ حضرت رضا اپنی بے شمار صلاحیتوں کے ساتھ اگر صرف اس میدانِ زبان و بیان میں اپنا علم اہراتے تو کوئی مقابل نہ تھا مگر ان کی ساری توجہ حفاظت

اشعار موجود ہیں۔

اے رضا سب چلے دینے کو
میں نہ جاؤں اے خدا نہ کرے

آنکھیں رو رو کے سو جانے والے
جانے والے نہیں آنے والے
ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچنے
دیں کیوں کاتے ہیں گلے والے
کیوں رمتا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم بجانے والے

اللہ اللہ کے نبی سے
زیادہ نفس کی بدی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض بھی
تاروں نے ہزار دانت پیسے

ان کے آگے دعویٰ ہستی رمتا
کیلکے جاتا ہے یہ ہر بار ہم

ان کا تبحر علمی ان کے بیشتر اشعار سے ظاہر ہے۔ عربی وفارسی پر کامل
عبور نے اشعار میں عربی فقروں کا اتنا حسین اور برجستہ پیوند لگایا ہے جسکی مثال
کم ملتی ہے۔

بے ابر کرم کے مرے دھتے
لاتفسا البچار آقا
اتنی رحمت رضا پر کمر لو
لایقربہ البوار آقا

لاملئ جھنجر تھا وعدہ ازلی
تو منکروں کو عبث بد عقیدہ ہونا تھا

لہریات نظیر کی فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تو ہے سر سو ہے کھ کو شہ دوسرا جانا

آپ کی مشہور لغت ہے۔

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سننا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مقطع کا حسن ملاحظہ ہو۔

اے رمتا چیت غم از جملہ جہاں دشمن تست
کردہ ام ماں خود قبلہ جا جاتے را !
ایک دوسری لغت ہے۔

دین مبین اور شریعت محمدی کی پاسانی پر رہی۔ اسلام کے بنیادی عقائد پر جو بالتحریک
سطح پر رہے تھے۔ فتنہ نجدیہ نے جو طوفان برپا کر رکھا تھا اور جزیرۃ العرب کو ہلاتا
ہوا یہ زلزلہ جس تیزی سے ہندوستان میں بڑھ چلا تھا اگر امام احمد رضا خاں اس کا
توڑ کر تے تو خدا معلوم کفریات و بائیسہ کا سیلاب کتنوں کے سفینۂ ایمانی کو غرق کر دیتا
حضرت فاضل بریلوی نے جس جانفشانی اور جگر کا روی کے ساتھ رد و بائیسہ کے لئے
خود کو وقف کر دیا۔ وہ کچھ ان ہی کا حصہ تھا۔

ابن کارا نہ او آید و مرداں چنین کند

ان کی زندگی کا یہ مذہبی مشن ان کی شاعرانہ مقبولیت کی راہ میں حائل رہا اور وہ
اکثر حلقوں میں مورد وطن و ملامت رہے مگر یہ تو سنت روز ازل ہے کہ چسراغ
مصطفوی سے شرار پو بھی ستیزہ کار رہا ہے۔

اہل سنت و جماعت کے امام عصر حاضر حق کے لئے کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔
انھیں اس کا احساس تھا، وہ لکھتے ہیں۔

سنیت سے کھٹکے سب کی آنکھیں

بھول بن کر ہو گئے کیا خاں ہم
لیکن جو صلہ یہ تھا کہ

کلک رضا خیر خیر بخوار برق بار
اعدائے کبر و خیر نہایتی نہ شر کر ہی

رسول مقبول نے مجھ سے متعلق جو بیشمن گوئیاں فرمائی تھیں وہ سب کی سب
اپنے وقت سے ظاہر ہوئیں۔ ابن عبد الوہاب نجدی نے جو کچھ کیا وہ کس سے پوشیدہ
ہے۔ اس کے پیروؤں کے عقائد شیطان ہیں معاذ اللہ۔ حب رسول کی شدت نے
دشمنان رسول کے لئے کلک رضا کو واقعی خیر خوار و برق بار بنادیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

مومن وہ ہے جو ان کی عترت پر مرے دل سے

تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

تجھے سے اور جنت سے کیا مطلب وہاں دور ہو

ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ذکر رو کے فضل کھائے نقص کا جو یا رہے

پھر کہہ مر دک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بند اس پر چڑاؤں

کہیں کیا نہیں ہوں محمدی اے ہاں نہیں لے ہاں نہیں

حضرت رضا کی شاعری میں ان کی مذہبیت نے یہ رخ ضرور پیدا کیا ہے جو
مراہ حقانی پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود اگر خالص فنی اقدار کا جائزہ لیا جائے تو
رضا کی شاعری دلی اور لکھنؤ کی میاوی شاعری کے نونے پیش کرے گی۔

زبان کی صفائی، ہشتنگی و جہتنگی اور سہل منتہی کی مثالیں دیکھنی ہوں تو ذیل کے



عاض شمس وقر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
دو قر، دو پنجہ بخور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے نلوے، پنجے، ناخن، پائے اظہر ایڑیاں
چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کرچکی ہیں بدر کو ٹکال باہر ایڑیاں

تشبیہات کی کچھ اور تازہ کاری دیکھتے

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مدنیہ نہ اے چہ رخ کہن پھول
دل کھول کے خوں روئے غم عارض شہ میں
نکلے تو کہیں حسرت خوں نابہ شدن پھول

وہ بہادر شاہ ظفر کی طرح لمبی بی درلیف میں بھی اشعار بڑی آسانی سے کہتے ہیں

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک خطای بھی نہیں وہ بھی نہیں

نہ آسان کیوں سر کشیدہ ہونا تھا

حضور خاک مدینہ خیدہ ہونا تھا

رضا جودل کو بنانا تھا جلوہ گاہ حبیب

تو بیارے قید خودی سے رسیدہ ہونا تھا

تلمیحات سے اشعار کا معنوی حسن سوا ہوتا ہے۔ حضرت رضا کے کلام میں تلمیحات
کا کثرت ہے جو ان کی وسعت علمی اور ایجاد سخن کی دلیل ہے۔ شاعر کو اس صنعت غری
پر کمال حاصل ہے۔

غچے ماوچی کے جو چٹکے دنی کے باغ میں

لیل سدرہ تک ان کی بسے بھی محرم نہیں

حسن یوسف پر کیٹیں مہر میں انگشت زنان

سرکٹاتے ہیں ترے نام پر مردان عرب

برق انگشت نی چلی تھی اس پر ایک بار

آج تک ہے سیتہ میں نشان سوختہ

وہ رعایت لفظی سے بھی اپنے کلام میں بڑی دیکھی اور جاذبیت پیدا کرتے ہیں

حے خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا

جان کا کبیر ہے الفت رسول اللہ کی

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تہا ری واہ واہ

قرض لیتی ہے گنہ پر ہیستہ گاری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹپے ہیں میلے جھوم کر یہ ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(بقیہ صفحہ ۵۰۲ پر)

پاٹ وہ کچھ، دھا ریہ کچھ، زار ہم
یا الہی کیونکہ اتریں پار ہم
مقطع میں فرماتے ہیں

چشم پوشی و کرم شان شاما

کارما بیباکی و اصرار ہم

میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت رضا کی زبان خالص ٹکسالی زبان ہے۔ ان کے
یہاں کچھ ایسے الفاظ بھی بڑی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں جو لکھنؤ کی خالص بیگانی اردو
کا جزو ہیں مثلاً سنگتا، گنا، بھرن، حوالہ خوار، گدگدی کرنا، سر پہ بلا اٹھانا، جواتنا

وغیرہ

ان کا سنگتا پاؤں سے ٹھکرائے وہ دنیا کا تاج

جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

اوشہد نمائے زہر در جام

گم جاؤں کہ دھرتی بدی سے

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادریا

لمحہ باطن میں گئے جلوہ ظاہر گیا

ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو آئے

بیکس کو اٹھائے تری رحمت بھرن پھول

اپنے کوہ سے کالافونہ دو

ہی تو صبر کے خدائی خوار ہم

غفلت شیخ و شاب پر ہستے ہیں طفل شیر خوار

کرنے کو گدگدی عبت آنے لگی بہار کیوں

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں

بیٹھے ٹھٹھے بد نصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

نام مدینہ لے لیا چلنے لگی نسیم خلد

سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی جواتنا کیوں ؟

روزمرہ، محاورہ اور لہجہ کا یہ سہرا ان کے کلام کا خاص جوہر ہے

اس کے باوصف سخت اور دشوار زمینوں میں حضرت رضا نے جو مضامین باندھے

ہیں وہ ان کی فادراں کلامی بردال ہیں۔ آپ کی طبیعت مشکل پسند تھی اور یہ مشکل بھی نہیں

اتنی سہل تھی گویا کوئی تکلیف ہی نہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال نکل

پاماں جلوہ کف پلہے جمال گل

رنگ ترہ سے کر کے چل یاد شاہ میں

کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پتھر جمال گل

کی

نعتیہ شاعری پر ایک نظر

پروفیسر فاروق احمد صدیقی
چکیا کالج - باراچکیا - ایسٹ چمپارن - بہار

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے شرف ہوئے۔ حضور نے اپنا دست
کرم ان کے اعضاء مفلوج پر پھیرا، وہ اسی وقت اچھے ہو گئے اور چادر رحمت
سے بھی نوانسا گئے۔ انحضرت ہی کی زبان میں یہ
کچھ نعت کے طبع کا عالم ہی نہر الالبے
سکتا میں پڑی ہے عقل، چکر میں گمان آیا

فارسی نعت گوئیوں میں حضرت سعدی، جامی، خسرو، اور قدسی (رحمہم اللہ)
کی نورانی اور عرفانی نعتوں سے کون صاحب ذوق واقف نہیں۔ ان عاشقان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بے لجا ناکہ کیا یہ لہجہ فاضل۔ نعتوں اور شہادتوں کا ایسا حسن
گلشن سنوار دیا ہے جس کی بہاریں جیسے قیامت تک بے خزاں رہیں گی۔

اُردو شاعری اپنے دامن میں مقدار و معیار ہر دو اعتبار سے نعتوں کا
عظیم سرمایہ رکھتی ہے اور ابتدائی سے نعت گوئیوں کا سلسلہ نجوم نظر آتا ہے۔ اردو
کا کوئی ایسا معقول شاعر نہیں جس نے نعت سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کم از کم
ایک دو فقر بھی نہیں کہا ہو۔ لیکن حقیقتاً جن خوش نصیب حضرات نے اس منف لطیف
کو اپنے سینوں سے لگایا اور نجات آخری کا ذریعہ بھانپا میں اعلیٰ حضرت مولینا
الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی (نور اللہ مرقدہ) حضرت مولینا غلام شہید،
حضرت مولینا حسن رضا خان صاحب بریلوی، حضرت آس غازی پوری، حضرت حسن
کا کوری اور امیر سینائی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مگر تمام نعت گوئیوں میں از مسدسین تا سترین حضور اعلیٰ حضرت شاہ
احمد رضا خان صاحب کا مقام اور ان کا کلام کئی جہت سے سب سے ممتاز و منفرد
نظر آتا ہے۔ پہلی امتیازی خصوصیت تو یہ ہے کہ اردو کا کوئی بھی نعت گو آپ سے
زیادہ وسیع المعلومات، اسرار شریعت کا راز دان، کتاب سنت کے بحر ذخا کا
سچا شاعر اور صاحب فضل و کمال نہیں ہوا۔ دوسری امتیازی صفت یہ ہے کہ
نعت گوئی میں آپ جس احتیاط و ادب شناسی کی منزل سے گزرے ہیں اس کا جواب
نہیں۔ اور یہ اس لئے کہ آپ نے قرآن سے نعت گوئی سیکھی اور حضرت حان

ملک سخن کی شاہی تم کو رخصت اسلم
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیئے ہیں

نعت گوئی ایک فن ہے اور شکل فن ہے۔ یہ بل صراط طے کرنے سے بھی
دشوار تر ہے۔ اور چاول پر قتل ہوا اللہ کا نقش لکھنے کے مترادف ہے۔ اس فن کی
نمائندوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بڑے محتاط فکر و تحلیل و ہوشیاری اور ادب
شناسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی خیال کو فنی پیکر عطا کرنے سے پہلے اس کو سو بار احتیاطاً
کی چھانی میں چھان لینا پڑتا ہے۔ تب وہ کہیں جا کر مرضی اظہار میں آتا ہے۔ علمائے
فہم و نظر اور صاحبان علم فن کا اتفاق ہے کہ نعت کی راہ شاعری کی سخت ترین
راہوں میں سے ہے اور تمام اصناف سخن سے مشکل ہے۔ اگر حد سے تجاوز کر لے
تو انوہیت کی تہل خاک شکر کر دے گی۔ اور کی کتابے تو تنقیص شان رسالت کی
تجزیہ کوراس کی گردن ناپ دے گی۔ اس لئے خوش نصیب ہیں وہ ملا حین رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) جھقوں نے کامیابی اور سرخروئی کے ساتھ اس وادی پر خار کو طے
کیا اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عقیدت و محبت کا شعری گلدستہ
پیش کیا۔

نعت گوئی اور نعت خوانی ایسا مقدس و لطیف حیات ہے جس کی عظمت اور
مقبولیت کی سند خود بارگاہ ممدوح، محبوب و عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکی ہے
حضرت حان بن ثابت حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے منبر پر کھڑے
ہو کر نعت پاک پیش کیا کرتے اور سرکار دو جہاں ان کو اللہم ایدہم ورحمہم
کا مزدورہ جالغز اسنا کر داریں کی ساداتوں سے نواز ا کرتے۔ حضرت کعب بن زہیر
جو حالت کفر میں اپنی شاعرانہ بے احتیاطیوں اور بے ادبیوں کے جرم میں واجب
القتل قرار دے جا چکے تھے جب بارگاہ رحمت میں مذرت خواہ ہو کر حاضر ہوئے
اور اپنا مشہور تاریخی قصیدہ "بانت ساد" سنایا تو حضور نے خوش ہو کر اپنا ہاتھ
مبارک ان کو عطا کر دی۔ عہد مابعد میں صاحب "قصیدہ بردہ" حضرت علامہ
بوسیر کا رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ نالے ایک نعتیہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ تو خواب میں

جیسے آشنائے منزل کو خضر راہ بنایا۔ خود فرماتے ہیں سہ
قرآن سے میں نے نعمت کوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
رہبر کی رہ نعمت میں اگر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

بہت کم شہرا ایسے ہوں گے جنھوں نے اپنی زبان و قلم کو صرف تذکرہ پاک
صاحب لولاک تک محدود رکھا ہو اور کبھی کسی اہل ثروت و منصب کی ملاحی نہ کی
ہو۔ یہ اقدیا ز خاص بھی صرف اعلیٰ حضرت کا ہے کہ انھوں نے کبھی کسی دنیاوی جاہ و
حشمت والے کی طرف نگاہ غلط انداز تک نہیں ڈالی۔ ایک بار شاعروں نے ناپارہ
کے نواب کی شان میں مدحیہ قصائد کہے۔ آپ سے بھی فراتش کی گئی۔ جواب میں آپ
نے ایک نعت پاک بھی جن کا مطلع ہے سہ

وہ کمال حسنی حضور ہے کہ گمان نقش جہاں نہیں
بہی پھول خار سے دور ہے ہر شے ہے کہ دھواں نہیں
اور مقطع میں اپنا یہ مسلک شاعری بھی ظاہر کر دیا ہے
کہوں مدح اہل دہل رضا چاہے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کجیم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

قدرت کلام کے آئینے میں دیکھتے تو یہاں بھی اعلیٰ حضرت اپنی انفرادی شان لئے
ہوئے نظر آئیں گے۔ ایک بار آپ سے درخواست کی گئی کہ ایک ایسی نعت کہیں جس
میں عربی، فارسی، اردو، ہندی زبانوں کے الفاظ شامل ہوں۔ آپ نے فی البدیہہ
دس اشعار پر تل ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے سہ

لم یأت قطیہ کوئی نظمی مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو نہ دوسرا جانا

اس ضمن میں ان کا ایک خالص اردو نعت کے یہ چند اشعار بھی دیکھئے جن میں
الفاظ کی نشست و برخاست، خیالات کا اتار چڑھاؤ، لہجے کی گھلاوٹ، طرز
اداکار کشی، قوافی کی شگفتگی اور صوفی حسن سے رنگ و نور کا سامان صد ہزار
لئے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ پڑھیے اور کمال مخموری کی داد دیکھئے سہ

زمین و زمان تمھارے لئے مکیں و مکان تمھارے لئے
چلین و چٹان تمھارے لئے بنے دو جہاں تمھارے لئے
کلم و کبی سنج و صفی خلیل و رضی رسول و نبی
عقیق و صوفی غنی و علّی شاکر زبان تمھارے لئے
نروح امین و نعرش بریں نہ لوح میں کوئی بھی کہیں
خبری نہیں جو رزمین طلیں ازل کی نہاں تمھارے لئے
جناں میں چین چین میں سمن میں چین میں چین میں چین

منزلے محسن یہ ایسے محسن یہ امن و امان تمھارے لئے

آپ نے اپنے عہد کے تمام مروجہ اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی لیکن ہرگز
اپنی انفرادیت کا نقش پائنا نہ چھوڑا ہے۔ دوم دوسرے کی چیز کبھی نہیں کہی بغیر تہذیب
مشنوی، مستزاد، قطعات، رباعیات اور سلام جس میدان کی طرف رخ کیا ہے اپنی
شاعرانہ عظمتوں کا سکہ بٹھا دیا ہے یہ اعلیٰ حضرت کے لئے مثالی اگر یہ ادعا فرمائے کہ سہ

دونوں عالم پر ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

لیکن انھوں نے ازراہ انکشاف صرف اتنے ہی پر بس کیا ہے
یہی کہتی ہے بلبل باغ جانا کہ فنا کی طرح کوئی سخن بیاں
نہیں ہندی و اصف شاہ ہر کی بھجے شوخی طبع رکھا کی قسم

اور خدا کی قسم اس ہی کوئی شاعرانہ تکی یا جذبہ احساس برتری نہیں۔ نعت مصطفیٰ
(صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ نے جس عشق و وارفتگی اور جذبہ و سرستی کا مظاہرہ
فرمایا ہے۔ دیکھئے شعر سخن میں اس کی مثالی نہیں ملتی۔ آپ کا تہذیب و ادب جو حقائق
بخشش کے دو حصوں میں ہر جگہ دستیاب ہے اس کا ایک ایک شاعر و شاعر کا ہر لفظ
عشق و رسول کی پاکیزہ شراب سے لبریز ہے۔ اور عقیدت و اخلاص کا آئینہ دار ہے
اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کے اسبے پایاں عشق رسول اور فانی الرسول ہونے کی
شہادت دشمنوں نے بھی دی ہے۔ الحق ما شہدت بہ الا عداۃ۔ اور
یہ قبولیت و لطف سخن اس لئے حاصل ہوا کہ آپ کا قال حال تھا اور حال قال تھا۔
آپ کا ظاہر باطن تھا اور باطن ظاہر تھا۔ ازل و خیر و در دل و زہد کی کیفیت سے
سارا کلام ملوث نظر آتا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ہے مشکل ہے کہ کس شعر کو کس شعر پر ترجیح
دی جائے۔ بقول نظری سہ

ز فرق ما بقدم ہر کی کہی مگر
کہ شدہ دامن دل میکشہ کہ جانا پناست

”حدائق بخشش“ پر از اول تا آخر تہذیب کی نظر ڈال جائیے، دوست کی نظر
سے نہیں دشمن کی نظر سے، جانبداری کی نظر سے نہیں غیر جانبدار کی نظر سے، مورد
بینی نہیں خود دینی نظر سے کہیں ایک شعر بھی ایسا نہیں ملے گا جو کتاب و سنت سے
متصادم اور احکام شریعت سے مزامم ہو۔ نہ کہیں افراط نہ تفریط۔ ایک خوشگوار
اعتدال و توازن کی چاندنی ہر جگہ چمکی نظر آتی ہے۔ اور لاریب اتنی کامیابی اور
خوش اسلوبی سے وہی عہدہ بیا ہو سکتا ہے جو یا رگاہ رسالت کا ادب شناسی اور
میدان اللہ ہو۔ ہر چیز اعلیٰ حضرت نے شعر گوئی کو کبھی مقصود بالذات
نہیں سمجھا۔ مقصد حیات مداحی سرکار تھا۔ انھوں نے شاعری برائے شاعری نہیں
کی ہے۔ بلکہ شاعری بطور عبادت کی ہے۔ انھوں نے کبھی کسی سے ستائش کی تمنا
نہیں کی اور ”صلہ کی پر دا“ کہے تو اس پر بارگاہ ہر بار سے جس کی شان انھیں کی زبانی

مانگے گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لاپے نہ حاجت اگر کی ہے
لب داہیں، آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتے مزے کی بھیگتے تھے پاک در کی ہے
اس گل کا گدا ہوں میں حسن میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
مر کویم سے گرفتہ کسی نے مانگا
دریا ہادیے ہیں۔ دُربے ہادیے ہیں

اور واقعی اس شہنشاہ کو تین کی بارگاہِ یکس پناہ سے انھوں نے جمانا لگا ملا
جو تین کی پوری ہوئی۔ صرف دو واقعات کے ذکر پر اکتفا کر دوں گا۔ ایک بار حضور اعلیٰ
حضرت نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے آگے شارع عام پر کھڑے ہیں اور ایک
تجوری خانوس با تھہ میں ہے۔ اُسے روشن کرنا چاہتے ہیں لیکن شخص جو دائیں بائیں
کھڑے ہیں چھوٹے مار کھجھا دیتے ہیں۔ اتنے میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ
وسلم رون افروز ہوئے۔ آپ کو دیکھ کر وہ دونوں محالاً غائب ہو گئے۔ حضور
(صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لائے اور ان سے اتنے قریب
ہو گئے کہ ایک بالشت سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا اور بہ کمال رافت و رحمت ارشاد
فرمایا چھوٹے مارا اللہ روشن کر دے گا۔ آپ (اعلیٰ حضرت) نے چھوٹے مارا خانوس
روشن ہو گیا (عجلی الیقین صفحہ ۸۰)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ دوسری بار جب سرکار اعلیٰ حضرت زیارت محبوب کی
غرض سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں روضہ انور کے بواجر میں درودوں
کی ڈالیاں پٹھا کر رہے اس حین نیت اولیقین حکم کے ساتھ کہ حضور پر نور (صلی اللہ
علیہ وسلم) اپنی زیارت سے شرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلے شب میں ایسا نہیں ہوا۔ تو آپ
نے بے رنگ تزلزل ایک نکتہ بھی جس کا مطلع ہے یہ
وہ سمنے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اور اس کو نہایت ذوق و شوق کے ساتھ بواجر اقدس میں عرض کیا۔ اور ادب
کے ساتھ ٹیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں باب کرم و اجوا اور آپ نے اپنے چشمہ سر سے
بحالت بیداری تاجدار کو تین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جمال جہاں آملکی زیارت فرمائی
(حیات اعلیٰ حضرت بحوالہ سوانح اعلیٰ حضرت ۲۵۲)

حقیقت یہ ہے کہ جس کسے دل کی گہرائیوں سے محبوب کبریا کی مدح
و منقبت فرمائی وہ کبھی خرم نہ رہا۔ اعلیٰ حضرت کو یہ سعادت عظمیٰ اس لئے حاصل ہوئی
کہ آپ سرکار کی محبت میں خلوص شہم تھے۔ بظاہر آپ حرم مدینہ میں لیکن روح گنبد

خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں چلتی پھرتی نظر آتی۔ آپ کے نالائیم شب میں جو سوز و گداز اور
آہ صبح کی میں جو جوش و اضطراب تھا وہ بالآخر رنگ لے ہی آیا۔ اور آپ کا یہ جذوب
عشق صرف سرکار دالابار کی ذات پاک ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ جلوہ گاہ محبوب مدینہ
طیبہ کے ذرہ ذرہ اور چہرہ چہرے سے آپ کو بے پایاں عشق رہا ہے۔ اُس دیا بدلتوں
کے پھول تو پھول کانٹوں کو بھی آپ نے سینے سے لگا لیا ہے۔ وہاں کے ہر درو دیوار
گنبد اور مینار، مرغزار و کھار اور ریزہ ریزہ درگزر کو آپ نے قریب سے
دیکھا ہے۔ چشم و دل سے لگا لیا ہے اور پھر اُس کے حسین جلوؤں کو اپنے اشعار
میں سیٹ لیا ہے۔ اور ایسا کرنا بھی چاہئے تھا۔ بقول شاعر

دین مذہبی حُب الدیاس لآھلھا

وللناس فیما لیعشقون مذاھب

(میرے مذہب میں دیار سے محبت کرنا صاحب دیار کی وجہ سے ہے
اور عشق میں لوگوں کے الگ الگ مذہب ہوا کرتے ہیں)

اور اب اُن کے دیوان سے چند متفرق اشعار میرے دعاوی کے
ثبوت میں ملاحظہ ہوں

اگر گلوں کو خزاں نار سیدہ ہونا تھا

کنار خار مدینہ دھیمہ ہونا تھا

اے خار طیبہ دیکھ کے دامن نہ بھیگ جائے

یوں دل میں اگر دیدہ تر کو خبر نہ ہو

پھول کی دیکھو سیری آنکھوں میں

دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

کیا مدینے سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج

کھنڈی بو بھنی بھنی پیاری پیاری داہ داہ

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند

سیدھی سرک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

اصطوف روٹھ کا نور اس سمت منبر کی ہمار

بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیادی داہ داہ

چہرے ہوتے ہیں یہ گھملائے ہوئے پھولوں میں

کیوں یہ دن دیکھتے، پاتے جو بیابان عرب

مدینے کے خط خدا تجھ کو رکھے

غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

اس طرح کے ان کثرت اشعار اُن کے دیوان میں مدون و مجموع کی طرح جگمگاتے
ہے ہیں۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے سامنے ذکر مدینہ آتا وہ فرط عقیدت و
محبت سے سرشار ہو کر سادہ سادہ لہجے سے بے نیاز ہو جاتے اور دنیا کی حسین

ترین چیزوں میں بھی انھیں کوئی لطف و دلکشی نہیں معلوم ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ
حورِ جنات ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
پھیر کے پردہ حجاز دین کی چیز گائی کیوں
اور وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آتش
فروزان کی بددلت جو داغ جگر کا لہلہا تاہو باغِ عطا ہو لے وہ ہمیشہ سر سبز و
شاداب رہے رہے

یار رب ہر ابھر اسے داغِ جگر کا باغ
ہر مہر بہار ہو ہر سال سال گل

دیکھئے ”ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ برات“ کے کمال میں ”ہر مہر بہار
بہار ہو ہر سال سال گل“ کا کتنا لطیف اور دل آویز مصرع ڈھلا ہے۔ پھر
پہلے مصرع میں ”داغِ جگر“ کو ”باغ“ سے تشبیہ دینا قدرتِ خیال اور قدرتِ
بیان کی کتنی پاکیزہ مثال ہے۔ دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔

درو دیں صورتِ دلِ محیطِ ماہِ طیبہ ہیں
برست امتِ عامی ہی اب رحمت کا پانی ہے

علمِ ہیئت کی روشنی میں عوام الناس کا خیال ہے کہ جب دل چاند کو اپنے
حلقہ میں لیتا ہے تو یقیناً بارش کا نر دل ہوتا ہے۔ اب اس نکتے سے ناامد
اتھا ہے جسے حضورِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ امت کی جانب سے
درو دوں کی پیہم دایاں پچھا در کی جاتی ہیں وہ بھی ماہِ طیبہ کے گرد بصورت
بالا پنا حلقہ بنا لیتا ہے۔ اس کے بعد ہر آن یہ اس لگی رہتی ہے کہ امتِ عامی یہ
رحمت و نور کی موسلا دھار بارش اب ہوئی تو اب ہوئی۔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شاندار
نکتہ آفرینی اہل نظر سے خصوصاً داد و توجہ کی مستحق ہے۔

اردو کے ایک باکمال شاعر نے کہا تھا کہ

گلدستہ سنی کوئے ڈھنگ سے باندھوں

اک پھول کا مضمون ہو تو سورنگ سے باندھوں

مجھے خبر نہیں کہ واقعی انھوں نے ایک پھول کے مضمون کو سورنگ سے
باندھا کہ نہیں لیکن اگر بابِ فکر و نظر دیکھ لیں کہ واقعی ہمارے امامِ اہلسنت
حضورِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اک پھول کے مضمون کو سورنگ سے باندھا ہے۔ حقائق
بخش حصہ اول میں اُن کی ایک نعت ہے جس کی ردیف ”پھول“ ہے۔
یہ نعت سوزِ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور ہر شعر میں ”پھول“ کو ایک نئے معنی اور
نئے طرز و انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اور شاعر نے ”پھول“ کو جتنے معنوں
میں استعمال کیا ہوگا وہ سب یکجا طور پر اس گلدستہ نعت میں
مل جائیں گے۔ تمام اشعار کو نقل کرنا ممکن نہیں صرف چار اشعار بجا تفرہ
پیش خدمت ہیں کہ

سرتا بقدم ہے تین سلطانِ زمین پھول
لب پھول دہن پھول ذہن پھول بدن پھول
صدتے ہیں تیرے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچہ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول
تنگا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ حسن پھول
دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو بہ نہاے جرخ کہن پھول

(تیسرے شعر میں ”پھول“ بمعنی ہلکا اور چوتھے شعر میں ”پھول“ بمعنی گھنٹہ
استعمال کیا گیا ہے)

مجھے یقین ہے کہ شعر و ادب کا سحر اذوق رکھنے والے حضراتِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
کے شعائرِ انکمال کے اعزاز میں غزل سے کام نہیں لیں گے اگر وہ واقعی ایمان
و دیانت کے ساتھ اُن کے دیوان کا مطالعہ فرمائیں۔ اگر غالب کی فکر بلند اور
علوئے حوصلے کے ساتھ اُن کے دشتِ امکان ”کو ایک نقش پا“ قرار دیا تھا تو اُن سے
کئی منزل آگے بڑھ کر ہمارے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے زلفِ محبوب (سرکارِ
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو و لطافت کے مقابلے میں بہشتِ خلد کی باران
کو ایک چھوٹا سا عطر دان ”قرار دیا ہے۔ یہ

بزمِ شکرانہ زلف میں میری عروس نکرو کہ

ساری ہمارے بہشتِ خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

اندازہ لگائیے ایک طرف ”وقتِ امکان“ ہے دوسری طرف ”بہشتِ خلد“
اور جب یہ طے ہے کہ موجودہ دشتِ امکان سے ایک خلد کا طویل و عرض کئی گنا
زیادہ ہے تو ”بہشتِ خلد“ کا عالم کیا ہوگا۔ اور پھر اس کی بہار دل کا خلاصہ اور
چمکدار زلف سرکار کے نزدیک ایک چھوٹا سا عطر دان ہو۔ ایسی اچھوتی اور
دل آویز بات شاید کسی صاحبِ رسول نے کہی ہو۔ اور اب یہ شعر دیکھئے۔

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

شعرائے قدیم سے لے کر دروید تک کے دوادین کا بغور مطالعہ کر جائیے
تلاش و تفحص کے بعد آپ ایک شعر بھی ایسا نہیں پیش کر سکیں گے جس میں اپنے مروج
کی مدح و ثنا اتنے خوبصورت اور ایمان آفرین انداز میں کی گئی ہو جتنے خوبصورت
اور پاکیزہ انداز میں اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقررہ بالا شعر میں کی ہے۔ عام طور پر محمد
حسین کو مطلق ”پھول“ اور ”شمع“ دونوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ لیکن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
کا اپنا انداز ہی نرالا اور جُدا لگا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ صفت ہمارے حضور پر نور
(صلی اللہ علیہ وسلم) کا کمالِ حسن ہے کہ اس میں کسی طرح کے عیب و نقص کا دہم و گمان

مصر سے اپنی قیصیں مبارک اپنے والد محترم کی رِوایات کے لئے کنکناں روانہ کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دور ہی سے اس کی خوشبو عکس فرمائی اور جب اس قیص مبارک کو اپنی آنکھوں سے لگایا تو ان کی کھوئی ہوئی روشنی نورِ اُلوٹ آئی۔ یہاں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ محبوبِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجود پاک کی عطرِ بنیروں سے عرب کا ہر ایک گوشہ کنکناں کی طرح یوسفستان نظر آتا ہے۔ اور پیرِ مہن محبوب کی خوشبوؤں سے یہاں کا کوچہ کوچہ ہر راہ ہر راہ گد و مشکبہ و خوشبو دار نظر آتے ہیں۔ اس شرمین بے قیص، "یوسفستان" اور گوشہ کنکناں "عرب" کی ترکیب و ترتیب اعلیٰ فنکاری اور مینا کاری۔ خاص طور پر یوسفستان کی ترکیب اعلیٰ حضرت سے پہلے شاید کسی اور نے استعمال کی ہو۔

گزشتہ سطور میں کہیں اشارہ کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے حکم و نظری کی آبیاری کا نام ربانی کی چشمہ صافی سے کیا ہے۔ اور حضرت حسان کی رہنمائی میں چیستانِ نبوت کے خوش رنگ و خوشبو دار پھولوں سے اپنے گلہ سہ نسبت کی تزیین و آرائش کی ہے۔ آئیے ایک دو مثالوں سے اس کو واضح اور محکم کرتا چلوں۔ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت کا یہ شعر سنئے جو قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور خاص و عام کی زبان پر جاری رہتا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رہنا کے محمد

یعنی دونوں عالم کے رہنے والے خدا کی خوشنودی کے جویاں اور خواہاں ہیں اور خود خدا وند قدوس اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کا طالب ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے اس نگر کی اساس آیات قرآنی قدری تقلید و جھک تم رضعا لڑا رکھی ہے جن میں تحویلِ تبارک و اتمہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے انھیں آیات مذکورہ کا صاف و بر ملا ترجمہ اپنے شرمین کیا ہے۔ یگو سمندر کو کوڑہ میں پھر دیا ہے اور اقصاء میں جامعیت کی شان پیدا کر دی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجرہ یہ تھا کہ تم باذن اللہ لکھو آپ مردوں کو زندہ فرمایا کرتے تھے۔ اور سید الانبیاء کی سبزه شان یہ ہے کہ آپ نے بے جان کنکریوں کو قوت گویاں بخش دی۔ مردے تو ہر حال کسی زمانے میں ذکرِ روح تھے لیکن سنگِ نرسے تو ہمیشہ حابد و غیر ذی روح رہے اس لئے "عجازِ عیسیٰ" سے "عجازِ مصطفویٰ" زیادہ انوکھی اور اچھوتی بات ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں یہ

ہے لبِ عیسیٰ سے جان بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگِ نرسے پاتے ہیں شریعتِ عقیل ہاتھ میں

مصرعِ ادل "لبِ عیسیٰ" اور دستِ مصطفیٰ کا تقابل بھی خوب ہے دوسرا مفہوم اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "لبِ عیسیٰ" سے بھی حضور ہی کے لبائے مبارک مراد ہیں اور اعلیٰ حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور کے دہان مبارک اور لبائے مبارک

بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آپ عالم امکان کے لوت و عیوب سے بالکل پاک و منزہ جن و جہاں کے شامکا رنگہ نہیں۔ پھول بھی خوبصورت ہوتا ہے مگر کاتنے کا وجود اس کے عیب ہے۔ شمع میں بھی منہ ہے مگر وہ جلتی ہے تو دھواں نکلتا ہے یہ اس کے لئے نقص ہے۔ یہ صرف کمالِ حسنِ حضور ہے کہ آپ "پھول" ہیں تو کاتنے سے بے نیاز اور "شمع" ہیں تو ایسی کہ اس میں دھواں پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا یعنی ہمارا "پھول" باغِ عالم میں بے نظیر اور ہمارا "شمع" بزمِ امکان میں بے شال۔ اردو کے ایک استاد شاعر آتش لکھنوی نے فنِ شاعری کو مینا کاری اور مصرع سازی کا فن قرار دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں یہ

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں

شاعری بھی کام ہے آتشِ مصرع ساز کا

اور اب اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو دیکھئے

حسنِ یوسف پہ کپڑے مصر میں انگشتِ زمان

سرنگئے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

اس شعر کے لفظی اور موسیقی حسن کا تجزیہ کیجئے تو شاعری کی دنیا نظر آئے گی۔ اس شعر کا مفہوم محض اتنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی حسن سے بہت ہو کر عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ دوسری طرف سرنگے کے صرت نام پر مردانِ عرب سرنگئے اور جاں لٹنے کو تیار رہتے تھے۔

فنی اعتبار سے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ کا استعمال اس سلیقے اور ہنرمندی سے کیا گیا ہے کہ ان کے باہمی تقابل سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و لفظی ثنابت ہوتی ہے۔ پہلے مصرع میں "حسن" کا لفظ آیا ہے تو اُس کے مقابلہ میں مصرع ثانی میں "نام" کا لفظ ہے۔ پہلے میں "کٹنا" لگایا ہے جس میں قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا تو دوسرے میں "کٹنا" لگایا ہے جس میں قصد و ارادہ کا شامل ہونا ناگزیر ہے پہلے میں "مصر" ہے تو دوسرے میں "عرب" اور ظاہر ہے کہ ایامِ جہالت میں بوخرا لڈ کوئی سرکش اور خود سری مشہور تھی۔ پھر پہلے مصرع میں "انگشت" ہے تو دوسرے میں اس کے مقابلہ میں "سر"۔ پہلے میں "زمان" اس کے مقابلہ میں دوسرے میں "مردان" پھر پہلے میں "لفظ" کے مقابلہ میں "عقل" ہے کہ ایک بار ایسا ہوا اور دوسرے میں "کٹنا" سے ثابت ہے کہ استمرار و دوام کے طور پر ایسا ہوتا ہے۔ الغرض دونوں مصرعوں کا ایک ایک لفظ تفنیلِ سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علمبردار ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کمالِ تحلیلی کا داد دیکھئے کہ کس طرح ایک شرمین اتنے فاسق لفظی و معنوی کا التزام کر دیا۔

اسی قبیل کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو

کوچہ کوچہ میں بہکتی ہے یہاں بے قیص

یوسفستان ہے ہر اک گوشہ کنکناںِ عرب

اس شرمین اس واقعہ کی طرف اشارہ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے

کا اعجاز مستم ہے ہی آپ کے دست مبارک میں بھی یہ اعجاز تھا کہ انگشت پاک سے اشارہ فرمادیا تو سنگریزے بولنے لگے مصرع میں شان میں تیرس مقال "کا" ٹکڑا اُجانداز اور بلاغت آفریں ہے کیونکہ سنگریزوں نے دست کا فریں مکملہ اسلام پڑھ کر اپنا قیامت کرنا تھا اس سے بڑھ کر اور تیرس مقال "کیا ہوگی"۔

اس نعت کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو رہ

ابریں اے مومنوں کو تیغ غریاں کفر پر

جسے ہیں شان جمالی وجلالی ہاتھ میں

اس شعر میں آیت پاک محمد رسول اللہ والذین پیغم (پ) کی شاندار ترجمانی کی گئی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنوں کے لئے روف و رحیم ہیں اور کفر کی حلقوں پر شیشیر ہمت کی مانند ہیں۔ اس طرح آپ کی ذات اقدس جمال وجلالی دونوں کی مظہر ہے۔ اس کو استعارہ بدل کر یوں کہا گیا ہے کہ آپ کے دست کرم میں شانیں موجود ہیں۔ ایک پہلو جمالی ہے تو دوسرا جمالی ہے۔ پہلے مصرع میں "ابریں" کی مناسبت سے دوسرے مصرع میں لفظ جمالی کا استعمال اور تیغ غریاں کی رعایت سے لفظ جلالی کا انتخاب کتنا موزوں مناسب اور شاعرانہ طرز بیان ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور فداہ ابی دای کل عرصات قیامت میں داور محشر کے سامنے گنہگار ان امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اعلیٰ حضرت کی روح پرور نکتہ آفرینی دیکھتے کہتے ہیں کہ آپ کی شفاعت فرمائی کا انداز اتنا دالانہ اور دل پر ہموکار وہ قدسی نفس حضرات جن کے نامہ اعمال میں سیات کا شائبہ تک نہیں ہو گا وہ بھی یہ متمنا فرمائیں گے کہ کاش تمھوڑا سا گنبد جاتا تاکہ ہم بھی ہر سار کی روح افزا شفاعت سے لطف اندوز ہوتے۔ دیکھتے کہتے پیایہ اور اچھوتے انداز میں کتنی پیاری بات کہی گئی ہے

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ

قرض لیتی ہے گنہ، پر ہیز گاری واہ واہ

اس شعر میں "واہ واہ" کی روایت نے صفت نکرا کر لطف تو پیدا کیا ہی ہے لفظوں کے زیر و بم اور مٹی کے کیف و کم نے بھی عروس سخن کے سکھرے پر چار چاند لگا دیے۔ توانی کی شگفتگی، بھر کی روانی اور نرم کی حالات اس پر مستزاد ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے بھوم کر

ندیاں نچاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر اصحاب کرام کے سامنے قلت آب کا مسئلہ پیش آگیا آپ نے ایک پیالہ میں اپنا دست کرم ڈال دیا۔ پھر تو ان نورانی انگلیوں سے اس قدر توجہ خیر دھارے پھوٹے کہ تمام لوگوں نے اسودہ ہو کر اپنی تشنگی رنج کر لی

اور پھر پانی پڑ بھی گیا۔ اس واقعہ کو مندرجہ بالا شعر میں اعلیٰ حضرت نے کتنے دلکش اور دل نشیں انداز میں ادا فرمایا ہے۔ دست نبوت کی پانچ انگلیوں کو "نچاب رحمت کی ندیاں" قرار دینا اور پھر ان سے رحمت کا پانی بہا نا یہ حضور اعلیٰ حضرت ہی کے ذہن رسا کا کام تھا۔

حدیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور کے مزار پر انوار پرستہ زار آفرستے صبح سے شام تک اور ستر ہزار شام سے صبح تک لگاتار، درود و سلام کی ڈالیاں بچھا کر کرتے رہتے ہیں۔ اس کو اعلیٰ حضرت نے یوں ارشاد فرمایا ہے

ستر ہزار صبح ہی ستر ہزار شام

یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے

فنی لحاظ سے اس شعر میں صبح و شام کی مناسبت سے زلف و رخ کالا نکلتا لطیف اور شاعرانہ پیرایہ بیان ہے۔ اس طرح کی ہزاروں مثالیں حدائق بخشش میں موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جتنے حسان ادبی دشمنی اور صنائع و بدائع سے اپنے کام کو مزین فرمایا ہے اگر ان کی کا حقہ توضیح و تشریح کی جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے مگر

ع فرصت کہاں کہ اس کی تمتا کرے کوئی

اس لئے بلا تضرع چند بندیدہ اشعار اور سن لیمے۔ عجب نہیں آپ کا ذوق بلند براہ راست دیوان اعلیٰ حضرت کے مطالعہ پر مجبور کر دے

جہاں کی خاک روئی ہے جہاں آرا کیا تھے کو

صبا مے نے اہی انگلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

بجائے عرش یہ خاک مزار پاک کو ناز

کہ تھما عرش نشیں آنسیدہ ہونا تھا

ہیں عکس چہرہ سے لب لگاؤں میں سحر خیاں

دوباسے بدبو گل سے شفق میں ہلال گل

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جاتیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھر یہاں تیرا

ہلال کیسے نہ نیت کہ بدبو کا مل کو

سلام ابر دے شہ میں خیرہ ہونا تھا

وہ سرگرم شفاعت میں برق اشان ہے پستیانی

کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھائی ہے

صف نام آٹھے، خالی ہوز نزل تو ہیں زنجیریں

گنہگار و جیلو مولیٰ نے دیکھ لایا ہے جنت کا

نکیہ بن کر تے ہیں تعظیم میسری

فدا ہو کے تھپ یہ یہ عزت ملی ہے

شاعری تحقیق کے آئینے میں

اشفاق احمد رضوی (بی، اے)

سے اعلیٰ حضرت کے کمالات و برے بہا ہیں۔ اسی درجہ کی شعری ادبی جھلکیوں کو اپنی بساط بھر پیش کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے طفیل توفیق خیر سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

اردو شعرا کے کلام کو اس زمانہ میں جس معیار کو سونپ سے پرکھا جا رہا ہے اور جس پیمانہ سے ناپا اور جس ترازو سے

تولا جا رہا ہے اسی سوال و میزان کی توقع ہم سے نہ رکھیں کیونکہ ہمارے نزدیک کسی کے کلام کی جانچ پرکھ اور اس کے کلامی و شعری محاسب و محاسن کی تعین و تشخیص اس اہل کلام کے ”دعاویٰ و دخاص التزام کی روشنی میں کرنا چاہئے۔ جس رعایت و لزوم کا اس نے اپنے آپ کو پابند کر لیا ہے۔ نگاہ تنقید اس نکتہ پر مرکوز ہے کہ آیا وہ اپنی مقیم راہ پر قائم رہا یا ڈگمگا گیا۔ اس نے اپنی قائم کردہ روش نبایا یا نہیں۔ طریق ادا و اسلوب بیان ہو یا بلند خیالی۔

مضمون اثر و بیانی میں لفظی۔ صناعی و بدائع کی رعایت ہو یا ترکیب و بند کی جتنی فصیحانہ سائیکسی ہو یا بیخاندانہ اقتضائے کلام۔ ان تمام شعبوں میں شاعر اپنے التزام و ادعاء سے عہدہ برآ ہوا ہے یا نہیں۔ اسی معیار کی روشنی میں قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ ”کلام الامام امام الکلام ہے یا نہیں؟

حقیقت بالکل بے حجاب و بے نقاب ہے بلکہ روشن تر از

آفتاب ہے کہ اعلیٰ حضرت کا دل و دماغ، قلب و جگر چشم و گوش، ظاہر و باطن قلب و قالب سر سے پاک سارے اعضاء و رگت پئے۔ فکر و خیال دین ایمان سب میں محبت سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی تھی۔ براہِ حق حضور پر نور کی مدح و درود زبانِ رستی تھی کیونکہ نبوتِ رسول سے خالی نہ رہتا تھا۔ قلم حق رقم کا کوئی نقش، اس کی کوئی تحریر ایسی نہیں جو محبت حبیب کبریا

علیہ التحیۃ و التسلیم کے حیاض رحمت شرب اور نبوت اور عظمت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تک قلم سے سبکتی نہ ہو۔ اس کے باوجود شعری پیکر میں

مجددین و ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات مخزن برکات چودہویں صدی ہجری میں دنیا والوں کیلئے دینی، علمی روحانی لحاظ سے رب کرم کی اعلیٰ نعمت و سراپا رحمت تھی۔ آپ کی زندگی کے حالات عینی شامدوں کے بیانات، علمائے عصر کی شہادتیں، مفتیان حل و حرم کے فتاویٰ، مشائخ عرب و عجم کے تحسینی ارشادات کی بنا پر یہ کہنا بالکل جا اور بے غبار حقیقت ہے کہ مجددِ مائتہ حاضرہ موبدِ ملت طاہرہ ”آیت من آیت اللہ“ تھے۔ ”مبجۃ من مبعزات سید المرسلین“ تھے (علی صاجہا التجدید و التنا) برہان اسلام، حجت دین، مسلک حق کیلئے ”آیت بنیات“ تھے۔ یہ کلمات عقیدت زدہ براہِ بھی غلو و مبالغہ کے حامل نہیں ہیں۔ بلکہ اس دعویٰ پر اعلیٰ حضرت کے علمی، عملی کارنامے آپ کی تحقیقی تصنیفات، فتاویٰ، رسائل و مسائل ایک مضبوط و مستحکم ثبوت و ستاد ہیں۔

سطور بالا کے معروضات تخیلی پرواز نہیں ہیں بلکہ علمائے کرام کے ارشادات ہیں در ذیل

حال تو یہ ہے کہ دینی علوم میں مہارت و سرور تو درکنار دینی علموں کے ایجوکاتوں کی صف نعال کے بھی لائق نہیں ہوں۔ مجھ بھی ایسی باکمال شخصیت کے علم و فن پر جن کا سینہ و ہپی علموں کا خزینہ، کسی علم و فن کا گنجینہ ہے، اظہارِ رائے کرنا چھوڑ دیتی ہوں

”در بار رضویت“ کے اس ناچیز و ابستہ دامن نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نعتیہ کلاموں کا بار بار مطالعہ کیا ہے جس کا تاریخی نام ”حدائق بخشش“ ہے۔ اس کے ساتھ اسکول دکا لچ کی زندگی میں اردو شعرا و کے ”دوا دین“ کے پڑھنے کا بھی موقع ملا ہے۔ اور اس پر نئے پرانے طرز کے نقادوں کی تنقید بھی دیکھی ہیں۔ اتنا مطالعہ میں صاحب کا یہ مصرعہ بار بار دماغ میں چکر لگاتا رہا کہ ”خس بود بالائے دریا زیر دریا گو مر است“

کتے خس بالائے دریا ہیں ان کا حساب و کتاب کون پیش کرے۔ اسی طرح یہ معلوم کئے ”زیر دریا گو مر“ ہیں۔ انہی زیر دریا گو مر میں ہر لحاظ

عروس فکر کو منہ شہود کی جلوہ گاہ بنا نامحسوس تھا۔ پیرایہ شرمیں لغت گوئی آپ کا مقصود حیات نہ تھا۔ مقصد زندگی تو احیائے سنت، شریعت حقہ کی حفاظت، اہل حق کی حمایت، اہل باطل کا ابطال و اذہاق تھا جس پر بدو شعور سے آخری سانس تک قائم رہے۔ حمایت حق نے اسی جوش نے آپ کو ان جملہ علوم کے احیاء و تجدید کی طرف مائل کر دیا جو احتیاق حق و ابطال باطل میں کسی طرح بھی تمد و معادن ہو سکتے تھے۔ اور حال یہ تھا کہ وہ علم یا تو مٹ چکے تھے یا مٹنے کے قریب تھے۔ آپ کا شہری ذوق بھی اسی مزیدہ سخن گوئی کے تحت نمودار ہوا اور حمد و نعت و مناقب کے رنگ میں آپ کے شعراء کمالات منصفہ شہود پر جلوہ ریز ہوئے۔

آج کے گفتگو ساری جو پرورش کرتی نظر آئے گی۔ سطور زیر کے مطالعہ سے قبل چھان بین کے متذکرہ بالا اصول و عقد تبصرہ کی بنیاد و معیار کو اچھی طرح ذہن نشین فرمائیں۔

نعت گوئی اور امام احمد رضا کا دعویٰ

(۱) ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ۔ بیجا سے ہے المنة لله محفوظا قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی ہے احکام شریعت ملحوظ عدالت بخش حصہ دوم (رباعی ۲)

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:-

میں اپنے نعتیہ کلام سے نہایت ہی محفوظ و سدر ہوں۔ کیونکہ میرا کلام بفضل الہی ہر بیجا و نازیبا الفاظ و معانی سے پاک ہے۔ میرا ہر فقرہ ہے میرے نعتیہ اشعار شریعت کے خلاف نہیں ہیں۔ اس میں ممنوعات و محذورات شرعی کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ خلاف شرع مضامین و الفاظ کیسے آسکتے تھے جبکہ میں نے قرآن عظیم سے نعت گوئی سیکھی ہے۔ اور قرآن حکیم کی نعت فرمائی و مدح نگاری کی شان ہی یہ ہے کہ احکام شریعت ملحوظ رہیں۔ اور ایک حرف بھی خلاف شرع آئے نہ پائے۔

اعلیٰ حضرت ابنی نعت گوئی کے محرکات کی نشان دہی خود ہی اسی حصہ دیوان کی پہلی رباعی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:-

(۲) پیشہ میرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو مولیٰ کی شایں حکم مولیٰ کا فلان فوزینہ میں سیر نہ بھلایا مجھ کو

سطور بالا میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شاعری ضنیہ ہے۔ مقصود حیات و متاع زندگی نہیں ہے اس رباعی میں اس صداقت کی صراحت ہے کہ شاعری میرا پیشہ نہیں۔ نہ مجھے شاعری کا دعویٰ ہے بلکہ یہ تو ہے "جو آگ بجھاتا ہے گے وہ آگ لگائی ہے" کے شعلے ہیں جو بے اختیار کبھی کبھی جھوٹک اٹھتے ہیں۔ یہ شمع سخن کے

نمونے بھی نہیں ہیں بلکہ تپتے دل کی بھجائیں ہیں جو کبھی آنکھوں سے جلوہ فرما ہوتی ہے تو کبھی نوک قلم سے بسا و دین و ایمان پر گہر ریز ہو جاتی ہے۔ صرف شرع کی حمایت و پاسداری کا جذبہ محرک رہا ہے۔ جس کی وجہ سے سیف لسانی و تیغ کلکی سے کبھی کام لینا چاہا ہے۔ جب میری نعت گوئی کا محرک شرع شریف ہے تو کبھی شریعت کے خلاف جو قصورات ہیں وہ میرے نعتیہ کلام میں کیسے بار بار باقی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ "مولیٰ" کی مدحت و ثنا میں مولیٰ ہی کے کلم کا خلاف ہو۔ کیونکہ ایسا کرنا مولیٰ کی ثنا و تعریف نہیں بلکہ انجان ہے۔ ایسی صورت میں معاملہ ہی مغلوب و محکوم ہو جائے گا۔ ثواب نجات کے بدلے عذاب و عقاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسی حصہ دیوان کی رباعی ۵ ملاحظہ فرمائیے:-

تو شہ میں غم داشتک کا سماں بس ہے

افغان دل زار حد یخاں بس ہے

رہبر کی راہ نعت میں گمراہی ہو

نقش قدم حضرت حصال بس ہے

اللہ اللہ جس امام مجدد وقت نے قرآن پاک سے نعت گوئی سیکھی۔ جن کی نعت گوئی و منقبت نگاری کا داعیہ "جذبہ شرع" ہے جن کو اگر وہ نعت میں رہبر کی حاجت ہو تو "مدراج المجیب" نعت گوئی جلیل حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نقش قدم رہبری کیلئے کافی ہو۔ ان کے کلام شرعی نقائص و اسلامی نقائص سے پاک نہ ہوں گے تو کبھی کس کے کلام نمونہ شریعت ہوں گے؟

تلاش کیجئے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام کے متعلق جن دعاوی کا بطلان اظہار فرمایا ہے آپ کے سامنے ہے۔ مخالفین ہوں یا موافقین، مخلصین ہوں یا مساندین سب کو دعوت تنقید دیجئے کہ اے ناقصین زمانہ نہ سر جوڑ کر بیٹھنے کیلئے شے ڈھونڈھو۔ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام میں نقائص شرعیہ، ممنوعات دینیہ، محذورات اسلامیہ کے ثبوت میں ایک شعری لے آئیے۔ نہیں نہیں ایک مصرعہ ہی سہی۔ قرآن کریم ہر جگہ موجود ہے۔ حضرت حسان کے نقش قدم "شبکل دیوان موجود ہیں۔ شریعت غرا و مدون و منضبط صورت میں جلوہ فرما ہے۔ بتائیے نشاندہ کیجئے کہ فلان شعر قرآن کے مزاج سے متصادم ہے۔ فلان مصرعہ شریعت مطہرہ سے ٹکراتا ہے۔ فلان مطلع اور حسن مطلع حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نقوش عقیدت سے میل نہیں کھاتا ہے۔

نے اپنے اوپر ہونے والے جو رستم کے جواب میں دعائیں نہیں دی ہیں ضرور ہیں۔ اسی خلق نبوی کا اتباع کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے دعا کی ہے کہ ان کینہ و رونا کے دلوں کو پاک فرمائے۔

دوسرے شعر میں شکل حیرت اظہار حقیقت فرماتے ہیں۔

سینت سے ٹھٹھکے سب کی آنکھ میں

پھول ہو کر ہو گئے کیسا خار ہم

اس لٹاک حادثہ کا تذکرہ "سخن گسترانہ" طور پر کیا گیا ہے

ورڈ کننا یہی ہے حکم اعلیٰ حضرت پر ہر طرح کے ناروا حلے کئے گئے۔ مگر

نعت گوئی میں کوئی بھی شرعی مصائب کا سراغ نہ پا سکے اور انشا اللہ

آئندہ بھی نہ پاسکیں گے۔

پاسِ شرع اور حسنِ شعر

اچھے خاصے پڑھے لکھے حضرات کو یہ

بات دہراتے ہوئے سنا گیا ہے

کہ شرعی قید و بند میں جکڑے ہوئے شعروں کی شہرت گھٹ جاتی ہے۔

دکھی ہو جاتی ہے۔ واہ واہ کا سماں نہیں بندھتا۔ روکھا، پھیکا خشک

محض ہوتا ہے۔ مگر جب شعر و سخن کذب و مبالغہ کی اس ٹکسال سے ڈھل کر

پرآمد ہوتا ہے (جس کو دردغ بے فروغ کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا) تو البتہ

سامعین سردھننے لگتے ہیں۔ واہ۔ واہ۔ داد تحسین و آفریں سے شوقِ غل

سے زمین و آسمان کو گھٹنے یا کانپنے لگتے ہیں۔ ایسے حضرات کے خیال میں

حسنِ شعری و محاسنِ شرعی دونوں یکجا جسے نہیں ہو سکتے۔ دونوں میں سی ہیرو

ازلی دشمنی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس باطل نظریہ کا رد لینے اس شعر میں کس خوبی سے فرمایا ہے

سے جو کہے شعرو پاسِ شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے۔

لا اسے پیش ملوے زمر مہ رضا کہ یوں

اعلیٰ حضرت جیسی باکمال اہلِ زہد صاحبِ اتقانِ شخصیت سے

ایک شعر و سخن میں نہیں بلکہ جملہ شیعہ ہائے زندگی کے مسائل میں ایسی ہی بری

احتیاط و شرعی جن کا یقین ہی رکھنا چاہئے۔

کیونکہ

آپ کے پیشِ نظر سورہ شہادہ کی یہ آیت کہ میرے بھی کلمے جس کا ترجمہ قارئین

کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور یہ

ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہی کا ہے۔

"اور شاعروں کی بیرونی نگراں کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

مگر وہ جو ایمان لائے اور اپنے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور

بیجا نقادین

بیجا و عنادی ناقدوں کا ایک جم غفیر سرزمینِ ہند میں پھیل ہوا ہے جو عناد و

غیظ و غضب کی آگ سے آتش زیر پا ہو کر نہ معلوم کتنے افزائی اعتراضات

کے ہیں اور کر رہے ہیں بے بنیاد بہتان اٹھائے ہیں اور اٹھاتے جا رہے

ہیں۔ عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کے صلہ میں اعلیٰ حضرت کے

خلاف بالکل بے اصل و بے حقیقت ہر قسم کے لوچھے گندے، مکروہہ حویہ

استعمال کئے گئے ہیں اور اب تک کئے جا رہے ہیں۔ لیکن میرے علم کی حد تک کسی گروہ

نے بھی آج تک "اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی میں شرعی عیوب نہیں نکال سکے ہیں۔ حالانکہ

انبارِ تواریخ پر کچھ اپنے بھی رشک میں مبتلا تھے اور اب بھی ہیں۔ مگر اس باب

میں مجھ کی جانب کی نکتہ چینی کا علم نہیں ہے۔

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے استمداد

سلطین سرکار بغداد سے استعانت و استمداد فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت

فرماتے ہیں:-

عدو بدین مذہب والے حاسد تو ہی تہا کا رد دل ہے یا غو

حمد سے ان کے سینے پاک کر دے کہ بدتردق سے بھی یہیل پیما غو

امام اہل سنت نے بدین کو وعد فرمایا اور ہم مذہب حضرات کو حاسد غو

اور سرکارِ غوثیت سے طالبِ مدار و اعانت ہوئے بھی تو کس چیز کے لئے۔

بس یہ کہ اے غوثِ پاک ان کے سینے حاسد سے پاک کر دیے جائیں۔ ان کی عداوتیں

آپ کے ہوئے تمہارے کیا بگاڑیں گی۔ انہیں حاسدوں، مہاندوں کا سامنا نقصان

ہے کیونکہ وہ حاسد کی آگ انسان کے دین و دین کو اسی طرح خاکستر کرتی

ہے جیسے ظاہرِ جسم کو "کوسل" کی پیاری رکھا جاتی ہے۔ انفرضِ عظمت و توقیر لیت

کے کچھ ملنے کرنے کی پاداش میں اہانت پسندوں نے وہ کون سی ایذا یوں یوں

جو اس پر کچھ حق کو نہیں دی ہیں۔ مگر جب رسالت کے اس سرچشمہ نے

اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے اپنے دشمنوں کو ان کی گالیوں کے

بدلے دعائیں دی ہیں کہ ان کے سینے شرارتوں سے پاک کر دیئے جائیں۔

کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ جن کے بارگاہ کے اعلیٰ حضرت غلام ہیں اور

جن کے دربار کے ہیشہ سائل رہے ہیں۔ اور یہ سلاطینِ فخر و مہکتے رہے

رضایت سائل بے پروائی سلطانِ لا تہر

شہابہر ازیں خواہم افغنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس اقلیمِ نبوت کے شہرِ یار و کشور رسالت کے تابدار صلی اللہ علیہ وسلم

بدل لیا۔ بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کس کوٹ پر پلٹا کھائیں گے۔“

مذکورہ بالا رضوی ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ پر جگہ جگہ ”ف“ کے نمبرات ہیں وہ حضرت صدرالفاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خزائن العرفان کے وضاحتی و تفسیری نوٹ ہیں۔ ان پر بھی غائرانہ نہ سہی طائرانہ ہی نگاہ ڈالیں تو بہتر ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان کے ترجمہ قرآن کی رضا حضرت صدرالفاضل رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی دلنشین انداز میں بڑی خوبی کے ساتھ کی ہے۔ سطور زیریں میں ترجمہ اور توضیحی عبارتوں کو لاکر نقل کر رہا ہوں تاکہ سلاست و روانی کا لطف باق سے جانے نہ پائے۔

اور شاعروں کی پیروی مکرر کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں کد ان کو بڑھتے ہیں۔ رواج دیتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ اشعار کذب و باطل ہوتے ہیں۔

”شان نزول“۔ یہ آیت شاعرانہ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شریک تھے۔ اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں۔ اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی آیت میں مذمت فرمائی

گئی۔ کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہر زمانے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور ہر طرح کی جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ اور ہر نحو باطل میں غن آرائی کرتے ہیں۔ جھوٹی مدح کرتے ہیں۔ جھوٹی ہجو کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیسے بھر جائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ شعر سے یہ جو مسلمان شاعر جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور بھگے کام کئے

اس میں شاعرانہ اسلام کا استغناء فرمایا گیا وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد سمجھتے ہیں۔ اسلام کی مدح سمجھتے ہیں۔

پند و نصائح سمجھتے ہیں۔ اس پر ابرو ڈوب پاتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ سید نبوی میں حضرت حسان کیلئے دبیر بچھایا جاتا تھا کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفار پر چڑھتے تھے۔ اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے

تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بعض شعر حکمت ہوتے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ربیع بن جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ شعر کلام ہے بعض اچھا ہوتا ہے، بعض برا۔ اچھے

کوڑے کو جھوٹا ردو۔ شعبی نے کہا حضرت ابوبکر صدیق شعر کہتے تھے۔

حضرت علی ان سب سے زیادہ شعر فرماتے دالے تھے ”رضی اللہ تعالیٰ عنہم“ اور کہتے

اللہ کی یاد کی اور شمران کے لئے ذکر الہی سے غفلت کا سبب نہ ہو سکا بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہا جس میں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی توحید

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت اور انصاف کو لازم و ملہام راست کی طرح اور حکمت و موعظت اور زہد و ادب میں۔ اور بد لایا کفار سے ان کی

ہجو کا۔ بعد اسکے کہ ان پر ظلم ہوا کفار کی طرف سے کہ انہوں نے مسلمانوں اور ان کے پیشواؤں کی ہجو کی۔ ان حضرات نے اس کو دفع کیا۔ اور اس کے جواب

دئے۔ یہ مذموم نہیں ہیں بلکہ مستحق اجر و ثواب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔ یہ ان حضرات کا جہاد ہے۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم یعنی مشرکین جنہوں نے

سیدالطاہرین افضل الخلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی کہ کس کوٹ پر پلٹا کھائیں گے موت کے بعد۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ”پلٹا کھائیں گے“ جہنم کی طرف اور وہ براہی ٹھکانہ ہے۔“

اعلیٰ حضرت درس سرۃ العزیز کی شاعری انہیں مومنین کی سی شاعری ہے جس کا استنارہ رب عظیم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ مذموم و محمود۔ منہوع و ماذون شاعری کے مابین جو صفات و شرائط فارق ہیں اور شاعری کی ان لوگوں

صنفوں میں جو چیزیں مایہ لایتنازی ہیں اس کی روشنی میں پرکھئے اور جانچئے بلاشبہ اعلیٰ حضرت کا کلام قرآن پاک کے مذکورہ بالا معیار پر پورا پورا اترتا ہے

ذرا برابر کہیں بھی غلط نہیں۔ جائے انگشت ثنائی کہیں نظر نہیں آتی۔ اب رہیں وہ باتیں کیا اور سنی ہیں۔ جن سے جاہلی شاعری اور اسلامی شاعری میں زمین و

آسمان کا فرق نمایاں ہو گیا۔ اور جو سخن آرائی باعث عذاب بھی وہ اسلام کی بدلت

اجرو ثواب کا سبب بن گئی۔ اس کی تفصیل و تشریح ہم سے نہیں۔ بلکہ مودودی صاحب کی تفہیم القرآن سے سنئے۔

”یہ شعر ان لوگوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر دوا میں پھینکتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو

کہتے نہیں ہیں۔ بھڑان لوگوں کے جو ایمان لائے۔ اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا۔ اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف

بدلہ لے لیا ص ۱۵۵“

مودودی صاحب نے اپنی ترجمانی کے بعد ص ۱۵۵ نمبر دیکھ کر جو اپنا تشریحی تفسیری نوٹ دیا ہے اسے بھی باصرہ لازم کیجئے۔

وہ یہاں شاعرانہ اس عام مذمت سے جو ادب پر بیان ہوئی ان شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو اپنا خصوصیات کے حامل ہوں۔ اول یہ مومن ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابوں کو سچے دل سے مانتے ہیں۔

اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔ دوسرے یہ کہ اپنی عملی زندگی میں صالح ہوں۔
دیکھا اور فاسق و فاجر نہ ہوں۔ اخلاق کی بندشوں سے آزاد ہو کر جھک
جاتے نہ پھریں۔

تیسرے یہ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں۔ اپنے عام حالات و
واقعات میں بھی اور اپنے کلام میں بھی یہ نہ ہو کہ شخصی زندگی تو زیہ و تقویٰ سے
آراستہ ہے مگر کلام سراسر زندگی و ہوسناکی سے لبریز۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ
شعر میں بڑی حکمت و معرفت کی باتیں بکھاری جا رہی ہیں۔ مگر ذاتی زندگی
کو دیکھتے تو یاد خدا کے سائے آشنا سے غالی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ
دو فن حالتیں یکساں مذموم ہیں۔ ایک پسندیدہ شاعر وہی ہے
جس کی نجی زندگی بھی خدا کی یاد سے معمور ہو۔ اور شاعرانہ قابلیتیں بھی
اسی راہ میں وقف رہیں۔ جو خدا سے غافل لوگوں کی نہیں بلکہ خدا شناس
خدا دوست اور خدا پرست لوگوں کی راہ ہے۔

چوتھی صفت ان متقی قسم کے شاعروں کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شخصی
اغراض کے لئے تو کسی کی ہجو نہ کریں، نہ ذائق یا نسلی یا قومی عصبیتوں کی خاطر انتقام
کی آگ بھڑکائیں۔ مگر جب ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت کیلئے
ضرورت پیش آئے تو ہیر زبان سے وہی کام لیں جو ایک مجاہد تیر و شمشیر سے
لیتا ہے۔ ہر وقت گلگھایا ہے ہی رہنا اور ظلم کے مقابلے میں ناز و مذہم
مرد ذات ہی پیش کرتے رہنا مومنوں کا شیوہ نہیں ہے۔ اسی کے متعلق
روایات میں آتا ہے کہ کفار و مشرکین کے شاعر اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے خلاف الزامات کا جو طوفان اٹھاتے اور نفرت و عداوت کا جو زہر
پھیلاتے تھے اس کا جواب دینے کیلئے حضور خود شرعاً اسلام کی
سمت، اخلاقی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ کعب بن مالک سے آپ نے
فرمایا اھجھم فوالذی نفسی بیدۃ لہموا اللہ علیہم
من الذنب ان کی ہجو کو کیونکہ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری
جان ہے۔ تمہارا شران کہ حق میں تیرے زیادہ تیز ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اھجھم وجبیریل
معلیٰ۔ اور قل وروح القدوس معلیٰ" ان کی خبر لو اور
جبیریل تمہارے ساتھ ہے۔ "کہو اور روح القدس تمہارے ساتھ
ہے۔" آپ کا ارشاد تھا کہ ان المومن یکاھد لبسببھا و
لسانہ۔ مومن تلوار سے بھی لڑتا ہے اور زبان سے بھی۔
قارئین کرام! آپ کی نگاہوں کے سامنے امام اہل سنت شیخ الاسلام
والسلفین اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمہ بھی ہے۔ پھر حضرت صدیق
غفر اللہ عنہ اہل قدس سرہ کی تفسیری تشریح بھی ہے۔ مزید برآں موجودہ دو

کے امام المتجددین ہو و دوی صاحب کی ترجمانی پھر ان کی تشریح بھی ہے
اس مقام میں مسئلہ زیر بحث کے مفہم و مطالب کے اندر رہائے اور
مودودی صاحب کے درمیان رتی برابر بھی فرق نہیں ہے۔ مودودی صاحب
نے مستثنیٰ قسم کے شاعروں کی جو چوتھی صفت بیان کی ہے اس کو سامنے
رکھیں اور دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کے کلام میں یہ صفت
کس زور و شور و کد و فر۔ اور شان و شوکت سے پائی جا رہی ہے۔
کیا اعلیٰ حضرت کا شعر کافروں، مرتدوں، بیدینوں کے حق میں تیرے
زیادہ تیز نہیں ہے۔ کیا اس امام اہل سنت نے جس نے فرمایا ہے کہ :-

سہ رہبر کی روغت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بن ہے

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے
اس حدیث پر عمل فرمایا ہے یا نہیں۔ جس کا سرکاری فرمان حضرت حسان
کو مل چکا تھا اھجھم وجبیریل معک۔ "قل وروح القدوس
معلیٰ۔ ضرور ضرور عمل کیا۔ گہری و نذر عزیمت و بے باک قلبی و
اذعان کے ساتھ عمل کیا۔ اس کی شہادت اعلیٰ حضرت کا پورا اکتیبہ
دیوان باور بلند سائے عالم میں ہے رہا ہے۔ اب اس اعلان و
شہادت کو چند مثالوں میں ملاحظہ فرمائیں اور فرمان رسالت کی اس
حقیقت کا کہ "مومن تلوار سے بھی لڑتا ہے اور زبان سے بھی۔ ان مثالوں
میں مشاہدہ فرمائیں۔

مثال اول

دشمن احمد پر شدت کیجئے	مخدوموں کی کیا مردت کیجئے
ذکران کا چھیر ٹپے ہر بات میں	چھپڑا شیطان کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں	ذکر آیات و ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دیوں کو دل	یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرا انہیں کا صبح و شام	جان کا قرب و قربت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	اس بڑے مذہب پر پخت کیجئے
ظالموں کو بے کا حق تھا یہی	عشق کے بدلے عداوت کیجئے
یا رسول اللہ دہائی آپ کی	گو شمال اہل بدعت کیجئے

جس طرح حضرت کعب بن مالک و حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سرکار طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ان کفار و مشرکین شرار
کی تنقیص و ہجو کرنے کیلئے مامور کئے گئے جنہوں نے اپنے شعروں میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تنقیص و ہجو کی ان شعرا نے دربار رسالت
پہنچے انھیں متعلقہ کو باجمہ یا اور بطور اذکار کر دینے کی دھمکیاں دیں تو انہی نے بھی گئے۔

”ھیک اسی طرح فرمان رسالت کی روشنی میں اور شعرائے صیہیہ صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع و اسلاف کی راہ مسلوک پر گامزن ہوتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے بھی اپنے شعری کلام میں اپنے زمانے کے بدعقیدہ فرقوں کی ہجو و تنقیص کی ہے اور ان کے کفری عقائد گستاخانہ جباروں کا پرودہ چاک فرمایا ہے۔ آپ کے منظوم کلام میں ان خارج از اسلام مرتدوں کا بھی رد ہے جو صرف فقہی بنیاد ہی پر نہیں بلکہ کلامی اصول کے اعتبار سے بھی اپنے صریح اقوال کفریہ کی بنا پر جو ان کی کتابوں میں عرب و عجم کے مفتیان کلام کے فتاویٰ کی دوسرے مرتد قرار دیئے گئے ہیں اور ان گروہوں کا بھی رد ہے جو فحشی تکفیر کی زد میں آتے ہیں۔ اور ان بے دینیوں کا بھی رد فرمایا جنکی بد اعتقادات یاں درجہ کفر تک نہیں پہنچتی ہیں بلکہ گمراہی دیے دینی کی حد میں داخل ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے مذکورہ بالا فرقوں کے رد میں جہاں جھوٹے بڑے عہد ہارسا کی تحریر فرمائی ہیں جو عاقلانہ و محققانہ علمی منشورات کے بہترین نمونے ہیں بلکہ شاہکار ہیں۔ اسی طرح اپنے منظومات کلام میں بھی ہر بدعقیدہ کار و دفرمایا ہے۔ امام اہل سنت کا ایک منظوم رسالہ بھی ہے جس میں جملہ فرقہ باطلہ کا رد ہے جو بالکل ہی جھوٹی بحریں ہیں جس کا نام نامی ”الاستمداد علی ارجال الارتداد“ ہے۔ تقریباً دھائی تین سو اشعار ہیں اس میں ان غیار دین کا بھی تذکرہ ہے اور احباب و خلفاء کیلئے دعائیں بھی ہیں۔ اگر کوئی مختم ازلی اس سنوئے روش کو شریعت کے غلط سمجھتا ہے اور مستر ضانہ زبان و رازی سے پیش آتا ہے تو اس کی یہ روش خود اس کی دینی بے علمی شریعت ناشناسی اسلام دشمنی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

”دو حدیثوں کا ترجمہ“ مسطورہ بالا موقف کی مزید وضاحت و توثیق کیلئے ”شکوۃ شریف“ کے باب فی اخلا و دشنامہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثوں کا ترجمہ پیش کر رہا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نفس اپنی ذات کیلئے کسی چیز میں کبھی کسی سے بدلہ نہ انتقام نہیں لیا۔ مگر اس وقت انتقام و بدلہ ضرور لیا گیا جب کسی نے اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی حرمتوں کی بے عزتی و بے قدری کی ہے۔ اور حضور کا یہ انتقام لینا محض رضائے خداوندی کی خاطر تھا۔ اسی حدیث سے متصل ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہلاتے آشنا فرمایا کہ حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اور نفس کی خاطر کبھی کسی چیز کو اپنے مقدس ہاتھ مارا اپنا نہیں۔ نہ کسی عورت کو

نہ کسی خادم کو مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے وقت کسی قیمت پر کسی کو بخشا بھی نہیں۔ اگر کسی نے آپ کی ذات کو کم کر دیا ہے جتنی بھی تکلیف دینا اذ کیوں نہ پہنچائی ہو مگر اس سے کبھی اس کی اذیت و سبائی کا بدلہ نہیں لیا مگر اس کو نہ نمانی و نہمت مآبی کے باوجود بھی حقیقت ہے کہ جب دین انسان رب تعالیٰ کے حدود و حرمت کی پورہ در پی دے و قری کرے تو ضرور اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے بدلہ لیتے اور اس کے ساتھ کسی طرح کی بد رعایت نہ فرماتے

سراپا حب سول و پیکر عشق اعلیٰ حضرت کے عاشق رسول کویم ہونے میں علمائے حق و شائع کلام دورائے نہیں رکھتے ہیں۔ جن دو حدیثوں کا مطلب نیز ترجمہ پیش کیا گیا ہے اس کی روشنی میں اعلیٰ حضرت جیسے خافی الرسول انسان سے یہ توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ آپ کسی موقع پر بھی عدا و خلاف سنت کوئی کام کرتے یا سنت پر گامزن نہ ہوتے۔ اس کا ثبوت ان کی پوری زندگی ہے اور خاص کر زیر نظر نعتیہ دیوان ہے۔ تعظیم حبیب کبریا کا یہ جمع سرنگوں نہ ہونے پائے اس کے لئے آپ نے دن رات جو کوشش فرمائی اس کے صلے میں دشمنان دین نے سب دشمن کی غلاتوں کے انبار لگانے لگا دیئے مگر اپنے کبھی ان کا جواب نہیں دیا۔ کبھی انتقام و بدلہ کی غلطی سے دل میں راہ نہیں پائی۔ مگر جہاں کسی نے سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کی اور بے نقاتی اور اس کی حرمتوں کی بے حرمتی کی اسکی فوراً نذر و نفل جبریہ یہ آپ کی اعلیٰ ترین عبادت بھی تھی اور ریاضت سلوک بھی۔ آپ جس عہد میں تھے اس کے لحاظ سے جہاد باسیف کا موقع کہاں۔ البتہ جہاد با تعظیم و بالذات کا زمانہ تھا۔ انہیں ذریعوں سے جہاد کرتے ہیں۔ اس لئے یہ آپ کا جہاد کا زمانہ بھی ہے۔ اور اتباع سنت حبیب بھی۔

آپ نے مودودی صاحب کا بیان مطاع فرمایا مگر اس کے خاص ضروری دو جملے ذہن نشینی کیلئے نقل کر رہا ہوں۔ لکھتے ہیں۔ ”مگر جب ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت کیلئے ضرورت پیش آئے تو پھر زبان سے وہی کلام میں جو ایک کجا بدتر و خبیث سے لیتا ہے۔“ ”ہر وقت گھگھیا تے ہیں خدا اور ظلم کے مقابلے میں نیاز مند اندہ معروضات ہی پیش کرتے رہتا مومنوں کا شیوہ نہیں ہے۔“ مودودی صاحب کے مندرجہ بالا جملوں کو بار بار پڑھیں اور اسکی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی شعری و نثری تصانیف کا مطالعہ کریں کہیں بھی ”گھگھیا تے“ اور نیاز مند اندہ معروضات ہی نہ پائیں گے بلکہ ہر جگہ ظالم کے مقابلے میں حق کی حمایت فرماتے ہوئے مبارک انداز و سونامی

شیراز گھن گرج پائیں گے۔ اس حقیقت کو کلام اعلیٰ حضرت کی دوسری مثال میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسری مثال

”حدیث نعت“ کے طور پر فرماتے ہیں۔

کلک رشتا بے غمخو غوار برق بار اعدائے کھدو شیر منائیں نہ شرکویں وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے۔

کے چارہ جونی کا دار ہے کہ دار دار سے پار ہے اور تم پر ہے آقا کی عنایت نہ سہی بخدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان کیا آج لے ان کی پناہ آج دم دمانگہ ان سے

بچہ نہ انیں گے قیامت میں اگر مان گیے لطف بندیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف

کا فرد دھر کی ہے نہ آدھر کی آدھر کی ہے لا املین جہنم تھا وعدہ ازلی

نہ منکروں کا عتب بد عقیدہ ہونا تھا۔ کرے مصطفیٰ کی باتیں کھلے بندوں اس پر جراتیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں کا فزون پر تیغ والا سے گری برق غضب ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم

سورج الٹے پاؤں بٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے بخدی دیکھ لے صورت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم

تجہ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو

ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر رکے فضل کاٹے عیب کا جو یاں ہے

بھر کچھ مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم

بخدی اس نے تجھ کو بہلت دی کہ اس عالم میں ہے

کا فرد مرتد بھئی رحمت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر خدا جو ان سے جدا ہو بخدی واللہ ذکر حق نہیں کبھی ستر کی ہے۔

نہ معلوم کتنے اشما کرتی بگرد میں گستاخان ناموس رسالت کے رو

میں بلا خوف لومۃ لا کھ ارشاد فرمائے ہیں۔ طالب تحقیق

”عدائی بخشش“ کا مطالعہ فرمائیں۔ چند بگردوں سے کچھ ہی اشعار نقل

کرنے پر اقتباس کو چھوڑ لیا سا ہو گیا ہے اسکے مدعی سیری مثال کا مطالعہ کریں۔

تیسری مثال

حادثہ خدا محمود رب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو

اعلیٰ حضرت نے شعر دین میں جس خوبی سے ادا فرمایا ہے اس کی مثال علماء کے طبقہ میں ملنا دشوار ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نعتیہ دیوان سے ایسے اشعار کا انتخاب کیا جائے جو سیرت کے مضامین پر مشتمل ہیں تو سیرت پاک کا ایک اچھا خاصہ منظوم مجموعہ تیار ہو جائے گا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و جمال صوت کی تجلیاں ضیاء ریہ محسوس ہوں گی۔

آپ حضرت نے حضرت صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد گذشتہ اور اس میں مطالعہ فرمایا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے بھی اپنی ذات کریم کیلئے انتقام نہیں لیا مگر جب (حدود و شریعت معامدین) کا انتہاک دے کر حق کسی نے تو جو ہر فرد و چہرہ انوسے الہیہ جلال کی تجلیاں کو ند نے لگتیں۔ قلب و قالب روح و جسم میں غیرت ربانیہ کا ارتعاش رواں دواں ہوجاتا۔ آپ حضرت نے قرآن حکیم میں اس آیت مبارکہ اشد علی الکفار جماعۃ علیہم قہ کی تلاوت ضرور فرمائی ہوگی۔ حضور کی سیرت میں اس تصور کی دلکشی و دلپذیری ملاحظہ فرمائیے سیرت پاک کے اس انداز کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر میں کھلی آنکھوں دیکھئے۔

ایٹھیاں مومنوں کو تیغ غریاں کفر پر جمع ہیں شان جمالی و جلالی با تھ میں

ایک دست کرم ہے مگر دستفا و تکام میں۔ نشان جمالی سے مومن نوازے جا رہے ہیں۔ اور کا فر نشان جلالی سے چل رہے ہیں۔ بھر اس شعر میں لف و ثمر رب کا حسن الگ ہے۔ (ایٹھیاں) پہلے ہے اور اس کی مطابقت شان جمالی کا کلر ابھی پہلے آیا ہے۔ تیغ غریاں پیچھے ہے اور اس کی مناسبت سے (شان جلالی) بھی پیچھے ہے۔ اور اس ترتیب و بیان ہی کو فن میں لف و ثمر مرعوب کہتے ہیں۔ (ایر نیسان) کی تقدیم (تیغ غریاں) کی تاخیر اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرما ہے کہ حضور پر نور کی ذات سرا با جو د کرم کی اصل شریعت رحمت ہی رحمت ہے لیکن عبدیت و ماموریت خداوند کریم کا تقاضا ہے کہ حکم ربانی کی سر تابی نہ ہو۔ اس لئے مالک جسم و جان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت فطرت کے برعکس دشمن خدا کے ساتھ جلال و غضب کا برتاؤ فرماتے ہیں۔

کا فزون پر تیغ والا سے گری برق غضب

ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم اس شعر میں بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقدس سیرت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ آپ سرا پا رحم و کرم ہوتے ہوئے بھی (حدود

شریعت کی بے حرمتی کرنے والوں پر ایسے غضب و جلال کا مظاہرہ فرماتے کہ (اعوذ من غضب اللہ و غضب رسولہ) کا لفظ ہر طرف بلند ہو جاتا۔ تیغ بوق کا ایک ساتھ تذکرہ لفظی محاسن و مناسبت کی رعایت کا بہترین شاہکار ہے۔ تیغ کی آبداری بوق کی درخشندگی کی مناسبت کا لطف اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صیانت زبان و ولادت لسان کا کیا کہنا۔ آپ کی خوش کلامی اور نرم گفتاری محتاج بیان نہیں۔ گویا زبانِ اطہر سے پھول جھڑتے تھے۔ سامعین کلام نبوت کی خوشبو سے محظوظ و پرستش بن جاتے تھے اس حقیقت کو اعلیٰ حضرت نے اس طرح اد فرمایا ہے۔

وہ گل ہیں لب ہائے نازک دہن کے

ہزاروں جھڑتے ہیں بھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلیل
یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
حضور کے لب ہائے نازک کو نثرِ اکثرت کی وجہ سے بھول قرار دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور کے لب ہائے مبارک ایسے بھول ہیں کہ جن سے ہزاروں بھول جھڑتے ہیں۔ یعنی اس سے مراد خوش گوئی اور خوش کلامی ہے۔ پھر برادہ تعجب فرماتے ہیں۔ اے بلیل! یعنی لے عاشقانِ رسول! تم نے گلشن میں بارگلاب دیکھا ہوگا۔ مگر یہ تو طرفہ تماشا ہے کہ گلاب میں گلشن نظر آ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ حضور کے ایک گلاب دہن سے خوش بیانی و ذہنیت کلامی کے گلشن ابھک رہے ہیں۔ اس مقام پر اس طرزِ ادا اور اس تشبہ و ندرت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ دکھانا یہ ہے کہ حضور کے فطری طرزِ سخن کے خلاف کبھی کبھی آپ کے اسلوب بیان میں تیزی و تندہی حرارت و تمنی بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ جس کا بیان زیر تبصرہ شعر میں آ رہا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ناموس دین سے کھیلنے والوں پر حکمِ خدا سنت سے سخت تر تھے۔

چنانچہ نامِ اسلام کچھ نام نہاد و مصلح و مبلغ کے بارے میں جنور نے پیشین گوئی فرمائی ہے جو روحِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رد پوشی کے بعد دفعتاً فوقتاً قافیاتِ دو نما ہوئے رہیں گے۔ (ذیاب فی ثیاب) یعنی کھیر طیسے انسانی لباس میں ہوں گے۔ اس حدیثِ پاک کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے شعری لباس میں یوں پیش کیا ہے۔

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملکہ کو کہ تسلیم زبانی ہے
دل میں گستاخی کا بھل ہونا کبھی کبھیر یا پس ہے۔ لب پہ کلمہ یہ ظاہری

انسانی و اسلامی لباس ہے۔ جس میں اپنی ذیلی شان کو چھپانا مقصود ہے اسلام ملکہ کو سلام کرنا یہ سلام متارکت ہے۔ اور اس کو یہ پیام متارکت اس کی تسلیم زبانی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہی اسلام لائق تسلیم ہے جو تسلیم جنابی و تصدیق قلبی سے ہو۔ اور یہاں تسلیم قلبی مقصود ہے۔ فرمائیے اس بیان میں اعلیٰ حضرت کی کیا غلطی ہے۔ یہ تو فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے۔

تیری جلو میں ہے ماہِ طیبہ ہلال ہر گرگ و زندگی کا
حیات جاں کار کا لب میں ہے مہمات اعدا کا ڈاب بھی اس شہر
میں ماہِ طیبہ کے ذکر کے بعد ہلال کا ذکر نہ کرنا پھر رکاب ڈاب کا تذکرہ جس کا ہلال کے ہم شکل ہونا ظاہر ہے۔ پھر گرگ و زندگی میں تقابلِ ضدین بھی ہے۔ ان سب محاسن کی وجہ سے شعر نے شہریت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے حضور و وجہ تخلیقِ عالم ہیں۔ اس لئے گرگ و زندگی کے مرکب بھی ہیں۔ پھر کمال یہ ہے کہ ادائے مطلب میں بارگاہِ رسالت کے ادب کی شان بھی بہت واضح ہے کہ عاشقانِ رسول کی زندگی کا ہلال مرکبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں ہے۔ اور اعدائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کشت کا ہلال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاب یعنی خنجر کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس شعری لطافت کو بیان کرنے سے قلم قاصر ہے۔ روحِ کلام یہ ہے کہ اس شعر میں بھی اسی جلالی و جمالی سیرت کا بیان ہے جس کے حضور جامع ہیں۔ اس عنوان کی وضاحت کے لئے چند نمونے پیش کرے گئے ہیں۔ اب بقدری توجہ و دوسری سمت معذول فرمائیے۔ وہ محنت دیگر فنی اعتبار سے کچھ متغیہ اشعار پیش کرنے کی ہے۔ شعر و سخن کی جان علم و یقین و علم بیان ہے۔ شعرار کے کلام کی لفظی و معنوی محاسن و نقائص کی جانچ و جھان بین اسکے اصول و قوائد سے کی جاتی ہے۔ اس فن کے اعتبار سے بالاستیعاب تفصیلی گفتگو کرنا نا ممکن ہے۔ یہاں علم و فن کی بساط سے باہر ہے۔ اس میں دلائل کے کلام پر گفتگو نہیں ہے۔ بلکہ یہ کلامِ الامام ہے۔ اسی لئے امام الکلام بھی ہے۔

”حسن تعلیل“ کسی امر کی وہ ظاہری اور پسندیدہ علت بیان کرنا جو حقیقی علت نہ ہو اس کو حسن تعلیل کہتے ہیں۔ اس معیار پر اعلیٰ حضرت کے نعتیہ دیوان کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو سلام ابروئے شہدیں خمیدہ ہونا تھا
یہ ظاہر ہے کہ ہلال کی خمیدگی حقیقتاً سلام ابروئے شہدیں کیسے نہیں ہے۔ لیکن ایک ایسی وسیع و لطیف بیان کی گئی ہے جس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کی دنیا عالمِ وجد میں آ جاتی ہے۔ اس شعر میں دقتِ آفرینی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چونکہ میں گنہگاروں میں سے ہوں
بہا گنہگاروں اور شفاعت گنہگاروں کیلئے ہی ہے اس لئے اس کا
سب سے زیادہ مستحق میں ہوں۔ اس شعر میں حسن طلب کے ساتھ دعویٰ
مع الدلیل بھی ہے۔

لف و شمر مرتب
چند چیزوں کو پہلے فقروں میں بیان کرنا
پھر ان چیزوں کے مناسبات کو دوسرے
فقروں میں ترتیب وار دلانا، اسی کو اصطلاح میں لف و شمر کہتے
ہیں۔ اس عنوان پر بھی شعر ملاحظہ فرمائیں۔

دل بستہ بے قرار جگر چاک انگبار
غنیمت ہوں گل ہوں، برق چیاں پڑھنا
دل بستہ کی مناسبت سے غنیمت، بے قرار کی مناسبت سے گل، جگر کی مناسبت
سے برق چیاں، انگبار کی مناسبت سے صواب استعمال کیا گیا ہے۔
یہ مناسبات لف و شمر مرتب کی بے نظیر نظر ہیں۔
اسی کے ذیل میں شاعر بھی ملاحظہ فرمائیے۔

دندان لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں درعدن، لعل بن مشک ختن بھول
دندان کے مناسب درعدن اور لب کے مناسب لعل بن اور
زلف کے مناسب مشک ختن اور رخ کے مناسب بھول۔
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت شریف میں شرعی احتیاط و
پاکیزگی کو برقرار رکھتے ہوئے اس شان کی نعمت کوئی صرف انہیں
کا حصہ تھا۔

”صنعت تضاد“
اعلیٰ حضرت کے کلام میں صنعت تضاد کثرت
ہے۔ کوئی ایسی جگہ اور زمین نہیں جس
میں یہ صنعت نہ ہو ایک زمین کے مقطع کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

رضنا یہ نعمت بنی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمین تلک کا ہوا اسمائے تلک
زمین سہارا کی ضد ہے اور حسن کلام تو یہ ہے کہ تلک کیلئے زمین
ثابت فرمایا۔ گوچہ زمین یہاں موضوع لہ معنی میں متعل نہیں ہے۔ اس
طرح ایک مقطع کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو۔
لے رضنا مضمون سوز دل کی رفعت نے کیا
اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ
اس میں بھی زمین و آسمان کا مقابلہ ہے۔ گوچہ اس شعر میں بھی
زمین و آسمان موضوع لہ معنی میں متعل نہیں ہے۔

اور بلندیٰ خیال بھی۔ ہلال ابر کا ذکر کچھ سلام کیلئے جھکنا مجاہد کے
یہ ظاہری آداب بھی ہیں۔ مگر چہ سلام کے وقت تکلف میں کیلئے جھکنا ممنوع
ہے۔ مگر ہلال تکلف نہیں۔ اس لئے سلام کی خاطر اس کا جھکنا شرعی
مخزورات میں داخل نہیں۔ جیسے بارگاہ رسالت میں جانوروں، درختوں
کا سجدہ ریز ہونا احادیث میں مروی ہے۔ حسن تعلیل کی دوسری مثال
یہ شعر بھی ہے۔

سبزہ گردوں جھکا تھا بہر پاؤں برات
بھرنے سیدھا ہوسکا کھایا دہ کوڑا نور کا
ہر دیکھنے والے کو آسمان گنبد تھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ اکناف عالم
کی سرکوبائیں۔ مگر ہر جگہ آسمان اس حال میں نظر آئیگا۔ اعلیٰ حضرت
حسن تعلیل کے طور پر اس نمیدگی کی علت یہ بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں
جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم برات پر سوار سبزہ گردوں سے گزرے
تو سبزہ گردوں نہایت ہی ادب سے برات برق رفتار کی قدمبوسی کے لئے
جھکا اس روز سے آج تک جھکا ہی ہوا ہے۔ اور قیامت تک جھکا ہی
گا۔ اس اسب خلک نے ایسا نورانی کوڑا کھایا کہ پھر سیدھا نہ ہوسکا۔
اللہ اللہ کیا شان ادب ہے اور کسی شان تعظیم و تجلیل ہے کہ سبزہ گردوں
نے اپنے آپ کو سرکار خلک و قار کے پائے ناز کی قدمبوسی کے لائق نہ
سمجھا بلکہ برات کے غم کو ہی بوسہ دیدینا اپنے لئے بڑے افتخار کی بات
سمجھی۔ آسمان کی محسوس شکل کے لئے حقیقتاً یہ علت نہیں ہے بلکہ حسن تعلیل
کے طور پر یہ ایک نادر شکل ہے۔ بلند خیالی۔ بلند پروازی۔ معنی آخر میں
کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

حسن طلب
دل پستہ طریقہ سے کسی چیز کو کسی سے طلب کرنا
فن میں اس کو حسن طلب کہتے ہیں۔ زیر تبصرہ
دیوان کے کچھ اشعار اس عنوان پر بھی ملاحظہ کیجئے۔

میرے کو ہم گنہگار ہیں مگر آخر
کوئی تو شہد شفاعت حشیدہ ہوتا تھا
شفاعت کی طلب اس انداز میں کہ میں جانتا ہوں گناہ سراسر زہر
ہے لیکن اگر یہ زہر نہ ہوتا تو کوئی کس طرح شہد شفاعت سے اپنے
کام و دہن کو لذت آشنا کرتا۔ لطف تو یہ ہے کہ اس شعر میں صنعت
تضاد بھی ہے۔ زہر، شہد دونوں متضاد صفت کے حامل ہیں۔ اس
کے ہم معنی یہ شعر بھی ہے۔ اس میں حسن طلب کا نرالا انداز ہے۔ خوبی بالا
خوبی یہ بھی ہے کہ اسی شعر میں دعویٰ دلیل کے ساتھ ہے۔
دعویٰ ہے کہ میرے تیری شفاعت بہ بیشتر۔ دفتر میں عاصیوں کے شہا انتہائی

آتش تر دامن نے دل کے کیا کیا کباب
خضر کی جاں ہو جلا دو ماہیان سوختہ

تر دامن اور آتش با نکل متقاد ہیں۔ پھر آتش کی مناسبت سے
دل کا کباب ہونا۔ حضرت خضر اور ماہیان سوختہ کی تلمیح پھر سرکار طیبہ کی
ذات کریم کو جان خضر قرار دینا بھی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو کر حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی ذیل سے دریا میں چلا جانا اسی طرح عصیاں شعاردون کا
گناہ کی آگ سے جل کر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی چھٹیوں
سے زندہ ہونا عجیب و غریب ایمانی نشا کا سرمایہ ہم کرتا ہے۔ ان سب
لفظی و معنوی محاسن نے اس شعر کو نقطہ عروج پر پہنچا دیا ہے۔ جن
حضرات کو شعر و سخن کا ذوق ہو گا۔ وہ اس شعر کی لطافت شعری سے
ضرور فیضیاب ہوں گے۔

تشبیہی الصفات
کسی شخص کا تذکرہ بہت سی صفاتوں کے
ساتھ کرنا خواہ وہ صفات مدح پر
یا ذم اس کو اصطلاح میں تشبیہی الصفات کہتے ہیں۔ اس صنعت کی
مثالیں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ کلام میں بکثرت ہیں۔
ذیل نظر اشعار سے لطف اٹھائیے۔

اصالت کل امانت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے
فرشتے قدم رسول حشم تمام اہم غلام مکرم
وجود عدم، حدوث قدیم جہاں میں عیاں ہمارے لئے

اس زمین کے تمام اشعار میں تشبیہی الصفات کی صنعت رواں دواں
ہے۔ اور الفاظ کی شان و شوکت، کمر و فرار و زور کلام و بیان کا گویا
ایک نادر نگلستہ ہے۔ اور اس میں قادر الکلامی کی شان آن بان کے
ساتھ جلو ہ کر رہے۔

مشترک المعنی الفاظ کا استعمال
اعلیٰ حضرت کے
کلام میں ایک

ہی زبان کے مشترک المعنی لفظ کا اپنے کل معنوں میں استعمال ہوا ہے۔
اور یہ استعمال ایک ہی مصرع میں موجود ہے۔ جیسے ”سونا“ یہ اردو زبان
میں چند معنی رکھتا ہے۔ ایک سونا جو دھات اور خلقی شے ہے۔ ایک
کسی کا سوجانا۔ اس لفظ کو بیش کے اشباع کے ساتھ پڑھا جائے تو
اس کا معنی سنا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو ان تینوں معنی میں ایک ہی مصرع کے
اندر اعلیٰ حضرت نے جمع فرما دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔
سونا پاس ہے، سونا بن سونا ہوا، اٹھ بیار۔ تو کہتا ہے بیٹھی ہند ہے تیری رت ہی ڈالی

اسی طرح ایک دوسرے شعر میں دو معنی والے لفظ کا استعمال فرمایا گیا ہے
لطف یہ کہ وہ لفظ عربی کا بھی ہے اور اردو کا بھی۔ صرف خطی تفسیر ہے
وہ لفظ ”دالی“ ہے۔ یہ عربی میں مالک اور بادشاہ کے معنی میں استعمال
ہوتا ہے۔ جیسے ”دالی سلطنت بولتے ہیں“ حتیٰ کہ حضرت رب تعالیٰ
جل جلالہ کے اسمائے حسنیٰ میں بھی داخل ہے۔ اور اردو میں اظہار نسبت
وفا علیت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مذکور میں والا اور مونث میں دالی
جیسے کام کرنے والا۔ کام کرنے والی۔ یہ وفا علیت کی مثال ہے۔
مال و دولت والا۔ حسن و جمال والی۔ یہ نسبت کی مثال ہے۔ اس
ذو معنیوں اور ذولسائین لفظ کو اس زبان کے اپنے اپنے معنی میں اعلیٰ حضرت
نے یکجا فرمایا ہے۔ اب حسن شعری کا نظارہ فرمائیے۔

تفاح ہے مگر اس شوق کا اللہ دالی ہے
جوان کی راہ تجا نے وہ جان اللہ دالی ہے
پیلے مصرع میں اللہ دالی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
مالک و مالک ہے۔ دوسرے مصرعے وہ جان اللہ دالی ہے یہ اظہار نسبت
کیلئے ہے۔ اس استعمال نے حسن شعر کو دو بالا کر دیا ہے۔ اسی
طرح اسی انداز کے ایک اور شعر کو ملاحظہ فرمائیے۔
ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اے بگو تیرے رہنے بنا رحمت کی ڈالی ہے۔

پیلے مصرع میں ڈالی اسم ہے شاخ کے معنی میں ہے۔ دوسرے
مصرع میں ڈالی ہے اردو کا فصل ماہی قریب ہے۔ یہ لفظ بھی اردو
ہی کا ہے۔ اس دو معنی کے علاوہ اس کے اردو بھی معنی ہیں۔ جیسے
کسی کو ڈالی پیش کرنا۔ لطف یہ ہے کہ دونوں مصرعوں میں رحمت
کی ڈالی ہے۔ مگر معنی کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔
اسم فعل میں جو معنوی فرق ہے وہی امتیاز معنوی یہاں بھی ہے۔
اگر تلمیح اور تلاش جاری ہے تو بہت سے اشعار اس معنی منوال و بیج
کے اردو بھی دستیاب ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی
قادر الکلامی کی شان یہ ہے کہ ایک زبان کے ایک لفظ کو اس زبان میں
وہ لفظ جتنے معنوں میں متصل ہو لے اس کو ایک بحر کے شعروں میں جمع
کر دیا ہے۔ اس کی مثال پھول دالی زمین میں بہت ہے۔ اردو زبان
میں پھول جتنے معنوں میں استعمال ہوتا ہے وہ سب معنی اس نعت
شریف میں موجود ہیں۔ پھول اپنے حقیقی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے
اس کے علاوہ ہلکا ہونا، غرور کرنا۔ لطیف و نازک ہونا۔ ان تمام
معنوں میں پھول متصل ہو لے۔ تمام شعروں کو نقل کرنا اطال کا باعث

ہوگا۔ اس لئے شعروں کو چھوڑنا ہوں۔ صرف ارباب ذوق کے گذارش
ہے کہ اس کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اعتراف حقیقت فرماتے ہوئے
داد سخن دیں۔ اگر فن کے لحاظ سے مجاز مرسل، استعارہ، کنایہ کی شالی
بمصراحت کے ساتھ تحریر کی جائیں تو "انجام یہ" اطالت رسید" کا معاملہ
پیش آجائے گا۔ سردست چند مصروفیات کی بنا پر اس کی انجام دہی
سے قاصر ہوں۔ زندگی نے وفا کی تو پھر دیکھا جائیگا۔ اس وقت
فراستارہ تصریح کی مثال پیش کر رہا ہوں۔

استعارہ تصریحیہ

استعارہ بالمتصریح کہتے ہیں۔ مثلاً یہ مصرع ہے
اے گل ہائے گل سے ہے گل کو سوال گل

اس مصرع میں۔ اس مصرع میں دوسرا گل متعارف ہے۔ استعارہ
کا ذکر محذوف ہے۔ یہاں استعارہ لڑاکا فرس و عرش صلی اللہ علیہ وسلم
میں۔ اس لئے یہ استعارہ بالمتصریح ہو رہا۔ پورا شعر ملاحظہ فرمائیے۔

جنت ہے ان کے جلوہ گزرائے رنگ و بو
اے گل ہائے گل سے ہے گل کو سوال گل

خلاصہ یہ کہ ہر گل حقیقی معنی میں ہے۔ دوسرے گل سے
سید لڑاکا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے۔ تیسرے گل سے
مراد جنت ہے۔ چوتھا گل حقیقی معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے خاکدان
گیتی کے گل۔ ہمارے گل۔ سید گل۔ امام مرسل۔ ہادی السبل صلی اللہ علیہ وسلم
سے جنت بھی گل کا سوال کر رہی ہے تو اوروں کا قاسم کنتر نعمت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذرا عالی کا سوالی ہونا کوئی اچھوکی بات نہیں ہے۔

تبصرہ کے اختتام پر صفت خطی کی ایک قسم رد العجز علی الصدق کی بھی
چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ عجز آخر صدق شریع کو کہتے ہیں۔ یعنی جو لفظ شریع
فقروں میں ہو وہی آخری فقرہ میں بھی آئے۔ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

جہنم و بشر اسلام کو حاضر ہیں اسلام
شمس و قمر اسلام کو حاضر ہیں اسلام
سب بحر و بر اسلام کو حاضر ہیں اسلام
عروض و اثر اسلام کو حاضر ہیں اسلام
سب کرو و فر اسلام کو حاضر ہیں اسلام

دنیا نے شاعری کی پسندیدہ شے

نشر ہو بالظلم ہر ایک
میں استمال محاورہ کو بڑک وقیع نگاہ دیکھتے ہیں۔ اسکو موار نہ میں سنگ تریح

وجہ فوقیت۔ سبب برتری سمجھتے ہیں۔ اس پسند خاطر شے کی روشنی میں
اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا کلام نایق الکلام "ازج الاشعار ہے۔ بعض بعض
شعر کے دونوں مصرعوں میں "محاورات" زیب کلام "زینت سخن میں۔
شاید ہی کچھ اشعار ایسے ہوں جن میں محاورے "روح اشعار نہ ہوں۔
محاورات کی اتنی ہستات و کثرت ہے کہ اس لحاظ سے اشعار کا انتخاب
بہت ہی مشکل کام بن جاتا ہے۔ ذوق انتخاب حیران ہو جاتا ہے کہ کس شعر کو
لیا جائے۔ اور کس کو چھوڑ دیا جائے۔ مطلقہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ
ایسے اشعار ایک پر ایک ہیں۔ نگاہ انتخاب حیرت کا شکار ہو کر محض میں پڑ جاتی
ہے۔ نمونے کے چند اشعار زیب قرطاس ہیں۔

بندہ کی تیری ہوا سا وہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری دنیا آتش پر پانی پھر گیا ہے۔

پہلے مصرعے میں بھی دو محاورے ہیں۔ ہوا بندھنا، خاک اڑنا۔ دوسرے
مصرعے میں بھی مینیا کا بڑھنا، آتش پر پانی پھرنا، دو محاورے ہیں۔ بلکہ یہ صرف
محاورے نہیں ہیں بلکہ اس خوبی سے ارباب غنا صراحت کر رہا ہے، خاک اڑنا، پانی۔ ایک
شعر میں جلد و زبے تیز ہوا چلتی ہے تو دریا۔ تالاب خشک ہو جاتے ہیں۔
آدم سرکار و د عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت میں تنی حد آفریں ہوا چلی کہ
نہر سادہ خشک ہو گئی۔ اور اس میں خاک اڑنے لگی۔ اور مصیب کبریا صلی اللہ
علیہ وسلم کی تبلی میں تنی دنیا ریز ہوئی کہ فارس کا آتشکدہ جو ہزار سال سے
دھکتا ہوا رہا تھا۔ یک بیک بجھ گیا۔ اور اس کی بھر کچھ ہوئی آگ پر پانی پھر گیا۔
اور اس کی ہزار سالہ زندگی فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ اللہ اللہ اس کی خوبی بیان سے
باہر ہے۔

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجزا تریگا

بیڑا پار ہونا۔ بجزا تریگانا۔ خطرہ و مشکل سے نکل جانا، یہ محاورے
تلمیح ہیں سیدنا حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے واقعات کی طرف
اشارہ ہے کہ غفوف غفور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و صدقہ میں مولیٰ قتالی نے
حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی
تلاطم و متوج خیز طوفان کی موجوں و دہروں سے نجات یاب ہوئی۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجھے کو چھکا
تیری ہمیت تھی کہ ہر بیت پھر تھرا کو گزینا

مجھے کو چھکتا۔ چھک کر سلام کرنا۔ بت کا بیت پھر تھرا کر گر جانا۔
یہ دو محاورے اس شعر میں یہ محاورے "ولادت مقدس" کے وقت
"بیت اللہ" شریف کی مسرت و شادمانی کے عکاس ہیں۔ کس حکم اور معجز

مہمان کے تشریف لاتے وقت میز پانچ فہ پشانی خمیدہ سر سے استقبال کرتا ہے۔ اس طرح سبز مہمان ہی نہیں بلکہ شہنشاہ گیتی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سمیت لڑم کے سعادت میں بیت اللہ شریف سلام کے لئے جھک گیا۔ اور ظہور قدسی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں جھوم اٹھا۔ اسی تشریف آوری کا در سر اس یہ ہے کہ خانہ کعبہ میں جو بیت تھے شاہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف و ہیبت سے سرنگوں ہو گئے۔ واقعہ کے مطابق کتنا ہی مضمون فرمایا گیا ہے۔ اس کے باوجود شعر ادبی و شری حسن کے نقطہ عروج پر ہے۔

کہاں ہیں وہ حضرات جو یہ فرماتے ہیں کہ شعروں کا لطف جھوٹے مبالغوں میں ہے۔ آئیں اور اصدق و بنجی کی شان ملاحظہ فرمائیں۔

تیرے بے دام کے بندے میں زمینان عجم
تیرے بے دام کی بندہ میں ہزاران عرب

بے دام کا بندہ ہونا۔ مخلص، بے غرض، جاں نثار و غلام ہونا بے دام کی بندہ ہونا۔ جاں و کفندہ کے بغیر برفنا و رغبت قیدی ہونا۔ ہزاران عرب عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ فارسی زبان میں دام کے معنی ہوتے ہیں۔ قیمت۔ جال۔ دوم پہلے مصرع میں قیمت کے معنی میں ہے اور دوسرے میں جال کے معنی میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدس و مطہرہ سیرت و حسن خلق کی خشش ایسی تھی کہ خلائق بلا عرض و بلا طلب آپ کے جاں نثار و پیغمبر غلام ہو گئے۔ اور آپ کی عقیدت و محبت کے رشتہ کے قیدی بن گئے۔ اسی زمین کا مقطع مطاف قرائیں۔

بشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضا
چار دن بر سے جہاں ابرئیسان عرب

شعریں "بشت خلد" اور چار دن کے لانے سے سیاق الامداد کی صنعت پیدا ہو گئی ہے جس سے شعریں چار چاندنگ گئے ہیں۔ کسب لطافت کیلئے بشت خلد کا وہاں آنا جہاں چار دن بہار عرب کا ابرئیسان جاتے تو اس مبارک خطہ زمیں کے باغ میں آپ حضرات کا دینی فیصلہ کیا ہو گا جہاں ہر آن و ہر لمحہ بہار عرب یعنی سرکار عرش و قار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارش رحمت ہوتی رہتی ہے۔ یقینی ایمان بول اٹھے گا کہ شہر طیبہ باغ جہاں کا جنت المادوی ہے۔

مومن وہ ہے جو ان کی عذت پر مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو رہے دل سے

دونوں مصرع میں "مرے دل سے" ہے۔ پہلے میں "مرے دل سے" نرا دیہ ہے کہ مومن وہ ہے جو حضور کی عزت و حرمت پر جان و دل سے

نثار و قربان ہے گویا کہ مومن کی شرعی تعریف ہے۔ رہ گئے نجدی تو وہ "مرے دل سے" مرے قلب سے نظام کبھی کبھی تعظیم رسول کریم ہیں۔ گویا نجدی کی مذہبی تعریف یہی ہے کہ وہ "مرے دل سے" دکھانے کیلئے تعظیم کر لیتا ہے۔ اس لئے اس کی تعظیم بر بنائے ایمان نہیں بلکہ بر بنائے ریا و تقیہ ہے۔ پہلے مصرع میں "مرے" فعلی مضارع ہے۔ دوسرے میں "مرے" دل کی صفت ہے۔ لہذا معنادار دونوں میں وہی فرق ہے جو زمین و آسمان، نور و ظلمت، بہار و خزاں، خار و گل کے معنوں میں ہے۔ یہ ہے انہماکی علم و فن کا کمال۔ یہ ہے ایمانی محبت کے سوز و گداز، خلوص و محبت کا لقطہ عروج، اسی زمین کا ایک اور شعر آپ حضرات کی ضیافت طبع کیلئے حاضر خدمت ہے۔

دریا چڑھا ہے تیرا کتنی ہی اڑائیں خاک

اترے گئے کہاں مجرم، اے عفو تیرے دل سے

دریا کا چڑھا ہونا خاک اڑانا۔ دل سے اترنا۔ تینوں محاورے مربوط انداز میں ایک شعر کے اندر لانا یہ اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے۔ پھر لطف، بالائے لطف تو یہ انداز بیان ہے کہ "اے عفو، مجرم کبھی تیرے دل سے نہیں اتریں گے۔ کیونکہ آپ کے جوہر کم کا دیا اتنا چڑھا ہوا ہے کہ بلا طلب آپ پیا سوں کے بخشش میں ہے دریا تیرا" جہاں بخشش کو کم کا یہ عالم ہوا اس ذات بابرکات کے "عفو" بند دل سے مجرم کبھی نہیں اتر سکتے۔ ہم بارگاہ ایزدی کے نامتوس لاکھ سہ کاری و معیت کی خاک اڑاتے ہیں۔ گناہوں کی کچڑ میں نہ ہوئے ہوں۔ لیکن کسی طرح آپ کے در و دل سے محروم نہیں ہوئیں گے۔ اس ادا کے مطلب نے شعر کو شاعر کا رنبا دیا ہے۔

صدقہ ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار

کچھ عرب رنگ سے کھولا ہے گلستان عرب

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقہ عرب کو یہ شرف ہے۔ خود مہبات حاصل ہے کہ لاکھوں گلزار ہر طرف سے اس پر نثار ہونے کے لئے بے تاب کھینچ چلے آ رہے ہیں۔ کیا سوچم جس میں کعبہ و عرفات، مزدلفہ و منیٰ کی مرکزیت گنبد خضراء کے گرد و محوم خلافت اس صداقت پر تصدیق ثبت نہیں فرماتے۔ گلستان عرب کا کھولا ہونا اور اس پر لاکھوں گلزار کا صدقہ ہونا ایسی منہ کشی ہے جس نے شعر کو عجب مقام سے نکھارا کر دیا ہے۔ اس عنوان کو اب اس شعر پر ختم کر دیا ہوں۔

اے عشق تیرے صدقہ چلنے سے جھٹکتے سستے۔
جو آگ بجھائے گی وہ آگ لگا ئی ہے

قالت اليهود والنصارى نحن ابناء الله. یہود و نصاریٰ نے کہا ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے و جیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) ان عقیدوں کے بیان کے بعد اسی سورہ میں ارشاد فرمائی ہے یا اهل الکتاب لا تغلو فی دینکم غیلا حتی۔ یعنی اے اہل حق دین خدا میں ناحق غلو نہ کرو و معلوم ہوا کہ کسی مخلوق کے بارے میں غلو کے وہی تین امور ہیں جس مدح و ثنا میں یہ باتیں نہ ہوں وہ غلو سے پاک و صاف ہے۔

قرآن حکیم نے اسی سورہ مادہ شریف میں رو غلو کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل عظیمہ مناقب جلیلہ کو شرح بیان فرمایا ہے تاکہ کوئی کور مغز۔ بد باطن بیان فضائل و ذکر معجزات کو غلو نہ سمجھے۔ بیٹھے حضرت روح اللہ علیہ السلام کے خداداد تصرفات و معجزات کو قرآن پاک نے اس طرح پیش فرمایا ہے۔

ابوا کمر و ابرص۔ ہیت طیور کی تخلیق پھر اس میں نفع روح احمیائے موتی۔ اخبار غیب۔ دعا ہمت وغیرہ اس قرآنی ارشاد سے یہ حقیقت۔ ماہ نیم ماہ۔ مہر نیم روز کی طرح ثابت و محقق ہو گئی کہ انبیاء اکرام کے فضائل و معجزات لاکھ بحیرا العقول ہوں مگر بیان کرنا ہرگز غلو نہیں بلکہ قرآنی منت ہے۔ ہاں غلو جب ہی ہو گا جب کسی رسول و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اللہ۔ یا اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا تین کا تیسرا اثر میں یا نظم و شعور میں کہا جائے اس کے سوا لاکھ تعریف لاکھ قسم سے کی جائے ہرگز غلو نہیں۔

بجہ قالی آج تک کسی سنی مسلمان یا اہل حق مسلمان نے کسی نبی کی ولی کی شان میں مذکورہ بالا مشرکانہ عقیدوں کا اظہار نہیں کیا۔ خاص کر مات شریک کفر صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت و نعت میں ان عقیدوں کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ حضرت وصیری قدس سرہ نے قصیدہ بردہ شریف میں کیا ہی آئے سے لکھنے کے قابل زری نصیحت فرمائی ہے۔ سنئے اور نصیحت پر عمل فرمائیے

دع ما ادعتہ النصارى فی بنیہم
و احکم بما اشیت مدحافیه و احکم

یعنی نصاریٰ نے اپنے نبی کے متعلق جن کفری عقیدوں کا دعویٰ کیا ہے اے مسلمان اپنے رسول پاک کے حق میں ان کفری و شرکی دعویٰ کو قطعاً ترک کر دے۔ اس کے سوا حضور کی شان کریم میں جو بھی فضل و کمال جو بھی علمی و عملی و محبتی و بلندیاں و ذہن و قصور میں آسکس ثابت کرو۔ نظماً و نثراً بیان کرو۔ اس اثبات و بیان میں تم حتی بجانب ہو گے۔

اس تفصیلات شریعی کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کے کلام میں غلو کی تلاش یا اس کا انتساب ایک حقیقت عدمیہ کی تلاش و جستجو کے سوا کچھ نہیں ایک بے سود کاوش و لا حاصل کا ہش ضرور ہو گی اعلیٰ حضرت

آگ بجھانا بھی محاورہ ہے اور آگ لگانا بھی۔ لیکن آگ آگ کو بجھا مے عجیب معنی آفرین ہے۔ دونوں آگ حقیقی معنی میں نہیں ہے۔ ایک عشق سرکار مدنیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ ہے دوسری جہنم کی آگ ہے جس خوش نصیب نے عشق سرکار طیبہ کی آگ اپنے دل میں لگائی ہے تو یہ آگ نار جہنم کو ضرور بجھا مے گی۔ یہ انداز بیان کس قدر اچھوتا اور زبردت آمیز ہے اس کا فیصلہ آپ کے ادبی و شرعی ذوق کے سپرد کر دیا ہوں۔

”غلو“ اصطلاح میں کسی بات کے بیان کرنے میں حد سے بہت زیادہ بڑھ جانے کو مبالغہ کہتے ہیں۔ مبالغہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) تبلیغ (۲) اغراق (۳) غلو۔

شرعی نعت گوئی میں مبالغہ متصور ہی نہیں۔ کیونکہ حضور ربے مثل و بے مثال صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بشری طاقات سے باہر ہے۔ مع لا یمکن التناو کما کان حصہ، زبان زد ہی ہے اس کے ماسوا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔

اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح رسول تجھے سے کچھ ممکن ہے کب مدحت رسول اللہ کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم جی و بشر و مرد و ملک جس وجودی جو کی تعریف ہی ممکن نہیں اس کی مدح میں حد سے بڑھ جانے کی صورت ہی پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہذا فقہیہ بیان میں مبالغہ اپنی جملہ معنفوں کے ساتھ ممدوم و مفقود ہے۔ جہاں قسم ہی کا ہے نہیں وہاں کا قسم کا وجود کہاں آجائے گا۔ اس مسلمہ حقیقت کے منور نے ہوئے سرکار و بدترار صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پاک مبالغہ کے کڑے نکالنا انہیں غالیوں کا غلو ہے جن کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رہانت و کسرتان میں توحید کے ہمہ درخشاں نظر آتے ہیں۔ انبیاء اکرام کی تعریف و توصیف میں غلو کے پائے جانے کی صرف تین صورتیں ہیں۔ (۱) رسالت کی اہمیت کا بحقیقہ۔ (۲) نبوت کی اہمیت کا عقیدہ۔ (۳) رسول و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ثالث ثلاثہ یعنی تخلیق کا مصداق ماننا۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پرستار عیسائیوں کے مذکورہ بالا غالیانہ اعتقاد کا ردِ یلغ شدیہ انداز میں موجود ہے۔ سورہ مادہ شریف میں ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم۔ جسک وہ کافر ہو گیا جس نے کہا اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے۔ اسی سورہ میں ہے لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلاثة۔ جسک وہ کافر ہو گیا جس نے کہا اللہ تینوں کا تیسرا ہے۔ اسی سورہ مقدسہ میں ہے

غلو کا سد باب کس زور و شور سے فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

لیکن رمضان نے ختم سخن اس پر کر دیا۔

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ممكن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبودیت کہاں

حیرت نے جھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبد اللہ اور عالم امکان کے شاہ

برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

الغرض اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا کلام بالا کلام ہے۔

شریعت و قرآن پاک کی روشنی میں ہر شرعی نقائص و ہر طرح کے عیب غلو

سے پاک و صاف ہے۔ سر دست اعلیٰ حضرت کے فقہیہ کلام دیوان کے

متعلق انہیں کا یہ مصرعہ لکھ کر خاموش ہو گیا ہوں۔

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان ہے جہاں بیان نہیں۔

واصفے شاہؒ ہدے کا بقیہ

حق بحر اور موسیقیت کی جہان ہے۔ حضرت رمضانؒ کی پوری طرح آگاہ

تھے۔ ترم، لہجی اور موسیقیت بحر کے انتخاب پر بھی متوقف ہے۔ ذیل کے

اشعار شاعر کے بالیدہ شعور کی غمازی کرتے ہیں۔

کرتا تو ہے یاد ان کی، غفلت کو ذرا روکے

لشہر و مآدول سے ہاں سے ارے دل سے

کرے مصطفیٰ کی امانتیں، کھلے بندوں اس پر یہ جراتیں

کہیں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں اے ہاں نہیں

اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش

کثرت کو تیر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

چمک تجھ سے پلٹے ہیں سب پلٹے والے

مرا دل بھی چمکائے چمکانے والے

اس سے انکار ممکن نہیں کہ اگر فاضل بریلوی صرف شاعری پر ہی اکتفا کرتے تو

آج اردو دنیا میں ان کا مقام تیسرے وغالبی کی طرح محفوظ سمجھا جاتا اور شہرت ان

کے قدموں سے لگی رہتی لیکن اس عاشق رسولؐ نے شعر گوئی و سخن طرازی کو اپنے جذبہ

عشق رسولؐ کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اظہار و ابلاغ کا یہ وسیلہ چونکہ اپنی نوعیت

میں فن تھا لہذا انھوں نے اس کے آداب و احترام کو کا حقہ ملحوظ رکھتے ہوئے فنی

تقاضوں کو بہت کم پورا کیا۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے۔

ملک و سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس ہمت آگے ہو سکے بٹھارے میں

نخیتہ شاعر سے پس ایک نظر کا بقیہ

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا

شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

سالم و امن سخی کا تھام لو

کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

نیرِ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے

تیرے دھوپ ملے سایہ داماں ہم کو

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور

جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰؐ کی یوں

کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کیوں

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کا فقہیہ کلام فکر بلند اور فن لطیف کا شاہکار نمونہ

ہے۔ ساتھ ہی میں اپنے قلم کی بے ایسگی اور عجز بیان کا اعتراف کرتا ہوں کہ

”کلام الامام الکلام“ جس دروں بینی اور شریف نگاہی کا مستحق تھا وہ مجھ

سے نہیں ادا ہو سکا اور ان چند صفحات میں یہ ممکن نہیں تھا۔

پروردگار! میرے مرشد حضور مفتی اعظم سندھ امت بکاتیم العالی

کو عمر خضر عطا فرما

غزروں کو رضا مرزدہ دیجئے کہ ہے

بیکسوں کا سہارا ہمارا ربی

اے، کے ہزار یا

(بلڈنگ کنٹرولر)

گرین دلاکلی ۵ رام باغ

کلیان (تھانہ)

ایک مکمل شاعر

از: طارق سعید ڈالہ
شیدہ دگری کالج لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگے ہو سکتے بٹھا دیے ہیں

اعلیٰ حضرت کا یہ قطع شاعرانہ تعلیٰ نہیں بلکہ حقیقت و واقعہ کا عکاس ہے۔ کیوں کہ آپ نے ہزلیت اور لغویات سے بہت دور رہ کر فن سخن کے تمام اوصاف میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ غزل، مثنوی، مستزاد، قطعات، رباعیات وغیرہ میں میدان کی طرف آگے ہیں سکتے بٹھا دے ہیں۔ فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحات، لطافت و تخنیل، جدت، تمثیل، صنعت، تلمیع و ترصیع، صنعت تخیس و تسبیح، قافی کا نادر تسلسل بیان، تنوع مضامین، انتہائی جوش و جذبہ، دالمانہ عقیدت، واردات وغیرہ سب چیزیں آپ کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ (از: سوانح اعلیٰ حضرت)

امرواقعہ ہے اور تازہ ادب و سخن شاہد ہے کہ امام احمد رضا ایک مکمل شاعر تھے۔ میری ایک عادت کہتے یا حقیقت پسندی کہ اس وقت تک کسی کو ادب و سخن کا دلدادہ تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ ہر دوسرے آل احمد سرور کی کوئی بڑا پ جو کھ نہیں لیتا۔ تنقید کیا ہے۔ میں مرور صاحب فرماتے ہیں۔ ”تنقید کا کام فیصلہ کرنا ہے۔ تنقید دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کر دیتی ہے۔ تنقید وضاحت ہے۔ تجربہ ہے۔ تنقید قدریں متعین کرتی ہے۔ ادب و زندگی کو ایک پہچان دیتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ ”تنقید کے بغیر ادب ایک ایسا جنگل ہے جس میں پیداوار کی کثرت ہے۔ موزونیت اور ترتیب کا پتہ نہیں۔“ یعنی کہنے کا یہ مطلب ہے کہ ادب و سخن اور شعر و شاعری کی ہر کھ صرف تنقید کی ہی کوئی پرکھتی ہے۔ اور آج ہم نے بھی طے کیا ہے کہ احمد رضا کی شاعری پر بے لاک تبصرہ کریں گے۔ شوکی جارج دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ ایک اس کی معنوی خوبی کے نظریہ سے دوسری اس کی لفظی خوبی کے نظریہ سے۔

کلام رضا میں معنوی اوصاف

(۱) اصلیت احمد رضا کی شاعری کا شہرہ اصلیت و اوقیت کی بنیاد پر ہے بلکہ شہرہ ساقی صد شہیر

فارسی وارد و لکھنؤ یونیورسٹی جناب سید مسعود حسن رضوی ادیب کی تعریف پر بالکل کھرا اترتا ہے۔ ادیب صاحب فرماتے ہیں ”شعر میں خیال کی اصلیت سے یہ مراد ہے کہ جس چیز سے وہ خیال متعلق ہے اس کا وجود حقیقت میں ہو، یا عقل یا اعتقاد کی رو سے ممکن ہو، یا مان لیا گیا ہو“ امام رضا کے کلام میں ایک ایسا غریب ہے کہ مقتضائے حال کے مناسب ہوتا ہے۔ ان کے بیان میں حقیقت پسندی ہر جگہ نمایاں ہے مثلاً ایک ہند کا کلام کو قلم نہ کرتے وقت اپنی حقیقت پسندی اور پھیائی کی وجہ سے واضح طور پر فرماتے ہیں کہ یہ نہ تو میری طرز ہے نہ میرا رنگ۔ فرماتے ہیں۔

بس خام خام نولے رضا طرز میری نہ رنگ میرا

ارشاد اوجھاناطی تھا ناچار اس راہ بڑا جانا

(ب) سادگی خیال :- خیال کی سادگی سے یہ مراد ہے کہ شاعر نے اپنے کلام میں کسی مقام پر الجھاؤ اور پیچیدگی سے کام نہ لیا ہو۔ امام رضا کی یہ خوبی ہے کہ عظیم عظیم خیال کو اس سادگی سے ادا کیا ہے کہ پڑھنے والا پوری طریقہ سے سمجھ بھی لیتا ہے اور پورا لطف بھی اٹھا لے گا مثلاً سنو کے جلوہ انور کی تصویر کشی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

مرزا بقدم ہے تن سلطان زمین پھول

لب پھول، دہن پھول، دقن پھول، دقن پھول

کس صفت تکویر کے ساتھ سادگی خیال کا اہتمام کیا گیا ہے کہ شعر کا حسن بھی باقی ہے اور سلاست ہی سلاست۔

(س) بلندی و باریگی :- خیال کی بلندی اور باریگی سے یہ مراد ہے کہ بیان تراجم، انوکھا ہوا ادبی نہ ہو اور کہیں بھی بلائے سے کام نہ لیا گیا ہو۔ ”یہ امر واقعہ ہے کہ جان کہ رضا کے کلام میں اصلیت و سادگی پائی جاتی ہے وہی بلندی اور باریگی بھی نظر آتی ہے نہایت باریک اور بلند خیال کو رسلے اتنی آسانی سے ادا کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مشکل بات ہی نہ تھی۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

میں شاعر تیرے کلام پر ملیوں تو کس کو زبان نہیں! وہ سخی ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیچارہ کیاں نہیں

آپ خود ہی دیکھ رہے ہیں کہ کتنا بلند اور باریک خیال ہے اور کتنا واضح بیان۔ شاید ہی کوئی قلم بند کر سکے۔

(د) تڑپ :- اس سے مراد ہے کہ خیال کے ساتھ جذبات بھی شامل ہوں۔ اگر کلام میں تڑپ یعنی جذبات کی آمیزش نہیں تو وہ شاعر خیال نہ ہوگا۔ حکیمانہ یا داغظانہ خیال ہوگا۔ علامہ اقبال نے خوب کہلے۔

حق اگر سوز سے نثار دھکت است
شعری گرد چوسوز آندل گرفت

مثال کے طور پر ایک ہندی کلام کو ہی لے لیجئے۔ امام رضا فرماتے ہیں :-
مجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری تیا پار لگا جانا
پت اپنی بہت میں کا سے کہوں، مڑکوں ہے تیرے سوا جانا
کیسی مجبوری، کتنا درد کا احساس اور کتنا سوز اور کیسی مٹا۔ امر واقعہ ہے کہ لڑکے کا کلام کو پڑھنے کے بعد تڑپ بٹھ جاتی ہے۔

آنکھ سناوے عشق کے بولوں میں اسے رضا
مشتاق طبع لذت سوز جگر کی۔

مندرجہ بالا بحث لڑکے کے کلام کی معنوی خوبی کی بنیاد پر تھی۔ اور اب تصویر کا دور رخ ہے کہ لڑکے کی شاعری میں لفظی کیا خوبیاں ہیں۔

احمد رضا کے کلام و بیان میں ہر مقام پر سلیس، فصیح و بلیغ اور سداں لفظوں کا اصول قواعد و اختصار کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ غیر نازوس اور لفظوں میں تناظر پیدا کرنے والے تمام غیر ضروری چیزوں سے بچا گیا ہے۔ لہذا دیگر شعرا کی طرح مایوسانہ الفاظ کا استعمال نہیں کرتے، وہ ان کا کاروبار نہیں روتے، وہ کہیں اپنا ہوش و حواس گم نہیں کرتے۔ مثلاً یہ ترقی پزیر فرماتے ہیں۔

عشق گیا، سو دین گیا، ایمان گیا، اسلام گیا
دل نے کچھ ایسا کام کیا جس سے میں ناکام گیا

عشقی میر عشق الہی سے تعبیر کیا جاسکتا تھا اگر میر صاحب نے یہ کہہ اس کی گنجائش ہی نہ چھوڑی۔ فرماتے ہیں :-

کس کس اپنی کل کو رووے، چراں میں بیکل اس کا
خواب گئی ہے، تاب گئی ہے، چسپ گیا، آرام گیا

میر صاحب عشق تباں سے اتنے زیادہ خوف زدہ ہیں کہ فرماتے ہیں :-

جی ڈبا جائے ہے سحر سے آہ

راہ گزرے گی کس خرابی سے

احمد رضا بدحواس اور بے خودی کا کہیں ثبوت نہیں دیتے۔ ان میں یخچیدگی و قنات

ہے۔ ان میں ہنزیب اور گنگلی ہے۔ وہ ہمیشہ مستہ اور شفاف الفاظ کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ وہ ناسخ نہیں کرتے۔ ان کے خود ہوا جین کہ "یاد آیا مجھ مجھوں آپ مجھوں ہو گیا"

یا ناسخ کی طرح یوں کہیں کہ :-

مجھ کو اب ساقی گلخام سے کچھ کام نہیں
مے سے کچھ کام نہیں جام سے کچھ کام نہیں

ہے فراق بت خود کام میں ناسخ کا کلام
ہوں میں ناکام مجھ کام سے کچھ کام نہیں

مگر لڑکا کا اسلام و ایمان اننا آسان نہیں جتنا میر، ناسخ وغیرہ کا ہے۔ رضا یقین کی منزل وہ دنیا کو ایک امتحان گاہ سمجھتے ہیں۔ وہ کام کی زبان میں بات کرتے ہیں۔ ان کی تمنا و حسرت ہے کہ وہ جب دین سے جاویں تو ساتھ خیریت و ساتھ ایمان جاویں، بالکل جاویں، ناکامی اور ایسی ان کے بہان کوئی مقام نہیں رکھتی۔ وہ کافی نہیں ہیں کہ کہیں :-

نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہا معلوم
راہ یہ وہم کہ ہم میں یہ سودہ بھی کیا معلوم

مگر امام رضا بے محبوب کیوں ملتے ہیں :-

ابھیں جانا ابھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لکھ احمد، دین سے مسلمان گیا

امام رضا بھی آپس بھڑنا ملتے ہیں مگر ان کی آواز سوز و دوسروں سے مختلف ہے۔ ان میں بھی "ہائے"، "ہائے"، "کی صدائیں لے گی مگر غالب کی ہائے کی طرح نہیں۔ غالب فرماتے ہیں :-

نہ لڑکے ہے مجھے آب و ہوائے زندگی
یعنی تجھ سے تھی مائے ناساز گاری ہائے

مگر لڑکا کی آہ اس طرح ہے، ملاحظہ فرمائیے :-

آہ وہ آنکھ کا نام تنہا رہی

ہائے وہ دل جو ترے دگر پران گیا

پرامدان جانے دا لاد لڑکا کی دل ہے۔ غالب و ناسخ تو اپنے محبوب کے دوسے نا امید و افسوس لڑتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقیقتوں کے علاوہ جو چیز لڑکا کو دوسرے شعرا کے مقابلہ میں سر بلند اور اونچا کرتی ہے وہ ہے :- شائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعر کی ہوس نہ پڑاوردی تھی کیا کیسے ظاہر تھے

یہ مقصد زندگی ان تمام بیز مقصد نگوں سے ان کو سر بلند کرتی ہیں جو ناکام بے ملود اور ہائے ہائے کرتے دینے فانی سے اٹھ جاتے ہیں :-

غم سے مڑا ہوں کہ تمنا نہیں دنیا میں کوئی :- کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد
مگر لڑکا نہ تو غم سے مڑے نہیں اور نہ ابھیں اپنی تعزیت کی فکر ہے کیوں کہ ان کا شمار دلیوں اور بزرگوں میں ہو نہ لڑکا ان کو نہ تنہا ہی کہتا ہے نہ صلاک پر دہا۔ امام احمد رضا کی شاعری کو پرنسپل احمد رضا کی کسوٹی پر رکھا کر علماء و زبان و ادب پرکھیں تو سمجھیں کہ کیا پرنسپل کا رکھنا، ایک مکمل شاعر تھے۔

اردو ادب

مولانا شاہد رضا شرفی ایم اے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی شخصیت کا مخصوص دائرہ کار مذہبی تبلیغ و اسلامی حقائق کی حقیقی تشریح و تفسیر ہے۔ ان کی زیر دست علمی صلاحیتوں کا میدان عمل بنیادی طور پر وہی ہے جو آپ کے پہلے کے صوفیائے کرام اور مجددی نسل کا رہا ہے۔ میرے اس مضمون کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں ان کی شخصیت کے بین الاقوامی تاثر میں کوئی تبدیلی چاہتا ہوں۔ آج بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسلمانوں کا صالح اور راست طبقہ انھیں "امام اہلسنت" کے نام سے یاد کرتا ہے اور یہ ایک صحیح اور سائنٹفک تاثر ہے۔

لیکن صوفیاء اور علماء اپنے نظریات و عقائد کی تبلیغ کے لئے جیب اظہار و دعا کا کوئی پیرایہ متعین کرتے ہیں تو خود بخود کبھی زکمی زبان و ادب کی خدمت اور توسیع و ترقی کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کرام کا کام" میں لکھا ہے۔

"یہ بزرگ اس زبان کے بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ یا کم سے کم ان کا مقصد اس زبان کی ترقی تھی۔ نہ اس کا انھیں کچھ خیال تھا۔ ان کی غایت ہدایت تھی لیکن اس ضمن میں خود بخود اس زبان کو فروغ ہوتا گیا۔ اور عہد بہ عہد نئے نئے افسانے اور اصلا حیں ہوتے گئے۔ اور ان کی مثال نے دوسروں کی ہمت بڑھائی جس سے اس کے ادب میں نئی شان پیدا ہو گئی۔"

اس کتاب میں بابائے اردو نے صوفیاء کرام کو اردو کا فن بتایا ہے اور کہہ کر دوزبان کا مورخ ان کے احسان کو نہیں بھول سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تمام تحریر موزیں اردو ادب نے اس احسان کو کہاں تک یاد رکھا ہے۔ لیکن کم سے کم مجھے تو یہ احسان صرت یاد ہی نہیں بلکہ میرے احساس و فکر کی دنیا میں ایک زندہ حقیقت بن کر آج مجھے پابندِ لوح و قلم بھی کر رہا ہے۔

امام احمد رضا کی پر و ناک شخصیت سے اردو ادب کے رشتہ پر میری چھان بین کوئی اتفاق امر نہیں ہے بلکہ میں ارادی طور پر اس عنوان پر کچھ لکھنے کے لئے بیتاب

ہوں۔ یہ تو یہ بھی جانتا ہوں کہ کوہِ ارض کے تمام خطے بہر وقت تابناک نہیں رہتے بلکہ اگر زمین کا نصف حصہ تاریکی کی آغوش میں رہے تب سب نصف حصہ اجالوں میں چلتا رہے۔ شاید نظامِ قدرت کا یہ قانون ٹکرائی کو بھی راس آریا ہے ورنہ اردو کے عظیم مورخین کی یہ روشن میرے نزدیک حیرت انگیز ہے کہ وہ ایک ہی دور میں داغ و آئینہ حاکمی و شبلی، اکبر و سرسید کی خدمات پر تو اپنے آفتاب تحقیق کی کرنیں بکھیرتے ہیں لیکن امام احمد رضا کی شاعری، شری نگاری اور ان کے علمی جاہ و جلال کو کیکر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ادب میں تعصب کی عینک سے مطالعہ میرے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور میں انہی ناپسندیدہ کی گود میں دل کی پسند گان کرنے والوں میں بھی نہیں ہوں لیکن اردو ادب کا طالب علم جیب ۱۸۵۷ء کے تاریخی انقلاب کے بعد ادب کی روشنی میں اپنا ذہنی سفر شروع کر لے تو یہ حیرت اُسے ضرور ہوتی ہے اگر نہیں ہوتی تو ہونی چاہیے۔ اور اگر اس "چاہیے" کا بھی انکار ہے تو حقیقتیں ہر دور میں اتنی با اختیار ضرور ہوتی ہیں اور رہیں گی جب حقائق کا انٹل طاقتوں نے محض خیالی نظریات کے سپاڑوں کو چکنا چور کر دیا ہے۔ ایٹم (ATOM) کی سرکشی حقیقت نے یون کا بھرم اگر توڑا ہے۔ صورت و مٹی کی کشمکش میں اگر مٹی کو غلبہ حاصل ہو لے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ فاضل بریلوی کی ادبی و لسانی خدمات کا اعتراف نہ کیا جائے گا۔

ذہنی و علمی دنیا کی شاید یہ وہی مایوس منزل ہے جہاں انہوں نے شکوہ و شکایت کو "شعید اپنا بیت" کی خوبصورت تابلو کا لالہ دہ پنا دیا جاتا ہے۔ میں بھی اپنے کرب و دسک کی اسی مایوس منزل پر ہوں جہاں مجھے اپنوں سے شکوہ ہے۔ لیکن سوچا ہوں کہ اپنا کون ہے اس لئے یہ کہہ دینا ہی عافیتِ بخش ہے کہ مجھے سب سے شکوہ ہے کاشی! ہماری جماعت کے لوگ فاضل بریلوی کے اس رخ پر کچھ لکھتے تو آج حادِ حسین نادری رام بابو سکینہ، نسیم قریشی، عبدالسلام ندوی کی تاریخ ادب کی کتابیں "ذکرِ رضا" سے نا آشنا نہ ہوتیں۔ وہ "شہنشاہِ اہلِ علم" جس نے شائع شدہ تحقیق کی روشنی میں ۱۳ مختلف فنون کی ۵۷ کتابوں کا تحفہ اردو زبان کو دیا وہ "امام الکلام" جس کی

نعتیہ شاعری آج بھی اردو ادب میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے بشرطِ ارا اردو کے تذکرہ میں گمنام نہ ہوتا۔

میں جو کچھ تلم بند کر رہا ہوں انجانبے بضاغی کے بھرپور احساس کے ساتھ تلم بند کر رہا ہوں۔ ایک تنوع شخصیت کی رنگارنگی میں کسی ایک مخصوص رنگ کو منفرد انداز سے پیش کرنا وقت اور قارئین مطالعہ چاہتا ہے۔ اور اس قسم کے مطالعے بھی ان گنت رُخ رکھتے ہیں۔ اس لئے موضوع میں مکمل گفتگو کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ایسا کوئی آدمی مقصد ہے۔ بلکہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ادب کی ایک بھولی ہوئی اہم ترین ضرورت کا احساس جان، احساس جہاں ہو جائے اور میری تمنا یہ کہ بن جائے۔

ازل سے ایک جہاں سکوت لایا ہوں

شریکِ شرح نواہنے راز کرنے کو

”ادب تنقید حیات ہے“ یہی تو آئلڈ کا یہ وہ قلم ہے جو آج بھی اصنافِ ادب کے ضمن میں شاعری کی بھی حقیقی تعبیر سمجھا جاتا ہے۔ آئیے ہم بھی اس تعبیر کو اپنے خواب کا آئینہ نگاہ کر لیں۔ یہ موضوع کا شدید تقاضا ہے کہ پہلے ہم یہ سمجھیں کہ شاعری کس حیات کی تنقید ہے۔ میرے نزدیک حیات کے دورِخ تو سب ہیں۔ حیاتِ نانی اور حیاتِ باقی۔ اسے آپ دنیوی اور اخروی حیات بھی کہہ سکتے ہیں اگر شاعری کو صرف دنیاوی حیات (مادی حیات) کی تنقید سمجھا جائے تو پھر شاعری کا وہ دعویٰ مجسورِ حیات ہوتا ہے جس کی روشنی میں اسے انسانی درجہ کا انقار حاصل ہے۔ اسی لئے بعض نقادوں نے آئلڈ کے اس جہلیں حیات کے ساتھ اپنی جانب سے کوئی قید نہ لگا کر اسے شاعر کے شعور سے وابستہ کر دیا ہے جسے علیٰ حالِ اتر اپنے مضمون پر پکینڈہ اور شاعری میں رقم طراز ہیں۔

”ادب تنقید حیات ہے مگر عام حیات کی نہیں بلکہ اُس حیات کی جس کی تشکیل شاعر یا ترجمان نے کی ہے۔“

اور جب حیات کی ادبی جہتِ تفکار کے شعور سے وابستہ ہے تو ایک ایسا تفکار جو شعوری طور پر نہ صرف حیاتِ اخروی پر ایمان رکھتا ہے بلکہ وہ اسے ساری دنیائے انسانی کے لئے باعثِ نجات بھی جانتا ہے۔ جب حیات کی تنقید کہہ گا تو اس کے ضمن میں ایسے عقائد و جذبات کا اظہار ناگزیر ہو جاتا ہے جو اس کی نظر میں باعثِ نجات و عافیت ہو۔ یہی وہ نعتیہ شاعری ہے جسے ہم نعتیہ شاعری یا عقائدی شاعری میں پوری طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ اور یہی وہ نقطہ نظر ہے جس کی بنیاد پر ادب کا ہر شاخہ یا تنقید حیات کے دائرے میں آ جاتا ہے۔ خواہ وہ مذہبی شخص ہو یا لائے نبی اور غیر شخصی۔

ناضل بریلوی کی پوری اور دوشاعری نعت و تنقیدِ مشرک ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں ملک اور عقیدہ کا اظہار بھی شدت کے ساتھ موجود ہے۔ یہ ان

کے بڑا دشواریات ہے کہ انھوں نے حقیقی حیات کی تنقید کو اپنا موضوعِ سخن بنایا جنت و دوزخ، قبر و قیامت، تقاضا و قدر، عذاب و ثواب، بخشش و توبہ اور اسی قبیل کے موضوعات اخروی ان کی شاعری کا اصل موضوع ہیں جس کا تعلق حیاتِ بدالہات سے ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ کی جنم اب بھی نہ سہر دھوگا

رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

حشر میں کیا کیا منزے دار فتنگی کے لولہ رخصا

لوٹ جاؤں پاکے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

یا اپنی گری حشر سے جب بھر گئیں بدن

دامنِ غیب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

کھڑے ہیں مگر نیکر سر پہ نہ کوئی حامی نہ کوئی یاد

بتا دو اکرم میرے ہمیر کو سخت مشکل جواب میں ہے

بارگاہِ رسالت میں جذبات کی کیفیات کا نظمِ نذر۔ یہی نجاتِ اخروی

اور حیاتِ ادبی کے حصول کا ایک پاکیزہ وسیلہ ہے۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری بھی

رفائے رسول اور حبِ نبوی کے آداب کا ایک مقدس انداز ہے اور یہی رفا و محبت

اسلام میں مکمل ایمان کا وہ سیار ہے جہاں انسان حیات کی اس منزل پر ہوتا ہے جس کے

بارے میں اقبال نے کہا ہے۔

فرشتہ موت کا چھوٹا ہے گو بدن تیرا

تری حیات کے مرکز سے دور رہتا ہے

اور یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ناضل بریلوی کے فن میں اسی حیات کی تنقید کے

جلوؤں کا مجموعہ ہے۔ دراصل اسلامیات پر ان کا مطالعہ عقلی و وجدانی دونوں اعتبارات

کامل تھا۔ اسلامی معقولیت نے انھیں علم و فطن میں یگانہ روزگار بنایا اور جوش و بعیرت

سے محروم ان کی اسلامی وجدانیت نے اردو نعت کو شاعرانہ حسن و آفرین کے ساتھ ساتھ

مشانِ برگزیدگی عطا کی۔ اردو نعت کو شاعرانہ حسن و آفرین کے ساتھ ساتھ

امتیاز ہے کہ ان کے کلام میں عقل و مومن، ”اردو وجدان“ کا حسین اعتدال و امتزاج موجود ہے

اختیارِ عقلی نے ارفغانِ حرم کے مقدس میں ناضل بریلوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وہ عالمِ دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اگلے ان کی

شاعرانہ تخلیق کا طرفِ بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا

نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انھیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شاعر میں

جگہ دی جانی چاہیے۔ انھیں فن اور زبان پر پوری قدرت

حاصل ہے۔ انکی زبانِ تنوع اور تکلف نہیں بلکہ سادگی ہے چونکہ

رسولِ پاک سے انھیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس لئے ان کا

نعتیہ کلام نہ صرف احساسِ کیا تھا ساتھ مخلصِ جذبات کا آئینہ دار ہے

حقیقت بھی یہی ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری تخلیقی صلاحیت اور جدت نظر ازی سے آراستہ ہے۔ ان کی اس نعت کا چرچا آج بھی ہر سمت ہے جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

لم یأت نظم و نثر فی نظم مثل تو نہ شعر پیدا جانا
جگ راج کو تاج تو رہے مسرتو ہے تھکوتہ دوسرا جانا

اس نعت میں عربی، فارسی اور ہندی کی اردو کے ساتھ آمیزش تو نعتیہ شاعری میں نادرالوجود نہیں کہی جاسکتی۔ لیکن ہاں! اس کی سانیاتی تخلیق میں جو استخراج و آمج ہے جو روانی اور سلاست ہے اس کی لطافت اور دلنشینی کی بازگشت سے آج بھی اردو کی نعتیہ شاعری محروم ہے۔

شاعری واردات قلب کے آراستہ اظہار سے عبارت ہے۔ امام احمد رضا کے ایمانی واردات جگر کو ملا حفظ فرمائیے۔

آنکھ وہ آنکھ کا نام تھا ہی رہی
ہاں وہ دل جو ترے درے پر امان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلے رفتا سارا تو سامان گیا

کا شامیر جگر کا غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجے جگر کو خبر نہ ہو
لے خاطر طبع دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں اگر دیدہ تر کو خبر نہ ہو

اور نعتیہ مضامین میں شانِ قبل کے پہلو پہ پہلو صلوٰۃ و ناک رعنائیاں تو جیسے چمک پڑتی ہیں۔ نو روشق کے جلو میں بارگاہ مصطفیٰ کے حضور سرباۃ عقیدت کی یہ دلتواز پیش کش اردو شاعری میں کہیں کہیں ہی دکھائی دیتی ہے۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رو گئی ساری زمین مہر سارا ہو کر
دی تو اب تک چمک رہا ہے وہی توجہ پر نیک رہا ہے
نہلے میں جو گلا تھا پانی کتو سے تاروں نے بھر لئے تھے
آنکھوں میں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے بھوم کر
ندیان پنجاب رحمت کی ہی جاری واہ واہ

اس شعر میں پنجاب رحمت کی ترکیب اور زبان کو فاضل بریلوی نے ہی دی ہے اور اس نعت کا دوسرا شعر تو پرواز نگر اور رفعتِ تعلیم کی آخری حدوں تک پہنچ گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر واہ
اچھتی ہے کس شان سے گرد سوار واہ واہ

اس شعر کے خصوص میں میں نے دعویٰ کیا ہے کہ تعلیم کی آخری حد شاعر کے ذہن

میں آئی ہے۔ اس ادعا کی تائید میں اقبال سہیل کو سینے۔

چلے ہیں فاروق اس ادا سے نغائیں کو نجی میں مرجاسے
جو ذرے آتے ہیں گرد پا سے عجم پر سکر رہے ہیں

مشرک مضمون نہایت واضح ہے شاعر فاروق اعظم کا پائے تازہ چمکے والے ذروں کو عجم پر توقیت دے رہا ہے۔ لیکن میرے مقصد کو سمجھنے کے لئے ان دونوں شعر میں تقابل سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ تخیل اور سبب مصداق تخیل اور یہاں مصداق تخیل سے یہ نیاز ہو کہ صرف شاعر کی ذہنی پرواز کا تجرید مقصود ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس سرمدی شعور پر ذوقِ سلیم دھڑکنے لگتا ہے جو طبع نے نگر اور فی احساسات کی لطافت سے جگمگا رہا ہے۔ انھوں نے سواری رسول کے درمیں سے اٹھنے والی دھول کو بہرِ واہ کے لئے مخزنِ کتاب نور بنا دیا ہے۔ ذروں اور ستاروں کا جو رشتہ انھوں نے اجاگر کیا ہے وہ کتنا لطیف اور بلند ہے۔ اس فن شناس نگاہ میں جو سب جانتی ہیں۔ اقبال پہلے تو الفاظ کی شان و شوکت اور ترکیب کی سحر و جھمکے تخیل کو جگمگاتی ہے لیکن فاضل بریلوی کے یہاں پرواز نگر کی جاذبیت سے الفاظ کی رنگوں میں زندگی کا تازہ لہو گردش کرتا ہوا عکس ہوتا ہے۔ ایک شاعر کی نگاہ صاحبِ توفیق کے قدموں پر چھپ گئی ہے۔ لیکن دوسری جگہ شاعر کی نگاہ میں نسبت کے اعزاز تک جا پہنچی ہیں۔

تقابل کی بات ذہن میں آتے ہی فتنہ فاضل بریلوی کا وہ شعر بھی یاد آگیا جو زبان و دماغ سے عام ہے۔

حسن یوسف پریش مصر میں انگشت زباناں
سرنگے ہیں تب نام پر مردانِ عرب

فن اور زبان پر زبردست عبور کی بات ہے کہ اس شعر میں ہر لفظ تقابل کی علامت بن کر شاعرانہ احساسات کے سانچے میں ڈھل گیا ہے۔ زبانِ مصر اور مردانِ عرب یا انگشت اور سرنگے کا یہی تقابل تو بالکل ظاہر ہے لیکن حسن یوسف پرانگیوں کا کٹ جانا اور اسم مصطفیٰ پر سرنگا دینا اپنی جگہ پر زبردست معنویت رکھتا ہے۔ کتنا غیر ارادی اور اضطراری فعل ہے۔ لیکن کاٹنا ارادہ اور مرضی کے بغیر ممکن نہیں ہو گیا مجبوری اور فتاری کا آخاسانا ہو رہا ہے۔ اس طرح یوسف اور اسم سرور کائنات بھی شاعر کے نگر میں رو برو ہیں حضرت یوسف کے جمالِ جہاں آرا کو دیکھ کر اب اختیار میں یں انگلیاں کٹی ہیں۔ لیکن جمالِ مصطفیٰ کو دیکھ کر نہیں بلکہ صرف سرنگے کی تمنا جو ان ہو گئی ہے جس بارگاہِ دغا میں نام کی یہ تاثیر جو ہر جاہلہ ذات کی تعلیمات کا کیا عالم ہوگا؟ یہ فاضل بریلوی کی وہ ایمانیت ہے جہاں ٹھہر کر آپ میں تدویر کریں گے عشقِ مصطفیٰ کی چاشنی دوا تہہ ہوتی ہوئی عکس برنگی عجب جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محمد و

بڑی بچی اور منطقی بات ہے لیکن یہ شاعر کا دارالکلامی ہے کہ اس نے بہت کچھ کہہ کر کچھ تذکرہ حسن یا را کو محدود نہیں ہونے دیا ہے۔

محمولی جو تہر کا ایک نعتیہ شعر سینے۔ جسے ان کے ایمانی احساسات کا پتہ

کھنا چاہیے۔

شیخ ایمان کو خدا روشن رکھے
قبر میں جوہر کی پہلی رات ہے

اس شعر میں ایک عجیب کیفیت ہے اس کو بار بار پڑھیے تو دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کاش شاعر کی یہ پہلی رات "سب کو نصیب ہو لیکن وہ شیخ ایمان" جیسے روشنی رکھنے کی التجا بارگاہ رب العالمین میں پیش کی جا رہی ہے۔ کیلئے یہ فنکار کے دل میں پوشیدہ ہے۔ جذبات کے رخ پر پڑے ہوئے اس حجاب کو اٹھانے کے لئے عشق رسول کی جو سرستی چاہیے وہ جوہر کے بیان مفقود ہے لیکن امام الکلام کی یہ وارفتگی دیکھئے جس کے بل بوتے پر وہ بے حجاب نہ پکار اٹھے۔

لحمی عشق رخ شہ کا داغ لیکے چلے
انہری رات میں تھی چیراغ لیکے چلے

فاضل بریلوی کی یہ وہ خصوصیت ہے جو انھیں نبوت رسول کی تفکلی کا مکمل حق ادا کرتی ہے۔ ورنہ اس انجمن ناز میں سر کو لیکر جانا سب کے بس کی بات نہیں۔ ایمان و عشق کی شان ہی یہ ہے کہ پھانسی کے تختہ پر بھی اُسے تاریخ کی نگاہوں سے زندہ اور بے باک دیکھ لے۔ ماحول کی شدید مخالفت کی چھانڈ میں بھی اُس کے لہجے پر شکست کی کوئی لکیر تلاش نہیں کی جاسکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی یہ وہ حق گوئی اور بے باکی ہے جسے کچھ لوگوں نے "تین جوان مردان" کے سمجھ کر افراط و تفریط اور بے راہ روی کا نام دیا ہے۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ ان کے کلام میں شدت بھی ہے اور عقائد کا بے لاگ اظہار بھی لیکن یہ شدت تو ان کی ایک خصوصیت ہے نہ کہ خالی حقیقی شاعر کے بیان احساس و جذبہ کی شدت ایک نظری اور لازمی شعبہ ہے جہاں تک عقیدہ اور مسلک کے اظہار کی بات ہے اُس سے کسی کا اختلاف ممکن ہے لیکن خالص ادبی بنیاد پر کوئی عیب نہیں بلکہ ان کا حسن ترکیب ہے۔ ایسے خیالات کی بنیاد کو تراش دینا عیسائیوں کی کھوئی دنیا نامیہ ہے نہ دیکھ کر زبردست نہیں۔ سلامت اللہ خاں اپنے مضمون "ادب اور عقیدہ" میں لکھتے ہیں۔

"ادب عقیدہ کے بغیر بھی وجود میں آسکتا ہے یہ بات آتی
ہی غلط ہے جتنا کہ ادب الفاظ کے بغیر بھی تخلیق کیا
جاسکتا ہے"

(علی گڑھ لیکن نظر ثانی ادب نمبر ۱۹۵۸ء)

ادراگر ادبی تخلیقات میں مخصوص عقائد کے بیان و اظہار کو غیر پسندیدہ قرار دیا جائے تو پھر راستے اور لٹریچر کی شاعری اقبال و دیگر کے پیغام کے بارے میں بھی مسلمانوں فیصلوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے انکار کی گنجائش باقی نہ رہ سکے گی۔ "PARADISE" یا "LOST" یا "سمندر طوبی" کی ادبی حیثیت کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

کمی شاعر یا ادیب کے عقائد کو قبول کر لینا اتحاد یا تباہی کے لئے ضروری نہیں لیکن

فنکار کا فن اگر اس کے انفرادی نظریات و خیالات پر مشتمل نہ ہو تو اس میں اعلیٰ ادب کی نمایاں خصوصیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ادیب کا انفرادی نظریہ ہی وہ حقیقت نہیں کا فخر کہ متعلقہ اور ادیب میں قبیح تخلیق کو روشن کرنا ہے۔

اقبال کی فلسفیت اور میں الاتواریت بھی ان کے انفرادی نظریات و عقائد کی راہ میں حائل نظر نہیں آتی۔ وہ بر ملا کہتے ہیں۔

عجم ہنوز ندانند رموز دی ورنہ

ز دلہ بندن احمدی چو راہی است (ارمغان حجاز)

تنبلی کی جدیدیت اور زنجی آزاد نے بھی اُن کا یہ انفرادی انداز نہیں چھینا آستانوں کی زیارت کے لئے شہر حال { اسلام سے منزل کا اصل سبب } اس میں کیا شان پرستاری اہنام نہیں { سکھات بلی اردو } پھر ناضل بریلوی کے انکار و عقائد کا انہار ادب کے ظہر میں کیوں افراط و تفریط کا کاہر گھولنے لگا ہے اسے سمجھنے سے اب تک میں قاصر رہا ہوں۔

بتول نے نوٹ لی ساری خدائی
خدا کے پاس اب رکھا ہی کیا ہے۔

ایک مادہ پرست ادیب کا شعر جب ادیب کے پیش میں کوئی زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا تو پھر ناضل بریلوی کے مذکورہ ذیل اشارے ادب کا دھڑکیوں کا نتیجہ ہے۔

دشمن احمد پر شدت کیجئے محمدوں کی کیا مروت کیجئے
کیجئے چرچا انھیں کا صبح و شام جان کافر پر قیامت کیجئے

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گھنائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

مٹ گئے تھے میں مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نڈلہ نہڑے گا کبھی چسپا تیرا

شاعری کی صالح و پائیدہ ذہنی آزادی کا تنقید کے نام پر استحصال ادب کا وقت کو کم کرتا ہے۔ اقبال نے کہا ہے۔

جوبات حق ہو وہ مجھ سے بھی نہیں رہتی
خدا نے مجھ کو دیلے دل غیبیہ و بصیر

فاضل بریلوی پر ادبی مضامین "افراط و تفریط" کا الزام لگانے والوں سے اس لئے میری ایلک ہے کہ وہ ادب اور عقیدہ کے ٹوٹ رشتہ اور اس کی اہمیت پر اچھی طرح غور کریں جہاں تک اختلاف مسلک کی بات ہے اُس کا تعلق "ذہنیات و مذہبیات" سے ہے۔ ادب میں دوسرے موضوعات کے اصولوں کو عیب و ذہن کی تشخیص کی بنیاد سمجھنا بے اصولی ہے جس سے اعتراف کرنا ادب اور ادیب دونوں کی ابر کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

نعت گوئی

سید شمیم گوہر ایڈیٹر نائندہ الہ آباد

نعتیہ فضاؤں کا تجربہ کرنے کے بعد اس نتیجہ کا تین کرنا کوئی مشکل کام نہیں کہ اردو شعرا کی نعت گوئی کے مقابلے میں مالک اسلامیہ کی تاریخ نعت اتنی زیادہ مروج و سر بلند اور مکمل نظر آتی ہے کہ اس کا تہائی حصہ بھی اردو شعرا کے نصیب میں نہ آسکا کسی قدر حیرت کی بات ہے جب کہ دیگر اصناف سخن پر طبع آزمائی کرنے والے ایک سے ایک شاعر قادر الکلام تسلیم کئے گئے۔ یہ مسلک اہم ہمارے لئے توبہ حد اہمیت رکھتا ہے کہ آخر ہندوستان ادب کدہ میں اردو کے انھیں مسلم شاعروں کے شری سرانے کو کیوں تسلیم و تحکم باور کیا جاتا رہا ہے جو نعت جیسے عظیم و دلخیز اور فزونی کی طرف اپنی تھوڑی توجہ بھی مڑ کر دینے کی ہمت نہ کر سکے۔ کیا اصناف سخن میں نعت گوئی کا ایسا کوئی بھی مقام متین نہیں کیا جاسکتا تھا جس کی روشنی میں کسی نعت گو کو باکمال شاعر تصور کیا جاسکتا تھا اور جس کے جمیع شعبوں کے پیش نظر یہ قاعدہ کلیہ ادب کی کسی بھی کتاب میں موجود نہیں ہے کہ شاعری کرنے والوں کے لئے یہی ضروری سمجھا جاتا ہو کہ وہ جالیاتی یا تجرباتی غزل و نظم ہی کے میدان تک محدود رہے اور دیگر اصناف سخن کو ٹھوکر پر لے لے۔ غیر شعری رجحان سے بھی کوئی غرض نہیں مگر مسلم شاعری کی شریعت پر یہ الزام عائد کرنا نقلی درست ہوگا کہ ان کے اصناف سخن کا بیشتر انتخاب بے قیاد و بے مقصد رہا۔ ہم کہتے ہیں ہندوستان میں ولی دہی سے لے کر آج تک کی مسلم شری فضا نعت گوئی ہی کے انتخاب کی بنیاد پر جو ہر شاعری دکھانے کی کوشش کرتی رہی تو کیا شاعری کی دنیا ادھر رہ جاتی۔ عربی میں حضرت حسن بن ثابت، حضرت ابو طالب کعبہ بن زہیر، ابوسری، اور شوقی، فارسی میں جامی، قدسی، غفری، تھری، بھوکی، سندھی اور حافظ شیرازی وغیرہ جیسے شہرہ آفاق شاعر کے کام کے شری فزانے کا ماسبہ کرنے کے بعد جس عظیم الشان روحانی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کیا کوئی شخص اس سے انکار کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔ ان کا بیشتر اور اکثر شری سرایہ نعت یافتہ تا غزل ہی پر منحصر رہا ہے۔ اور اسی منصف نے انھیں آفاقی حیثیت کا علمبردار بھی بنا کر دکھایا۔ کیا ہندوستان کا کوئی ادبی شاعر مذکورہ شاعروں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حالی اور اقبال کی شاعری کی نظر پاتی نمکڑوں میں پٹی ہوئی ہے جسے مسلم معاشرہ کی اصلاح اور ناسفہ حیات کے سلسلے میں اناہد بخش توجہ ضرور سمجھا جاسکتا ہے مگر ان کی ایسی مختلف نظم گوئی

دنیا کا کوئی بھی انسان جو جس مذہب سے بھی تعلق رکھتا ہو وہ کسی منزل پر اپنے آپ کو غیر مذہبی نہیں تصور کرتا۔ خواہ اس کے ذاتی افعال و کردار کتنے ہی لامذہبیت کا کیوں نہ ان کا بھرتے رہتے ہوں۔ ہر کیفیت میں وہ خود کو مذہبی ہی گمان کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر ہندوستان کی ادبی دنیا کا عجیب عالم ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ادیب و شاعر کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اپنے تخیلات کے خود ہی پروردگار ہوتے ہیں۔ ایسی غیر فطری نظریاتی تعزیش یا ایسا بے بنیاد انکشاف کس کھ کھلپن کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کا خاطر خواہ جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا کیوں کہ اشتیاقی طور پر نہ ہمیں آج تک کسی مسلم ادیب و شاعر میں شک نہ بھاتا ہوا نظر آیا اور نہ ہی کسی ہندو مسلم کار کو کسی میں قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہی دیکھا گیا۔ بات کچھ بھی نہیں یہ شخص وقتی یا لمحائی اور طبعی کا ہے بنیادسا مظاہر ہے ورنہ دنیا کا کوئی انسان غیر مذہبی ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم نے ایسی قہم کی ضرورت صرف اس لئے محسوس کی کہ اصناف سخن کے سلسلے میں ادب و مذہب کے گہرے رشتے کو نمایاں طور پر پیش کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ یہ واضح کر سکیں کہ ایسی بھر پور مذہبی حقیقت کی روشنی میں اردو کے مسلم شاعر متقدمین نے جہاں ہر صنف سخن کے ساتھ یکساں رویہ رکھے کی کوشش کی ہے وہاں نعت گوئی کے سلسلے میں ان کا فیکھیل پہلو کیوں کھلے نہیں آتا ہے۔ تواریخ سخن کا مطالعہ کرنے والے ضرور جانتے ہوں گے کہ عربی و فارسی اور سنسکرت کے بیشتر شاعر متقدمین کا شری خزانہ جس قدر حمد و ثنا اور اوصاف و کمالات کی شری بندش پر مبنی ہے کسی دیگر دھماکے کے تہائی حصہ کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ پاکیزہ روی کا یہ حال تھا کہ راہ شاعری پر گامزن رہتے ہوئے انھیں اپنی اظہار و ادبیت کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں ہوتی تھی بلکہ اپنے مذہبی غاصے کو اظہار مذہبیت ہی پر زیادہ تر غور لیا کرتے تھے ان کے نزدیک دھماکے اظہار مذہبیت وہی چیز ہوتی تھی جو جز و مذہب کا پتہ دے سکتی رہی ہو مگر انھیں کس مہند و پاک کے ارد و شعرا کے نزدیک ادبیت کے مفہوم کچھ اس طرح پٹا کھایا کہ سارے مذہب تہادبی تقاضے چلتی بھرتی ادبیت کا پازیب بن کر رہ گئے۔

ہندوستان کے اردو ذخیرہ نعت کا تاریخی اور بھرپور محاسبہ کرنے اور اس کی منتقد

کی بنیاد پر انھیں مکمل ایک نعت گویا نعت ناغزل گوشا کیسی زادئے سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ عربی وفاداری شاعر کے نعتیہ کارنامے نبوت کے لئے بہت کافی ہیں اسی طرح انہیں ویر بھی حالات کربلا، رنج و اندوہ اور منظر نگاری کی منزل تک محدود رہے نعت گوئی کا ذائقہ تقاضا ان کے ہاں بھی محفوظ نہیں باق اور حقیقت شاعر گزر رہے ہیں انھیں بھی اپنے رنگ فنزل، شغری نوازی اور مسک باز قصیدے سے فرصت نہیں ملی تو فن نعت کے لئے کیا رحمان سلامت رکھ سکے۔

یہاں پہم اسلامی نہیں بلکہ ادبی نقطہ نظر سے یہ عقدہ کشائی کرنا چاہئے ہیں کہ وہی دکنی سے لیکر آج تک کے مسلم شاعروں نے جو جو بھی شاعرانہ نقابناں پہنا دیں جن رحمانات کا مصروف لیا گیا ہے اس کا بیشتر حصہ یا تو نا انصافی کے غور پر گردش کرتا رہا ہے یا پھر فن نعت کے حقیقی رنگ و روغن ہی کو پرکھنے سے عاجز رہا ہے اس قسم کا فیصلہ دونوں نظریات کے لئے قائم کیا جاسکتا ہے۔ مسلم شعراء کو یہ خاص طور سے خیال رکھنا چاہئے تھا کہ اصناف سخن میں سے فن نعت کا ایک ایسا نازک ترین مسئلہ ہے جن کا حل مولائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اس فن کا صحیح نمائندہ مسلم شعراء کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا مگر کسی قدر حیرت و استعجاب کی منزل ہے کہ ایسے نازک ترین پہلو کے ہوتے ہوئے بھی شعراء نے متعین نہ کوئی لحاظ نہیں رکھا اور صرف زیادہ تر اپنی اپنی غزل گوئی، مرثیہ گوئی، قصیدہ گوئی اور شغری گوئی کی ذہنیت پر ریا میں گرنے پر آمادہ رہے۔ اگر اس موقع پر کچھ اشخاص کے قول کے مطابق یہ تصور قائم کر لیا جائے کہ نعت گوئی کے فن کو اس لئے خاطر میں نہیں لایا گیا کہ یہ ایک مشکل ترین فن ہے۔ سب کے مان کی ہیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اگر تیر و دانش اور غالب و دوس کے نزدیک بھی یہ فن دقت طلب اور دشوار کن مومکتا تھا اگر مانا اس اثر ان کے پس پشت کچھ ایسی ہی حقیقت جلوہ افروز تھی تو پھر ہم تیر و غالب کو کس اعتبار سے مسلم انبوت شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ ایسے بیشتر قادیان کا کلام شاعری تفریح طبع یا ارتقا کے رنگ فنزل کے طور پر تو ساری عمر شاعری سے شغل کرتے رہے مگر نعت شریف جیسے پاکیزہ اور صاف تصنیف کو ہاتھ تک نہ لگایا جب کہ یہ سلسلہ روز روشن کی طرح درپیش تھا کہ نعت گوئی کا صحیح تقاضا صرف مسلمان ہی شعراء پر عائد ہوتا ہے۔ کیا میر و غالب اور آتش و سنو دانے اگر نعت گوئی ہی کے لئے نہ زور قلم صرف کیا ہوتا تو کیا انھیں مسلم انبوت شاعر تسلیم کرنے کے لئے ادبی دنیا کے پاس کوئی چارہ نہ ہوتا۔ کیا اردو زبان و ادب کو نکھارنے کے لئے نعت گوئی کے سہارے کو کافی نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہم تمام شاعر و ناقد سے طلب کرتے ہیں۔

ہندوستان کی اردو دنیا بھی عجیب چوں چوں کا مرتبہ ثابت ہوتی رہی عربی وفاداری کے اکثر شعراء نے متعین کی ذہنی روش پر غور کیجئے تو پتہ ہی چلے گا ان کے زیادہ تر شغری روئے ہمیشہ مذہبیت اور صالحانہ نتائج سے قریب ہونے پر فخر محسوس

کرتے تھے اور اسی رویہ کی بنیاد پر وہ اپنی حقیقی ادبیت کا اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ مگر ہندوستان کی اردو شاعری نے کچھ ایسے ایسے انقلابات کو جنم دیتا شروع کیا کہ بالآخر اس صنف کا شمار دائرہ عیب میں ہوتا چلا گیا۔ ہماری کچھ میں نے نہیں آسنا کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا جو صحیح معنی میں اپنے مذہب ہی سے دلچسپی نہیں رکھتا ہمارے دنیائیں ادب نواز کس طرح تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ ادب کا رشتہ مذہب سے بالکل اسی طرح ہے جس طرح مذہب کا تعلق ادب سے ہے۔ ”الحیاء من شعبة الایمان“ حیاء و شرم ایمان کے شعبہ میں سے ہے۔ اسی حیاء و شرم کا دوسرا نام ادب ہے۔ یہ نظریہ تو کبھی قابل قبول ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک طرف دعویٰ ادب بھی جتایا جائے اور دوسری جانب مذہبی رحمان سے احتراز کرنے کا مظاہرہ بھی کیا جائے۔ نتیجہ مولائے اس کے کہ کیا اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ایسی جھوٹی اور کھوٹی ادبیت، فربہ و دیکاری اور عجز و غش کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ باطنی مظاہرے سے مذہبی بننے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہر آدمی صرف اپنے باطن ہی پر اکتفا کرتے ہوئے مذہبی بننا چاہے تو یہ اتنا بہتر نہیں جتنا کہ باطن کی بنیاد پر ظاہری افعال و کردار کا وجود ضروری ہے۔ ہمارا مذہب بہت اچھا ہے مگر اسی کا ثبوت ”حقیقتاً احمی کو تبلیغ کہتے ہیں جو ہزاروں مذاہب کے درمیان اپنی اپنی مذہبی حقیقت کو واضح طور سے نمایاں کر سکے۔ دوسرے دلائل کو کھتر کرنے کے لئے مذہبی اعلیٰ و حقائق کے ظاہری رنگ و روغن کے اثبات کو اسی لئے غور نہ کیا جاتا ہے مگر ہم ادب نوازوں کی خاموشی (مدہوشی) مذہبیت کے بارے میں کیا عرض کریں آپ ہی فیصلہ کیجئے مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ نعت گوئی کی بنا و ثبوت میں سبب و دارہ رحمانات ہیں جنھوں نے صرف اپنے حق میں جگہ بناتے ہوئے فن نعت کے لئے تھوڑے بھی انصاف سے کام نہیں لیا اور نہ کیا ادب نواز کی صحیح مفہوم درج کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہوئے حمد و نعت اور منفعت وغیرہ جیسے عظیم اصناف کو آسان تک نہیں پہنچایا جاسکتا تھا بلکہ انھیں فحش و کس سے لیکر تا ہنوز ادب کے صفات پر کسی بھی ایسے نعت گو کا تذکرہ و وجود نہیں ہے جس پر ادبی دنیا کا اتفاق تاز کرتا ہو یا زمرے میں خواہ آتش و نسخ آتے ہوں یا میر و غالب، انیس و تیسرے آتے ہوں یا اقبال و حالی۔ مذہبی نقطہ نظر سے اپنی اپنی ادب بازی کے کچھ میں بھی مار کھاتے رہے۔ شان رسالت رسول اور حالات حبیب کریم کے سلسلے میں طویل شغری سلسلہ کسی کے بیان نہیں ملتا۔ یہی سبب ہے آج کہنا چڑتا ہے کہ شعراء نے متعین نے اپنے اپنے اعتبار سے ایک سے ایک جوہر شاعری دکھائے مگر خاص طور سے فن نعت سے متعلق کوئی سا ارتقا ہی پہلو اجاگر کیا کوئی جواب نہیں۔ اقبال اور حالی کی اسلام پرتی اور عشق رسول میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کی بہت ساری نظمیں جہاں خالص ہندوستانیت اور گنگا و جنا وغیرہ کی عظمت بیان کر رہی ہیں جوگی دہاں خاص طور سے اسلامی رنگ و آہنگ سے ہم کام لیا گیا ہے۔ مگر خصوصاً نعت گوئی کا حقیقی پہلو دونوں کے ہاں غلط ہے چند نعتیہ کلام کی روشنی میں کسی کو عہد ساز نعت گو بھی باور نہیں کیا جاسکتا۔

ہندوستانی اردو ادب کی تاریخی عمر ابھی پھر بھی کافی مختصر ہے اور حتمی
تقریباً آٹھ سو برس پر محیط ہے۔ دنیا کے سخن سے آج انھیں شہرہ نوازوں کو یاد رکھا جا چکی
تشریف لے گئے کا خود آپ درویش بنے رہے مگر جنھوں نے "ان من انشہم لحکمۃ
وان من البیان لعل" کا حق ادا کرتے ہوئے عشق رسول کے سمنہ بہا دیئے۔
دنیا نے انھیں اس طرح فراموش کر کے رکھ دیا جیسے علوم پر خطا و نسیان کا سارا خزانہ
اسی قبیل والوں کے حصہ میں آگیا ہے۔ ہم انہی ادیبوں کی تحریر میں ہی انعام عائد کرتے ہیں
تھک کر اردو کی شری تاریخ نعت گوئیوں سے بالکل خالی ہے ایسا کوئی بھی سخن نواز نہیں
ہے اب دنیا متفق ہو کر نعت گوئی کا قاتل اکلایا اس کا تسلیم کر سکتی اور صحیح ہے مگر
ہمارے مغربیہ صورت اسی طبقہ سے متعلق ہے جہاں کے ادب نوازوں کو ادب کی ٹھیکیداری
یعنی توڑ پھڑا سنا ہے مگر حق نعت گو کے لگنے میں کوئی بھی لطف نہیں حاصل کر پاتے
ورنہ ان کی دنیا سے الگ چند ایسے ایسے نادر نعت گو شاعر ضرور نظر آئیں گے جنھیں بھی
اپنی ادب نوازی پر ناز رہا اور جنھیں ادبی دنیا اپنے صفحات پر محفوظ کر سکی تاہم بالائے
سم اس کو کہتے ہیں۔ ہندو پاک اور عرب و عجم کی فضاؤں پر چھا جانے والے عظیم روحانی
پیشوا حدیث و فقہ سائل و فاضل اور تلامذہ و تفسیر گردوں میں حقیقت شناسی کے آفتاب
روشن کر دینے والے بالکل چارہ حضور امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ جن کے علم و فضل
کے ساتھ آج ساری دنیا میں چمک رہے ہیں۔ نعت گوئی کے میدان میں بھی وہ مقام پیدا کر کے
دکھایا کہ اگر ادب کے کشف میں ایک بھی داؤد انصاف ہوتا تو ایسے خود ساز نعت گو کے تذکرہ
سے ان کی تائیں غرور نہ رہنے پائیں۔ مگر چونکہ تنگ نظری ادب الہی القائل نے اپنا ہی قد
و پچا لکھنا مناسب سمجھا اس بنا پر تاریخ کے ایک حقیقی گوشہ پر ادبی دنیا کا اتفاق نہ ہو سکا
ورنہ اس سلسلے میں تھوری بھی فراخ دلی خود ساز شاعر با دربر لیتے کے لئے بہت کافی ہوتی۔ ویسے
اس تمام کا زبردست دھوکا کھانے کا بیش ادب نوازوں میں تو پایا جا سکتا ہے مگر انصاف
ہند دنیا کے حصہ میں بھی جو ہر فریب آجائے یہ بہت مشکل ہے۔ فاضل بریلوی کی عظیم روحانی
شاعری کو دیکھ کر شعروادب میں کرب یا دکہے لیکن حق پسند اور شہر شاس دنیا کے افراد ان
کی شاعرانہ عظمت اور فقیہ صداقت پر بہر حال اتفاق کرتے رہیں گے اور اس لئے نہیں کہ
فاضل بریلوی کے احترام و مسلک کی بنیاد پر اس اتفاق کو تذکرہ جارہے بلکہ ہم ادب کے
صالہ اذہان کو دعوت دیتے ہیں کہ فاضل بریلوی کے فقیہ فرائض کا مطالعہ فرمائیں اور پھر یہ
فیصلہ کریں کہ اتفاق رکھنے والوں کی صداقت پسندی کہاں تک ہمارے ذہنوں کا سارا رس
نچوڑ لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

فاضل بریلوی کی تقریباً ستر اش سال پرانی فقیہ شاعری انھیں اثرات کے ساتھ جدت
طرزی کی نشاندہی کرتی چلی جاتی ہے۔ یہ اطلاع عام طور سے مہیا ہوتی رہتی ہے کہ حمد و نعت
کے سلسلے میں جدید شاعروں کے لئے ایسی کوئی اچھوتی راہ نہیں نکلی پاتی ہے جس طرح کہ عام طور
سے غزل و نظم کے لئے نئے نئے راستے بنتے جاتے ہیں تو یہ نعت گوئی کو خود دور دائرہ مکہ سے
تیسرے کرتے ہوئے انھیں یہ کہنا مقصود رہتا ہے کہ غزل کی بنیاد نعت گوئی کی راہ سازی
کے لئے بہت کم امکانات کا پتہ چل سکتا ہے حالانکہ یہ سب کم نظری کی علامتیں ہیں اور وسیع النظری
سے محروم سدھی، حافظہ، جامی، عرفی اور قدسی وغیرہ نے وسعت نعت کے سلسلے میں جلہ
کیسے کیے عظیم اثبات علی کاشادہ کر کے دوسرے اصناف سخن پر پانی پھیر کر رکھ دیا مگر اردو
کے جدید شاعر ہیں کہ انھیں نعت گوئی کے لئے کوئی نیا راستہ ہی نہیں مل پاتا۔ ہم اپنے دعویٰ میں
اس لئے تقویت محسوس کرتے جا رہے ہیں کہ فاضل بریلوی کی فقیہ شاعری میں قدیمت و تجدید
کا جو تہ دار اور منہ خیز اسراج ملتا ہے کیا وہ کسی بھاری بھر کم جدید شاعر کی رہنمائی کرنے کے
لے کافی نہیں۔ فقیہ شاعری کے موضوعات و مباحثات اور تعداد و تصورات چونکہ غزلیہ
شاعری کے رنگ و آہنگ سے کافی مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ذاتی مفاہیم و مطالب
سے مقابلہ کرنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا البتہ جہاں تک نئے نئے دلائل و قرائن تیشا
و استعارات اور اشارے و کنایے کا مسئلہ ہے۔ فاضل بریلوی کی شاعری ان سب
کیفیات کی روشنی میں آسمان کو چھوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ایسے نعتی تاثرات کے بعد مان
لینا پڑتا ہے کہ سر پرستانی ادب بوضوح علی المرتضیٰ کی شاعری کو خواہ قدامت پسندی کے
ترازو پر رکھ کر تو میں یا تجدید نوازی کی کسوٹی پر رکھ کر پکھیں دونوں میدان کی یکساں شہسوار
نظر آئے گی۔ اور یہ دعویٰ بھی کرتی ہوئی نظر آئے گی کہ دائرہ ذہن تغزل کو تو محدود تصور کیا
جاتا ہے مگر وسعت نعت کے متعلق ایسا سوچا جا سکتا نہیں جاسکتا۔ اتنی طویل تہید کے بعد
اب احتیاط پرست جدید نے فاضل بریلوی کے کچھ اشعار و نعتیہ ملاحظہ فرمائیں اور اپنی بد چلنی تغزل
اور تیم غزلوں جن کی بنیاد پر یہ عہد سازی کی سند ملے سے سامنے رکھ کر یوازہ کریں کہ حقیقت
کی روح کس کے شعروں میں حلول کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔

واہ کیا جو درد کم ہے شہ بطحی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگتے والا تیرا
دل بہت خوف سے پتا ساڑا جاتا ہے
پلہ لکھیں بھاری ہے سہارا تیرا
ہے خاک سے تیرا راز شہ کوئیں
معمور اسی خاک سے قبل ہے ہمارا
بے نشان کا نشان مشت نہیں
شستہ شستے نام ہو ہی جائے گا
گزرے جان سے اک شور یا حبیب کے ساتھ
قہار کو نالہ حلق بریدہ ہونا تھا

رے کریم گزہر ہے مگر آخر.....
 کوئی توشہ شفاعت چشیدہ ہونا تھا
 جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کڑی کیسی
 لودہ قدبے سایہ اب سایہ کنناں آیا
 حسین یوسف پہ کین مہر میں انگشت زناں
 سرگتے ہی تھے نام پہ مردان عرب
 آل احمد خدیویدی یا سید حمزہ کن مددی
 وقت خزان عمر رضا ہو بگ بگ سے عاری شاخ
 مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
 نکتہ ہے یکسی میں تری راہ لے خیر
 اگر چہا لے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں
 مگر تھاری طلب میں تھکے نہ پائے نلکے
 دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
 دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم
 ایک ٹھوکہ میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
 رکھتی ہیں کشتہ و قار اللہ اکبر اڑیاں
 پھر کے گل گئی تباہ ٹھوکہ کریں سب کے کھلے کیوں
 دل کو جو عقل دے خدا تیری گلے سے جالے کیوں
 مالک کو نہیں ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
 دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
 وہ کمالی حسن حضور ہے کہ گمان نقصان نہیں
 یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
 خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
 قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
 ہم بھی چلتے ہیں ذرا تانے والے ٹھہرو
 گھٹریاں توشہ اسید کی کس جانے دو

اے رفقا آہ کر یوں سہل کیں جرم کے سال
 دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے دو
 جن کے تلوار کا دھوون ہے آب حیات
 ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی
 ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
 آنکھوں میں آئیں سپرہ رہیں دل میں گھر کریں
 عرض کر دوں حضور سے دل کی توبہ خبر ہے
 پتی سر کو آزد و دشت حرم سے آئی رکوں
 توبہ خوشی رسالت پیاسا چھپ گئے تیری رضا میں تارے

انبیا اور ہیں سب بارے تھے سے ہی نوریا کرتے ہیں
 ان چند اشار کی دست منطری اور حیرت انگیز نگرانی محاسبہ کو ملاحظہ فرمائیے
 اور اندازہ لگائیے کہ تجدیدی نقطہ نظر سے حمد و ثناء اور منقبت وغیرہ پر طبع آزمائی
 کرتے ہوئے کیسے کیسے جگمگاتے اور مغرور گوشوں کو تلاش کرنے کی جدوجہد لگتی ہے ان
 مذکورہ اشعار کے بعض مضامین دعائی کی تہہ داری تک آج کا کون شاعر ہے جو اتنے کی
 جرات کر سکتا ہے۔ ایک پہلو سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان شعروں کا کوئی بھی ردیف
 ایسی نہیں ہے جو شاعری کے دونوں رجحانات کا پتہ نہ دے رہی ہو۔ یہ بات ہم نے
 اس لئے کہی کہ تجرد پسندوں کو اپنے اپنے نئے ردیف و تافیہ پر خصوصیت کے ساتھ برا
 ناز رہتا ہے اسی بنیاد پر ان کی جدید شاعری نقصان بھی کرتی رہتی ہے مگر ناقل بریلوی
 اس قسم کی جدت کا اظہار نہ جانے کتنے عرصہ پہلے ہی کر چکے تھے جب کہ اسی نئی پیداوار
 کا وجود تک نہیں تھا (سوائے غالب کے) مگر حیرت کا مقام ہے کہ صرف جدید شعرا
 نظموں کے پیش نظر جس کا شمار بھی اصناف سخن میں نہیں ہوتا اس پر زور تسلیم خائے کرنے
 والے ناقدین وقت کے نزدیک عبدساز شاعر باد کر لے گئے مگر امام احمد رضا ناقل
 بریلوی رفقا بریلوی کی اتنی عظیم، بلیغ اور پرملاں شاعری جو اردو لغت شعری پر احسان
 کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ناقدین ادب نے فراموش کر کے رکھ دیا۔

ناقل تو کوئی اتنا معصوم نہیں ہوتا
 کیا آپ ہی ناقل ہیں معلوم نہیں ہوتا

*

امام شعرو سخن

مولانا وارث جہاں صاحب بستوی

مولانا وارث جہاں بستوی میر تقی میر اور براہوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مبارکپور پہنچے اور وہیں سے فراغت حاصل کی۔ فی الحال بمبئی میں بزنس کر رہے ہیں، پھر بھی دینی امور کا انجام دہی کے جذبات سے منسوب رہتے ہیں، اب تک آپ کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ انداز تحریر صاف ستھرا، تحقیقی و معلومات ہے جس کی دلیل زیر نظر مقالہ ہے۔
(ایڈیٹ)

ملک سخن کی شاہی تم کو رخت مسلم
جس سمت آگے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

نعت گوئی کی تاریخ بہت پرانی ہے اس کا تعلق براہ راست عہد ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے ہے درباری شعرا کی حیثیت سے حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زبیر نمایاں طور پر شہرت کے بلند ترین مقام پر نظر آتے ہیں۔ احادیث و سیر کی کتابوں میں جن کا تذکرہ شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔

یہ مسلم حقیقت ہے کہ شاعری کے جہلا اصناف میں نعت گوئی بہت ہی مشکل فن ہے اس کے لئے جذبہ اخلاص و محبت اور گہری عقیدت کے ساتھ ساتھ اعتدال و توازن اور حلاوت و شائستگی کی گنجائش ضرورت ہے اس لئے عرفی شیرازی فرماتے ہیں

عرفی مشتائب این رہ نعت است نہ صحر است
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

نعت رسول کی پہلی شرط تلب کا عشق رسول سے معزز ہونا ہے۔ رہ گئی نصاحت و باغت حلاوت و ملاحت، لطافت و نزاکت اور شاعری کے جملہ اصول کی بالکل رعایت تو یہ بعد کی چیز ہے۔ حالانکہ شاعر کو جب تک محبوب کا نثار حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہرا شغف اور دہانہ شیفگی نہ ہوگی بات نہ بنے گی۔ اس نظر سے امام احمد رضا کا دیوان حدائق بخشش پڑھتے جلدیے بسط

سطح سے عشق و عقیدت کا پھوٹتا ہوا آبشار نظر آئے گا کہ

کردن تیرے نام پہ جہاں ندانہ لبس ایک جاں دو جہاں ندا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کردن کیا کردوں جہاں نہیں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فردن کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز و دا اٹھائے کیوں

الندفح ذنالک فزی ذکر قار شعلہ و گر برزن عشقا
موراقن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا
دل میں جو چوٹ تھی دہی اے غضب ابھر گئی
پوچھو تو آہ سر سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

تو نے تو کر دیا طبیب آتش سینہ کا علاج
آج کے دود آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

حسرت میں خاک بوسہ طبع کی لے رہا
ٹپکا جو چشم ہر سے دہ خون ناب ہوں

امام احمد رضا نے ہزلیات و لغویات نیز ذوق سخن سازی اور شقی خیار آرائی سے بہت دور سطح کرن سخن کے تقریباً جملہ اصناف پر طبع آزمائی فرمائی اور حق یہ ہے کہ ہر صنف میں شعر گوئی کا حق ادا کر دیا ہے آپ کا ایک مشہور مقطع ہے یہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رخت مسلم
جس سمت آگے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

یہ کوئی تعلق نہیں بلکہ حقیقت اور تحدیث نعمت ہے۔ غزل، قصیدہ، مثنوی، مستزاد، قطعات، رباعیات، استعارات، تشبیہات، اقتباسات حسن تعلیل ندرت تخیل، جدت تمثیل، صنعت تلمیح، صنعت تلمیح، صنعت طباق و تضاد، صنعت اتصال، ترمیمی، صنعت تینیس، تینیس مائل، تینیس مستوی، تجاہل عارفانہ، مرادات، النظیر، وغیرہ وغیرہ کا وہ کون سا قابل ذکر میدان ہے جہیں شعر و ادب کے امام نے

ایں طبع روال کا جو ہر نہیں دکھایا وہ گنگی نہ ساخت بلوغت حلاوت و طاعت لطافت
وزاکت تویہ بقول عابد نظامی پاک تانی یہ ان کے ہاں کی زندگیوں میں رہا
یہ ہوا سے محض نہیں بلکہ اس کے مشاہد و نظائر ہیں (جو کہ آ رہے ہیں) اور کہیں
کہیں تو حلوؤں کے غمار کے مد ہوش کن عالم میں جہاں ہوں چکر شعور کو بھی نیند آجاتی ہے
دہاں پر امام احمد رضا کے پاس شرع احتیاطی الدین اور شریعت مطہرہ کی روشنی
کا احترام دیکھ کر اغیار و مخالفین اور عشق رسالت میں غلو کا الزام دینے والوں
تک کا آنکھیں پٹی کی بجائے رہ جاتے ہیں۔

جب رسول کے باد پر کیف میں سرشار رہنے والا عاشق گنبد خضرا کی
ٹھنڈی پچھاؤں میں ہونچکر جذبات کے قلاطم اور اس کی حشر آفرینیوں کے باوجود
شریعت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ گنبد خضرا پر نظر پڑی دل کی چوٹ
اُبھر آئی۔ آنکھوں نے گہرا بار بار برسیا اور جذبات کی حشر خیزی نے شعر کا لباس
پہن لیا۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
دکے سر کو روکنے ہاں یہی امتحان ہے

اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو ردا نہیں
اچھا وہ سجدہ سمجھے کہ سر کو خبر نہ ہو
عشاق روضہ سجدے میں سوئے حرم بھٹکے
اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے

حضرت حسان جس کو چہ خاں سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق
صادق کے لئے سرمایہ حیات اور حاصل زندگی ہے کیوں کہ اس کے بغیر عاشقان
جان سوختہ کی بحور حیات سے سرور کے وہ موج نہیں اٹھ سکے گی جو ماضی حال
اور مستقبل کی سرحدوں کو مٹاتی ہوئی ابدیت کی ان گہرائیوں سے جھلکتی ہے جہاں
سے ستاروں کو روشنی۔ دریاؤں کو روانی، پھولوں کو بہک اور آبشاروں کو ترنم
عطا ہوتا ہے۔

رواقی بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ۔ کہہ دیجئے شمع کی گویا زبان سوختہ
ہر عالم تاب بھٹکتا ہے بے تسلیم و زبرد۔ بیش ذرات مزار بے دلاں سوختہ
کوچہ گیسوے جاناں سے چلے ٹھنڈی گیسو۔ بال و پراشتاں ہوں یا رب بلبلان سوختہ
اے رضا معنوں سوز دل کی دستک تیرا۔ اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ
شریعت کے حدود میں رہ کر شعر کہہ لیا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اس
فن میں امام احمد رضا اپنے عہد کے میر کا رداں ہیں بغیر منقسم ہندوستان میں فن
نعت گوئی کی امت کا ذریعہ تاج آپ کے سر زیبا پر رکھا گیا۔ اظہار لغت
کے طور پر خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ
بہ کہتی ہے بلبل باغِ خاں کا رضا کی طرح کوئی سحر بیاں...

نہیں ہند میں داف صاف لے شاہ ہدی بچے شوخی طبع رضا کی قسم

نعتیہ شاعری کا یہ کمال اگر شاعر کے فن سے زیادہ اس کے کمال عشق کا سکہ دلی
پر چھ جاتا ہے۔ فن شاعری میں امام احمد رضا کسی کے شاگرد نہیں تھے بلکہ عاشق
صادق تھے فیضان عشق رسالت نے انہیں وہ سب کچھ دے دیا کہ بس سوجا کچھ
راہ بنی میں ان کی فرش بیاض دیدہ کی
چار نفل ہے گلہبی زیر قدم بچائے کیوں

اہلی منتظر ہوں وہ خیرام ناز فرامین
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے خواب بشار کا

ان کی حیرت کے غار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئین، سر پہ رہیں دل میں گھر کیوں
اب ہم ذیل میں شعر سخن کے چند شہو و اصناف اور ان کے تحت امام احمد
رضا کا کلام پیش کرتے ہیں۔

غزل

نعتیہ غزل

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ لے ہر فرزاں ہم کو
جس تبسم نے گلستان پہ گرائی بجلی
پھر دکھائے وہ ادائے گل خندان ہم کو
تنگ آئے ہیں دو عالم تیری بے تابی سے
چین لینے دے تب سینہ سوزاں ہم کو
نیر خشرنے اک آگ نگار کھی ہے
تیز ہے دھوپ لے سایہ دامان ہم کو
چاک دامان میں نہ تھک جائو لے دشت دل
پر زے کرنا ہے ابھی حبیب و گریباں ہم کو
پردہ اس چہرہ آفر سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنالے بہ تابیاں ہم کو
اے رضا وصف رخ پاک سنائے کے لئے
نذر دیتے ہیں چین مرغ غزل خواں ہم کو

دعا کن بخش حصہ اول

۱۔ مقالات یوم رضا ص ۱۱۳

۲۔ تاریخ و تنقید ص ۱۱۱ حاج حسن قادری

قصیدہ ۱۵
اس نظم کو کہتے ہیں جو کسی کی تعریف و تحسین میں لکھی گئی ہو اور اس کی شکل غزل سے ملتی جلتی ہو اور ہر شعر مطلع سے ہم قافیہ ہو علی

مثلاً ۱۶۷ اشعار پر مشتمل قصیدہ کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہو

صبح طیب میں ہوئی بٹنا ہے باڑہ لوز کا :- صدقہ لینے لوز کا آلیسے تارا لوز کا
باغ طیب میں سہانا پھول پھولا لوز کا :- مست بوہیں بلبلیں پڑھتی ہیں مگر لوز کا
ترے ہی مانتے رہا ہے جان سہرہ لوز کا :- تو ہے عین لوز تر اسب گھرا نا لوز کا
میں گدا تو بادشاہ بھرے پیالہ لوز کا :- لوز دن دو دنیا ترے ڈال صدقہ لوز کا
تو ہے سایہ لوز کا ہر عضو بخیر لوز کا :- سایہ کا سایہ نہ ہونا اور نہ سایہ لوز کا
بھیک لے کر مارے لاجلہ کاسہ لوز کا :- ماہ لوطیہ میں بٹنا ہے جہنم لوز کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ لوز کا :- تو ہے عین لوز تر اسب گھرا نا لوز کا
مرنگی آنکھیں حرم حق کے مشکین غزل :- ہر فضائے امکان تک جن کا رنا لوز کا
چاند بھک جاتا جھرا نکلی اٹھتے جہین :- کیا ہی چلتا تھا اشاد پر کھلنا لوز کا
ایک سینے سے مشابہک دہاؤں کاؤں تک :- حسن سبطیں ان کے جاؤں میں یوں نما لوز کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملے موعلا :- خط توام میں کھلے یہ دودھ لوز کا
لے کیسہ دہن تیری ابرو آنکھیں رچی :- کئی قص ان کا ہے چہرہ لوز کا

لے رضا یہ احمد لوزی کا فیض لوز ہے

ہو گئی نزل غزل بڑھ کر قصیدہ لوز کا

مثنوی :-
وہ نظم ہے جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ آئے
اور ہر شعر کا قافیہ پہلے شعر کے علاوہ کوئی اور ہو :-

اپنے وقت کے مولانا دوم امام احمد رضا باگاہ صمدیت میں عرض کنائیں ہیں :-
(۱۹۳۰ اشعار میں سے صرف چند)

لے خدا لے مہرباں مولائے من :- لے انیس خلوت شبہائے من
لے کریم کار ساز بے نیاز :- دائم الاحسان شہ بندہ نواز
لے بیاد نالہ مرغ نسیم :- لے کہ ذکر تر مریم زخم جگر
ما خطا آیم تو بخشش کنی :- نعرہ انی غفور زنی :-

لے خلا ہر جناب مصطفیٰ :- چار یا پاک دال با صفا
ہر جب چاک عشق نامراد :- بہر خون پاک مردان جہاد
پر کن از مقصد نبی دامن ما :- از تو پذیر حق زما روں دعا

ترجمہ :- لے میرے خلا تو میرا مہربان، والہ میری راؤں کی تنہائی کا مؤنس ہے
شان بے نیاز کے باوجود تو وہ کار ساز کریم ہے جو ہمیشہ احسان فرماتا ہے اور تو وہ
شہنشاہ ہے جو اپنے بندوں کو نوازتا ہے ۔
رخ سحر کے آہیں تیری یاد میں ہیں اور تیرا ذکر زخمی دل کے لئے مرہم ہے ہم غلطیاں

کرتے تو بخشش فرماتا ہے ۔ پیرا ارشاد ہے کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں ۔
لے رب کہ یہ مصطفیٰ پیارے کے لئے، ان کے پاک صحابہ کے لئے، آل با صفا
کے لئے صدقہ اس پاک دامن کا جو عشق نامراد سے تار تار ہوا اور اس مقدس خون
کا واسطہ جو مردوں کے میدان جہاد میں بہایا ۔ ہماری خالی جھولیاں مقدس سے بھر
دے، میرا کام دعا کرنا ہے ۔ تیرا کام قبول فرما ۔

اس نظم کو کہتے ہیں جس میں صرف چار مصرعے ہوں ۔ پہلا ۔ دوسرا
اردو چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہو دوسرا شعر خصوصاً چوتھا مصرعہ نہایت
لذت و محبت ہونا کہ سننے والا تسخیر ہو جائے ۔

رباعی

(تاریخ و تنقید حامد حسن قادری ص ۱۱۵)

حضرت محسن کا کو روی کی ایک لعتیہ رباعی ملاحظہ فرمائیں :-
دنیا میں اور رسول لاکھ سی :- ہے خاتمہ حسن عناصر ان پر
زیبا ہے مگر حضور کو تاج بھی :- میں مصرعہ آخر اس رباعی کو بھی
ساتھ ہی امام احمد رضا کی بھی دو رباعیاں درج ذیل ہیں، دونوں کو سننے رکھ کر
تعریف کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں :-

اللہ کی سرتاب قدم شان ہیں یہ :- ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں :- ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

ہے جلوہ گہ لڑا ہوا دہ :- تو سین کے مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں نہیں یہ سبزہ مرثیوں کے قریب :- چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو
غزل، رباعی یا اور کسی نظم کے ساتھ ایک ایک موزن فقر
مستزاد :- ملحق کر دیں تو اسے مستزاد کہتے ہیں ۔

امام احمد رضا خاتم النبیین کے حضور مدح سرا ہیں :-
دہی رب ہے جس نے تھک کو ہم تن کریم بنایا :- یہیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بنایا
..... تجھے حکم ہے خدا یا
وہ کواری پاک مریم وہ نفعت فیہ کام :- ہے عجب نشان عظم مگر آمنت گلہ جایا
..... دہی سب سے افضل آیا
ارسلے خدا کے بند کوئی کیوں کوٹھو :- میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدا یا
..... نہ کوئی گیا نہ آیا
ہیں لے تضائیرے دل کا پتہ جلا بشل :- دیر و فتنہ کے مقابل وہ ہیں نظر تو آیا
..... یہ نہ پوچھو کیسیا یا یا ؟

۱۔ تاریخ ادب اردو ص ۲۳

۲۔ نسیم البلاغت ص ۱۱۷ حلال الدین جعفری

۳۔ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۲۱۴ ۲۱۵ نسیم البلاغت ص ۱۱۷

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے کبھی غم کبھی طرب ہے سبک سبھ میں آیا۔

... نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑے سر چرخ زیر پا ہے۔ کبھی پیش دیکھڑا ہے سر بندگی جھکایا
... تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کی بارش۔ کبھی وہ مجرم ناش کوئی جلنے پر چھایا
.... بڑی جوششو سے آیا

کبھی وہ چہک کہ بلبل کبھی وہ مہرک کہ خوشگل۔ کبھی زیر لب فغاں ہو کبھی چپ کہ دم نہ تھا
... رخ کام جاں دکھایا

یہ تصورات باطل تیرے آگے کیا ہے مشکل

تیری قد میں ہے کامل انہیں راست کھڑا

... میں انہیں شفیع لا یا

ایسے چار مصرعوں کا مجموعہ جس کے
آخر میں وہی کلمہ رکھا جائے جو مضمون
کا ابتداء کا کلمہ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے یہ اشعار جو سیدنا غوث
الاعظم جلالی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں فرمایا "صنعت اتصال تربیعی"
کا نمونہ ہیں۔

جات بالا تر زوہم جا ہوا: جا لہا خود ہست ہر پالہ

پالہ پچر بود کہ سرا زریات: پات ہم کے چوں فردا کی زجات

ہست سے قابل ذکر شعراء کے دو ادین نظر دل سے گذرے مگر اس عجیب

ترین صنعت سے ان کے دیوان خالی ہی ملے۔

عظمت خدا داد کو عقیدتوں کا خراج پیش کیجئے کہ ایسی ایسی مشکل ترین

صنعت پر ہر ہوا قلم کو ذرا بھی جھجھک نہیں، سند تحفیل شریا کو شرار ہا ہے لہنت

کے عظیم تر امام۔ جو دھوئیں حدی کے مجدد و عظم نے طبع رواں کیسے کیسے جوہر

دکھائے ہیں عقل حیران ہے کہ کتنے علوم و فنون کی امانت کا ذریعہ تاج ان کے سر پر رکھا

گیا تھا بالکل بجا فرمایا ہے آپ نے کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رخصت مسلم

جس سمت آگے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

مگر اپنے تذکروں اور تاریخوں میں ٹھیکہ کاران ادب کا تذکرہ رضا سے یہ غلامی

یہ اعتنائی اور تغافل، قصداً ایک بڑے ایسے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو

اجلا داران ادب کے کاروبار نہ، منافقانہ، مصلحت کو شانہ اور غیر مورخانہ

ذہنیت کی غلامی کر رہا ہے انہوں نے ادب برائے ادب کہ ادب برائے تجارت

کی شکل دیکر ایسے علمی خیانت کا ارتکاب کیلئے جو ناقابل معافی اور شعروادب

کے روشن ادب و بانک پیشانی پر ایک بدنام داغ ہے۔

انہیں چاہئے تیرے تھکا کر نعت گو شعراء کے ایسے طویل القدر امام کے تذکرے کو

اقتیازی حیثیت دیتے مگر یا للعجب! اقتیازی حیثیت تو الگ رہی یہاں تو سرے

سے کوئی حیثیت ہی دینے کے لئے تیار نہیں۔ غالباً اس مذموم جذبے کا محرک

کوئی ذاتی مصلحت ہے یا پھر تاریخ ادب اردو سے عدم واقفیت! بر تقدیر اول سے

اردو تاریخ کی تذکرہ نگاری کے بجائے ادب کی بردہ نوشی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ورنہ

کوئی وجہ نہیں کہ وقت کے ایک عظیم ترین نعت گو شاعر کے ذکر سے ادب کے سارے

تذکرے بیکسری ہو جائیں، حالانکہ شعروادب کے اس رجل عظیم کو اپنی شاعری کا کوئی

پندار ہی نہیں اور نہ ہی نام ہی نام و نمود کی کوئی خواہش! ۷

شنائے سرکار ہے و لطف قبول سرکار ہے تمنا

نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، روی تجھی کیا کیسے خانہ بخت

تاجران ادب نے ادبی خدمات کی آرائیں شعروادب کی حرموں کا جو خون کیلے اس کے

لئے انہیں وقت کے متدین اور منصف مزاج مورخ کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا

قریب ہے یا روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لو پیکارے گا استیں کا

اب بھی وقت ہے دعویٰ داران ادب کے لئے کہ وہ اپنے اس جرم کا کفارہ ادا کر لیں

ورنہ مستقبلِ قریب کا منصف مزاج مورخ انہیں حاف نہیں کرے گا

تم اپنے فغانوں کا گلہ کیوں نہیں کرتے

کیوں نہ تے ہوا الزام میسر دیدہ نم کو

کلام میں ایسے دو لفظ نااجن کے معنی ایک

دوسرے کے ضد ہوں، خواہ وہ دونوں اسم

ہوں، یا دونوں فعل ہوں یا دونوں حرف ۸

جیسا کہ امام احمد رضا کے درج ذیل اشعار میں صنعت طباق و تضاد ہے

(۱) دلِ غبتِ خوف سے پتلا اڑا جاتا ہے

پلہ ہلکا سہی بھاری ملے بھر دوسرے تیرا

وہ کمال حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

ہی بھول خار سے دور ہے ہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پہلے شعر میں ہلکا اور بھاری اور دوسرے شعر میں کمال و نقص ایک دوسرے کے

ضد ہیں ۹

نامہ سے رحمتا کے اب مٹ جاؤ برے کا مو

دیکھو میرے پلہ پہ وہ اچھے میاں آیا

۷ حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۸۱ مکتبہ بریلی شریف

۸ مختصر المعانی ص ۱۸۱

مومن ہے جو ان کا عزت پر مرے دل سے

تعلیم بھی کرتا ہے بخدا تو مرے دل سے

اس شعر میں بھی تینیں مستثنیٰ ہے پہلے شعر میں مرتے فعل ہے اور دوسرے شعر میں مرتے اسم ہے جو دل کی صفت ہے یعنی متکبرین عظمت رسالت اگر بالفرض چند در چند مادی مصالح کی بنا پر آقا کے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم بھی کریں گے تو بالکل مردہ دل سے۔ یَفْعَلُونَ بِمَا أُرْسِلَ سِی۔

ایسی نظم لکھنا جس کے ہر شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں ہو۔
صنعت تلمیع اور بعض حصہ دوسری زبان میں ہو۔

جیسے امام احمد رضا کے یہ نعتیہ اشعار جو بارگاہ رسالت میں پیش کئے ہیں۔
لَمَّا بَاتَ نَظْمٌ لَّیْ فِی نَظْمٍ سَلْ تَوْشِدَ پیدیا جانا
حک راجح کو آج تو رہے سرو پہ تھکوشہ دوسرا جانا

یا شمسَ نَظْمَتِ الْیَاسْمَیْنِیْ چوں بطیبہ رسی عرض بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی میرے شبیہ نہ دن ہرنا جانا

لَا بَلْ بَلَّیْ فِی الْفَوْجِ الْأَجَلِ خطا الم زلف ابراہیل

تو رہے چندن چند پیر و کسٹل رحمت کی بھرن برما جانا

أَقْلَبْتُ شَجَلًا نَحْمُ شَجُونِ ذَارِ حِیَاں جَانِ زیرِ حینوں

پتہ اپنی بیت میں کاسے کہوں میرا کون ہے قیرے سوا جانا

بس خامر خام لولے رضانہ طرز میری نہ رگت میرا

ارشاد احبابنا طق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

وہ قصیدہ ہے جو مطلع یا حسن مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس اشعار پر اس طرح مشتمل ہو کہ ہر پہلے مصرعے آخر میں حرف تہجی کا بالترتیب ایک حرف آتا جائے۔
قصیدہ مصرعہ

ہیں نہیں معلوم کہ اس زمین پر بھی کبھی شاعر نے طبع آزمائی کی مگر بحمدہ تعالیٰ اقلیم سخن کے تاجدار سیدنا مولانا امام احمد رضا نے شعر و نغمہ کی اس زمین پر بھی طبع آزمائی فرمائی ہے جس کا روشن ثبوت قصیدہ درود شریف ہے ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں یہ قصیدہ اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔
مطلع: کہے کے بدرالجمی تم پہ کرد و دوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کرد و دوں درود
حسن مطلع: شاخ روز جزا تم پہ کرد و دوں درود، دافع جملہ بلا تم پہ کرد و دوں درود
الف) اور کوئی غیبی آیات سے نہاں ہو بھلا۔ حبيب خدا ہی چھپا تم پہ کرد و دوں درود
ب) ذات ہوئی انتخاب دمف کے لاجا۔ نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کرد و دوں درود
ت) تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا تابا۔ اصل سے غل بندھا تم پہ کرد و دوں درود
نسیم البلاغت ص ۹ جلال الدین جعفری

اس شعر میں برے اور اچھے ایک دوسرے کے ضد ہیں۔
بڑھ چلی تری صبا اندھیر عالم سے گھٹا: کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا باد گھر گیا
اس شعر میں بڑھ چلی اور گھٹا یہ دونوں شعر ایک دوسرے کے ضد ہیں نیز صبا اور اندھیر ایک دوسرے کے ضد ہیں۔

کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو بولنے یا لکھنے میں مشابہ ہوں اور معنی میں مخالفت اس کی کئی صورتیں ہیں۔
صنعت تجنیس

کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی میں مختلف لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ دونوں اسم ہوں یا دونوں فعل ہوں یا دونوں حرف۔ مثلاً امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا

نور کی سرسراہٹ کیا اس میں توڑا نور کا

اس شعر میں تجنیس مائل ہے پہلا توڑا ٹھوکرا کے معنی میں ہے اور دوسرا توڑا کی کے معنی میں اور یہ دونوں لفظ اسم ہیں۔

رسل دنگ پر درود ہو کوئی جانے ان کے شمار کو

مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شیخ روز شمار ہے

اس شعر میں تجنیس مائل ہے پہلا شمار گنتی کے معنی میں ہے اور دوسرے شمار سے قیامت کا دن مراد ہے۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی۔ چاند بدلی کا نکلا ہمارا بنی

اس شعر میں بھی تجنیس مائل ہے۔ پہلا لفظ بدلی (ایک دوسرے کے بدلنا) کے

معنی میں ہے اور دوسرا بدلی اربعی بادوں کے معنی میں آیا ہے۔

آلہ بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا۔ ہر منبت ماہ طلعت لے لے بدلا توڑ کا

یہاں بھی تجنیس مائل آیا جاتا ہے۔ پہلا بدلتا تغیر و تبدل کے معنی میں استعمال ہوا ہے

اور دوسرے بدلے سے مراد انتقام ہے

کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں یکساں اور

معنی میں مختلف ہوں مگر یہ ضروری ہے کہ ان میں

ایک لفظ اگر اسم ہے تو دوسرا فعل یا حرف ہو اور اگر فعل ہے تو دوسرا اسم یا

حرف ہو اور اگر حرف ہے تو دوسرا اسم یا فعل ہو۔

جیسے امام احمد رضا کا یہ شعر۔

صدائے میں تیرے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول

اس شعر میں تجنیس مستثنیٰ ہے پہلا بن جنگل کے معنی میں ہے اور دوسرا بن

ہو جانے کے معنی میں ہے جس کا مصدر آتا ہے بننا پہلا لفظ 'بن'، اسم ہے اور

دوسرا فعل ہے۔

اتم ہو حفیظ و مغیث کیلئے وہ دشمن ضلیہ، تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروں درود
(۱) وہ شبہ حرج راجہ وہ صفحہ شکر کا تاج، کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروں درود
(۲) جان جان سیر دا کر دل ہے حسرت، بعضیں پھینچیں دم چلا تم پہ کروں درود
(۳) اف یہ رہہ سنگلاخ آہ یہ پاشا شاخ، بلے میرے مشکل کشا تم پہ کروں درود
(۴) تم سے کھلا باب خود گیسے سب کا درود، تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروں درود
(۵) خستہ ہوں اور تم معاذ ربہ ہوں اور تم ملاؤ، آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروں درود
(۶) گرچہ ہیں بے حلقہ صورت ہو عفو غفور، بخش دو جرم و خطا تم پہ کروں درود
(۷) نہ بے ہنر دے تیر کس کو ہوسے ہیں عزیز، ایک تہا رے سوا تم پہ کروں درود
(۸) آئیں کوئی نہ پاس ایک تہا کی تلاش، بس ہی ہوا سرا تم پہ کروں درود
(۹) طارم اعلیٰ کا عرض جس کف پاک ہو خوش، آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروں درود
(۱۰) کہنے کو ہیں عام و خاص ایک نہیں بڑھا، بند سے کرو رہا تم پہ کروں درود
(۱۱) تم ہو شفقے عرض خلق خدا خود عین، خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروں درود
(۱۲) آہ وہ راہ صراط بندوں کا گنتی بساط، الم دل سے رہنا تم پہ کروں درود
(۱۳) بے ادب و بد لحاظ نہ کرنا کچھ حفاظ، عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروں درود
(۱۴) لوتہ دامن کی شمع جھونکوں میں روزج، آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروں درود
(۱۵) سینہ ہے کہ داغ داغ کہہ دو گداغ، طیب سے آکر صبا تم پہ کروں درود
(۱۶) کیسو و قول اللہ کر دو بلا منصور، لاکے تے تیج نہا تم پہ کروں درود
(۱۷) تم نے رنگ فلک جب جہاں کر کے شوق، نور کا ترکا کیا تم پہ کروں درود
(۱۸) ذہب در میں فلک خادم در میں ملک، تم ہو جہاں بادشاہ تم پہ کروں درود
(۱۹) خلق تمہاری جیل خلق تمہارا جلیل، خلق تمہاری گدا تم پہ کروں درود
(۲۰) طیب کے تمام جہل رسل کے امام، نیکو ملک خدا تم پہ کروں درود
(۲۱) ہر سے کرم کا بون پھلین نعم کے جن، ایسی جلا د ہو اتم پہ کروں درود
(۲۲) اپنے خطا ماروں کو اپنے ہی دامن میں لو، کون کرے یہ عطا تم پہ کروں درود
(۲۳) کر کے تمہاری گناہ انھیں تمہاری بناہ، تم ہو دامن میں اتم پہ کروں درود
(۲۴) ہم نے خطا نہ کی تم نے خطا ہوئی، کوئی کی سرور اتم پہ کروں درود
(۲۵) کام غضب کے اس پہ ہے سرکار، بندوں کو چشم رضا تم پہ کروں درود

کام وہ لیے لیجئے تم کو جو راہی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروں درود

و حدائق بخشش ص ۳۲ - ۳۱ - ۳۰ - ۱۲۹

تلمیح

تکلم کا اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا کسی مشہور شعر بہادت
یا کسی مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔

رجعت شمس اور معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں
اشارے سے چاند چیر دیا جیسے ہوئے خود کو پھیر دیا

گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و توان تہا رے لئے
شب ہجرت میں پیش آنے دلتے غار ثور کے اسنہ شور و تاج کی طرف اشارہ کرتے
ہیں ۷ صدیق بلکہ غار میں جاں اس کو دے چکے
اور حفظ جان تو جان فروض غرر کی ہے
جنگ بدر میں کفار و مشرکین پر ایک مشت خاک اٹھا کر پھینک دیا تھا حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۷
میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کسی کسکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کا نفوس کا دفعہ منہ پھیر گیا
بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں ۷

ان پر کتاب اتری تبیاناً لیکن شیء تفصیل جیسے ما بعد ما غیبر کی ہے
پہلے مصرع میں اشارہ ہے آیہ کریمہ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تَبیاناً لیکن شیء
کی طرف اور دوسرے مصرع میں ما عباداً و ما عین (جو کچھ گزریا اور جو کچھ باقی رہا)
سے مراد یہ حدیث ذیلہ یَبْنُو مِنْ قَبْلُکُمْ وَ یَبْنُو مِنْ بَعْدِکُمْ یعنی قرآن شریف
میں تم سے آگے اور پچھلے سب کے احوال کی خبر ہے ۷

لَیْلَةُ الْقَدْرِ مِنْ مَطْلَعِ الْفَجْرِ حَقِ
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو لیکن
حسن تعلیل اس میں کوئی ندرت و عمدہ غور ہو۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں ۷

(۱) تم ہو گئی پست فلک اس طعن زمین سے بس ہم پہ دینے ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
(۲) اگرچہ پھلے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں، مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک
مفہوم کی جستجو کیجئے معنی آفرینی کے کام لیجئے، تخیل کی ندرت پہ عیش عیش کیجئے
اور سب سے اہم بات یہ کہ کسی گدا کے عشق کی نگاہ سے محبوب کی رہگذر کہ ان ذرات کو
آنکھوں میں بسا لیجئے جس سے ہلکا ان کا جمال شرمندہ پھر جا کے کہیں محبوب دو عالم کی حقیقی
عظمتوں کی ایک لہجہ کی جھلک ملے گی ۷

حسرت میں خاک بوسی طیبہ کی لے رضا
چپکا جو چشم ہر سے وہ خون ناب ہوں

کلام میں قرآن یا حدیث کا کوئی ایسا ٹکڑا لیا جائے جس کو بغیر قرآن
کی آیت یا حدیث نہ کہا جائے۔

آفتاب

امام احمد رضا بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں ۷

۱۔ دروس البلاغت مع بدور الافصاحت ص ۱۲

۲۔ مختصر اطمانی ص ۲۷

تشبیہ و مماثلت کی سطح سے بہت فروتر ہیں۔

درخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب الیاد و سرا آئینہ

نہ ہمارا بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

امام احمد رضا نے اس حقیقت صاف ذکر کو اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا۔ اسی لئے آپ میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں حتیٰ کہ انسان العرب حضرت امام ابو میری صاحب قیصرہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے سکے امام ابو میری نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ہے

كَانَ النَّبِيُّ فِي تَرْفٍ وَالدُّبُّ فِي شَرْفٍ

وَالْبُخَيْرُ فِي كَرَمٍ وَاللَّهِ فِي هِمَمٍ

یا رسول اللہ تازگی میں حضور شاگفتہ غنچہ میں اور شرف و بزرگی میں چودھویں کی چاند جو دو عطا میں دیا اور مہبت عالی میں دہرا یعنی زمانہ کی طرح وسیع ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ الْوَالِدُ الْمَكْنُونُ فِي مَدَفٍ

مِنْ مَعْدِنٍ مُنْطَبِقٍ مِنْهُ وَهَبْتِمْ

آپ کے دندان مبارک گویا موتی ہیں جو ایسے صدف میں پوشیدہ ہیں جس کا ایک معدن نطق اور دو سرا تہم ہے، مگر جمال مصطفیٰ کے شریح بیان کے لئے امام احمد رضا نے بھی استعارے استعمال کئے۔ تشبیہ کا یہ ندرت اللہ اکبر! جس کا جواب نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

دندان و لب و زلف و رخ شر کے فدا

ہیں در عدن اصل میں مشک حقن محمول

تشبیہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی صفت میں شریک قرار دینا حرف کے ذریعے کسی غرض سے مدح حبیب میں

امام احمد رضا کے یہ اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

دل کو دھنڈا میرا وہ کف پا چاند سا

سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کمزور دن و درود

کف پا مشبہ چاند مشبہ بہ سا، حرف تشبیہ و جہشہ چمک دک ہے

عرش سا فرش زمین ہے فرش یا فرش بریں

کیا زالی طرز کی نام خدا رشتا رہے

عرش مشبہ فرش زمین مشبہ بہ سا حرف تشبیہ و جہشہ سج دھج

تجارب عارفانہ کسی نکتہ کے سبب کہ بات سے جان بوجھ کر انجان بننا۔

در نسیم البلاغت ص ۲۷

جیسے امام احمد رضا کا یہ نعتیہ شعر ہے

ارے او خدا کے بند کوئی میرے دل کو دھونڈھو

میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدا یا۔ نہ کوئی گمانہ آیا

استعارہ

کسی لفظ کے حقیقی معنی کو ترک کر کے اسے مجازی معنی میں استعمال کرنا جبکہ دونوں میں معنی تشبیہ کا تعلق ہو۔

در و رس البلاغت مع بدور الفصاحت ص ۱۲۹

ہے آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جا میں میرا

بچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

مصرعہ ثانیہ میں سورج سے مراد ذات رسالت ہے کیونکہ آسمان والا سورج دونوں

کو نہیں چمکاتا اور دونوں معانی کے درمیان شبہ تزیین ہے امام احمد رضا نے سورج

کے ساتھ بچے کی صفت لگا کر متعارف کی ذات کو متعارف کی ذات ہے افضل بڑا

داغ کیا۔

مقابلہ

ذکر کرنا چند معانی کا جو آپس میں موافق ہوں پھر ہر معنی کے مقابلے میں

اس کے امتداد کا ذکر کرنا۔ جیسے قَلْبِيضُ حَكْوًا قَلْبِيضًا وَبِكَبَا

کثیرا

امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

حسن یوسف پر کیٹیں مہر میں انگشت زناں، سرکٹے ہیں تیرے نام پر مردان عرب

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایک دوسرے کے مقابلے میں آیا

ہے جہاں جن اپنے پورے کمال کے ساتھ جلوہ افروز ہے نیز محبت اپنے تمام تقویٰوں

کے ساتھ رشتہ حیات لئے زمین کی وسعتوں سے لیکر آسمان کی بلندوں تک محبوب

کے منتہئے بکھرے ہوئے جلووں میں نہایت ہوتی نظر آتا ہے مگر ان کا ادراک

ایک گدا کے عشق کا شعور ہی کر سکتا ہے جو کس قدر بیدار ہے ملاحظہ ہو۔

حسن یوسف پر کیٹیں مہر میں انگشت زناں، سرکٹے ہیں تیرے نام پر مردان عرب

(۱) وہاں حسن یہاں نام (۲) وہاں کٹنا جو علم قصد پر دلالت کرتا ہے اور یہاں کٹنا

کہ قصد و ارادہ تائب ہے۔ (۳) وہاں مصرعہ اس کی تمدن معاشرت، علم، تہذیب

شاہ تشنگی، شرافت، ستانت کا غلطہ اور یہاں عرب کہ زمانہ جاہلیت میں اس

کی حالت و سرکشی، جنابت و کج رویا تم دو خود دوسری کا شہرہ۔ (۴) وہاں انگلی یہاں

(۵) وہاں سبک خوام نازک اندام صبح بہار کی طرح نکھری ہوئی تر و تازہ حسینا میں

اور یہاں جنگجو قبائل کے مردان شیرا ننگن یہاں زنان مصر اور یہاں خردان عرب!

(۶) وہاں انگلیاں کیٹیں جو ایک بار وقوع پذیر ہونا بتاتا ہے اور یہاں کٹاتے ہیں جو

استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور جدت تمیزی کی یہ نظیر شعرا کے دواؤں جس کی مثال

سے خالی ہیں۔ حمیدنا حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان عرض

کرتے ہیں۔ ایک سینہ سے مشابہ اک وہاں سے پائنتک

حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا

در و رس البلاغت مع البدور لفصاحت ص ۱۲۹

آرزوں کی جنت کو محبوبہ دلنواز کے نام الاطاف ALATAMENTA کہنے والوں کی کوئی کمی نہیں اور خوابوں کے تاج محل کے ساتھ آج بھی لاکھوں شاہجہاں کی دھڑکنیں دالتے ہیں۔

مگر انہیں لاکھوں انسانی زندگیوں کے دریاں تباہ، منفرد دیے مثل ادر عام سطح سے بالاتر ایک ایسی ذات بھی گذری ہے جس کی تنہا ہی مثال ہے۔ آرزوں کی بارات اس نے بھی سجائی ہے۔ انگوٹھ کے جہم میں رات گزار کر تہاؤں کے ساتھ سویرا بھی کیا ہے اڑوں نے اس کے بیان بھی انحراف نمایاں ہیں! مگر اس کی تمنا تو جیسے عجیب ترین آرزو! جیسے گہری لہجوں کی جلیں سے جھلکنے والی بے ثباتی شوق کا انداز لگتا ہے کہ لے لے تیار ہو جاؤ گے آرزو کی یہ سعی نام! ۱۰

بے بسی ہو جھجھکے نام اعمال کے وقت :- دوستو کیا ہوں اس وقت تنہا کیلے کاش فریاد میری سن کے یہ فریادیں حضور :- ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے کون آفت زد ہے کس پر بلا ٹوٹی ہے :- کس مصیبت میں گرفتار ہے جس کیلے کس سے کہتا ہے کہ لیلہ میری بے خبر :- کیوں ہے بے تاب بے چینی کا رونا کیلے یوں ملاک کریں معروض کہ اکس مجرم ہے :- اس پر شمس ہے بتاؤ نے کیا کیا کیلے آپ سے کرتا ہے فریاد کہ شاہ رمل :- بندہ ہے کس ہے شہارحم میں دفعہ کیا ہے اب کوئی دم میں گرفتار بلا ہوتا ہوں :- آپ کجا میں تو کیا خوف ہے کھٹک کیا ہے سن کے یہ عرض میری بجز کرم جو سن لئے :- یوں ملاک کو ہوا رشاد ٹھہرنا کیا ہے کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو :- ہم بھی تو دیکھیں ذرا آکے تماشا کیا ہے ان کی آواز پر کرکڑیوں میں بے ساختہ شکر :- اور ٹپ کر یہ کہوں اب مجھے پر دکا کیلے لودہ آیا یہ ارحامی میرا غمخوار ام :- آگئی جان تن پہاں میں یہ آنا کیا ہے پھر مجھے دامن اقدس میں چپا لیں سرور :- اور فراموش ہو اس پر تقاضا کیا ہے بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے درکا :- کیا لیتے ہو حجاب اس پر تہاں کیا ہے چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں ملکوم میں ہم :- حکم والا کہ نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے یہ سناں دیکھ کے محشر میں بٹھے شکر کر دو :- چشم بد دور ہو کیا سائل ہے رتبہ کیلے مدد اس رحم کے اس سایہ دامن پہ نثار :- اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیلے

لے رضا جان عناد تو تیکر لغوں پہ نثار

بلبل باغ مدینہ تیسرا کہنا کیا ہے

دھاتی بخشش حصہ آدل ۴۶-۴۷

جذیبہ شوق کا اظہار وہ بھی اشعار کے قالب میں اللہ اکبر! نعتیہ شاعری کا یہ کمال! کشاعر کے فہم سے زیادہ اس کے کمال عشق کا مسکہ دلوں پر بٹھ جائے۔ آپ کا نعتیہ دیوان "حقائق بخشش" صرف نعتوں کا ایک ایک مجموعہ ہی نہیں بلکہ خدا رسول کی عظمت و محبت سے خالی اذہان و قلوب کے لئے ایک کیمیا ہے سعادت ہے ایسے نازک ترین دور میں جبکہ مڑے گئے بدو دار بندے اپنے گم گار دوجو کو کاشا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملتے سے عیاں

خط تو ام میں کھتا ہے یہ دو ورقہ نور کا

ایسا خط کہ جس کے ذریعے اہم اور نازک ترین راز پہنچایا جائے اور یہ تقریباً زیادہ تر اعلیٰ خاندان کی وہ ذی حیثیت عورتیں اختیار کرتیں جو اپنے سے فرو تر مرد کے درم عشق میں گرفتار ہوئیں اگر محبوب کو کوئی اطلاع دینا مقصود ہو تو کسی محرم راز ٹریڈ TRANڈ کر کے اس کے ذریعہ وہ خط پہنچاتیں۔

خط لکھنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا۔ پہلے ایک کاغذ کے دو حصے کئے جاتے اور چلے کا حرف ایک حصے پر اور دوسرا حرف دوسرے حصے پر لکھا جاتا اس طرح پورا خط لکھا جاتا پہلے ایک ہی حصے کو تنہا بچھا جاتا۔ جب وہ منزل پر پہنچ جاتا تب دوسرا ارسال کیا جاتا جب خط کے دونوں حصے محبوب تک پہنچ جاتے تو وہ ان دونوں کو سامنے رکھ کر پڑتا پھر کاسی کے ساتھ یہ خط مکمل ہوتا پھر وہ کسی طریقہ پر جواب بھی دیتا۔ جب تک دونوں صفحے اکٹھے آئے ساتھ ساتھ ہوں گے مقصد حاصل نہ ہوگا۔

خط تو ام کے اس مفہوم کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آئے امام احمد رضا کے اس شعر پر غور کریں خط تو ام کا مطلب نمایاں طور پر واضح ہو جائے گا حضرت سرکار حسن مجتبیٰ اپنے ناما حضور سے سینہ تک شاہ تھے اور امام عرش مقام شہید کربلا گلوں قبا آئے کا ثناءات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ سے قدم ناز تک ہم شیعہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اگر جہان سرا بادیکھنا ہو تو اِمَامِیْنِ السَّکَرِیْنِ المظلومین حضرت امین وصیدنا حسین کو ایک جگہ دیکھو! شکل پاک رسالت اپنے پورے وجود کے ساتھ واضح طور پر نمایاں نظر آئے گی یہ

ایک سینہ تک مشابہک وہاں سے پاؤں تک

حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نہا نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملتے سے عیاں

خط تو ام میں کھتا ہے یہ دو ورقہ نور کا

زندگی کا یہ کاررواں تہاؤں کے جہم میں آگے بڑھتا ہے ہر شام دلوں شوق میں گزارتا ہے اور ہر آنے

والی صبح نئے خواہشات کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ سوچ۔ آرزو اور خواہش پر کوئی پابندی نہیں اور نہ ہی ان کی کوئی قیمت! اس لئے آج بھی خیالی فرار واؤں کی کوئی کمی نہیں۔ تہاؤں کے ناپید کاندھوں کے گرد آج تک کوئی حصار نہیں قائم کیا جا سکا۔ آرزوں کی بارات میں تہاؤں کی آواز چڑھتی اترتی رہتی ہے۔ انگوٹھ کی ریت پر سیریلوں خوابوں کے شیش محل بنے اجڑتے رہتے ہیں۔ آئے دن سپنوں کی شہزاد کے لئے جاتے کتنے تیس و فراد خیالی صحرہ نور دیاد کوہ کنی میں مصروف عمل ہیں

رسالت کے ہم پل سمجھنے لگے اور ہماری کرم باطل میں غصت انبیاء سے کھیلنے لگے اور بجااست کے اس غلیظ ترین ڈھیر پر اپنے عماروں کے ساتھ مسند آرائی کر کے اپنے زبان و قلم سے عشق کی سلامتی کا تار و پود بکھیرنے لگے تو ایسے وقت میں "نغاتِ رضا" دیوانوں کے قلوب میں آنکھوں کی زبردستی و عقیدت کا ایک چراغ جلایا۔
گو بزمِ کوثر اٹھے ہیں نغاتِ رضا سے بوستان
کیوں نہ ہو کس بھول کی مدحت میں و اما مقار ہے
اور مسلمانوں کے قلوب و اذان کو دربارِ رسالت کی طرف پھیر کر یہ بتا دیا کہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست
اگر باد نہ رسیدی تمام یو لہبی است

پس رحمت و لڑکی موسلا دھار بارش ہوئے امامِ اہلسنت تیری مرقداور
پرا تمہارے عشق کے فیضان نے ہم گنگاوں کو غفلت رسول کا احترام بخشا۔ تیری زندگی کا ہر ورق ایک آئینہ محبت ہے جس میں آفتابِ نبیؐ کی بات تو انگ رہی رات کو بھی جلو کا سورا نظر آتا ہے۔

دیئے وہ بدنصیب قطعی قابلِ اعتنا نہیں کہ جس کے قلوب عشقِ رسالت کے نعت کبریٰ سے محروم کر دیئے گئے ہیں وہ جلوہ محبوب کے اس آئینہ جمالِ کمال کو توڑ بھی دیں تو کوئی تعجب نہیں کہ پہلو میں محبتِ آشنا دل نہیں مگر ان دردِ مندانِ دل اور دارِ فتنگانِ آردوئے شوق سے پوچھئے جو خاکِ طیبہ کو صرف اس جذبہ محبت میں اپنی آنکھوں سے نکالتے ہیں کہ شاید پائے جیب سے مس ہو گئی ہے۔

امام احمد رضا کے روحانی فیوض کے طلب گار

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا

باد اس کی اپنی عادت کیجئے

میسرز فیروز ڈیلریس

ڈیلریس پلاسٹک کھلونے، پٹے، پردے

ا، کنگ اسٹریٹ، کلکتہ

شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت

ہیں پشتِ پناہ غوثِ اعظم
کیوں ڈرتے ہو تم رضا کسی سے

میسرز بھارت کمپنی

لیڈیز ہینڈ بیگ اور سوٹ کیس سپلائر، ڈیلرفورم ریگن
لیڈر کلاکھ، پی وی سی فلیٹھ کلاکھ، ڈیلرفورم شیٹ اور پ، فاسٹنر

B-144 مولانا آزاد روڈ، مدینپورہ

مبئی ۸۰۰۰۰۸

المیزان اور سنی لیگ دونوں کو مبارکبادیاں

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں اے خدا نہ کرے

میسرز بھارت بیوس منوفیکچرس

پروسیس

اگر بیگس، اسکول بیگس، لیڈیز ہینڈ بیگس

ٹراولنگ گڈس ناو لیٹرز

۱۵-۱۴-۱۳- تیسری ساکلی اسٹریٹ، مبئی ۸۰۰۰۰۸



امام احمد رضا خاں

ذوق سخن

مولانا بدر القادری صاحب صباہی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

مولانا بدر القادری مصباحی گھوسی منتجع عظیم کے متوطن۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے فاضل ہیں۔ اہلسنت وجامعت کے ابھرتے ہوئے تلامذوں میں آپ کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا آرگن ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور آپ ہی کی زیر ادارت میں شائع ہوا ہے۔ (امید ہے)

محبت کے ذکر جہل میں مندرجہ ذیل اشعار ثبت فرمائے۔

زندہ جاوید ہیں سوز محبت کے قاتل

یہ شر رکھ دے نہیں ہوتے ہیں کچھ جانے کے بعد

رتبہ شہید عشق کا گر جان جائے

قربان ہونے والوں پر قربان جائے

نسانی اللہ کی تہ میں بقا کا راہ مضمر ہے

جو جینا ہے تو مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ

(انوار البشارۃ ص ۳۱)

قراردار ہیں جا "آداب زیادت کے نصیحتوں کے باب میں ۳۹ دین نمبر پر زیادت بقیع و تبا وغیرہ کا ذکر فرمایا۔ جس کے اخیر میں ایک ایسا جانا در مصر تحریر کیا ہے آپ کے ذوق شری کے ساتھ ساتھ عقیدت خداوندی کی نشانی ہے۔ لکھتے ہیں۔ "بقیع و امد کی زیادت سنت ہے مسجد قبا کی دور گوشت کی سنت کا تو اب ایک عمرہ کے برابر ہے اور جاوید ہیں حاضر نہ ہوسیدی ابن حجر و قدس سرہ جب حاضر حضور ہوتے آٹھوں پہر برابر حضور میں کھڑے رہتے ایک دن بقیع وغیرہ زیارات کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لئے کھلا ہوا اسے چھوڑ کر کہاں جائیں۔

ع سسریں جاسدہ این جابندگی این جاقرا این جا

(انوار البشارۃ ص ۳۱)

"میں نے گاہ اہل نظر مسجد الراء سے ذباب بھی کتے ہیں مدینہ طیبہ سے شام کو جانے والے راستہ میں پہاڑ کی بلندی پر ہے سر کا جب غزوہ نبوک کیلئے تشریف لے جا رہے تھے تو اس مقام پر خیمہ نصب ہوا تھا۔ اور حضور نے اسی جگہ غار افراتی تھی۔ اس کے ذکر جہل پر بہت ہی مناسب شعر نصب فرماتے ہیں۔

نرمینے کہ نشان کف پائے تو بود سہا لہجہ صاحب نظران تو اب بود

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ ایک جامع الصفات شخصیت کا نام ہے۔ تاہم اگر کوئی کہے کہ اُدو ادب و انشا کی حیثیت سے آپ نے کچھ نہیں کیا تو اس حد تک تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ نے صرف ادب برائے ادب کچھ بھی نہ کیا مگر جہاں تک ادب نوازی کا سوال ہے آپ کے فتاوے کم و بیش لاکھ صفحات پر مشتمل ہیں جن میں عربی اور فارسی سے کہیں زیادہ اُدو ادب و انشا کے نادر نمونے موجود ہیں۔ آپ کے قصائد کے مجموعے حقائق بخشش کی دو جلدیں ہیں جن میں صنائع و بدائع کی خوبیاں اپنے عروج پر ہیں مگر سوز و غم پر ایک کا مطالعہ ذہن پر یہ اثر مرتب کرتا ہے کہ آپ کی تمام تر قلم کاری عشق و فرمانِ محمدی کے نشہ میں شرابور ہے۔ اس سے جدا ہو کر آپ نے کبھی کچھ نہ لکھا۔ مندرجہ ذیل مضموں میں ہم صرف چند ایسے اقتباسات درج کریں گے جن سے امام احمد رضا قدس سرہ کی شری و دلچسپی اور عمل و دق کے اعتبار سے اشعار کے استعمال میں ہمارے کا اندازہ ہوگا۔ بات ظاہر ہے کہ فنی و ادبی و فقہ و تفسیر و دیگر علوم کا اپنا الگ اسلوب بیان ہے جس میں اشعار کے استعمال کا ٹک ہی نہیں۔ لامحالہ جہاں محاطات سے کچھ سابقہ پڑا ہے امام کے قلم کی یہ صفت ظاہر ہوئی ہے اس مضموں کی ترتیب کیلئے ہمیں آپ کی دس کتابوں سے مدد ملی۔ اور غائر نظر سے مطالعہ کے بعد ادب شناسوں کو لگنا لام ہوگا تاہم یک "سہ ملک سخن کی شاہی تم کو رخت مسلم

جس سمت آگے ہو سکتے ٹھکانے ہیں

"نزد آج واید" انوار البشارۃ ارج زیادت کے موضوع پر آپ

کا نہایت جامع رسالہ ہے۔ ضروری مسائل اور مقامات زیادت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ انہیں جبل امد کا ذکر ہے جو قتیلان محبت کی آرا مگاہ ہے۔ یہیں غزوہ محبت پر آیا ہوا اور ستر صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا اور وہی لوگ آئینہ مبارکہ دلائل الحسنیٰ الذین قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مُؤَاتِلِ اَبِلِ اَحْيَاؤُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُؤْتُونَ رِالِ عَرَانِ) جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہوئے انھیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پیروں کا ہر طرف سے روزی دینے جاتے ہیں۔ کے اولین مصداق ہیں۔ ان شہیدان

(یعنی جس زمین پر آپ کے قدم نہ نکاشاں پڑ جائے وہاں اہل بصیرت کا ساہا سال عہد ہوگا۔ (انوار البشائر ص ۳۶)

”توتہ داری“

الاستیعاب لعبد البرکۃ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم شیر خوارگی میں علیہ سعیدہ کی گود میں تھے قبیلہ بنی سلیم کی تین کا ذری لڑکیوں نے بھولا بھال لاؤ رانی پیکر دیکھا تو منہ میں پانی بھر آیا لپک کر گود میں اٹھا لیا۔ اور اپنے پستان دین اقدس میں رکھ دیئے تینوں کے دودھ اتر آیا۔ ان تینوں کا نام عائکہ تھا۔ آگے خدا کی تحریر ملاحظہ کریں۔ ”یہ اس مرتبہ کی تین تھی کہ صحیح کلمۃ اللہ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کو بے باپ کے کنواری بچوں کے پیٹ سے پیدا فرمایا۔ حبیب اشرف بریتہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین عقیقہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرمایا۔ سے آنچہ جو باں ہمہ دارند توتہ داری (حقین جو باں تمام انبیاء علیہم السلام رکھتے ہیں یا رسول اللہ تہا آپ میں سب موجود ہیں۔ (شمول الاسلام ص ۲۸)

”دوبت فکر“

کذب باری کو ممکن جانے والوں کے رد میں ایک موبائیس دلیل پیش کیں پھر بھی خاتمہ کتاب میں فرماتے ہیں ہر لہر از بارہا شالہ میں ہرگز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لالہ اللہ کی تکفیر سے منہ فرمایا ہے جب تک وجوہ آفتاب سے زیادہ روشن وجہ نہ ہو جائے اور حکم اسلام کیلئے کوئی ضعیف صاحبی محل نہ رہے۔

فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَعْزِلُ وَلَا يَعْزِلُ (سبحان البیوت ص ۱)

ذکر دلائل کے بعد غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں اور بتا کر کہتے ہیں کہ کاش کوئی ایک دلیل بھی انھیں عقیدہ باطل سے لٹا دیتی تو میری محنت بربادی اسی مفہم کو سبب عبارت میں پورے کعبہ یہ شرف نصیب فرماتے ہیں۔

می توانی کہ وہی اشک مرا حسن قبول

اے کہ دُرِ ساختہ قطرہ بارانی را

کیا تم میرے آنسوؤں کو قبول کر سکتے ہو، اگر ایسا ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ بارش کے قطرے کو تم نے موتی بنادیا (سبحی البیوت ص ۱۱)

”امید کرم“

امام احمد رضا کی تحریروں میں اسلام دشمن عناصر کیلئے نفی محض ان کے تصلب الدین اور الحب للشر والبغض للشر کی وجہ سے ہے ایسا نہیں کہ کسی دباؤ یا دنیاوی لالچ نے انھیں ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ بلکہ امام کا جذبہ حب رسول تو اس منزل پر تھا کہ اس کو دنیا دار کی فلاح و ستائش بھی وبال تصور فرماتے تھے جیسا کہ خود کہا۔ گردن مدح اہل دول و رضا پڑے اس بلا میں مری بلا میں گداہوں اپنے کریم کام را دین پارہ نمان نہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین صاحب ایمان تھے اسکے ثبوت میں دلائل پیش فرماتے کے بعد خود ہی اسکی علت بیان فرماتے ہیں کہ ”اس مسئلہ کو ضبط تحریر میں

لانے کا مقصود؟ شاید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تمام جہان سے اکرم و ادبم ابرو ادنیٰ ہیں۔ محض اپنے کرم سے نظر قبول فرماتے ورنہ کسی صلی میں بلکہ اپنے خاص فضل کے حد سے میں اس عاجز بیمار بیکس بے یار کا ایمان حفظ فرما کر دین میں عقاب و عذاب سے بچائیں۔

برکریاں کار ہا دشوار نیست (شمول الاسلام ص ۳۲)

”فطرت روہانی“

چند متصیب زاجوں نے دلائل الخیرات جیسی مقبول معاد در حدیث کتاب کو ترک و بدعت کا مجموعہ کہہ دیا۔ اس پر دیندارانہ برہن فرماتے ہیں

”دلائل الخیرات شریف کو تالیف ہوئے ہونے پانچ سو برس گزرے جب تک یہ کتاب مستطاب شرفاً و غریباً مجتہدین جہان کے علماء و اولیاء و صلیا میں ترز جان و ذلیفہ دین و ایمان ہو رہی ہے۔ یہ جس قول خدا و رسول زید و عمر کے ثنائے نہیں مٹ سکتا۔

ہمہ شیران جہان بستہ این سلسلہ اند

روہ از جملہ چنان بگسلد این سلسلہ را

(دنیا کے تمام شیر اس سلسلہ سے وابستہ ہیں و مٹی کر سے اسے کہاں توڑ سکتی ہے) ہاں اب نئے زمانے فتنے کے گھرانے ہیں مگر ابھی پیدا ہوئے ہیں جو عیاذاً باللہ دلائل الخیرات کو معدن شرک و بدعت کہتے ہیں مگر ان کے بکینے سے امت مرحومہ کا اتفاق و اطمینان نہیں ٹوٹ سکتا۔ مرثاند و روسگ غوغا کو

ہر کے بر خلقت خودی تند

(چاند روشنی لٹاتا ہے اور کتاب بھونکتا رہتا ہے۔ ہر شئی اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتی ہے۔ (شفاء الالہ ص ۱)

”روح“

روح اور عرفان نفس کے سلسلہ میں ایک شعر کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”روح عالم امر سے ایک چیز ہے عقل کا حصہ اسی قدر ہے آگے اسکی ماہیت اکابر اہل باطن جانتے ہیں۔ سبحان الدیادی خود اسی روح کا نام ہے۔ اور یہ اپنے ہی نفس کے جانتے ہیں اس قدر ناکام ہے۔

تنت زندہ بجان جہاں نہانی

تو از جان زندہ و جاں را اندانی

(کشف حقائق ص ۷)

”دیار حبیب کی عظمت“

وچ و زیارت کے مسائل بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا صاحب اس مقام پر پہنچتے ہیں کہ ایک دیوانہ رسول دیار حبیب میں قدم رکھ رہا ہے۔ منی و عرفات کے مراحل سے گزر کر مدینہ حبیب میں پہنچ رہا ہے۔ اور سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی منزل آتی ہے ایسا لگتا ہے کہ مسائل بیان کرتے ہوئے بھی ایک مفتی اور فقیہانہ اسلوب تحریر کو ترک کر کے کچھ ایک دیوانہ رسول کے انداز میں رقم ترازیں۔

بھی پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عرضی و درج و قلب کے رموز پر رقم طراز ہیں۔ اور سرخفی و
دلب لطف حضرات نقشبندیہ (قدس سرارہم) جن میں تجلیات حق کے رنگا رنگ
ذوق کا ادراک کا عیاں ہے۔ نہ کار بیان

ع ”ذوق این سخن شناسی بخدا تانہ جشی“

(واللہ اس شراب کا لطف اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک چکھنا نہ ہو۔
(کشف حقائق ص ۷)

”دیار قنوج“ مولوی بشیر الدین قنوجی جو علماء دیوبند کے نہایت چابکدست ہمنوا
تھے۔ علماء اسلام کی عبادتوں میں کثرت بیعت اور صفت و اضافہ اور
چابکدستی کے ذریعہ اپنے آقا یا نعمت کے عقیدہ و نظریہ سے عطر کشید کرتے تھے۔ امام احمد
کا خیال یہ کہ طائفہ علماء دیوبند اس نئے قنوجی ہرے کو پا کر بیدار ہو کر افسوس!
اسکی کوششوں سے تیار شدہ امام کے الفاظ میں پہلی شیشی (کتاب تفہیم المسائل) اور
دوسری شیشی (غایت الکلام میلاد شریف کے عدم حوازیں) بھی عقائد میں رخنہ انداز نہ ہو سکی۔
اور ان حضرات کے عقائد فاسدہ کی بابت ان کی نفس قلم کار نے اہل ایمان کے مزاج
کو جس قدر ملکہ دیا تھا قنوجی صاحب کی یہ شیشیاں اپنے حق کلام کی خوشبو کے لحاظ سے کچھ مفید
نہ ہو سکیں۔ امام تحریر فرماتے ہیں۔

”طائفہ بھرا کا مشورہ ٹھہرا کہ اب انھیں کی عرق دینری سے کچھ خطر بنی کی امید ہو کر
لن یصلح العطار ما افسد الہ صر (جن نے زمانے کی فضا مگر کردی
اسکی درستگی عطا کا کام نہیں۔ قنوجی صاحب نے وہ گندی روش اختیار کی جس کی برکت سے
مذہب کے علاوہ بھرس میں سچ کا پھول مارا گیا جہاں دیکھو تحریف و تصرف کا امو اکھلا ع
اے باد صبا این ہمد آدردہ تست

(سیف المصطفیٰ ص ۲۳)

”چھپر چھپر“ امام احمد رضا کی تحریروں کا تنقیدی جائزہ لینے سے قبل نہایت
لطیف انداز میں اجازت طلب کرتے ہیں۔

”مرکا نازک مزاجی سے اجازت لے تو بطریق نمود اس خردار سے چند مشت پیش
کے۔ کون کرتا ہے گلہ تم سے مکر جانے کا
چھپر کر لطف اٹھالیتے ہیں بھجھلانے کا
(سیف المصطفیٰ ص ۲۳)

”خون دیانت“ قنوجی صاحب نے مذکورہ کتابوں میں درختا سرا جیدہ و دعتا
مطابقتہ المؤمنین وغیرہ کتب کی عبارتوں میں قطع و برید
کا جو حق کار انداز استعمال کیا ہے اس پر امام انکی دیانت کا ماتم کرتے ہیں

جلل مزاجھوٹ غذا ہو گیا

ہائے دیانت تھ گیا ہو گیا

(سیف المصطفیٰ ص ۲۹)

”راستے بھر درو شریف میں ڈوب جاؤ۔ جب حرم مذہب نظر آئے بہتر یہ ہیکہ پیادہ یا ہو۔
مر جھکائے آنکھیں نیچے کے جب قبۃ اوردیہ نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کو وجہ
شہر اندس تک پہنچو جلال و جمال بخوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔
ہر کے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ

جائے سراست این کو تو پای نہیں پایے نہ بینی کر کجا می نہیں
حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے اوجلے والے
(انوار ابشارہ ص ۹۲)

”تاویل یار“ امکان کذب باری تعالیٰ اور علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں علماء دیوبند کی بیعتوں کے جواب کی جانب جب علماء اہل سنت
نے توجہ کی تو انھوں نے اپنے اقوال ہی سے انکار و گریز اور تحریروں کی بعد از قیاس تاویلیں
شروع کر دیں۔ امام احمد رضا اس موقع پر ان عبارتوں کا معالجہ نہایت لیتے ہوئے
نہایت پر عمل فرماتے ہیں۔

ع ”نہاں کے ماند آن دازے کزد ساند خفہا“

(وہ دا زبھلا کہاں چھپ سکتا ہے جس نے کئی مجلسیں آراستہ کر دیں)

(الاستمداد ص ۷۱)

”تاسف“ ڈپٹی کلکٹر مولوی انداد علی بہادر کو بعض علماء و سوائے ایسا ہیکہ کیا کہ
امام اہلسنت اور علماء اسلام سے گفت و شنید تک بند کرادی کہ
بادا ہما دی باڈی ٹھنڈی ہو جائے کلکٹر صاحب کو مخاطب بنا کر کتابت پر عمل شعر ارقام
فرماتے ہیں۔

”ہبر اس پر اس ہما دی حسرت دیدار کا

بند جس نے کر دیا ر دزن تری دیوار کا

(سیف المصطفیٰ علی ادیان الافرازہ ص ۱)

”بریں علم و دانش“ فتاویٰ رشیدیہ کے ایک بے سرو پا فتوے پر ہر نیک
مصرعے کے ذریعہ کتنا جامع تبصرہ فرماتے ہیں۔ جو
اپنے اندر طنز کی لمبی کیسا تھ ساتھ بھر پور معنویت لئے ہوئے ہے۔ میں دین ملاحظہ کریں۔
سوال۔ نصرانی یا ہندو وغیرہ مجذبنادے تو اس میں نماز کا حکم کیلئے؟ جواب ہوگا
نہیں؟

الجواب۔ جس کا فکر کے نزدیک مجذبنانا عمدہ عبادت کا کام ہے اس کے مجذبنانے
کو حکم مسجد کا ہوگا۔

ع ”تو دمجد اے فارغ از عقل و دین (الاستمداد ص ۱۸۵)
”سرخفی“ علوم ظاہر کے علاوہ آپ علوم باطن کے بھی امام تھے عرفان و
حقیقت کے منہ پر شیدہ و بادہ کش تھے شرعی استفتا کا آپ
کے پاس نا تائبندھا ہی رہتا تھا۔ بعض اہل دل عالم اسرار کے روحانی و عرفانی سوالات

”عقائد“ فتویٰ صاحب نے بعض عین تواریس لکھ مادی ہیں جن کیلئے کسی کتاب کا نہیں بلکہ ان کے اخراجی ذہن کے صفحات کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ امام اس پر ایک تشریحی شریعت فرماتے ہیں۔

نہ ملے قدر میں بھی ان کا پتہ لاکھ برس
ناز پر درودہ عقدا ہیں حوالے تیرے

(سیف المصطفیٰ ص ۳)

”شوخی چشم“

غایت الکلام میں فتویٰ صاحب کتاب شرح معینہ اور عباد اللہ المخلصین سے عدم جواز استدلال کیلئے استدلال کرتے ہیں حالانکہ اسی کتاب میں توسل کے دلائل پیش کئے گئے ہیں مگر بغائب اپنے مقصد کی عبادتیں کرتے کہیں چوڑی تہید و تبعیر کیسا تھ کتاب میں نقل کرتے ہیں (جن کا مکمل جائزہ امام کی اسی تحویل کتاب کے حاشیہ پر مولانا سلطان احمد خان قادری نے لیا ہے) امام ان کی شوخی سچی کی داد اس انداز میں دیتے ہیں ”ایسا سچا دعویٰ آپ کی تو کیا تعریف کروں میں تو ان آنکھوں کا قائل ہوں کہ ایسے ادعا کرتے وقت جن کے تیرے تک نہیں بدلتے۔“

شوخی و فستہ تو ہر وقت ہے ان آنکھوں میں
کیوں حیا؟ تم کو بھی ہے حکم کبھی آنے کا

(سیف المصطفیٰ ص ۴)

”تجاہل عارفانہ“

نادانستہ طور پر غلطی کرنے والے اس شخص کے احسان مند ہوتے ہیں جو اسے غلطی سے مطلع کر دے۔ مگر اس شخص کا کیا علاج جو دیدہ دانستہ شریعت و دیانت کے خلاف کرے۔ اسی مفہوم کو بیان کرنے کے بعد فری کا یہ شعر تحریر کرتے ہیں۔

فان كنت لا قدری فتلک مصیبة
وان كنت قدری فالمصیبة اعظم

بے علمی ایک مصیبت ضرور ہے مگر دیدہ و دانستہ لاعلم بنا تو بہت بڑی مصیبت ہے۔ (سبحان السبوح ص ۹۳)

”کور چشمی“

تراغ مرزوں کو طالع فرماتے والے اور ان کے ہم جماعت دیگر علماء کی اہمیری اور قیادت کا تذکرہ فرماتے ہوئے کیا ہی مناسب شعر تحریر کیا؟

اذا كانت الغراب ذلیل قوم
سبھدھیم طریق الھابکینا

(اگر کوئی قوم کا رہتا ہو تو وہ قوم جلد ہلاکت کے گھاٹ اتارے گی۔)

(سبحان السبوح ص ۹۹)

”احوال دل“

مسائل مختلف فیہا میں دلائل قاطعہ سے مزین کتابیں پیش کرنے کے باوجود خدا اور ہٹ دھرمی نے آپ کی آواز حق کو ہمیشہ ناقابل اعتنا سمجھا۔ بارہا نہایت نرمی سے اس حق گریزی کا احسان دلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہنے کو ان سے کہتا ہوں احوال دل مگر
دہے کرنا حسن پر شکوہ گراں نہ ہو

(سبحان السبوح ص ۳۷)

”حزم و احتیاط“

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین صاحب ایمان ہیں۔ بیشمار دلائل و براہین سے ثابت کرنے کے بعد منکرین کو تنبیہ کے طور پر نہایت بر محل تصریح تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”طرائف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذا نہ دو۔ یعنی حضور تو زندہ ابھی ہیں۔ ہمارے تمام افعال و اقوال پر مطلع ہیں۔ اور اللہ عز و جل فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ عاقل کو چاہئے کہ اس بڑے سخت احتیاط سے کام لے ۵ ہر خدا و کردہ مردم تیغ است قدم را

(شہول الاسلام ص ۲۷)

”مرضی الہی“

انسانوں میں عقل و شعور مال و دولت وغیرہ کے لحاظ سے تفاوت اور فرق ہوتا ہے۔ اسکی نہایت عمدہ مثال سے تفہیم فرماتے ہیں۔

”یفعل اللہ ما یشاء“ اللہ جو چاہے کرتا ہے اسکی شان ہے ”ان اللہ یحکم ما یرید“ اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے اسکی شان ہے، لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون“ وہ کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اور سب سے سوال ہوگا۔ زید نے روپے کی ہزار انیس خریدیں۔ پانچ سو سوسو دیں لگائیں۔ پانچ سو پانچ سو کی زمین اور تدریجوں میں صرف کیا۔ اسے کوئی اچھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ سے بنائی ہوئی ایک مٹی سے بنی ہوئی ایک اویں میں کی کوئی ایک روپے کی بول لی ہوئی ہزار انیس تھیں۔ ان پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیا اور ان میں کیا عیب تھا کہ جلتے نجاست میں رکھیں اگر کوئی احمق اس سے پوچھے تھی وہ یہی کہے گا کہ مری ملک تھی۔ میں نے جو چاہا کیا۔ جب مجازی بھٹی ملک کا یہ حال ہے تو بھٹی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پالا فلا سچا مالک ہے۔ اس کے کام اس کے احکام میں کسی کو مجال دم و دن کیا معنی؟ کیا کوئی اس کا ہمس یا اس پر افسر ہے؟ جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے بے اشتراک اس جو چاہا کیا۔ اور جو چاہے گا کہے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت اگر بادشاہ جبار سے اچھے لوگوں کا سرکھیا یا بے شامت نے گھیر لے اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ۔ او بھٹ بے ادب اپنی حد پر رہ جب یقیناً معلوم ہو کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال و صفات میں کیا و کمال ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال؟

گدائے خاک نشین تو حافظا محمد و مشن

نظام مملکت خویش خسرواں دانند (التجربہ باب اللہ ص ۱۰۰) نظریہ توکل کی ایک مکررہ توجیہ یہ ہو کہ اگر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے کسی گوشہ میں بیٹھ جائے

”بے حیاباش“ ذات باری تعالیٰ کیلئے معاصت کا امکان رکھنے والوں اور مراتب انبیاء علیہم السلام میں جین و چلنے کرنے والوں کو مبدا و دین و شرع پر کلّی ذنی کے باوجود دعویٰ ایمان داری ہے۔ ان کے عقائد فاسدہ کی واضح تردید فرماتے ہوئے سبحان السبوح طالع بے حیاباش ہر جہ خواہی کن یہ نہایت ستھری اور مبنی بر حقیقت تصنیف کرتے ہیں۔

تیر بر جاہ انبیاء و انداز طعن و حضرت الہی کن
بے ادبئی و ہر جہ دانی کئے بے حیاباش ہر جہ خواہی کنی (بحال السبوح صلا)

”شونئی رفتار“ ائمہ مجتہدین اور فقہائے قدیم کی جسکے نزدیک کوئی وقعت نہ ہو اسے آپ کیا کہیں گے؟ انھیں حضرات میں کہ ایک شوخ چشم مجتہد العصر ہیں۔ امام احمد رضا نے ان کے اکیس اجتہادات پر گرفت فرمائی ہے۔ جس میں انھوں نے برعریض مسائل مختلف فیہا پر بڑے پنے تلے تیرا رہے ہیں۔ مگر جو کتابوں سے اپنے مقصد کی عبارتیں اخذ کرنا اور عقائد حقہ کی تائید کے باب در باب نظر انداز کر دینا جو کہ ان حضرات کا جماعتی وطیرہ ہے۔ بڑی شدت سے عامل ہیں۔ امام فرماتے ہیں۔

العظۃ للہ و در بارہ قیام ان کے ایک لفظ متعلّق پر جس کے معنی عاقلی نے واضح کر دیئے اتنا اچھلنا اور اسی مجلس اقدس کے باب میں انھوں نے دفتر کے دفتر لکھے اور کسی زور و شور محققانہ سے اس کے عمدہ محبات اور اجلہ محضات سے ہونے پر عرض تحقیق ثابت کر دیا وہاں یوں دے پاؤں نیچے نظریں بدن چرائے نکل بھلگے جانے ہم نے دیکھا ہی نہیں — اللہ سے تغافل

فتنہ آنکھیں ہیں غضب شریعہ ہے چلنا تیرا
کر گیا کام یہ پنج پنج کے نکلنا تیرا
(سیف المصطفیٰ ص ۷۷)

”جدید فقہ“ ایک صاحب کو اردو فقیہات میں کچھ شہرہ ہو گئی۔ انگریزوں کی شہ پر اجتہاد کا شوق چرایا آپ نے اٹو کا گوشت حلال کر دیا۔ پھر بھی اور بھیجی کہ جو مت کی فہرست سے نکال کر حلت کے دائرے میں لا بٹھایا اس پر زیادہ روٹ چاہے ۷ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ بنے رہتے۔ مگر وقت کے امام کو کہاں تاب؟ ایسی خبر کی کہ ہوش ٹھکانے لگ گئے۔ ایک شخص خاص انھیں کے لئے نوزد فرمایا۔

کہاں کا اسلام کیسی ملت جمیست کہ نہال کیجئے
مرنے سے اٹو کا گوشت کھا کر کھوچی۔ جتنی حلال کیجئے (سیف المصطفیٰ ص ۷۷)

”ہٹ دھرمی“ سابقہ والی محمد آباد سے بھی کچھ ایسی قسم کی گل افشانی کی جس پر امام احمد رضا نے مواخذہ کیا تحریر کا آخری ہیرا گراٹ ملاحظہ کریں

”ص ۷۷ پر صاحب در مختار کو ان لوگوں میں داخل فرمایا جو صلوٰۃ الرغائب اور نماز نصف شعبان کو بدعت منکرہ کہتے ہیں۔ یہاں بھی در مختار دیکھنے کا قصد نہیں دیتے مگر جناب ڈپٹی ایسٹرنٹ بہادر کے رسالہ امداد المسلمین پر زور انگاہ رو برو ہو جائے کہ

اور تقدیر الہی کے تحت روزی کا انتظار کرنے لگے۔ امام اس انداز کو کل کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”لامکمل کا بے آب و غذا زندگی گزارنے کے نہیں معلوم مگر یہ انسان میں خرق عادت ہے جس پر ہاتھ پاؤں ڈکڑ کر بیٹھنا۔ چل و چمات یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام دے کر خورد و نوش کا ہمد کرے اور بھوک پیاس سے مر جائے تو بیشک حرام موت مرے اور اللہ تعالیٰ کا گناہ گار بھڑے مرگ بھی تو تقدیر سے ہے پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا، ”ولا تلتقوا بآبادیکم الی التھلکۃ“ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔ گرجہ مردن مقدار ست دے تو مرد و در وہاں اڑدھا (اگرچہ موت تقدیر ہی سے آتی ہے مگر جان بوجھ کر اڑ دے کے منہ میں چلے جاؤ (التجیر باب التذیر ص ۷۷)

”حقیقی توکل“ توکل کی صحیح درجہ سے توضیح کرتے ہوئے قلم بند فرمایا
”تلاش حلال و فکر معاش و معاطی اسباب برگزگمانی توکل نہیں بلکہ عین مرضی الہی ہے کہ آدمی تدبیر اور ہمد و ہمد تقدیر پر رکھے اسی لئے جب ایک بھائی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ اپنی اذنی کو آواز چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں۔ ارشاد فرمایا۔ قید و توکل باندھ اور خدا پر تکیہ رکھ (ص ۷۷ بر توکل مذاونے اشتر بند)

”اظہار افسوس“ (التجیر باب التذیر ص ۷۷)
ادارہ راہبہ ص ۷۷ کی ایک عبارت پر جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیوی بچے ہونا عقلاً محال ہوتا تو نصاریٰ اتنے عقل مند اور ایسے ضائع ہیں۔ وہ اُسے کیوں ماتے۔ امام احمد رضا ان کلام ناجو فروش و دینداروں کی عقل پر اظہار افسوس فرماتے ہیں اور یہ شعر لکھتے ہیں ۷

چشم باز و گوش باز و این ذکا
خیرہ ام در چشم بندی خدا
آنکھ کان صحیح سلامت ہوتے ہوئے عقل ایسی خدا نے تعالیٰ کی اس حکمت چشم بندی پر میں حیران ہوں۔ (پریشان جا نگداز ص ۷۷)

”خون ناحق“ علماء و سوکی تردید فرماتے ہوئے ان کے آزاد قلم کی زبوں کاریوں کا ذکر کیا جس نے لاتعداد بچے مسلمانوں کو خارج از اسلام قرار دے دیا۔ جس کے دست برد سے صحابہ کرام تابعین علماء و صلحاء حتیٰ کہ مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا عبد العزیز محدث دہلوی تک محفوظ رہ سکے۔ پھر یہ خود اس سے بچ کر کہاں جاتے۔ انھیں خود انکی شامت اعمال نے درگزر نہ کیا امام تحریر فرماتے ہیں۔

”کہہ کر دریافت — کمال تدین قدان
۷ دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع دا چندان اماں نہ ادا کوشب را بخرد (بحال السبوح ص ۷۷)

صلہ پر فرماتے ہیں "بعض فقہاء جیسے صاحب درمختار وغیرہ نے حدیث پر اعتماد کر کے جو ازل لکھ دیا ہے۔ الغرض۔

رحم آتے ہیں جیسا کہ تری غریبیت پر
خوب شوخی نے ثانی ہے کامی تیرا

(سیف المصطفیٰ ص ۸)

"بوکھلا ہٹ" علم و استدلال کے میدان میں علمائے دیوبند نے
امام احمد رضا کی تصنیفات کے جواب لکھے۔ مگر
بوکھلا ہٹ میں اپنی پچھلی تحریروں کی خود ہی تردید کر گئے۔ چنانچہ تقویت الایمان اور صراط
کو ایک ساتھ رکھتے تو ان میں بے شمار مسائل ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ انھیں
یو الجھدیوں کا ذکر تھا جس پر امام نے یہ شعر ثبت فرمایا۔

گہت شکنی گاہ بسجد زنی آتش

از مذہب تو گرو مسلمان گلہ دادند

"زندہ روبہ لنگ لاف شکار" میلاد مصطفیٰ ص ۱۷

علیہ وسلم میں قیام

تعظیم کا ثبوت دیتے ہوئے سینکڑوں دلائل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اب منصف انصاف کرے علما و مکہ و مدینہ و حیدرہ و حدیدہ دروم و شام
و مصر و دیماط و یمن و زبید و بصرہ و حمص و موت، و حلب و حبش و برزنج و برقع و کردو
و اغستان و اندلس و ہند کا اتفاق ادب اب عقول کو قابل قبول نہ ہوگا۔" و تعصبت
کریں تو ہم ایک تدبیر بتائیں ذرا اپنے دل کو خیالات این و اُن سے رہائی دیجئے اور
آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجئے۔ کہ گویا یہ سینکڑوں اکابر ایک وقت
میں سب کے سب زندہ موجود ہیں۔ اور اپنے مراتب عالیہ کیساتھ ایک مکان عالی شان میں
جمع ہوئے ہیں۔ اور ان کے سامنے مسئلہ قیام پیش ہو رہا ہے۔ اور ان سب کی زبان ہر
باداؤ بلند فرمایا ہے کہ بیشک متح ہے۔ وہ کہن ہے جو اسے منع کرتا ہے و ذرا ہمارے سامنے
آئے۔ اس وقت انکی شوکت و جبروت خیال کیجئے۔ اور مشتے چند مانعین ہندوستان میں
ایک ایک کامنہ چراغ لیکر دیکھئے ان میں سے کوئی بھی اس عالی شان مجمع میں جا کر ان کے
حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے۔ اور یوں تو

سہ چون شیران بر فتنہ از مرغزار

زندہ روبہ لنگ لاف شکار

(آقامتہ القیمۃ ص ۲۱-۲۲)

متناؤں کی تہریک پیش خدمت ہے

مشرین کیا کیا مزے دارفتگی کے لوں رضا

لوٹ جاؤں پا کے وہ دامان عالی ہاتھ میں

۰ رسل و رسائل کے میدان میں ہمارا نام اعتماد کی نشانی ہے

بی بی محال ٹرانسپوٹ کمپنی

23 ڈی۔ کمر یا بلڈنگ۔ بالمقابل مانڈوی ٹیلی فون اکیسیج

محمد علی روڈ بمبئی 400003

فون آفس 330857 336331-32 فون ڈیلیوری گودام 337312

ہے یہ امیر رضا کو تیری رحمت شہا
نہ ہو زندانی دوزخ ترا بندہ ہو کر

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مولانا سید شاہ امیر اشرف اشرفی الجیلانی (محبوب الہی)
کی دعائیں ہم سب کے دہارین کیلئے بہترین سرمایہ ہیں

عقیدت مند

محنت اراحمہ

انیس سائزنگ ورکس

۵۶۷ - مرتضیٰ کمپاؤنڈ

بھیمڑی، تھانہ

آہ بے مانگی دل کہ رضاے محتاج
لیکر اک جان چلا بہرِ نثارِ عارض

سلطان الہند سرکار خواجہ غریب نواز کے فیوض و برکات کے طالب ہیں

میسرز برنی سائزنگ ورکس بھئی سائزنگ ورکس

۱۔ حاجی محمد رمضان عبدالشکور ۲۔ فروغ احمد حاجی رمضان ۳۔ نثار احمد حاجی رمضان فیاض احمد حاجی مصطفیٰ بھیمڑی - تھانہ

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈ لا بیٹا تیرا

غوث الاعظم تاجدار بغداد کے فیض روحانی کا طالب

عبدالواحد حاجی محمد حسین

پارٹنر رائے سائزنگ ورکس

آگرہ روڈ۔ نظام پور ۴ بھیمڑی۔ تھانہ

نوم ۸۳۰۲

ملت کے بے باک ترجمان ماہنامہ المیزان کو خراج تحسین
یا الہی جب رضا خواب گراں سے سراٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

حفیظ اینڈ کمپنی

پاکستان پریس کپڑوں کا قابل بھروسہ مرکز

11 ناگد پوری اسٹریٹ - ناخدا محلہ بمبئی 400003
فون 345114

نئی نسل کی ابھرتی ہوئی قیادت آل انڈیا سٹی لیگ کو ہدیہ تبریک
جنس نے امام احمد رضا نمبر شائع کر کے ملت اسلامیہ پر احسان کیا

بکینی آپریٹو کم

فینسی کپڑوں کا شاندار مرکز

اشرفی منزل ۲۲ گوری پاڑہ بالمقابل رئیس ہائی اسکول تھانہ روڈ
بھینونڈی - ضلع تھانہ

میرے روحانی جدِ محترم امام احمد رضا کی یاد میں منعقدہ

(عام احمد رضا کانفرنس)

کے لئے

آل انڈیا سنی لیگ

اور

امام احمد رضا نمبر کے لئے ادارہ ماہنامہ المیزان کی خدمت میں

ہدایہ خلوص

الحاج عبد الغفور ضوی القاری

موٹر سائیکل والے

۱۰۔ کھارائینک روڈ، بمبئی ۳ ————— فون نمبر ۳۳۵۶۴

نیک سناؤں کیساتھ

گلشن اُریان السیونٹ

لذیذ مغلیہ کھانوں کیلئے مشہور معروف
خصوصیت کے ساتھ سیخ کباب

لحم گاہوں کے آرڈر پر کھانے پہنچانے کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں

پتہ

الکریم منزل، پلٹن روڈ، بمبئی نمبر ۱

ٹیلیفون: ۲۴۵۱۸۳

اگر سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذت سوزِ جگر کی ہے

اپنے پیرو مشد امیر الملت سیدنا مولانا امیر اشرف صاحب قبلہ ظلہ العالی کے روحانی فیوض و برکات
کے طلب گار

سیف و کسینہ

قیصر باغ، تھانہ روڈ، بھیڑی، تھانہ (مہاراشٹر)

سرفراز احمد حاجی صدیق فقیہ اشرفی

سوداگر محلہ، بھیڑی

فنون: ۸۲۳۱: ۸۲۳۱ — مقامات: ۴۳۳۱

ماہنامہ المیزان کو بے پناہ مبارکبادیاں

کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا
رضایت سے ترسائل ہے یا غوث

اپنے روحانی رہبر شیخ طریقت حضرت مولانا الحاج سید اکمل حسین اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے فیوض کے طلبکار

محمد حنیف شہرت علی اور برادران

دھوبی تالاب، بھیمڑی، کھتانہ

نیک تمناؤں کے ساتھ

ڈیلی
سروس

- اندور
- سیہور
- کٹنی
- برہر
- گنج باسودا
- بھوپال
- اشٹا
- شہرڈول
- گوالیار
- سیرج
- بیراڑ
- ساگر
- اٹالی
- وڈیش

بیکری اور دودھ
ڈیلیوریٹ کرتا ہوں

45-A مہین وارہ روڈ

بیلے ۳۰۰۰۰

فون: ۳۳۱۲۶۶
۳۳۳۵۲۵

نیک تمناؤں کے ساتھ

نٹرل ج زری امپوریم

ہر قسم کا زری کامال اور ایمپرائیڈری کل سامان

۳۶۳۳۔ ابراہیم رحمت روڈ پائیدھونی

بیلے ۳۰۰۰۰

فون: ۳۳۲۶۳۶

نیک تمناؤں کے ساتھ

اورینٹل گرلز اسکول

(رجسٹرڈ نمبر ۵۳۲)

زیر اہتمام

یونیورسل ایجوکیشن سوسائٹی

دوسری راہوری تھانہ

امام احمد رضا نمبر کی اشاعت

و
امام احمد رضا کانفرنس کے کامیاب انصرام پر

مبارکباد
پیش کرتے ہیں

ریگل شوز

مباری شوز کے عالمی برآمد کنندگان
ہوٹل ایڈوانس منٹل سن این سینٹر ہوٹل، جوہنپ ہیٹی ۵۴۰۰۰
فون نمبر: 579481/86
برانچ: اشوکا ہوٹل، دہلی

بارگاہ امام احمد رضا

ہیں

گلہائے عقیدت

پیش کرتے ہیں

سینٹر الائنڈ ریدنگ کالج پورٹ

نیوٹا گیارہ مہینے ۸۰۰۰۰۰

نیک متنازع کیساتھ

یونائیٹڈ ٹمبر پرائیویٹ کمپنی

ٹمبر مینجمنٹ اور جنرل کنٹرول، ایکسپورٹ اور امپورٹ
پوسٹ باکس نمبر 4577

۳۴۔ آر ایس، نمکر مارگ (فارس روڈ) ممبئی ۸۰۰۰۰۸
:- فون :-

۳۹۵۸۹۲: آفس
۳۷۸۳۳۸: مکان
۳۳۵۴۴۲

نیک متنازع کے ساتھ

ممبئی گجرات روڈ ویز

فلپٹ اونر اور ٹرانسپورٹ کنٹرول
ہیڈ آفس:

۷۹-۷۷۔ ابراہیم ایم مینجمنٹ روڈ، کھرک
ممبئی ۹۰۰۰۰۰

فون: ۳۳۳۶۳۲

اے رضا مضمون سوز دل کی رفعت کیا
اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ
حضرت سید شاہ تنویر میاد کو خلوص کا تحفہ

اپنی ہوٹل

لذیذ طعام کا بے مثال نظام

ندی ناکہ، بھیڑی، تھانہ فون: ۸۳۵۱

اے رضا آہ وہ بلبل کہ نظر میں جس کی
جلوہ جیب گل آئے نہ بہار دامن
تاج الاصفیاء سرکارِ علی شاہ علیہ الرحمة کے
اکرام خصوصی کے طالب

میسٹر ڈاکٹر سائرس

نظام پور، چوتھا محلہ بھیڑی، تھانہ

اپنے دل کا ہے انھیں سے آرام سونے میں اپنے انھیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارہ در در رضا کرتے ہیں

اپنے آتشیدہ غوث الاعظم اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی قدس سرہ النورانی کی بارگاہ

بیکس پناہ میں تدر خلوص

جن کے در کی غلامی میرے لئے سعادت حارین ہے

محمد حسین عبد الرشید سردار
(حاجی)

درگاہ روڈ بھیڑی تھانہ فون ۸۲۳۱

اپنے روحانی قائد عارف باللہ شیخ الشیخ حضرت شاہ محمد یار علی قادری چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان

(بانی دارالعلوم فیض الرسول بکراؤں شریف)

کو عقیدت و محبت کا ہر ذریعہ خلوص

جن کی نگاہ خاص کا رہی منت ہو

محمد سمیع سردار
(حاجی)

تھانہ روڈ بھیڑی تھانہ

آل انڈیا سنی لیگ اور المیزان کیلئے نیک خواہشات

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی

سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

شیخ الیگزینڈر کلر

انجینئر اور کنٹرولر

ریڈیو پرائیٹ

محمد حنیف شیخ

۵-۳ مورلینڈ روڈ، تیسری گھیللا بھائی اسٹریٹ

مبئی ۸۰۰۰۰۸

کروں درج اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

زبدۃ العارفین شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ سید تنویر اشرف
کی خصوصی توجہات کا طالب

محنت اراحمہ

انیس ساڑھ سو روکس

۵۶۷۔ مرتضیٰ کیساؤنڈ۔ بھیڑی، تھانہ

اعلیٰ حضرت ہادی ملت امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ

کی بارگاہ مہیب
خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

وابستگان سلسلہ عالیہ نوریہ

محفل فیض نوری

۱۸۔ ابراہیم منزل روبر دھرتی سینما پرل
بمبئی ۱۲۔۰۰۰۴

حضرت سید تنویر میاں صاحب قبلہ کی خصوصی توجہات کا منتہی

ہے بلبل رنگین رضا یا طوطی نغمہ سرا
حق یہ کہ داصف ترابہ بھی نہیں بھی نہیں

غلام رسول ہدایت اللہ

قیصر باغ تھانہ روڈ

بھیڑی، تھانہ

آؤ حلیں سلطان الہند کے زیارت

اجیر مقدس ایشیاء کی وہ واحد زیارت گاہ ہے جہاں لاکھوں کی تعداد میں عقیدہ تہذیب جمع ہوتے ہیں اور گو ہر مراد حاصل کرتے ہیں فیوض و برکات کی ایک پُر جوش نہر جاری رہتی ہے ہر شخص اپنی بساط بھر لیکر ہی واپس ہوتا ہے

خواجہ نگری جانے سے پہلے لوگ کسی ایسے رہبر اور گامد کی تلاش میں رہتے ہیں جو معمولات عرس خواجہ سے اچھی طرح بہرہ مند کر سکے بیت النور اجیر میں ایک خاندان ایسا بھی ہے جس کے توسل سے حاضری کی سعادت حاصل کرنے کی گزارش خاندان اشرفیہ کے اکابرین نے کی۔ اور خود صاحب سجادہ سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ دامت فیوضہم نے اپنے پرسنل لیٹر ہیڈ پر ان الفاظ میں ہدایت فرمائی ہے

مخانب اکابرین خاندان اشرفیہ

اعزاز شریف سید محمد ہادی صاحب سلمہ کے والد ماجد مولانا سید محمد غلام علی معینی علیہ الرحمہ کے تعلقات جو ہمارے آباء و اجداد وغیرہ سے تھے وہ تو تحریر سے ظاہر ہے ہمیشہ اعلیٰ حضرت سیدی و جدی علیہ الرحمہ کا قیام انھیں کے مکان پر ہوتا رہا اور وابستگانِ سلمہ اشرفیہ کے قیام و زیارت کی خدمات انجام دیتے رہے آج ہی بالائے بھارہ بیت النور ہی میں قیام رہتا ہے لہذا تمام سلمہ اشرفیہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اجیر شریف پہنچ کر سید محمد ہادی صاحب و سید محمد ہمدی صاحب سلمہ یا دونوں بھائی ہیں۔ انھیں کے ذریعہ سے آستانہ کی حاضری کی سعادت حاصل کریں دستخط سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ شریف فیض آباد دستخط سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ دستخط سید محمد مظفر حسین کچھوچھہ شریف دستخط سید محمد مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھہ شریف فیض آباد دستخط سید اعظم اشرف کچھوچھہ شریف

امام احمد رضا

وہ مینارۂ نور ہیں

جن سے آنے والی تسلیں

ہم سے زیادہ نور حاصل کریں گی

شاہ محمد الحاج محمد یوسف

چیرمین، بمبئی سٹی ویلورس کوارٹریس سائٹ

صدر: ہمارا شریا پور لوم ویلورس ایسوسی ایشن صدر: آل انڈیا مومن کونفرنس، ریشٹر اسٹیٹ

نائب صدر: پروگریسیو پور لوم ویلورس سوسائٹی بمبئی سکریٹری: آل انڈیا پور لوم ویلورس فیڈریشن

اللہ رکھا بلڈنگ ہنس روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۱۱

تلفون: ۳۹۴۱۳۸

اے بہارِ گلستانِ شریعتیں ایک آنور ہی مدح تیرا نہیں
ہیں کھڑے دور تک یہ دل لئے کارواں کارواں قافلے قافلے

مآثرات

(اپنے اور پرانے)

امام احمد رضا قبلہ اہل دل

امام احمد رضا عالم باعمل

امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں

امام احمد رضا اینٹوں اور بیگانوں کی نظر میں

قبلہ اہل دل

ڈاکٹر نسیم کریشی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مدیر مکرم سلام نیاز — یہ حقیر دہلے ایہ تحریر محض نذر عقیدت ہے۔ کاش میں میر حاصل
مضمون لکھ سکتا، تحریر اگر شائع بھی نہ ہو تو مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ مجھے تو نذر عقیدت پیش کرنا تھی، سکون دل
نیاز کیش، نسیم

میرا گیا

ایکے تاثر، حسین و خوش حواری تاثر، دلنواز، روح پرور جو ایک نقشِ تابندہ بن کر ذہن کے پردوں پر مرتسم ہو گیا ہے۔ بزمِ سیرت پاک
تھی، فضائل و شمائلِ ختمی مآب کی جلوہ سائیاں چشمِ تصور کے سامنے حیاتِ انسانی کا وہ گوشہ جمیل ضوفاں ہو رہا تھا جس نے رہتی دنیا تک کے لئے نورانی
نہج اور پاکیزہ عمل کی ایک شاہراہ بنا دی ہے۔ انسانیت کے فروغِ کمال اور صلاح و فلاحِ دارین کی راہ — ہادی برحق، مقتداۓ انسانیت، شفیعِ محشر کا ذکر
پاک، روحانی سرخوشی کی ایک جوئے حیات افزا تھی کہ بڑی بہہ رہی تھی۔ اسی عالمِ کیفِ دستی میں، عرضِ نیاز، سرشاری و سپردگی، الفت و عقیدت کا
ایک ترانہ شوق تھا کہ بلند ہوا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام

طبیعت بے اختیار وجدِ محرک تھی۔ ذہن کے درجے بہارِ ابد کی جاں فزا ہواؤں کے لئے کھل گئے۔ وجود کا ذرہ ذرہ سماںِ سرمدی کی سرشاریوں میں
ڈوب گیا۔ کیا نغمہ، کیا نظم، کیا اہانہ سلام، لفظ و بیان کے بیچِ خم ہیں کہ نیازِ مندی کی تہ در تہ کیفیوں میں ہلک اٹھے ہیں۔ حسن معنی ہے کہ حسنِ عقیدت
میں سو کر زمرہ داد دی کے پیکر میں ڈھل گیا ہے۔ سرورِ کائنات کے حضور شرفِ باریابی حاصل ہے۔ لوائے شوق نغمہ و اہانہ بن گئی ہے ذوقِ فطانت
شباب پر ہے شیفِ تنگی و نیاز کیشی، ہمہ آواز، ہم سرور مستانہ، ہم ارتعاشِ قلبِ مضطرب ہو گئی ہیں۔ روحانی سرسختی کے عالم میں حضرت رمنہ
خلد آشیانی کی زبانِ حقیقت ترجمان سے جو حرف نکلا ہے، باغِ کامران کا سدا بہار پھول بن گیا ہے۔

نعتِ گوئی ادبیاتِ انسانی کا ایک بے انتہا پیش تیمتِ ذخیرہ ہے۔ نازک خیال شاعروں اور چابکدست ماہرینِ فن نے سراپا عقیدت کو وہ آب و
رنگ دیا ہے۔ یہ این اندازِ چمن طرازی نکر و بیان کی ہے کہ طبیعتِ ہجومِ جہم اٹھتی ہے۔ کتنی عظیم سعادت آئی ہے، حضرت رمنہ کے حصہ میں کہ وہ مقبولین
بارگاہِ الہی اور نظرِ خردگان رسالتِ پناہی کے اس محبوبِ زمرہ میں ایک مقامِ خاص رکھتے ہیں۔ ایسا بلند مقام کہ انہیں حسانِ الہند کے مبارک نقیب سے
یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشقِ رسول، ان کی وجدِ آفریں،

ہو ہی نہیں سکتا۔ محمدی لوائے عظمت، ابد کی چوٹیوں پر سرمدی شان سے ہمارا ہے اور اس کے مقدس سائے میں حضرت رضا بریلوی جاوداں کامرائیوں
سے سرفراز و شاد کام ہو رہے ہیں۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

امام احمد رضا

عالم باعمل

(خطیب اہلبیت مولانا سید عباس رضوی بمبئی)

جنگ نہ تھی سجدہ تعظی سے بہ نہ تھا بلکہ سب کی روح اعظم حبیب اہلبیت سکد تھا ایسے کڑے وقت میں بریلی کے متمول تعلیم یافتہ بزرگ خاندان سے احمد رضا خان صاحب قبلہ کی ذات گرامی نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ نہ بردست جہاد اونی کا دہرہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے تنہا اتنے عظیم طوفان کا مقابلہ کیا۔ اقبال جیسے مفکر سے لوہا مولیٰ۔ غیروں سے تائید کرائی۔ اکابرین علمائے ملکہ مقررہ و مدینہ منورہ سے ہر تصدیق ثبت کرائی، مرثیہ خوانی، مجلس، تہذیب، درود فاتحہ کی اہمیت کو عملی طور پر اجاگر کر کے زمانہ کو شہیدہ بازی کی بھول بھلیوں سے نکال کر اپنے عاشق رسول اکرم اور محبت اہل بیت ہونے کا عظیم ثبوت دیا

مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ نے ناموس عزت اور تحفظ ذکر اطہار کے لئے وہ عظیم کام کیا جو کسی شیعہ مجتہد سے بھی ممکن نہ تھا۔ ہندوستان میں آج جو مجالس محرم قائم ہیں اُنکے وجود کی بقا کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا کی بے لوث خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت کا کلام پڑھیے تو پتا چلتا ہے کہ انہیں یقین پاک سے کس قدر عشق تھا ائمہ اہلبیت سے کتنا لگاؤ تھا۔ اُن کا کلام عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور ہمارے ایک ایک پڑ کیوں نے ہمارے ہونہ ذات گرامی جس کا نام جہدیت کے ایقان سے لبریز ہو کر احمد سے شروع ہوا اور قربان رہنے سے شیعہ کے دار کا شبنم اختفا ہو۔ واللہ کچھ نہ بھی ہی پھر بھی ہیں تو اس نام نامی سے صرف اس لیے فقیدت ہے کہ اُسے اپنے نام کی بھرپور لالچ رکھی اور اپنے کام کو اپنے نام سے ہمیشہ وابستہ رکھا گویا اُن کا کام اُنکے نام کا رہن منت ٹھہرا۔ کسی بھی مرد نہ کہ نوجوان کے علماء ہوں مولانا احمد رضا خان صاحب کا نام سن کر گردن نہ ہی دل سرزد نہ کر دیتے ہیں اور یہ ایک ادنیٰ اعجاز ہے محبت اہلبیت ہونے کا۔ بچ تو یہ کہ مولانا احمد رضا جیسے محبت اہلبیت بزرگ صدیوں کے ائمہ میں بھی پائے نہیں جاتے۔ قدرت انکو ایک خاص مقصد سے مبرا کرتی ہی اور یہ خود دین فطرت کی خدمت کیلئے وجود میں الیزان مولانا احمد رضا تبرکات کہ ایک بڑی خدمت انجام دے رہے۔ مجھے عظیم الفرضی کی بنا پر وقت نہ ملتا کہ جو کچھ عموماً سے وہ یہی چلتے چلتے سفر پر جانے تین پش کر دیتے ہیں۔ خدا ان کو کامیاب فرمائے۔

تقریباً ڈیڑھ سو یا پھر دو سو سال کا زمانہ کہئے، تاریخ اسلام میں عجیب اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ اہل بیت اطہار یوں تو ہر دور میں مظلوم رہے ہیں لیکن اس ڈیڑھ دو سو سال کے عرصہ میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم کار کو خود مسلمانوں کے پڑھے لکھے گروپ سے ایسا سیاہ خطروں پر اچھڑا تھا جس سے بچنا، بچنا، سرخرو ہو کر شعلوں سے نکل آنا، دشمن کو چاروں خالے چست کرنا معمولی دل کو دے والے کا کام نہ تھا۔

۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۸ء تک کا وہ خطرناک دور تھا جب ندۃ العلماء، کاسر فلسفہ اور دارالعلوم دیوبند کی مسموم فضا نے ہر خشک درخت کو ایسا بدترین موقع فراہم کر دیا تھا کہ خود انگریزی حکومت نے ہندوستان میں بھلے، خاصے چنگے خاموش طبع پنجابی نوجوان کو سیغری کا دھویدا بنا دیا۔ کرشن، گوتم، رام اور عیسیٰ بنا دیا قلی نبوت کی بجائے روح پھونک دی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب دیوبند سے تفریق داری، مرثیہ خوانی، مجلس شہادت، تعلیم مرثیت و فاتحہ و درود کے لیے کیے گئے تائید و فاضلے صادر ہوئے۔ ندۃ العلماء لکھنؤ سے فوجی مسائل میں سے دانگیں کی لاگ کو پسند فرمایا گیا۔ اور پنجابی نبوت کے دعویٰ پر پڑے پڑے دورہ اوروں کو مٹانے کے لئے لگے۔ اسی زمانہ میں تو سرطنت اللہ خاں صاحب کی والدہ محترمہ بغیر شوہر کی اجازت طلب کئے لاہور سے قادیان آکر بیعت سے مشرف ہوئیں۔ منکر ختم نبوت کی گستاخیاں حد سے تجاوز کرنے لگیں۔ قرآن حکیم کی عجیب عجیب مفسدہ خیر تغیریں دتا دیلیں کیجائے لگیں۔ اسلام میں صوفی ازم کو زکیم پہنچانے کی آڑ میں دراصل خود شجر اسلام پر کلھاٹی چلائی جا رہی تھی۔ اور یہ وہی شجر اسلام تھا جس کو خشک ہونے سے بچانے کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اپنے خون سے اس کی آبیاری کر کے اسے شاداب زندگی بخشی۔

تاریخ کا مطالعہ اگر لکھ دیا جائے تو بہت جلد واضح ہو جاتا ہے کہ دراصل ایک فرد کی ذات کو بچا دیکھانے کے لیے کیسے کیسے ذلیل حربے استعمال کیے گئے۔ نلکہ خطرہ دشمنان دین میں کو وحدانیت کے تصور سے نہ تھا، ہمہ اوست

ایک فنِ اہلِ محدث کی نظر میں

از: ڈاکٹر پرو فیسر محی الدین الوائی جامعہ ازہر مصر

ڈاکٹر محی الدین الوائی ازہر یونیورسٹی میں تقریباً بیس سال سے دینی اور علمی خدمات میں مصروف ہیں۔ الوائی صاحب کی شخصیت علماء ازہر اور ہندوستانی علماء میں تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ پروفیسر موصوف ایک وقت اردو، ہندی، لیام، عربی اور انگریزی جیسی زبانوں پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ جن ادا اور شوکت الفاظ کی خوبیاں ان کی زبان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ موصوف مسلکِ اہلِ حدیث ہیں لیکن ان کی وسیع قلبی اور وسعت نظری کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ اہل حدیث ہونے کے باوجود امام احمد رضا کی بحرِ علمی کا برملا اظہار کیا۔ ڈاکٹر الوائی کا یہ عربی مقالہ قاہرہ سے شائع ہونے والے مشہور جریدہ صوت الشرق ص ۱۶-۱۷ شمارہ نمبر ۱۹۷۷ء میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ قارئین المیزان کے سامنے کمری محبتِ حق اعظمی بی۔ یو۔ ایم۔ ایم۔ ایس طبیبہ کا سچ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تفصیلی اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ کاش اکابرین دیوبند بھی وسعت نظر اور روشن خیالی میں پروفیسر محی الدین الوائی کے شانہ بشانہ چلتے اور تعصب اور تنگی نظری سے ہٹ کر امام احمد رضا کی انقلاب آفرین ذات کا مطالعہ کرتے تو انھیں پتہ چلتا کہ فاضل بریلوی نے برصغیر ہندوپاک کے لئے علوم و فنون کے کس قدر خزانے چھوڑ کر آنکھیں بند کی ہیں۔ (ایڈیٹر)

شخصیاتِ اسلامیہ من الہند

مولانا احمد رضا — بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یعد مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ من طلیعہ علماء الہند المسلمین الذین ساءموا مسامحة فعالة فی خدمۃ العلم والذین واللغة العربیۃ فی انحاء مثبتة القارة الہندیہ، ولہ صفحات بحیدۃ فی تاریخ نشر العلوم العربیۃ واسلامیۃ فی ربوعہا وقد وضع مولفات عدیۃ فی التفسیر والحديث والفقه وعلم الکلام والتصوف، وغیرہا من العلوم الاسلامیۃ، کما

جن علماء ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمات میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین یکاڑ ہے۔ آپ نے جن طرح علم فقہ، تفسیر، حدیث و کلام، تصوف وغیرہ علوم فروعیات میں تزیینات فرمائی ہیں اسی طرح آپ کی بہت سی تصانیف ادب مثلاً صرف بلاغت، شعر و انشاء میں بھی ہیں۔ نیز علوم عقلیہ مثلاً منطق

ہیت، حساب، فلسفہ وغیرہ علوم پر بھی آپ نے قلم اٹھایا ہے۔

پیدائش

احمد رضا خاں ۱۰ شوال ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ آپ کا نام ولادت کے بعد محمد رکھا گیا پھر آپ کی حضرت شاہ احمد رضا کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کے اسلاف افغانستان کے مشہور شہر قندھار سے دور مغلیہ میں ہندوستان آئے تھے۔ آپ کے والد عالم جلیل اور صاحب زہد و تقویٰ تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں پورا قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ آپ چودہ سال کی عمر میں بنیادی علوم اسلامیہ، عربیہ، تاریخ، حساب وغیرہ اپنے والد سے حاصل کئے۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں یہ ہیں۔

۱۔ مولانا عبد العلی رامپوری

۲۔ شیخ ابوالحسن نوری مارہروی

۳۔ سید مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہما ہیں

تصوف کجیانب رجحان

احمد رضا بچپن ہی سے دنیاوی آرائشوں کی طرف لغت نہ تھے لوگوں سے معاملات میں حلم تواضع بلند اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ۱۹۹۳ء میں آپ قطب زمان حضرت مولانا سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

آپ کی علمی سرگرمیوں میں تصوف، اقامہ پرہیزگاری کے بہترین نمونے ہیں۔ جس کی بنا پر آپ بہت جلد سارے ہندوستان میں مشہور ہو گئے اور آپ کے پاس نور و معسرت کے پر والے ہر طرف سے آنے لگے۔

سفر حرمین

شیخ احمد رضا دومرتبہ حج بیت اللہ و زیارت روضہ نبوی کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے دونوں سفروں میں عرب کے اسلامی و علمی مرکزوں کو بھی دیکھا اور وہاں کے علماء سے ملاقات

ان لہ مولفات فی فروع الادب من صرف و بلاغہ و شعر و انشاء و قد صنف ایضاً فی العلوم العقلیۃ کالمنطق و علم الہیئۃ و الحساب و الحکمۃ الطبیعۃ وغیرہا:

ولد احمد رضا خاں فی العاشر من شوال ۱۲۷۲ھ الموافق ۱۰ یونیۃ ۱۸۵۶ء و قد سمی (محمد) عقب ولادت شہر اشتہر بلقب راعلی حضرت شاہ احمد رضا خاں و کانت عائلۃ قد اخذت من بلدۃ قندھار بافغانستان الی الہند فی عہد المغول فیہا، وکان والدہ عالماً جلیلاً ذائع و تقی۔ و یقال ان مولانا احمد رضا خاں قد حفظ القرآن الکریم کلہ فی مدۃ شہر واحد، ونبغ فی مبادئ العلوم الاسلامیۃ و العربیۃ و التاریخ و الحساب و غیرہا تحت اشراف والدہ قبل ان یتجاوز سن الرابۃ عشرۃ وکان من اساتذتہ المشہورین۔

۱۔ مولانا عبد العلی رامپوری

۲۔ والشیخ ابوالحسن نوری مارہروی

۳۔ والسید مرزا غلام قادر بک رحمۃ اللہ علیہما

میلۃ الی التصوف

وقد بدت فی سلوک احمد رضا منذ الصغر آثار الزاہد فی متعہ الحیاۃ الدنیویۃ و التمسک بالاخلاق الفاضلۃ و التواضع و الحلم فی معاملتہ مع الناس و فی عام ۱۱۲۹ھ صبح مربیلاً عاملاً علی ید الصوفی الکبیر قطب الزمان سید شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ و قد تجلت مظاہر الورع و التقی و التصوف الخالص فی نشاط العلمی حتی ذاع صیتہ فی ارجاء الہند و یدلہ طلاب النور و العرفان یفدون الیہ من شتی البقاع

سفرۃ الی الحرمین

وقام الشیخ احمد رضا بحجۃ الی بیت اللہ الحرام و زیارۃ الروضۃ النبویۃ مرّین و قد اناحت لہ ہاتان الرحلتان الفرصۃ للقیام بزیارۃ المارکز العلمیۃ

کی۔ علوم اور معاملات دینیہ میں مشورے بھی کئے، حجاز کے مشہور علماء حدیث کی مخصوص اسانید سے حدیث روایت کرنے کی اجازتیں بھی حاصل کیں۔ اور خود بھی اپنی مخصوص اسناد سے وہاں کے علماء کو حدیث روایت کرنے کی اجازت دی۔

علم ریاضی اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین

مولانا محمد حسین صاحب بریلوی بانی طلسمی پریس بیان کرتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سر محمد ضیاء الدین صاحب مرحوم جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ یورپ کے ممالک میں تعلیم پائی تھی اور علم ریاضی میں کمال حاصل تھا، ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوا۔ ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ کیونکہ صاحب حیثیت اور علم کے شائق تھے اس لئے قصد کیا کہ اس کو جرمنی جا کر حل کرائیں۔ جس اتفاق انھوں نے اس اذالعلہ سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اسکا تذکرہ کیا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ کہ آپ بریلی جا کر اعظمیہ امام احمد رضا سے دریافت کیجئے انشاء اللہ وہ ضرور حل فرمادیں گے۔ سر ضیاء الدین صاحب نے کہا کہ مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہاں کہاں تعلیم پائی ہو؟ آیا ہوں اور حل نہ کر سکا اور آپ ان صاحب کا نام لے رہے ہیں جنہوں نے غیر ممالک تو کیا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی جھلا وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ دو چار روز کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر دوبارہ یہی مشورہ دیا لیکن وائس چانسلر صاحب نے کہا کہ وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ اور یورپ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ مولانا موصوف نے جب تیسری بار بریلی جانے کو فرمایا تو وہ غصہ بھرے لہجے میں بولے کہ مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے آپ مجھے کیسی رائے دے رہے ہیں اس پر مولانا نے فرمایا کہ۔ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے اتنے بڑے سفر کے لئے بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں ہے علی گڑھ سے سیدھی گاڑی جاتی ہے چند گھنٹے کا سفر ہے آپ وہاں ہو تو آئیں۔۔۔ پھر تو ان کی سمجھ میں بات آگئی چنانچہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو لے کر ماہرہ شریف پہنچے اور وہاں سے اعظمیہ کے سپہ زادہ والاہر جت جناب سید ہمدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین کو لے کر بریلی شریف اعظمیہ کے دولت کدے پر پہنچے

فی بعض البلدان العربیة والاسلامیة، والاتصال بعلمائها والتشاور معهم فی سؤن الذین والعلم. وانقل زیارته للبلاد العربیة، نال اجازة اجازة لروایة الاحادیث النبویة من بعض مشاہیر علماء الحدیث فی الحجاز من اسانید محدث، کما اجازہو بنفسہ لبعض هؤلاء العلماء حق روایہ الحدیث من اسانید الخاصة۔

نبوغہ فی الرياضیات

وجدید بالذکر ان مولانا احمد رضا خان قد امتاز عن کثیر من اقرانه ومعاصریہ العلماء فی الجمع بین العلوم النظریہ والعلمیہ ومما یدل علی مہارتہ فی الرياضیات والحساب والجبر وغیرہا۔ ان العالم ریاضی الشہیر الدکتور ضیاء الدین وکیل جامعۃ علیگرہ الاسبق وامثالہ کالوا یدھبون الیہ لحل بعض المشكلات العویصۃ فی المسائل الحسابیہ والهندسیہ ویحکی الدکتور ضیاء الدین انہ قد واجہ فی احدی تجار بہ الحسابیہ مشکلة عویصۃ فقرر ان یسافر الی جرمنی لیتناقش ہذہ المسألة مع احد اساتذتہ المعروفین هناك وأثناء سفرة الی مینا بومبائی قابل الدکتور ضیاء الدین فی القطار ومولانا احمد رضا خان بالمصارفۃ وماکان یعرف عنہ حیث ذاک الا انہ عالم دینی متین وصوفی جلیل فتعرك الیہ الدکتور ضیاء الدین عن وجہلۃ رحلتہ وغرضہ منها فطلب منہ مولانا احمد رضا ان یشرح المشکلة فاذہولکما حلھا بکل سہولۃ ووضوح فاعجب بہ الدکتور ضیاء الدین ومنذ ذلک الحین أصبح من المشرکین الیہ کما صافۃ مشکلمن مشکلات العلوم النظریۃ والعلمیۃ

اور اندرا طلاع بھیجی۔ ان دنوں اعلیٰ حضرت کی طبیعت ناساز تھی۔ اس لئے سید ہمدی حسن صاحب نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کو دیکھنے کو آیا ہوں فوراً پردہ کرادیا گیا۔ اور یہ تینوں حضرات اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت سید ہمدی حسن میاں کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کے بھی بوجہ سیادت تعلیم کی اور جناب دالس چاند سر ضیاء الدین صاحب سے بھی مزاج پر سی فرمائی اور ان کی غرض دریافت کی تو ڈاکٹر نے بتایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ حل کرنے آیا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ پوچھئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلدی عرض کروں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آخر کچھ تو فرمائیے۔ عرض ڈاکٹر نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہو گئی اور گویا آنگہ سے پردہ اٹھ گیا اور بے اختیار بول اٹھے کہ میں نے سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی چیز ہے آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلے کے حل کے لئے جرنی جارہا تھا۔ لیکن ہمارے پروفیسر جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری دہری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہوا کہ صاحب نے جناب اس مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے سنتے ہی فی البدیہہ تشفی بخشنے نہایت اطمینان کا جواب مرحمت فرمادیا پھر ڈاکٹر صاحب بہت شاداں و فرحان علی گڑھ واپس تشریف لے آئے۔

شاعری و علوم

ہرانا مشہور مقلد ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ نازک خیالی نہیں پائی جاتی۔ لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کے دیوان ”حقائق بخشش“ ”صدائق الدطیات و مدح رسول“ بہترین شاہر ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ علم فکلیات، ریاضی اور دین و ادب میں آپ ہندوستان میں سب اول کے ممتاز علماء اور شعراء میں تھے۔

تصنیفات

آپ کی تصنیفات مطبوعہ دہلی عربی، فارسی اردو زبانوں میں ایک ہزار سے زائد ہیں جن میں سے ہم چند کا تذکرہ کرتے ہیں۔

العالم الشاعِر

قد یماقیل ان التحقیق العلمی الاصل والخیال الذہنی الخصب لا یجمعان فی شخص واحد، ولكن مولانا احمد رضا کا ان قدر ہن علی عکس هذه النظرية التقليديّة، فكان شاعرًا وخیال خصب و شہد له بذلك دواوئیه الشعریہ باللغات الفارسیة و الاردریة و العدبیة و دیوانہ المعروف باسم ”حقائق بخشش“ ”صدائق العطیات“ و ”مرح الرسول“ مشہور فی اوساط شعراء ہند بجانب مؤلفاتہ القیمۃ فی علوم الفلاسفہ و الفلک و الریاضۃ و الدین و الادب۔

مؤلفاتہ

و یمبلغ مجموع مؤلفاتہ، ما بین مخطوط و مطبوع حوالی الف کتاب فی مختلف اللغات، و نشیر ہذا الی بعض مؤلفاتہ العربیۃ

- ۱۔ الزلال الافقی عن بحر سفینۃ التقی فی علم التفسیر
- ۲۔ حاشیۃ تفسیر البیضاوی
- ۳۔ حاشیۃ تفسیر خازن
- ۴۔ حاشیۃ الدر المنثور
- ۵۔ حاشیۃ معالم التنزیل
- ۶۔ مدارج طبقات الحدیث
- ۷۔ حاشیۃ البخاری
- ۸۔ حاشیۃ مسلم
- ۹۔ حاشیۃ الترمذی
- ۱۰۔ الروضۃ البهیج فی آداب التخریج

- ۱۔ الزلال الافقی عن بحر سفینۃ التقی فی علم التفسیر
- ۲۔ حاشیۃ تفسیر بیضاوی
- ۳۔ حاشیۃ تفسیر خازن
- ۴۔ حاشیۃ الدر المنثور
- ۵۔ حاشیۃ معالم التنزیل
- ۶۔ مدارج طبقات الحدیث
- ۷۔ حاشیۃ البخاری
- ۸۔ حاشیۃ مسلم
- ۹۔ حاشیۃ ترمذی
- ۱۰۔ الروضۃ البهیج فی آداب التخریج

مولانا احمد رضا کی تصنیفات تقریباً پچاس فنون میں ہیں جن فنون پر کاپ نے تصنیفات کی ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر علم زیجات (وہ جدول جن سے ستاروں کی رفتار پچانی جاتی ہے) وچر و مقابلہ و علم طبقات الارض ہے۔ مولانا احمد رضا نے اپنی زندگی میں جن فتاویٰ شرعیہ کو صادر فرمایا۔ انہیں کتابی شکل میں جمع کر لیا گیا ہے۔ تقریباً ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے جس کا نام فتاویٰ رضویہ ہے۔ حضرت مولانا کی یادگار میں ۲ علمی مرکزی ادارے قائم کر دیئے گئے ہیں۔

- ۱۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف،
- ۲۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی، جس میں سے ہر ایک علوم عربیہ اسلامیہ کی شعاعوں کا مرکز ہے۔

وفاتہ

توفی مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فی سنۃ ۱۳۴۱ھ بعد حیات حافلة من انشاء العالمی والفکری، وبعد ان تولد ذخائر قیمۃ من نتاج تجاربه العلمیۃ والادبیۃ للأجیال القادمة ومازال ضریحہ بمدينۃ (بریلی) الولایۃ الشمالیۃ فی الهند مناراً لہدیہ ومحبیہ۔

وفات

مولانا احمد رضا خان آنے والی سنوں کے لئے اپنی تصنیفات کے قیمتی ذخائر و علمی و فکری سرگرمیوں سے بھرے خزانے چھوڑ کر ۱۳۴۱ھ میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمایا۔ آپ کا مزار بریلی میں مریدین و محبین کے لئے ہمیشہ زیارت گاہ رہے گا۔

(بشکریہ صوت الشرق قاہرہ)

نیک خواہشات

کفِ دریائے کرم میں ہیں رضا
پانچ فوارے چھلکنے والے

سادھن

ٹریڈر

فینسی پلاسٹک کی چوڑیاں بنانے والے اور ہول سیل ڈیلر
سادھن کپاؤنڈریں کارٹر روڈ لین، بوریولی (ایسٹ)، ممبئی ۴۰۰۰۶۶

نیک تمناؤں کے کیساٹھ

اے رضا اہ کے یوں پہل کیٹیں جرم کے سال
دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے دو

کاف میٹرولسٹورٹ

مغلائی اور لذیذ کھانوں کے لئے مشہور ہوٹل

جہانگیر مینشن - میٹرو سینما کے بازو میں

پہلی میرین اسٹریٹ، ممبئی ۴۰۰۰۰۱

فون: ۲۹۲۴۱۸

امام احمد رضا خاں کی اشاعت پر مبارکبادیاں

کیوں رضا کرٹھتے ہو منہ سے اٹھو
جب وہ غفار بنے کیا ہونہے

نلاج ایپوریم

مردانہ، زنانہ اور بچوں کے ریڈی میڈ شرٹ، انداز کرتا، پتلون

بایا سوٹ، ہیکسی اور فراک کا واحد مرکز

ایک مرتبہ ہمارا اعتماد حاصل کیجئے

۲۲۶۔ ابراہیم رحمت اللہ روڈ، پورٹ آفشن کے سامنے

بھنڈی بازار، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

اپنی بیگانوں کی نظر میں

ڈاکٹر محمد اسد اکھڑوی، پہلی بھیت (علیگ)

جناب ڈاکٹر محمد اسد صاحب اکھڑوی ضلع پیلی بھیت کے متوطن مسلم پرنسورٹی علی گڑھ کے طبیہ کالج سے ڈاکٹری پاس کیا اور اب ٹریننگ پریڈ میں ہیں۔ مہریت کے باوجود اپنے نہ صرف یہ کہ مضمون لکھا بلکہ مضمون کی فراہمی میں بے پناہ تعاون فرمایا۔ (ایڈیٹر)

اعلیٰ حضرت مولانا مولوی الحاج حافظہ الحاج احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے نام نامی اسم گرامی سے کون واقف نہیں ہے آپ کے علم و فضل کے کمالات کی بلندوں کا اعتراف دنیا کے اسلام کے مشاہیر کر چکے ہیں۔ آپ کا قلم ایک طرف عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی وجہ سے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نغمہ طراز ہے تو دوسری طرف ان اعتقادی گوشوں کی اصلاح کیلئے نشتہ ہے جہاں ذرہ بھر نظریاتی خرابی دیکھتے ہیں ان دونوں مقامات سے گزر کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی اور علمی میدان میں علمائے عرب و عجم سے اپنے کمالات کا لوہا منوایا ہے۔

مناہیر ملت (انجمن اور بیگانوں) کی اعلیٰ حضرت کے متعلق آراء و پیش کی جاتی ہیں۔ جن آراء سے فاضل بریلوی کی مذہبی دلی اور سیاسی خدمات کا اظہار ہوتا ہے تیرہویں صدی کی یہ واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم و فضل کا آفتاب فضل و کمال ہو کر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب و عجم پر چھائی اور جو دہویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلام میں اس کو حق و صداقت کا مینارہ نور سمجھا جانے لگا۔ میری طرح سے سائے حل و حرم کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل و کمال کی گہرائی اور اس علم و دانش کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پاسکا۔ (محرف خاں دادہ اشرفیہ جناب حضرت محدث اعظم سید علیہ الرحمۃ)

لے مجدد اسلام مطبوعہ نوری کتب پوہا یوں باغ کابنور ص ۱۲۲ و ۱۲۵

امام احمد رضا سید الفقہاء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد کی نظر میں

سید مغفور القادری کی نظر میں

اعلیٰ حضرت کا علمی مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے تقریباً پچاس علوم و فنون میں ان کی سیکڑوں کتابیں موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر موضوع پر ان کی کتابیں متن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ایک تاریخی ناقابل فراموش و معانی فرگزاشت ہوگی۔ اگر تہستان کے اتنے بڑے عالم مفکر مصنف نعت گو اور سیاسی مدبرانہ انسان کی زندگی کو صرف محو نظر کے اختلافت کی وجہ گمانی کے گوشہ میں بھیدک دیا جائے۔ کہ

سیدی و مولائی اعلیٰ حضرت مولانا مفتی اثاہ احمد رضا خان قادری برکات قدس سرہ العزیز اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ اگرچہ وہ جملہ علوم معقول و منقول میں امامت کے درجہ پر فائز تھے مگر فقہ ان کا خاص موضوع تھا اور اس فن میں سند و پاک میں ان کو بیہودہ نہیں اور خاص بات یہ کہ عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا قیہ تھا اور قابل قدر نظر تھا اللہ تعالیٰ نے نوید اشدہ مذاہب کے فرقہ کے استیصال اور تردید و مذہب الہدایت جماعت کی تائید کیلئے اعلیٰ حضرت کو منتخب فرمایا اعلیٰ حضرت کے شاہان کرام اس وقت کو مہر خیاں دیام گرج سند پاک میں مذہب ملت اپنی اصلی جاسوس نظر آ رہے تھے ان کے مجددی کارناموں کا مرقعہ ہے۔

امام احمد رضا عبد الستار خاں نیازی صاحب مدظلہ العالی

جنرل سکرٹری جمعیۃ العلماء پاکستان کی نظر میں

حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت سے شدید اختلافات رکھنے والے حضرات کو آپ کے علم و فضل غیرت ایمان اور سیاسی تدبیر کا اقرار کرنا پڑا ہے اور یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ قرآن و حدیث، تفسیر فقہ، علم کلام، تصوف اور سیاسیات ملی میں فضل و کمال اور بہارت تمام رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت ایک نہایت ہی باع نظر، متوازن، مفکر و معتدل المزاج مفکر اسلام تھے جنہوں نے علم و کمالات نبوت کو قویٰ و رہبان کا عکس قرار دیا۔ علم غیب پر

ایسے متباط انداز میں لب کشائی کی کہ مخالفین ایک دفعہ قدم بخوردہ گئے اور خود ساختہ الزامات کی بیہودگی اور نامعقولیت ان کے سامنے الم شرح ہو گئی۔

عبد الستار خاں نیازی مدظلہ العالی جنرل سکرٹری جمعیۃ علماء پاکستان

امام احمد رضا

ملک شیر محمد خاں اعوان صاحب
آف کالا باغ کی نظر میں

احمد رضا خاں کسی فرد و امد کا نام نہیں، تقدیس رسالت کی تحریک کا نام تھا۔ عامۃ المسلمین کے زندہ ضمیر کا نام تھا۔ عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر دھڑکنے والے پاکس با برکت اور پروردگار کا نام تھا۔ اور جب تک یہ سب چیزیں زندہ رہیں گی احمد رضا خاں کا نام زندہ ہے۔ گارنٹی نام کو خدائے قدوس نے سوچ کی کرنوں کے ساتھ آسمان کی وسیع البسط چھائی پر ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے۔ اور اب حادثات حیات کا بیدار حجب کا اور زمانے کی کوئی سنگ دل ٹھوکر اسے مٹا نہیں سکتی۔

اعلیٰ حضرت کے مخالفین ان کے اپنے دور میں بے شمار تھے اور آج بھی لاتعداد ہیں مگر کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ زندہ اس وقت اس کا کچھ بگاڑ سکتے تھے اور نہ آج اس کے منور نام کی درخشندگی کم کر سکتے ہیں وہ جب رسالت کا قاسم تھا اس نے تقدیس رسالت کا درس دیا محبوب اقدس و اعظم کی شان محبوبیت سمجھائی۔ انہوں نے تقریباً ہر موضوع پر لکھا اور ہر موضوع پر دلائل تحقیق دی لیکن انکو وہ اتنی عظمت کتابیں نہ بھی لکھتے تھے صرف ان کا نعتیہ کلام ان کا نام زندہ رکھنے کیلئے رکھا تھا۔ ۲۷

ملک شیر محمد خاں اعوان صاحب آف کالا باغ

امام احمد رضا

مفتی اعجاز ولی صاحب رضوی
کی نظر میں

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری قدس سرہ میرے نزدیک اس صدی کے فقیہ اعظم تھے۔ آپ سند اول علوم عربیہ اور بیہ میں ماہر کمال فنون عقلیہ و نقلیہ میں ایجاد و اجتہاد پر فائز تھے۔ ۳۷

مفتی اعجاز ولی صاحب رضوی علیہ رحمۃ

امام احمد رضا

صدالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ
کی نظر میں

علم فقہ میں جو تجرد کمال حضرت مجدد کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم شائق و مغارب کے علماء نے گرو میں جھکا کر تسلیم کر لیا۔ تفضیل تو ان کے فتویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو نقطوں میں یوں سمجھئے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم اسلام کے حوادث و قلع و استفتار

۱۔ فاضل بریلوی علامہ حجاز کی نظر میں مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۵۹ - ۲۶۰

۲۔ محاسن کنز الایمان مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۵ - ۲۶

۳۔ مقالات یوم رضا حصہ اول مطبوعہ دائرۃ المصنفین لاہور ص ۵۳ ۴۔ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام مطبوعہ لاہور

سخنی بھی دیکھی تھی اور سخنی گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو مسلک شری کے طور پر اپنایا۔ اور اس میدان میں خوب داد بخشی دی۔ آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سرو پا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں۔ اس حیثیت سے اچھوت و ادب میں ملاپ کو شعور کے سر تاج ہیں۔ (پروفیسر محمد سعید احمد صاحب مجددی)

کیلئے رجوع کئے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے ہاتھ دے دیا تمام بد مذہبوں کے جواب میں لکھتا تھا۔ اہل باطل کی تصانیف کا بالغ رد بھی کرتا تھا اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کی نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ سوا

امام احمد رضا سید انور علی صاحب اید و کیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

دنیا نے اسلام کے زبردست عالم اور شیخ طریقت تھے۔ امام اہلسنت کے نام سے جانے اور پہچانے جلتے ہیں۔ اور اس مقام کے وہ بھی طور پر مستحق ہیں۔ عالم اسلام میں آپ کے متبعین اور متقدمین لاکھوں کی تعداد میں بھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کی شخصیت کے متعلق شبہات پیدا کرنے کیلئے آپ کے مخالفین نے جو الزامات عائد کئے تھے غالباً علوم اسلامیہ میں آپ کے تحریراتی انداز اسلام میں نوسو نو دہائیوں کے متبعین کے افکار و خیالات کی نشاندہی میں آپ کی استدلالی قوت کی وجہ سے جو دن بدن آپ کی عزت و

امام احمد رضا علامہ اقبال کی نظر میں

ہندوستان کے دور آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتویٰ کے مطالعہ سے یہ سائے قائم کیے اور ان کے فتویٰ ان کی ذہانت و فطانت جو دت طبع کمال فصاحت علوم دینیہ میں بحر علی کے شاید دل میں مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ باس ہمدان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگرچہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے۔ ۲ (ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صاحب مرحوم)

غلام رسول گوہر صاحب مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ

کی نظر میں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و نظری و فکری فضیلت و برتری کا سورج نہ صرف ہندوپاک کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کر رہا ہے بلکہ ان شعلوں نے اہل عرب اہل حجاز کو علمی اور نظری و فکری لحاظ سے مستفید کیا ہے۔ وہاں کے اکابر و فضلاء نے آپ کی تصنیفات تالیفات اور آپ کی تحقیقات اور تدقیقات سے متاثر ہو کر آپ کی مدح نہایت پاکیزہ الفاظ میں کی ہے۔ مثلاً شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ (حافظ کتب الحوام مکہ معظمہ) نے آپ کے حق میں

لکھا ہے۔

”میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک حق و صحیح ہے۔ ۵
غلام رسول گوہر صاحب مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ (ضلع لاہور)

شہرت میں اضافہ ہو رہا تھا اس سے مخالفین جل پے تھے۔ ۳
(سید انور علی صاحب ایم اے ایل ایل بی اید و کیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)

امام احمد رضا پروفیسر محمد سید احمد صاحب کی نظر میں

فاضل بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ

۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴ - ۲۔ فتویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳
۳۔ فاضل بریلوی علما کے حجاز کی نظر میں مطبوعہ لاہور ص ۲۳۹ - ۴۔ فاضل بریلوی علما کے حجاز کی نظر میں مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۸۵ - ۸۶ - ۵۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور ضلع لاہور شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء ص ۳۲

امام احمد رضا سیلہ ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا یہ دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی اس نفیست کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ۱۔

سیلہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

آپ نے اپنی ساری عمر صرف کبریٰ اس کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں اور قابلیتیں وقف کر دیں ۲۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری ایم لے (ازہری مدرسہ رضیائے حرم لاہور)۔

امام احمد رضا جٹس شمیم حسین قادری کی نظر میں

امام احمد رضا علامہ علاء الدین صدیقی چیرمین آف اسلامی مشاورتی کونسل کی نظر میں

فاضل بریلوی عاشق رسول تھے اور یہی عشق رسول کا مسلک عام کرنے کی ضرورت ہے کہ سرور کائنات کی محبت نہ صرف اس دنیا میں ہماری مشکلات کا حل ہے بلکہ اگلی دنیا میں بھی نجات کا باعث ہے۔ قوم پر جب کبھی سیاسی اور تہذیبی شکل کا وقت آیا تو علمائے کرام ہی آگے بڑھے اور انہوں نے قوم کیلئے قربانیاں دیں۔ ۳۔

(جٹس شمیم حسین قادری ہائی کورٹ منسٹر پاکستان)

امام احمد رضا پیر محمد کرم شاہ ازہری ایم لے مدرسہ رضیائے حرم لاہور کی نظر میں

جس طرح ادیان عام میں دین اسلام اسی طرح اسلام کے جملہ فرقوں میں اہلسنت کو خاص حیثیت حاصل ہے آپ مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا جب دین کی تدروں کو گرایا جا رہا تھا اس وقت مولانا شاہ احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ آگے بڑھے اور انہوں نے دین کی قدر دلی ان کے صحیح مقام پر ثبات بخشا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ امام اہلسنت تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو فاضل بریلوی کی زندگی کو شعلہ راہ بنانا چاہیے۔ ۴۔

(علامہ علاء الدین صدیقی صاحب چیرمین آف اسلامی مشاورتی کونسل)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی زندگی کے یہ چند سال جن کا گوشہ گوشہ علم و عمل کے نور سے منور ہے جن کا لمحہ ذکر خدا اور یاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہے جو دوسرا عالم الیقین کی تصنیف سے مشرف ہے جو سب و موعظت اور ذکر و ارشاد کی محفلوں سے گونج رہا ہے جو پھیلاؤ کائنات کی پہنائیوں کو شرمسار کرتا گیا اور جو سب سے عشق مصطفیٰ بن کر رہ گیا۔ یہی آپ کا ایمان تھا کہ جب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جان و ایمان اور روح و دین ہے اس کے پیچھا رہیں

امام احمد رضا ڈاکٹر عبد الوحید صاحب بی اے (انٹرنل)

پی ایچ ڈی (لندن) کی نظر میں

احمد رضا خاں بریلوی مدرسہ کے بانی ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے محمد احمد رضا خاں نے علوم دینی و دنیوی کی تکمیل گھریں اپنے والد مولوی

کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعرا میں جگہ دی جانی چاہئے۔ انہیں فن اور زبان میں پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے۔ چونکہ رسول پاک سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی اس لئے ان کا نعتیہ کلام خُدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا اظہار ہے۔ ۳

امام احمد رضا

ملک غلام علی نائب مودودی صاحب کی نظر میں

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشقِ خدا و رسول تو ان کی سطر بہ سطر بھجوتا پڑتا ہے۔ (ملک غلام علی نائب مودودی صاحب)

امام احمد رضا معین الدین ندوی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم اس دور کے صاحبِ علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی مولانا نے جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جواب تحریر فرمائے ہیں اس سے ان کی جامعیت علمی بصیرت قرآنی استفسار ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ نقطہ نظر مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔ ۵

(معین الدین ندوی)

نعتیہ ملی خاں سے کی۔ دوسرے حج بیت اللہ کے لئے گئے درس و تدریس کے علاوہ مختلف علوم و فنون پر کئی کئی کتابیں تصنیف و تالیف کئے جن میں بارہ جلد فقہی رضویہ کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ علومِ یاسی اور جغریہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی نکاؤ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بہت سی نعتیں اور اسلام لکھ میں اور خوب لکھے ہیں ۲۵ صفر ۱۳۳۲ھ کو وفات پائی۔ مسلمانوں کا بریلوی فرقہ ان ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ۱

ڈاکٹر عبدالوحید صاحب نے آئرنز پی ایچ ڈی - (لندن)

مولانا ماسٹر القادری صاحب مدیر ماسنامہ فاران کراچی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے یہاں تک کہ دریائی میں بھی دستِ گاہ رکھتے تھے۔ دینی علم و فنل کے ساتھ ساتھ شیعہ بیان شاعر بھی تھے۔ اور ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مجازی راہِ سخن سے بہت کم صرف نفرت رسول کو اپنے اذکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت ملندہ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں۔

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنا تو داغ نے بہت

تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔ ۲

(مولانا ماسٹر القادری صاحب ماسنامہ فاران کراچی)

امام احمد رضا، افتخار عظمیٰ صاحب کی نظر میں

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین و متبحر عالم تھے۔ وہ عالمِ دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات

- ۱۰ اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ص ۸۶
۱۱ ماسنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۳۳ء ص ۴۴-۴۵
۱۲ ارمان حرم مطبوعہ بکھنؤ ص ۱۴
۱۳ مہفت روزہ شہاب لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۳۶ء
۱۴ ماسنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۳۶ء

امام احمد رضا

پروفیسر محمد الیوب قادری صاحب کراچی کی نظر میں

علامہ فاضل مولانا احمد رضا خاں بریلوی چودھویں صدی کے نامور عالم اور صنف تھے۔ ان کی تمام تر زندگی تصنیف تالیف اور علوم اسلامیہ کی خدمت میں گزاری اور انہوں نے اپنے پیچھے تصانیف کا ایک گرنال قدر ذخیرہ چھوڑا ہے جس کا بیشتر حصہ علم کلام عقائد اور فقہ پر مبنی ہے اگرچہ فاضل بریلوی تمام علوم متداولہ میں مہارت کا ملر رکھتے تھے۔ مگر فقہ میں ان کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ ان کی فقہی جامعیت کا اندازہ ان کے فتویٰ سے ہوتا ہے۔

فاضل بریلوی نے حنفیت کی بڑے زور و شور سے تبلیغ و اشاعت کی اور اس میں ان کو اس قدر شہرت ہوئی کہ وہ ایک مکتبہ فکر کے بانی قرار پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی خاتم الحکماء مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا فضل رسول بدایونی کے سلسلے کی آخری کڑی تھے۔ ۱
پروفیسر محمد الیوب قادری صاحب کراچی

امام احمد رضا مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب کی نظر میں

حضرت مولانا احمد رضا خاں مرحوم اس عہد کے چوٹی کے عالم تھے جن کی زندگی فقہ میں دی لوٹی حاصل تھی۔ قاموس الکتب اردو و جوڈا کٹر مولوی عبد الحق مرحوم کی نگرانی میں مرتب کی ہے اس میں مولانا کی کتب کا ذکر کیا اور اس پر نوٹ لکھے۔ ترجمہ کلام مجید اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ مولانا کا فقہی کلام پر اثر ہے۔ میرے دوست ڈاکٹر سراج الحق P.H.D. تو مولانا کے کلام کے گرویدہ ہیں۔ اور

مولانا کو عاشق رسول سے خطاب کرتے ہیں۔ مولانا کی دینی خدمات پر نگہی نظر تھی۔ ۲
(مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب)

امام احمد رضا رئیس امر و سہوی کی نظر میں

مولانا الشاہ احمد رضا کی وسیع تصانیف کا مطالعہ تو میں نہیں کر سکا البتہ کچھ چیزیں ضرور دیکھی ہیں۔ میرا خیال شاہ صاحب اردو دسرے نقطہ ہائے نظر کے علماء کے متعلق یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کسی بزرگ کی کچھ باتوں سے اختلاف بھی ہو جب بھی علم اور تاریخ میں ان کا جو حصہ شامل ہے اسے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا نیز تعمیری نقطہ نظر میں اسکو سمجھنا ہوں کہ ہم مختلف مدارس فکر کی خصوصیات کو اپنے فائدہ ان ملت کے شرکاء مان کر ان کی اچھی باتوں سے استفادہ حاصل کریں اور اگر کچھ باتیں ہمارے معیاروں پر پوری نہ آئیں تو ان کو اچھا لے اور ان کو ذریعہ لغت و ترمیم دینے کے بجائے ان سے صرف نظر کریں۔ یہ نقطہ نظر ایسے عناصر کے متعلق نہیں جو توحید یا منصب رسالت یا ختم نبوت یا کسی اور بنیادی عقیدہ کو مجروح کر کے ہدایت کا راستہ نکالنے والے ہوں ۳
(رئیس امر و سہوی صاحب)

امام احمد رضا عبدالحی صاحب کی نظر میں

فقہ حنفی اور اس کے جزئیات پر عبور حاصل کرنے میں اپنے زمانہ میں نامور و زکا رہتے تھے جس پر ان کے فتویٰ کا مجموعہ شاہد ہے میزان کی کتاب کفل الفقہ..... جسے انہوں نے ۱۳۲۹ھ میں قیام مکہ (مخلفہ) کے دوران تحریر کیا شاہد ہے۔ ۴
(عبدالحی صاحب بھنبوی)

امام احمد رضا ڈاکٹر سید عبد اللہ کی نظر میں

وہ جید عالم تبحر حکیم عبقری فقہ صاحب نظر مفسر قرآن عظیم کثرت اور سحر بیان خلیف تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند ان کا دہر ہے اور وہ ہے عاشق رسول کا ۵
(ڈاکٹر سید عبد اللہ صاحب)

۱ مقالات رضاحصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۴۲

۲ مقالات رضاحصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۴۴-۴۵

۳ نذرۃ الخواطر جلد ۱ مطبوعہ حیدرآباد ص ۳۹

۴ مقالات رضاحصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۴۲

۵ مقالات رضاحصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۴۴-۴۵

۶ بیانات رضاحصہ دوم مطبوعہ لاہور ص ۳۵

تروید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ ہر ایک اعتبار سے ایک بلند مرتبہ شاعر ہیں اردو کی نقیہ شاعری کا کوئی جائزہ حضرت کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر خلیل الرحمن عظیمی صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

امام احمد رضا

محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی کی نظر میں

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد امام المتکلمین فخر المحققین مولانا نقی علی خان صاحب اور جد امجد بحر العلوم والفنون ورئیس المدققین لیگانہ روزگاہ مہتیاں تھیں۔ اور فضل و کمال میں بے مثال ان حضرات کی تربیت میں اپنے صرف ۱۲ سال و س ماہ کی عمر میں تمام مروجہ علوم فنون کی تکمیل کر لی اور ایک وہ وقت آیا جبکہ اہل علم نے آپ کو بالاتفاق محمد عصر تسلیم کر لیا۔

آپ نے کم و بیش چوٹی بڑی ایک ہزار کتابیں لکھیں لیکن جنہیں علماء و فضلاء کے طبقے میں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور انہی افادیت کے پیش نظر ہی مقبول ہیں۔ اگر مخالفین بھی ٹھنڈے دل سے مطالبہ کریں تو انہیں مصنف کی عظمت و جلالت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے (محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی ہری پور ہزارہ)

امام احمد رضا

سید عابد علی صاحب عابد بریلوی کی نظر میں

سیدنا امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ عظیم العزیمت امام المہنت مجدد دین و ملت فاضل اجل عالم بے بدل شامحمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات مستودہ صفات منہرستان پاکستان اور عرب و عجم میں محتاج تعارف نہیں۔ ایسی جامع کمالات ہستی صدیوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ فقہ و حدیث فلسفہ و منطق ادب و تاریخ تفسیر و کلام بیان و بدیع حملہ فنون ریاضیہ فن شعر و عروض غرضیکہ کن ساعلم ہے جس میں آپ کو ہمارا تمام حاصل نہیں۔ زبردست خطیب و مقرر صاحب کثیر التصانیف مصنف بلند پایہ محقق عربی و فارسی زبان و ادب کے زبردست اسکالر اردو کے بہت بڑے

امام احمد رضا برقیہ سلیم چشتی کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سرکار ایدہ قرار زدہ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو سلام منظوم پیش کیا ہے اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہو گیا۔ کیونکہ تہذیب و پاک میں شادی کی کوئی عاشق رسول ایسا ہوگا جس نے اس کے دربار شرف حفظہ کر لے ہوں۔ (پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب)

امام احمد رضا ڈاکٹر نسیم قریشی صاحب ریڈر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں مرحوم و مشہور علوم فنون کے جامع تھے اور نعمت کوئی یہ کرتی ان کا کافی نہیں ہے اور وہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (ڈاکٹر نسیم قریشی صاحب ریڈر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

امام احمد رضا ڈاکٹر خلیل الرحمن عظیمی صدر شعبہ اردو کی نظر میں

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے واقفیت بچپن ہی سے ہے۔ آپ کے علم و فضل نقوی و تقدیس حمیت دینی و حرارت ایمانی کا ذکر اکثر اپنے بزرگوں سے سنا۔ فقہیہ سلام اور ترجمہ قرآن شریف کی حیثیت سے حضرت کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس کا اعتراف تمام اہل نظر لے لیا ہے۔ حضرت مولانا کے شاعرانہ کمالات سے کبھی حال ہی میں خناسانی ہوئی بالخصوص نقیہ کلام نے خاص طور پر پستار کیا۔ آپ کے کلام میں جو دلہا سرشاری پر رگ اور سوز و گداز کی کیفیت ملتا ہے وہ اردو کے نفیس گو شعرا میں انہماک شال آپ ہے۔ آپ کی نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہے لیکن ہر جگہ جد و جہد و شریک کا محاذ رکھا گیا ہے نقیہ شاعری بڑی نفاذ و مدد و مدداری کا کام ہے اکثر شعرا سے اس راہ میں بغیر شہرہ جاتی ہے۔ حضرت کے کلام کے متعلق بلا خوف و

مے ندائے حق جو نور ۱۹۴۷ء ص ۳۱ بحوالہ اعلیٰ حضرت کی شاعری بر ایک نظر مطبوعہ لاہور ص ۸۸
مے اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر۔ طبع ثانی اندرون فی ٹائپل صفحہ
روح رواں مرکز مجلس رضا لاہور۔ مے ایدان آلاجر ص ۵۴

عس غرضیکہ ہندستان میں ایسی یا کمال ہستیاں بہت کم ہوتی ہوں گی۔
ہندی مسلمان اس مایہ ناز سستی پر جتنا بھی فخر کریں درست ہے۔ کالات
ظاہری کو دیکھ کر جید علماء کی آنکھیں خیرہ اور حسن باطنی کو دیکھ کر اہل بصیرت
حیران علم و ہدایت کا سرچشمہ جس سے ہزاروں علماء نے دین و شریعت
فیضیاب اور لاکھوں تشرکامان معرفت سیراب زندگی کا ایک ایک
لحوظ وقت و رشتے مولا چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سونے
جانے غرضیکہ تمام جزئیات حیات میں یہودی سنت کا التزام بات
چیت میں تحریر و تقریر میں فن و نظم میں خیال و تصور غرض ہر امر میں
شریعت مطہرہ کا احترام یہ ہیں وہ اوصاف جنہیں ہر دیکھنے والی
آنکھ اس مقدس ذات میں دیکھتی رہی۔ ع
(سید عابد علی صاحب عالم بدیدی)

امام احمد رضا ڈاکٹر حامد علی خان رضا کی نظر میں

مولانا احمد رضا خاں صاحب بدیدی عالم دین و زاہد خوش خصال مزاجی حاضر و آ
ذکر وہ ہیں صاحب الرائے خطیب و مناظر اور جلیلہ علوم و فنون میں ماہر تھے۔
عربی و فارسی و اردو میں ۵۰۳۵۰ علمی یا دکانیں چھوڑ کر ۱۳۱۰ھ میں انتقال
کیا۔ رضا صاحب تینوں مذکورہ زبانوں میں شاعری بھی کرتے تھے۔ اور
ایک غیر مطبوعہ دیوان بھی ہے۔ ع
ڈاکٹر حامد علی خان صاحب لکچرار شیعہ عربی سلمہ بنوری علی گڑھ

امام احمد رضا

ابو الطاہر فدا حسین فدا میر ہر ماہ لاہور کی نظر میں

اعلیٰ حضرت ایک فاضل مفسر عظیم محدث اور بلند پایہ فقیہ ہونے
کے ساتھ ساتھ ایک فطری و ذہنی شاعر بھی تھے۔ انہیں جملہ مشہور
اصناف سخن مثلاً رباعی نعت اور قصیدہ وغیرہ پر کامل و ترس
اور بہارت نامہ حاصل تھی۔ ع
(ابو الطاہر فدا حسین صاحب فدا میر ہر ماہ لاہور)

امام احمد رضا حافظ بشیر احمد غازی آبادی کی نظر میں

ایک عالم غلط فہمی ہے کہ حضرت فاضل بدیدی نے نعت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم میں شریعت کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا یہ سراسر غلط فہمی ہے
جس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہم اس غلط فہمی کی صحت کسے لے
آپ کی ایک نعت نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
بانغ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
”بعد از چھلکے بازگ توئی قصہ مختصر“ کی کسی فصیح و بلیغ تائید ہے
جتنی بار پڑھے کہ قاتل کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے“ دلایمانی کیفیت ہے
سرشار ہوتا جلا جائے گا۔ بیشک جس کے لئے زمین و آسمان پیدا کئے
گئے وہ خدا کا محبوب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے سراج کی عظمت سے
نواز اجڑا شافعہ محشر ہے۔ وہ یتیم عبد اللہ آمنہ کا لالہ وہ ساقی کوثر
وہ خاتم الانبیاء اور خیر البشر وہ شہنشاہ کونین وہ سرور کون و مکان وہ ماحد
دو عالم جن کا سایہ نہ تھا اس کا ثانی ہو بھی نہیں سکتا۔ بیشک وہ خالق کا بندہ ہے
اور خلق کا آقا ہے۔ ع
(حافظ بشیر احمد غازی آبادی)

امام احمد رضا

مداح رحمۃ اللعالمین حافظ مظہر الدین صاحب کی نظر میں

اعلیٰ حضرت کے نعموں سے عشق و دوستی کا جہاں آباد ہے دونوں کوئی زندگی
مل رہی ہے۔ عشق کو فروغ نصیب ہو رہا ہے۔ اور محبت زمزمہ خواں بنکر
روحوں کو سوز آشنابار رہی ہے ع
(مداح رحمۃ اللعالمین حافظ مظہر الدین صاحب لاہور)



سپر علم و ادب آفتاب فضل و تہر
امیر قافلہ فن امام نقد و نظر



ارشادات

(نظم و منثر)

۱
امام احمد رضا مکتوبات کے آئینے میں

۲
امام احمد رضا سے ایک دگرا ٹرویو

۳
کلام الامام امام الکلام

مکتوبات کے آئینے میں

مولانا مصطفیٰ علی خاں مہتاب افتخاری سکرٹری آل انڈیا سنی لیگ

احمد صاحب کو لکھتے ہیں۔

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بچان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد ہمیں تحصیل علوم کی ادواب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتابیں میرے معین ہیں میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح الحقیقہ ہادی ہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بغضہ تعالیٰ عاجز نہیں رہے، مفتی ہیں (۳) مصنف ہیں (۴) واعظ ہیں (۵) مناظرہ بچونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ (۶) علماء زمانہ میں ”علم توقیت“ سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے توفیقی قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بن پائے جس میں بعض نے انتقال کیا۔ اکثر اس کی صحبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انھوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے بھی بناتے ہیں۔

یہ خط ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ کو لکھا گیا تھا۔

اس خط کا مطالعہ تاتا ہے کہ ”امام احمد رضا علم توقیت“ سے کاحقہ واقفیت رکھتے تھے جہی تو اپنے ایک شاگرد کے ”علم توقیت“ پر مودہ کو کس درجہ اعتماد کے ساتھ تحریر فرمایا ہے ادیدہ اظہار بھی مخرج ہے کہ آپ اپنے زمانے میں علم توقیت سے لوگوں کی عدم توجہی پر ماتم کناں ہیں اور اس علم کی اہمیت پر زور دینے کے لئے فرماتے ہیں کہ ”امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ آج کی ہماری علمی درسگاہیں جنھیں ہم دارالعلوم کہتے ہیں اس علم سے کسی قدر بے خبر ہیں

کسی بھی شخصیت کے اصلی اندوخال پڑھنے کے لئے اس کے خطوط و مکتوبات کا مطالعہ سب سے بہترین مواد فراہم کرتا ہے۔ نئی مکتوبات میں تصنیع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے۔ ہر لفظ بے لاگ اور ہر جملہ برجستہ ہوتا ہے۔ مکتوبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اشخاص کی زندگی کا صحیح آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مکتوبات میں مکتوب نویس کی زندگی و آداب و القاب کے جوہر تلے دب کر نہیں رہ جاتی ہے بلکہ ایک صاف شفاف تالاب میں کنول کے پھول کی طرح ابھر کر وہ جلوہ طرازیں کرتی ہے کہ دیکھنے والے عیش عش کرنے لگتے ہیں۔

دنیا کے ادب میں مکتوبات نے بھی ایک ادبی حیثیت حاصل کر لی ہے اور شخصیتوں کی زندگی کے ہر گوشے کو نمایاں کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جا رہا ہے۔

ہم انھیں نظریات کی روشنی میں امام احمد رضا کے مکتوبات کا مطالعہ **منظرہ** آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے ایک خط رقم ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ بنام مولوی ظفر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”مکتبہ میں دیباچہ کا جلسہ تھا وہاں کو بھی جا کر مناظرہ کا غل کیا پندرہ پندرہ ہزار روپے جمع کر دینے ٹھہرے۔ تاروں اور خطوں پر ۱۲ دن مکالمہ رہا مگر نہ تھا نوی نے اقرار مناظرہ کیا نہ دیباچہ جم سکے اسی طرح ماہ صفر میں برتک ضلع پنجاب سے تھا نوی صاحب نے پہلے ہی خط پر فرمایا کہ

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مناظرے سے فرار دیوبندیوں اور وہابیوں کی عادت ثانیہ ہے۔ مناظرے سے پہلے تار اور خطوں کے ذریعہ اُجھانے کی ہمیشہ کوشش نامسعود کا و دیو ہے بھیدری کے مناظرے میں بھی یہی سب کچھ ہوا تھا جس کی طرف امام احمد رضا نے اشارہ فرمایا ہے۔

آپ اپنے شاگردوں سے بڑی محنت فرمایا کرتے تھے۔ اور **شاگردوں محبت** ان کی علمی قابلیت کو سراپتے تھے چنانچہ خلیفہ تاج الدین

علم توقیت وہ علم ہے جس کے ذریعہ اذقات طلوع و مغروب و نصف النہار برائے زمانہ مستقبل آج بنایا جاسکے اس کے لئے علم ہیئت و ریاضی اور طول البلد عرض البلد کا جاننا بھی ضروری ہے۔

ایک خط میں جو مولوی نظرف الدین صاحب کے نام ہے وہاہیرہ کی فطرت لکھتے ہیں۔

"ہذا یہ پلندہ بزرگ مرسل ہے۔ وہاہیرہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے مدت سے ان کی متنازعی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آئی ہے۔"

نوٹ کیجئے وہاہیریوں کی فطرت کا کتنا اچھا تجزیہ کیا ہے وہ ہمیشہ سنیوں کو الجھانے کے لئے "اصول دین" سے ہٹ کر کسی "فرعی مسئلہ" کو چھڑیتے ہیں۔ یہ سنیوں کے لئے اقباء ہے۔

امام احمد رضا جنھیں طب میں بھی شغف تھا، مرض سفید داغ کا جربخہ سفید داغ کے لئے ایک جرب نسخہ تحریر فرماتے ہیں

"مصل سفید، ماشہ، سم الفار سنکھیا، ماشہ ہر دو را خوب سخی کردہ قدسے برداش سفید خوب بالاند تا آنکہ آب از آن داغ برآمد۔ ہر دو وقت بالاند جوش خواہد کرد و روغن بر آتش داشته ٹیکہ برگ نیم در آن اندازہ و تئیکہ سوخته شود برادر روغن صاف کردہ بر جراثیم رساندہ خواہد شد بدن بزرگ اصلی نمی رسد۔"

ترجمہ:۔ مصل سفید، ماشہ، سم الفار سنکھیا، ماشہ دونوں کو خوب سخی کر کے کچھ سفید داغ پر خوب نکلے یہاں تک کہ اس میں سے پانی نکلنے لگے۔ دو وقت نکلے۔ تیل کو آگ پر خوب جوش دے کر اس میں نیم کی پیوں کو ٹیکہ بنا کر تیل میں اتنا پکائے کہ وہ جل جائیں بعد ازاں تیل کو صاف کر کے ماش سے پیدا ہونے والے زخموں پر دھکا دے جسم کا رنگ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔

ایک خط میں شب برات کی فضیلت تحریر فرماتے ہیں کہ شب برات کی فضیلت مسلمان سچے دل سے ایک دوسرے سے محبت کریں۔ آپس میں نفاق نہ دیکھیں کہ نفاق مولا تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ سچے دل سے صلح و معافی ہونی چاہئے۔ مصالحت انخوان اور معافی یہ مسلمانوں کا شیوہ ہے۔ اس لئے اس کی اجراء میں کوشش ہونی چاہئے۔ یہ سنت حسنہ ہے۔ اسی لئے امام احمد رضا جو مژدہ سنوں کو زندہ کرتے تھے اپنے منصب مجددیت کے فرائض کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ خطا کے الفاظ و درج ذیل ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شب برات قریب ہے اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں مولیٰ عزوجل

بطفیل حضور پر نور شافع یوم التور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے مگر چند ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں فرماتا ہے ان کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کریں۔ ہذا اہلسنت کو چاہئے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۴ اشعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں یا معاف کرائیں کہ باذنہ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہو کر بارگاہ عزت میں پیش ہوں حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لئے توبہ صادقہ کافی ہے۔ التائب من الذنب من الذنب لہ العفو و الحسنات البسی حلت انخوان و معافی حقوق بھجورہ تعالیٰ ہر سال ماہائے دراز سے جاری ہے امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کر کے منہ سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فذلہ اجر و اجر منہ عمل بھاالی یوم القیمۃ لا ینقص من اجرہ دم شیا کے مصداق ہوں۔

یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور نیات تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک ہو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے اور اس غیر ناکارہ کے لئے عفو و عافیت دارین کی دعا فرمائیں۔ فقیر آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔ مسلمانوں کو سمجھادیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے۔ صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔

ایک خط میں اپنی طویل علالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر علم کی پیاس فرماتے ہیں۔

"۲۲ ذیقعد سے آج ۲۲ ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی۔ مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا۔ جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے۔"

اس بیماری میں المنک ۱۹۱۸ء منگانی یاد نہ رہی اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا کو بیماری کے عالم میں بھی علم سے جو شغف تھا وہ بدرجہ اتم تھا۔ مطالعہ جاری رہتا تھا۔ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ مطالعہ سے خالی نہیں تھا۔

دوسرے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مطالعہ کے معاملے میں اعلیٰ حضرت متعصب نہیں تھے بلکہ کتاب خواہ انگریز کی لکھی ہو یا کسی بیدین کی، ضرور مطالعہ فرماتے تھے۔ اور اس سے فیض اٹھاتے تھے۔

المنک اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ستاروں کی چال و اذقات طلیع و مغروب وغیرہ ہوتے ہیں جس کو ہندی میں پنچانگ کہتے ہیں۔ یہ اسپینی عربی لفظ المناخ

بولوی امجد علی صاحب کے آنے پر رائے معلوم ہوگی۔ ملکیت میں بھی ایک عالم سنی کی بہت ضرورت ہے۔ حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے۔ تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں سنیوں کی مائدہ جالت بھی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے انھیں دیکھ کر بچا لے لے، انھیں دین سے عرص ہے افلاس کا مرض ہے۔ ورنہ ملکیت میں حمایت دین کے لئے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز تھے۔ ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائداد اس کے لئے وقف ہے۔ اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے مبادا کہ کوئی دیوبندی قابض ہو جائے۔ ایسا ذی اللہ تبارے۔ انھیں کہ ادھر نہ مدرسہ نہ واعظ نہ بہت طے مالدار، ایک غفر الدین کہہ کر حائیں اور ایک محل خاں کیا کیا بنائیں۔ وحسبنا اللہ ولحم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

حاجی صاحب نے چٹائیوں کی نسبت پھر کچھ نہ لکھا اگر یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے بطور خود یہ کام یہ نیت بوجہ اللہ کیا اس کے اس کا معاوضہ نہیں تو بیشک نہیں۔ وجزاۃ اللہ تعالیٰ خیر اور اگر میرے لکھنے کی بنا پر میری وجہ سے ہے تو حاشا نہ یہ میرا مقصود تھا نہ اب منظور۔ ہندو بات صاف ہونا ضرور۔

(ماخوذ از جیات اعلیٰ حضرت مولفہ علیہ الرحمۃ حضرت علامہ غفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ)

سیدی و آقائی قطب الملت

حضرت سید شاہ قطب الدین صاحب قبلہ

اور

خاندانہ اشرفیہ کے شہزادگان

کی خصوصی توجہ کا طالب

گدائے اشرفی مشن الحی سکرادی
بلیادی (شمن الکاتین)

امام احمد رضا کو برادران وطن میں متعارف کرانے میں آل انڈیا سنی لیگ کی کوششوں کی ہم سرانہ کرتے ہیں
ٹرانیپورٹ کی دنیا میں ہمیں یاد کیجئے

جے بھوانی شنکر ٹرانسپورٹ کمپنی

ہماری ڈیلی سروس میں

بھوپال، اندور، گجرات، ممبئی، کانپور، دلی، ناگپور
اور رائے پور

ہماری پتہ نوٹ کیجئے

جے بھوانی شنکر ٹرانسپورٹ کمپنی، بلدیہ باغ، جلیپور، ایم پی
فون: ۴۷۵۲

کینسر اور السر کے اسپیشلسٹ

ڈاکٹر امداد حسین خاں نیپالی

جن کے ہاتھ میں قدرت نے شفا بخشی ہے

ہم نے اپنی آنکھوں سے کینسر والے کے یابوس مریضوں کو شفا یاب
ہوتے دیکھا ہے

رابطہ قائم کیجئے

ڈاکٹر امداد حسین خان - امداد کلینک

واجہ محلہ، بھٹیمی، ضلع تھانہ - مہاراشٹر

ایک یادگار انٹرویو

از: حضرت ملا فاح بیہی

المیزان کے قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ مابعد دولت یعنی ملا فاح المیزان کا قدیم کلمہ جگہ ہے، اور آنکھیں میری باقی آن کا ایک عنوان سے المیزان کے صفحات میں آثار ہا ہوں۔ سب سے پہلے اگست ۱۹۷۷ء کے شمارے میں میری شرکت "دیوبند سے دیوبند تک" کے عنوان سے ہوئی۔ اس شمارہ میں آپ کے ملانے اپنا تعارف یوں پیش کیا تھا۔

محترم قارئین! ملا فاح ایک معروف ترین بین الاقوامی شہریت ہیں رہتا ہے، بیہی کی مخصوص بولی بولنے کا عادی ہو گیا ہے۔ جہاں اکثریہ بولا جاتا ہے کہ "میں بولوں گا تو بولوں گے کہ بولتا ہے" لہذا میرے الفاظ میں انداز بیان میں ہمارا شرک کی بولی کی شیرینی و تلخی بھی شامل رہیگی...

مستمبر ۱۹۷۷ء کے شمارہ سے ملانے عنوان کو بدل کر "آنکھیں میری باقی آن کا" رکھا۔ اس عنوان میں شیخ الاسلام حضرت مدنی میاں کی رائے شامل تھی، اس کا تفصیلی تذکرہ مستمبر ۱۹۷۷ء کے المیزان میں ہے۔ اور پھر اس کے بعد قائل پڑا: خوب چلا، ایک مضمون پر انعام بھی رکھا اور انعام تقسیم بھی کیا۔ اعتراف ملا فاح المیزان کی دنیا میں بھی ایک اہم مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ مذہبی پلیٹ فارم پر آنے کے بعد میری معلومات میں کافی سے زیادہ اضافہ ہوا۔ اب تک تو میں "صحافی محض" تھا، المیزان کی وابستگی نے مجھے دین و دھرم سے مگنا حق واقف کرایا۔ مذہب کے نام پر تقسیم ہونے والی ٹولیوں سے بھی کماحقہ آگہی ہوئی۔

بات ہے یہ فردی مشہور کی۔ جبکہ بیہی کی گلی گلی میں محرم الحرام کی مجلسوں کی دھوم مچی تھی۔ ملا فاح کا یہ قراول رہا نہیں کہ مولوی حضرات کے جلسوں میں شرکت کی سعادت حاصل کرنا، مگر میں المیزان کے راہی صاحب کا مشککہ ہوں۔ جنہوں نے میرے اندر چھپے ہوئے اُس "سنی" کو جگمگاتے میں بڑی مدد کی جو باپ دادا سے وراثتہ سینے میں محفوظ تھا۔

نیز، فاحہ عرس و چلم، صندل و چادر بیہی کی دھرتی پر اس کا مظاہرہ مسلسل دیکھنے میں آتا رہا ہے اور اب راہی صاحب کی بدولت ملا کرام کے دغظوں کا بھی نظارہ دل رہا ہے، اور پھر اس طرح وادار پچھلے کو نجد و عظم کا نفرنس "میں بھی شرکت

ہوئی، آل انڈیا سنی لیگ کی کمان میں بولنے والوں کے مطابق پہلی بار یہ کانفرنس کی گئی جس کی صدارت نوجوان مولانا جناب عبداللہ خاں عظمیٰ کر رہے تھے، اور خصوصی مقرر کی حیثیت سے مولانا ہاشمی میاں نے تقریر کی۔ فاضل بریلوی حضرت علامہ احمد رضا خاں کے بارے میں ملا فاح کو پہلی بار اس قدر تفصیلات معلوم ہوئیں۔ بس پھر کیا تھا؟ کچھ میاں اضافہ ہوا، حضرت فاضل بریلوی کو پڑھنے اور سمجھنے کو چاہیے تھا، خوشی یہ ہوئی کہ آل انڈیا سنی لیگ نے فاضل بریلوی پر کام کرنے کا اعلان کیا۔ اور مرکزی مجلس رضا کے قیام کا ریزولیشن پاس کیا، قدم کی خوش بختی کو سنی لیگ نے ریزولیشن پاس ہی نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کرنے کے لئے "المیزان" کو منتخب کیا اور "امام احمد رضا نمبر" کی تیاریوں کی جانب جیل پڑی۔ ایک دن ایڈیٹر المیزان نے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ ملا فاح! تم بھی امام احمد رضا پر کچھ لکھو۔ کتابوں کی ضرورت ہو تو آفس سے لیجاؤ اور جمع کر مضمون لکھو آفس المیزان میں آ کر دیکھنا کہ ایک سے ایک علمی اور ادبی شخصیتوں کے علمی شاہکار آ رہے ہیں۔ اور پھر اپنے کو دیکھنا، اپنی علمی کمزوریوں کو کتابی کو دیکھنا، وقت کا عبود، علم کا ہمالہ، فضل کا سمندر ایک طرف، دوسری طرف ایک کم علم، ناہم اور کم شعور کا بھکاری ملا فاح، لیکن المیزان کے امام احمد رضا نمبر، میں شرکت کا سعید موقع آواز دے رہا تھا کہ ملا ایسا دقت بار بار نہیں آتا۔ اٹھو اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں جو کچھ بھی ہو سکے خراج عقیدت پیش کر کے احسان مندوں کے جگہ وہ میں شامل ہو جاؤ۔ بہت سوچا، سمجھا، نکر کیا کہ المیزان کے تحقیقی اور تاریخی امام احمد رضا نمبر میں کس انداز سے شرکت کی جائے، آخر کار ذکر کو سہارا ملا شعور کو راہی اور نیکل پڑا، بارگاہ امام احمد رضا میں وہ امام جو جو دعویٰ ہدی کا مجہود، ہزار کتابوں کا مصنف، پچاس علوم و فنون کا دافت کار، علماء حرمین کی آنکھوں کا نالا — ملت اسلامیہ کی کشتی کا کھینچون ہار، خاندان برکاتیہ کا روحانی فرزند، ملک و قوم کا عظیم راہنما، ایسے قائد کی بارگاہ میں ملا فاح کی حاضری، تباہیے نا اکیا یہ ملنا کی فیروز بختی نہ تھی، بہر حال ایک طرف امام احمد رضا جیسی بھاری بھر کم ذات، دوسری جانب سیکڑوں کی تعداد میں چھوڑے ہوئے علمی شہ پارے اور پھر انہیں کے درمیان آپ کا ملا، پھر کیا تھا

انٹرویو کی تیاری شروع کر دی، سوچا کہ امام احمد رضا سے انٹرویو لے لوں۔ وہ نہیں ہیں ان کی روحانیت قبیحے، ان کا بختری آثار اور علمی سرمایہ قبیحے، امام احمد رضا کو انہیں سے ہی ہم جان سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں۔ اور انہیں سرمایہ علم و فن سے ان کی تحریک ان کا مشن، ان کے تجدیدی کارنامے اور ان کی خدمات سے ہم آگاہ ہو سکتے ہیں۔ لہذا آج اس عظیم نمبر میں ملنا فتح کی

شرکت "امام احمد رضا سے ایک یادگار انٹرویو کے چونکا دینے والے عنوان سے ہو رہی ہے۔ انٹرویو لینے کی شکل یہ ہے کہ میری نگاہوں میں امام احمد رضا کا سراپا ہے، ان کی بے شمار کتابیں ہیں۔ اور ایک گوشے میں باادب ملنا فتح ہے، جو امام احمد رضا سے سوال کر رہا ہے۔

ملنا فتح! سرکار امام احمد رضا! آپ سے میں کچھ زیادہ واقف نہ تھا، آپ کے بارے میں مجھ تک جو اطلاعات ملی تھیں وہ اس قدر کہ آپ نے چند ہندوستانی سرویوں کا بے پودہ عبارتوں پر غرور کیا، اس پر شرعی فتویٰ دیا اور اس کی تصدیق علماء حرمین سے کی، اندر بس باقی آپ کی دوسری عظیم خدمات سے آج تک اہل علم و فن کا حقد واقف نہیں ہو سکتے ہیں۔

امام احمد رضاؒ میں آیا مردِ جواد سے علوم دینی کا خادم ہوں، چوتھ سال سے میرے یہاں سے فتویٰ جاری ہے تمام ہندوستان اور کشمیر اور برما سے سوال آئے ہیں، ابھی حین سے جو حد مسئلے دریافت کئے ہیں درس نظامی کی تمام کتب اور پچاس سے زائد کتب میکے درس و تدریس و مطالعہ میں رہیں۔

ملنا فتح! حضور! آپ کے علم و فضل اور دینی خدمات کا اعتراف اپنے آپ نے غیر بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فقہ حنفی کی زبردست خدمت کی اور اسے روز روشن کی طرح واضح کیا۔ علم و فن کے اتنے اعلیٰ مراتب پر پہنچنے کے باوجود آپ تقلید کیوں کرتے ہیں، کس مجبوری سے آپ کو تقلید کرنا پڑی۔

امام احمد رضا! جس مجبوری سے ایک لاکھ سے زائد صحابی مقلد ہوئے اور اس زمانہ میں عام مسلمان مقلد ہوئے یعنی منصب اجتہاد حاصل نہ کیا۔

ملنا فتح! ہم لوگ سنی مسلمان ہیں، اور اپنے

کو اہلسنت و جماعت سے جانتے ہیں۔ لیکن سرکار! یہ نہیں معلوم کہ اہلسنت کی تعریف کیا ہے۔

امام احمد رضا! اہلسنت و جماعت جو سواد اعظمِ مسلمین کے پیرو ہیں جس کے اتباع کا تعلق

حدیثوں میں حکم ہے اور حدیث نے مذہبِ حق کی عام فہم بیان فرمائی ہے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذذ مشذذ فی الناس مسلمانوں کے بڑے گروہ کی پیروی کر دو جو اس سے جدا ہوا وہ جہنم میں

جدا ہوا۔ مشرک عقائد یعنی میں یہی کہ اہلسنت

و جماعت کا نام اس وجہ سے اہل سنت و جماعت

ہوا کہ انہوں نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

و جماعت صحابہ کی پیروی کی، آج اہل سنت

ان چار مذاہب حنفی، شافعی، مالکی حنبلی میں

مجتہد ہیں۔

قوم کے خوشے بختیے کہ سنتے لیگے نے دین و لیشنے پاس سے مے نہیں کیا بلکہ اسے پر عملے کرنے چیلنے "المیزانے کو منتخبہ کیا اور" (ماہر احمد رضا خاں) لکھے تیار یوں کے جانب چلے پڑے۔ ملنا فتح

ملنا فتح! آپ نے رسول اللہ کی بارگاہ کے تحت اخوں کے چروں سے سیاہ نقاب اٹھا

کا جو زبردست کارنامہ انجام دیا۔ اور عرب و عجم کے اکابرین اسلام نے

آپ کے شرعی موقف کی زبردست تائید کی، اس سے بددہ و بدو

کی ٹولیوں کو جو دھچکا پہنچی، اس سے بلبلہ اٹھے اور سبھی ملکر آپ کے خلاف

ریشہ و دایوں میں لگ گئے۔ اور آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور

آپ کو گالیوں و فحش باتوں سے یاد کرتے تھے، ایسے لوگوں کے بارے

میں آپ کا ارشاد نگرانی کیا ہے۔

امام احمد رضا! برعکس گالیاں دیتے ہیں بعض جنتا تو منکلمات سے بھرے برگ

خطوط بھیجتے ہیں پھر ایک نہیں اللہ اعلم کتے آتے ہیں۔ مجھے اس کی پردہ

نہیں، اس سے زیادہ میری ذات پر حملے کریں میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ

عزوجل نے مجھے دین حق کی سپر بنایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے گا لیاں دے

برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی توہین و تفتیش سے باز رہتے ہیں۔ (دھر سے سمجھی اس کے جواب کا دم

بھی نہیں ہوتا اور دیکھ برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت ان کی عزت

پر نہ رہی ہو نہ کے لئے بلکہ ان پر ہونا ہی عزت ہے۔

ملنا فتح! سرکارنا فضل بریلوی! ایک بات کھل

کر پوچھنا چاہتا ہوں، میں نے سنا ہے

کہ سنی مولوی حضرات علم غیب کے

بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو خدا کے علم غیب سے ملاتے ہیں

اور دونوں کو غیب داں جانتے ہیں

بلکہ اس علم میں دونوں برابر ہیں۔ آپ کہتے ہیں آپ لوگ! مجھ سے کئی غیر سنی

مولویوں نے کہا کہ بریلی کے مولانا احمد رضا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل سے مجھے دین حق کے سپر بنایا کہ جتنے دیر وہ مجھے کوستے گا لیاں دے برا بھلا کہتے ہیں اتنے دیر رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توہین و تفتیش سے باز رہتے ہیں۔

مجدد اسلام

طبع ہو کر شائع ہوا۔ اس سے بڑھ کر امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے

مفتی کا کتاب ہے۔ اور اللہ کے یہاں اس کا حساب (خالص) اعتقاد)

ملا فاج! ایک اہم سوال کی جسارت کر رہا ہوں۔ آپ کے بارے میں یہ شہور ہے

کہ آپ مخالفین پر شدت کرتے ہیں، کوئی بھی آئے اگر آپ کے عقیدے

کا نہیں ہے تو آپ اسے ذلیل کرتے ہیں، جھگڑا دیتے ہیں، اس سے بات

بہش کرتے، اس کا بات کا جواب نہیں دیتے، بلکہ اسے سختی کے ساتھ نکال

باہر کرتے ہیں۔ ملا کو یقین نہیں آ رہا ہے کہ حضور دالہ اس قدر سختی

برتنے ہوں گے پھر بھی اجاب کے دل سے غلط نہی دور کر دے کے لئے سوا

کی ہمت کر رہا ہوں۔

امام احمد رضا! دیکھو! انہی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے۔

اگر اس شخص کا ایک دہلی فاضل بریلوی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر

بے پناہ متاثر ہوا اور آپ کے اخلاقی و علمی طاقت کا گنگی کاٹے گا، سے

سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی جن لوگوں کے عقائد مذہب

ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔

(المفہوم)

ملا فاج! حضور! آجکل ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا لوگوں کی عادت سی

بن گئی ہے، اعلیٰ حسب نسب دالے

بھی چند ایسے ملیں گے جو دوسرے

کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، دوسرے

کو انتہائی ترش روئی سے دیکھتے ہیں۔

ہمارے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں حضرت

کہ اپنے برابر کسی کو سمجھتے بھی نہیں ہر

شخص کو کم تراد ذلیل جانتے ہیں۔ مسلمانوں کو ذلیل درسا سبھتے ہیں اور

اس میں سچ و مست رہتے ہیں اور اسی کو دین و دھرم کی خدمت سمجھتے

ہیں، اس سلسلے میں آپ کا موقف کیا ہے؟

امام احمد رضا! کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بلا حاجت شرعیہ ایسے لفظ سے پکارنا یا

تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اسے ایذا پہنچے شرعاً ناجائز و حرام ہے

اگر چہ بات فی نفسہ سچی ہو۔ (ارادۃ الادب لفاضل النسب)

ملا فاج! اعلیٰ حضرت! آپ کے تعلق سے اس بات کا زبردست شہرہ ہے کہ

آپ کا فرمانے میں جواب نہیں رکھتے، کچھ لوگ ملکہ الما میں کہتے ہیں، کچھ

آپ کو کفر از مشین کہتے ہیں، کچھ کافر کہتے ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ آپ

ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ آپ اکابرین اسلام

بارے میں علم ذاتی مانتے ہیں، اور اس پر اصرار بھی کرتے ہیں، اور اس

پر شدت کیساتھ قائم ہیں، اور اپنے اس عقیدے کو اپنی جان سے اپنی

کتابوں میں لکھا بھی ہے۔ ہذا سرکار عالی اس موضوع پر بھی کچھ افہام رخیال

فرمائیں۔

رضا! مسئلہ علم غیب میں اخترا پر چلنے شروع کئے، کبھی یہ کہ رسول اللہ

صلی اللہ کا علم ذاتی بے عطائے الہی مانتے ہیں، کبھی علم الہی سے مساوی مانتے

ہے، ہر دم و دودش کا فرق کرتے ہیں، دغیر و دغیر۔

حالانکہ اللہ واحد تھا دیکھ رہا ہے کہ یہ سب ان اشتقاق کا اخترا ہے

سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کون جملہ فیکر کے کس رسالے کس فتوے،

کس تحریر میں ہے۔ علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص

ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے

کتر ہے مگر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔

... اگر تمام اہل عالم اگلے پھلوں سب کے جملہ علم

جمع کئے جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے

دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے۔

ہماری تقریر سے روشن و تاباں ہو گیا کہ تمام مخلوق کے جملہ

علوم ملکہ بھی علوم الہی سے مساوی ہونے کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان

کے دل میں اس کا خطو گذرے۔

ہم قاہر دلیلیں قائم کر چکے

کہ علوم مخلوق کا جمیع معلومات الہیہ کو

محیط ہونا عقل و شرح دونوں کی

سے یقیناً محال ہے۔

اجراع ہے کہ اس فضل جلیل میں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ، تمام انبیاء، تمام جہاں سے ائمہ و ائمہ

ہے، اللہ عزوجل کی عطا ہے، حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر غیبوں کا علم

ہے، جن کا شمار اللہ ہی جانتے ہیں۔ مخالفین کو تو

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کریمہ کی دشمنی نے اندھا

ہر کر دیا۔ انہیں حق نہیں سمجھتا مگر ہڈی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے

کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں۔ علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا

کو بظائے خدا مل سکتا ہے۔ ہم نہ علم الہی سے

مسادات مائیں، نہ غیر کے لئے علم بالذات جائیں۔ اور عطائے الہی سے

بھی بعض علم ہی ملنا دانتے ہیں نہ کہ جمیع۔ میرا مختصر فتویٰ انسا

المصطفیٰ نبی و مراد آباد میں تین بار حوالہ سے ہزاروں کا تعداد میں

کو بھی کافر کہتے ہیں۔ غرض کہ آپ مسلمانوں کو کافر کہنے اور لکھنے میں بے باک ہیں۔ حالانکہ علمائے آپ کی تصنیفات پڑھی ہیں، آپ نے کسی بھی مسلمان کو آج تک کافر نہیں کہا ہے، آپ نے صرف کافر ہی کو کافر کہا ہے مگر پھر بھی آپ کی زبان اقدس سے بھی کچھ سنا جا رہتا ہوں تاکہ آپ کے خلاف جو بین الاقوامی سطح پر جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اس کی قطعی کھل جائے، امید ہے کہ حضرت والا اس پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

امام احمد رضا! عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دھاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہلسنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتویٰ چھپا کر ہوتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کافر کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کافر کہہ دیا پھر جن کی حیا بڑھی ہوئی ہوتی ہے وہ اتنا اور ملے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا تھا ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا حاجی امجد اللہ صاحب کو مولانا شاہ فضل الرحمن دکن مراد آبادی کو کہہ دیا۔ یا پھر جو پورے ہی ہمدرد ہیں اسے دہلی کے دہ پنا تک بڑھتے ہیں، عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کو کہہ دیا غرض جسے کافر زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض بزرگواروں نے مولانا شاہ محمد حسن صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جاکر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کہ اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آئندہ کریمہ ان جاکر کھڑے فاسق مبتلا قتبیلینو پر عمل فرمایا خط لکھ کر دریاخت کیا جس پر یہاں سے

رسالہ انجاء البری عن دسواس
المفتی لکھ ارسال ہوا اور مولانا
نے مفتی کذاب پر لاجل تریف
کا تحفہ بھی غرض ہمیشہ ایسے ہی

اختیار اٹھاتا کرتے ہیں۔ مرنے کا یہ کرتا اب خدا و رسول کو
حکایاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا حیلہ ہی رہ گیا ہے کہ
کس طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علماء اہلسنت یونہی بلاؤ
لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔

ملا فاج! سرکار نے میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی، اس ناکارہ کو حضور والا
نے جو عزت بخشی کہہ نہیں سکتا حضرت والائے نبویؐ میں بھی جواب
نہیں رکھتے صنف نعت میں آپ نے جو تاریخ دیا ہے، اس کی مثال

بہن ملتی، لیکن جیف مدحیف آپ پر جس طرح یہ زیادتی ہوئی کہ سن گات اور
بے فیاد الزامات لگائے جاتے رہے ہیں، اس طرح آپ کو کینیت نامہ قبول
کرنے سے اردو ادب کے ٹھیکیداروں نے نظرا نذا رکھا۔ شعر و ادب کے مہرین
میں آپ کی خدمات، آپ کے کارنامے نمایاں سے بھی واقف ہیں مگر بلوچی
آپ کی شان میں چند تعریفی کلمات نکالنے میں بھی ان لوگوں کا کلیجہ پھٹنے لگا۔
نگار دھ جاتا ہے، حلق خشک ہو جاتا ہے، اس سلسلے آرت دفرمائیے

امام احمد رضا! زمر الوش ز تحسین ز مرانیش ز طعن
ز مرانوش بدحی ز مرانوش فتنے
منم و کج خوئے کہ نہ گنجی در دے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

(مجھے نہ تو لوگوں کی تعریف سے لطف آتا ہے، اور نہ ہی ان کے طعن و تشنیع
سے حیلن ہوتی ہے۔ نہ ہی میرے کان تعریف و مدح کا انتظار کرتے ہیں
اور نہ ہی مجھے کسی کی مذمت سننے کا ہوش ہے بس میری دنیا تو میرا وہ گوشہ تنہائی
ہے جس میں میرے علاوہ اور میری کتاب و میرے قلم کے علاوہ کسی دوسری چیز
کی گنجائش ہی نہیں)

ملا فاج! مدینہ طیبہ کی عظمت و حرمت پر کچھ ارشاد فرمائیے۔

امام احمد رضا! حاجیو! آذ شہناہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرمایا ہاں کوئین کا دولہا دیکھو

غور سے سن تو رہا کعبہ سے آتی ہے
میری آنکھوں سے مرے پیار کا دھندلکھ

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے میں کیوں باہر بھاگے
طیبہ میں مرے کھڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی شرک یہ شہر شفاعت بگڑی ہے

جنے لوگوں کے عقائد مذہبے ہوں
ان سے نہ مجھے بر قے جائے کہ وہ ڈھیکے
ہو جائیں گے _____ فاضل بریلوی

شان جمال طیبہ جاناں ہے نفع محض
وسعت جلال مکہ میں سود و دھن کی ہے

کعبہ ہے بیشک انجمن آرا دہن مسگر
ساری ہمار دہنوں میں دولہائے گھر کی ہے

ملا فاج! سرکار ذرا اہلیت اطہار کے تعلق سے بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔

امام احمد رضا! کیا بات رہنا اس چمنستان کرم کی
زہرہ ہے کلی جس میں حسین و حسن چھل

مشکلین حل کر مشہ مشکل کشا کے واسطے

کر بلائیں روشہید کر بلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے

علم حق دے باقر علم ہدی کے واسطے

اہلسنت کلبے بیٹرا پار اصحاب حضور

بخم ہیں اور نادھے عزت رسول اللہ کی

ملافاح! کچھ لفظے باز قسم کے لوگ آپ کے بارے میں یہ بھی بولتے ہیں کہ

آپ خدا کے برابر رسول اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے ہیں، اور آپ ان

کو ان نہیں سمجھتے، اس پر بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔

امام احمد رضا! اللہ کی مرتاب قدم شان ہیں یہ

ان سانبین انسان وہ ان ہیں

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں

ایمان یہ کہتا ہے مری جاں ہیں یہ (حدائق بخشش)

ملافاح! میں چاہتا ہوں کہ کچھ سماجی اور معاشرتی باتیں بھی پوچھ لوں، ہمارے

معاشرے میں آج کل اگر کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو احسان سے زیادہ

اس کی اشاعت چاہتا ہے، کسی کا مدد کی یا کچھ دیدیا یا غریبوں

وسکینوں کی اعانت کی تو پھر کل ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ جس سے خوشی

کے بجائے دل دکھتا ہے۔ سماج کے ایسے افراد کے لئے بھی کچھ ارشاد

فرمائیے۔

امام احمد رضا! فقرہ آئین ان کی مدارات

دخاظر داری میں سعی جمیل کریں۔

اپنا احسان ان پر دکھیں بلکہ آنے

میں ان کا احسان لینے اور جانیں

کہ وہ اپنا رزق کھاتے اور تمہارے

گناہ ٹٹاتے ہیں، اٹھلے بٹھلے

فقرہ آئین تو ان کی مدارات و خاطر داری میں سعی

جمیل کریں۔ اپنا احسان ان پر نہ دکھیں بلکہ آنے میں

ان کا احسان اپنے اوپر جانیں۔

مسلمان کہ دل شکنی معاذ اللہ! وہ بلائے عظیم

کہ سارے عملے کو خاک کر دے گی۔ امام احمد رضا

دیں گے، عرض یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لئے کچھ ایمان افزہ نصیحت فرما

دیں تاکہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔

امام احمد رضا! اے لوگوں! تم میرے مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں

ہو اور بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں وہ چلتے ہیں کہ تہیں پہکائیں۔

تہیں فتنہ میں ڈالیں۔ تہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور

بھاگو۔ ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔ جس کا بارگاہ رست

میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کسبای بزرگی معظم کیوں نہ ہو اپنے

اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے

اور کھاتے پیتے لوگ زیادہ نظر آتے ہیں۔ اور لوگ بھی جم کر کھاتے ہیں۔

غریب و مفلس کا حق بھی راجاتے ہیں، ایسے غنا مر کے بارے میں سرکار!

آپ فرمادے کچھ ارشاد فرمائیں۔

امام احمد رضا! زہنہار زہنہار اب نہ کریں کہ کھاتے پیتوں کو بلائیں محتاجوں کو چھوڑیں

کہ زیادہ مستحق دہی ہیں اور انہیں اس کی حاجت ہے تو ان کا چھوڑنا انہیں

ایذا دینا اور دل دکھانا ہے۔ مسلمان کی دل شکنی معاذ اللہ وہ بلائے عظیم

ہے کہ سارے عمل کو خاک کر دے گی ایسے کھانے کو حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے سب سے بدتر کھانا فرمایا کہ پیٹ بھرے بلائیں۔ جنہیں پر داہ نہیں

اور بھوکے چھوڑ دیئے جائیں جو آنا چاہتے ہیں۔

(دراد القحط والوبار)

ملافاح! حضور اللہ نے مجھ پر کرم فرمایا کہ اور میرے سوالات کے جوابات مرحمت

فرمائیے، اب میں رخصت کی اجازت چاہتا ہوں، میں نے بریلی شریف آکر آپ

کی بارگاہ میں حاضر کیا دیکر بہت کچھ پایا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کا جہ و جلال

دیکھا، فضل و جلال دیکھا، میں نے آپ کے بارے میں جو کچھ سنا مجھے جو کچھ

سنا گیا اور علم کے لینے اس حصے میں میں نے جو کچھ پڑھا تھا، ناقص تھا، آپ کے

بارے میں میں نے دہن میں جو تصویر تھی وہ دھندلی تھی، تصویر کا صرف ایک

رخ تھا، حالانکہ آپ نے نہ جانے کتنی دینی و علمی خدمات انجام دی ہیں۔ علم

و فن کے دریا بہاے ہیں۔ ملت اسلامیہ کے رسول و شہنشاہ کی گھنڈاؤنی سازش

سے محفوظ آیا ہے، افراد اسلام کو عشق

رسول کا ڈھنگ بتایا ہے۔ غرض کہ آپ

نے وہ سب کچھ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بولی کے مطابق ہر صدی کا

”ایک مجدد“ دیتا ہے، لہذا اب آخر

میں ایک گزارش کر رہا ہوں یقین ہے

کہ سرکار عالی گذارش کو قبولیت کا راج

دیں گے، عرض یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لئے کچھ ایمان افزہ نصیحت فرما

دیں تاکہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔

امام احمد رضا! اے لوگوں! تم میرے مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں

ہو اور بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں وہ چلتے ہیں کہ تہیں پہکائیں۔

تہیں فتنہ میں ڈالیں۔ تہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور

بھاگو۔ ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔ جس کا بارگاہ رست

میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کسبای بزرگی معظم کیوں نہ ہو اپنے

اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے

بلانے کھلانے کسی بات میں بڑا ذیادہ کریں جس سے ان کا دل رکھے

کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل آگارت جاتا ہے، اس عمل

کو ایک ہی بار نہ کریں بار بار کیا لائیں کہ تہیں ہوگی اتنی اپنے لئے کثرت ہوگی اتنی

ہی فقر و غریب کی منفعت برکت و نعمت و سعادت دینی و دنیوی و جسمی

و معانی رحمت ہوگی۔

ملافاح! اب جب ہمارے سماج اور گھر گھر معاملات کی بات چل پڑی ہے تو ایک

اور سوال کرنے کی جرات نہ کر رہا ہوں، آج کل اگر کوئی ایصال ثواب یا منہ

دیغرات کے لئے دعوت دیتا ہے تو غریبوں کی تعداد کم ہوتی ہے امیر لوگ

چودہ برس کی عمر سے ہی بتا رہا اور اس وقت پھر بھی عرض کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا مگر
ہمیں معلوم ہو گیا ہے اور ہمیں کیا بتائے اس لئے ان باتوں کو
خوب سن لو حجۃ اللہ تمام ہو چکی ہے۔

کشاہدہ پیشانی بلند انتخاب کے نشانی، انخافے آنکھیں
دشمنوں کو تا تکلیف دوستوں کو تلاشیوں۔ صراحت دے
مگر دینے ملت کے قیادت کے علامت، رنگ پختہ پختگی
دھند و فخر کے نشانی

امام احمد رضا! دعا کیجئے کہ آلہ انڈیا سننے لگے
کاہلے الوجود دوسے کامرکے بنکر نہ رہ جائے۔ ملا ناز

مثلاً کا یادگار انڈو پوٹم ہوا۔ امام
احمد رضا کو دیکھ کر ان کے اخلاق و صفات
ان کی علمی رعب اور ان کی روحانی عظمت
کو دیکھ کر میں کقدر متاثر ہوا۔ کاحقہ
بیان کرنے سے قاصر ہوں، امام احمد
رضا کا سراپا آج بھی آنکھوں میں گردش
کر رہا ہے کشاہدہ پیشانی بلند اقبال

کی نشانی، انسانی آنکھیں دشمنوں کو تا تکلیف دوستوں کو تلاشیوں، آنکھوں
کے ابرو خاندانی آبرو، سینہ کشاہدہ اس میں جودل وہ بھی کشاہدہ اہل محبت
کے لئے ہر وقت کھلا رہتا۔ مراحمی دارگردن ملت کی قیادت کی علامت، رنگ
پختہ، پختگی، ذہن و فکر کی نشانی چلیں تو چال ڈھال میں وقار بولیں تو بول چال

میں وقار ایسی ذات پر تحقیقات کے لئے آلہ انڈیا سنی لگ کی مرکزی مجلس
رہنے والے المیزان بیٹی کے ذریعہ جو قدم اٹھایا ہے، ملا ناز کی آنکھوں میں تشکر
کی بوندیں پھلک رہی ہیں۔

امام احمد رضا! دعا کیجئے کہ آلہ انڈیا سنی
لگے کاہلے الوجود دوسے کامرکے بنکر نہ
جائے، مگر سرکار! سنی لگ آج
دقار کو اپنوں اور غیروں کے ذہن و
مگر پر جمال کرنے کا ذریعہ بن جائے آپ کا
جملہ خدمت کی جانکاری ملت اسلامیہ
کی نئی پود کو کرائے اور اس طرح آپ ہی
کے جلالی ہونے شعل کی روشنی میں قدم

ملک کی رہنمائی، سنی لگ کر ناچا جاتی ہے، دعا فرمائیے کہ سنی لگ کے موجودہ سربراہ
حرکت و عمل کے عہدہ پر رہیں۔ قارئین المیزان کو عرض ہے کہ میں نے امام احمد رضا کے
انٹرویو لیا ہے وہ پسند آیا یا نہیں، اس کی اطلاع مجھے ضرور کریں۔ اتنے تاریخی و تحقیقی نہیں
ملا ناز کی شرکت ملا کی زندگی کا انتہائی قیمتی سراہ ہے، میری شرکت آپ کو کیسی لگی
مجھے ضرور خبر کریں میرا پتہ دی جو المیزان کا ہے۔ اچھا خدا حافظ آپ کا اپنا ملا ناز
ماخوذ امت! انہار حق اعلیٰ، خالص الاعتقاد، المفوظ، اراۃ الادب، نعمان النسیب، حام الحرمین، حدائق بخشش، رواقہ طوطا، الوبار، وصایا شریف۔

ہر قسم کے

مضبوط، دیدہ زیب اور نفیس

بائسٹنگ کے لئے یاد رکھئے

فیاض بائسٹنگ ورکس

پروپرائٹ

ایم۔ الیاس

۶۲۴۔ اے بابورا و جگتا پے روڈ دھنس روڈ، مقابلہ گارلک اینڈ کمپنی۔ بمبئی ۴۰۰۱۱

فون نمبر: 374368

کلام الامام امام الکلام

تین شخص مفکر ملت سید حسن مثنیٰ اندام لے علیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں دور ہوں تم تو میرے پاس
مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا
گرداب میں پڑ گئی ہے شتی
کیا بھول ہے اچھے ہوتے کہلا
ان کے ادنیٰ گدا پٹ جائیں

سن لو میری ہکا ر آقا
تم سا نہیں غمگسار آقا
ڈوبا ڈوبا اتار آقا
دنیکے یہ تاجدار آقا
ایسے ایسے ہزار آقا

(۲)

دہا کیا جو دم کہے شہ بلحا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہر قطرہ تیرا
فیض ہے یا شہ نسیم نرا لا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علی کیا جائیں
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوا ملک کے عجیب
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اسکے خلاف
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں کرا
ایک میں کیا مرے عیساں کی حقیقت کتنی
دور کیا جانے بدکار یہ کیسی گمراہ
حرم و طیبہ و بغداد جہر کیجئے نگاہ
تیری سرکار میں لا تا ہے رضا اسکو شفیع

(۳)

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
جس خاک پر رکھتے تھے قدم سید عالم
تم جو گئی پشت فلک اس وطن زمین سے
اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا
اے مدعو خاک کو تم خاک نہ سمجھے
ہے خاک کے تعمیر مرزا شہ کوئین
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی

(۴)

غم ہو گئے بے شمار آقا
ہکا ہے اگر ہمارا پہلہ
مجموع ہیں ہم تو فکر کیا ہے

بندہ تیرے شمار آقا
بھاری ہے تیرا وقار آقا
تم کو تو ہے اختیار آقا

(۵)

لیطف ان کا کام ہو ہی جائیگا
جان دید و وعدہ دیا آپ
سا آلود امن نمی کا تھا قلم
یاد ابرو کر کے ترلو بلبلیہ
منقلب ان کی گلی میں جا پڑو
بادہ خوار کی کا سامان بندے تودو
اے رتھ ہر کام کا اک وقت ہے

شاد ہر ناکام ہو ہی جائیگا
نقد اپنا دام ہو ہی جائیگا
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائیگا
لنگرے لنگرے دام ہو ہی جائیگا
باغ غلہ اکرام ہو ہی جائیگا
شیخ درد آشتام ہو ہی جائیگا
دل کو بھی آرام ہو ہی جائیگا

(۶۱)

لہیات نظیولک فی نظر مثل تو نہ شدید ا جانا
جگ راج کو تاج تو رہے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
الحس علا والموج طغی من بے کس وطنان ہو شہر با
مجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پال لگا جانا
یا شمس نظرت الی لیلی چون بہ طیبہ اسی عرضی کبھی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں چڑی شربے نہ دن ہونا جانا
لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہا کہ نہ زلف ابراج مل
تو رہے چند چند پردہ کنڈل رحمت کی بھری برسا جانا
انانی عطیش و سحاک اتم اے گیسوئے پاک لے ابرو
برسن ہارے دم بھم دم بھم دو رو بند ادھر بھی گمرا جانا
یا قافلی زیدی ابلک رتے بر صرست تشنہ بیک
مور اجیرا لہجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
واھا سلویحات ذہبت آن عہد حضور باد گہت
جب یاد آوت ہو ہے کہ نہ پرت درد اوہ مدینہ کا جانا
القلب شیع و اطم شجوں دل زار چناں جان زیر چوں
یت اپنی بیت میں کا سے کہوں میرا کون ہے تیرے کو اہانا
الروح فذالک فخر جو قایک شعلہ دگر بردن عشقا
مورا تن میں دھن سب کھونک دیا یہ جان بھی پیا کر جانا
بس خامہ خام فوائے رقتا نہ یہ طرز مری نہ نہ نگ میرا
ارشا داجا نا طق تھا نا چارہ اس راہ پر ا جانا

(۶۲)

نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
اگر گلوں کو خزاں تا رسیدہ ہونا تھا
نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ
ہلال کیسے نہ بٹا کہ ماہ کامل کو
بجا تھا عروش پہ خاک خزاں پاک ناز
مرے کریم گنہ نہ رہے مگر آخر
رہنا جو دل کو بٹا تھا جلہ گاہ حبیب
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
گنہ راز مدینہ دیدہ ہونا تھا
نہ اس قدر بھی فر شوخ دیدہ ہونا تھا
سلام ابروئے شش میں خمیدہ ہونا تھا
کہ تجھ سا عروش نشیں آفریدہ ہونا تھا
کوئی تو شہد شفاعت چشیدہ ہونا تھا
تو پیرا سے قید خودی سے رہید ہونا تھا

(۸)

شور فخر سکر تھکتیں دواں آیا
جب بام تخیل پر وہ تیر جاں آیا
کچھ نصرت کے طبقہ کا عالم ہی نہ لالہ ہے
ساقی میں تیرے صدقے مئے رضاں آیا
سرتھا جو گرجھک کر دل تھا بوتیاں آیا
سکتہ میں پڑی ہے عقیل چکر میں گماں آیا

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہتے تو جہاں والو
لے طوق الم سے اب آزاد ہوا ہے قمری

(۹)

خواب حال کیا دل کو پر ملا کیا
نہ رشتے گل ابھی دیکھا نہ بڑے گل ہو گئی
وہ دل کے خون شدہ ارمان تھے حسین مل
چمن سے پھینک دیا آشیانہ بلبلیں
ابھی سن لے رہا جیتتی کہ کوئی نے

(۱۰)

بندہ غلے کو قریب حضرت قادریا
تیری مرہنی پا گیا سورج پھر اللہ قدم
تیری آمد بھی کہیت اللہ عمر کے کھٹکا
وہ کہ اس در کا ہونق خدا اس کی ہوئی
ٹھوکر نہیں کھاتے پھر وگے انکے در پر پڑو

(۱۱)

نہیں پاؤں جس سمت وہ دل شان گیا
لے خبر جلد کہ غیر کی طرف دھیان گیا
دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے ممو رہا
انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے

(۱۲)

تاب مرآت مگر کہ دیا بان عرب
الدر الدیہا چستان عرب
جوشن ابرو سے خون گل فرزدن گے
حسن یوسف یہ کٹیں مہر میں انگشت ناں
بزم قدس میں ہے یاد لب جان بخش حضور
کرم نصرت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں

(۱۳)

پھر اٹھا ولولہ یاد مدیناں عسرب
اب تو ہے گریہ خون گوہر داماں عرب
دل و دل دلی ہے جو آنکھوں جو حیران عرب
فصل گل لاکھ نہ ہو دھن کی رکھ آس ہزار
شادی خشر سے صدقے تین چھٹیں کے قیدی

کیا دیکھ کے جیتے ہے جو داس سے یہاں آیا
چھٹی لے بخشش کی وہ سرور رواں آیا

تمھارے کو چہ سے نصرت کیا نہال کیا
تفعلے لاکے قفس میں شکست بال کیا
فغان کو گور شہیدان کو پناہ کیا
اجازا خانہ بے کس بڑا کمال کیا
سگناں کو چہ میں چہرہ امرا بھی کیا

لمہ باطن میں گئے جملہ ظاہر گیا
تیری انگلی اٹھ گئی نہ کہ کلیجہ چر گیا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بہت تھر تھر کر گیا
وہ کہ اس در سے پھر اللہ داس سے پھر گیا
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا
میرے مولائے آقا ترے قربان گیا
سہرے وہ سر جو ترے قدوں پہ تارن گیا
للد الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
تم نہیں چلتے رہتا سارا تو سامان گیا

غاذہ نوے قرد در حیران عرب
پاک ہیں لوت خزاں سے گل بٹا عرب
اگر آزاد کرے سیر و خرامان عرب
سر گڑتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب
عالم تو میں ہے چشمہ جوان عرب
کہ رقتاے عجی ہو سگ حسان عرب

پھر کھنچا دامن دل سوئے باباں عرب
جس میں دو لعل تھے زہر لکے وہ بھی کاں عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو زبان عرب
پھولے پھلے ہیں بے فصل گلستان عرب
عروش یہ دھوم سے ہے دعوت مہمان عرب

اے خضرے خبر می اے ماہ لے خبر
گھرے ہیں چاندست سے بدخواہ لے خبر
اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر
نکٹا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر
میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر
تیرا ہی تو ہے بندہ درگاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
جنگل درندوں کا ہے میں بے یار و تہا
وہ ختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
مجسم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں
اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رشتا

کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو یہاں عرب
ساروں پر سے جہاں ابرہہ راں عرب
(۱۳)

خدا کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست
کون سے گھر کا اجالا تہیں زیبائی دوست
سایہ کے نام سے بیزاد ہے یکتائی دوست
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ میسائی دوست
انجی کر کے تماشا کرے تنہائی دوست
سجدہ کرواتے ہے کہہ سے جبینائی دوست
آپ گستاخ رکھے علم شکیبائی دوست

چرے ہوتے ہیں یہ کھلائے ہفتے پھولوں ہیں
ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رما

جو بون پر سے بہا چمن آرائی دوست
تھک کے بیٹھے تو دردل پہ تنہائی دوست
مہر کس منہ سے جلو داری جاناں کمر تا
مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
ان کو کیا کیا اور خلق ہنسی یعنی
شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور
ربخ اعدا کا رشتا چاہا ہی کیا جو جب انھیں

(۱۸)

رہ گئی ساری زمین عمر سارا ہو کر
رہ گیا بوسہ وہ نقش کف پا ہو کر
رہ گیا ہجرہ زوارہ مدینہ ہو کر
برسوں چمکے ہیں جہاں بلبل شیدا ہو کر
نہ ہو ز ندائی دوزخ تیرا بندہ ہو کر

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
وائے محرومی قسمت کرمیں پھر ابکریں برس
چمن طیبہ ہے وہ باغ کرمخ سدرہ
ہے یہ امید رضا کویری رحمت شہا

(۱۵)

طوبی میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھتے کو روح قدس سے ایسی شاخ
مولی گلبین رحمت زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثمان حیدر ہر اک اس کی شاخ
شارع قاعدتہ میں زلف و چشم درخشاں و لب ہیں
سنبل زرگس گل پنکھر یاں قدرت کی کیا پھولی شاخ
اپنے ان باغوں کا صدقہ وہ رحمت کا پانی دے
جس سے نخل دل میں ہو پیدا پیا دے تیری دلائی شاخ
ظاہر و باطن اول و آخر زینب فروغ و زین اصول
بارخ رسالت میں ہے تو ہی گل غنیمت جو پتی شاخ

(۱۵)

نہ ہے عزت و اعتلائے محمد
مکان فرش انکا ملک فرش انکا
خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
بسی عطر محبوبی کبریا سے
دم نزع جاری ہو میری زباں پر
میں قربان کیا پیاد ی پیاری ہیست
خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا
اجابت تے جھک کر گلے سے لگایا
رمنا پل سے اب دھج کر گئے گزرتے

(۱۹)

فلکت محترکون کر دے بہار عارض
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہار عارض
یوں قرآن کا وظیفہ ہے بہار عارض
آپ عارض ہو مگر آئینہ انوار عارض
مصحف پاک ہو میراں بہار عارض
کیوں نہ مصحف سے زیادہ بودا عارض
لیکھ اک جان چلا ہر شاہ عارض

نار دوزخ کو چمن کر دے بہار عارض
میں تو کیا چیز ہوں خود صاحب قرآن کو شہا
جیسے قرآن ہے ورد اس گل جوبی کا
طور کیا عرش چلے دیکھ کے وہ جلوہ گرم
طرف عالم ہے وہ قرآن ادھر رکھیں ادھر
ترجمہ ہے یہ صفت کا وہ خود آئینہ ذات
آہ لے مانگی دل کہ رشتاے محتاج

(۱۶)

گھر گھر شہ تی زیر پائے محمد
ملک خادمان ہر اے محمد
خدا چاہتا ہے رضا لے محمد
عبائے محمد قبائے محمد
محمد محمد خدا لے محمد
یہ آن خدا وہ خدا لے محمد
جو آنکھیں ہیں جو لعلائے محمد
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد
کہ ہے رب سلم خدا لے محمد

نہ ہے عزت و اعتلائے محمد
مکان فرش انکا ملک فرش انکا
خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
بسی عطر محبوبی کبریا سے
دم نزع جاری ہو میری زباں پر
میں قربان کیا پیاد ی پیاری ہیست
خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا
اجابت تے جھک کر گلے سے لگایا
رمنا پل سے اب دھج کر گئے گزرتے

(۲۰)

پامال جلوہ کف پابے جمال گل
اے گل ہمارے گل سے گل کو سوال گل
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل
ہر اشک لالہ نام پہ ہوا استمال گل
دوبلے بدر گل سے شفق میں ہلال گل
دیکھا نہیں کہ غار الم ہے خیال گل
کچھ رضا کو حشر میں خداں مثال گل

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی بر مثال گل
جنت ہے ان کے جلوہ سے جو پائے رنگ بو
رنگ مژدہ سے کر کے نخل یاد شاہ میں
میں یاد شہ میں روڈوں عمارت کریں ہجوم
ہیں عکس چہرہ سے لب گلگون میں سرخیاں
کر اس کی یاد جس سے طبع میں غزلیب
ان دو کا حد حق کو کہا میرے پھول ہیں

(۱۷)

للدے خبر مری للددے خبر

اے شافع امم شہ زیجاہ لے خبر

(۲۱)

لب پھول دین پھول ذوق پھول بدن پھول
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کہہ محن پھول
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھول چلے دہی پھول
کیوں غنچہ ہو کر شہر آقا کا دین پھول

سر تا بقدم ہے تن سلطان من پھول
نکا بھی ہمارے تو ہائے نہیں ہلتا
والدوں جالے مرے گل کا یسینہ
دل بستہ و خون گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت

دل اپنا بھی شیدائی کو اس ناخ پاکا
کیا بات رشتا اس چستان کرم کی
اتنا بھی نہ تو پہ نہ اے چرخ کہیں پھول
نہ رہے کئی جس میں ہیں اور پھول

(۲۲)

ہے کلام الہی میں شمس و صبحی ترے جسمہ زور فرا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دو تکی قسم
ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حق ادا کی قسم
وہ خدائے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و لقا کی قسم
ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محمد را ز ہے روح الہی
تو ہی سرور درود جہاں ہے شہا تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم
یہی عرض ہے خالق ارض و سما وہ رسول ہیں ترے میں بندہ ترا
مجھے ان کی جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفائی قسم
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پر پھر و سبھی سے دعا
مجھے جلوہ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم
یہی کہتی ہے بیل یاغ جنان کہ رضا کی طرح کوئی جو بیان
ہیں ہندیں داصف شاہ ہدی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

(۲۳)

دشک تر یوں رنگ رخ آفتاب ہوں
درخفت ہوں گوہر پاک خوشاب ہوں
دل بستہ بے قرار جگہ جاک اشکبار
میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
حسرت میں خاک بوسی طیبین لے رضا
دردہ تما جو اے شہ گردوں جناب ہوں
یعنی تبار رہ گذر لو تبار ہوں
خیر ہوں گل ہوں برق تیاں ہوں سجا ہوں
پر لطف جنت کہیں وہ عایینا ہوں
چٹکا جو چشم ہر سے وہ خون تاب ہوں

(۲۴)

پوچھتے کیا ہو عرض یوں کہ مصطفیٰ کیوں
دل کہے نہ کر کس طرح نے جلائے ہیں حضور
یاغ میں شکر و صل تھا میں ہائے گل
جو کہے شہر و اس شرعہ دونوں کا سینہ کو کر آئے
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی تیلے کیا کیوں
اے میں خدا لگا کے اک ٹھوکر اے بتا کیوں
لام ہے ان کے ذکر سے خیرہ یوں ہو کر کیوں
لا اے پیش جلوہ زمر مہ رضا کیوں

(۲۵)

پھر کے گلی گلی تنباہ ٹھوکر میں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تری گلی سے جلتے کیوں
رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوئے ہیں ان کے سائے میں کوئی نہیں جگائے کیوں

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں پھڑکے کیوں
جان ہے عشق مصطفیٰ روز و رات کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں
ہم تو ہیں آپ دل نگار غم میں ہنسے ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نہ ہمار خون ہمیں رلائے کیوں
فوش رہے گل سے عذیب خدا حرم مجھے نصیب
یہی بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں
ہے تو دمنا ترا ستم جرم یہ گر جلائیں ہم
کوئی بجائے سوز غم سا طرب بجائے کیوں

(۲۶)

یاد دہلی ستم کیا شدت ترم سے لائی کیوں
دل میں تو چوٹ ہی دہی ہائے غضب بھر گئی
نام مدینہ لے دیا چلتے گل نسیم خلد
کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہو میری نگاہیں
حسرت تو کا سانی ستم ہے دل بگڑ گیا
بیٹھ بیٹھ بے نصیب سپہ بلا اٹھائی کیوں
پوچھ تو آہ مرد سے ٹھنڈی ہو اعلانی کیوں
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہو انسانی کیوں
نہ کس سمت ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں
ایسے مرین کو رضا مرگ جواں سنا کیوں

(۲۷)

اصل صراط روح امیں کو تیر کیوں
ان فتنہ ہائے حشر سے کہہ دو حذر کیوں
بد میں تو آپ کے ہیں پھلے تو آپ کے
ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
حکاک رقتا ہے خنجر خونخوار برق بار
جاتی ہے امت نبوی فرس پر کر کیوں
نازوں کے پالے آتے ہیں رہ سے کر کیوں
ٹھکر دوں سے تو یہاں کے پلے رخ کھر کیوں
انکھوں میں آئیں سر پہ دین گھر کیوں
اعداسے کہہ دو خیر مٹائیں نہ شر کر کیوں

(۲۸)

دو سوئے لالہ زاد پھرتے ہیں
جو ترے دے یاد پھرتے ہیں
ہر چراغ مزار پر قدسی
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
کوئی کیوں پوچھتیر بات رقتا
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
در بدلیوں ہی خواہ پھرتے ہیں
کیسے پروانہ دار پھرتے ہیں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

(۲۹)

ان کی ہمت کے دل کے غم کھلائے ہیں
اک ہمارا کیلے آزار اس کے کتنے
ان کے تار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہو تنگ
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسائے ہیں
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلائے ہیں
جب باد آئے ہیں سب غم بھلائے ہیں
اب تو غنی کے در پر بستہ جلائے ہیں

وہی نور حق وہی ظل اب ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
ہیں انکی ملک میں آسمان کہ زمین نہیں کہ زمان نہیں
وہی لامکان کے ملک میں ہے سر عرض تخت نشین ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکان وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں
کروں تیرے نام پہ جان خدا نہ بس ایک جاں دو جہاں خدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروں جہاں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دورا نہ تو ہو کبھی نہ کوئی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ نال نہیں

(۳۲)

خدا کو پاس ادب رکھو جس جانے دو
سو کھی جاتی ہے امید غریب کی کھیتی
پہی آتی ہے ابھی وہیں جان شیریں
ہم بھی چلتے ہیں ذرا اقلے والو سٹھرو
دید گل اور بھی ڈھاتی ہے قیامت دل پر

(۳۳)

چن طبع میں سنبھل جو سنوارے گیسو
ہم سب کا روں پہ بارش عشق میں
آخر غم امت میں پریشاں ہو کر
سو کھے دھواؤں پہ ہمارے بھی کھم جو جا
کعبہ جان کو پھنچا ہے غلاف مشکین
سلسلہ پاک شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
دیکھو قرآن میں شب قدر ہے ماطلع نحر
تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رقتا

(۳۴)

یاد میں جسکی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
جس تم سے نہ گلستاں پہ گرائی سجلی
لاش آذیرہ قذیل مدینہ ہو وہ دل
عرش جس خوبی رفتار کا پایا مال ہوا
مرے ہر زخم جگر سے نیکو ہے صدا
جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہا
نہ خستہ نے اک آگ لگا رکھی ہے
چاک داماں میں نہ تھک جایاؤے دستخون

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
میرے کریم سے گزرتے کسی نے مانگا
ملک سخن کی سنا ہی تم کو رضا مسلم

(۳۵)

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگہ یزیدے پاتے ہیں شیریں مقلی ہاتھ میں
جو دشاہ کو شتر اپنے پیاسوں کا جو پا ہے آپ
کیا عجب اڑ کر جو آپ آئے سیالی ہاتھ میں
ابرنیاں مومنوں کو تیغ عسکریاں کفہ پر
جمع ہیں شان جمالی و جلالی ہاتھ میں
مالک کو دین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
سایہ انگن سر پہ ہو پرچم ابھی جھوم کر
جب لواء الحمد لے امت کا دالی ہاتھ میں
آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقت سنگ در جبین روضہ کی جالی ہاتھ میں
حشر میں کیا کیا امرے دار فک کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پاک کے وہ داماں عالی ہاتھ میں

(۳۶)

راہ عرفاں سے جو ہم نا دیدہ روح ہم نہیں
بچو ہر عرب ہے جس سے دریا بہ گئے
اوس ہر شری پر چلے پائے سوا تو سہی
ہے انھیں کے دم قدم کی باغ عالمین بہاد
سایہ دیوار و خاک در ہوا باب اور رضا

(۳۷)

وہ کماں حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
بہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں تنہا تیرے کلام پر ملیوں تو کس کو زبان نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان جس کا بیان نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں کوئی اور مفر مفر
جو وہاں سے ہو یہیں آئے ہو جو یہاں نہیں تو کہاں نہیں
کرے مصطفیٰ کی امانتیں کھلے بندوں اس پر ہر آیتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ان نہیں ارے ہاں نہیں

اے رضا وصف بخ پاک سنانے کیلئے

نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

(۳۶)

ساجو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
آب نرزم تو پیا خوب بھجائیں بیاسیں
زیر منبر آب طے خوب کرم کے چھینٹے
دھوم دیکھی ہے در کیم پہلے تالوں کی
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کیم
ایمن طور کا تھا رکن یانی میں فسر رخ
رقص بیل کی بہاریں تو مٹی میں دیکھیں
غور سے سن تو رضا کیم سے آتی ہے صدا

کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
اب مدینہ کو چلو صبح دل آدا دیکھو
آؤ جو دشہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
ابہر رحمت کا یہاں روز پرستا دیکھو
ان کے مشتاقوں میں حسرت پر پنا دیکھو
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
شعلہ طور یہاں انجمن آدا دیکھو
دلخون نابہ نشان کا بھی تر پنا دیکھو
میری آنکھوں میں مرے پیارے کا روضہ دیکھو

(۳۷)

پل سے آدا درواہ گزرو خبر نہ ہو
کا شمارے جگہ سے غم روزگار کا
فریاد ادا ہو کرے حال نادریں
کہتی تھی یہ برات سے اسکی برکتی
ان کے سوارضا کوئی حافی نہیں چلا

جبریل پر بھجائیں تو پر کو خبر نہ ہو
یوں کہیں لینے کہ جسکو کو خبر نہ ہو
مکن نہیں کہ غیر شبہ کو خبر نہ ہو
یوں جانیے کہ کمر و سفر کو خبر نہ ہو
گزرا کمرے پیر پر پیر کو خبر نہ ہو

(۳۸)

یا الہی ہر حکمت تیری عطا کا ساتھ ہو
یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
یا الہی سر دمیری پر ہو جب نوشید شہر
یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
یا الہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
یا الہی جب رتھا خواب گراں سے اٹھائے

جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
شاری دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو
سیدے سایہ کے ظل لواء کا ساتھ ہو
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو
رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

(۳۹)

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پر ہمیں گاری واہ واہ
خامسہ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
اشک شب پھر انتظار عفو امت میں ہمیں
میں فدا چاند اور یوں اختصار شمار واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیلے جھوم کر

ندیا بخیاب رحمت کی ہیں جھاری واہ واہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد ساری واہ واہ
مجرموں کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
طالع برگشتہ تیری ساز گاری واہ واہ
کیا مدینہ سے صبا آئی کچھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بو بھینتی پھیلتی پیاری واہ واہ
اس طرٹ روضہ کا نور اس سمت ممبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ
پارہ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفہ میں رضا
ان سگان کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

(۴۰)

رواق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ
جس کو قصر مہر سمجھا ہے جہاں اے منور
ان کے خوان چور سے ہے ایک نان سوختہ
بق انکشت نبی چکی تھی اس پر ایک بار
آج تک ہے سینہ میں نشان سوختہ
ہر عالم تاب جھلکتا ہے پلے تسلیم روز
پیش ذرات خزاں بے دلاں سوختہ
آتش گلہائے طیبہ پر جلانے کے لئے
جان کے طالب ہیں پیارے بلبلان سوختہ
اے رضا مضمون سوز دل کی رفعت کیا
اس زمین سوخت کو آسمان سوختہ

(۴۱)

سب سے ادنیٰ واعلیٰ ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیدا ہمارا نبی
بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
بجھ گئیں جس کے لئے سبھی مشعلیں
خلق سے اولیاء اولیاء سے وصل
حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
جیسے سب کا خدا ایک ہے دیے ہی
فروں بدلی رسولوں کی مٹوئی رہی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چلے مئے
لا مکان تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
غمزدوں کو رتھا غمزدہ دیکھ کہ ہے

سب سے بالاؤ بالا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی
نور ادل کا جلوہ ہمارا نبی
شمع وہ لیکر آیا ہمارا نبی
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
وہ ملیخ دل آدا ہمارا نبی
ان کا ان کا تمھارا ہمارا نبی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی
ہیکسوں کا سہارا ہمارا نبی

(۴۲)

کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکت کیا ہے

سرور کہوں کہ مالک و ثویٰ کہوں تجھے
جرمان نصیب ہوں تجھے امید کہوں
گلزار قدس کا گل رنگین ادا کہوں
صبح وطن پہ شام غربیاں کو دروں شرف
الدر سے تیرے جسم نور کی تابش
مجرم ہوں اپنے عفو کا سامان کروں شہا
لیکن رخصتے ختم سخن اس پہ کر دیا
باغ خلیل کا گل دنیا کہوں تجھے
جان مراد کان تنہا کہوں تجھے
درمان درد بلبس شیدا کہوں تجھے
بیس فزا گیسوؤں والا کہوں تجھے
اے جان جان میں جان بھلا کہوں تجھے
یعنی شفیق روز جزا کہوں تجھے
خانی کا بندہ خلق کا آغا کہوں تجھے

(۴۳)

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
کھڑے ہیں منکر نیک سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو اگر میرے پیمر کس سخت مشکل جواب میں ہے
خدا سے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو اگر شفیق محشر تمھارا بندہ خدا میں ہے
کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمھارا دل اضطراب میں ہے
کریم اپنے کرم کا صدقہ لیتے بے قدر کہ نہ شرم ما
تو اور رخصتے حساب لینا رخصتے بھی کوئی حساب میں ہے

(۴۵)

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے دا لو جا گئے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کا جل صاف ہر الین یاں وہ چور بلکے ہیں
تیری گٹھری ناکی ہے اور تو نے نیت نکالی ہے
بادل گر جے بجلی چمکے دھک سے کلجے ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھینا نک صورت کسی کالی کالی ہے
سامنے ماسٹی کہہ کے پکاروں ماسٹی ہو تو جواب آئے
پھر جھینلا کے مردے پٹکوں چل رہے مولی دالی ہے
وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول پرکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے
تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے مورج ہو
دیکھو مجھ بیکس پہ شب نے کیسی آفت ڈالی ہے
مولی تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رخصتے چور پہ تیسری ڈگری تو اقبالی ہے

ہم ہیں ان کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے
ان کی امت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا
یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے
زاہد ان کا میں گنہ گار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے
بے بسی ہو جو مجھے پرکشش اعمال کے وقت
دوست تو کیا کہوں اس وقت تنہا کیا ہے
کاش فریاد میری سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
یوں ملا ٹنگ کہیں معروض کہ کب مجرم ہے
اس سے پرکشش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا تہم کا ہے دفتر اعمال ہے پیش
ڈرا رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہ رسل
بندہ بیکس ہے شہار رحم میں وقفہ کیا ہے
سن کے یہ عرض مری مجھ کرم جوش میں آئے
یوں ملا ٹنگ کو ہوا رشتہ دھتھر نا کیا ہے
کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے
ان کی آواز پہ کہ اٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کہ یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے
پھر مجھے دامن اقدس میں پھپھالیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے
چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم
حکم والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے
یہ سمان دیکھ کہ محشر میں اٹھے شور وادہ
چشم بد دور ہو کیا شان ہے تہہ کیا ہے
اے رخصت جان عنادل ترے نغموں پہ نثار
بلبل باغ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے

(۴۴)

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
ادھر سے تھیں نذر شہ نمازین ادھر سے انعام خردی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پھلوں پر پڑے تھے
زبان کو انتظار گفتگو گوش کو حسرت شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سنی چلی تھے
خدا کی قدرت کے چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے ترکے آئے تھے
نجی و رحمت شفیق امت رہنا یہ للہ ہو غایت
اسے بھی ان خلعتوں سے جو خاص صفت کے واں پڑے تھے
شانے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہو س نہ پروا دی تھی کیا کیے قافیے تھے

(۴۷)

الہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ انسان بہنیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بنا تا ہے نہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(۴۸)

کعبہ سے اگر تہمت ش فاضل ہے کیوں بائیں طرف اس کیلئے منزل ہے
اس نکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مژد دل ہے

(۴۹)

تم چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے کیونکہ کہیں ساعت سے قیامت ٹل جائے
للہ اٹھاؤ رخ روشن سے نقاب مولیٰ مری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

(۵۰)

یاں شبہ شبیہ کا گزرنا کیسا ہے بے مثل کی مثال سنو زانکیسا
ان کا متعلق ہے ترقی پہ مدام تصویر کا پھر کہئے اترا کیسا ہے

(۵۱)

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
ہر جبرخ نبوت پہ روشن درود گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
شہسوار ادم تاجدار حرم نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
نقطہ سر وحدت پہ پیکتا درود مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعت شمس و مشق القمر نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
عروش تافرش ہے جس کے زیر نیکیں اوسکی قاہر و یاست پہ لاکھوں سلام

فتح باب نبوت پر بے حد درود
وصف جن کا ہے آئینہ حق نما
جن کے آگے سر مردان خم رہیں
جسکے ماتھے شفاعت کا سہارا ہوا
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
وہ زبان جسکو سب کی کنجی کہیں
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
وہ دعا جس کا جو بہ ہمارا قول
کل جہاں ملک اور جگہ روٹی غذا
الہ الدود وہ بچھنے کی پھین
جسکے گھرے میں ہیں انبیاء و ملک
جسکے آگے کھڑے کر دین جھک گئیں
مجھ سے خدمت کے قدس کہیں ہاں افتا

ختم در رسالت پر لاکھوں سلام
اوس خدا سا نزولت پہ لاکھوں سلام
اوس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام
اوس جہن سعادت پہ لاکھوں سلام
ان لیوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اسکے خطبے کی سببیت پہ لاکھوں سلام
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
اس جہا نگیر لعنت پہ لاکھوں سلام
اس قداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

تم غلاموں کا نقش قدم ہر راہ خدا
مدینہ جان جہاں ہے وہیں لیں
مگر خدا پر جو دھبہ دروغ کا بھوپا
رضا کسی مگ طیب کے پاؤں بھی جو مے

وہ کیا پہنکے جو یہ سراغ لے کے چلے
جھین جوں جہاں موئے زلف لے کے چلے
یہ کس لہجے کی غلامی کا دارغ لے کے چلے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

(۵۳)

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد انکی حیات
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
اور دن کی روح ہو کتنی ہی لطیف
یہ ہیں جی ابدی ان کو رضا

مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
مثل سابق وہی جسمانی ہے
جسم پر نور بھی روحانی ہے
ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
صدق وعدہ کی قضا مافی ہے

(۵۵)

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
قرآن سے میں نے نصرت کوئی نہ سیکھی

بچا ہے المنة للمد محفوظ
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

(۵۶)

تو شہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
دوسرے کی رہ نعت میں مگر حاجت ہو

افغان دل زار ہدیٰ خوان بس ہے
نقش قدم حضرت صالح بس ہے

(۵۷)

کس درجہ ہے روشن حق محبوب الہ
کڑے یہ نہیں میٹے ہیں اس گل کے رضا

جامہ سے عیاں رنگ بدن ہے والد
فریاد کو آئی ہے سیاہی گناہ

(۵۸)

ہے جلوہ گہ نور الہی وہ رو
آنکھیں یہ نہیں تیرہ مڑگاں کے تریب

تو سین کی مانند ہیں دروں ابرو
چہرے تین فضائے لامکاں میں آہو

(۵۹)

مردوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
تمہیں نے اس سایہ کے دو حصے کئے

وہ سایہ تھا جلوہ گزیدات حسنین
آدھ سے حسن بنائے آنکھ سے حسین

(۶۰)

دنیا میں ہر آفت سے بچا نامولی
بیٹھوں جو در پاک پیمبر کے حضور

عقی یہ نہ کچھ رنج دکھانا مولی
ایمان پر اس وقت اٹھانا مولی

(۶۱)

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کرنے معاف

غفران میں کچھ خسرج نہ ہو گا تیرا
جس میں ترا کچھ خرچ نہیں دے مولی

(۵۳)

لہجہ میں رنج نہ کا دارغ لیکے چلے
اندھیری رات ہی تھی چراغ لیکے چلے

امام احمد رضا

کے

دینی، علمی، تحقیقی، تجدیدی، ادبی، بیش بہا کارناموں کی

عالمی سطح پر اشاعت کیلئے

آل انڈیا سٹی لیگ اور ادارہ ماہنامہ المیزان ممبئی کی

جہد مسلسل

پر

ہدیہ خلوص پیش کرتے ہیں

مسز اکبر حسین طیب اینڈ کمپنی

تاجران

کارو گیٹڈ آئرن شیٹس

محمدی اولڈ ٹمبر مارکیٹ، روبرو چھوٹا سونا پور، کپلے ہاؤس مولانا شوکت علی روڈ بمبئی ۸۰۰۰۰۴

ٹیلیفون: آفس۔ ۳۳۳۴۹ مکان۔ ۳۷۳۰۹۳

اے امام ہدیٰ وارث انبیاء عارف کبیر عاشق مصطفیٰ
تجھ کو کہتی ہے دنیا امام رضا تجھ سے اسلامین کے مقدّر کھلے

تجلیا حریٰ

۱
الامام احمد رضا اور مفتی الملکۃ السید احمد زینتی دحلان

۲
امام احمد رضا اور مفتی مکسید احمد زینتی دحلان

۳
امام احمد رضا علمائے عرب و عجم کی نظر میں

الامام احمد رضا مفتی مکہ السید زینی دحلان

رئیس القلم السید عبد الکریم السید علی الهاشمی
کارواری بمبائی -

An Arabic article on a hidden aspect of the life of Imam Ahmed Reza Khan connected with his visit to Medina for Ziarat in 1869 when he met along with Mufti Mecca Syed Zaini Dahlan the Ottoman Caliph Sultan Abdul Aziz and also the next would be Caliph Sultan Abdul Hameed Khan the last Caliph of Islam.

On this occasion Imam Ahmed Reza Khan officially confirmed as a Mufti from India, the old Sunni Dogma of

وجوب سلام بقیام علی النبی علیہ السلام

By

Syed Abdul Karim Hashimi,

M.A.

بسم الله الرحمن الرحيم وهو حسي ونعم الوكيل - الحمد لله الذي من علينا برسوله وهذا انا الى سواء سبيله واخرى تاتعظم
وتكبريه وتجيئه وفرض علينا (اي كل مومن ومسلم) ان يكون احب اليه من نفسه والويه وخليه وجعل اتباعه سبيل
لمحبة الله وتفضيله (وايضا الانقياد له والاستسلام والتقليد والتسليم لذاته وصفاته ورفعه وعظمته بعد عظمه الله
جل جلاله سبيل لتعظيم الله) ونصب طاعته عاصمة من كيد الشيطان وتضليله ويعني عن جملة القول وتفضيله رفع ذكره
اشئ عليه في محكم الكتاب وتنزيله صلى الله عليه وسلم صلوة دائمة بدوام طلوع الفجر واوقوله وبدوام قرينه من ربه وقرب ربه
منه وبما بيته وبين ربه (من الاسرار) لنفد البحر قبل ان تنفذ كلمات ربي "وما نفدت كلمات الله" وفي مع الله وقت "كنت نبيا واد
بين الماء والطين" وانك في عينينا ذلله الغيرة جميعا والفرقة لله ورسوله) وبدوام ملك الله رب العالمين الذي خلقه من
جلاله وزينه بجماله وتوجه ليكمال واهله لروية ذاته وجعله محلا لاسماؤه وصفاته وبدوام ظهوره
يظهر من تحريف اسمائه وشهوس افلاك صفاته وجوامع كماله بجلاله وجماله في غيب حضرة ذاته - اما بعد - الحمد
لله على رحمته بواسطة ما اشرت اليه بقوله "ان رحمة الله قريب من المحسنين" وبقوله "صدقت يا ادم انه لا حب للخلق
الى اذسا لتي بحقه قد غفرت لك ولولا الحمد ما خلقتك وهو آخر الانبياء من ذريتك ..."

اليوم عدد الناس في الارض يكون اربعة الف مليون ومنهم ٤٢٥ مليون يدعون بدين الاسلام واديان
اخرى من الملل واهواء النحل والباقيون لادين لهم ولا مذهب ولا ملّة وهم الملاحدة والدهرية ولا أدريّة اى
الناس بعدم الاعتقاد بالله تعالى الذي نزل الكتاب على قلب محمد وهم الكوميونستس يعني شيوعى اشتراكى متطرف و
هم مشركون كما قال الله تعالى "وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون"

نحن بنى ادم محصورين اليوم بين قوتان عظيمتان متعاضات منافضتان ونحالفان احدهم السلطات
الاصحاب الاديان السماوية ومذاهب الارضية وهم الراسماليون سيمى كاييتلستس والثاني سلطات الاصحاب الاشتراكية
وهو الكوميونستس الراسماليون (الحق ولا واحد منهم غير داس المال) لان الدول الارباح المال والتمويل والتجنيد تملك
اكثر الاله (ما فوق من عشرين الف طن) والفضة والجواهرات (من كنوز الملوك القرعنة واليونان والروم
والهند وغيرهم) والقصور والعقار والاراضى الزراعية وفبارك والنيوك والشركات المعادن والبواخر وسكن الجبل
والطيارات وغيرهم وكل ثروة البلاد براء ونجرأتى بيد الحكومة والاهراء والتجار ويبقى الرعية فقيرة (مثل ذلك
اليوم في المسلمين ملكة السعودية العربية ومجرى وكويت وامارات المتحدة العربية وفي غير مسلمين ولايات
المتحدة الاميركية) كذلك الحال في بلدان الكوميونستس - هناك ايضا كل شئ يبقى بيد الحكومة فقط والرعية
مالها اى ملك وهم مبسوطين ومطمئنين باحوالهم لان الحكومة لادينية يزين لهم حيا تهم الدينية
وليس لديهم اى مشروع للعقبى لانهم لا يعتقدون بالآخرة ويطنون ان امل العقبى خدع عظيم والسرعية في
بلدان كاييتلستس ايضا يعيش مطمئنة لان لهم رعية الدين باهل العيشة الراضية في الحق فقط وفي بلدان
كوميونستس العمل بالدين ممنوع لانهم يعتقدون ان اديان السماوية والسفلية غير عقلية وباطل بكونهم مخيف
وغير معقول وان الراسماليون يلعبون بهم وبرقة الاحساس العواطف الدينية ولهذا الزعماء يسئلون الناس بالدين لما يكفي لنا
فقط مبدأ تعليمي وقانون من عقائد كارل ماركس الفيلسوف المانى عن المساوات الانسانية والاخوة والاتحاد والحرية بان حياتنا هي حياة الدنيا
فقط ولا بلت لبعده

نسمع ان الى عام ١٩١٠ ميلادى العدد المسلمين في بلدان كميونستس كانت يقوى ٤٠٠ مليون ستنى حنفى واليوم هم اقل من اربعمائة
وهم ما يعرفون الصلاة والحج وفي بلدان كاييتلستس هناك ١٠٠٠ مليون مسلم وفيهم السنيون يزيدون سبعين في المائة ومنهم الحنفيون
يزيدون سبعين في المائة والوهابيون اقل من عشرين في المائة - وهم يظنون ان اهل السنة قد ارتدوا عن اسلامهم

وصاروا من اهل الشرك والزنيغ واهل البدعة (رأيت كتاب الدولة المكية بالمادة الغيبية مصنف امام اهل سنت مجد دملت اعلى حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قادري رحمة الله عليه - قد افنت بطبعة جديدة بالأوفست حسين حلمي بن سعيد استانبولي سنة ١٩٧٥م - ووجدت فيها هذا "... ولا شك ان فرقة الوهابية اشقى الناس بحسد هم لرسول الله) بناء على ما قال مولانا احمد رضا خان لا شك ان فرقة الوهابية في الهند (اي ديوبندية ندوية اصلاحية ولبية من مدرسة باقيات الصالحات وغيرهم) نحن نقول ان اشقى الناس بحسد هم اهل السنة والذين هم اسعد الناس بحبهم لرسول الله - لانهم يعتقدون ان السنن مشركون -

اول من حكم على اهل السنة انهم مشركون هو امام (اعظم الامة الوهابية) عز الدين ابن عبد السلام قاضي القضاة دمشق هو الذي بدأ من هب الوهابية باسم طريقة الاصلاح في الدين وحياء السنة فاصححوا بطل بدع كثير منها صلاة الرغائب وصلاة نصف شعبان لان (كما قال القاضي) ما يفعله الناس (اي اهل السنة - منهم بالخاص الاتراك الاحناف) من احياء نصف شعبان والدعاء فيها بهذا الدعاء المعروف لا اصل له في الدين وايضا قال ان العلماء متفقون على انه من المحدثات اي البدعة (و خلاف السنة - كان القاضي مع التصاري في حروب الصليبية وخلاف الاحناف الاتراك وكان موجودا بالدمشق لما سيدنا سلطان ركن الدين بيبرس اتهم جنود الصليبيين واكثر في معركة عين جالوت وهي نصرة عظيمة للاسلام فلما وقع الخلاف بين القاضي وبين ملك صالح اسماعيل اعلن اسقاطه من الحكم في الخفية والملك حاضر في المسجد فاملاكت قبض عليه وجسه فضع الناس وتكلم العلماء فيها وعند الملك وفود من الافرنج يطلبون اطلاق القاضي من السجن وقالوا ايضا "والله لو كان هذا القاضي قسيسا لجلسنا لرجليه وشربنا ماءهما..." هذا عقيدة الوهابية وهم يقولون ان مذهبهم السنة النبوية وطريقتهم الطريقة المحمدية وان هم اخذوا الطريقة المحمدية من امامهم الاخير محمد بن عبد الوهاب النجدى وهو اخذ من شيخه الشيخ محمد حيات سندى (نزول مدينة) وهو اخذ من ٢٧ مشايخ (كلهم نزول مدينة) وهم علماء الحديث في المدينة (هؤلاء ٢٧ كانوا محدثين الكبار ومدرسين في مدرسة الحديث - استست بواسطة الكتاب تقوية الايمان وامانا احمد رضا خان كان محارب كحركة صورية مع تلك المذهب في الهند) وهم ٢٧ محدثين العظام اخذوا من امام ابن كثير المتوفى سنة ٧٤٠ هـ وهو اخذ من جداه امام محمد الدين ابن قيمية وهو اخذ من شيخه عز الدين ابن عبد السلام المتوفى سنة ٦٧٢ هـ - لما حرق المسجد النبوي في مكة (يوم الجمعة اول رمضان - هذا هو المسجد بناها مهدي بن منصور خليفة عيسى - احرق كل شيء في المسجد سوى الصندوق المصاحف القرآن وجدع الخزانة وهدم قبر النبي وايضا قبور الصفيين) قام السلطان ركن الدين بيبرس بتعمير الجديد وعمرانه وقام القاضي عز الدين عليه واعلى ان السلطان فاسق ومشرک بعد قبر النبي واعلى اسقاطه من الحكم - كان السلطان يخاف من القاضي - لما توفي القاضي بمصر وهرت الجنازة تحت القلعة وشاهد الملك كثرة الخلق الذين معها من المسلمين والنصارى قال لبعض اخوانه اليوم استقر امرى في الملك لان هذا الشيخ لو كان يقول للناس اخرجوا عليه لانتزع الملك مني - وبناء على ذلك بدأ الحرب بين الوهابية (اي جماعة القاضي عز الدين) والاحناف من سنة ١١٦٢ هـ لما كانت المسجد النبوي يتلى بالرائين خصوصا لاهناف الروم الاتراك الذين كانوا يعتقدون ان التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبي عليه الصلاة والسلام واقع في كل زمان ومكان وحال قبل خلقه وفي مدة حياته (طوله مليون عام لما قال الله تعالى كنت كنزاً رحمة مخفية فاجبت ان اظهر نفسي) في الدنيا وبعد موته في مدة البرزخ وبعد البعث في عمر صافات القيامة - ولا زال هذا الحرب جاري الى اليوم وبناء على هذا احارب امامنا احمد رضا خان مع الوهابية في الهند الى اربعين عام بعد رجوعه من الحج الاول في سنة ١٢٨٧م وبعد النقائه مع شيخه مفتي مكة السيد احمد زيني دحلان المكي الذي هو كان اشد الاعداء الوهابيون الاصليون اي اهل النجد - الوهابيون في الهند كانوا مثل بناسيت الى سنة ١٢٨٥ هـ ولاكن اليوم هم اشد من النجديين في الارثوذكسى اي استقامة الراى والنجديون صاروا اليوم بناسيت وهابى - لهذا هنا سوالان عن الوهابيون عموما (الارثوذكسى اي قيراط و٤٠ قيراط) هل هم فرقة من ٧٢ فرق الاسلام ؟ بالطبع الاجابة تاتي بالايجاب على هذا السؤال - هل هم مع اهل السنة واهل السنة بنفسهم ؟ بالطبع

الاجابة تأتي بالنفي لان هناك توحيد بين الوهابية والبريطانية تحت شعار واحد واهداف واحدة. بناء على ذلك نقول ان المذهب الوهابي اذم اسلامية ليست دين مستقل بل هو فرقة من اهل السنة والجماعة من منذ سنة ١٢٠٢ هـ وهم شيعة اخرجت من سلال اهل السنة والجماعة من منذ سنة ١٢٠٢ هـ وهم الذين وضعوا هذه المذهب في شكله الحديث في ٧٢ هـ فرقة وهم شيعة اخرجت من سلال اهل السنة والجماعة من منذ سنة ١٢٠٢ هـ وهم الذين وضعوا هذه المذهب في شكله الحديث

ايضا يجدون الوهابية ويقولون ان الاحناف في تركستان الروسى ايضا كانوا يعبدون القبور اما ما ادري ما هو السر ان المراسلين وايضا الكويشيس والوهابيون كلهم يكفرون القبور البتة كان اما ما احمد رضا خان يعرف السر ولا جل ذلك هو قام ضد الوهابيون الذين قتلوا الانبياء والاوصياء وفي الجواب في رد قولهم ان عوس القبور شر قال قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تتولوا قوما غضب الله عليهم قد يسيروا من الآخرة كما يمشي الكفار من اصحاب القبور رد الوهابية قالوا ان النبي قال: اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبورا للنبيا فمسا جسد - ولهذا قالوا اشتد غضب الله على الاحناف الاتراك بانهم اتخذوا قبور النبي مسجدا وايضا قالوا ان الخلفاء العثمانيون قد جعلوا مسجدا للنبي كهيكل دانيال وكنيسة يوروثة

بد أمذهب الوهابية في قناع التنكر والتخديعة الدينية السياسية المدسيسة في سنة ١٢٠٢ هـ من نجد والسنه ١٢٠٢ هـ تقدم بسرعة الى القوة الهاككة حتى تغلب على اهل السنة في العالم وفي نفس العصر المحدثات الامور صار لظهور الوهابيون (اي جماعة دينية وسياسة المخطوطة) في نجد وهم اسسوا الجمعية الاخوان باسم التوحيد الخالص وتوحيد العربي لاحياء الدين وتنقية وتطهير الحرمين الشريفين من دنس الشرك ونجاسة الاشرار (اي كما يقول علماء الشريعة والحديث) اتخذوا غير الله تعالى الها او عبادة غير الله تعالى وهدم خلافة العثمانية التي كانت عند خلافة المشركين اي خلافة الاحناف من الجهم الذين يعبدون مع الله الها آخر اي محمد رسول الله جل جلاله وعمره وولده ويشكون لعبادة وبهم احدا اي رسوله - هذا هو سفسطة الوهابية لانهم يعلمون ان الله لا يصلى على غير الله قط وعنى الله آخر واحد هو الشيطان الرجيم فقط - وفي نفس العصر طبع شمس الاتحاد الكومينزم من المغرب بكرامة كارد ماركس اليهودى الا لاني الذي نشر برودكول الاشتراكي الشيوعي في سنة ١٨٢٠ م - اخبرني استاذي شيخ الاسلام حنفي الشيخ امين سويد مشق المتوفى سنة ١٢٠٢ هـ ان الوهابيون (من نجد وهند) قد قاوا في الحيلة والخذعة والمكر والدعاؤوسيفر المشهود (LUCIPHER) باسم غوكبريت ونجمة المسار اي مساء الدنيا وصبح الآخرة وبعد ذلك صار مستحيل لاهل السنة ان يبتلوا سحرهم وسندهم وغلبيتهم وسلطتهم بالاسم والدينية باسم الدين واحياء السنة النبوية والتوحيد الخالص ضد سنة الصعابة وتوحيد المسلمين - وبعد ذلك صار الهزيمة لاهل السنة وما كان لهم اي قوة لدفع السلطة الوهابية على نيت الله المقدس ومسجد النبوي الشريف ولوا انهم عرفوا بالجد (حبيب الله) السيد احمد دحلان واحمد رضا خان - كلاهما كانا عاشق النبي وحب النبي اكبر وثيقة اعتماد عند الله) ان الوهابيون قد قاموا لهدم قوة الاحناف الاتراك عثمانيون وهدم خلافة الاسلام التركية التي أسست في سنة ١٢٠٢ هـ وهدم في سنة ١٢٠٢ هـ بعد ثورة الفلاحين والحرب (المسلمين والنصارى) واليهود كلهم ساءى اي بنى سام ابن نوح عليه السلام) وثورات النصارى في بلقان بسبب التوحيد النجد والبريطانية وتوحيد العرب مع الحلفاء الغرب ضد الاتراك الذين كانوا رباب البيت ورب العالمات لاحتاف العالم الحرب الاول بين الوهابيون والسنينون ابتدأت في سنة ١٢٠٢ هـ في مكة المكرمة في ايام الحج وهذا الحرب كانت بالكلام اي باللسان فقط اي المباحثة والمجادلة يسمى مناظرة - الوهابية غلبوا في هذا وصار انفتح لاهل السنة وبعد ذلك هجموا الوهابية بالسيوف والبنادق والمدافع وقتلوا مائة الف مسلمين من سنة ١٢٠٢ هـ الى سنة ١٢٠٢ هـ و اخيرا صار لاهل السنة والجماعة انهم مروا اهل السنة هزيمة شنيعة - لما طبع كتابها در نواب بهو قال صديق حسن (وكيل بريطانيا العظمى في الهند) ثلاثة تفاسير القرآن وفي هذا التفاسير

تقريباً عشر المحتويات محرفة - عندي شهادة ان صديقي حسن قد حرق تفسير ابن كثير وتفسير قاضي شوكانى وتفسير شهاب الدين اوسى المسمى روح المعاني - هذه التفاسير المطبوعة جدا غير ومختلفة عن المخطوطات الاصلية الكائنة في دار الكتب القديمة -

ان الذين جاهدوا وحاربوا بالقلم وبالسيوف في الجهاد ضد الوهابية هم اهل السنة وعلمائهم الكبار ورؤسهم في طليعة الاخيرة (مالناى طليعة اليوم) كان مولانا سيد احمد زينى دحلان المكي (وهو معروف عند الوهابية باللقب السيد الفساق والجزار الطغام وامام ضلالهم ويدعهم احمد زينى دحلان) والذي جاهد في الهند اشد الجهاد قبل سنة ١٨٨٦م

احمد رضا خان بريلوى المولود في سنة ١٨٥٦م وهو كان فقيه وشارع الكبير ومفتى وايضا صوفي وهو اخذ الطريقة الصوفية من مشايخ طريقة القادريية وادخله درس السياسة الدينية من علماء الحرمين الشريفين وكان شيخه الكبير والمرشد الشيخ الاوحد مفتى مكة (في عهد خليفة سلطان عبد الحميد خان) السيد احمد زينى دحلان المتوفى سنة ١٨٨٦م. كما كان يقولون الوهابية في العرب ان السيد احمد زينى دحلان كان مشركا الوهابيون في الهند يقولون ان احمد رضا خان ايضا كان مشركا "بدعتى" بانه كان ضد الوهابية (في العرب والهند) وكان مع الاتراك ضد الافرنج كما كان زينى دحلان ضد الافرنج ومع الاتراك. ولولا هو قايح لسيد المكي ما كان له ممكن ان يسير في طريقه ويثبت اهام هجوم الوهابية (من مدارس دهلى بهو قال دليوبند ولكنواى السادة ومدبسة باقيات الصالحات وغيرهم) ويصير امام السنة وناصر الايام الاعظم ابو خيفة في الهند - ولوان قد اجتهدوا السيد احمد زينى دحلان واحمد رضا خان والوف من علماء اهل السنة تحت قيادتهما بهدم مذهب الوهابية ما كان لهم حظ النجاح المقصود بسبب انه كانت الامبراطورية البريطانية العظمى مع الوهابية في العالم بسبب التوحيد (اي الاتحاد والاتفاق) بينهم والميثاق تحت مشروع سياسى واحد واهداف واحدة ضد الخلافة العثمانية الخفية من سنة ١٨٤٥م حينما فتح السلطان محمد الثانى الفاتح عاصمة الامبراطورية البيزنطية المسمية اى القسطنطينية وسماه آستانه العلية واسلام بول واستنوبول المسمى فيه قصص توب كاني وفيه اثار المقدسة لتكري النبي - لهما دار الآستانه عاصمة الخلافة عطلت التجارة بين الشرق والغرب من طريقين مشهورين تجارة الحرير والطيب والبخور وبسبب ذلك اضطروا والاوربايون ان يفتشوا طريق البحر الى الشرق فوصل قاسكوڤى جاما البرتغالى الى كوشين في مالابار في ١٤٩٦م والى ستالنته كانوا العرب في سواحل الخليج الفارس (اليوم خليج العربي) مع الاوربايون وضد العثمانيين الاتراك (الاحناف).

كان الامير عبد العزيز بن محمد السعود المتوفى سنة ١٨٠٣م (هو الذى هجم على مكة في سنة ١٢١٢م وقل سنين كانهم الكفار والمشركون) مع البريطانية العظمى ضد الاتراك وكذا ذلك كان السلطان عبد العزيز بن سعود المتوفى ١٢٥٢م تحت حماية الافرنج من منذ سنة ١٨٠٢م وبسبب ذلك لما هوجمتم مملكة الحجاز وانهزم وطرد وكيل الخلافة العثمانية الشريف المكة السيد حسين الهاشمى اول من تعهد رسميا مع الوهابيون القابضون على الحرمين الشريفين في سنة ١٢٢٤م هى حكومة بريطانية واول ما فعلوا الوهابيون لهدم كل شئ من دستور اهل السنة (خصوصا للتابعين السيد احمد زينى دحلان واحمد رضا خان) هو منع جلوس المحمل الشريف لكسوة الشريفة للكعبة المشرفة وهذا هو اول هزيمة المهينة لاهل السنة وبعد ذلك منعوا الوهابيون دستور تشفع والتوسل والاستغاثة والاستعانة بالنبي عند قبرة المقدس وايضا دستور وجوب السلام بالقيام على النبي عليه السلام شريفا وتطيما وتسليما اى بالتقليد والانقياد واخلاء المراسم والقلوب والروح لديه وايضا منعوا اللمس والتقبيل الشيكاة المباركة في درابزان الشريف

حول حجرۃ الشریفۃ فی مسجد النبوی الشریف۔ وایضا قطعوا حلقة الباری شکل الهلال فی "یا رسول اللہ" مکتوبۃ (منقوشہ) فی محاریب الروضۃ المقدسۃ۔ وكان هذا القانون الحديث الشیعی لمنع الاشراک والبدعة بالجور والاکرام علی اهل السنة من محدثات الامور كان هذا من اعظم مآساة الفاجعة الکارثة لاهل السنة خصوصاً علی البریلویہ الملقبین برضا خانیتہ۔ كما هم یلقبون الوهابیۃ فی الهند اسماعیلیہ رشیدیۃ قاسمیۃ امیتھیویۃ وغیرہ۔ هناك فرق بین بین الوهابیوں العرب والهند۔

كان السلطان جلالة الملك المعظم عبد العزيز بن سعود وهابی شديداً واورتو دو كس قاسي وصعباً تصديق ومتوقد الذهن الى سلكهم (وهو كان سلطان التاسع عشر من سلالة آل سعود وهذا عدد داروغات جهنم) ولما كان عمره ٦٨ اى خمسة سنين قبل موته لين الله قلبه وهو صار مثل اهل السنة ومن بعده صار جلالة الملك المعظم المحبوب فيصل ايضاً جميل ازيد من ابيهم الى اهل السنة وادان ان ينقل جميع الآثار المقدسة لذكرى النبي من قصو توب كافي في استنبول الى مكة لاجل الحجاج الكرام ان يزوروا نهم وهذا اعظم دليل ان الملك فيصل المحبوب تذكراً لجميل والمجيد هو انقاذ وحصول جامع القرطبة في الاسبانية الاندلس القديم للمسلمين هو اشترى المسجد بستة مائة مليون ريال وعمرها عملان جديد وكذلك هو كان حريص على انقاذ المسجد الصخرى المبارك ومسجد الاقصى المقدس ومسجد سيدنا عمر في نيت المقدس۔ فلما نشر هذا الخبر في الجرائد ان ملك فيصل صار يعظم شعائر النبي اى الآثار المقدسة في استنبول ويريد يحولهم الى المكافاة علماء الوهابيون عليه وبعضهم في الهند كتبوا في الجرائد ان الملك لم يكن صافي النية بل يريد ياخذ الآثار ويقتيرهم۔ هذا دليل واضح ان كل من هو وهابى ليس بامين لسيدته وكلهم منافقين الظانين بالفصل ظن السوء كما هم الظانين بالنبي ظن السوء ولولا هم منافقين ما كتبوا في الجرائد ما كتبه۔ هذا دليل واضح ايضا ان الملوك الوهابية قد تركوا مذهب ٢٧ محدثين الكبار في المدينة الذين كانوا في اوائل القرن الثانی عشرة الظانين بالنبي ظن السوء ولاكن الوهابية في الهند لا زال يتبعون تلك الشياطين الانس۔ فويل للمصلين الذين هم عن صلاحهم ساهون الذين هم يراون وما يصلون على النبي كما امر الله تعالى عز وجل صلوا عليه وسلموا تسليماً اى صلوا على النبي وقوموا لتعظيمه لما يقوما المسلمين عند ذكره الخاصة۔

لما جاء الخبر ان الملك فيصل قد عشق على آثار النبي في TOPKAPI (وكذا الوهابيون) كان ضروري على اهل السنة ان يقولوا مرحبا بل يا فيصل عافاك الله ذكرك حبذا حبذا استمر يحون الله تعالى ونحن معد لاننا نريد نرثر آثار النبي في الحرمين الشريفين۔ انا متأسف جداً ان اهل السنة في العالم ما درسوا وما عرفوا نية ملك فيصل وفقدوا الفرصة الجميلة (اجلال ذكرى النبي صلى الله عليه وسلم) ولما هم يقولون بالجهد انهما في جلوس مولد النبي نبي كادا من تهين جمهوري كى اى ما نترك وذرۃ النبي يخرج من ايدينا تابع الاموال لله تعالى واعتصموا بحبل الله جميعاً ومعنى جميعاً نحن اهل السنة والحنفاء بكوننا الاكثرية (السواد الاعظم) هذا هو الحقيقة ما سوف عليه اننا قد فقدنا الفرصة ولاكن ساعة ما فات الامر بناء على هذه التغيير في التعصب القديم الوهابية على طول زمان ٢٥ سنة اقول بالاكيد ان اليوم قد حصل السنيون الفرصة الجميلة لتترك جبايتهم (على طول زمان ٥٠ سنة) لتجديد جميع رسوم مسالك اهل السنة في حرم الشريف النبوي مثل تقبيل الشبيكة المباركة كما كان يجري هناك من ثلاثة الى اربعة لاجاء الخليفة العباسي المهدي بن المنصور (ابو هارون الرشيد) لزيادة مسجد النبوي الشريف الجديد التي هو بناها (حسب الوصية اما من الاعظم ابو حنيفة) وعمرها ذى شان العالیه لعبادة الله تعالى عز وجل ولتعظيم رسوله محمد الملقب رحمة الله ورحمة للعالمين كما قال الله تعالى ان رحمة الله قريب من المحسنين وهذا اكبر دليل ان محمد يكون للمسلمين اقرب من ارواحهم واشباههم مع الله تعالى بذاته وصفاته ووقايته وعنايته ورعايته كما قال الله تعالى نحن اقرب من اجل الورد

للمسلمين فقط وهو ليس بتقريب من المنافقين والمنافقات والمشركين والمشركات الطائنين بالله ظن السوريعتي ايضا الطائنين بالنبي
ظن السور انه قد مات (وقد صار كالمعدوم وغير موجود) هناك دليل آخر لظن السور الوهابية انهم
يقولون ما نعرف لماذا يصيرون المجانين شيئا لله يا سيد المرسلين شيئا لله يا حبيب رب العالمين
اغثنى يا رسول الله سيدى يا رسول الله ويا رسول الله انت لها

ان الفرق بين الوهابي والسني كما فسر امام احمد رضا خان هو هذا ان السني يحب النبي يحب المجنون
والوهابي ما يحبه كما هو اهل له لان العلماء الوهابيون يخافون ان حب النبي الى حد التعظيم و
الاعظيم مما مثل الحب لغير الله تعالى والاتكال عليه (في جلب المنفعة ودفع المضرة) ومتا في لاهر الله تعالى قل
غير الله اتخذ وليا الحق كلام احمد رضا الحق وكلام رشيد رضا (رئيس الوهابيون) باطل - هذا رشيد رضا
لبناني ثم مصري كان ناصر الوهابيون في الهند مثل رشيد احمد غنغوهي - هو الذي كان رئيس المجلس في حفلة
مدرسة ندوة في 1912م تسعة سنين قبل وفات احمد رضا - هذا ضروري لنا ان نعرف ما قال احمد رضا عن
رشيد رضا ومن اتى به الى الهند - قال احمد رضا ان علماء الوهابيون يقولون ان النبي غير موجود بيننا
اليوم والسنيون يعتقدون ان معنى نحي اقرب الى ان الله قريب متا في المجاز فقط وفي الحقيقة الذي قريب متا في المجاز
والحقيقة هو رسول الله وليدك الله محمد اقرب منا ولاكن مع ذلك ليس لنا علم ان نعرف معنى المجاز اقرب حتى تصل بمجادل النصارى
مع الله بعد ذلك لا يمكن لاحد ان يصل مع الله قبل ما له محمد والهابيون ينكرون هذا ويقولون ما لا يحمد وهو غير الله نحن نريد ان نتصل مع الله وحده فقط

انا اعرف ان السنيون لا زال ضد الوهابيون وعلماءهم الاولون من ستة مائة عام ولاكن ليس
لديهم اى استطاعة ان يميزوا ويثبتوا ان رسول الله ليس بغير الله. وانا اظن ان اغلب علماء اهل السنة ايضا
يصدقون ان النبي غير الله وما سوى الله كلمتان مترادفتان

اليوم عندنا الفرسمة الوحيدة لا بطل مذهب الوهابية لان اخلا شمس امبراطورية البريطانية اعطى
واليوم لاخليل لهم ولانا صرنا كما كنا في قرون الماضية والحق ان اليوم ما بقى اى شئ من سلطة البريطانية
الغضبية وسلطة المستعمرين في اوروبا وليس لهم اى وقاد في اى مملكة من ممالك الاسلامية. وانيما تولوا تجد
وا فيها الحمد لله وما شاء الله سبعين في المائة من اهل السنة والجماعة ونحن قادرون ان نطفي نار الوهابيين المنافقين
الطائنين برسول الله ظن السور بانه معدوم ومفقود وغير موجود وليس له اليوم اى قوة لانتقاد المسلمين من ورطات
التعنت وان معنى "عزيز عليه ما عنتم" يكون شئ الذي مضى وما بقى منه شئ. نرى اليوم استيقاظ نهضة جديدة
وجسيمة وجلييلة في المسلمين وهم يريدون حل جميع مسائل الدينية والسياسية بنفهم ونجوا انفسهم من اشكالات
المحدثات الامور المكونة بفتنة الوهابيون مع فتن الادوربايون كما اشر اليهم بقوله صلى الله عليه وسلم ثلث الامور فكل محدث
ضلالة وكل ضلالة بدعة وكل بدعة في النار اليوم بعد الايقاظ بين المسلمين قد عرفوا انهم في المار سالية والا
شواكية ايضا ان اليوم سوتهم في الخطر لان الاسلام يرفع راسه ويظهر على رؤس قوتهم وسوتهم لا بطل سلطتهم
في العالم الذي كان تحت اقد مهم الى اربع مائة عام ولهذا انوى اليوم شدة يروفتد اى نشر الدعاية ضد الاسلام
وضد المسلمين ومن اهبهم وتهدد بهم وتمهدهم وطريقهم ومعيشتهم وشريعتهم وقوانينهم ثقافتهم
وسياستهم ويقولون ان قوانين الاسلام غير لائق للاستعمال ولازم نترك بدل قوانين الجديدة والحديثة
ولهذا نرى اليوم ان اكثر المتعلمين (العصريين) يكرهون الاميين من المسلمين ويقولون انهم جهال و
اهل البدعة والخراب والشرك - هذا العصريون المجددون يحبون التجديد مثل المحدثون والمجددون الذين يريدون التجديد
اي التبدل والتغيير في فقه الامم الوحيقة باسم احياء السنة النبوية وسنة السلف الصالحين كان الاطام الوحيقة ما كان يفهم السنة

النبوية وستن الصحابة العظام من المهاجرين والانصار بناء على هذا العصور يحبون المراسماليون والاشركون والمجددون والمحدثون انهم اصحاب العقل والحكمة وان الاحناف من الضالين من بدوا الاهل في منتهاه - الوهابيون والعصريون متفقون ان الوحنيفة وكل من تبعه اهل الزيغ والبدعة - بناء على هذا المجددون والعصريون يعتقدون ان السيد زيني دحلان واحمد رضا خان كانوا من علماء السوء ولا نهم كانوا ائمة اهل السنة يعني اخس المسلمين المتبذرين وضحة على الاسلام - العصريون والمجددون والمحدثون والمجتهدون ومعهم الاور وبايون كلهم كانوا اخر يصون على التدبير والتخريب تبليو رالاس مذهب الحنفية الصمدية في الهند ولولا احمد رضا خان البتھان صمدله وقاوم قيام الافخانية الخيل الحنفية ما كان لنا ممكن اليوم ان نفتخر اننا الحنفيون اى التابون العابدون الحامدون الساجدون المراكعون الساجدون الاسرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله واهل الجماعة والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوانه

ولو ان مذهب الحنفية حق وهو مذهب اهل السنة (اى السنة النبويه والسنة اصحاب النبي واله) ومذهب الجماعة (اى جماعة رسول الله) ما لدنا اليوم الا قليل من الرجال الذين يعلمون ويعتقدون ان اليوم ليس هناك اى دين الا دين الاسلام (كما قال الله تعالى ان الدين عند الله الاسلام) الدين الوحيد والقريد السماوى الذى فيه للناس الصميم لنجاة الدنيا من التهلكة من قارعات القنابل الذرية مسماى ايتم بمبب - الاسلام هو الدين الا وحدها ميين حياة بنى آدم والضمان والكفالة بسلامة دنياهم وعقباهم - المراسماليون والاشركيون من غير مسلمين يضمن فقط دنيا تا ولم يستطيع يضمن شئ في عقبائنا ليس لديهم اى مشروع بضمان حياة الابد بعد الموت - نحن السنيون عايشون في الدنيا على امل العقبي ولدنا لك نعبد الله وحده ونعظم رسوله ونحترم اولياء الله ولكن الوهابيون (اى اعداء سيد احمد زيني دحلان واحمد رضا خان) يمتنعون من ذلك ويقولون ان هذا شرك مثل الشرك الكفار الذين كانوا في عهد النبي وهم حسب جهنم وكذلك السنيون حسب جهنم - ولو ان الوهابية (اى الديونيديه والندويه وحلفائهم) يقدمون دلائل قوية في تائيد عقائدهم خلا عقائدا ما لنا قلب ان نترك سبيل ابا ننا السنيون السابقون (الوهابيون يقولون ان آبا ننا و آبا نهم اى السنيون السابقون في الهند كانوا اهل الشرك والبدعة (ونحن نقول ان آبا ننا و آبا نكم كانوا الحمد لله المسلمين المحسنين المتقين الناجين) ولهذا الوهابية يضرونا وياضربوننا ضربا شديدا من كل جهات الستة - الفرق الكبرى بين عقائد السنيون والوهابيون هو هذا الوهابيون يطنون ان تسعين في المائة من اهل السنة والجماعة قد ارتدوا من دين الاسلام وصاروا اهل الشرك والبدعة بعد اتباع احمد رضا خان وما لهم اى استحقاق لحياة الجنة مثل عدم استحقاق للكفار والمشركين والمحدثين والسنيون يعتقدون ان الوهابيون قد كفروا بعد ايمانهم واسلامهم با النبي لانهم يؤمنون بالله فقط وما سواهم انفسهم تسلي الرسول الله لهذا هم اصحاب جهنم مثل المشركين (قال الامام الوحنيفة ان من كفر وبسبح محمد فهو مشرك ولهذا الوهابيون يظنون انه غلط ان عندهم من يكفر بالله ليس بمشرك بل ومن يؤمن بالله ورسوله فهو مشرك - الوهابيون يعتقدون ان الاشركيون وايضا مثلهم الاشركيون ليدكونون من المشركين لانهم كفاد فقط وهو محال لاى كافر ان يكون مشركا كما هو محال للخنى ان يزنى ويقال زانى والدليل لذلك هذا ان المشرك لازم يكونا تحقيقا السمو من بالله ولا ومع ذلك يعبد الاها اى غير الله لفسر يقولون ان الخنى الاها اخر الشيطان ولا ان الوهابيون يقولون ان كل غير الله الاخر حقى النبي هو الاخر لان السنيون يعبدونه يبلادونها را مع الله تعالى وبناء على هذا يظنون السنيون مشركون لانهم يعتقدون ان الله تعالى ورسوله متفقين ومتحدين من الازل وبينهم توحيد اى الاتحاد والاتفاق مثل كولا بوليش اى الاشتراك العمل على مقصد واحد وتحت اهداف واحدة كما قال رسول الله في حديث قدسى اننى سفير محمد مقبوض وفتح الله تعالى وان الله تعالى قال لى يا ايها النبي انى شرفتك وفضلتك على جميع خلقى واشركت في امرى

ای جنتک یحیث تذکرہ معی و اموت بطاعت مع طاعتی فی نحو طبعو اللہ و اطیعو الرسول... و ایضا جاری فی الحدیث الدعاء من النبی انہ قال ادعوا للہ کذا اللہم اشركنا فی دعاء الصالحین... بناءً علی هذا کان الامام احمد رضا خاں احد من عاشر و رافق و صاحب مع الصالحین و نادى یارقیق یا شفیق و لاجل ذلك هو کان یرافق مع الصوفیین من طریقة و سلسلۃ السادات ما دھرہ الشریف القادریۃ - جمیع اولیاء اللہ من اهل الطریقة من القادریۃ و الرفاعیۃ و الشاذلیۃ و الجشتیۃ و سھر و رردیۃ و النقشبندیۃ و غیرہم یعتقدون الحدیث فوقانی صحیح جدا ان اللہ تعالیٰ قال لنبیہ "انی اشركتک فی امری" و لکن الوہابیون یقولون ان هذا الحدیث و ما شا کلہ موضوعۃ و قطل یم منہ شی عند اهل الروایۃ ای الحفاظ الحدیث و المحدثین الکبار مثل ابن حجر العسقلانی و السنیون یقولون ان الامام المحدث احمد قسطلانی قال هذا حدیث صحیح و بناءً علی ذلك کتب ان ہناک التوحید ای ۸۸/۲۷ بین اللہ تعالیٰ عزوجل و الاحد و الصمد و بین نبیہ و رسولہ محمد الاوحد بكونہ المظهر الاعلیٰ لہذا اللہ جل جلالہ و عدم نوالہ - کان اللہ تعالیٰ الاحد لما کان ای شئی موجود من مخلوقاتہ و اول ما خلق اللہ ہو نور محمد الذی ہو باعث الخلق و لذلك قال اللہ تعالیٰ لا یلونا آدم علیہ السلام و لولا محمد ما خلقتک و قال فی القرآن "کتب اللہ علی نفسہ الرحمة" و لولا محمد ما کان اللہ کتب علی نفسہ الرحمة بان الاحد بكونہ فی وحدۃ الوجود لذاتہ و بذاتہ لا یصل باحد حتی یتظہر نفسہ ان ہو اللہ الصمد ای ہو الذی یسد حوائج مخلوقاتہ - هذا هو معنی اللہ الصمد ان اللہ الصمد یسد جمیع حوائج الخلق و لیس لہ بنفسہ و لنفسہ ای حاجۃ الاحاجۃ الرحمة علی مخلوقاتہ بواسطۃ و بجرمۃ و بحق رسولہ الکریم روف رحیم و لاجل هذا جعل اللہ رسولہ و کیلہ و نائب لہ المقتدس و علی ہذا القیاس عرفوا العارفون ان رسول اللہ الاوحد ہو وحید و فرید

و بناءً علی هذا نحن السنیون یعتقدون کما کان یعتقد امامنا احمد رضا خاں الحنفی (وکل حنفی صمد ای ما یرفع الیدین ای یخضع امام احد الذی ما یتبع اما منہ الاعظم اباحنیفہ النعمان بن ثابت بن زوطی ابن مہ مولى تيم الله و هو من رسط حمزة الزیات - کان تيم الله بن ثعلبۃ من اهل کابل ای بتهان - و ایضا کان احمد رضا خاں بتهان و البتھان السیوی ہیند زب ان کان رسول اللہ من الازل و سیکون الی الابد سیدنا و ملائنا و مولانا و ملجانا و ماوانا و ما لہ لغیرہ و لہ عزولہ العالمون فی اعواز و هو مفوض معتمد و مختار لنا من عند اللہ و هو وکیلہ و حبیبہ و وزیرہ یرحمی منہ حوائجنا و هو مغیثنا و مجیبنا و معاذنا فی البلاء و الرخا و لذالك لما نسبح الاذان الصلاۃ نحن ندعوا اللہ تعالیٰ و ابغثہ لنا مقاما محمودا و لکن الاعداء احمد رضا خاں یشکرون کل ذلک و یقولون انہ کان بشر مثلنا و بعد وفاتہ لا یتطیع ان یسمع مناجاتنا و یساعدنا فی کربنا و لالہ ای حق و لالہ ای قدرۃ الروحانیۃ لانہ روحہ مقیدۃ فی البرزخ و لیس لہ ای التصوف فی تقادیر اللہ و الذی یعتقد انہ رقیب علینا ای احمد رضا خاں فہو مشرک - هذا هو صحیح ان احمد رضا خاں یعتقد ان النبی حاضر و ناظر و هو رقیب علینا الیوم فی کل وقت و حین - و ایضا کان احمد رضا خاں یقول ان قول الہادیۃ زخرف القول و الزور و لا ننا نعتقد ما کتب امامنا الامام الاعظم ابوحنیفہ ان "ما یضرمع الایمان شیء" فالحق اننا آمنابا اللہ و رسولہ و ما آمنابا اللہ فقط - فلیف نفرق بین اللہ و رسولہ فی محبتنا و طاعتنا و عبادتنا لاننا قد اسلمنا مع محمد للہ رب العالمین و ہذا هو موضوع جدنا مع الوہابیۃ

اول من خاصم مع الوہابیون فی الحجاز و طبعنا فی العالم الاسلامہ ہو مفتی مکۃ المکرمۃ السید احمد زیتی دحلان و اول من خاض لخوان الوہابیون فی ہند اری الوہابیون الذین کانوا یتبعون الشیم محمد ابن عبد الوہاب بواسطۃ تلمیذ تلمیذہ مولوی محمد اسماعیل الدہلوی الذی قتلواہ البتھان لانہ حارب معہم علی مسئلۃ الرفع الیدین فی الصلوۃ) ہو تلمیذ و مرید للسید احمد زیتی ای مولانا احمد رضا خاں بریلوی - ہو صا دلی الحج مرتین اولما کان عمرہ خمسۃ عشر سنۃ لما کان المفتی السید احمد حمی و بعد وفاتہ فی سنۃ ۱۹۰۴ م - و لہذا اقول ان السید احمد زیتی دحلان المکی کان استاد

السيرو المرنشد الكبير للاحمد رضا خان ولولا ما كان يمكن لاحمد رضا ان يخاصم ويجادل مع الوهابيون في الهند لان الهند ما كانوا يعرفون وما كانوا يفهمون معنى اللفظ الوهابية وما كانوا يعلمون الوهابيون منهم وما ديتهم وما مقصدهم وما اهداهم - البتة ما خاصم احمد رضا خان مع الوهابية مثل شيخه في مكة ومشائخه الاخر في الحجاز لان الوهابيون الهنديون كانوا احناف ومن سلالة احناف ويكونهم اهل النقية ما كان سهل على امامنا ان يفرق بين الحنفى اصلى وحنفى منافق اى الوهابى الوهابيون في الهند من ١٢٠٢ الى ١٩٤٦ ما اظهره واما كان حنفى في قلوبهم كما هم اظهروا وقاموا بالمطارق وبالمرافق والحل يابيد هم ان يهدوا ويهدوا مروا وقد اتى وقبة الحضرة عليه - لو كان احمد رضا خان يعرف هذه السرى حياته كان يقوم عليهم للجهاد الوهابيون كانوا يخفون هذا المشروع في ظلام قلوبهم الى سنة ١٩٢٥ م وقبل انشاء هذه السرى ما كان ممكن لآفة الاحناف ان يفسروا المقصد الاصلى في قلوب الوهابيون الذين كانوا يقولون ليلا ونهارا "ان النبي محمد غير الله وما عنده علم الغيب" و"ان التوسل بالذوات لم يشرع وكذا ذلك طلب الشفاعة من النبي في الدنيا والاستغاثة بغير الله تعالى محرمة في كل دين بالنصوص وهذا المقام لا يسهل التحقيق..." واقوال الاخر مثل هذا ان النبي بكونه ميت ما يستحق اى تعظيم لذاته بل لسنته فقط وبناء على هذا كل وهابى كان يريد ان يهدم كل شى باقى مثل الاثار المذكورة لرسول الله وهم كانوا يسيرون مولانا السلطان الشرف قائلين ان النبي بئى القبة الحضرة ويسمونه الصنم الأكبر مثل الصنم الثور الذى يعبدونه عبدة الجمل - ولو ان احمد رضا خان ما كان يحرف ان الوهابيون يريدون ان يهدوا مواقب النبي والقبة الخضراء هو كان يفهم ما هو فتنة رسالة التوحيد لان عبد الوهاب وتقويت الايمان لاسماعيل دهاوى ان سياقى قوم مثل الصليبيون والثر للجوم على الحرمين الشريفين والهجوم يكون مثل هجوم على بيت المقدس في حرب الصليبي في سنة ١٢٤٢ م - انا اظن ان في ١٢٤٢ م الوهابيون والاتحاديون كانوا يريدون ان يهدوا مواقبه الخضراء مثل الزمرد والابعد حرب العالمى الاول (اى حرب الصليبي الاخر) ولعد ذلك يهدوا قبة الصفر مثل الذهب اى قبة المسجد الصغير الميارى ومسجد الاقصى ومسجد سيد ناعم وبعد ذلك القبة المذهب في الكاظمين والمشهد الشريف لسيده على رضا وبعد ذلك جميع مشاهد اولياء الله في العالم حتى هن ارجحى في اجخير النشر لى لان السنين يبعدون القبور واعظم وقبور النبي صلى الله عليه وسلم انا ما اعرف ان امام احمد رضا خان يعرف هذه الاسرار لانه ما كان شديد على الوهابية في الهند كما كان السيد احمد زيني دخلان بالمرّة شديد على الوهابية في بلاد العرب - البتة هذا هو التحقيق ان احمد رضا خان قد قرأ جميع الكتب العربية ضد الوهابية وبناء على ذلك خاصم مع الوهابيون في الهند اى القاسمين والاسميين اى تابعين لمشيخ احمد غنوهى و غلام احمد قاديانى

السيد احمد زيني دخلان كتب ان الوهابية ومن تبعهم كانوا الكفار الذين قد كفر والبعدايمانهم واسلامهم لله ورسول ولقوا المؤمنين بالله فقط وغير المسلمين لرسول الله تعالى جل جلاله وعم نواله قال السيد ان الوهابية يؤمنون بكلمة التوحيد لا اله الا الله محمد رسول الله وهذا الكلمة مكتوب على لوانهم وفوقه المصحف القرآن تحت السيف ولاكن هم يظنون ان رسول الله ايضا غير الله - بناء على هذا كتب السيد احمد زيني دخلان ان الباقى للفرقة الوهابية النجدية وسأ توبل ان الاسلامية باسم التوحيد الخاص هو انجيلي الوحيد واول امام يدعاهم وادعاهم ضلالتهم هو ابن عبد الوهاب المتوفى سنة ١٢٠٢ م (الموافق ١٢٠٢ م) هو الذى غرض شجرة ملعونة في القرآن والحديث والتاريخ الاسلامى باسم التوحيد الخاص وكانت توحيد وقرآن البعد والخش مع اعداء الاسلام اى الاتحاد بروستانتى (با التوبة الى المذهب الانجيلى واصحاب بروستانتى المحتيم ومقيم الحجة ضد الاحناف المسلمين المسلمين لله ورسوله) وطلعت قرن الشيطان اى زمان الابليس وعنه الشيطان من هذا الحرف التوحيد المجد يد التوحيد النجدى البيوطانى بعد ما فتح نابوليون بونا بارت مصر والفلسطين والشام ومن هذه القرن اى بوق الشيطان خرج الصوت

الصور الابليس اللعين الذي ابى ان يسجد لآدم لانه دأى فيه نور من نور محمد وهو مظهر رحمة الله وهو الوحيد الا واحد والقريب ان يكون مهبط الرحمة من الله رب العالمين للعالمين. ولجعد ابن عبد الوهاب اخذ البوق تلميذه قاضى محمد بن على بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليميني حليف بريطاني. بناء على هذه النقول السيد احمد زيني دحلان نستطيع نقول ان اول من اتى بهذه البوق الشيطاني في الهند هو احمد شاه ولي الله الدهلوي واول من نفقه في الهند ونسف ودك اهل السنة هو ملا محمد اسماعيل دهلوي المشهور بابن الشهيد الذي مات مقتولا في سنة ١١٢٢ م في غزواته ضد طائفة سيكه وطائفة الاحناف الانثان المسمى بتهان. واسقاع على العرب الذين رفعوا اياديهم امام فقهاء بروتستانتي الاوروبي في طول الزمان من قرن الثاني عشر ميلادي وايضا في قرن الثاني عشر الهجرية وقاموا ايضا ضد الاحناف الاتراك وسبواهم انهم مشركين ومبتدعين اى مخالفين السنة النبوية بانهم يرفعون اياديهم في الصلوة ويرفعون ارواحهم في الصلاة على النبي. هي هي ياوها بيون علموا كيف ترفع ايادينا امام وبنكم الباطل حينما تقولون ان في قول الله تعالى عز وجل "سجدوا عليه وسلموا تسليما" التاويل التسليم ليست التسليم اى تقليد ولا تخاضع بالراس تعظيم الرسول الله رب العالمين ولا بمعنى الاستسلام الخضوع العبودية بل اذعان لاوامره فقط حينما انتم ترفعون اصواتكم فوق صوت النبي وعلى النبي ايضا وايضا ترفعون رؤسكم على راس النبي ولا ترفعون ايديكم وقلوبكم عند ذكرى النبي مالتان ان ترفع ايادينا امامكم في الصلاة. قد قال امامنا احمد رضا خاں في اشعاره في المدح النبي ان عندنا الصلاة هو نماز وياضاد ورويدون هذه الصلاة اى درود لاصلاة لنا اى لانما نزلنا مثل ما قال الامام الشافعي ان من لم يصلي على النبي لاصلاة له. نحن ما ترفع ايادينا مثلكم في النماز بل ترفع اجسادنا واورا حنا وقلوبنا في الدردود. قولوا انتم ترفعون اياديك في الصلاة اى النماز؟ وان تقولوا الله رب العالمين نفض نسلكم هل تذكر ان النبي كان يرفع اياديه الله رب العالمين ام لا اذا قلتم نعم هذه السنة النبوية كيف تقولون ان ذكرى النبي في الصلاة يبطل الصلاة. اليس هذا هو قول الجديدي بن عبد الوهاب (وقول ملا اسماعيل الذي ينقله ما ستوس واكن) ان رعاية النبي في الصلاة يبطل الصلاة اى المفسد النماز. ما في غلط ان اعتقد ان الامام احمد رضا خاں الذي رجع من الحج في سنة ١٢٧٥ م (بعد لقاءه مع السيد احمد زيني دحلان وكثير من علماء اهل السنة في مكة ومدينة) كان متيقن ان مولانا احمد شاه ولي الله محدث دهلوي كان من اولياء الله لما هو قال ان معنى الله صل على محمد يكون باخذ اياك تعظيم كن محمد رادردنيا واخرت اى اللهم عظم شان محمد في الدنيا والاخرة) ولاكن كان حفيده ملا محمد اسماعيل اول من رفع صوت صفير الشيطان اى بوق الشيطان الجديدي في الهند حين كتب كتابه تقوية الايمان وكتب فيه ان كل منى الذي يقى اء "شبهى الله يا سيد المرسلين" اوى شيخ عبد القادر جيلاني شيا لله فهو مشرك لان الشرك في العباد والشرك في الطاعة والشرك في التعظيم والرجاء وهذا الشرك وذالك الشرك ظلم عظيم. لهذا قال الشيخ احمد رضا خاں ان ملا محمد اسماعيل كان احد علماء السوء في الهند الذي ارتد وصار من اهل الحديث وغرور من هببه الحنفية وغش كثير من علماء الاحناف الذين كانوا يمجون ويعظمون جده مولانا شاه احمد ولي الله. كل حنفي الذي امن بتقوية الايمان صار مخالف لعقائد حجة الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد الغزالي وامام فخر الدين الرازي واما ما في التفسير والقوف الشيخ الاكبر محي الدين ابن العربي اندلسي ومولانا السيد شريف جرجاني وامام سعد الدين تفتازاني ومولانا حافظ الدين نسفي سندهي ومولانا الشيخ ملاحيون لكهنوي وغيرهم من الوف كبار علماء اهل السنة الجماعة في عالم اسلامي من اندلوسيا الى اندونيشيا.

الوهابيون في الهند يعتقدون ان التقوية الايمان يكون اجل واعظم من جميع التفاسير حتى تفسير الرازي تفسير بيضاوي تفسير ابن العربي في تفسير نسفي وتفسير شيخ جيون. ان الذين يرفعون شان ملا محمد اسماعيل انه مجتهد الاعظم بكونه حفيد محدث الاعظم

والله يظنون ان السيد احمد زيتى دخلان كان احد الشياطين من علماء السوء (هم يظنون ان الامام الاعظم الإحيفة كان من اهل البدعة وايضا خلفائه مثل الامام محمد بن الحسن شيبانى صاحب الجامع الصغير فى الفروع والولوسف الانصارى وملا نور الدين على القادرى وصدر الشريعة برهان الدين محمود وصدر الشريعة عبيد الله بن مسعود وصدر الشريعة احمد بن جمال الدين عبيد الله المحبوبي البخارى الحنفى وغيرهم) ولهذا تلميذة ومريده احمد رضا خان ايضا كان من اهل الشرك والبدعة لانه كان يعبد النبي وينادي به يا مولائى ويا مالك - هم الذين يقولون ان امامنا امام الاعظم ابو حنيفة ايضا كان امام اهل الزنيزع لانه منع رفع اليدين فى الصلاة وخالف السنة النبويه - بناء على هذا جميع الوهابيون فى الهند يظنون ان ابو الحنيفة قد صار حصب لجهم لانه ترك السنة النبويه والتخذ البدعة - والهدا الاصحاب الحديث يقولون بالحق ان كل من تبعه (اى ابو حنيفة) من الاموات والاحياء (وهم اليوم ٧٠٠ مليون نفر) قد ترك السنة النبويه وضل ضلالا بعيدا - واول من قال هذا فى الهند هو احمد شاه وفى الله فى كتابه جلاء العينين فى رفع اليدين وبعده ملا محمد اسماعيل بن عبد الغنى فى كتابه تنوير العينين فى اثبات رفع يدين - فلما رد الامام احمد رضا خان على هذه التقييد من الدهليون وعلى انفسهم استمر فى تقييد الامام الاعظم ابو حنيفة وتبع مسالك الامام تقى الدين احمد بن السبكي وامام احمد بن حجر المكي واما مجلال الدين سيوطى والسيد احمد زيتى دخلان وغيرهم قاموا جميع الوهابية بانوا عهم المختلفة فى الهند وسموه مشرك واما اهل البدعة والزنيزع فى الهند - ليس فيه عجب لانهم بسوا الامام الاعظم ايضا كذلك وكل ملا ومولوى الوهابى فى الهند - ينفخ فى نفس البوق نفيلوم وزم على اهل السنة بلهجة واحد واسلوب واحد ولحن واحد - هؤلاء المومنين الموحدين بزعمهم اى الوهابيون ايضا يظنون ان النبي محمد كان بالتحقيق بشر مثلهم وهم كذالك بشر مثله وان الشئ كان مذنب مثلهم وهم ايضا مذنبين مثل النبي والدليل عندهم لتحقيق هذه العقيدة الفاسدة تاويل الآية فى سورة الفتح "ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر" وهذه البرهيم عند المفسرين القديم - هم يعتقدون ان معنى ذنبك الذنب الامة لان النبي مسئول عنه ولاجل ذلك قال النبي لويبة "رب هب لى امتى مع ثوابه وذنوبه لاني مسئول على ذلك كله -

طبعاً كان للاحمد رضا خان الحق ان يهجم على الوهابية مثل هجوم السيد احمد زيتى دخلان الذى هجم عليهم مثل هجوم الملا ئكة فى معركة البدر على الكفار والشركين نصر المصطفى هادى البشر - لان الوهابيون شاعوا كتاب تقوية الايمان فى الهند كله من ١٢٥٠ الى ١٢٠٠ سنة وعشرة فى المائة من ١٠٠ مليون من الاحناف ارتدوا وغيروا مذهبهم الحنيفة الى مذهب الوهابية اى مذهب السب واهانة وشتم على النبي انه ليس المسيح والمخلص لامتة بل المراك ومبلغ فقط - اليوم ايضا اكثر الاحناف يظنون ان الرسول كان فقط المرسال واليوم لارسالة له اى ما فى اليوم اى مكالمة بينه وبين الله وسلسلة المراسلات بينهم القدسية من الازل قد قطعت من ١٢٢٠م ورب العرش ما يتكلم مع التراب فى الارض تحت القبة المحضراء - لما عرفوا الوهابيون ان الكتاب تقوية الايمان صارت مشهور وما وف لى الجمهور الاحناف عرفوا ان الى السنة ١٢٥٠ كل حنفى يصير وهابى مثلهم ولا يبقى اى عنرة لابو حنيفة بحيثية الامام والسنين يتكون كثرة الصلاة والسلام على النبي عليه السلام وايضا يتكون انعقاد مجلس مولد النبي كالعادة السابقة كانهابدة وسبب لجهم وايضا يتكون السلام بالقيام على النبي عليه السلام كانه شرك لان التعظيم يغير الله تعالى ظلم عظيم - ولاكن الحمد لله وما شاء الله مولانا احمد رضا خان دهرهم تدميرا واعلى ما قال الله تعالى كلما وقد ذارنا للهرب اطفاها الله ورد الذين كفروا بغيضهم لم ينالوا خيرا وكفى الله المومنين القتال ولاكن غير الاحوال فى جزيرة العرب من بعد ١٩٠٠م (لما غزل الخليفة عبد الحميد خان القادرى والشاذلى) وما كان هناك اى حول ولا قوة عند اهل السنة لمقاومة ضد الشياطين اى التجديس - لما راح احمد رضا خان لجم الشافى فى ١٩٠١م وقام فى المدينة شهر كامل شاف ان السنين لاسلاح لهم وهم فى كارثة

عظيمة لهذا هو خاص مع بعض العلماء اهل السنة على برودتهم على هر الزمان. والى ٩٢٦ لسنة اهل السنة الهجرية
الشيعة والوهابيون منحوا قراءة دلائل الخيرات ويندوا دستور المولد النبي تاما وايضا منعوا الحج ايج ان يقوموا عند
قبر النبي للصلاة والسلام على النبي عليه السلام.

بدأت حركة الوهابية في ١٢٦٠ هـ من مدينة بيدة علامة الؤذيب واخروا كبر طهورها كانت ايضا من
مدينة من تالة الى ١٢٥٠ هـ واول من درس هذه الحركة والمذهب هو السيد احمد زيني دحلان المولد في ١٢٢٢ هـ
سنة عشرة سنة بعد هجوم الاول من الوهابية على مكة المكرمة. وهو راي بعينه في شبابه الحروب الشديدة بين جنودا
وجنود محمد علي باشا الخديو. وكتب ١٢ كتب واكثرهم ضد الوهابية واشهرهم الكتاب الدرر السنية في رد الوهابية. وبعد السيد
زيني كتب مولانا الشيخ داود بن سليمان بغدادى نقشبندى كتب اربعة كتب ضد الوهابية: ١. اشد الاجتهاد في البطلان
دعوى الاجتهاد ٢. رسالة في الرد على محمود الراسي ٣. سلم الاخوان من اهل الايمان وبين الدين القيم في تبوة ابن تيمية
وابن قيم ٤. الخطة الوهابية في رد الوهابية وبعد ذلك كتب مفتي بغداد مولانا جميل افندي صدق زهاوى الكتاب اسمه
"الفخر الصادق في الرد على منكري التوسل والكرامات والخوارق ايضا على النفس الموضوع" وهابى ازم "كتب مولانا دوى بك
خالدى قدس الكتاب اسمه" اسباب انقلاب عثمانى. مولانا دوى بك كان ماهرا في لغة الفرائسية وبكونه موظف
كبير في باريين عند الحكومة هو كان يصوف سياسيات جميع حكومات في ادوربا. لهذا هو درس السياسة
واكتشف ان مذهب الوهابية قد يكون نصف ديني ونصف سياسى وايضا اكتشف ان البريطانية العظمى
والالمانية والفرائسية كانوا يساعدون الوهابية ضد الاتراك. لما قرأت مقالات مولانا دوى بك عرفت
ما عرفوا السيد احمد زيني دحلان وحمد رضا خان ان الخلافة العثمانية اى خلافة الاحناف كانت فاصو
اهل السنة والجماعة من ١٢٧٢ هـ وكانت بربريتانية ناصروا الوهابيون ضد اهل السنة والخلافة بنى
عثمان ما اظن ان اى واحد سوى احمد رضا خان من علماء اهل السنة في الهند كانوا يحررون اسماء هذه الكتب
في رد الوهابية. العلماء الكبار من اهل السنة في الهند لا يعلمون بالتحقيق ان احمد رضا خان كان
من معقدين السيد احمد زيني دحلان واته تلميذه ومريده وانه قد حصل الكتب المذكورة اعلى
من مشايخ حرمين الشريفيين وبعد ذلك قام ضد الوهابية في الهند اى جماعة ملا محمد اسماعيل وان لولا
هذه العلاقة بينه وبين السيد احمد زيني دحلان ما كان مكى لاحمد رضا خان ان يتحرك اى ثورة
ضد الوهابية الاسماعيلية في الهند ويخاصم على تلاميذ والمريدين وخلفاء مولانا حاجى امداد الله
مهاجر مكى (ايضا صاحب السيد احمد زيني دحلان ومن احاد كبار ائمة اهل السنة في الهند) مثل علامة رشيد احمد
غنوهى وعلامة قاسم نانوتوى وعلامة شيخ الهند محمود الحسن وعلامة حسين احمد مدنى وعلامة خليل
احمد امبيليهوى وعلامة اشرف على تهاوى وغيرهم. العلماء اهل السنة يظنون ان احمد رضا خان ما كان تابع
لاحمد زيني بل كان مستقلا منه وغير مرتبط وبشتغل نفسه على عدة من علماء الحرمين الشريفيين. والوهابية
في الهند يظنون انه ما كان يعرف حقيقتهم الاصلى انه كانوا مع الوهابية في نجد الى مائة عام ولدالك خطأ في
ارسال استفتاء مزور الى مفتي مكة وحصل الفتوى عليهم بالكتب وكان الفتوى طبعها كاذبة انه مكفر والبعد
ايماهم واسلامهم. انا اعرف بالتحقيق ان احمد رضا خان كان بالمرّة مطلع على احوال والاسرار الوهابية في نجد
والهند وكان يعرف توحيدهم في العقائد والمقاصد والاهداف في تشهير انذار فضيحة ووشاية تعظيم رسول الله
لانهم يعتقدون ان التوسل والتشفع والاستغاثة والاستعانة بالنبي شرك عظيم بكونه غير الله والاستغاثة
بغير الله تعالى محرمة بالنصوص القران والحديث. لكن بالاسف هو ما عرف فتنة نواب بهو فال صدق حسن خان

استاد اوف انديا و دوج كراون اوف انديا اى سيدة شاه جهان بيگم ملكة بونال

كل واحد من علماء اهل السنة والوهابية في الهند اما سادج اى عديس المعرفة او منكر في رفض الاعتراف اى تجاهل عارفاً انه ان الثواب بهو بال خان بها و در صديق حسن كان مواطلي كبير اى شريك في الذنب العام الكبير الوهابي محمود شكري اوسى بغدادى في اشاعته كتابه المسئى غايه الاماني في رد على النبهاني وانه كتب هذا الكتاب في رد كتاب شواهد الحق في الاستغاثة بسيد الحق وهذه كتاب مؤلف من سقرين كبيرين وفيها ما جاء به النبهاني في كتابه من الجهالات والنقول الكاذبة والادراك الخفية والدلائل المقلوبة في جواز الاستغاثة بغير الله تعالى ما كرهت دستان العلمية ٣٧٢ هـ (طبع هذا الكتاب بعد اربعة عام لما رجع احمد رضا خان من الحج والزياره) وهو ما يعلمون ان هذا هو الاوسى جمال الدين ابو المعالي محمود شكري المتوفى ١٢٤٤ هـ وهو الذي قد انتدب الى المؤتمر الشرقي المنعقد في استوكهام (سويدن) في عام ١٢٩٩ هـ فاستحق تاييفه التقرير كما استحق المؤلف الشاء ونازدون سواء بالجارزة والوسام الذهبي. وهذا الاوسى جمال الدين كان من اصحاب نواب بهوپال (كلاهما كانا مثل مواطلي ادوي من الدل لبريطانيه) الذي كان اكبر رئيس الوهابية في الهند و امام اعظم اهل الحديث الملقب بامير المؤمنين ووالا جاءه حقوق محدث الاعظم كان الوسى هذا ابن الاخ خير الدين نعمان الوسى المتوفى ١٢١٧ هـ وصنف كتاب جلال العيتين في محاكمة الاحمديين وهو رد على مولانا شهاب الدين احمد ابن محمد الهيتمي المكي المتوفى ٩٧٤ هـ في انتقاده الامام احمد ابن تيميه طبع باهر نواب صديق حسن في ١٢٩٢ هـ وهذا نعمان الوسى كان من اولاد مولانا ابوالثناء شهاب الدين محمود الوسى بغدادى المحسن الحسيني متوفى ١٢٧٠ هـ وهو صاحب تفسير روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني الذي طبعه نواب صديق حسن في ١٣٠١ هـ في تسعة اجزاء لآكن بالاسف هذه التفسير المطبوع محرف جداً وليس موافق لمخطوطه الاصل الذي موجود اليوم في (استنبول) وفي استنبول ايضا كان امام احمد رضا خان بالمره معروف ومحبوب وكان له مقام اعلى في دار الخلافه بناه على هذا ومن اخبار الصريح عن فتن الوهابية وفتن نواب صديق حسن انا استطيع اقول ان هذا خان بهاد نشر مذهب الوهابية في الهند باسم تقوية تقوى الايمان بعد تحريف في الطباعة ثلاثه تفاسير القرآن اى تفسير ابن كثير تفسير قاضي شوكاني وتفسير وتفسير روح المعاني لاجل تشهير انداء ورفضه تعظيم رسول الله تعالى ولهذا ضروري اليوم لذكرى امامنا احمد رضا خان ناصر اهل السنة ان علماء اهل السنة يحققوا عن هذه الفتن الكبيره المسئيه وها بيه الحق ان امامنا احمد رضا خان وقف حياته على ذكر هذه الفتن ورد عقائد الفاسدة والجنثه ضد مذهب الخففيه المقدسه.

خرج هذا العقيدة الكاذبة ان النبي غير الله اولاً من دمشق من كتب شيخ الاسلام حنبلي (ومواظي النصارى) تقى الدين ابن تيميه المشهور بابن الزفيل وبعد ذلك على نفس العقيدة نشر مذهب الوهابية من مدينة منورة بواسطة ٢٧ محدثين الكبار بين ٩٠-١٥٠ هـ و مشهورين منهم شيخ نور الدين محمد عبد الهادي سندهي وشيخ ابراهيم كودي وشيخ ابوطاهر محمد ابراهيم الكراتي وشيخ ابن علي عجمي وشيخ تاج الدين وشيخ محمد حيات سندهي (وكلهم مهاجرين من اوطانهم ونزيل مدينة ريبما على حساب بريطانيا و اشياطين الانس اخراى عباد الها آخر) وكان شيخ محمد ابن عبد الوهاب تلميذ محمد حيات سندهي (ولا جل ذلك اما اقول هو سانجو بانزا السبعة وعشرين دون كخطوات وكلهم سانجو بانزله دون كخطوات دمشق ورئيسهم ابن الزفيل - امامنا شيخ الاسلام تقى الدين ابن السبكي قاضي القضاة سمى ابن تيميه ابن زفيل) وايضا مولانا احمد شاه ولي الله اخذ درس الحديث الى ثلاثة عام وبسبب ذلك ارتد من مذهب الخففيه الى الوهابية ولما رجع بعد الحج كتب تفسير القرآن بغة الفارسية في ثلثه وكتب فيه ان رسول الله ايضا غير الله بالتحقيق وهذا قوله موجود في تفسير ما اهل به لخير الله اى بان اشياطين يزيغون اى معنى غير الله الاصنام والطوائف وايضا الانبياء والمرسلين. هذا هو التاريخ باختصار عن نشر مذهب الوهابية في الهند واول من ادرك وعرف اسرار هذه الفتنة هو احمد رضا خان المشهور عند الوهابية بلقب امام اهل الشرك والبدعة لانه رد على قول الوهابيون ان من قال "شيئ لله يارسول الله" فهو مشرك.

قال "اغثنى يا رسول الله" و"ايدنى يا رسول الله" و"يا رسول الله انت لها" فهو ايضا مشرك وطباع كل مستي مشرك لانه يعتقد ان النبي مختار وما لك له كما كان يعتقد امامنا احمد رضا خا ان منه اى النبي تحصل جلب المنفعة ودفع المفرة - كان احمد رضا خا سيد الطائفة لاهل السنة في الهند كما كان رشيد احمد غفره سيد الطائفة بلوها بيون في الهند وهو كان تابع لابن زريقيل اى ابن تيمية وكان احمد رضا خا من تبايع سيد احمد زيني دخلان وطباعا تابع الامام احمد ابن حنبل المكي وكلاهما كانا اشد الاعداء لاحمد ابن تيمية ولهذا اقول ان من تبع احمد ابن تيمية هو دهاى ومن تبع تقي الدين ابن السبكي و احمد ابن حجر هيمى المكي وسيد احمد زيني دخلان المكي و احمد رضا خا هو سنى وكذا اقول من تبع الحافظ والمحدث الاعظم امام ابن حجر العسقلاني هو دهاى ومن تبع حافظ والمحدث الاعظم امام احمد القسطلاني الحنفى هو سنى.

كتبت هذا المقالة قصد ان انعم السنيون ان يقهوا الاسرار الوهابية ويصفقوا وساخطوا فنب الوهابيون دائما الى الابد على شرط واحد ان لازم على الوهابيون ان يتروكوا عقيدتهم الباطلة ان النبي هو غير الله ويرجعوا الى عقيدتنا ان النبي رسول الله صلى الله عليه وسلم - والله لا يصلى قط على اى غير الله -

هذا هو الحقيقة ان هناك تاريخ قد يعم على خاصة بين الوهابيون والسنيون - واصل المخاصمة بدأت على تاويلات غير الله وعلى مسئلة ابقار قبر النبي داخل المسجد النبوى - الوهابيون كانوا يقولون ان وجود قبر النبي في مسجد النبوى يكون منافي لاحكام الله ورسوله اى خلاف الشريعة وبالمرة ضد امر النبي بنفسه لانه أكد على سريره موته ان اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبورا بنبيائهم مساجد - والسنيون كانوا يقولون لا يباس فيه ان وجود قبر النبي في حرم الشريف النبوى داخل المسجد النبوى المقدس ضرورى لاجل الاجل الزيادة المباركة بعد الحج وللاجل ارتفاع شان النبي و شان الاسلام والمسلمين ولهذا واجب علينا ان نזור المدينة المتورة ونشد الرجال اليه لبد اداء اداء فيضنة الحج المبارك - سمعت في سنة ١٩٣٣ م من استاذى مفتي اعظم فلسطين السيد امين الحسينى المتوفى سنة ١٩٧٥ م ان النبي بكونه نبى الله (هو كان نبى الله من قبل ولادته في الدنيا ومن بعد الازل) فاد قبورا جد امة الانبياء عليهم السلام ابراهيم خليل الله واسحاق ويعقوب في بلدة خليل الله المسمى هبرون (فى جنوب بيت المقدس وقريب منه) فى مسجد المسمى خليل الله وعظفهم تعظما - وبناء على ذلك اعتقد ان لتعظيم النبي وخاصة هذه المقصد الاسمى وهدف الاعلى وبرضوان الله تعالى عز وجل الخلفاء الراشدين الاربعة وكبار الصحابة الكرام من المهاجرين والانصار رضوان الله تعالى عنهم وجل

جل جلاله عليهم ومن والا هم دفنوا النبي داخل المسجد النبوى كى يزدرواه المسلمين فى العالم اى القبر المقدس الى يوم القيامة النبي بنى المسجد النبوى الشريف بايديه المباركة كما بنوا اجد امة ابراهيم واسماعيل الكعبة الشريف بايديهم المباركة

كانت مسجد النبوى الاول ٢٤٧٥ ميتر مربع فنادىها عمر ابن الخطاب - ١١ ميتر مربع ودخل القبر الشريف داخل الحجرة الشريفية داخل المسجد الشريف و داخل جدران المسجد لاجل يبقى القبر المقدس فى المسجد وفى وسط صفوف المسلمين الى يوم القيامة كان عمر عارف بعلم القبر ان سياقى قوم بعدكم عام ويقول هدى مواهذه القبر كى لا يصير المسجد معبد للمشركين المسلمين مثل مشركين اليهود والنصارى الذين اتخذوا قبورا بنبيائهم مساجد لان مسجد خليل الله فى هبرون يحتوى على قبور ابراهيم واسحاق ويعقوب واليهود والنصارى يعبدونهم مع الله وللاجل منع الشرك مثل هذا نبه النبي عند وفاته ان اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبورا بنبيائهم مساجد - كان يعرف عمر ان اصحاب الحديث يقول مثل هذا القول لاهياء السنة النبوية بعد درس عميق فى الحديث كما نرى اليوم ان المحدثون يجتهدون لاهياء السنة والغاية دستور امام الاعظم - رايت ان بعض علماء اهل السنة ايضا يصرون على احياء السنة بخلاف دستور الاحناف - الدستور الرسمى لمخطة الجمعية يكون ان المؤذن يؤذن امام المنبر ولاكن بعض العلماء يقولون هذا بدعة والسنة لازم الاذان يكون من باب المسجد - كان عمر يخاف من الاختلاف مثل

هذا على البقاء قبر النبي بين صفوف المصلين .

نحن اهل السنة جد مشكورين لسيدنا عمر لانه البقي قبر النبي وقبر سيدنا ابا بكر - داخل المسجد وبعد ذلك دفن عمر ايضا في نفس الحجرة الشريفة وبعد ذلك دفنها عام ٣٩٦ ميلادي في حائط خلفه وليدين عبد الملك الاموي ٢٩٩ ميلادي وبعد ذلك زاد فيها مهدي بن منصور العباسي ٢٤٥ ميلادي وبعد ذلك حرق المسجد كله يوم الجمعة اول رمضان ٢٥٤ هـ وما بقي فيها جزء من الخشب سوى الصندوق المصاحف وجزء الخزانة واول من نبى مسجد النبوي الجديد هو مولانا سلطان ركن الدين بتقدري صالحى بپرس التوكل الحنفى - هو ايضا زين المسجد وزين المنار الشريف من قناديل ونجودان وقوارير الطر والجواهرات والكسوة من حرير ومخمل وديباج واحمر المسلمين ان يزوروه ويعظموه - هذا هو بپرس الذى جعل في الكعبة اربعة مصلى الحنفى المالكي الشافعي والحنبل وبعد ذلك زاد فيها مولانا سلطان اشرف قانباتى ١٢٠ ميلادي وبنى على القبر القبعة اول مرة (ما كان هناك اى قبعة قبل ذلك) وهو موجود الآن وهذا هو قبعة الخضر وبعد ذلك زاد فيها سلطان عبد المجيد خان عثمانى ١٢٩٢ ميلادي في سنة ١٢٦٠ (بعد ولادة احمد رضا خان باربعة عام) هذه المسجد التى بناها خليفة عثمانى كانت ذى شان عظيم وكانت وسعتها ١٠٢١٢ ميلادي - فكانت هذه المسجد القبلة الثانى بعد حرم شريف الكعبة وكانت محل اعظم اجتماع لجماعة المصلين اى اهل ملة نهار اهل ملة درودولان الاولون اى اهل ملة نهار ما كافر ايزورون الروضة وما كانوا يقومون عنده لاجل الصلاة اى درود السلام الداهمين كانوا يدخلون المسجد فى اوقات الصلوة اى كما فقط واصحاب لصلوة اى درود كانوا يجتمعون في المسجد لطلب النفاذ الى مكان هناك اجتماع كبير من الناس ايضا - وفى ١٢٩٤ هـ صدر سلطان عبد المجيد خان عثمانى خليفة المسلمين وهو اخر من خلفاء الاسلام وهو عزل فى ١٢٩٩ هـ وتوفى فى ١٣١٨ هـ لما اتى الخليفة لزيادة القبر النبي شاف ان الوهابيون لا يزورون القبر ولا يصلون على النبي فاحسروا الزيارة واجبوا ايضا السلام بالقيام عند القبر المبارك واجبوا على المسلمين والمسلمات - كان هذا بلاغ من الخليفة بشكل الاعلان الدينى واذاعة المرسوم المذهبي فى ١٢٩٩ هـ - وكان هذه البلاغ باهر الخليفة عثمانى عبد العزيز وكان سوا الامير عبد المجيد معه وفى هذه السنة (١٢٨٨ هـ) جاء واكتسب من علماء الكبار الاحناف من الروم وما آمن علماء الاحناف من جميع العالم الاسلامى وكان امامنا احمد رضا خان ايضا حاضر هناك لاجل الزيارة - لما امر الخليفة عبد العزيز وسوا الاميرولى ادهدى عبد المجيد ان الزيارة واجب التفقوا جميع العلماء بهذا واياها امام احمد رضا خان اعلن ان الزيارة واجب واياها السلام بالقيام عند قبر النبي واجب على كل مسلم ومسلمة - وقال السيد احمد زيني دخلان هذا هو الحق نحن الدي عارفين بهذا ان السلام بالقيام فرض تحت امر الله صلوا عليه وسلموا تسليما «وعلماء الهند ايضا متفقون بهذا وانما اقول بهذا شاب الهندى احمد رضا خان عافاك الله لله ذلك شابى عليك انت مفتي حنفى هندى - والله انت الحق وهذا هو الحق ان النبي له الحق ان يقوم الناس لتعظيمه تشريفا وتسليما وهذا قول الله تعالى عز وجل الذى انزل القرآن وقال يا الحق نزل انزلناه وبالحق - لما رجع الخليفة دامير عبد المجيد علماء الروم وعلماء العالم قاموا الوهابيون ونحوهم ان الزيارة قبر النبي حرام كما قال امامنا ابن تيمية انه حرام - فاجاب لهم السيد احمد زيني دخلان ان ابن تيمية كان غلطان وبناء على ذلك قال السبكي ان ابن تيمية هو ابن الزيف - وبعد ذلك ابتداء الحرب الوهابية بالشدة ضد الخليفة عبد المجيد وخلافه العثمانية - قرأت فى جريدة «العربي» من الكويت مقالة طويلة ضد الخليفة عبد المجيد وفيه كان مكتوب ان عبد المجيد كان الداهية اى ساخر ومندلثم وعديم الشرف - هذا هو الصيغ ان العرب كانوا يكرهون الخليفة عبد المجيد لانه كان يتبع طريقة الصوفية وكان موبد لاحد مشيخ الصوفية الشاذلية - وبالنسبة ثورات العرب والثورات فى بلقان والهجوم من اورباني حشر العالمى الاول هدمت الخلافة العثمانى الحنفى فى ١٢٢٢ هـ وهجم سلطان عبد العزيز على الجزائر وبقية وفى ١٢٩٩ هـ اراد الملك عبد العزيز آل فيصل آل سعود ان يخرب القبور الثلاثة ويهدم القبعة الخضراء عليهم لان المحذنين الكبار وعلماء حنابلة كلهم وبعض الشوافع والوهابيون فى العالم (ومنهم علامته ثناء الله اموت سرى وجماعة

من جملة الكلام اذاد وبعضهم من ديو بند وبهوبال ومدراس) كانوا يصرون عليه (على الملك عبد العزيز) في تخريم القبور وانما
من داخل المسجد النبوي لان بقا هذه القبور لاجل الزيارة فتنه كبيرة وسبب للشرك العظيم.

بناء على هذه الضمات والصوفات والصياح وهتاف عدد ائى ضد اهل السنة وخصوصا ضد الاخوان كان
مؤكد في تلك العام (راى ١٢٤٢هـ) ان قد خرب ودمر القبة الخضراء والقبور المقدسة والمباركة - ما كان امامنا احمد رضا
خان حي في تلك السنة لانه توفي في ١٢٤٠هـ لكان كانوا هناك في يد له في الهند ملائين من اتباعه من اهل السنة -
فقاموا اهل السنة حسب تعليماته ومسالكه وقوموا قيامة عظيمة ضد الوهابية (النجديّة والهنديّة) ومنعوا السلطان
عبد العزيز وعلمائه من اجراء مشروعاتهم الخبيثة وهو مشرّع الشيطان الرحيم اكبر عدو للنبي (كما قال الشاعر هندي
الكبير مولانا علامه محمد اقبال : ستيزه كار رها هو ازل سے تا امروز جواغ مصطفوى سے شاربولہبی اى
ان الشيطان يريد يطفى نور الله اى نور محمد اى سراج منير الذى نيتته من نور الله تعالى عز وجل)

كان السلطان عبد العزيز وهابى شديدا اى اخر ١٩٤٧م اى الى اخر بقا اميراطورية البريطانية الحمد لله
هدمت الامبراطورية في ١٩٤٥م لما خرج الهند من قبضة البريطانية وبقي عبد العزيز يتيم - وبعد ذلك الحمد لله
لين الله قلب الملك عبد العزيز وهو ترك دين الوهابية وراى نوره ودخل في ملت اهل السنة (ومن تلك السنة الوهابيون
في الهند اى دهلويون بهو قايون ديو بنديون وندويون اى اسماعيليون خانبهادرليون غنوهيون اى قاسميون نانوتويون
ولبائيون وغيرهم يقولون انهم ايضا من اهل السنة لانهم متمسكين بالسنة النبوية) وبعد ذلك اراد الملك
للمملكة السعودية العربية (للمملكة الوهابية ولوان في ١٩٢٦هـ كانوا الوهابيون في الهند يفتخرون ان سلطنتهم بالحققة
وهابية) ان يوسع مسجد النبوى في طرحديث ولاجل هذا هو شاو ر قبل اى احد مع سيدى ومولائى الحاج شيخ محمد على زينل
على رضا وبعد ذلك مع كثير من كبار اهل السنة في العالم وما اخذ اى عالم وهابى في مشاورته - في ١٩٤٨م اتى رسالة
وبرقية من جلالة الملك العظيم المحبوب عبد العزيز محمد على بن زينل ان يحضر سرى عاني رياض عاصمة المملكة - لما سافر على رضا
بالطيارة اخذ معه لهديّة لجلالة الملك خاتم فض الماس كبير الذى هو اشتراه بمائة وخمسين الف روبية (اليوم
يساوى خمسة لك دولارات) ولما رجع بعد زيارة القبر النبوى اى بالشاردة الكبيرة ان الملك يريد يوسع المسجد النبوى مع
توسيع في الكعبة اى حرم الشريف ويعظم شأن قبّة الخضراء المباركة. انى رأيت عند سيدى محمد على ورقة مهمة ونقلت هذه
العبارة : بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه اجمعين وبعد فان التفكير في مشروع توسعة
المسجد النبوى الشريف لم يكن طارئا لى جلالة الملك العظيم المحبوب مولانا عبد العزيز بن عبد الرحمن آل فيصل آل سعود بل انه كان
يجول في نفسه امد يس بالقصير حتى اذن الله سبحانه وتعالى له بالبر وفخرج الى عالم الوجود ففى عام ١٢٦٨هـ تفضل جلالتة
فاصدر كتابا مفتوحا الى جميعه المدينة برقم ٢٧-٢٠-١٢٧٨ وتاريخ ١٢-٨-١٢٦٨م يبشر فيه العالم الاسلامى بغنى
على توسعة المسجد النبوى الشريف وقد نشر هذا الكتاب في الجريدة المذكورة في عددها الصادر بتاريخ ٥ رمضان عد ٢٠١
١٢٦٨هـ ... وفى اليوم الخامس من شهر شوال ١٢٧٠هـ (الموافق ١٩٥٠م) بدئى في تنفيذ مشروع عمارة الحرم النبوى
الشريف وكان اول ما بدى به هو هدم الدور المحيطة بالمسجد ... وفى شهر ربيع الاول عام ١٢٧٢هـ زار المدينة المنورة
جلالة الملك العظيم المحبوب سعود بن عبد العزيز وفى حفل كبير وضع جلالتة الحجر الاساسى للمسجد النبوى الشريف المقدس
المبارك وفى ١٤ شعبان ١٢٨٢هـ بدئى فى هز الاساسات فى المسجد الشريف بالجناح الغربى بالمنطقة التى تلى باب الرحمة وفى يوم
الاربع والعشرين من شهر رمضان المبارك ١٢٧٢هـ بدئى فى بناء عمارة الشريفة المباركة المقدسة وفى شهر ربيع الاول
عام ١٢٧٢هـ زار جلالة الملك سعود المدينة وبنى بيده فى عمارة المسجد ووضع اربعة اعمار فى احدى زوايا الجدار الغربى
بالمسجد الشريف تأسيسا بالنبي صلى الله عليه وسلم ... اخيرا نرى اليوم ان الزيادة التى بدأها جلالة الملا عبد العزيز

رحمہ اللہ و اتھا جلالتہ الملک سعود ۶۰۲ میٹرو لیج۔ ایوم مساحتہ الکلیۃ للسجد بعد التوسعة السعودیۃ ۱۶۲۴۷ میٹرو لیج
فیہا ۷۷ عمود و ہر لیج القدیمۃ المحیطۃ بالمجد اردو الامعدۃ المستدیرۃ المجدیدۃ ۲۲۲: و ہکذا تحققت المعجزۃ الالہیۃ و تمت
ہذہ الحماقۃ علی الوجہ الاکل و کل ہذا تہ کاد اجلیلانصوح محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لو ما کان فی عالم الاسلاخی سبعین فی المائۃ من المسلمین من اہل السنۃ الاحناف و لو ما کان احمد رضا خاں امام اہل السنۃ
فی الہند ما کنا نری الیوم القبۃ الخضرۃ و سبب بذلک الصوت الاکبر الی رُفعت من الہند
(قال رسول اللہ ان یاتی الیہ ریح الریحان من الہند) لحفظ قبۃ

الخضرۃ و ہی صوت السنیون و ہم تابعین احمد رضا خاں
الیوم ضروری علی جمیع ادارۃ الدینیۃ سنیۃ حنفیۃ ان یحصلوا درایۃ خدمات السید احمد زینی دحلان
و تلمیذہ و مریدہ احمد رضا خاں فی مقار و متھم ضد الوہابیۃ الہندیۃ و الباکستانیۃ لان بدون ذلک
العلم ہو مستحیل لاهل السنۃ فی الہند ان یھضوا جنود ما یبقی من جنود الوہابیۃ المتفرقۃ و الممزقۃ شتی بعد کثرھم فی عام
۱۹۲۶ھ حین حفظ اللہ تعالیٰ قبۃ الخضرۃ المبارکۃ علی قبلتہ الثانی المقدس و المشرف و المبارک ای حرم النبی الشریف الذی
فی شأنہ قال امامنا مولانا نور الدین الجاہلیؒ و ان سجدنا الیک نسجد و ان سعینا الیک نسعیؒ و ہذا الدرایۃ و التحقیق بالمرۃ ضروری
لاننا قد نقدنا و قطعنا الامل من نجاۃ و النقاۃ قبلتہ الاولی ای مسجد الصخرۃ المبارکۃ (التي علیہ القبۃ الصفراء الذہبی) و
مسجد الاقصی المبارک و مسجد سیدنا عمر الفاروقی فی بیت المقدس۔ و ہذا ہو العمر الذی نادى فی غزوة الاحد حین صاحوا
الکفار ان مات محمدؐ.... "ھذا رسول اللہ حیّ سلیم" و ما لوفیق الابا اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا
خاتق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اے انڈیا سستی لیگ اور املیزات، گومبار کباد

سیف الدین بالدی والا چیر پٹیل ٹرینسری

زیر اہتمام

ینگ سوشل سرکل

چیرمین و ممبران کمیٹی

بدلورنگاری اسٹریٹ، مدنیورہ، بمبئی ۸۰۰۰۰۸

آل انڈیاسٹی لیگ کی مرکزی مجلس رضا اور ادارہ المیزان کی تاریخی پیشکش

امام احمد رضا خان

پر مبارکبادیاں

خانوادہ اشرفیہ، سیرکاتہ اور رضویہ کو خراج عقیدہ

کیوں رضا کڑھتے ہو سنتے اٹھو
جب وہ غفار ہے کیا ہونا ہے

ایک نیازمند

امام احمد رضا اور

مفتی مکہ سید احمد زینی دحلان



رئیس اعلیٰ سید عبدالکریم تید علی ہاشمی ایم اے
کار واری - بمبئی

مفتی دوران سید عبدالکریم ہاشمی کا حقیقہ از عربی مقالہ جسے انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ "امام احمد رضا نمبر" کیلئے
تلم بند فرمایا تھا، ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ امام احمد رضا پر اونیچی اور سحری تحقیق کے اس شاہ کار سے ہمارے
عام قارئین بھی مستفید ہو سکیں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم :

شروع کرتا ہوں میں اللہ الرحمن الرحیم کے نام سے، وہی میرے لئے کافی ہے
اور وہی سب سے اچھا وکیل ہے۔ سب تعریف اور شکر ادا کرنے کی مدح و ثنا اللہ ہی کیلئے خاص
جس نے ہم پر اپنے رسول کی طرف سے احسان کیا ہے جس کے ہم عنون ہیں اور اس نے ہمیں ہدایت
کی ہے اپنے راستہ پر اور دوسرے راستوں سے ہٹایا ہے اور اس نے ہم کو دیا ہے کہ ہم اس
کے رسول یعنی سید موصوفی معتقد اور مختار یعنی امبا سید پڑ پڑی پوٹشیری کی تعظیم و تکریم اور
بڑی عزت کریں۔ اور اس نے ہم پر فرض کیا ہے (ہر مومن و مسلم پر) کہ آنحضرت ہمارے لئے
ہماری جان، والدین و میرے زیادہ پیارے ہوں۔ اور اس نے آپ کی ہر وہی کو بحیثیت اللہ
اپنی محبت اور فضیلت کا سبب بنایا ہے۔ (اور ساتھ ہی ساتھ بحیثیت اللہ اپنی تعظیم کے لئے
حضور کے سامنے خود سپردی کے ساتھ جھکا اور آپ کی ذات صفات و رفت و عظمت کو اپنی
عظمت کے بعد اور ابد و احترام کے لئے ہو کر سلام کرنا اپنی تعظیم کے مظاہر کا سبب بنایا ہے)
اور یہ مقرر کیا ہے کہ آپ کی اطاعت، شیطان کی مکاری اور گمراہی سے بچنے کے لئے ایک جائے
امن و امان اور پناہ ہے۔ آپ کی مدح و ثنا جملہ بیافوں اور تفصیلات سے بالاتر ہے کیوں کہ خود اللہ
ہی نے آپ کو ذکر و ثناء دیا ہے۔ اور قرآن میں آپ کی مدح و ثناء دکھلا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم
آپ پر درود پڑھیں اور دعا کریں کہ یا اللہ محمد پر دنیا اور آخرت میں رحمت خاصہ بھیجئے دینا۔
اور یہ صلاۃ یعنی درود ہمیشہ ہمیشہ آتا رہے۔ جب تک کہ شاعرے طلوع اور غروب ہوتے ہیں
اور اسی طرح سے ہمیشہ ہمیشہ وہ درود جاری رہیں، جیسے آپ ہمیشہ ہمیشہ اپنے رب سے
قرب ہیں اور آپ کا رب ہمیشہ ہمیشہ سے آپ کے قرب ہے اور یہ درود اس لئے جاری
رہے کہ اللہ اور محمد کے مابین کوئی راز ہے۔

(راز مندرجہ آفات اور احادیث سے ظاہر ہے، محمد کی مدح و ثناء کے بیان کو تحریر
میں لانے کیلئے ایک سمندر بھر سیاحتی قسم ہو جائے گی مگر کلمات ربی پورے نہ ہوں گے۔
یعنی جنوں نبی میرے رب کی مدح و ثناء کی باتیں پوری نہ ہوں گی اور اللہ کی حمد و ثنا

کی باتیں جو خود اللہ ہی بیان کر سکتا ہے تحریر میں لانے کیلئے سات سمندروں کی سیاری کافی
نہیں ہے۔ اور میرے لئے اللہ کے ساتھ تنہا رہنے کا ایک وقت مقرر ہے اور میں اس
وقت اللہ کا نبی تھا۔ یعنی اللہ سے بات چیت کرتا تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان
میں تھے اور یہ کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے کہ اے محمد، تو میری آنکھوں میں ہے اور ساری
عزت اللہ کی ہے اور ساری عزت اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔) یہ درود کے تحفے
اللہ رب العالمین کے راج تک جاری رہیں، جس نے محمد کو اپنے سلال سے پیدا کیا ہے اور
آپ کو اپنے ہمال سے سورا ہے اور آپ کو اپنے کمان کا تاج پہنایا ہے اور آپ کو اس قابل بنایا ہے
کہ آپ اللہ تعالیٰ کی محفاتی ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اس اللہ نے آپ کی ذات کو
اپنے ناموں اور اپنی معنوں کا مقام بطور بنایا ہے، یہ درود اس وقت تک جاری رہیں جب
تک اللہ اور محمد کے ناموں میں تفرق یعنی حادث اور بیگانگی نہ آئے نہ منسی ہے اور اس
تفرق کی وجہ سے بہت کچھ ظہور میں آچکا ہے اور بہت کچھ ظہور میں آنے والا بھی ہے۔ یہ
درود اس وقت تک جاری و ساری رہیں جب تک آپ کی صفات اور آپ کے کمالات
کے جو امح کے آسمانوں میں بہت سے سورج چمکتے رہے ہیں اور آپ اپنے جلال و جلال کے ساتھ
اس عالم غیب میں موجود رہتے ہیں جہاں حضرت ذات باری تعالیٰ غیب میں موجود ہے۔
پس ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے محمد کے واسطے سے ہم پر رحمت بھیجا ہے۔
اس کی طرف قرآن میں بڑا اشارہ کیا ہے کہ "حقیقۃ اللہ کی رحمت یعنی محمد حسین یعنی
سینوں سے قریب ہے۔ ہم اللہ کے اس قول کے بھی ممنون و شکر ہیں کہ اس نے ہمارے
جدا جدا آدم سے یہ کہا ہے کہ اے آدم، تو نے سچ کہا ہے، بے شک محمد مجھے معنوںات
سے زیادہ پیارا ہے اور میں کہ تو نے اس کے حق سے معافی مانگے" میں نے تجھے
معاف کر دیا اور اگر محمد نہ ہوتے تو اے آدم میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا اور وہ تیری اولاد
میں ہونیوالے پیغمبروں میں آخری نبی ہے۔

آج روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کی تعداد ۷۰ ارب ۷۰ کروڑ ۷۰ لاکھ ہے اور ان میں سے ۲۲۵۰ ملین دیندار ہیں یعنی دین اسلام اور دوسرے ادیان و مذاہب اور ملین اور دھرموں پر چلتے ہیں۔ اور باقی دین ہیں ان کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے اور ان کی کوئی ملت نہیں ہے وہ ملحد و مرتے اور لاادریہ ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے جس نے محمد پر قرآن نازل کیا ہے ان بے دین لوگوں میں شیوئی اور اشراکی بہت ہیں۔ اور پہلی شرک ہیں جبکہ اللہ نے کہا ہے "اور اکثریت ایسے لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ کچھ نہیں ہیں مگر مشرکوں میں ہیں" سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۶۔ یعنی حقیقی شرک وہی لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لانے سے انکار کیا دہاویوں نے اسی آیت کا غلط ترجمہ کیا ہے کہ "اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شرک بھی کرتے ہیں" یہ حرف ترجمہ صرف سنیوں کو اور مولانا احمد رضا خان کے تابع حنفیوں کو مشرک ثابت کرنے کیلئے ہے۔ اگر دہاوی لوگ قرآن کے ترجمہ میں مسقط آفریں غلط سازی سے کام لیتے تو ان کے لئے محال تھا کہ وہ ہم سنیوں کو ذابھی مشرک بلالیں۔ دہاویوں کے نزدیک آج کل کے سرکردہ مفتی حقیقین مشرک ہیں انہوں نے اس آیت کے حرف "ما" کو ہلکا کر مٹا کر دیا ہے۔

ہم ہی آدم آج دو بڑی بھاری طاقتوں کے دباؤ میں گھرے ہوئے ہیں "یہ دو طاقتیں آپس میں سخت مخالفت ہیں۔ ایک طاقت آسانی اور مفتی ادیان مذاہب کو ماننے والی حکومتوں کی ہے، وہ کیپٹلسٹ ہیں، دوسری اشراکی حکومتوں کی طاقت ہے، وہ دہاویوں کی ہے، یہ ساری حکومتیں زبردست ہیں۔ دنیا بھر کے خزانے (جن میں بیس ہزار ٹن سے زیادہ سونہ ہے) ہیرے جواہرات معدنیات کا ذخیرہ بردہ پڑی، بنگ دیو، جوائی اور بحری تہاڑ وغیرہ سب ان کے قبضہ میں ہے اور رہا یا کو بغیر رکھا گیا ہے۔ جہاں دونوں طرح کی حکومتوں میں رہا یا اپنے اپنے حال میں خوش ہے، کیونکہ کھوں سیس مفتی کی کسی کو ٹکڑا نہیں ہے، کھانا کپڑا اور مکان بجاتے تو وہ مطمئن ہیں۔ دیندار حکومتوں میں بغیر رہا یا اس لئے مطمئن ہے کہ انھیں دنیا دین پالنے کی چھوٹ ہے اسلئے وہ مفتی کی اید میں خوش ہیں۔

ہم نے ناہے کہ مسئلہ ایک کیونٹنٹ ممالک میں چار سو ملین مفتی تھے آج وہاں دس ملین بھی ایسے نہیں ہیں جو نماز پڑھتے ہوں گروہ مشرک نہیں ہیں کیوں کہ وہاں دہاکوں کو بھی بند کر دیا گیا ہے۔ اشراکی لوگ دہاویوں کی طرح ہر سچائی کے سخت مخالف ہیں۔ دیندار حکومتوں میں (مسلم اور غیر مسلم) مسلمانوں کی آبادی ایک ہزار ملین سے کم انہیں ہے ان میں سے ستر فیصد سنی ہیں جن میں ستر فیصد مفتی ہیں۔ دہاویوں کی تعداد بیس فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ ان دہاویوں کو یقین ہو گیا ہے کہ سنی لوگ مرتد ہو گئے ہیں اور برہمنی اور مشرک بھی۔ دین نے امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب تادری کی لکھی ہوئی عربی کتاب "الدولۃ المکیہ بالانفعیہ" کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتاب استنبول میں کئی بار چھپی ہے۔ ابھی ۱۱۷۵ھ میں سین علی بن سید استنبولی نے اسے آنکھ سے چھایا ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کا تفصیل

دہاویوں کے سختی لوگ دہاویوں کو کیا سمجھیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ: بیشک دہاوی فسرتر سب سے بڑے شقی لوگوں کا ہے جسے رسول اللہ نے بڑا بھاری جہاد سے اردو و مغرور سے نہ صرف بزرگان ہیں بلکہ خفا بھی ہیں کہ اللہ نے آپ کی اتنی بڑی تعظیم کیوں کی؟ اس پر سے مجھے یقین ہوا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے جو فتویٰ جاری کیا تھا کہ برٹش انڈیا کے دہاوی شقی ہیں۔ برحق ہے۔ کیوں کہ انھوں نے تاجی - عقیدہ مانڈر رکھا ہے کہ سبھی سنی مشرک ہیں سنیوں کو کس طرح سے تاجی مشرک ثابت کیا گیا ہے اور وہ بھی قرآن شریف کی تفسیر ذیل اور تفسیر میں تحریف کر کے اس کا ثبوت "اشرف علی تھانی کی تفسیر میں سورہ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۶ کی تفسیر کے ۱۵۰ الفاظ کے بیان میں موجود ہے کہ کسی کا نام غلام رسول اور غلام نبی رکھنا بھی مشرک ہے۔ اس عقیدے پر اعتماد رکھنے والے دہاوی اکثر دہاویوں کی غلطی اور بددعا کے درمیان بات بات العالحات کے جیسے بھی ہیں اور وہ سب کے سب سنیوں پر اس لئے چلتے ہیں کہ انھیں رسول اللہ سے بڑی محبت ہے۔ اور وہ آپ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تعظیم کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور کسی غیر اللہ کو ذرا بھی حق نہیں ہے۔ چنانچہ غیر اللہ کی تعظیم کرنا مشرک ہے۔ ایک سنی مسلم اور دہاوی مومن میں تمیز کرنے کی صرف ایک ہی کسوٹی ہے۔ جسے رسول اللہ سے بڑی محبت ہے وہ اسد اناس ہے اور جسے نبی سے حد ملتی بغض اور کدورت ہے وہ بڑا شقی ہے۔ جب نبی ہی دین اسلام کا معیار ہے۔

سب سے پہلے جس شخص نے اہل سنت پر تہمت لگائی ہے کہ وہ مشرک ہیں وہ (دہاویوں کے امام اعظم) عز الدین ابن عبد السلام تاجی القضاۃ دمشق ہیں، آپ نے اصلاح دین اور احیاء سنت کے نام سے دہاوی مذہب ایجاد کیا اور فاختہ خانی کی محفل کے علاوہ مسجد نماز کے بعد فاختہ پڑھنا بھی بدعت قرار دیا۔ آپ نے سنیوں کی ادراف میں طہر پر ترکی حنفیوں کی بہت سی رسموں کو بدعت بول کر بند کر دیا۔ ان میں سے ایک ملاوہ رناب اور نصف شعبان کی خانہ ہے۔ اس روز مغرب سے نیکرات غیر مخصوص دعائیں پڑھی جاتی تھیں۔ تاجی صاحب نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ نصف شعبان کی میدانا بدعت ہے اور ایسے بدعتی حقیقین جہنمی ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ دین اور شریعت میں ایسی نماز اور ایسی دعاؤں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور ان بدعتوں کے موجب حقیقی ہیں جنہوں نے سنت نبویہ کے خلاف دین میں نئے نئے رواج داخل کر دیے ہیں۔ تاجی صاحب کی اچھے سنت یعنی صرف۔ یہی سنت کو زندہ کرنے کی تحریک کی ایک تازہ ترین مثال آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور اس کے موجب خود سنی ہیں، یہ موڈرن سنی کہتے ہیں کہ شریعت کی ہمارا س میں ہے کہ ہم حقیقی مالوں کے دستور سے ان باتوں کو ترک کر دیں جو نبی کی سیرت میں موجود نہیں ہیں۔

ایسی ہی ایمانے سنت کی ایک بدعت تحریک تاجی عز الدین نے دمشق سے جاری کی تھی۔ جو دہاوی ازم کا سب سے پہلا اور بڑا مرکز تھا۔ یہ تاجی ابن عبد السلام اپنے زمانے کی صلیبی جنگوں کی خدشت میں ترکی مفتی مجاہدین اسلام

کے خلاف اور مسلمانوں کے ساتھ کئے۔ آپ سلطان رکن الدین مالکی ہندوستانی پیرس کے بڑے دشمن تھے جس نے عین جاوٹ کی سب سے بڑی جنگ میں مسلمانوں اور مغولوں کے مابین کی مقدمہ فوجوں کو پہلی بار سب سے بھاری شکست دی ہے اور ان کے سیلاب کو ٹوڑ دیا ہے۔ جب قاضی صاحب اور سلطان دشمن میں جھڑپ ہو گئی اور مجبوراً خطبہ میں قاضی صاحب نے اسے فاسق اور ناجائز کہا تو سلطان نے آپ کو قید کیا۔ اس نے کبھی ملاؤں نہ شور مچایا اور دہلیوں نے احتجاج کے حوالے سے نکالے اور ساتھ ہی ساتھ عیسائی زعماء کا ایک وفد سلطان کے پاس آیا۔ اور قاضی صاحب کو ہار دینے کی درخواست کی، اس وفد نے یہ بھی کہا کہ "قاضی صاحب اتنے بڑے عالم ہیں کہ اگر آپ ہمارے پادری ہوتے تو ہم ان کے قدم دھو کر پانی پیتے۔" اس قاضی صاحب کے مسلک کا نام دہلی ازم ہے اس مذہب کا آخری امام ابن عبد الوہاب ہے جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طرقت شیخ محمد حیات منہی سے لیا ہے اور اس نے مدینہ کے ۲۷ استادوں سے لیا ہے (شیخ احمد شاہ دہلی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث کی سند حاصل کی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے مدینہ سے دہلی مذہب ہندستان میں لے آئے) ان ۲۷ محدثین کے بارے میں یہ طریقہ اپنے امام احمد ابن تیمیہ سے لیا ہے اس نے اپنے ادا لقی الدین تیمیہ سے اور اس نے اپنے شیخ قاضی عز الدین متوفی ۷۲۰ سے لیا ہے۔ جب ۷۲۰ میں جاسی خلیفہ ہمدانی منصور کی بنائی ہوئی مسجد نبوی پوری جل کر خاک ہو گئی۔ تو سلطان رکن الدین نے نئی مسجد تعمیر کی اور نبی ابو بکر اور عمر کی ٹوٹی ہوئی قبروں کو بنایا اور مزاروں کے حجرہ شریف کو سونوارا۔ اس پر سے قاضی عز الدین نے فتویٰ کیا کہ سلطان پیہر جس قبر پرست اور مشرک ہے چنانچہ سلطان اس قاضی سے بہت ڈرا تھا۔ سالوں کی صلیبی اور تاتاری فوجوں کے بڑے بڑے کمانڈر سلطان کے نام سے ڈرتے تھے۔ کیوں کہ آپ ہی سرکار عین جاوٹ کے ہیرو ہیں۔ جب مہر میں قاضی صاحب قتل پائے اور آپ کا جنازہ سلطان کے قلعہ کے پاس سے گذرا جس میں مسلمانوں کے علاوہ مسلمانوں کا بھی ہجوم تھا، تو سلطان نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ آج مجھے اطمینان ہوا ورنہ اگر یہ قاضی مسلمانوں کو حکم دیتے کہ بغاوت کرو تو میری حکومت کا خاتمہ ہوتا۔

اس زمانہ سے مسجد نبوی کی زیارت گاہ ہونے کی حیثیت کے مسئلہ پر سے دہلیوں نے قاضی عز الدین کی جماعت نے حنفیوں سے بحث وجدل کا سلسلہ جاری کر دیا۔ کیونکہ دہلیوں نے دیکھا کہ سلطان پیہر کی نئی مسجد نبوی میں ترکی خفی نائین مرد اور عورتوں کے بڑے بڑے عجم آتے ہیں۔ اور مزار مقدس کے پاس کھڑے ہو کر نبی سے توسل شفیع اور استغاثہ کرتے ہیں۔ اور مناجاتیں بھی کرتے ہیں۔ جو بقول ان کے مسجد نبوی ہی کے اندر واقع ہونیوالے شرک کے کام تھے۔ حالانکہ مسجد صرف علاتہ یعنی جتوئے نماز کے لئے ہے۔ اور دن رات کی صلاۃ یعنی درود پڑھتے دہننے کے لئے نہیں ہے جیسا کہ حنفی لوگ دھوم دھام سے کرتے رہتے تھے۔ حنفی علمائے عظام کا عقیدہ تھا کہ نبی سے توسل تشفیع اور استغاثہ کرنا ہر حال ہر زمان اور ہر مکان میں برحق ہے۔ یعنی آپ کی ولادت سے پہلے اور آپ کی حیات کے ہر دور میں (آپ کی حیات کا دور بقول ان علمائے عظام

کے ازال سے ہے۔ جو کم از کم پچاس ہزار در سال کی مدت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ میں رحمت کا مخفی خزانہ تھا اور اب مجھے پسند آیا ہے کہ میں اپنے آپ کو ظاہر کروں۔) اس زمانے سے آج تک ان ہی مسائل پر دہلیوں اور سنہیوں کے مابین عقائد کی جنگ جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد رضا خان نے سنہ ۱۸۱۱ء سے واپس آئے کے بعد سے دہلیوں سے بڑی بھاری لڑائی کی مگر سنہ ۱۸۱۶ء کے بعد سے دہلیوں سے دوسرے پیکار رہنے کے بدلے حنفی مذہب کی حفاظت میں مصروف ہو گئے مگر آپ کے تابعین کی ایک جماعت نے صرف دہلیوں سے لڑتے رہا اپنا شعار بنالیا اور حنفی مذہب کے قتال اور اقتدار کے کاموں کو بڑھانے کے کاموں سے غافل رہی۔ البتہ مسئلہ تنگ بھری دہلیوں کے مقابلہ میں ہندی دہلی بعض ناپسندی دہلی تھے۔ مگر آج عرب کے دہلی ناپسند ہو گئے ہیں اور ہندی دہلی سنہ ۱۲۱۵ء کے دہلیوں کی طرح نہایت حق تعالیٰ تعجب ہو گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے سامنے دو سوال آتے ہیں۔

- ۱۔ عام ۲۴ کیرٹ ۴۴ کیرٹ اور ۴۴ کیرٹ دہلیوں کے متعلق یہ سوال آیا ہے کہ کیا مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں میں شمار ہیں۔ اس کا جواب "ہاں" ہے۔
- ۲۔ کیا دہلی لوگ اہل سنت کے ساتھ ہیں؟ اس کا جواب نفی "ہاں" میں ہے کیوں کہ تاریخ شاہد ہے کہ دہلیوں اور انگریزوں میں ایک ہی شعار اور ایک ہی مقصد رہا۔ برتو حیدر علی اتفاق اور اتحاد قائم تھا، غالباً یہ توحید مسئلہ میں قائم ہوئی تھی۔ اس لئے ہم بول سکتے ہیں کہ دہلی ازم کو کئی مستقل دین نہیں ہے بلکہ ایک فرقہ ہے جو جیونوں کے دشمنوں سے ملتا ہوا ہے۔

جو سنہیوں کی قبر پرستی کی مذمت میں بہت کچھ بولتے ہیں۔ احمد رضا کو اس ملی بھگت کا ملم تھا اس لئے آپ نے دہلیوں کی قبر پرستی کی مذمت کی رد میں کہ دہلیوں کی قبروں کا عرض کرنا شرک ہے" سورہ المائدہ کی آخری آیت کی تفسیر پیش کر دی کہ اصحاب قبور سے یا انہوں سے ہونیوالے کا فرہیں خصوصاً وہ لوگ جنہیں حضور کے مزار مبارک سے کوئی بھی فیض کی آس نہیں ہے۔ احمد رضا خان کی قرآن کی اس آیت کی دلیل کی رد میں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حضور کے مزار مبارک سے ہر طرح کی امیدیں وابستہ رکھیں، دہلیوں نے نبی کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ کہنے اپنے بستر مرگ پر یہ کہہ دے کہ اللہ کا غضب بڑا شدید ہے اس قوم پر جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد یعنی عبادت گاہ بنالیں۔ اس حدیث کے پیش نظر دہلیوں کے علمائے کبار نے لکھا ہے کہ سلطان پیہر سلطان تلالوں سلطان اشرف تائبانی سلطان محمد الفاتح اور سب سے آخر میں سلطان عبدالحمید خان نے مسجد نبوی کو بیکل دانیال اور جنوبی فرانس کے شہر بولون کے کنسیا کی طرح بنالیا ہے جہاں تین قبروں کے پاس

سات دن قند ملیں اور بڑے بڑے بخودان جلاتے جلتے ہیں۔ یہ دہلی مذہب خفیہ طور پر دین اور ریاست کے منظم کی مکاتیبوں سے ۱۲۲۵ء میں بخندے ظاہر ہوا۔ اور سنہ ۱۸۵۶ء تک بڑی تیزی سے ہر طرف پھیلا اور اس قدر طاقت ور ہو گیا کہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر غالب آیا۔ اور محمد ثناء الامور کے

تک جنگ کی ہے۔ وہ وہاں کے سنی ہیں۔ اردن کے علماء کبار کے طلیحہ کے سردار مولانا احمد زہری دحلان ہیں (وہابی عالموں نے آپکو فاسق ناجہراہ امام زینح و دہرعات کا خطاب دیا ہے) اور جس نے ہندستان میں ہندی دایوں سے ۱۸۸۶ء سے قبل سخت لڑائی کی ہے۔۔۔ وہ شیخ المجدد مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں۔

آپ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے فقیہ حنفی شارح مفتی اور صوفی تھے۔ آپ نے بارہ مرہ شریف کے مادات مشائخ سے تادیب طریقہ حاصل کیا اور دینی سیاست کا درس حرمین شریفین کے علماء کبار سے حاصل کیا۔ آپ کے خاص الخاص مرشد مفتی کرم سید احمد ربی دحلان متوفی ۱۸۸۷ء ہیں۔ جو خلیفہ عبدالحمید کے شیخ الاسلام تھے۔ جس طرح سے دہابیوں نے سید احمد ربی دحلان کو مشرک کہا ہے، اسی طرح ہندی دہابیوں نے احمد رضا خان کو مشرک کہا ہے، اگر احمد رضاؒ سید احمد مکی کے تابع نہ ہوتے تو آپ کیلئے ممکن ہی نہ تھا کہ آپ دہابیوں کے 'ہجوم کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ ہجوم مدراس، دہلی، بھوپال، دہلوند، ندوہ وغیرہ کے خود کو خاص محمد بھیجنے والے خفیہ نماد دہابیوں اور دہابی مخالفینوں کی طرف سے ہوا تھا۔ اگرچہ سید احمد ربی اور احمد زمانے دہابی نہ ہوں کہ دہانے کے لئے جان تو رکشش کی ہیں۔ انھیں اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی کیوں کہ برٹش امپائر دہابیوں کے ساتھ تھا۔ افریخ اور دہابی سیلی بھگت ان کے ۱۳۵۲ء کے بعد کی دوستی اور عثمانی خلافت کی دشمنی پر مبنی تھی، جب سلطان محمد ثانی نے بیزنطینی امپائر کا پای تخت قسطنطنیہ فتح کر لیا اور اس کا نام آستانہ اسلام بول اور استنبول رکھا۔ اور وہاں قعر توپ کا پانی میں نہی کے مقدس آثار جمع کر لیا جس سے دہابیوں کو بہت ہی بڑا دکھ ہوا۔ جب آستانہ دار الخلافہ ہوا تو یورپ اور ہندو چین کی تجارت بند ہو گئی۔ جو مسک روڈ اور لبان روڈ کے کارواہوں سے ہوتی تھی۔ ان راستوں کے بند ہوجانے سے یورپ والوں نے مشرق بعید کیلئے سمندری راستہ تلاش کر لیا۔ اور پرتگیز ناخدا واسکو ڈی گاما نے جہاز سے ۱۴۹۸ء میں کوجین پہنچے، پھر سٹالہ، ماسیلیع، فارس (حالیہ عربین گلف) کے سواہل کے عربوں نے ترکی خفی عثمانی خلافت کے خلاف یورپ والوں سے معاہدہ کر لئے۔

جس طرح نجد کے امیر عبدالعزیز بن سعود متوفی ۱۲۸۵ھ نے (آپ ہی نے ۱۲۸۵ھ میں ۱۲۱۲ھ کے خانہ کے بعد مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو شہرک بول کر کاٹا ہے۔) ترکوں کے خلاف برطانیہ سے دوستی کر لی تھی۔ اسی طرح سلطان عبدالعزیز بن سعود متوفی ۱۲۹۵ھ نے بھی ۱۲۸۵ھ سے ترکوں کی دشمنی سے (جو ان کی نظریں شہرک تھے۔) برطانیہ سے دوستی کر لی تھی۔ اس لئے جب حنفیوں کی خلافت ٹوٹ گئی ابن سعود نے خلافت کے دیکل شریف مکہ حسین بن باغشی کو مار بھگایا۔ اور پورے حجاز پر قبضہ کر لیا۔ اور فوراً حرمین شریفین سے بقول ان کے تمام مشرکانہ کاموں اور بدعات کو بند کر دیا۔ جن کی فہرست قاضی عمر الدین نے اس زمانہ میں تیار کر لی تھی جب سلطان یوسف سہسٹ نئی مسجد بنوائی تھی۔ ان مشرکانہ کاموں اور بدعات کی دوسری فہرست دہا بیوں کے اور ایک نماز محدث قاضی عمر الدین ابن جلاء الکنتانی نے ۱۲۸۵ھ میں تیار کر لی تھی۔ جبکہ

اسی دور میں نجدوں نے (افریجیہ سے توحید قائم کر کے) خاص توحید عربی اتحاد اور عربی شریعتیں کو شرک کی بنیادوں کو پاک کرنے کے بہانے سے (بقول ان کے) اس شرک کرنے والے مفتی مشرکوں کی سرپرستی عثمانی خلافت کر رہی تھی۔ (جمعیت خوان بنالی اور لفظ شرک کی ایک حرف تعریف شائع کر دی کہ محمد اللہ تعالیٰ کو معبود اور دستگیر بنانا اور محمد اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا شرک ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ترکی مفتی خلافت کو منہمک کرنے کا پلان مکمل کر لیا۔ اور رسول اللہ کو بھی غیر اللہ اور سنہیوں کا "الہا" قرار دیا یعنی ان کے شرکاءوں میں سے سب سے بڑا شریک یعنی خدا تعالیٰ کے خدائے ثانی۔

دباہیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حقیقیوں نے المد کے فرمانِ ولایت شرک بعبادۃ رب
احد^{۱۱} کی مخالفت میں ہی کو اپنا موجود شافی بنایا ہے۔۔۔ جس زمانہ میں دہا بی مذہب
کو بڑی ترقی نصیب ہوئی اسی زمانہ میں مغرب الحاد کا سورج طلوع ہوا۔ اور یہ کارل
مارکس کا یاد گری ہے ہوا ہے جو ایک جرمنی یہودی داہیہ ہے جس نے ۱۸۴۸ء میں (دینی
تقویت الایمان کی اشاعت کے زمانہ میں) کو میونسٹ بروڈو کو آل لندن سے شائع کیا۔
میرے استاد شیخ الاسلام شیخ امین سوید دمشق متوفی ۱۹۳۵ء نے مجھے بتایا ہے کہ دہا بی انگریزی
اندی) (مکر دفریب لوینفر سے بھی بڑے ہیں جو مود کبریت اور مغرب کے شادے کے
نام سے مشہور ہے۔ سچا دوستارہ دنیا کی شام اور آخرت کی صبح کو طلوع ہوا ہے اس لئے
کے سنیوں کی ہزیمت کا درد شروع ہوا۔ چنانچہ آج کل کے سنی ایک دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں
سنیوں کی اس پسپائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انفرنج اور نجدی تو حید سے بیک وقت بچھ اور
بھان سے رکن کے خلاف بغاوت شروع ہوئی اور ۱۹۲۵ء میں مسجد نبوی کے اندر کی تیوں قبول
خلاف ۱۹۳۲ء میں ٹوٹ گئی۔ اور دہا بی لوگ ۱۹۲۲ء میں مسجد نبوی کے اندر کی تیوں قبول
اور ان کے اوپر کے گنبد خضر کو توڑنے کے لئے شیشہ بدست کھڑے ہو گئے۔ اس کام کے لئے ہند
دہا بیوں نے بھی آستینیں چڑھائی تھیں اور پاپے بھی ابھار لئے تھے۔ دہا بیوں اور سنیوں
کی پہلی جنگ مناظرہ کی صورت میں حج کے ایام میں مکہ مکرمہ میں ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ اس
میں سنیوں کی جیت ہوئی۔ مگر ۱۳۲۵ھ میں دہا بیوں نے حجاز پر تلواروں بندہ قبول اور لوہوں
سے حملہ کر دیا۔ اور اس میں سنیوں کو شکست ہوئی۔ بعد میں حجاز مصر دوم کے سنیوں
نے بھی تلوار اٹھائی۔ اور ستر سال تک گھسان کی لڑائیاں ہوئیں۔ ان ہی لڑائیوں کے
دہائیانی دور میں احمد رضا خان پیدا ہوئے

ملک نواب بھوپال خان بہادر صدیق حسن خان نے (جو ہندستان میں بریطانیہ کے دلی تھے) قرآن کی تین عربی تفسیروں میں دس فیصد آیتوں کی تائید میں تحریف پیدا کر کے دہائی مذہب کو ہر طرف سے کامیاب بنادیا۔ خان صاحب نے جن تفسیروں کو بھی لڑکر اپنی طرف سے لاکھوں روپے صرف کر کے بچھا پایا وہ تفسیر ابن کثیر تفسیر شوکانی اور تفسیر روح المعانی ہیں۔ اشرف علی تھانوی نے ان ہی حرف تفسیروں پر سے اپنی تفسیر میں دہائی ازم کی تائید کی ہے۔

جن لوگوں نے حجاز میں قلم اورد تموار سے دبا بیروں سے سو سال

آپ نے مسجد نبوی کے اندر سے جہنم خانہ کو اکھاڑ کر براد کر دیا۔ جن مساک کو سلطان ابن سعود نے بدعات بول کر سینہ کر دیا ہے ان میں چند یہ ہیں۔

کعبہ شریف کے خلاف شریف کے محل شریف کا مجلس' بنی کی قریش شریف کے پاس تو سلف تشفیہ استخارہ اور مناجات کا دستور اور دلائل الحیرات کا پڑھنا۔ سینوں کیلئے سب سے بڑی شکست تھی۔ علاوہ ازیں مزار مقدس کے دروازوں کی جالی مبارک کا چھوٹا اور چوڑا بھی بند کر دیا گیا۔ پھر حجرہ شریف کی بھی محرابوں میں بڑے بڑے نقش اور سنہری حروف میں دھسے ہوئے "یا رسول اللہ" کے حرف یا کے نیچے کا ہلالی حلقہ کاٹ دیا گیا۔ اور اب صرف "یا رسول اللہ" باقی ہے۔ اور اگر ان کے نیچے کے دونوں بڑے نقشے کاٹ دیئے جائیں تو "یا رسول اللہ" ہے اس کا ہم سے ہر قسم کے دہائی بہت خوش ہوتے۔ مثلاً اسماعیلیہ رشیدیہ قاسمیہ بھی تو اور دکن کے لبتا اور ٹوڈے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے کرشمے بھی بڑے عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز بن سعود ۱۳۳۳ھ تک نہایت ہی کٹر شدید اور اٹھو دو کس اور تاسی دہائی تھے۔ آپ آل سعود کی نسل کے انیسویں سلطان ہیں' ۱۹ کا عدد جنم کے داروفاؤں کا ہے' مگر جب آپ کی عمر ۶۰ سال کی ہوئی تو آپ وفات سے پانچ سال قبل بغض باری تعالیٰ اہل سنت اور خاص کر خفیوں کی طرف مائل ہوئے۔ پھر آپ کے بعد سلطان ابن سعود اور بھی زیادہ اہل سنت کی طرف مائل ہوئے اور پھر آپ کے بعد سلطان فیصل اور بھی زیادہ مائل ہوئے اور جلالۃ الملک المغنم محبوب ہوئے۔ شاہ فیصل نے ارادہ کیا کہ قعر توپ کا پی سے بنی کی یادگار کے بھی آثار مقدسہ کو منتقل کر کے محکمہ کرملیا جائے تاکہ حجاج کرام ان کی زیارت کریں۔ مگر دنیا بھر کے دہائیوں نے اس شرورے کی سخت مخالفت کی۔ مہینے کے اخبار میں اہل پلان پر ایک طنز آمیز جواب بھی ہوا کہ شاید فیصل ان آثار کو حاصل کرنے کے بعد ایسا برباد کرنا چاہتے ہیں جیسا قاضی عزالدین نے جہنم خانہ کو برباد کیا ہے۔ شاہ فیصل کا ایک کارنامہ یادگار رہا گا کہ آثار مقدسہ کی تنظیم کیلئے آپ نے اندلس کی جامع قرطبہ کو (جو ۱۴۹۲ء سے بند تھی اور اس سال سے کسی ایک مسلمان نے بھی اس میں ناز پڑھی نہیں تھی) ۶۰۰ میون ریال میں خرید کر اس فرانس کی عمان قائم کر دی اور آج وہاں نمازی جماعت ہوتی ہے۔ اسی طرح آپکو یہ بھی حرم تھی کہ آپ اپنی زندگی میں بیت المقدس کی مسجد مغربہ مبارک' مسجد اقصیٰ مبارک اور مسجد نا عمر کی مسجد مبارک بھی آزاد کر لیں۔

جب شاہ فیصل توپ کا پی کے نبی کریم کے آثار مقدسہ پر عاشق ہو گئے تو رسول کا دامن بچھوڑیں گے' کا نفرہ لگنے والوں پر لازم تھا کہ وہ شاہ فیصل کا ساتھ دیتے یا کم از کم آپ کو بدایت کرتے کہ مسجد نبوی میں ہمارے ان مساک کو زندہ کر دیا جائے جو وہاں ۱۲۵۰ سے جاری تھے اور وہ ۱۳۳۲ء سے بند کر دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔

آج ماری دنیا میں دینی اور مذہبی عقائد کے متعلق ایسی میداری ہو

ہے کہ اگر احمد رضا خان کے تابع یا کسی بیداری سے کام لیں تو دہایت کا خاتمہ ہو سکتا ہے آج کل کی عالم اسلامی کی بیداری کو دیکھ کر اسحالی اور اشراکی تاثر بھی بگڑ گئے ہیں کہ ان کا وہ مارکیٹ ٹوٹ رہا ہے جو قاضی عزالدین' ابن تیمیہ' ابن قیم' ابن کثیر اور ۲۷ محدثین کی دہایت کی مدد سے قائم تھا۔ آج دنیا کی سب سے بڑی دو مخالفت طاقتوں کی چار سو سال کی موذیاتی قیام ہو رہی ہے اس لئے وہ اسلام کے خلاف نئے دھنگ سے پروپاگنڈہ کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کا مذہب دیا فاسی ہے اور ان کی تہذیب یا سنت سنوں اور ثقافت اور شریعت کے قوانین دستور اور رسم و رواج و عہدہ دیکھ لیئے بیکار ہیں آج کل کے ماورن تعلیم یافتہ نیم بنی نیم دہائی (اور پرانے خفیوں اور شافعیوں کی اولاد ہونے سے نیم حنفی نیم شافعی) مگر غرض اور اسلام کی خدمت کرنے کا شوق رکھنے والے حضرات بھی غیر شعوری طور پر شریعت کے مروجہ قوانین میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں' یہ بھی ایک قسم کی موذی دہایت ہے کیوں کہ قاضی عزالدین کے زمانے کے دہائیوں نے بھی شرک شکنی بدعت شکنی اصلاح اور تجدید اور اجتہاد کے ناموں سے ایسی ہی تحریک اٹھائی تھی یہ مولانا تحریک بھی حنفی مذہب کو توڑنے کیلئے اٹھائی گئی ہے۔

ایسی کچھ تحریکیں جو ایلئے دین اچانے شریعت اچانے سنت کے نام سے اٹھائی گئی ہیں ان کا اصلی مقصد حنفی مذہب کو توڑنا ہے کیوں کہ عالم اسلام میں خفیوں کی اکثریت ہے خفیوں کے دشمن عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم اور آپ کے صحابہ کرام کے مذہب کا نام حنفی نہ تھا۔ اور یہ (جو حلیفہ کو بیچ اور حقیقی سنت نبویہ کی معرفت نہیں تھی بلکہ آپ نے محض قیاس آرائی سے فقہ اور شریعت کی تدوین کی ہے۔ ایسے ہی خیال والوں نے) جن میں مجدد مجتہد اور محدث بہت ہیں) سید زبیر دھلان اور احمد رضا خان کو علمائے سوویں شمار کرنا پڑا اور سنی مسلمانوں کو موزوں بھی بکھر کر اعلان بھی کیا ہے کہ وہ اسلام کیلئے ایک نواہ بنے ہوئے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ دو سو سال سے علموں مجتہدوں اور مجتہدوں اور محدثوں نے اور ان کے ساتھ یورپ والوں نے حنفی مذہب کے ہرے جیسے تلو کو توڑنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ دنیا کے سامنے دفع بدین یعنی ہندو پ کرنے پر مجبور کر دیئے جائیں۔ شاہ ولی اللہ اور مولوی محمد اسماعیل کے دفع بدین کے اثبات اور یقین اور تبلیغ کے بعد ہی ہندی مسلمانوں پر انگریزوں کے سامنے ہندو پ کرنے کا دور آیا ہے۔ اگر حنفی مذہب ہمد نہ ہوتا اور ۱۲۵۰ء کے بعد احمد رضا خان بھی پٹھانوں کی طرح ہمد نہ ہوتے اور دہائیوں کا حنفی خیال افغانوں کی طرح ڈٹ کر کھڑے نہ ہوتے تو آج ہندی سنیوں کیلئے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ خیرا بول سکیں۔ کہ ہم سنی تو یہ کہ نبیوے احمد کریموے روزہ رکھنے والے کو کھانے کرنے والے' مسجد کریموے نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری باتوں سے منع کرنے والے خدا کی حدود کے حفاظت کریموے ہیں۔ (وہ جو دہائی ہیں وہ فاتحہ ملا شریف اور سلام بنیام جیسے نیک کاموں کو بری بانیوں کو کرنا کرتے ہیں) اور اہل اہل سنت ہیں اور اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے متعلق سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰ میں اشارہ ہے

ساتھ ہی ساتھ تیری بھی اطاعت فرض کر دی ہے...

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا حکم ہے کہ تم اس سے یہ دعا کریں کہ "یارب تو ہمیں مالکین کی دعا میں شریک کرے"۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ شاہ ولی اللہ اسی فرمان کے مطابق مدینہ جانے سے پہلے قادر بہ جنتیہ نقشبندیہ اور محمدیہ طریقہ کے مشائخ سے بیعت رکھتے تھے۔

اسلام میں مونیوں کے ۶۶ طریقے ہیں جن میں سے مجاز میں شاید سلسلے کے مشائخ کثرت سے تھے مگر آپ پر ۱۷ محدثین غلطاً کاغذ ہو گئے... وہابی کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث (جہاں اللہ نے محمد کو اپنا شریک کہا ہے) اور اسی دوسری صحیح حدیثیں غلط ہیں۔ کیوں کہ ان کے سب سے بڑے محدث حافظ ابن حجر مستطانی نے اپنی شرح صحیح بخاری فیخ الباری میں ان حدیثوں کو موقوف قرار دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں کیوں ہمارے محدث اعظم حافظ احمد قسطلانی نے اپنی شرح صحیح بخاری ارشاد الساری میں ان حدیث کو صحیح ثابت کیا ہے۔ قسطلانی نے لکھا ہے کہ محدث کا ثناءات ہیں اور آپ کو پیدا کرنے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے رحمت کرنا اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اگر وہ سب سے پہلے محمدی کو پیدا نہ کرتا تو اپنے اوپر رحمت کرنے کا کام واجب نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے این سو فیصد قیود یعنی یونٹیں ہے کیوں کہ اللہ احد مملکے اور محمد احد ہیں کیوں کہ آپ اللہ کی ذات کے مظہر ہیں۔ جب اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو جو دین نہیں لایا تھا اس وقت وہ اللہ احد تھا اور جب سب سے پہلے اس نے نور محمدی کو پیدا کیا تو محمد ہی باعث خلق و کائنات ہوئے۔ اس حقیقت کے پیش نظر حافظ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ اگر محمد نہ ہو تو اللہ اپنے اوپر یہ واجب نہ کر لیتا کہ وہ رحمت کرے کیوں کہ جو اللہ ہے وہ اپنے ولایت الوجود میں سب سے دور اور علیحدہ رہتا ہے اور کسی سے افعال نہیں کر لیتا کہ اس پر رحمت کرے جب تک وہ اپنے آپ کو ظہور میں نہ لائے۔ اس نے اللہ مخفی میں احد ہے اور ظاہر میں مملکے ہے۔ یعنی اپنی مخلوقات کی حاجتوں کا حاجت روا ہوا۔ مملکے ہی معنی ہیں کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے مگر ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ اسے خود اپنے لئے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ رحمت کرے۔ چنانچہ وہ تحفیت احد اپنی مخلوقات کے سامنے آتا پسند نہیں کرتا تھا اور تحفیت مہمدا اس نے نبی کے واسطے سب پر احسان کیا ہے۔ اور اسی وجہ قرآن کی آخری وحی میں اس نے محمد کو روف رحیم بلوکر بکھرا ہے اور اس کا نام ہے مظہر من عرف اسماء۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محمد کو اپنا رسول وکیل نائب قائم مقام اور نبی ذات مقدس کا شاہد بنایا ہے۔ اس حقیقت سے اہل معرفت نے آپ کو احد و فرد و وجد اور اللہ ہی کی طرف سے مقرر کیا ہوا

العزیز العظیم۔ اس حقیقت پر ہمارے سامنے احمد رضا خان نے اپنی ساری تعلیمات کا جوہر رکھا ہے اور وہی جوہر ابو حنیفہ نے بھی نکالا تھا۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ہمارے لئے ازل سے ایک لجا و ماوا ہیں اور آپ سے بھیک مانگنا اپنے مولیٰ تعالیٰ کے غیر سے بھیک مانگنا نہیں ہے۔ ہم کسی بھی حال میں امام اعظم کے اس عقیدے کے

کہ "جن لوگوں نے سبقت دی یعنی سب سے آگے نکلے مہاجرین اور انصار میں سے اور جنوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں" اگر مخفی نہ ہوتے اور اہل سنت (یعنی نبی اور آپ کے صحابہ اور آل کی سنت کو ماننے والے) اور ابی جہات (یعنی رسول اللہ کی جماعت کے مذہب پر چلنے والے) نہ ہوتے تو زمانے کے محدثات الامور کے زیر اثر ہم پہلی صدی ہجری کے آخر تک مٹ ہی جاتے۔ اگر کسی نے اس کو بچا لیا ہے تو وہ مخفی مذہب ہے۔ جو دین اسلام کا سب سے پہلا مذہب ہے۔ ہم سنی لوگ دنیا میں عقلی کی امید پر جیتے ہیں اور اس لئے ہم اللہ کی عبادت کے ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں ہی ہماری نیکوئی کے سامنے نہیں ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی بھی عزت کرتے ہیں حالانکہ وہابی لوگ (زیدی دحلان اور رضا خان کے دشمن ہیں) ہمیں ایسا کرنے سے روکتے ہیں کہ یہ سب کچھ شرک ہے۔ کیوں کہ غیر اللہ کی تعظیم اور عزت اور پرستش کرنا شرک ہے۔ محمد کی تعظیم کو شرک قرار دینے والے بھی تو غور کریں کہ خود اللہ تعالیٰ اسی غیر اللہ تعالیٰ پر درود اور سلام کیوں بھیجتا ہے اور آپ ہی کی تعظیم کیوں کرتا ہے اور ہمیں یہ ہدایت کیوں کیلئے کہ ہم اذان سننے ہی یہ دعا پڑھیں "والبشرۃ لما تمنا محمودا"۔ یعنی، یارب قیامت میں محمد کو ہماری مغفرت کیلئے تمام محمود پڑ

دلیل ہے کہ ہم ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں فرق نہیں کرتے۔ کیوں کہ ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ جو شخص محمد سے کفر کرے وہ مشرک ہے۔ وہابی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے اس قول میں شرک ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو اللہ سے کفر کرے وہ مشرک نہیں ہے، بلکہ مشرک وہی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور ساتھ ہی ساتھ رسول پر ایسا ایمان رکھے کہ اللہ کی طرح آپ بھی ہمارے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب احمد رضا نے محمد کو اپنا ایک بول کر پکارا تو وہابیوں نے آپ کو مشرک کہا۔ غالباً اشرف علی تھانوی نے یہ کہا ہے کہ احمد رضا جب رسول میں ائمہ ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مخفی سنیوں کو شرک ثابت کرنے کے لئے اپنی تفسیر میں عجیب و غریب بیانات بھروئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ صرف مومن مشرک ہوتا ہے اور کافر کیلئے مشرک ہونا قطعی محال ہے جیسے ایک نفسی کیلئے محال ہے کہ وہ زانی بنے۔ اشرف علی نے سیکرڈل آئیوں کی ٹاول میں اس بات پر زور دیا ہے کہ حضور کی روحانی طاقت سے مدد کے طالب ہونا شرک ہے۔ اس شرک کو ثابت کرنے کیلئے ابن کثیر کے زمانے سے لے کر آج تک کے وہابیوں نے غیر اللہ کی نہایت ہی خوف تریف سے کام لیا ہے کہ اللہ کے سوا ساری خلق غیر اللہ ہے، حالانکہ غیر اللہ صرف شیطان کا لقب ہے۔ ہمارے جلیل القدر مفسرین نے لکھا ہے کہ ولایت شرک عبادۃ ربہ کا اعداد یعنی وہ غلام ایک اللہ الہا آخر اللہ اللہ اللہ من دون اللہ سب شیطان کے القاب ہیں۔ اور محمد کو اللہ کا عزیز شرک یقین کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیوں کہ خود نبی نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے کہ اے محمد! میں نے تجھے میرے صحابہ میں اپنا شریک بنایا ہے اور تجھے میری جمیع خلق کے اوپر شرافت اور فضیلت بخشی ہے تاکہ جہاں میرا ذکر ہو اس کے ساتھ ہی ساتھ تیرا بھی ذکر ہو اور میں نے تیری اطاعت کے

دھیلانہ ہونے دیں گے۔ کیوں کہ یہی خفیت کے تاج کا سب سے بڑا خوبصورت گہر ہے۔
ہو سکتا ہے مگر علمی سنی اور حنفی جو نہیں سکتے۔ ان کی طرح میں سورہ محمد کی آخری آیت گواہ ہے۔ (مولانا محمود الحسن کی تفسیر میں اس حقیقت کی وضاحت دیکھ لی جاتے) یوں بھی امام ابو حنیفہ بیٹھان تھے معنی اصلا خان تھے اور اسی قوم سے تھے جس قوم سے احمد رضا خان بھی ہیں اور خان کسی کے سلفے نہیں رہتا۔ عام ہندی خفیوں کو ابھی تک معلوم نہیں ہے کہ ابو حنیفہ بھی خان ہیں۔ آپ کا پورا نام ہے 'ابا حنیفہ نعمان بن ثابت بن زویٰ ابن ابی موسیٰ تیم الدہ۔ یہ ربط حمزہ زیات سے ہیں۔ تیم الدہ ابن ثعلبہ کا بی بی تھے۔

اگرچہ کہ احمد رضا خان سید احمد زینی دھان کے شاگرد اور مرید تھے۔ آپ نے ہندی دہلیوں کی سرکوبی کیلئے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علامتے حین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ دہلیوں کو خیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے دہلیوں کو خیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وہ مظاہرندے وہ سرور جائیں گے مگر ان کا بدنامی اس لئے حال تھا کہ وہ لوگ اپنے راز چھپاتے ہوئے تھے جو سنیوں کو چھپا ہی رہا اور اعلیٰ حضرت کی دانش کے بعد وہ راز فاش ہوا۔ اگر احمد رضا خان کو معلوم ہوتا کہ دہلیت کا اصلی راز گنبد خضد کو ضم الابرہول کر توڑنا ہے تو آپ نے ۱۲۷۷ھ سے دہلی ازم کو منہدم کرنے ڈیٹا میٹ لجاوا کر لیتے۔ البتہ آپ سننے تھے کہ دہلی علماء و کبار رات دن یہ بے لاپس ہے ایسے کہ نبی کو علم غیب نہیں ہے کیوں کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضور کو اس راز کا علم نہیں ہے کہ دہلی لوگ آپ کے دروغ کو توڑنا چاہتے ہیں۔ یہ کہنا کہ نبی کو علم غیب نہیں ہے سنیوں پر ایک طنز تھا کہ تم خود کو ماضی نبی جیسے ہو مگر وہ تمہیں وہ راز بھی نہیں بتا سکتے جو ہمارے دلوں میں مستلہ ہے۔ بہر حال یہ راز ۱۳۳۲ھ میں فاش ہوا اور پھر سنی دہلی جھگڑے تیز ہو گئے۔ البتہ اعلیٰ حضرت کو ابن عبد الوہاب کے رسالہ التوحید اور مولوی اسماعیل کی تقویت الایمان سے اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ کوئی بڑا فتنہ اٹھنے والا ہے۔ آپ کو یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ خود مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ جو صحیحہ مبارک کے سنہری گنبد مسجد نبوی کے بزرگندہ اور کانٹین اور شہد کے سونے کے گنبد دل اور پھر روئے زمین کے دیوں کی درگاہوں کو توڑنے کیلئے کھڑے ہو جائیں گے تاکہ قبر پر کسی بند ہو جائے جس کیلئے عالم اسلام کی سب سے بڑی زیارت گاہ کو بزرگ ضروری تھا اور اس غرض سے مجددین مجتہدین اور محدثین نے دہلی مشرود یعنی قریشکی کا بروڈ کال شائع کیا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت اور آپ کے ممتاز ترین تابعین کو اس مشرود کے اسرار کا علم نہ تھا۔ اور یہ بھی علم نہ تھا کہ ابن عبد الوہاب نے ایک ایسا خبیث درخت لگایا ہے جسے قرآن میں "شجرہ ملعونہ فی القرآن" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس خبیث محدث نے خالص توحید کے نام سے قرآن حدیث اور تاریخ کی باتوں میں جھگڑا پیدا کیا۔ دہلیوں کی توحید قرآن حدیث اور کلمہ توحید کی توحید نہیں ہے بلکہ دھنشی بدو عرب قبائل اور دشمنان اسلام پر دشمنیسیاں خاطر مقہ باز یا سیاسی بددینوں کی توحید

یعنی یونیتی ہے۔ اس میلی بھگت سے (جسے ہم قضا و قدر کا شر مبول سکتے ہیں) قرآن شیطان طلوع ہوا۔ جسے ہم قرآن الشیاطین بھی بول سکتے ہیں

بریطانی نجدی اتحاد و اتفاق کی کھیتی سے اس وقت قرن الشیطان نکلا۔ جبکہ یسویں ہونا پارٹ نے مصر فلسطین اور شام فتح کر لیا اور اسی قرن یعنی شیطان کے ناتوس سے ابلیس لعین کے اس مور کی آواز نکلی جس کی نیا پراس نے آدم کو سجدہ کرنے کے انکار کا اعلان کیا تھا۔ کیوں کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ آدم میں نور محمدی کو دکھا گیا ہے جو اللہ کی رحمت کا مظہر ہے اور وہی ہیبت الرحمت بھی ہے جس پر ساری کائنات کی رحمتوں کی بارش ہوگی۔ ابن عبد الوہاب کے بعد ترقی یافتہ یونٹی نے اس ناتوس کو پھونکا کہ اللہ اور محمد کے مابین کوئی توحید نہیں ہے کیوں کہ محمد خیر اللہ ہیں۔ یہ شوکا بھی بریطانیہ کا حلیف تھا۔ (اس کا ثبوت وہاب بھوپال صدیق حسن کی انگریزی کتاب بنام "دہلی ازم کے معنی" سے ملتا ہے) سید احمد زینی دھان کے اختلافات پر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جس محدث اعظم نے اس ناتوس کو اپنے ہم دوس اور ہنوا اور ہم صحبت ابن عبد الوہاب کے پاس سے لیا ہے وہ احمد شاہ ولی اللہ ہے۔ اور یہاں سے شخص نے سب سے پہلے اسے پھونکا کہ مولوی محمد اسماعیل ہے (اذان اعلان کرتی کہ اللہ محمد میں توحید ہے" دہلی ناتوس اعلان کرتا ہے کہ نہیں ہے) یہی وجہ ہے کہ آپ نے کھدیلے کہ نماز میں محمد کا نام یاد آئے تو گناہ باطل ہوتی ہے حالانکہ نزع دین کے وقت وہ یاد کرتے ہیں کہ یہی وہ محمدی سنت ہے جسے ابو حنیفہ نے چھوڑ دیا ہے جب احمد شاہ نے اس حج کر کے واپس گئے اس وقت آپ کو یقین تھا کہ دلی اللہ ادایا۔ اللہ سے اس کیوں کہ آپ کی حدیث کی سند ان سے ملتی ہے اور آپ نے ان کی تفسیر میں بڑھاپے کر آپ نے اہم صل علی محمد کا ترجمہ بار خدا یا تعظیم کن محمد را در دنیا و آخرت لکھا ہے مگر اب کو یہ یقین بھی ہو گیا کہ تقویت الایمان میں شیطان کے ناتوس کی آواز ہے۔ کیوں کہ اپنے کھابے کہ شہید۔ یا سید المرسلین ہونا شرک ہے۔

اعلیٰ حضرت نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ابن حنفی علامتے کبار پر تقویت الایمان کا غلبہ ہو گیا ہے وہ سنیوں کے بزرگ ترین علماء کے کبار و عظام کو بھی لا محالہ اسماعیل کے ساتھ پیچ سمجھتے ہیں۔ یہ بات حارث کے ایک مضمون سے بھی ثابت ہے کہ ان علامتے خفیہ کی نگاہ میں امام غزالی خوالدین رازی مفسر قرآن المجدی ابن العربی سید ترفیع جرجانی صد الدین تفتازانی حافظ الدین نسفی اور شیخ ماجون وغیرہ وغیرہ۔ کوئی بھی دھت نہیں رکھتے تھے، آج بھی نہیں مگر ان میں بھی امام ابو حنیفہ اور آپ کے خفیہ و ان کو بھی پیچ سمجھتا ہے مثلاً امام محمد شیبانی امام ابو یوسف انصاری ملا الدین علی قاری صد الشریعت برہان الدین صد الشریعت حمید الداد مدد الشریعت احمد بن جمال الدہ محبوبی خفی بنیاری۔

یہی وجہ ہے کہ ان دہلیوں نے مستلہ سے بے کمر آج تک کے روم خفیوں کو (جو کئی انج ہوں گے)

اور آج کل کے ستر کردہ زندہ مینوں کو بدعتی اور شرک اور تحقیقی جہنی قرار دیا ہے اور صرف اپنے ہی لئے جنت کو رزوکریا ہے۔ ان کے نزدیک امام تقی الدین احمد سبکی امام ابن حجر عسقلانی امام جلال الدین سیوطی امام سید احمد زین الدین دحلان اور امام احمد رضا خاں کے سبھی تابعین جہنی ہیں۔ یہ ان حنفی دہائیوں کا قول ہے جنہوں نے شاہ ولی اللہ کی کتاب جلال العین فی رفع یدین اور مولوی اسماعیل کی کتاب تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین پر اعتبار کر لیا ہے۔ انھیں لوگوں نے ایسے محرف ایمان کی تقویت کے لئے سورہ الفتح کی ابتدائی آیتوں پر سے نبی کو بھی اپنے جیسے گنہگار ثابت کیا ہے حالانکہ کفرک اللہ ما تقدم من ذنبک ما تاخر سے مراد امت محمدیہ کی گناہیں ہیں کیونکہ نبی نے اپنے آپ کو ان کے لئے مسئول بنالیا ہے اور اس نیت سے اللہ سے دعا کی ہے کہ یارب مجھے میری امت ان کے ثواب اور گناہوں کے ساتھ بخش دے کیونکہ میں ان کا جواب دار ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے ثنا اللہ امرتسری نے اس آیت کی تفسیر میں نبی کو گنہگار ثابت کرتے ہوئے غرضی طور پر اپنی دلیل کی رد میں ان حدیثوں میں سے ایک حدیث پیش کی ہے جو یا رسول اللہ انت ہما سے تعلق رکھتی ہے کہ مشرک کو رش میں اللہ تعالیٰ تافعی القضاۃ کی حیثیت سے اپنی مخلوقات کے سامنے آنا پسند نہیں کرتا بلکہ وہ شاہنشاہ بن کر بیٹھے گا اور اپنے تخت محمود پر محمد کو اپنا جیف جسٹس بنا کر بٹھائے گا۔ اعلم حضرت کے اس عقیدے کی تردید میں دہائیوں نے تقویت الایمان کی باتوں کو ایسی پر زور تحریک سے خارج کیا کہ ۱۲۵۷ھ سے ۱۳۰۷ھ تک مس فیہد حنفی دہائی ہو گئے اور عام مسلمانوں میں تبلیغ ہونے لگی کہ محمد اپنی امت کو نجات دلانے سے معذور ہیں کیونکہ آپ پر حج مختص اور مسیح نہیں ہیں بلکہ مسیحی کوئی اور ہے۔ محمد تو صرف پیغام بر تھے اور آج بالذات زندہ ہی نہیں ہیں۔ آج اللہ اور محمد کے مابین مراسلات اور آپس کی بات چیت کا سلسلہ ٹوٹ چکا ہے اور عرض اور فرض کے درمیان محمد کے دفتر میں کوئی بوٹ لائن نہیں ہے اور کوئی ٹیلیکس اور کوئی ٹیلیوژن بھی نہیں ہے جیسا کہ ۱۲۵۷ھ تک تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ رب العرش العظیم گنہگار خضر کے نیچے زمین میں پڑی ہوئی مٹی سے کوئی کلام نہیں کرتا۔ ایسی تبلیغ سے تقویت الایمان والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ۱۲۵۷ھ تک سبھی حنفی دہائی ہوجائیں گے اور امام ابو حنیفہ کی کوئی عزت باقی نہیں رہے گی اور سنی لوگ میلاد شریف اور کثرت سے درود بڑھنا چھوڑ کر صرف نماز کے اندر کے درود پر اکتفا کریں گے اور کھڑے ہو کر نبی پر سلام پڑھنا مشرک یقین کریں گے مگر دہائیوں کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا کیونکہ اعلم حضرت نے ۱۲۵۷ھ سے لے کر ۱۹۲۰ء تک پورے پچاس سال کی مدت میں دہائیوں کے عقائد کو لات مار کر پھینک دیا۔ البتہ آپ ان کا دل پھرانہ سکے۔ بہر حال سنیوں میں میلاد شریف کا دستور قائم ہی رہا اگرچہ کہ اس میں بہت کمی

واقع ہوئی ہے مگر سرزمین عرب پر حالات اس قدر بگڑ گئے اور دہائیوں کو اتنی بڑی کامیابی ہوئی کہ ۱۹۰۹ء میں خلیفہ عبدالحمید تخت خلافت پر سے اتار دیے گئے اور اسی سال سے سنیوں کی طاقت بھی ٹوٹنے لگی اور جب اعظم حضرت دوبارہ ۱۹۲۱ء میں حج کو گئے تو آپ کو یہ دیکھ کر انھوں ہوا کہ علمائے حرمین بھی خلافت کے ٹوٹنے سے سیم اور ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جب مدینہ میں پورے ایک ماہ تک قیام کیا جس میں ربیع الاول کا بیشتر حصہ تھا آپ روزانہ زیارت کرتے تھے اور یہ دیکھ کر دتے تھے کہ اب زائرین کی تعداد بھی کم ہو رہی ہے چنانچہ آپ نے دہان کے بعض سنی علمائے کبار کو غصہ بھی کیا کہ تم اس قدر ڈھیلے کیوں ہو گئے ہو۔ ایسی کردری اور ادبار کے بعد ۱۹۲۲ء تک آخر اہل سنت کو پوری پوری شکست ہو گئی اور دہائیوں نے زیارت کا نام لینا بھی بند کر دیا۔ اگر اس زمانے میں اعظم حضرت زندہ رہتے تو آپ حکم نکالتے کہ وہ زبردستی سے سعودی سپاہیوں کو مار کر جانی مبارک کے پورے لین اور دہائی عالمن سے مناظرہ کریں اور انھیں ایسی شکست دی جیسی ۱۲۱۲ھ میں سنی علمائے کبار نے ان کے علمائے کو شکست دی تھی اور زیارت کے دستور کو اس زمانے میں بھی جاری رکھا تھا جبکہ ۱۲۵۷ھ سے لے کر ۱۲۸۷ء تک برہمن شریعین پر دہائیوں کا پہلی بار پورا پورا قبضہ ہو ہی گیا تھا۔

دہائی تحریک حدیثوں پر سے دراصل ۱۲۰۰ھ سے نکلی۔ اس کے محرک ابو ذئب ہیں۔ اس تحریک کا آخری بڑا زور ظہور مدینہ ہی میں ۱۲۵۷ھ سے لے کر ۱۲۵۸ء تک ہوا۔ سب سے پہلے جس بزرگ نے اس تحریک کی پوری پوری رشدی کی ہے وہ مفتی مکہ سید احمد زین الدین دحلان ہیں (ت ۱۲۳۲ھ ۱۸۱۷ء) میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ یعنی مکہ پر دہائیوں کے پہلے حملے کے ۱۶ سال بعد۔ سید صاحب نے دہائی لڑائیوں کے جو واقعات دیکھے ہیں وہ اعظم حضرت نے نہیں دیکھے۔ چنانچہ سید صاحب نے سنیوں کی تقویت اور دہائیوں کی رد میں ۱۰ کتابیں لکھی ہیں ان میں سب سے مشہور الدرر السنینہ فی رد وہابیہ ہے۔ سید صاحب کے بعد مولانا شیخ داؤد بن سلیمان بغدادی نقشبندی نے دہائی ازم کے خلاف ہم کتابیں لکھی ہیں۔ ۱۔ رشتہ الجہاد فی البطلان دعوی الاجتہاد ۲۔ رسالتہ فی الرد علی محمد موسیٰ ۳۔ صلح الاخوان من اہل الایمان و بیان الدین النعم فی تہرت ابن تیمہ و ابن تیمہ ۴۔ المنحۃ الوصیہ فی رد الوہابیتہ۔ اس کے بعد مفتی فہد مولانا جمیل آفندی صدیقی زہادی نے الفخر الصادق فی الرد علی الملکی والکرامات والخرق لکھی پھر مولانا رومی بک خالدی قدسی نے اسباب انقلاب عثمانی لکھی۔ آپ فرانسیسی زبان کے ماہر اور پیرس میں حکومت کے بڑے عہدے پر مقرر تھے۔ پس آپ کو یورپ والوں کی سیاسی چالوں کی پوری پوری خبر تھی کہ دہائی تحریک کا اصلی مقصد عثمانی خلافت کو منہدم کرنا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اعظم حضرت کے علاوہ ہندوستان میں کسی سنی عالم کو ان کتابوں کے

نام معلوم ہوں۔ اگر اعلیٰ حضرت کو ان کتابوں کا علم نہ ہوتا تو آپ کے لئے مشکل تھا کہ آپ مولانا حاجی امداد اللہ ہاجر مکی کے نام بہاد خلیفہ اؤں سے خاصیت کہتے مثلاً رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوی وغیرہ۔ ان کے تابعین کہتے ہیں کہ احمد رضا نے محض بدگمانی پر سے دہایوں کے خلاف حرمین کے فتوے حاصل کر لئے ہیں۔ اور آپ کا استغناء غلط ہے۔۔۔۔۔ اگرچہ کہ اعلیٰ حضرت نے دہایوں کی رد میں بہت کچھ لکھا ہے مگر مجھے اس بات کا ثبوت ملا نہیں ہے کہ آپ نے ہندوستان کے سب سے بڑے دہائی اور ان کے رئیس اعظم کی فتنہ بازیوں کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے اور وہ مفتی خان بہادر صدیق حسن ہے۔ آپ برطانیہ کے موطنی تھے اور دوسرے عرب موطنوں سے ملے ہوئے تھے۔ آپ ہی نے ایک بڑے دہائی عالم محمود شکر علی الوہی کی غایت الامانی فی الرد علی النہانی کی اشاعت میں بڑی مدد کی ہے۔ نہانی نے شواہد الخفی فی الاستغناء لیسلاح الخفی لکھی تھی۔ الوہی نے لکھا ہے کہ نہانی نے نجی سے استغناء کرنے کے جواز میں جہالات آرائے سیخ فواد لائل مقولہ سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کے پہلے راج کی واپسی کے چار سال بعد لکھی ہے۔ یہی الوہی ہے جسے یورپ والوں نے ۱۸۹۹ء میں فوہل پرائز اور سونے کا تمغہ دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد کو غیر اللہ ثابت کرنے والا یورپ کا گولڈ میڈل ہے۔ اس طرح خان بہادر نے خیر الدین نعمان الوہی کو بڑی رشوت دے کر امام ابن حجر عسقلانی کی رد میں بلاد العینین فی حاکمۃ الحمدین لکھنے لگا۔ اور اسی نعمان الوہی کو ورغلا کر ان کے والد شہاب الدین الوہی حسنی حسینی کی تفسیر رد المحتار المعانی کو بھی محرف کر کے چھاپا ہے چنانچہ صدیق حسن خان بہادر نواب بھوپال نے تین تفسیروں کو محرف کر کے نجی کی تعظیم کو منسوخ کرنا شروع کیا ہے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کو ان تفسیروں کی تحریف کا علم نہ تھا کیونکہ یہ تحریف سید ذہبی دھلان کی وفات کے بعد عرب پریس سے ہوئی ہے۔ آپ کے تابعین یعنی بریلوی سنیوں کو یہ راز معلوم نہیں ہے کہ خان بہادر نے دہائی ازم کی تئویرت کے لئے کسی کسی مکاروں اور فرب کاروں سے کام لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی یادگار کے سلسلے میں سنی عالموں کو چاہئے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے ان تفسیروں میں سے ان محرف تاویلات کو معلوم کر لیں اور سنیوں کے ہاتھ میں دہایوں کو دفع کرنے کے ہتھیار دیدیں کیونکہ آج کل کے سنی عالم جس طریقے سے دہایوں کا مقابلہ کر رہے ہیں وہ ایسا ہے کہ قیامت تک ان کی ہر سیج درا ہی میں جائے گی اور کبھی بھی پوری جیت نہ ہوگی۔

یہ کہ نجی کے حلیہ مفتوح اور دفع مضرت کی امید رکھنا اور ہر طرح کی کامیابی کے لئے دود و سلام کی کثرت سے کام لینا اور نجی کو اپنا دست گیر سمجھنا شرک ہے سب سے پہلے علمائے دمشق نے بطور فتویٰ اعلان کیا۔ یہ عقیدہ سب سے پہلے تقی الدین ابن تیمیہ کو ابن زہیل کا خطاب دیا۔ پھر سلسلہ تک ابن زہیل کی جانت

نے اس تائید میں سیکڑوں کتابیں لکھیں اور نہایت ہی برفرب مخالطات سے طالب مدد ہونا سہی دلفرب دیلیں نکالیں کہ محمد غیر اللہ ہیں اور غیر اللہ کی روحانی طاقت سے طالب مدد ہونا شرک ہے۔ رفتہ رفتہ سنیوں کے بہت سے علمائے کبار نے بھی تسلیم کر لیا کہ رسول اللہ غیر اللہ ہیں اور آپ کو اللہ کی ذات اور صفات میں ملانا اور آپ کی ہستی کو اللہ کی عین ہستی کے برابر یا مثل سمجھنا شرک ہے پھر اس پلید عقیدے ہی سے اور بھی برفرب عقائد نکلے۔ پھر مدینے کے ۱۲ محدثین نے ایسی حدیثیں کو زندہ کر دیا اور ایسے ایسے میڈان لندن میڈان پیرس اور میڈان برن عقائد نکلے کہ شاہ صاحب محدث دہلوی بھی ان کے دام فرب میں گرفتار ہو گئے۔ ان ۱۲ محدثین سے ۳۰ کا مذہب مخفی ہے اور صرف ۲۴ کا مذہب ظاہر ہے۔ اس لئے ان کے تابعین کو ۲۴ نمبر کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ۶ جنسی ۱۵ شافعی اور ۴ حنفی تھے۔ ان میں سے شاہ صاحب کے استادوں کے نام یہ ہیں: شیخ نور الدین محمد عبد الہادی سندھی۔ شیخ ابراہیم کردی۔ شیخ ابو طاهر محمد ابراہیم کرانی۔ شیخ ابن علی شیخ تاج الدین اور شیخ محمد حیات سندھی۔ یہ سب کے سب ہاجر تھے اور اپنے اپنے وطن سے ہجرت کر کے انگریزوں کے حساب پر مدینے میں حدیث کا مدرسہ چلاتے تھے اسی مدرسے کی شاخ شاہ صاحب کا دہلی کا مدرسہ حدیث تھا جس میں آپ نے ۱۵ سال تک درس حدیث دیا ہے۔ اس درس حدیث کا اصلی مقصد یہ تھا کہ حنفی مذہب منسوخ کر دیا جائے اور اس کے بدلے صحیح مسنن نبویہ کو زندہ کر دیا جائے۔ اسی اصول کے تحت جب شاہ صاحب تین سال تک عربستان میں رہ کر آئے آپ نے سنہ ۱۱۵۰ھ میں فارسی تفسیر لکھی اور اس میں لکھ دیا کہ رسول اللہ واقعی غیر اللہ ہیں۔ یہ بات یہ بات کسی بھی قدیم جلیل القدر تفسیر میں نہیں تھی۔ سب سے پہلے یہ اجتہاد دہایوں کی تفسیروں میں ہوا ہے۔ شاہ صاحب نے دہا اہل بہ نیر اللہ کا ایسا ترجمہ کیا ہے کہ نجی اور کسی ولی کے نام کا ذبیحہ بھی حرام قرار دیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کے معنی بتان شیطاں نیز بغیر ان ہے۔ یہ نیز بغیر ان کی عبارت زبردستی سے نکالی گئی ہے اور اللہ کی مراد میں نہیں ہے کہ اہتمام طواف بیت اور انبیاء و مرسلین میں کوئی تصرف ہے۔ یہ ہے مختصر تاریخ جندی دہائی ازم کی جس کے اسرار سے اگر کوئی سب سے پہلے مطلع ہوا ہے تو وہ اعلیٰ حضرت ہیں۔ چنانچہ جب آپ نے نجد سے آئی ہوئی اور ہندوستان میں پٹی ہوئی دہا بیت پر حملہ کر دیا اور افغنی یا رسول اللہ کا نفر ملنے کیا تو جمع دہایوں نے آپ کو شرک قرار دیا۔ نجدی دہایوں نے اس طرح سید احمد زہی دھلان کو شرک کہا ہے۔ تارین کرام نوٹ فرمائیں کہ احمد رضا خاں سید احمد زہی دھلان کے تابع تھے اور سید صاحب احمد ابن حجر عسقلانی کے تابع تھے اور یہ تینوں بزرگ احمد ابن تیمیہ کے دشمن تھے۔

میں نے یہ مقالہ قصہ اس غرض سے لکھا ہے کہ سنیوں سے التجا کروں کہ وہ ایک فرار ہونے والے سانپ کے نشان پر ڈنڈے مارنا چھوڑ دیں اور دہائی ازم کے اصلی اسرار کو

افظم فلسطینی سید امین حسینی متوفی ۱۳۵۵ھ سے سنہ ۱۳۵۶ھ تک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہے۔
تو ازل سے نبی ہیں، اپنے اجداد انبیاء علیہم السلام ابراہیم اسحاق اور یعقوب
کے مزار پر دینوں قرین خلیل اللہ تعالیٰ صبروں کی مسجد میں ہیں، زیارت کے لئے
گئے تھے اسی قبر پر سے خلفائے راشدین ہاجرین اور انصار نے حضور کو بھی
مسجد نبوی میں دفن کرنا پسند کیا تاکہ وہ قیامت تک عالم اسلام کی سب سے
بڑی زیارت گاہ رہے۔ جن لوگوں نے مسجد نبوی کو زیارت گاہ بھی ہونے کی حیثیت
سے ہیکل دانیال سمجھا ہے وہی اصلی دہائی ہیں اور انھوں نے زیارت کو بند کرنے
کے لئے دہائی مذہب ایجاد کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ علیہ السلام نے خود اپنے مقدس اور مبارک ہاتھوں سے ہجرت کے دوسرے
سال مسجد نبوی تعمیر کی جس طرح آپ کے اجداد ابراہیم اور اسماعیل نے خود اپنے
ہاتھوں سے وہ بھی مقدس اور مبارک ہاتھیں) کعبہ شریف بنایا ہے۔ نبی کی بنائی
ہوئی کھجور کے تنوں کے ستون اور کھجور کی دیواروں اور چھت کی سادہ مسجد ۳۴×۵
متر تک پڑھی۔ حضرت عمر نے اس میں ۱۱۰۰ م کا اضافہ کر کے حجرہ مبارک کو حرم شریف
میں ملا دیا تاکہ قبر شریف مسجد کے اندر نازیوں کی صفوں کے درمیان رہے۔ حضرت عمر کو
علم غیب تھا اور آپ کو علم ہو گیا تھا کہ آئندہ ایسے لوگ آئیں گے جو اس قبر کو مسجد کے
اندسے لٹکانے کی کوشش کریں گے چنانچہ انھیں ناکام کرنے کے لئے آپ نے پہلے ہی سے
زیارت کا اہتمام اور انتظام کر دیا کہ سورہ الماعون میں جن مصلین کا ذکر ہے وہ صلوة
بجائی نماز کے ساتھ صلوة بخنی درود و سلام پڑھنے کے لئے یعنی برحق مصلین بن جانے
کے لئے مسجد نبوی کی نماز کے بعد مسجد نبوی ہی میں درود و سلام پڑھیں اور یہاں تک
بھاگ نہ جائیں۔ پھر حضرت عثمان نے حجرہ شریف ہی کی جانب ۴۹۹ م کا اضافہ کیا۔
اور تینوں مزاروں کو ہمیشہ کے لئے مسجد نبوی میں داخل کر دیا۔ پھر اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک
نے اس میں ۲۳۹۹ م کا اضافہ کیا اور آپ کے گورنر حضرت عمر بن عبد العزیز نے خود
اپنے ہاتھوں سے اسے بزرگ و بزرگ سے عظیم الشان بنادیا۔ حضرت عمر نے حجرہ شریف
کے پاس بڑی بڑی قندیلیں اور بڑے بڑے بخوردان بھی رکھے تاکہ مزار کے پاس
رات دن روشنی اور عطر و عود کی خوشبو رہے۔ اس کے بعد عباسی خلیفہ ہندی بن منصور
نے اس میں ۲۴۵۵ م کا اضافہ کر کے اسے اور بھی شاندار بنادیا۔ یہی مسجد روز جمعہ حکم رہتا
۵۵۵ھ کو پوری جل کر خاک کا ڈھیر بن گئی اس میں سوائے مصاحف قرآن کے اور خندق
حفاکہ کے کڑی کا ایک پرزہ بھی نہ بچا۔ یہ آگ ایسی تھی کہ ستونوں کے اندر کا سیدھ بھی کھل کر
بہر گیا۔ اب ایک سال کے بعد مولانا سلطان رکن الدین پیرس نے نئی مسجد نبوی تعمیر کی اور
اور حجرہ شریف کی زیارت خاص کا اہتمام بھی کیا۔ پھر سلطان اشرف قاضی نے مزار
کے اوپر گنبد خضر بنایا۔ اس سے قبل وہاں کوئی گنبد نہیں تھا۔ سلطان پیرس کی
نئی مسجد اور قاضی کے نئے گنبد سے اس زمانے کے سبھی دہائی بہت خفا ہو گئے اور
ان جنسی ملاطین کو مشرک قرار دیا۔ دہائیوں کا شور و غل تو جاری ہی رہا کہ گنبد خضر اور

سمجھیں اور آج کل کے نام نہاد دہائیوں کو معاف کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ
کو غیر اللہ کہنا چھوڑ دیں۔ سب سے پہلے ہم سنہوں پر واجب آئیں گے کہ سب سے
پہلے ہم حضور کو غیر اللہ سمجھنا چھوڑ دیں، کیونکہ ہر مسلمان کو یہ بولنے کا حق ہے کہ
تحقیق میں اللہ کی قسم کھا کر بولتا ہوں کہ محمد حبیب اللہ ہیں اور اللہ بھی غیر اللہ پر
درد نہیں بھجھا۔ سب سے پہلے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے شاگرد ابن کثیر نے اپنی تفسیر
میں رسول اللہ کو غیر اللہ ثابت کر کے شرک کی تعریف میں تحریف پیدا کر دی اور اسی
محرف تعریف کو مدینہ کے ۲۲ محدثین کبار نے پورے عالم اسلام میں شائع کر دیا
اور شاہ احمد ولی اللہ محدث دہلوی نے ان ہی سے غلط تعلیم حاصل کر کے اسی
محرف تعریف میں تحریف پیدا کر دی اور اسی محرف تعریف کو مدینہ کے ۲۲ محدثین
کبار نے پورے عالم اسلام میں شائع کر دیا اور شاہ احمد ولی اللہ محدث دہلوی نے
انہی سے غلط تعلیم حاصل کر کے اسی محرف تعریف شرک کو ابن کثیر کی عبارت میں بخوری
سی بدلی کر کے ہندی مذاق کے موافق اسے پورے ہند میں شائع کر دیا اور شاہ
احمد ولی اللہ محدث دہلوی کی یہ غلط تعریف شرک آپ کی مشہور کتاب شفاء الارقام
شفاء العیال میں ہے جو قول الجلیل فی سواد السبیل کا ترجمہ ہے۔ اس میں جن
بیماریوں کا علاج ہے ان میں سے سب سے بڑی بیماری شرک ہے۔ شاہ صاحب
مدینہ سے واپس آنے کے بعد ہندی سنیوں کی شرک کی بیماریوں کو دفع کرنے کے
لئے حکیم امت بن گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ فمنہا الاشرک باللہ
فانما عبادة واستعانة فی الرزق والشفاء وعلیہا والی التوبة نعم الاشرک
فی قولہ تعالیٰ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ یہاں شاہ صاحب نے اللہ کے سوا
کسی بھی ماموی اللہ سے استعانت طلب کرنا شرک قرار دیا ہے اور یہی عقیدہ
غیر اللہ کے مخوف تر ہے سے نکالا گیا ہے۔ اگر دہائی لوگ غیر اللہ کی مدد و تامل کو شرک
کریں تو ہم ان کے ہر قصور کو معاف کر دیں گے۔ مجھے ایسی معافی کی ایک دلیل
میرے آقا محمد صالح شیخ محمد علی زین علی رضا سے ملی ہے۔ آپ ۱۹۰۷ء سے
بخاری دہائیوں کے کٹر دشمن تھے کیونکہ آپ بھی احمد رضا خان کی طرح سید احمد رضا
کے تابعین میں سے تھے اور ۱۹۰۹ء تک شاہ عبدالعزیز ابن مسعود کے بڑے
دشمن تھے مگر آپ نے انھیں ۱۹۲۸ء میں معاف کر دیا اور انھیں جلالة الملك العظيم
المجرب کا خطاب دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دہائی سنی خامی صحت کی جڑ غیر اللہ
کی تامل ہی پر مبنی ہے اور اسی مسئلہ پر سے مسجد نبوی میں نبی کی قبر کو باقی رکھنے
اور توڑنے کی بحث نکلی تھی۔ جو لوگ حجرہ شریف کی تینوں قبروں کو توڑنا چاہتے تھے
وہ دہائی ہیں۔ سنی کہتے تھے ان کو باقی رکھنا نبی کی تعظیم اور اسلام کی عظمت اور
شان و شوکت کے لئے ضروری ہے کیونکہ فریضہ حج کے بعد نبی کی قبر کی زیارت
کرنا فرائض اور اہم ترین واجبات میں سے ہے۔ میں نے ۱۹۲۵ء میں میرے
استاد شیخ الاسلام حنفی شیخ امین سوید دمشق متوفی ۱۹۳۵ء و مدینہ مرشد مفتی

دیا جائے مگر عثمانی خلیفہ عبد المجید نے مسجد نبوی میں ۱۲۹۷ھ کا اضافہ کر کے اور بھی عظیم الشان مسجد بنائی اب یہ مسجد ۱۰۳۱۲ م ہوئی۔ یہ ۸۰۰ سالہ میں پوری ہوئی جبکہ احمد رضا خان کی عمر ۴۷ سال کی تھی، اس زمانے میں ولایت میں وہابیوں کی اکثریت ہو گئی تھی۔ وہ لوگ مسجد میں صوفیوں سے بڑھتے تھے اور زیارت نہیں کرتے تھے مگر اکثر ترکی احفاد کے پیچھے زیارت کو آتے تھے اور ان کے ساتھ خود خلیفہ بھی آتے تھے۔

۱۲۹۷ھ میں سلطان عبد المجید خلیفہ ہوئے (آپ ہی آخری خلیفہ ہیں) ۱۲۹۹ھ میں شہزادہ عبد المجید خلیفہ عبد العزیز کے ساتھ زیارت کے لئے آئے تھے اور اپنے ساتھ بہت سے علماء کبار کو بھی لائے تھے اس سال احمد رضا خان بھی زیارت کے لئے مدینہ میں موجود تھے۔ خلیفہ نے دیکھا کہ اکثر لوگ صوفیوں کے لئے مسجد میں آتے

تھے اور زیارت کرنے والے کو مشرک بولتے تھے۔ اس لئے خلیفہ نے فرمان جاری کیا کہ دور سے آنے والوں پر زیارت کرنا واجب ہے۔ اس فرمان کے لئے خلیفہ نے جن علماء کو کرام سے مشورہ کیا ہے ان میں احمد رضا بھی ہیں۔ آپ نے فیصلہ کیا تھا کہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا واجب ہے چنانچہ آپ کے مرشد سید احمد زینی نے خلیفہ اور کترستان کے علماء کبار کے سامنے آپ کی بڑی مدح و ثناء کی تھی اور آپ کو مفتی حنفی ہندی کا خطاب دیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ہندی علماء بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صلوٰۃ و سلوٰۃ لیسما کے لفظ تسلیم سے مراد ہی کی تعظیم و اکابر سے ہونا ہے چنانچہ کھڑے ہو کر بھی نبی پر سلام پڑھنا فرض ہے۔ جب خلیفہ چلے گئے تو وہابیوں نے بہت شور مچایا اور اپنی تحریک کو اب بھی تیز کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چند ہی عرصہ میں احمد رضا کو گنگوہی وغیرہ احمد رضا خان اور آپ کی جماعت کے خلاف ہو گئے اور کبھی برٹوں کی سیوا کو

سوفیہ مشرک اور بدعتی قرار دیا۔ عرب کے وہابی و سلطان عبد المجید کے سخت دشمن ہو گئے کیونکہ آپ نے مدینہ منورہ کو شرک کا گڑھ بنا دیا ہے اس کا ثبوت کتب کے ماہر ماہر العربی کے ایک مضمون میں موجود ہے جہاں آپ کو شرک و کفر کا خطاب دیا گیا ہے اور وہ یہ کہنا گیا ہے

اور آپ پر بہت بڑے الزام لگائے گئے ہیں کہ ترکی خلیفہوں میں آپ سے زیادہ پلید اور خبیث دوسرا کوئی ہوا نہیں ہے البتہ اس العربی میں ایک افغانی نے تردید مضمون میں شائع کیا ہے۔ ترکوں کے خلاف، نجدوں کی بغاوت، برلن تھی مگر ۱۸۷۰ء کے بعد سے وہ اب بھی تر ہو گئی کیونکہ اسی سال سے وہابیوں پر بھی زیارت کرنا لازمی قرار کر دیا گیا۔ جب ۱۹۲۲ء میں خلافت ٹوٹ گئی سلطان عبد العزیز نے مجاز پر حملہ کر دیا اور اسے فوج کر دیا۔

۱۹۲۶ء میں گنبد خضر کو توڑنے کا اعلان کر دیا اور زیارت کا نام لینا جرم قرار دیا۔ اس زمانے میں دنیا بھر کے حبشی اکثر شافعی اور حنفی بھی اہل حدیث کے ہمنوا بن گئے اور گنبد خضر کو توڑنے کے مشرور کی تاہم کی مثلاً ہندوستان میں علامہ ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد اور بعض دہلوی بھی شریک تھے۔

اسی شور وغل اور زبردست فتنہ کے زمانے میں وہابی سنی علماءوں کا پورا پورا غم و غم ہوا اور ان کی آپس کی عداوت اپنے نصف النہار پر پہنچ گئی اور یقین تھا کہ ۱۳۲۲ھ کے اخیر تک

گنبد خضر توڑ ہی دیا جاتا اس وقت اعلیٰ حضرت زندہ نہیں تھے مگر آپ کی جماعت موجود تھی اس جماعت نے سب سے زیادہ سلطان عبد العزیز کے پلان کو نسیل کر لیا۔ اور وہ مقصد پورا ہوا جس کے لئے اعلیٰ حضرت نے رسالت پرستوں کی جماعت تیار کی تھی۔ آج اس جماعت کے سامنے اتنا بڑا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ گنبد خضر کو منہدم کرنے کے شیطانی پلان کی طرف سے علامہ اقبال نے یوں اشارہ کیا ہے کہ

سینہ کا رہا ہے ازل سے تا امروز
جرارغ مسطغوی سے سشار بولہبی

آج یہ شیطانی پلان ٹوٹ چکا ہے اور ابھی اس گنبد خضر کو توڑنا یہ جو سینوں کے ذہن میں موجود ہے۔

سلطان عبد العزیز ۱۲۹۷ھ تک نہایت ہی شدید دہابی تھے مگر برٹش امپائر کے اختتام کے ساتھ ان کی دہایت بھی ختم ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ برٹش امپائر ۱۹۴۸ء میں منہدم ہو گیا اور ہندوستان ابھی اسی سال آزاد ہوا۔ اس کے بعد الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے عبد العزیز کے دل کو نرم کر دیا اور آپ سے وہابی اثر ترک کر دیا اور اہل سنت کی طرف مائل ہو گئے (اسی زمانے میں ہندی وہابی نبی بدلتی بھوپالی دیوبندی ندوی اسماعیلی خان بہادری گنگوہی قاسمی نانوتوی اور بہاسائی وغیرہ بھی اپنے آپ کو سنی بولنے لگ گئے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہی سنت نبویہ کا صحیح اور بہترین نمونہ کرتے ہیں اور نام نہاد سنیوں نے سنت نبویہ کو ترک کر دیا ہے اور زیادہ تر بدعات ہی کا تمسک کیا ہے) اس غیر متوقع اور وہابیوں کی دل شکن تبدیلی کے بعد شاہ عبد العزیز نے ارادہ کر لیا کہ مسجد نبوی میں توسیع کی جائے اور موزن اور قدیم عربی اور غیر لفظی فن تعمیر کا ایک شاندار شاہ کار بنایا جائے جس کے لئے آپ نے تیل کی بے شمار دولت خرچ کرنا چاہا جو کہ قوی ملکیت تو نہ تھی بلکہ صرف سعودی خاندان کی تھی۔ اس مقصد سے سب سے پہلے سلطان نے اپنے سب سے بڑے اور قدیم مخالف محمد علی رضا ہی سے خاص طور پر مشورہ کیا اور اس مشاورت میں کسی بڑے سے بڑے وہابی عالم کو بھی شریک نہ کیا۔

چنانچہ ۱۹۲۳ء کے وسط میں سلطان نے علی رضا کو خط لکھا اور تار بھی بھیجا کہ آپ فوراً ریاض آجائیں۔ جب علی رضا ہوائی جہاز سے گئے تو آپ نے اپنے ساتھ بطور تحفہ ایک خوبصورت ہیرے کی انگلی بھی لے گئے جو آپ نے ڈیڑھ لاکھ روپیوں میں خریدی تھی (آج اس کی قیمت پچاس لاکھ سے کم نہیں ہے) سلطان سے ملاقات اور مشورہ کرنے کے بعد آپ زیارت کو گئے اور واپس آکر یہیں بڑی بشارت دی کہ سلطان حرم شریف کو جو احرام شریف نبوی میں توسیع اور زرب و زینت کرنا چاہتے ہیں اور خاص طور پر گنبد خضر کی شان کو بڑھانا چاہتے ہیں جسے چند سال پہلے آپ منہدم کرنے کے لئے ابن زبیل کا جب لے کر کھڑے ہوئے تھے۔

جو کہ میں علی رضا کا پلاٹینم سیکریٹری تھا آپ نے مجھے اپنے نوٹس نقل کر دینی اجازت

دی

دی

دی

دی

کی تاریخ حاصل کر لیں اور نوکر کریں کہ انھوں نے ہندوستانی اور پاکستانی وہابیوں سے کیسی ٹکری ہے۔ ۱۹۲۶ء میں وہابیوں کی فوج ایک بڑی جرات فوج تھی آج وہ تتر بتر ہو گئی ہے۔ آج سنیوں کے لئے بہت ہی آسان ہے کہ ان کی ٹویوں کو شکست دیں عرصہ ہوا ہم نے اپنا قتلہ اول کھودیا ہے اور آج اس کی رہائی کی کوئی امید نہیں ہے اور یہ امید بھی نہیں ہے کہ موذن عرب مسجد خضرہ مبارک مسجد اقصیٰ اور مسجد مکر کو آزاد کر سکیں۔ یہ اسی عمر کی مسجد ہے جس نے غزوہ احد میں جب کافروں نے شور مچایا کہ محمد مرگے تو آپ نے دھوڑ دھڑک رہی کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر لکھنؤ اور اعلان کیا کہ گو گو دیکھو یہ ہیں محمد اور محمد زندہ و سلامت ہیں۔ و ما تفرحی بالآلہ

المیزان برطانیہ میں
مسٹر اسماعیل عیسیٰ پیٹیل
۲۲۔ بلڈس اسٹریٹ (لنکس) لنکاسٹریو کے

نیک تمناؤں کے ساتھ

3246/3/335854 بکنگ افس
329 5 37 ٹیلیوڈی گودام

آدرش روڈ لائن

ٹرانسپورٹ کنٹرولر اور کمیشن ایجنٹ برائے اجماع اور اسٹریٹ

برائے

برائے

پانچ کوان گیٹ کے باہر
احمد آباد۔ فون 33867

707 فوادرہ۔ ۰۹۱۱ گلی
مالنگاؤن

ہیڈ آفس:- ۱۱۱۱ کالمیک اسٹریٹ۔ ممبئی۔ 400003

دی تھی اور تاکید بھی کی تھی کہ مسجد نبوی کی اس توسیع کا اصلی راز آپ کی وفات سے پہلے عام نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس زمانے میں مندرجہ ذیل جملے نقل کر لئے تھے کہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔
امام عبد بنوری کی توسیع کا ارادہ ایک عرصے سے جلالتہ الملک المعظم المحبوب مولانا سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل آل سعود کے دل میں جموم رہا تھا آخر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی کہ وہ اپنی نیت پوری کر دیں۔ پس آپ کا ارادہ ۱۳۶۵ھ ع ۱۹۴۵ء میں دابن تحفہ کی صفات کے ۴۰ سال بعد عالم وجود میں آیا اور سلطان نے اپنا شاہی فیہ مان ایک کھلے خط سے مدینے کے اخبار کو بھیج کر ۲۰ مئی ۱۳۷۸ھ ع ۱۹۵۸ء ہے اور مورخہ ۱۲ - ۸ - ۱۳۶۸ھ ع ۱۹۴۸ء ہے۔ اس میں عالم اسلام کو سلطان کے عزم کی خوشخبری دی گئی کہ آپ مسجد نبوی میں توسیع کرنا چاہتے ہیں اس سے مولانا شیخ احمد رضا خاں مفتی اعظم ہندی خفی کی روح کو بڑی خوشی ہے کیونکہ یہ دینی سلطان ہے جس نے قسم کھا کر عالم اسلام کو دھکی دیا تھی کہ اندرون شریعت گنبد خضرا اور اس کے نیچے کی تینوں قبروں کو توڑنا واجب ہے اور جو منکر، مقابلے برائے اس کا گردن کاٹ دی جائے گی یہ خط مذکورہ اخبار میں اس کے شمارہ نمبر ۳۰ ۱۳۶۹ھ ع ۱۹۴۹ء میں ۵ رمضان کو شائع ہوا۔۔۔ ۵ شوال ۱۳۷۱ھ ع ۱۹۵۱ء کو (المانی ۱۵) یہ مبارک کام شروع ہوا جس کے لئے سب سے پہلے وہ دیوار توڑی گئی جو مسجد کے اطراف تھی۔۔۔ اور ربیع الاول ۱۳۷۲ھ ع ۱۹۵۲ء کو جلالتہ الملک المعظم المحبوب، محمد بن عبدالعزیز مدینہ شریف لائے اور ایک بڑی حفص میں مسجد نبوی شریف کا سنگ بنیاد رکھا اور ۱۲ شعبان ۱۳۷۲ھ ع ۱۹۵۲ء کو مسجد شریف کے منبر کی کوئٹے میں ستونوں کے لئے کھدائی کا کام شروع ہوا جو باب رحمت کے پاس ہے اور ۲۴ رمضان ۱۳۷۳ھ ع ۱۹۵۳ء کو عمارت شریف کا کام جاری ہوا اور ربیع الاول ۱۳۷۴ھ ع ۱۹۵۴ء کو سلطان سعود بھرتے مدینے کی زیارت کو آئے اور اپنے ہاتھوں سے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا اور منبر کی دیوار کے ایک کوئٹے میں چار چھپر رکھے۔ یہ نبی صل اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی اساس ہے آخر میں ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ (۱۳۷۴ھ ع ۱۹۵۴ء) کہ جس توسیع کا کام سلطان عبدالعزیز نے شروع کیا تھا اسے سلطان سعود نے پورا کیا اور ۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ ع ۱۹۵۴ء کا اضافہ کر کے ۱۶۳۲۷ م کی وسیع مسجد بنادی۔ اس میں ۲۷۴۲ قدیم ستون ہیں جو پہلے ہی سے تھے جو دیوار کے اطراف تھے اور اب ۲۳۲۲ نئے ستون نصب کئے گئے ہیں۔ لیکن اللہ کا معجزہ اس طرح سے پورا ہوا اور یہ عمارت بہت ہی شاندار ہے اور یہ سب کچھ محمد کی عظمت کی یادگار ہے۔۔۔

اگر عالم اسلام میں ستر فصد سنی نہ ہوتے اور ان میں اجماع کی اکثریت نہ ہوتی اور احمد رضا خاں ہندی خفیوں کے امام نہ ہوتے تو ہم آج گنبد خضرا کو سلاطین نہ دیکھتے اس کی مخالفت کے لئے سب سے بڑی آواز صرف ہندوستان ہی سے اٹھی ہے (مفسر) ہمارے تھے کہ مجھے ہند سے روحان کی خوشبو آتی ہے) آج ضروری ہے کہ خفی سنیوں کے دینی ادارے سید احمد زین دحلان اور امام احمد رضا خاں کی توحید اور ان کی خدمات

علماء عرب و عجم کی نظر میں

محمد یسین اختر الندوی

جزل سکریٹری، امام احمد رضا اکیڈمی، مبارک پور۔ اعظم گڑھ

اور دانش گروں کا بنوری سلاطین کے رہے پھر خوش عقیدت بن پکارا گئے اسی لاجد نوراً
فی هذا الجبین (ص ۹۹) علامہ ہندوستانی و عمان علی اس میں پیشانی میں خدا کا نور
پا رہا ہوں۔ اور پھر اپنے فیضانِ کم سے فائز ہوئے صحاحِ مسند کا سند اور اپنے سلسلہ کی
اجازت عطا فرمائی اور شفقت و محبت سے آپ کا نام "ضیاء الدین احمد" رکھا۔
شیخ برصورت کے علاوہ مفتی مشافیر سید احمد دحلان (م ۱۳۹۹ھ) مفتی
حنفی شیخ عبدالرحمان سراج (م ۱۳۸۳ھ) و دیگریت سے اکابر دعوایہ عالم طار
نے حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کا سندوں سے آپ کو نوازا۔

فاضل بریلوی نے شیخ علی اللیل کے ایام پر نقد شامی میں ناسک حج سے متعلق شیخین
بن صالح کے ایک دقیق رسالہ کی نہایت جامع و مانع شرح صرف دو دن کی محضر مدت میں
کی اور اس کا نام "النسوة الوضیة فی شرح الجوهرة المصنوعة" رکھا۔ اس شرح کو
علما، مجازتہ بری مقبولیت کی نظر سے رکھا۔ اور آپ کو تحسین و افزائی سے نوازا۔ اس شرح
میں پہلے مطلب پھر اختلاف مذاہب حنفیہ و شافعیہ اور مذہب حنفی میں اختلاف و راجح
و ترک مروج کو مدلل و دہر بن کیا۔

پھر بعد میں اسی رسالہ میں فوائد لطیفہ و توضیح مسائل و تخریج احادیث وغیرہ کے
ساتھ تعلیقات و حواشی لکھا جو ایک مستقل رسالہ ہو کر "الطرفة الوضیة علی النسوة الوضیة"
کے نام سے موسوم ہوا۔

اسی سفر میں علامہ نے ندوہ کے خلاف مشاہیر علمائے ملت اسلامیہ ہند کے حامل شدہ
فتاویٰ کا مجموعہ "الاجام السنۃ لاهل البتہ" کے ساتھ اٹھائیس پیدا ہونے والے مسائل
اور ان پر اپنی جانب سے مدلل جوابات پیش کی ایک فتویٰ واجب حجاج کرام کے ذریعہ شیخ
سید اسماعیل کی بن شیخ سید علی حافظ کتب خانہ حرم شریف دہلی کے ذریعہ شیخ الدلائل حضرت
شیخ عبدالحق صاحب "الاکلیل علی مدارک التنزیل" و دیگر علمائے کرام کی خدمت
میں پیش ہوا۔ تو تمام علمائے اپنی تصدیقات و تقریبات سے اس فتویٰ کا خیر مقدم کیا۔
اور ان حامل شدہ فتویٰ کا مجموعہ نام فتاویٰ الحرمین جرت ندوۃ المین
۱۳۹۹ھ میں شائع ہوا جو نے ایک بہت بڑے فتنہ کی بیج کی بنیائیں اور اہم دول

سالہار کعبہ بیت خادمی نالہ حیات
تازہ برم عشق یک دانائے راز آید بروں

موجودہ صدی کے مجدد و اعظم حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
عز نے اپنے علم و فضل، دیانت و تقویٰ، حق و صداقت، عدالت و انصاف اور حق
گوئی و بیباکی کے ذریعہ دنیائے اسلام پر جو عظیم احسانات کئے ہیں وہ مذہبی و ملی اور علمی و
تحقیقی تاریخ میں ناقیم قیامت روشن و تابناک ابواب رہیں گے جس سے اہل اسلام ہمیشہ
مستمتع و فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ رہبر دین جاہ حق کو روشنی اور گمراہیوں کو ہدایت و
رہنمائی کا درس ملتا رہے گا اور جن کے اکتھول سیراب شدہ پودے ہمیشہ برگ و بار لاتے
رہیں گے۔

"امام احمد رضا" کی ایک ذات اور شخصیت کا نام نہیں بلکہ اس دور آخر میں غفلت
حق، شوکت اسلام، ناگواری، مشقت و مصطفیٰ اور حق و صداقت کی ایک روشن و تابناک فتیل
اور ایک ہرگز نہ ٹھیک کا نام امام احمد رضا ہے۔ یہ بالذات نہیں بلکہ حقیقت ہے۔
ثبوت و تحقیق کے لئے حق پسندی کے تمام تقاضوں کے ساتھ آنے والے علمائے کرام
مطالعہ کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور اپنا دل روشن کیجئے۔

پہلا سفر حج ۱۲۱۱ھ ہجرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد مولانا علی نقی
علیہ الرحمہ کے ساتھ ۲۳ سال کی عمر میں ۱۲۹۵ھ ۱۲۹۸ھ حج زیارت

حرمین شریف سے مشرف ہوئے۔

اپنے خداداد علم و فضل، زکات و ذہانت اور ایمانی روح و حرارت کی وجہ سے
بہت جلد علما، مجازین، شعائر اور مقبول و محبوب بن گئے جن کا دائرہ ثبوت اس وقت کے فاضل
اعلیٰ امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (۱۳۰۲ھ ۱۳۸۸ھ) کے ساتھ بیٹے آنے والے ایمان
افروز واقعہ سے ملتا ہے۔ جن کا اس سے پہلے کسی طرح کا کوئی فتاویٰ و تعلق نہ تھا جم شریف
میں تازہ صرب سے فارغ ہونے کے بعد ایک روز شیخ حسین بن صالح نے اس عادت باطن کا
باتھ کھڑا اور انھیں اپنے ساتھ لے کر دولت کدہ بہتر شریف لے گئے آپ کی دیکھی ہوئی پیشانی
پہ نظر نہ گڑ دیا۔ اور دیر تک عشق و سرگرمی کے عالم میں سادہ و وارجمندی کا درخشاں

اداکار اور بڑھے ہوئے سیلاب کے سامنے سرکندری بن کر حائل ہو گیا۔

دوسرا سفر حج

یہ سفر اچانک اور غیر متوقع طور پر سوا ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں حج کے لئے اپنے برادر محمد مولانا محمد رضا اور بڑے بھائی شمس حضرت حمید الاسلام مولانا حامد رضا کو جب بریلی سے کھنوکھ کی پہوٹی گھر واپس ہوتے تو ایک عجیب اضطراب دے جیسی کیفیت پیدا ہوئی اور زیارت حرمین کا مشقہ چلنے لگا۔ چونکہ اس بار خداوند قدوس آپ سے اہم خدمتیں لینا چاہتا تھا اس لئے اس نے آپ کے دل کو ہر چار جانب سے موڑ کر اس سال سفر حج کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے رخصت سفر باندھا اور فوراً روانہ ہوئے حرم اتفاق سے یہی میں مولانا محمد رضا اور حمید الاسلام سے ملاقات ہو گئی۔ وہاں سے حجاز مقدس پہنچے اور فیضہ حج ادا کیا۔

حامد الرحمن (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) والدہ المکیہ (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۶ء) فضل الفقیر الفاضل (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) وغیرہ اسی سفر کی شہادتیں ہیں۔

اس سفر میں آپ کی جو پذیرائی ہوئی وہ خدا کا ایک خاص انعام تھا۔ شاہر علماء اسلام آپ سے اجازت طلبی کے مشتاق نظر آتے تھے۔ شیخ سید عبدالحی علی (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) اور شیخ حسین جلال بن عبد الرحیم کو سب سے پہلے اجازت مرحمت ہوئی۔ ان دونوں حضرات کے بعد شیخ صالحی کمال (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) سید اسماعیل خلیل (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۶ء) سید طفیل خلیل (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) شیخ احمد رضا و شیخ عبدالقادر کر دی (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) شیخ فرید (۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) سید محمد عمر وغیرہم کو اجازت سے شرف فرمایا اور جو لوگ مدت قیام حرمین طبعی عہد اجازت نہ حاصل کر سکے انھیں گھر کے بعد اجازت ارسال کی گئی (قیام مکہ ہی کے دوران شیخ نید اسماعیل سے شرف عقیدت و محبت اتنا استوار ہوا کہ وہ ۱۳۲۳ھ میں صرف اعظمیہ سے ملاقات کے لئے بریلی تشریف لائے) پھر دینہ طیبہ جب تشریف لے گئے تو وہاں بھی علماء مکہ ایک کثیر تعداد نے اجازت حاصل کی۔ کچھ لوگوں کو زیلہ اجازت دی اور کچھ لوگوں سے وطن عزیز واپسی کے بعد ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا۔ غرض شیخ عمر بن حمدان الحویلی سید مامون البری شیخ الدلال شیخ محمد وغیرہم۔

دینہ طیبہ میں آپ کی جو تعظیم و تکریم ہوئی اور دیار حبیب میں جس اعزاز و اکرام سے آپ کو نوازا گیا اس کا آنکھوں دیکھا حال اس خط میں پڑھیے جو شیخ الدلال شیخ محمد عبدالحی ہاجر مکی (۱۳۲۳ھ) اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

انی یقیم بالمدینۃ الامینۃ منذ سنین و یارتھما من المھند الوھب من العالمین، نعم علماء و صلحاء و اقلیاء را یتھم بدورون فی مسکک البیلو۔ لا املقت الیھم من اھلہ احد و ادلی العلماء الکبار و النظار الیک مھم عین۔ و باجلاً لک مھم عین ذلک فضل اللہ لیتوبہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

دینہ طیبہ کی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحاء، اقلیاء بھی ہوتے ہیں وہ شہر کے گلی کوچوں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔

مگر ان کی جانب کوئی التفات نہیں کرتا۔ لیکن بڑے بڑے علماء آپ (فاضل بریلوی) کے پاس جوق در جوق آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں۔ یہ خدا کا فضل خاص ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (الاجازت المئینۃ ص ۱۷۰ احمد رضا خان) وطن عزیز واپسی کے بعد ارسال اجازت میں کچھ تاخیر ہوئی تو یاد دہانی کے خطوط آنے لگے جن میں ان کے بپناہ اشتیاق کی جھلک پائی جاتی ہے۔

سید اسماعیل خلیل (م ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) یاد دہانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "دو عثم الغنی و احادہ بار سال الاجازۃ بمسودیا تھم فلم تات نکات اقباب الناس الیکم المجدھم او کتنا نسیاً منسیاً۔ (مرہ ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲،

کہ وہ جواب نہ دے سکے کہ سفر کی تیاری میں ہیں اور یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں بولنا
نے (اللہ ان کا تائید کرے) اس سوال کا وہ جواب دیا جس نے ہر مسلمان کا آنکھ ٹھنڈی کر دی اور
ہر کافر و فاسق و کفر سے نوک و ذیل و خوار کیا۔
آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے شیخ مذکور حضرت احمد رضا خاں جب تحریر جواب سے فارغ ہوئے تو شریف
مکے شیخ صالحی کمال (ماہین مفتی) کو کہہ کر دیا کہ رسالہ ان کے دربار میں بٹا پڑھا جائے۔
چنانچہ رسالہ پڑھا گیا۔ سرکش گروہ کے افراد دہلی موجود تھے، اس کی حرکت زدہ دھمکے
اور ذلیل و خوار ہوئے۔ اس وقت شریف مکہ پر ظاہر ہوئے کہ مولانا احمد رضا خاں حق پر
ہیں اور حقیقتیں گمراہ ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لائق لوگوں نے مجھے بتایا کہ شریف مکہ کے ایک
ملازم نے درخواست کی کہ حق شیخ (فاضل بریلوی) میں اہانت کی اجازت دی جائے۔
تو شریف مکہ انکار کرتے ہوئے کہا۔

کیف یکون اجراً مثل هذا الامر والعلما کلهم قاطبة قائمون
و قائلون بقولہ۔ و انا کلنا مرجعنا الیہم والاستفادة منهم۔

ایسے امر کا اجر و کیوں کہ ہر مسلمان ہے۔ جب تمام علماء بھی وہی بات کہہ رہے ہیں
جو وہ کہتے ہیں۔ ہمارے مرجع و آب علماء ہیں اور انھیں سے استفادہ کر لے۔

آپ کی مقبولیت کا نقشہ کھینچے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فا عز اللہ مولینا الشیخ احمد المذکور علی رغم انہم۔ و اکتشفہ العلماء
والطلبة۔ فمن سأل مستفید ومن مقدم سوالا للاستفسار علی

القول السدید ومن طالب اجازة ومن منتظر اشارہ۔ هذا حالہ
وھو بکنت (الاجازات المتینہ) از حامد رضا

مکہ مکرمہ میں ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہر چار جانب سے علماء و طالبین نے
آپ کو گھیر لیا۔ کوئی سوال یا شیئہ کے استفادہ نہ کرنا کوئی صحیح درجہ مسئلہ پوچھتا جس میں اسے
شک ہوتا کوئی صرف اشارہ کا منتظر ہوتا۔

انھیں ہر سال علم و فضل اور حرمین شریفین میں فاضل بریلوی کا یہ پناہ مقبولیت اور آپ
کے سیال قلم کا بڑا کرسٹ ہوئے حکیم عبدالحی رائے بریلوی لکھتے ہیں۔

و سائر فی الامین الشرفین عرۃ مرات و ذاکو علماء المجازی فی بعض
مسائل الفقہیۃ والکلامیۃ و ائت بعض الموسائل اثناء اقامتہ بالحریمین
و اجاب عن بعض المسائل الی عرضت علی علماء الحرمین۔ و اعجبوا ببنارۃ
علیہ و سعۃ اطلاعیہ علی المتنون الفقہیۃ و المسائل الخلافیۃ و سعۃ
تحریرہ و ذکا (۳۹) انھیں جلد خڑھتا غوا طر از حکیم عبدالحی

کئی بار حرمین شریفین کا سفر کیا۔ اور علماء حرمین کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ متون فقہیہ
بھی کیا۔ چند سال بھی لکھے اور علماء حرمین کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ متون فقہیہ
اور اختلافی مسائل پر ان کی ہر گز حلاوت، سرعت تحریر اور ذکاوت و ذہانت کو دیکھ کر

سب لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

اس دور میں اور آج بھی کچھ لوگ یہ الزام لگاتے پھرتے ہیں کہ ماز اللہ ان لوگوں نے
خدا کا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ایک کر دیا۔ اور یہ رسول کے علم کلی ماننے
ہیں۔ اس کی تردید کرتے ہوئے الدولۃ المکیہ کی تقریر میں شیخ سید اسماعیل بن خلیل لکھتے ہیں
(ترجمہ)

بلکہ ایک اور نے اپنی تحریر میں یہ جھوٹ باندھا اور یہاں لگا یا کہ حضرت احمد رضا نے
اپنے رسالے میں جو اس سوال کے جواب میں لکھا یہ حکم لگا یا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم
مثل علم الہی کے ہے۔ اور رسول کو کم کا علم غیر نبی ہی بالفضل سے ملتی ہے۔ حاشا وکلا ہمارے
شیخ مذکور نے ان میں سے کوئی بات نہیں کہی۔ اور کیسے یقین کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ ہمارے
باتھ میں وہ پورا رسالہ ہی موجود ہے۔

علماء مجاز کی ایک کثیر تعداد نے الدولۃ المکیہ کو اپنی تصدیقات و تقریحات سے
تواضع ہے۔ آپ یہ سکر حیران رہ جائیں گے کہ اتنی سرگتہ الاراء کتاب جو ان کے تحم و دوست
پر شاہ عدل ہے اس کی تالیف صرف ساتھ آٹھ لکھتے ہیں ہوئی۔ اور صرف دانشوران میں
۲۷۶ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ کو اہتمام پذیر ہوئی۔ آپ کے اعزاز و اکرام اور علماء حجاز و بلاد
اسلامیہ کی نظریں آپ کی حلاوت شان اور علمی رعب و دید بکا اندازہ اس سے بخوبی لگایا
جاسکتا ہے کہ عرب و عجم کے جلیل القدر علماء نے الدولۃ المکیہ پر مہسوط و مفصل تصدیقات
و تقریحات لکھی ہیں۔

جن میں سے سید سیدہ حمیدہ چند انتہا سات ذیلی میں پیش کئے جاتے ہیں صرف ترجمہ
پر اکتفا کیا جاتا ہے جہیں تحقیق کا ضرورت ہو وہ فیوضات المکیۃ لمح الدولۃ
المکیۃ (تالیف ۱۹۷۹ء مطبوعہ کراچی کا مطا لور کریں) (التقاریر علیہ داسما و دجالھا مقبۃ
عن فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ از ذاکر مسعود احمد پانچویں)

(۱) رئیس الخطا والاعمال والمدین بالمسجد الحرام الشیخ احمد ابو الحریث
عبد اللہ مراد مکتہ المکرمتہ۔

یہاں سے وقت نظر اور نہایت غور و خوض سے اس رسالہ کا مطالعہ کیا اس کے مباحث
و دلائل نہایت مستحکم اور محقق و مدلل ہیں۔ اس کے بیان سے دل میں دست و کشادگی پیدا ہوتی
اس کی یقینی دلیلیں آسانی بلندی کو چھوڑ دیتی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ یہ اس کی تصنیف ہے جو ملکہ
عقل، ذکا، بلذہمت، اپنے زمانہ کے تمام مؤلفوں کا سرور ہے۔ میدان تصنیف میں جس کا
امامت کی شہادت خود دے گئے اس معاصرین کو کہہ دیں جو اس رسالہ کو غور و فکر سے مطالعہ
کرے گا وہ کہے گا کہ اس بات کو چھوڑا جائے گا کہ شیخ نے اپنے رسالے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کا علم غیب بالذات اور خالق زمین و آسمان کے علم کے برابر مانا ہے (فیوضات
المکیۃ لمح الدولۃ المکیۃ ص ۲۵)

(۲) مفتی حفیظ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن سرساج۔ مکرمر
یہاں سے ایسی اپنی نظر دوڑا تو دیکھا کہ اس میں اسرار معانی چھلک رہے ہیں جبکہ اس

(۷) سید بن علی سید عبدالقادر طرابلسی، مدرس مسجد نبوی، مدینہ طیبہ۔

بدرجہ وفات؛ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حقیر بندے پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے آستانہ شریف پر یاب ہوا جو علامہ کامل اور خاتمہ شہر حائلیت محمدیہ طارہ۔ مجدد مائتہ حاضرہ سیدی و استاذی حضرت مولانا احمد رضا خان بن (الغیوثات ص ۷۷)

(۸) مفتی مالکیہ شیخ سید احمد علوی بن سید احمد باغیہ حسنی علوی مدینہ منورہ۔

تمام فاضلوں سے افضل۔ عاتلوں سے زیادہ دانشمند۔ فخر السلف۔ ترویۃ الخلف حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پوسیدہ لطف و مہربانی سے ان کے ساتھ معاملہ کرے۔ الدولۃ المکیہ کی تالیف میں رقم طراز ہیں۔

اور یہ کتاب بیشک اس لائق ہے کہ سیاسی کے بجائے سوسنی سے لکھی جائے (ص ۹۲)

(۹) شیخ عبدالرحمن حنفی مدرس جامعہ اہل بیت ہر قارہ۔ مصر۔

مجھے اپنی عمر کی قسم تو ان کے رسائل کا دل لائی کہ فریاد یہ ہے اور حاسد کے لئے تو طویل عبادتی بھی ناکامی ہوتی ہیں۔ (الغیوثات ص ۷۷)

(۱۰) شیخ عبدالرحمن مالکیہ مسجد نبوی، مدینہ طیبہ

دہ نادر و زکار۔ اس وقت اور زمانے کا نور۔ عالم با عمل۔ بلند جہت ماضی مسائل اور مشکل احکام کی تفتیح کرنے والا اور دلائل و براین سے ان کو مستحکم سے مستحکم تر کرنے والا بمنزہ شائع اور فضلاء کا سرور و بلاتالہ وہ زمانے کا گہر کیٹا ماضی القضاۃ شیخ احمد رضا خان، خدا ان کی زندگی سے ہم کو متمتع فرمائے اور ہم پر اس سے سلاطین پران کا فیض جاری و ساری رکھے۔ (الغیوثات المکیہ محب الدولۃ المکیہ مطبوعہ کراچی ۹۵-۹۶)

یہ چند تقریفات آپ کے سامنے بطور نمونہ پیش کر دی گئیں اور ان میں بھی جدیدہ اقتباسات ہیں۔ بہت سے دوسرے علماء عرب و عجم بھی تقریفات و تصدیقات سے نوازا ہے جن میں بھی بہت سی غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ ان تمام کو کھٹنا تو طویل کا باعث ہے۔ ذیل میں عالم اسلام کی چند مقتدر ہستیوں کے اسماء لکھ چکے ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ اس وقت کے تمام علمائے بیک زبان آپ کو اپنے وقت کا امام و مقتدا۔ علوم و فنون کا جامع فیض و برکات کا سرچشمہ۔ اسلام کا داعی و مبلغ اور موجودہ صدی کا مجدد و برحق تسلیم کیا ہے جس کے بعد پھر آپ کے علم و فضل آپ کے دینی و ملی کازمے اور آپ کی عظیم شخصیت کا انکار کرنا جیسے سورج کے دھج سے انکار کے مترادف ہوگا۔

اسماء گرامی علماء حجاز و بلاد اسلامیہ

علماء مکہ و مکرمہ

- ۱۔ شیخ محمد صالح بن شیخ عبدالحی کمال مفتی حنفیہ
- ۲۔ شیخ محمد سعید بن محمد باصیل مفتی شافعیہ
- ۳۔ شیخ عبداللہ بن جمیدہ مفتی حنبلیہ
- ۴۔ شیخ محمد عابد مفتی مالکیہ

کا مصنف کھری بات لایا۔ اور اس نے رشد و ہدایت کا راستہ واضح کر دیا۔ ہر جمعہ کرنے والا مولف نہیں ہوتا۔ اور ادھر ادھر سے بہت سی نقلیں لائے والا مصنف نہیں ہوتا۔ یہ تو عطاء میں ہیں کہ مولائے کریم نے چاہے ہاتھ بخت تباہے اور اسے اولیٰ بنا دیتا ہے (الغیوثات المکیہ ص ۷۷)

(۱۲) شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی (بروت)

(صاحب جوامع الجوامع و شواہد الحق حجتہ اللہ علیہ العلیین۔ سعادت الدارین)

میں نے اس کا شروع سے آخر تک مطالعہ کیا اور نہایت مفید و نفع بخش پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک علامہ مکبر اور امام اکبر کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ اس مصنف کے رسالے راضی رہے اور اسے اپنی عزایتوں سے راضی کرے اور ان کی تمام نیک و پاکیزہ امیدوں کو بر لائے (آمین) (الغیوثات ص ۷۷)

(۱۳) مفتی حنا بلہ شیخ عبداللہ بن حمید دیکھ کر مکرہ۔

میں نے یہ رسالہ دیکھا جسے ہر سردار نے قبول کیا۔ اس کے دلائل یقینہ کے آفتابوں نے ہر تاریکی و دوکردی اور اس کی ہدایت کے نور اس امت پر چمکے تو اس رسالہ پر یہ قول صادق آیا۔

ولا عیب فیہم غیر ان سببہم فہم
تجمعن ظلول من قراع الکتاب

تو اس کے تدوین تمیز کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بے شمار حمد کی۔ اگر اس وقت میرا حضور ہوتا تو میں سجدہ شکر میں گر پڑتا کہ اس نے ہمارے اندر ایسا عالم تحقیق و تدقیق بھیج کر احسان فرمایا۔ زمانے کی بقائیک اس کے علم کا درخت بڑھتا ہے (الغیوثات ص ۷۷)

(۱۵) شیخ العلماء، مفتی شافعیہ محمد سعید بن اسماعیل دیکھ کر مکرہ۔

فاضل کامل سیدی احمد رضا خان کے رسالہ سلسلہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کا مطالعہ کیا میرے نزدیک اس رسالہ کی تین وجوہ سے بڑی حیثیت ہے۔ اول یہ کہ اس کے اصول و فروع نہایت تحقیق و تدقیق ہیں دوم یہ تصنیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن قیام و آداب عالیہ مثال ہے سوم یہ کہ اسے زمانہ حجب میں نہایت تلیل مدت میں لکھا گیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں:-

یہ رسالہ علماء حرجین کے نزدیک بہت مقبول ہوا اور تمام علمائے اس پر تقریبات لکھیں۔ آپ کی خوب تائید و تحسین کی۔ پھر بھی یہ مصنف کا قدر و منزلت سے کم ہے (الغیوثات ص ۷۷)

(۱۶) مفتی مالکیہ شیخ احمد الجزائری بن سید احمد المدنی، مدینہ منورہ۔

علامہ زبان، یکتائے روزگار، سرچشمہ معرفت، سید عدنان کی نظروں کے مرکز۔ حضرت مولانا شیخ احمد رضا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے۔ ہر صاحب توفیق مجھداران سے نفع اندوز اور ہر گدگد و بدکار اور ففزی لڑزہ بر اندام ہوگا۔ (الغیوثات ص ۷۷)

- ۵۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ
۶۔ شیخ احمد الوائلی عبداللہ مراد زین الخطباء والائمہ بالمسجد الحرام
۷۔ سید اسماعیل بن علی
۸۔ شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مفتی مالکیہ
۹۔ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل امام شافعیہ مسجد حرام
۱۰۔ شیخ عبدالرحمن بن احمد دمان
۱۱۔ شیخ محمد علی بن شیخ صدیق کمال حنفی مدرس مسجد حرام
۱۲۔ شیخ عطیہ محمد مدرس حرم شریف
۱۳۔ شیخ محمد بن داود حسینی ادیبی مدرس حرم شریف
۱۴۔ شیخ عبداللہ بن محمد صدقہ مدرس مسجد حرام
۱۵۔ شیخ عمر بن ابی بکر باجنید مدرس مسجد حرام
۱۶۔ شیخ ابو حسین محمد مرزوق مدرس مسجد حرام
۱۷۔ شیخ محمد علی بن حسین امام مالکیہ مدرس مسجد حرام
۱۸۔ شیخ اسعد بن احمد دمان مدرس مسجد حرام
۱۹۔ شیخ محمد فتار بن قطار الجادوی مدرس مسجد حرام
۲۰۔ شیخ محمد یوسف خیاط وغیرہم وھنوان اللہ علیھم اجمعین
- ۳۷۔ شیخ علی بن احمد مسجد نبوی
۳۸۔ شیخ غلام محمد برہان الدین بن شیخ نور الدین مسجد نبوی
۳۹۔ شیخ محمد عبدالوہاب بن محمد یوسف مسجد نبوی
۴۰۔ شیخ احمد بن محمد الساری النجاشی
۴۱۔ شیخ موسیٰ علی شامی ازہری مدنی
۴۲۔ شیخ یحییٰ الخیاری مسجد نبوی
۴۳۔ شیخ عبدالرحمن ودیدار المصیری مدرس مسجد نبوی
۴۴۔ شیخ محمد توفیق الالبانی الانصاری مدرسہ طیبہ
۴۵۔ شیخ عبدالوہاب مدرسہ طیبہ
۴۶۔ شیخ محمد کریم اللہ ہساجر مدنی
۴۷۔ شیخ محمد یعقوب بن شیخ محمد رجب مدرس مسجد نبوی
۴۸۔ شیخ محمد حسین بن سید مسجد نبوی
۴۹۔ شیخ حسین بن محمد مدرسہ طیبہ وغیرہم وھنوان اللہ علیھم اجمعین
۵۰۔ شیخ علی الرحمٰنی مدرسہ طیبہ وغیرہم وھنوان اللہ علیھم اجمعین

دیگر بلاد اسلامیہ

- ۵۱۔ شیخ عبدالرحمن احمد حنفی مدرس جامعہ ازہر
۵۲۔ شیخ ابراہیم عبدالعلی السقا مدرس جامعہ ازہر
۵۳۔ شیخ الحاج الازہری الدمشقی القسطنطنینی
۵۴۔ شیخ محمد یوسف بن اسماعیل تہانی بیروت
۵۵۔ شیخ محمد امین دمشق
۵۶۔ شیخ محمد سید بن عبدالقادر بغدادی
۵۷۔ شیخ محمد یحییٰ المکتبی الحسینی دمشق
۵۸۔ شیخ حمدان دلیسی قسطنطنیہ الجزائر
۵۹۔ شیخ یوسف عطا مدرس درگاہ قادریہ بغداد شریف وغیرہم وھنوان اللہ علیھم اجمعین

مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ

فاضل بریلوی کی قیام گاہ ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ تک مرجع عوام وخواص بنی رہی۔
صبح سے بارہ بجے شب تک علمی مذاکرہ ہوتے۔ سندوں اور اجازتوں کے حصول کا
سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت سنسکرت تمام علماء خود ہی خرو دگاہ رضویہ پر
تشریف لائے۔ اور کتاب نین کرے۔ شیخ الدلائل حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ

علماء مدینہ طیبہ

- ۲۱۔ شیخ فتاح بن عبدالسلام دافستانی مفتی مدینہ منورہ
۲۲۔ شیخ احمد الجزائری بن سید احمد مدنی مفتی مالکیہ مدینہ طیبہ
۲۳۔ شیخ محمد تاج الدین بن محمد مصطفیٰ الیاس حنفی مفتی مدینہ منورہ
۲۴۔ شیخ عبداللہ تالبیسی جنلی مسجد نبوی
۲۵۔ شیخ محمد عبدالبارک بن سید محمد امین رضوان مسجد نبوی
۲۶۔ شیخ محمد سعید بن محمد الحسینی الادبسی القادری مسجد نبوی
۲۷۔ شیخ احمد اسعد الکیلانی حسینی حنفی حماہ شریف
۲۸۔ شیخ عبدالقادر بن سودۃ المقرشی مسجد نبوی
۲۹۔ شیخ مصطفیٰ بن تارزی بن نمرز مالکی مسجد نبوی
۳۰۔ شیخ عبدالرحمن ودیدار المصیری مدرس مسجد نبوی
۳۱۔ شیخ حسین بن عبدالقادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی
۳۲۔ سید احمد علی بن سید احمد با نقیہ حسینی علوی مفتی شافعیہ
۳۳۔ شیخ عباس بن رضوان مسجد نبوی
۳۴۔ شیخ احمد بن سید احمد حسینی شیخ مالکیہ مسجد نبوی
۳۵۔ سید احمد علی الہندی دامپوری ہساجر مدنی

روشنی میں ثابت کیا اور اسے (۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ) کو علماء عرب کے سامنے پیش کیا جس سے ہر ایک نے اتفاق کیا اور اپنی تصدیقات و توثیقات سے حاکم الحرمین کو نوازا۔

تقریفات علماء کرام

(۱) شیخ سیلا سبیل بن خلیل غانف کتب خانہ حرم مکہ مکرمہ

واحمد اللہ تعالیٰ علی ان تفيض هذا العالم العامل والفاضل الكامل صاحب المناقب والمفاخر من مفضل کم ترک الاول للآخر فسرید العصر وحید الدھس مولانا شیخ احمد رضا خاں سلمہ اللہ الرب المنان لا ینطال تجھم الراحضہ بالآیات والاحادیث القاطعۃ کیف لا وقد شہدہ عالم مکہ بزالک ولولم یکن بالمحل الارفع لما وقع منھم ذلک بل اقول لوقیل فی حقہ انہ مجود وھذا العصر لکان حقاً وصدقاً۔

اور میں خدا کی حمد بجا لاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعلیٰ کو مقرر فرمایا جو نافع کامل ہے مناقب و مفاخر والا اس کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے کیاتے زمانہ اپنے وقت کا کیا مولانا شیخ احمد رضا خاں پروردگار عالم انھیں سلامت رکھے تاکوہ (حق الفین کی) بے ثبات جنتوں کا آیات قرآن اور احادیث قطعیہ سے رد فرماتے رہیں اور وہ ایسا کیوں نہ ہو کہ علماء مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے مگر کہا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک حق اور صحیح ہے۔

(حاکم الحرمین علی محل الکفر بالمیلین (مرتبہ ۱۳۲ھ/ ۱۹۰۶ء منہ ۱۲۰-۱۴۰ مطبوعہ لاہور)

(۲) علامہ شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ

لا سیما العالم العلماء بحرا الفضائل وقرۃ عیون العلماء الاماثل مولانا الشیخ المحقق بکۃ الزمان احمد رضا خاں البریلوی حفظہ اللہ والبقا بالنفوس اس عالم دین پر (رحمتی نازل فرما) کہ جو فضائل کا درجہ ہے اور ان علماء عباد کی آنکھوں کی تھند کر۔ زمانے کی برکت مولانا الشیخ المحقق احمد رضا خاں بریلوی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے اور سلامت رکھے (آمین) (حوالہ مذکورہ ص ۱۳)

(۳) شیخ احمد البواخرین عبداللہ مرداد۔ خلیفہ سجد الاحرام مکہ مکرمہ۔ فہو کمنز الدقائق المنتخب من خزان الذخیرۃ وشمس المعارف المشرقة فی الظہر کثافت مشکلات العلوم فی الباطن والظاہر بحقی لکل من وقف علی فضلہ ان یقول کم ترک الاول الآخر

دانی والکنت الاخر زمانۃ لآت بالم تسطلہ الاول ولیس علی اللہ المستنکر ان یجمع العالم فی واحد

تو وہ باریکوں کا خزانہ محفوظ نگہبانوں سے چاہوا۔ اور حضرت کا کتاب نصف انوار ہے علوم کی مشکلات ظاہر و باطن کا گرہ کٹ جو اس فضل پر آگاہ ہے اس کے لئے سنا دیا ہے

پاشا ایک عقلمند اور تعلیم یافتہ شخص تھا اس نے اس کے سامنے ہمارا کوئی بس نہ چلا سکا۔ یہ جاہل و ناخواندہ ہے۔ اس کو ہم کسی طرح اپنے دام فریب میں پھنسا لیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے شیخ عبدالقادر شیبی جو اس وقت نائب الحرم کہے جاتے تھے ان کو بھی اپنا ہمنوا بنا کر راتب پاشا کے پاس پہنچے اور طواف کے بعد عرض کیا کہ ایک ہندی عالم آیا ہے اور وہ عربوں کے عقائد بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے اس کے بعد اس نے سوچا کہ آخر یہ گورنر یہ سوچ سکتا ہے کہ علماء حرمین کی موجودگی میں ایک ہندی عالم کیوں عربوں کے عقائد خراب کر سکتا ہے۔ اس لئے اس نے فوراً چند مقتدر مسیحیوں کے نام بھی لکھے کہ اگر کبھی اس کے ہمنوا ہو گئے ہیں مثلاً کبیر العلماء شیخ البواخرین مرداد رئیس العلماء شیخ صالح کمال۔ شیخ العلماء سید محمد سعید بالصل و غیرہم۔

اس کے بعد راتب نے عبدالقادر کو ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ یا حبیب بن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذا کان ہولاء مدغوب۔ ام یصلح اے خبیث جب یہ عظیم القدر ہستیاں بھی اس کے ساتھ ہیں تو وہ فساد برپا کرے گا یا اصلاح کرے گا۔

جس مرد جاہد کو بغینہ تائید اور حق کی نصرت و حمایت حاصل تھی اسے یہ چیز فتنہ پرور عناصر کی طرح زیر کر سکتے تھے۔ جن ہیئتہ سر بلند رہتا ہے اور اس کے سامنے بالآخر تمام طاغوتی طاقتیں سبر ڈالنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

حاکم الحرمین علی منکر الکفر والہین

المحقق المستند (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء)

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی کی ایک جلیل القدر تصنیف ہے جس پر علامہ فضل حق خیر آبادی (جامعہ جنگ آزادی) مفتی محمد عبداللہ آزرہ دہلوی، حضرت مولانا احمد سعید رام پوری و علامہ سعید علی کی تقریفات ہیں۔ اس پر ناضل بریلوی نے تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرما کر "المعتمد المستند" (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) مرقم رکھا۔ اور ان تعلیقات کا خلاصہ کر کے علماء عرب کے سامنے پیش کیا۔ الدولۃ المکیہ ہی کی طرح اس پر بھی علماء نے دل کھول کر تقریظیں لکھیں جن میں بدیع مرتب کر کے "حاکم الحرمین" کے نام سے شائع کیا گیا۔ المعتمد المستند کے بنیادی مباحث یہ تھے جن کا رد دینی کی گئی تھی۔

- (۱) تکذیب انبیاء و رسول و انکار ختم نبوت۔
- (۲) فصل قطعی سے انکار و دست علم نبوی و اثبات علم شیطان۔
- (۳) امکان وقوع کذب باری تعالیٰ۔
- (۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد نبوت انبیاء مستبعد نہیں۔
- (۵) علم غیب رسول علیہ السلام کو بچوں اور لوگوں کے علم سے تشبیہ۔

المعتمد المستند کے خلاصہ میں ناضل بریلوی نے ان عقائد و نظریات کا باطل ہونا اور ان کے سامنے والوں کا کفر بنو آخر ان احادیث کے ناقابل تردید دلائل و خواہد کی

رضا خاں ہیں۔ (۲۱۵۴/۱۳۵)

(۱۰) شیخ عمر بن حمدان مخبر ماکھی اشعری مدینہ طیبہ

جناب شیخ احمد رضا نے اپنے خلاصہ میں جو تحریر فرمائی ہے۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا یہ خلاصہ ان کی کتاب موسوم بالمعتمد المستند سے ماخوذ ہے۔ بعد مطالعہ میں نے محسوس کیا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا مصنف کی تعریف و توصیف اللہ کے لئے ہے۔ وہ مصنف جو خوب جاننے والا، خوب سمجھنے والا اور سوچنے والا ہے اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا ہے جس سے تمام پہلو روشن و منور ہو جاتے ہیں (صفحہ ۲۲)

یہ اور اس طرح کی دوسری بہت سی تقریظات و تصدیقات ہیں جن کے ایک ایک حرف عقیدت و احترام اور اعتراف علم و فضل کے جذبات سے لبریز نظر آتے ہیں خلاصہ المعتمد المستند پر تقریظات لکھنے والے علماء کرام کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اسماء گرامی علماء حرمین طیبین

علماء مکہ مکرمہ

- ۱- شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ
- ۲- شیخ محمد سعید البصیل مفتی شافعیہ
- ۳- شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ
- ۴- شیخ علی بن صدیق کمال سابق مفتی حنفیہ
- ۵- شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ دراد خطیب مسجد حرام
- ۶- شیخ اسماعیل بن خلیل محافظ کتب حرام
- ۷- شیخ علی بن حسین ماکھی مدرس مسجد حرام
- ۸- شیخ عبداللہ بن مہاجر مدنی
- ۹- شیخ عمر بن ابی بکر جندیہ
- ۱۰- شیخ فہید مرزوقی ابوحسین
- ۱۱- شیخ محمد علی بن حسین مکی
- ۱۲- شیخ اسعد بن دہان مدرس حرم شریف
- ۱۳- مولانا محمد یوسف افتخانی ہساجر مکی مدرس مدرسہ صولتیہ حرم شریف
- ۱۴- شیخ محمد یوسف خیاط
- ۱۵- شیخ محمد عبدالکیم ناجی واغستانی
- ۱۶- شیخ احمد مجددادی
- ۱۷- شیخ جمال بن محمد بن حسین
- ۱۸- شیخ عبدالرحمان دہان

کہہ کر اگلے پھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ میں اگرچہ اخیر زمانے میں آیا ہوں مگر وہ چیز لایا ہوں جو اگلے دلا سکے خداوند تعالیٰ کے لئے یہ بات غیر ممکن نہیں کہ وہ ایک شخص میں ایک مہمان سمجھ دے (۱۲۸-۱۲۹)

(۳) شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ

علماء مشاہیر کا سردار و ممتاز فاضل کا سرمایہ افتخار سعادت دین و ملت، نمودیرت، ہر کام میں بنیدیدہ، صاحب عدل، عالم باعمل صاحب احسان حضرت مولانا احمد رضا خاں تو اس نے اس بات میں (یعنی گستاخان رسول علیہ التبیۃ و آلہٗ الطہارۃ کا رد فرما کر) فرض کفایہ ادا کر دیا۔ (صفحہ ۱۵)

(۵) سید احمد بن سید اسماعیل الحسینی البرزنجی۔ مفتی شافعیہ مدینہ طیبہ

لے علامہ کامل، شہر و شہر صاحب تحقیق و تفسیح، صاحب تدقیق و تزیین عالم الملت والجماعت شیخ احمد رضا خاں بریلوی (اللہ اس کی تناؤں کو پوری فرمائے) اور اس کی بلند یوں کو باقی و دائم رکھے) میں نے آپ کی کتاب "المعتمد المستند" خلاصہ مطالعہ کیا تو میں نے اس کو قوت و نقد کی آہٹائی بلند یوں پر پایا (صفحہ ۲۳)

(۶) شیخ اسعد بن احمد دہان مدرس حرم شریف مکہ مکرمہ۔

یہ عظمت والا سراسر علم میں آیا جس کا معتقد نادر و درکار اور ضابطہ عمل و ہمار ہے۔ وہ علامہ جس کی وجہ سے پچھلے انگوٹ پر نخر کرتے ہیں، عالم زمانہ جس نے اپنے روشن بیان سے بچائی فصیح البیان کو بے زبان کر دیا سیدی و مدنی شیخ احمد رضا خاں بریلوی (صفحہ ۱۸)

(۷) شیخ محمد یوسف علیہ الرحمہ مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

یہ رسالہ میر علم میں آیا جسے علامہ فاضل اور دریا نے علم و دانش نے تفسیف فرمایا ہے جو اللہ کی مقبوضہ رہی تھا ہے ہوئے ہے۔ دین و شریعت کے مینارہ نور کا محافظ، وہ کہ زبان بلاغت میں کا شکراؤ کر سنے کا صریح اس کے حقوق و احسانات کی خدمت سے عاجز ہے کہ جس کے وجود پر زمانے کو ناز ہے۔ مولانا شیخ احمد رضا خاں وہ ہمیشہ اس ہدایت پر گامزن رہے۔ اور ہندوں کے سردار پر قتل و احسان کے پرچم بلند کرتا رہے (صفحہ ۱۸)

(۸) شیخ حامدا احمد محمد جدائی مکہ معظمہ

میں نے یہ مختصر رسالہ مطالعہ کیا۔ رسالہ کہ یہ یہ تو خالص سونے کی ڈلی ہے۔ بیا قوت و زبرد و روتوں کی اثریوں کا داز ہے جسے پیشوں نے عمدہ عالم باعمل فاضل مجتہد، دریائے بیکر لاں، محیط کامل، محبوب و مقبول و مرغوب ستودہ اقوال و افعال، مولانا شیخ احمد رضا خاں کے قابل تدر، انھوں نے صراط مستقیم کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور جملہ مسلمانان عالم کو ان کی زندگی سے نفع عطا فرمائے (صفحہ ۱۹)

(۹) شیخ سعید بن سید محمد الغزالی شیخ الدلائل مدینہ طیبہ

جب شک و شبہ کی اندھیری رات چھا جاتی ہے تو وہ اپنے آسمان علم سے چودھوی کا چاند جھکا تا ہے۔ اس طرح نسل فی نسل علماء کاملین و ناقذین کے انھوں شریعت مطہرہ و تفسیر و تہجد سے محفوظ رہی اور ان جلیل القدر علمائے میں سے سید الفہم عظیم العلم حضرت مولانا احمد

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سنا تے جائیں گے

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید نامرئی میاں الاشرفی الجیلانی کی
بارگاہ میں نذر عقیدت

بن کے ہاتھوں میں موجود نسل کی قیادت کی باگ ڈور ہے

الحقیر و خندان

三

میں احسان اللہ ممبر ٹرسٹ

داروخانه، لکڑايت درمچگاؤں، مہیعی۔ ا۔۔۔ ۴

فنون

افس :- ۳۷۷۹۷۷

مکان نمبر ۳۹۵۱۶۳

نیک تمناؤں کے ساتھ

330049
562276

فون:-

حسن بھائی ٹیل : 373515 - 375988

73-A فانوس والا بلڈنگ۔ سانکلی اسٹریٹ۔ بمبئی 400008

نیو راک کٹنگ کمپنی

ایئر کمپریسر کرایہ پر دئے جاتے ہیں

ورکس

اسالنا ویلج ہل نمبر 5
بھات داڑی۔ گھاٹ کوپر
بمبئی 400084

(551093 فون)

آفس

400 کاتھا بازار

بمبئی 400009

فقیر ہے۔ اسی وقت سے ہی ان کے تادیبی کلمات میں ہوں مگر ابھی تک دستیاب نہ ہو سکے تھے۔
اس وقت اپنی جماعت کے اشاعتی میدان کی ترقی دینی سے بے پناہ اذیت کا احساس ہوا اور
روحانی قلن پر غیاب کا ہاری بے اعتنائی دکھائی گئی تھی۔ اور تشنہ کاسوں کے انتظار
وہ جینی کا باعث ہے۔ بہر حال نے اسی وقت الحامیہ الاشرافیہ مبارک پود کا عربی میں
تعارف کیا۔ المعتقد المستعد (مطبوعہ استنبول۔ ترکی) اور الدولۃ المکیہ کے ایک
ایک نئے کتب خانے کے حوالہ دیا (ان کتابوں کا انتظام معلوم ہونے کے بعد کیا گیا تھا)
اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد ہی قریبی رضوی آپ کے نام ارسال کر دوں گا۔ اس کے بعد انھوں
نے عربی رسائل و رسائل المستندین کے اشاعتی اہتمام کے لیے اعلیٰ صبی صفحات
میں جبریل الدار علی شہزادہ العلم و التحصیل وغیرہ بطور مدیر عنایت فرمایا جن پر اپنے ہاتھ
سے بھی لکھا۔ ہدیۃ الی الاخ المحب الجلیب فی اللہ تعالیٰ الشیخ محمد شمسین
اختیار المظنی لفتح اللہ دینیہ و علمہ و اکوۃ متوقیہ..... میں احیہ عبدالفتاح
ابن غدہ ۱۲۸۰، ۱۳۹۵ فی کلہو۔ اس کے بعد میرزا لوگ واپس چلے آئے۔
امام احمد رضا کی زندگی کے دیگر اہم کتب و تراجم کے ساتھ علماء اسلام کا یہ اثر
علم فضل اور بے پناہ جذبہ عقیدت و احترام میں اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ فاضل بریلوی
ایک غیر معمولی اور اپنے وقت کے بے مثال شخصیت کا نام ہے۔

الصوامع الہندیہ

علماء حرمین طبعی اور دہلی پر موجود عالم اسلام کے دوسرے فضلاء و اکابر کی تصدیقات
و توثیقات کے بعد جب حمام الحرمین ہندوستان آئی تو وہاں پر خلفائہ المعتد المستند
کے باقی ماندہ نقول کی وجہ سے تفریطات کی آمد کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ یہاں بھی
مشاہیر علماء اسلام کی تصدیقات کے حصول کا سلسلہ چلا دیا گیا تاکہ فاضل بریلوی کے
تادیبی اور ان کے علم و فضل ان کی حق پرستی و دین پروری پر جملہ علماء عالم کی تہنیت و تہنیت
ہو جائے۔

چنانچہ ادھر و ادھر، اجیر شریف، جل پور، کچھوہہ، دربار علی پور سیدان
(پنجاب) منظر اسلام بریلی، دارالافتاء مراد آباد، انجمن حزب الافاضل لاہور، آہ،
بانگی پور پٹنہ، سیٹاپور، ریاست جلال آباد، ضلع فیروز پور پنجاب، مظفر پور، بھاہ پور
پنجاب، سیالکوٹ، راجپوتانہ، لودھیانہ، دہلی، مرنگ لاہور، ایٹ، مدراس، ضلع حیدر
سبھل، داود علی گڑھ، شہر، جمپور، بنگلور، امرتسر، جالندھر، ہوشیار پور، دیر
آباد، رام پور، کانپور، آملہ، ہلوانی، تلی، مان، ہیم، حیدر آباد دکن، سورت،
بھڑوچ، گجرات، مدالوں، بمبئی، پٹنہ، فرنگی محل، کھنڈ، سراج گنج، بنگال، بلیم، نئے پور، سہو،
کاتھیاوار، جوہانگڑھ، بڑودہ، سلطان کوٹ، سندھ، سکھ مندھ، دیر، غازی خان، پنجاب
وغیرہ وغیرہ ہندوستان کے دوسرے علماء و دانشور و ملی القدر مفتیوں نے اپنے اپنے
تادیبی حمام الحرمین کی تصدیق کی (الصوامع الہندیہ مطبوعہ برقی مراد آباد)

ان تمام تصدیقات و تقریظات اور حرمین طبعی میں مشاہیر علماء اسلام کی طرف سے
فاضل بریلوی کی تحسین و ترقی۔ اعزاز و کرام۔ اعزاز علم و فضل جدیدہ پرتفاق اور خلافت
لیل و نهار قرار دینے کے بعد یہ بات خود بخود وہی دماغ اور تلب کی گہرائیوں میں اتار چاکی
ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے زمانہ کے تمام علماء پر فائق عالم عرب و عجم میں معظم
و محترم اور ان کی بزم کے صدر نشین علم و فضل کے بحر و ذخاں موجودہ صدی کے مجدد۔ آیتہ
آیات اللہ۔ اور پروردگار عالم کی نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت تھے۔

آپ نے گزشتہ صفحات میں اپنے ائمہ کی انھوں سے پڑھ لیا کہ مکرمہ۔ مدینہ طیبہ۔ یمن۔
شام۔ عراق۔ لبنان۔ مصر۔ الجزائر۔ اندلس۔ طرابلس۔ افغانستان۔ داغستان۔ ترکستان
اور غیر منقسم ہندوستان وغیرہ کے سیکڑوں مفسرین۔ محدثین۔ فقہاء۔ مشائخ اور فضیلت کرام
نے بریلوی کو جو دین و ملت، جماعت، امام الائمۃ قاضی القضاۃ۔ عاشق رسول۔ آفتاب
مورق۔ اصولی زمانہ معتمد دریاں۔ علامہ اجل۔ نادر دہر بیک کے روزگار۔ خلافت لیل و نہار۔
صاحب مناقب و مناقب شہت و تحقیق و معنی۔ علم فضل کا دار و اتار و امین، عقدہ کشائے
مشکلات و مشکلات، فاضل بحر اور حقائق و معارف کا بحر بیکراں (وغیرہ) کے ستر خطابات
سے نواز کر اپنی عقیدت و احترام کا دامن غوث فرام کر دیا۔ اور زمانہ پر یہ روشن ہو گیا کہ ان
آخری دور میں آپ کی وہ عظیم شخصیت ہے جس کی جلالت علمی اور خدمات دینی کے سامنے علماء
عرب و عجم اپنا سر خم کئے ہوئے ہیں اور آپ ہی کی وہ مفر و شخصیت ہے جس نے ہندوستان میں اپنی
خداداد صلاحیتوں سے کفر و طغیان اور تفر و عصیان کی بلند و بالا عمارتوں کو خس و خاک
کی طرح بنا کر تسلیم الفطرت انسانوں کی آباؤ اجداد میں غفلت تھی اور شوکت اسلام کا پرچم لہرا دیا۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

احمد رش روڈ ٹرانسپورٹ کمپنی

ٹرانسپورٹ کنٹرول اور کیٹی ایجنٹ برائے

گجرات اور سوراشٹر

برایچ

ہیڈ آفس

۱۴۱ کاسیکر اسٹریٹ

یکسیا بازار۔ آئند

مبئی۔ ۴۰۰۰۰۳

فون نمبر ۵۳۷

بڑودہ۔ پٹلا۔ ٹریڈ۔ بھڑوچ۔ سانگی۔ کولاپور

قابل توجہ باتیں

- (۱) انتخاب ترتیب و تدوین اور تصحیح کا کام انتہائی اہم ہوتا ہے۔ اسی احساس کے ساتھ یہ امور انجام دئے گئے ہیں پھر بھی لہجوائے الانسان مرکب من الخطاء والنسيان امام احمد رضا نمبر میں کوئی خامی نظر آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر لی جائے
- (۲) خیال تھا کہ امام احمد رضا نمبر کے قلم کاروں کا مختصر تعارف بھی شامل کیا جائے مگر کچھ قلت صفحات اور کچھ میٹر کی فراہمی میں تاخیر کے باعث اس کام کو دوسرے ایڈیشن کے لئے اٹھا رکھا گیا۔
- (۳) بہت سے مضامین، پیغامات، بارگاہ امام احمد رضا میں منظم نذر عقیدت اور مدارس اسلامیہ کے تعارف و تصاویر وغیرہ بھی قلت صفحات کی وجہ سے شامل نمبر نہ ہو سکے
- (۴) انشاء اللہ تعالیٰ المیزان امام احمد رضا نمبر کا ضمیمہ بھی شائع کر دیا جائے گا جس میں بچے ہوئے مضامین مدارس کے فوٹو، امام احمد رضا کانفرنس کی رپورٹیں، امام احمد رضا نمبر پر تاثرات، تنقیدات اور تبصرے شامل کئے جائیں گے۔
- (۵) المیزان کی آئندہ پیشکش علامہ فضل حق نمبر ہوگی۔ مضمون نگار حضرات سے گزارش ہے کہ جنگ آزادی کے مجاہد اعظم پر مضامین ارسال فرمائیں۔

اپ کا
محمد احمد مصباحی

ہم شاہزادگانِ مخدومِ الملت محشداً عظم ہند
کی

دینی اور ملی خدمات کو

خراج تحسین پیش کرتے ہیں

بہ تودھری نور محمد قریشی اشرفی
(درامپوری)

وانجہ داڑی ماہم شریف۔ بمبئی

۱۹۔ شیخ مولانا احمد کی (خليفة حاجي اماد اللہ مہاجر کی)

۲۰۔ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل

۲۱۔ شیخ محمد سید بن محمد یحییٰ مدرس مسجد حرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

علماء مدینہ طیبہ

۲۲۔ شیخ تاج الدین الیاس بن مصطفیٰ الیاس مفتی مدینہ

۲۳۔ شیخ سید شریف احمد بروجنی مفتی شافعیہ

۲۴۔ سید احمد الخوارزمی شیخ مالکیہ

۲۵۔ محمد سید بن محمد الغفری شیخ الدلائل

۲۶۔ شیخ عمر بن حمدان قرطبی مالکی اشعری

۲۷۔ سید محمد بن محمد حبیب مدنی دیداری

۲۸۔ عبدالقادر توفیق شبلبی طرابلسی حنفی

۲۹۔ عثمان بن عبدالسلام داغستانی سابق مفتی مدینہ

۳۰۔ سید عباس بن خلیل محمد رضوان شیخ الدلائل

۳۱۔ محمد بن موسیٰ خیاری مدرس حرم شریف

۳۲۔ محمد بن وزیر مالک مغربی اندلسی رضوان اللہ علیہم اجمعین

مشاہیر خلفاء

فاضل بریلوی اگر ایک طرف علم و فنل کے تاجدار اور میدان تحقیق و تدقیق کے شہسوار تھے تو دوسری طرف طریقت و تصوف کے مہر شاہ اور امیر کثرت ولایت تھے۔ اگر ایک طرف ان کا ذہن رسا بر مختلف حکمت کی غواہی کو کے آبدار و تیاں نکالتا تھا تو دوسری طرف ان کے سیال زبان و قلم سے معرفت کے چشمے بھی بہتے تھے اور ان کی مجلسوں میں تصوف و ذکر کے شمار پوز و اسرار و افشاکا ہوتے تھے (جنہن الملقوفا کی صورت میں چار جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک کتابیں اس فن میں ہیں)۔ جنہن پڑھ کر بے شمار اچھی ہوتی گریں خود بخود کھل جاتی ہیں۔ اور ایک ایک مات دل کی گہرائی میں اتر کر اپنی جگہ بنا ناقلی جلی جاتی ہیں۔ ان حقائق و معارف کی چوٹ براہ راست قلب و ضمیر پر پڑتی ہے اور چھپے دہلے کی آنکھیں کھلتی اور دل روشن ہو جاتا ہے۔

استبداد معوق ہیں آپ شیخ حسین بن صالح کا وہ واقعہ پڑھ چکے ہیں جس میں انھوں نے آپ کو دیر تک بنظر غائر دیکھنے کے بعد فرمایا: اِنِّی لَاجِدُ نُوْرٍ اِلٰہِیِّیْ ہٰذَا اَجِیْبِیْ یعنی میں اس پیشانی میں خدا کا نور یا پارہوں ایک دوسرا تو بھی پڑھتے چلے شہر مدنی عارف باللہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ۱۳۱۹ھ میں شیخ الحاشی حضرت مولانا داجی احمد خدوٹ سورتی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں تفرض

ملاقات گنج مراد آباد شریف لے گئے۔ حضرت گنج مراد آبادی کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو قصبہ سے باہر نکل آئے آپ کا استقبال کیا اور اپنا قصہ سنایا۔ عصر کی آمد کی صحبت میں ماضی کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا مجھے آپ کا فاضل بریلوی میں نور کی تو نظر آتا ہے۔ اور اپنی ٹوپی اٹھیں اڑھا دی اسان کا ٹوپی خود اڑھادی۔

صفر حج کے موقع پر سید شہار علار و شاہ آپ کے سلسلے میں منسلک ہوئے اور آپ کی شان ولایت کے بیان و دل متروک ہوئے۔ غیر منظم ہندوستان میں آپ کے خلفاء کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی تھی۔ ذیل میں ہم غیر متدی خلفاء میں سے چند ممتاز و شاہ و خلفاء اسامہ گرامی درج کر رہے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ آپ کے فیوض و برکات کا سمندر عروج و غم دونوں کو پوری طرح محیط ہے۔ اور ایک عالم نے آپ کے چشمہ فیض سے اپنی دھانی تشنگی بجائی ہے۔



شیخ سید محمد اسماعیل کی عافنا کتب خانہ حرم شریف، شیخ ابوالحسن محمد زور الین الفتویٰ کی، شیخ صالح کمال سابق مفتی حنفیہ۔ شیخ سید خلیل کی، شیخ اسد مدھان کی، شیخ عبدالحمید بن سید عبدالکبیر کراتی صدر اسی۔ حامی محدث بلاد مغرب (افریقہ)۔ علی بن حسین کی، شیخ عبداللہ بن شیخ احمد ابوالخیر مراد کی، شیخ محمد عابد حسین مفتی کی، شیخ جمال بن محمد امیر کی، شیخ بکر فریح کی، شیخ عبداللہ دھلان کی، شیخ حسن مجیبی، شہر سالم بن عیدروس حنزی، شیخ سید علوی بن حسن الکات الحنفی، شیخ ابوبکر بن سالم حنزی، شیخ سید محمد بن عثمان دھلان کی، شیخ محمد یوسف مدرس مدرسہ رحمت اللہ ہاجر کی، شیخ ضیاء الدین ہاجر مدنی، شیخ الدلائل سید محمد سید مدنی، شیخ عمر بن حمدان شریک مدنی، شیخ محمد امون بری مدنی، شیخ احمد خضراوی کی، شیخ عبداللہ فرید بن شیخ عبدالقادر گوری کی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

دور حاضر کے علماء عرب کی نظر میں

ایسا نہیں کہ فاضل بریلوی جب تک بقید حیات تھے ایسی وقت تک علماء اسلام نے ان کی قدر و منزلت کی اور بعد میں انھیں بھلائی تھے۔ بلکہ دور حاضر میں بھی ان کی اور ان کا اعزاز و اکرام اسی طرح برقرار ہے جسے ان کے زمانہ میں تھا اور ان کے علم و فن کا اعزاز آج علمی و مذہبی حلقوں میں بر ملا کیا جاتا ہے اور عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مدرسین مدرسہ عربیہ اشرفیہ گھوٹا مارا، راجستانی (موجودہ منگلادیش) حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد جب وطن واپس آئے تو احباب کے اصرار پر انھوں نے سفر مبارک کے حالات و واقعات مشتمل ایک سفر نامہ بنام سفر نامہ حرمین طیبین ۱۹۶۰ء شائع فرمایا جس میں انھوں نے چند ایسے واقعات بھی تحریر فرمائے ہیں جن سے پتہ چلے کہ اگرچہ بھی فاضل بریلوی سے علماء عرب کیلئے کی طرح متعارف ہیں، اور عرب حاضرین نے آپ کے آنے والی تسکون کے لئے

میں آپ کی عقیدت و محبت کا بیج بویا ہے۔

حضرت شیخ مفتی محمد اللہ مکی سے مولانا غلام مصطفی صاحب اور ان کے چند رفقاء بصورت و فوٹو انھوں نے فرمایا کہ بلا مدرب علی بن مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کا ڈنکاجر رہے اور علما جرمن عیسین اعلیٰ حضرت سے جس قدر واقف ہیں ہندوستان کے لوگ بھی اس قدر واقف نہیں مفتی سعد اللہ مکی نے بطور زائش اس فوٹو کا شیخ سید محمد علوی مکی تاحی القضاۃ کو کمرہ کے پاس بھیجا جن کے والد ماجد فاضل بریلوی کے ہم عصر اور دوست تھے مفتی سعد اللہ نے بھی سکھا دیا کہ آپ ان کے پاس جب پہنچیں تو صرف اتنا کہیں کہ نحن تلامذہ تلامیذہ اعلیٰ الحضرۃ مولانا احمد رضا ابریلوی رحمۃ اللہ علیہ پھر آپ دیکھنے لگا کہ وہ کتنے احترام سے بیٹھ اُٹے ہیں جب یہ فوٹو ان کے دولت کہہ پر پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے سلام و مصافحے کے بعد مولانا غلام مصطفی صاحب نے اپنا اور اپنے رفقاء کا تہارت کر لیا اور وہی جلد دہرایا کہ نحن تلامذہ اعلیٰ الحضرۃ مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ نیز ہم لوگ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا متناہ کہ تاحی القضاۃ سرمد کھڑے ہو گئے۔ ایک ایک سے سوائف کیا اور غایت درجہ شفقت و محبت سے بیٹھ اُٹے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا نحن فخریہ تہنیفات ونا لیقاة حسب علامۃ السنۃ وبعینہ علامۃ اللہ یعنی ہم لوگ فاضل بریلوی کو ان کی تعقیفات سے جانتے ہیں۔ ان کی محبت سنت کی علامت ہے اور بنفس ہنگام کی جہاں ہے۔ حاضرین اس شفقت و التفات سے دم بخود رہ گئے اور جرئت سے ہم لوگوں کا منہ دیکھتے رہے۔ تاحی القضاۃ بڑی دیر تک بار بار اعلیٰ حضرت کے ذکر اور ان کی تعریف سے حاضرین کو محفوظ کرتے رہے۔

پھر دوسرے دن شیخ محمد مرقی الجبازیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہایت شان و شوکت اور وقار و دیدار کے عالم تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ سلاطین و اعلیٰ قضا کے خلیفہ ہیں تو کھڑے ہو کر فرما کر انہیں ایک سے معافہ و معائنہ کیا اور عزت فرمائی اور فرمایا کہ فاضل بریلویؒ ایک بہتر اور دوست تھے۔ ہم آج بھی ان کے علم و فضل کے ملاح ہیں۔ اور ہمیشہ انھیں دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ ایک اور حرم شریف میں یہ نماز مغرب ان کا نگاہ ان لوگوں پر پڑی تو بڑے کھڑے ہو گئے۔ ان کا ہاتھ بھی بھر میں، ترک وغیرہ کے بڑے بڑے علماء جو اس وقت وہاں موجود تھے وہ بھی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد شیخ نے ان لوگوں سے ان کا تعلق و کھانا اور فاضل بریلویؒ کے حالات اور ان کے علم و فضل کا ذکر کیا۔

اسی طرح ایک اور عالم شیخ عبدالرحمان سے ملاقات کی جس کی عمر تقریباً اٹھ سال کی تھی مگر جو انویں سے بھی زیادہ چہیت نظر آتے تھے۔ ان کا مکان حرم شریف سے متصل ہی تھا۔ ان کے پاس فاضل بریلوی کے عطا کردہ بہت سے تہذیبی کتاب تھے۔ انھوں نے بتایا کہ علامہ رحیمی شریفین جب فاضل بریلوی سے ملے تو دست بوی کر گئے اور اتنا احترام کر کے کہ اتنا احترام میں نے کسی ہندی عالم کا نہیں دیکھا۔

ابھی چند ماہ پیشتر اقم سطور ایک کانفرنس (منعقدہ ۲۵ تا ۲۸ مارچ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۱ تا ۱۴ نومبر ۱۹۷۵ء) میں شرکت کے لئے لکھنؤ گیا تھا جس میں سیرتِ اقدس میں عرب علماء و شیوخ تھے۔ اس کانفرنس کا ایک اہم موضوع صومیت، یہ تھی کہ جملہ علمِ نقلیہ و عقلیہ میں نادر و ندرت، عربی علماء و حکماء کا ایک اجمالی نقشہ مفرد کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔ بے مثال شخصیتوں اور ان کے وہی علمی کارناموں کی فہرست میں امام احمد رضا خاں ناضلی بریلوی کا بھی نام تھا اور ان کے سلسلے ان کی روک میں مندرج ہیں۔ عقائد و کلام کے نقشے میں "حالی صی" الاعتقاد اور "فہم" النبیۃ الوصیۃ۔

امام احمد رضا کا نام پڑھ کر کئی علماء جو تک اٹھے جیسے کوئی چیز اچانک انھیں یاد آگئی
چند حضرات نے "ایمن مجموعہ فتاویٰ" یعنی فتاویٰ رضویہ کی بھی مانگ کی، لیکن انھیں
کہہ کر رخصت کر دیا گیا کہ یہاں موجود نہیں۔ ایک شاہی عالم شیخ عبدالفتاح ابو قدہ استاد کلیۃ
التشریع (عربی سودیونیورسٹی) ریاض، سعودی عرب نے جب ان چاروں کے مطالعہ کے لیے
ایمن مجموعہ فتاویٰ شیخ الامام احمد رضا لکھا تو ایک مولوی صاحب نے انھیں کوئی
جواب دینا چاہا۔ مگر سن الفتاح سے ایک "صاحب" اور بھی ساتھ ہی ہیں تھے انھوں نے من
غیبت کچھ کر دریا میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ انھیں تو جو فی ہذہ المراد شیخ! انھیں
رضویہ بیان موجود ہے۔ مولوی صاحب نے انھیں وہ ڈانٹ پلائی کہ بچا رہے وہاں سے
کھسکے ہیں، عیافیت بھی..... خیر..... شدہ شدہ یہ خبر تھیک بھی پہنچی۔ میں نے کسی مناسب
وقت میں تفصیلی ملاقات کی کہ کوشش شروع کر دی (عام لوگوں کو ان کی قیام گاہ پر جانا منع ہے
خاص خاص آدمی یا ڈیپلیکٹ ہی جاسکتے تھے، تقریر کے ایک پروگرام کے بعد میں نے ان سے
منٹ گفٹگو کی جس کے بعد انھوں نے روم بڑا کھارک اور دھوہولی لکھنؤ میں ڈھانچے ملاقات
کا وقت دیا۔ کافر سن کا آخری دن تھا۔ میں نے انھیں دل جانا تھا میں ڈھانچے نے ان کے
میں پہنچ گیا۔ ساتھ میں ایک اور صاحب تھے جھولنے ان کام میں بڑی محنت لگن کا بیڑہ
دیا۔ شیخ نے تیار یوں میں مصروف تھے سلام و معاف کے بعد بڑی خندہ پیشانی سے پیش
آئے۔ خیریت پڑھیں۔ اور ماضی ناستب سے بھی عیافیت کی گفٹگوں بڑی شیریں و حلالت
چہرہ میں نورانی تھا۔ خیریت کے بعد میں نے پوچھا۔ سمعت اندک فتاویٰ ابو محمد فتاویٰ
شیخ الامام احمد رضا تمام سینے کی چہرہ دکھا اور نوراً بل اٹھے۔ ہاں کیا آپ کے
ہے۔ میں نے کہا اس وقت تو نزلہ کے کی گھراٹا، اللہ بہت جلد آپ کے نام بڑی دھمک اور
کردوں گا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کیف عسرت حملہ و فضلہ۔ آپ امام احمد رضا کے
و فضلہ سے کیسے متعارف ہوئے۔ اس سوال سے ان کے چہرے پر ہلاشت اور لبوں پر ہنسم
لہر دو گئی۔ فرمایا: عطریہ حال عطریہ ہے۔ اسے کتا بھی بندش شی اور بند کمر میں رک
جائے مگر اس کی خوشبو اہل ذوق تک پہنچتی جاتی ہے۔ پھر میرا یہ ایک دوست کے
مجموعہ فتاویٰ رضویہ تھا۔ وہ کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ میرا نظر اچانک اس کتاب پر پڑ گیا۔ میں
اٹھا کر مطالعہ کرنا شروع کیا۔ ایک عربی قوی کامیاب نے بخیر مطالعہ کیا۔ میں اسی ایک قوی
کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ بات نام کر لی کہ شیخ کوئی راجہ عالم اور اپنے وقت کا ستر

محبت النبی و آل نبی

امام احمد رضا

کی یاد منانے والوں کے لئے مبارک یاد

اسٹینڈرڈ اسٹیل فرنیچر

محمد علی روڈ

بیسے ۳۰۰۰۰

بلا لحاظ مذہب و ملت اپنی شفقت نوازنے والے

امام احمد رضا

کی بکاگاہ بے کس پنکھ میں
خروج عقیدت پیش ہے

پوسٹ لال گرین مرخصی
دکھار والی چال

سیفی جوہلی اسٹریٹ بمبئی ۳۰۰۰۰

ماہنامہ المیزان

اور

آل انڈیا سٹی لیک

کی ترقی کے خواہشمند

نور سویت میٹ مار

سیفی جوہلی اسٹریٹ

بمبئی ۳۰۰۰۰

امام احمد رضا کی تعلیمات کی اشاعت کے لئے

آل انڈیا سنی لیگ کے زیر اہتمام منعقد کی جانے والی عظیم الشان

امام احمد رضا کا نفرین

ادارہ ماہنامہ المیزان کی ناقابل فرا موش پیش کش

امام احمد رضا نمبر

کیلئے

ہدیہ خلوص

فخر الدین لکڑا والا

بلڈنگ میٹریل سپلائر

روبرو سبئی ہرکنٹائل کو اپریٹو بنک

محمد علی روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۳

نر الے شاه

هو الاشرف

خليفة مجاز حضرت شمس العارفين سيد شاه طيفل احمد اشرفي الجيلاني قدس سره (رهبر طريقت) پير الے شاه اشرفي

مستان تالاب ناگياره، بمبئي ۸۰۰۰۰۴

کی جانب سے

امام احمد رضا کافر نس منعقد کرنے پر آل انڈیا سنی لیگ کو

اور

امام احمد رضا نمبر پیش کرنے پر ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی کو

ہدیر تیریک پیش ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آل انڈیائی لیگ

دنیا کی ہر تحریک خواہ کسی نوعیت کی ہو کسی کسی بے چینی کا واضح اظہار ہوتی ہے۔ مورخ و مصلح کا کمال یہ ہے کہ وہ کرب و اضطراب اور بے چینی کے ان گوشوں کو تلاش کرے جن سے تحریک کا جنم ہوتا ہے۔ کرب و اضطراب کا یہ اظہار جب تک نرم اور سبک دو ہوتا ہے ناقابل تذکرہ ہی رہتا ہے لیکن دور میں نکاہیں اس میں چھپی ہوئی اس شدت اور حدت کو بھانپ لیتی ہیں جو مستقبل قریب میں لادابن کر اُٹلنے والا ہوتا ہے جس کو سیاسی زبان میں ”انقلاب“ کہتے ہیں۔

ملک کی آزادی کے ۲۵ سال بعد بھی ملت اسلامیہ ہندو طوائف الملوکی کا شکار اور ملک میں پیدا ہونے والے مسلم مسائل کے حل میں بے درپے کامیوں کا واحد سبب مسلمان کہلانے والے تمام فرقوں کے درمیان منافرت اور مسلم عوام میں غالب اکثریت رکھنے والے سنی مسلمانوں کی غیر منظم زندگی ہے جس کو ملک کے قانون دان دانشور، مفکرین، سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں کے قائدین، علماء و مشائخین نے پوری شدت کے ساتھ محسوس کیا اور انھوں نے غور و فکر کے بعد ۱۲ نومبر ۱۹۴۶ء کو ایک سنی عوامی تنظیم آل انڈیائی لیگ کی بنیاد رکھی۔

آل انڈیائی لیگ، سنی مسلمانوں کی فعالیت کے ساتھ ہرگز مسائل میں ملک گیر اساس اور وحدت مند بنیادوں پر رہنمائی کے لئے عالم وجود میں آئی جو راسخ العقیدہ سنی مسلمانوں کے مذہبی، تبلیغی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، تعلیمی، لسانی، تہذیبی، ثقافتی، ادنیٰ اور سنواری حقوق کے حصول و تحفظ و برقراری کی جدوجہد کرے گی اور عوامی مسلم مسائل کے حل کے سلسلے میں مسلمان کہلانے والے تمام فرقوں سے حسب ضرورت تعاون و اشتراک کیا جاسکے گا اور ملکی معاملات میں انہائے وطن کے دوش بدوش رہے گی۔ آل انڈیائی لیگ غیر سیاسی تنظیم ہے۔ غیر سیاسی سے مراد یہ ہے کہ آل انڈیائی لیگ اپنے جماعتی حلقہ پر ملک کے کسی بھی قانون ساز ادارے کے لئے انتخابات میں امیدوار نامزد نہیں کرے گی لیکن سنی مسلمانوں کی فلاح و بہبود و ترقی کے لئے سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں سے مشاورت، تعاون و اشتراک کیا جاسکے گا۔

آل انڈیائی لیگ تمام تحریکات سے الگ خدمت دین و ملت کے جدید ترین تصورات کو اپنے آغوش میں سموئے ہوئے ایک زندہ اور پائندہ تحریک ہے۔ آل انڈیائی لیگ کا یہ یقان ہے کہ ملک کے سنی مسلمانوں کا اتحاد ہی ملک میں پیدا ہونے والے تمام مسلم مسائل کا حل ثابت ہوگا۔ میں اس بات پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ صحیح العقیدہ سنی مسلمانان ہند ملک کے گوشہ گوشہ میں آل انڈیائی لیگ کے سبز و سرخ ہلالی پرچم کو لہرا کر اپنے اٹوٹ اتحاد کے ذریعہ ناقابل تخریق قوم بن کر اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو تابناک مستقبل عطا کریں گے۔

خادم سنیّت

محمد حسین انصاری

جنرل سکریٹری آل انڈیائی لیگ

57/E سانکھی اسٹریٹ جونی مسجد کپاؤنڈ

بھتی ۸۰۰۰۰۰۰۰

(بہار اشتر)

فون: ۳۷۹۹۴۱
۳۷۲۲۹۹

آل انڈیائی لیگ (فیس ادارہ ماہنامہ المیزان بمبئی

۵

تمام کارپردازان
عہدیداران و ارکان و کارکنان و ہمدردان کی جدوجہد پر

ہر سہریک پیش کرتے ہیں

آل سوویت میٹ سیلون

روبرو کرافورڈ مارکیٹ

بمبئی ۳۰۰۰۰۰

امام احمد رضا کا نفرنس

منفقد کرنے پر

آل انڈیائی لیگ

کے خدمت میں

ہدیہ تشکر

برہانی گرین اسٹور

سیفی جوبلی اسٹریٹ، بمبئی ۳۰۰۰۰۳

محسرت و کادتِ باسعادت

شاہزادہ وجہین غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی الجیلانی خانوادہ اشرفیہ

کی خدمت میں

مبارکباد پیش کرتے ہیں

محمد شفیق قریشی اشرفی

تیلی محلہ، ناگپارہ، بمبئی ۲۰

بارگاہ امام احمد رضا میں

(معطر نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں)

علی حسین عطر والا

محمد علی روڈ بمبئی ۳۰۰۰۳

امام احمد رضا کالفرنس کے انعقاد پر

آل انڈیا سٹی لیگ کی خدمت میں

نذرانہ خلوص

پیش کرتے ہیں

سفی سروسٹ مہرٹ مارٹ

کھارٹینک روڈ، بمبئی ۳۰۰۰۳

ماہنامہ المیزان کی ترقی

اور حضرت سید محمد جیلانی مد ایدہ سطر ماہنامہ المیزان کی صحت و سلامتی و درازی عمر کے لئے

دعا گو

شیخ طاہر بھائی

جیل والا

میاں احمد چھوٹانی مارگ، پائیدہونی، بمبئی ۳۰۰۰۳

امام احمد رضا کا نفرس کے انعقاد اور امام احمد رضا نمبر کی اشاعت کے سلسلہ میں
تمام حصہ لینے والوں کی خدمت میں

ہدیہ خالص

زین الدین عباس بھائی موہڑ والا

۱۹۔ سیکنڈ ڈنکن روڈ کمراس لائن بمبئی ۳۰۰۰۳

جنگ آزادی کے مجاہد اعظم علامہ فضل حق خیر آبادی کی بارگاہ میں نذر عقیدت

المیزان

کا
آئندہ نمبر

فضل حق نمبر علامہ

ہوگا

مضمون نگار حضرات اپنے رشتہات قلم ارسال فرمائیں
اپنے مفید آراء سے ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔

رابطہ قائم کیجئے

پتھر سے
المیزان 57/E سانکلی اسٹریٹ
جونی مسجد کپاؤنڈ، ممبئی نمبر

ایڈیٹر سے
دارالعلوم دیوان شاہ
اشرف نگر، درگاہ روڈ بھونڈی، تھانہ

Phone: 325961 (5 Lines)

Grams: "KHAZANCHI" (Mandvi) Bombay

THE BOMBAY MERCANTILE CO-OPERATIVE BANK LTD.

ENCOURAGES YOU IN RAISING YOUR STANDARD OF LIVING AND HELPS IN ACQUIRING ON CONVENIENT TERMS THE FOLLOWING:

DOMESTIC
ARTICLES



STEEL CUPBOARDS



WASHING
MACHINES

ACQUIRE ON
EASY
TERMS



REFRIGERATORS



THE BOMBAY MERCANTILE
CO-OPERATIVE BANK LIMITED



RADIOS



CEILING FANS



WINDOW TYPE AIR
CONDITIONERS

SEWING
MACHINES

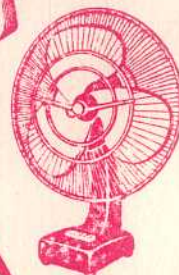


TABLE FANS

ALL KINDS OF BANKING BUSINESS TRANSACTED
Y. A. JASDANWALLA ZAIN G. RANGOONWALA
CHAIRMAN MANAGING DIRECTOR